O/C

526

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملّت مہدویہ کے لئے

مقدمۂ سراج الابصار (طبع سوم)

بشمول ضمیمہ

ناشر

سیّد محمود تشریف اللّٰہی (بی۔ٹیک عثمانیہ) ابن حضرت سیّد اشرف صاحب تشریف اللّٰہی رح

۲۶ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۹۰ء

مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار

حیدرآباد (آندھرا پردیش)

ہدیہ (۱۰۰) روپے

"جملہ حقوق محفوظ"

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مقدمہ سراج الابصار (طبع سوم)

بشمول ضمیمہ

کاشر ..... سید محمود تشریف الٰہی
ابن حضرت سید اشرف صاحب رزمی تشریف الٰہی

اشاعت اول ..... سنہ ۱۳۶۵ھ

اشاعت دوم ..... سنہ ۱۳۸۲ھ م ۲۲ر فروری سنہ ۱۹۶۵ء

اشاعت سوم (بشمول ضمیمہ) ..... ۲۶ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ م ۲۳ر اپریل سنہ ۱۹۹۰ء

کتابت ..... الحاج حضرت سید اشرف صاحب مہدوی

طباعت ..... اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار۔ حیدرآباد۔

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ حضرت فقیر سید اسحاق صاحب تشریف الٰہی۔
مکان نمبر 16.3.993/F۔ تین بنگلے،
چنچلگوڑہ، حیدرآباد (500024) آندھرا پردیش

۲۔ حضرت فقیر سید علی صاحب برتر۔
مکان نمبر 16-8-34/1 گچی باولی
چنچلگوڑہ، حیدرآباد (500024) آندھرا پردیش

فہرست مضامین مقدمۂ سراج الابصار (طبع سوم)

شمارہ	مضمون	صفحہ
(ا)	عرض ناشر	(ا)
(ب)	تاثرات	(۲)
(ج)	انتساب	(۷)
(د)	عرض حال (ضمیمہ)	(۸)
(ہ)	پیش لفظ (ضمیمہ)	(۹)
(و)	پیکر علم ویقین (مسدس)	(۱۰)
(ز)	تقریظ	(۱۱)
۱	عرض حال (مقدمہ)	۱
۲	مقدمہ کی قسمیں	۱
۳	المقدمۃ الجرمی	۱
۴	مقدمۂ ابن صلاح	۲
۵	مقدمۂ صحیح مسلم	۲
۶	مقدمۂ سنن ابوداؤد	۲
۷	مقدمۂ ابن القطقطی	۳
۸	مقدمۂ ابن خلدون	۴
۹	مقدمۂ فتح الباری	۵
۱۰	مقدمۂ شاہنامہ	۶
۱۱	مقدمۂ تاریخ طبری وغیرہ	۷
۱۲	مقدمۂ ہدایہ	۷
۱۳	معلم ثانی بونصر فارابی اور ارکان مقدمہ	۸
۱۴	مقدمہ نگاری کے اہم خصوصیات	۱۰
۱۵	مقدمۂ سراج الابصار کی نوعیت	۱۱
۱۶	مقدمۂ سراج الابصار کی ضخامت	۱۱
۱۷	مقدمۂ سراج الابصار کی ترتیب	۱۳
۱۸	مقدمۂ سراج الابصار چار حصوں میں منقسم ہے۔	"
۱۹	حصہ اول	۱۳
	باب اول	
۲۰	امامؒ کا نسب اور ابتدائی حالات	۱۳
۲۱	نسب	۲۲
۲۲	جونپور کی بناء	۳۴
۲۳	جونپور کی اہمیت	۳۶
۲۴	جونپور کی علمی شہرت	۳۸
۲۵	جونپور اور علمائے ہندوستان	۴۲
۲۶	جونپور کی علمی فضیلت اور معاصرین کی شہادت	۴۴
۲۷	رائے دلپت سے لڑائی	۴۶
۲۸	سلطان نصیب شاہ اور مورخین کا اختلاف	۴۷
۲۹	راجہ کانس کا گوڈ پر قابض ہونا	۴۸
۳۰	جون پور کے زمیندار	۴۹
۳۱	امامؒ کا زمانہ جذب	۴۹
۳۲	سلطان حسین شرقی کا بنگالہ جانا	۵۴
۳۳	سلطان حسین شرقی کا سکہ	۵۵
۰	—	۰
	باب دوم	
	ہجرت اور دعوت مہدیت	۵۶
۳۴	ہجرت کی خصوصیت	۵۶
۳۵	ہجرت کی تفصیل	۵۷
۳۶	دعوت مہدیت	۵۹
۳۷	مہدی کا یمن سے نکلنا ثابت نہیں	۶۲
۳۸	گواہ دعوت	۶۵
۳۹	معاصرین کی شہادت	۶۷
۴۰	مورخین کی شہادت	۶۸
۴۱	امامؒ کا سلسلۂ طریقت	۶۸
۴۲	عربی تاریخ کی شہادت	۶۹
۴۳	دعوت کی توضیح	۷۰
۴۴	بعض ارکان دعوت	۷۲
	باب سوم	
	اثبات مہدیت	
۴۵	صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں	۷۴
۴۶	بنی اسرائیل کے بھائیوں میں نبی کا مبعوث ہونا۔	۷۴
۴۷	تورات کی پیشین گوئی	۷۶
۴۸	احادیث نبوی اور مہدی	۷۹
۴۹	غیاث الدین بلوی کا قنطار	۸۶
۵۰	روانہ کرنا۔	
۵۱	لفظ قنطار کی توضیح	۸۷

شمارہ	مضمون	صفحہ
۵۳	سلاطین مالوہ کی دولت	۸۸
۵۴	مہدی کے زمانہ میں نزول و فیضان برکات ۔	۸۹
۵۵	ابو یعلی موصلی کی روایت	۹۷
۵۶	جو اسلام لائے عرب سے ہے	۱۰۵
۵۷	"تیلی رجل" کا مفہوم	۱۰۵
۵۸	نہر کے پیچھے سے ایک شخص کا ظہور	۱۱۹
۵۹	چاند گہن اور سورج گہن کسی کی موت اور حیات کی نشانی نہیں	۱۲۱
۶۰	آیات الٰہی	۱۲۵
۶۱	اخلاق مہدی	۱۳۲
۶۲	ولایت	۱۳۳
۶۳	فیض قبول	۱۳۵
۶۴	انوار رائقہ	۱۳۶
۶۵	فیض صحبت	۱۳۷
۶۶	تاثیر بیان	۱۳۹
۶۷	زہد	۱۴۰
۶۸	سخاوت	۱۴۲
۶۹	شجاعت	۱۴۳
۷۰	صبر	۱۴۴
۷۱	تسلیم	۱۴۵
۷۲	شفقت	۱۴۶
۷۳	حلم	۱۴۷
۷۴	عفو	۱۴۸
۷۵	توکل	۱۴۹
۷۶	حسن معاشرت	۱۵۰
۷۷	کسر نفسی	۱۵۱
۷۸	مزاح	۱۵۳
۷۹	تعلیم امن	۱۵۴
۸۰	اپنے نفس پر لعنت بھیجی جائے	"
۸۱	اتباع شریعت	"
۸۲	کثرت عبادت	۱۵۵
۸۳	تاکید عمل	۱۵۷
۸۴	رعایت شرع محمدی	"
۸۵	احیائے شریعت	۱۵۹
۸۶	دین کی ختمیت	۱۶۲
۸۷	اتمام نعمت	۱۶۷
	باب چہارم	
۸۸	اصحاب مہدیؑ علما و سلاطین، امراء، وزراء	۱۶۷
۸۹	اصحاب مہدیؑ	"
۹۰	بندگی میاں سید محمودؓ	"
۹۱	بندگی میاں سید خوندمیرؓ	۱۶۸
۹۲	بندگی میاں شاہ نعمتؓ	۱۷۰
۹۳	بندگی میاں شاہ نظامؓ	۱۷۱
۹۴	بندگی میاں شاہ دلاورؓ	"
۹۵	بندگی ملک برہان الدینؓ	"
۹۶	بندگی ملک گوہرؓ	"
۹۷	بندگی ملک جیؓ حاکم ناگور	"
۹۸	بندگی شاہ عبدالمجید نوریؓ	"
۹۹	بندگی ملک معروفؓ	۱۷۲
۱۰۰	بندگی میاں یوسفؓ	"
۱۰۱	بندگی شاہ امین محمدؓ	۱۷۲
۱۰۲	دیگر اہل اللہ و علماء	"
۱۰۳	پیر آسات	"
۱۰۴	میاں ابوبکر	"
۱۰۵	شیخ جہندہ پاتنی (پٹنی)	۱۷۳
۱۰۶	شیخ دانیالؒ	"
۱۰۷	قاضی شیخ محمد اچہ	۱۷۴
۱۰۸	شیخ صدر الدین	"
۱۰۹	قاضی قاضن	۱۷۵
۱۱۰	محمد تاج	"
۱۱۱	علمائے ہرات	۱۷۶
۱۱۲	ابراہیمؑ اور رسول اللہؐ کا گواہ ہونا	۱۸۲
۱۱۳	علمائے ہرات کے سوالات اور ان کی اہمیت	۱۸۵
	سلاطین	
۱۱۴	سلطان حسین شرقی	۱۸۹
۱۱۵	سلطان غیاث الدین خلجی والیٔ مانڈو	"
۱۱۶	سلطان محمود بیگڑہ (بیکڑہ) بادشاہ گجرات	۱۹۲
۱۱۷	احمد نظام شاہ والیٔ احمد نگر	۱۹۳
۱۱۸	مرزا سلطان حسین بادشاہ خراسان	۱۹۵
۱۱۹	مرزا سلطان حسین کی وفات	"
۱۲۰	سنین کا اختلاف	۱۹۶
۱۲۱	رسول اللہؐ کی زندگی	"

شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۲۲	سانحہ کربلا	۱۹۶
۱۲۳	مورخین ہند کی غلط بیانی	۱۹۷
۱۲۴	انسائیکلوپیڈیا اور امامؑ کا سن رحلت	۲۰۰
۱۲۵	بابر نامہ	۲۰۱
۱۲۶	روضۃ الصفا	۲۰۲
۱۲۷	امراء و وزراء	〃
۱۲۸	دریا خاں مدار المہام ٹھٹہ و تتہ	۲۰۳
۱۲۹	شاہ بیگ حاکم قندھار	〃
۱۳۰	میرذوالنون حاکم فراہ	۲۰۵
۱۳۱	میاں الہٰداد حمید	〃
۱۳۲	فرہاد الملک و سلیم خاں	۲۰۶
	باب پنجم	
۱۳۳	دائرۂ مہدویہ	۲۰۸
۱۳۴	مہدیٔ مہدوی مذہب مہدوی مبلغین	〃
۱۳۵	دائرہ مہدویہ اور طبقات اکبری	〃
۱۳۶	دائرہ مہدویہ اور منتخب التواریخ	۲۰۹
۱۳۷	دائرہ مہدویہ اور مآثر رحیمی	۲۱۱
۱۳۸	عشر کی توضیح	۲۱۳
۱۳۹	دائرہ مہدویہ اور اشتراکیت	۲۱۴
۱۴۰	تقسیم مال اور عہد رسالت	۲۱۶
۱۴۱	تقسیم مال اور خلافت راشدہ	۲۱۷
۱۴۲	ابوذر غفاریؓ کا مذہب	〃
۱۴۳	مہدوی مذہب اور اورنگزیب بادشاہ	۲۲۱
۱۴۴	عقائد مہدویہ اور مذہب ہنگ آصفیہ	۲۲۲
۱۴۵	عقائد مہدویہ اور سید ابوالظفر ندوی	۲۲۳
۱۴۶	مہدوی اور مہدوی مذہب	〃
۱۴۷	متقدمین مہدویہ	۲۲۴
۱۴۸	متوسطین مہدویہ	۲۲۷
۱۴۹	متاخرین مہدویہ	〃
۱۵۰	مہدویوں کا امتیازی وصف	۲۲۸
۱۵۱	دائرۂ مہدویہ اور کتاب و سنت کی اشاعت	〃
۱۵۲	دائرہ مہدویہ اور علم و عمل کی ہم آہنگی	۲۲۹
۱۵۳	دائرۂ مہدویہ اور عالیت	۲۳۰
۱۵۴	چند مہدوی مبلغین	۲۳۱
۱۵۵	میاں شیخ علائیؒ	〃
۱۵۶	میاں شیخ علائیؒ کا منظر	۲۳۳
۱۵۷	میں غالب آنا	
۱۵۸	میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ	۲۳۶
	میاں شیخ مبارک ناگوری	۲۳۹
	باب ششم	
۱۵۹	مہدوی مذہب کی تبلیغ و اشاعت۔	۲۴۳
۱۶۰	مہدوی مذہب اور اعتدال	〃
۱۶۱	بنگالہ تا ترکستان	۲۴۵
۱۶۲	گوڑ علاقۂ بنگال	〃
۱۶۳	بہار	۲۴۶
۱۶۴	جونپور	〃
۱۶۵	الہ آباد	〃
۱۶۶	ابوالفتح خاں دکنی	۲۴۷
۱۶۷	جائس علاقہ لکھنو	۲۴۸
۱۶۸	امیٹھی	۲۴۹
۱۶۹	مرادآباد	〃
۱۷۰	سنبھل	۲۵۰
۱۷۱	بدایوں	〃
۱۷۲	آگرہ	〃
۱۷۳	بیانہ	۲۵۱
۱۷۴	بساور	۲۵۲
۱۷۵	سرہند علاقہ پنجاب	۲۵۳
۱۷۶	بن	۲۵۴
۱۷۷	لاہور	〃
۱۷۸	جہنی علاقۂ لاہور	〃
۱۷۹	شیرگڈھ	۲۵۵
۱۸۰	سامانہ	〃
۱۸۱	نارنول	〃
۱۸۲	ملتان	〃
۱۸۳	دہمتور	〃
۱۸۴	دائرہ اسماعیل خاں	۲۵۷
۱۸۵	کابل	〃
۱۸۶	بدخشاں	〃
۱۸۷	ترکستان و ایران تاراس	〃
۱۸۸	تتاری	-
۱۸۹	بلخ علاقۂ ترکستان	〃
۱۹۰	ماروجاق	〃
۱۹۱	اندخود	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
۱۹۲	ہرات	۲۵۸
۱۹۳	قراہ مبارک	〃
۱۹۴	خراسان اور مہدوی مذہب	۲۶۰
۱۹۵	کی تبلیغ	
۱۹۶	قندھار	۲۶۲
۱۹۷	کشیکور علاقۂ ایران	۲۶۴
۱۹۸	بلوچستان	〃
۱۹۹	اصفہان	۲۶۵
۲۰۰	علاقۂ فرات	〃
۲۰۱	کیچ و مکران	۲۶۶
۲۰۲	قلات	〃
۲۰۳	بلوچستان اور قلات کے ذکری	۲۶۷
۲۰۴	لسبیلہ	〃
۲۰۵	سندھ	〃
۲۰۶	لکی علاقۂ سندھ	۲۶۸
۲۰۷	تتہ۔ بکر۔ مکلی	〃
۲۰۸	مورلی علاقہ کاٹھیاواڑ	۲۶۹
۲۰۹	گجرات	〃
۲۱۰	پالن پور	۲۷۰
۲۱۱	بروڈہ	〃
۲۱۲	کھنبایت	〃
۲۱۳	کھانبیل	〃
۲۱۴	سورت	۲۷۱
۲۱۵	بمبئی	۲۷۲
۲۱۶	پونہ	〃
۲۱۷	بلگام	۲۷۶

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۱۸	احمد نگر	۲۷۶
۲۱۹	اسمٰعیل نظام شاہ کا کارنامہ	۲۷۷
۲۲۰	شروہ خاں عادل شاہی تاریخ	〃
۲۲۱	بیجاپور	۲۷۸
۲۲۲	گوکاک	۲۸۰
۲۲۳	دھاڑواڑ	〃
۲۲۴	علاقہ میسور	〃
۲۲۵	سرپرنگ پٹن سے مہدویوں	۲۸۱
۲۲۶	کا اخراج	۰
۲۲۷	ملیبار	۲۸۴
۲۲۸	پالگھاٹ	〃
۲۲۹	ٹراونکور	〃
۲۳۰	راس قماری تا فتحپور سیکری	۲۸۵
۲۳۱	پنگوڑی علاقہ راس قماری	〃
۲۳۲	تچنلور	〃
۲۳۳	ترچناپلی	〃
۲۳۴	ارکاٹ	〃
۲۳۵	چتور	〃
۲۳۶	کوئمبتور	〃
۲۳۷	سلیم	〃
۲۳۸	سدھوٹ	〃
۲۳۹	گڑپہ	〃
۲۴۰	کرنول	〃
۲۴۱	مچھلی بندر	۲۸۶
۲۴۲	ادھونی	〃
۲۴۳	پنڈیال	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۴۳	فرصت پٹن	۲۸۷
۲۴۴	جنوبی ہند (دکن)	〃
۲۴۵	چچلگوڑہ	۲۹۳
۲۴۶	میاں یٰسین خاںؒ اور عبدالکریم کا مباحثہ	۲۹۵
۲۴۷	عبدالکریم کا میاں یٰسین خاںؒ پر حملہ کرنا اور میاں یٰسین خاںؒ کا زخمی ہونا۔	۲۹۷
۲۴۸	منیر الملک کے حکم سے جلوخانہ کا دروازہ کھولا جانا	۲۹۸
۲۴۹	عربوں کا مسجد سے مہدویوں پر تاشیرہ کرنا۔	۲۹۹
۲۵۰	مسجد میر عالم کی لڑائی	۳۰۱
۲۵۱	مسجد کی لڑائی کے شہداء اور مقتولین وغیرہ	۳۰۲
۲۵۲	نواب یٰسین خاںؒ کا قصاص میں طلب کیا جانا	۳۰۳
۲۵۳	سرکار کے حکم سے شہر کے دروازوں کا بند کیا جانا	۳۰۷
۲۵۴	بلوائیوں کا دروازہ شہر کا قفل توڑا جانا	۳۰۸
۲۵۵	بلوائیوں کی تعداد	۳۰۸
۲۵۶	بلوائیوں کی ترتیب جنگ	۳۱۰
۲۵۷	مہدویوں کی فوج	۳۱۱
۲۵۸	بلوائیوں کی شکست	۳۱۲
۲۵۹	بلوائیوں کی سوار و فوج میں انتشار	۳۱۳

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۶۰	بلوائیوں کی پسپا فوج کا استقبال	۳۱۵
۲۶۱	عربوں کی پسپائی	۳۱۶
۲۶۲	بلوائیوں کی قراری اور ان کا	"
.	تعاقب	.
۲۶۳	بلوائیوں کے مقتولین اور مجروحین	۳۱۷
۲۶۴	مہدوی شہداء اور غازی	۳۱۸
۲۶۵	مسجد میر عالم کے شہداء اور	۳۱۹
-	غازی	.
۲۶۶	جنگ چنچلگوڑہ کے شہداء	۳۱۹
۲۶۷	جنگ چنچلگوڑہ کے غازی	۳۲۰
۲۶۸	انگریزی فوج کی امداد	"
۲۶۹	حیدرآباد سے مہدیوں کا اخراج	۳۲۱
۲۷۰	مہدویوں کا اخراج اور	۳۲۲
.	عزت یار خاں کی سازش	.
۲۷۱	نواب سکندر جاہ اور مہدوی	۳۲۴
۲۷۲	نواب ناصر الدولہ اور مہدوی	۳۲۵
۲۷۳	عزت یار خاں کا واقعہ	۳۲۶
۲۷۴	واقعۂ سید اباغ	۳۳۱
۲۷۵	برار	۳۳۳
۲۷۶	بالا پور	"
۲۷۷	جل گاؤں جامود	"
۲۷۸	اصحاب امامؑ کا عقیدہ اور	۳۳۶
.	بندگی تشریف حقؒ	
۲۷۹	برہان پور	۳۳۷
۲۸۰	خاندیس	"
۲۸۱	سہاگ پور (علاقہ ہوشنگ آباد)	۳۳۸

شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۸۲	اجمیر	۳۳۸
۲۸۳	ناگور	"
۲۸۴	خواص پور علاقۂ جودھپور	"
۲۸۵	میال شیخ علائی اور تاریخ داؤدی	۳۴۱
۲۸۶	جالور	"
۲۸۷	علاقۂ جیے پور	۳۴۲
۲۸۸	کھنڈیلہ علاقۂ جیے پور	۳۴۴
۲۸۹	بلیکھن علاقۂ جیے پور	"
۲۹۰	کالپی	"
۲۹۱	فتح پور سیکری	۳۴۶
۲۹۲	مذہب مہدویہ اور مختلف علاقے	"
.	دیار عرب	.
۲۹۳	مکہ معظمہ	۳۴۷
۲۹۴	مدینہ منورہ	۳۴۸
۲۹۵	دیگر بلاد اسلام اور	"
.	شاہ برہانؒ کی تبلیغ	.
۲۹۶	مختلف شہروں کے باشندے	۳۵۰
۲۹۷	قبچاق	"
۲۹۸	ختا	"
۲۹۹	شروان	"
۳۰۰	شیراز	۳۵۱
۳۰۱	گازرون	"
۳۰۲	ہمدان	"
۳۰۳	ماژندران	"
۳۰۴	بخارا	"
۳۰۵	بغداد	"

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۰۶	روم	۳۵۱
۳۰۷	مہدوی مذہب کی اشاعت	"
.	اور خواجہ حسن نظامی	
۳۰۸	مہدوی مذہب کی اشاعت	۳۵۲
-	اور محمود شیرانی	.
	باب ہفتم	
۳۰۹	احادیث مہدی اور ابن	۳۵۳
.	خلدون وغیرہ	.
۳۱۰	عہد رسالت	۳۸۴
۳۱۱	عہد خلافت راشدہ	۳۵۶
۳۱۲	عہد بنی امیہ	۳۵۷
۳۱۳	عہد بنی عباس	۳۶۰
۳۱۴	مولفین صحاح	۳۶۲
۳۱۵	کتاب موطا	۳۶۳
۳۱۶	امام بخاری اور موطا	۳۶۴
۳۱۷	امام بخاری اور احادیث نبوی	"
۳۱۸	امام بخاری اور رجال	۳۶۷
.	احادیث مہدی	
۳۱۹	امام مسلم اور صحیح بخاری	"
۳۲۰	بخاری کی التاریخ الکبیر	۳۶۸
۳۲۱	امام بخاری اور امام ذہلی وغیرہ	"
۳۲۲	احادیث مہدی اور شرط	"
-	شیخین	.
۳۲۳	ابن خلدون	۳۶۹
۳۲۴	احادیث مہدی اور	
.	حافظ ابن تیمیہ	۳۷۲

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۲۵	احادیث مہدی اور علامہ	۳۷۲
.	فیروز آبادی	.
۳۲۶	احادیث مہدی اور تاریخ	۳۷۲
.	کی شہادت	.
۳۲۷	وضع حدیث کی علامت	۳۷۳
۳۲۸	احادیث کی جرح اور ان	"
.	کی تعدیل.	.
	باب ہشتم	۳۸۴
	اثبات فرائض	
۳۲۹	ہجرت	۳۸۵
۳۳۰	ہجرت اور فتح مکہ	۳۸۷
۳۳۱	ترک دنیا	۳۹۰
۳۳۲	صحبت صادقین	۳۹۵
۳۳۳	ذکر دوام	۳۹۸
۳۳۴	عزلت عن الخلق	۴۰۲
۳۳۵	توکل	۴۰۴
۳۳۶	اصول فقہ اور امر کی قسمیں	۴۰۶
	حصہ دوم	
	باب اول	
۳۳۷	امامؑ کے خلق سے متعلق معترض	۴۱۳
.	کے شبہات اور اس کا جواب	-
۳۳۸	کسان مہدیؑ کا عیسیٰؑ سے	۴۲۱
	ملاقات کرنا۔	
۳۳۹	نزول عیسیٰؑ نزدیک ہے۔	۴۲۳
۳۴۰	امامؑ کی پیشین گوئی اور	۴۲۴
.	آپؑ کی رحلت	.

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۴۱	امامؑ کا یوم رحلت	۴۲۶
۳۴۲	ناسخ و منسوخ (اس سے متعلق	۴۲۷
.	بحث باب ششم میں آئیگی	.
۳۴۳	تحریف کلام اللہ کا افتراء	۴۲۷
۳۴۴	تعین لعین ہے	۴۳۹
۳۴۵	کسب حلال	۴۴۲
۳۴۶	دعوت غیر ولیمہ	۴۴۵
۳۴۷	تحصیل علم	"
۳۴۸	اتمام حج اور رسولؐ کی زیارت	۴۵۰
۳۴۹	نوبت ازواج	۴۵۶
۳۵۰	عدل بین الازواج	۴۶۱
۳۵۱	تکفیر منکرین	۴۶۲
۳۵۲	اقتدائے منکرین	۴۷۲
۳۵۳	قول و فعل کا تعرض	۴۷۴
۳۵۴	نماز جمعہ و فرض کفایہ	۴۸۰
۳۵۵	شرک خفی اور نفاق کی توضیح	۴۸۱
۳۵۶	کتے کا جن کی صورت اختیار	۴۸۳
.	کرنا حدیث سے ثابت ہے۔	.
۳۵۷	جن اور عذاب زہریر	۴۹۸
.	(یہ بحث حصہ سوم میں آئیگی	
۳۵۸	اسم اعظم قدیم سکندر کا واقعہ	۴۹۸
۳۵۹	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر	"
.	دعا کرنا سنت مستمرہ نہیں ہے۔	
۳۶۰	مہدیؑ کی معراج	۵۰۴
۳۶۱	بکریاں چرانے کی سنت	"
۳۶۲	توضیح آیت قرآنی	۵۰۸

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۶۳	امامؑ کی بشارت شاہ خوندمیرؒ	۵۱۲
	سے متعلق۔	
	باب دوم	
۳۶۴	امام علیہ السلام کے ارشادات	۵۱۴
۳۶۵	اولیاء اللہ	-
	امام اور خواجہ گیسو درازؒ	۵۱۴
	کا مزار	-
۳۶۶	ہیبت سلطان کے مراتب	۵۱۷
۳۶۷	اولیاء اللہ کا حاجیوں کے	۵۱۹
	جہاز کو سہارا دینا۔	-
۳۶۸	شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا	۵۲۰
	تمام اولیاء اللہ کی گردن	.
	پر قدم رکھنا	-
۳۶۹	شیخ اکبر کا صاحب کشف ہونا	۵۲۵
	باب سوم	
۳۷۰	امامؑ کے ارشادات اور اصحاب کرام	۵۴۸
۳۷۱	خلیفۃ الرسولؐ اور خلیفۃ اللہ	"
	باب چہارم	
۳۷۲	امامؑ کے ارشادات اور انبیاءؑ	۵۵۰
۳۷۳	ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہونا	"
(ب)	باب پنجم	
۳۷۴	امام علیہ السلام کے ارشادات	۵۷۴
	توحید اور تعبیر سے متعلق	
۳۷۵	کہنہ خدا کی تشریح	۵۷۶
	باب ششم	
۳۷۶	امامؑ کا ارشاد اور قرآن کا مرلوط ہونا	۵۸۸

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۷۷	قرآن اور جملۂ معترضہ	۵۹۰
۳۷۸	قرآن اور جملۂ متعانقہ	۵۹۳
۳۷۹	قرآن اور استثناء منقطع	۵۹۶
۳۸۰	قرآن اور حذف	۵۹۹
۳۸۱	قرآن اور حرف زائدہ	۶۰۱
۳۸۲	قرآن اور تکرار آیات	۶۰۲
۳۸۳	قرآن اور منسوخ آیتیں	۶۰۴
۳۸۴	مبینہ منسوخ اور ناسخ آیتیں	۶۰۵
۳۸۵	ترکہ	۶۰۶
۳۸۶	جہاد	〃
۳۸۷	نکاح	۶۰۶
۳۸۸	نجوی	۶۰۷
۳۸۹	تہجد	۶۰۸
۰	حصہ سوم	
۳۹۰	امامؑ کے اصحاب اور تابعین کا خلق۔	۶۱۰
۰	باب اول	
۳۹۱	بندگی میراں سید محمودؓ	۶۱۰
۳۹۲	بندگی میراں سید محمودؓ کے گھر کا کتا	۶۱۱
۳۹۳	میاں یوسف اور حجرہ کا طواف	〃
۳۹۴	سلسلۂ تربیت	۶۱۳
۰	باب دوم	
۳۹۵	بندگی میاں سید خوندمیرؓ	۶۱۴
۳۹۶	وضع حدیث کا الزام	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
۳۹۷	تعین	۶۱۸
۳۹۸	تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی	〃
۳۹۹	کیا لعب میں بھی اللہ کی معیت حاصل ہو سکتی ہے	۶۲۲
۰		۰
۴۰۰	امامؑ کو جیسا کہ چاہیئے نہیں پہچان سکے۔	۶۲۵
۰		۰
۴۰۱	خدا کی یاد میں فنا ہو جانا	۶۲۶
۴۰۲	اسرار قابل بیان نہیں ہیں	〃
۴۰۳	تمنائے شہادت اور تمنائے لقائے عدو۔	۶۲۷
۰		۰
۴۰۴	شاہ خوندمیرؓ کی کیفیت	۶۲۹
۰	امامؑ کی تصدیق سے قبل	۰
۴۰۵	بندگی میاںؓ کا جانوروں کو لڑانا ثابت نہیں۔	۶۳۰
۰		۰
۴۰۶	بندگی میاںؓ کی کیفیت	۶۳۲
۰	کم سنی میں	۰
۴۰۷	شادی کے موقع پر آتشبازی	۶۳۲
۰	یا چراغاں کرنے کی حقیقت	۰
۴۰۸	تحریف کا الزام	۶۳۷
۴۰۹	فتوحات مکیہ کے نسخے	۶۳۸
۴۱۰	تحریف کی مثال	۶۴۵
۴۱۱	عقیدہ شریفیہ کی عبارت	۶۴۸
۰	اور معترض کا شبہ	۰
۴۱۲	عدم فہم کا الزام	۶۵۳
۴۱۳	اقتدائے منکرین کا اقرأ	۶۵۶
۴۱۴	حدیث البغض فی اللہ	۶۵۸

شمارہ	مضمون	صفحہ
۴۱۵	حج کے لئے زاد راحلہ ضروری ہے	۶۵۸
۴۱۶	اذان اقامت میں تاخیر کرنا	۶۵۹
۴۱۷	امام کے بعد شاہ خوندمیرؓ کا مسلمان ہونا۔	۶۶۱
۰		۰
۴۱۸	شاہ خوندمیرؓ اور امامؑ کے دعوئ موکد کی تصدیق	۶۶۱
۰		۰
۴۱۹	شاہ خوندمیرؓ کے سر مبارک کا سجدہ کرنا	۶۶۲
۰		۰
۰	باب سوم	
۴۲۰	بندگی میاں شاہ نعمتؓ	۶۶۵
۴۲۱	مہاجرین کا ترکہ مہاجرین میں تقسیم ہوتا تھا۔	〃
۰		۰
۴۲۲	امر حق کا اظہار شاق گزرتا ہے۔	
۰		۰
۴۲۳	شاہ نعمتؓ اور امامؑ کی امانت	۶۷۰
۴۲۴	شاہ نعمتؓ کی شہادت	۶۷۷
۴۲۵	شاہ نعمتؓ کی تصدیق سے قبل کی زندگی	۶۷۸
۰		
۰	باب چہارم	
۴۲۶	بندگی شاہ نظامؓ	۶۸۰
۴۲۷	طریق تلقین	〃
۴۲۸	شاہ نظامؓ اور کوہ قاف کی سیاحت	〃
۰		۰
۴۲۹	مراتب اصحاب مہدیؑ	۶۸۲
۴۳۰	اسرار قابل اظہار نہیں	۶۸۳
۴۳۱	اللہ تعالیٰ کا بندہ سے پوچھنا	〃

۴۳۲	بندگی ملک الہداد رضؓ کے مراتب	۶۸۴	۴۴۹	انکار مہدیت	۷۱۱	۴۷۰	امامؑ کی عمر مبارک ۷۳۹
۴۳۳	مقام محمود اور مہدیؑ	۶۸۶	۴۵۰	ابن حجر کے مہدی کا انکار	〃	۴۷۱	ہجرت اور سنت انبیاء ۷۴۰
	باب پنجم		۴۵۱	مہدویوں کے قتل کا فتویٰ	〃	۴۷۲	بندگی میراں سید محمودؒ کا دائرہ 〃
۴۳۴	بندگی شاہ دلاور رضؓ	۶۸۶	۴۵۲	دائرہ مہدویہ	۷۱۲	۴۷۳	حضرت عمرؓ اور مغیرہ بن شعبہ
۴۳۵	ولد و یولد کی توضیح	〃	۴۵۳	وجود مہدی اور احادیث مہدی	۷۱۴		کا مقدمہ
۴۳۶	آتشی اور عذاب زمہریر	۶۸۹	۴۵۴	رسالۃ الرد اور علمائے مخالف	۷۱۵	۴۷۴	دائرہ مہدویہ کا معاشرہ ۷۴۱
	کی حقیقت		۴۵۵	لفظ منسوبہ کا استعمال	۷۱۷	۴۷۵	مہاجرین اور انصار کے 〃
۴۳۷	بندگی شاہ دلاور رضؓ اور میاں	۶۹۲	۴۵۶	ہدیہ مہدویہ	۷۲۰		سواخات
	عبد الملک سجاوندیؒ		۴۵۷	تنبیہ الغافلین	۷۲۶	۴۷۶	دور نبوت اور دور مہدیت ۷۴۲
۴۳۸	شاہ دلاور رضؓ کے خادم کی فضیلت	۶۹۳	۴۵۸	اہل لکھنؤ وغیرہ اور بیاہ کے رسوم	۷۲۹		کے منافقین
۴۳۹	شاہ دلاور رضؓ کا غریق کو	۶۹۴	۴۵۹	ہدیہ مہدویہ کے خوشہ چین	〃	۴۷۷	میاں سید حمید رضؓ اور انگور ۷۴۳
	بشارت دینا		۴۶۰	نزہۃ الخواطر	〃		کی روایت
۴۴۰	مقام مرسلان کی توضیح	۶۹۸	۴۶۱	دوسرے مصنفین	۷۳۱	۴۷۸	غلام اور کنیز کا درجہ ۷۴۴
۴۴۱	اسرار قابل اظہار نہیں	۶۹۹	۴۶۲	مولف تاریخ شیراز ہند جونپور	〃	۴۷۹	ذکر اللہ بہتر ہے یا شیطان ۷۴۶
۴۴۲	شاہ دلاور رضؓ کا قبر پر کھڑا ہونا	۷۰۰		کی غلط بیانی			پر لعنت بھیجنا
	باب ششم		۴۶۳	مقدمہ انوار الباری کی	۷۳۲	۴۸۰	سوال نہ کرنے کی فضیلت ۷۴۷
۴۴۳	بندگی میاں الہداد حمید رضؓ وغیرہ	۷۰۱		غلط بیانی		۴۸۱	عشق نامہ کی توضیح ۷۴۸
۴۴۴	بندگی میاں الہداد حمید رضؓ	۷۰۱	۴۶۴	رسالہ اسلامک اسٹڈیز کراچی	۷۳۶	۴۸۲	مومن ناقص اور مومن کامل 〃
	اور مراتب مہدی			کی غلط بیانی۔		۴۸۳	حاکم جالور کا تصدیق کرنا ۷۴۹
۴۴۵	بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ	۷۰۳	۴۶۵	ظہور مہدی اور شرح مقاصد	〃	۴۸۴	فراہ میں امامؑ کی تصدیق کرنے والے 〃
	کا دائرہ		۴۶۶	ظہور مہدی اور احادیث	〃	۴۸۵	امامؑ کا سلطان حسین شرقی 〃
۴۴۶	میاں سید محمودؒ اور بندگی میاں	〃		صحاح۔			کی بیعت میں جنگ کرنا
	شاہ محمد مبیرؒ کا مکاشفہ وغیرہ		۴۶۷	امامؑ کا یوم ولادت	〃	۴۸۶	مدافعت بغاوت نہیں ہے۔ ۷۵۱
	حصہ چہارم		۴۶۸	تحفۃ الکرام اور امام کی	۷۳۸	۴۸۷	اسلامی فوج میں غیر مسلم بھی تھے 〃
	باب اول			سیادت		۴۸۸	شیخ احمد سرہندی کا مذہب ۷۵۳
۴۴۷	مخالفین مہدویہ کے ماخذ	۷۱۰	۴۶۹	تاریخ ایلیٹ اور میراں	〃	۴۸۹	سرہندی کی توحید شہودی ۷۵۴
۴۴۸	رسالۃ الرد	〃		سید خانؒ کا آل رسول سے ہونا		۴۹۰	سرہندی اور شرط سلیمانی 〃

۴۹۱	معترض کا مہدویہ پر افتراء	۷۵۴	۵۰۹	مدیر تجلی کا دوسرا جعلی مکتوب	۷۸۱	۵۲۸	مقام نبی کی توضیح	۷۹۹
۴۹۲	مذہب مہدویہ میں قرآن مربوط ہے تذکرہ علمائے ہند اور اے۔ ایس انصاری	۷۵۵	۵۱۰	مہدیؑ اور خلافت الٰہی	"	۵۲۹	احکام قرآنی	۸۰۰
			۵۱۱	مراتب مہدیؑ	۷۸۳	۵۳۰	ترک دنیا	"
			۵۱۲	امام مہدیؑ اور مرسلین	۷۸۴	۵۳۱	طلب دیدار حق	"
۴۹۳	امام کے متعلق اے ایس انصاری کی گواہی	۷۵۶	۵۱۳	قائم نانوتوی اور مراتب رسولؐ	۷۸۵	۵۳۲	ہجرت	۸۰۱
			۵۱۴	مدار نبوت اور مدار ہدایت کی توضیح	"	۵۳۳	عشر	"
۴۹۴	مدیر تجلی (دیوبند) کا غلط اعتراض	۷۵۷	۵۱۵	رسول اللہؐ کا محاورۂ عرب سے قرآن کا ثبوت دینا	۷۸۹	۵۳۴	دوگانہ شب قدر	۸۰۲
						۵۳۵	ائمہ مجتہدین کا اختلاف	"
۴۹۵	معترض کا مذہب اور اس کا کذب بیانی۔	۷۵۷	۵۱۶	امامؑ کا علم ظاہر سے قرآن کا مربوط ہونا	"	۵۳۶	اختلاف کی مثالیں	"
						۵۳۷	بانی دارالعلوم دیوبند اور خدا کا خانہ زاد ہونا	۸۰۶
۴۹۶	معترض کا مذہب اور رسول اللہ کی توہین	۷۶۱	۵۱۷	رسول اللہؐ کی عبادت بعثت سے پہلے	۷۹۰			
						۵۳۸	مہتمم دارالعلوم دیوبند طیب قاسمی اور حدیث کی غلط توضیح	"
۴۹۷	معترض اور احادیث مہدیؑ	۷۶۳	۵۱۸	رسول اللہؐ کا تورات اور انجیل کی قرأت کا عت فرمانا	۷۹۱			
۴۹۸	ارہاصات	۷۶۴					باب دوم	
۴۹۹	معترض اور امام کا مامون الشیخ ہونا	"	۵۱۹	رسول اللہؐ کا ابن صوریا کو حکم مقرر کرنا۔	۷۹۳	۵۳۹	سراج الابصار پر چند اعتراضات اور ان کی تحقیق	۸۱۰
۵۰۰	معترض اور علامت مہدیت	۷۶۵						
۵۰۱	رسول اللہؐ کے بعد مامور من اللہ کی بعثت	۷۷۰	۵۲۰	رسول اللہؐ کا امی محض ہونا	۷۹۴	۵۴۰	خذف وغیرہ کا الزام	۸۱۰
۵۰۲	رسول اللہؐ کے بعد آنے والے مامور من اللہ کا انکار	۷۷۱	۵۲۱	رسول اللہؐ کی مصروفیت بعثت سے قبل	۷۹۵	۵۴۱	زلزلہ اور سرزمین ہند	۸۱۶
						۵۴۲	روایات کی توضیح	۸۳۰
۵۰۳	مدیر تجلی (دیوبند) کا عقیدہ	۷۷۳	۵۲۲	عرض مصلحتی کی توضیح	"	۵۴۳	سکینہ اور وقار کا مفہوم	۸۳۵
۵۰۴	مدیر تجلی کا شائع کردہ جعلی مکتوب	۷۷۴	۵۲۳	رسول اللہؐ کا پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنا	۷۹۶	۵۴۴	حلال اور حرام کی پہچان	۸۳۶
۵۰۵	امامؑ کے والد کا نام اور خطاب	"				۵۴۵	حصون الضلالۃ	۸۴۲
۵۰۶	رسول اللہؐ کا پیدائشی نام	۷۷۶	۵۲۴	امامؑ کا مختلف مقامات پر دعوئ مہدیت کرنا	۷۹۷	۵۴۶	یستانف الاسلام	۸۴۳
۵۰۷	مشرکین عرب کا رسول اللہؐ کو ابن ابی کبشہ کہنا	۷۷۷	۰			۵۴۷	امامؑ کے دائرہ میں لیلۃ القدر	"
			۵۲۵	دعوئ موکد اور دعوی غیر موکد	۷۹۸	۵۴۸	نماز لیلۃ القدر	۸۴۴
۵۰۸	تاریخ داؤدی اور میراں سیداں کا آل رسول سے ہونا	۷۷۸	۵۲۶	تقلیات	۷۹۹	۵۴۹	جملہ عبادتیں شکرانہ ہیں	۸۴۸
			۵۲۷	ہم بہ منزلتی کی توضیح	"	۵۵۰	ترکیب نحوی	"

شمارہ	مضمون	صفحہ
۵۵۱	سراج الابصار کی زبان	۸۴۹
۵۵۲	صلوٰۃ وسلام کا استعمال	۸۵۲
۵۵۳	رضی اللہ عنہ کا استعمال	۸۵۶
	باب سوم	
۵۵۴	تصحیح نقل کا مطالبہ اور	۸۵۹
۰	اس کا جواب	
۵۵۵	احادیث	〃
۵۵۶	روایات	〃
۵۵۷	شعب الایمان کی روایت	۸۶۰
۵۵۸	تنبیہ المتحرز	۸۶۳
۵۵۹	رسول اللہؐ کا ایک برس تک نہ ٹھہرنا	۸۶۴
۵۶۰	معارج السالکین کی مثال	۸۶۵
۵۶۱	تاریخ ابوالفرج کی مثال	۸۶۸
۵۶۲	سنن نسائی کی مثال	۸۶۹
۵۶۳	جلال الدین سیوطی اور تاریخ طبری	۸۷۰
۵۶۴	ملفوظات حضرت گیسو درازؒ	۸۷۱
۵۶۵	برہان المآثر کی مثال	۸۷۲
۵۶۶	التلویح اور صحیح بخاری کی روایت	۸۷۳
۵۶۷	تاریخ ابن خلدون اور سانحہ کربلا۔	۸۷۴
۵۶۸	روضۃ الاحباب اور اس کے نسخے	〃
۵۶۹	شرح عقائد النسفی اور	〃

شمارہ	مضمون	صفحہ
۵۷۰	حدیث الائمۃ من قریش	۸۷۴
۵۷۱	ہم معنی روایتیں	۸۷۵
۵۷۲	ابن الاھدل کی روایت	〃
۵۷۳	سیوطی کے رسالہ کشف کی مثال	۸۷۶
۵۷۴	ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت	۸۷۷
۵۷۵	خطائر القدس کی روایت	۸۷۸
۵۷۶	قرامانی کی روایت	۸۷۹
۵۷۷	ہندوستان کے علماء کی روایت۔	〃
۵۷۸	دسویں صدی کی روایتوں کا ماخذ	۸۸۳
۵۷۹	رسول اللہؐ کی بعثت کی روایتیں	۸۸۳
	باب چہارم	
۵۸۰	مولف رسالۃ الرد کا عقیدہ اور دیگر علامات مہدی	۸۸۷
۵۸۱	انکار مہدی	〃
۵۸۲	مہدی اور کتب عقائد	۸۸۸
۵۸۳	مہدی اور امامت	〃
۵۸۴	سفیانی کا خروج	۸۹۳
۵۸۵	ابن حزم اور خروج سفیانی	۸۹۵
۵۸۶	خسف کی روایت اور عبداللہ بن زبیر	۸۹۸
۵۸۷	نزول عیسیٰ اور خروج دجال	۹۰۰
۵۸۸	امام احمد بن حنبل اور کتاب الملاحم	۹۰۹

شمارہ	مضمون	صفحہ
۵۸۹	امام مہدی اور وسط امت	۹۰۹
۵۹۰	فلسطین اور ظہور مہدی	۹۱۰
۵۹۱	قرآن اور وجود مہدی	۹۱۱
۵۹۲	ایمان چھپانے والا مؤمن صاحب بینہ نہیں	۹۱۵
۵۹۳	موسیٰؑ کی طرح امام بھی صاحب بینہ ہیں۔	۹۱۷
۵۹۴	صاحب بینہ اور اس کا شاہد	۹۱۹
۵۹۵	صاحب بینہ اور تورات	۹۲۰
۵۹۶	اولئک یومنون بہ	۹۲۱
۵۹۷	رسول اللہؐ اور من یرتد کا ظہور	۹۲۳
۵۹۸	یاتی اللہ بقوم کی خصوصیت	〃
	باب پنجم	
۵۹۹	صاحب بینہ کے مراتب	۹۲۷
۶۰۰	خصائص رسولؐ اور امام مہدیؑ	〃
۶۰۱	رسولؐ و مہدیؑ کا ایمان	۹۲۹
۶۰۲	رسول اللہؐ کی نظیر	〃
۶۰۳	ختمیت کی مماثلت	۹۳۴
۶۰۴	مہدیؑ اور اولی الامر	۹۳۷
۶۰۵	دعوے جبرئیل کی نقل	۹۴۵
۶۰۶	رسولؐ اور مہدیؑ کی شریعت	۹۴۶
۱۰۷	شریعت اور حقیقت	۹۴۹
۶۰۸	رسولؐ اور مہدیؑ کی اتباع شریعت	۹۵۰
۶۰۹	قرآن اور مہدیؑ رسول اللہؐ کے خلیفہ ہیں۔	۹۵۴

شمارہ	مضمون	صفحہ
۶۱۰	رسول اللہؐ کے خلفاء	۹۵۶
۶۱۱	مہدیؑ اور امامت	۹۵۷
۶۱۲	مہدیؑ کا قول حجت ہے	۹۶۰
۶۱۳	نقل مہدیؑ اور تاویل	۹۶۲
۶۱۴	صحت احادیث کا معیار	۹۶۶
۶۱۵	مہدیؑ کا خرق عادت لفظ معجزہ کا استعمال	۹۶۷
۶۱۶	رسولؐ و مہدیؑ کی فضیلت	۹۶۸
۶۱۷	تخصیص آیات قرآنی	۹۶۹
۶۱۸	آخرین میں مبعوث ہونے والے عیسیٰ نہیں ہیں	۹۷۴
۶۱۹	فرشتہ کا مہدی کو القاء کرنا مہدویہ کا مسلمہ نہیں ہے	۹۷۸
۶۲۰	حدیث یغیظھم الانبیاء	۹۷۹
۶۲۱	خلاف مقصود استدلال کرنا صحیح نہیں۔	۹۸۰
۶۲۲	قصیدہ "بانت سعاد" کا ایک شعر	۹۸۰
۶۲۳	لفظ خاتم کا استعمال	۹۸۰
۶۲۴	شواہد الولایت اور معاشر الانبیاء	۹۸۳
۶۲۵	شواہد الولایت اور مولود میاں عبدالرحمٰن	۹۸۴
۶۲۶	آیات قرآنی سے متعلق امامؑ کے دعوے کا تواتر	۹۸۴
۶۲۷	لفظ مراد کا استعمال	۹۹۰
۶۲۸	نبی کی ابوت	۹۹۳
۶۲۹	رسول اللہؐ کے بعد کوئی ناسخ شریعت نہ ہوگا	۹۹۶
۶۳۰	نبی، نبوت سے معزول نہیں ہوسکتا۔	۹۹۷
۶۳۱	عند اللہ کا مفہوم	۱۰۰۳
۶۳۲	نبوت وصف ہے	۱۰۰۹
۶۳۳	سجدگی میراں سید محمودؒ کا عمل	۱۰۱۱
۶۳۴	فروع و اصول	۱۰۱۴
۶۳۵	معطوف اور معطوف علیہ اور وجہ جامع	"
۶۳۶	امامؑ کی رحلت اور "وما محمد الا رسول" کا بیان	۱۰۱۵
۶۳۷	رسول اللہؐ کی میراث اور اس کے وارث	۱۰۱۶
۶۳۸	مہدیؑ کی میراث اور اس کے وارث	۱۰۱۷
۶۳۹	رسل و مرسلین میں نبی اور خلیفۃ اللہ داخل ہیں	۱۰۱۸
۶۴۰	ایک مرسل کا انکار سب مرسلین کا انکار۔	۱۰۲۰
۶۴۱	مومنین کی خصوصی علامت	۱۰۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

برادران ملت :-

مقدمہ سراج الابصار کا پہلا ایڈیشن ۱۳۶۵ھ میں اور دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۲ھ (مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۵ء) میں بمقام چنچل گوڑہ حیدرآباد (آندھرا پردیش) پایۂ اختتام کو پہنچا۔

دوسرے ایڈیشن کو شائع ہوئے تقریباً پچیس ۲۵ سال کا عرصہ ہوگیا اس دوران ایک نئی نوجوان نسل اُبھر آئی۔ دوسرے ایڈیشن کے مباحث سے اکثر نوجوان اور معمر حضرات ناواقف ہیں (چونکہ یہ کتاب کمیاب ہے۔

ایسے میں معاندین ومفسدین مذہب مہدویہ اور امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی "شیطان لعین" کی طرح نامحمود کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اس کا علاج ضروری ہے جو مقدمہ سراج الابصار میں ملے گا!

مقدمہ سراج الابصار کے دوسرے ایڈیشن میں منکرین مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام مثلاً ابن حجر مکی، شیخ علی متقی، ملا علی قاری، اسعد مکی، ابن خلدون، مارگولیت، مولف ہدیہ، نجم الغنی خاں مولف "مذاہب الاسلام"، سعید احمد بجنوری مولف "تذکرۃ العلماء" رفیق دلاوری مولف "المہ تلبیس"، نذیر الحق مولف "کتاب الاسلام"، نیاز فتحپوری ایڈیٹر "نگار"، ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دیئے گئے ہیں۔

علامۃ العصر محقق مہدویہ میاں سید یعقوب بزمی تشریف اللہی رح کے حین حیات ہی بعض اور منکرین مثلاً عامر عثمانی مدیر "تجلی دیوبند" پاکستانی ایشیاٹک ریسرچ اکاڈیمی کے اے۔ بی انصاری، مولف تاریخ شیراز ہند وغیرہ کے اعتراضات منظر عام پر آئے۔ ان کے بھی جوابات بروقت رسالوں میں دیئے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت محقق مہدویہ رح نے ان سب جوابات کو "ضمیمہ مقدمہ سراج الابصار" کے نام سے کتابی شکل دیدی تھی مگر آپ رح کی زندگی میں یہ کتاب شائع نہ ہوسکی۔ آپ رح کے وصال کے بعد ۱۹۷۵ء میں اس "ضمیمہ مقدمہ سراج الابصار" کو شائع کیا گیا۔ مقدمہ سراج الابصار طبع دوم اور ضمیمہ تھوڑے عرصہ میں کمیاب ہوگئے، تب ہندوستان کے مختلف مقامات کے مہدوی بھائیوں کا مسلسل تقاضہ ہوتا رہا کہ مقدمہ سراج الابصار (طبع دوم) میں "ضمیمہ" کو ضم کرکے "تیسرا ایڈیشن" شائع کیا جائے!

اس ناچیز نے تیسرا ایڈیشن شائع کرنے سے متعلق محترم والد بزرگوار حضرت سید اشرف صاحب رزمی تشریف اللہی رح اور محترم چچا فقیر حضرت سید اسحاق صاحب تشریف اللہی سے مشورہ کیا۔ ان بزرگوں نے میرے خیال سے اتفاق فرمایا۔ تیسرے ایڈیشن کی اشاعت کو عملی صورت دینے کی نوبت آئی تو دوسرے ایڈیشن کے ساتھ "ضمیمہ" کو مباحث کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف مقامات پر ضم کرنے اور کاتب کے لئے سہولت بہم پہنچانے کا کام وقت طلب تھا چونکہ میرے تایا علامۃ العصر محقق مہدویہ رح اور میرے والد بزرگوار رح رحلت فرما چکے تھے۔

مقدمہ سراج الابصار　　عرض ناشر

ان حالات میں میرے عم محترم حضرت فقیر سید اسحاق صاحب تشریف اللّٰہی (ابن میاں سید مصطفیٰ تشریف اللّٰہیؒ) نے اپنی کبر سنی کے باوجود اس کام کو اپنے ذمہ لے لیا۔

اس کے بعد کا مرحلہ کتابت کا تھا۔ یہ مرحلہ بھی کافی پریشان کن رہا چونکہ ہم ایسے کاتب کو تلاش کر رہے تھے جو مہر روی ہو! بڑی تگ و دو کے بعد الحاج حضرت سید اشرف صاحب ایڈیٹر ہفتہ وار "نئے نکات" (فرزند حضرت سید یحییٰ عرف خواجہ زادے میاں صاحبؒ) نے کتابت کی ذمہ داری قبول فرما کر ہماری پریشانی دور فرما دی۔ آپ نے اپنی ناسازیٔ مزاج کے باوجود انتہائی تندہی اور عقیدت کے ساتھ کتابت کی ہے۔ حضرت موصوف کی کتابت اور عم محترم کا دلجمعی کے ساتھ کاپیوں اور پروف کی تصحیح کرنے اور اللہ کے فضل اور خاتمین علیہم السلام کے صدقہ کا نتیجہ ہے کہ اس ضخیم کتاب میں غلط نامہ دینے کی نوبت نہیں آئی!

میرے برادر خورد عزیزم سید حسن تشریف اللّٰہی کا بے حد شکور ہوں کہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود طباعت کی پریشان کن ذمہ داری اپنے سر لی اور اس کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا! اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے سرفراز فرمائے جنھوں نے اس مایۂ ناز گراں قدر کتاب کو مہدوی بھائیوں تک پہنچانے کے لئے دن اور رات محنت کی ہے آمین

کسی مبعوث من اللہ کی سیرت کو اس مبعوث من اللہ کے ماننے والے بلا دلیل و حجت مانتے ہیں لیکن جب منکرین اس سیرت مبارکہ پر عوام کو بہکانے اور ان میں شک و شبہ پیدا کرنے کی شیطانی کوشش کریں تو ایسی شیطانی کوشش کو ناکام کرنے کے لئے سیرت مبارکہ کے ساتھ سیرت مبارکہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات بھی ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتی ہے۔

یہی خصوصیت "مقدمۂ سراج الابصار بشمولِ ضمیمہ" کی ہے!

غرض علامۃ العصر محقق مہدویہ میاں سید یعقوب بزمی تشریف اللّٰہی نے جو دینی اور علمی خدمت انجام دی ہے، وہ تا قیام قیامت ایک یادگار عظیم رہے گی۔

یہ کارنامہ قوم مہدویہ تو کیا عالم اسلامی میں آپ اپنی نظیر ہے!

ہر صاحب علم آپؒ کے علم و فضل کا معترف رہا ہے۔ مہدوی ہو کہ سنّی، شیعہ اثنا عشری ہو کہ اسماعیلی، سب آپؒ کے علم و فضل کے ثنا خواں رہے ہیں۔ ذیل میں بطور نمونہ چند حوالے درج کئے جاتے ہیں!

تاثرات

ادیب عصر خطیب بے بدل علامہ حضرت مولانا ابوالعائذ سید احمد صاحب منوریؒ

یہ عہد سابق تالیف حضرت بندگی عبدالملک سجاوندی الموسوم بہ سراج الابصار بجواب تالیف شیخ علی متقی الموسوم بہ الدر لکھی گئی تھی۔ عرصہ دراز سے حضرت کی تالیف سراج الابصار اپنے محل میں چھپی ہوئی تھی، محل کے پردوں پر غبار اٹا ہوا تھا، چنانچہ جناب محقق ملت علامۃ العصر سید یعقوب صاحب بزمی نے غبار سے اٹے ہوئے پردوں کو صاف کیا سراج الابصار بھی شائع کی اور اس تالیف پر ایک مبسوط مقدمہ کی ترقیم بھی فرمائی

مقدمہ سراج الابصار عرض ناشر

محقق ملت نے " مقدمہ نگاری " سے متعلق جو بحث کی ہے' اس کی نظیر کسی زبان کے لٹریچر میں نہیں مل سکے گی!
آپ نے جونپور نامہ کی تلاش کی' اس تصنیف کی روشنی میں مہدیت امام مہدی سے روشناس کروایا۔
جونپور نامہ کے علاوہ عربی' فارسی زبانوں کے قدیم ماخذوں سے بھی آپ نے مہدیت کا ثبوت پیش کیا ہے' یہ صرف آپ ہی کی پہلی سعی ہے جو بذریعہ مقدمہ پیش نظر ہے' اس مقدمہ میں ارباب اعتراض بر مہدیت کا جواب شافی بطریق تمکین موجود ہے' اس کی زبان سلیس عام فہم' اسلوب بیان از آغاز تا اختتام استدلالی اس کی عبارت میں شعر و شاعری کا آمیزہ ہے نہ اطناب و طول کلام کی تلخی!

ابن خلدون' سر سید احمد خاں' مارگولیت نے اُن احادیث کی صحت میں کافی بحث کی ہے جو مجئ مہدی سے تعلق رکھتی ہیں' گویا ان کی رائے و قیاس میں آمد مہدی کی خبر رسول اللہ صلعم سے مروی ہی نہیں ہے۔

جناب محقق ملت نے اس مقدمہ میں بہ اثبات صحت احادیث بہ تعلق بعثت مہدی' ادبی' تاریخی' سیری' بہ فن رجال و اصول حدیث و علم الحدیث معقول استدلال پیش کیا ہے' گویا آپ نے سیرت' ادب' تاریخ' رجال و حدیث کے قدیم ماخذوں سے صحت اخبار بعثت مہدی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ بہ اعتبار تاریخ فن حدیث قوم مہدویہ دنیا عالم اسلامی پہلا ہی پہلا جواب ہے' یوں تو احمد بن محمد دمشقی نے بھی ۱۳۴۴ھ میں ابن خلدون کا جواب دیا تھا لیکن وہ نامکمل ہی رہ گیا ہے چونکہ ان کی مبحث آرائی بے تو ایک رخی ہے!

جناب محقق ملت نے مقدمہ میں فرائض ولایت کا اثبات بہ تنویر کلام الٰہی پیش کیا ہے' دریں مقدمہ اس تعلق سے جو بحث کی گئی ہے وہ بعالم اسلامی اپنی نوعیت میں پہلی بحث ہے!

مقدمہ میں حضرت امام مہدیؑ کے اخلاق کی توضیح بہ طریق اول و ثانی کی گئی ہے۔

ایک تو یہ کہ آپ کی شجاعت' توکل' صبر' عفو' حلم و کرم' وغیرہم ان شجاعت و توکل' صبر و حلم و کرم رسول اللہ صلعم ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ بضمن عنوان ہائے مختلف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرتؑ کے اخلاق رسول اللہؐ ہی کے اخلاق تھے۔

ثانیاً یہ کہ مولف ہدیہ اور اس کے علاوہ اور دوں نے بھی حضرت امامؑ کے اخلاق الٰہیہ میں جو بحث کی ہے اس کا مکمل رد مقدمہ میں موجود ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے حضرت امامؑ کے خلاف جن احادیث سے استدلال پیش کیا ہے ان ہی احادیث سے مقدمہ میں حضرت امامؑ کی مہدیت کا ثبوت پیش کیا گیا ہے' آنحضرتؑ کو ان کا مصداق صحیح بتلایا گیا ہے توضیح احادیث بھی بطریق محدثین کی گئی ہے۔

مقدمہ میں جناب محقق ملت نے بہ اصول مذہب مہدویہ کلام الٰہی کے مربوط و مسلسل ہونے کی علمی شہادت پیش کی ہے یعنی کلام الٰہی کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں اس میں جملہ معترضہ نہیں' متانقہ نہیں' اس میں زوائد نہیں' حذف نہیں' یہ بحث بعالم اسلام پہلی بحث ہے۔

مولف ہدیہ نے بر مذہب مہدویہ جو اعتراض پیش کئے ہیں وہ کتب نقلیات کی عبارت کا من مانا ترجمہ کرتے ہوئے' مقدمہ میں اصل عبارت اور اس کے ساتھ ترجمہ پیش کر کے رفع اعتراض کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں ابلاغ و تبلیغ مذہب کی جو توضیح پیش کی گئی ہے وہ اپنی نوعیت میں پہلی ہے۔

مقدمہ سراج الابصار

عرض ناشر

مولف ہدیہ اور محمود شیرانی نے تاریخ مہدویہ پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب بھی مقدمہ میں درج ہے تعلق رفع اعتراض مذکورہ صرف تاریخ رشید الدین خانی و گلزار آصفیہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اور دوسرے قدیم ماخذوں کے ایسے حوالے بھی پیش ہیں جو ارباب تاریخ کے پاس بغایت صحیح ہیں! پونہ، سرپرنگ پٹن، بالخصوص چنچلگوڑہ کی جنگ کے تعلق سے مولفِ ہدیہ نے جو اپنا جھوٹ پیش کیا تھا، اس کا جواب صحیح تاریخوں کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

مقدمہ میں بہ تنویر قرآن حکیم و احادیث صحیحہ بہ تعلق ثبوت بعثت مہدی اور بہ تعلق صحت مذہب مہدویہ ایسے دلائل و براہین قاطعہ پیش ہیں کہ وہ معترض جس کو حقانیت و صداقت روحانی سے کچھ نہ کچھ لگاؤ ہوگا امام دین کے ماننے سے گریز پا نہ ہوگا۔

مقدمہ سراج الابصار میں ابن حجر مکی، شیخ علی متقی، اسعد مکی، زماں خاں شاہجہانپوری وغیرہم کے جملہ اعتراضات کا مکمل جواب بھی درج ہے۔

مقدمہ میں امام ہدیٰ کی سیرت مبارکہ کے مقدس جلوے بھی ہیں اور بر سیرت اعتراض کے جواب بھی! گویا مقدمۂ سراج الابصار امام ہدیٰ کی مدلل سیرت بھی ہے اور آپ کی مہدیت کبریٰ کا مکمل ثبوت بھی !!

سیرت امام نامکمل ہی رہ جاتی ہے اگر بر سیرت اعتراض کا جواب نہ دیا جائے! اعتراض بر سیرت سے درگذر ہوتا اور سیرت کی ترقیم واقع ہو جاتی تو حریف معترض کے توسن غرور کا سر کبھی خمیدہ نہ ہوتا، صرف یہی نہیں بلکہ بہ دور حال نوجوانوں کے شبہات میں بھی ایک کثیر اضافہ ہو کر رہ جاتا!

امام ہدیٰ نے بعض آیات قرآنی میں جو تخصیص فرمائی ہے جناب محقق ملت نے علمی طریقہ پر اس کا اثبات کیا ہے جس سے مراتب امامت کبریٰ کے تابناک جلوے طالبان دید پر عیاں ہی عیاں ہو جاتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ مہر انور کی دید سے محروم خفاش اس کے تابناک جلوئے اس کی صبح آفرین شان کا صحیح پتہ کبھی دے نہیں سکتے! خفاش تو خفاش ہی رہے۔

کسی آ چکی ہوئی اس ہستی موعودہ کو وہ پہچان ہی کیا سکتے جن کا ضعف بصیرت اپنے ہی زیر قدم حقیقت ذرات کی پہچان سے محروم ہو!

اُف کہ ملت ناجیہ امام ہدیٰ کی صحیح پہچان سے جاہل رہ جاتی اگر بہ اثبات مہدیت موعودہ مقدمۂ سراج الابصار کی اشاعت واقع نہ ہوتی !!!

شب دیجور میں طلوع ماہ النور کا انتظار بہ ہر ساعت نظرت باصرہ کا سرمایۂ حیات ہے جب وہ طلوع ہو جاتا ہے تو انتظار کی سیمابی تڑپ سکون میں مبدل ہو جاتی ہے!

رہنمائے ملت محقق مہدویہ علامۃ العصر جناب سید یعقوب بزمی کے اس شاہکار مقدمہ کی شان بہ شب دیجور ماہ منیر کی شان ہے !!!

عشاق امام ہدیٰ کو اس کا شدید انتظار تھا بہ آں شدت انتظار اس کی جلوہ گری طالب منتظر کی وجہ عید بن گئی !!!

پھر بھی یہی کہوں گا کہ محقق ملت علامۃ العصر سید یعقوب صاحب بزمی کی دستگیری نہ ہوتی تو تا بہ حرم مہدیت سائی کا مشتاق یوں ہی طپیدہ دل و دماغ رہ جاتا !!!

ثریا ہو کہ ثریا یہ دونوں بھی بہ تعلق امام دین مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام عشق محقق ملت کے گواہ ہیں، ان کی شام جلوۂ عشقِ امام میں شب روشن !!! ان کی صبح تجلی عشق امام میں، صبح بہار !!!

بہ انجام میری حقیر دعا ہے کہ حق تعالیٰ محقق ملت کے اس امر بالمعروف کی جو بشان مقدمہ سراج الابصار جلوہ افروز ہے جزائے جزیل مرحمت فرمائے آمین !

صاحبزادہ ڈاکٹر میر طاہر علی خاں مسلم (سابق ناظم نظم جمعیت وسابق پرائیوٹ سکریٹری واسسٹنٹ کنٹرولر ولیعہد سلطنت آصفیہ) نظام کالج میں فارسی کے پروفیسر بھی رہے، ایوننگ کالج آندھرا پردیش میں جرمنی اور فرنسیسی زبان کی پروفیسری بھی کی ہے آپ عربی فارسی کے علاوہ یورپ کی زبانوں کے متبحر عالم ہیں، انگریزی اور اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے ہیں، آپ نے اپنے ایک مکتوب میں جو حضرت محقق مہدویہ کے نام لکھا ہے یوں تخاطب کیا ہے۔

"بملاحظہ گرامی محترم اجل جناب مولوی سید یعقوب صاحب بزمی زاد مجدکم۔

میرا کلام جو بہ طور خود تو کوئی مقام وحیثیت نہ رکھتا تھا لیکن آپ کی کرامت شفقانہ نے جس کو ثریا تک پہنچا دیا تھا درایں ولا ابر ابر اور کوہ کوہ جمع ہو گیا ہے کیوں کہ درایں ولا آثار جنوں اور اس کی تمام فتنہ سامانیاں پوری توانائیوں کے ساتھ مسلط تھیں اور ہیں، ایسی حالت میں لوگ جیب وگریباں کی مٹی پلید کیا کرتے ہیں اور میں نے بیچارے سفید کاغذ کی عصمت ریزی کی ہے، بہر حال التفات مکرر کے لئے جاں بلب ہوں اگر تشریف لائیں تو مسیحائی ہو ورنہ خون بے گناہ بھی مجھے اپنی ہی گردن پر لینا ہوگا۔ مزید کیا عرض کروں منتظر ہوں آج فقط۔

آپ کا بندۂ حقیر۔ طاہر مسلم"

مولوی مسعود علی محوی سابق سشن جج ورکن دارالترجمہ عربی وفارسی کے متبحر عالم ہیں، مولوی شبلی کے دور اول کے تلامذہ سے ہیں اپنے دیوان کا ایک نسخہ محقق مہدویہ کو ارسال کیا تو سرورق پر یہ ترقیم کیا ہے۔

"ہدیہ محقر بخدمت عزیزی ومکرمی مولوی سید یعقوب بزمی

از مسعود علی محوی"

ڈاکٹر زاہد علی مدراس یونیورسٹی کی طرف سے کنز الفوائد شائع کی گئی تو ڈاکٹر زاہد علی پروفیسر ونائب پرنسپل نظام کالج نے اس کا ایک نسخہ محقق مہدویہ کو بھیجا، اس کے صفحۂ اول پر یہ تحریر کیا ہے۔

"ہدیۂ بخدمت فاضل اجل مولوی سید یعقوب صاحب بزمی

منجانب زاہد علی پروفیسر عربی نظام کالج"

عرض ناشر

مقدمہ سراج الابصار

آقا سید محمد علی آقا سید محمد علی داعی الاسلام کی قابلیت کے چرچے ہندوستان، ایران اور پاکستان میں ہیں۔ نظام کالج میں فارسی کے پروفیسر ہونے سے قبل عیسائی "مبلغین" سے برسوں مناظرہ کیا ہے۔ اسی بنا پر داعی الاسلام کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آپنے فرہنگ نظام پانچ ضخیم جلدوں میں تالیف کی ہے، اس کا ایک نسخہ محقق مہدویہ کو دیا تو اس پر یہ لکھا ہے۔

بہ شاگرد فاضلم آقا سید یعقوب بزمی برسم یادگار ہدیہ دادم۔
سید محمد علی مولف"

بیگم صاحبہ قائد ملت بہادر یار جنگ نے محقق مہدویہ سے متعلق یہ ترقیم کیا ہے۔

"رسالہ محقق[1] کے سرپرست علامۃ العصر محقق مہدویہ مولانا سید یعقوب صاحب بزمی ہیں، علامہ بزمی کے سرپرستی قوم کے لئے باعث صد مسرت ہے، علوم مشرقیہ اور علوم مغربیہ کا جید ترین عالم و فاضل قوم کو مل گیا جس طرح بخت و اتفاق سے گنجینۂ بیش بہا مل جائے[2]"

حضرت خان علامہ مولانا محمد سعادت اللہ خاں مندوزئی مولوی کامل (متکلم) سابق پرنسپل دار العلوم حیدرآباد و رکن دائرۃ المعارف نے عربی میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ اس میں محقق مہدویہ کی تحقیق کی داد دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔

یعقوب بزمی غاص فی بحر الکتا ۔۔۔ ب اتی بذاک الدر بالاعلان

خان علامہؒ نے اس قصیدہ کا ترجمہ بھی خود کیا ہے اور مذکورہ شعر کے ترجمہ میں "یعقوب بزمی" کے ساتھ "علامۃ العصر محقق مہدویہ" کے الفاظ بھی لکھے ہیں[3]

مولوی مسعود علی محوی کا اعتراف تعاون آج سے ۵۰، سال قبل سرکشن پرشاد (صدر اعظم حکومت آصفیہ حیدرآباد) نے حسن سنجری کا فارسی دیوان شائع کروایا ہے۔ اس کی تہذیب میں حضرت محقق مہدویؒ، مولوی مسعود علی محوی کے شریک رہے ہیں چنانچہ خود محوی دیوان کے دیباچہ میں یہ کہتے ہیں۔

"سب سے پہلا کام مختلف دیوانوں کو جمع کرنا اور ایک دیوان کو اصل قرار دے کر دوسرے دیوانوں سے تکمیل کرانا تھا یہ کام کچھ آسان نہ تھا، اس کے لئے تمام دیوانوں پر نظر ڈالنی پڑتی تھی حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کام میں میرے نوجوان دوست سید یعقوب صاحب بزمی کی مدد نہ ہوتی تو یہ کام اتنی مدت میں بھی تمام نہ ہو سکتا تھا"[4]

دیوان حسن سنجری دہلوی کی ابتداء میں صدر اعظم حکومت آصفیہ، مولوی مسعود علی محوی اور حضرت محقق مہدویہ کا جو گروپ فوٹو ہے وہ اسی علمی کام کی یادگار ہے۔

مندرجۂ بالا چند حوالوں سے ثابت ہے، کہ حیدرآباد کے علمی طبقہ میں محقق مہدویہ کا کیا مقام رہا ہے۔ فقط

سید محمود تشریف اللہی (بی۔ٹیک عثمانیہ) (ابن حضرت سید اشرف صاحب تشریف اللہی رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] یہ ماہنامہ محقق مہدویہ کی سرپرستی میں اگست ۱۹۵۵ء سے ستمبر ۱۹۵۸ء تک شائع ہوتا رہا۔ [2] ماہنامہ محقق (بابت ستمبر ۱۹۵۵ء) صفحہ ۲۴۔ [3] تنقید جلاء العینین (طبع محقق پرنٹنگ پریس چنچلگوڑہ حیدرآباد) صفحہ ۱۸۸ و صفحہ ۱۸۹ [4] دیوان حسن سنجری دہلوی (طبع حیدرآباد) صفحہ ۱۰۸ و صفحہ ۱۰۹۔

انتساب

بنام

فرزند عزیزم

(میاں) سیّد محمد تشریف الٰہی عرف میرانجی میاں سلمہ اللہ تعالیٰ (رحمۃ اللہ علیہ)

جس کے اصرار پر یہ مقدمہ شائع کیا گیا فقط

(رہنمائے ملّت محقق مہدویہ علامۃ العصر مولانا سید یعقوب) بزمی تشریف اللہی رح

مورخہ ۲۲ شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء

۱؎ مقدمہ سراج الابصار (طبع دوم) کی اشاعت کے وقت یہ فرزند بقید حیات تھے۔ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال[۱]

۱۳۸۲ھ م ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء تک اہل انکار (مثلاً ابن حجر مکی، شیخ علی متقی، اسعد مکی، ملا علی قاری، ابن خلدون، مارگولیت، مولف ہدیۂ مہدویہ، نجم الغنی خاں رامپوری مولف مذاہب الاسلام، سعید احمد بجنوری مولف مقدمۂ انوار الباری شرح البخاری، سید عبد الحیٔ ناظم ندوۃ العلماء لکھنو مولف نزہتہ الخواطر، رحمٰن علی مولف تذکرۃ العلماء، رفیق دلاوری مولف ائمہ تلبیس، نذیر الحق مولف کتاب الاسلام، نیاز فتحپوری ایڈیٹر رسالہ "نگار" ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہ) نے جو اعتراضات احادیث مہدی، مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس، مذہب مہدویہ اور تاریخ مہدویہ پر کئے ہیں، ان کا جواب میں نے مقدمۂ سراج الابصار (طبع دوم) میں دیدیا ہے۔

اب یعنے ۱۳۸۳ھ کے بعد اسلامک ریسرچ اسٹڈیز کراچی (ISLAMIC RESEARCH STUDIES) کے اے بیس انصاری (بزبان انگریزی)، مولف تاریخ شیراز ہند جونپور، مدیر ماہنامہ تجلی (دیوبند) طیب قاسمی مہتمم ندوۃ العلماء لکھنو وغیرہ منکرین نے جو اعتراضات حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مذہب مہدویہ پر کئے ہیں ان کے جوابات بھی میں نے ضمیمۂ مقدمۂ سراج الابصار میں دے دیئے ہیں۔

(علامۃ العصر محقق مہدویہ میاں سید یعقوب) بزمی تشریف اللّٰہی (رحمۃ اللہ علیہ)

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ م ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء



[۱] یہ عرض حال ضمیمۂ مقدمۂ سراج الابصار کے مکمل ہونے پر بتاریخ ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو لکھا گیا تھا۔ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ[۱]

میرے والد بزرگوار علامۃ العصر محقق مہدویہ میاں سید یعقوب بزمی تشراللّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ سراج الابصار (طبع دوم) میں نہ صرف امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت کا پورا پورا ثبوت نہ صرف حدیث و قرآن کی روشنی میں دیا ہے بلکہ آپؑ کی سیرت طیبہ اور اخلاق حسنہ پر مختلف منکرین نے جو شبہات پیش کئے ہیں ان کے بھی جوابات دیئے ہیں۔

مختصر یہ کہ مقدمہ سراج الابصار نہ صرف امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل سیرت ہے بلکہ آپ کی مہدیت کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں کامل ثبوت بھی ہے!

حضرت محقق مہدویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیمہ کے عنوان سے مقدمہ سراج الابصار (طبع دوم) میں اور اضافہ فرمایا ہے جو نورٌ علیٰ نور ہے!

راقم

(سید خوندمیرؒ) عزمی تشریف اللّٰہی

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۵ھ
۲۶ مارچ سنہ ۱۹۷۵ء.

○

---

[۱] "ضمیمہ" بتاریخ ۲۶ مارچ سنہ ۱۹۷۵ء کو علٰحدہ شائع کیا گیا تھا۔ اب تیسرے ایڈیشن میں دوسرے ایڈیشن کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔
ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: جناب ڈاکٹر سید علی صاحب اطہر یداللّٰہی

پیکرِ علم و یقین

بزمی اعلیٰ نظر اے پیکرِ علم و یقیں
عالم دیں عاشقِ زار رسول آخریں

تیری نظروں میں سدا تھا جلوۂ نورِ مبیں
عشقِ مہدیؑ نے تجھے بخشا تھا عزم آہنیں

روز و شب صبح و مسا تھا کارِ دیں پیشِ نظر
خدمتِ دیں سے عبارت زندگی کا تھا سفر

تیرے نورِ علم سے کرتا ہے عالم اکتساب
کر نہ ڈالے تیرگیٔ جہل تا دل کو خراب

دوست دشمن سب ہیں تیری تحریروں سے فیض یاب
صرف راہِ حق میں تو نے کر دیا زور شباب

عشق و علم و فضل میں کوئی تیرا ہمسر نہ تھا
کسب میں بھی تیرا تقویٰ فقر سے کم تر نہ تھا

اہلِ حق کو ہے مقدم بس رضائے کردگار
عیش و راحت ہو انھیں یا رنج و درد و انتشار

ہے یقیں مردِ خدا کو کچھ نہیں یاں پائدار
جادۂ گرمیزاں کا ہے سب گرد و غبار

مردِ حق اہلِ وفا تھا تو! نہیں اس میں گماں
سرخوشِ صہبائے عشق و بے نیاز ایں و آں

موت کر سکتی نہیں اس زندگی کا اختتام
علم دیں کا ہر زمانے کو جو بخشے فیضِ عام

عاشقِ ذاتِ امامِ ہدیٰ گردوں مقام
روزِ فردا بھی رہے گا زیرِ دامانِ امامؑ

موت کیا ہے عالمِ دیں کی نوید زندگی
شامِ غم کے بعد گویا صبحِ عیدِ زندگی

عشقِ مہدیؑ نے کیا تھا تجھ کو خود سے بے خبر
دل کی ہر دھڑکن میں تھی آواز "یا مہدیؑ" مگر

خوب تو نے طے کیا اس زندگی کا سفر
خوب ہی تو نے گذاری یہ حیاتِ مختصر

تیرے عشق، مہدیؑ موعود کی ہے یادگار
تیری تصنیف وقیع[۲] اثبات دیں کا شاہکار

(جناب ڈاکٹر صاحب نے منظوم سیرت امام موسوم بہ "اسرارِ عشق" مکمل کی ہے جو انشاء اللہ بہت جلد منظرِ عام پر آئے گی)..... (ناشر)

---

[۱] علامۃ العصر محقق جہدویہ میاں سید یعقوب بزمی تشریف اللّٰہی رحمۃ اللہ علیہ [۲] مقدمہ سراج الابصار (طبع سوم) بشمول ضمیمہ۔

تقریظ

از

زبدۃ السالکین فاضل اجلّ مفسر قرآن، صاحب کتب کثیرہ، مرشدنا و مولانا الحاج حضرت سید محمود صاحب اکیلوی زاد مجدکم (مولوی کامل) سجادہ دائرہ اکیلی کلاں (ظہیرآباد)، صدر "تنظیم انوار الہدیٰ" ملک پیٹ، حیدرآباد (آندھرا)

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ الخاتمین الکریمین

فهذه مقدمة على سراج الابصار مطلوب الطالبين ومرغوب المحققين وكتبها زبدة المحققين العالم الجليل والفاضل النبيل علامة العصر محقق المهدوية السيد يعقوب بزمّى برد الله مضجعه قد اطلعت عليها مرات متعددة من اولها الى آخرها. فوجدت فيها من ابحر العلوم فى اثبات امام الاولين والآخرين خليفة الله السيد محمد الجونفورى المهدى المدعو عليه السلام الشيخ المشتهر بعلى المتقى صاحب كنز العمال عارض فى رسالته المشهورة باسم "الرد" على دعوة الامام المهدى الموعود السيد محمد الجونفورى عليه السلام واعترض عليها اعتراضا شديدا. وهكذا طعن الشيخ الزمان خان فى كتابه المأثور "هدية مهدوية" على دعوى المهدية وجرح بلسان القلم على شخصيته بالنيات الفاسدة وهما استنفذا قوتهما فى رد احاديث التى وردت فى حق المهدى الموعودؑ وبذلا جهدهما.

هكذا علق عامر العثمانى مدير "مجلة تجلّى" بديوبند على أخبار المهدى عبّر عن افكاره الذاتية فى بعثة المهدى الموعودؑ. وهم فقدوا الثقة فى العلماء الحق.

لهذا جاء هو علامة العصر محقق المهدوية السيد يعقوب بزمّى بالحق فى مقدمته ثم توجه نحو اصلاح المورخ ابن خلدون وردّه ردّا شديدا بالادلة المسلّمة فقام حول احاديث المهدى وتوجيهها وبلغ فى تحقيقها منزلة رفيعة ودرجة عظيمة فاستدل باحاديث الرجال فى باب المهدى مع جودة الفكر الاسلامى ثم استدل بآيات القرآن التى وردت فى بعثة المهدى الموعودؑ فى كتب التفاسير المختلفة ووفى حق التحقيق بالقرآن وكتب التفاسير ولما تأملتُ ونظرت فى هذه المقدمة من دعاوى ووجوهها واسبابها وعللها نظرة

الانصاف من غیر عناد واعتساف وجدتها حقا لأیاتیها الباطل من بین یدیها ولا من خلفها. فوافقت علیها موافقة کاملة.

وطبع ابن اخیه السید محمود تشریف اللّٰهی هذه المقدمة مرّة ثالثة وادخل فیها اجوبة عامر العثمانی مدیر مجلة "تجلّی" بدیوبند ونشرها لکافة الناس.

ماخص القول

هذه المقدمة یعتبرعونا فی عمارة القلوب وصقالها وتجلیة الابصار واحیاءً للمفکرین واقامة للمدبرین وفیها دلائل وشواهد علیٰ اخلاق المحمدیّن الکریمین وفیها دواء للمخالفین وشفاء للمحققین المؤمنین انشاء الله تعالیٰ فجزی الله مؤلفها ومساعدها خیر الجزاء وجعلها مفیضة نافعة لسائر امة سیدنا ومولٰنا وشفیعنا محمد صلی الله علیه وآله وسلم اجمعین الی یوم الدین

ترجمہ :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ الخاتمین الکریمین

مقدمہ سراج الابصار طالبان حق کا مطلوب اور محققین کا مرغوب ہے۔ اس مقدمہ کو زبدۃ المحققین عالم جلیل و فاضل نبیل علامۂ عصر محقق مہدویہ سید یعقوب بزمی برد اللہ مضجعہ نے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اس مقدمہ کا مطالعہ اول سے آخر تک کیا ہے اس میں، میں نے حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی حقانیت کے سمندر کو موجزن دیکھا ہے۔ صاحب کنز العمال جو شیخ علی کے نام سے مشہور ہے، اپنے رسالہ "الرد" میں امام حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت مہدیت پر شدت پسندی کے ساتھ اعتراض کیا ہے۔ اسی طرح ہدیہ مہدویہ کا مولف، جو زماں خاں کے نام سے مشہور ہے، اپنی کتاب "ہدیہ مہدویہ" میں اپنے قلم کی زبان سے دعوئ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام پر اعتراض کیا اور مفسدانہ عزائم کے تحت حضرت مہدی علیہ السلام کی ذات گرامی پر نکتہ چینی کی ہے اور ان دونوں نے حضرت امامنا علیہ السلام سے متعلق وارد شدہ روایات کے رد میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

اسی طرح عامر عثمانی مدیر "تجلی" دیوبند نے اپنے ماہنامہ تجلی میں حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق احادیث پر تبصرہ کیا اور حضور امامنا علیہ السلام کے تعلق سے اپنے ذاتی افکار پیش کئے اس طرح ان لوگوں نے علماء حق کے سامنے اپنے معتبر اور ثقہ ہونے کا اعتبار کھو دیا۔ لہٰذا علامہ محقق مہدویہ سید یعقوب بزمی علیہ الرحمۃ نے اپنے مقدمہ سراج الابصار میں حق پیش فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے مورخ ابن خلدون کے اعتراضات کی اصلاح کی جانب توجہ فرمائی، اور مسلمہ دلائل کے ذریعہ اس کے ادعائے باطل کو رد فرمایا۔ پھر حضور مہدی موعود علیہ السلام سے متعلق احادیث کی توجیہ کرنے پر کمر بستہ ہوئے۔ اور اپنی تحقیق کو بلند منزل اور عظیم درجہ تک پہونچا دیا۔ پھر احادیث حضرت مہدی علیہ السلام پر راویوں کے طعن کو پیش نظر رکھتے ہوئے فکر اسلامی کی روشنی میں ان کے سچے اور

حق ہونے کی جانب رہنمائی فرمائی ۔ اس کے بعد انہوں نے قرآنی آیتوں سے جو حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کے بارے میں مختلف تفسیروں میں پیش کی گئی ہیں استدلال فرمایا اس طرح علامہ موصوف علیہ الرحمۃ نے حضرت امامنا علیہ السلام کے ظہور سے متعلق قرآن اور تفاسیر کی تحقیق کا حق ادا کر دیا جب میں نے اس مقدمہ کے 'حیثیات' 'وجوہات' اسباب وعلل کو کسی مخالفت وعناد کے بغیر بنظر انصاف دیکھا تو اسے ایسا حق پایا کہ باطل کسی جانب سے بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا میں نے اس مقدمہ کے مطالعہ کے بعد اس کے استحکام پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے

اس مقدمہ کو بشمول ضمیمہ تیسری مرتبہ علامہ محقق مہدویہ علیہ الرحمۃ کے بھتیجے جناب سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی نے طبع کروایا ہے اس کے بعد ہی اسے تمام لوگوں کے مطالعہ کے لئے شائع فرمایا ۔

خلاصہ گفتگو

یہ ہے کہ یہ مقدمہ تصفیۂ قلوب کی عمارت کا نگران اور اس کو جلا دینے میں ممد ومعاون ہے 'تدبر اور غور وفکر کرنے والوں کے لئے اثبات مہدیت کو استوار کرنے والا ہے ۔ اور اس مقدمہ میں حضرت خاتم الانبیاء اور حضرت امام مہدی خاتم دین محمد یہ علیہما السلام کے اخلاق کریمانہ سے متعلق ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ جس میں مخالفت کرنے والوں کے لئے دوا اور محققین کے لئے شفا ہے ۔

اللہ سے دعا ہے کہ مقدمہ سراج الابصار کے مصنف علامہؒ اور اس کی طباعت ونگرانی میں مدد کرنے والوں کو جزائے خیر دے اور اس مقدمہ کو قیامت تک تمام امت حضرت رسالتمآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فیض عام بنا دے آمین فقط

المرقوم ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ
مطابق : ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۹۰ء ۔

(مرشدنا ومولانا حضرت) سید محمود اکیلوی (سجادہ دائرہ ظہیر آباد)

عرضِ حال

بعد حمد خدا و تحیت محمد مصطفیٰ و صلوٰۃ و سلام بر امام ہدیٰ

عرض پرداز

سید یعقوب بزمی بن میاں سید مصطفیٰ المعروف بہ خوب صاحب میاں (مدفن حیدرآباد) بن میاں سید یعقوب (حیدرآباد) بن میانسید نور محمد (حیدرآباد) بن میانسید اشرف (کرگاؤں میسور) بن میانسید عبداللطیف (ترچناپلی) بن میانسید راجی محمد (چن پٹن علاقہ میسور) بن میاں سید عبداللطیف (سورت علاقہ گجرات) بن بندگیمیاں سید جلال شہید (برہان پور) بن بندگیمیاں سید عبداللطیف اول (بیجاپور) بن بندگیمیاں سید شریف تشریف اللہ (جامود جلگاؤں) علاقہ مہاراشٹر) بن سید الشہدا بندگیمیاں سید خوندمیر (سدراسن پٹن، چاپانیر علاقہ گجرات) از اولاد امام موسیٰ کاظم و خلیفہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (فراہ مبارک علاقہ افغانستان)

مقدمہ سراج الابصار کا پہلا ایڈیشن (جو پانچسو انتالیس ۵۳۹ صفحوں پر مشتمل تھا) ۱۳۶۵ھ میں شائع ہوا تھا۔

حضرت والد ماجد کے ارشاد کی تعمیل میں، میں نے مقدمہ سراج الابصار میں تقریباً دگنا اضافہ کر کے مقدمہ کو چار اصول میں تقسیم کیا ہے اور ابواب کی ترتیب بھی بدل دی ہے، فرزند عزیزم سید محمد تشریف الٰہی عرف میرا نجی میاں سلمہ اللہ کے اصرار پر اس کی طباعت کا آغاز کیا گیا۔

مقدمہ کی ضخامت کم کرنے کے لئے میں نے موجودہ ایڈیشن میں کتاب کو کراؤن سائز پر رکھا اور سطر پچیس ۲۵ سطری کر دیا۔ (پہلے ایڈیشن میں طباعت رائل سائز پر ہوئی اور سطر اکیس ۲۱ سطری تھا) اور اسی لئے متن کو بھی مقدمہ سے الگ کرنا پڑا لیکن مباحث کے سلسلے میں متنِ سراج الابصار کی عبارت یا اس کا ترجمہ ناظرین کی سہولت کیلئے بقدر ضرورت پیش کر دیا گیا ہے۔

مقدمہ نگاری سے متعلق ذیل میں تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

مقدمہ کی قسمیں | مقدمہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ مقدمہ جو کتاب کی حیثیت رکھتا ہے، یہ کبھی کتاب کا جزو نہیں ہوا کرتا، اس کو اسی فن کی مناسبت سے مقدمہ کہتے ہیں جس فن کے باب میں لکھا گیا ہے، اس نوعیت کی ایک قدیم کتاب کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ عربوں میں اس نوع کی تصنیف کس زمانہ سے متعارف تھی۔

المقدمۃ الجرمی۔ (المقدمۃ الجرمی) وھو | المقدمۃ الجرمی، یہ عمرو ابن صالح بن اسحٰق الجرمی

مقدمہ سراج الابصار

عمر ابن صالح بن اسحٰق الجرمی البصری المتوفی سنة ۲۲۵ خمس وعشرین ومائتین وھی فی النحو شرحھا ابوالحسن محمد بن عبداللہ المعروف بابن الوراق النحوی المتوفی سنة ۳۸۱ احدی و ثمانین وثلثمایة وسماہ بالھدایہ[1]

البصری ہیں المتوفی ۲۲۵ھ، یہ مقدمہ نحو میں ہے اس کی شرح ابوالحسن محمد بن عبداللہ المعروف بابن الوراق النحوی المتوفی ۳۸۱ھ نے لکھی ہے اور اس کا نام ہدایہ رکھا ہے۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی مقدمہ نگاری تیسری صدی ہجری کے اوائل میں متعارف تھی، بعد کو بھی اس قسم کے مقدمے لکھے گئے اس نوعیت کا مشہور مقدمہ وہ ہے جو ابن صلاح نے لکھا ہے۔

مقدمۂ ابن صلاح

اس مقدمہ میں علم الحدیث سے متعلق جملہ اصول و فروع پر بحث کیگئی ہے اور حدیث پڑھنے والے کیلئے اس کی حیثیت ایک مقدمہ کی ہے، اس کو پڑھے بغیر حدیث رسول اللہ صلعم کو اصول حدیث کے مطابق نہیں سمجھ سکتے ابن صلاح کا سن وفات ۶۴۳ھ یا ۶۴۶ھ[2] ہے۔

(ب) دوسرا وہ مقدمہ ہے جو کسی کتاب کا جزو ہوتا ہے اور مولف اس میں ایسے امور درج کرتا ہے جن کے پڑھنے کے بعد کتاب کے مندرجات سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے، اس قسم کے مقدمہ کی ابتدا محدثین نے کی۔

مقدمۂ صحیح مسلم

مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) نے اپنی کتاب کے آغاز میں ایک مقدمہ لکھا ہے، اس میں وہ اصول و شرائط بیان کئے ہیں جن کے تحت انہوں نے حدیثیں لیں یا ترک کر دیں۔ علمائے حدیث نے اس مقالہ کو مقدمہ تسلیم کیا ہے۔

نووی نے شرح مسلم میں یہ لکھا ہے۔

ذکر مسلم رحمہ اللہ فی اول مقدمة صحیحه انه یقسم الاحادیث ثلاثة اقسام الی آخرہ[3]

ذکر کیا مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ کے شروع میں کہ انہوں نے حدیثوں کی تین قسمیں کی ہیں۔

مولوی وحید الزماں نے "المعلم ترجمہ صحیح مسلم" میں یہ لکھا ہے

"تمام ہوا مقدمہ کتاب مسلم کا اب شروع ہوتا ہے بیان ایمان کا الی آخرہ"۔

مقدمہ سنن ابوداؤد

ابوداؤد (المتوفی ۲۷۵ھ) نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا ہے، اس میں سنن ابوداؤد کے مندرجہ روایتوں کے خصوصیات بیان کئے ہیں، اس خط کو ابوداؤد نے اپنے سنن کے آغاز میں بطور مقدمہ درج کیا ہے، ابوداؤد کی عبارت یہ ہے۔

مقدمہ قال ابوداؤد فی رسالته الی اھل مکة سلام علیکم فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الی آخرہ[4]

مقدمہ کہا ابوداؤد نے اپنے خط میں جو اہل مکہ کے نام ہے سلام علیکم، میں تمہارے نزدیک اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] کشف الظنون (طبع قدیمی) الجزء الثانی ص ۵۰۳۔ [2] ریحانۃ الادب (طبع ایران) جلد ششم ص ۵۵۔ [3] شرح مسلم (بر حاشیہ ارشاد الساری للقسطلانی) الجزء الاول ص ۵۔ [4] المعلم ترجمہ صحیح مسلم (طبع لاہور) جلد اول ص ۱۔
[5] سنن ابوداؤد (طبع مطبع مجتبائی ۱۳۸۳ھ) ص ۱

بعد کو مورخین اور محدثین نے اس نوعیت کے مقدمہ کو ترقی دی، ذیل میں اس کی چند مثالیں دیجاتی ہیں۔

مقدمہ ابن الطقطقی محمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن الطقطقی نے ایک تاریخ لکھی ہے موسوم بہ کتاب الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیۃ" یہ کتاب دو فصلوں میں منقسم ہے، فصل اول کی حیثیت ایک عام مقدمہ کی سی ہے اور فصل ثانی میں خلافت راشدہ سے خلافت عباسیہ کے خاتمہ تک تمام حالات اجمالاً بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۷۰۱ھ میں تمام ہوئی جیسا کہ خود مصنف نے کتاب کے آخر میں بیان کیا ہے۔

ابن الطقطقی نے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ فصل اول میں کن کن امور سے بحث کیگئی ہے، ابن الطقطقی کی عبارت یہ ہے۔

فالفصل الاول تکلمت فیہ علی الامور السلطانیۃ والسیاسیات الملکیۃ وخواص الملک التی یتمیز بہا عن السوقۃ والتی تجب ان تکون موجودۃ او معدومۃ فیہ وما تجب علی رعیتہ وما یجب لہم علیہ ورصعت الکلام فیہ بالآیات القرآنیۃ والاحادیث النبویۃ والحکایات المستظرفۃ والاشعار المستحسنۃ[1]	فصل اول میں، میں نے ان امور کے باب میں گفتگو کی ہے امورِ سلطانی اور سیاست ملکی، بادشاہ کے خصوصیات جس کی بنا پر وہ عوام الناس سے ممیز ہوتا ہے اور وہ خصوصیات جن کا بادشاہ میں ہونا یا نہ ہونا ضروری ہے اور وہ امور جو اس کی رعیت پر واجب ہیں اور رعایا کے وہ امور جو بادشاہ پر واجب ہیں، اس میں، میں نے کلام کو آیات قرآنی احادیث نبوی عمدہ حکایتوں اور اچھے اشعار سے مستحکم کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ابن الطقطقی نے فصل اول میں امور سلطانی اور سیاست ملکی سے بحث کی ہے اور ان تمام امور کا ذکر کیا ہے جن کا ہونا اور نہ ہونا بادشاہوں کے لئے ضروری ہے اس میں ان امور سے بھی بحث کیگئی ہے جن کا رعیت میں ہونا ضروری ہے۔ اس کے ذیل میں آیات قرآنی، احادیث نبوی حکایات اور اشعار سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

اس مقدمہ سے متعلق جرجی زیدان (المتوفی ۱۳۳۲ھ) نے یہ لکھا ہے۔

وفی صدر الکتاب مقدمۃ طویلۃ فی الامور السلطانیۃ والسیاسیات الملکیۃ وھی من قبیل فلسفۃ التاریخ او فی اسباب الحضارۃ نحو ما فعل ابن خلدون فی مقدمتہ مطولا[2]	کتاب کے شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے امور سلطانی اور سیاست ملکی کے باب میں اور یہ از قبیل فلسفہ تاریخ ہے یا تمدن کے اسباب کے باب میں، قریب قریب اسی کے ہے جو ابن خلدون نے تفصیل سے لکھا ہے۔

جرجی زیدان نے اسی کتاب الفخری کے مقدمہ سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے۔

فمقدمۃ الفخری ھذہ من قبیل الانتقاد التاریخی لکن ابن خلدون خطا فی مقدمتہ خطوۃ اخری[3]	پس مقدمہ فخری، یہ از قبیل انتقاد تاریخی ہے لیکن ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ایک اور قدم آگے بڑھا دیا۔

---

[1] کتاب الفخری (طبع مصر ۱۳۱۷ھ) ص ۱۱ [2] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ (طبع مصر ۱۹۱۲ء) الجزء الثالث ص ۲۰۱
[3] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ الجزء الثالث ص ۲۰۱۔

جرجی زیدان کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ کتاب الفخری کا مقدمہ جو ابن الطقطقی نے لکھا ہے نقش اول ہے اور ابن خلدون کا مقدمہ نقش ثانی ہے۔

مقدمۂ ابن خلدون

ابن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) نے جو تاریخ لکھی ہے وہ ایک مقدمہ اور تین "کتابوں" پر مشتمل ہے' مقدمہ میں علم تاریخ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس فن کی تحقیق کی گئی ہے۔ کتاب اول میں تمدن اور عوارض تمدن کا ذکر کیا گیا ہے'۔ عام طور پر جب مقدمہ کہا جاتا ہے تو اسی مقدمہ اور کتاب اول دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ بیروت کا مطبوعہ ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے یہ ۵۵۲ صفحوں پر مشتمل ہے۔

کتاب دوم میں اخبار العرب کا بیان ہے اور کتاب سوم میں اخبار البربر وبدیار المغرب کا ذکر ہے۔

ابن خلدون نے مقدمہ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

المقدمة فی فضل علم التاریخ وتحقیق مذاهبه والماع لما یعرض للمورخین من المغالطه والاوهام وذکر شئ من اسبابها[1]۔

مقدمہ علم تاریخ کی فضیلت، تاریخ کے مختلف مذاہب کی تحقیق' مورخین کو جو مغالطے اور اوہام پیش آتے ہیں ان کی جانب اشارہ اور اس کے کسی قدر اسباب وعلل کے بیان میں۔

کتاب اول کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

الکتاب الاول فی طبیعة العمران فی الخلیقة وما یعرض فیها من البدو والحضر و التغلب والکسب والمعاش والصنائع والعلوم ونحوها وما لذلک من العلل والاسباب[2]

پہلی کتاب مخلوقات میں انسانی آبادی کی طبیعت' مزاج اور ان کے عوارض کے باب میں جو اس پر طاری ہوتے ہیں مثلاً بدویت، شہری زندگی (تمدن) جابرانہ غلبہ اور اکتساب اور معاشی زندگی' مصنوعات' علوم وغیرہ اور اس کے جو جو اسباب وعلل ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون میں تین امور سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے' ایک فن تاریخ کی تحقیق اور فضیلت' دوسرے تمدن اور وہ امور جو تمدن کی تعمیر اور تخریب میں مدد ومعاون اور اثر انداز ہوتے ہیں' تیسرے علوم وفنون اسلامیہ کی حقیقت۔

جرجی زیدان نے مقدمۂ ابن خلدون سے متعلق یہ لکھا ہے۔

فمقدمة ابن خلدون خزانة علوم اجتماعیة وسیاسیة واقتصادیة وادبیة[3]

پس ابن خلدون کا مقدمہ اجتماعی' سیاسی اقتصادی اور ادبی علوم کا خزانہ ہے۔

مقدمۂ ابن خلدون کا ترجمہ ترکی' فرانسی' انگریزی اور جرمن زبان میں بھی ہوا ہے۔

حاصل یہ کہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں جن امور کو بیان کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ "کتاب"

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (طبع بیروت ۱۸۸۲ء) ص۵ [2] مقدمہ ابن خلدون ص۳۰ [3] تاریخ آداب اللغة العربیہ الجزء الثالث ص۲۱۳۔

دوم اور "کتاب" سوم کے مندرجات سمجھنے میں سہولت ہو۔

مقدمۂ فتح الباری

محدثین کے ہاں مقدمۂ فتح الباری کو خاص اہمیت دی جاتی ہے، فتح الباری بخاری کی شرح ہے جو کئی جلدوں میں لکھی گئی ہے، شارح یعنی ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے "صحیح" بخاری سے متعلق وہ تمام امور جو شرح کے ذیل میں نہیں آسکتے تھے مقدمہ میں علٰحدہ بیان کئے ہیں، یہ مقدمہ شرح بخاری کا مقدمہ کہا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کا راست تعلق اصل کتاب سے ہے اس کو "مقدمہ صحیح بخاری" کہنا ہی زیادہ مناسب ہے، مقدمۂ فتح الباری، فتح الباری کے ساتھ مصر سے شائع ہوگیا۔ بڑی تقطیع کے ۳۴ سطری چار سو چورانوے (۴۹۴) صفحوں پر مشتمل ہے۔

مقدمۂ فتح الباری میں دس فصلیں ہیں اور اس کے مندرجات کو اصولاً تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک حصہ میں "امام بخاری" کے حالات، ان کی تصانیف، ان کے شیوخ وغیرہ کا حال آجاتا ہے دوسرے حصہ میں "صحیح بخاری" کے خصوصیات بیان کئے گئے ہیں۔

تیسرے حصہ کا تعلق مشتملات کتاب سے ہے، اس کے چند عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) الفصل الخامس فی سیاق ما فی الکتاب من الالفاظ الغریبۃ علی ترتیب الحروف مشروحھا۔[1]

پانچویں فصل ان لغات غریبہ کے باب میں جو بخاری میں آئے ہیں، بترتیب حروف تہجی درج کرکے ان کی شرح کیگئی ہے۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ "صحیح بخاری" میں جو لغات غریبہ آئے ہیں اسکی شرح مقدمہ میں کی گئی ہے۔

(۲) الفصل السادس فی بیان المؤتلف و المختلف من الاسماء والکنی والالقاب والانساب مما وقع فی صحیح البخاری علی ترتیب الحروف[2]

چھٹی فصل ان ناموں، کنیتوں، القاب، وانساب کے باب میں جو متماثل یا مختلف ہیں اور صحیح بخاری میں آئے ہیں، بترتیب حروف تہجی۔

مذکورہ عنوان بتلاتا ہے کہ صحیح بخاری میں جو اسماء، کنیتیں القاب اور انساب مذکور ہیں ان کی حقیقت مقدمہ میں بیان کی گئی ہے۔

(۳) الفصل الثامن فی سیاق الاحادیث التی انتقد علیہ حافظ عصرہ ابو الحسن الدارقطنی وغیرہ من النقاد وایرادھا حدیثا حدیثا علی سیاق الکتاب وسیاق ما حضرہ من الجواب عن ذلک[3]

آٹھویں فصل ان حدیثوں کے باب میں جن پر محدث عصر ابوالحسن دارقطنی وغیرہ نے انتقاد کیا ہے، ایک ایک حدیث کرکے ان پر جو اعتراضات وارد ہوئے ہیں وہ پیش کئے ہیں اور ان کا جواب دیا ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مقدمہ میں دارقطنی وغیرہ کے اس انتقاد کا جواب دیا گیا ہے جو بخاری کی حدیثوں

---

[1] مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) ص ۴۱۔ [2] مقدمۂ فتح الباری ص ۲۰۳۔ [3] مقدمۂ فتح الباری ص ۳۴۴

سے متعلق ہے۔

(۴) الفصل التاسع فی سیاق اسماء من طعن فیہ من رجال ھٰذا الکتاب مرتبا لھم علی حروف المعجم والجواب عن الاعتراضات موضعا موضعا[1]

نویں فصل اس کتاب کے ان رجال کے باب میں جن پر طعن کیا گیا ہے بترتیب حروف تہجی اور ہر مقام پر جو اعتراضات وارد ہوئے ہیں ان کا جواب

رجال بخاری سے متعلق جو طعن تھے وہ سب مقدمہ کی اس فصل میں دفع کئے گئے ہیں۔

(ج) مقدمہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ ایک عالم دوسرے عالم کی کتاب پر لکھے اس کی ابتداء دیباچہ شاہنامہ سے ہوئی۔

مقدمہ شاہنامہ شاہنامہ کے دو دیباچے مشہور ہیں، ایک قدیم دیباچہ جس کے متعلق مرزا عبدالوہاب قزوینی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ چوتھی صدی ہجری کی تصنیف ہے، اس دیباچہ کا ترجمہ مستشرق ولن برگ (Wellen Bourg) نے ۱۸۱۰ء میں وائنا (علاقہ آسٹریا) سے شائع کیا۔

دوسرا دیباچہ مرزا بایسنقر کا ہے۔ مرزا بایسنقر (المتوفی ۸۳۷ھ) بن شاہرخ بن تیمور کے ایما پر شاہنامہ کا ایک نسخہ مرتب کیا گیا اور اس پر ایک دیباچہ بھی لکھا گیا۔ یہ واقعہ ۸۲۹ھ کا ہے جیسا کہ ٹرنر میکان (Turner Macan) نے بیان کیا ہے۔

"The first public attempt to correct the Shah Namah was made by order of Baysinghur, grandson of Timur, and has already been alluded to in a note to this preface. The editor in his preface to that edition, states that Baysinghur Khan took great delight in reading the Shah Namah but found the text so corrupt and filled with errors of every kind, that he directed all the copies in his library to be collected and a correct one written. This was accordingly done and the copy completed in A.H. 829 (AD 1425)"

یعنی تصحیح شاہنامہ کی پہلی عام کوشش بایسنقر نبیرۂ تیمور کے حکم سے ہوئی جیسا کہ اس دیباچہ کے ایک نوٹ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ایڈیٹر اس دیباچہ میں بیان کرتا ہے کہ بایسنقر کو شاہنامہ پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن اس نے شاہنامہ کے متن کو مسخ اور غلطیوں سے معمور پایا، اس نے حکم دیا کہ اس کے کتب خانہ میں شاہنامہ کے جتنے نسخے تھے ان سب کا مقابلہ کر کے صحیح نسخہ مرتب کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں یہ کام کیا گیا اور یہ نسخہ ۸۲۹ھ میں مکمل ہوا (جو مطابق ہے ۱۴۲۵ء کے)

دیباچہ، مرزا بایسنقر اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلا مشہور مقدمہ ہے۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) ص ۳۸۱ [2] مقدمہ شاہنامہ بزبان انگریزی (طبع کلکتہ ص ۲ و ۱۸

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ ویلن برگ نے ۱۸۱۰ء میں شاہنامہ کے قدیم دیباچہ کا ترجمہ شائع کیا ہے خود اس نے بھی فرانسیسی زبان میں شاہنامہ پر ایک مقدمہ لکھا ہے۔

اس کے بعد ۱۸۳۷ء میں جولیس موہل (S. Mohl) نے فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شاہنامہ چھاپنا شروع کیا اس نے بھی اس کی ابتدا میں ایک مقدمہ لکھا، جس میں شاہنامہ کے عہد تصنیف اور اس کے ماخذوں پر بھی بحث کی ہے۔

ٹرنر میکان نے جب شاہنامہ ۱۲۴۵ھ میں کلکتہ سے شائع کیا تو اس پر دو مقدمے لکھے، ایک فارسی میں دوسرا انگریزی میں۔ فارسی مقدمہ میں دیباچہ، مرزا بایسنقر بھی درج ہے اور اس کے اُن تاریخی مندرجات سے جو اس کے نزدیک صحیح نہ تھے حاشیہ میں تعرض کیا ہے۔

انگریزی میں جو مقدمہ لکھا گیا ہے اس میں فارسی مقدمہ کا تمام مواد نہیں لیا گیا کیوں کہ اس میں خاص طور پر انگریزی داں طبقہ سے تخاطب ہے۔

شاہنامہ کے دیباچہ کے بعد مستشرقین نے عام طور پر عربی اور فارسی کتابوں پر مقدمہ لکھنا شروع کیا۔

مقدمۂ تاریخ طبری وغیرہ بطریق مستشرقین جو مقدمے لکھے گئے اور یورپ سے شائع ہوئے۔ ان میں دو مقدمے ضخیم ہیں ایک مقدمۂ تاریخ طبری جو لیدن سے شائع ہوا ہے، یہ ۸۰۳ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں فرہنگ لغات اور ایک ضمیمہ بھی شامل ہے، طبری کے تاریخی حالات بھی بیان کئے ہیں۔

دوسرا وہ مقدمہ جو عوفی کی کتاب "جوامع الحکایات" پر لکھا گیا ہے، اس پر پروفیسر نکلسن Nicholson نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے۔

عوفی کی کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حکایتوں کا مجموعہ ہے، اس کا مقدمہ چوالیس ۴۴ سطری بڑی تقطیع کے تین سو سولہ ۳۱۶ صفحوں پر مشتمل ہے، اس میں مصنف، تصنیف کے ماخذ، مختلف ترجموں اور حکایتوں کی تاریخی تقسیم وغیرہ سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

مقدمۂ ہدایہ مولوی عبدالحی فرنگی محلی[1] نے ہدایہ دو حصوں میں شائع کی تو اس پر مقدمہ بھی لکھا اور حاشیہ بھی، مقدمہ کے چند عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) هداية في ترجمة مولف الهداية وذكر تصانيفه[2]	مولف ہدایہ اور ان کی تصانیف کا تذکرہ
(۲) هداية في عادات صاحب الهداية فيها[3]	صاحب ہدایہ کی عادت ہدایہ میں (یعنی ان کا اسلوب)
(۳) هداية في ذكر بعض الاسانيد الى مولف الهداية[4]	مولف ہدایہ تک جو سندیں پہونچتی ہیں ان میں بعض کا تذکرہ

---

[1] سال ولادت ۱۲۶۰ھ وفات ۱۳۰۴ھ [2] ہدایہ مع مقدمہ و حواشی (طبع مطبع بخشی خاں لکھنوی ۱۲۸۶ھ حصہ دوم ص ۲

[3] " " " " " " " " ص ۳

[4] " " " " " " " " ص ۲۲

یہ بیان مصنف، اس کے خصوصیات اور اس کی تصانیف سے متعلق ہے۔

چند اور عنوانات حسب ذیل ہیں ۔

(۴) هداية فی تراجم من ذكر فی المجلدين الاولين من الهداية[1]

ہدایہ کی دو جلدوں میں جن رجال کے نام آئے ہیں کا تذکرہ

(۵) هداية فی الانساب والقبائل ونحوها الواقعة فی الهداية[2]

انساب قبائل وغیرھا کا بیان جو ھدایہ میں آئے ہیں۔

(۶) هداية فی شرح اسماء المواضع الواقعة فی الهداية[3]

ان امکنہ کی شرح جن کے نام ہدایہ میں آئے ہیں

مذکورہ عنوانوں کے تحت ان رجال، انساب قبائل اور امکنہ کے حالات لکھے گئے ہیں جن کا ذکر ہدایہ میں آیا ہے۔

(۷) هداية فی شرح المبهمات الواقعة فی النصف الاول من الهداية والاخير كليهما وعلمها من المهمات[4]

ان مبھمات کی شرح جو ہدایہ کے نصف اول اور نصف آخر دونوں میں پائے جاتے ہیں، ان کا جاننا بہت اہم ہے۔

مذکورہ عنوان کے تحت ان امور کی تشریح کی گئی ہے جنھیں صاحب ہدایہ نے مبہم چھوڑ دیا۔

(۸) هداية فی المسامحات التی وقعت من صاحب الهداية فی النصف الاول منها[5]

ان لغزشوں کا ذکر جو صاحب ھدایہ سے نصف اول میں ہوئی ہیں۔

(۹) هداية فی ذكر بعض المسامحات التی وقعت فی النصف الاخير من الهداية[6]

ان لغزشوں کا ذکر جو صاحب ہدایہ سے نصف دوم میں ہوئی ہیں۔

ان عنوانوں کے تحت ان لغزشوں کی تصحیح کی گئی ہے جو صاحب ہدایہ سے واقع ہوئی ہیں۔

معلم ثانی ابونصر فارابی اور ارکان مقدمہ

اگر علمی طریقہ پر یہ معلوم کرنا چاہو کہ کسی کتاب یا کسی علم وفن کے سمجھنے کے لئے کن کن باتوں کا بطور مقدمہ جاننا ضروری ہے تو ان امور پر غور کرنا چاہیئے جن کا معلم ثانی ابونصر فارابی (المتوفی ۳۳۹ھ) نے اپنی تصنیف "ما ينبغی ان يتقدم الفلسفة" میں ذکر کیا ہے۔

توكلت على الله الاشياء التی يحتاج الى تعلمها ومعرفتها قبل تعلم الفلسفة التی اخذت عن ارسطو وهی تسعة اشياء الاول منها اسماء الفرق التی كانت فی الفلسفة

تعلم فلسفۂ ارسطو سے پہلے جن اشیاء کا جاننا پہچاننا مقدم ہے ان کے بیان میں میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے اور وہ نو امور ہیں۔
اول فلاسفہ کے فرقوں کا نام

---

[1] ہدایہ حصہ اول ص۲ [2] ہدایہ مع مقدمہ حواشی (طبع لکھنؤ ۱۲۸۶ھ) حصہ اول ص۱۴ [3] ہدایہ مع مقدمہ حصہ اول ص۱۲ [4] ہدایہ مع مقدمہ حصہ اول ص۲۳ [5] مقدمہ ہدایہ حصہ اول ص۲۳ [6] مقدمہ ہدایہ حصہ دوم ص۱

والثانی معرفة غرضه فی کل واحد من کتبه

دوم ارسطو کی غرض کا جاننا جو کچھ انہوں نے اپنی ہر ایک کتاب میں لکھا ہے۔

والثالث المعرفة بالعلم الذی ینبغی ان یبدء به فی تعلم الفلسفة

سوم اس علم کی معرفت جس سے تعلم فلسفہ میں سر آغاز ہو سکے۔

والرابع معرفة الغایة التی تقصد الیها فی تعلم الفلسفة

چہارم اس غرض و غایت کی معرفت جو تعلم فلسفہ میں مقصود بالذات ہے۔

والخامس معرفة السبیل التی یسلکها من اراد الفلسفة

پنجم اس طریقہ کی معرفت جو فلسفہ کی راہ پر چلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔

والسادس المعرفة بنوع کلام ارسطو کیف یستعمله فی کل واحد من کتبه۔

ششم ارسطو کے کلام کی نوعیت کا بیان جسے ارسطو اپنی تمام کتابوں میں کئی کئی طریقوں سے لاتا ہے۔

والسابع معرفة السبب الذی دعا ارسطو الی استعمال الاغماض فی کتبه

ہفتم اس سبب کا بیان جس نے ارسطو کو اپنی کتابوں میں بیان کو مبہم کر دینے پر آمادہ کیا۔

والثامن معرفة الحال التی یجب ان یکون علیها الرجل الذی یوجد عنده علم الفلسفة

ہشتم وہ شخص جس کو فلسفہ سے لازمی مناسبت ہو اس کا کیسا حال ہونا چاہیئے، اس حال کی کیا تشریح ہے۔

والتاسع الاشیاء التی یحتاج الیها من اراد تعلم کتب ارسطو۔

نہم ان اشیاء کی معرفت کہ طالبان کتب ارسطو کے لئے ان کا جاننا لابدی ہے۔

فاما اسماء الفرق التی کانت فی الفلسفة فمشتقة من سبعة اشیاء

جو فرقے فلسفہ میں گزرے ہیں وہ دراصل سات چیزوں سے نکلے ہیں۔

احدها من اسم الرجل المعلم للفلسفة۔

اول۔ معلم فلسفہ کا نام

والثانی من اسم البلد الذی کان مبدء ذلک المعلم

دوم۔ اس معلم کی نشو و نما کا شہر

والثالث من اسم الموضع الذی کان تعلم فیه

سوم۔ اس مقام کا نام جہاں اس نے تعلیم حاصل کی ہے۔

والرابع من التدبیر الذی کان یتدبر به

چہارم۔ وہ تحصیل فلسفہ میں کیا کیا تدبیریں کرتا تھا۔

والخامس من الاراء التی کان یراها اصحابها فی علم الفلسفة

پنجم۔ علم فلسفہ کی وہ رائیں جو فلسفہ میں پیش نظر ہیں۔

والسادس من الاراء التی کان یراها اهلها فی الغایة التی یقصد الیها فی تعلم الفلسفة

ششم۔ وہ رائیں جو اہل علم تعلیم و تعلم فلسفہ میں مقصود بالذات سمجھتے تھے

والسابع من الافعال التی کانت تظهر عنه

ہفتم تعلیم و تعلم فلسفہ کے زمانہ میں متعلم سے کیسے افعال

ظاہر ہوتے تھے۔

فی تعلم الفلسفة[1]

ارسطو کا فلسفہ سمجھنے سے پہلے مندرجۂ بالا امور کا بہ طور مقدمہ کے جاننا ابو نصر فارابی کے نزدیک ضروری تھا یہی امور مقدمہ اور مقدمہ نگاری کا سنگ بنیاد ہیں۔ اس پر بعد کو محدثین اور مورخین نے عمارتیں قائم کر دیں۔ کسی عالم نے خواہ وہ مستشرق ہی کیوں نہ ہو یہ حقیقت آج تک بیان نہیں کی۔

مقدمہ نگاری کے اہم خصوصیات

مقدمۂ ابن القفطی (المتوفی ۶۰۲ھ) نقش اول اور ابن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) کا مقدمہ نقش ثانی ہے۔ مذکورہ مقدموں اور مقدمۂ فتح الباری سب کی بنیاد فارابی کے بیان کردہ امور ہیں اور مقدمۂ ہدایہ کی بنیاد مقدمۂ فتح الباری ہے ان ماخذوں سے مقدمہ نگاری کے یہ خصوصیات ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) ابن خلدون نے تاریخ لکھنے سے پہلے فن تاریخ کی حقیقت اور فضیلت بیان کی ہے اس کے بعد اس نے تمدن کے اجزاء سے بحث کی ہے خصوصاً ان امور سے جو تمدن اور تاریخ کو متاثر کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ وہ لکھتا ہے :-

المقدمة الرابعة فی اثر الهواء فی اخلاق البشر[1] | چوتھا مقدمہ ہوا کے اثر میں جو اخلاق انسانی پر ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس نے تاریخ بیان کرنے سے پہلے علوم و فنون اسلامیہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی ایسی کتاب کا مقدمہ لکھنا چاہے جو کسی خاص مذہب سے متعلق ہو تو پہلے اس کو اس مذہب کی حقیقت اور خصوصیات بیان کرنا چاہیئے۔

(۲) فارابی کے نزدیک بہ طور مقدمہ کے یہ جاننا ضروری ہے کہ معلم فلسفہ کا کیا نام تھا، اس کی نشو و نما کا شہر کونسا تھا، اس نے کہاں تعلیم پائی تھی اسی طرح کسی مذہبی کتاب کے مقدمہ میں اس خاص مذہب کے بانی کے حالات اور اس کے وطن کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

(۳) مقدمۂ فتح الباری یوں تو شرح بخاری کا مقدمہ ہے لیکن اس کا راست تعلق "صحیح بخاری" سے ہے اس سے یہ امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(ا) پانچویں فصل میں لغات غریبہ کی شرح کی گئی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ کسی کتاب کے مقدمہ میں متن کتاب کے جزئیات کی بھی شرح کیجا سکتی ہے۔

(ب) چھٹی فصل میں اسماء و القاب وغیرہ کی توضیح کیگئی ہے اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ کسی کتاب میں کسی فرد یا افراد کا ذکر آیا ہو تو مقدمہ میں بطریق تاریخ و تذکرہ ان کا حال لکھا جا سکتا ہے۔

(ج) آٹھویں فصل میں دار قطنی کے اعتراضات کا جواب اور نویں فصل میں طعن رجال کو دفع کیا گیا ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کسی کتاب کے متن پر اصولی یا فروعی اعتراض ہو تو مقدمہ میں اس کو دفع کرنا چاہیئے۔

(۴) مقدمہ ہدایہ کی چند خاص فصلوں کا ذکر اس سے قبل کیا گیا ہے، حصہ اول کے مقدمہ میں "شرح المبہمات" کا ایک عنوان ہے، اس سے ظاہر ہے کہ متن میں کوئی امر مبہم یا مجمل ہو تو مقدمہ میں اس کی توضیح کی جانی چاہیئے۔

---

[1] مقدمۂ ابن خلدون (طبع بیروت ۱۸۸۶ء) صـ۷۵

اسی طرح " ہدایہ فی المسامحات " کے عنوان سے ظاہر ہے کہ صاحب متن سے کوئی لغزش ہوئی ہو تو مقدمہ میں اس سے تعرض کیا جائے گا۔

مندرجۂ بالا بحث سے مقدمہ نگاری کے متعلق چار اہم امور کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) رجال و اماکنۂ متعلقہ کی تاریخ و تذکرہ

(۲) شرح مبہمات

(۳) تصحیح مسامحات

(۴) دفع اعتراضات

مقدمۂ سراج الابصار کی نوعیت

سراج الابصار کے مقدمہ میں بھی مندرجۂ بالا خصوصیات مقدمہ نگاری ملحوظ رہے ہیں اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) تاریخی عنصر

(۱) امام علیہ السلام، آپ کے وطن اور آپ کے اصحاب کے حالات۔

(۲) مہدوی مبلغین اور مہدوی مذہب کی تبلیغ۔

(۳) مخالفین مہدویہ کے مآخذ۔

(ب) مشتملات کتاب۔

(۱) شرح مبہمات۔ سراج الابصار میں تو کوئی امر مبہم نہیں ہے البتہ بعض امور جو مصنف نے مجمل طور پر بیان کئے ہیں ان کی توضیح کی گئی ہے۔ مثلاً صاحب سراج الابصار نے سفیانی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ کتب صحاح میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

مقدمہ میں سفیانی کی روایت کا ماخذ بتا دیا گیا ہے اور اس کے خروج کی روایت کو منجملۂ موضوعات شیعہ ثابت کیا گیا ہے۔

صاحب سراج الابصار نے یہ بیان فرمایا ہے کہ امام علیہ السلام کے اخلاق وہی تھے جو رسول اللہؐ کے اخلاق تھے، مقدمہ میں اخلاق مہدی کے ذیل میں اس کی تفصیل دی گئی ہے۔

(ج) تصحیح مسامحات۔ شیخ علی متقی مولف رسالۃ الرد سے جو مسامحات ہوئے ہیں، ان سے بھی تعرض کیا گیا ہے، اس کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا گیا ہے۔ اس کا عنوان ہے مولف رسالۃ الرد کا عقیدہ اور دیگر علامات مہدی۔

(د) دفع اعتراضات۔ مولف ہدیہ نے سراج الابصار کے قائم کردہ دلائل سے گھبرا کر جس قدر اعتراضات امام علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کرام وغیرہ پر کئے ہیں مقدمہ میں ان سب کو دفع کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ابن خلدون سے لیکر آج تک مسئلہ مہدیت اور مذہب مہدویہ پر جتنے بھی اعتراضات کئے گئے ہیں ان سب کی تردید کیگئی ہے۔

مقدمۂ سراج الابصار کی ضخامت

ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ[1]) نے ادب الکاتب لکھی اس کا خطبہ یعنی مقدمہ

[1] یہ سنہ ابن خلکان کی روایت کے مطابق ہے۔

طویل ہونے کی بناء پر اس کو خطبۂ بلا کتاب کہا گیا ہے جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے بیان کیا ہے۔

ادب الکاتب لابی محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ النحوی المتوفی ۲۷۰ سبعین و مائتین قیل ھو خطبۃ بلا کتاب لطول خطبتہ[1]	ادب الکاتب تصنیف ہے ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف بہ ابن قتیبہ نحوی (المتوفی ۲۷۰ھ) کی اس کا خطبہ طویل ہونے کی بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ خطبہ ہے بغیر کتاب کے۔

مقدمہ کی ضخامت سے وہ لوگ تعرض نہیں کر سکتے جو محدثین اور مستشرقین کے طریق تحقیق سے واقف ہیں' اس سے قبل مقدمۂ ابن خلدون اور مقدمۂ فتح الباری کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ جوامع الحکایات کا بھی ذکر آ گیا ہے حکایتوں کے اس مجموعہ پر جو مقدمہ شائع ہوا ہے وہ بڑی تقطیع کے چوالیس (۴۴) سطری تین سو سولہ (۳۱۶) صفحوں پر مشتمل ہے اور اس پر پیش لفظ پروفیسر نکلسن (Nicholson) نے لکھا ہے۔

رسالۃ الثورۃ الھندیہ مصنفہ مولوی فضل حق خیر آبادی (المتوفی ۱۲۷۸ھ) شائع ہو گیا ہے' یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے متعلق ہے' چھوٹی تقطیع کے ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحوں پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر عربی متن کے مقابل اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ صرف عربی کے ساڑھے باسٹھ (۶۲) صفحے ہیں۔ ۳۶۹

عبد الشاہد خاں شروانی (اورنٹیل اسسٹنٹ لائبریرین مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) نے رسالہ الثورۃ الھندیہ پر تین انتہر صفحے بہ طور مقدمہ لکھے ہیں' اس میں مولوی فضل حق خیر آبادی کی سوانح حیات' ان کے تصانیف اور ان کے تلامذہ کا سلسلہ تک بیان کیا گیا ہے' تعارف مولوی ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے[2]

یہ بھی واضح رہے کہ برناڈ شا (Bernard Shaw) "شہرۂ آفاق" مصنف کو ۱۹۲۵ء میں ادبیات کے لئے نوبل پرائز (Nobel Prize) عطا ہوا تھا' اس نے متعدد ڈرامے تصنیف کئے ہیں اور ان پر خود ہی مقدمے بھی لکھے ہیں۔ اس کے مقدمے عموماً اصل تصنیف سے ضخیم ہوتے ہیں مثلاً اس کا ڈرامہ موسوم بہ (Androcles & the Lion) اکتالیس (۴۱) صفحوں (صفحہ ۱۰۳ تا صفحہ ۱۴۴) پر مشتمل ہے اور برناڈ شا نے اس پر ایک سو صفحے (صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۰۱) کا مقدمہ لکھا ہے اور ڈرامہ کے آخر میں پانچ صفحے (صفحہ ۱۴۵ تا صفحہ ۱۵۰) بہ طور ضمیمۂ مقدمہ لکھے ہیں[3]۔

مقدمہ کی ضخامت ان ہی لوگوں کی آنکھوں میں کھٹک سکتی ہے جو جاہل ہیں اور علم سے بے بہرہ ہیں۔

---

[1] کشف الظنون (طبع قسطنطنیہ) الجزء الاول صفحہ ۷۳ [2] یہ کتاب بجنور سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی ہے طابع و ناشر مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور [3] ملاحظہ ہو برناڈ شا کے ڈراموں کا مجموعہ جس کو Constable and Company Limited نے ۱۹۳۱ء میں لندن سے شائع کیا ہے۔

مقدمۂ سراج الابصار کی ترتیب

مقدمۂ سراج الابصار چار حصوں میں منقسم ہے

حصۂ اول

باب اول ــ امام علیہ السلام کا نسب اور ابتدائی حالات
باب دوم ــ ہجرت اور دعوتِ مہدیت
باب سوم ــ اثبات مہدیت
باب چہارم ــ اصحاب امام علیہ السلام
باب پنجم ــ دائرۂ مہدویہ اور مہدوی مذہب
باب ہفتم ــ احادیث مہدی اور ابن خلدون وغیرہ
باب ہشتم ــ اثبات فرائض

حصۂ دوم

باب اول ــ امام علیہ السلام کا خلق
باب دوم ــ امامؑ کے ارشادات اور اولیاء اللہ
باب سوم ــ امامؑ کے ارشادات اور اصحاب کرام
باب چہارم ــ امامؑ کے ارشادات اور انبیاء علیہم السلام
باب پنجم ــ امامؑ کے ارشادات توحید و تعبیر سے متعلق
باب ششم ــ امامؑ کا ارشاد اور قرآن کا مربوط ہونا۔

حصۂ سوم

امام علیہ السلام کے اصحاب و تابعین کا خلق

باب اول ــ بندگی میراں سید محمودؓ
باب دوم ــ بندگی میاں سید خوندمیرؓ
باب سوم ــ بندگی شاہ نعمتؓ

باب چہارم ۔ بندگی شاہ نظام رضؓ
باب پنجم ۔ بندگی شاہ دلاور رضؓ
باب ششم ۔ میاں الٰہداد حمید رضؓ وغیرہ

حصۂ چہارم

باب اول ۔ مخالفین مہدویہ کے ماخذ
باب دوم ۔ سراج الابصار پر چند اعتراضات اور ان کی تحقیق
باب سوم ۔ تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب
باب چہارم ۔ مولف رسالۃ الرد کا عقیدہ اور دیگر علامات مہدئ
باب پنجم ۔ صاحب ہدیہ کے مراتب

حصۂ اول

باب اول ۔ امامؑ کا نسب اور ابتدائی حالات

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد میں امام علیہ السلام کا ذکر دو جگہ کیا ہے، ایک تو رسالۃ الرد کے آغاز میں جہاں یہ کہتا ہے۔

یعتقدون فی شخص مات وله نحو خمسین سنة
(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) صلے

ایک شخص کی مہدیت کے معتقد ہیں جن کی وفات کو تقریباً پچاس سال ہوئے۔

دوسرے امامت کی بحث کے ذیل میں لکھا ہے

فعلم ان السید المیت لیس بمهدی
(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) صلے ۱۶۲

پس معلوم ہوا کہ سید مرحوم مہدی نہیں تھے۔

امام علیہ السلام کو آپ کے مخالفین نے بھی عظیم المرتبت مانا ہے، آپ نے تیئیس ۲۳ سال ہندوستان، عرب اور ایران میں پیام توحید پہونچایا ہے۔ اس کے باوجود شیخ نے آپ کا ذکر بطریق مجہول کیا ہے۔ اس لئے یہ باب قائم کرنا ضروری تھا تاکہ ناظرین پر یہ واضح ہو جائے کہ جن کی مہدیت کے اثبات میں گفتگو ہو رہی ہے ان کے حقیقی احوال اور مراتب کیا ہیں۔

شیخ علی متقی نے تو امام علیہ السلام کی سیادت تسلیم کی ہے لیکن مولف ہدیہ نے آپ کی سیادت سے متعلق شبہ پیدا کیا ہے اس لئے اس کی بھی تردید کر دی گئی۔

باب دوم ۔ ہجرت و دعوت مہدیت

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد کے آخر میں یہ لکھا ہے۔

فالمقصود من هذا ان بدعة هذه الطائفة

مقصود اس سے یہ ہے کہ ان لوگوں کی بدعت جو سید مرحوم کی

المقرین بمھدویۃ ذلک السید المرحوم لا تقتضی ان یکون ھو مبتدعا لا یظن بہ ھذا واللہ اعلم (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول) ص۲۳۶

مہدیت کے مُقر ہیں اس امر کو مقتضی نہیں ہے کہ سید مرحوم بھی بدعتی ہوں، ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم۔

شیخ علی متقی ضمناً یہ کہنا چاہتا ہے کہ اگر مہدوی، امام علیہ السلام کو مہدی موعود مان لیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں وہ بھی خود کو مہدی موعود سمجھتے تھے۔ اس لئے ہجرت اور دعوت کا باب قائم کیا گیا اور ان معاصرین کی شہادت سے بھی جو مہدوی نہیں تھے امامؑ کے دعوی مہدیت کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم۔ اثبات مہدیت

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد میں اس امر کا ادعا کیا ہے۔

بمجرد علمھم انہ اولاد الرسول واسمہ محمد یعتقدون انہ ھو المھدی۔

(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۱۶۶

محض یہ معلوم کر کے وہ آنحضرت صلعم کی اولاد سے ہیں اور ان کا نام محمد ہے، وہ ان کے مہدی ہونے کے معتقد ہو گئے۔

اثبات مہدیت کا باب قائم کر کے شیخ کے مذکورہ ادعا کی تردید کر دی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مہدویوں نے امام السلام کو علامات اور اخلاق کی بنا پر مہدی موعود مانا ہے، نیز ان آیات کی بنا پر جو آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔

(۱) صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں :۔

شیخ علی متقی نے لکھا ہے۔

(۱) واکثر الاحادیث وجلھا یاولون علی رائھم کما یاولون القرآن لاثبات مدعاھم (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول ص۱۰)

(۲) لانھم اعتقدوا ما یخالف ظواھر الحدیث (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول ص۳۰)

اور وہ لوگ اکثر و بیشتر احادیث کے معنے اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں جس طرح کہ اپنا مقصد ثابت کرنے کیلئے قرآن کریم میں تاویل کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ ایسی چیزوں کے معتقد ہیں جو حدیثوں کے صاف اور صریح معنی کے خلاف ہے۔

شیخ علی متقی کے مذکورہ ادعا کی بنا پر ہم نے صحف انبیاء کی پیشین گوئیوں کو رسول اللہ صلعم کے حسب حال بیان کر کے یہ دکھا دیا ہے کہ پیشین گوئیوں کی مطابقت کس طرح کی جاتی

(ب) احادیث نبوی اور وجود مہدی :۔

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد میں احادیث نبوی اور وجود مہدی سے متعلق یہ لکھا ہے۔

والاحادیث الصرائح تخالفہ (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۴

احادیث صریحہ ان کے مخالف ہیں۔

احادیثِ نبوی اور وجودِ مہدی کے تحت صریح حدیثوں کو امام علیہ السلام کے حسب حال ثابت کرکے شیخ کے ادعاء کو باطل قرار دیا ہے۔

(ج) آیاتِ الٰہی۔ اس عنوان کے تحت ان آیات الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے جو امامؑ سے ظاہر ہوئے ہیں یہ عنوان قائم کرنے کا مقصد بھی شیخ علی متقی کے ادعا کو باطل قرار دینا ہے کہ مہدویوں نے امامؑ کو صرف اولاد رسول ہونے کی بنا پر مہدی موعود مانا ہے

اخلاقِ مہدی۔ صاحب سراج الابصار نے حدیث ہرقل کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فاعلم ایها البصیر ان من نصدقه بالمهدویة کان من شانه و اصحابه ما ذکر فی الحدیث۔

پس صاحب بصیرت کو جاننا چاہیئے کہ جن کی مہدیت کی ہم نے تصدیق کی ہے ان کی اور ان کے اصحاب کی شان وہی تھی جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۹۲)

مختلف عنوانوں کے تحت صاحب سراج الابصار کے بیان کی توضیح کردی گئی ہے کہ امامؑ کے اخلاق وہی تھے جو رسول اللہ صلعم کے تھے۔

باب چہارم۔ اصحاب امام علیہ السّلام

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد میں یہ بیان کیا ہے۔

لم یقع له بیعة اهل الحل والعقد فسقط قول من یثبت امامة

ارباب حل وعقد نے ان کی بیعت نہیں کی، پس جو شخص ان کی امامت کو ثابت کرتا ہے، اس کا قول ساقط ہوگیا۔

(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۲۱۸)

شیخ کے دعوے کو باطل کرنے کے لئے ان ارباب حل وعقد کا حال لکھا گیا ہے جنھوں نے امامؑ کو مہدی موعود مانا ہے ان میں سلاطین، امرا، وزرا سب شامل ہیں۔

باب پنجم۔ دائرہ مہدویہ۔ مہدوی اور مہدوی مذہب

شیخ علی متقی نے دائرہ مہدویہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

ولهذا ترى الجهال والعوام یعتقدون لهذه الطائفة المبتدعة

اس وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ عوام اور جاہل اس بدعتی گروہ کے معتقد ہوجاتے ہیں۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۴۲)

مذکورہ باب میں ہندوستان کے مستند مورخوں کے بیان سے ثابت کیا گیا ہے کہ دائرہ مہدویہ میں عصر اول کا اسلام پیش ہو رہا تھا، کتاب وسنت کی اشاعت اور بدعتوں کو دفع کرنا اس جماعت کا طرۂ امتیاز تھا۔

مہدوی مبلغین

شیخ علی متقی نے اس امر کا ادعا کیا ہے کہ مہدوی اپنا مدعا ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔

شیخ کی عبارت یہ ہے۔

وکفی هذا دلیلا علی جهلهم وضلالتهم وعجزهم عن اثبات مدعاهم الباطل.
(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۶۲)

اور یہ ان کی جہالت، گمراہی اور اپنے باطل مدعا کو ثابت کرنے سے عاجز رہنے کی کافی دلیل ہے۔

اسی بنا پر مذکورۂ بالا عنوان کے ذیل میں چند مہدوی مبلغین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک مہدوی مبلغ، علمائے غیر مہدویہ کی ایک ایک جماعت پر غالب آتا تھا۔

باب ششم - مہدوی مذہب کی تبلیغ واشاعت

شیخ علی متقی نے رسالۃ الرد میں مہدویوں کا ذکر اس طرح بطریق مجہول کیا ہے۔

ثم طائفة فی بلاد الهند
(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۶۲)

پھر ایک جماعت ہندوستان کے شہروں میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ علی متقی کے زمانہ میں بھی مشرق کے بیشتر علاقوں میں مہدوی تھے، دوسرے یہ کہ اس نے صرف ہند کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس زمانہ میں ایران اور ترکستان میں بھی مہدوی آباد تھے۔

شیخ کے ادعا کو باطل قرار دینے کے لئے تبلیغ واشاعت کا باب قائم کیا گیا، نیز اس کے سابقہ ادعا کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ مہدوی اپنا مدعا ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں۔ مہدوی مذہب کو حکومت کی سرپرستی تو حاصل نہیں تھی، ایسی صورت میں مہدویوں کی تبلیغ کا ذریعہ سوائے دلیل اور برہان کے اور کیا ہو سکتا تھا۔

اس کے علاوہ مولف ہدیہ نے بعض تاریخی واقعات پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کو بھی اس باب میں دفع کیا گیا ہے۔

باب ہفتم - ابن خلدون نے اپنی تاریخ کا مقدمہ لکھا ہے اور اس مقدمہ میں احادیث مہدی پر جرح کی ہے۔ علامات مہدیت کا انحصار احادیث رسول اللہ پر ہے، اس لئے احادیث مہدی کی صحت ثابت کرنے کیلئے یہ باب قائم کیا گیا۔

باب ہشتم - **اثبات فرائض** - صاحب سراج الابصار نے بیان کیا ہے کہ حقیقی شرع وہی ہے جو امام مہدی بیان کریں۔ سراج الابصار کی عبارت یہ ہے۔

بل الشرع الحقیقی هو الذی یبینه
(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۱۶۲)

حقیقی شریعت تو وہی ہے جو مہدی بیان کرتے ہیں۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے،

بل وجدناه حاکما فی الشرع الاجتهادی و مبینا له (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۱۶۰)

بلکہ ان کو اجتہادی شریعت کا حاکم اور اس کا مبین (بیان کرنے والا) پایا۔

ہم نے مثال کے طور پر فرائض ولایت سے بحث کرکے میاں عالم باللہ کے بیان کی توضیح کر دی۔

حصّہ دوم

باب اول تا باب ششم

میاں عبدالملک سجاوندی نے بیان فرمایا ہے۔

لان الذی وجب التصدیق به فهو ما وجب به تصدیق الانبیاء من الاخلاق لانها هی العلة فی التصدیقات والاصل فیها

(سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص ۱۶۸)

اس لئے کہ جس چیز سے کسی کی تصدیق واجب ہوتی ہے وہ وہی اخلاق ہیں جن سے انبیاء علیہم السّلام کی تصدیق واجب ہوئی تھی کیوں کہ تصدیقات کے بارہ میں وہی علت اور اصل ہیں۔

اس کے جواب میں مولف ہدیہ نے امامؑ کی سیرت کو مورد اعتراض ٹھیرانے کے لئے باب سوم دلیل ہفدہم سے باب ہفتم کے آخر تک بلکہ باب ہشتم میں بھی امام علیہ السّلام کے اخلاق حسنہ پر اعتراضات کئے ہیں اس کی تردید اسی حصہ کے باب اول سے باب پنجم تک مختلف عنوانوں کے تحت کر دی گئی۔

امامؑ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے، مولف ہدیہ نے اس کو بھی (ص ۱۹۸) بد خلقی قرار دیا ہے اور بعض آیات قرآنی کو منسوخ کہہ کر قرآن کو غیر مربوط ٹھیرایا ہے۔ اسی لئے باب ششم قائم کر کے امام علیہ السّلام کے فرمان کی روشنی میں قرآن کا مربوط ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

حصہ سوم

باب اول تا باب ششم

شیخ علی متقی نے یہ ادعا کیا ہے کہ ارباب حل وعقد نے امام علیہ السّلام کی بیعت نہیں کی عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے اس کے جواب میں امام علیہ السّلام کی تصدیق کرنے والوں کے مراتب اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

واین اهل الحل والعقد من مرتبتهم هم القوم حفتهم الملائکة (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص ۳۳۲)

ارباب حل وعقد کا مرتبہ کہاں ان کے مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جنھیں فرشتے گھیرے ہوئے ہیں

مولف ہدیہ نے علامہ سجاوندی کے اس بیان کے رد میں، باب دوم، باب سوم، دلیل ہفدہم سے باب ہشتم کے آخر تک سیرت اصحاب امامؑ کو قابل اعتراض قرار دینے کے لئے آپ کے اخلاق سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں، ان کی تردید اس حصہ کے باب اول سے باب ششم تک کر دی گئی ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے اپنے ساتھیوں یعنی تابعین اصحاب امامؑ کی عبادت کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وجدت انا کثیرا من اصحابنا باکین من الم الفراق متورمی الاقدام من قیام اللیالی

میں نے اپنے اصحاب میں سے بہتوں کو الم فراق سے روتا ہوا راتوں کو (عبادت کے لئے) کھڑے رہنے سے ان کے پاؤں کو

الیٰ آخرہ۔ (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۱۷۴)

متورم پایا۔

اس کے بعد یہ لکھا ہے۔

فھولاء تابعون لاصحاب المھدی فاذا کان اصحابہ اطباء ھذقاء یداوون المرضیٰ بالامراض الروحانیۃ فما ظنک بذاتہ (سراج الابصار مع مقدمہ (طبع اول) ص۱۷۴)

یہ لوگ اصحاب مہدی کے متبعین سے ہیں، پس جب اصحاب مہدی ایسے حاذق طبیب ہیں کہ امراض روحانیہ کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، پس آپ کا خود ان کے (یعنی مہدی موعود کے) متعلق کیا خیال ہے۔

اس دلیل کی نفی کرنے کے لئے مولف ہدیہ نے میاں عبدالملک سجاوندی پر تحریف وغیرہ کا الزام عاید کیا ہے، اس کا جواب حصہ چہارم باب اول و دوم و سوم میں دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بندگی ملک الہدا خلیفہ گروہ اور بندگی سید خوندمیر کے فرزند میاں سید محمود سے متعلقہ روایتوں کے باب میں جو شبہات پیش کئے ہیں اس کا جواب بھی اسی حصہ کے باب ششم کے ذیل میں دیا گیا ہے۔

حصۂ چہارم

باب اول۔ مخالفین مہدویہ کے ماخذ:۔

اس باب میں رسالۃ ود، ہدیہ مہدویہ وغیرہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے چونکہ یہ مخالفین مہدویہ کے ماخذ رہے ہیں۔

باب دوم۔ سراج الابصار پر چند اعتراضات اور اس کی تحقیق۔

بخاری کی شرح فتح الباری میں نہیں بلکہ مقدمہ میں جس کا راست تعلق بخاری سے ہے ان تمام اعتراضات کی تحقیق کیگئی ہے جو دارقطنی وغیرہ نے بخاری کی روایتوں پر کئے ہیں، اسی طرح مقدمہ سراج الابصار میں ان اعتراضات کو دفع کیا گیا ہے جو سراج الابصار پر کئے گئے۔

باب سوم۔ تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب

سراج الابصار سے متعلق مولف ہدیہ نے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے، اس کی تحقیق اس باب میں کیگئی ہے۔

باب چہارم۔ مولف رسالۃ الرد کا عقیدہ اور دیگر علامات مہدی

اس باب میں مولف رسالۃ الرد کے مسامحات سے تعرض کیا گیا ہے۔

باب پنجم۔

رسالۃ الرد میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ مہدی معصوم نہیں محفوظ عن الخطا ہے، اس باب قائم کرکے صاحب بینہ کے مراتب بیان کئے گئے۔

مقدمہ سراج الابصار میں ہدیہ مہدویہ وغیرہ کا جواب | مقدمہ سراج الابصار کے ضمن میں ہدیہ مہدویہ وغیرہ کے جوابات بھی آگئے ہیں

یہ جوابات مقدمہ کے کس حصہ اور کس باب میں آئے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ہدیہ مہدویہ کے باب اول کے مندرجات کا اعادہ ابواب مابعد میں کیا گیا ہے۔ یوں تو ہدیہ کا پہلا باب عقائد میں ہے لیکن مطالب کے لحاظ سے اس کا تعلق تین امور سے ہے۔

(ا) امام مہدی کے مراتب

(ب) فرائض ولایت

(ج) مراتب اصحاب وتابعین مہدیؑ۔

امام علیہ السلام کے مراتب سے متعلق جو اعتراض ہے اس کا جواب حصہ چہارم باب پنجم میں دیا گیا ہے فرائض ولایت کا اثبات حصہ اول باب ہشتم میں کیا گیا ہے۔ اصحاب مہدیؑ کے مراتب سے متعلق جو شبہ پیدا کیا گیا ہے اس کو حصہ دوم باب سوم میں دفع کیا گیا ہے۔

(۲) ہدیہ کا باب دوم تاریخی واقعات سے متعلق ہے، اس کا جواب حصہ اول کے باب اول، باب دوم، باب چہارم باب پنجم اور باب ششم میں دیا گیا ہے، اس کے علاوہ حصہ چہارم باب اول میں بھی مولف ہدیہ کے اعتراض کو جو تاریخ سے متعلق ہے دفع کیا گیا ہے۔

(۳) ہدیہ مہدویہ کے باب سوم میں تین امور مذکور ہیں۔

(ا) قرآن ووجود مہدی

(ب) احادیث نبوی اور مہدی

(ج) امامؑ کا خلق

قرآن اور وجود مہدی سے متعلق تفصیلی بحث حصہ چہارم باب چہارم اور باب پنجم میں ہے۔

حصہ اول باب دوم وسوم، حصہ چہارم باب دوم اور چہارم میں ان احادیث کو جو مہدی کے باب میں مروی ہیں امام علیہ السلام کے حسب حال ثابت کیا گیا ہے۔

(۴) ہدیہ مہدویہ کے باب چہارم سے باب ہشتم تک جو جو اعتراض امامؑ کے ارشادات پر ہے، حصہ دوم میں باب اول سے باب ششم تک اس کا جواب دیا گیا ہے۔

(۵) اسی طرح ہدیہ مہدویہ کے باب چہارم سے باب ہفتم تک اصحاب مہدی پر جو اعتراض ہے، حصہ سوم میں باب اول سے باب ششم تک جواب دیا گیا ہے۔

(۶) ہدیہ مہدویہ کا باب ہشتم بڑی حد تک باب اول کا اعادہ ہے، اس لئے کہ باب اول میں تسویت پر جو اعتراض ہے اسی کو طول دے کر باب ہشتم میں بیان کیا گیا ہے اس کا جواب حصہ چہارم باب پنجم میں دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ابن خلدون، سرسید احمد خاں اور مارگولیت کا جواب حصہ اول باب ہفتم میں اور محمود شیرانی کا جواب حصہ اول باب اول میں دیا گیا ہے۔

مقدمۂ سراج الابصار کے علمی اور فنی مباحث کے سلجھانے میں اور مذہب مہدویہ کو قرآن و حدیث کے مطابق ثابت کرنے میں خداوند تعالیٰ کے فضل اور خاتمین علیہا الصلوٰۃ والسّلام کے فیضان کے سوا میرے لئے کوئی اور رہنمائی نہیں تھی۔

الحمد للہ یہ مقدمہ (جو امام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مہدیت کے ثبوت اور آپؑ کی مدلل سیرت پر بھی مشتمل ہے) ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کی ستائیسویں شب یعنی لیلۃ القدر کو (مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء) چنچلگوڑہ حیدرآباد (آندھرا پردیش) میں پایۂ اختتام کو پہونچا۔

حاصلِ عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصۂ اوّل

بابِ اوّل

امام مہدی علیہ السلام کا نسب اور ابتدائی حالات

نسب

امامؑ کا اسم مبارک سید محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے آپ کے پدر بزرگوار سید عبداللہ ہیں جن کا خطاب سید خاں ہے، آپؑ چودھویں جمادی الاولیٰ پیر کے دن ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مولد شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ ہند کا پایۂ تخت تھا۔ مولوی خیرالدین محمد صاحب الہ آبادی[1] نے جونپور نامہ کے باب پنجم میں آپؑ کے حالات میں لکھا ہے۔

---

[1] ۔ ایس۔ ایم جعفر نے اپنی تصنیف "Education in Muslim India" طبع لاہور ۱۹۳۶ء (یعنی ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد کی تعلیم) کے صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ پر مولوی خیرالدین محمد صاحب الہ آبادی کے باب میں یہ لکھا ہے۔

"Almost about the same time Khairuddin Muhammad of Allahabad, author of Tazkiratul Ulma (Memoirs of the Renowned Scholars of Jaunpur) Ibratt Nama, Gwalior Nama, Balwanth Nama & Jaunpur Nama Kept a Madrasa at his native city till the sale of Kora & Allahabad by the East India Company to Nawab Shujaud-daula."

یعنے تقریباً اسی عہد میں مولوی خیرالدین محمد صاحب الہ آبادی مصنف تذکرۃ العلماء (احوال علمائے مشاہیر جونپور) عبرت نامہ، گوالیار نامہ، بلونت نامہ اور جونپور نامہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورہ (جہاں آباد) اور الہ آباد کو نواب شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کرنے تک اپنے وطن میں ایک مدرسہ قائم رکھا۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۴۴ کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ ثناء اللہ خاں نے تذکرۃ العلماء کا ترجمہ کیا ہے۔

مولوی خیرالدین محمد صاحب نے شیخ عبدالقادر عمادی جونپوری کی تصنیف "عقد الفرائض" کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری میں موجود ہے۔

پدرش خواجہ عبداللہ از جانب سلطنت سید خاں خطاب داشت و مادرش آمنہ خاتون کہ خواہر قوام الملک باشد بہ آغا ملک مخاطب بود، ہر دو مادر و پدر از اجلۂ سادات بنی فاطمہ بودند۔

حضرت سید محمد (مہدی علیہ السلام) کے والد سید عبداللہ کو سلطنت کی طرف سے سید خاں کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون قوام الملک کی بہن تھیں۔ اور آغا ملک ان کا خطاب تھا۔ ماں اور باپ دونوں اکابر سادات بنی فاطمہ سے تھے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے متعلق صاحب جونپور نامہ نے لکھا ہے کہ وہ حسنی تھیں۔ جونپور نامہ کی عبارت یہ ہے:۔

"پدر حسینی و مادر حسنی"

لیکن خاتم سلیمانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ حسینی تھیں، چنانچہ مؤلف سیر مسعود نے بھی یہ لکھا ہے "حضور موعود کی والدہ صاحبہ کے والد کا نام بھی عبداللہ تھا اور بقولے سید جلال الدین اور ایک روایت سے اوپر جا کر حضور موعود کے نسب سے مل جاتی ہیں"[1]۔

اس روایت سے حسینی ہونا ظاہر ہے۔ بہرحال دونوں روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ آپ بنی فاطمہ سے تھیں۔ مولود میاں عبدالرحمٰن اور مطلع الولایت میں آپ کے ماموں کا نام قیام الملک لکھا ہے۔ اور صرف بندگی میاں سید برہان الدینؒ (ولادت ۱۰۰۹ھ) صاحب شواہد الولایت کے بیان سے جونپور نامہ کی تائید ہوتی ہے۔ شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

برادران ایشاں المسمی ملک قوام الملک کہ اہل طریقت و اہل طریقت و اہل باطن بودند (باب سوم)

ان کے بھائی مسمی ملک قوام الملک جو صاحب طریقت اور صاحب باطن تھے۔

جون پور میں ایک بزرگ مدفون ہیں موسوم بہ سید علی قوام، ممکن ہے قوام، قوام الملک کا مخفف ہو، اخبار الاخیار میں ان کا سال وفات ۹۰۵ھ مذکور ہے[2]۔

صاحب جونپور نامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں اسی طرح علی شیر قانع صاحب تحفۃ الکرام نے بھی بیان کیا ہے۔

"سید الاولیاء سید محمد الملقب بمیراں مہدی ابن میر عبداللہ المعروف بہ (سید) خاں کہ نسبتش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوندد[3]"

اس عبارت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ سید الاولیا کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے دوسرے یہ کہ میراں مہدی بھی آپ کا ایک لقب تھا تیسرے یہ کہ آپ کے والد کا نام سید عبداللہ اور سید خاں خطاب تھا، چوتھے یہ کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔

واضح ہو کہ کتاب تحفۃ الکرام سندھ میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ مرقوم ہے۔

"دریں بحار فیض آثار میاں غلام شاہ خاں توسل ملازمت جہت تالیف حالات بزرگان آں خاندان وقوع یافتہ و بعد ازاں توفیق تدوین این اوراق دست داد" (جلد دوم صفحہ ۱۰۵)

---

[1] سیر مسعود (طبع حیدرآباد ۱۳۵۵ھ) صفحہ ۷ [2] اخبار الاخیار (طبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ) [3] تحفۃ الکرام مطبوعہ مطبع ناصری جلد دوم۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علی شیر قانع نے میاں غلام شاہ خاں کے خاندانی بزرگوں کے حالات لکھنے کے لئے ان کی ملازمت اختیار کی تھی اور اس کے بعد انھیں ان اوراق (یعنے تحفۃ الکرام) کی تدوین کی توفیق ہوئی۔ میاں غلام شاہ خاں کا والی سندھ ہونا اس طرح مذکور ہے۔

"صاحب زادہ محمد سرافراز خاں ولد میاں غلام شاہ خاں والی سندھ الی آخرہ (جلد سوم صفحہ ۲۲۶)"

جونپور نامہ جیسا کہ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے جونپور کی عدالت کے جج مسٹر ابراہیم ولند کی فرمائش پر جونپور ہی میں لکھا گیا۔ صاحب تحفۃ الکرام اور صاحب جونپور نامہ دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے والد کا نام سید عبداللہ اور سید خال خطاب تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں یہ امر متعارف تھا۔

عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے تیسرے سوال کے جواب میں وہ حدیث بھی درج کی ہے جس میں امام مہدی کے باپ کا رسول اللہ صلعم کے باپ کا ہم نام ہونا مذکور ہے۔ اگر اس زمانہ میں آپ کے والد کا نام سید عبداللہ مشہور نہ ہوتا تو علامہ سجاوندی اس طرح حدیث پیش نہ کرتے۔

اسی طرح صاحب مخزن الدلائل نے حدیث یملا الارض کے ذیل میں اس روایت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ وقولہ اسم ابیہ اسم ابی مسلم یعنے رسول اللہ صلعم کا ارشاد کہ امام مہدی کے باپ آپ کے باپ کے ہم نام ہوں گے مسلم ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں لفظ "میراں" مشہور ہو گیا تھا۔ محمد معصوم بھکری المتخلص بہ نامی نے تاریخ سندھ میں قاضی قاضن کے بیان میں لکھا ہے۔

در سلک مریداں و معتقداں سید محمد جون پوری کہ بہ میراں مہدی مشہور است انتظام داشتہ[1]	سید محمد جونپوری المعروف بہ میراں مہدی کے مریدوں اور معتقدین میں تھے۔

صاحب جونپور نامہ نے یہ لکھا ہے۔

خود ش دراں دیار بلقب میراں جیو مشتہر باشد و وبین العلماء شہرت بخواجہ ہم دارد	شہر جونپور اور اس کے نواح میں آپ میراں جی کے لقب سے مشہور ہیں اور علماء میں خواجہ کے نام سے۔

کتب مہدویہ میں بھی "میراں فرمودند" "میراں گفتہ اند" کے الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے اولیائے ہند کے ذیل میں یہ لکھا ہے "میراں سید محمد جونپوری .... یہ بزرگ امام موسیٰ کاظم کی بارھویں پشت میں میر سید عبداللہ عرف بڈھا صاحب متوطن جونپور کے صلب اور بی بی امینہ (آمنہ) کے پیٹ سے ۸۴۷ھ میں بمقام جونپور متولد ہوئے۔ یہاں بھی لفظ میراں آپ کے نام کے ساتھ لایا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا کتب غیر مہدویہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب جونپور نامہ نے آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ مسند قلمی اسیٹ سنٹرل لائبریری۔ [2] فرہنگ آصفیہ 1 طبع لاہور ۱۹۱۸ء)

از نسل حضرت جعفر بن موسیٰ کاظم ابن جعفر الصادق رضی اللہ عنہم وہمیں جعفر را نعمۃ اللہ می گفتند (باب پنجم)

حضرت جعفر بن موسیٰ کاظم ابن جعفر الصادق رضی اللہ عنہم کی نسل سے ہیں اور انہی جعفر کو نعمۃ اللہ کہتے تھے

صاحب شواہد الولایت نے امام علیہ السّلام کا کرسی نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت امیر سید محمد مہدی موعود خاتم الولایت المقیدۃ المحمدی صلی اللہ علیہا وسلم بن سید عبداللہ بن سید عثمان بن سید خضر بن سید موسیٰ بن سید قاسم بن سید عبداللہ بن سید یوسف بن سید یحییٰ بن سید جلال الدین بن سید اسماعیل بن سید نعمۃ اللہ بن سید امام موسیٰ کاظم الیٰ آخرہ۔ (باب سوم)

لیکن دفتر شاہ برہان میں سید نعمت اللہ بن سید اسمٰعیل بن سید موسیٰ کاظم آیا ہے۔

معارج الولایت میں امام علیہ السّلام کا جو کرسی نامہ دیا گیا ہے اس میں بھی نعمۃ اللہ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم مندرج ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتب مہدویہ میں دو روایتیں ہیں ایک میں اسماعیل بن نعمۃ اللہ آیا ہے اور ایک میں نعمۃ اللہ بن اسماعیل مندرج ہے۔

لیکن ناموں کی تقدیم و تاخیر سے عدد کرسی نسب پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کتب مہدویہ اور جونپور نامہ کی روایت کا قدر مشترک یہ ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں، صاحب خاتم سلیمانی نے گلشن چہارم چمن اول میں امام علیہ السلام کا کرسی نامہ اور گلشن ششم چمن اول میں بندگی میاں سید خوندمیر کا کرسی نامہ دیا ہے اس میں بھی سید نعمۃ اللہ بن سید اسمٰعیل بن موسیٰ کاظم کے الفاظ آئے ہیں۔

خاتم سلیمانی میں مذکور ہے کہ اس کا ماخذ ملک شرف الدین کا نسل نامہ ہے جو ۱۱۱۲ھ میں مرتب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ امام علیہ السّلام اور بندگی میاں سید خوندمیر کے نسب کا کرسی نامہ جو خاتم سلیمانی میں دیا گیا ہے وہی ہے جو نسل نامہ میں مندرج تھا۔

مولف مذاہب الاسلام نے بھی خاتم سلیمانی کے حوالے سے یہ لکھا ہے۔

"سید جلال الدین بن امیر سید نعمت اللہ بن امیر اسماعیل بن امیر موسیٰ کاظم اور خاتم سلیمانی میں بھی یہی مندرج ہے"[1]

مذکورہ ماخذ ہدیہ مہدویہ کی تالیف سے قبل کے ہیں ان کے مندرجات سے امامؑ کا نعمۃ اللہ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شواہد الولایت وغیرہ میں ناموں کی تقدیم و تاخیر ہونے سے نسب پر اعتراض نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ صاحب شواہد الولایت نے اپنی دوسری تالیف یعنے حدیقۃ الحقائق میں جو سلسلۂ نسب دیا ہے وہ کتب انساب کے مطابق ہے۔

غرض حدیقۃ الحقائق، معارج الولایت، نسل نامہ اور خاتم سلیمانی کی روایت کتب انساب کے مطابق ہے۔

کتاب کنز الانساب انساب سے متعلق ایک قدیم ماخذ ہے۔ سید مرتضیٰ[2] علم الہدیٰ نے اسی کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

---

[1] مذاہب الاسلام (طبع نولکشور) [2] یہ سید مرتضیٰ، سید رضی کا بھائی نہیں ہے۔

کتاب کے دیباچہ میں یہ مذکور ہے۔

چنیں گوید مصنف ایں کتاب ابو مخنف بن لوط بن یحییٰ خزاعی علیہ الرحمہ وایں کتاب را کنز الانساب و بحر المصاب نام کردہ و کاتب ایں کتاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام است کہ بدست مبارک خود نوشتہ بودند و بعضے بخط امام حسن عسکری علیہ السلام بودہ وایں کتاب شریف مدتے روزگار دمسجد اقصیٰ بماند واز ہجرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ششصد و پنجاہ و سہ سال رسیدہ بود کہ حضرت سید ابو طاہر بن جعفر بن عمران بن موسیٰ بن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایں کتاب شریف را از مسجد اقصیٰ بہ ولایت عجم آوردتا مدتے روزگار گذشت کہ حضرت سید ابو طاہر در شہر سبزوار بجوار رحمت حق پیوست و ایں کتاب بلغط عربی بود حضرت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ از عربی بفارسی در آوردہ[1]

اس طرح کہتا ہے اس کتاب کا مصنف ابو مخنف بن لوط بن یحییٰ خزاعی علیہ الرحمہ اس کتاب کا میں نے کنز الانساب اور بحر المصاب نام رکھا ہے، اس کتاب کے لکھنے والے امام جعفر صادق ہیں۔ اپنے دست مبارک سے آپ نے یہ کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کا کچھ حصہ امام حسن عسکری کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا یہ متبرک کتاب ایک مدت تک مسجد اقصیٰ (بیت المقدس میں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چھ سو ترپن ۶۵۳ سال گذر گئے تھے کہ حضرت سید ابو طاہر بن جعفر بن عمران بن موسیٰ بن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اس متبرک کتاب کو مسجد اقصیٰ سے ایران لائے اس پر بھی ایک زمانہ گذر گیا۔ یہاں تک کہ سید ابو طاہر شہر سبزوار میں واصل بحق ہو گئے۔ یہ کتاب عربی میں تھی، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔

کتاب کنز الانساب کے دیباچہ کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس نسب نامہ کی حیثیت تاریخی ہے۔

اس کتاب میں امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے ذیل میں یہ مرقوم ہے۔

اما اسماعیل بن حضرت موسیٰ کاظم را ہشت فرزند بود بدین اسامی مجیب و عابد، ثابت، نعمت و اسد و حبیب و احمد و ماجد[2]

لیکن اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم کے آٹھ (۸) فرزند تھے ان کے نام یہ ہیں۔ مجیب، عابد، ثابت، عابد ثابت، نعمت و اسد و حبیب و احمد اور ماجد

ظاہر ہے کہ نعمت بیٹے ہیں اسماعیل بن موسیٰ کاظم کے، یہ حدیقۃ الحقائق، نسل نامہ اور خاتم سلیمانی کی روایت کے مطابق ہے۔

نعمت مخفف ہے نعمۃ اللہ کا، ایسے مرکب نام اس زمانہ میں غیر متعارف نہیں تھے خود صاحب کنز الانساب نے عبداللہ بن موسیٰ کاظم کی اولاد کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

اما عبداللہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم را یازدہ فرزند بود باسامی نوذر، فیروز و منصور و اسود و عزیز و ابراہیم و اسماعیل و امان اللہ و عون اللہ و عزیز اللہ و حبیب اللہ[3]

لیکن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظم کے گیارہ فرزند تھے ان کے اسماء یہ ہیں، نوذر، فیروز، منصور، اسود، عزیز ابراہیم، اسماعیل، امان اللہ، عون اللہ، عزیز اللہ

---

[1] کنز الانساب (طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) صفحہ ۲ [2] کنز الانساب (طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) صفحہ ۶۱

(ھبت اللہ) [1] | اور ھبت اللہ۔

مؤلف کنز الانساب نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

اما احمد بن حضرت امام موسیٰ کاظم را شش فرزند بود بدیں اسامی فتح اللہ، نور اللہ وعین اللہ وعباد اللہ وروح اللہ وغیب اللہ [2] | لیکن احمد بن موسیٰ کاظم کے چھ فرزند تھے ان کے اسماء یہ ہیں۔ فتح اللہ، نور اللہ، عین اللہ، عباد اللہ، روح اللہ اور غیب اللہ۔

ظاہر ہے کہ نعمۃ اللہ کی ترکیب اس زمانہ کے لحاظ سے غیر متعارف نہیں ہے۔

ماموں رشید کے زمانہ میں ہی امام موسیٰ کاظم کے بیٹے اور پوتے بغداد سے خراساں آگئے تھے۔ صاحب کنز الانساب نے یہ لکھا ہے۔

در روایت آوردہ اند کہ چوں ماموں رشید حضرت علی بن موسیٰ رضا را از مدینہ رسول خدا بہ شہر طوس بردہ بود و پیشوائے خود ساختہ جملہ فرزنداں و فرزند زادگاں حضرت امام موسیٰ کاظم از بغداد روی بولایت خراساں نہاد [3] | یہ روایت کی گئی ہے کہ جب ماموں رشید حضرت علی بن موسیٰ رضا کو مدینۃ الرسول سے شہر طوس لایا اور اس نے انہیں اپنا پیشوا بنایا تو حضرت امام موسیٰ کاظم کے سب فرزند اور فرزندوں کی اولاد نے بغداد سے ولایت خراساں کا رخ کیا۔

اس لحاظ سے نعمت اللہ بن اسماعیل کا بھی خراسان جانا ثابت ہوگا اس لئے کہ مصنف نے جملہ فرزندان و فرزند زادگان کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حاصل یہ کہ امامؑ کا نعمۃ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا قدمائے مہدویہ کی روایت سے ثابت ہے اور یہ سلسلہ کتب انساب کے بالکل مطابق ہے۔

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا "عمدۃ المطالب" کے حوالے سے یہ کہنا کہ اسماعیل بن موسیٰ کاظم کے صرف ایک فرزند کی نسل جاری ہوئی ہے جن کا نام موسیٰ ہے۔ اس کے مفید نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب کنز الانساب میں جو "عمدۃ المطالب" سے مقدم بھی ہے اور متقدم بھی، موسیٰ بن اسمٰعیل کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب کا سن تالیف ۸۰۲ھ ہے اور اس کے مولف کا سن وفات ۸۲۸ھ ہے [4] اور کنز الانساب اس سے برسوں قبل لکھی گئی ہے۔ کنز الانساب کے مقابلے میں عمدۃ المطالب کے مندرجات سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب عمدۃ المطالب کی تحقیق قابل اعتبار نہیں ہے چنانچہ اس نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے نسب سے انکار کر دیا ہے۔ صرف اس بناء پر کہ آپ کے والد کے نام محمد کے ساتھ "جنگی دوست" بھی آیا ہے۔ عمدۃ المطالب کی عبارت یہ ہے

وھذا الاسم اعنی جنگ دوست" اعجمی صریح [5] | اور یہ نام یعنی جنگی دوست صریحاً عجمی ہے۔

حالانکہ "جنگ دوست" لقب ہے نام نہیں ہے۔

امام علیہ السلام کے نسب میں اسماعیل بن نعمت اللہ آئے یا نعمۃ اللہ بن اسماعیل اس تقدیم و تاخیر سے نسب کی

---

[1] کنز الانساب (طبع بمبئی) ص ۶۰ [2] کنز الانساب (طبع بمبئی) ص ۶۱ [3] کنز الانساب (طبع بمبئی) ص ۶۳ [4] ریحانۃ الادب جلد اول ص ۳۸۰
[5] عمدۃ المطالب طبع بمبئی ۱۳۱۸ھ ص ۱۰۹

پشتوں میں کوئی کمی یا زیادتی واقع نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلعم کے نسب میں تو پشتوں کا سخت اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

رسول اللہ سے عدنان تک سلسلہ نسب ارباب سیر کا متفق علیہ ہے۔ لیکن عدنان سے اسماعیل علیہ السلام تک پشتوں کی مختلف تعداد مروی ہے۔ جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ[1] نے بیان کیا ہے۔

بعضے میان عدنان و اسماعیل سی تن ذکر کردہ اند کہ معروف نیست اشخاص و احوال ایشاں و بعضے کم و بعضے بیش

بعض نے عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس ۳۰ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ اشخاص اور ان کے احوال معروف نہیں بعض نے کم اور بعض نے زیادہ کا ذکر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ عدنان سے اسماعیل تک تیس ۳۰ پشت ہیں۔

صاحب روضۃ الاحباب نے روایت کی ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان بعض نے چودہ ۱۴ پشتیں اور بعض نے چالیس ۴۰ پشتیں تسلیم کی ہیں۔ روضۃ الاحباب کی عبارت یہ ہے۔

بعضے میان عدنان و اسماعیل چہاردہ عدد کردہ اند و بعضی زیادہ تا بہ حدے کہ بہ چہل عدد رسیدہ[2]

بعض نے عدنان اور اسماعیل کے درمیان چودہ ۱۴ پشتیں شمار کی ہیں اور بعض نے زیادہ یہاں تک کہ تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہے۔

مواہب لدنیہ میں یہ مروی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بین عدنان و اسماعیل ثلاثون ابا لا یعرفون[3]

ابن عباس سے مروی ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس اجداد ہیں جو معروف نہیں ہیں۔

اس لحاظ سے ایک روایت کی بنا پر دس پشتوں کا اختلاف ہے اور ایک روایت کی بنا پر چھبیس ۲۶ پشت کا اختلاف۔ کیا اس اختلاف کی بنا پر رسول اللہ صلعم کے سلسلۂ نسب میں شبہ کیا جائے گا؟ ایسی صورت میں امام علیہ السلام کے کرسی نامہ میں بروایت شواہد الولایت نعمتہ اللہ بن اسماعیل کی جگہ اسماعیل بن نعمتہ اللہ آجائے تو اس سے امام علیہ السلام کے نسب کی تعنی کس طرح ہو جائے گی؟

یہاں تو ایک پشت کا بھی اختلاف نہیں ہے صرف ناموں کی تقدیم و تاخیر ہے۔ اختلاف پشت سے رسول اللہ صلعم کا نسب غیر صحیح نہیں ہو سکتا تو صرف ایک نام کی تقدیم و تاخیر سے امام علیہ السلام کا سلسلۂ نسب کس طرح غیر صحیح ہو جائیگا۔

مولف ہدیہ نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ امام علیہ السلام کی ولادت اور امام موسیٰ کاظم کی وفات کے درمیان ۶۶۴ برس کا زمانہ ہے یہ لکھا ہے۔

"غرض معلوم ہوا کہ بارہ پشت مہدی مذکور میں ہر شخص تقریباً چھپن ۵۶ برس کے بعد معمر ہو کر ایک بیٹا جنتا تھا اور اگر کسی نے ان میں سے اس عمر سے کم میں جنا تو مفقود ہوا کہ دوسرا پشت والا چھپن برس کی عمر سے بھی زیادہ میں جنے مثلاً اگر ایک شخص تیس برس میں صاحب اولاد ہوا تو مفقود دوسرا بیاسی برس کا بوڑھا ہو کر بیٹا جنے تاکہ بارہ پشت مہدی کی اس مدت چھ سو چوسٹھ پوری ہو جاویں یہ مقدمہ نہایت غریب و

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۶۔ [2] روضۃ الاحباب (طبع لکھنؤ) جلد اول ص۔ [3] المواہب اللدنیہ (طبع مصر) الجزء الاول ص۱۵

نادر ہے کہ کسی دوسرے کے نسب صحیح میں دنیا میں ایسا نہ ہوا ہوگا۔"[1]

مذکورہ عبارت سے تین امور مستفاد ہوتے ہیں۔

۱۔ ۶۶۴ برس میں بارہ پشتوں کا ہونا مولف ہدیہ کے نزدیک نسب صحیح کی علامت نہیں ہے۔

۲۔ ہر پشت کی اوسط عمر ۵۶ برس ہونا بھی اس کے نزدیک ممکن الوقوع نہیں ہے۔

۳۔ اگر ایک شخص تین سو برس کی عمر میں صاحب اولاد ہو تو دوسری پشت والے کو ۸۲ برس کی عمر میں صاحب اولاد ہونا ضروری ہوا اور یہ بھی معترض کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

خود مولف ہدیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

" صاحب تقویم التواریخ اور صاحب تاریخ بیت المقدس نے تحقیق کی ہے کہ ولادت باسعادت آنحضرت کی ہبوط آدم سے چھ ہزار اور ایک سو ترسٹھ برس کے بعد ہوئی ہے اور یہی حساب حضرت کے صحیح کلام کے مطابق ہے کہ میں پچھلے ہزار یعنے ساتویں ہزار میں ہوں چنانچہ طبرانی کی روایت میں مذکور ہو چکا ہے۔"[2]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم اور آدم علیہ السلام کے درمیان ۶۱۶۳ برس کا ہونا مولف ہدیہ کے نزدیک متحقق ہے۔

اس طویل مدت میں رسول اللہ صلعم کے نسب کی انچاس[49] پشتیں ہیں جیسا کہ سیوطی نے روایت کی ہے۔

بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین آدم تسع وارلعون ابا (مسالک الحنفا)	نبی صلعم اور آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس پشت ہیں۔

اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم کے سلسلۂ نسب میں ہر پشت کا اوسط ایک سو پچیس[125] ہے امام کے نسب میں بحساب معترض اوسط چھپن[56] سال ہے۔

مولف ہدیہ کو چھپن سال اوسط ہی کے ممکن الوقوع ہونے میں شبہ ہے، دیکھیں ایک سو پچیس[125] اوسط کے باب میں اس کے متبعین کیا کہتے ہیں؟

مولف ہدیہ کا امام علیہ السلام کے نسب کے باب میں یہ کہنا کہ " بارہ پشت مہدی مذکور میں ہر شخص تقریباً چھپن برس کے بعد معمر ہو کر ایک بیٹا جنا تھا۔" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معترض حساب کے ابتدائی قواعد سے بھی ناواقف ہے، عمر کے اوسط کو عمر حقیقی اور قطعی قرار دینا غلط ہے۔ چھپن سال اوسط عمر ہو تو چھپن سے کم اور چھپن سال سے زیادہ عمر میں بھی صاحب اولاد ہونا عین ممکن ہے۔

آج کل ہندوستان میں عمر کا اوسط ۳۲ سال ہے اس کے باوجود ایسے افراد بھی ملتے ہیں، جو ساٹھ سال سے زیادہ عمر میں بھی صاحب اولاد ہوتے ہیں۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ صـ۴۹ [2] ہدیہ مہدویہ صـ۷۴

جب اوسط پچپن سال ہو تو اس سے بڑی عمر میں صاحب اولاد ہونا بعید نہیں۔ معترض کا یہ حساب بھی غلط ہے کہ اگر ایک شخص تیس سال کی عمر میں صاحب اولاد ہو تو دوسرے کو بیاسی برس کی عمر میں صاحب اولاد ہونا پڑے گا تاکہ بارہ پشت معینہ مدت ہی میں آسکیں۔

مختلف خاندانوں میں یہ امر متعارف ہے کہ ایک شخص کی اولاد اس کے پوتوں اور نواسوں کی بھی ہم عمر ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اٹھارہ برس کی عمر میں شادی کی اور باون برس کی عمر میں دوسری شادی کی پہلی بیوی کے بطن سے جو اولاد ہوگی اس کی پشتوں کا شمار اس اولاد کی پشتوں سے زیادہ ہوگا جو دوسری بیوی کے بطن سے ہوگی۔

بعض خاندانوں کی اوسط عمر ہی بڑی ہوتی ہے، بعض لوگ تو اپنے پر پوتوں کو بھی دیکھتے ہیں۔ ذیل میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

صاحب العقد الفرید نے ہارون الرشید کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے

ولما افضت علیہ الخلافۃ سلم علیہ عمہ سلیمان ابن منصور والعباس بن محمد عم ابیہ وعبد الصمد بن علی عم جدہ فحید الصمد عم العباس والعباس عم سلیمان و سلیمان عم ہارون[1]

جب ہارون کو خلافت ملی، اس کے چچا سلیمان بن منصور اور عباس بن محمد جو اس کے باپ کے چچا تھے اور عبد الصمد بن علی جو اس کے دادا کے چچا تھے تسلیم بجالائے۔ عبد الصمد چچا تھے عباس کے اور عباس سلیمان کے چچا تھے اور سلیمان ہارون کے چچا تھے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ چار پشتیں ایک جگہ جمع ہوگئی تھیں۔ یعنی ایک شخص اپنے پر پوتے کو دیکھ رہا ہے۔

مصر کے فاطمی خلیفہ العزیز باللہ (المتوفی ۳۸۶ھ) کے متعلق بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے پردادا نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، صاحب جامع التواریخ نے اس کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

بعد از ہفت ماہ توت معز الدین سر پر آرا گشت عمش حیدر وعم پدرش ابو الفرات وعم جدش باوے بیعت کردند[2]

معز الدین کی وفات کے سات ماہ بعد سریر آرا ہوا۔ اس کے چچا حیدر ابو الفرات نے اور اس کے دادا کے چچا نے اس سے بیعت کی

یہ بھی مذکور ہے کہ العزیز باللہ اکیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا ہے۔ مندرجہ عبارت سے ظاہر ہے کہ چار پشتیں ایک جگہ جمع ہوگئی تھیں۔ یعنے پردادا نے پر پوتے کی تخت نشینی دیکھی ہے۔

ایسی صورت میں اوسط عمر کو عمر قطعی قرار دے کر یہ حکم لگانا کہ ایک تیس کی عمر میں صاحب اولاد ہو تو دوسرا بیاسی سال ہی کی عمر میں صاحب اولاد ہوگا نہ تو حساب کے لحاظ سے صحیح ہے اور نہ تاریخ انساب کے اعتبار سے۔!

اس سے قطع نظر امام علیہ السلام اسماعیل بن موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔ اسماعیل بن موسیٰ کاظم کی اولاد میں بعض نے بہت بڑی عمر پائی ہے، شیخ عباس قمی نے یہ بیان کیا ہے۔

اسماعیل بن موسیٰ علیہ السلام را پسرے دیگر است

اسماعیل بن موسیٰ کے ایک دوسرے بیٹے تھے جن کا نام محمد

---

[1] العقد الفرید (طبع مصر) الجزء الثالث ص۴۳۔ [2] جامع التواریخ ص۱۹۵

محمد کہ طول عمر داشتہ بحدیکہ در غیبت شیخ طوسی در وصف او فرمودہ کان اسن شیخ من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1]

تھا ان کی عمر طویل تھی یہاں تک کہ شیخ طوسی نے غیبت میں آپ کی توصیف میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی اولاد میں سب سے زیادہ معمر بزرگ تھے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ طوسیؒ [2] (المتوفی ۴۶۰ھ) کے زمانے تک اولاد رسول میں سے کسی شخص نے اتنی عمر نہیں پائی تھی، جتنی کہ محمد بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم نے۔

اس سے اسماعیل بن موسیٰ کاظم کے خاندان کی اوسط عمر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

یوں بھی مولف ہدیہ کا بیاسی سال کی عمر میں صاحب اولاد ہونے کو ناممکن قرار دینے کی کوشش کرنا خود اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے چنانچہ اس کے حالات سے جو حیات مسیح میں مرقوم ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ وہ خود من رغب عن سنتی کا مصداق تھا۔

جو لوگ صاحب اخلاق حسنہ ہوتے ہیں ان کی زندگی محفوظ رہتی ہے اور وہ بڑی عمر تک بھی صاحب اولاد ہوسکتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتی تو نوے ۹۰ سال کی عمر میں صاحب اولاد ہوئے ہیں، سید عطا حسین مولف کنز الانساب نے آپ کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ بکبر سنی متاہل شدند اولاد شد حسب بشارت و اشارات آنحضرت نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (در) نود سالگی عقد نکاح کردند از دختر خجستہ اختر سید وحید الدین مشہدی رضوی [3]

حضرت خواجہ بزرگ بڑھاپے میں متاہل ہوئے تھے اولاد ہوئی آنحضرت صلعم کی بشارت اور اشارات سے نوے ۹۰ سال کی عمر میں سید وحید الدین مشہدی رضوی کی دختر خجستہ اختر سے عقد نکاح کیا۔

جب نوے سال کی عمر میں صاحب اولاد ہونا ممکن ہے تو بیاسی سال کے سن میں جس کا تعین مؤلف ہدیہ نے از خود کر لیا ہے صاحب اولاد ہونا کس طرح ناممکن ہو جائے گا۔؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اس سے بڑی عمر میں صاحب اولاد ہوئے ہیں جیسا کہ امام فخر رازی نے لکھا ہے۔

لما ولد اسحٰق کان سنہ مائتہ و اثنی عشرۃ سنۃ [4]

جب اسحاق پیدا ہوئے تو ابراہیم کا سن ایک سو بارہ ۱۱۲ سال تھا۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں ہر پشت کی اوسط عمر کا بحساب مؤلف ہدیہ پچپن ۵۵ سال ہونا کسی طرح مورد اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کے نسب میں اوسط عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ سال ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے۔

غرض مولف ہدیہ نے جو شبہات امامؑ کے نسب سے متعلق پیش کئے تھے ان کی تحقیق ہوگئی۔ اس سے قطع نظر مولف ہدیہ کے پیشوا خود شیخ علی متقی نے امام علیہ السلام کی سیادت دو جگہ تسلیم کی ہے۔ ایک تو رسالۂ برہان کے مقدمہ میں جہاں امام علیہ السلام

---

[1] منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل (طبع ایران) حصہ دوم صفحہ ۱۹۹ [2] شیخ طوسی سے مراد محمد بن حسن بن علی طوسی ہے [3] کنز الانساب (طبع مطبع صفدری ۱۳۰۰ھ بمبئی) صفحہ ۷۔ [4] تفسیر فخر رازی (طبع استانبول) الجزء خامس صفحہ ۳۶۳۔

اور مذہب مہدویہ کے حالات اجمالاً پیش کئے ہیں۔ امام علیہ السلام سے متعلق جو عبارت لکھی ہے ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے

لقد کثرت ھٰذہ الطائفۃ فی بلاد الھند یعتقدون شریفا فی الھند اسمہ السید محمد ابن السید خان الجونفوری مات ولہ نحو اربعین سنۃ انہ ھو المھدی الموعود[1]

تحقیق کہ یہ جماعت ہندوستان کے شہروں میں کثرت سے ہے۔ ایک ذی شرف ہستی کے مہدی موعود ہونے کے معتقد ہیں جو ہندوستان میں متولد ہوئے ہیں اور جن کا نام سید محمد بن سید خاں جونپوری ہے۔ انھیں وفات پاکر تقریباً چالیس سال ہوئے۔

"سید خاں" کی اولاد ہونا اگر منافی سیادت ہوتا تو شیخ علی متقی کے قلم سے آپ کے نام کیساتھ "السید" کا لفظ نہ نکلتا۔

دوسرے رسالہ "الرد" میں، جہاں امام علیہ السلام کی امامت سے انکار کیا ہے۔ شیخ کی عبارت یہ ہے۔

فعلم ان السید المرحوم لیس بمھدی

پس معلوم ہوا کہ سید مرحوم مہدی نہیں ہیں۔

(سراج الابصار ص۲۱۲)

بہرحال شیخ کی دونوں تصانیف میں امام علیہ السلام کی سیادت تسلیم کیگئی ہے۔

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ امامؑ اولاد موسیٰ کاظم سے ہیں۔ اگر ہم یہ ثبوت نہ بھی دیتے تو مؤلف ہدیۂ مہدویہ کیلئے یہ جواب کافی ہے کہ کتب انساب کی حیثیت کتب تذکرہ کی سی ہے۔ کتب احادیث کی بھی نہیں، حدیث صحیح بھی ظنی ٹھہرتی ہے تو بھلا کتب تذکرہ کے بیان کو کس طرح قطعی قرار دیا جائیگا؟

کسی کا کسی کی اولاد ہونا کتب انساب میں درج ہو جائے تو وہ اندراج محتاج ہوا صاحب نسب کے بیان کا اور صاحب نسب کے بیان کی صحت اس کے مقبول الشہادۃ ہونے کی حیثیت پر منحصر ہوگی اور قبول شہادت اخلاق حسنہ کے تابع ہے، جو نسب صاحب اخلاق حسنہ کے بیان سے ثابت ہو جائے وہی قطعی ہے۔

رسول اللہ صلعم کے نسب کا اثبات بھی آپ کے بیان پر موقوف ہے، کتب انساب کے مندرجات پر نہیں، اس لئے کہ آپ نے نسب نویسوں کے باب میں یہ فرما دیا ہے۔

کذب النسابون[2]۔ | نسب بیان کرنے والوں نے دروغ گوئی کی۔

امام علیہ السلام کا اولاد امام موسیٰ کاظم سے ہونا خود آپؑ سے بھی مروی ہے جیسا کہ شواہد الولایت وغیرہ کے مندرجات سے ظاہر ہے۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کا سلسلہ نسب آپ کے بیان سے ثابت ہے اسی طرح امام علیہ السلام کے نسب کا اثبات بھی آپ ہی کے بیان پر منحصر ہوگا نہ کہ کتب انساب کے مندرجات پر۔

بعض علمائے شہر جون پور سے راقم الحروف نے یہ روایتیں سنی ہیں۔ ایک یہ کہ تقریباً پچاس سال قبل شہر جون پور کی بڈھیاں ۱۲ جمادی الاولیٰ کے لئے صرف لفظ "میراں جی" استعمال کرتی تھیں جس طرح کہ دوسرے مہینوں کے

---

[1] البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں (حدیث عربی قلمی ص۳۳) ۳۲۔ [2] کنز العمال (طبع اول) الجزء السادس ص۳۰۰

لئے "بارہ وفات"، "دستگیر" وغیرہ یہ اس لئے کہ "میرانجی" کی پیدائش اسی مہینے میں ہوئی تھی۔

دوسرے یہ کہ جون پور کا محلہ میاں پورہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور یہ میراں پورہ کا مخفف ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں پہلے میدان تھا۔ حضرت مہدی علیہ السّلام کے وہاں مقیم ہونے کے بعد ایک محلہ ہوگیا۔

مرے مہدی کو جو میدان بھایا | انھوں نے گھر نہ بستی میں بسایا

دریائے گومتی کے کنارے "محلہ سپاہ" آباد ہے جہاں سلاطین شرقیہ کے عہد میں فوجی چھاؤنی تھی۔ یہاں اس عہد کی ایک دلکشا مسجد ہے جس میں حضرت مہدی علیہ السّلام نماز پڑھتے تھے اور اس کے ایک حجرہ میں عبادت فرماتے تھے، یہ اس قدر نزول برکات کا مقام ہے کہ خواہ کسی طبیعت کا مسلمان ہو وہاں جاتا ہے تو خشوع و خضوع اس کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے،

ابتدائی حالات

حضرت مہدی علیہ السّلام کی ابتدائی زندگی سے متعلق صاحب تحفۃ الکرام کی عبارت درج کی جاتی ہے۔

بسال ہشت صد و چہل و ہفت تولد کردہ و در ہفت سالگی حفظ قرآن نمودہ و در دوازدہ سالگی بجمیع علوم ماہر شد۔ سید العلماء لقب یافت [1]

۸۴۷ھ میں سید الاولیاء سید محمد متولد ہوئے سات سال کی عمر یعنے ۸۵۴ھ میں انھوں نے قرآن حفظ کیا اور بارہ سال کی عمر یعنے ۸۵۹ھ میں تمام علوم میں ماہر ہو کر سید العلماء کا لقب پایا۔

صاحب تحفۃ الکرام نے ناواقفیت کی بنا، پر حضرت مہدی علیہ السّلام کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ آپ شیخ دانیال کے مرید تھے۔ حالانکہ حضرت مہدی علیہ السّلام کا صرف شیخ دانیال کے مکتب میں جانا ثابت ہے بعد کو خود شیخ دانیال، حضرت مہدی علیہ السّلام سے مشکل مسائل کا حل دریافت کرتے تھے۔ میاں عبد الرحمٰن نے مولود میں یہ روایت کی ہے۔

"بلکہ شیخ مذکور نیز مشکلات خود از آنحضرت صحیح می کردند"

شیخ عبد اللہ العمادی جونپوری کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں جون پور میں ایک ضخیم کتاب دیکھی تھی جس میں شیخ دانیال جونپوری کے سوالات اور حضرت میراں جی یعنے امام علیہ السلام کے جوابات مرقوم تھے، یہ جوابات خود شیخ دانیال کے ایک شاگرد نے قلمبند کئے تھے۔

صاحب تحفۃ الکرام نے امام مہدی علیہ السّلام سے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے سید العلماء کا لقب پایا۔ لیکن کتب ہدویہ میں سید العلماء کی جگہ اسد العلماء مذکور ہے۔ میاں عبد الرحمٰن نے مولود میں لکھا ہے

ہمہ علماء اتفاق کردہ اسد العلماء گفتند | سب علماء نے متفق ہو کر آپ کو اسد العلماء کہا

بہر حال صاحب تحفۃ الکرام نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہاں کے علماء نے آپ کو تمام علماء کا

---

[1] تحفۃ الکرام مطبوعہ مطبع ناصری جلد دوم صفحہ ۲۲

سپرد دار مانا تھا۔ بلکہ تحفہ کی عبارت جو اس سے پہلے نقل کیگئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ سید الاولیا بھی مشہور تھے اور یہ خطاب شیخ دانیال کا دیا ہوا ہے۔ میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں لکھا ہے :۔

درآں زماں میاں شیخ دانیال حضرت را سید الاولیاء حکم می کردند۔	اس زمانہ میں شیخ دانیال کا فیصلہ یہی تھا کہ حضرت ہی سید الاولیاء ہیں۔

خود شیخ دانیال بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے انھیں "از ہم صحبتیان خضر" لکھا ہے[1] صاحب خزینۃ الاصفیاء نے بھی ان سے متعلق یہ لکھا ہے۔[2]

"شیخ دانیال چشتی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ سید راجی حامد شاہ است و صحبت دار خضر علیہ السلام بود"

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ شیخ دانیال نے خضر علیہ السلام کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے۔ شیخ دانیال نے صرف سید الاولیاء ہی نہیں بلکہ آپ کے مہدی موعود ہونے کی بھی تصدیق کی ہے۔ تحفۃ الکرام میں مہدی موعود علیہ السلام سے متعلق یہ بھی مندرج ہے۔

از خضر بہرہ یافتہ شد آنچہ شد	آپ خضر علیہ السلام سے بہرہ مند ہوئے وہ ہوا جو کچھ ہوا۔

لیکن یہ واقعہ کتب مہدویہ میں اس طرح مذکور ہے کہ خضر علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کی امانت کھوکری مسجد میں امامنا مہدی علیہ السلام کے حوالے کی اور اس کے بعد آپ کے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی۔

جونپور کی بناء

شہر جونپور سلطان فیروز تغلق کا بسایا ہوا ہے اس کے حکم سے دریائے گومتی کے کنارے اس کی تعمیر عمل میں آئی۔ صاحب جونپور نامہ نے باب اول میں لکھا ہے۔

اتفاقاً چوں وقت مراجعت در اواخر ماہ جمادی الآخرہ سنہ ہفت صد و ہفتاد و دو ہجری قصبہ ظفر آباد مخیم سراوق شاہی شد سلطان را بہ جانب مغرب بر لب دریائے گومتی زمین ہموار بہ نظر آمد و پسند خاطرش افتاد و خواست کہ دریں مقام شہرے آباد کند، ہماں شب سلطان محمد شاہ جونا را در خواب دید کہ شہر را بنام من موسوم ساز۔	اتفاقاً جب واپسی کے وقت ۷۷۲ھ ماہ جمادی الآخری کے اواخر میں قصبہ ظفر آباد، خیمہ گاہ شاہی ہوا۔ سلطان کو مغرب کی جانب دریائے گومتی کے کنارے ہموار زمین نظر آئی اور اس کے پسند خاطر ہوئی۔ چاہا کہ اس مقام پر شہر آباد کرے۔ اسی شب کو سلطان نے محمد شاہ جونا کو خواب میں دیکھا کہ شہر کو میرے نام سے موسوم کر۔

اس سے ظاہر ہے کہ جونپور محمد شاہ جونا کے نام سے مشہور ہے، محمد شاہ جونا سے مراد محمد بن تغلق ہے۔ شہر جونپور کی تعمیر موضع کرارہ پر ہوئی ہے جیسا کہ صاحب جونپور نامہ نے بیان کیا ہے۔

---

[1] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ (۲۲) [2] خزینۃ الاصفیا طبع نول کشور جلد اول صفحہ (۴۴۴)

صباحؔ ان کہ بطرز سیر سوار شد گزارش بر موضع کرارہ کہ بر بلندی گریوہ گومتی واقع بود، افتاد، در آنجا بت خانہ کلاں دید کہ آں را دیول "کرار بیر" می گفتند، فرمان داد کہ ایں بت خانہ را شکستہ بجائے آں قلعہ سنگین طیار و در حوالی آں شہر جون پور آباد سازند سخنوران رکاب سلطانی تاریخ آغاز بنائے ایں شہر جون پور را از ہمیں لفظ برآوردند با نواع نوازشات سرفرازی یافتند (باب اول)

اس صبح کو بطور سیر، سواری کے لئے نکلا اس کا گذر موضع کرارہ پر ہوا جو گومتی کے ٹیلہ کی بلندی پر واقع تھا، اس جگہ ایک بڑا بت خانہ دیکھا جس کو "کرار بیر" کا دیول کہتے تھے۔ فرمان دیا کہ اس بت خانہ کو توڑ کر اس کی جگہ سنگین قلعہ تیار کریں اور اس کے اطراف شہر جون پور آباد کریں سخنور جو سلطان کی رکاب میں تھے انہوں نے تعمیر شہر جون پور کے آغاز کی تاریخ اسی لفظ سے نکالی اور مختلف نوازشات سے سرفراز ہوئے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ موضع کرارہ میں "کرار بیر" کا "دیول" تھا۔ اس دیول (بت خانہ) کو توڑ کر قلعہ کی تعمیر کی گئی اور اس کے اطراف شہر تعمیر کیا گیا۔

شہر جون پور کا جو سنگ بنیاد رکھا گیا اس کی تاریخ "شہر جون پور" ہی سے نکلتی ہے۔

"کرار بیر" کا دیول توڑ کر جو قلعہ بنایا گیا اس کو "کرار کوٹ" کہتے ہیں چنانچہ صاحب جون پور نامہ نے "قلعہ کرار کوٹ" کے عنوان کے تحت یہ بیان کیا ہے۔

ہنود را اعتقاد است کہ در تیر تیا جگ بعہد حکومت راجہ رام چندر والی اجودھیا "کرار بیر" دیوے بود در موضع کرارہ کہ سر باطاعت احدے فرو نمی آورد و مسافراں را می انجانید، راجہ رام چندر ایں خبر شنیدہ از اجودھیا بر آمد و در سواد موضع کرارہ کہ اکنوں پرستش گاہ "کرار بیر" است آں ظالم را کشت سرش جائے و دست و پایش جائے انداخت و برگشت (باب دوم)

ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ تیر تیا جگ میں، راجہ رام چندر والی اجودھیا کے عہد حکومت میں "کرار بیر" نامی ایک دیو تھا موضع کرارہ میں کہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا تھا راجہ رام چند یہ خبر سنکر اجودھیا سے نکلا اور سواد موضع کرارہ میں جہاں اب اس کی پرستش گاہ ہے اس ظالم کو مار ڈالا اس کا سر ایک جگہ اور اس کے ہاتھ اور پاؤں ایک جگہ ڈال دیئے اور واپس ہو گیا۔

جہاں "کرار بیر" قتل کیا گیا تھا وہیں اس کا "دیول" بنایا گیا تھا۔ صاحب جونپور نامہ نے باب دوم میں یہ لکھا ہے۔

تابعانش بہ مقتل او بت خانہ ساختند و بہ پرستش او پرداختند و راجہ ہائے ایں نواحی نذور و اموال مغاں می فرستادند و در تعمیر عمارت آں بت خانہ تردد ہا بکار می بردند (باب دوم)

"کرار بیر" کے متبعین نے اس کے مقتل پر بت خانہ بنایا اور اسی کی پرستش میں مشغول ہوئے اور اس اطراف کے راجہ نذر اور تحفہ بھیجتے تھے۔ اور اس بت خانہ کی عمارت کی تعمیر میں جد و جہد کرتے تھے۔

"کرار بیر" کا "دیول" توڑ کر قلعہ کی تعمیر کی گئی اسی لئے قلعہ کو "کرار کوٹ" کہتے ہیں جیسا کہ صاحب جون پور نامہ

نے لکھا ہے۔

ازیں سبب ہنوز ایں قلعہ را "کرار کوٹ" نامند و محلہ کہ طرف مشرق و شمال است آں را محلہ کرارہ خوانند و یک سنگ کہ بدیوار مغرب و جنوب قلعہ اتصال دارد ہنود آں را بنام کرار بیر پرستش می کنند و روز سہ شنبہ روغن سیاہ بروے رفتہ می اندازند (باب دوم)

اس سبب سے ابتک اس قلعہ کو "کرار کوٹ" اس محلہ کو جو مشرق و شمال کی طرف ہے "محلہ کرارہ" کہتے ہیں اور ایک پتھر کو جو قلعہ کی دیوار مغرب و جنوب سے متصل ہے۔ ہنود کرار بیر کے نام سے پرستش کرتے ہیں اور سہ شنبہ کے دن روغن سیاہ اس پر ڈالتے ہیں۔

حاصل یہ کہ دریائے گومتی کے کنارے وضع کرارہ میں "کرار بیر" کا دیول تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اس کو منہدم کرایا اور اس کی جگہ قلعہ کی تعمیر کی اور اس کے اطراف شہر جونپور بسایا، یہ ۷۷۲ھ کا واقعہ ہے۔

صاحب جونپور نامہ نے یہ بھی بیان کیا ہے :-

القصہ سلطان بعد رسیدن دار الخلافت ارباب دانش و فطانت و اصحاب علم و معرفت را از ممالک محروسہ انتخاب کردہ بتوطن ایں شہر برگماشت و بہ ضبط و نسق ایں شہر امرائے صاحب حشمت و دیانت را مامور ساخت و برائے علماء و مشائخ ایں شہر ادرار و وظائف بسیار فرستاد تا آں کہ شہر جونپور در عہد وے آں قدر آباد شد کہ صیت آں بگوش ساکنان ہفت اقلیم رسید (باب اول)

القصہ دار الخلافہ کو پہونچنے کے بعد سلطان نے ارباب دانش و عقل اور اصحاب علم و معرفت کا ممالک محروسہ سے انتخاب کر کے انھیں اس شہر میں متوطن کیا اور اس شہر کے ضبط و نسق کے لئے امرائے صاحب حشمت و دیانت کو مامور کیا اور اس شہر کے علماء و مشائخ کے لئے بہت سے وظیفے بھیجتا تھا۔ یہانتک کہ شہر جونپور اس کے زمانہ میں اس قدر آباد ہوگیا کہ اس کی شہرت ساکنان ہفت اقلیم کے کانوں تک پہنچ گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شہ تغلق کے زمانہ میں ہی شہر جونپور مشہور عالم ہو چکا تھا۔

جون پور کی اہمیت

سلاطین شرقیہ کے دور میں خصوصاً سلطان ابراہیم شرقی (المتوفی ۸۴۴ھ) کے زمانہ میں جون پور علم و فن کا زبردست مرکز ہوگیا تھا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) ملا نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں جون پور دار الامان اور دار العلم ہوگیا تھا۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے۔

بعد از فوت مبارک شاہ امرائے دولت شرقی برادر کہتر او را سلطان ابراہیم خطاب دادہ بر تخت سلطنت و اورنگ حکومت اجلاس نمودند و طبقات انام در مہد امن و امان قرار گرفتند علماء و بزرگان کہ از آشوب جہاں

مبارک شاہ کی وفات کے بعد حکومت شرقیہ کے امراء نے اس کے چھوٹے بھائی کو سلطان ابراہیم کا خطاب دے کر سلطنت اور حکومت کے تخت پر بٹھایا، مخلوق کے تمام طبقوں کو امن و امان نصیب ہوا، علما، اور فضلا جو فتنۂ روزگار سے

پریشاں خاطر بودند بہ جون پور کہ درآں ایام دارالامان بود سر برآوردند و آں دارالسلطنت از فرقدوم علما، دارالعلم گردید [1]

پریشان خاطر تھے۔ جون پور میں جو اُن دنوں دارالامان تھا آئے اور مشہور ہوئے اور وہ دارالسلطنت علماء کی آمد کے شکوہ سے دارالعلم ہوگیا۔

(۲) فرشتہ نے سلطان ابراہیم شرقی کے حالات کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ایران اور توران کے علماء و فضلاء اس کے عہد میں جون پور آگئے تھے، فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں۔

شاہے بود متصف بہ عقل و دانش و تدبیر در عصر وے فضلائے ممالک ہندوستان و دانشمندانِ ایران و توران کہ از آشوب جہاں پریشان خاطر بودند بہ دارالامان جون پور آمدہ در عہد امن و امان غنودند [2]

یہ بادشاہ عقل، دانش اور تدبیر سے موصوف تھا اس زمانہ کے ہندوستان کے تمام علاقوں کے فضلاء ایران اور توران کے علماء نے جو فتنۂ روزگار سے پریشان خاطر تھے دارالامان جون پور میں آکر امن و امان کے گہوارہ میں آرام لیا۔

فرشتہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں جون پور کو "دہلی ثانی" کہتے تھے۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے:۔

مردم از اطراف و اکناف ہندوستان کہ مشحون از خلل شدہ بود روی بہ جون پور آوردہ ہر یک فراخور مرتبت و حالت نوازش می یافتند و از خادم و مشائخ و علماء و سادات و نویسندہ از ہر حیثیت ۔۔۔ بجائے رسید کہ جون پور را دہلی ثانی می گفتند [3]

لوگ ہندوستان کے اطراف و اکناف سے جو فتنوں سے بھر گیا تھا جون پور آئے ہر ایک اپنے مرتبہ اور حالت کے موافق نوازش ہوتا تھا، خدام، مشائخ علماء سادات اور مصنفین غرض ہر حیثیت سے جون پور کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اس کو دہلی ثانی کہتے تھے۔

(۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ذکر الملوک المعروف بہ تاریخ حقی میں سلطان ابراہیم شرقی کے باب میں یہ لکھا ہے:۔

وے مرد نیک و کریم و خوش طبع و ظریف و صالح و عادل و محب و معتقد علما، و مشائخ بود، قاضی شہاب الدین در عہد وے معتبر و مقدم بود و در سنہ اربع و اربعین و ثمانمایۃ ہم در جون پور وفات یافت [4]

سلطان ابراہیم شرقی، نیک، صاحب کرم، خوش طبع، ظریف، صالح اور علماء و مشائخ کا محب اور معتقد تھا۔ قاضی شہاب الدین اس کے زمانہ میں معتبر اور سب سے مقدم تھے ۸۴۴ھ میں جون پور ہی میں وفات پائی۔

شیخ عبدالحق کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی علماء اور مشائخ کا محب و معتقد تھا۔

(۴) شاہ جہاں کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ جون پور "شبِ از ہند" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا، میر غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں بیان کیا ہے کہ

صاحب قران ثانی شاہ جہاں انار اللہ برہانہ | صاحب قران ثانی شاہ جہاں یہ کہتا تھا کہ پورب

---

[1] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۵۲۸۔ [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۰۹۔ [3] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۰۶
[4] تاریخ حقی (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۱۶۰۲، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری)

می گفت "پورب شیراز ملک ماست" و تا حدود ۱۱۳۰ھ ثلثین و مایتہ و الف ہنگامہ علم و علما در ایں گل زمین گرمی داشت

ہماری مملکت کا شیراز ہے ۱۱۳۰ھ تک بھی اس منتخب خطہ میں علم و علماء کا ہنگامہ گرم تھا۔

اس عبارت میں پورب کو شیراز ہند کہا گیا ہے اور اس سے مراد پورب کا وہی شہر ہے جو علم و فن کا مرکز ہونے کے اعتبار سے عالم اسلامی میں مشہور و معروف تھا یعنے جون پور۔

صاحب مرآۃ العالم نے یہ لکھا ہے

آوردہ اند کہ در ہنگام ابراہیم دارالامانے بود علمائے بسیار در آں جمع آمدہ سکونت گرفتہ بودند و چندیں کتب و رسائل بنام او تالیف یافتہ[2]

بیان کیا ہے کہ ابراہیم کے زمانہ میں جون پور دارالامان تھا اور بہت سے علماء نے وہاں جمع ہو کر سکونت اختیار کی تھی اور کئی کتابیں اور رسالے اس کے نام سے معنون ہیں۔

جون پور کی علمی شہرت

صاحب مرآۃ العالم نے جون پور کو "دار الخیور" (بھلائیوں کا گھر) کہا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

نمائش ہفتم در ذکر شرقیاں دار الخیور جون پور[3]

ساتویں نمائش دار الخیور جونپور کے شرقیوں کے بیان میں۔

سراج الدین علی خاں آرزو نے ۱۱۶۴ھ میں مجمع النفائس لکھا ہے، اس میں جون پور کے متعلق یہ مرقوم ہے:-

جون پور شہریست از ہند شرق، و یہ دہلی کہ پیش ازیں چندگاہ سلاطین آنجا علیحدہ بودند و سلطان الشرق ملقب، حالا مضافات است، اودہ لیکن ہمیشہ صاحب کمال خیز بودہ است[4]

جون پور ہندوستان کا ایک شہر ہے دہلی کے مشرق میں اس سے قبل کچھ مدت تک وہاں کے سلاطین علیحدہ تھے اور ان کا لقب سلطان الشرق تھا، اب مضافات اودھ سے ہے لیکن ہمیشہ اس سرزمین سے ارباب کمال اٹھے ہیں۔

(۵) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) نے شیخ عبد القادر جونپوری کے نام عربی میں ایک خط لکھا ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

من جونفور اذا ھبت ریاح رضیٰ

منھا تعطرت الدنیا وما فیھا[5]

(جون پور سے جب خوبی اور بہتری کی ہوا چلتی ہے — تو اس سے تمام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے معطر ہو جاتا ہے)

محدث دہلوی کے اس شعر سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ شہر جون پور علم و فن کا مرکز ہونے کے اعتبار سے تمام عالم اسلامی میں مشہور تھا، دوسرے یہ کہ یہاں کی تصانیف سے عالم اسلامی کے علماء نے استفادہ کیا ہے مثلاً ملا محمود

---

[1] ماثر الکرام حصۂ اول ص ۲۲۲۔ [2] مرآۃ العالم ص ۲۶۹ (کتب خانہ سنٹرل ریکارڈ آفس۔ [3] مرآۃ العالم، تاریخ فارسی قلمی نمبر ۱۲۶۰ ص ۱۰۰ سالار جنگ میوزیم) [4] مجمع النفائس تذکرہ شعرائے فارسی نمبر ۱۱ ورق ۳۱۹ (سالار جنگ میوزیم) [5] حیات ولی مصنفہ محمد رحیم بخش (طبع افضل المطابع دہلی ۱۳۱۹ھ و تذکرۃ الخطباء (طبع حیدر آباد دکن)

جونپوری (المتوفی ۱۰۶۲ھ) نے "شمس بازغہ" فلسفہ میں لکھی یہ کتاب ہندوستان تو کیا عرب وعجم میں بھی شریک نصاب رہی۔

"فوائد قاضی عضد" بلاغت میں ہے، ملا محمود نے اس کی شرح بنام "فرائد" لکھی ہے۔ سکاکی اور تفتازانی کے زمانہ سے عجمی ذوق کو جو غلبہ ہوگیا تھا، اس کی اصلاح کردی ہے، صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں ان کے حالات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فوائد قاضی عضد را کہ متنے است متین در علوم ادبیہ عربیہ بہ کمال جزالت شرح دادہ و بنام فرائد موسوم کردہ عجمیت را کہ بر عربیت استیلا یافتہ از ریے کتاب دور تواں کرد تا وجدان صحیح کہ از زمان سکاکی و تفتازانی ذوق عجم دریافتہ باز بہ منہاج مستقیم گراید۔

قاضی عضد کی کتاب فوائد جو علوم ادبیہ عربیہ میں ایک متن متین ہے اس کی انتہائی جلیل القدر شرح کی ہے اور فرائد کے نام سے اسے موسوم کیا ہے، عجمیت کو جو عربیت پر غالب ہوگئی ہے اس کتاب سے دور کرسکتے ہیں اور وجدان صحیح جس میں سکاکی اور تفتازانی کے زمانے سے عجمی ذوق آگیا ہے اس کے ذریعہ صراط مستقیم پر آسکتا ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالرشید جونپوری (المتوفی ۱۰۸۳ھ) نے "رشیدیہ" مناظرہ میں لکھی اس کو بھی عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔

جون پور کے قاضی القضاۃ ملک العلماء شہاب الدین نے کافیہ کی شرح لکھی اور یہ کتاب ان کی زندگی ہی میں شہرۂ آفاق ہوگئی، میر غلام علی آزاد نے ان کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

از تصانیف قاضی حواشی کافیہ در حین حیات او مشہور آفاق گشت (مآثر الکرام ص ۱۸۹)

قاضی شہاب الدین کی تصانیف سے حواشی کافیہ بھی ہے۔ ان کی زندگی ہی میں شہرۂ آفاق ہوگئی۔

صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں ان کے حالات میں یہ بیان کیا ہے۔

شرح مستوعب بر کافیہ ابن حاجب شاہد فضل او ست کہ مطرح علمائے عرب وعجم بودہ است، فوائد ضیائیہ را دیدہ باشی کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی مدون فرمودہ ہمیں شرح قاضی است کہ چاشنی منطق وفلسفہ جابجا بر آں افزودہ ذوق ادب را شیریں کلام نمودہ است، غیر ازیں ہیچ فرقے ندارد۔

کافیہ ابن حاجب کی ایک مفصل شرح جو لکھی ہے اس کے فضل کی شاہد ہے اور علمائے عرب وعجم کے پیش نظر رہی ہے۔ فوائد ضیائیہ کو آپ نے دیکھا ہوگا۔ جو ملا عبدالرحمٰن جامی نے لکھی ہے، یہی قاضی کی شرح ہے جس میں منطق اور فلسفہ کی چاشنی کا اضافہ کرکے ذوق ادب کو شیریں کلام کیا ہے۔

قاضی القضاۃ شہاب الدین نے امام علیہ السلام کی ولادت کے دو سال بعد یعنی ۸۴۹ھ میں وفات پائی اس سے اس امر کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس زمانہ میں امام علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے وہاں کی علمی فضا کیسی تھی۔

(۹) صاحب جونپور نامہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ملا اصفہانی کی کتاب "سیر الملوک" کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

از مضافات الہ آباد شہریست کہ سلطان فیروز دہلوی آں را در سنہ ہفت صد و ہفتاد و دو ہجری بنا نہادہ و بہ جون پور موسوم ساختہ در عہد سلاطین شرقیہ دار السلطنت شدہ صدہا مساجد و مدارس در شہر و حوالی آں معمور شدند، علماء و فقراء از اقالیم دور و دراز در آں بلدہ رسیدہ سلاطین و حکام برائے ہر یکی وظائف و التمغا و جاگیر بخشیدہ، شہنشاہ ایران شاہ طہماسپ از امیر ہمایوں در نخستیں ملاقات از فضلائے جون پور پرسید و با دراک کثرت وانبوہ علماء در آں دیار بر ویرانی شہر شیراز آہ حسرت کشید۔

صوبہ الہ آباد کے مضافات میں ایک شہر ہے جس کو سلطان فیروز دہلوی نے ۷۷۲ھ میں ڈالی تھی اور اس کو جون پور کے نام سے موسوم کیا تھا، سلاطین شرقیہ کے عہد میں جون پور دار السلطنت ہوگیا سینکڑوں مسجدیں اور مدرسے شہر اور اس کے اطراف میں معمور ہوگئے دور دراز اقلیموں سے علما، اور فقرا اس شہر میں آ گئے۔ سلاطین اور حکام نے ہر ایک کو وظائف التمغا اور جاگیر عطا کی ایران کے شہنشاہ شاہ طہماسپ نے پہلی ملاقات میں ہمایوں سے جون پور کے فضلاء کے متعلق دریافت کیا شہر جونپور کے علماء سے معمور ہونے اور شہر شیراز کے ویران ہونے پر ایک آہ کھینچی۔

اس سے ظاہر ہے کہ جون پور ۷۷۲ھ میں آباد کیا گیا، سلاطین شرقیہ کے عہد میں دار السلطنت قرار پایا دور دراز کے علماء اور مشائخ یہاں آتے اور مناصب و جاگیر سے سرفراز ہوتے۔

شاہ طہماسپ کا ہمایوں سے جون پور کے باب میں استفسار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شہر ایران میں بہت معروف و مشہور تھا، دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم و فن کا مرکز ہونے کے اعتبار سے شیراز کو جون پور سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔

(۷) صاحب جون پور نامہ نے زبدۃ التواریخ کے حوالہ سے اپنے مقدمہ میں یہ عبارت درج کی ہے۔

شہر جون پور از عجائب بلاد ہندوستان است سلاطین شرقیہ پیوستہ مصدر آبادی آں بودند و زبدۂ فضلائے اطراف را بصرف مبالغ بہ کمال خواہش بہ جون پور می فرستادند، ارباب کمال ہر فرقہ را از ممالک محروسہ چیدہ و پسندیدہ باقامت ایں شہر مامور می نمودند۔ در عہد سلطان حسین شرقی وسعت ایں بلدہ در طول و عرض از دوازدہ کروہ گزشتہ و نود و شش محلہ از اصناف خلائق آباد بودہ، ارباب علوم و اصحاب فنون جوق جوق از ممالک دور و دراز آمدند، و مشائخان و درویشاں گروہ گروہ از ہفت اقلیم دریں شہر جلوہ افروز شدند، غربان ہر قوم و زیان ہر گروہ در ایں خطہ آباد شدند، و در ماندگان ہر ملک و

شہر جون پور ہندوستان کے عجیب و غریب شہروں میں سے ہے سلاطین شرقیہ اس کے آباد کرنے اور آباد رکھنے میں ہمیشہ مشغول تھے، اطراف و اکناف (عالم) کے فضلاء کو بہت روپیہ صرف کرکے انتہائی خواہش سے جون پور بھیجتے تھے۔ اپنے ملک کے ہر فرقہ کے ارباب کمال کو منتخب کرکے اس شہر میں رہنے کیلئے حکم دیتے تھے، سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں اس شہر کی وسعت، طول، عرض میں بارہ کوس سے بھی بڑھی ہوئی تھی اور چھیانوے محلے مختلف قسم کے لوگوں سے آباد تھے، ارباب علم اور اصحاب فن، دور دراز ممالک سے جوق جوق آئے، مشائخ اور درویش ہفت اقلیم سے اس شہر میں جلوہ افروز ہوئے، ہر قوم اور ہر گروہ کے اچھے اچھے لوگ اس خطہ میں آباد ہوئے، ہر ملک کے

مستمندان ہر کشور دریں شہر بہ مطلب دلی رسیدند صیت فضل و کمال کاملان ایں شہر باعث رشک و حسد سلاطین توران و ایران شدہ و علم و عمل عالمان ایں بلدہ موجب حیرت و تعجب خواقین روم و شام گردیدہ، ایلچیان بادشاہ ہر اقلیم کہ با تحفہ و ہدایا بحضور سلاطین شرقیہ و سلاطین بابریہ می رسیدند حسب الحکم سلاطین نتائج طبع فضلائے ایں بلدہ را بہ طرز ارمغانی می بردند۔

درماندہ لوگ اور ہر کشور کے حاجتمند اس شہر میں دلی مقصد کو پہنچے اس شہر کے فضل و کمال کی شہرت سلاطین ایران و توران کے رشک و حسد کا باعث ہو گئی تھی اور اس شہر کے علماء علم و عمل خواقین روم و شام کے تعجب و حیرت کا موجب بن گیا تھا۔ ہر اقلیم کے بادشاہ کے ایلچی جو سلاطین شرقی و بابری کے ہاں تحفے اور ہدیئے لیکر آتے سلاطین کے حکم کی بناء پر یہاں کے علماء کی طبیعت کے نتائج بطور ارمغان کے لیجاتے تھے، یعنے ان کی تصانیف۔

اس عبارت سے دو باتیں ظاہر ہیں، ایک یہ کہ ہفت اقلیم کے اہل کمال جون پور میں جمع ہو گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ یہاں کے علمی کارنامے تحفہ کے طور پر ہفت اقلیم کے سلاطین کے ہاں بھیجے جاتے تھے، اس سے جون پور کی شہرت اور فضیلت دونوں ثابت ہیں۔

(۸) امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد چہارم (طبع اکسفورڈ ۱۹۰۸ء) جون پور سے متعلق یہ عبارت درج ہے۔

"Jaunpur remained the seat of Governa till the reorganisation of the empire by Akbar, who raised Allahabad to the position of a provincial capital from that time Jaunpur declined in political importance though it retained some of its former reputation as a centre of Mohammaden learning, which had gained for it the title of the Shiraz of India."

اکبر بادشاہ کی جدید تنظیم سلطنت تک جون پور حاکم نشین رہا۔ اکبر نے الہ آباد کو صوبہ کے پائے تخت کا درجہ دیا۔ اسی زمانہ سے جون پور کی سیاسی اہمیت میں زوال آ گیا۔

پھر بھی اسلامی علوم کا مرکز ہونے کے اعتبار سے اس نے کچھ اپنی اگلی شہرت برقرار رکھی یہی شہرت و علمی مرکزیت تھی جس کی وجہ سے اس کو شیراز ہند کا لقب ملا۔

(۹) نرینڈر ناتھ لا نے یہ لکھا ہے:۔

"During Ibrahim reign (1402-1440 AD) the court of Jaunpur far out shone that of Delhi and was the resort of all the learned men of the East." [1]

سلطان ابراہیم شرقی (۱۴۰۲ء تا ۱۴۴۰ء) مطابق ۸۰۵ھ تا ۸۴۴ھ کے عہد میں جون پور کے دربار نے دہلی کے دربار کو بھی تحت الشعاع (ماند) کر دیا تھا اور تمام علماء مشرق کا ملجا و ماوا تھا۔

[1] Promotion of Learning in India during Mohammadan Rule (Page 100).

(۱۰) ایف اے کی (F. A. Keay) نے یہ بیان کیا ہے۔

"The place in India which was most famous in its days as a Mohammadan place of learning was Jaunpur. It was compared to Shiraz in Persia and called the Shiraz of India"[1]

وہ مقام جو ہندوستان میں اسلامی علوم کے مرکز کی حیثیت سے اپنے زمانہ میں بہت مشہور تھا، جون پور ہے، اس کا شیراز واقع ایران سے مقابلہ کیا جاتا تھا اور اس کو شیراز ہند کہتے تھے۔

(۱۱) سید سلیمان ندوی نے مقدمہ حیات شبلی میں جون پور اور سلطان ابراہیم شرقی کے عہد سے متعلق یہ لکھا ہے کہ علم کا مرکز لاہور، ملتان اور دہلی سے پورب آگیا تھا۔

"خواجہ جہاں نے ۸۰۲ھ میں انتقال کیا اور اس کے بیٹے مبارک شاہ شرقی نے اس کی جگہ خود مختارانہ جلوس کیا۔ یعنی نویں صدی ہجری کے آغاز سے پورب کی آزاد اور خود مختار سلطنت کی بنیاد پڑی۔ مبارک شاہ ۸۰۴ھ میں مرگیا اور اب اس کی جگہ ابراہیم شاہ شرقی بیٹھا جو اس خاندان کا سب سے بڑا نامور فرمانروا گزرا ہے۔ اس نے جون پور میں چالیس برس حکومت کرکے ۸۴۴ھ میں وفات پائی اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں لاہور، ملتان اور دلی سے علم کا مرکز منتقل ہوکر پورب کے اطراف میں آگیا۔"

معدن حیات شبلی میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تیمور کے حملہ کے بعد پنجاب اور دلی سے اہل کمال پورب آگئے تھے۔

"نویں صدی ہجری کے شروع میں جب تیمور نے پنجاب اور دلی کو غارت کیا تو ارباب فضل و کمال نے پورب کا رخ کیا، اس وقت خوش قسمتی سے پورب میں ایک خود مختار شرقی حکومت کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ شیخ نظام الدین اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے پورب کی سمت حرکت کی اور جون پور آکر رحل اقامت ڈالا۔ بادشاہ وقت نے بیش از بیش قدر دانی کی۔" (مقدمہ حیات شبلی صـــ)

سید سلیمان ندوی نے یہ بھی لکھا ہے۔

"اس دور کا طلائی عہد سلطان ابراہیم شرقی اور اس کے بیٹے سلطان محمود شرقی کا زمانہ ہے .....
شرقی سلطنت کے فروغ نے ظفر آباد اور جونپور کے در و دیوار کو پُر نور بنا دیا تھا اور اہل ہنر دور دراز ملکوں سے کھنچے چلے آتے تھے۔"

جون پور اور علمائے ہندوستان

یہ بھی واضح رہے کہ ہندوستان کے اکثر و بیشتر علماء کا سلسلہ ملا نظام الدین سہالوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ) سے ملتا ہے

[1] Indian Education in ancient and later times (Page 153).

جیسا کہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ملا نظام الدین کے حالات میں بیان کیا ہے۔

امروز علمائے اکثر قطر ہندوستان نسبت تلمذ بہ مولوی دارند وکلاہ گوشہ تفاخری شکنندہ کسے کہ سلسلہ تلمذ بادی رساند بین الفضلاء علم امتیاز می افرازد و مردم بسیار را دیدہ شد کہ تحصیل جائے دیگر کردند و برائے اعتبار فاتحہ فراغ از مولوی گرفتند [1]

آج ہندوستان کے اکثر علاقوں کے علماء مولوی نظام الدین سے تلمذ کی نسبت رکھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور جو شخص تلمذ کا سلسلہ اس سے ملاتا ہے وہ فضلاء میں علم امتیاز بلند کرتا ہے بہت سے لوگ دیکھے گئے کہ انھوں نے دوسری جگہ تو تحصیل کی اور اعتبار کے لئے مولوی سے فاتحہ فراغ حاصل کیا۔

ملا نظام الدین نے شیخ غلام نقشبند لکھنوی (المتوفی ۱۱۲۶ھ) سے تحصیل کی ہے، مؤلف مآثر الکرام نے ملا نظام الدین کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

آخر بہ جناب شیخ غلام نقشبند لکھنوی قدس سرہٗ پیوست وبقیہ کتب تحصیلی گذرانید و فاتحہ فراغ خواند [2]

آخر جناب شیخ غلام نقشبند لکھنوی قدس سرہٗ سے ملے اور بقیہ تحصیلی کتابیں پڑھیں اور فاتحہ فراغ پڑھی۔

شیخ غلام نقشبند کو توطن کی بنا پر لکھنوی کہتے ہیں، اصل میں یہ جونپوری ہیں، مآثر الکرام میں شیخ غلام نقشبند کے حالات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

آبائے کرام آں جناب متوطن قصبۂ گھوسی تابع بلدہ جون پور اند و از عظمائے ان مکان اند [3]

آنجناب کے آبائے کرام قصبۂ گھوسی مضافات شہر جون پور کے متوطن ہیں اور اس جگہ کے بڑے لوگوں میں ہیں۔

صاحب جون پور نامہ نے باب پنجم میں علمائے جونپور کا حال لکھا ہے، شیخ غلام نقشبند کے حالات میں یہ بیان کیا ہے۔

خانوادہ اش در "گھوسی" توطن داشت کہ از توابع جون پور است آبائے کرامش بعلم و تقوی معروف بودند اما شیخ در زہد و فضل از ہمگناں قصب السبق برد تفسیر کلام اللہ بروے غالب بود بیشتر افاداتش ہم دریں خصوص است، منزل در لکھنو داشت و ہم در آں جا بحق پیوست۔

ان کا خاندان "گھوسی" مضافات جونپور میں رہتا تھا ان کے آبائے کرام علم و تقویٰ میں معروف تھے لیکن شیخ زہد و فضل میں سب سے بڑھ گئے تھے۔ کلام اللہ کی تفسیر ان پر غالب تھی، ان کے اکثر افادات بھی اس باب میں ہیں لکھنؤ میں رہتے تھے اور وہیں واصل بحق ہوئے۔

ظاہر ہے کہ ہندوستان کے اکثر علماء کا سلسلۂ تلمذ ملا نظام الدین سے ملتا ہے اور ملا نظام الدین نے شیخ غلام نقشبند سے فیض حاصل کیا ہے اور شیخ غلام نقشبند کا خاندان جونپوری ہے۔

---

[1] و [2] مآثر الکرام (طبع آگرہ) ص ۲۲۰ ۔ [3] مآثر الکرام ص ۲۱۳

جون پور کی علمی فضیلت اور معاصرین کی شہادت

جون پور کی علمی فضیلت ثابت کرنے کے لئے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اتمام حجت کے لئے تھا ورنہ سلطان ابراہیم شرقی کے ذوق علمی اور جونپور کی علمی فضا ثابت کرنے کے لئے صرف ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شہادت کافی ہے جو سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں قاضی القضاۃ تھے، انھوں نے اپنی ایک کتاب سلطان ابراہیم شرقی کے نام سے معنون کی ہے، اسی بنا پر "اصول ابراہیم شاہی" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مقدمہ میں یہ کہتے ہیں۔

برگزیدہ حضرت الہ سلطان المعظم ابو المجاہد ابراہیم عادل شہ ایداللہ سلطنتہ وابد مملکتہ

ایزدش یار و بخت یاور باد
دین و شرعش ہمیشہ رہبر باد
ہر چہ خواہد ز جملہ ہر دو جہاں
بے توقف ہمہ میسر باد

شرع را شعار خود ساختہ و در کافۂ امور بعلم و علماء پرداختہ، کار او نواختن ارباب علم و تقویٰ و انشراح او بہ مصاحبت اصحاب درس و فتویٰ در عہد ہمایوں او علم و ہنر رواج یافتہ، و در وقت میمون او شرع و دین رونق و ابتہاج گرفتہ، و ذہن ثاقب او بانواع علوم مائل و فکر صائب او بانواع شمائل شامل ؎

بر ہر ہنر کہ روی بیاورد مالک است
در ہر فنی کہ رائے گمارد از آن اوست

و مجلس مائدہ خاص را کہ انموذج الجناں و محتوی بر نعمت بے پایاں است مقام فائدہ عام گردانید و مائدہ کہ قوۃ ابدان است با فائدہ کہ قوت ارواح است۔ جمع کردہ، در مباحث دقایق اصناف علوم می باشد و در تحقیق انواع فنون رہنمائی می نماید خصوصاً علم اصول فقہ کہ صنعت رجال علم اجتہاد است بہ طبع فیاض او مالوف تر است و ذکائے کامل او در لطائف این فن مشغول تر [1]

برگزیدۂ بارگاہ الٰہی سلطان معظم ابو المجاہد سلطان ابراہیم نے جو ایک عادل بادشاہ ہے (اللہ اس کی سلطنت کی تائید کرے اور اس کی مملکت کو ہمیشہ رکھے۔ اللہ اس کا مددگار اور نصیب اس کے یاور ہوں۔ دین اور شرع ہمیشہ اس کی رہبری کرے دونوں جہاں سے جو بھی چاہتا ہے بغیر کسی توقف کے اس کو آسانی سے مل جائے) شریعت کو اپنا شعار بنایا ہے، ارباب علم و تقویٰ کو نوازنا اس کا کام ہے اور اصحاب درس و فتویٰ کے ساتھ رہنا اس کے انشراح (صدر) کا موجب ہے، اس کے مبارک عہد میں علم و ہنر نے رواج پایا اور اس کے بابرکت عہد میں شریعت اور دین نے رونق اور انبساط حاصل کی، اس کا ذہن روشن مختلف علوم کی طرف مائل ہے اور اس کی فکر صائب مختلف شمائل کو شامل ہے۔ وہ جس ہنر کی طرف بھی توجہ کرتا ہے اس کا مالک بن جاتا ہے۔ مجلس خوان نعمت کو جو جنت کا نمونہ ہے اور بے پایاں نعمت پر حاوی ہے فائدہ عام کا مقام بنا دیا، اور اس خوان نعمت کو جس سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے اس فائدہ کیساتھ جمع کر دیا جو روح کی قوت ہے۔ طرح طرح کے علوم کے دقائق کے مباحث میں شریک رہتا اور مختلف فنون کی تحقیق کا اہتمام کرتا خصوصاً اصول فقہ جو مردوں کا ہنر ہے اور اجتہاد کا علم ہے اس سے اس کی طبیعت زیادہ مالوف ہے اور اس کی ذکاوت کامل اس فن کی باریک باتوں میں زیادہ مشغول ہے۔

[1] اصول ابراہیم شاہی (اصول فقہ قلمی نمبر (۲۷) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری

معاصرین کی شہادت سے ظاہر ہے کہ سلطان ابراہیم کے زمانہ میں جونپور میں علوم وفنون کو بڑا رواج حاصل تھا اس کے کئی اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ خود سلطان صاحب علم تھا اور خصوصاً اصول فقہ سے اس کو خاص دلچسپی تھی۔

دوسرے یہ کہ علماء فضلا کی صحبت میں رہنا اس کے لئے باعث شرح صدر تھا۔

تیسرے یہ کہ اس کے دربار میں جس طرح نعمت کا خوان آراستہ رہتا تھا اسی طرح مجلس مباحثہ بھی گرم رہتی تھی۔

چوتھے یہ کہ آجکل کے فرنگی دستور کے مطابق Table talk کا جو رواج ہے وہ حدیث المائدہ اس بادشاہ کی توجہ سے تنقیح علوم ومعارف پر مشتمل تھی۔

دسترخوان شاہی پر مسائل علمیہ پیش ہوتے اور اہل فن ایک ایک جزئیہ پر بحث کرتے اور داد حقائق دیتے۔

پانچویں یہ کہ خود سلطان مباحثوں میں حصہ لیتا تھا' اس لحاظ سے تو اس کو ثانی مامون رشید کہہ سکتے ہیں۔

اب ارباب نظر اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب سلطان خود صاحب علم ہو اور بذات خود مباحثوں میں حصہ لیتا ہو تو علماء وفضلاً کی کیا کچھ قدر نہ کرتا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے عہد میں ہفت اقلیم کے اہل ہنر علماء فضلاء جون پور کی طرف کھچے کھچے چلے آتے تھے۔

جونپور میں اب بھی بعض ایسے خاندان ہیں جن کے ہاں سلاطین شرقیہ کے عہد کی دستاویزیں ہیں' ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جونپور آنے والے علماء اور فضلاء میں بغدادی بھی تھے اور قرطبی بھی' جنھیں افادۂ علم کی خاطر مستقل جاگیریں دی گئی تھیں۔

مذکورۂ صدر اقتباسات کی تائید "اخبار الاسرار" کے مندرجات سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ صاحب "اخبار الاسرار" نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تسمیہ خوانی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

برائے مکتب آنحضرت بسیار ضیافت وتکلف نمودند دوازدہ صد علمائے آں زماں در شہر جونپور بودند ہمہ اکابران آں شہر را طلبیدہ ستودہ خصال مخدوم شیخ دانیال را آوردہ مجلس بہ آرائش بہشت نمودہ (باب اول فصل اول)

آنحضرت کی مکتب نشینی کے لئے بہت ضیافت اور تکلف کیا بارہ سو (۱۲۰۰) علماء اس زمانہ میں شہر جونپور میں تھے اور شہر کے تمام اکابر کو بلایا۔ اور شیخ دانیال ستودہ خصال کو لائے' مجلس بہشت کی طرح آراستہ ہوئی۔

تاریخ شیراز ہند جونپور میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

"جونپور ثانی دہلی ہوگیا اور لوگ شیراز ہند کے نام سے پکارنے لگے' مشہور ہے کہ ابراہیم شاہ کے عہد میں ایک وقت میں (۹۸۴) نوسو چوراسی علماء کی پالکیاں نماز جمعہ وعیدین میں نکلتی تھیں' بعض مورخین نے (۱۴۰۰) چودہ سو پالکیوں کی تعداد لکھی ہے[1]"

سلطان ابراہیم شرقی نے ۸۴۴ھ میں وفات پائی اور امام علیہ السلام کا سن ولادت ۸۴۷ھ ہے امامؑ کی ولادت اس زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ جون پور علم وفن کے اعتبار سے عروج پر تھا' اور مشہور عالم تھا۔

---

[1] تاریخ شیراز ہند جونپور (طبع مطبع نامی لکھنؤ) ص ۱۰۸ و ص ۱۰۹۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسے مقام پر پیدا کیا جو اس عہد میں علم و تمدن کا بہترین مرکز تھا،
اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہیں بھی تھیں۔
رسول اللہ صلعم ایسے شہر میں پیدا ہوئے جو ام القریٰ تھا، یعنی عمران بشری کا مرکز، زبان و ادب شاعری و تہذیب اخلاق کے جیسے نمونے اس شہر نے چھوڑے دنیا نے اور کہیں نہیں دیکھے۔
"یونانیوں اور ہندوستانیوں کے روشن ترین دور میں ان قوموں کے ادب کا جو حال تھا، اہل عرب کا ادب، اخلاقی اعتبار سے ان سے بھی بدرجہا اونچا تھا"۔[1]
اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے امامنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایسے شہر میں پیدا کیا جو علم الٰہی اور معرفت رسالت پناہی میں اپنا کہیں ثانی نہیں رکھتا تھا۔
یہاں کے علماء نے امام علیہ السلام کو اسد العلماء تسلیم کیا ہے۔ اس سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ہی افضل اہل زمان تھے۔

رائے دلپت سے لڑائی

صرف علماء ہی نہیں بلکہ بادشاہ وقت سلطان حسین شرقی بھی مہدی موعود کا بڑا معتقد اور گرویدہ تھا۔ وعظ و بیان کیا تھا، اتباع کلام اللہ و اتباع رسول اللہ کا احیاء آپ نے سنت جہاد کا بھی احیاء فرمایا چنانچہ سلطان حسین شرقی کے ساتھ رائے دلپت والی گوڑ سے جنگ کی اور اس کی کثیر فوج کو شکست دے کر اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کیا۔ اگر دوسری تاریخوں سے رائے دلپت کا سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں گوڑ کا والی ہونا ثابت نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سرے سے یہ واقعہ ہی بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ بنگالہ کی تاریخی معلومات جو ہم تک پہنچی ہے بہت محدود ہے، خود فرشتہ نے جلد دوم مقالہ ہفتم میں لکھا ہے۔

پوشیدہ نماند کہ بسیارے از متون کتب تواریخ از شرح و بسط تہی یاے سلاطین پوربی و شرقی خالی است بنا برآں مدار نقل بر کتاب الفی کہ تالیف استادی مولانا احمد تتوی است بر دایات دیگر نہ پرداختم اگر دریں باب اختلافے بنظر مطالعہ کنندگان در آید بہ عفو مقرون سازند و مواخذ نگردانند کہ بقدر طاقت بشری کوشیدم دانچہ علم ناقص محیط آں بود درج کردم[1]

مخفی نہ رہے کہ سلاطین پوربی و شرقی کے واقعات کی تفصیل سے میں نے اکثر تاریخوں کو خالی پایا اس لئے میں نے اپنے استاد ملا احمد تتوی کی تالیف تاریخ الفی کو بنیاد قرار دیا اور دوسری روایتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اگر اس باب میں کوئی اختلاف نظر آئے تو معاف فرمائیں اور ماخوذ نہ کریں اس لئے کہ میں نے بقدر طاقت بشری کوشش کی ہے اور جو کچھ اپنے علم ناقص میں تھا میں نے درج کیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ خود فرشتہ کو سلاطین پوربی یعنی سلاطین بنگالہ کے حالات سے اطمینان نہیں تھا۔ دو تاریخیں تقریباً ایک ہی زمانہ میں لکھی گئیں، ایک ریاض السلاطین جو غلام حسین زید پوری نے مسٹر جارج اڈنی کی فرمائش پر ۱۲۰۲ھ میں لکھی دوسری جونپور نامہ جو مولوی خیر الدین محمد صاحب الہ آبادی نے جون پور کے جج مسٹر ابراہیم ولند کے حکم کی بنا پر ۱۲۱۶ھ میں تالیف کی،

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم مقالہ ہفتم ص ۲۹۲

ریاض السلاطین تو بنگالہ کی تاریخ ہے اور جونپور نامہ میں سلطان حسین شرقی کے حالات میں شاہان بنگالہ کا بھی ذکر آگیا ہے۔ لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سلطان نصیب شاہ کا جانشین اور مورخین کا اختلاف

ریاض السلاطین میں سلطان فیروز شاہ کے حالات میں درج ہے :۔

چوں سلطان نصرت شاہ شربت ناگوار اجل چشید پسرش فیروز شاہ بہ تجویز امرا بہ تخت سلطنت فرماندہی جلوس نمود۔ ہنوز سہ سال سلطنت کردہ بود کہ سلطان محمود بنگالی کہ یکی از ہجدہ پسر سلطان علاء الدین حسین شاہ و نصرت شاہ اورا بامارت سربلندی دادہ بود تا زندگی نصرت شاہ سلوک امرایانہ می داشت۔ دراین وقت قابو یافتہ فیروز شاہ را بہ قتل آوردہ بر سریر سلطنت بورثہ پدر خود جلوس نمود [1]

جب سلطان نصرت شاہ نے موت کا ناگوار شربت پیا تو اس کا بیٹا فیروز شاہ امرا کی تجویز سے سلطنت پر بیٹھا اس نے تین سال حکومت کی تھی کہ سلطان محمود بنگالی نے (جو سلطان علاء الدین حسین شاہ کے اٹھارہ فرزندوں میں سے ایک فرزند تھا اور نصرت شاہ نے اس کو امارت سے سرفراز کیا تھا اور اپنی زندگی میں اس کے ساتھ امرا کی طرح سلوک کرتا تھا) اس وقت قابو پاکر فیروز شاہ کو قتل کر دیا اور تخت سلطنت پر اپنے باپ کی میراث کی بنا، پر بیٹھا۔

واضح ہو کہ نصرت شاہ نصیب شاہ کے نام سے مشہور تھا جیسا کہ صاحب ریاض السلاطین نے بیان کیا ہے۔

پسر کلانش را کہ نصرت شاہ نام داشت بہ نصیب شاہ معروف است .... بہ تخت سلطنت اجلاس دادند [2]

اس کے بڑے بیٹے نصرت شاہ کو جو نصیب شاہ کے نام سے معروف ہے تخت پر بٹھایا۔

اسی نصیب شاہ کے متعلق جونپور نامہ (باب اول) میں فرزندان سلطان حسین شرقی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

چوں سلطان حسین از سلطان سکندر شکست خوردہ بطرف بنگالہ رفت۔ مدتے ازیں طرف بہ آں طرف گذشت آخر نزد سلطان جلال الدین پسر محمود کہ با دختر نصیب شاہ گور کہ از کشور بنگالہ است کدخدا بود رفت و مدت العمر ہماں جا بسر کرد، چوں سلطان نصیب شاہ بجز آں دختر فرزندے نداشت۔ بعد وفات نصیب شاہ سلطان جلال الدین بجای او نشست۔

جب سلطان حسین سلطان سکندر سے شکست پاکر بنگالہ کی طرف گئے تو ایک مدت تک ادھر ادھر پھرتے رہے آخر اپنے بیٹے سلطان جلال الدین کے پاس آئے (جس نے سلطان نصیب شاہ بادشاہ گوڑ (بنگالہ) کی بیٹی سے شادی کی تھی) اور مدت العمر وہیں رہے اس لڑکی کے علاوہ سلطان نصیب شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے نصیب شاہ کی وفات کے بعد سلطان جلال الدین اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سلطان نصیب شاہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس کی جگہ اس کا داماد جلال الدین تخت پر بیٹھا اور یہ سلطان حسین شرقی کا بیٹا ہے اور ریاض السلاطین کی عبارت اس سے قبل نقل کی گئی ہے جس میں یہ مذکور

---

[1] ریاض السلاطین طبع کلکتہ ص ۱۳۹ ۔ [2] ریاض السلاطین ص ۱۳۶

ہے کہ سلطان نصیب شاہ کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت نشین ہوا اور فیروز شاہ کے بعد سلطان علاء الدین حسن شاہ کا بیٹا سلطان محمود۔ ایسے اختلاف کی صورت میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سلطان حسین نے رائے دلپت سے جنگ نہیں کی درآں حالیکہ یہ واقعہ قدیم ترین کتب جہدویہ میں مذکور ہے اور رائے دلپت کے بھانجے نے اسلام قبول کر کے امامنا مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی۔ اور بند گیمیاں شاہ دلاور رضؓ کے نام سے شہرت پائی۔

راجہ کانس کا گوڑ پر قابض ہونا

ممکن ہے مقامی راجاؤں میں سے کسی راجہ نے سلطان وقت کو شکست دیکر گوڑ پر قبضہ کر لیا ہو اور یہ بعید نہیں اس لئے کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کانس نامی ایک مقامی زمیندار سلطان شمس الدین والی گوڑ کو قتل کر کے بادشاہ بن گیا تھا۔ صاحب ریاض السلاطین نے راجہ کانس کے باب میں لکھا ہے۔

واضح آن است کہ راجہ کانس کہ زمیندار مبٹھوریہ بود بر وے خروج کردہ او را بہ قتل آوردہ اسم سلطنت برخود گزاشت [1]

زیادہ صحیح یہی ہے کہ راجہ کانس بٹھوریہ کے زمیندار نے اس کے (یعنی سلطان شمس الدین کے) خلاف بغاوت کی اور اس کو قتل کر کے خود سلطان بن گیا۔

فرشتہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ راجہ کانس نے سات سال سلطنت کی [2] خود راجہ کانس کے طریق حکومت کے باب میں سخت اختلاف ہے، فرشتہ نے راجہ کانس کے متعلق لکھا ہے۔

راجہ کانس ہر چند مسلمان نبود اما با مسلمانان آمیزش و محبت بسیار داشت بنوعے کہ بعضی از مسلمانان گواہی بر اسلام او دادہ می خواستند کہ بطریق اسلام او را بخاک سپارند [3]

راجہ کانس مسلمان تو نہیں تھا لیکن مسلمانوں سے بہت محبت اور میل جول رکھتا تھا اس طرح کہ بعض مسلمان اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دے کر چاہتے تھے کہ اہل اسلام کے طریقہ پر اس کو دفن کریں۔

لیکن ریاض السلاطین میں راجہ کانس کے متعلق یہ مذکور ہے۔

اکثر از علما مشائخ را مقتول تیغ ستم کردہ میخواست کہ بیخ اسلام را از قلمرو خود بتمامی صاف سازد [4]

راجہ کانس نے اکثر علما مشائخ کو تیغ ستم سے قتل کیا اور چاہتا تھا کہ اپنی قلمرو سے اسلام کی بیخ کنی کر دے۔

یہ ہے تاریخ بنگالہ کا اختلاف، ایسی صورت میں سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں اگر دلپت کا والی گوڑ ہونا مذکور نہ ہو تو اس سے انکار کر دینا تاریخ بنگالہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے ممکن ہے رائے دلپت بھی راجہ کانس کی طرح کوئی زمیندار ہو یا اسی خاندان کا ایک فرد ہو جس خاندان سے راجہ کانس کو تعلق رہا ہے۔

---

[1] ریاض السلاطین ص ۱۱۰ [2] و [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم مقالہ ہفتم ص ۲۹۷۔ [4] ریاض السلاطین ص ۱۱۱

جون پور کے زمیندار

اس سے قطع نظر اس دور میں زمینداروں کا کثیر فوج جمع کر لینا بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ نے تاریخ داؤدی میں سلطان سکندر لودی کے احوال میں لکھا ہے۔

در اثنائے ایں حال خبر رسید کہ زمینداران ولایت جون پور کہ سرآں گروہ جوکا نام ہندو است قریب یک لک سوار و پیادہ جمع آوردہ بہ مبارک خاں سوہانی جنگ نمودہ[1]

اس اثنا، میں خبر پہونچی کہ علاقہ جونپور کے زمینداروں نے جن کا سرگروہ جوکا نامی ہندو ہے۔ سوار اور پیادہ تقریباً ایک لاکھ فوج جمع کر کے مبارک خاں سوہانی سے جنگ کی۔

حاصل یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے سنت جہاد کا احیا فرمایا جیسا کہ مولود میاں عبدالرحمٰن کے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔

سلطان مذکور ہرگز بجز حضرت میراں گاہے جنگ نکردے۔ | سلطان حسینؑ حضرت میرانؑ کے بغیر کبھی جنگ کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامنا مہدی علیہ السلام نے متعدد جنگوں میں شرکت کی ہے ایسی صورت میں اڑیسہ کے راجہ کے خلاف سلطان نے جو جہاد کیا تھا اس میں بھی حضرت مہدی علیہ السلام کا رہنا ثابت ہوگا کیوں کہ مہدی علیہ السلام کے جذبہ کا آغاز ۸۷۵ھ سے ہے اور یہ جہاد ۸۷۵ھ سے قبل کا ہے جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے[2]۔ صاحب خاتم سلیمانی نے بیان کیا ہے کہ ۸۷۵ھ میں رائے دلپت سے جنگ ہوئی اور اس وقت حضور موعودؑ کی عمر ۲۸ سال تھی[3]۔ اس کے بعد آپکو بارہ سال جذبہ رہا۔

امام علیہ السلام کا زمانۂ جذب

مدت مدید اس طرح گزری کہ آپ نے نہ تو کچھ کھایا اور نہ پیا جیسا کہ کتب سیرت سے ظاہر ہے لیکن "جنت الولایت" میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ کھائے پیئے بغیر زندہ رہنا خلاف عقل اور خلاف عادات بشری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی فرمایا ہے:۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝

پس وہ اصنام میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین میرا دوست ہے وہی جس نے مجھے پیدا کیا اور جو میری ہدایت کرتا ہے وہی جو مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے اور وہی مجھے مارتا ہے پھر جلاتا ہے۔

"یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ" میں کھانا مطلق ہے اس لئے ہر قسم کا تغذیہ اس میں شامل ہے۔ اسی بنا پر صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

از فحوائے ایں کلام محققان بہ شمۂ از اسرار کلام حقانی نظام | اس کلام کے مضمون سے محققین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] تاریخ داؤدی اشاعت کردہ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۴ء صفحہ ۶۶ [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۰۹ [3] خاتم سلیمانی نگارش چہارم چمن اول

ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی می تواں برد [1]

کلام حقائق نظام کے کچھ اسرار تک پہنچ سکتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں اپنے پروردگار کی جناب میں رات بسر کرتا ہوں مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ صاحب تفسیر حسینی کے نزدیک آیت زیر بحث میں یطعمنی ویسقین اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جس معنی میں کہ حدیث شریف میں۔ امام احمد ابن حنبل کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

انی اطعم واسقی [2]

بتحقیق کہ مجھے کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت کی ہے۔

لاتکرھوا مرضاکم علی الطعام فان اللہ تعالیٰ یطعمھم ویسقیھم [3]

اپنے بیماروں کو زبردستی کھلاؤ نہ پلاؤ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ انھیں کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

حاصل یہ کہ یہاں کھانے پینے کو اللہ کی طرف نسبت دی گئی ہے اس سے ظاہری کھانا پینا مراد نہیں ہے۔

حدیث کے الفاظ یطعمنی و یسقینی کی تین طریقہ پر توضیح کی گئی ہے۔

(الف) بعض نے کہا ہے کہ اس سے قوت مراد ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں اس حدیث کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

بعضے گفتہ اند کہ مراد بہ طعام و شراب اینجا قوت است کہ لازم اوست، پس گویا فرمود مرا پروردگار من قوت آنکہ اکل و شارب می بخشد و افاضہ می کند چیزے کہ قائم مقام شراب و طعام میگردد و دوبدان قوت بر طاعت و عبادت می یابم بے ضعف و فتور [4]

بعض نے کہا ہے کہ طعام و شراب یعنی کھانے پینے سے وہ قوت مراد ہے جو کھانے پینے کے لوازم سے ہے پس گویا فرمایا میرا پروردگار مجھے کھانے والے اور پینے والے کی قوت بخشتا ہے اور ایسی چیز عطا کرتا ہے جو کھانے پینے کی قائم مقام ہو اور اس کی وجہ سے طاعت اور عبادت کی قوت پاتا ہوں بغیر کسی ضعف و خلل کے۔

(ب) بعض نے اس سے سیری مراد لی ہے، اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بھی بیان کیا۔

یا مراد بہ طعام و شراب سیری و سیرابی است کہ بے طعام و شراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را حاصل می شد و الم جوع و عطش احساس نمی کرد۔

یا کھانے پینے سے مراد سیری اور سیرابی ہے جو بغیر کھانے پینے کے آنحضرت صلعم کو حاصل ہوتی تھی اور بھوک، پیاس کی تکلیف محسوس نہیں فرماتے تھے۔

(ج) بعض نے کہا ہے کہ طعام و شراب سے غذائے روحانی مراد ہے اسفر السعادت اور اس کی شرح سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

---

[1] تفسیر حسینی ص ۴۸۷۔ [2] مسند امام احمد بن حنبل طبع مصر الجزء الثالث ص ۳۰۰ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۶۰۰ [4] شرح سفر السعادت ص ۲۹۵۔

از ابن قیم در کتاب ہدیٰ واز ابن حاجب در لطائف نقل کردہ اند آنکہ مراد طعام وشراب محسوس نیست نہ لازم وے از قوت وشبع بلکہ مراد غذاے روحانی بود کہ از معارف ولذات مناجات وفیضان لطائف الٰہی کہ بر دل شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم وارد می گشت وانچہ توابع آن است از احوال شریفہ از نعیم روح وشادی نفس وروح دل وروشنائی چشم کہ بآں چنداں قوت وقدرت ومسرت حاصل آید کہ بدن از غذاے جسمانی مستغنی شود [1]

ابن قیم سے کتاب ہدیٰ میں اور ابن حاجب سے لطائف میں منقول ہے کہ اس سے طعام وشراب محسوس مراد نہیں ہے اور نہ اس کے لوازم مراد ہیں از قبیل قوت وسیری بلکہ اس سے مراد غذائے روحانی ہے، جو معارف، مناجات کی لذتوں اور الطاف الٰہی کے فیض سے رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک پر وارد ہوتی تھی اور اس سے آپ کے احوال شریفہ اور وہ متعلقات مراد ہیں جو منجملہ نعمت روح، شادی نفس، راحت دل، اور بینائی چشم ہیں کہ ان سے اس قدر طاقت قدرت اور مسرت حاصل ہوتی ہے کہ جسم غذائے جسمانی سے مستغنی ہوجاتا ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی بھی صراحت کردی ہے کہ انسان کھائے پیئے بغیر "مدت مدید" تک زندہ رہ سکتا ہے شیخ کی عبارت یہ ہے۔

مدت مدید بگذرد کہ احتیاج بغذا نیفتد بلکہ یاد ازاں نیاید وایں در محبت ہائے مجازی ومسرت ہائے صوری تجربہ است چہ جائے محبت حقیقی ومسرت معنوی [2]

مدت مدید گزر جاتی ہے کہ غذا کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ غذا یاد بھی نہیں آتی اور اس کا مجازی محبت اور ظاہری مسرت میں تجربہ ہے، حقیقی محبت اور معنوی مسرت کا تو کیا کہنا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حقیقی محبت اور معنوی مسرت کا جہاں غلبہ ہو انسان غذا کے بغیر مدت دراز تک زندہ رہ سکتا ہے۔

یہاں تک تو اس مسئلہ کی ان حیثیات کی تشریح تھی جو زبان، ادب اور حدیث شریف سے وابستہ ہیں اب یہ امر زیر بحث ہے کہ از روے سائنس اس کی کیا حقیقت ہے۔

شیخ الرئیس نے ارشادات میں یہ لکھا ہے۔

اذا بلغك ان عارفا امسك عن القوت المعتاد له مدة غير معتادة فاصحح بالتصديق واعتبر ذلك من مذاهب الطبيعة المشهورة تنبيه يذكر ان القوى الطبيعية التي فينا اذا اشتغلت عن تحريك المواد المحمودة بهضم المواد الرديئة انحفظت المواد المحمودة

اگر تمہیں یہ خبر پہونچے کہ عارف نے ایک غیر معین مدت تک روٹی کے استعمال سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے تو اس کو سچ مانو اور طبیعیات کے مشہور مذاہب کے ذیل میں اس کو شمار کرو یاد رکھو کہ طبیعی قوتیں جو ہم میں موجود ہیں مواد محمودہ کو حرکت دینے سے فارغ ہوکے مواد ناقصہ کو ہضم کرنے کی جانب مائل ہوں تو اس حالت میں مواد محمودہ محفوظ رہتے ہیں یہ ایسے مواد ہیں کہ بہت کم تحلیل پذیر ہیں اپنے بدل سے مستغنی ہیں جب یہ حالت ہوتی ہے تو ایسا

[1] خط کشیدہ عبارت سفر السعادت کی ہے۔ [2] شرح سفر السعادت ص۲۹۵

قليلة التحليل غنية عن البدل فربما انقطع عن صاحبها الغذاء مدة طويلة لو انقطع مثله في غيرها لتبدل عشر مدته هلك وهو مع ذلك محفوظ الحيوة [1]

شخص غذا سے مدت دراز تک منقطع ہو جاتا ہے اور یہ انقطاع ایسا ہوتا ہے کہ دوسری ویسی ہی حالت ہوتی بلکہ اس مدت کے دسویں حصہ تک ترک غذا کی نوبت آ پہونچتی تو وہ شخص ہلاک ہو جاتا حالانکہ اس حالت میں اس کی زندگی محفوظ رہتی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اس کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

الغرض من هذا الفضل ذكر مثال لهذا المسئلة دفعا للاستبعاد فان الانسان قد يبقى في المرض الحار مدة مديدة من غير تناول الغذاء واذا عقل ذلك هناك فليعقل مثله في هذه المسئلة لا يقال بينهما فرق [2]

شیخ کے اس بیان کی غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی ایک مثال پیش کر دیں کہ جو بات دور از عقل نظر آتی ہے وہ دفع ہو جائے دیکھو انسان امراض حارہ میں ایک طویل مدت تک مبتلا رہتا ہے اور اس مدت میں غذا تناول نہیں کرتا بغیر غذا کے زندہ رہتا ہے جب یہ بات اس موقع پر عقل میں آجاتی ہے تو اس مسئلہ میں بھی اس کی مثال کو معقول سمجھنا چاہیئے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

طوسی نے اس کی مزید تشریح اس طرح کی ہے۔

الامساك عن القوت قد يعرض بسبب عوارض غريبة اما بدنية كالامراض الحارة واما نفسانية كالخوف واعتبار ذلك يدل على انه الامساك عن القوت مع العوارض الغريبة ليس ممتنعا بل هو موجود... قلنا الغرض من ايراد هذه الصورة ليس الا بيان انتقاض الحكم بامتناع الامساك عن القوت في مدة طويلة على الاطلاق وهو حاصل واختلاف سببه الامساك ليس بقادح فيه [3]

قوت لایموت سے باز رہنا کبھی تو ایسے عوارض سے ہوتا ہے جو غیر طبعی ہوتے ہیں، ان میں بھی یا تو عوارض جسمانی ہوتے ہیں جیسے امراض حارہ یا عوارض نفسیاتی ہوتے ہیں جیسے خوف و خطر یہ صورت واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ قوت لایموت سے باز رہنا عوارض غریبہ کے ہونے میں ممتنع نہیں ہے بلکہ موجود اور واقع ہے۔ اس صورت کے پیش کرنے کی صرف یہ غرض تھی کہ اس حکم کی بنیاد توڑ دی جائے کہ ایک طویل مدت تک بغیر غذا کے زندگی بسر نہیں ہو سکتی حالانکہ علی الاطلاق ہم اس کو مشہود موجود پاتے ہیں، رہی یہ بات کہ ترک غذا کے سبب میں اختلافات ہیں تو یہ امر اصل مسئلہ کے اثبات کے منافی نہیں۔

شیخ الرئیس، امام فخر الدین رازی اور نصیر طوسی کے بیان سے بھی مدت طویل تک بغیر غذا کے زندہ رہنا ممکن ہے انھوں نے "مدت طویل" کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اس سے قبل شیخ عبد الحق کا قول نقل کیا جا چکا ہے جس میں "مدت مدید" کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کے باوجود بغیر کھائے پیئے مدت دراز تک زندہ رہنے کو خلاف عقل اور خلاف عادت بشری قرار دینا مفسرین، محدثین اور حکما کے مذہب سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے۔

---

[1] الاشارات والتنبیهات النمط العاشر (طبع لندن ۱۸۹۲ء) [2] شرح اشارات (طبع مصر ۱۳۲۶ھ ص ۴۶۱) [3] شرح اشارات طبع مصر ۱۳۲۵ھ ص ۳۶۱

ذیل میں چند ایسی مثالیں دی جاتی ہیں جن سے انسان کا کھائے پیئے بغیر مدت دراز تک زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عین القضاۃ ہمدانی نے زبدۃ الحقائق کی تمہید اصل نہم میں یہ روایت کی ہے۔

شیخ ابوعمر علوان سیزدہ سال در حج طعام نخورد آں کس کہ طعام از بہشت دہند قالب او را بدیں طعام چہ حاجت باشد[1]

شیخ ابوعمر علوان نے تیرہ سال حج میں کھانا نہیں کھایا جس شخص کو کھانا بہشت سے دیں اس کے جسم کو غذا کی کیا ضرورت ہے

(۲) عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں بیان کیا ہے۔

قال الشیخ ابوطاھر وقد شاھدنا رجلا اسمہ خلیفۃ الخراط کان مقیما بأبھر من بلاد المشرق مکث لایطعم طعاما منذ ثلاث وعشرین سنۃ وکان یعبد اللہ لیلا ونھارا من غیر ضعف فاذا علمت ذلک فلا یبعد ان یکون قوت عیسیٰ علیہ السلام التسبیح والتھلیل[2]

شیخ ابوطاہر نے کہا ہے تحقیق کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نام خلیفۃ الخراط تھا، یہ ابہر نامی شہر میں جو بلاد مشرق سے ہے مقیم تھا۔ اس نے تقریباً تئیس سال کھانا نہیں کھایا اور دن رات اللہ کی عبادت کرتا تھا بغیر کسی کمزوری کے، پس جب تو نے یہ جان لیا۔ تو یہ امر بعید نہیں کہ تسبیح اور تہلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوت ہو جائے۔

(۳) مولف اخبار الاخیار نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

با خدا عہدی بستم کہ نخورم تا نخورانند و مدت ہائے مدیدی گزشت و عہد نمی شکستم[3]

میں خدا کیساتھ عہد کرتا تھا کہ نہ کھاؤں گا جبتک کہ نہ کھلائیں گے اور مدت دراز اس پر گذرتی تھی اور میں عہد نہیں توڑتا تھا۔

(۴) حدیث سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ تسبیح و تہلیل بھی مومنین کی غذا ہوتی ہے، نعیم بن حماد نے کتاب الفتن کے الجزء الخامس میں یہ روایت کی ہے۔

قال محمد بن فضیل عن ابی سفیان عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام المومنین یومئذ التسبیح والتحمید والتھلیل والتقدیس والتکبیر[4]

محمد بن فضیل نے ابوسفیان سے اور ابوسفیان نے حسن سے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس دن مومنین کی غذا تسبیح، تحمید، تہلیل، تقدیس اور تکبیر ہوگی۔

مذکورۂ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ کھائے پیئے بغیر مدت دراز تک زندہ رہنا ممکن الوقوع ہے اور شیخ ابوطاہر نے جو بیان کیا ہے وہ تو اس کا مشاہدہ و رویت ہے سماعت نہیں ہے۔

اس سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر علمائے عرب، علمائے عجم کا مسلمہ ہے ورنہ عبدالوہاب شعرانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان روایتوں کو بغیر کسی تعرض کے درج نہ کرتے۔

یوں بھی کھائے پیئے بغیر زندہ نہ رہ سکنے پر اعتراض کرنا مولف ہدیہ کے مفید مطلب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ دعویٔ مہدیت سے قبل کا ہے، اثبات مہدیت کا کچھ اس پر انحصار نہیں ہے جس طرح کہ شق صدر کے واقعہ کے ثبوت پر رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] زبدۃ الحقائق (تصرف فارسی قلمی اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) ورق ۱۲ [2] الیواقیت والجواہر (طبع مصر ۱۳۰۶ھ) الجزء الثانی بحث ۲۵
[3] کتاب الفتن (حدیث عربی قلمی) نمبر ۱۳۷۴ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) شمارۂ حدیث ۱۵۱۹۔

علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات منحصر نہیں ہے۔!

ہم نے اب تک جو بھی استدلال پیش کیا ہے وہ کتب "مولود" کی روایت کی حد تک تھا ورنہ حاشیہ شریف میں تو صرف اس قدر مروی ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام را ابتداء حال دوازدہ سال جاذبہ بود کلی خبر ایں عالم نبود مگر وقت نماز ہشیار شدے چوں نماز کردندے باز مست شدے بی بی الہدتی زوجہ حضرت میراں علیہ السلام آں وقت خدمت کردند جامہ پوشانیدند، اندکے طعام خورانیدند وقت نماز میراں آب برائے وضو طلب کردند آں وقت آب آوردہ پیش کردندے ہمچنیں دوازدہ سال شد[1]

حضرت میراںؒ کو ابتدائی حال میں بارہ سال جذبہ رہا اس عالم کی بالکل خبر نہ تھی مگر نماز کے وقت ہشیار ہوتے تھے جب نماز پڑھتے تو پھر بے ہوش ہو جاتے۔ بی بی الہدتی اس وقت خدمت کرتیں کپڑے پہناتیں، کچھ کھانا کھلاتیں، نماز کے وقت جبھی وضو کے لئے پانی طلب کرتے تو اس وقت پانی لاکر پیش کرتیں، اس طرح بارہ سال گذرے۔

روایت سے ثابت ہے کہ جب امام علیہ السلام نماز کے وقت ہوش میں آتے تو بی بی الہدتی آپ کو تھوڑا کھانا کھلا دیتی تھیں۔ بارہ سال اس طرح گذرے۔

حاشیہ شریف کی روایت سے تو مولف ہدیہ کا اعتراض پرہ کاہ کی طرح اڑ جاتا ہے۔

غرض ۷۵۸ھ میں دلپت سے جنگ ہوئی، اس کے بعد آپ بارہ سال حالت جذب میں رہے اور ۷۸۸ھ میں آپ نے جونپور سے ہجرت فرمائی جیسا کہ مولود میاں عبد الرحمٰن میں مروی ہے۔

بعدۂ فرمان حق تعالیٰ رسید کہ اے سید محمد برائے ما ہجرت کن و بہ حج بیت الحرام برو ہماں جا دعوتِ تو روی خواہد داد۔

اس کے بعد حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے سید محمد ہمارے لئے ہجرت کر اور حج کے لئے جا۔ اسی جگہ تیرا دعویٰ ظاہر ہوگا۔

سلطان حسین شرقی کا بنگالہ جانا

پروفیسر محمود شیرانی کا یہ کہنا کہ "سلطان حسین تو اس زمانہ میں دو سال پہلے اپنا ملک بہلول لودی کے ہاتھ پر کھو کر بنگالہ میں پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔" صحیح نہیں اس لئے کہ سلطان حسین نے بہلول لودی سے شکست پانے کے بعد مکرر جونپور پر قبضہ کر لیا تھا۔ فرشتہ نے یہ لکھا ہے۔

سلطان حسین فرصت دیدہ باجمعیت تمام بہ جونپور آمد و امرائے سلطان بہلول جونپور را گذاشتہ پیش قطب خاں بہ مجھولی رفتند[2]

سلطان حسین موقع دیکھ کر تمام فوج کے ساتھ جون پور آئے۔ اور سلطان بہلول کے امراء جونپور چھوڑ کر قطب خاں کے پاس مجھولی چلے گئے۔

[1] حاشیہ شریف ص ۱۳۳

[2] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۷۸

اس کے بعد بہلول لودی نے جونپور پر مکرر قبضہ کر لیا اس دفعہ بھی سلطان حسین شاہ کا بنگالہ جانا ثابت نہیں۔ صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے :۔

سلطان حسین بہ یک قطعہ ولایت خود کہ محصول آں پنج کرور بود۔ قانع شدہ اوقات میگذرانید و سلطان بہول طریق مرود مسلوک داشتہ متعرض او نمی شد [1]

سلطان حسین اپنی سلطنت کے ایک حصہ پر جس کا محصول پانچ کرور تھا قناعت کر کے اوقات بسر کرتے تھے اور سلطان بہلول مروت کر کے ان سے تعرض نہیں کرتا تھا۔

پروفیسر محمود شیرانی نے سلطان حسین کے بنگالہ جانے کا جو ذکر کیا ہے وہ سلطان سکندر لودی سے شکست پانے کے بعد ہے۔ حسن بن حسن گجراتی نے سلاطین شرقیہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

لیکن دریں کرت سلطان سکندر جون پور را از تصرف او بیرون کشید و سلطان حسین پریشان و بدحال پناہ بہ سلطان علاء الدین حاکم بنگالہ برد [2]

لیکن اس دفعہ سلطان سکندر لودی نے جونپور کو سلطان حسین کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان حسین نے پریشان و بدحال ہو کر سلطان علاء الدین حاکم بنگالہ کے ہاں پناہ لی۔

اس سے قبل ہم نے جون پور نامہ کے حوالہ سے بیان کر دیا ہے کہ سلطان حسین اپنے بیٹے جلال الدین کے ہاں گئے تھے۔ اور یہ سلطان نصیب شاہ کا داماد تھا۔ صاحب جون پور نامہ نے باب دوم کے تتمہ میں یہ لکھا ہے۔

از معتمدان ایں دیار شنیدہ و در تاریخ سکندری دیدہ کہ چوں در سنہ نہصد و پنج ہجری سلطان سکندر والی دہلی سلطان حسین شرقی را از دار الملک جون پور اخراج کرد و اماکن ساختہ شرقیہ را ویران و جلال خاں پسر خود را بفرمانروائی ایں دیار مختار نمودہ خود بہ صوبہ آگرہ رفت۔

اس شہر کے معتبر لوگوں سے سنا اور تاریخ سکندری میں دیکھا کہ جب ۹۰۵ھ میں سلطان سکندر والی دہلی نے سلطان حسین شرقی کو شہر جون پور سے نکالدیا اور سلاطین شرقیہ کی عمارتوں کو ویران کر دیا تو اپنے بیٹے جلال خاں کو یہاں کا فرمانروا مقرر کیا اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابو الحسنات ندوی نے بھی جون پور نامہ کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن سن میں کسی قدر فرق ہے۔ "جب ۹۰۴ھ یا ۹۰۲ھ میں سلطان سکندر لودی نے جون پور کو فتح کیا تو حسین شاہ شرقی کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا" [3] سلطان حسین کا بنگالہ جانا سلطان سکندر لودی کے زمانہ کا واقعہ ہے بہلول لودی کے زمانہ کا نہیں جیسا کہ پروفیسر محمود شیرانی نے بیان کیا ہے۔

حاصل یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جس زمانہ میں جون پور سے ہجرت فرمائی ہے سلطان حسین برسر اقتدار تھے۔

سلطان حسین شرقی کا سکہ ۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر میں ۸۸۷ھ میں جونپور سے ہجرت فرمائی ہے اور سلطان حسین شرقی کا سکہ بلا وقفہ ۸۸۹ھ تک رائج تھا ایچ۔ آر۔ نیول (H.R. Nevil) نے یہ لکھا ہے۔

"The Coins of Hussain ran on without a break to 889" [4]

---

[1] Dist. Gazetteers of the United provinces Vol. XXVIII Jaunpur (Page 182).

باب دوم

ہجرت اور دعوت مہدیت

ہجرت کی خصوصیات

ہجرت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ امامؑ بامر اللہ ہجرت فرماتے تھے، حاشیہ انصافنامہ میں یہ مروی ہے۔

نقل است حضرت میراں علیہ السّلام ہر جا کہ روانہ شدند بامر اللہ روانہ شدہ اند بعضی نان پخت یا نہ پخت ہمچناں گرفتہ رفتند بعضی در بازار رفتہ بودند ہمچناں دویدند (ص ۱۲۹)

منقول ہے کہ حضرت میراںؑ جس جگہ کو روانہ ہوئے اللہ کے حکم سے روانہ ہوئے ہیں، بعض روٹی پکاتے یا نہ پکاتے اسی طرح لیکر ساتھ ہو جاتے، بعض جو بازار گئے ہوئے ہوتے اسی طرح دوڑتے۔

ہجرت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مخالفین جب کبھی آپ کا اخراج کرتے تو آپ جو کچھ گھر میں رہتا چھوڑ دیتے۔ حاشیہ انصافنامہ میں یہ منقول ہے۔

نقل است حضرت میراںؑ را ہر وقت مخالفان بیرون کردند ہر چہ در خانہ بود ہمہ گذاشتند ہیچ التفات نہ کردند و فرمودند ایں ہمہ برائے اللہ است ص ۲۰۳

منقول ہے کہ مخالفین نے جب کبھی حضرت میراںؑ کا اخراج کیا تو آپ نے جو کچھ گھر میں تھا چھوڑ دیا کچھ توجہ نہ کی اور فرمایا کہ یہ سب اللہ کے لئے ہے۔

ہجرت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ امامؑ نے زیادہ سے زیادہ کہیں قیام فرمایا ہے تو اٹھارہ ماہ، صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت امام علیہ السّلام بجز ایں چہار مقام چاپانیر و احمد آباد و پیراں پٹن و بڑلی ہیچ جا ہژدہ ماہ اقامت نہ کردند (باب سیزدہم)

منقول ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے ان چار مقاموں یعنے چاپانیر، احمد آباد، پیراں پٹن اور بڑلی کے سوا کسی جگہ اٹھارہ مہینے اقامت نہ فرمائی۔

ہجرت کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ہر منزل پر خلق خدا دنیا و مافیہا چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو جاتی تھی۔ میاں عبد الرحمن کے مولود میں یہ روایت کی گئی ہے۔

فی کل نزول کثیر الناس بحضور پر نور حضرت امیر آمدہ مرید می شدند و تارک حطام دنیا و طالب لقائے مولیٰ

ہر منزل پر بہت سے لوگ حضرت امیر کے حضور پر نور میں حاضر ہو کر مرید ہوتے تھے دنیا کی تھوڑی پونجی ترک کر کے اور

شدہ ہمراہ آنحضرت رواں می شدند (صـ ۳۲) | اللہ کی مدد کے طالب ہو کر آنحضرت کیساتھ روانہ ہوئے۔

ہجرت کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ سینکڑوں اصحاب خراساں کے سفر میں آپ کے ساتھ تھے پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے۔

"اس وقت آپ کی جماعت میں نوسو نفوس تھے ان میں عیالدار تین سو ساٹھ تھے، ایک روایت کے رو سے بائیس سو تھے جن میں نو سو عیالدار اور باقی تیرہ سو مجرد تھے۔[1]"

ہجرت کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ آپ جس علاقہ میں تشریف فرما ہوتے وہیں کی زبان میں بیان قرآن فرماتے جیسا کہ شواہد الولایت میں مروی ہے۔

در ہر شہر کہ رفتی و در ہر ولایت کہ قدم سعادت فرمودے بزبان آں ولایت بیان قرآن کردے (باب ۳۲) | جس شہر میں تشریف لیجاتے اور جس ملک میں قدم سعادت رکھتے اس ملک کی زبان میں بیان قرآن کرتے۔

امام مہدی علیہ السلام نے جہاں جہاں ہجرت فرمائی ہے ان مقامات کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

ہجرت کی تفصیل

داناپور۔ یہ شہر جونپور سے بجانب مشرق تخمیناً ۷۰ میل ہے۔ یہاں اب ریل کا اسٹیشن ہے۔ **کالپی**۔ یہ شہر داناپور سے تخمیناً ۳۷۰ میل جانب مغرب ہے۔ (اور کانپور سے ۴۵ میل جانب جنوب مغرب ہے) چندیری مالوہ کی سرحد پر کالپی سے تقریباً ۴۶ میل کے فاصلہ پر گوشۂ مغرب و جنوب میں ہے۔ **چاپانیر** چندیری سے تقریباً ۳۰ میل گوشۂ جنوب و مغرب میں ہے یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا۔ **منڈو** (مانڈو) ۸۹۲ھ میں آپ یہاں تشریف لائے۔ یہ شہر چاپانیر سے ۱۰۰ میل مشرق میں ہے، اس وقت یہ شہر سلاطین مالوہ کا پایہ تخت تھا (شواہد الولایت اور مطلع الولایت میں مذکور ہے کہ آپ پہلے مانڈو گئے اور بعد چاپانیر) **برہان پور**۔ مانڈو سے یہ شہر تقریباً ۲۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں آپ نے ایک شب اقامت فرمائی۔ **دولت آباد** برہان پور سے ۱۸۰ میل جنوب میں کسی قدر مائل بہ مغرب ہے یہاں آپ ایک ہفتہ مقیم تھے۔ **احمد نگر** دولت آباد سے ۹۰ میل مائل بہ گوشہ جنوب و مغرب ہے اس شہر کے حصار کی تعمیر کے وقت آپ تشریف فرما ہوئے۔ یہ ۸۹۹ھ یا ۹۰۰ھ کا واقعہ ہے۔ **بیدر** احمد نگر سے ۲۴۰ میل گوشۂ مغرب و جنوب میں ہے، اس وقت یہاں کا فرمانروا قاسم برید تھا یہاں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا۔ **گلبرگہ** بیدر سے گوشہ جنوب و مغرب میں ۷۰ میل کے فاصلے پر ہے، یہاں شیخ سراج الدین کے روضہ میں آپ نے ایک ہفتہ اعتکاف فرمایا۔ **بیجاپور** گلبرگہ سے گوشۂ مغرب و جنوب میں تقریباً ۱۰۰ میل ہے۔ **چیتاپور**، ضلع گلبرگہ میں قصبہ رائے باغ سے تقریباً چار منزل مشرق میں واقع ہے۔ **ڈابول بندر** چیتاپور سے رائے باغ اور کوکن ہوتے ہوئے ڈابول بندر

---

[1] اورنٹیل کالج میگزین بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صـ ۳۷ (اس میں محمود شیرانی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "دائرہ کے مہدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ" اس سلسلہ میں امام علیہ السلام اور آپ کے متبعین کا بھی حال لکھا گیا ہے۔

تشریف لے گئے۔ یہ بندر کوکن میں ہے اور بیجاپور سے تقریباً ۲۰۰ میل گوشہ مغرب و شمال میں۔ یہ ۹۰۰ھ کے اواخر یا ۹۰۱ھ کے اوائل کا زمانہ ہے۔ جب جہاز پر سوار ہوئے ہیں تو ۳۶۰ مہاجرین آپ کے ساتھ تھے۔ عدن جہاز یہاں تین روز ٹھہرا۔ یلملم۔ یہ ہندوستان کے حاجیوں کے لئے میقاتِ احرام ہے۔ جدّہ۔ یہاں چند روز قیام رہا۔ مکّہ معظمہ۔ یہاں کی مدتِ اقامت کے باب میں کتب مہدویہ میں اختلاف ہے بعض نے تین ماہ اور بعض نے سات ماہ اور بعض نے نو ماہ لکھا ہے۔

دیوبندر۔ مکہ سے واپسی کے وقت براہ دیوبندر، احمد آباد آئے کھنبایت بروایتے براہ کھنبایت و بقولے راست احمد آباد تشریف لائے احمد آباد احمد آباد، گجرات کا پایہ تخت ہے اور بندر دیو سے تقریباً ۲۱۰ میل کے فاصلہ پر یہ ۹۰۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس شہر میں آپ ڈیڑھ برس قیام فرما رہے۔ سانتیج۔ یہ موضع احمد آباد سے بجانب شمال مائل بہ مغرب تقریباً ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پٹن۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہاں ایک ہفتہ قیام فرمایا اور بعض سے اسی جگہ پندرہ یا اٹھارہ مہینے رہنا ثابت ہے۔ بڑلی۔ یہ موضع پٹن سے بجانب مغرب ہے، یہاں آپ کا چودہ مہینے قیام کرنا ثابت ہے۔ یہاں آپ نے مہدیت کا دعویٰ موکد فرمایا یہ ۹۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ جالور، یہ پٹن سے ۱۴۰ میل بجانب شمال مائل بہ مشرق ہے۔ تیراد اور سانچور سے گزرتے ہوئے آپ یہاں پہنچے۔ ناگور۔ یہ مارواڑ کے نامی شہروں میں ہے اور جالور سے ۱۷۰ میل بجانب شمال مائل بہ مشرق ہے جیسلمیر۔ یہ شہر ناگور سے ۱۹۰ میل مغرب میں کسی قدر مائل بہ جنوب ہے۔ نگر ٹھٹہ۔ یہ شہر سندھ کا پائے تخت تھا اب سندھ کے نامی شہروں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسلمیر سے ۴۹۰ میل دور ہے اور دریائے اٹک پر واقع ہے۔ کاہہ یہ قصبہ شہر ٹھٹہ (تتہ) سے قریب ہے۔ یہاں حضور موعود نے چند ماہ قیام فرمایا۔ قندہار۔ یہ ٹھٹہ سے ۶۰۰ میل بجانب شمال مائل بہ مغرب ہے، اس کے اردگرد کوہستان ہے یہاں آپ کا قیام دو ہفتوں سے زیادہ نہیں رہا۔ فراہ۔ مولف ہدیہ نے یہ ادعا کیا ہے کہ امام کا قیام فراہ میں نو مہینے رہا[1]۔ حالانکہ سیرت کے سب سے قدیم ماخذ سے یہ ثابت ہے کہ آپ فراہ میں دو سال پانچ ماہ رہے۔ میاں عبدالرحمٰن نے فراہ مبارک کے واقعات میں بیان کیا ہے۔

بعد از داخل شدن در فراہ دو سال و پنج ماہ حیات آنحضرت ماند۔	فراہ میں داخل ہونے کے بعد آنحضرت کی حیات دو سال پانچ مہینے ہوئی۔

پہلے آپ کا قیام فراہ میں شہر کے باہر تھا جیسا کہ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں مذکور ہے۔

اما مقام آں سرور در فراہ بیرون شہر در باغ بود	لیکن آں سرور کا مقام، فراہ میں شہر کے باہر باغ میں تھا۔

شہر فراہ کا بیرونی علاقہ فراہ کہنہ کے نام سے مشہور تھا۔ جیسا کہ بندگی شاہ برہان نے شواہد الولایت میں بیان کیا ہے۔

الغرض چونکہ امام علیہ السلام در فراہ کہنہ قدم سعادت فرمودند در سرائے ملک سکندر جی ملوک کیوان فرود آمدند (باب بست و دوم)	الغرض جب کہ امام علیہ السلام نے فراہ کہنہ میں قدم سعادت رکھا تو آپ ملک سکندر جی ملوک کیوان کی سرائے میں اترے۔

بیرون شہر یعنی فراہ کہنہ سے جب آپ اندرون شہر داخل ہوئے تو آپ کا قیام نو ماہ رہا ہے جیسا کہ بندگی شاہ برہان

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ۱۲۸۷ھ۔

نے بیان کیا ہے۔

الغرض بعد از آمدن بندگی میراں سید محمود بندگی میراں سید خوندمیر رضی اللہ عنہما حضرت ولایت پناہ را شش ماہ حیات شدہ است وسہ ماہ قبلہ ہذا در فراہ المفرح المقام حضرت امام علیہ السلام آمدہ بودند منجملہ نہ ماہ حیات شاہنشہ درایں جا شدہ است۔ (باب بیت وپنجم)

الغرض بندگی میراں، سید محمود اور بندگی میراں سید خوندمیر کے آنے کے بعد حضرت ولایت پناہ کی حیات چھ ماہ ہوئی ہے اور اس سے تین ماہ قبل حضرت امامؑ فراہ المفرح میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ جملہ نو ماہ شہنشاہ کو حیات اس جگہ ہوئی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا کل قیام فراہ مبارک میں دو سال پانچ ماہ رہا، اس میں صرف نو ماہ اندرون شہر بسر ہوئے پس معلوم ہوا کہ بقیہ مدت آپ نے بیرون شہر یعنی فراہ کہنہ میں بسر فرمائی۔

جغرافیہ خلافت مشرقی میں یہ آیا ہے۔

" مقدسی نے بیان کیا ہے فرہ کے دو حصہ تھے۔" ص ۴۱۵

اس سے شاہ برہان کے بیان کی تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ آپ نے " فراہ " اور " فراہ کہنہ " کا ذکر علٰحدہ کیا ہے۔ یہ شہر قندہار سے ۱۸۰ میل گوشۂ شمال مغرب میں ہے، اس شہر میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ کو بروز دوشنبہ آپ واصل بحق ہوئے۔ (فراہ ایران کا ایک شہر ہے، شیخ ابو نصر وہیں کے تھے، آجکل افغانستان میں ہے اور اس زمانہ میں افغانستان کا وجود ہی نہ تھا۔

دعوتِ مہدیت

تاریخ عالم شاہد ہے کہ کسی مامور من اللہ نے اس قدر مسافت دعوت الی الحق کے لئے طے نہیں کی۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ آجکل کی طرح اس زمانہ میں وسائل سفر کی سہولت نہیں تھی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ اسد العلماء ہو چکے تھے، وعظ و تذکیر شروع فرما دی تھی۔

امام علیہ السلام کے اسد العلماء ہونے سے لیکر سلطان حسین کے ساتھ شریک جنگ ہونے تک کے واقعات کی تفصیل نہیں ملتی پھر بھی یہ امر ثابت ہے کہ خلق خدا آپ سے مستفید ہو رہی تھی جیسا کہ میاں عبدالرحمٰن نے امامؑ کے ابتدائی احوال میں لکھا ہے۔

در آن زماں میاں شاہ دانیال، حضرت را السید الاولیاء حکم می کردند، روز بروز ولایت آنحضرت ظاہر می شد فی الجملہ بعد از مدتے سلطان حسین شرقی بادشاہ آں مقام کہ بہ مرتبہ ولی کامل و امیر عادل بود، از آں حضرت بسیار اخلاص و اختلاط می نمود ص ۲۳

اس زمانہ میں میاں شاہ دانیال کا فیصلہ یہی تھا کہ حضرت ہی سید الاولیاء ہیں، دن بدن آنحضرت کی ولایت کا چرچا ہوتا تھا، حاصل یہ کہ ایک مدت کے بعد سلطان حسین شرقی جو ولی کامل کے مرتبہ میں تھا اور امیر عادل تھا آنحضرت سے بہت اخلاص اور اختلاط رکھتا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ سلطان آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل تک، خلق خدا آپ سے مستفیض ہو رہی تھی۔ اور

آپ کی ولایت کے چرچے ہو رہے تھے۔ اس لحاظ سے تقریباً آپ کی تمام عمر تبلیغ کلام اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم میں گزری۔
آپ کی مدت دعوت ۲۳ سال ہے۔ اس مدت میں ۱۸ سال دعوی غیر موکد رہا اور ۵ سال دعوی موکد۔ جیسا کہ شواہد الولایت میں امام علیہ السلام سے یہ مروی ہے۔

بندہ را بشردہ سال امر غیر موکد بود کہ تو مہدی موعود ہستی دعوی کن و اظہار کن بندہ ہضم کردیم پنج سال است کہ امر موکد شدہ است و عتاب می شود کہ اے سید محمد تو مہدی موعود ہستی اظہار کن (باب ۲۸)

(امامؑ نے فرمایا کہ) اٹھارہ سال بندہ کو حکم غیر موکد تھا کہ تو مہدی موعود ہے دعوی کر اور اظہار کر بندہ نے اس کو ہضم کیا، پانچ سال ہوتے ہیں کہ امر موکد ہوتا ہے اور عتاب ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدی موعود ہے اظہار کر۔

"بندہ ہضم کردیم" سے ظاہر ہے کہ امامؑ نے اپنے مہدی موعود ہونے کا اظہار بطریق تاکید نہیں فرمایا یعنے دعوی غیر موکد فرمایا۔
دعوی کو غیر موکد اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے منکر کے لئے من کذب بالمہدی کا کوئی حکم نہیں سنایا تھا جب آپ نے اپنے منکر کو من کذب بالمہدی کا حکم سنایا تو آپ کے دعوی کو موکد کہا گیا۔
جس زمانہ میں امام علیہ السلام نے دعوی مہدیت فرمایا لیکن اپنے منکر کو کوئی حکم نہیں سنایا تو مولف ہدیہ نے اس کو جناب ہادی کی عدول حکمی کرنا قرار دیا ہے[1]۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم نے بھی ابتدا میں پوشیدہ طور پر تبلیغ فرمائی ہے، علانیہ تبلیغ کرنے کیلئے امر موکد بعد کو ہوا ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بیان کیا گیا ہے۔

تا سہ سال حال بریں منوال بود و مامور بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفاء ایں امر و صبر بر آن، پس آنحضرت بخفیہ دعوت می کرد تا نازل شد آیہ کریمہ فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین یعنے اظہار کن آنچہ امر کردہ شدی بداں، آشکارا کن دعوت را و بگرداں روے خود را از مشرکان[2]

تین سال تک یہی حال تھا اور آنحضرت صلعم اس امر کے پوشیدہ رکھنے اور اس پر صبر کرنے کیلئے مامور تھے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین یعنے اظہار کر اس کا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے، اپنی دعوت کو آشکارا کر اور مشرکین سے روگردانی کر۔

مولف ہدیہ نے (صفحہ ۲۶ پر) یہ بھی افترا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے اصرار پر دعوی مہدیت فرمایا ہے ہدیہ کی عبارت یہ ہے۔

"اب کہ سب نے کمال اصرار کیا شیخ بھی تیار ہو گئے۔"

حالانکہ اپنے اصحاب کے اصرار پر دعوی کرنا کتب مہدویہ میں مذکور ہی نہیں ہے بلکہ یہ مروی ہے کہ جب آپ کے اصحاب کو کشف و الہام کی بنا پر معلوم ہوا کہ آپ ہی مہدی موعود ہیں تو آپ سے اظہار مہدیت کرنے کی استدعا کی اس پر امام علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ اس کا اظہار فرما دے گا جیسا کہ شواہد الولایت میں مروی ہے۔

یاران تکرار بر تکرار کردند حضرت میراں ہمیں جواب | اصحاب نے تکرار پر تکرار کی، حضرت میراں نے یہی جواب

---

[1] ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۲ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۷ و صفحہ ۳۸۔

دادند کہ شما در کار خود باشید ہر وقتی کہ حق تعالیٰ می خواہد آشکارا می کند (باب ۱۷)

دیا کہ تم اپنے کام میں رہو، جس وقت کہ حق تعالیٰ چاہتا ہے آشکارا کرتا ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ آپ کا دعوی تابع امر الٰہی تھا، تابع اصحاب نہیں۔

امام علیہ السّلام کے دعوے کو تابع اصحاب قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آیہ تحریم خمر کے نزول کو تابع حضرت عمر قرار دیدے۔

حضرت عمرؓ نے یہ دعا کی تھی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں ہمارے لئے بیان شافی دے اور اس کے بعد ہی آیت تحریم خمر نازل ہوئی [1]

ایک تحریم خمر پر کیا موقوف ہے بیس[۲۰] سے زیادہ مواقع پر قرآن کا نزول حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق ہوا ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا ہے۔

نیز اشعۃ اللمعات میں یہ آیا ہے۔

روایت آوردہ است ابن مردویہ از مجاہد گفتہ می بود عمر کہ رای می زد پس نازل می شد بہ آن قرآن [2]

روایت لایا ہے ابن مردویہ مجاہد سے کہا کہ عمرؓ رائے دیتے تھے پس قرآن اس کے مطابق نازل ہوتا تھا۔

کیا اس بنا پر (نعوذ باللہ) یہ کہا جائے گا کہ قرآنی آیتیں منجانب اللہ نازل نہیں ہوئیں بلکہ خود رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر کی خواہش کی تکمیل فرمادی! مکہ معظمہ میں بھی امام نے دعوت مہدیت فرمائی، رکن و مقام کے درمیان جو آپ سے بیعت کیگئی وہ حدیث کے مطابق ہے۔ نعیم بن حماد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال یبایع المھدی بین الرکن والمقام ولا یوقظ نائما ولا یھریق دما [3]

کہا کہ مہدی سے بیعت کی جائیگی رکن و مقام کے درمیان مہدی نہ جگائے گا کسی سوتے کو اور نہ بہائیگا (کسی کا) خون۔ یعنی امام مہدی بیعت لینے کیلئے کشت و خون نہیں کرینگے۔

نعیم بن حماد نے حضرت قتادہؓ سے ایک اور روایت کی ہے۔

یخرج المھدی من المدینۃ الی مکۃ فیستخرجہ الناس من بیتھم فیبایعونہ بین الرکن والمقام وھو کارہ۔

نکلیں گے مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف پس لوگ انہیں اپنے مجمع سے حمال کے (یا انہیں پہچان لیں گے اور) ان کے ہاتھ پر رکن و مقام کے درمیان بیعت کرینگے حالانکہ وہ اس کو پسند نہ کرتے ہوں گے۔

واضح ہو کہ عربی زبان میں لفظ مدینہ ہر شہر کے لئے استعمال ہوتا ہے، مدینۃ الرسول کی تخصیص نہیں ہے۔ کلام الٰہی اس پر شاہد ہے۔

وقال نسوۃ فی المدینۃ امرات العزیز

اور کہا عورتوں کی ایک جماعت نے مدینہ میں کہ عزیز مصر

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۵۳ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۴۲ [3] عقد الدرر فی اخبار المنتظر (حدیث عربی نمبر ۶۷) انیٹ سنٹرل لائبریری

تراود فتٰھا عن نفسہ (سورۂ یوسف رکوع ۴) | کی بیوی اپنے جوان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہتی ہے۔

یہاں مدینہ سے مراد شہر مصر ہے۔ حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

عن عبد اللہ بن بسر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ست سنین ویخرج الدجال فی السابعۃ رواہ ابوداود وقال ھذا اصح | حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنگ عظیم اور فتح مدینہ کے درمیان چھ سال ہوں گے اور دجال ساتویں سال خروج کرے گا۔ روایت کی ہے اس کی ابوداؤد نے اور کہا کہ یہ اصح ہے۔

یہاں مدینہ سے شہر قسطنطنیہ مراد ہے۔ اور مدینۃ الرسول محفوظ ہوگا۔ امام بخاری نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لھا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان[1] | رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا مدینہ کے اس دن سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔

صاحب لسان العرب نے مدن کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ کل ارض یبنی بھا حصن فی اصطمتھا فھی مدینۃ[2] اور صاحب قاموس نے اصطمۃ کے یہ معنی لکھے ہیں۔ الاصطمۃ والاسطمۃ معظم الشی ومجتمعہ اووسطہ

پس لسان العرب کی عبارت کا یہ مفہوم ہوگا کہ جس باعظمت زمین کے درمیانی بہترین قطعہ پر قلعہ کی تعمیر ہو وہ مدینہ ہے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے۔

ترتیب اسماء برایں طریق است کہ قریہ است وبالاتر ازوے بلد وبالاتر از بلد مدینہ وفوق ہمہ جامع تر از ہمہ مصر وبعضی بلدہ ومدینہ را در یک مرتبہ نہادہ اند۔ (اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۳۸۹) | اسما کی ترتیب یہ ہے۔ قریہ ہے اور اس سے بڑھ کر بلد اور بلد سے بڑھ کر مدینہ اور سب سے بڑھ کر اور سب سے جامع مصر ہے اور بعض نے مصر ومدینہ کو ایک مرتبہ میں رکھا ہے۔

مہدی کا یمن سے نکلنا ثابت نہیں

مذکورہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی مدینہ یعنے شہر سے نکلے گا، اس سے اس روایت کی نفی ہوجاتی ہے جس میں مہدی کا کرعہ نامی قریہ سے نکلنا مذکور ہے۔

صاحب حجج الکرامہ نے یہ لکھا ہے۔

ابوبکر مقری گفتہ برآید از قریہ کہ آں را کرعہ خوانند[3] | ابوبکری مقری نے کہا ہے کہ مہدی نکلیگا ایک قریہ سے جسکو کرعہ کہتے ہیں۔

صاحب معجم البلدان نے لفظ کرعہ کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۳۹۸۔ [2] لسان العرب الجزء التاسع عشر صفحہ (۳۸۹) طبع مصر ۱۳۰۳ھ [3] حجج الکرامہ فی آثار القیامہ (طبع مطبع شاہجہاں بھوپال ص ۳۵۸)

روی عن عبد اللہ بن عمر بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ بالیمن یقال لھا کرعۃ [1]

روایت کی گئی ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مہدی نکلیگا یمن کے ایک قریہ سے جس کو کرعہ کہا جاتا ہے۔

کرعہ کو "کرمتیہ" بنانا اور اس کو یمن سے ہندوستان لانے کی سعی کرنا ایک طفلانہ حرکت ہے۔

صاحب سفر السعادت نے تو یہ بیان کیا ہے۔

درباب فضائل بیت المقدس عسقلان قزوین واندلس ودمشق حدیثے صحیح نہ شدہ [2]

بیت المقدس، عسقلان، قزوین، اندلس اور دمشق کے فضائل کے باب میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہ ہوئی۔

جب مشہور شہروں سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہ ہوسکی تو ایک غیر معروف قریہ سے متعلق کتب غیر صحاح کی روایت کس طرح ثابت ہوجائے گی۔

اس سے قطع نظر مدینہ کا اطلاق کرعہ پر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ ایک قریہ ہے قریہ سے بڑھکر بلد ہے اور بلد سے بڑھکر مدینہ ہے۔ البتہ جون پور جیسے شہر پر تو مدینہ کا اطلاق بخوبی ہوسکتا ہے۔

نویں صدی ہجری میں جون پور کی جو اہمیت تھی اس سے قبل واضح کردی گئی ہے۔ اس پر مدینہ کا اطلاق ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔ قطع نظر اس کے فقہ کی کتابوں میں مدینہ و مصر کی بحث نہایت متعارف ہے لیکن ہر جگہ مدینہ سے مدینۃ الرسول مراد نہیں۔ مہدیؑ کے ظہور کی اگر مدینۃ الرسول سے تخصیص ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ طابہ فرمادیتے کیوں کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔ مسلم نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ سمی المدینۃ طابۃ [3]

کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

کتاب اشعیا پیغمبر میں آیا ہے کہ کہا مجھ کو پروردگار نے اٹھ اور جمع کر اور خبر دے جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے پس اٹھا اور دیکھا دو سواروں کو کہ آگے آتے ہیں ایک گدھے پر اور دوسرا اونٹ پر، ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بابل اور اس کے ترشے ہوئے بتوں کا سقوط عمل میں آیا (اس کا حوالہ صحف انبیا کی پیشین گوئیوں کے ذیل میں دیا جائیگا) شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ابن قتیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں شتر سوار سے مراد رسول اللہ صلعم کی ذات ہے۔ واضح ہو کہ اونٹ سے سواری کا کام عراق، شام، مصر، تونس، مراکش ہر جگہ لیا جاتا ہے اس کے باوجود عرب کی تخصیص اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ صلعم وہاں مبعوث ہوئے۔ اسی طرح اگر مدینہ سے جونپور کی تخصیص کی جائے تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔ کتب صحاح میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ رکن و مقام کے درمیان امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، لہٰذا اس مفہوم کا امام مہدیؑ میں پایا جانا ضروری نہیں۔ نعیم بن حماد کی روایتیں بر سبیل تنزل صحیح بھی تسلیم کرلی جائیں تو حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہیں

---

[1] معجم البلدان (طبع یورپ) المجلد الرابع ص ۳۲۰ [2] سفر السعادت (مطبع نولکشور ص ۵۲۳) [3] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ (۳۹۴)۔
[4] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۴ (طبع نولکشور ۱۹۱۴ء)

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا (باب سوم دلیل ششم میں) یہ کہنا کہ اگر مکہ معظمہ میں دعوی مہدیت کئے ہوتے تو وہاں کے علما اور حکام بغیر قتل کئے ہرگز نہ چھوڑتے صحیح نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے مشرکین کے آلہۃ[1] کی نفی فرمائی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا لیکن کوئی آپ کے قتل پر قادر نہ ہوسکا، مہدیت بھی تو نبوت کی طرح خلافت الٰہی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے زاد المتقین[2] (مقصد اول باب چہارم) میں بیان کیا ہے کہ شیخ علی متقی نے ایک دفعہ حرم میں دعوئ مہدیت کیا تھا اور اس کے چند روز بعد توبہ کرلی عبدالحق کی عبارت یہ ہے:۔

در حرم شریف در آمدند روز جمعہ بود و خلایق بسیار حاضر در حضور ہمہ فریاد برآوردند انا المہدی الموعود انا المہدی ہمہ حیران ماندند کہ این چہ حالت است۔	حرم شریف میں آئے صبح تھی اور بہت سی خلقت جمع تھی سب کی موجودگی میں نعرہ لگایا کہ میں ہی مہدی موعود میں ہی مہدی ہوں، سب متحیر رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

شیخ علی جس کی تقریباً تمام عمر مہدویوں کی مخالفت میں گذری، اس نے حرم میں دعوئ مہدیت کیا اور کسی نے مزاحمت تک نہیں کی تو بھلا امام مہدی علیہ السلام کا رکن و مقام کے درمیان اعلان مہدیت کرنا کون سا امر مستبعد ہے، درآنحالیکہ آپ کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ اس کی تبلیغ میں گزرا، ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں امام مہدی علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے۔

تا بہ مکہ مشرفہ شدہ ..... می گویند کہ میر مذکور این دعوئ را در آنجا کردہ حکم باخراج او نمودہ اند[3]	میر سید محمد جونپوری (حضرت مہدیؑ) مکہ معظمہ گئے ..... کہتے ہیں کہ میر مذکور نے وہاں دعوی مہدیت کیا اور ان کے اخراج کا حکم دیا گیا۔

مکہ معظمہ میں دعوی مہدیت کرنے پر تمام کتب مہدویہ کا اتفاق ہے۔ لیکن اخراج کا حکم دینے کی روایت کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب دوازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

امام علیہ السلام بامر ملک العلام در محضر خاص و عام میان رکن و مقام دعوئ مہدیت بدین عبارت فرمودند کہ من اتبعنی فھو مومن، در آں وقت بندگیماں شاہ نظام و قاضی علاء الدین کہ ہر دو صحابہ کرام اند آمنا و صدقنا گفتہ دست بیعت کردند و بعضی یاران ورائے آں بعضی مردمان نیز توجہ آوردند کہ دست بیعت با آنحضرت کنند، حضرت میراں بحکم آیات قرآن نصیحت آغاز کردند بعد از فراغ نصیحت بعضی اعراب ہم آمدہ دست بیعت کردند بعضی یاران	امام علیہ السلام نے ملک العلام کے حکم پر محضر خاص و عام میں رکن و مقام کے درمیان مہدیت کا دعوی اس عبارت میں فرمایا کہ جس نے میرا اتباع کیا وہ مومن ہے۔ اس وقت بندگیماں شاہ نظام اور قاضی علاء الدین دونوں نے جو صحابہ کرام سے تھے آمنا صدقنا کہہ کر بیعت کی ان کے سوا بعض اصحاب نے اس کے سوا بعض لوگوں نے بھی توجہ کی کہ آنحضرت سے بیعت کریں۔ حضرت میراں نے آیات قرآن کی بنا پر نصیحت شروع کی نصیحت سے فارغ ہونے کے بعد بعض عربوں نے بھی آکر بیعت کی، بعض اصحاب نے پوچھا کہ میرا جی آپ نے دوسرے اصحاب سے بیعت

[1] معبودوں [2] زاد المتقین نمبر ۱۵۲۳، تصوف فارسی اسٹیٹ سنٹرل لائبریری [3] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۶ تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔

پرسیدند کہ میرا نجی بدیگر یاران چرا بیعت نفرمودند گفتند کہ مرا امر باری تعالیٰ رسید کہ اے سید محمد دو گواہ برائے ثبوت دعوی بس اند

کیوں نہیں لی تو فرمایا کہ مجھے امر الٰہی پہونچا کہ اے سید محمد دعوی کے اثبات کے لئے دو گواہ بس ہیں۔

اس روایت سے رکن و مقام کے درمیان دعوئ مہدیت کرنا ثابت ہے۔ حاشیہ شریف میں یہ روایت آئی ہے۔

حضرت میراں بہ کعبۃ اللہ رفتہ بودند بالائے منبر نشستہ دعوت کردند من اتبعنی فھو مومن (ص ۲۶۴)

حضرت میراں کعبۃ اللہ گئے تھے، منبر پر بیٹھ کر دعوت کی جس نے میری پیروی کی پس وہ مومن ہے۔

مذکورہ روایتوں سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے منبر پر بھی اعلان مہدیت فرمایا ہے اور رکن و مقام کے درمیان بھی، ان روایتوں میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ منبر رکن و مقام کے درمیان واقع ہے۔

مولف ہدیہ نے (ص ۸۴ پر) ایک موضوع روایت کے حوالے سے یہ لکھدیا ہے کہ رکن و مقام کے درمیان منبر کا ہونا مذکور ہے۔ حالانکہ متقدمین کی روایت میں مذکور ہی نہیں ہے، نہ حاشیہ شریف میں اور نہ شواہد الولایت میں۔ مولف ہدیہ کا ایک موضوع روایت کا سہارا لیکر منبر کو رکن و مقام کے درمیان قرار دینا صحیح نہیں۔

مولف ہدیہ نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے اصحاب کی گواہی آپ کے مہدی ہونے کے لئے کافی نہیں ہے اور یہ بھی ادعا کیا ہے کہ آپ کے اصحاب کی گواہی از روے فقہ صحیح نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ کسی نبی کے گواہ اس کے مصدقین ہی ہوتے ہیں۔ اس کے منکرین نہیں۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

وشھدوان الرسول حق (آل عمران ع ۹) | اور گواہی دی یہ کہ رسول سچے ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول کے برحق ہونے کی گواہی دینے والے اس کے مصدقین ہوتے ہیں منکرین نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض گواہی دینے والے بعد کو منحرف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس (حج ع ۱۰)

اللہ نے تمہارا نام نزول قرآن سے قبل اور اس قرآن میں مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

گواہ دعوت

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین (المائدہ ع ۱۵)

کہتے ہیں اے ہمارے رب، ہم ایمان لائے پس لکھ ہم کو شاہدین کے ساتھ۔

ظاہر ہے کہ نبی پر ایمان لانے والے نبی کے گواہ ہیں۔

صاحب تفسیر حسینی نے شھداء علی الناس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

باشید شما گواہاں بہ مردماں برسانیدن انبیاء دعوت حق را بدیشاں [1]

تم گواہ ہو لوگوں پر کہ انبیاء نے دعوت حق ان لوگوں تک پہنچادی۔

امام علیہ السلام کے اصحاب بھی اس امر کے گواہ ہوں گے کہ بہ فحوائے حدیث آپ نے رکن و مقام کے درمیان اعلان مہدیت فرمایا ہے۔

امام علیہ السلام کے دو گواہ پیش ہونے پر بھی مولف ہدیہ کو اعتراض ہے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے ایک موقع پر صرف ایک ہی گواہ پیش فرمایا ہے اور وہ بھی غیر مرئی۔

مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخانۂ زینب رفت درحالیکہ وے سر برہنہ بود گفت یارسول اللہ بے خطبہ و بے گواہ حضرت فرمود اللہ المزوج وجبرئیل الشاہد پس طعام ولیمہ ترتیب نمود [2]

مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم زینب کے گھر میں گئے درآنحالیکہ وہ سر برہنہ تھیں، انھوں نے کہا یارسول اللہ کیا بغیر خطبہ کے اور بغیر گواہ کے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ ازدواج کرنے والا ہے اور جبرئیل گواہ ہیں پس آپ نے طعام ولیمہ ترتیب دیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ نکاح کے لئے گواہ کا ہونا ضروری ہے اشعۃ اللمعات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

نکاح بے شہود باطل است وہمیں است مذہب ائمہ وہمیں است منقول از صحابہ و تابعین [3]

بغیر گواہ کے نکاح باطل ہے یہی ہے مذہب ائمہ کا اور یہی منقول ہے صحابہ و تابعین سے۔

کیا نکاح زینبؓ کی روایت پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ گواہ متعارف نہیں؟

اس سے قطع نظر مسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

وان من الانبیاء نبیا ما صدقه من امته الا رجل واحد [4]

اور تحقیق کہ انبیاء میں سے ایک نبی ہیں کہ نہیں تصدیق کی ان کی ان کی امت میں سے مگر ایک شخص نے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایک نبی کی تصدیق صرف ایک ہی شخص نے کی ہے۔

امام علیہ السلام کے دست مبارک پر پہلے دو اصحاب نے بیعت کی اور بعد کو عربوں نے بھی۔

بالفرض آپ کے ہاتھ پر صرف ایک ہی صحابی بیعت کرتے تو بھی آپ کے دعوے کے اثبات کے لئے کافی تھا۔ امام علیہ السلام کے اس طرح علانیہ بیعت لینے کو مولف ہدیہ نے (صـ۲۵ پر) ٹوٹکا قرار دیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلعم اپنے وطن ہی میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے قبل تک پوشیدہ طور پر نماز پڑھتے تھے۔

امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے یہ روایت کی ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا علی النبی

ابن عباس سے مروی ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خداوندا اسلام کو عزت اور غلبہ دے ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب سے، پس عمر اول روز رسول اللہ صلعم

---

[1] تفسیر حسینی جلد دوم صـ۴۳۶۔ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۴۸۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صـ۱۱۵۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۲۶۷۔

صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاھرا رواہ احمد والترمذی [1]

کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے پھر مسجد میں علانیہ نماز پڑھی روایت کی ہے اس کی احمد اور ترمذی نے۔

"ثم صلی" کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

پس نماز گزارد آنحضرت در مسجد آشکارا و پیش از اسلام وے ہیچ کس نماز آشکار نمی توانست گزاردو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختفی بود در دار ارقم [2]

پس آنحضرت نے مسجد میں علانیہ نماز پڑھی اور عمرؓ کے اسلام لانے سے قبل کوئی شخص علانیہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم دار ارقم میں پوشیدہ تھے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے سے قبل تک رسول اللہ صلعم نے جس طرح نماز ادا کی ہے کیا وہ قابل اعتراض ہو سکتی ہے۔ یہ حاصل یہ کہ امام علیہ السلام نے بہ فحوائے حدیث رکن و مقام کے درمیان اعلان مہدیت فرمایا ہے، پہلے آپ کے دو اصحاب نے بیعت کی بعد کو آپ کے تمام اصحاب اور عربوں نے بھی بیعت کی ہے۔

معاصرین کی شہادت

تقریباً ۹۰۰ھ میں امام مہدی علیہ السلام بیدر تشریف لائے اس وقت ابو الفتح شاہ محمد ملتانی (سنہ وفات ۹۳۵ھ [3]) المعروف بہ ملتانی بادشاہ بقید حیات تھے حضرت مہدی علیہ السلام نے ان سے ملنا چاہا۔ ملتانی بادشاہ نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ ان سے ظاہری ملاقات کرنا میرے مقسوم میں نہیں ہے لہٰذا تم ان سے ملنے جاؤ۔ ان کے کہنے پر ان کے چاروں بیٹے شیخ ابراہیم المعروف بہ مخدومجی، شیخ اسمٰعیل، شیخ اسحٰق اور شیخ بدرالدین، امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال و جواب میں مشغول ہوئے اس کے بعد اپنے والد کے ہاں آئے۔ یہ تمام واقعات شاہ محمد عبدالقادر بن شیخ احمد بن شیخ بدرالدین بن شاہ محمد ملتانی نے معدن الجواہر میں لکھے ہیں اور اپنے جد شیخ بدرالدین سے جو ان کے پیر و مرشد بھی تھے۔ یہ روایت کی ہے۔

حضرت بندگی مخدوم شیخ بدرالدین می فرمایند کہ چوں از ایشاں باز گشتیم بخدمت حضرت والدی آمدم و پرسیدم کہ یا سیدی ایشاں کہ خود را مہدی میگویا نند مہدی معہود ایشاں باشند (صفحہ ۹۸)

حضرت بندگی مخدوم شیخ بدرالدین فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کے ہاں سے واپس ہوئے حضرت والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا سیدی وہ یعنے سید محمد جونپوری خود کو مہدی کہتے ہیں کیا یہی مہدی موعود ہیں۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ ملتانی بادشاہ نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی کہ نہیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ دعوئ موکد سے پانچ سال پہلے معاصرین کی شہادت سے بیدر میں اظہار مہدیت کا ثبوت ملتا ہے۔ واضح ہو کہ معدن الجواہر شاہ محمد ملتانی کے احوال میں لکھی گئی ہے۔ سید شاہ ملک محمود قادری بن زرد علی شاہ حیدرآبادی نے اس کو مطبع گلزار دکن واقع حیدرآباد دکن میں طبع کرایا ہے۔ سال طباعت ۱۳۰۴ھ ہے۔ معدن الجواہر کا ترجمہ مخزن الکرامات کے نام سے شائع ہو گیا ہے اور یہ روایت ترجمہ کے صفحہ (۳۴) پر ہے [4]۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۲۹ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۲۹ [3] مخزن الکرامات طبع حیدرآباد دکن پریس۔

مورخین ہند کی شہادت

ہندوستان کے مستند مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ آپ نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں امام مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز از اعاظم اولیائے کبار دعویٰ مہدیت از وسر برزدہ بود [1]

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز اعاظم اولیائے کبار سے ہیں ان سے دعوی مہدیت ظاہر ہوا تھا۔

(۲) ابوالفضل نے آئین اکبری میں یہ لکھا ہے۔

سید محمد جونپوری پور سید بدہ اویسی از فراوان روحانیہ فیض برگرفتہ در صوری و معنوی علم چیرہ دست از شوریدگے دعوی مہدیت کرد و بسیارے مردم بروگرویدند [2]

سید محمد جونپوری سید بدہ اویسی کے فرزند ہیں انہیں کثرت سے روحانی فیض حاصل تھا، علم ظاہری و معنوی میں ماہر تھے، شوریدگی سے مہدیت کا دعوی کیا تھا اور بہت سے لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔

ابوالفضل نے اپنی شوریدگی دماغ کی بنا پر لفظ شوریدگی استعمال کیا ہے۔ لیکن اس سے آپ کا دعوی کرنا تو ثابت ہے۔

ابوالفضل نے سید بدہ اویسی لکھا ہے۔ اس زمانہ کی اصطلاح میں بڑے کو بڈھ کہتے تھے، روایات سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ شرف مہدیت سے مشرف فرمانے والا تھا اس لئے آپ کو ایسے خاندان سے عالم ظہور میں لایا جو سیادت کے اعتبار سے رسول اللہ صلعم کے قدم بہ قدم تھا حضرت کے والد ماجد اسی سیادت نسبی و سعادت حسبی کی بنا پر علمائے اعظم السادات اور عرف عام میں سید بڈہ (یعنی بڑے سید) مشہور تھے۔

علاقہ جے پور میں مہدویوں کا "بڑا دائرہ" ہے۔ اب بھی جے پوری "بڈہ دائرہ" تلفظ کرتے ہیں صاحب فرہنگ آصفیہ نے بھی امامؑ کے والد کا نام سید عبداللہ عرف بڈھا صاحب لکھا ہے۔ (اس کا حوالہ حضرت مہدی علیہ السلام کے نسب کے ذیل میں دیا گیا ہے)

اجداد امامؑ کا سلسلۂ طریقت

ابوالفضل نے امام علیہ السلام کے والد ماجد کے نام کے ساتھ اویسی لکھدیا ہے لیکن بہ روایت امامؑ کے آباو اجداد چشتی سلسلۂ طریقت رکھتے تھے۔ چنانچہ صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

آبا و اجداد بندگی میراں حضرت مہدی علیہ السلام در سلسلۂ چشت بودند (باب سوم)

بندگی میراں حضرت مہدی علیہ السلام کے آباو اجداد چشتی سلسلہ میں تھے۔

(۳) فرشتہ نے اپنی تاریخ میں یہ بیان کیا ہے

باید دانست کہ مہدوی را اعتقاد آنست کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ

جاننا چاہیئے کہ مہدویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حنفی مذہب ایک صاحب جن کا نام سید محمد ہے اور جنھوں نے ہندوستان میں سنہ ۹۶۰ھ

---

[1] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۱۸۔ [2] آئین اکبری طبع کلکتہ جلد دوم صفحہ ۲۲۱

ستین وتسعمایۃ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام چوں بعضی آثار و علامات کہ در مہدی آخر الزماں علیہ السلام قرار دادہ اند در وے بود تصدیق قول او نمودند وآں اظہر من الشمس است [1]

کے اواخر میں یہ دعوی کیا کہ میں ہی لسان شرع میں مہدی موعود ہوں، چونکہ بعض علامتیں جو امام مہدی کے باب میں قرار دی گئی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں اس لئے لوگوں نے ان کے قول کی تصدیق کی اور وہ اظہر من الشمس ہے۔

تعجب ہے کہ تربیتی عہد کا ہونے کے باوجود فرشتہ نے لکھدیا کہ ۹۶۰ھ کے اواخر میں آپنے دعوی مہدیت کیا حالانکہ یہ آپکی وفات کے پچاس سال بعد کا زمانہ ہے۔ ایک معاند کے بیان سے صرف آپ کا دعوی کرنا ہی ثابت نہیں ہے بلکہ علامات کا بھی آپ میں پایا جانا ثابت ہے۔

(۴) صاحب مراۃ سکندری نے لکھا ہے۔

مخفی نماند کہ در اواخر ایام عمر سلطان محمود سید محمد جونپوری کہ دعوی مہدیت میکرد از جون پور بہ شہر احمد آباد آمدہ [2]

مخفی نہ رہے کہ سلطان محمود کی زندگی کے اواخر میں سید محمد جونپوری جو مہدیت کا دعوی کرتے تھے جونپور سے احمد آباد آئے۔

(۵) صاحب مراۃ احمدی نے سلطان محمود بیگڑہ کے حالات کے ذیل میں حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

ہم در آں اوان سید محمد جون پوری کہ دعوی مہدیت کردہ بود وارد احمد آباد گشت و در مسجد تاج خاں بن سالار کہ قریب دروازہ جمال پور است فرود آمد و مردم را دعوت نمود [3]

اسی زمانہ میں سید محمد جون پوری جو دعوی مہدیت کرتے تھے احمد آباد آئے اور جمال پور کے دروازہ کے قریب تاج خاں بن سالار کی مسجد میں اترے اور لوگوں کو مہدیت کی دعوت دی۔

عربی تاریخ کی شہادت

(۶) عبداللہ محمد بن عمر المکی نے "ظفر الوالہ" تاریخ گجرات میں لکھا ہے۔

ثم ان السید خرج (من) احمد آباد الی نہروالہ بتن واقام علی ثلاثۃ فراسخ منہا بقریۃ یقال لہا بزل وبہا ادعی انہ المہدی الموعود وتبعہ جم غفیر من العوام ثم تسلسل الی الخواص [4]

پھر سید (امامنا مہدی علیہ السلام) احمد آباد سے نہروالہ پٹن گئے اور بڑلی نامی قریہ میں جو وہاں سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ہے مقیم ہوئے اور وہاں اپنے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا عوام کی ایک بڑی جماعت نے ان کی پیروی کی پھر خاص لوگوں تک یہ سلسلہ جاری ہوگیا۔

(۷) قطع نظر ان مورخوں کے شاہ عبدالعزیز نے "تحفۂ اثنا عشریہ" میں لکھا ہے۔

میر سید محمد جونپوری در ہندوستان بہانگ بلند ادعائے مہدیت نمود و جماعۂ کثیر از افاغنۂ دکن در راجپوتانہ

میر سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں بہانگ بلند دعوی مہدیت کیا۔ دکن اور راجپوتانہ کے افغانوں کی ایک کثیر جماعت نے

---

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نول کشور ۱۸۷۴ء) جلد دوم ص ۱۵۰ [2] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) ص ۱۲۶ [3] مراۃ احمدی (طبع بمبئی) ص ۱۳۶
[4] ظفر الوالہ بمظفر والہ جلد اول ص ۳۶

خود را مہدویہ لقب کردہ اتباعِ او کردند و ہیچ کس اورا قتل و سیاست نکرد [1]

خود کو مہدویہ کا لقب دے کر ان کی پیروی کی اور کسی شخص نے انہیں یعنی سید محمد کو قتل نہیں کیا۔

"بیانگ بلند" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ دعویٰ حالت جذب میں نہیں تھا۔

(۸) صاحب نزھۃ الخواطر نے یہ لکھا ہے

ثم الی قریۃ بولی علی ثلاثۃ امیال من فتن وادعی فیھا مرۃ اربعۃ انہ مھدی [2]

پھر روانہ ہوئے برآلی نامی قریہ کی طرف جو فتن سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں چوتھی مرتبہ دعویٰ کیا کہ آپ ہی مہدی ہیں۔

دعوت کی توضیح

امامنا مہدی علیہ السلام کے خلیفۂ خاص بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے عقیدہ شریفہ میں لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔

اگر کسی خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ از کلام خدا و از اتباع رسول در احوال و اعمال ما بجوید و فہم کند۔

امامنا مہدیؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہماری سچائی معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ سے اور اتباع رسول اللہ صلعم سے ہمارے احوال اور اعمال میں تجسس کرے اور سمجھے۔

عقیدہ شریفہ کے مندرجات پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے۔ میاں سید حسینؒ نے عقیدہ شریفہ کی شرح میں لکھا ہے۔

الغرض بر صحت احکام محکمات کہ در عقیدہ بندگیہا وارد اند اتفاق ہمہ مہاجران شدہ است و ہیچ یکی از اینہا اختلاف نہ کردہ اند۔

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے عقیدہ شریفہ میں جو احکام محکمات درج ہیں ان کی صحت پر تمام مہاجرین کا اتفاق ہے اور ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔

انصاف نامہ کے باب پنجم میں مذکور ہے کہ علماء نے یہ کہا۔

ما مقید بہ مذہب ابو حنیفہ ہستیم

ہم ابو حنیفہ کے مذہب کے مقید ہیں۔

تو امامنا مہدی علیہ السلام نے فرمایا

ما بہ ہیچ مذہب مقید نیم مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم

ہم کسی مذہب کے مقید نہیں ہیں ہمارا مذہب کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ ہے۔

امامنا مہدی علیہ السلام نے اپنی دعوت کی اس طرح توضیح فرمائی ہے۔

من کتاب اللہ پیش کردہ ام و خلق را سوے توحید و عبادت دعوت میکنم و من مامور بدانے ایں کارم از

حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ پیش کی ہے اور میں خلق کو توحید اور عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور باری تعالیٰ

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) باب امامت صہ ۲۷۵ [2] نزھۃ الخواطر (طبع حیدرآباد) الجزء الرابع صہ ۳۲۳۔

حضرت باری تعالیٰ (انصاف نامہ باب پنجم)

امامنا مہدی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

اگر کسی از بندہ نقل کند باید کہ آں نقل را بہ بیند اگر با کلام خدائے تعالیٰ موافق باشد آں از بندہ است واگر با کلام خدائے موافق نیست آں نقل از بندہ نیست یا آنکہ سخن ما را فہم نکردہ است یا نقل کنندہ را در وقت شنیدن دل حاضر نبود و بداں سبب سہو شدہ باشد (مقدمہ انصاف نامہ)

کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں۔

اگر کوئی شخص بندہ سے روایت[1] کرے تو اس روایت کو دیکھنا چاہیئے اگر وہ کلام اللہ کے موافق ہو تو وہ روایت بندہ کی ہے اور اگر کلام اللہ کے موافق نہیں ہے تو وہ روایت بندہ کی نہیں ہے یا یہ کہ راوی نے ہماری بات نہیں سمجھی یا راوی[2] کا دل سنتے وقت حاضر نہیں تھا اس لئے اس کو سہو ہوا ہوگا۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

اعرضوا احدیثی علی کتاب اللہ فان وافقہ فھو منی وانا قلتہ[3]

میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو جان لو کہ وہ میری طرف سے ہے اور میں نے ہی اس کو بیان کیا ہے۔

اگر کوئی حدیث یا نقل بالفرض کلام اللہ کے موافق نہ ہو تو اس سے نہ تو رسول اللہ صلعم کے خلاف حجت لائی جا سکتی ہے اور نہ امامنا مہدی علیہ السلام کے۔ آپ کی دعوت کی توضیح اس مکتوب سے بھی ہو جاتی ہے جو آپ نے سلاطین کے نام روانہ کیا تھا۔ میاں عبد الرحمٰن نے بڑلی کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

حضرت میراں کتابت نوشتند واضح باد کہ مرا صحو است زحمت نیست، بندہ را عقل تمام است و ہیچ فوت نشدہ و خداوند تعالیٰ روزی میرساند تمام فقر ہم نیست، بندہ اہل و عیال میدارد مفرد ہم نیست مع ذلک بفرمان خدا تعالیٰ دعوی مہدیت اظہار کردیم و بر آں شاہد کلام اللہ و اتباع محمد رسول اللہ آوردیم تا شما را باید کہ تفحص کنید وگرنہ بہر دو جہاں حاکماں سیاہ روئے گردند چرا کہ اگر بندہ بر حق باشد روے بہ اطاعت آرید، اگر مبر حق نباشد تفہیم کنید و اگر تفہیم نہ شوم بقتل رسانید تا معلوم بلو ہر جا کہ خواہم رفت بر حقیقت خود دعوت خواہم کرد و خلق را راہ نمایم و بہ مدعائے علمائے ظاہر گمراہ خواہم ساخت۔

حضرت میراں نے خط لکھا واضح ہو کہ مجھے صحو ہے سکر نہیں، بندہ صحیح سالم ہے۔ کوئی عارضہ[4] نہیں بندہ کی عقل مستقیم ہے کچھ فوت نہیں ہوا خداوند تعالیٰ روزی پہنچاتا ہے، بالکل فقر بھی نہیں، بندہ اہل و عیال رکھتا ہے تنہا بھی نہیں، اس کے باوجود خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہم نے دعوئ مہدیت کا اظہار کیا اور اس پر کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ کو شہادت میں پیش کیا ہے کہ تمہیں چاہیئے کہ تحقیق کرو ورنہ دو جہاں میں حاکم سیاہ رو ہوں گے اس لئے کہ اگر بندہ حق پر ہے تو اطاعت کرو اور اگر برحق نہ ہو تو تفہیم کرو اور اگر نہ سمجھے تو قتل کر ڈالو تاکہ معلوم ہو جہاں کہیں جاؤں گا اپنی حقیقت پر دعوت کروں گا اور خلق کی رہنمائی کروں گا اور علمائے ظاہر کے ادعا کے مطابق گمراہ کر دوں گا۔

شواہد الولایت کے باب ہشتم میں سندھ کے واقعات میں یہ مذکور ہے کہ صدر العلما ملا صدر الدین نے عرض کی۔

میرا نجی انچہ خوندکار میفرمایند ہمہ حق است فاما در باب تصدیق

میرا نجی جو کچھ خوندکار فرماتے ہیں حق ہے۔ لیکن مہدیت کی تصدیق

---

[1] نقل [2] ناقل [3] کنز العمال جلد اول ص ۴۶ [4] کسی قسم کی زحمت نہیں ہے۔

کردن امر مہدیت ترس خدامی آید مبادا خدام مہدی نباشد چگونہ قبول کنیم حضرت میراں در جواب شاں فرمودند کہ چنانچہ شما را ترس خدائے تعالیٰ در باب قبول کردن دروغ مہدی می آید۔ پس مقدار شما ترس خدا نیست کہ من از خدا مہدی نباشم و دروغ خود را مہدی میگویانم بعدہ امام اولوالالباب ایں آیت درایں باب خواندند کہ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الی آخرھا۔

میں مجھے خدا کا ڈر ہے مبادا حضرت مہدی نہ ہوں کس طرح قبول کریں۔ حضرت میرانؒ نے جواب میں فرمایا جس طرح تمہیں دروغ مہدی کے قبول کرنے میں خدا کا ڈر ہے۔ کیا تمہارے اتنا بھی خدا کا ڈر نہیں ہے کہ منجانب اللہ مہدی نہ ہوں اور جھوٹوں اپنے آپ کو مہدی کہوں اس کے بعد امام اولوالالباب نے یہ آیت پڑھی "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر افترا کرے۔"

بعض ارکانِ دعوت

آپ کی دعوت کی مزید توضیح اس سے ہوسکتی ہے کہ بندگی میاں ولی جی بن میاں یوسفؒ نے آپ کے فرامین کو انصافنامہ میں مختلف عنوانوں کے ذیل میں درج کیا ہے، واضح ہو کہ باعتبار روایت انصافنامہ کا درجہ بہت بلند ہے وہ اس طرح کہ آپ نے اصحاب مہدیؑ کی روایت سے ارشادات مہدیؑ نقل کئے ہیں اور متعدد مقامات پر اصحاب مہدیؑ کا اجماع درج کر دیا ہے۔

ذیل میں چند ابواب کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ باب پنجم در بیان ہر کہ حیات دنیا را طلبد او کافر است۔

اس باب میں وہ نقلیات (روایات) درج ہیں جن میں طلب حیات دنیا کی نفی کی گئی ہے جس طرح اس آیت میں۔

فاما من طغیٰ و آثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ (نازعات)

پس جس نے سرکشی کی اور حیات دنیا کو اختیار کیا سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔

۲۔ باب ششم در راہ خدائے تعالیٰ چہار حجاب است دنیا و خلق و شیطان و نفس خدا کی راہ میں چار حجاب ہیں، دنیا اور خلق ان دونوں سے بچنا اپنے امکان میں ہے لیکن نفس و شیطان سے بچنا اپنے اختیار کی بات نہیں خداوند تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

۳۔ باب ہفتم حکم منافقی بر قاعدان کردند۔

اس باب میں وہ نقلیات درج ہیں جن میں ہجرت کی تاکید کی گئی ہے۔

۴۔ باب نہم تعیین رالعین فرمودند جز توکل بر خدائے تعالیٰ۔

اس باب کی نقلیات میں توکل کی تعلیم دی گئی ہے، اس کے ذیل میں عشر اور سوئیت کا بھی ذکر ہے اس کی تفصیل دائرہ مہدویہ کے تحت دی جائے گی۔

۵۔ باب یازدہم در ذکر خدائے تعالیٰ۔

اس باب میں وہ نقلیات درج ہیں جن کا تعلق ذکر الٰہی سے ہے۔

۶۔ باب دوازدھم، در بینائی حق تعالیٰ۔

اس باب میں وہ فرامین مہدی درج ہیں جس میں طلب دیدار خدا کی تاکید کی گئی ہے۔

۷۔ باب سیزدھم، در ذکر امر معروف و نہی منکر۔

اس باب کے نقلیات میں امر معروف و نہی منکر کی تاکید کی گئی ہے۔

۸۔ باب چہاردہم در دعوئ بے عمل مردود

اس باب کے ذیل میں وہ ارشادات مہدی درج ہیں جن میں عمل کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

۹۔ باب پانزدھم میں اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ دین خدا کو دو امور یعنی ایک دوسرے کی موافقت کرنے اور بذل یعنی ایثار کرنے سے نصرت حاصل ہوتی ہے اور وہ امور یعنی تنازع اور تخالف سے ہزیمت ہوتی ہے۔

امام منا مہدی علیہ السلام نے برسول خلق خدا کو توحید و عبادت کی دعوت دی ارکان دعوت برحق ہیں لہٰذا آپ کی دعوت اور مہدیت کا برحق ہونا ظاہر ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ ہرقل بادشاہ روم نے ابوسفیان سے رسول اللہ صلعم کی دعوت کے متعلق اس طرح استفسار کیا تھا۔

بمایامرکم	وہ یعنی مدعی نبوت تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے۔

تو ابوسفیان نے دعوت کے ارکان اس طرح بیان کئے۔

قلنا یامرنا بالصلوۃ والزکوۃ والصلۃ والعفاف	ہم نے کہا وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔

اس پر ہرقل نے کہا۔

ان یک ما تقول حقا فانہ نبی[1]	اگر تو جو کچھ کہتا ہے صحیح ہے تو حقیقت میں وہ نبی ہے۔

ہرقل کا یہ قول رسول اللہ صلعم کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے ہرقل کی حدیث علامات النبوۃ کے ذیل میں درج کی ہے رسول اللہ صلعم کی دعوت کے ارکان آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش ہو سکتے ہیں تو حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت، آپ کی دعوت کے ارکان سے کس طرح ثابت ہوگی؟

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۵۲۶

باب سوم

اثبات مہدیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات علمائے امت نے تین طریقوں سے کیا ہے ایک تو یہ کہ صحف انبیا کی پیشین گوئیوں کو جو نبی آخر الزماں سے متعلق ہیں آپ کے حسب حال بیان کیا ہے، دوسرے آپ کے معجزے بیان کئے ہیں تیسرے آپ کے اخلاق کو پیش کیا ہے اور سب سے زیادہ اہمیت آپ کے اخلاق حسنہ کو دی گئی ہے۔

اما منا مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا اثبات بھی انہیں طریقوں پر ہوگا، پہلا طریقہ یہ ہے کہ مہدی کے باب میں جو صحیح حدیثیں رسول اللہ صلعم سے مروی ہیں آپ کے حسب حال بیان کی جائیں لیکن اس سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیاء کی چند پیشین گوئیوں کو رسول اللہ صلعم کے حسب حال بیان کیا جائے۔

صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں

(۱) سفر التثنیہ، اصحاح ۱۸ آیت ۱۸۔

اقیم لھم نبیا من وسط اخوتھم مثلک واجعل کلامی فی فمہ فیکلمھم بکل ما اوصیہ بہ[1]	میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو میں حکم دوں گا اس کے مطابق کلام کرے گا۔

اس پیشین گوئی میں موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے کہ پروردگار ان کے بھائیوں میں سے موسیٰ کے جیسا ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ واضح ہو کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسحٰق سے ہیں موسیٰ کے جو بھائی ہوں گے وہ بھی بنی اسحٰق ہوں گے لیکن رسول اللہ صلعم بنی اسمٰعیل سے ہیں۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلعم مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق ہیں۔ اس لئے کہ بنی اسمٰعیل ہی بنی اسحٰق کے بھائی ہیں۔ اس پیشین گوئی میں بھائیوں کا لفظ مطلق ہے، یہودیوں میں بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی سمجھا جاتا تھا۔

بنی اسرائیل کے بھائیوں میں نبی کا مبعوث ہونا

صاحب لسان المسلمین نے مذکورہ پیشین گوئی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اگر مقصود بنی اسرائیل بود باید تعبیر بکنند کہ از میان شما	اگر مقصود بنی اسرائیل تھا تو یہ تعبیر کرنا چاہیئے تھا کہ تم

[1] الکتاب المقدس طبع آکسفورڈ ۱۸۷۱ء

پیغمبر مبعوث می کنم نہ از میاں برادراں[1]

تم میں سے پیغمبر مبعوث کرتا ہوں نہ کہ بھائیوں میں سے۔

(۲) سفر التثنیہ، اصحاح ۳۳، آیت ۲

فقال جاء الرب من سینا واشرق لھم من سعیر وتلاء تلاء من جبل فاران واتی من ربوات القدس وعن یمینہ نار شریعۃ لھم۔

پس اس نے کہا کہ پروردگار سینا سے آیا اور ان کے لئے سعیر سے روشن ہوا اور کوہ فاران سے چمکا اور آیا دس ہزار قدوسیوں یعنی فرشتوں کے ساتھ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

اس پیشین گوئی میں سینا سے خدا کے تجلی کرنے سے موسیٰؑ کا ظہور اور سعیر پر خدا کے چمکنے سے عیسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا اور فاران پر خدا کے ظاہر ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ فاران کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ علاقہ شام میں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فاران عبرانی نام ہے بنی ہاشم کے پہاڑوں کا جو مکہ معظمہ کے قریب ہیں ان ہی پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ میں رسول اللہ صلعم عبادت کرتے تھے۔ اس کی توضیح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ابن قتیبہ کا قول نقل کیا ہے کہ سینا سعیر اور فاران پر خدا کے چمکنے سے آسمانی کتابوں کا نازل ہونا مراد ہے[2]۔ اب رہا دس ہزار فرشتوں کا ساتھ رہنا تو اس کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد مقدس انسان ہیں، چونکہ نبی کے ظہور کو خدا کا ظہور کہا گیا اس لئے ان کے ساتھیوں کی فرشتوں سے تعبیر کی گئی پیشین گوئی کا یہ جزو بھی رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے اس لئے کہ جب آپ نے مکہ فتح کیا تو دس ہزار صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آتشی شریعت سے مراد ہے کہ وہ شریعت باطل سوز اور کفر سوز ہوگی۔

(۳) سفر اشعیا، اصحاح ۲۱، آیت ۶-۹

لانہ ھکذا قال لی السید اذھب اقم الحارس لیخبر بما یری فرای رکابا ازواج فرسان رکاب حمیر رکاب جمال فاصغی اصغا شدیدا ثم صرخ کاسد ایھا السید انا قائم علی المرصد دائما فی النھار وانا واقف علی المحرس کل اللیالی وھو ذا رکاب من الرجال ازواج من الفرسان فاجاب وقال سقطت سقطت بابل وجمیع تماثیل آلھتھا المنحوتۃ کسرھا الی الارض۔

خدا نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان مقرر کر دے تاکہ جو کچھ دیکھے سو بتا دے۔ اس نے سوار دیکھے جو دو دو آتے تھے گدھوں پر بھی سوار تھے اور اونٹوں پر بھی سوار، اس نے بڑے غور سے سنا تب اس نے شیر کی طرح آواز کی کہ اے خداوند میں اپنی دیدگاہ پر تمام دن کھڑا رہا اور میں تمام رات اپنی چوکی پر ٹھیرا رہا اور دیکھ سواروں کو۔ گھوڑے سوار دو دو کر کے آتے اور اس نے جواب دیا اور کہا کہ بابل گر پڑا اور اس کے معبودوں کے سارے بت اس نے زمین پر پٹک ڈالے۔

لیکن صاحب مدارج النبوۃ نے سفر اشعیا سے اس طرح روایت کی ہے۔

در کتاب اشعیا آمدہ کہ گفت مرا پروردگار تعالیٰ برخیز و

اشعیا پیغمبر کی کتاب میں یہ ہے کہ پروردگار نے مجھ کو کہا اٹھ

---

[1] لسان المسلمین فی رد المسیحیۃ والکلیمین (طبع مطبع اتحاد اصفہان ۱۳۴۹ھ) ص ۵۵

[2] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۲۹۱ھ) جلد اول صفحہ ۹۸۔

جمع کن وخبر دہ بانچہ می بینی پس برخاستم و دیدم دو سواراں را کہ پیش می آیند یکی بر حمار و دیگرے بر جمل می گوید یکی مر دیگرے را افتاد بابل وبتان وے کہ تراشیدہ شدہ اند۔

اور جمع کر خبر دے اس کی جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے پس میں اٹھا اور دو سواروں کو دیکھا کہ آرہے ہیں ایک گدھے پر سوار اور دوسرا اونٹ پر، ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بابل فتح ہوا اور اس کے تراشے ہوئے بت گر گئے۔

اس پیشین گوئی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ترجمہ میں ایک اہم اختلاف ہے عیسائیوں کے ترجمہ میں رکاب حمیر رکاب جمال، بہ صیغہ جمع ہے یعنی گدھے سوار اور شتر سوار دو دو آتے ہیں اور مسلمانوں کے ترجمہ میں بہ صیغہ تثنیہ مذکور ہے کہ دو سوار تھے، ایک گدھے پر سوار اور دوسرا اونٹ پر سوار۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل متن کے سمجھنے میں دھوکا ہوا چنانچہ کتاب مقدس کے مترجمین خود اس میں مختلف ہیں۔

اصل عبارت کا ترجمہ عربی میں یہ کیا گیا ہے۔

رکاب حمیر رکاب جمال

اردو میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے، گدھوں پر سوار اور اونٹوں پر بھی سوار[1]

انگریزی میں یہ ہے، A chariot of asses and a chariot of camels

(یعنی گدھوں کا ایک رتھ اور اونٹوں کا ایک رتھ)

حاصل یہ کہ جس شخص کو اشعیاہؑ نے گدھے پر دیکھا وہ عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے اور جس شخص کو اونٹ پر دیکھا وہ رسول اللہ صلعم کی طرف اشارہ ہے، شیخ عبدالحق نے ابن قتیبہ کی یہی توضیح پیش کی ہے[2]۔ مولوی عنایت رسول چریا کوٹی نے اپنی کتاب بشریٰ میں اصل عبرانی عبارت درج کر کے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ "ہم سے ہمارے مالک نے کہا جاؤ دیدبان قائم کر کے جو دیکھے اس کی خبر دے تو دیکھا سوار یعنی ایک جوڑ سواروں کی ایک سوار گدھے کا اور ایک اونٹ کا۔" (بشریٰ طبع علیگڈھ صفحہ ۳۴۰)

اس سے بھی صرف دو سواروں کا نزول آنا ثابت ہے، غرض شتر سوار کی جو پیشین گوئی ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں اس ملک میں مبعوث ہوں گے جہاں اونٹ سے سواری اور باربرداری کا کام لیا جاتا ہے، اس لحاظ سے بھی یہ رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے، عرب کے اونٹوں کی شہرت روئے زمین پر ہے۔

تورات کی پیشین گوئی

مذکورۂ صدر پیشین گوئی میں لفظ بابل آیا ہے اس کی جگہ ابل بمعنی شتر پڑھنا اور بابل کو جارو مجرور ٹھہرانا صحیح نہیں، اس لئے کہ مدارج النبوۃ میں "افتاد بابل" (بابل فتح ہوا) کے الفاظ آئے ہیں اور تورات کے انگریزی ترجمہ میں Babylon is fallen (بابل فتح ہو گیا ہے) آیا ہے دونوں ترجمے اس پر متفق ہیں کہ لفظ بابل ہے اور شہر کا نام ہے۔

---

[1] کتاب مقدس اردو، یسعیاہ، باب ۲۱ آیت ۱۰ طبع امریکن مشین پریس لودیانہ ۱۸۸۵ء

[2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۴۔

اب رہا بابل کا فتح ہونا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نہیں ہوا بلکہ مکہ فتح ہوا۔ بابل کے بت نہیں گرائے گئے بلکہ وہ بت گرائے گئے جو خانہ کعبہ میں تھے، ہاں خلفائے رسول کے عہد میں بابل اور بتان بابل کا سقوط عمل میں آیا، اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق ہیں۔

(۴) سفر دانیال، اصحاح ۲ آیت ۴۴

وفی ایام هؤلاء الملوك یقیم اله السموات مملكة لن تنقرض ابدا وملكها لایترك لشعب آخر وتسحق وتفنی كل هذه الممالك وهی تثبت الی الابد

ان بادشاہوں کے زمانہ میں آسمان کا خدا ایک سلطنت قائم کرے گا جو ابد تک نابود نہ ہوگی وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ جائے گی وہ ان سب مملکتوں کو پیس دے گی اور فنا کر دے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔

یہ پیشین گوئی بھی نبی آخر الزماں سے متعلق ہے، جس مملکت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد سلطنت ظاہری ہوگی یا شریعت دینی، نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تمام سلطنتیں فنا ہوئیں اور نہ تمام ادیان نابود ہوئے اور نہ آپ کے خلفا کے عہد میں، یہاں مطلق غلبہ مراد ہے قلیل وکثیر کی قید کے بغیر۔

(۵) سفر حبقوق، اصحاح ۳، آیت ۳۔۴

الله جاء من تیمان والقدوس من جبل فاران سلاه جلاله غطی السموات والارض امتلأت من تسبیحه وكان لمعان كالنور. له من یده شعاع وهناك استتار قدرته قدامه ذهب الوباء عند رجلیه خرجت التحمی وقف وقاس الارض نظر فرجف الامم ودكت الجبال الدهریة وخسفت آكام القدم مسالك الازل له۔

خدا یتمان سے اور قدوس فاران سے آیا تم دونوں اس سے پوچھو اس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانک دیا اور ساری زمین اس کی حمد سے بھر گئی اس کی چمک نور کے مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں گی وہاں پر اس کی قدرت پوشیدہ تھی، وبا اس کے آگے آگے چلے گی اور اس کے قدموں کے پاس سے بخار نکلے گا وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا اس نے نگاہ کی اور قوموں میں زلزلہ ڈالدیا قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے اور قدامت کے ٹیلے دھنس گئے ازل کے راستے اس کے لئے ہیں۔

اس پیشین گوئی میں فاران سے خدا کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے، اس کی توضیح اس سے قبل ہوگئی۔ بقیہ امور بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب حال ہیں۔

(الف) تسبیح سے ساری دنیا کا بھر جانا بہ نظر ظاہر شاید ثابت نہ ہو سکے۔

(ب) کرنوں سے شریعت کی روشنی مراد ہے۔ اس کی توضیح اس سے قبل ہو چکی۔

(ج) امم کا زلزلہ میں آنا آپ کے زمانہ میں نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے خلفا کے عہد میں ہوا بایں ہمہ آپ اس پیشین گوئی کا مصداق ہیں۔

(۵) پہاڑ اور ٹیلوں کے حقیقی معنی مراد ہوں تو ان زلزلوں کی طرف اشارہ ہوگا جو آپ کی بعثت کے وقت ہوئے ہیں۔ اگر اس سے مراد بڑی اور چھوٹی ریاستیں ہوں تو یہ بھی آپ کے حسب حال ہے۔ آپ کے عہد میں چھوٹی ریاستیں اور آپ کے خلفاء کے عہد میں بڑی بڑی ریاستیں متزلزل ہوگئیں۔

(۶) انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۴۹

وھا انا ارسل الیکم موعد ابی فاقیموا فی مدینۃ اورشلیم الی ان تلبسوا قوۃ من الاعالی

اور اب میں اپنے باپ کے اس موعود کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں پس تم شہر اورشلیم میں ٹھیرو تا آنکہ تم ملبس ہو عالم بالا کی قوت سے۔

اس پیشین گوئی سے عیسائی یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں بیت المقدس میں مبعوث ہوں گے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پیغمبر آخر الزماں کے اورشلیم میں مبعوث ہونے کی اس میں صراحت نہیں بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ اورشلیم میں ٹھیرو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کا دین خود اورشلیم پہنچ جائے گا اور یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا اور حضرت عمرؓ خود اورشلیم میں داخل ہوئے ہیں۔

(۷) انجیل یوحنا باب ۱۴، آیت ۳۰

لا اتکلم ایضا معکم کثیرا لان رئیس ھذا العالم یاتی ولیس لہ فی شئ۔

میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلعم سے متعلق ہے رئیس ھذا العالم (اس جہاں کا سردار) مطلق عالم مراد ہے قلیل و کثیر کی قید نہیں، اس میں آپ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جیسا کہ ہم آپ کے لئے سرور عالم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(۸) انجیل یوحنا، باب ۱۲، آیت ۳۱

الآن دینونۃ ھذا العالم الآن یطرح رئیس ھذا العالم خارجا

اب اس دنیا پر حکم ہوتا ہے۔ اب اس دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔ یعنی بھیجا جائے گا۔

الآن کا لفظ قریب کا مفہوم ظاہر کرتا ہے اور رسول اللہ صلعم عیسیٰؑ کے چند صدیوں بعد مبعوث ہوئے۔

(۹) انجیل یوحنا، باب ۱۵، آیت ۲۶

ومتی جاء المعزی الذی سارسلہ انا الیکم من الاب روح الحق من عند الاب ینبثق فھو یشھد لی

اور جب وہ تسلی دینے والا جس کو میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلے گی تو وہ میرے لئے گواہی دے گی۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی تصدیق کی ہے۔

(۱۰) انجیل یوحنا، باب ۱۶، آیت ۱۲-۱۴

ان لی امورا کثیرۃ ایضا لاقول لکم

میرے لئے اور بہت سے امور ہیں جو میں تم سے کہوں

ولکن لا تستطیعون ان تحتملوا الآن واما متی جاء ذاک روح الحق فھو یرشدکم الی جمیع الحق لانہ لا یتکلم من نفسہ بل کل ما یسمع یتکلم بہ و یخبرکم باموز آتیۃ ۔

لیکن اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ حق کی روح آئے گی تو وہی تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔

یہ پیشین گوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب حال ہے "ما ینطق عن الھوی" اس کا شاہد ہے یرشدکم الی جمیع الحق (تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا) دین کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے اور یخبرکم باموز آتیۃ (اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا) ان پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ مہدیؑ کے ظہور کی خبر بھی منجملہ پیشین گوئیوں کے ہے۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ صحف منسوخہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل) اے کفار مکہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے دریافت کرو۔

اگر ممانعت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہودیوں اور نصاریٰ کی طرف کیوں اشارہ کرتا۔ ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ پیشین گوئیوں کی کس طرح توجیہ کرنی پڑتی ہے اور مجازی معنی لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

احادیث نبوی اور وجود مہدی

مہدیؑ کے باب میں جس قدر حدیثیں مروی ہیں ان سب میں معتبر وہی ہیں جن کی ائمہ حدیث نے تصحیح کی ہے اب ہم صحاح کی ان حدیثوں کو امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال بیان کرتے ہیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے۔

( ) عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ (ابوداؤد)

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہتے تھے کہ مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہؓ سے ہے۔

یہ حدیث امامنا حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے کیوں کہ آپ اولاد فاطمہؓ سے ہیں۔ جونپور نامہ اور تحفۃ الکرام کے حوالہ سے اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظمؓ کی اولاد سے ہیں صاحب جونپور نامہ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حسنی تھیں، شیخ علی نے بھی رسالۃ الرد میں حضرت کو اولاد فاطمہ سے تسلیم کیا ہے ہندوستان کے بڑے بڑے مورخین نے جن کا عہد ایک حد تک قریبی ہے آپ کے نام کے ساتھ سید لکھا ہے جیسے ابوالفضل صاحب آئین اکبری، ملا عبدالقادر بدایونی، صاحب منتخب التواریخ، ان کا حوالہ دیا جا چکا ہے اور ملا عبدالقادر بدایونی کی نجات الرشید اور نظام الدین احمد کی طبقات اکبری کا حوالہ دائرہ مہدویہ اور علمائے ہرات کے عنوان کے ذیل میں بعد کو آئے گا۔ ملتانی بادشاہ (وفات ۹۳۵ھ) کے پر پوتے شاہ عبدالقادر نے اپنے دادا یعنی ملتانی بادشاہ کے بیٹے شیخ بدرالدین کی روایت سے امامنا مہدی علیہ السلام کا بیدر آنا معدن الجواہر میں بیان کیا ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ

سعید اور مہدی کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ عبارت یہ ہے سید محمد مہدی جونپوری کہ خود را امام مہدی معہودی گویا نید الی آخرہ[1]

(۲) عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمھدی (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں، میں اور حمزہ، علی، حسن، حسین اور مہدی۔

حدیث نمبر (۱) کے ذیل میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں اس لحاظ سے آپ کا عبد المطلب کی اولاد سے ہونا ثابت ہے۔

(۳) عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمۃ فتذاکرنا المھدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمۃ۔ (ابن ماجہ)

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ام سلمہ رضہ کے پاس تھے پس ہم نے مہدی کا ذکر کیا پس انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہے۔

اس سے قبل کی حدیثوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کا اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہو چکا۔

(۴) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا اھل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مہدیؑ ہم اہل بیت میں سے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں ایک ہی رات میں صلاحیت پیدا کر دے گا۔

اہل بیت سے ہونا اس سے قبل بیان ہو چکا" یصلحہ اللہ سے ظاہر ہے کہ امام مہدیؑ کو اللہ سے بلا واسطہ فیض حاصل ہوگا۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل ہشتم میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مدعی مہدیت کے حسب حال نہیں ہے اس لئے کہ مہدویوں کی کتابوں سے ان کا ما در زاد ولی ہونا ثابت ہوتا ہے[1]۔ واضح ہو کہ لیلۃ (ایک ہی رات) سے وقت کی قلت مراد ہے۔ یہ نہیں کہ جس شئے کا ظہور اس وقت ہو، مظہر شئی پہلے اس کا اہل نہ تھا یعنی مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے بھی ان میں ارشاد و ہدایت کی شان موجود تھی۔ اس کی تکمیل اقل اوقات میں مہدی بنا کر اللہ تعالیٰ نے کر دی۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور آیات الٰہی جو آپ سے ظاہر ہوئے ہیں یصلحہ اللہ کے شاہد ہیں، بعض علمانے اس حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی کو یکایک خلافت الٰہی کے قابل بنا دے گا۔

مولف ہدیہ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ مہدی مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے صفات حسنہ سے موصوف نہ ہوں گے۔ امام مہدی سے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اخلاق میں آپ کے مشابہ ہوں گے، جس طرح رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل اخلاق حسنہ سے موصوف تھے اس طرح امام مہدی کا بھی مہدیت پر فائز ہونے سے پہلے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا ضروری ہے ورنہ وہ یشبہ فی الخلق کا مصداق نہ ہوں گے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ، طبع کانپور ۱۲۹۳ھ صفحہ ۱۰۴

(۵) عن عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق فیوطئون المھدی یعنی سلطانہ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق سے لوگ نکلیں گے اور مہدی کی تائید کریں گے یعنی اس کے غلبہ کی

اس سے قبل امامنا مہدی علیہ السلام کی ہجرت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جہاں آپ نے دین کی تبلیغ کی ہے یعنی جونپور سے لیکر بیدر علاقہ دکن تک پھر گجرات سندھ، قندھار خراسان یہ سب مقامات عرب کے مشرق میں واقع ہیں۔ ہر ملک ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگوں نے آپ کے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی ہے اور اس کی تفصیل سلاطین و امرا، دیگر علما و اہل اللہ مہدوی مذہب کی اشاعت کے عنوانوں کے ذیل میں بعد کو آئے گی۔ عبداللہ محمد بن عمر المکی کا قول ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں کہ امام علیہ السلام نے جب بڑانی نامی قریہ میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو عوام کے جم غفیر نے آپ کی پیروی کی پھر خواص تک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اسی طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت کے حالات میں لکھا ہے۔

زمانے کہ حکومت قندہار تعلق بذوالنون بیگ داشت او از زمین حجاز بہ قصبۂ فراہ رسید غلغلۂ عظیم در آں ولایت افتاد و خلایق لایعد و لایحصیٰ بدو جمع آمدہ[1]

جس زمانہ میں قندہار کی حکومت ذوالنون بیگ سے متعلق تھی وہ یعنی میر سید محمد جونپوری زمین حجاز سے (براہ گجرات) فراہ پہنچے اس علاقہ میں اک غلغلۂ عظیم برپا ہوا اور بے شمار خلائق ان کے ساتھ ہو گئی۔

خلایق لایعد و لایحصیٰ میں عوام اور خواص سب شامل ہیں۔ اب رہا غلبہ تو اس کی کیفیت عبداللہ محمد بن عمر المکی نے اپنی تاریخ گجرات میں اس طرح بیان کی ہے۔

وغیر مرۃ احب السلطان محمود ان یراہ فالتمس ارکان ملکہ ان لا یفعل و صرفوہ عنہ لانہ کان لہ قبول یجذب بہ اثرہ و یحملہ علی التجرد من الدنیا[2]

متعدد مرتبہ سلطان محمود (گجراتی) نے یہ چاہا کہ ان سے (یعنی سید محمد جونپوری سے) ملے ارکان سلطنت نے سلطان سے التماس کی کہ وہ ان سے نہ ملے اور اس کو اس ارادے سے پھیر دیا کیونکہ انہیں ایسا فیض قبول حاصل تھا کہ ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اس کو دنیا سے علیحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے غلبہ کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ سلاطین بھی مرعوب ہو جاتے تھے اور یہ کسی مہدوی مصنف کا بیان نہیں ہے۔

(۶) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا و یملک سبع سنین (ابوداؤد)

روایت ہے ابوسعید خدریؓ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہے روشن پیشانی والا بلند بینی، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسا کہ ظلم و جور سے بھر گئی اور مالک ہوگا سات سال۔

---

[1] نجات الرشید قلمی۔ اسپیشل سنٹرل لائبریری۔ [2] ظفر الوالہ بمظفر و آلہ جلد اول۔

اس حدیث میں کئی امور مذکور ہیں۔

(الف) مہدی مجھ سے ہے اس کا ثبوت حدیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ میں دیا گیا۔

(ب) روشن پیشانی، بلند بینی۔

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مذکور ہے

بازشیخ علیہ الرحمہ پرسیدند کہ اصول آں طفل بچہ نوع است سید عبداللہ فرمودند لون او گندم گون روشن پیشانی بلند بینی ومتوسط ابرو یعنی پیوستہ۔

پھر شیخ دانیال جونپوری نے دریافت فرمایا کہ بچہ کا حلیہ کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد سید عبداللہ نے فرمایا کہ اس کا رنگ گندم گون روشن پیشانی، بلند بینی اور متوسط ابرو یعنی پیوستہ۔

(ج) زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

اول یہ کہ اس حدیث میں الارض سے ساری دنیا مراد نہیں اگر بسبیل تنزل تسلیم بھی کرلیں تو وہی توجیہ کی جائے گی جو کہ علمائے امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس پیشین گوئی میں کریں گے۔

جلالہ غطی السموات والارض امتلاءت من تسبیحہ (کتاب حبقوق باب ۳ آیت ۳)

اس کا جلال آسمانوں کو چھپا دے گا۔ اور ساری زمین اس کی تسبیح سے پُر ہو جائے گی۔

واضح ہو کہ آیت مذکورہ میں الارض کا لفظ السموات، کے مقابل آیا ہے، السموات میں کسی سما کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا الارض میں بھی اسی مطابقت سے تمام ارض کی تعمیم ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب تمام دنیا انوار عدل سے روشن نہ ہو سکی تو حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں کس طرح عدل سے بھر جائے گی۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو اس طرح مخاطب فرماتا ہے۔

والذی انزل الیک من ربک الحق ولکن اکثر الناس لا یومنون (الرعد ع)

وہ چیز جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے آپ کے رب کی طرف سے سچ ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

جب خود کلام اللہ سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہی اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو پھر یہ کہنا کہ مہدی کے زمانہ میں ساری دنیا ایمان لائے گی خود کلام اللہ کی روشنی میں باطل قرار پاتا ہے خصوصاً جب کہ کلام اللہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اہل ایمان تھوڑے ہی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فقلیلا ما یومنون (البقرۃ ع) (پس تھوڑے سے ایمان لاتے ہیں) اسی پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی رحلت سے قبل حضرت عمر کو دو بار مخاطب فرمایا تھا۔

واللہ لقد ملأت امارتک الارض عدلا[1]

قسم بخدا تحقیق کہ تمہاری امارت نے زمین کو عدل سے بھر دیا۔

حالانکہ ساری دنیا ان کے زمانہ میں عدل سے نہیں بھری تھی۔ صاحب مخزن الدلائل نے ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے ذیل میں لکھا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزء الثالث من القسم الاول صفحہ ۲۵۷۔

معناہ لمن یطیعہ | یعنی آپ رحمت ہیں اس کیلئے جس نے آپکی اطاعت کی۔

اسی طرح اس آیت میں بھی لفظ عالمین آیا ہے۔

قالوا! ولم ننھک عن العالمین (الحجر رکوع ۵)

یعنی شہر سلام کے باشندوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کیا ہم آپ کو تمام اہل عالم سے منع نہیں کر چکے۔

اس آیت کے ذیل میں فخر الدین رازی نے یہ کہا ہے۔

المعنی السنا قد نھیناک ان تکلمنا فی احد من الناس اذا قصدناہ بالفاحشۃ[1] | اس کے معنی یہ ہیں کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ تو لوگوں میں سے کسی کے متعلق ہم سے گفتگو نہ کر جبکہ ہم اس کے ساتھ برائی کا قصد کریں۔

صاحب تفسیر حسینی نے یہ لکھا ہے کہ عالمین سے مراد غریب الوطن ہیں۔

آیا ترا نہی نکردیم از حمایت عالمیان یعنی غریبان چہ فاحشہ ایشاں مخصوص بغربا بود[2]۔ | کیا ہم نے تجھکو عالمین یعنی غریب الوطنوں کی حمایت سے نہیں روکا اس لئے کہ ان لوگوں کی برائی غریب الوطنوں کے ساتھ مخصوص تھی۔

اسی طرح "یملاء الارض" میں اسی خطۂ زمین کا عدل وانصاف سے بھر جانا مراد ہے جہاں کے رہنے والے آپ کی مہدیت کی تصدیق کریں گے۔ یملاء الارض سے متعلق میاں عالم یا للہ نے سیر حاصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۶ - ۲۶)

(۵) یملک سبع سنین یعنی سات سال مالک رہیگا۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مخزن الدلائل نے وہ روایتیں درج کی ہیں جو تفسیر زاہدی میں "اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا" کے ذیل میں مذکور ہیں۔

(۱) قال ابن عباس من کان لہ مسکن وعیال وخادم ولا یدخل احد فی بیتہ الا باذنہ فھو من جملۃ الملوک | ابن عباسؓ نے کہا جس شخص کے لئے مسکن ہو، عیال ہوں، خادم ہو اور کوئی اس کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے داخل نہ ہو تو وہ منجملہ ملوک ہے۔

(۲) روی عن النبی علیہ السلام انہ قال من کان لہ بیت وخادم وزوجۃ فھو ملک | نبی علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص کے پاس گھر ہو، خادم ہو، زوجہ ہو تو وہ ملک ہے۔

(۳) سال رجل عبد اللہ بن عمرو بن عاص السنا من الفقراء المھاجرین فقال لہ الک امراۃ تاوی الیھا قال نعم قال الک مسکن تسکنہ قال نعم قال فانت من الاغنیا قال ولی خادم ایضا قال فانت من الملوک[3] | ایک شخص نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا، کیا ہم فقرائے مہاجرین سے نہیں ہیں، عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کیا تیری بیوی ہے جہاں تو سکون حاصل کرتا ہے۔ کہا ہاں پھر عبداللہ نے کہا کیا تیرا مسکن ہے جس میں تو رہتا ہے کہا ہاں تو پھر عبداللہ بن عمرو نے کہا تو اغنیا سے ہے اس شخص نے کہا میرا ایک خادم ہے تو عبداللہ بن عمرو نے کہا تو ملوک سے ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر (طبع مطبع عامرہ استنبول) جلد پنجم صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱۔ [2] تفسیر حسینی (طبع مطبع احمدی کانپور صفحہ ۳۳۷) [3] تفسیر زاہدی قلمی حصہ اول صفحہ ۲۴۱ (نمبر ۱۳۳، تفسیر فارسی اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔

یہ روایت مسلم سے بھی مروی ہے[1]

مذکورہ صدر روایتوں کے بعد صاحب مخزن الدلائل نے یہ لکھا ہے۔

او یملک امرہ سبع سنین وامر الامامۃ وارشاد الناس والدعوۃ الی اللہ تعالیٰ۔ یا مہدی سات سال اپنے امر کے مالک رہیں گے اور امر سے مراد امامت، ارشاد خلق اور دعوت الی اللہ ہے۔

رسول اللہ صلعم کے متعلق تورات میں جو پیشین گوئی آئی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ "وملکہ بالشام" اس کی بادشاہی شام میں ہوگی، صاحب اشعۃ اللمعات نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد بیادشاہی دین ونبوت است[2] | بادشاہی سے مراد دین اور نبوت ہے۔

اس لحاظ سے اگر صاحب مخزن الدلائل نے یملک کی توضیح یملک امر الامامۃ سے کی تو یہ کس طرح مورد اعتراض ہو جائیگا۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے عالم کی ریاست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کی گئی ہے۔

لان رئیس ھذا العالم یاتی (انجیل یوحنا، باب ۱۴ آیت ۳۰) اس لئے کہ اس عالم کا رئیس آتا ہے۔

یہاں ریاست عامہ مراد ہے تمام عالم کا زیر حکومت آجانا شرط نہیں ہے قطع نظر اس کے عربوں کے ہاں ملک کا وہ مفہوم نہیں جو عجمیوں کے ہاں شاہ کا ہے اور سات سال کی توضیح یہ ہے کہ آپ نے ۹۰۳ھ میں مسجد تاج خاں سالار احمد آباد (گجرات) میں اعلان مہدیت فرمایا اس کے بعد آپ سات سال زندہ رہے۔

(۷) عن ابی سعید الخدری ان النبی علیہ السلام قال یکون فی امتی المھدی ان قصر فسبع والا فثمع فتنعم فیہ امتی نعمۃ لم ینعموا مثلھا قط توتی اکلھا ولا تدخر منہ شیئاً والمال یومئذ کدوس فیقوم الرجل فیقول یا مھدی اعطنی فیقول خذ

(ابن ماجہ)

ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا اگر کم ہوا تو سات سال ورنہ نو سال اس میں میری امت کو ایسی نعمت دی جائے گی کہ اس کے مانند کبھی نہ دی گئی ہوگی۔ امت کو کھانے کی چیزیں دیجائینگی اور ان میں سے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرے گی مال اس دن انباروں ہوگا پس[3] وہ شخص اٹھیگا اور کہے گا، اے مہدی مجھے دے تو مہدی کہے گا لے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(الف) مہدی کا امت رسول سے ہونا۔

یہ آپ کے حسب حال ہے اور آپ کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا اس سے قبل مذکور ہو چکا۔

(ب) مہدی کا کم ہو تو سات سال ورنہ نو سال زندہ رہنا۔

یہ بھی آپ کے حسب حال ہے اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ امامنا مہدیؑ نے مسجد تاج خاں سالار واقع احمد آباد میں ۹۰۳ھ میں دعوی مہدیت فرمایا تھا، اس لحاظ سے دعوے کے بعد سال سات زندہ رہنا ثابت ہے۔ نیز ملا عبد القادر بدایونی

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۱۹۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸۔ [3] پس ایک شخص۔

کی روایت سے 'دعوت مہدیت' کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے مکہ معظمہ میں دعوئ مہدیت فرمایا تھا اور یہ ۹۰۱ھ کا واقعہ ہے اس لحاظ سے دعوت کے بعد آپ کا نو سال زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) امت کو اس طرح نعمت دی جائے گی کہ کبھی نہ دی گئی ہوگی۔

یہ نعمت کس قسم کی ہوگی اس کی توضیح بعد کے الفاظ کرتے ہیں۔ یعنی امت کو کھانے کی چیزیں دی جائینگی اور وہ ذخیرہ نہ کریگی، ذخیرہ نہ کرنا رسول اللہ صلعم کا عمل ہے جیسا کہ ترمذی (باب الزہد) میں مذکور ہے۔ کان النبی علیہ السلام لا یدخر شیئا لغد رسول اللہ صلعم دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

ابو ذر غفاریؓ بھی اسی عمل کا احیا چاہتے تھے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ امت کھانے کی چیزوں کا ذخیرہ نہ کرے گی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح جب تک کہ کوئی امت کو نعمت دین سے مالا مال نہ کرے گا اس وقت تک ذخیرہ اندوزی کی ہوس اس کے دل سے نہیں جائے گی۔ امت مہدیؑ کا عمل ارشاد مہدیؑ "مومن ذخیرہ نہ کند" (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) پر تھا اس لحاظ سے حدیث کا یہ جزو بھی آپ کے حسب حال ہے۔

(د) والمال یومئذ کدوس

مولف ہدیہ مہدویہ نے (باب سوم، دلیل چہار دہم میں) اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے

"یہ لفظ کدوس ہے بروزن فعول کے جمع کدس کی کہ بروزن فعل کے بمعنی خرمن کے ہے[2]"

اس لحاظ سے ہم نے بھی اس کا ترجمہ انباروں کیا ہے۔ لیکن عربی زبان میں کدس کی جمع اکداس آتی ہے صاحب لسان العرب نے کدس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

(کدس) الکدس والکدس العرمة من الطعام والتمر والدراهم ونحو ذلك والجمع اکداس[3]

اس عبارت سے بھی کدس کی جمع اکداس ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح صاحب تاج العروس شرح قاموس نے بھی کدس کی جمع اکداس لکھی ہے۔

(والکدس بالضم وکرمان) الاخیر نقله صاغانی عن ابن عباد (الحب المحصود المجموع) وهو العرمة من الطعام والتمر والدراهم ونحو ذلك وجمعه اکداس[4]

حاصل یہ کہ عربی زبان میں کدس کی جمع کدوس نہیں آتی۔ مولف ہدیہ مہدویہ کے معنی تسلیم بھی کرلیں تو حدیث مہدیؑ کے حسب حال ہے کیونکہ اس پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوا ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ مال انباروں ہوگا لیکن اس کی صراحت نہیں کہ مہدی کے ہاں مال ہوگا۔ دوسرے یہ مذکور نہیں کہ وہ شخص کیا مانگے گا۔ اگر مال مراد لیں تو بھی یہ امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ مہدی علیہ السلام نے جب مانڈو (مندو) میں قیام فرمایا تو سلطان غیاث الدین خلجی نے ساٹھ قنطار سونا حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔

---

[1] حجۃ المنصفین۔ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۸۳ھ)۔ [3] لسان العرب (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) الجزء الثانی صفحہ ۷۵ [4] تاج العروس (طبع مصر) الجزء الرابع صفحہ ۲۳۰۔

میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں مانڈو کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے

ہمراہ شاہ شصت عدد قناطیر پُراز زر ویک تسبیح درکہ قیمتش کرور محمودی بود ایں فتوح بحضور میراں فرستادہ۔

اور صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

وآں سلطان نیکو کار فتوح بسیار فرستاد و بعضی می گویند کہ سلطان ساکن قلعہ ماندہ بود و جائے کہ حضرت میراں علیہ السلام فرود آمدہ بودند بمقدارے زمین بود کہ در نظر سلطان معائنہ بود و فرمود کہ گردون مالی از قلعہ تا جائے کہ آنحضرت فرود آمدہ بودند یکساں باشند درمیان خالی نباشد۔

اس نیکو کار بادشاہ نے بہت فتوح روانہ کی اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان قلعہ مانڈو میں تھا اور وہ جگہ جہاں مہدیؑ نے قیام فرمایا تھا اتنے فاصلہ پر تھی کہ سلطان قلعہ سے اس کا معائنہ کر سکتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ قلعہ سے مہدی کی فرودگاہ تک مال و اسباب کی گاڑیوں کا سلسلہ لگا دیا جائے اور بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ رہے۔

حاصل یہ کہ مال کا انباروں ہونا ثابت ہے۔

(۵) فیقوم الرجل فیقول یا مہدی اعطنی فیقول خذ والمال یومئذ کے بعد فیقول الرجل کے الفاظ آئے ہیں۔ الرجل کے معنی اگر ایک شخص لیں تو یہ معنوی خرابی لازم آتی ہے کہ مال تو ہوگا انباروں اور مانگنے والا ایک، قطع نظر اس کے یہ بھی واضح نہیں کہ کتنا مال مانگا جائے گا۔ الرجل میں جو الف لام ہے معہود ذہنی ہے۔ یعنی وہ شخص جو محتاج ہوگا۔ اگر کئی آدمی محتاج ہوں اور مال مانگیں تو ہر ایک انفراداً الرجل کا مصداق ہوگا۔ حاصل یہ کہ مال جو انباروں تھا حضرت مہدی علیہ السلام نے وہاں کی مخلوق پر جو خزانہ کے ساتھ آئی تھی تقسیم فرما دیا۔ صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

"وآں قناطیر مال آنانکہ دنبال آں آمدہ بودند ریختن فرمود"

اور صاحب مطلع الولایت نے یہ لکھا ہے "وآں قناطیر را برآنکہ بدنبال آں گنج آمدہ بودند ریختن فرمود"

غیاث الدین مالوی کا قناطیر زر روانہ کرنا

مولف ہدیہ مہدویہ نے "قناطیر زر" کا ترجمہ "قنطار اشرفیوں کے"[1] کیا ہے اور یہ صحیح نہیں، زر کے ایک معنی ہیں سونا اور دوسرے معنی ہیں سکہ، خواہ سونے کا ہو یا چاندی یا کسی اور دھات کا چنانچہ صاحب فرہنگ نظام نے لفظ زر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

سکۂ رائج از طلا و نقرہ و مس وغیرہ آنہا (نثر و شعر) اکبر شاہ

دوشینہ بہ کوی می فروشاں
پیمانۂ مے بہ زر خریدم
اکنو ز خمار سر گرانم
زر دادم و دردسر خریدم[2]

سکۂ رائج سونے چاندی تانبے وغیرہ کا (یہ نثر اور اشعار میں مستعمل ہے) اکبر بادشاہ کہتا ہے۔

گزشتہ رات میں نے مے فروشاں کی گلی
میں پیمانۂ شراب زر دے کر خریدا
اب میں خمار کی وجہ سے سرگراں ہوں
میں نے زر دیا اور دردسر خریدا

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صلا۔ [2] فرہنگ نظام جلد سوم صہ ۲۳۲۔

تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ سلطان غیاث الدین مالوی کے باپ سلطان محمود مالوی نے شاہِ ایران مرزا سلطان ابوسعید کو بہ طور تحفہ چند ہاتھی بھی "زر" سے لدے ہوئے بھیجے تھے، فرشتہ کی عبارت یہ ہے۔

چند فیل زر بار کردہ و اسپان عربی و قصیدۂ غرا کہ در مدح سلطان ایران گفتہ بود .... فرستاد[1]

چند ہاتھی "زر" سے لدے ہوئے اور عربی گھوڑے اور قصیدہ غرا جو شاہ ایران کی مدح میں کہا تھا بھیجا۔

یہاں بھی "زر" سے اشرفی مراد نہیں ہے چنانچہ اشرفی کا مفہوم ادا کرنے کے لئے فرشتہ نے "مہر طلا" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ سلطان محمود مالوی کی سخاوت کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے۔

قرار دادہ بود کہ ہر شب صد مہر طلا زیر بالین او نہادہ علی الصباح بہ اہلِ استحقاق می دادہ باشند[2]

مقرر کر دیا تھا کہ ہر شب کو سو اشرفیاں اس کے سرہانے رکھکر علی الصباح اہل استحقاق کو دیتے رہیں۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ جہدویہ کا "زر" کا اشرفی ترجمہ کرنا صحیح نہیں، اگر یہاں "زر" سے سونا بھی مراد لیں تو روایت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ قنطار کا اطلاق دو سو دینار کی مقدار پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ صاحب منتہی الارب نے بیان کیا ہے۔ محمود خلجی مالوی نے چند ہاتھی "زر" سے لدے ہوئے بھیجے اور غیاث الدین خلجی مالوی نے ساٹھ قنطار "زر" بھیجا، آخر اس میں قابل اعتراض کیا ہے؟

سلطان غیاث الدین خلجی مالوی کی دولت اور سخاوت سے متعلق جو روایت کتب جہدویہ میں ہے اس کی کوئی استبعاد نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کا یہاں بیت المال کا ذکر کرنا بھی بے محل ہے، خصوصاً جب کہ روایت میں بیت المال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مالِ غنیمت میں سلاطین کا بھی حق ہے، سلطان غیاث الدین اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو جائیں گے؟ انہوں نے اپنے ذاتی خزائن اور اپنے باپ کی ذاتی دولت جس کے یہ قانوناً اور شرعاً وارث تھے، راہ سخاوت میں صرف کر دی تو اس میں قابل اعتراض کیا بات ہے؟

لفظ قنطار کی توضیح

لفظ قنطار قرآن میں بھی آیا ہے مثلاً۔

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (النساء ع ۳)

اور اگر تم بجائے ایک بی بی کے دوسری بی بی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو ایک قنطار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔

صاحب معالم التنزیل نے قنطار کی تفسیر میں المال الکثیر (جلد اول طبع بمبئی ص ۲۱۷) لکھا ہے یعنی کثیر مال۔)

صاحب غرائب القرآن نے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر کی ہے۔

فیہ دلیل علی جواز المغالات فی المھر (جلد اول طبع ایران ص ۲۱۵)

اس میں مہر کے بھاری اور زیادہ ہونے کے جواز کی دلیل ہے۔

---

[1] تاریخ فرشتہ طبع منشی نول کشور جلد دوم ص ۲۵۴ [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۲۵۵۔

ابن العربی نے احکام القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

فیہ جواز کثرۃ الصداق
(الجزء الاول طبع مصر ص ۱۵۲)

اس میں مہر کے کثیر ہونے کا جواز ہے۔

تفسیر مدارک میں مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ مروی ہے۔

قال عمر رضی اللہ عنہ علی المنبر لاتغالوا بصدقات النساء فقالت امراۃ أتتبع قولک ام قول اللہ وآتیتم احداھن قنطارا فقال عمر کل احد اعلم من عمر تزوجوا علی ما شئتم۔ (جلد اول طبع مصر ص ۱۶۸)

کہا عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر مت بھاری کرو عورتوں کی مہر پس کہا ایک عورت نے کیا ہم تمہارے قول کا اتباع کریں یا اللہ کے ارشاد کا "اور تم اس ایک کو ایک قنطار دے چکے ہو" پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر ایک عمر سے زیادہ جاننے والا ہے تم جتنی مہر چاہتے ہو اتنی ہی مہر پر نکاح باندھو۔

اب رہی وہ روایت جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے مہر کے بارے میں آل رسول کی رعایت کر کے ایک اوقیہ کم کیا ہے یعنی گیارہ اوقیہ مہر باندھی ہے تو تعداد اوقیہ کی حد تک روایت کا جزو صحیح ہے لیکن روایت کا وہ جزو جس میں مہر کے تعلق سے آل رسول کی رعایت کرنا مذکور ہے اس کی نسبت ہی امام علیہ السلام کی طرف متحقق نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خود امام علیہ السلام آل رسول سے ہیں!

دوسرے یہ کہ مذکورہ بالا قرآنی آیت سے ایک قنطار مہر باندھنا بھی جائز ہے، اس میں مغل پٹھان یا شیخ و سید کی کوئی تخصیص نہیں ہے!

حاصل یہ کہ لفظ قنطار مذکورہ آیت میں مال کثیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اگر یقوم الرجال سے ایک شخص مراد لیا جائے تو یہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ مال تقسیم کرنے کے بعد ایک دف نواز آیا تو آپ نے ایک کرور محمودی کی تسبیح گز سے اٹھا کر دیدی، میاں عبدالرحمٰن نے یہ روایت کی ہے۔

"و تسبیح مروارید کہ قیمت یک یک دانہ اش لکہ لکہ محمودی بود بدف زنان بگوشۂ گز عطا فرمود"۔ دف نواز کو تسبیح دینے کے بعد میاں سید سلام اللہ نے عرض کی کہ موتیوں کی لڑی یعنی تسبیح بیش بہا تھی تو حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی متاع قلیل ہے اس تسبیح کی کیا قیمت ہوگی۔ مطلع الولایت کی عبارت یہ ہے۔

"ایں سلک مروارید بیش بہا بود حضرت میراں فرمودند کہ حق تعالیٰ میفرماید قل متاع الدنیا قلیل بہائے ایں چہ مقدار باشد" (فصل چہارم) صاحب شواہد الولایت نے محمودی کا وزن تقریباً ایک مثقال لکھا ہے ان کی عبارت یہ ہے۔

"وزن محمودی اندکے تفاوت کم و زیاد بروزن مثقالیست"۔

سلاطین مالوہ کی دولت

اعیان قیمتی تسبیح کا سلطان مالوہ کے پاس ہونا بعید نہیں، چنانچہ تاریخ فرشتہ میں یہ مذکور ہے کہ علاء الدین خلجی مالوی کے خزانہ کا

الماس جو گوالیار والوں نے آگرہ میں ہمایون کو پیش کیا تھا، بیش بہا تھا فرشتہ کی عبارت یہ ہے۔

بکرماجیت راجۂ گوالیار کہ بہمراہ بادشاہ ابراہیم بود در جنگ کشتہ شد و مردم او کہ در قلعہ آگرہ بودند بہ شہزادہ محمد ہمایوں الماسے بوزن ہشت مثقال کہ از خزانۂ سلطان علاء الدین خلجی مالوہ دست بدست ایشاں رسیدہ بود و جوہریاں قیمت آں نصف خراج یک روزۂ تمامی ربع مسکون کردہ بودند پیشکش نمودند [1]

بکرماجیت گوالیار کا راجہ جو ابراہیم لودی کے ساتھ تھا جنگ میں مارا گیا اور راجہ کے لوگوں نے جو قلعہ آگرہ میں تھے آٹھ مثقال وزنی ایک الماس جو سلطان علاء الدین خلجی مالوی کے خزانہ سے انہیں دست بدست پہنچا تھا اور جس کی قیمت جوہریوں نے تمام روئے زمین کے یک روزہ خراج کا نصف، قرار دی تھی۔ شہزادہ محمد ہمایون کو پیش کیا۔

یہ گفتگو تو کتب مولود کی روایت کی حد تک تھی، حجۃ المنصفین میں تو یہ روایت آئی ہے۔

بعدہ یک دف زن آمدہ عرض کرد کہ چیزے مارا ہم بدہید اورا یک تسبیح مروارید کہ قیمتش چند ہزار تنکۂ کہنہ بود بوے دادند [2]

اس کے بعد ایک دفالی نے آکر عرض کی، کچھ ہم کو بھی دیجئے، اس کو موتیوں کی تسبیح دے دی جس کی قیمت کئی ہزار قدیم تنکے تھی۔

دونوں روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ تسبیح بڑی قیمتی تھی۔ اس قیمتی تسبیح کو گز سے اٹھا کر دینے سے دو امور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ آپ کے نزدیک حقیر تھی اور ضمناً تسبیح کے استعمال کی بدعت بھی رفع ہوگئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ خیر میں کثرت ہو تو اس پر اسراف کا اطلاق نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

لا سرف فی الخیر (تحفہ اثنا عشریہ ص۴۹۵) | مصرف خیر میں اسراف نہیں ہے۔

کدس کی جمع اکداس آتی ہے کدوس نہیں اس لئے مولف عسل مصفیٰ نے والمال یومئذ کدوس کا یوں ترجمہ کیا ہے "اور اس زمانہ میں مال خرمن کی مانند پامال [3] ہوگا" اور مجمع البحار میں لغات احادیث کی توضیح کی گئی ہے اس میں بھی کدس کی جمع کدوس مذکور نہیں۔ حدیث زیر بحث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مہدیؑ بھی رسول اللہ صلعم کی طرح مال ذخیرہ نہ فرمائیں گے۔

مہدی کے زمانہ میں نزول فیضان برکات

حاکم کی روایت [4] میں یہ مذکور ہے کہ آسمان اپنی بوندوں کو کچھ نہ چھوڑے گا مگر یہ کہ برسا دے گا اور زمین اپنے نباتات سے کچھ اٹھا نہ رکھے گی مگر یہ کہ نکال باہر کرے گی۔

اگر بارش اس کثرت سے ہو تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں، زراعت تو رہی ایک طرف، ایک اور طوفان آجائے گا۔

مذکورہ روایت صحاح میں نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اس میں لفظ مہدی مذکور نہیں ہے، اگر اس کو مہدی سے متعلق مان بھی

---

[1] تاریخ فرشتہ (طبع مطبع نولکشور) جلد اول ص۲۰۵ [2] حجۃ المنصفین ص۸ [3] عسل مصفیٰ حصہ دوم صفحہ ۹۷ [4] اشعۃ اللمعات۔

لیں تو اس سے نزول برکات اور کثرت فیضان مراد ہوگی۔ ایسا طریق بیان متعارف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج (الاعراف ع ۱)	جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے پیداوار خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے تھوڑا (ناقص) ہوتا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

وھذا مثل لمن ینجع فیہ الوعظ وھو المومن ولمن لا یوثر فیہ شئ من ذلک وھو الکافر (الجزء الثانی صـ۴۴)	یہ اس شخص کی مثال ہے جس میں وعظ اثر کرے اور وہ مومن ہے اور اس شخص کی مثال ہے جس میں وعظ وغیرہ اثر نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں صاحب مواہب علیہ نے یہ لکھا ہے۔

تشبیہ کردہ است دل مومن را بہ زمینے پاکیزہ و دل کافر را بہ زمینے شورہ زار (جلد اول صـ۱۸۹)	تشبیہ دی ہے اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کو پاکیزہ زمین سے اور کافر کے دل کو زمین شور سے۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ آیت میں اچھی زمین سے دل مومن اور بنجر زمین سے دل کافر مراد ہے۔ ایسی صورت میں کثرت بارش سے نزول برکات اور کثرت پیداوار سے کثرت فیضان مراد لیں تو کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے کہ رزق کی فراوانی بندوں کی سرکشی کا موجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض (الشوریٰ ع ۳)	اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ دنیا میں ضرور سرکشی کرتے۔

بزعم معترض[1] مہدی کے عہد میں امت رسول پر روزی فراخ کر دی جائے گی تو پھر مذکورہ آیت کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ معترض کے مزعومہ مہدی کے عہد میں امت رسول سب سے زیادہ ظلم و فساد کرے گی!

(۸) عن ابی سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعد نبینا حدث فسالنا النبی قال ان فی امتی المھدی یخرج یعیش خمسا او سبعا او تسعا (زید الشاک) قال قلنا وما ذاک قال سنین قال فیجی الرجل الیہ فیقول یا مھدی اعطنی اعطنی قال فیحثی لہ فی ثوبہ ما استطاع ان یحملہ ھذا الحدیث حسن (ترمذی)	ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمیں ڈر تھا اس بات کا کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی حدث ہو پس ہم نے رسول اللہ صلعم سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ مہدی میری امت میں سے نکلیگا اور پانچ یا سات یا نو زندہ رہیگا۔ (شک کرنے والا زید ہے) کہا کہ ہم نے کہا وہ کیا ہے تو کہا سال ہیں، فرمایا کہ اس کے پاس وہ شخص آئیگا اور کہیگا اے مہدی مجھے دے مجھے دے فرمایا پس وہ دونوں ہاتھ سے دیگا اس کے کپڑے میں جتنا کہ وہ اٹھا سکے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ طبع اول [2] ایک شخص

(الف) مہدی کا امت رسول سے ہونا، اس کا ثبوت اس سے قبل دے چکے ہیں (ب) ۷ یا ۹ سال زندہ رہنا اس سے قبل کی حدیث کے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے۔ اب رہی پانچ کی روایت تو وہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ یعنی مہدی علیہ السلام نے ۹۰۵ھ میں بڑلی میں مہدیت کا دعویٰ موکد فرمایا، اس کے بعد آپ صرف پانچ سال زندہ رہے بڑلی میں دعویٰ مہدیت کرنے سے متعلق حدیث نمبر ۵ کے ذیل میں عبداللہ محمد بن عمر مکی کا قول نقل کر چکے ہیں (ج) مہدی کے پاس اس شخص کا آنا اس کا مانگنا الیٰ آخرہٖ الرجل کی توضیح حدیث نمبر ۷ کے ذیل میں ہو چکی شخص کا آنا اور مانگنا حدیث نمبر ۷ میں بھی مذکور ہے۔ وہاں صرف دینا مذکور ہے! اور یہاں دونوں ہاتھوں سے دینے کا ذکر ہے۔ حدیث زیر بحث میں یہ مذکور نہیں کہ کیا دیا جائیگا۔ اگر مان تسلیم کرلیں جب بھی حدیث کا یہ جزو امامنا مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے، میاں ولی جی بن یوسف نے حجۃ المنصفین میں یہ روایت کی ہے۔

روایت کردہ شدہ است چونکہ امام مہدی در ماندو فروشدند فتوحے کہ ہر دو دست ہا پر کردہ زر تنگہ ہا مردماں را دادند بعدہ غلو شدہ ہمہ آمدند و سوال کردند ہمہ کس را دادند الیٰ آخرہ۔

روایت کیگئی ہے کہ جب امام علیہ السلام مانڈو میں فروکش ہوئے تو آپ نے فتوح میں سونے کے تنگے دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کے لوگوں کو دیئے، اس کے بعد ہجوم ہوا اور سب لوگ آگئے، سب نے سوال کیا اور سب کو دیا۔

مؤلف ہدیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تقسیم خزائن کا واقعہ دعوی مہدیت سے قبل کا ہے حالانکہ امام نے مانڈو پہونچنے سے قبل یعنی جون پور ہی میں پہلا دعویٰ مہدیت فرمایا ہے جیسا کہ حاشیہ شریف میں مروی ہے (ص ۲۶۳)

اس روایت سے حضرت مہدی علیہ السلام کا دونوں ہاتھوں سے مال دینا ثابت ہے اور لینے والا مال کپڑے میں نہیں تو کیا برتن میں لے گا۔ آج تک مہدویوں کے مرشد تبرک دونوں ہاتھوں سے دیتے ہیں اور لینے والا کپڑے میں لیتا ہے۔ اس طرح دینا اور کپڑے میں لینا حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ کی تقلید معلوم ہوتی ہے صاحب اشعۃ اللمعات نے ما استطاع ان یجیلہ کے ذیل میں "بسیار مید ہد و بشمار مید ہد"[1] لکھا ہے یعنی بہت دیتا ہے اور بشمار دیتا ہے۔ یہ بھی مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے خزائن اہل شہر پر تقسیم فرما دیئے اس حدیث میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مہدی علیہ السلام رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلیں گے اور مال ذخیرہ نہ کرینگے۔

اب رہی یہ بحث کہ مہدیؑ کے لئے زمین سے خزانے نکلیں گے تو اس مضمون کی کوئی روایت کتب صحاح میں مہدی کے باب میں مروی نہیں ہے بلکہ حدیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دجال کے لئے زمین سے خزانے نکلیں گے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ویسیر بالخربۃ فیقول لھا اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزھا[2]۔

یعنی پس گزرتا ہے دجال ویرانہ پر پس کہتا ہے ویرانہ کو نکال اپنے خزانے، پس اس کے پیچھے آتے ہیں خزانے ویرانے کے۔ پس خزانوں کا زمین سے نکلنا دجال کے لئے ہوا مہدی کے لئے نہیں۔

(۹) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم | ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تمہارے

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور ۱۳۵۵ھ) جلد ۴ صفحہ ۳۱۷۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۹۔

یقتل عند کنزکم ثلاثۃ کلھم ابن خلیفہ ثم لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتلہ قوم ثم ذکر شیئا لا احفظہ فقال اذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (ابن ماجہ)۔

کنز کے پاس تین آدمی کارزار کرینگے تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے پس وہ کنز کسی ایک کا بھی نہ ہوگا۔ پھر سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے طلوع ہوں گے وہ تمہیں ایسا قتل کرینگے کہ کسی قوم نے دوسری قوم کو اس طرح قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں ہے۔ پس جب تم اسے دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگرچہ کہ تمہیں برف پر رینگنا ہو۔ پس تحقیق کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(الف) خلیفہ کے تین بیٹوں کا کنز کے لئے لڑنا الی آخرہ۔ لفظ کنز کے ذیل میں صاحب منتہی الارب نے یہ لکھا ہے "آنچہ بداں مال را نگاہ دارند" یعنی وہ چیز جس سے مال کی حفاظت کی جائے۔ اس سے اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ وہ چیز کیا ہے۔ "اقرب الموارد" میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ مایحرز فیہ المال کالمخزن والصندوق یعنی وہ جس میں مال محفوظ کیا جائے جیسے مخزن اور صندوق اور محیط المحیط میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ لکھا ہے مایحرز بہ المال کالمخزن و الصندوق" حدیث زیر بحث میں کنزکم (تمہارا مخزن) کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کا بیت المال اس کنز کا مصداق ہے تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔ علمائے امت نے تو کنز کی بعید تر توضیح کی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے فضائل میں مسلم نے حضرت ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں" واعطیت الکنزالاحمر والابیض "یعنی مجھے دو مخزن دیئے گئے ایک سرخ اور ایک سفید۔ نووی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعض علما نے مخزنوں سے مراد عراق اور شام لیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے اس کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

بعضی گفتہ اند کہ مراد باحمر ملک شام است از جہت سرخی رنگ ایشاں و باابیض ملک فارس از جہت سفیدی رنگ ایشاں[1]

بعض علمائے حدیث نے کہا ہے کہ لال مخزن سے مراد ملک شام ہے اس لئے کہ وہاں کے باشندوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور ابیض سے مراد ملک فارس ہے اس لئے کہ وہاں کے باشندوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

صاحب نجوم المشکوۃ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے" او الجن والانس او العجم والعرب جمعھم اللہ علی دینہ ودعوتہ[2] یعنی دونوں مخزنوں سے یا جن وانس مراد ہیں یا عرب وعجم جنھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین اور آپ کی دعوت پر جمع فرما دیا تھا۔ قطع نظر اس کے نہایہ میں لفظ کنز کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔

"ومنہ قولہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنۃ ای اجرھا مدخر لقائلھا والمتصف بھا" یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ" ایک مخزن ہے جنت کے مخزنوں میں سے یعنی اس کا ثواب جو ذخیرہ کیا گیا ہوگا۔ اس کے کہنے والے کے لئے اور اس شخص کے لئے جو اس سے متصف ہو۔ ترمذی میں فانھا من کنز الجنۃ کے الفاظ آئے ہیں[3]۔

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۴ھ) جلد رابع صفحہ ۴۷۰۔ [2] نجوم المشکوۃ (قلمی) ص ۱۱۷ حدیث عربی نمبر (۱۰۲۳) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔
[3] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۲۲۴۔

حاصل یہ کہ کنز کی توضیح عراق وشام جن وانس عرب وعجم ثواب وغیرہ سے بھی کیگئی ہے۔ اگر ہم بیت المال سے کنز کی توضیح کریں تو مورد اعتراض نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ بیت المال کا تعلق خلافت سے ہے' حدیث زیر بحث کے یہ معنی ہونگے کہ خلیفہ کے تین بیٹے خلافت کے لئے کارزار کرینگے۔ اب رہا عند کنزکم میں لفظ عند کا استعمال تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بیت المال کے قریب ہی لڑائی ہو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے" ان من شئی الا عندنا خزائنہ یعنی جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے کے خزانے ہیں۔ عند سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر چیز کا خزانہ اللہ کی ذات کے قریب ہو۔ اسی طرح حدیث میں مذکور ہے" من قتل دون مالہ فھو شھید[1] یعنی جو شخص اپنے مال کے پاس مارا گیا وہ شہید ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کے لئے مارا جائے اور اس وقت وہ مال اس کے پاس نہ ہو کسی اور جگہ ہو تو کیا اس پر شہید کا اطلاق نہ ہوگا۔

حضرت علیؓ کی اولاد نے خلافت کیلئے جو جد وجہد کی ہے اس پیشین گوئی کا مصداق ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے خلافت حاصل کی اس کے بعد امیر معاویہؓ سے جنگ کی' آخر کار امام حسنؓ کو خلافت سے دستبردار ہونا پڑا۔ دوسرے امام حسینؓ نے یزید کے مقابل جد وجہد کی لیکن خلافت حاصل نہیں ہوئی۔ اسی طرح مختار نے جو بنی امیہ سے مقابلہ کیا وہ محمد بن حنفیہ سے منسوب ہوگا کہ مختار ان کو مہدی سمجھتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ خلافت ان ہی کے ہاتھ آجائے۔ مختار کے مارے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ کو یہ کہلا بھیجا:

قد قتل اللہ الکذاب الذی کنت تدعی نصرتہ واجمع علی اھل العراقین فبایع لی[2]
تحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے ایسے کذاب کو قتل کرادیا جس کی نصرت کا تمہیں دعویٰ تھا۔ عراق عرب وعراق عجم کے مسلمان میری خلافت پر متفق ہوگئے ہیں۔ اب تم بھی میری بیعت کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ مختار کی جد وجہد حقیقت میں محمد بن حنفیہ کی جد وجہد تھی۔ اس طرح خلیفہ کے تین بیٹوں کا کارزار کرنا ثابت ہوگیا۔ اور خلافت ان تینوں میں سے کسی کو نہ ملی۔

(ب) دوسرے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے۔ بنی عباس کی خلافت کا ظہور اس پیشین گوئی کا مصداق ہے' اس تحریک کا آغاز خراسان سے ہوا اور خراسان عرب کے مشرق میں واقع ہے۔ سیاہ جھنڈے حکومت بنی عباس کا شعار رہا ہے۔ بنی عباس کے حامیوں نے بنی امیہ کو چن چن کر قتل کیا۔

(ج) اس کے راوی کا بیان ہے کہ کچھ ذکر کیا گیا لیکن اس کو یاد نہیں ہے۔

واضح ہو کہ حدیث مذکور میں کوئی ایسا اسم ظاہر نہیں ہے جس کی طرف اس ضمیر کو پھیر سکیں جو (یاتیہ) اور (بایعوہ) میں موجود ہے۔ ممکن ہے متروکہ فقرہ میں کوئی ایسا اسم ظاہر ہو جو مذکورہ ضمائر کا مرجع قرار پاسکے۔ الفاظ حدیث سے نہ تو مہدی کا مشرق سے نکلنا ظاہر ہوتا ہے اور نہ ان کے ساتھ سیاہ جھنڈوں کا رہنا ثابت ہوتا ہے۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل سوم میں یہ اعتراض کیا ہے کہ صاحب معرفۃ الروایات نے اس حدیث میں جو فقرہ متروکہ ہے اس سے تعرض نہیں کیا اور خود بیان کیا ہے کہ حاکم اور ابونعیم کی روایت سے متروکہ عبارت معلوم ہو جاتی ہے اور لفظ قوم کے بعد اس طرح شروع ہوتی ہے" ثم یجی خلیفۃ اللہ المھدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فبایعوہ الی آخرہ" اس متروکہ فقرہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بایعوہ میں جو ضمیر ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۲۴۶ ۔ [2] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزء الخامس ص۷۸

اس کا مرجع خلیفۃ اللہ المہدی ہے جو لفظ سمعتم سے پہلے آیا ہے واضح ہو کہ ثم طلوع رایات اور ظہور مہدی کے درمیان آیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلوع رایات کے بعد مہدی کا ظہور ہوگا رایات کے ساتھ نہیں اور ثم تراخی بعیدہ اور غیر معین تراخی بعیدہ کے لئے بھی آتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ثم یمیتکم ثم یحییکم اس کا شاہد ہے نزول آیت کے زمانہ میں جن لوگوں نے وفات پائی ہے ان کے قیامت کے روز زندہ ہونے تک نہیں معلوم کتنے ہزار اور کتنے لاکھ برس گزر جائیں گے اور اس پر ثم کا اطلاق بالفاظ قرآن ثابت ہے، حدیث کا یہ فقرہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ اس لئے کہ خلافت عباسیہ کی تحریک کے تقریباً سات سو برس بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ اس طرح اگر پیشین گوئی کی توضیح کی جائے تو قابل اعتراض نہیں اس لئے کہ انجیل یوحنا (باب ۱۲ آیت ۳۱) میں رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ پیشین گوئی ہے۔

الآن یطرح رئیس ھذا العالم خارجاً	اب اس عالم کا سردار نکالا جائے گا یعنی پیغمبر آخر الزماں کا ظہور ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الآن، یعنی اب فرمایا اور اس کے تقریباً چھ سو سال بعد رسول اللہ صلعم کی ولادت ہوئی ایسی صورت میں لفظ ثم آجانے کی وجہ سے جو اکثر تاخیر بعیدہ کے لئے آتا ہے سات سو سال کے بعد مہدی کے ظہور کا تعین کیا جائے تو کیا حرج ہے،

(د) حدیث میں مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا مذکور ہے، یہ بھی آپ کے حسب حال ہے کیونکہ خدا کے خلیفوں اور انبیاء کے صفات آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی توضیح اخلاق کے ذیل میں کی جائے گی۔ اس حدیث میں مہدیؑ سے قبل کی جن علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا ظہور ہو چکا تھا اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اسے مہدی عباسی سے متعلق کرنا پڑا ازالۃ الخفا کے مقصد اول فصل پنجم میں اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے "مراد از مہدی خلیفہ بنی عباس است نہ امام مہدی کہ در آخر الزماں ظہور نماید[1]" یعنی اس حدیث میں مہدی سے مراد خلیفہ بنی عباس ہے، نہ کہ امام مہدیؑ جن کا آخر زمانہ میں ظہور ہوگا۔ بہرحال اس عبارت سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کی بنا پر یہ استدلال کرنا کہ امام مہدی کے ساتھ کالے جھنڈے ہوں گے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

اب رہی وہ حدیث جو امام احمد بن حنبل اور بیہقی نے ثوبان سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی[2]	ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کالے جھنڈوں کو دیکھو کہ خراسان کی طرف سے آئے ہیں تو آؤ اس میں کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

مولف ہدیہ نے (صفحہ ۵ پر) اس حدیث کے ذیل میں الرایات السود کو ضمیر "ھا" کا مرجع قرار دیا ہے حالانکہ اولیٰ یہی ہے کہ ضمیر کا مرجع اسم قریب ہی قرار پائے، اس لحاظ سے ضمیر "ھا" کا مرجع لفظ خراسان ہوگا۔

عربی زبان میں قصبہ، شہر اور ملک سب کیلئے ضمیر "ھا" استعمال کرتے ہیں۔

صاحب العقد الفرید نے "تفاضل بلدان" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

(خراسان) اول مدنھا الری وھی آخر الجبال من خراسان[3]	خراسان، اس کے شہروں میں رے شہر ہے اور یہ خراسان کے پہاڑوں کے آخر میں ہے۔

---

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا (مطبع طبع صدیقی واقع بریلی) صفحہ ۱۵۷۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۲۱ [3] العقد الفرید الجزء الثالث۔

"مدخلہا" میں "ہا" کا مرجع خراسان ہے

امر واقعی کی طرف توجہ پھیرنے کے لئے لفظ "رویت" کے مشتقات بھی استعمال کئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل | کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا

اصحاب فیل کا واقعہ رسول اللہ صلعم کی ولادت سے قبل کا ہے، اس لحاظ سے "الم ترا" کا یہ مفہوم ہوگا کہ آپ نے جانا اور سنا نہیں۔"

صاحب مواہب لدنیہ نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

المراد من الرویۃ ھنا العلم والتذکر[1] | یہاں رویت سے مراد جاننا اور یاد کرنا ہے۔

صاحب مدارک نے "الم تر" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

سمعت الاخبار بہ متواترا[2] | سنی تو نے خبریں اس سے متعلق بطریق تواتر۔

صاحب مواہب علیہ نے الم تر کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

آیا ندانستی کہ چگونہ کرد پروردگار تو[3] | آیا تو نے نہیں جانا کہ کس طرح کیا تیرے پروردگار نے

پس مذکورہ صدر حدیث میں "اذا رایتم الرایات السود" کے یہ معنی ہوئے کہ جب تم سنو اور جان لو کہ کالے جھنڈے خراسان کی طرف سے آئے ہیں تو تم خراسان کی طرف جاؤ اس لئے کہ خراسان میں مہدی خلیفۃ اللہ کا ظہور ہوگا۔

دوسری حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کی ذات سے کالے جھنڈوں کا کوئی تعلق نہیں ہے کنز العمال میں ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے یہ روایت آئی ہے۔

اذا اقبلت الرایات السود فاکرموا الفرس فان دولتکم منھم[4] | جب کالے جھنڈے سامنے آئیں پس فارسیوں کی بزرگ داشت کرو کیونکہ تمہاری حکومت انہیں سے ہوگی۔

اس حدیث میں کالے جھنڈوں کا سامنے آنا مذکور ہے لیکن امام مہدی کا ذکر تک نہیں، بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ فارس کی بزرگ داشت کرو۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کالے جھنڈوں کا تعلق اہل فارس یعنی ایرانیوں سے ہوگا، امام مہدی سے نہیں۔ ابومسلم خراسانی نے بنی عباس کی تائید میں جو کالے جھنڈے بلند کئے تھے وہ اس پیشین گوئی کا مصداق ہیں۔

عبدالحق محدث دہلوی نے بھی رسول اللہ صلعم کے معجزات کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

خبر داد بخروج بنی عباس بہ علم ہائے سیاہ[5] | خبر دی رسول اللہ صلعم نے بنی عباس کے خروج سے متعلق کالے جھنڈوں کیساتھ

یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کالے جھنڈوں کا تعلق امام مہدی کی ذات سے نہیں ہے۔

احمد ابن حنبل کی زیر بحث روایت میں طلوع رایات کا بطور شرط ذکر کیا گیا ہے اور خراسان کی طرف آنے کو بطور جزا کے

---

[1] مواہب لدنیہ الجزء الاول ص ۱۶۔ [2] مدارک الجزء الرابع ص ۲۸۰۔ [3] مواہب علیہ جلد ثانی
[4] کنز العمال الجزء سادس ص ۲۱۴
[5] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۰۸۔

بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ شرط کے ساتھ بلا فصل زمانی جزاء وقوع میں آجائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ (الانشقاق)	جبکہ آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچی جائے اور جب زمین اپنے اندر کی چیزوں کو ڈالدیگی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کا حکم سن لیگی اور وہ اسی کے لائق ہے اے انسان تحقیق کہ تو محنت کرنیوالا ہے اپنے رب کی طرف پس تو ملاقات کرے گا (اس اجزاء) سے

آسمان کے پھٹ جانے اور زمین کے کھچ جانے سے لیکر انسان کو جزا ملنے تک نہیں معلوم کتنی مدت مدید درکار ہوگی، اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔

اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ[1]	جب امانت ضائع کی جائے گی تو قیامت کے منتظر رہنا۔

یہ حدیث بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

امانت کے ضائع کئے جانے اور قیام قیامت کے درمیان نہیں معلوم کتنے لاکھ برس گزر جائینگے۔

اسی طرح طلوع رایات اور ظہور مہدی کے درمیان ایک مدت کا گزرنا تسلیم کرلیا جائے تو کلام اللہ اور حدیث نبوی کے اسلوب بیان کے خلاف نہ ہوگا۔

حاصل یہ کہ امام احمد کی روایت سے بھی امام مہدی کے ساتھ کالے جھنڈوں کا ہونا ثابت نہیں ہوتا اور کنز العمال کی حدیث جو ہم نے پیش کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ کالے جھنڈوں کا تعلق اہل فارس یعنی ایرانیوں سے ہے امام مہدی سے نہیں۔

کنز العمال میں یہ روایت بھی آئی ہے۔

عن ابن عباس قال اذا رأیتم الرایات السود تجی من قبل المشرق فاکرموا الفرس فان دولتنا معھم[2]	ابن عباس سے مروی ہے کہ کہا جب تم سیاہ جھنڈوں کو دیکھو کہ آتے ہوں مشرق کی طرف سے پس فارسیوں کا اکرام کرو کہ ہماری سلطنت ان کی معیت سے ہوگی۔

یہاں بھی سیاہ جھنڈوں کا ذکر ہے امام مہدی کا نہیں۔

کالے جھنڈوں کا فلسطین کے علاقہ میں نصب کیا جانا مذکور ہے حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

تخرج من خراسان رایات سود افلا یرد ھا شیٔ حتی تنصب بایلیا[3]	خراسان سے کالے جھنڈے نکلیں گے پس نہیں رد کرے گی ان کو کوئی چیز یہاں تک کہ نصب کئے جائینگے ایلیا پر

ایلیا شہر بیت المقدس کا نام ہے، تاریخ سے ظاہر ہے کہ بنی عباس نے دریائے زاب کی لڑائی کے بعد علاقہ فلسطین پر بھی قبضہ کیا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۱۱ [2] کنز العمال (طبع اول) الجزء السابع صـ۱۴۲ [3] کنز العمال الجزء السابع صـ۱۹۶

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کالے جھنڈوں کا تعلق بنی عباس کے خروج سے ہے مہدی کے ظہور سے نہیں، اس سے قطع نظر سیوطی نے بیہقی کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے۔

اخرج البیھقی عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتتل عند کنزکم ھذا ثلاثۃ کلھم ولد خلیفۃ لا یصیر الی واحد منھم ثم تقبل الرایات السود من خراسان فیقتلونکم مقتلۃ لم تروا مثلھا[1]

بیہقی نے ثوبان سے تخریج کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمہارے اس کنز کے قریب تین ابن خلیفہ کارزار کرینگے اور کنز ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی نہیں لوٹے گا، پھر خراسان سے کالے جھنڈے آگے بڑھینگے، پس تم کو قتل کرینگے ایسا قتل کرنا جس کی مثل تم نے نہیں دیکھی۔

اس حدیث میں تین ابن خلیفہ کا لڑنا اور خراسان سے کالے جھنڈوں کا نکلنا مذکور ہے لیکن امام مہدی کا سرے سے ذکر ہی نہیں

ابویعلی موصلی کی روایت

ابویعلی موصلی نے بھی اپنی مسند میں حدیث "یجی رایات سود من قبل المشرق" کی تخریج بروایت عبداللہ بن مسعود کی ہے[2]۔ اس میں بھی مہدی کا ذکر نہیں ہے۔

اس لحاظ سے بھی احمد بن حنبل کی مذکورۂ صدر روایت میں "الرایات السود" کی جگہ "خراسان" کو ضمیر "ھا" کا مرجع قرار دینا ہی صحیح ہوگا۔

سیوطی نے رسالہ "العرف الوردی فی اخبار المہدی" میں "یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود (ایک قوم آئے گی مشرق کی طرف سے ان کے ساتھ کالے جھنڈے ہوں گے) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قال الحافظ عماد الدین ابن کثیر فی ھذا السیاق اشارۃ الی ملک بنی عباس وفیہ دلالۃ علی ان المھدی یکون بعد دولۃ بنی عباس[3]

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس عبارت میں بنی عباس کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مہدی خلافت بنی عباس گزر جانے کے بعد ظاہر ہوں گے۔

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کالے جھنڈوں کا تعلق امام مہدی سے نہیں بلکہ بنی عباس سے ہے اور بنی عباس کی خلافت گزر جانے کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا۔

یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ کی ولادت خلافت عباسیہ گزر جانے کے تقریباً دو سو سال بعد ہوئی ہے۔

اب رہا مہدی کا خراسان میں ظاہر ہونا تو یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خراسان میں دو سال پانچ ماہ مقیم رکھا اور پھر وہیں واصل بحق ہوئے۔

---

[1] الحاوی للفتاوی (طبع حیدرآباد) الحجج البہیۃ ص ۱۱۹ [2] مسند ابویعلی الجزء الثالث حدیث عربی قلمی (اورینٹل سنٹرل لائبریری حیدرآباد)
[3] العرف الوردی ص ۳۱۹

حدیث صحاح سے صرف امام مہدی کا مطلق خراسان میں ظاہر ہونا ثابت ہوتا ہے خراسان کے کسی شہر کی تخصیص نہیں۔
جیسا کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل سیزدہم میں ایک روایت کے ذیل میں ادعا کیا ہے، روایت یہ ہے۔

عن علی قال ویحا لطالقان فان لله فیها کنوزا لیست من ذهب ولا فضیة ولکن بها رجال عرفوا الله حق معرفته وهم انصار المهدی

علیؓ سے مروی ہے کہا کہ افسوس ہے طالقان پر اس میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ سونے کے نہ چاندی کے، لیکن وہاں ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ کو پہچانیں گے جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے اور وہ انصار ہوں گے مہدی کے۔

یہ روایت ابونعیم الکوفی نے کتاب الفتن میں درج کی ہے جیسا کہ مولف کنز العمال نے اس کی تصریح کی ہے[1] ظاہر ہے کہ یہ حدیث احادیث صحاح سے نہیں ہے۔

امر دوم یہ کہ اس روایت میں یہ تو مذکور نہیں ہے کہ امام مہدی طالقان میں پیدا ہوں گے یا مبعوث ہوں گے۔

امر سوم یہ کہ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کے انصار میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو طالقان میں ہوں گے۔

امر چہارم یہ کہ اس امر کی بھی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدی کے تمام انصار طالقان ہی میں ہوں گے۔

امر پنجم یہ کہ طالقانیوں کا انصار مہدی سے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو انصار مہدی ہوں گے ان میں وہ بھی ہوں گے جو طالقان میں ہوں گے، ممکن ہے ایک شخص فراہی ہو اور وہ طالقان میں جا کر بس جائے۔

طالقان نامی دو شہر ہیں، ایک وہ جو ابہر اور قزوین کے قریب ہے، دوسرا وہ جو خراسان میں ہے۔

حدیث صحیح میں یہ امر مذکور ہے کہ امام مہدی خراسان میں مبعوث ہوں گے، اس بنا پر یہی صحیح ہوگا کہ روایت زیر بحث میں بھی طالقان سے مراد وہی طالقان ہے جو خراسان میں ہے۔ طالقان مرو رود اور بلخ کے درمیان واقع ہے اور مرو رود سے تین منزل کے فاصلہ پر۔ صاحب معجم البلدان نے یہ بیان کیا ہے۔

طالقان بعد الالف لام مفتوحة وقاف وآخره نون۔ احدهما بخراسان بین مرو الرود وبلخ وبینها وبین مرو الرود ثلاث مراحل[2]

ان دونوں میں سے ایک خراسان میں ہے مرو رود اور بلخ کے درمیان۔ طالقان اور مرو رود کے درمیان تین مرحلے ہیں۔

امام علیہ السلام کے اصحاب میں خراسانی بھی تھے اور ترکستانی بھی حتیٰ کہ بغدادی بھی چنانچہ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مذکور ہے۔

روزے میاں عبدالله بغدادی عرض کردند الی آخرہ

ایک روز میاں عبداللہ بغدادی نے عرض کی۔

اغلب ہے کہ خراسان میں امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والوں میں طالقانی بھی ہوں، عجب نہیں کہ فتنہ تاتار اور ہنگامۂ تیمور میں طالقانی جنوب کی طرف یعنی ہرات و فراہ کی طرف آ گئے ہوں۔ عام روایتوں میں طالقانی کا مذکور نہ ہونا اس بات کی مقتضی نہیں ہے کہ طالقانیوں نے آپ کی تصدیق ہی نہیں کی۔

---

[1] کنز العمال جلد رابع ص۲۶۱۔ [2] معجم البلدان المجلد الثالث ص۴۹۱

بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ امام علیہ السّلام کے اصحاب میں طالقانی نہیں تھے تو اس سے آپ کی مہدیت کی نفی نہیں ہوسکتی۔ کعب احبار نے تورات کے حوالے سے نبی آخر الزماں کی جو علامتیں بیان کی ہیں ان میں مندرجہ ذیل بھی ہیں۔

مولدہ بمکة ومهجرته بطيبة وملكه بالشام[1] | ان کا مولد مکہ اور ان کی ہجرت طیبہ کو ہوگی بادشاہی شام میں ہوگی

اس پیشین گوئی کے یہ سب اجزاء رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہیں یعنی آپ کا مولد مکہ معظمہ ہے اور آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی ہے۔ اب رہا تیسرا جزو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے اور نہ بادشاہ ہونے کا اقرار کیا بلکہ روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نے بادشاہ ہونے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

(الف) پس آں مرد میزان از دست بنداخت و برخاست تا بوسہ زند دست مبارک آنحضرت را پس آنحضرت دست بکشید فرمود یہ ایں کار اعاجم است کہ با ملوک و روسائے خود میکنند و من نیستم مردے ام یکی از شما۔[2]

یعنی پس اس شخص نے ہاتھ سے ترازو رکھدی اور اٹھا تاکہ آنحضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے، پس آنحضرت نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ یہ عجمیوں کا کام ہے کہ اپنے ملوک اور روسائے کے ساتھ کرتے ہیں، بادشاہ نہیں ہوں میں تم میں سے ایک آدمی ہوں۔

(ب) در آمد بر آنحضرت مردے پس لرزیدن گرفت از ہیبت وی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود آسان کن بر خود کار و ملرز من بادشاہ نیم من پسر زنے ام از قریش کہ میخورد قدید را[3]

یعنی آیا آنحضرت کے پاس ایک شخص پس وہ آنحضرت صلعم کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ فرمایا کہ کام اپنے لئے آسان کر اور مت کانپ میں بادشاہ نہیں ہوں، قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے کباب کھاتی تھی۔

آپ کی بادشاہی آپ کی زندگی میں شام میں قائم نہ ہونے کی وجہ سے کیا آپ کی نبوت کی نفی ہوسکتی ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد بہ بادشاہی دین و نبوت است[4] | بادشاہی سے مراد دین اور نبوت ہے۔

اگر بادشاہی سے مراد دین و نبوت بھی لیں تو یہ پیشین گوئی رسول اللہ صلعم کے حسب حال نہیں ہے[5] کیونکہ آپ کی زندگی میں آپ کا دین شام میں نہیں پھیلا تھا، پس ماننا پڑے گا کہ اس روایت میں اس امر کی پیشین گوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا دین مدینہ سے شام تک پہونچ جائے گا۔

اسی طرح روایت زیر بحث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ امام مہدی کا دین خراسان کے انتہائی گوشہ تک پہنچ جائے گا۔ جہاں طالقان واقع ہے۔

دوسرا یہ کہ یہاں لفظ انصار اصطلاحی نہیں ہے بلکہ لغوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

نحن انصار الله (الصف ع ۲) | ہم اللہ کے انصار ہیں۔

اس کے ذیل میں صاحب تفسیر حسینی نے یہ لکھا ہے۔

مائیم ناصران دین خدا[6] | ہم دین خدا کے ناصر ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸ - [2] مدارج جلد اول ص ۴۲ - [3] جلد اول ص ۴۵ - [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸ [5] تفسیر حسینی ص ۴۱۷

یہاں انصار اللہ سے انصار دین اللہ مراد ہے، اس لحاظ سے انصار المہدی کے معنی ہوں گے انصار دین المہدی۔ اس پیشین گوئی کا ظہور بندگی میاں شاہ برہان کے زمانہ میں ہوا، آپ نے دین مہدی کی تبلیغ کرتے ہوئے کابل سے بلخ اور بلخ سے ہرات کا سفر کیا ہے، آپ نے اپنی مشہور تصنیف حدیقۃ الحقائق میں بیان کیا ہے۔

از کابل بہ شہر دار السلطنت ترکستان یعنی بلخ و از بلخ بہ مارو جاق و از مارو جاق بہ شہر ہرلو ..... آمدیم[1]

کابل سے ترکستان کے دار السلطنت یعنی بلخ اور بلخ سے مارو جاق اور مارو جاق سے شہر ہرات آئے۔

آپ نے اندخود میں بھی دین مہدی کی تبلیغ کی ہے اپنے ایک معاصر کے موسومہ خط میں یہ فرماتے ہیں۔

بعد از پنج یا شش روز بہ شہر اندخو (اندخود) رسیدیم در اینجا دو راہ می شود یکی بہ مشہد میرود و دیگی بہ ہرات ..... در اینجا کم و زیاد ہفتہ روز اقامت کردہ شد انچہ حسب المدعا سوال و جواب در اثبات مہدیت بقدر حوصلۂ خود معلوم بود و بعون اللہ و حسن توفیق بصدقۂ حضرت مہدی علیہ السلام و صدیقین وے اظہار کردیم، باوجود کم و زیاد صد رسالہ حجت برابر فقیر بود در آنجا گذراندیم حق آگاہ است کہ بسیار منصفان از علما وغیرہ بلا تعصب و عناد تفہیم شدہ تصدیق کردند و اکثر و اغلب ساکت ماندند و بعضی کسان مخالفت کردند جواب دادن نتوانستند معلوم باد کہ در باب تصدیق امام علی التحقیق از یک راہ از اہل ہند و خراسان منصف و نرم یافتم۔

پانچ چھ دن کے بعد شہر اندخود میں پہنچے اس جگہ دو راستہ ہیں ایک مشہد کو جاتا ہے اور ایک ہرات کو، وہاں کم و بیش اٹھارہ روز مقیم رہے، حسب مدعا جو سوال و جواب اثبات مہدیت میں اپنے حوصلے کے موافق معلوم تھے۔ اللہ کی مدد اور اس کے حسن توفیق اور امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے صدیقین کے صدقے سے ہم نے ظاہر کئے۔ کم و بیش ایک سو رسالے اثبات مہدیت میں جو فقیر کے ساتھ تھے وہاں گزرانے۔ اللہ جانتا ہے کہ علما وغیرہم میں سے بہت سے انصاف پسندوں نے جن میں تعصب اور عناد نہ تھا سمجھ کر تصدیق کی اکثر و اغلب ساکت تھے، بعض نے مخالفت کی لیکن جواب نہ دے سکے۔ واضح ہو کہ امام علی التحقیق کی تصدیق کے باب میں ایک حیثیت سے میں نے یہاں کے لوگوں کو ہندوستانیوں اور خراسانیوں کے مقابلہ میں انصاف پسند اور نرم دل پایا۔

صاحب معجم البلدان نے لفظ اندخود کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بلدۃ بین بلخ و مرو علی طرف البر[2]

ایک شہر ہے بلخ اور مرو کے درمیان بیابان کے کنارے۔

شاہ برہان نے اندخود سے براہ چاچکتو ہرات اور فراہ مبارک کا سفر کیا ہے، اپنے ایک معاصر کے موسومہ خط میں آپ نے لکھا ہے۔

آخر الامر از شہر اندخود بہ چچکتو (چاچکتو) و بہ مارو جاق، از مارو جاق تا بہ ہرات و از ہرات تا بہ فراہ کہ از بلخ تا ہرات یکماہ راہ است بشرف زیارت روضہ مبارک بیت العتیق امام المشارق والمغارب علی التحقیق مشرف شدیم۔

آخر کار شہر اندخود سے شہر چاچکتو اور مارو جاق تک اور مارو جاق سے ہرات تک اور ہرات سے فراہ (بلخ سے ہرات تک ایک ہی جادہ کا راستہ ہے) پہنچے اور امام المشارق و المغارب علی التحقیق کے روضۂ مبارک بیت العتیق کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

---

[1] دفتر دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم۔ [2] معجم البلدان (طبع مصر ۱۳۲۳ھ) الجزء الاول ص ۳۴۵۔

واضح ہو کہ اندخو، طالقان کی شمال مغرب میں سو میل کے فاصلہ پر ہے اور چاچکتو، طالقان کے کھنڈر کے قریب واقع ہے جیسا کہ جی لی اسٹرینج (G.Le. Strange.) نے بیان کیا ہے۔

Three marches distant from Mary-ar-Rud, towards Balkh, was the city of TALIKAN, the name of which is no longer found on the map, but the ruins and mounds of bricks near CHACHAKTU probably mark its site ------- shortly after the time when YAKUT wrote in 617 (1220) TALIKAN was stormed after a siege of seven months by, CHANGIS KHAN and all the population was massacred, its castles being razed to the ground. [1]

مرورود سے تین منزل کے فاصلہ پر بلخ کی طرف طالقان کا شہر تھا جس کا نام اب نقشے پر نہیں ملتا لیکن چاچکتو کے قریب کے کھنڈر اور اینٹوں کے انبار غالباً اس کے محل وقوع کا نشان بتاتے ہیں۔ ..... یاقوت کے زمانے سے کسی قدر بعد ۶۱۷ھ (۱۲۲۰ء) میں چنگیز خاں نے سات مہینہ کے محاصرہ کے بعد طالقان کو ہلہ کر کے فتح کیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل اور طالقان کے قلعہ کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا [2]

حاصل یہ کہ شاہ برہان کا چاچکتو یعنی طالقان کے علاقہ میں بھی دین مہدی کی تبلیغ کرنا مستفاد ہوتا ہے۔

اب رہا امام علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ

دروقت مہدی انصار نباشند (انصافنامہ باب۵) مہدی کے زمانے میں انصار نہ ہونگے۔

اس سے انصار کی اصطلاحی کی نفی ہو رہی ہے۔ یعنی جس طرح رسول اللہ صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور وہ مخصوص ہجرت مدینہ منورہ پر ختم ہوئی اور وہاں آپ کی مدد کرنے والوں کی ایک جماعت ہو گئی، اس طرح امام علیہ السلام کے زمانے میں نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کی زندگی کے تیئیس ۲۳ برس ہندوستان کے مختلف مقاموں، دیار عرب اور خراسان میں تبلیغ کرنے میں بسر ہو گئے۔

امام علیہ السلام کے ارشاد سے انصار اصطلاحی کی نفی ہو رہی ہے یعنی مہدی کے زمانے میں ہجرت ختم ہو جانے کے بعد ایک خاص مقام پر مدد کرنے والی کوئی خاص جماعت نہ ہوگی بلکہ ہجرت کا سلسلہ جاری رہیگا، انصار نہ ہونے سے شاہ خوندمیر کے سلطانا نصیر

---

[1] The lands of the Eastern Caliphate = (Pages 423 and 424

[2] جغرافیہ خلافت مشرقی (طبع جامع شائع) ص ۴۵۳

ہونے کی نفی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ امام کی دی ہوئی خاص بشارت ہے جیسا کہ شواہد الولایت میں مروی ہے۔

نقل است کہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ برادرم سید خوندمیر سلطانا نصیر ناصر ولایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہستند (باب ہفدہم)

منقول ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ سید خوندمیر تم سلطانا نصیر اور ولایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصر ہو۔

نقلیات میاں سید عالم میں بندگی میاں سید خوندمیر کی بشارتیں بھی درج ہیں ان میں بشارت دوم کے ذیل میں "ناصر دین" کے الفاظ آئے ہیں۔

اس سے قطع نظر امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ مہدی را جز مہاجران نباشند (مہدی کے صرف مہاجرین ہوں گے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انصار سے انصار اصطلاحی مراد ہے۔

بہرحال روایت زیر بحث سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ انصار مہدی سیم وزر سے مالا مال نہ ہوں گے بلکہ ان کے سینے گنج عرفان بن جائینگے۔

حاصل یہ کہ صحاح کی حدیث سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی مطلق خراسان میں ظاہر ہوں گے کسی شہر کی تخصیص نہیں ہے۔

(۱۰) عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا المھدی الا عیسیٰ بن مریم (ابن ماجہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ امر نہیں بڑھے گا مگر شدت میں دنیا نہیں بڑھیگی مگر ادبار میں اور لوگ نہیں بڑھیں گے مگر لالچ میں قیامت نہ ہوگی۔ مگر شریر لوگوں پر اور عیسیٰ ابن مریم کے سوا مہدی نہیں ہے۔

عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات باب اشراط الساعۃ الفصل الثالث میں یہ لکھا ہے۔

قد ورد فی حدیث لا مھدی الا عیسیٰ و ھو حدیث ضعیف باتفاق المحدثین [1]

ایک حدیث میں لا مہدی الا عیسیٰ آیا ہے اور باتفاق محدثین یہ حدیث ضعیف ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کے ضعف کی اس طرح صراحت کردی ہے "وھذا الحدیث ضعیف"[2] برسبیل تنزل تسلیم بھی کرلیں تو اس کی یوں توضیح کی جائے گی۔

حدیث میں لا المہدی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہاں المہدی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہوگا۔ یا اصطلاحی معنی میں اصطلاحی سے خلیفۃ اللہ المہدی مراد ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہاں مہدی سے خلیفۃ اللہ المہدی مراد ہے اور رسول اللہ صلعم نے اس کی نفی فرمائی ہے تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے مہدی کے ظہور کی خبر دی ہی نہیں تو نفی کس کی کیجارہی لامحالہ لغوی معنی میں تسلیم کرنا پڑے گا۔

لمعات میں اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا گیا ہے۔

---

[1] لمعات قلمی نصف ثانی ورق ۴۶۸ حدیث عربی ۱۳۰۲ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔ [2] منہاج السنۃ (طبع مصر) جزو رابع ص۱۷۔

لامھدی کامل معصوم الا عیسیٰ بن مریم (باب اشراط الساعۃ الفصل الثالث)	نہیں ہوگا کوئی کامل ہدایت یافتہ معصوم سوائے عیسیٰ ابن مریم کے۔

یعنی جب عیسیٰ السلام نازل ہوں گے تو ان کے سوا کوئی اور اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ اور معصوم نہ ہوگا۔ اس حدیث سے تو ان لوگوں کے عقیدہ کا ابطال ہو رہا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مہدی بھی ہوں گے۔ اس حدیث سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کا ظہور ہو تو ان کے زمانہ میں عیسیٰ کا نزول نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے۔

اب رہی صحاح کی چند حدیثیں جن میں مہدی کی تصریح نہیں ہے بلکہ اہل بیت سے صرف ایک شخص کا ہونا مذکور ہے تو ان کو مولفین صحاح نے اپنے قیاس کی بنا پر باب المہدی کے تحت درج کیا ہے مثلاً ترمذی نے روایت کی ہے۔

"عن عبد اللہ وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی" حضرت عبداللہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دنیا نہیں جائے گی جب تک کہ مالک نہ ہوگا عربوں کا ایک شخص میرے اہل بیت سے موافق ہوگا اس کا نام میرے نام کے۔

اس سے قبل حدیث نمبر ۶ کے ذیل میں "یملک سبع سنین" کے تحت ہم نے "مَلِک" کے معنی واضح کر دیئے ہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ عربوں کے ہاں ملک کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عجمیوں کے ہاں شاہ کا ہے۔ امر دوم یہ کہ حدیث میں "العرب" آیا ہے یعنی قوم عرب۔ اس میں جزیرۂ عرب کی تصریح نہیں ہے۔

(الف) عن ام شریک قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیفرون الناس من الدجال حتی یلحقوا بالجبال قالت ام شریک یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل رواہ مسلم۔ یعنی ام شریکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لوگ دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں سے جا ملیں گے۔ ام شریکؓ نے کہا یا رسول اللہ اس دن عرب کہاں ہوں گے آپ نے فرمایا کہ وہ اس دن قلیل ہوں گے۔ حاصل یہ کہ العرب کے معنی قوم عرب کے ہیں، بلاد عرب یا جزیرۃ العرب کے نہیں اور جہاں سرزمین عرب مراد ہے تو وہاں ارض العرب یا جزیرۃ العرب آیا ہے مثلاً (۱) حتی یعود ارض العرب مروجا اثھارا۔ یعنی حتیٰ کہ سرزمین عرب میں چراگاہیں اور نہریں جاری ہو جائیں۔ (۲) اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب (۳) لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب ایک اور حدیث میں ارض الحجاز کے الفاظ آئے ہیں لا تقوم الساعۃ حتی یخرج نار من ارض الحجاز الی آخرہ۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے آگ نہ نکلے۔ شیخ علی مولف کنز العمال نے جزیرۃ العرب کے عنوان کے ذیل میں پانچ حدیثیں درج کی ہیں۔ چار میں "جزیرۃ العرب" اور ایک میں ارض العرب ہے۔ غرض زیر بحث حدیث میں العرب کے معنی ارض العرب

۱؎ اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور جلد رابع صفحہ ۳۳۴) ۲؎ اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۱۱ ۳؎ اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۴۴۴ - ۴۴۵۔
۴؎ اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۳۱۳ ۵؎ کنز العمال جلد (۷) صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳

یا جزیرۃ العرب نہیں ہیں۔

(ب) کلام اللہ میں آیا ہے۔

قال رب انی لا املک الا نفسی واخی (المائدہ رکوع) یعنی موسیٰؑ نے فرمایا اے میرے پروردگار میں مالک نہیں ہوں مگر اپنے نفس کا اور اپنے بھائی کا۔ اس آیت سے 'یملک' کا اطلاق شخص پر بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حدیث میں 'یملک' العرب ہے۔

امر سوم یہ کہ اہل بیت سے ایک شخص کے ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ اہل بیت رسول سے کوئی شخص عربوں کا مالک ہو اور وہ مہدی نہ ہو۔

امر چہارم یہ کہ اس حدیث میں اہل بیت سے ایک شخص کے مالک ہونے کی خبر دی گئی ہے لیکن زمین کو عدل و انصاف سے بھرنا مذکور نہیں ممکن ہے کوئی شخص عرب کا مالک ہو اور زمین کو عدل سے نہ بھرے۔ ایسی صورت میں حدیث زیر بحث کس طرح امام مہدیؑ سے متعلق ہوگی۔

اس حدیث میں اس شخص کا ہم نام رسول اللہ صلعم ہونا مذکور ہے لیکن یہ مذکور نہیں کہ اس کا باپ بھی رسول اللہ کے باپ کا ہم نام ہوگا۔

امر پنجم یہ کہ حدیث نمبر (۷) کے ذیل میں ہم نے واضح کر دیا کہ مہدی کے عہد میں امت محمدی کو نعمت دی جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ مہدی امت رسول کے لئے مبعوث ہوں گے۔ کسی خاص خطہ کے لئے نہیں۔

امر ششم یہ کہ صحف انبیاء کی پیشین گوئی نمبر (۷) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس عالم ہونا مذکور ہے لیکن آپ اپنی رحلت کے وقت تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار عربوں کے رئیس تھے اور صحف انبیا کی پیشین گوئی نمبر (۳) کے ذیل میں ہم نے دس ہزار فرشتوں سے دس ہزار اصحاب رسول مراد لئے ہیں اسی طرح مذکورہ روایت کو بر سبیل تنزل مہدیؑ سے متعلق تسلیم کرتے ہوئے العرب کے معنی نسل قوم عرب لیں تو مورد اعتراض نہوگا مثلاً مغل ہندوستان میں صدیوں رہنے کے بعد بھی مغل کہلائے اور ترک قسطنطنیہ میں بسنے کے صدیوں بعد بھی ترک کہلاتے ہیں اس طرح ان سادات و شیوخ پر قوم عرب کا کس طرح اطلاق نہ ہوگا جو نسلاً عرب تھے اور مہدیؑ کے متبعین سے تھے۔ سندھ صدیوں عربوں کا مرکز رہا وہاں کے عوام تو عوام خواص نے بھی مہدیؑ کی تصدیق کی ہے۔

صاحب خاتم سلیمانی نے یہ روایت کی ہے۔

تخت نشینان ملک سندھ عباسی اند و مہدوی (گلشن دوازدہم چمن چہارم) | ملک سندھ کے تخت نشین عباسی ہیں اور مہدوی۔

اس کی تفصیل مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں آئے گی۔

تابعین اصحاب مہدیؑ کے زمانہ میں ملیبار میں دین مہدی کی تبلیغ ہوئی ہے۔ اب بھی پالگھاٹ جنوبی ملیبار میں مہدوی

لہ اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۳۱۶۔

آباد ہیں. ملیبار کے مسلمانوں کا قوم عرب سے ہونا اظہر من الشمس ہے اس کا حوالہ مہدوی مذہب کی تبلیغ واشاعت کے ذیل میں دیا جائے گا۔

عین القضاۃ ہمدانی نے زبدۃ الحقائق کی تمہید اصل پنجم میں یہ لکھا ہے، من اسلم فھو عربی و قلب المسلم عربی[1] یعنی جو مسلمان ہوا وہ عرب ہے اور مسلمان کا دل عربی ہے۔

جو اسلام لایا وہ عرب ہے

ملا علی قاری نے مبلک العرب کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

من اسلم فھو عربی[2]	جو اسلام لایا وہ عرب ہے۔

جب ہر مسلمان پر عرب کا اطلاق ہو سکتا ہے تو نسل عرب پر قوم عرب کا کس طرح اطلاق نہ ہوگا۔

امر ہفتم یہ کہ بندگی میاں شاہ برہانؒ نے شواہد الولایت کے باب دوازدہم میں امامنا مہدیؑ کی دعوت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

حاصل الامر چند روز حضرت خاتم الولایت در شہر مکہ مبارک اقامت کردند در آنجا بسیار اہل عرب منقاد شدہ سر بر آستانہ شریف نہادند۔	حاصل یہ کہ چند روز حضرت خاتم الولایت مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس جگہ بہت سے عربوں نے مطیع ہو کر آپ کے آستانہ شریف پر اپنا سر رکھ دیا۔

امر ہشتم یہ کہ حدیث ابن ماجہ میں اس امر کی صراحت ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں جو خدا کا خلیفہ ہو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی خطہ کا بادشاہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا مگر یہ کسی ملک کے بادشاہ نہ تھے۔

امر نہم یہ کہ خود ترمذی نے دوسری حدیث حضرت عبداللہؓ سے اس طرح روایت کی ہے۔

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلی رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی۔	حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص والی ہوگا میرے اہل بیت سے اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

اس حدیث کے متعلق بھی ترمذی نے حسن صحیح لکھا ہے، اس میں یلی (والی ہوگا) مذکور ہے العرب مذکور نہیں۔ اس لحاظ سے یہ روایت، روایت اول کے متعارض ہوگی اور مبلک العرب کا مہدیؑ سے متعلق ہونا ساقط ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ شخص جو اہل بیت سے ہوگا امت رسول کا والی ہوگا۔

"یلی رجل" کا مفہوم

حق تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

---

[1] زبدۃ الحقائق (طبع شیراز ۱۳۴۲ھ صفحہ (۱۵) [2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر)

فھب لی من لدنک ولیا۔ (مریم ع) (کہا ذکریا نے) پس بخش تو میرے واسطے اپنے پاس سے ایک وارث (یعنی بیٹا)

صاحب مواہب علیہ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

فرزندے کہ متولی امور دین باشید[1] ایک فرزند جو امور دین کا متولی ہو۔

صاحب مدارک نے "ولیا" کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

ابنا یلی امرک بعدی[2] ایک فرزند جو متولی ہو تیرے امر کا میرے بعد۔

اس لحاظ سے حدیث زیر بحث میں "یلی رجل من اھل بیتی" کے یہ معنی ہوئے کہ جو شخص اہل بیت رسول سے ہوگا وہ امت کا والی ہوگا اور امر دین کا متولی۔

ابو داؤد نے یہ روایت کی ہے۔

عن ابن اسحٰق قال قال علی و نظر الی ابنہ الحسن فقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ ویخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبھہ فی الخلق ولا یشبھہ فی الخلق ثم ذکر قصۃ یملا الارض قسطا ولم یذکر القصۃ[3]

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ علیؓ نے فرمایا درآں حالیکہ آپ نے اپنے فرزند حسنؓ کی طرف دیکھا کہا کہ تحقیق کہ یہ میرا لڑکا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے اس کا نام سید رکھا ہے اس کے صلب سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی کے نام کے جیسا ہوگا۔ مشابہ ہوگا۔ اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے اور ضرور مشابہ ہوگا رسول اللہ کا صورت میں پھر علیؓ نے زمین کو عدل سے بھر دینے کا قصہ ذکر کیا اور ذکر نہ کیا قصہ کا تفصیل سے۔

یہ حدیث ابو داود نے باب المہدی میں درج کی ہے اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ کتب صحاح کی وہ حدیثیں جن میں لفظ مہدی مذکور نہ ہو ان کے مفہوم کا امام مہدیؑ میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام مہدی علیہ السلام کے سوا امت رسول میں اور کوئی بالکلیہ رسول اللہ صلعم کے اخلاق کے مشابہ نہیں ہو سکتا اور اگر مشابہت کلیہ مقصود نہ ہوتی تو خصوصیت کے ساتھ یہ خبر نہ دی جاتی کیونکہ مشابہت جزئی تو دوسروں میں بھی پائی جا سکتی ہے اور اس حدیث کو امام مہدی سے متعلق کر دیا جائے تو یہ بھی امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال ہے۔

(الف) مہدی کا امام حسنؓ کی اولاد سے ہونا۔

امام علیہ السلام کے نسب کے ذیل میں اس سے قبل جونپور نامہ کے حوالہ سے اس امر کا ثبوت دیا جا چکا ہے کہ آپکی والدۂ ماجدہ حسنی تھیں اس سے قطع نظر جون پور نامہ اور تحفتہ الکرام کے حوالہ سے یہ بات بھی ثابت کی جا چکی ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد سے ہیں۔ خود امام موسیٰ کاظمؑ امام محمد باقرؑ کی اولاد سے ہیں اور امام محمد باقرؑ کی والدۂ ماجدہ مسماۃ فاطمہؑ امام حسنؑ کی صاحبزادی تھیں جیسا کہ ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں بیان کیا ہے۔

کنیت وے ابو جعفر است لقب وے باقر.... آپ کی کنیت ابو جعفر ہے اور لقب باقرؑ آپ کی والدہ

---

[1] مواہب علیہ۔ [2] تفسیر مدارک [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۲۱۔

مادروے فاطمہ بود بنت الحسن بن علی رضی اللہ عنہا[1] | فاطمہ بنت حسن بن علی رضی اللہ عنہا ہیں۔

امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں ہونے کے لحاظ سے بھی آپ کا سلسلہ نسب امام حسن تک پہونچتا ہے۔

(ب) امامؑ کا ہم نام رسول اللہ صلعم ہونا بھی کتب تاریخ سے ثابت ہے۔

(ج) اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونا۔

اس سے قبل اخلاق مہدی کے ذیل میں اس امر کی توضیح کر دی گئی ہے کہ آپ کے اخلاق، اخلاق رسولؐ کے بالکل مشابہ تھے۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں علمائے ہرات کا قول امام علیہ السلام کے باب میں درج کیا ہے نجات الرشید کی عبارت یہ ہے۔

ایں مرد آیتے است از آیات خدا و علمے کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا قدر و قیمتے ندارد[2]۔ | یہ شخص اللہ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہے اور وہ علم جو ہم نے سالہا سال پڑھا تھا یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

اس طرح مولوی خیر الدین محمد الہ آبادی نے جونپور نامہ کے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں آپ کے متعلق یہ لکھا ہے۔

آیتے است از آیات الٰہی و معجزہ از معجزات رسالت پناہی۔ | آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہیں اور حضرت رسالت پناہ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ۔

(د) لایشبھہ فی الخلق

اس کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

مشابہت ندارد آنحضرت را در صورت ظاہر یعنی در ہمہ چیز و ہمہ وجوہ و الا در احادیث مشابہت بہ صورت نیز بہ بعضی جہات ثابت شدہ است[3] | مشابہت نہ رکھیں گے آنحضرت کے ساتھ ظاہری صورت میں یعنی تمام چیزوں اور تمام جہات میں ورنہ (امام مہدی کا) بعض جہات سے صورت میں بھی رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہونا احادیث سے ثابت ہے،

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ کہنا ہے کہ "لایشبھہ" کا ترجمہ تو ہوگا "نہیں مشابہ ہونگے" لیکن مطلب یہ ہے کہ بالکلیہ مشابہ نہ ہوں گے یعنی تمام چیزوں اور تمام جہات میں مشابہ نہ ہوں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لایشبہ میں لا تاکید اور تحقیق کے لئے آیا ہے جیسا کہ "ما منعک ان لا تسجد" میں صاحب کشاف نے اس آیت کے ذیل میں لا سے متعلق یہ لکھا ہے۔

توکید معنی الفعل الذی تدخل علیہ وتحقیقہ۔ | اس فعل کے معنی کی تاکید یا تحقیق کرنا ہوتا ہے جس پر لا داخل ہوتا ہے۔

صاحب مدارک نے لا اقسم بیوم القیامۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ای اقسم عن ابن عباس | یعنی قسم کھاتا ہوں، مروی ہے ابن عباس سے

صاحب مواہب علیہ نے لا اقسم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ہر آئینہ سوگند می خورم | بیشک قسم کھاتا ہوں میں۔

---

[1] شواہد النبوۃ (طبع مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۵ھ) ص ۲۲۵ [2] نجات الرشید قلمی (تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۴) ص ۵۶ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۱

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لا تاکید کے معنی میں لیا گیا ہے لا یشبہ فی الخلق کے معنے یہ ہوں گے کہ ضرور مشابہ ہوں گے ظاہری صورت میں بھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تسلیم کر لیا ہے کہ احادیث میں امام مہدی کا بعض جہات سے رسول اللہ صلعم کی صورت کے مشابہ ہونا ثابت ہے اس لئے توفیق اور تطبیق کے لئے لا یشبہ میں لا کو نافیہ قرار دینے کے عوض تاکیدی اور تحقیقی قرار دینا ہی صحیح ہوگا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت مشابہ پایا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ رایت ابراھیم وانا اشبہ ولدہ[1] بہ۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا' ان کی اولاد میں ان سے میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔

اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ آپ نے اپنے فرزند کے متعلق یہ خبر دی ہوگی کہ وہ آپ سے صورت میں مشابہ نہ ہوگا۔ خصوصاً جب کہ عہد رسالت میں یہ امر معروف تھا کہ حضرت حسن اور حسین سے زیادہ رسول اللہ صلعم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔

قال لم یکن احد اشبہ بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الحسن بن علی قال فی الحسین ایضاً کان اشبھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2]

کہا کہ کوئی شخص رسول اللہ صلعم کے ساتھ حسن بن علی سے زیادہ مشابہ نہیں تھا اور حسین بن علی کے باب میں بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت مشابہ تھے۔

حاصل یہ کہ لا یشبہ فی الخلق کے یہ معنی ہوں گے کہ امام مہدی صورت ظاہری میں بھی رسول اللہ صلعم کے ضرور مشابہ ہوں گے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشابہ تھے حضرت ابراہیمؑ کے۔

مولود میاں عبدالرحمٰن اور شواہد الولایت میں امام علیہ السلام کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اس سے ثابت ہے کہ آپ رسول اللہ صلعم کے بالکل مشابہ تھے۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے امام علیہ السلام کے حلیہ سے متعلق صرف دو شبہات پیش کئے ہیں۔

(۱) پہلا شبہ حجۃ المصنفین کی روایت سے متعلق ہے' ذیل میں پوری روایت درج کی جاتی ہے۔

روایت است از سید اخمی او روایت کردہ از سید امین و او روایت کردہ از او در خویش' او در گفت کہ امام مہدی چوں قصبہ برودہ رسیدند بندہ صحبت کرد ہر وقت کہ امام را ایستادہ دید دست امام تا زانوے امام رسیدے و در کتب در حلیہ رسول ہم صفت دست ہا' رسول ہم چنیں نبشتہ شدہ است۔

مروی ہے سید اخمی سے انہوں نے روایت کی ہے سید امین سے انہوں نے اپنے چچا سے روایت کی ہے' ان کے چچا نے کہا کہ امام مہدیؑ جب قصبہ برودہ میں پہونچے تو بندہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا' جب کبھی امامؑ کو کھڑے ہوئے دیکھا امامؑ کے ہاتھ زانو تک پہونچتے تھے اور رسول اللہ صلعم کے حلیہ میں بھی آپ کے ہاتھوں کی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے (صفحہ ۹ پر) اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے ہاتھ اتنے لانبے تھے کہ زانو تک پہنچتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں آپ کے ہاتھ کا زانو تک پہنچنا مذکور ہی نہیں ہے[3]

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۴۵۵۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۱۵۔ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صفحہ ۶۲۔

معترض اگر مولوی تھا تو مولویت کے لئے کم سے کم تفقہ ضروری ہے اور تفقہ کے لئے غایت مفیا سے تو آگاہ ہونا لازم ہے۔ اب اس کی فارسی دانی ملاحظہ ہو حجۃ المصنفین کی عبارت میں "تا زانو" کے الفاظ دیکھکر یہ حکم لگا دیا کہ امام علیہ السلام کے ہاتھ زانو سے ملصق ہو جا سکتے تھے، "تا" اسی ایک معنیٰ میں استعمال نہیں ہوتا، قرائن سے اس کے معنی کا تعین کرنا پڑتا ہے، ذیل میں صرف مثالیں دیجاتی ہیں۔

(ا) غزل نظیری را از مطلع تا مقطع دیدم | میں نے نظیری کی غزل مطلع سے مقطع تک دیکھی۔

اس عبارت میں تا کے بعد لفظ مقطع آیا ہے جو دیکھنے میں شامل ہے خارج نہیں۔

(ب) دیوانِ نظیری را تا ایں غزل ملاحظہ نمودم | نظیری کا دیوان میں نے اس غزل تک دیکھا۔

یہاں تا کے بعد لفظ غزل آیا ہے لیکن وہ "ملاحظہ" میں داخل نہیں ہے۔

اس لحاظ سے تا بہ زانو رسیدے (زانو تک پہونچتے تھے) کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہاتھ اس قدر لانبے ہوں کہ زانو سے جا کر ملصق ہو جائیں دوسرے یہ کہ ہاتھ اس قدر لانبے ہوں کہ زانو کے قریب جائیں بالکل قریب ہو جانا بھی ضروری نہیں ہے۔

حجۃ المصنفین کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حلیہ میں بھی یہی آیا ہے جو ہم نے امامؑ کے حلیہ کے باب میں بیان کیا ہے، اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بازو کیسے تھے۔ ترمذی نے شمائل میں آپ کے باب میں "طویل الزندین"[1] کے الفاظ لکھے ہیں۔

محمد بن قاسم حبوس نے الفوائد الجلیلہ میں طویل الزندین کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فمعنی طویل الزندین طویل الذراعین واللہ اعلم[2] | طویل الزندین کے معنی طویل الذراعین ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذراع کے یہ معنی لکھے ہیں۔

از مرفق تا سر انگشت میانہ[3] | کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کے دست مبارک کا حصہ کہنی سے درمیانی انگلی کے سرے تک لانبا تھا طویل الزندین سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ لانبے تھے اور اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ عام طور پر عربوں کے ہاتھ جتنے دراز ہوتے ہیں اس سے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ زیادہ دراز تھے ورنہ راوی آپ کے لئے طویل الزندین کے الفاظ استعمال نہ کرتے۔

ظاہر ہے کہ انسان کھڑے رہ کر اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ دے تو وہ زانو سے ملصق نہیں ہوتے ہاں اگر ہاتھ معمولی درازی سے بڑھ کر ہوں تو زانو سے قریب ہو سکتے ہیں بالکل قریب ہو جانا ضروری نہیں۔

حجۃ المصنفین میں رسول اللہ صلعم کے حلیہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلعم کے حلیہ میں آپ کے ہاتھوں کا دراز ہونا مذکور ہے، زانو سے ملصق ہو جانا مذکور نہیں لہٰذا حجۃ المصنفین کی روایت میں "تا بہ زانو رسیدے" کے یہی معنی لینا پڑے گا۔

---

[1] شمائل ترمذی (طبع مطبع محمدی لاہور) صـ۹۔ [2] الفوائد الجلیلۃ البہیۃ علی شمائل المحمدیۃ (طبع مطبعۃ الجامعیہ مصر ۱۳۲۳ھ) [3] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۵۔

اس سے صرف بازو کی درازی بتانا مقصود ہے یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ آپ کے ہاتھ زانو سے ملصق ہو جاتے تھے خصوصاً جب کہ فارسی زبان میں تا محض الصاق کے لئے مختص نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر قدیم ترین کتب سیرت یعنی مولود میاں عبدالرحمٰن میں امام علیہ السلام کے ہاتھوں کا زانو تک پہنچنا مذکور نہیں ہے اس میں تو صرف "دراز بازو" صـ۱۱ کے الفاظ آئے ہیں۔

اس لحاظ سے بھی مولف ہدیہ کا اعتراض بیجا ثابت ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق شمائل ترمذی میں یہ بھی آیا ہے۔

كان ربعة من القوم[1] | رسول اللہ صلعم اپنی قوم میں میانہ قد تھے۔

جب قد میانہ ہو اور کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ معمول سے زیادہ لانبا ہو تو ہاتھ بہ نسبت دوسروں کے زانو سے بالضرور قریب تر ہوں گے۔

حجۃ المصنفین میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے دست مبارک کا جو وصف آپ کے حلیہ میں بیان کیا گیا ہے وہی وصف امام علیہ السلام کے دست مبارک میں بھی تھا یعنی ہر دو "دراز بازو" تھے۔

(۲) مولف ہدیہ نے (صـ۶۴ پر) امامؑ کے حلیہ سے متعلق دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ بوقت رحلت آپ کے ریش مبارک میں آدھے بال کالے تھے اور آدھے سفید حالانکہ رسول اللہ صلعم کی ریش مبارک میں زیادہ سے زیادہ بیس[۲۰] بال سفید تھے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ امامؑ کی رحلت کے بعد میراں سید محمود دو مویہ ہو کر امام علیہ السلام کے مشابہ ہو گئے۔

مولف ہدیہ نے جس نقل سے استدلال کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"دو ریش میان سید محمود موئے ہائے سیاہ بسیار بودند فی الحال دو مویہ شدند"

مذکورہ عبارت میں معترض کو لفظ "بسیار" کے معنی سمجھنے میں دھوکا ہوا ہے۔

سیاہ بسیار (بترکیب اضافی) صفت ہے اور اس کا موصوف "موئے ہائے"۔ معنی یہ ہوئے کہ میاں سید محمود کی ریش میں بال کالے تھے اور بہت تھے یعنی داڑھی سیاہ تھی اور گھنی تھی۔ امامؑ کی ریش مبارک بھی گھنی تھی، مولود میاں عبدالرحمٰن میں "انبوہ ریش" (گھنی ڈاڑھی) کے الفاظ آئے ہیں اور رسول اللہ صلعم سے متعلق حدیث میں یہ آیا ہے۔ وكان كثير شعر اللحية[2] اس حدیث کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ لکھا ہے۔

وبود آنحضرت بسیار موی ریش | آنحضرت کے ریش مبارک میں بال بہت تھے۔

یہاں لفظ بسیار سے ڈاڑھی کا گھنی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح زیر بحث نقل میں بھی لفظ بسیار ڈاڑھی کے گھنی ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

غرض میراںؒ کی رحلت سے قبل میراں سید محمود کی ریش میں سفید بال ہونا ثابت نہیں ہے۔ تذکرۃ الصالحین کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

---

[1] شمائل ترمذی (طبع مطبع محمدی لاہور) صـ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۴۸۳۔

ریش مبارک میراں سید محمود سیاہ بود (باب دوم) | میراں سید محمود کی ریش مبارک سیاہ تھی۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ میراں سید محمود کی ریش مبارک بالکل سیاہ تھی دو مویہ نہ تھی جیسا کہ مولف ہدیہ نے ادعا کیا ہے۔

میراں سید محمود کی ریش مبارک کا دو مویہ ہونا امامؑ کی تدفین کے بعد ہے قبل نہیں، میراں سید محمود کا مشابہ امامؑ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کی ریش مبارک بھی دو مویہ تھی۔ لیکن دو مویہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ آدھے بال سفید ہوں اور آدھے بال کالے ہوں۔

مولف ہدیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"اور اگر آدھے سفید ہوں تو اس کو عربی میں کہل فارسی میں دو مویہ ہندی میں کھچڑی بال والا یا ادھیڑ کہتے ہیں" ص۶۴

معترض کی یہ لغوی تحقیق انتہائی ناقص ہے۔ کہل یا دو مویہ کہنے کے لئے آدھے بالوں کا سفید ہونا شرط نہیں ہے اگر اگر ایک بال بھی سفید ہو جائے تو اس پر دو مویہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

صاحب قاموس نے یہ لکھا ہے۔

الکھل من وخطہ الشیب | کہل وہ ہے جس کے بالوں میں سفیدی آگئی ہو۔

بالوں میں سفیدی نمودار ہو جانے کے بعد کہل کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

صاحب منتہی الارب نے بھی لفظ کھل کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مرد سیاہ سپید موی | وہ شخص جس کے بال سفید بھی ہوں اور کالے بھی۔

یہاں بھی آدھے بال سفید ہو جانے کی شرط نہیں ہے۔

مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے رسول اللہ صلعم سے متعلق یہ روایت کی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد شمط مقدم راسہ ولحیتہ الی آخرہ[1] | تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش مبارک کے اگلے حصہ میں سفیدی آگئی تھی۔

کل کتنے موی مبارک سفید ہو گئے تھے اس کی توضیح صاحب اشعۃ اللمعات کے بیان سے ہو جاتی ہے۔

در پیری آنحضرت در سر و ریش مبارک زیادہ بر بیست موی نیامدہ و در بعضی روایات کمتر از آن آمدہ[2] | بڑھاپے میں آنحضرت کے سر مبارک اور ریش مبارک میں بیس بال سے زیادہ سفید نہیں تھے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس سے بھی کم۔

اس کے باوجود شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک کے لئے "دو مویہ" استعمال کیا ہے شیخ کی عبارت یہ ہے۔

بود آنحضرت کہ تحقیق دو مویہ شدہ بود پیش سر آنحضرت و پیش لحیہ وے[3] | تحقیق کہ آنحضرت صلعم کے سر مبارک اور ریش مبارک کا اگلا حصہ دو مویہ ہو گیا تھا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۸۲ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۸۲ ۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۸۲ ۔

جب سفید بال بیس سے بھی کم ہیں اور اس پر ذومویہ کا اطلاق ہوا ہے تو زیر بحث نقل میں "ذومویہ" سے یہ استدلال کرنا کہ میراں سید محمود اور امام علیہ السلام کے ریش مبارک میں آدھے بال سفید ہو گئے تھے نہ تو بطریق لغویین صحیح ہے اور نہ بطریق محدثین۔

اس سے قطع نظر بالوں کی سفیدی اور سیاہی کو آج تک کسی نے حلیہ میں شامل نہیں کیا، ممکن ہے حلیہ بالکل ایک ہو، اور بال سفید کی جگہ سیاہ اور سیاہ کی جگہ سفید ہوں۔

ابو داؤد نے عبداللہ ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے۔

قال لولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا[1]۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر باقی نہ رہے دنیا سے مگر ایک دن البتہ دراز کرے گا اللہ تعالیٰ اس دن کو یہاں تک کہ مبعوث کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں ایک شخص کو مجھ سے یا میرے اہل بیت سے موافق ہوگا اس کا نام میرے نام کے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم اور جور سے بھر دی گئی ہے۔

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور مذکور ہیں۔

(ا) اہل بیت سے ایک شخص کا ہونا۔

یہ امام کے حسب حال ہے، آپ کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا کتب غیر مہدویہ سے بھی ثابت ہے۔

(ب) اس شخص کا ہمنام رسول اللہ صلعم ہونا۔

یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے، آپ کا اسم مبارک محمد ہے اور کتب تاریخ سے ثابت ہے۔

(ج) اس شخص کے باپ کا نام رسول اللہ صلعم کے باپ کے نام کے موافق ہونا۔

یہ بھی امام علیہ السلام کے موافق ہے، آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک سید عبداللہ ہے اور آپ کا خطاب سید خان ہے جیسا کہ تحفۃ الکرام اور جونپور نامہ کے حوالے سے اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے

(د) زمین کو عدل و انصاف سے بھرنا۔

یہ بھی آپ پر صادق آتا ہے، اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے۔

مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل دوم کے ذیل میں انصاف نامہ کی روایتوں سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ نہ تھا، اس لئے انصاف نامہ کی روایتیں ذیل میں درج کر کے تحقیق کی جاتی ہے۔

(ا) چوں میراں در قصبہ بڑلی آمدند فرمان شد کہ چرا اظہار نمی کنی مہدیت خود بلکہ بطریق عتاب فرمان شد کہ از خلق

جب میراں قصبہ بڑلی میں آئے تو فرمان الٰہی ہوا کہ اپنی مہدیت کیوں نہیں ظاہر کرتے بلکہ فرمان بطریق عتاب ہوا کہ مخلوق سے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۳۱۷

می ترسی بعدہ بندگی میراں مہدویت خود اظہار کردند بعد ازاں ملایاں از شہر نہروالہ پیش میراں آمدند و عرض کردند کہ خود را مہدی میگویا نید بندگی میراں فرمودند کہ بندہ نمی گوید خدائے تعالیٰ گوید ملایاں می گفتند کہ امام مہدی محمد بن عبداللہ باشد و نام پدر شما سید خاں است بعدہ بندگی میراں جواب دادند کہ خدائے تعالیٰ قادر نیست کہ پسر سید خاں را مہدی کند۔

ڈرتے ہو اس کے بعد بندگی میراں نے اپنی مہدیت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ملا شہر نہروالہ سے میراںؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی خود کو مہدی کہتے ہو بندگی میراں نے جواب دیا کہ بندہ نہیں کہتا ہے خدائے تعالیٰ کہتا ہے، ملا کہتے تھے کہ امام مہدی محمد بن عبداللہ ہوں گے اور آپ کے والد کا نام سید خاں ہے اس کے بعد بندگی میراں نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہے کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی بنا دے۔

(ب) ملا معین الدین پٹنی نے دو علماء کے ذریعہ امام علیہ السلام سے چار سوال کرائے تھے، اس میں ایک سوال یہ ہے۔

دوم آنکہ سوال کردند کہ اسم پدر شما چیست، میراں فرمودند کہ اسم پدر بندہ سید خاں است، پس ملایاں گفتند کہ اسم نبی محمد بن عبداللہ باشد و اسم مہدی ہم محمد بن عبداللہ باشد، فرمودند کہ با خدا جنگ کنید کہ پسر سید خاں را چرا مہدی کردی۔

دوسرا سوال یہ کیا کہ آپ کے باپ کا نام کیا ہے، میراںؑ نے فرمایا کہ بندہ کے باپ کا نام سید خاں ہے، پس، ملاؤں نے کہا نبی علیہ السلام کا نام محمد بن عبداللہ ہے، مہدی کا نام بھی محمد بن عبداللہ ہوگا، فرمایا کہ خدا کے ساتھ جنگ کرو کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی کیوں بنایا۔

(ج) نقل است ملایان پیش میراں گفتند کہ مہدی محمد بن عبداللہ باشد، نام پدر شما سید خاں است بعدہ حضرت میراں فرمودند کہ خدائے تعالیٰ را بگوئید کہ پسر سید خاں را چرا مہدی کردی۔

منقول ہے کہ ملاؤں نے میراں علیہ السلام سے کہا کہ مہدی محمد بن عبداللہ ہوں گے اور آپ کے باپ کا نام سید خاں ہے، اس کے بعد حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ سے کہو سید خاں کے بیٹے کو مہدی کیوں بنایا۔

نقل است کہ ملایاں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش میراں عرض کردند کہ یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی و نام پدر شما سید خاں است، حضرت میراں فرمودند کہ پدر رسول اللہ مردے کافر بود آں عبداللہ چگونہ باشد بلکہ محمد رسول اللہ ہم محمد عبداللہ باشد و مہدی ہم محمد عبداللہ و لفظ ابن سہو کاتب است کہ محمد بن عبداللہ نبشتہ است۔

منقول ہے کہ ملاؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث میراںؑ کے سامنے پیش کی کہ مہدی کا نام رسول اللہ کے نام کے جیسا ہوگا۔ اور ان کے باپ کا نام رسول اللہ صلعم کے باپ کے نام کے جیسا ہوگا۔ (اور کہا کہ) آپ کے باپ کا نام سید خاں ہے حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے باپ کافر تھے وہ عبداللہ کیونکر ہو سکتے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ بھی محمد عبداللہ ہیں اور مہدی بھی محمد عبداللہ اور لفظ ابن سہو کاتب ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔

مذکورہ روایتیں صاحب انصاف نامہ نے باب اول میں درج کی ہیں۔

مذکورہ بالا جوابات سے متعلق مؤلف ہدیہ مہدویہ نے یہ ادعا کیا ہے کہ ٹیڑھے ہیں حالانکہ ان سے بلیغ تر کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا، ان کی بلاغت کا انداز وہی شخص کر سکتا ہے جو احادیث مہدی کو اصول محدثین کے مطابق پڑھا ہو اور جانچا ہو، نیز علامات مہدویت اور شرط مہدیت میں امتیاز کر سکتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ کن حالات کے تحت یہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کی توضیح کرنے سے قبل مندرجۂ ذیل امور کا جاننا ضروری ہے۔

امر اول یہ کہ امام علیہ السّلام کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ تھا جیسا کہ صاحب جونپور نامہ اور صاحب تحفۃ الکرام نے بیان کیا ہے اور سید خاں آپ کا خطاب تھا۔ صاحب شواہد الولایت کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

نام پدر حضرت مہدی موعود میراں سید عبداللہ عرف سید خاں بود اما از جہت الزام مدعی در ہماں سوال سائل جواب فرمودند (باب ہیجدہم)

حضرت مہدی موعود کے والد کا نام میراں سید عبداللہ عرف سید خاں تھا لیکن مدعی کو ملزم گردانتے کے لئے سائل کے اسی سوال میں حضرت نے جواب دیا۔

سیرت میں سب سے قدیم ماخذ میاں عبدالرحمن (سال ولادت ۹۰۸ھ) کا مولود ہے، اس میں اسم ابیہ اسم ابی (صفحہ ۹) کے الفاظ بہ طور دلیل پیش کئے گئے ہیں اگر اس زمانہ میں اس حدیث کا امامؑ کے حسب حال ہونا متعارف نہ ہوتا تو صاحب مولود اس کو ہرگز درج نہ کرتے۔

امر دوم یہ کہ علمائے مخالف کے ہاں بھی امامؑ کی سیادت مسلم تھی، اگر آپ کی سیادت میں ان کو شبہ ہوتا تو وہ یہ حدیث پیش نہ کرتے جن میں رسول اللہ صلعم اور مہدیؑ دونوں کے باپ کا نام عبداللہ ہونا مذکور ہے بلکہ یہ حدیث پیش کرتے جس میں مہدی کا اہل بیت سے ہونا مذکور ہے۔

المهدی منا اهل البیت (ابن ماجہ) | مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے۔

لہذا مندرجۂ بالا سوالات اور جوابات سے امام علیہ السلام کی سیادت کے خلاف حجت قائم نہیں کی جا سکتی۔ البتہ سید خاں آپ کے والد ماجد کا خطاب تھا، اس کی شہرت سے فائدہ اٹھا کر علماء نے آپ کی مہدیت کی نفی کرنی چاہی۔

امر سوم یہ کہ علمائے مخالف کے ادعا کی بنا پر امام علیہ السلام نے بر سبیل تنزل اپنے والد ماجد کا نام سید خان کہ جواب دیا ہے "اسم پدر بندہ سید خان است" کے الفاظ آپ نے اپنی زبان سے اس لئے دہرائے ہیں کہ علمائے مخالف کو یہ اصرار تھا کہ آپ کے والد ماجد کا نام یہی ہے حالانکہ یہ خطاب تھا۔

امر چہارم یہ کہ کتب صحاح میں جو حدیثیں باب المہدی کے تحت مندرج ہیں ان میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ امام مہدی کے باپ کا نام بھی عبداللہ ہوگا۔ ابو داؤد کی حدیث جو ہم نے اس کے قبل درج کی ہے اس میں "رجل منی او من اهل بیتی" کے الفاظ آئے ہیں۔

جو روایت مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل دوم کے ذیل میں درج کی ہے۔ اس میں بھی لفظ مہدی مذکور نہیں ہے۔

روایت یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذهب الدنیا حتیٰ یبعث اللہ رجلا من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی فیملؤ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دنیا نہیں ختم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا، پس زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسا کہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی، روایت

رواہ ابن ابی شیبہ والطبرانی فی الافراد وابو نعیم والحاکم عن ابن مسعودؓ

کی ہے اس کی ابن ابی شیبہ نے اور طبرانی نے افراد میں ابونعیم اور حاکم نے ابن مسعود سے۔

اس روایت میں بھی امام مہدی کی تصریح نہیں ہے۔

امر پنجم یہ کہ علما اس علامت سے بحث کر رہے تھے جس کو یہ اپنے زعم میں امام علیہ السلام کے خلاف سمجھ رہے تھے اور اسی کی بنا پر آپ کی مہدیت کی نفی کرنا چاہتے تھے۔ امامؑ نے بر سبیل تنزل ان کے دعوے کو تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا ہے جو محدثین اور متکلمین کے اصول کے مطابق ہے۔

پہلے جواب میں یہ مذکور ہے کہ خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی کر دے اللہ کی قدرت میں کون کلام کر سکتا ہے۔ آیۂ "ان اللہ علی کل شئ قدیر" اس پر شاہد ہے۔

احادیث صحاح میں جب اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا تو مدعی مہدیت کے باپ کا نام عبداللہ ہونا ضروری نہیں، اب اگر خداوند تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مہدی بنا دے جس کے باپ کا نام عبداللہ نہ ہو تو صحاح کی حدیث کا خلاف نہ ہوا خصوصاً اس حالت میں جب کہ سید عبداللہ، امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ہی تھا۔

دوسرے اور تیسرے جواب میں بیان کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ سے پوچھو یا خداوند تعالیٰ سے جنگ کرو کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی کیوں بنایا۔

یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا دعوی مہدیت بامر اللہ ہے بر بنائے نفس نہیں، جو دعویٰ بامر اللہ ہو علامات صریحہ اس کے مخالف نہیں ہو سکتے، بزعم مدعی اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ کے والد کا نام سید خاں تھا تو بھی اس سے آپ کی مہدیت کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ احادیث صحاح میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ کو یہ شبہ ہے کہ مذکورہ بالا جوابات جاد لھم بالتی ھی احسن (اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے) کے خلاف ہیں، حالانکہ امام علیہ السلام کا استدلال کلام اللہ اور حدیث کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء و یھدی الیہ من اناب (الرعدؑ)

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کی گئی، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی ہدایت کرتا ہے۔

آیات الٰہی کے نزول کا مطالبہ کرنے والوں کو یہ تو جواب نہیں دیا گیا کہ اللہ کی فلاں فلاں نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئی ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ یہ جواب اس لئے دیا گیا کہ کفار آیات الٰہی دیکھنے کے باوجود پھر اس کا مطالبہ کر رہے تھے اسی طرح رسول اللہ نے بھی جواب دیا ہے۔

عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ متی

انس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ قیامت

ؑ ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صـ۵۴

الساعة قال ویلك وما اعددت لها الی آخرہ[1]	کب آئیگی، آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے تو نے قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے۔ (از قبیل عمل صالح)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ظاہرا آنحضرت را ایں سوال وے خوش نیامد وگمان بُرد کہ از روے تعنت و استبعادی پرسد یا از خوف و اعتقاد[2]	ظاہرا رسول اللہ صلعم کو اس کا یہ سوال اچھا معلوم نہیں ہوا۔ آپ کو گمان ہوا کہ وہ تعنت اور استبعاد سے پوچھ رہا ہے یا خوف و اعتقاد سے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مخاطب اگر کلام بر بنائے تعنت کرے تو اس طرح جواب دینا سکینہ و وقار اور منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

کیا رسول اللہ صلعم کے مذکورۂ بالا ارشاد پر بھی اعتراض ہوگا کہ سوال کچھ ہے اور جواب کچھ۔

چوتھا جواب سب سے اہم ہے اور فیصلہ کن ہے۔

علمائے مخالف ایک علامت کو جو ان کے خیال میں امام علیہ السلام کے خلاف تھی بطور شرط مہدیت پیش کر رہے تھے اور اس سے امام علیہ السلام کی مہدیت کی نفی کرنا چاہتے تھے۔ امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں شرط مہدیت کو پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کسی علامت کا بزعم مدعی خلاف ہونا شرط مہدیت سے ثابت شدہ دعوی کو رد نہیں کر سکتا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

علمائے مخالف نے یہ کہا کہ آپ کے باپ کا نام سید خاں ہے اور مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ آپ نے بر سبیل تنزل اس کو مان لیا اس لئے لفظ سید خاں کی نفی نہیں فرمائی پھر اس کا جواب دیا ہے اور آپ کا جواب لفظ عبداللہ کی توضیح کے ذیل میں آجاتا ہے۔

آپ نے پہلے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کے باپ کافر تھے، یہ مفہوم حدیث صحیح کے مطابق ہے۔

مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفی الرجل دعاہ فقال ان ابی وابالك فی النار[3]	انس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے فرمایا دوزخ میں جب وہ شخص لوٹا تو آپ نے اس کو بلایا، پھر کہا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔

نووی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی و ابالك فی النار ھو من حسن العشرۃ لتسلیۃ بالاشتراك فی المصیبۃ[4]	رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہے حسن معاشرت پر مبنی ہے تاکہ مصیبت میں شرکت ہونے کی بنا پر (مخاطب کو) تسلی ہو جائے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۱۳۳۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۱۳۳۔ [3] صحیح مسلم (طبع مصر ۱۳۹۰ھ) الجزء الاول ص۷۶
[4] منہاج شرح مسلم (برحاشیہ ارشاد الساری طبع مصر) الجزء الثانی ص۲۰۰۔

امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے باپ پر "عبداللہ" کا اطلاق نہیں ہوسکتا بلکہ خود رسول اللہ صلعم "عبداللہ" تھے۔ یہاں عبداللہ سے مراد عبد کامل ہے، مفہوم یہ کہ رسول اللہ کے باپ کا نام عبداللہ ہوجانے سے وہ عبد کامل نہیں ہوسکتے، عبد کامل تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو عبداللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا (الجن ع)	اور جب عبداللہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ لوگ اس پر ہجوم کرتے ہیں۔

صاحب مواہب لدنیہ نے یہ روایت کی ہے۔

روى النقاش عنه عليه الصلوة والسلام في القرآن سبعة اسماء محمد واحمد ويٰسين وطٰه والمزمل والمدثر وعبد الله [1]	نقاش نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ میں میرے سات نام ہیں، محمد، احمد، یٰسین طٰہٰ، المزمل، المدثر، اور عبداللہ۔

اس سے ظاہر ہے کہ "قام عبداللہ" میں عبداللہ سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق عظیم سے متصف فرمایا ہے، پس عبداللہ سے مراد عبد کامل لینے میں کون امر مانع ہے۔

رسول اللہ صلعم کا عبداللہ ہونا یہاں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہی شرط نبوت ہے اور آپ کے نبی ہونے کی دلیل قاطع ہے۔ آپ عبد کامل اس لئے ہیں کہ آپ خلق عظیم سے متصف ہیں اور آپ کا خلق قرآن ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق حسن کو آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا ہے اس کی توضیح اخلاق مہدی علیہ السلام کے ذیل میں آئے گی۔

نبی آخر الزماں کی کوئی علامت بالفرض آپ کے خلاف ہو تو وہ آپ کے خلق عظیم سے ثابت شدہ دعوے کو رد نہیں کرسکتی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ مہدی بھی عبداللہ ہوگا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس طرح عبد کامل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دلیل قطعی ہے اسی طرح آپ کا مہدی ہونا بھی آپ کے خلق عظیم سے ثابت ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کا خلق رسول اللہ صلعم کا خلق ہوگا۔ "خلقہ خلقی" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، پس جس معنی میں رسول اللہ صلعم عبداللہ ہیں اسی معنی میں امام علیہ السلام بھی عبداللہ ہیں اور یہی آپ کی مہدیت کی دلیل ہے۔

بالفرض آپ کے والد کا نام عبداللہ نہ ہو تو اس ایک علامت سے جس کا امام مہدی سے متعلق ہونا احادیث صحاح سے ثابت نہیں ہے، آپ کے دعوے کی نفی نہیں ہوسکتی۔

امام علیہ السلام کے خلق کو تو آپ کے معاندین نے بھی تسلیم کیا ہے، مخالفین میں سے اکثر نے آپ کو عظیم اولیائے کبار سے مانا ہے، اس کی تفصیل اخلاق مہدی علیہ السلام کے ذیل میں دی جائے گی۔

رسول اللہ صلعم کو ابوجہل جیسا سخت معاند بھی صادق مانتا تھا، اس کا حوالہ بھی اخلاق مہدی کے ذیل میں دیا جائے گا۔ حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا عبداللہ یعنی عبد کامل ہونا مخالفین کے پاس بھی مسلم تھا خود امام نے عبداللہ ہونے کا اس طرح اقرار کیا ہے۔

انی عبد الله تابع محمد رسول الله [2]	میں عبداللہ ہوں اور رسول اللہ کا اتباع کرنے والا۔

---

[1] مواہب لدنیہ (طبع المطبعۃ الشرقیہ مصر) الجزء الاول ص ۱۸۵ [2] کنز العمال الجزء السابع ص ۱۸۸۔ [3] عقیدہ شریفیہ۔

صاحب شواہد الولایت نے امام علیہ السلام کے اسمائے صفاتی بیان کئے ہیں' اس میں یہ بھی لکھا ہے۔

اسم دہم آنکہ حضرت عبداللہ کما ورد فی المنقول (باب ۲۹) | دسواں نام حضرت کا عبداللہ ہے' جیسا کہ منقول میں آیا ہے۔

اب رہا امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ محمد عبداللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لانا سہو کاتب ہے تو قرآن و حدیث کے مفہوم کے مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو عبداللہ کے نام سے یاد فرمایا ہے محمد بن عبداللہ کے نام سے نہیں۔ دوسرے یہ کہ خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہو جیسا کہ صحیحین میں عمر رضؓ سے یہ روایت آئی ہے۔

فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ[1] | نہیں ہوں میں مگر اللہ کا بندہ پس مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہو۔

اور یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا جیسا کہ صاحب مدارک نے لما قام عبداللہ کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

لم یقل نبی اللہ او رسول اللہ لانہ من احب الاسماء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2] | اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں کہا اس لئے کہ عبداللہ نبی صلعم کے پاس محبوب ترین اسماء سے تھا۔

اسی طرح صاحب مواہب علیہ نے بھی لما قام عبداللہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

در آثار آمدہ است کہ آنحضرت را ہیچ نام از ایں خوشتر نیامدہ[3] | روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو عبداللہ سے بڑھکر کوئی نام پسند نہ تھا۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہی نام پسند ہے جیسا کہ صاحب سفر السعادت نے روایت کی ہے۔

ومیگفت دوست ترین نام ہا بخدائے تعالیٰ عبداللہ وعبدالرحمٰن است[4] | آنحضرت فرماتے تھے کہ محبوب ترین نام اللہ تعالےٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔

اب خود اہل ایمان تصفیہ کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کو محمد عبداللہ سے خطاب نہ کر کے محمد بن عبداللہ کہنا یا لکھنا سہو خطابت یا سہو کتابت کے مماثل نہیں تو پھر کیا ہے خصوصاً جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ انصار مدینہ حضرت عکرمہ کو ابن ابی جہل (ابوجہل کا بیٹا) کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے تو رسول اللہ صلعم نے اس کو ناپسند فرمایا تھا[5]۔ نہ صرف یہ بلکہ رسول اللہ صلعم نے جہاں مبعوث من اللہ کی حیثیت سے اپنے کو پیش فرمایا ہے محمد عبداللہ ہی لکھا ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبداللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم[6]

یہ روایت بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے' یہاں محمد عبداللہ ہے محمد بن عبداللہ نہیں۔

البتہ کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ ابن عبداللہ لکھنے پر زور دیا تھا امام علیہ السلام کے ارشاد کا یہ مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلعم کو عبداللہ کے عوض ابن عبداللہ لکھنا سہو کتابت کے مماثل ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۳۔ [2] تفسیر مدارک الجزء الرابع ص ۲۲۶۔ [3] مواہب علیہ ص ۴۶۸۔ [4] سفر السعادت (طبع لکھنؤ) ص ۳۸۴ [5] کنز العمال الجزء السابع ص ۷۵۔ [6] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۳۸۱۔

کیونکہ یہی نام (عبداللہ) رسول اللہ صلعم کو سب ناموں سے زیادہ پسند تھا۔ اس کے یہ معنی تو ہرگز نہیں ہوسکتے کہ امام علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کے نسب کی نفی فرمائی ہے۔

علمائے مخالفت نے ایک ایسی علامت کو بھی جس کے امام مہدی سے متعلق ہونے کے باب میں صحاح کی کوئی صریح حدیث نہیں ہے، بہ طور شرط مہدیت پیش کر کے امام علیہ السلام کے دعوے کی نفی کرنی چاہی تھی اس لئے امامؑ نے اس کا یہ جواب دیا کہ مہدی ہونا آپ کے عبداللہ یعنی عبد کامل ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کا نبی ہونا آپ کے عبداللہ ہونے پر موقوف تھا اور یہ بھی توضیح فرمادی کہ بر سبیل تنزل یہ مان لیا جائے کہ سید خاں آپ کے والد کا خطاب نہیں تھا بلکہ نام تھا تو بھی اس سے آپ کے دعوے مہدیت کی نفی نہیں ہوسکتی۔

ایسے جواب کو جو قرآن و حدیث کے بالکل مطابق ہے معترض نے ٹیڑھا جواب کہا ہے، یہ خود اس کی کج فہمی پر دلالت کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے جملہ اجزا امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں۔

نہر کے پیچھے سے ایک شخص کا ظہور

ایک حدیث میں نہ تو مہدی کا ذکر ہے اور نہ اہل بیت رسولؐ کا، صرف ایک شخص کا ظاہر ہونا مذکور ہے لیکن ابوداؤد نے اس کو بھی باب المہدی کے تحت درج کیا ہے، حدیث یہ ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ وجب علی کل مومن نصرہ او قال اجابتہ[1]

علیؓ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نکلے گا ایک شخص نہر کے پیچھے سے اس کو کہا جائے گا حارث وہ حراث ہوگا، اس کے نکلنے سے قبل ایک دوسرا شخص ہوگا جس کو منصور کہا جائیگا وہ قرار دے گا یا ٹھکانا دے گا یعنی تائید اور مدد کرے گا۔ آل محمد کی جیسا کہ دی قریش نے رسول اللہ کو، واجب ہے ہر مومن پر اس کو نصرت دینا یا یہ کہا کہ اس کی دعوت کو قبول کرنا۔

مذکورہ حدیث میں نہ تو اہل بیت رسول سے ایک شخص کا ہونا مذکور ہے اور نہ مہدی کی تصریح ہے بر سبیل تنزل اس کو مہدی سے متعلق تسلیم کرلیں تو بھی اس کے جملہ اجزاء امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں:

(الف) حدیث میں "وراء النھر" آیا ہے:

توران کے علاقہ کو عربی زبان میں "ماوراء النھر" کہتے ہیں "وراء النھر" نہیں کہتے جغرافیہ خلافت مشرقی میں یہ مذکور ہے۔

"دریائے آکسس (oxus عربی، جیحون) فارسی بولنے والی قوموں اور ترکوں کے درمیان یعنی ایران و توران کے

[1] اشعۃ اللمعات

درمیان ایک حد فاصل مانا جاتا تھا، اس دریا کے پار شمال میں جس قدر ممالک تھے ان کو عرب ماوراء النہر کہتے تھے [1] لیکن حدیث میں صرف "وراء النہر" آیا ہے اس کے معنی ہیں نہر کے پیچھے حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نہر کے پیچھے سے نکلے گا یہ امام علیہ السلام کے حسب حال ہے، صاحب جونپور نامہ نے یہ لکھا ہے۔

میان ایں در مصر جامع رود گومتی رواں است کہ بر یک سوئے کنارہ اش ظفر آباد است بہ سوئے دیگر جون پور (باب پنجم)

ان دونوں مصر جامع کے درمیان دریائے گومتی رواں ہے اس کے ایک کنارے پر ظفر آباد ہے اور دوسرے کنارے پر جون پور۔

غرض دریائے گومتی کے شمال میں جونپور ہے اور جنوب میں ظفر آباد۔

امام علیہ السلام نے جونپور سے ہجرت فرمائی ہے، اس لحاظ سے نہر کے پیچھے سے نکلنا ثابت ہے۔

(ب) جو نہر کے پیچھے سے نکلے گا اس کو حارث (شیر) کہیں گے، یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے۔ میاں عبدالرحمان کے مولود میں یہ مروی ہے۔

ہمہ علماء اتفاق کردہ اسد العلماء گفتہ صنہ [2] | تمام علماء نے بالاتفاق حضرت مہدیؑ کو اسد العلماء کہا ہے۔

"اسد" کے معنی ہیں شیر اور اسد العلماء کے لقب سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام حارث (شیر) کا مصداق ہیں۔

(ج) حدیث میں مذکور ہے کہ وہ شخص جس کو حارث کہا جائیگا حراث ہوگا۔ صاحب منتہی الارب نے حرث کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے۔

کاویدن و درس کردن قرآن و منہ الحدیث احرثوا ھذا القرآن ای فتشوہ تورہ [3]

کریدنا اور درس دینا قرآن کا اور اس باب میں یہ حدیث آئی ہے کریدو قرآن کو یعنی اچھی طرح جستجو کرو قرآن میں اور بحث کرو قرآن کے علم اور قرآن کے احکام میں۔

صاحب لسان العرب اور صاحب تاج العروس نے لفظ حرث کے ذیل میں حدیث احرثوا ھذا القرآن بہ روایت عبداللہ نقل کی ہے اور احرثوا کی یہ توضیح کی ہے۔

ای فتشوہ وثوروہ [3] | یعنی جستجو کرو اور بحث کرو (علم و احکام) قرآن میں۔

اس لحاظ سے "حراث" کے معنی ہیں مبین قرآن یعنی قرآن کے معنی کھول کر بیان کرنے والا، یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ یہاں قرآن آپ کو بطور اعجاز عطا ہوا تھا اس کا ایک پہلو تو قرآن کا مربوط ہونا بھی ہے۔

(د) "علی مقدمتہ" کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے "پیش از وے" [4] لکھا ہے یعنی اس کے نکلنے سے قبل ایک شخص منصور ہوگا۔

"منصور" کے ذیل میں صاحب مرقاۃ نے یہ لکھا ہے۔

---

[1] جغرافیہ خلافت مشرقی۔ [2] منتہی الارب (طبع لاہور) [3] لسان العرب (طبع بولاق مصر ۱۳۰۰ھ) [4] اشعۃ اللمعات

اسم لہ او صفۃ[1] | اس کا نام ہے یا صفت ہے۔

بربنائے وقوع یہ امر متحقق ہوگیا کہ وہ صفت ہے

یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ کے جونپور سے ہجرت کرنے سے قبل سلطان حسین شرقی کو اللہ تعالیٰ نے رائے کی جنگ میں منصور فرما دیا تھا اور وہ امام علیہ السلام کی برکت سے "لقد نصرکم[2] اللہ" (تحقیق کہ نصرت دی تم کو اللہ تعالیٰ نے) کا مصداق تھے' اس لحاظ سے ان کا منصور ہونا بھی صحیح قرار پایا اور ان کی کامیابی سے آلِ محمدؐ یعنی امت محمدؐ کو اہل شرک کے مقابلہ میں غلبہ حاصل ہوگیا' اس سے بڑھ کر آل محمد کی اور کیا مدد ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ آل محمد سے امت محمدی کے وہی افراد مراد ہیں جو آپ کی اطاعت قبول کر چکے تھے۔

(ھ) ہر مسلمان پر حارث (بشیر) کی مدد کرنا واجب ہے یا اس کی دعوت کو قبول کر لینا یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں اور مفترض الطاعۃ ہیں۔

چاند گہن اور سورج گہن کسی کی موت اور حیات کی نشانی نہیں۔

اب رہا محمد بن علی کا قول جو سنن دار قطنی کی روایت میں آیا ہے۔

حدثنا ابو سعید الاصطخری ثنا محمد بن عبد اللہ بن نوفل ثنا عبید بن یعیش ثنا یونس بن بکیر عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان المهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق اللہ[3] السموت والارض

روایت کی عمرو بن شمر نے جابر سے اور جابر نے محمد بن علی سے کہا تحقیق کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں' نہیں واقع ہوئیں جب سے کہ زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں' رمضان کی پہلی رات کو چاند گہن میں آئے گا اور نیمۂ ماہ رمضان میں (یعنی پندرھویں کو) سورج گہن میں آئے گا اور جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں ایسا نہیں ہوا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ مذکورہ روایت صحاح کی نہیں ہے' اس کے مشتملات کا مہدی سے متعلق ہونا ضروری نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں محمد بن علی سے روایت کرنے والے دو راوی قابل حجت نہیں ہیں چنانچہ شمس الحق عظیم آبادی نے التعلیق المغنی میں مذکورہ دو راویوں سے متعلق یہ لکھا ہے۔

قول عمرو بن شمر عن جابر کلاھما ضعیفان لا یحتج بھما[4]

اس کا قول (روایت کی) عمرو بن شمر نے جابر سے دونوں کے دونوں ضعیف ہیں ان سے حجت نہیں لی جاتی۔

ایسی صورت میں مذکورہ قول کی نسبت محمد بن علی کی طرف مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اس سے قطع نظر محمد بن علی[5] کے مبینہ قول کی تردید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہو جاتی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر) [2] سورہ التوبۃ ع ۔ [3] سنن الدار القطنی مع التعلیق المغنی ۔ [4] التعلیق المغنی علی سنن الدار القطنی ۔ [5] آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے (شواہد النبوۃ طبع بمبئی)

فخطب الناس فحمد الله واثنا عليه ثم قال ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا يخسفان لموت احد ولا لحيوته[1]

پس خطبہ دیا رسول اللہ نے لوگوں کو، پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا تحقیق کہ سورج اور چاند دو اللہ کی نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں میں سے یہ کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے گہن میں نہیں آتے۔

صحیحین میں عبداللہ بن عباس سے جو حدیث آئی ہے اس میں بھی رسول اللہ صلعم کا مذکورہ ارشاد مروی ہے کہ چاند اور سورج اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے گہن میں نہیں آتے۔

ایسی صورت میں وہ مہدی کے لئے کس طرح گہن میں آجائینگے؟

مختصر یہ کہ گہن کو کسی کی موت یا کسی کی زندگی کی نشانی قرار دینا رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تکذیب کرنا ہے۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اس کی تخریج کی ہے۔

حدثنا الحكم بن نافع عن جراح عن ارطاة قال بلغني ان المهدي يعيش اربعين عاما ثم يموت على فراشه ثم يخرج رجل من قحطان مشقوب الاذنين على سيرة المهدي بقاءه عشرين سنة ثم يموت قتيلا بالسلاح ثم يخرج رجل من اهل بيت النبي عليه السلام مهدي حسن السيرة يغزو مدينة قيصر وهو آخر امير من امة محمد صلى الله عليه وسلم ثم يخرج في زمانه الدجال وينزل في زمانه عيسى ابن مريم[2]

حدیث بیان کی ہم سے حکم بن نافع نے جراح سے اور جراح نے ارطاۃ سے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ مہدی چالیس برس زندہ رہیں گے پھر اپنے بستر پر رحلت کرینگے، پھر ایک شخص قحطان سے نکلے گا جس کے دونوں کان چھدے ہوئے ہوں گے اور جو سیرت مہدی پر ہوگا، وہ بیس برس تک رہیگا پھر اس کی اس طرح موت آئیگی کہ ہتھیار سے قتل کر دیا جائے گا۔ پھر اہل بیت نبی سے ایک شخص نکلے گا اور وہ ہدایت یافتہ اور اچھی سیرت کا ہوگا، مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے آخری امیر ہوگا، پھر اس کے زمانہ میں دجال نکلے گا اور اس کے زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔

یہ حدیث سیوطی نے العرف الوردی میں، شیخ علی متقی نے رسالہ البرہان میں اور ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی میں نقل کی ہے۔

یہ حدیث بھی امامؑ کے حسب حال ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) مہدی چالیس سال زندہ رہیں گے۔

یہاں چالیس سے عمر کی تحدید مراد نہیں ہے بلکہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ امام مہدی کی رحلت عالم شباب میں نہ ہوگی بلکہ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد۔

اربعین عاما اور یموت کے درمیان ثم آیا ہے جو تراخی قریبہ اور تراخی بعیدہ دونوں کے لئے آتا ہے۔ چالیس سال کا خاص طور سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان اس عمر میں آکر پختہ ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] کتاب الفتن (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۳۰۴ آئیٹ سنٹرل لائبریری) الجزء الخامس شمارۂ حدیث ۱۱۷۶

حتیٰ اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ (احقاف رکوع ۲)	یہاں تک کہ وہ اپنے پختگی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کا ہوگیا۔

روایت زیر بحث میں بھی "اربعین عاما" سے "بلغ اشدہ" مراد ہے یعنی امام مہدی پختگی کو پہنچنے کے بعد رحلت فرمائیں گے عالم شباب میں نہیں۔

کنزل العمال کی دوسری روایت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ مہدی چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوں گے۔

روایت یہ ہے۔

عن قتادہ قال کان یقال ان المھدی اربعین سنۃ[1]	قتادہ سے مروی ہے کہا کہ یہ کہا جاتا تھا کہ مہدی چالیس برس کے ہوں گے۔

صاحب تفسیر مدارک نے لما بلغ اشدہ سورۂ القصص کے تحت جو روایت نقل کی ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

یروی انہ لم یبعث نبی الا علی راس اربعین سنۃ	روایت کی گئی ہے تحقیق کہ نہیں مبعوث کیا گیا کوئی نبی مگر چالیس سال کی عمر میں۔

امامؑ نے بھی پختگی کو پہنچنے کے بعد یعنی چالیس سال کی عمر میں بامر الٰہی دعوی مہدیت فرمایا اور جون پور سے ہجرت کی ہے۔

(۲) مہدی اپنے بستر پر رحلت کریں گے۔

حاشیہ شریف میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است حضرت میراں علیہ السلام را وصال شد بوریا بر زمین گسترانیدہ بود چہار پائی نبود (ص ۱۳۵)	نقل ہے حضرت مہدی کے وصال کے وقت بوریا زمین پر بچھا ہوا تھا، چارپائی نہ تھی۔

(۳) مہدی کے بعد ایک شخص قحطان سے نکلے گا جو امام کی رحلت کے بیس برس بعد آلۂ حرب سے قتل کیا جائے گا۔

یہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی ذات مبارک ہے امامؑ کی رحلت کے بیس سال بعد آپ شہید ہوئے ہیں آپ کی شہادت سے متعلق صاحب نزھتہ الخواطر نے یہ لکھا ہے۔

فسار الیہ عین الملک بعساکرہ وکان والیا علی نھروالہ فقاتلہ وقتلہ فی المعرکۃ وکان لقبہ فی اھل مذھبہ صدیق الولایۃ[2]	پس گیا ان کی طرف عین الملک اپنی فوجوں کے ساتھ اور وہ نہروالہ کا حاکم تھا اس نے ان کے ساتھ مقاتلہ کیا اور قتل کیا ان کو میدان جنگ میں اور ان کا لقب ان کے اہل مذہب کے پاس صدیق ولایت تھا۔

(۴) من قحطان سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ شخص قبیلۂ قحطان سے نسبت رکھے گا۔

بندگیمیاں سید خوندمیرؒ موسوی سید ہونے کے اعتبار سے عدنانی ہیں، عدنان اور قحطان میں یہ نسبت ہے کہ دونوں حضرت

---

[1] کنزل العمال جلد ہفتم ص ۳۲۰۔ [2] نزھتہ الخواطر (طبع حیدرآباد) الجزالرابع ص ۱۰۶۔

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ قحطانی ہونے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شخص بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوگا چنانچہ نعیم بن حماد نے کعب سے یہ روایت کی ہے۔

یموت المھدی یقام یلی بعدہ رجل من اھل بیت النبی	مہدی وفات پائیں گے پھر آپ کے بعد اہل بیت نبی سے ایک شخص والی ہوگا۔

قحطان کا تعلق یمن سے ہے اور قبائل یمن کا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونا ثابت ہے چنانچہ امام بخاری نے ایک باب ہی قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل علیہ السلام	قبائل یمن کا اسماعیل علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا باب

ایسی توجیہ مورد اعتراض نہیں ہوسکتی مثلاً نبی آخر الزماں سے متعلق یہ پیشین گوئی ہے کہ وہ بنی اسحاق کے بھائیوں سے ہوگا۔ رسول اللہ صلعم بنی اسماعیل سے ہونے کے باوجود اس کا مصداق ہیں اس لئے کہ آپ بھی بنی اسحاق کی طرح اولاد ابراہیمؑ سے ہیں اور بنی اسحاق کے بھائیوں میں۔

اس سے قطع نظر تمام اہل یمن قحطانی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں الیمانی القحطانی کے بھی الفاظ آئے ہیں۔ اور اہل یمن سے متعلق رسول اللہ صلعم کی یہ بشارت ہے۔

الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ[1]	ایمان یمنی ہے اور حکمت یمانی ہے۔

غرض رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے اہل یمن یعنی بنو قحطان کا کمال ایمان ثابت ہے۔

امام علیہ السلام کی بشارت کی بنا پر بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ تبعاً سرتاپا مسلمان ہیں، بلحاظ کمال ایمانی آپ سے بڑھ کر اور کون قحطانی ہوسکتا ہے؟

غرض روایتیں دو[2] ہیں ایک روایت کی بنا پر مہدی کے بعد جو شخص ہوگا وہ عدنانی ہے اور دوسری روایت کے مطابق وہ قحطانی ہے۔

وقوع کی بنا پر یہ امر متحقق ہوگیا کہ مہدی کے بعد آلۂ حرب سے قتل ہونے والا نسباً عدنانی ہے اور ایماناً قحطانی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عدنانی اور قحطانی دونوں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جیسے بنی اسماعیل اور بنی اسحاق اولاد ابراہیمؑ سے ہیں۔

(۵) وہ شخص مثقوب الاذنین ہوگا، اس کے کان چھدے ہوئے ہوں گے ان الفاظ حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ حلقہ بگوش یعنی مطیع ہوگا امام مہدی کا۔

(۶) وہ سیرت مہدی پر ہوگا۔

یہ بھی بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کے حسب حال ہے اس لئے کہ امام علیہ السلام نے شاہ خوندمیر کو یہ بشارت دی ہے۔

شمارا در ذات بندہ سیر است[1]	تم کو بندہ کی ذات میں سیر ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۷۱۶ ۔ [2] ۔ انصاف نامہ باب ہفدہم۔

اب رہے حدیث ارطاۃ کے بقیہ امور تو ان کو امام مہدی کے زمانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے متعلق ہیں جب کہ دجال بھی خروج کرے گا۔

(۷) حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں مہدی ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ مہدی لغوی ہے، مہدی اصطلاحی نہیں مہدی (ہدایت یافتہ) کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے خصوصاً جب کہ مہدی پر الف لام نہیں ہے مہدی اصطلاحی کا ظہور قحطانی سے قبل ہے قحطانی کے بعد نہیں۔

(۸) زیر بحث روایت میں یہ مذکور ہے کہ مہدی اہل بیت نبی سے ہوگا اور شہر قیصر پر جہاد کرے گا لیکن احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بنی اسحاق کا ایک امیر قسطنطنیہ فتح کرے گا۔

حدیث ارطاۃ امام علیہ السلام اور شاہ خوندمیر کے حسب حال ہے، اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ایک نہیں ہے، اس لحاظ سے اس حدیث کو احادیث صحیحہ کی تائید حاصل ہے۔

حاصل یہ کہ جس طرح صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہیں اسی طرح رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئیاں جو مہدی کے باب میں وارد ہیں خصوصاً وہ پیشین گوئیاں جو کتب صحاح میں درج ہیں امامنا حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہیں۔

آیات الٰہی

معجزوں سے بھی نبوت کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن معجزہ اور سحر میں ایک گونہ تشابہ ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدھا کی صورت اختیار کی اور ساحروں کی رسیوں نے سانپوں کی صورت اختیار کی، بے جان کے جاندار ہونے میں دونوں امور میں تشابہ ہے۔ صرف اخلاق ہی کے ذریعہ ان میں امتیاز کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ نبیؑ داعی الی الخیر ہوگا اور ساحر داعی الی الشر۔

دوسری بات یہ ہے کہ معجزے مامور من اللہ کے اختیار میں نہیں ہیں۔ امور من اللہ کا کام تبلیغ ہے اور خداوند تعالیٰ جب چاہتا ہے معجزوں کے ذریعہ اس کی تبلیغ کی تائید کرتا ہے لیکن جو اخلاق نبی کو نہیں مانتا معجزے کو سحر قرار دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ قرآن کریم نے معجزات پر اثبات نبوت کا انحصار نہیں رکھا ہے بلکہ نبیؐ کے اخلاق کو پیش کیا ہے جیسے ام لم یعرفوا رسولھم[1] یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا یعنی پہچانا، مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں مشرکین کا ذکر ہے اور وہ آپ کو آپ کے اخلاق حسنہ سے پہچانتے تھے۔

جب کبھی مشیت ایزدی نے تائید کی ہے تو رسول کریم صلعم سے اللہ کی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں چنانچہ کتب میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام سے بھی اللہ کی نشانیوں کا ظاہر ہونا کتب نقلیات سے ثابت ہے مثلاً حجۃ المصنفین مصنفہ میاں ولی جیؒ ابن یوسف، مولود میاں عبدالرحمٰن۔ کتاب معجزات المہدی، مطلع الولایت، جنت الولایت شواہد الولایت وغیرہ۔

صاحب اثبات[2] المہدی کے بیان سے ظاہر ہے کہ کتاب معجزات المہدی میں امامؑ کے ایک سو سے زیادہ معجزے مندرج ہیں اثبات المہدی کی عبارت یہ ہے۔

---

[1] المومنون ۷۰ [2] رسالہ اثبات المہدی جواہر التصدیق کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

از کتاب معجزات المہدی کہ در او زیادہ از صد معجزات است معجزۂ انبیاء علیہم السلام از آن کتاب معلوم کن تا ترا یقین حاصل آید بصدق آں ذات۔

کتاب معجزات المہدی سے کہ جس میں ایک سو سے زیادہ معجزے مندرج ہیں انبیا علیہم السلام کے معجزوں کو معلوم کر تاکہ تجھ کو اس ذات یعنی مہدی کی سچائی پر یقین آئے۔

میاں عبدالرحمٰن کا شمار عام مہاجرین میں ہے[1] اور میاں ولی جی تابعین سے ہیں اور انہوں نے اصحاب مہدی کی روایتیں درج کی ہیں۔ اگر ان خاصانِ خدا کی شہادت جو صرف ایک واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے قابل قبول نہ ہو تو کتب حدیث کی ان روایتوں کا کیا اعتبار ہوگا جو متعدد وسایط سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر بزرگوں کی روایت میں شک کیا جائے تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے اثبات کا ہمارے پاس کیا ذریعہ رہ جاتا ہے اس لئے کہ اس کی روایت کرنے والے بھی انہیں کے اصحاب اور تابعین ہوں گے۔

حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاںؒ نے عطیہ شکریہ (جواب ہدیہ مہدویہ) میں یہ بیان کیا ہے "شیخ رشید الدین نے مخبر الاولیا میں حضرت کے معجزات بخوبی لکھے ہیں اور یہ کتاب احمد آباد گجرات میں محمود میاں کے کتب خانہ میں موجود ہے اور یہ وہاں مشائخ کرام سے مشہور تر ہیں"[2]

سید ابوظفر ندوی (سابق پروفیسر جہاوویالے (کالج) احمد آباد (گجرات)) نے تاریخ اولیائے گجرات ترجمہ مرآۃ احمدی کے صـ۱۲۸ کے حاشیہ پر مخبر الاولیا سے متعلق یہ نوٹ لکھا ہے۔

"یہ قلمی کتاب شیخ رشید الدین چشتی کی تصنیف ہے جو مصنف مراۃ احمدی کے ہم عصر ہیں ..... مخبر الاولیا اس وقت تک قلمی ہے، اس کا ایک ناقص نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا کامل نسخہ شیخ نصیر الدین میاں صاحب بن شیخ فرید الدین صاحب بن شیخ محمود صاحب چشتی کے پاس ہے، کاش اس نسخہ کو شائع کراتے تو اہل علم فائدہ اٹھاتے اور شکر گزار ہوتے"[3]

عالم میاں صاحب نے محمود میاں کا جو ذکر کیا ہے وہ نصیر الدین کے دادا شیخ محمود چشتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیروں کی کتابوں میں بھی امام مہدی علیہ السلام سے آیات الٰہی کا ظاہر ہونا مذکور ہے۔ کتب مہدویہ کی کوئی روایت بیان کرنے سے قبل عبداللہ محمد بن عمر مکی کی وہ روایت پیش کی جاتی ہے جو اس نے اپنی کتاب ظفر الوالہ میں امام مہدی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں درج کی ہے۔

واتفق لمن کان غرام بامراۃ قد زارھا لیلا انہ خرج مغضبا وقائم السیف بیدہ الی صوب منزلہ وقد طلع الفجر فتوجہ الی النھر فاذا بالسید واصحابہ علی الماء فقال للسید ما حاجتک عند الماء وما مھرتک

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص جو کسی عورت پر فریفتہ تھا اس کے پاس رات کو گیا وہاں سے نکلا تو غضبناک تھا۔ تلوار کا قبضہ ہاتھ میں تھا اپنے گھر چلا صبح ہو چلی تھی نہر (دریا) کا رخ کیا اتفاق ایسا ہوا کہ سید (مہدی موعودؑ) اور آپ کے اصحاب وہاں تھے۔ پس اس نے سید (مہدی موعودؑ) سے کہا آپ یہاں کس لئے آئے اور آپ کو اس میں کیا دستگاہ ہے پس آپ نے

[1] تذکرۃ الصالحین باب یازدہم [2] عطیہ شکریہ (طبع بڑودہ ۱۲۹۱ھ) جزو دوم صـ۸ [3] تاریخ اولیائے گجرات ترجمہ مراۃ احمدی (طبع حمایت اسلام پریس لاہور ۱۹۳۴ء صـ۱۲۸۔

فاجابہ من خرج مغاضبا لمحبوبہ یقطع بولایتی ویدخل فی اصحابی فاعتراہ غشی فلما افاق تاب وتجرد ثم ان السید خرج من احمد آباد الی نہروالہ بتن [1]

جواب دیا جو اپنے محبوب سے ناخوش ہوکر نکلا ہو وہ میری ولایت کا قطعی طور پر معتقد ہوجائیگا اور میرے اصحاب میں داخل ہوگا اس پر غشی طاری ہوگئی۔ جب کچھ ہوش آیا تو اس نے توبہ کی اور تجرد اختیار کرلیا' پھر سید (مہدی موعود) احمد آباد سے پٹن نہروالہ کی طرف چلے۔

کتب ہددیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطان محمود بیگڑہ کے بھانجے کا واقعہ ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب (۱۳۱) میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ خواہرزادہ سلطان محمود بیکرہ شبے باچند اوباشان بہ قصد زنا درخانہ محبوبۂ خود آمدہ بود و اتفاق صحبت خوب برنیامدہ رنجیدہ شد آخر شب از آنجا مست شمشیر در دست گرفتہ روبہ سوے خانہ خود نہاد وچوں صبح صادق میدمید دید کہ درکنار آبجوی (کہ آن) را سابہرمتی خطاب است حضرت امام اولو الالباب با اصحاب خویش ایستادہ پرسید۔ شما چہ کارہ اید اینجا چہ کار میکنید حضرت امام علیہ السلام فرمودند ہرکہ از دوست رنجیدہ برآید از دلالت ما بہ صلح درمی آید واز استماع مقولہ با انتفاع آں مرد را حالتی روے دادہ کہ نعرہ بزد وتا مدتے بیہوش افتاد وبعد از افاقت بتوفیق توبہ رفیق شد خرقہ تجرید وکلاہ فقر پوشیدہ درصحبت آنحضرت مشرف گشت۔

روایت کی گئی ہے کہ سلطان محمود بیکرہ بادشاہ گجرات کا بھانجہ ایک رات چند اوباش کے ساتھ زنا کے ارادہ سے اپنی محبوبہ کے گھر آیا' اتفاق سے کچھ صحبت اچھی نہ رہی رنجیدہ ہوکر آخر شب مستی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے گھر کا رخ کیا۔ صبح صادق کے طلوع ہوتے وقت اس نے اس دریا کے کنارے جس کو سابہرمتی کہتے ہیں حضرت امام اولوالالباب اور آپکے اصحاب کو کھڑے ہوئے دیکھا اس نے پوچھا تم کون ہو۔ یہاں کیا کام کرتے ہو۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دوست سے رنجیدہ ہوکر آتا ہے تو ہماری رہنمائی سے صلح اختیار کرلیتا ہے۔ اس مقولہ مفیدہ کے سنتے ہی ایک حالت اس پر طاری ہوگئی ایک نعرہ مارا اور دیر تک بے ہوش پڑا رہا۔ افاقہ کے بعد اس کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی اس نے تجرید کا خرقہ اور فقر کی کلاہ پہنی اور آنحضرت کی صحبت سے مشرف ہوا۔

اس طرح دل کی کیفیت بدلنے کے لئے خداوند تعالیٰ کبھی چاند کے دو ٹکڑے کرکے نبی کی تائید کرتا ہے اور کبھی عصا کو اژدھا بنا دیتا ہے۔

صاحب نزھتہ الخواطر نے ابن المبارک کے حوالے سے امامؑ کے متعلق یہ لکھا ہے۔

صدر منہ الخوارق الکثیرۃ فھجم علیہ الناس وصدقوہ فی ادعائہ [2]

ان سے بہت سے خوارق صادر ہوئے بہت سی مخلوق جوق جوق ان کے پاس آئی اور ان کے دعوے کی تصدیق کی۔

جب غیروں کی کتابوں سے بھی حضرتؑ کے اعجاز کا ثبوت ملتا ہے تو ہر اس روایت کو ماننا پڑیگا جو کتب ہددیہ میں مذکور ہے' مثال کے طور پر چند روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

---

[1] ظفر الوالہ بمظفر والہ (طبع لیدن) جلد اول صفحہ ۳۶ ۔ [2] نزھتہ الخواطر الجزء الرابع صہ ۳۶۴

(۱) مادر آنحضرت سیدہ عابدہ صالحہ کاملہ شب خیز بودند کہ در شبے ثلث اللیل معاملہ دیدند کہ آفتاب پرتاب از آسمان درگریبان مبارک آمدہ غائب شد ملک قیام الملک کہ صاحب حالات وکرامات اہل طریقت بودند تعبیرش فرمودند کہ ازیں معاملہ شما معلوم می شود کہ در شکم شما خاتم ولایت محمدی یعنی ظہور مہدی خواہد شد۔ چرا کہ والدہ حضرت رسالت پناہ بوقت ماندن حمل مبارک آنحضرت ہمیں معاملہ دیدہ بودند آخر الامر چنانچہ ہمچناں در باب خاتم النبی وخاتم الولی صلی اللہ علیہ وسلم شد۔

(شواہد الولایت باب ۳۲)

آنحضرت کی والدہ سیدہ عابدہ صالحہ کاملہ اور شب زندہ دار تھیں ایک رات ثلث شب گزرنے کے بعد خواب دیکھا کہ آفتاب پُرانوار آسمان سے آپ کے گریباں مبارک میں آکر غائب ہوگیا (آپکے بھائی) ملک قیام الملک جو صاحب حال اور صاحب کرامات اہل طریقت سے تھے اس طرح تعبیر کی کہ تمہارے اس خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاتم ولایت محمدی یعنی مہدی تمہارے بطن سے ہوگا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپکے حمل مبارک کے استقرار کے وقت یہی خواب دیکھا تھا آخر کار جیسا کہ دیکھا گیا اسی طرح خاتم النبیؐ اور خاتم الولیؐ کے باب میں ہوا۔

(۲) میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں یہ روایت کی ہے "درآں روز جملہ بتاں ودیواں کہ در بتخانہ ہا بودند بر زمین برہم افتادند" اس دن یعنی امامؑ کی پیدائش کے دن بتخانوں میں تمام دیو اور بت زمین پر اوندھے گر پڑے۔

صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ یک روز صحابہ کرام بندگی میاں شاہ نظام رضؓ سوال کردند کہ میر ایجی علما می گویند کہ علامت مہدیؑ است کہ درختان خشک را سبز گرداند آنحضرت درآں وقت در دست مبارک مسواک داشتند در زمین نشاندند فی الحال سبز وبرگدار شد باز ہم مسواک از زمین کندید فرمودند کہ میاں نظام ایں کار بازیگراں است مراد حدیث آں است کہ در زمانۂ آں ذات در زمانۂ مہدی موعود درخت مردہ دل زندہ شود (باب سی ودوم)

ایک روز صحابی کرام بندگی میاں شاہ نظام رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ میرا بجی علما کہتے ہیں کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ خشک درختوں کو سبز کردیں گے، آنحضرت کے دست مبارک میں مسواک تھی، اس کو زمین میں بٹھا دیا، اسی وقت سبز ہوگئی اور پتے نکل آئے، پھر مسواک کو زمین سے نکال کر فرمایا کہ میاں نظام یہ کام بازیگروں کا ہے، حدیث سے یہ مراد ہے کہ اس ذات یعنی مہدی موعود کے زمانہ میں مردہ دل کے درخت زندہ ہوجائیں گے۔

یہی روایت حاشیہ شریف میں بھی آئی ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

مراد حدیث است کہ خشک دل بزمانہ او سبز شوند ص ۲۷۸

حدیث کی مراد یہ ہے کہ مہدی کے زمانہ میں سوکھے دل سرسبز ہوجائیں گے۔

مولف ہدیہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ واقعہ دعوی مہدیت سے قبل کا ہے[1] حالانکہ یہ واقعہ دعوی موکد کے بعد کا ہے اور مقام جالور سے متعلق ہے، جیسا کہ مطلع الولایت میں مذکور ہے۔

نقل است کہ در مقام جالور روزے بندگی میاں نظام آنحضرت را مسواک کنانیدہ بودند درآں حال عرض نمودند کہ در حدیث نبوی دیدیم کہ مہدی موعود درخت ہائے خشک را تر وتازہ سازد الی آخرہ[2]

نقل ہے کہ مقام جالور میں ایک دن بندگی میاں نظام آنحضرت کو مسواک کرا رہے تھے، اس حالت میں عرض کی کہ ہم نے حدیث نبوی میں دیکھا کہ مہدی موعود خشک درختوں کو سبز کردیں گے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ ص ۱۲۳ ۔ [2] مطلع الولایت ص ۶۳

بندگی میاں شاہ نظام نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے۔

اخرج نعیم بن حماد عن امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال یؤم المھدی الی الطیر فیسقط علی یدیہ ویغرس قضیبا فی بقعۃ من الارض فیخضر ویورق[1]	نعیم بن حماد نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے تخریج کی ہے کہا کہ مہدی پرندے کی طرف اشارہ کرے گا تو اس کے سامنے گر جائے گا اور ڈالی زمین میں لگائے گا تو وہ ہری ہو جائیگی اور اس سے پتے نکل آئیں گے۔

یہ حدیث، احادیث صحاح میں نہیں ہے، اس کے مفہوم کا امام مہدی میں پایا جانا ضروری نہیں، بندگی شاہ نظام نے اس حدیث غیر صحاح سے متعلق استفسار کیا ہے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ احادیث صحاح میں امام مہدی کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب امام علیہ السلام میں پائی جاتی تھیں اور ان علامات کا آپ میں متحقق ہو جانا شہرۂ آفاق تھا۔

جب حدیث زیر بحث کا مفہوم وقوع میں آگیا اور متحقق ہو گیا تو اس کا بھی صحیح احادیث میں شمار ہوگا۔

مولف ہدیہ کا مذکورۂ بالا واقعہ سے متعلق ثبوت مانگنا بے محل ہے، اس کا ثبوت یہی ہے کہ جن خاصان خدا نے آپ کی تصدیق کی ہے انہوں نے اس کو دیکھا اور اس کی روایت کی اور ارباب سیر نے اس کو قلمبند کیا۔

رسول اللہ صلعم کے معجزوں کا ثبوت کیا کسی اور طریقہ سے بھی دیا جا سکتا ہے؟

اب رہے حدیث کے معنی تو حقیقی و مجازی دونوں امام علیہ السلام میں پائے جاتے ہیں، ڈالی کا سبز ہونا تو ظاہر ہے اور دلوں کا سبز ہونا اظہر من الشمس ہے اور یہ تعلیم احسان کا نتیجہ تھا (اس کی تفصیل دین کی خصیت کے ذیل میں دی جائے گی)

مولف ہدیہ نے یہ لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ یغرس اور بقعۃ من الارض، امام علیہ السلام کے بیان کردہ معنی کی مخالفت کرتے ہیں، اس لئے ہم لفظ غرس کی توضیح کئے دیتے ہیں۔

کنز العمال میں یہ مروی ہے۔

لا یزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم بطاعتہ الی یوم القیامۃ[2]	اللہ ہمیشہ اس دین میں ایسے پودے لگاتا رہے گا جن کو اپنی عبادت کے کام میں لاتا رہے گا شمار روز قیامت۔

یہی حدیث ابن ماجہ اور احمد بن حنبل کے حوالے سے اس طرح مروی ہے۔

قال لا یزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم فی طاعتہ[3]	کہا کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ پودے لگاتا رہے گا اور ان کو اپنے عبادت کے کام میں لاتا رہے گا۔

مولف ہدیہ نے نعیم بن حماد کی روایت کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ دل سینہ میں ہوا کرتے ہیں بقعۂ ارض میں نہیں کیا اس نقطۂ نظر سے مذکورہ حدیثوں پر بھی اعتراض کیا جائے گا کہ درخت زمین میں لگایا جاتا ہے دین میں نہیں!

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فتقبلھا ربھا بقبول حسن وانبتھا	پس مریم کو اس کے رب نے بوجہ احسن قبول کیا اور اگایا اس کو

---

[1] عقد الدرر الباب السادس حدیث عربی قلمی نمبر ۴۱۲ ۔ [2] کنز العمال الجزء السادس ص ۳۳۸ ۔ [3] الرحمۃ المہداۃ المعروف بتکملہ مشکوۃ (طبع مطبع فاروقی ۱۳۰۱ھ) ص ۳۳۶۔

نباتا حسنا (آل عمران ع۴) | اگانا اچھا۔

اس آیت میں مریم کے اچھی طرح اگائے جانے سے مراد ان کا صلاح وعصمت سے پرورش پانا ہے۔

کیا مولف ہدیہ کو اس پر بھی اعتراض ہوگا کہ نبات اگائی جاتی ہے انسان نہیں!

امر واقعی یہ ہے کہ مہدی اگر ڈالی کو سبز کر دیں اور دلوں کو سبز نہ کریں تو ڈالی کو سبز کرنا رائگاں جائے گا۔

امام علیہ السلام نے مذکورہ حدیث کے جو معنی بیان فرمائے ہیں، بطریق محدثین اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ ذیل میں اس کی ایک مثال دی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت عیسیٰؑ سے متعلق یہ خبر دی ہے۔

فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر[1] | عیسیٰ صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے۔

روئے زمین پر جہاں جہاں صلیب ہے، اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو توڑ دیں اور مشرق ومغرب میں جہاں کہیں خنزیر ہیں ان سب کو قتل کر دیں تو صرف اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی، اس لئے طیبی نے مشکاۃ کی شرح الکاشف میں یہ لکھا ہے۔

یرید بقوله یکسر الصلیب ابطال النصرانیة والحکم بشرع الاسلام ومعنی قتل الخنزیر تحریم اقتنائه واکله واباحة قتله[2] | رسول اللہ صلعم کے قول یکسر الصلیب (صلیب کو توڑیگا) سے ابطال نصرانیت اور شرع اسلام کے مطابق حکم دینا مراد ہے اور قتل خنزیر کے معنی خنزیر کے پالنے اور کھانے کو حرام گردانا اور اس کے قتل کو جائز قرار دینا ہے۔

حاصل یہ کہ کسر صلیب سے ابطال نصرانیت اور قتل خنزیر سے تحریم اکل خنزیر وغیرہ مراد لی گئی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر کے تحت اس مضمون کی حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ولیس المراد من هذه الترجمة الاشارة الی جواز کسر صلیب النصاری وقتل خنازیرهم الذمة ناتا امرنا بترکهم ومایدینون[3] | اس عنوان باب سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس میں نصاریٰ کی صلیبوں کو توڑنے اور ذمیوں کے خنزیروں کو قتل کرنے کا اشارہ ہے تحقیق کہ ہمیں ان کو اور ان کے دینی مراسم کو ترک کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح امام مہدی کے باب میں آیا ہے کہ ان کے اشارے سے پرندہ ان کے سامنے گر جائے گا یعنی انہیں قوت تسخیر حاصل ہوگی اور جہاں خشک ڈالی کو سبز کرنا مذکور ہے اس سے مراد تعلیم احسان سے مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے گویا بالفاظ حدیث مہدی کے زمانے میں بھی دلوں میں پودے لگائے جائیں گے۔

اس سے قطع نظر الدیبانی اور ابونعیم نے مہدی کے باب میں یہ روایت کی ہے۔

یرضی بخلافته اهل الارض واهل السماء والطیر فی الجو[4] | مہدی کی خلافت سے اہل زمین اہل آسمان اور فضا کے پرندے راضی ہوں گے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۳۵۲۔ [2] الکاشف باب نزول عیسیٰ احدیث عربی قلمی نمبر ۸۲ ورق ۔ ۳۵۔ [3] عمدۃ القاری الجزء السادس ص۲۴۷
[4] فتاوی الحدیثیہ طبع مصر ص۲۱۹۔

اس سے بھی مہدی کا قبول عام اور مہدی کی ترت تسخیر بیان کرنا مقصود ہے ورنہ پرندے ہر اس شخص سے راضی ہو سکتے ہیں جو ان کے لئے آب و دانہ مہیا کر دے۔

(۴) معجزۂ بست و سوم آنکہ حضرت فرمودند کہ یک نظر بندہ بہتر از عبادت ہزار سال است بنا بر جملہ تاثیر او چہ در نظر و چہ در پس خوردہ آں سرور ہمچو خاتم پیغمبر بود علیہ السلام ہر کہ بدور سیدی محبت دنیا فی الحال از دلِ او رفتی و ذکر ذات حق و فکر حق در دل او قرار و آرام گرفتی آنچہ بریاضت و خلوت بہ سالہا نہ شدی در یک ساعت شدی نہ یک کس را بلکہ ہر کس را ہر کہ بدو پیوست واصل حق گشت از مرد و زن و بالغ و صبی و امی و عالم حُر و مملوک کمترین خارق مہدی موعود این بود کہ گفتہ شد۔

(شواہد الولایت باب ۳۲)

معجزۂ بست و سوم یہ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بندہ کی ایک نظر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے اس لئے آپ کی نظر اور آپ کے اکش میں وہی تاثیر تھی جو حضرت خاتم الانبیا کی نظر اور ان کے اکش میں تھی۔ جو شخص آپ سے ملتا دنیا کی محبت اسی وقت اس کے دل سے نکل جاتی اور ذکر ذات حق اور فکر حق اس کے دل میں قرار پاتے جو ریاضت کرنے اور خلوت میں بیٹھنے سے برسوں میں حاصل نہ ہوتا ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ایک شخص کا ذکر نہیں بلکہ جو شخص بھی آپ سے ملتا واصل حق ہوتا مرد ہو یا عورت بڑا ہو یا بچہ، امی ہو یا عالم، حُر ہو یا مملوک، مہدی موعود کا کمترین معجزہ یہ تھا جو ذکر کیا گیا۔

اس روایت کی تصدیق خود ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے ہوتی ہے۔ نجات الرشید میں حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں مذکور ہے۔

ہر کس بہ صحبت شریف او پیوست اکثر این بود کہ از اہل و عیال گسستہ و از دنیا بر آمدہ در آں حلقہ داخل می شد و الا کمترین پایہ آں توبہ از معاصی و مناہی بود و اشتغال بذکر الٰہی تصرف میسر مذکور در قلوب عباد اللہ بمثابہ بود کہ بعضی از قطاع الطریق شمشیر خوں چکاں آمدہ ملازمت کردہ و چوں بیان قرآن شنیدہ اند صحبت او اختیار نمودہ بہ ولایت رسیدہ اند[1]

جو شخص آپ کی صحبت شریف میں آتا تو اکثر یہ ہوتا کہ اہل و عیال سے منقطع ہو کر اور دنیا کو چھوڑ کر اس حلقہ میں داخل ہوتا اور اگر نہیں تو کمترین درجہ یہ ہوتا کہ وہ معاصی اور مناہی سے توبہ کر لیتا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا، بندگان خدا کے دلوں میں میرے مذکور (یعنی مہدی موعودؑ) کا تصرف اس درجہ تھا کہ بعض مشہور راہزن جن کی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا آپ کی جناب میں حاضر ہوئے، بیان قرآن سنکر آپ کے اصحاب میں داخل ہو گئے اور ولایت کے درجہ کو پہنچے۔

(۵) نقل است حضرت حبیب ذوالجلال از وصال فرمودہ اند کہ اگر کسی را در باب مہدویت این بندہ شک باشد در قبر بندہ بہ بینید اگر مارا در قبر یابد مہدی نباشم و اگر نیابید مہدی موعود باشم، چونکہ وصال آنحضرت شدہ است و در جائے کہ قبر مبارک مستعد کردہ اند در آں وقت بندگی میاں

روایت کی گئی ہے کہ حضرت حبیب ذوالجلال نے واصل بحق ہونے سے پہلے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو میرے مہدی ہونے میں شک ہو تو مجھے قبر میں دیکھے اگر مجھے قبر میں پاؤ تو میں مہدی موعود نہیں ہوں اور اگر نہ پاؤ تو میں مہدی موعود ہوں جب آنحضرت واصل بحق ہو گئے اور جہاں حضرت کی قبر تیار کی گئی اس وقت بندگی میاں

[1] ۔ نجات الرشید قلمی ص ۸۵ تصوف فارسی، نمبر ۱۵۶۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری

سید محمود رضی اللہ عنہ فرمودۂ مہدی یاد دہانیدہ اند کہ حضرت میراں علیہ السلام ایں چنیں فرمودہ اند ..... آخر الامر چوں ذات پیغمبر صفات در قبر مبارک آوردہ اند آنحضرت را در قبر مبارک نیافتند۔ (شواہد الولایت باب ۲۸)

سید محمودؓ نے مہدی علیہ السلام کے فرمان کو یاد دلایا کہ حضرت میرانؑ نے اس طرح فرمایا ہے ..... آخر کار جب اس ذات پیغمبر صفات کو قبر میں اتارا تو آنحضرت کو قبر میں نہیں پایا۔

یہ پیشین گوئی امامنا مہدی علیہ السلام نے بہ طور تحدی فرمائی تھی، اگر اس کا وقوع نہ ہوتا تو اصحاب مہدیؑ ایک سال تک فراہ مبارک میں رہ کر دین مہدی کی تبلیغ نہ کرتے۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام آخر تک اپنے دعوے پر قائم رہے۔

حاصل یہ کہ آیات الٰہی سے بھی امامنا علیہ السلام کی مہدیت کا اثبات ہوتا ہے۔

اخلاق مہدیؑ

اس سے قبل آیات الٰہی کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات معجزوں پر نہیں رکھا، اس میں شک نہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے چاہا تو رسول اللہ صلعم سے متعدد معجزے ظاہر ہوئے لیکن خود قرآن سے مستفاد ہوتا ہے کہ کفار کے ہر مطالبہ کے ساتھ آپ سے معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔

(الف) کفار نے رسول اللہ صلعم سے چاہا کہ آپ ان کے لئے زمین میں نہریں جاری کر دیں یا اپنے لئے کھجور اور انگور کا باغ لگائیں اور اس میں نہریں جاری کر دیں یا یہ کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کر کے کفار پر گرا دیں یا یہ کہ اپنے لئے سونے کا گھر بنالیں یا آسمان پر چڑھ جائیں تو اس کا یہ جواب دیا گیا۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (سورہ بنی اسرائیل)

کہدے اے محمد پاک ہے میرا پروردگار میں نہیں ہوں آدمی مگر بھیجا ہوا (خدا کی طرف سے)

(ب) کفار عرب کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم پر خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا فرشتہ ان کے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ اس کا بھی یہ جواب دیا گیا۔

انما انت نذیر واللہ علی کل شئ وکیل (سورہ ہود)

تحقیق کہ نہیں ہے تو مگر ڈرانے والا اور اللہ ہر شئی پر[1] قادر ہے۔

(ج) وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون (سورہ بنی اسرائیل)

ہمیں نشانیوں کے ساتھ بھیجنے سے نہیں روکا مگر یہ کہ اولین نے ان کو جھٹلایا۔

اس آیت میں معجزوں کے ساتھ نہ بھیجنے کی وجہ بیان کی گئی ہے بعض مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے کہ بالآیات میں ان خاص معجزوں کی طرف اشارہ ہے جن کی کفار آئے دن فرمائش کیا کرتے تھے۔

---

[1] ہر چیز کا کارساز ہے۔

حاصل یہ کہ کفار کے ہر مطالبہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم سے معجزوں کا ظاہر ہونا ثابت نہیں ہے، اس لئے معجزوں کے ظاہر ہونے پر آپ کی نبوت کا انحصار نہیں ہو سکتا۔ اب رہی صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں تو ان میں رجوع الی المجاز کا امکان تھا اور کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ فاران پر دس ہزار فرشتے ظاہر ہو جائیں یا یہ کہ پیغمبر آخر الزماں اور شلیم میں مبعوث ہوں یا یہ کہ نبی آخر الزماں بنی اسحٰق ہی سے ہوں۔ اب رہی دلیل قطعی تو رسول اللہ صلعم کے اخلاق ہیں جیسا کہ آیات الٰہی کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کی زندگی کو بطور دلیل پیش کیا۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (سورہ یونس)	تحقیق کہ اس سے قبل میں نے تم لوگوں میں ایک مدت اقامت کی کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں۔

قطع نظر اس کے اس حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری میں مروی ہے اور جس کو صاحب مشکوٰۃ نے علامات النبوۃ کے ذیل میں درج کیا ہے اس میں ہرقل نے رسول اللہ صلعم کے نسب، آپ کے متبعین اور آپ کی تعلیم وغیرہ کے متعلق دریافت کیا ہے کسی معجزے کی نسبت استفسار نہیں کیا رسول اللہ صلعم کی بعثت ہی مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ایسی صورت میں اخلاق کس طرح دلیل نبوت نہ ہوں گے اگر صحف انبیاء میں رسول اللہ صلعم کے باب میں کوئی پیشین گوئی نہ ہوتی اور نہ آپ سے آیات الٰہی ظاہر ہونے کی روایت کتب واحادیث میں موجود ہوتی جب بھی آپ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی تعلیم آپ کی نبوت کے اثبات کے لئے کافی تھی۔ اسی طرح اگر امامنا مہدی علیہ السلام کے باب میں کوئی حدیث نہ آتی اور آپ سے آیات الٰہی ظاہر ہونے کی کوئی روایت نہ ہوتی جب بھی آپ کے اخلاق حسنہ اور آپ کی تعلیم آپ کے مامور من اللہ ہونے کی دلیل ہوتی۔ شیخ علی مولف کنز العمال نے رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں کے مقدمہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے لئے الشریف العظیم (عظیم الشان شریف ہستی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاندین مہدویہ بھی آپ کی بزرگی اور شرف کا اقرار کرنے پر مجبور تھے آپ کے اخلاق حسنہ کی حد تک انصاف پسند کے لئے صرف شیخ کا قول کافی ہے لیکن ہم ذیل میں اس کی اور بھی توضیح کئے دیتے ہیں شیخ کے بعد بھی انصاف پسند مورخوں نے آپ کی ولایت کو تسلیم کیا ہے۔

ولایت

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے آپ کے متعلق نجات الرشید میں یہ لکھا ہے۔

در ولایت وجلال وبزرگی وکمال میر سخن نیست[1]	میر سید محمد جونپوری کی ولایت ان کی جلالت بزرگی اور کمال میں کلام نہیں ہے۔

اسی طرح منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز از اعاظم	میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز جو عظیم اولیائے کبار

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۹۱ تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن۔

اولیائے کبار دعوت مہدیت ازو سر برزدہ بود[1] | سے ہیں ان سے مہدیت کا دعویٰ ظاہر ہوا تھا۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے امامنا مہدی علیہ السلام کے لئے قدس اللہ سرہٗ العزیز کے الفاظ استعمال کئے ہیں محیط المحیط میں قدس کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔

قدس اللہ تعالیٰ طہرہ وبارک علیہ قدس الرجل اللہ تعالیٰ نزھہ ووصفہ بکونہ قدوسا[2] | خداوند تعالیٰ نے اس کو پاک کیا اور اس پر برکت نازل کی خداوند تعالیٰ نے اس کو پاک کیا اور اس کو قدوس کی صفت سے موصوف کیا۔

دوسرے یہ کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے انہیں عظیم اولیائے کبار سے تسلیم کیا ہے۔ ولی کے معنی کشاف اصطلاحات الفنون میں رسالہ قشیریہ کے حوالے سے اس طرح مرقوم ہیں۔

آن کسی است کہ حق تعالیٰ متولی امور او باشد کما قال تعالیٰ وھو یتولی الصالحین پس او وا نگذارد حق تعالیٰ بہ سوئے نفس او یک لحظہ[3] | ولی وہ شخص ہے جس کے امور کا خداوند تعالیٰ متولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے کہ وہ صالحین کا متولی ہوتا ہے پس خداوند تعالیٰ ولی کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے نفس کی طرف نہیں چھوڑتا۔

ولی کی یہ کیفیت ہے تو عظیم اولیائے کبار کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے، نجات الرشید میں ملا عبدالقادر بدایونی نے علمائے ہرات کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔

بہ شیخ الاسلام گفتہ فرستادند کہ ایں مرد آیتی است از آیات خدا و علمے کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا ہیچ قدرے و قیمت ندارد[4] | علمائے شیخ الاسلام کو کہلا بھیجا کہ اللہ کی نشانیوں سے یہ ایک نشانی ہیں جو علم ہم نے سالہا سال سیکھا تھا یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

ان علماء کا تفصیل بیان علمائے ہرات کے ذیل میں دیا جائے گا۔

(۲) میاں حاتم سنبھلی کے متعلق ابوالکلام آزاد نے بیان کیا ہے کہ بڑے مشہور بزرگ تھے اور علم و عمل میں استاذ الاساتذہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے کمالات کے معترف تھے میاں حاتم سنبھلی کے الفاظ یہ ہیں "در کمالات میر چہ شک است[5] یعنی میر سید محمد جونپوری کے کمالات میں کیا شک ہے"۔

(۳) علی شیر قانع صاحب تحفۃ الکرام نے آپ کے متعلق یہ لکھا ہے "سید الاولیا سید محمد الملقب بہ میراں مہدی الی آخرہ" اس سے آپ کا سید الاولیا ہونا ظاہر ہے (اس عبارت کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے) صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بھی لکھا ہے "بسا اہل اللہ بہ نسبت مریدیش رسیدند بانچہ رسیدند[6]" یعنی بہت سے اہل اللہ نے آپ کی مریدی سے منسوب ہو کر وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا۔ جن کے مربی اہل اللہ ہوں ان کے مامور من اللہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے دریا خاں مدار المہام تتہ (ٹھٹھہ) کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ اس نے امامنا مہدی علیہ السلام سے فیض حاصل کیا تھا۔ تحفہ کی عبارت یہ ہے۔

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۱۸۔ [2] محیط المحیط (طبع بیروت) حصہ دوم صفحہ ۱۲۷۳۔ [3] کشاف اصطلاحات الفنون (طبع کلکتہ) جلد ثانی صفحہ ۱۵۲۸۔ [4] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۸۔ [5] تذکرہ ابوالکلام آزاد صفحہ ۲۷۲۔ [6] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۶۷۔

بہرہ وافی از رضائے خاطر آں صاحب زماں یافتہ [1] | دریا خاں نے اس صاحب الزماں کی رضائے خاطر سے بہرہ وافی حاصل کیا۔

صاحب الزماں کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہی امام زماں تھے۔

(۴) مولوی خیر الدین محمد صاحب لہ آبادی نے جون پور نامہ کے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی | خواجہ سید محمد اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ اور حضرت رسالت پناہ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ۔

(۵) ابوالکلام آزاد نے تذکرۃ الطالبین بتذکرۃ الصلحاء والواصلین کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مولانا جمال الدین دہلوی نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی، تذکرہ کی عبارت یہ ہے "مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے[2] اور مولانا جمال الدین بہ دو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۱، ۱۲)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی حضرت مہدی علیہ السلام کو واصل باللہ جانتے تھے، ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں یہ لکھا "حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے۔" (صفحہ ۴۰)

(۷) پروفیسر محمود شروانی نے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

"سید صاحب کی شان اس میں شک نہیں کہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ خود ان کے مخالف ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ تمام دسویں صدی میں ان کا نام مخالف و موافق حلقوں میں گونجتا رہا ہے وہ ایک زبردست عالم اور فاضل کامل تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں ان کو کامل دستگاہ تھی۔ ان کی زندگی میں ان کے معتقدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی نہ صرف عامی و جاہل ان کے حلقہ بگوش تھے بلکہ علماء و فضلاء امراء و شرفاء ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ کمالات علمی کے ساتھ ساتھ خدا نے ان کی زبان میں جادو اور بیان میں تاثیر دی تھی ان کی آنکھ میں تسخیر کرنے کی بڑی طاقت تھی، دشمن بھی ان کے سامنے آکر موم ہو جاتے تھے، بحث و مباحثہ میں بے نظیر تھے۔ زبردست سے زبردست حریف کو بھی ان کے مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی۔[3]

کفار عرب کا رسول اللہ صلعم کو امین کہنا آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے تو جو لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدویت کے معتقد نہیں تھے ان کا آپ کو اولیائے عظام سے تسلیم کرنا اور شیخ علی کا آپ کو الشریف العظیم کہنا آپ کی مہدویت کے اثبات میں کیوں نہ پیش کیا جائے؟

فیض قبول

(الف) عبداللہ محمد بن عمر مکی نے اپنی تاریخ ظفر الوالہ میں امام علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔

---

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۵۴۔ [2] تذکرہ صفحہ (۱۳) [3] اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳۹

کا) لہ قبول یجذب بہ زائرہ ویحملہ علی التجرد من الدنیا [1]

آپ کو ایسا فیض قبول حاصل تھا کہ ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اس کو دنیا سے علحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا۔

(ب) صاحب تحفۃ الکرام نے ملا صدرالدین کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان کی جامعیت علم اس درجہ تھی کہ انہوں نے ہزار شاگردوں کو کمال کے درجہ پر پہونچا دیا تھا' ابتدا میں مہدی علیہ السلام کی دعوت کی مخالفت کی لیکن جب آپ پر نظر پڑی تو آپ کے مرید راسخ ہو گئے۔ تحفۃ الکرام کی عبارت یہ ہے۔ "آخر بدیدنش داخل زمرہ مریدین راسخ گردید" [2]

(اس عبارت کا بقیہ حصہ دیگر علما و اہل اللہ کے ذیل میں دیا جائے گا۔) تحفۃ الکرام کی عبارت کی تائید حجۃ المنصفین کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ شیخ صدرالدین کے متعلق یہ لکھا ہے۔

بعدہ آن شیخ آمدہ بدیدن تجلی روی مبارک بر پائے مبارک افتادہ دگفت کہ اکنوں مسلمان شدیم الی آخرہ۔

اس کے بعد شیخ صدرالدین آئے روئے مبارک کی تجلی دیکھ کر قدم مبارک پر گر پڑے اور کہا اب ہم مسلمان ہوئے۔ الی آخرہ۔

انوار رائقہ

صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۹ میں بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے پر جیسلمیر کے علاقہ میں گائے ذبح کی گئی۔ راجہ کو معلوم ہوا تو کہا دیکھو تو اس علاقہ میں کس نے گائے ذبح کرنے کی جرأت کی۔ لڑنے کی نیت سے آیا لیکن حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان قرآن سنا آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور مطیع ہو گیا۔ شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

القصہ آں کافر بزرگ با حضرت ملاقات کردہ و بیان شنید۔ سر خود بر پائے مبارک میراں نہادہ منقاد گشتہ می گفت آفریدگار گاؤ را کشتہ است مایہ کہ جنگ کنیم۔

القصہ اس بڑے کافر یعنی راجہ نے حضرت سے ملاقات کر کے بیان قرآن سنا۔ اپنا سر میرانؑ کے قدم مبارک پر رکھ کے مطیع ہو گیا کہتا تھا کہ گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے ہم کس سے جنگ کریں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام کے چہرۂ اقدس پر وہی انوار رائقہ تھے جو انبیاء علیہم السلام کے چہروں پر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ راغب نے کہا ہے والانوار الرائقۃ علیہم (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۷۲)

جب ایک منکر کا رسول اللہ صلعم کو دیکھکر ماھذا بوجہ کذاب (یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) کہنا رسول اللہ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جا سکتا ہے تو جیسلمیر کے راجہ کا یہ کہنا کہ "گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے۔" آپ کی مہدیت کے اثبات میں کس طرح پیش نہیں کیا جائے گا؟ خواجہ محمد عباد اللہ اختر امرتسری نے سید محمد جونپوری کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے "جب وہ کھڑا ہو کر ہزارہا لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھتا ایک فوق العادت جلال اس کے چہرہ پر ظاہر ہوتا جو اس کے بے ثبوت ضمیر کا عکس تھا اور اس لئے سامعین کے دلوں پر ایک گہرا نقش کرتا [3]

---

[1] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶ ۔ [2] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد سوم صفحہ ۲۸ ۔ [3] مشاہیر اسلام (طبع لاہور) صفحہ ۱۶۸

فیض صحبت

صاحب سراج الابصار نے حضرت مہدی علیہ السلام کے فیض صحبت سے متعلق یہ لکھا ہے۔

فکم من ظالم صاحب الجاہ والتکبر یاکل دماء الناس لما استصحبہ یوما او یومین رجع عن ذلک کل وبذل اموالہ فی سبیل اللہ وآثر الفقر والقناعۃ وکم من سارق قاطع الطریق وثاقب الجدر لما آنس معہ یوما او یومین رجع عن ذالک کلہ واختار الزکر الفکر واستغرق فی الاشتغال مع اللہ [1]

بہت سے صاحب جاہ وتکبر ظالم جو لوگوں کا خون پیتے تھے انہیں جب ایک دن یا دو دن کے لئے بھی آپ کی صحبت نصیب ہوگئی تو انہوں نے ان سب چیزوں سے رجوع اختیار کر لیا اور اپنے مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے فقر و قناعت اختیار کی اور بہت سے چور راہزن اور دیواروں میں نقب لگانے والے جب آپ سے ایک دو دن کے لئے مانوس ہو گئے تو ان سب چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر انہوں نے ذکر فکر کو پسند کیا اور اللہ کے ساتھ مشغولیت میں مستغرق ہو گئے۔ صفحہ ۱۸۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا بھی یہی فیض تھا۔ آپ کے اصحاب کو رقت قلب، زہد فی الدنیا اور آخرت کی رغبت حاصل تھی۔ صاحب مواہب لدنیہ نے لکھا ہے۔

فلذلک کانت تلک المجالس توجب لاصحابہ رقۃ القلب والزھد فی الدنیا والرغبۃ فی الآخرۃ کما ذکرہ ابوھریرہ فیما رواہ احمد والترمذی وابن حبان فی صحیحہ قال قلنا یا رسول اللہ ما لنا اذا کنا عندک رقت قلوبنا وزھدنا فی الدنیا من اھل الآخرۃ فاذا خرجنا من عندک عافسنا اھلنا وشممنا اولادنا وانکرنا انفسنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو انکم اذا خرجتم من عندی کنتم علی حالکم ذلک لزارتکم الملائکۃ فی بیوتکم الحدیث [2]

اس لئے یہ مجلسیں آپ کے اصحاب کے لئے رقت قلب، زہد فی الدنیا اور آخرت کی رغبت کا موجب ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے۔ جیسا کہ احمد، ترمذی اور ابن حبان روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ ہم جب آپ کے حضور میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں اور اہل آخرت میں شامل ہو جاتے ہیں اور جب ہم یہاں سے باہر نکلتے ہیں تو اپنے اہل خانہ سے ملاعبہ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں اور اپنے کو بدلا ہوا پاتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم میرے پاس سے جب باہر جاتے ہو اس حالت میں بھی اگر وہی پہلی کیفیت ہوتی تو فرشتے خود تمہارے گھروں میں تم سے ملنے آتے۔

صاحب شواہد الولایت نے امامنا مہدی علیہ السلام کے متعلق یہی لکھا ہے۔

ہر کہ بدو رسیدی محبت دنیا فی الحال از دل او بر رفتی

جو شخص آپ سے ملتا دنیا کی محبت اسی وقت اس کے دل سے

---

[1] المواہب الدنیہ (طبع مصر) جزء اول صفحہ ۲۹۹۔

وذکر ذات حق وفکر حق در دل او قرار گرفتی آنچہ بہ ریاضت وخلوت بسالہا نشدی در یک ساعت شدی[1]

نکل جاتی۔ ذکر ذات حق اور فکر حق اس کے دل میں قرار پاتے اور جو ریاضت کرنے اور خلوت میں بیٹھنے سے برسوں میں نہ ہوتا ایک لمحہ میں ہو جاتا

صاحب انصاف نامہ نے باب ہشتم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت میراں فرمودند کہ یک نظر بندہ بہتر است از عبادت ہزار سال کہ مقبول است

منقول ہے کہ حضرت میراں نے فرمایا کہ بندہ کی ایک نظر ایک ہزار سال کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے باب اول کے آخر میں اس روایت کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ "یعنی بارہ شب قدر کے برابر ہے۔" حالانکہ انصاف نامہ کی اس روایت میں بارہ شب قدر کے برابر ہونے کی تصریح نہیں ہے۔ رہا ہزار سال کا ذکر تو اس سے صرف مدت مدید مراد ہے۔

ایسا طریق بیان نہایت متعارف ہے مثلاً حضرت علی کے باب میں یہ روایت آئی ہے۔

لولا ان السموات والارض موضوعتان فی کفۃ وایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان علی (الدیلمی عن ابن عمر)[2]

اگر زمین و آسمان ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور علیؓ کا ایمان ایک پلڑے میں تو علیؓ کا ایمان ہی بھاری ہوگا۔

اس روایت کی بنا پر کیا یہ کہا جائے گا کہ اہل الارض میں انبیاء و رسل اور خاتم المرسلین سب شامل ہیں اور حضرت علیؓ کا ایمان ان سب کے ایمان سے زیادہ بھاری ہے۔

حاصل روایت تو حضرت علی کا قوی الایمان ہونا ہے اور بس۔

یوں بھی معترض کا یہاں شب قدر کا ذکر کرنا اس کے مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ شب قدر کی عبادت معترض اور اس کے ہم مذہبوں کے نزدیک قابل ترک ہے۔

روایت زیر بحث سے تو صرف یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جو شخص امام مہدی صاحب بینہ کی صحبت میں رہا ہو اس کی عبادت بالیقین اس شخص کی عبادت سے زیادہ مقبول ہوگی جس نے آپ کی صحبت بابرکت سے مستفید نہ ہو کر برسوں عبادت کی اور وہ عبادت مقبول بھی ہوئی ہو۔

اس سے قطع نظر حاکم اور طبرانی نے ابن مسعود اور عمران بن حصین سے روایت کی ہے۔

النظر الی وجہ علی عبادۃ[3]

علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہاں عبادت سے عبادت مقبول مراد ہے ورنہ اس کی بشارت نہ دی جاتی۔

جب صحابی رسول کے چہرے کو دیکھنا عبادت مقبول ہے تو امام مہدیؑ ہم خلق رسول اللہ کے چہرے کو دیکھنا کس طرح افضل العبادت نہ ہوگا۔

اس روایت کی بنا پر کیا کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اللہ کی عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] شواہد الولایت باب ۳۲۔ [2] کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ [3] کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲

تاثیر بیان

ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

تصرف میر مذکور در قلوب عباد اللہ بمثابہ بود کہ بعضی قطاع الطریق مشہور (یا) شمشیر خوں چکاں آمدہ ملازمت کردہ چوں بیان قرآن شنیدہ اند صحبت او اختیار کردہ بدرجۂ ولایت رسیدہ اند و چند از اہل اللہ از دامن ایشاں برخاستہ[1] آنحضرت میکردند (باب ۳۳)

بندگانِ خدا کے دلوں میں میر موصوف کا تصرف اس درجہ تھا کہ بعض مشہور قطاع الطریق خونچکاں شمشیر کے ساتھ آکر آپ کے ساتھ رہے اور بیان قرآن سن کر آپ کے اصحاب میں داخل ہوئے اور ولایت کے درجے کو پہنچے اور کئی اہل اللہ ان کے دامن سے اٹھے ہیں۔

سراج الابصار اور نجات الرشید کی روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ قطاع الطریق بھی اولیاء اللہ کے درجہ کو پہنچے'۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ آپ کے صحابی مہدوی ہونے سے پہلے رہزنی کرتے تھے۔ بعد کو وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ قاضی منتجب الدین صاحب مخزن الدلائل (عربی) جیسے شخص نے آپ کے آستانہ پر سر عقیدت رکھدیا۔

لوگ بیان قرآن کس شوق سے سنتے تھے شواہد الولایت کی روایت سے معلوم ہو جاتا ہے۔

چوں گرداگرد آنحضرت جائے نماندے مردماں در صحن مسجد ایستادندے وچوں در صحن مسجد ہم جائے نماندے بر سر دیوارہا و درختہا ایستادہ شدہ استماع بیان[2] پر انتفاع آنحضرت میکردندے (باب ۳۳)

جب امام مہدی علیہ السلام کے اردگرد جگہ نہ رہتی تو لوگ مسجد کے صحن میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جب مسجد کے صحن میں بھی جگہ نہ رہتی تو دیواروں اور درختوں پر چڑھ کر آپ کا بیان پر انتفاع سنتے تھے۔

آپ کی تعلیم گویا رسول اللہ صلعم کی تعلیم تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

یتلوعلیھم آیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الجمعۃ)

اللہ کی آیتیں ان پر تلاوت کرتا ہے انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں جس تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے وہی تعلیم حضرت مہدی علیہ السلام کی تھی آیتوں کی تلاوت کتاب وحکمت کی تعلیم اور گمراہوں کے تزکیہ کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بقول ملا عبدالقادر بدایونی "بڑے بڑے رہزن آپ کے فیض صحبت سے ولایت کے درجہ کو پہنچے"۔ آیۂ مذکور سے جس طرح رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات ہوتا ہے بالکل اسی طرح امامنا مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے آپ کی دعوۃ وتذکیر کے متعلق تذکرہ میں یہ لکھا ہے "عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوۃ وتذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی"۔ اور آپ کے اصحاب کے متعلق یہ بیان کیا ہے "ان لوگوں کے طور وطریق کچھ عجیب عاشقانہ ودوالہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے[3]"۔ خواجہ محمد عباد اللہ اختر امرتسری نے یہ

---

[1] نجات الرشید قلمی ص ۸۵۔ [2] حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق جہاں کہیں لفظ بیان مذکور ہے اس سے بیان کلام اللہ مراد ہے۔ [3] تذکرہ صفحہ ۲۷۔

لکھا ہے "معلوم نہیں کہ اس شخص میں کیا مقناطیسی قوت تھی کہ ہر شخص جو نام سن لیتا خود بخود چلا آتا اور جو ایک دفعہ آتا گرویدہ ہو جاتا کلام میں جادو ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ مجلس وعظ میں تمام حاضرین دم بخود بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے اور اہل دل تو وجد میں آجاتے یہ[1]

زہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کے باب میں ترمذی نے یہ روایت کی ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخر شیئا لغد[2] یعنی رسول اللہ صلعم آنے والے دن کے لئے کچھ ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔ امام مہدی علیہ السلام کا ارشاد "مومن ذخیرہ نہ کند"[3] (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) اس کی توضیح ہے آپ اور آپ کے اصحاب کا عمل اسی پر تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے زمانے میں بھی یہی عمل تھا۔

بسیارے را چناں دیدہ شد کہ شب از لوازم خانہ وظروف وآلات طبخ را حتی از نمک و آرد و آب ہم خالی ساختہ سرنگوں می ماندند و ہیچ چیزے از اسباب معیشت باخود از غایت اعتماد بر رزاقی حق تعالیٰ نمی گذاشتند و روز نو روزی نو دستور العمل ایشاں بود[4]

بہت سے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے جو سامان خانہ داری برتن اور آلات طبخ کو آٹا نمک یہاں تک کہ پانی سے بھی خالی کر کے اوندھے رکھ دیتے تھے۔ خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتے تھے ان کا دستور العمل یہ تھا کہ روز نو کے ساتھ روزی نو۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے مہدویوں کے توکل کے باب میں جو کچھ لکھا ہے مشاہدہ و رویت ہے محض روایت و سماعت ہی نہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زہد کے اثبات میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی رحلت ہوئی تو آپ کی ملک میں صرف ایک زرہ[5] تھی وہ بھی ایک یہودی کے ہاں رہن تھی۔ جب امام مہدی علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو صرف آپ کے جسم کے کپڑے تھے اور چند تلواریں جو اصحاب کو بطریق بارگیری گئی تھیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۸ میں یہ روایت کی ہے۔

بعد از رحلت آنحضرت جامہ مبارک آں ذات پیغمبر صفات و چند شمشیر ہا کہ بدست اصحاب بطریق بارگیر بود ہمہ بفقرا بخش کردہ دادند و بوارثاں ندادند زیرا کہ آنحضرت لا نرث ولا نورث فرمودہ اند۔

حضرت کی رحلت کے بعد اس ذات پیغمبر صفات کے جسم کے کپڑے اور چند تلواریں جو صحابہ کو بطور بارگیر کے دی گئی تھیں سب فقراء میں تقسیم کر دیں ورثا کو نہیں دی گئیں۔ اس لئے کہ حضرت مہدیؑ نے (رحلت سے قبل) یہ حدیث پڑھی تھی کہ ہم نہ تو کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

آپ کی رحلت بوریئے پر ہوئی ہے جیسا کہ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۸ میں بیان کیا ہے۔

پروفیسر محمود شروانی نے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے۔

---

[1] مشاہیر اسلام (طبع لاہور ۱۹۳۶ء) صفحہ ۱۶۶۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۵۰۰۔ [3] حجۃ المنصفین [4] منتخب التواریخ (طبع الکلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸۔

" ان کے ایک کامیاب رفار مر اور اعلیٰ مصلح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تقویت دین اسلام و اعلائے شریعت رسول سے کام رکھا' دین کی بادشاہی کے بجائے اگر کہیں دنیاوی بادشاہت قائم کرنے کا ان کو خیال آجاتا تو آج ہندوستان کی تاریخ میں ایک کی جگہ سادات کی دو سلطنتوں کا حال ہم پڑھتے[1]"۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ بادشاہی چاہتے تو قائم ہو جاتی۔ اس کے باوجود آپ کا یہ زہد صاف بتلا رہا ہے کہ آپ رسول اللہ صلعم کے ارشاد خلقہ خلقی کا مصداق اتم تھے۔ صاحب مواہب لدنیہ نے یہ روایت کی ہے۔

خیرہ ربہ تعالیٰ بین ان یکون نبیا ملکا او نبیا عبدا فاختار الثانی[2]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا کہ پیغمبری اور بادشاہی چاہتے ہیں یا پیغمبر اور بندہ ہونا تو آپ نے دوسری شق پسند فرمائی

واضح ہو کہ زہد انبیا کے صدق کا معیار ہے' دولت دنیا کے لئے بڑے بڑے عالم بھی علم فروشی اور ایمان فروشی کر سکتے ہیں مثلاً اکبر کے زمانہ میں دین الٰہی قائم کیا گیا تو ہندو عجم کے مقدسین و اکابر نے دولت دنیا کے لئے اس کو قبول کیا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کے دور اور اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کے عہد میں بڑے بڑے سرداروں نے اپنا خاندان چھوڑا' اپنی برادری ترک کر دی۔ دولت دنیا کو ٹھکرایا حتیٰ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی قطع تعلق کر لیا لیکن اس تعلیم الٰہی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تعلیم کے اس اعجاز کو مامور من اللہ ہونے کی دلیل تسلیم نہ کریں تو پھر کسی نبی کی نبوت کا اثبات کس طرح ہو سکے گا؟ قطع نظر اس کے دائرہ مہدویہ میں مولفۃ القلوب کا وجود ہی نہیں تھا۔ مولفۃ القلوب وہ ضعیف الایمان تھے جن کی تالیف قلوب رسول اللہ صلعم بحکم الٰہی سامان دنیوی سے فرماتے تھے کہ اس طرح یہ لوگ مومن راسخ اور مسلم کامل ہو جائیں گے۔ صاحب مدارج النبوۃ نے رسول اللہ صلعم کی سخاوت کے باب میں لکھا ہے کہ آپ نے حنین کے روز کچھ مولفۃ القلوب کو دیا۔

ظہور اثر جود و فتح باب کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در روز حنین زیادہ از حد حصر و قیاس بود بہر کدام از اعراب صد صد شتر و ہزار ہزار گوسفند داد' بیشتر عطائے او در این روز برائے مولفۃ القلوب بود کہ ضعیف الایمان بودند خواست کہ بمدد دنیا دین ایشاں را ثابت دارد[3]

رسول اللہ صلعم کے کرم اور سخاوت کا ظہور حنین کے روز بے اندازہ تھا ہر ایک اعرابی کو آپ سو سو اونٹ اور ہزار ہزار گوسفند دیئے اس دن آپ نے بیشتر مولفۃ القلوب کو دیا جو ضعیف الایمان تھے۔ آپ نے چاہا کہ دنیا کی مدد سے ان کے دین کو قائم رکھیں۔

یہ بیان کرنے سے ہمارا مقصد نہ تو اصحاب مہدیؑ کی فضیلت بتانی ہے اور نہ نعوذ باللہ من ذالک اصحاب رسول کی تنقیص کرنی ہے بلکہ مخالفین مہدویہ کے یہ امر ذہن نشین کرنا ہے کہ ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگ عالم' جاہل سپاہی' سرلشکر' کیوں دولت دنیا کو ٹھکراتے تھے اور دائرہ مہدویہ میں داخل ہوتے تھے۔ خراسان کے سفر میں اصحاب مہدی کو درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے سب کچھ منظور تھا' لیکن امام علیہ السلام سے جدائی منظور نہیں تھی۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۱ یہ روایت کی ہے۔

بندگی میاں یوسف مہاجر کبار حضور حضرت امام الابرار

بندگی میاں یوسف مہاجر کبار اس فقر و اضطرار اور کثرت

---

[1] اورینٹل کالج میگزین بابتہ ماہ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۹۔ [2] مواہب لدنیہ جزو اول صفحہ ۲۹۳۔ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۹ طبع نولکشور ۱۹۱۴ء۔

دراین فقر و اضطرار مشقت مسافرت بسیار نشستہ بودند باوجودیکہ
در ستر عورت یک فوطہ داشتہ و سر را رسنے بستہ و قوت برگ
درختاں بود ہر درختی کہ در راہ مقابل آمدہ بدو دست رسید برگہائے
آں گرفتہ چیزے خوردند و پائے را زخمی رسیدہ بود و شکم را جلندر
کہ از زحمت بزرگ میشود و مع ذلک آنحضرت را پرسیدند کہ میرانجی
آں وقت کجا است کہ در زمان ظہور ختم ولایت محمدیاں را
بسیار مشقت می شود حضرت میراں فرمودند کہ میاں یوسف
آں وقت ہمیں است لیکن قابلیت شما بزرگ است
بداں واسطہ شما را معلوم نمی شود۔

سفر کی مشقت سے امام الابرار کے حضور میں بیٹھ گئے تھے اگرچہ
انہیں ستر عورت کے لئے صرف ایک لنگ تھا اور ایک رسی سر
سے بندھی ہوئی تھی اور درختوں کے پتے غذا تھی جو درخت سامنے
آتا اس کے پتے لے کر کچھ کھاتے۔ ان کا پاؤں بھی زخمی تھا اور
شکم استسقا کی وجہ سے بڑھ جانے سے تکلیف تھی۔ اس کے
باوجود انہوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا میرانجی وہ وقت
کب آئیگا کہ خاتم ولایت کے ظہور کے زمانے میں محمدیوں کو بہت
مشقت اٹھانی پڑے گی۔ حضرت میراں نے فرمایا وہ وقت یہی ہے،
لیکن تمہاری قابلیت بڑی ہے، اس لئے تمہیں معلوم نہیں ہوتا۔

درختوں کے پتے کھانے سے اصحاب رسول کی باچھیں زخمی ہو جاتی تھیں لیکن رسول کریم سے جدائی منظور نہ تھی۔ ابن ماجہ میں معیشت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے ذیل میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

قال خطب بنا ابن غزوان علی المنبر
فقال لقد رایتنی سابع سبعة مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مالنا طعام فاکلہ الاورق
الشجر حتی ترحت اشداقنا[1]

کہا کہ ابن غزوان نے ہمیں منبر پر خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے اپنے آپ کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات اصحاب میں سے ساتواں
پایا ہمارے لئے کھانا نہیں تھا سوائے درختوں کے پتوں کے
یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں (پتے چبانے سے)

سخاوت

جود و سخاوت تو دنیاوی سلاطین بھی کرتے ہیں لیکن محتاجی کا خوف کئے بغیر سب کچھ دے دینا سوائے مامور من اللہ کے کسی سے نہیں ہوسکتا۔ مسلم نے باب سخا رسول اللہ صلعم میں موسیٰ ابن انس سے روایت کی ہے۔

فجاءہ رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع
الی قومہ فقال یا قوم اسلموا فان محمدا
یعطی عطا من لا یخاف الفقر۔

پس رسول اللہ صلعم کے پاس ایک شخص آیا آپ نے اس کو اتنی بکریاں دیں
جتنی دو پہاڑوں کے درمیان ہوتی ہیں جب وہ شخص اپنی قوم میں گیا تو کہا اے
لوگو تم مسلمان ہو جاؤ محمدؐ ایسے دینے والے ہیں انہیں محتاجی کا خوف نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ کے الفاظ آئے ہیں[2]
صاحب مواہب لدنیہ نے یہ روایت کی ہے۔

وفی المغازی الواقدی ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اعطی صفوان یومئذ وادیا ملوا

مغازی واقدی میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس دن صفوان
کو وادی بھر اونٹ اور بکریاں دیں پس صفوان نے کہا کہ میں گواہی

---

[1] سنن ابن ماجہ (طبع لاہور) جلد ثالث ص۳۷۱۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۹۵۔

ابلاونعما .فقال صفوان اشھد ماطابت بھذا الا نفس نبی[1]

دیتا ہوں کہ اس طرح کی سخاوت ذات نبی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

یومئذ اشارہ ہے یوم حنین کی طرف ۔ اس طرح عطا کرنے سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ دینے والے کو خداوند تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد ہوتا ہے آئندہ کی روزی کی اس کو کچھ فکر نہیں ہوتی، دوسرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دولتِ دنیا سے اس کو مطلق رغبت نہیں ہوتی علمائے امت نے جب ایسی سخاوت کو اثبات نبوت میں پیش کیا ہے تو ایسی ہی سخاوت سے مہدیت کا اثبات کیوں نہ ہوگا۔ احادیث صحاح کی توضیح کے ذیل میں اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ مانڈو نے جب خزانہ بھیجا تو آپ نے خزانہ ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جو اس کے ساتھ ساتھ آئے تھے ۔ اس کے بعد ایک دف نواز آیا تو آپ نے اس کے سوال کو رد نہیں کیا بلکہ ایک کروڑ محمودی کی تسبیح گز سے اٹھا کر اس کو دیدی اور جب میاں سلام اللہ نے عرض کی کہ میرا بچہ یہ تسبیح قیمتی تھی تو آپ نے فرمایا قل متاع الدنیا قلیل کوئی بے بہا چیز کسی بادشاہ یا وزیر کو نذر دی جاتی ہے تو دل کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن ایک معمولی سائل کو ایک بے بہا چیز دے دینا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ دولت دنیا آپ کی نظروں میں ہیچ تھی ۔ دعوئ مہدیت کے بعد امامنا مہدی علیہ السلام کی عمر کا ایک بڑا حصہ ہجرت میں گزرا ایک سے دوسرے ملک میں جانا پڑتا تھا وہ بھی اس زمانہ کا سفر، ایسی صورت میں آپ کو مال کی زیادہ احتیاج تھی اس کے باوجود خزانہ کا تقسیم کر دینا اور ایسی قیمتی تسبیح کا ایک دف نواز کو دے دینا سخاوت میں نظیر خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل ہے، یہ بھی واضح رہے کہ امامؑ کی سخاوت بے غرض بھی تھی اور بے عوض بھی۔

شجاعت

رسول اللہ صلعم کی شجاعت پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ غزوہ حنین کے دن کافروں کی تیر اندازی کی وجہ سے اصحاب رسول میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا اور بعض نے راہ فرار بھی اختیار کر لی تھی لیکن رسول اللہ صلعم اپنی جگہ سے ہٹے نہیں آپ خچر پر سوار تھے، ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب خچر کی لگام تھامے ہوئے کھڑے تھے[2] صاحب مواہب لدنیہ نے لکھا ہے۔

و فی البخاری من حدیث البراء وسالہ رجل من قیس أفررتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فقال لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفر الی آخرہ[3]

بخاری میں براءؓ سے مروی ہے، قبیلہ قیس کے ایک شخص نے ان سے سوال کیا کیا تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلعم کے پاس سے معذور ہو گئے ۔ پس اس نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمے رہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کو یہی شجاعت ورثہ میں ملی تھی، راے دلپت کی لڑائی کا اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے، راجہ کی کثیر فوج کے مقابلہ میں سلطان حسین شرقی کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور سلطان حسین نے امام علیہ السلام سے واپس ہو جانے کی درخواست کی لیکن آپ مع اپنی جماعت کے مقابلہ کے لئے اڑے رہے ۔ دشمن کی فوج نے ایک مست ہاتھی کو جس کی

---

[1] مواہب لدنیہ جزاول صہ ۳۰۹۔ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۵۰ (طبع ۱۹۱۴ء) [3] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزاول صہ ۲۰۳۔

سونڈ میں ایک بڑی بھاری آہنی زنجیر تھی مقابلہ میں رکھ کر سخت حملہ کر دیا حضرت مہدیؑ نے آگے بڑھ کر زور سے تیر چلایا تیر مستک میں سوفار تک گڑ گیا، ہاتھی نے منہ پھیر لیا اور دشمن کی فوج کو پراگندہ کر دیا۔ آخر رائے دلپت خود بڑھا اور تلوار کا وار کیا تلوار حضرت کے گھوڑے کی گردن پر پڑی لیکن کارگر نہ ہوئی پھر حضرت نے ایسا وار چلایا کہ تلوار کاٹتی ہوئی رائے دلپت کے سینے کے پار ہو گئی۔

اس کی تفصیل کتب سیر میں دی گئی ہے میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

لشکر اسلام منہزم شد مگر حضرت میرانؑ با سہ صد سیزدہ تن بجائے خود مستقیم بودند (ص ۲۵)

لشکر اسلام کو شکست ہوئی مگر حضرت مہدیؑ تین سو تیرہ اشخاص کے ساتھ اپنی جگہ مستقیم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں صاحب شرح عقائد نے یہ بھی پیش کیا ہے واقدامہ بحیث یحجم الابطال یعنی آپ کی پیش قدمی ایسی تھی کہ بہادروں کو بھی روک دیتی (ملاحظہ ہو سراج الابصار ص ۱۶۸) امامنا مہدی علیہ السلام بھی صحیح معنی میں اس کا مصداق ہیں۔

صبر

رسول اللہ صلعم کو اذیت دی گئی لیکن آپ نے انتہائی صبر سے کام لیا، مدارج النبوۃ میں یہ روایت آئی ہے۔

ہمچنیں دعا کرد آنحضرت بر آں جماعت اشقیا کہ انداختند شکنبۂ شتر بر پشت وے [1]

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے اس جماعت اشقیا کے لئے دعا فرمائی جنہوں نے اونٹ کا شکنبہ (اوجڑی) آپکی پشت پر ڈال دیا تھا۔

مواہب لدنیہ میں مذکور ہے۔

رواہ البخاری من حدیث انس بلفظ کنت امشی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ برد نجرانی غلیظ الحاشیۃ فادرکہ اعرابی فجبذ بردائہ جبذۃ شدیدۃ قال انس فنظرت الی صفحۃ عاتقہ وقد اثرت حاشیۃ البرد من شدۃ جبذتہ ثم قال یا محمد مر لی من مال اللہ الذی عندک فالتفت الیہ فضحک ثم امر لہ بعطاء [2]

بخاری میں حضرت انسؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کا حاشیہ کھردرا تھا پس ایک اعرابی نے آپ کو پایا پس اس نے ردائے مبارک زور سے کھینچی انسؓ نے کہا پس میں رسول اللہ صلعم کی گردن مبارک دیکھی تحقیق کہ حضرت کی گردن میں زور سے کھینچنے کے باعث نشان پڑ گیا تھا، پھر اس نے کہا یا محمدؐ دلائے مجھے اللہ کے اس مال سے جو آپ کے پاس ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب مڑے اور اس کو دینے کے لئے حکم فرمایا۔

حاصل یہ کہ کفار نے جو اذیت پہنچائی رسول اللہ صلعم نے اس کو برداشت کیا اگرچہ آپ کی شجاعت کا لحاظ کرتے اس کی

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۷ (طبع نولکشور) [2] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزء اول صفحہ ۲۹۱۔

مدافعت اور اس کی تنبیہ دشوار نہ تھی، یہ سب کچھ تبلیغ دین کے لئے کیا گیا اور امت کو تعلیم دی گئی کہ حق کے لئے حالات کے لحاظ سے اس طرح تکلیفیں برداشت کرنا ضروری ہے۔ صاحب مطلع الولایت نے باب ہفتم میں قندھار کے واقعات میں یہ روایت کی ہے۔

مردمان از جانب شہ بیگ آمدہ گفتند کہ شہ بیگ طلبیدہ است حضرت فرمودند ما می آئیم باز مردمان بسیار سجدہ شدہ آمدند و گوشۂ کمر بند بدست گرفتند و گفتند برخیز مرزا طلبیدہ است می آئیم می آئیم چہ زود بیائید دراں اثنا حضرت بامر اللہ برخاستند و چند قدم پا برہنہ رفتند کسے از نقیبان گفت کہ نعلین میریابید حضرت فرمودند چہ عیب است ہزار میل راہ برائے خدا تعالیٰ بندہ پا برہنہ بیاید۔

شہ بیگ کے آدمی آئے اور کہا کہ شہ بیگ نے بلایا ہے، حضرت نے فرمایا ہم آتے ہیں، لوگوں نے بہت اصرار کیا اور آنحضرت کے کمر بند کا گوشہ پکڑ لیا اور کہا کہ اٹھئے مرزا نے طلب کیا ہے۔ آتا ہوں آتا ہوں کیا معنی جلد آیئے اس وقت آنحضرت بامر اللہ اٹھے اور چند قدم برہنہ پا گئے، نقیبوں میں سے ایک نے کہا کہ میرے کے نعلین لاؤ۔ حضرت میراںؑ نے کہا اس میں کیا حرج ہے ہزار میل راستہ ہو تو بھی بندہ خدا کے لئے پا برہنہ آتا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ سینکڑوں جانباز اور جان نثار تھے اس کے باوجود آپ نے نہ تو مقابلہ کیا اور نہ مدافعت کی، ردا کھینچنے والے کو رسول اللہ صلعم نے مال عطا کیا اور کمر بند پکڑ کر کھینچنے والے سے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کیلئے اگر ہزار میل برہنہ پا چلنا ہو بھی تو ہم چلتے ہیں۔ اذیت پر صبر کرنا نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔

تسلیم

امام مہدی علیہ السلام نے قیام مانڈو کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے عرس کی تقریب میں غربا و مساکین کو کھلانے کیلئے پخت کا انتظام فرمایا تھا۔ قیلولہ کا وقت آیا تو پخت کا اہتمام بندگی میاں سید محمودؓ کے ذمہ کر کے قیلولہ کے لئے تشریف لے گئے، بندگی میاں سید محمودؓ اپنے چھوٹے بھائی بندگی میاں سید اجملؓ کو گود میں لئے ہوئے دیگدان کے قریب کھڑے ہوئے تھے قضارا یہ چولھے کی آگ میں گر گئے اور جاں بحق تسلیم ہوئے آپ کی عمر بروایتے چھ ماہ اور بروایتے اٹھارہ ماہ تھی۔ بندگی میاں سید محمودؓ اس واقعہ سے اندوہگین ہو کر حجرہ میں بیٹھ گئے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔ میاں عبدالرحمنؓ نے مولود میں یہ روایت کی ہے۔

میراں سید محمود از ایں واقعہ جانکاہ بسیار غمناک و اندوہگین شد در حجرہ بر خود بستہ بحال زاری نشستند حضرت میراں خبر یافتہ بطرف حجرہ میاں سید محمودؓ روان شدہ پیش خود طلب فرمودہ فرمودند کہ چرا غمگین و دلگیر گشتید، اگرچہ سید اجمل زندہ بماندے بمقام شما رسیدے۔

میراں سید محمودؓ اس حادثہ جانکاہ سے اتنے غمگین ہوئے کہ اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور زاری میں بیٹھ گئے حضرت میراںؑ کو اس کی خبر ہوئی تو سید محمودؓ کے حجرہ کی طرف پہلے گئے۔ اپنے پاس بلا کر کہا کہ کس لئے غمگین اور دلگیر ہوتے ہو اگر سید اجمل زندہ رہتے تو تمہارے مقام کو پہونچتے

اس واقعہ کا ذکر مولف ہدیہ نے بطور طنز کیا ہے حالانکہ حدیث صحاح میں یہ آیا ہے۔ صاحب الحریق شہید ہے۔

صاحب آتش شہید ہے۔

یعنے وہ جو ناگہانی طور پر آگ میں گر کر جل جائے شہید ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس المناک موت پر امام ناطق علیہ السلام کو عام انسانوں کی طرح کسی قسم کا ملال نہیں ہوا بلکہ آپ نے اپنے فرزند بندگی میاں سید محمودؓ کو ہی تسلی دی۔

شفقت

صاحب مدارج النبوت نے لکھا ہے۔

شارع را میرسد کہ قبائح و معائب کہ در امت بہ بیند و بیابد اظہار کند و مردم را بر آں اطلاع بخشد و ایں از باب نصیحت و شفقت است [1]

شارع کے مناسب حال یہ ہے کہ امت میں جو معائب اور برائیاں ہوں ان کو ظاہر کر دے اور لوگوں کو اس سے مطلع کرے اور یہ از قبیل نصیحت اور شفقت ہے۔

مشفق کے معنی ہیں ڈرنے والا، مشفق کو مہربان اس لئے کہتے ہیں کہ جس پر وہ مہربان ہوتا ہے اس کے باب میں یہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس کو ضرر نہ پہنچ جائے اور خلیفۃ اللہ شفیق ہونے کی وجہ سے یہ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ امت حق سے غافل رہے اور اس کو نقصان پہنچے۔ خداوند تعالیٰ رسول اللہ صلعم کے متعلق فرماتا ہے۔ حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم یعنی رسول اللہ حریص ہیں تم پر مومنین پر مہربان اور بخشنے والے ہیں۔ حریص علیکم کے معنی حریص علی ایمانکم لئے جائیں یا علی ھدایتکم ہر دو صورت میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ اس امر میں حریص تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعلیم دین سے مستفید ہوں اور یہ شفقت کی وجہ سے تھا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اخوک من حذرک لا من غرک یعنی تیرا بھائی وہ ہے جس نے تجھے ڈرایا نہ کہ وہ جس نے تجھے دھوکے میں رکھا۔ صحیح مسلم میں تحذیر کی حدیثیں شفقت کے عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق کو راہ ہدایت اختیار کرنے کے لئے ڈرانا بھی بربنائے شفقت ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام میں یہ امر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ذیل میں چند روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) صاحب انصاف نامہ نے روایت کی ہے۔

بعد ازاں سوال کردند کہ شما آیت رحمت در جا کثر بیان میکنید و آیت خوف و قہر بیشتر بیان میکنید بندہ ناامید می شود فرمودند کہ نبی علیہ السلام فرمودہ است اخوک من حذرک لا من غرک (باب پنجم)

اس کے بعد ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ رحمت اور رجا کی آیتیں کم بیان کرتے ہیں اور خوف و قہر کی آیتیں زیادہ بیان کرتے ہیں۔ بندہ ناامید ہو جاتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے اخوک من حذرک لا من غرک

(ب) نقل است از میاں شیخ محمد کبیر کہ مہاجر مہدی بود نزدیک روز ایں بندہ باجری میکوفت حضرت میراں بر سر ایں بندہ آمدند و فرمودند کہ چہ کار میکنید گفتم میرا بکی باجری کوفتہ میگنم

روایت کی گئی ہے میاں شیخ محمد کبیرؓ سے جو مہاجر مہدی تھے کہ ایک دن میں باجری کوٹ رہا تھا حضرت میراںؑ میرے پاس تشریف لائے فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو میں نے کہا میرا بکی میں باجری کوٹ رہا ہوں

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۹ (طبع نولکشور)

فرمودند اگر (از) یک مشت دانہ دادن ایں کار می شود و قت را ضائع نباید کرد یک مشت بدہید و خود بہ یاد خدائے تعالےٰ باشید (باب یازدہم)

فرمایا اگر ایک مٹھی بھر باجری دینے سے یہ کام ہو جاتا ہے تو وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے مٹھی بھر باجری دو اور خود یاد خدا میں رہو۔

(ج) نقل است از میاں بھائی کہ حضرت میراں دو سہ بار آمدند و دیدند کہ برادران دو کس یک جا نشستہ اند فرمودند کہ شما چہ نشستہ اید برادران عرض کردند کہ میرا بجی چیزے حکایت دینی میکنیم حضرت میراں فرمودند کہ اے بھائیو ذکر خدائے را نخواہید یافت جز ذکر (انصاف نامہ باب یازدہم)

میاں بھائیؒ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت میرانؒ دو تین مرتبہ تشریف لائے دیکھا کہ دو برادران دینی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا کہ تم کیا بیٹھے ہو۔ برادرون نے عرض کی میرا بجی کچھ دینی حکایت بیان کر رہے ہیں حضرت میراں نے فرمایا اے بھائیو ذکر کے سوا خدا کو نہ پاؤ گے۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح امام مہدی علیہ السلام بھی حریص تھے کہ خلق خدا راہ خدا سے نہ بھٹکے۔ اور زیادہ سے زیادہ ہدایت پائے۔

حلم

صاحب مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے کہ زید بن سعنہ نامی ایک یہودی جو رسول اللہ صلعم کے حلم کا امتحان کرنے کے بعد اسلام سے مشرف ہوا۔ مواہب لدنیہ کی عبارت یہ ہے۔

فقلت یا عمر کل علامات النبوۃ قد عرفتھا فی وجہہ رسول اللہ صلعم حین نظرت الیہ الا اثنتین لم اخبرھما لیسبق حلمہ جھلہ ولا تزیدہ شدۃ الجھل الا حلما فقد خبرتھما فاشھدک انی قد رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا ومحمد نبیا[1]۔

پس زید بن سعنہ نے کہا اے عمر میں نے جب رسول اللہ صلعم پر نظر ڈالی تو نبوت کی تمام علامتیں آپ کے چہرۂ مبارک میں پائیں مگر دو علامتیں جن کی جانچ نہ کر سکا، آپ کا حلم جہل سے بڑھا ہوا ہے اور جہل کی شدت آپ کے حلم کو اور بڑھاتی ہے پس میں ان دونوں کی تو جانچ کر چکا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کو اپنا پروردگار اسلام کو اپنا دین اور محمدؐ کو اپنا نبی مانا۔

حلم جب دلیل نبوت ہو سکتا ہے تو دلیل ہدایت کیوں نہ ہو۔ صاحب انصاف نامہ نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ یک خراسانی برائے آزمودن حلم حضرت میراں علیہ السلام آوند شراب در آستین خود آورد و بعضے کساں عرض کردند اگر رضائے خوند کار باشد آوند ایں شکنیم بعدہ میراں فرمودند شما ایں چنیں فہم کردید ایں مستی شراب بعد از دو ساعت دور خواہد شد پیش ایں بندہ مستان دنیا می آیند اگر اشتہ

روایت کی گئی ہے کہ ایک خراسانی میراں علیہ السلام کا حلم آزمانے کیلئے شراب کا شیشہ آستین میں لئے ہوئے آیا بعض اصحاب نے عرض کی اگر حضرت کی اجازت ہو تو اس کا شیشہ توڑ دیں۔ میراں علیہ السلام نے فرمایا تم اس طرح سمجھے ہو یہ شراب کی مستی دو گھڑی کے بعد دور ہو جائے گی۔ اس بندہ کے آگے مستان دنیا آتے ہیں

---

[1] المواہب الدنیہ (طبع مصر) جزو اول صفحہ ۳۹۱ [2] پس راضی ہوا میں اللہ سے جو میرا رب ہے اور اسلام سے جو میرا دین ہے اور محمدؐ سے جو میرے نبی ہیں۔

میروند) | اور مستی کو چھوڑ جاتے ہیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بعض اصحاب مہدی اس خراسانی کو اس حالت میں دیکھکر ظرف شراب توڑنا چاہتے تھے لیکن مہدی علیہ السلام نے ظرف شراب کو توڑنے کے عوض اس کے شیشۂ دل پر ضرب لگانی چاہی تاکہ وہ میخوارگی بالکل تائب ہو جائے۔

عفو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کے باب میں صاحب مواہب لدنیہ نے یہ لکھا ہے۔

ومن ذلك انه عليه السلام لم يواخذ لبيد بن الاعصم اذا سحرہ وعفا عن اليهودية التى سمت فى الشاة[1]

منجملہ ان روایتوں کے جن کا تعلق رسول اللہ صلعم کے عفو سے ہے ایک درگذر کرنا ہے۔ لبید بن اعصم یہودی سے جس نے آپ پر جادو کیا تھا اور اس یہودی عورت سے جس نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا تھا۔

شہر فراہ کے قاضی نے حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پر ظلم کیا تھا یعنی کوتوال شہر کو حکم دیا تھا کہ ان کا مال چھین لے اور انہیں قید کردے، کوتوال شہر نے اسلحہ اور سامان بہ جبر و تشدد حاصل کر لیا اور دوسرے دن وہ انہیں قید کرنا چاہتا تھا لیکن بے سروسامان پاکر یہ خیال کیا کہ ابھی گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے کل گرفتار کر کے قید کر دیں گے' پھر واپس چلا گیا۔ سرور خاں امیر فوج نے رات کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلعم فرما رہے ہیں کہ تیری ولایت میں میرے فرزند پر اتنا ظلم و جور ہوا ہے اسی وقت اس کے پیٹ میں درد اٹھا' صبح ہوتے ہی کوتوال شہر سے واقعات دریافت کئے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پانی کا الش[2] حاصل کر کے شفا پائی جب اس نے مافات کی تلافی چاہی تو آپ نے قاضی سے تعرض نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا۔

پیش ما بجز خدا ہیچ نیست کہ آن تلف شود و آن ہرگز تلف نہ شود (حجۃ المنصفین)

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں سوائے خدا کے کچھ نہیں ہے جو تلف ہوتا اور وہ ہرگز تلف نہ ہوگا۔

یہ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے" الانبیاء لا یشھدون ملکا مع اللہ اس کے ذیل میں مولف تحفہ اثنا عشریہ نے یہ لکھا ہے۔

ہر چیز را کہ در دست ایشاں افتد عاریۃ خدامی دانند (صـ۲۴۴)

ہر اس چیز کو جو ان کے ہاتھ آتی ہے خدا کی عاریت جانتے ہیں۔

سرور خاں امیر فوج آپ کا معتقد ہو چکا تھا آپ چاہتے تو قاضی سے انتقام لے سکتے تھے باوجود قدرت کے عفو کرنا آپ کے صدق کی دلیل ہے۔

---

[1] ۱۲ واہب الدنیہ جزء اول صفحہ ۲۹۳۔ [2] پس خوردہ

توکل

مسلم نے باب توکل رسول اللہ صلعم کے ذیل میں حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ روایت کی ہے۔

قال غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ قبل نجد فادرکنا رسول اللہ صلعم فی واد کثیر العضاۃ فنزل رسول اللہ صلعم تحت شجرۃ فعلق سیفہ بغصن من اغصانھا قال وتفرق الناس فی الوادی یستظلون بالشجر قال فقال رسول اللہ ان رجلا اتانی وانا نائم فاخذ السیف فاستیقظت وھو قائم علی راسی فلم اشعر الا والسیف صلتا فی یدہ فقال لی من یمنعک منی قال قلت اللہ ثم قال فی الثانیۃ من یمنعک منی قلت اللہ فشام السیف فھا ھو ذا جالس ثم لم یعرض لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نجد کی طرف جنگ کی ایک ایسی وادی میں جہاں خاردار درخت کثرت سے تھے رسول اللہ صلعم نے ہم کو پایا اور ایک درخت کے نیچے اتر پڑے اور درخت کی ایک ڈالی سے اپنی تلوار آویزاں کر دی، راوی کہتے ہیں کہ لوگ وادی میں پھیل گئے درختوں کے نیچے سایہ لینے کے لئے۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ایک آدمی میرے پاس آیا اور میں سو رہا تھا اس نے تلوار لے لی پس میں بیدار ہوا اور وہ میرے سرہانے کھڑا ہوا تھا میں نے کچھ بھی محسوس نہیں کیا مگر یہ کہ تلوار اس کے ہاتھ میں کھنچی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا "مجھ سے تجھے کون بچائیگا"۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا "اللہ تعالیٰ" آپ نے فرمایا کہ اس نے تلوار نیام میں رکھدی تو یہی وہ شخص ہے جو بیٹھا ہوا ہے، پھر رسول اللہ صلعم نے اس سے تعرض نہیں فرمایا۔

صاحب مشکوٰۃ نے بھی یہ حدیث باب التوکل والصبر کے ذیل میں درج کی ہے[1]

اسی طرح فرآہ کے واقعات میں مذکور ہے کہ میر ذوالنون نے کہا کہ امام مہدیؑ کی علامت یہ ہے کہ تلوار ان پر کارگر نہ ہوگی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تلوار کا کام کاٹنا ہے، آگ کا کام جلانا ہے اور پانی کا کام غرق کرنا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مہدی پر کوئی قادر نہ ہوگا، اس کے بعد آپ نے اپنی تلوار میر ذوالنون کو دی اور کہا کہ آزما لو۔

میاں عبدالرحمٰنؓ نے مولود میں یہ روایت کی ہے۔

شمشیر خود پیش او بداشتند میر ذوالنون شمشیر برداشتہ برخاست و دست بالا کرد دستش سیخ شد پس بدست دیگر گرفت و برداشت آں نیز سیخ شد۔

مہدی علیہ السلام نے اپنی تلوار اس کے سامنے رکھ دی میر ذوالنون تلوار لے کر اٹھا اور ہاتھ اٹھایا اس کا ہاتھ سیخ ہوگیا یعنی اکڑ گیا پس تلوار دوسرے ہاتھ میں لی اور ہاتھ اٹھایا وہ بھی سیخ ہوگیا۔

اس کے بعد مذکور ہے کہ میر ذوالنون بیہوش ہو کر گر پڑا مہدی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہشیار کیا اس کے بعد

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰۔

اس نے تین مرتبہ کوشش کی پھر تواضع اور ادب سے مہدی علیہ السلام کے سامنے تلوار رکھدی اور آپ کی مہدیت کی تصدیق کی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اللہ پر توکل کر کے میر ذوالنون کے ہاتھ میں تلوار دیدی تھی۔

حسنِ معاشرت

صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

طبری ذکر کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در سفر بود و امر کرد اصحاب را باصلاح گوسفندے پس برخاست مردے از اصحاب و گفت برمن است ذبح آن و دیگرے گفت برمن است سلخ و دیگرے برخاست کہ برمن است طبخ پس آنحضرت گفت بزن است ہیمہ گرد آوردن[1]

طبری نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سفر میں تھے صحابہ کو حکم دیا کہ ایک گوسفند حلال کریں ایک صحابی اٹھے اور کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے دوسرے نے کہا اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ ہے تیسرے نے کہا میں اسے پکاتا ہوں پس رسول اللہ نے فرمایا جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ ہے۔

اس روایت سے رسول اللہ صلعم کی فطری بے تکلفی اور حسن معاشرت ثابت ہوتا ہے آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے اصحاب میں ممتاز اور ممیز بیٹھیں۔ امامنا مہدی علیہ السلام کے حسن معاشرت کی بھی یہی حالت تھی، صاحب شواہد الولایت نے باب سیزدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ روزے حضرت امام برائے غسل در جوی احمد آباد سابہرمتی می رفتند۔ یک شخص اجنبی غیر آشنا دیدند کہ در جوی بود و او را فرمودند بنشین پشت ما بمال آن کس آمدہ پشت مبارک بمالید۔ انگہ حضرت میر اں فرمودند کہ تو بنشین ما ہم پشت تو بمالیم چونکہ دست مبارک بر پشت او انداخت ہماں وقت جذبہ حق در ربود و پردہ از پیش او برخاست عالم مغایبات معائنہ شد۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک روز امام علیہ السلام نہانے کیلئے احمد آباد کی ندی یعنی سابرمتی جا رہے تھے۔ ایک اجنبی شخص کو ندی میں دیکھا وہ جان پہچان کا نہ تھا۔ فرمایا آؤ اور بیٹھ ہماری پیٹھ مل وہ شخص آیا اور آپ کی پشت مبارک کو ملتا رہا۔ اس کے بعد میر اں نے فرمایا تو بیٹھ ہم بھی تیری پیٹھ ملتے ہیں۔ جب آپنے دست مبارک اس کی پیٹھ پر رکھا تو اس وقت جذبہ حق نے اس کو بیخود کر دیا۔ اس کی نظروں کے سامنے سے پردہ اٹھ گیا اور عالم غیب اس کو نظر آ گیا۔

حاشیہ شریف میں بھی اسی مضمون کی روایت آئی ہے (صـ ۲۷۹)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ معاشری حیثیت سے حضرت مہدی علیہ السلام اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کے سامنے آکر تو حکام اور سلاطین بھی متاثر ہو جاتے تھے لیکن آپ اس بات پر راضی ہو جاتے ہیں کہ ایک اجنبی شخص کی پیٹھ ملیں اس لئے کہ اس اجنبی شخص نے بھی آپ کی پیٹھ ملی تھی۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۲۔

کسر نفسی

مسلم نے ابوہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامۃ[1]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سید ہوں گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم قیامت کے دن اولادِ آدمؑ کے سردار ہوں گے اس کے باوجود آپ سے متعلق مسلم نے انسؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال جاء الرجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا خیر البریہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاک ابراھیمؑ[2]۔

کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کی طرف آیا اور کہا اے بہترین خلایق، پس آپ نے فرمایا وہ یعنی ابراہیمؑ بہترین خلایق ہیں۔

رسول اللہ صلعم کی دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت تو افضل الانبیاء کی تھی، اس مناسبت سے آپنے فرمایا کہ میں سید اولادِ آدمؑ ہوں، دوسری حیثیت اولادِ ابراہیمؑ کی ہے، اس لحاظ سے آپنے اپنے جد اعلیٰ کو بہترین خلائق فرمایا ہے۔

محدثین نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابوت (پدری) آپکے پیش نظر تھی۔

میاں عبدالرحمٰن نے "مولود" میں امام علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودہ اند کہ ہر چہ خدائے تعالیٰ بہ محمدؐ داد و ہر چہ بہ من داد بہ محمدؐ داد نہ قبل محمدؐ کسی را داد و نہ بعد او نہ پس بندہ کسی را دادہ شود (صہ ۸)

حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے محمدؐ کو دیا مجھے دیا اور جو کچھ مجھے دیا محمدؐ کو دیا، نہ محمدؐ سے پہلے کسی کو دیا تھا اور نہ بندہ کے بعد کسی کو دیا جائے گا۔

اس کے باوجود بندگی شاہ برہان نے امام علیہ السلام سے متعلق یہ روایت بھی کی ہے۔

نقل است کہ حضرت امامؑ فرمودند کہ بسیار مشقت کردہ می شود کہ لائق صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شویم (دفتر دوم رکن ششم باب اول)

منقول ہے کہ حضرت امامؑ نے فرمایا کہ بہت مشقت کی جاتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے صدقہ کے لائق ہو جائیں۔

امام علیہ السلام کی بھی دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت تو مہدی خلیفۃ اللہ اور ہم خلق رسول اللہ کی تھی، اسی مناسبت سے آپنے فرمایا کہ جو محمدؐ کو دیا گیا مجھے بھی دیا گیا۔ دوسری حیثیت آل نبی کی ہے، اس لحاظ سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کے صدقہ کے قابل ہونے کے لئے آپ مشقت کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام کے پیش نظر بھی رسول اللہ صلعم کی ابوت (پدری) تھی۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صہ ۴۶۶۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صہ ۹۳

حاصل یہ کہ مذکورہ روایتیں رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کی کسر نفسی پر دلالت کرتی ہیں۔
مولف ہدیہ نے یہ روایت پیش کی ہے۔
"حضرت نے فرمایا جب کہ ہم مشقت زیادہ کرتے ہیں تو برابر ان کے ہوتے ہیں"[1]
یہ روایت شاہ برہان کی لائی ہوئی روایت سے کسی قدر مختلف ہے۔
بہر حال اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ منصب ہدیت اور منصب خلافت الٰہی مشقت کے ذریعہ حاصل کیا گیا۔
ظاہر ہے کہ مشقت کر کے برابر ہونے سے حصول ثواب میں برابر ہونا مراد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔
حدیث یہ ہے۔

یا عائشہ اولوا العزم از پیغمبران و برادران من پیش از من رفتند و از حق تعالیٰ کرامت ہا یافتند بترسم کہ اگر من تنعم کنم درجۂ من از ایشاں کمتر باشد[2]

اے عائشہ اولوا العزم پیغمبروں اور میرے بھائیوں میں سے مجھ سے پہلے گئے ہیں اور حق تعالیٰ سے بزرگی پائی میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں تن آسانی میں بسر کروں تو میرا درجہ ان سے کمتر ہو جائے گا۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دوسرے انبیاء کے برابر ہونے کے لئے تن آسانی میں اپنی زندگی بسر نہیں فرمائی اس سے یہ استدلال کرنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلعم تن آسانی میں بسر نہ کر کے منصب نبوت حاصل کرنا چاہتے تھے
معترض کی پیش کردہ نقل کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہم مشقت کرتے ہیں تاکہ ثواب میں رسول اللہ صلعم کے برابر ہو جائیں۔
جیسا کہ رسول اللہ صلعم سختیوں پر صبر فرما کر ثواب میں دوسرے انبیاء کے برابر ہونا چاہتے تھے۔
مذکورہ روایت کی تائید مدارج النبوۃ کی روایت سے ہوتی ہے۔

پس می گفت آنحضرت اے عائشہ چہ کار است مرا با دنیا و چہ می کنم من دنیا را برادران من کہ اولوالعزم از رسل اند صبر کردند بر آنچہ سخت تر ازیں است پس گزشتند بہ حال خود و قدوم آوردند بہ پروردگار خود پس بزرگ داشت خدا بازگشت ایشاں را و بسیار کرد ثواب ایشاں را پس می یابم من خود را کہ شرم می دارم کہ تن آسانی کنم در زندگانی خود پس جدا شدنی شوم من فردا از ایشاں[3]

پس آنحضرت فرماتے تھے کہ اے عائشہ مجھکو دنیا سے کیا کام ہے اور میں دنیا کو کیا کروں میرے بھائیوں نے جو رسولوں میں اولوالعزم ہیں صبر کیا اس پر جو اس سے زیادہ سخت ہے پس وہ اپنے حال سے گزر گئے اور اپنے پروردگار کے پاس آئے پس خدا نے ان کی بازگشت کو مکرم گردانا اور زیادہ کیا ان کے ثواب کو پس پاتا ہوں میں خود کو کہ اپنے زندگی میں تن آسانی کرنے سے شرم کرتا ہوں پس جدا کیا جاؤں میں کل ان سے۔

---

[1] ہدیہ حمیدیہ صفحہ ۱۶۵ - [2] کیمیائے سعادت رکن سوم اصل دوم (طبع نولکشور ۱۲۵۱ھ) صفحہ ۲۷۱ [3] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۵۹

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ رسولان اولو العزم نے سختیوں پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ثواب کو زیادہ کیا، رسول اللہ صلعم نے بھی انہی کی طرح عمل فرمایا ہے اور آپ ہی کی اتباع میں امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم مشقت کر کے رسول اللہ کے برابر ہوتے ہیں۔ ثواب میں جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے ثواب میں دوسرے انبیاء کے برابر ہونے کیلئے سختیوں پر صبر فرمایا ہے، امام علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کے برابر ہونا جو فرمایا ہے تو وہ خلیفۃ اللہ ہم خلق رسول اللہ کی حیثیت سے ہے اور صدقۂ رسول اللہ کے لائق ہونا جو بیان فرمایا ہے وہ آل رسول کی حیثیت سے ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے اولاد ابراہیمؑ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابراہیمؑ کو بہترین خلائق فرمایا ہے۔

غرض یہ روایتیں رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کی کسر نفسی پر دلالت کرتی ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کا مشقت کرنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق تھا۔

فاذا فرغت فانصب (الانشراح)	جب تم فارغ ہو جاؤ (تبلیغ سے) تو محنت کرو (عبادت میں)

مزاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کے باب میں یہ امر مسلم ہے کہ وہ مبنی برحقیقت ہوتا تھا۔ ترمذی اور ابو داود نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔

ان رجلا استحمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی حاملک علی ولد ناقۃ فقال ما اصنع بولد الناقۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھل تلد الابل الا النوق[1]	ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے سواری مانگی رسول اللہؐ نے فرمایا میں تجھے ناقہ کے بچہ پر سوار کراتا ہوں اس شخص نے کہا ناقہ کے بچہ کو لیکر کیا کروں پس رسول اللہ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ کے سوا کون جنتا ہے (یعنی ہر اونٹنی ناقہ کا بچہ ہی ہوتا ہے)

ملا معین الدین پٹنی کے احوال میں مذکور ہے کہ اپنے شاگردوں کو سوالات مرتب کر کے دیتا اور جب وہ حضرت مہدی علیہ السلام کی مجلس بیان قرآن میں آتے تو ان کے شبہات حضرت کے بیان کے ضمن میں حل ہو جاتے حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اس نے کبھی جرات نہیں کی، ایک دن امامنا مہدی علیہ السلام راستہ سے گزر رہے تھے کسی نے کہا یہ ملا معین الدین استاد شہر کا گھر ہے۔ آپ نے ملنے کیلئے اطلاع کرائی تو ملا معین الدین نے یہ کیا۔

بر دیوار سوار شدہ گویا نید کہ ملا ہمیں زماں سوار شد اند، درون خانہ نیستند۔ فرمودند بر چوں مرکب سوار شدہ اند کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید (مولود میاں عبدالرحمٰن)	ملا معین الدین نے دیوار پر سوار ہو کر کہلا بھیجا کہ ملا معین الدین سوار ہو کر گئے ہیں۔ گھر میں نہیں ہیں مہدی علیہ السلام نے فرمایا وہ ایسے مرکب پر سوار ہوئے ہیں جو منزل کو نہیں پہونچیگا۔

شواہد الولایت میں اس طرح مذکور ہے۔

چونکہ آنحضرت شنیدند تبسم کردہ فرمودہ کہ برچنیں	جب آنحضرت نے سنا تو تبسم کر کے فرمایا ایسے مرکب پر سوار

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۸۸

مرکب سوار اند کہ بہ منزل نمی رسد (باب۱۰) ہیں جو منزل تک نہیں پہونچیگا۔

تعلیم امن

حضرت مہدی علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ تلوار کے زور سے دین مہدی کی تبلیغ ہو' میر ذوالنون حاکم فراہ نے آپ کی تصدیق کرنے کے بعد کہا۔

مصدق ایں مہدی و نوکر و ناصر مہدی و غلام مہدیم ہر جا کہ تیغ زدنی باشد تیغ بزنم و مخالفان مہدی را بکشم حضرت فرمودند تیغ بر نفس خود بزن کہ در گمراہی تیغ گند ناصر مہدی و کسان مہدی خدائے است

(مولود میاں عبدالرحمن)

میں مہدی کا مصدق ہوں انہیں کا نوکر' ناصر اور غلام ہوں جہاں تلوار چلانے کی ضرورت ہوگی وہاں تلوار چلاؤں گا اور مخالفین مہدی کو قتل کروں گا حضرت نے فرمایا کہ اپنے نفس پر تلوار چلاؤ تاکہ تمہیں گمراہ نہ کرے مہدی اور مہدی کے لوگوں کا ناصر خدا ہے۔

اس لئے دین مہدیؑ کی تبلیغ بیان قرآن سے ہوئی تلوار کی دھار سے نہیں۔

اپنے نفس پر لعنت بھیجی جائے

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہے کہ امامؑ نے میر ذوالنون کو اپنے نفس پر تلوار چلانے کی تعلیم دی ہے' اسی طرح آپ نے اپنے اصحاب کو یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ اپنے اپنے نفس پر لعنت بھیجیں جیسا کہ حاشیہ شریف میں مروی ہے۔

حضرت میراں را برادراں عرض کردند بر یزید لعنت فرستادن چوں است میراں فرمودند بر نفس خود لعنت بفرستید کہ نفس شما را خوار میکند و ہر یکی را نفس دشوار است ص ۱۳۵ ع ۱۳۶

حضرت مہدی کے صحابہ نے عرض کی کہ یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے مہدیؑ نے فرمایا کہ اپنے نفس پر لعنت بھیجو کیوں کہ نفس تم کو ذلیل کرتا ہے اور ہر ایک کے لئے نفس مشکل ہے۔

اتباع شریعت

آپ کی عمر اتباع شریعت میں گزری یہاں صرف چند مثالیں دی جاتی ہیں۔ جونپور سے ہجرت کرنے سے پہلے کئی سال آپ کو جذبہ رہا اس زمانہ میں بھی فرائض آپ سے ترک نہیں ہوئے۔

(الف) میاں عبدالرحمن نے مولود میں لکھا ہے۔

در آں وقت آنحضرت را چناں حال غالب آمد کہ ایں عالم ہیچ آگاہی نماند چنانچہ تا مدت ہفت سال ہمیں حال بود دیگر نماز و روزہ فرض ادا کردے۔

اس وقت آنحضرت پر ایسا حال غالب آیا کہ اس عالم کی کچھ خبر نہ رہی۔ چنانچہ سات سال تک یہی حال تھا۔ با ایں ہمہ نماز اور روزے جو فرض ہوتے ادا کرتے تھے۔

مطلع الولایت کی فصل سوم میں یہ روایت آئی ہے۔

گاہی انچہ فرائض حق تعالیٰ است فوت نشدہ دیک ذرہ خلاف شرع صدور نیافتہ۔

کبھی فرائض الٰہی آپ سے فوت نہیں ہوئے اور ذرہ برابر آپ سے شرع کا خلاف نہیں ہوا۔

(ب) ہزاروں میل کا آپ نے سفر کیا کام صرف تبلیغ تھا سخت سے سخت مواقع پیش آئے لیکن کبھی تین دن سے زیادہ ضیافت قبول نہیں فرمائی۔ میاں عبدالرحمٰن رضؓ نے فراہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ سردر خاں حاکم فوج نے آپ کی مہمانی کی لیکن آپ نے تین دن سے زیادہ قبول نہیں فرمایا۔ میاں عبدالرحمٰن رضؓ کے الفاظ یہ ہیں۔

"بسیار مہمانی فرستاد بعد از ثلث یوم قبول نفرمودند" صاحب مطلع الولایت نے بھی فراہ کے واقعات میں میر ذوالنون کے احوال میں لکھا ہے کہ اس نے بڑی تعظیم سے آپکی مہمانی کی لیکن آپ نے تین دن سے زیادہ قبول نہیں فرمایا۔

آنحضرت بعد از سہ روز قبول نکردند وقتیکہ کوشش بیغایت کرد۔ فرمودند کہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان داری بیش از سہ روز قبول نہ کردند

آنحضرت نے تین دن کے بعد مہمانی قبول نہیں فرمائی اس نے بے انتہا کوشش کی تو فرمایا کہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ آپ نے مہمان داری تین دن سے زیادہ قبول نہ فرمائی۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا یہ عمل "والضیافۃ ثلثۃ ایام"[1] کا احیا تھا۔

(ج) حضرت مہدی علیہ السلام نے رحلت سے قبل آیۃ اکملت لکم اور حدیث نحن معاشر الانبیا لانرث ولانورث پڑھی تھی۔ آیت پڑھنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد "یختم اللہ بہ الدین" کے بموجب دین آپ پر ختم ہوا اور اس طرح تکمیل کو پہونچا اور حدیث کا پڑھنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ زمرۂ انبیاء سے ہیں آپ کی ملک آپ کے ورثا کو نہ ملیگی چنانچہ اسی طرح عمل ہوا۔

کثرت عبادت

رسول اللہ صلعم کی کثرت عبادت سے متعلق یہ مروی ہے۔

درحدیث دیگر آمدہ است کہ بایستاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نماز چندانکہ بیامد پایہائے مبارک او[2]

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قیام فرمایا آنحضرت صلعم نے نماز میں یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک سوج گئے۔

صاحب شفا نے (قسم اول باب دوم میں) یوں روایت کی ہے "کان یصلی حتی ترم قدماہ" اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے "حتی انتفخت قدماہ"[3] آپ کی عبادت سے متعلق یہ بھی مذکور ہے "گاہی قیام میکرد تمام شب بہ یک آیت[4]، یعنی کبھی ایک ہی آیت کی تلاوت میں آپ تمام رات قیام فرماتے۔ حضرت مہدی علیہ السلام اور اصحاب مہدیؑ کی کثرت عبادت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صاحب سراج الابصار نے اپنے ساتھیوں یعنی تابعین مہدیؑ کے باب میں یہ لکھا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۵۱۲ (مطبع نولکشور) [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۰۔ [3] شفا ورق ۲۶ حدیث عربی نمبر ۱۰۷۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [4] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۶۰۔

لقد وجدت اما كثيرا من اصحابنا باكين من الم الفراق متورمي الاقدام من قيام الليالي منتفخي العيون من البكاء سهرها وكم منهم صارخ مرتفع الاجفان وكم منهم متاوه قائم على الاقدام وكم منهم متضرع ساقط على الجنوب وكم منهم صائح مستلق على الظهور فهولاء تابعون لاصحاب المهدى (سراج الابصار ص۱۷۴)

میں نے اپنے ساتھیوں میں سے بہتوں کو الم فراق سے روتا ہوا راتوں کو (عبادت کے لئے) کھڑے رہنے سے ان کے پاؤں کو متورم اور رونے اور بیدار رہنے سے ان کی آنکھیں سوجی ہوئی پائی ہیں بہت سے ان میں ایسے چیخنے والے ہیں کہ ان کی پلک سے پلک نہیں لگتی اور بہت سے آہ آہ کرنے والے وہ ہیں جو پانوں پر ہی کھڑے رہتے ہیں' بہت سے ان میں سے ایسے آہ وزاری کرنے والے ہیں کہ پہلو کے بل پڑے رہتے ہیں اور بہت سے وہ ہیں جو چت پڑے ہوئے ہائے واویلا کرتے ہیں' یہ لوگ اصحاب مہدی کے تبعین میں سے ہیں (سراج الابصار ص۱۷۴)

راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے جس طرح رسول اللہ صلعم کے قدم مبارک کا سوجھ جانا بیان کیا گیا ہے اسی طرح تابعین اصحاب مہدی کے باب میں بھی مروی ہے۔

اس سے اصحاب مہدیؑ اور حضرت مہدی علیہ السلام کی عبادت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اس کی تائید شیخ علی کے شاگرد شیخ عبدالوہاب کے بیان سے بھی ہو جاتی ہے شیخ عبدالحق نے شیخ عبدالوہاب کی روایت سے شیخ علی مولف کنز العمال کے ایک بہدوی قرابت دار کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ مکہ معظمہ آئے ہیں تو شیخ علی نے ابراہیمی نام سکہ شیخ عبدالوہاب کے ذریعہ بہ طور ضیافت کے انہیں بھیجا اس کے بعد محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

میفرمودند نزد آں مرد رفتیم از خلوت بر آمد گریہ کناں و آہ زناں مبلغ را بوے رسانیدیم و ایں حرف کہ شیخ فرمودہ بودند نیز گفتیم خاموش ماند۔

شیخ عبدالوہاب کہتے تھے کہ ہم شیخ کے اس قرابت دار کے پاس گئے وہ خلوت سے گریہ کناں اور آہ زناں نکلے ہم نے ان کو رقعہ پہنچادی اور جو بات شیخ نے کہی تھی وہ بھی کہہ دی سن کر خاموش ہو گئے

اس کے بعد شیخ عبدالوہاب کا بیان اس طرح مذکور ہے۔

عرض کردہ شد کہ ایں گریہ و حالت امرے مرغوب و مطلوب است مگر دردے و ذوقے می باشد (زاد المتقین مقصد اول باب سوم)

یعنی شیخ علی سے عرض کیا گیا کہ یہی گریہ اور یہی حالت تو امر مرغوب و مطلوب ہے شاید صاحب درد اور صاحب ذوق ہیں۔

اس کی تفصیل شیخ علی کے رسالہ رد کے ذیل میں دی جائے گی۔ حاصل یہ کہ شیخ عبدالوہاب نے شیخ علی کے مہدوی قرابتدار کے متعلق جو کہا ہے اس سے صاحب سراج الابصار کے بیان کی تائید ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ شیخ عبدالحق نے جو کچھ لکھا ہے ایک مخالف مہدی کا قول ہے۔ اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب نجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے۔

جمعے را کہ بر ایں عقیدہ بودند بادل ہائے بریاں و چشمان گریاں یافتم کہ جز بہ قرآن کارے ندارند و بغیر تدبر و تفکر شعارے ندارند۔

میں نے اس عقیدہ کے بہت سے لوگوں کو دل بریاں و چشم گریاں کے ساتھ پایا سوائے قرآن کے کسی سے کام نہیں (سلسلہ کائنات میں) تدبر اور (صفات خالق میں) تفکر کرنے کے سوا ان کا کوئی شعار نہیں۔

تاکید عمل

عمل سے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ یا فاطمۃ اعملی ولا تتکلی علی انک ابنتی یعنے اے فاطمہ عمل کر اور اس پر بھروسہ مت کر کہ تو میری بیٹی ہے۔

عمل سے متعلق امام علیہ السلام کی تعلیم مندرجۂ ذیل نقل سے ظاہر ہے۔

حضرت میراں فرمودند کہ خدائے تعالیٰ ہمچناں نخواہد پرسید کہ پسر احمد است یا محمد حق تعالیٰ عمل با محبت خواہد پرسید (انصاف نامہ)

حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس طرح نہ پوچھے گا کہ احمد کا بیٹا ہے یا محمد کا، حق تعالیٰ عمل با محبت پوچھے گا

اسی طرح مہدی علیہ السلام نے عمل سے متعلق جو تاکید فرمائی ہے وہ ایک بدیع المثال واقعہ ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۶ میں ایک طویل نقل درج کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ملک برخوردار حصول نجات کی نیت سے حضرت مہدی علیہ السلام کے کفش مبارک حاصل کرنا چاہتے تھے، مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔

اے ملک برخوردار ایں کفش چہ چیز است ایشاں از روئے ادب خاموش بودند باز فرمودند کہ بالا پوست گوسفند و زیر پوست گاؤ پس چند روز مدت کہ صحبت بندہ ماندہ اید چنیں حاصل کردید کہ مہدی از پوست گوسفند و پوست گاؤ نجات می دہند۔ خیر می اگر بندہ محبت کردہ پوست خود بپوشاند انچہ ببندہ درمیان عصر و مغرب میگوید نہ کنید خدائے من قادر است پوست بندہ بہ بندہ بپوشاند شما را عذاب کند۔

اے ملک برخوردار یہ جوتی کیا چیز ہے۔ ملک برخوردار ادب سے خاموش تھے، پھر مہدی علیہ السلام نے فرمایا اس کے اوپر کا حصہ گوسفند کا پوست ہے اور اس کے نیچے کا حصہ گائے کی کھال ہے تم اتنے زمانے تک میری صحبت میں رہے کیا یہی حاصل کیا کہ مہدی گوسفند اور گائے کے پوست سے نجات دلاتے ہیں، خیر اگر بندہ محبت سے اپنا پوست بھی تمہیں پہنا دے اگر تم اس پر عمل نہ کرو جو بندہ عصر و مغرب کے درمیان بیان کرتا ہے تو میرا خدا اس بات پر قادر ہے کہ میرا پوست مجھ کو پہنا دے اور تمہیں عذاب دے۔

رعایت شرع محمدی

رعایت شرع محمدی کے لئے امام علیہ السلام نے جو تاکید فرمائی اس کی توضیح کے لئے ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ جو حاشیہ شریف میں مروی۔

نقل است یکی برادر پس آمدہ ایک دو رکعت نماز شدہ بود آں برادر داخل نماز شد امام سلام راست ادا کرد خود ایستادہ شد راہ سلام چپ ندید برادراں

نقل ہے کہ ایک برادر بعد کو آئے ایک دو رکعت نماز ہو لی تھی وہ بھائی نماز میں شریک ہو گئے، امام نے سیدھی جانب سلام پھیرا، وہ برادر کھڑے ہو گئے بائیں جانب کے سلام کا

میراں را عرض کردند، میراں او را طلبیدہ پرسیدند چرا ایں عمل کردی او گفت مارا معلوم از کشف شد کہ امام را سجدۂ سہو نیست از آں سبب استادہ شدم میراں فرمودند اگر ایں کشف نبودے بہتر بودے شریعت رسول علیہ السلام را خلاف نہ کردے (صـ ۹۲)

انتظار نہ کیا، بھائیوں نے میراں سے عرض کی، میراں نے انہیں بلا کر پوچھا، تم نے یہ عمل کس لئے کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں کشف سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے سجدۂ سہو نہیں ہے اس سبب سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میراں نے فرمایا اگر یہ کشف نہ ہوتا تو بہتر ہوتا، شریعت رسول کا خلاف نہ کرتے۔

یہی روایت شواہد الولایت میں بھی آئی ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

فرمودند آں را کشف نمی تواں گفت کہ رعایت شرع محمدی از دو قائم نہ شود باز فرمودند کہ معلومات شما در تنور افتادہ باد کہ خلاف شرع محمدی کردید نماز را باز اعادت کنید (باب بست و چہارم)

فرمایا کہ اس کو کشف نہیں کہہ سکتے جس سے رعایت شرع قائم نہ ہو پھر فرمایا کہ تمہاری معلومات بھاڑ میں جائے کہ شرع محمدی کا خلاف کیا، نماز کا اعادہ کرلو۔

امام علیہ السلام کی جب عام تعلیم یہ تھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کا کوئی قول و فعل شرع محمدی کے خلاف ہو سکتا تھا۔

رسول اللہ صلعم کے اخلاق حسنہ سے متعلق کوئی روایت کتب حدیث اور کتب سیر میں نہ ہوتی جب بھی صرف ابوجہل کا آپ کو صادق ماننا آپ کے اخلاق حسنہ کے اثبات کیلئے کافی تھا، صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

آوردہ اند کہ اخنس بن شریق ملاقات کرد ابوجہل را روز بدر گفت یا ابا الحکم نیست اینجا جز من و تو کہ بشنود سخن ما را خبر دہ مرا از محمد کہ وی صادق است یا کاذب پس گفت آں ملعون واللہ بدرستی در راستی کہ محمد صادق است و ہرگز دروغ نہ گفتہ است

(مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۵۵)

روایت کیگئی ہے کہ اخنس بن شریق نے بدر کے دن ابوجہل سے ملاقات کی اور کہا اے ابوالحکم یہاں میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو ہماری بات سنے ہمیں خبر دے کہ محمد صادق ہیں یا کاذب پس اس ملعون نے کہا قسم ہے بخدا اور راستی کی کہ محمد صادق ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

صاحب تفسیر حسینی نے بھی وللدار الآخرۃ خیر للذین یتقون (الانعام رکوع ۴) کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے لیکن روز بدر کی صراحت نہیں ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے اخلاق کے باب میں یہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت مختصر ہے اس کے لئے تو ایک مستقل کتاب درکار ہے، اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو صرف شیخ علی کا قول "لا یظن بہ ھذا" یعنی ان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی (سراج الابصار صفحہ ۲۳۶) آپ کے اخلاق حسنہ کے اثبات کے لئے کافی تھا۔ اس سے قطع نظر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنے زمانہ کے مہدویوں یعنی تابعین اصحاب مہدیؑ اور تبع تابعین کے باب میں جو کچھ لکھا ہے وہی حضرت مہدی علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کے اثبات کیلئے کافی ہے۔ نجات الرشید میں مہدیوں کے باب میں یہ مذکور ہے۔

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ اس سلسلہ (یعنی سلسلہ مہدویہ) کے بہت سے لوگوں کے ساتھ

واوصاف مرضیہ ایشاں را در فقر و فنا بہ مرتبہ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات و دقایق حقایق و لطائف معارف بے کسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجلے از آنہا در قید کتابت آرند۔ تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت[1]

رہا ہوں ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبۂ عالی پر پایا اگرچہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اشارات حقائق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات میں نے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیئے۔

اصحاب مہدیؑ کے تابعین اور تبع تابعین کا تذکرہ تذکرۃ الاولیا ہو سکتا ہے تو ذکر مہدیؑ، ذکر رسول اللہ صلعم کیوں نہ ہو۔ حضرت مہدی علیہ السلام یشبہ فی الخلق[2] (مشابہ ہوگا اخلاق میں رسول اللہ کے) کا مصداق اتم ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ وانک لعلی خلق عظیم (اور بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں) پس حدیث اور آیت میں تطبیق کرنے سے ثابت ہوا کہ امام مہدی بھی خلق عظیم سے موصوف ہوں گے۔

رسول اللہ صلعم کا ارشاد خلقہ خلقی[3] (مہدی کا خلق میرا خلق ہوگا) بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

احیائے شریعت

رسول اللہ صلعم کا مہدی کے باب میں یہ فرمانا یقفو اثری ولا یخطی یعنی مہدی میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کرینگے صاف بتلا رہا ہے کہ امام مہدیؑ کے زمانہ میں عصر اول کا اسلام پیش ہوگا اور رسول اللہ صلعم کی طرح امام مہدیؑ بھی اپنے سے پہلے کی ناسزا باتوں کی بنیادوں کو ڈھا دیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے یھدم ما قبلہ کما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سراج الابصار صفحہ ۲۱۴) اس سے قبل توضیح کی گئی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام رسول اللہ صلعم کے اخلاق سے موصوف تھے۔ آپ نے شریعت مصطفوی کا احیا فرمایا، رسول اللہ کے دین کو رسوم، عادات اور بدعات سے پاک کر دیا۔

صاحب انصاف نامہ نے باب اول میں یہ روایت کی ہے۔

حضرت میرانؑ فرمودند کہ مہدی را خدائے تعالیٰ انگہ فرستاد کہ معنی دین از جہاں رفتہ بود معنی دین از سہ چیز رفتہ بود[4]۔ رسم و عادت و بدعت وقتے مہدی در ظہور آید رسم و عادت و بدعت را دور کند و دین محمد را نصرت کند الی آخرہ۔

حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ مہدی کو خداوند تعالیٰ نے اس وقت بھیجا جب کہ دین کے معنی دنیا سے جاتے رہے تھے اور دین کے معنی تین چیزوں سے جاتے رہتے ہیں رسم، عادت اور بدعت جب مہدیؑ کا ظہور ہوتا ہے تو رسم، عادت اور بدعت کو دور کرتے ہیں اور دین محمدؐ کی مدد کرتے ہیں الی آخرہ۔

---

[1] نجات الرشید قلمی (تصوف فارسی نمبر ۵۶۴) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۳۲۱
[3] کنز العمال جلد ہفتم صفحہ ۱۸۸۔ [4] باشد۔

انصاف نامہ کے باب ہشتم میں یہ روایت آئی ہے "میراں فرمودند اگر کسے رسم و عادت و بدعت کند او را بہرہ اینجائی نرسد" یعنی میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رسم و عادت اور بدعت کا مرتکب ہو تو اس کو یہاں سے بہرہ نہیں ملے گا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ نویں صدی ہجری کے اوائل تک عالم اسلامی میں کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں رسوم، عادت اور بدعات جزو دین نہ سمجھے جاتے ہوں، مہدیت کی تبلیغ نے عصر اول کے اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور عجمیت کے تخیل نے تعلیم اسلام پر جو پردہ ڈال دیا تھا اس کو اٹھا دیا۔ نویں صدی ہجری میں ہندوستان میں اسلام کی کیا حالت تھی اس کی تاریخی گرہ کشائی شاید آپ کے لئے آسان نہو۔ ابوالکلام آزاد ہی سے سنئے کہ سرسری اندازہ کیلئے یہی کافی ہے۔

"نویں صدی کا وہ زمانہ جو اکبر سے پہلے گزرا ہندوستان میں سخت بدامنی و طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ روز روز بادشاہتیں بنتی اور بگڑتی تھیں اور کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی جو احکام شرع کے اجرا و قیام کی ذمہ دار ہوتی علمائے حقانی بہت کم تھے اور علمائے دنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا۔" (تذکرہ صفحہ ۲۷)

مہدیت کی تعلیم نے جو کام کیا وہ کچھ تو مہدی علیہ السلام کے اخلاق کے ذیل میں اور بقیہ "دائرہ مہدویہ" کے عنوان کے ذیل میں آئے، فی الحال ابوالکلام آزاد کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔

"یہ حال دیکھکر سید موصوف نے احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی۔ سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ اور احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑا دو، عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی، ان لوگوں کے طور و طریق کچھ عجیب والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے۔ عشق الٰہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجرا و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۷، ۲۸)

صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۴ میں بیان کیا ہے کہ فراہ مبارک میں کسی نے حضرت مہدی علیہ السلام کے حضور میں سلطان بایزید کے مناقب اس طرح بیان کئے۔

سلطان بایزید را روزے بکوچۂ میخانہ گزر افتاد و قوال طنبورہ می نواخت خواجہ استماع نمود ہوش از بجا رہا تھا خواجہ اس کو سنکر بے ہوش ہو گئے اور طنبورہ پر

سلطان بایزید کا گزر ایک میخانہ کی گلی میں ہوا۔ قوال طنبورہ

دست دادہ بر طنبورہ افتادند طنبورہ او شکستہ شد او بہ خشم آمدہ بر سر خواجہ زد و گفت کہ چہ درویشی است کہ ساز مرا شکست خواجہ او را بسیار ملامت نمود و طنبورہ او را درست کنانیدہ دہانید و انعامے مبلغ نیز مرحمت فرمودند

گر پڑے اس کا طنبورہ ٹوٹ گیا تو وال نے غصہ میں آکر بایزید کے سر پر مارا اور کہا کہ یہ کیا درویشی ہے کہ میرے ساز کو توڑ دیا۔ خواجہ اس کے ساتھ بہت ملائمت سے پیش آئے اس کا طنبورہ درست کرا کے اس کو دیدیا اور کچھ رقم بھی اس کو مرحمت فرمائی۔

یہ سنکر امام علیہ السلام نے فرمایا۔

در کمالیت خواجہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ مناقب بسیار اند و ایشاں کامل اند اما ایں کہ تو گفتی نقیض متابعت شریعت رسول اللہ صلعم و خلاف قرآن است کما قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر و التقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان

خواجہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کے کمال سے متعلق بہت سے مناقب ہیں۔ اور خواجہ کامل ہیں لیکن یہ جو تو نے کہا قرآن و اتباع شریعت مصطفیٰ کے خلاف ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں اور نہ مدد کرو گناہ اور ظلم میں"۔

سلطان بایزید کی روایت عام اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے اور امام علیہ السلام کا ارشاد تعلیم مہدیت کا آئینہ دار ہے۔ جس طرح امام علیہ السلام نے دین کو رسوم عادت اور بدعات سے پاک کیا اسی طرح رسول اللہ صلعم کی سنت جہاد کا بھی احیاء فرمایا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ جہاد دعوی موکد سے قبل کا ہے، دعوی موکد کے بعد آپ نے تو جنگ نہیں کی البتہ آپ کی مبشر جماعت نے جنگ کی ہے۔ ہندوستان میں حضرت مہدی علیہ السلام کی مبشر جماعت نے جو جنگ کی ہے اس حدیث کا مصداق ہے۔ نسائی نے کتاب الجہاد[1] میں روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال وعدنا رسول اللہ غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی و مالی فان اقتل کنت من افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ھریرۃ المحرر۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سے ہند کی لڑائی کا وعدہ فرمایا اگر وہ میرے سامنے ہوئی تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کردوں گا اور اگر مارا جاؤں تو سب سے افضل شہیدوں میں داخل ہوں گا اور اگر زندہ واپس ہوں تو میں وہ ابوہریرہ ہوں جو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور فتح مکہ تک تمام غزوات میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب رہے۔ ان کا ہند کی لڑائی کی تمنا کرنا اور یہ کہنا کہ اگر میں اس میں مارا جاؤں تو افضل الشہداء میں داخل ہوں گا۔ صاف بتا رہا ہے کہ یہ کسی مامور من اللہ کی لڑائی ہے غیر کی نہیں۔ یہ مامور من اللہ کون ہوگا اس کی توضیح اس حدیث سے ہوتی ہے جو نسائی نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کی ہے۔

عن ثوبانؓ مولی رسول اللہ صلعم قال قال رسول اللہ صلعم عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ

ثوبانؓ جو رسول اللہ صلعم کے آزاد غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے، میری امت میں دو گروہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا دیا، ایک گروہ

---

[1] سنن نسائی مترجم (طبع مطبع صدیقی لاہور) جلد ثانی صفحہ ۳۱، ۳۲

تکون مع عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام[1] ہندوستان میں لڑے گا اور دوسرا عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ ہوگا۔

یہاں ان دو جماعتوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا دیا' ایک جماعت کا صرف مقام بتایا گیا ہے اور دوسری جماعت کے متعلق اس امر کی صراحت ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کے بعد امت کو ہلاکت سے بچانے والے دو ہوں گے۔ ایک عیسیٰؑ دوسرے مہدیؑ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ کیف تھلک امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها (وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں، میں ہوں مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں) نسائیؒ کی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت کی تو تصریح ہے اب ہندوستان میں لڑنے والی جماعت امام مہدیؑ کے سوا اور کس کی ہو سکتی ہے۔ کسی اور جماعت کو اس کا مصداق قرار دیں تو مامور من اللہ و غیر مامور من اللہ میں کوئی فرق نہیں رہیگا کیوں کہ عیسیٰؑ کی طرح اس جماعت کو بھی محفوظ عن النار تسلیم کرنا پڑیگا، قطع نظر اس کے عیسیٰ و مہدی کی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت موعود و مبشر رسول اللہ نہیں ہے۔

دین کی ختمیت

امام مہدیؑ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ آخر زمانہ میں دین کو قائم کریں گے جیسا کہ میں نے اول زمانہ میں اس کو قائم کیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان (سراج الابصار صفحہ ۲۱۲) اسی طرح رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی سے دین کو ختم فرما دے گا' حدیث یہ ہے یختم الله به الدین الی آخره (سراج الابصار صفحہ ۲۰۶) ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ دین کی توضیح کی جائے مسلم نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔

قال بینما نحن عند رسول الله ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیه اثر السفر و لا یعرفه منا احد حتی جلس الی النبی صلی الله علیه وسلم فاسند رکبتیه الی رکبتیه و وضع کفیه علی فخذیه وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا قال صدقت

حضرت عمرؓ نے کہا اس حالت میں کہ ایک دن ہم رسول اللہؐ کے حضور میں تھے کہ ایک شخص آیا جس کا لباس بہت سفید اور جس کے بال بہت سیاہ تھے سفر کے آثار اس سے کچھ نمایاں نہیں تھے ہم میں سے کوئی بھی اس کو جانتا پہچانتا نہ تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کی جناب میں زانو بہ زانو بیٹھ گیا کف دست رسول اللہ صلعم کے رانوں پر رکھ دیئے اور کہا یا محمد مجھے اسلام سے آگاہ کیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے رسول محمد ہیں اور تو نماز قائم کرے' زکوٰۃ دے' رمضان کے روزے رکھے اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے' اس شخص نے کہا کہ آپ نے

[1] امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ نے بھی اس کی روایت کی ہے (کنز العمال طبع حیدر آباد) جلد ہفتم صفحہ ۲۰۶۔

فعجبنا یسئله و یصدقه قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر و تومن بالقدر خیره وشره قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک قال صدقت ..... ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلت الله ورسوله اعلم قال هذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم[1]

سچ فرمایا حضرت عمر نے کہا کہ ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال بھی کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی۔ پھر پوچھا کہ مجھے ایمان سے آگاہ کیجئے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر، روز قیامت پر، تقدیر خیر و شر سب پر ایمان لائے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا، پھر پوچھا احسان سے آگاہ کیجئے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے تو (تو کم از کم یہ تو یقین رکھتا ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا.... پھر وہ شخص چلا گیا حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں دیر تک ٹھیرا رہا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ جبرئیل تھے تمہارے پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہارا دین تمہیں سکھلا دیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دین کے تین ارکان ہیں، اسلام، ایمان اور احسان۔ بعض روایتوں میں پہلے ایمان کی تفصیل ہے اور بعد اسلام و احسان کی اور یہی مرجح ہے اس لئے کہ آغاز تبلیغ میں صرف ایمان پر اختصار تھا دوسرے دور میں اسلام پر زور دیا گیا، فرائض اور واجبات ایسے روشن کئے گئے کہ من حیث الظاہر شریعت کی تکمیل ہو گئی دور ثالث کہ خاتم الادوار تھا احسان ہے۔ احسان کے معنی شارح مشکوٰۃ نے یہ لکھے ہیں۔

نیک کردن فعل را بروجہ تکمیل و تجوید و ایقان و چناں کہ باید بجا آوردن آں را[2]

اچھی طرح کرنا فعل کا بروجہ تکمیل و تجوید و ایقان اور جیسا کہ چاہیئے اس کو بجالانا۔

اس لحاظ سے احسان گویا عمل میں حسن کامل پیدا کرنا ہے۔ صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نے کانک تراہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مفعول مطلق ای عبادۃ شبیهة لعبادتک حین تراہ او حال من الفاعل ای حال کونک مشبها بمن ینظر الی الله الی آخرہ[3]

مفعول مطلق ہے یعنی عبادت جو مانند ہو تیری عبادت کے جب کہ تو خدا کو دیکھتا ہے یا حال ہے فاعل کا یعنی تیرا حال مشابہ ہو اس شخص کے حال کے جو اللہ کی طرف دیکھتا ہے۔

احسان کے معنی جو رسول اللہ صلعم نے بیان کئے ہیں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ رویت باری ممکن ہے دوسرے یہ کہ منتہائے عبادت یہ ہے کہ رویت باری حاصل ہو اور یہی کمال احسان ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۸، ۳۹۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱ [4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۵۳۔

آپ ایک شخص کو شرک سے بچاتے ہیں اور اللہ کا بناتے ہیں، یہ ایمان کی دعوت ہے کسی دوسرے کو فواحش و منہیات سے باز رکھتے ہیں اور اس میں صوم و صلوٰۃ کی پاک روح پھونکتے ہیں یہ اسلام کی دعوت ہے اور ان دونوں دعوتوں میں خواص وعوام سب شریک ہیں کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں لیکن تیسری دعوت امتیازی اور استثنائی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز تو آپ اسے بھی کہیں گے جس میں "چہ خورد بامداد فرزندم" (صبح کو میرا فرزند کیا کھائیگا) کا تصور رہتا ہے لیکن کیا یہ نماز اس نماز کے برابر ہوسکتی ہے جس میں ایک صحابی کے جسم سے تیر نکالنا ہے، جراح ان کو بے ہوش کرکے یہ کام کرنا چاہتا ہے، وہ فرماتے ہیں مجھے طہارت کے ساتھ دو رکعتیں قائم کرنے دو اس حالت میں عمل جراحی شروع بھی ہوتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے، مگر ان کے رجوع الی الحق اور استغراق فی اللہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا سب کچھ ہو لیتا ہے تو خاتمہ صلوٰۃ پر دیکھتے ہیں کہ تیر نکالا جا چکا ہے زخم پر مرہم لگا کر اور پٹی باندھ دی گئی ہے۔ یہ تعلیم احسان کا نتیجہ ہے بلغ ما انزل الیک کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے احسان کی بھی تعلیم دی ہے لیکن خاص خاص اصحاب کو کیونکہ ہر بدوی اور ہر اعرابی اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا تھا۔ صاحب مخزن الدلائل نے اسلام و ایمان کی روایت کے ذیل میں لکھا ہے۔

کان رسول اللہ صلعم یعلم الامۃ الایمان والاسلام جہرا لان طباع الناس کلہم مستعد النیل ہذا الامر فہذا الامر من ظاہر الشریعۃ واما الاحسان فلم یعلمہ الا من رای طبعہ محظوظا بنور الایمان بنعت المحبۃ والشوق الی اللہ تعالیٰ الی آخرہ

رسول اللہ صلعم امت کو ایمان اور اسلام کی علانیہ تعلیم دیتے تھے اس لئے کہ لوگوں کی طبیعت اس امر کے پانے کیلئے آمادہ تھی، پس یہ امر ظاہر شریعت سے ہے اب رہا احسان تو رسول اللہ صلعم نے اس کی تعلیم صرف اسی کو دی جو نور ایمان سے بہرہ مند اور اللہ تعالیٰ کے شوق و محبت کی صفت سے متصف تھا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں ایمان اور اسلام کی تعلیم عام اور آشکار تھی اور احسان کی تعلیم خاص تھی چند اصحاب کے لئے جو امور بیان کئے گئے تھے عامۃ الناس کے لئے ناقابل بیان تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدہما فبثثتہ واما الآخر لو بثثتہ لقطع ہذا البلعوم[1]

میں نے رسول اللہ صلعم سے دو برتن پائے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کر دوں تو میرا گلا کٹ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے جن ناقابل اظہار امور کا ذکر کیا ہے عجب نہیں کہ وہ احسان کی تفصیل ہو بعض شارحین نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ دوسرے برتن سے علم الاسرار مراد ہے۔ جس طرح عہد رسالت میں ایمان اور اسلام کی تعلیم عام اور آشکار تھی اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کے دور میں احسان کی تعلیم عام اور آشکار تھی۔ صاحب مخزن الدلائل نے لکھا ہے والمہدی

---

[1] طبقات ابن سعد جزء رابع قسم ثانی ص۵۷ و صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم۔

علیہ السلام صار ما مورا بہ جہرا یعنی مہدی علیہ السلام احسان کی آشکارا دعوت پر اللہ کی طرف سے مامور تھے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلعم کو پہلے طہارت ظاہر کا حکم ہوا۔ وثیابك فطهر (اپنے لباس کو پاک کر) والرجز فاهجر۔ (اور گندگی کو چھوڑ دے) اسی پر دلالت کرتا ہے' اس کے بہت دن بعد آپ ویزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمة (پیغمبر ان لوگوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں) سے موصوف ہوئے لیکن امام علیہ السلام کی دعوت کی ابتدا و انتہا سب کچھ تزکیہ قلوب تھی' بااین ہمہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام علیہ السلام' رسول اللہ صلعم سے مرتبہ میں بڑھے ہوئے تھے۔ احسان کے ذیل میں خود اسلام اور ایمان کی تصحیح ہو جاتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فاخبرنی عن الاحسان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

حاصل آں اخلاص وحضور وخشوع است در عبادت وآں بہ حقیقت شرط کمال بلکہ نشان صحت اسلام وایمان است[1]

حاصل احسان یہ ہے کہ عبادت میں اخلاص' حضور قلب خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت میں شرط کمال ہے بلکہ اسلام اور ایمان کی صحت کی نشانی ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان عام تھی اس لئے ملت مہدویہ میں تعلیم احسان بھی عام تھی' ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں بندگی ملک الہداد کے متعلق یہ لکھا ہے۔

الشیخ الفانی والباقی بہ برہان الدین مشہور ساکن کالپی سہ روزہ در صحبت شیخ الہداد ساکن قصبہ باری رسید واز مقربان درگاہ کبریا گشتہ[2]

فانی فی اللہ باقی باللہ برہان الدین جو مشہور ہیں اور ساکن کالپی تھے تین دن شیخ الہداد ساکن قصبہ باری کی صحبت میں رہ کر مقرب بارگاہ الٰہی ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ شیخ برہان الدین کالپی ایمان اور اسلام کی تعلیم سے بیگانہ محض نہ تھے۔ حضرت الہداد کی سہ روزہ تعلیم احسان نے انہیں مقرب بارگاہ الٰہی کر دیا۔ اس سے حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب غیروں کی شہادت سے امام مہدی علیہ السلام کی دعوت احسان کا ثبوت ملتا ہے۔ تو مہدویہ کی یہ روایت ماننے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہیئے۔ بندگی شاہ برہان نے بندگی میاں سید شہاب الدین (شہاب الحق) سے متعلق یہ لکھا ہے۔

بندگی ملک پیر محمد پرسیدند ..... ذات شریف شما در تحریم بستن تاخیر می نماید سبب چیست فرمودند بھائی پیر محمد آں نماز نماز نیست کہ بجز دیدن حق تحریم بستہ شود ہندہ را چوں حضوریت روی می شود تحریم می بندد بنابر تاخیر می شود۔[3]

بندگی ملک پیر محمد نے بندگی شہاب الحق سے پوچھا کہ تحریم باندھنے میں آپ کی ذات شریف سے تاخیر ہوتی ہے کیا سبب ہے' فرمایا بھائی پیر محمد وہ نماز نماز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر تحریم باندھی جائے بندہ کو جب حضوریت میسر ہوتی ہے تو تحریم باندھتا ہے اس لئے تاخیر ہوتی ہے۔

بندگی میاں سید شہاب الدین طبقہ تالبعین سے ہیں اس سے اصحاب مہدی کی عبادت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حدیث میں جہاں یقومون بالدین (مہدی دین کو قائم کریں گے) آیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مہدی کے عہد میں ایمان اور

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۱۲۔ [2] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۸۵ نمبر ۱۵۶ آصفیہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [3] دفتر دوم رکن نہم باب پنجم۔

اسلام کی تجدید ہوگی اور جہاں یختم اللہ بہ الدین (مہدی سے اللہ دین کو ختم کرے گا) مذکور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ احسان کی دعوت عام اور آشکار ہوگی اور اس طرح پایہ تکمیل کو پہونچے گی۔

امام مہدی علیہ السلام کا خاتم دین ہونا گویا خود رسول اللہ صلعم کا خاتم دین ہونا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے یقیم امر ھذہ الامۃ کما فتح ھذا الامر بنا ارجوان یختم اللہ بنا (سراج الابصار صفحہ ۲۰۸) مہدی اس امت کے امر کو قائم کرینگے جیسا کہ یہ امر ہم سے شروع کیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں سے اللہ اس کو ختم کرے گا یعنی مہدی سے جو ہم میں سے ہوں گے۔ اب رہی آیت اکملت لکم دینکم تو اس سے دین کی تکمیل باعتبار تنزیل مراد ہے اور دین کی ختمیت باعتبار تبیین (بیان) ہے ورنہ رسول اللہ صلعم یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مہدیؑ پر دین کو ختم فرمادے گا۔

اتمام نعمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتمام نعمت ہونا بھی مہدیؑ کے خاتم دین ہونے کو مانع نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء پر بھی اتمام نعمت ہوا ہے چنانچہ کلام اللہ میں یعقوب علیہ السلام کی زبانی یوسف علیہ السلام کو یہ بشارت دی گئی ہے۔

ویتم نعمتہ علیک وعلیٰ ال یعقوب کما اتمھا علی ابویک من قبل ابراھیم واسحٰق۔ (یوسف ع)	(اور تیرا رب) پوری کرے گا اپنی نعمت تجھ پر اور آل یعقوب پر جس طرح اس نے پہلے پوری کی نعمت تیرے دادا اور پڑدادا یعنی ابراہیم اور اسحاق پر

اسی طرح رسول اللہ صلعم پر بھی اتمام نعمت ہوا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویتم نعمتہ علیک (الفتح ع)	اور تمام کردے اپنی نعمت تجھ پر

باب چہارم
اصحاب مہدی علیہ السلام
علماء، سلاطین، امرا وزراء

صاحب شواہد الولایت نے باب بست و یکم میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی ہجرت کی تین خصوصیتیں تھیں ایک یہ کہ آپ نے اٹھارہ مہینے سے زیادہ کہیں قیام نہیں فرمایا، جب خدا کا حکم ہوتا تو آپ سفر کرتے دن ہو یا رات، گرما ہو یا سرما، دوسری یہ کہ فقر بدرجہ کمال تھا۔ تیسری خصوصیت زجر یعنی مہدی علیہ السلام کا اصحاب کو زجر فرمانا طلب ذات خدا کے لئے۔ ان سختیوں کے باوجود ہر طبقہ کے افراد نے جنہوں نے آپ کے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا۔ صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے۔

"عالمے وے را مہدی موعود خواندہ"[1] یعنے ایک دنیا نے انہیں مہدی موعود مانا۔

اصحاب مہدیؑ

ذیل میں ان اصحاب کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے جو مبشر مہدیؑ ہیں۔ ان میں علماء، اہل اللہ اور امراء سب شامل ہیں[2]

(۱) بندگی میاں سید محمودؓ آپ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت ۸۶۷ھ یا ۸۶۹ھ میں ہوئی حضرت مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک سال تک نہروالہ میں رہے پھر رادھن پور (علاقہ گجرات) آئے اور موضع بھیلوٹ میں ٹھیرے۔ آپ کے بیان قرآن سے خلق خدا مہدوی مذہب اختیار کرنے لگی، علمائے مخالف نے جب دیکھا کہ ان کی تبلیغ کی نفی کرنا ناممکن ہے اور خلق خدا کو مہدوی مذہب اختیار کرنے سے روکنا دشوار ہے تو سلطان مظفر گجراتی کے ہاں معروضے گزرانے اور بیان کیا کہ انہیں قید کئے بغیر یہ فساد نہیں مٹے گا۔ ۱۹ ربیع الثانی کو ۹۱۹ھ یا ۹۲۰ھ میں آپ قید کئے گئے لیکن سلطان محمود کی بہنوں کی کوشش سے جنہوں نے مہدوی مذہب قبول کر لیا تھا چالیس دن کے بعد رہائی ہوئی آپ کے پاؤں میں سنگین بیڑیاں ڈالی گئیں تھیں۔ اس کی وجہ سے پاؤں میں ناسور پڑ گئے تھے۔ اسی ناسور اور زخموں سے آپ کی شہادت ہوئی سنہ وفات ۹۱۹ھ یا ۹۲۰ھ اور مرقد بھیلوٹ میں ہے۔

---

[1] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۲۲۔ [2] اصحاب مہدیؑ کے حالات شواہد الولایت اور تذکرۃ الصالحین سے ماخوذ ہیں۔

(۲) بندگی میاں سید خوندمیرؓ

آپ کا سال ولادت ۸۸۰ھ ہے۔ آپ کاظمی سید ہیں آپ کے آباء واجداد سمرقند و بخارا سے ہندوستان آکر باڑی و بیانہ میں متوطن ہوئے آپ کے والد سید موسیٰ پانسو سوار کے افسر تھے اور نانا کے بھائی مبارز الملک پٹن کے صوبہ دار تھے، پٹن میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی مبارز الملک نے آپ کو اپنی حویلی میں نظر بند کر دیا تھا چھ ماہ بعد برلی میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور نصر پور علاقہ سندھ تک امام علیہ السلام کے ساتھ تھے نصر پور سے آپ گجرات آئے پھر خراسان گئے حضرت مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد پھر گجرات آئے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کی، ہزاروں دائرہ مہدویہ میں داخل ہونے لگے، سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مظفر شاہ تخت نشین ہوا علماء نے مہدویوں کے قتل کے فتوے دیئے اور یہ منادی کرائی۔

"جو شخص ایک مہدوی کو قتل کرے گا دانتی داڑے کے رہزنوں سے ایک سو رہزنوں کو مارے گا اور سات حج کا اجر و ثواب حق سے پائے گا۔"

اس بناء پر مہدوی شہید کئے جانے لگے تو بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بھی ملا حمید وغیرہ بانیان فساد کو قتل کرایا۔ ملاؤں نے مظفر کو سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے کی دہشت دلائی، سلطان کی کثیر فوج نے ۱۲ شوال ۹۳۰ھ کو دائرہ پر چڑھائی کی اور فقراء کی ایک قلیل جماعت سے شکست پائی اور ڈیڑھ میل تک اس کو بھاگنا پڑا۔ ۱۴ شوال کو لشکر جرار نے پھر حملہ کیا بندگی میاں سید خوندمیرؓ مع اپنی جماعت کے شہید ہوئے اور مہدی علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق تین جگہ دفن ہوئے۔

مہدی علیہ السلام کے بعد آپ بیس ۲۰ سال زندہ رہے اور بیس ۲۰ دفعہ آپ کا اخراج ہوا آپ نے کئی رسالے لکھے ہیں۔

عقیدۂ شریفہ، مقصد اول، مقصد ثانی، مکتوب ملتانی، رسالۂ بعض الآیات، رسالہ ختم الولایت۔

ان رسائل کے قبول عام سے متعلق شاہ برہان نے یہ لکھا ہے۔

آں ہمہ رسالہ ہائے مذکور از دلائل حق پر نور چہ در ہندوستان و چہ در خراسان در ہمہ جا حاضر است۔ (دفتر اول رکن پنجم باب اول)	مذکورہ تمام رسالے جو دلائل حق سے پُر نور ہیں کیا ہندوستان اور کیا خراسان ہر جگہ موجود ہیں۔

مقصد اول کو رسالہ کلاں اور ام الرسالہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بندگی میاں شاہ برہان نے (دفتر اول رکن پنجم باب اول میں) یہ لکھا ہے۔ "بعضی پادشاہان ہند خصوصاً ہمایوں پادشاہ و قطب شاہ چونکہ رسالہ پر ظہور نور رب غفور دیدند بسیار بہ پسندیدند و بہ آب طلا نویسانیدند۔" یعنی ہندوستان کے بعض پادشاہوں نے خصوصاً ہمایوں شاہ اور قطب شاہ نے اس رسالہ کو دیکھا جس سے رب غفور کا نور پوری طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس کو بے حد پسند کیا اور آب زر سے لکھوایا۔

آپ کی شہادت سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) رسالہ چھند شریف۔ تصنیف میاں علی محمد، یہ نظم برج بھاشا میں ہے اور بندگی میاں دلاورؓ (سال وفات ۹۴۴ھ) کی زندگی میں لکھی گئی ہے، بندگی میاں سید خوندمیرؓ ۹۳۰ھ میں شہید ہوئے اس لحاظ سے ۹۳۰ھ اور ۹۴۴ھ کے درمیان اس نظم کا لکھا جانا ثابت ہے۔ آپ کی شہادت سے متعلق یہ قدیم ترین ماخذ ہے۔

(۲) ہفتتل۔ میاں ملک جمال نے فارسی مثنوی میں آپ کی شہادت کے واقعات قلمبند کئے ہیں سال تصنیف ۱۰۹۰ھ ہے

(۳) پریم سنگرام۔ یہ نظم برج بھاشا میں ہے، بندگی ملک یوسف (امیر دربار ابوالحسن تانا شاہ فرمانروائے گولکنڈہ) نے لکھی ہے۔

(۴) تاریخ نامہ۔ میاں سید حسن خلیفہ بندگی میاں سید راجو شہید نے ۱۰۶۸ھ میں ہندی زبان میں لکھا ہے۔ بندگیمیاں سید راجو شہید کے واقعات بھی اس میں درج ہیں۔

(۵) مثنوی اسرار عشق۔ تصنیف میاں عبدالمومن، سال تصنیف ۱۰۹۳ھ اس میں مہدی علیہ السلام کی زندگی کے حالات لکھنے کے بعد بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی شہادت کے واقعات بھی بیان کئے ہیں[1]

نثر کی متعدد کتابوں میں بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی زندگی کے حالات ملتے ہیں لیکن مفصل معلومات زندگی میانید برہان الدین کی ضخیم تصنیف "حدیقۃ الحقایق" کے دفتر اول و دفتر دوم میں درج ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں شہر فراہ علاقہ خراسان میں لکھی گئی سنہ تصنیف ۱۰۶۰ھ ہے، گجرات کی تاریخ میں آپ کی شہادت کے واقعہ کا مذکور نہ ہونا باعث تعجب نہیں، صاحب مرآۃ سکندری نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ گجرات کی تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں۔

مخفی نہ ماند کہ مظفر شاہی در وقت سلطنت و بادشاہی مظفر شاہ تالیف یافتہ و احمد شاہی در زمان حیات احمد شاہی و محمود شاہی در آوان بقائے سلطان مظفر مظفر شاہی و بہادر شاہی در وقت وجود سلطان مظفر و سلطان بہادر، ظاہر است کہ مولفین ہر کدام چشم صلہ و پاس خاطر آنحضرت میداشتہ اند۔ ازیں جہت تواریخ مذکورہ اشتمال بر تمام حقایق احوال ندارند غیر از قصہ کہ مشتمل بر مدح باشد در آں تواریخ تحریر نیافتہ[2]

مخفی نہ رہے کہ تاریخ مظفر شاہی سلطان مظفر کی سلطنت کے زمانے میں تالیف ہوئی اور تاریخ احمد شاہی احمد شاہ کی زندگی میں اور تاریخ محمود شاہی سلطان محمود کی زندگی میں تاریخ مظفر شاہی اور بہادر شاہی سلطان مظفر اور سلطان بہادر کے وقت، ظاہر ہے کہ مولفین میں سے ہر ایک بادشاہ سے صلہ کی امید رکھتا تھا اور بادشاہ کا پاس خاطر منظور تھا اس لئے مذکورہ تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں سوائے ان بادشاہوں کی تعریف کے قصہ کے کوئی امر ان میں نہیں لکھا گیا۔

ایسی صورت میں کوئی مورخ یہ کیسے لکھ سکتا تھا کہ سلطان مظفر کی کثیر فوج کو بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی قلیل جماعت سے ہزیمت اٹھانی پڑی اس سے قطع نظر غزوات رسول اللہ کا ذکر کسی نصرانی یا یہودی کی کتاب میں نہ ہو تو ان غزوات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

شیخ زین الدین مملکت مدار نظام شاہ (والی احمد نگر) نے کشف الاسرار میں لکھا ہے۔

اما بعد موتہ فان صاحبا من اصحابہ المسمی سید السادات السید خوند میر الذی ھو تابع المھدی کان فی بلاد گجرات وسمع سلطانھا مثل ذلک فارسل سریۃ

اور امام علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک صحابی المسمی سید السادات بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ جو امام علیہ السلام کے تابع ہیں بلاد گجرات میں تھے۔ وہاں کے سلطان نے اسی طرح سنا پس اس نے ایک فوج کو ان کی طرف

---

[1] اس کا ایک نسخہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش میں موجود ہے (فن تواریخ عربی اردو نمبر ۱، ۲۵) [2] مراۃ سکندری (طبع بمبئی) ص ۳۔

علیہ وکانت مثل ستة عشر الف فارس وفیها جماعة من الفیل فلما سمع السید المذکور بذلك استعد هو ایضا مع اصحابه فقاتلوا فهزم الله سریة السلطان فهربوا فافهم ما اوردنا من القصة وان شککت فیها فتفحص عند من یعلم تلك کما ان الله اری الکفار جیش النبی مثل جیش الکفار فی وقعة بدر حتی انهزموا[1] (الفصل الثانی)

بھیجا جس میں تقریباً سولہ ہزار سوار تھے اور ان میں ہاتھیوں کا ایک جھنڈ بھی تھا۔ پس جب سید مذکور (بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ) نے یہ بات سنی تو اپنے ساتھیوں کیساتھ تیاری کی، پس انہوں نے مقاتلہ کیا، پس اللہ نے بادشاہ کی فوج کو ہزیمت دی پس وہ فوج بھاگ گئی پس جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے اس کو سمجھ اور اگر اس میں تجھے شک ہو جو اسے جانتا ہے اس سے دریافت کر جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے لشکر کو کفار کے لشکر کے اتنا دکھایا غزوۂ بدر میں یہاں تک کہ کافروں نے ہزیمت پائی۔

مذکورہ عبارت میں سلطان سے مراد سلطان مظفر گجراتی ہے۔

بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ

آپ کے دادا شیخ بڑے بقولے ملک بڑے، سلطان محمود بیگڑہ کے معتمد امراء سے تھے، نسباً آپ صدیقی ہیں، باپ کی وفات کے بعد آپ کو منصب کسی کمی سے ملا لیکن اس کو سنبھال نہ سکے، ایک دفعہ باتوں باتوں میں اکابر گجرات سے سات آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پچیس ۲۵ تیس ۳۰ آدمیوں کی ایک جماعت ساتھ لیکر احمد آباد کے اطراف وجوانب میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دی تھی، شاہی غلام عبداللہ کے لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ سے سلطان نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے پانچ سات سو سوار مقرر کر دیئے تھے۔ سانتیج میں حضرت مہدی علیہ السلام کا بیان قرآن سنکر آپ نے مہدوی مذہب قبول کیا، حبشی عبداللہ کے گھر گئے اور ننگی تلوار پیش کر کے کہا تو اپنے بیٹے کا قصاص لے اس نے ان کے حالات دریافت کر کے خون معاف کر دیا۔ اس طرح ہر ایک سے اپنا قصور معاف کرایا۔ اس کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد فراہ سے گجرات آئے، آپکا دائرہ پٹن، جالور، احمد آباد، احمد نگر، خاندیس وغیرہ میں رہا ہے۔ جس وقت آپکا دائرہ متولی قریب قلعہ لوہ گڑھ تھا ۹۳۵ھ میں مع سولہ طالبان حق کے اور بروایتے سترہ یا اکیس، ۶۱ برس کی عمر میں شہید کئے گئے۔ وجہ یہ تھی کہ آپکے دائرہ سے ان کلمات تسبیح وتہلیل کی صدا بلند ہوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اللہ الٰہنا محمد نبینا، القرآن والمهدی امامنا آمنا وصدقنا۔ کفشدار خواجہ سرائے حرم نظام شاہ جو قلعہ لوہ گڑھ پر متعین تھا مذکورہ کلمات نہیں سن سکتا تھا۔ یہی کلمات تسبیح اکثر مہدویوں کے قتل واخراج کا سبب ہوئے ہیں۔ علماء عوام الناس اور حکام کو یہ سمجھاتے تھے کہ ان کلمات کے سننے سے ان کی بیویوں کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ مہدوی روزانہ شب میں ایک ایک پہر خدا کی یاد کرنے کے لئے باری باری سے جاگا کرتے دوسروں کی نوبت آتی تو انہی کلمات سے انہیں ہشیار کرتے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۳ میں لکھا ہے "سخن لغو نگویند وبنام خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] شیخ زین الدین المعروف بہ وزیر نہنے میاں نے قاضی القضاۃ علامہ منتجب الدین صاحب مخزن الدلائل کی تائید سے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو ۹۹۸ھ کا مکتوبہ ہے ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے کشف الدلائل ابراز تالیف نہنے میاں بتائید قاضی منتجب الدین۔

وہدنی ہشیار کنند بدیں ترتیب تسبیح قرار دادہ اند"۔ اس کے بعد تسبیح کے کلمات نقل کئے ہیں۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے بہت سے خلفا تھے لیکن مشہور یہ ہیں۔ جناب ولی محمدؒ، قاضی عبداللہؒ، قاضی منتجب الدین بدری، کبیر محمد سجاوندی، عبدالمومن سجاوندی، سید بڑے وغیرہم۔

(۴) بندگی میاں شاہ نظام رضؓ مولد آپ کا جائس ہے آپ شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے ہیں آبائی حکومت اور ریاست چھوڑ کر آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی، شام و عراق کی سیاحت کرنے کے بعد ہندوستان آئے اور چانپانیر میں حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ستائیس برس کی عمر میں مہدوی مذہب قبول کیا۔ آپ کا سنہ پیدائش ۸۷۳ھ ہے اور سال وفات ۹۴۰ھ مدفن موضع انوندرہ جو علاقہ کڑی، ضلع احمد آباد گجرات سے ہے آپ کے سات خلفا ہیں منجملہ ان کے میاں عبدالرحمنؓ صاحب مولود آپ کے فرزند اور مولانا ابوالفتح (میاں عبدالفتاح) بہت مشہور ہیں۔

(۵) بندگی میاں شاہ دلاورؓ آپ راجہ دلپت والی گوڑ کے بھانجے ہیں، حضرت مہدی علیہ السلام کے فیض صحبت سے آپ نے وہ درجہ کمال حاصل کیا کہ صاحب سراج الابصار جیسے جلیل القدر عالم نے آپ کے ہاتھ پر دین مہدی کی تصدیق کی ہے۔ اس کا مفصل ذکر مقدمہ کے حصہ چہارم میں کیا جائے گا۔ بندگی میاں شاہ دلاور کا مدفن موضع بورکھیڑہ (علاقہ خاندیس) ہے اور سال وفات ۹۴۴ھ۔

(۶) بندگی ملک برہان الدینؓ احمد آباد میں صاحب منصب و صاحب علم و فضل تھے، حضرت مہدی علیہ السلام کا بیان سن کر مرید ہو گئے۔ مہدی علیہ السلام نے آپ کو اپنی دامادی سے ممتاز فرمایا۔ آپ کا سال وفات ۹۱۵ھ ہے اور مدفن اچیڑ موتیڑہ جو احمد آباد سے تین میل شمال مشرق میں ہے۔

(۷) بندگی ملک گوہرؓ آپ بادشاہ بنگالہ کے خزانہ دار تھے اور بہ روایتے بادشاہ گجرات کے وزیروں میں سے پھر سلطان غیاث الدین بادشاہ مانڈو (مندو) کی ملازمت اختیار کی، چند روز میں مقرب امرا میں شمار ہونے لگا۔ بادشاہ سے اجازت لیکر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ گجرات میں اتفاقاً ایک روز مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ترک دنیا کر کے ساتھ ہو گئے ۹۱۴ھ میں شہر ٹھٹہ (سندھ) میں وفات پائی۔

(۸) بندگی ملک جیؓ حاکم ناگور آپ قوم مغل سے تھے، جب حضرت مہدی علیہ السلام ناگور تشریف لے گئے تو ملک جی چونکہ خود عالم تھے، علماء کی ایک جماعت کیساتھ مباحثہ کیلئے آئے، مہدی علیہ السلام نے آپ کے آتے ہی آپ کو شہزادۂ لاہوت فرمایا۔ یہ کلمات سنکر آپ بے اختیار ہو گئے اور بعد کو تصدیق سے مشرف ہوئے، ترک دنیا کر کے اہل و عیال کے ساتھ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہم سفر ہو گئے۔ برہان نظام الملک کے زمانے میں دکن تشریف لائے آپ کا دائرہ چھوٹنڈ علاقہ احمد نگر میں تھا۔ آپ کا مدفن بھی وہیں ہے۔

(۹) بندگی شاہ عبدالمجیدؓ نوری آپ شیخ فرید شکر گنج کی اولاد سے ہیں۔ دہلی میں صاحب سجادہ تھے۔ امرا اور حکام ان کے مرید اور یہ بڑے متقی و پرہیزگار تھے، جب تک مہدی علیہ السلام احمد آباد میں مقیم تھے انہیں تصدیق کرنے میں ذرا تامل تھا لیکن مہدی علیہ السلام نے احمد آباد سے ہجرت کی تو آپ خدمت عالی میں حاضر ہو کر تصدیق سے مشرف ہوئے۔

آپ کی اولاد بھی صاحب ارشاد ہونے کے اعتبار سے مشہور ہے۔ آپ کا دائرہ مین پور احمد آباد میں تھا ۹۱۸ھ یا ۹۱۹ھ میں سلطان مظفر کے زمانے میں شہید کئے گئے۔

(۱۰) بندگی ملک معروف رضؓ

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ بھی صاحب جاہ ومنصب تھے۔ پٹن میں بیان قرآن سنکر مہدوی ہوئے پھر اپنے گھر کی صورت نہ دیکھی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی ملک برہان الدین نے بھی مہدوی مذہب اختیار کیا تھا۔ اس کے چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا، آپ کی والدہ نے آکر ملنے کے لئے انہیں خط لکھا تو آپ نے جواب دیا کہ جس طرح برہان الدین آپ کے حق میں مرگیا ہے اسی طرح معروف بھی مرگیا ہے۔

(۱۱) بندگی میاں یوسف رضؓ

احمد آباد کے اعیان اور علماء میں سے تھے، احمد آباد ہی میں تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہوئے خراسان کے سفر میں سخت تکلیف برداشت کی لیکن چین سے جبیں نہ ہوئے نواح احمد آباد میں چندولہ تالاب پر آپ کا مدفن ہے۔

(۱۲) بندگی شاہ امین محمد رضؓ

شاہ عبدالمجید نوری کے بھائی ہیں، گجرات میں اپنے بھائی کے ساتھ دین مہدی کی تصدیق کی، مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد بہت سارا ملک پھرے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کی آپ کا بیان قرآن سن کر ہزاروں تصدیق سے مشرف ہوئے۔ دولت آباد (دکن) میں ۹۳۵ھ میں وفات پائی۔

دیگر اہل اللہ وعلماء

صاحب تحفۃ الکرام نے حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

"بسا اہل اللہ بنسبت مریدیش رسیدند انچہ رسیدند[1]" یعنی بہت سے اہل اللہ آپ کی مریدی سے منسوب ہوئے وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا۔ یہاں چند اہل اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کے متعلق صاحب تحفۃ الکرام نے یہ لکھا ہے۔

(۱) پیر آسات

پیر آسات سالک مجذوب واصل محبوب برادر مخدوم عربی ہالہ کندیست بخدمت سید میراں محمد مہدی جونپوری شرف ارادت حاصل کرد گروہ اہل اللہ ایشاں را اقدم اکثر مشائخ شمردند، مدفنش معروف ازاولادش محمد حسین نام فقیرے صاحب حال[2] گذشتہ۔

مخدوم عربی ساکن ہالہ کندی (علاقہ سندھ) کے بھائی پیر آسات، سالک مجذوب اور واصل محبوب نے سید میراں محمد مہدی جونپوری کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کیا اہل اللہ کا گروہ انہیں اکثر مشائخ سے افضل سمجھتا تھا ان کا مدفن معروف ہے (زیارت گاہ عام ہونے کی وجہ سے) ان کی اولاد سے محمد حسین ایک فقیر صاحب حال گزرے ہیں۔

صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد حسین کی اولاد ٹھٹہ (تتہ) میں رہتی تھی۔ مخدوم عربی کا ذکر صاحب تحفۃ الکرام نے دوسری جگہ اس طرح کیا ہے: "مخدوم عربی ..... برادر پیر آسات کہ در مکلی جا دارد[3] یعنی مخدوم عربی پیر آسات کے بھائی ہیں جو مکلی نامی مقام پر مدفون ہیں۔

---

[1] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۲۶۔ [2] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۴۹۔ [3] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۵۰۔

صاحب تحفۃ الکرام نے شیخ جہندہ پاتنی کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

(۲) شیخ جہندہ پاتنی (پتنی)

شیخ جہندہ پاتنی از فیض یابان نظر کرامت سید میراں محمد مہدی جونپوری است۔ گویند کہ چوں سید مذکور وارد تتہ گردید نظام الدین باشارہ علمائے ظاہر سلوک معتقدانہ بعمل نیاوردہ و بارادہ دیگر در کشتی راکب نمود وقتی کہ ملاحان کشتی را در خلاب زدہ رفتند ایں را توفیق ازل قائد آں گردیدہ کہ آمدہ ایشاں را سالم از آں مہلکہ عبور دادہ یافت انچہ یافت۔

شیخ جہندہ پاتنی ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے سید میراں محمد مہدی جونپوری کی نظر باکرامت سے فیض پایا ہے کہتے ہیں کہ جب سید مذکور ٹھٹھہ میں آئے تو نظام الدین نے علمائے ظاہر کے اشارے سے ان کیساتھ معتقدانہ سلوک نہیں کیا اور انہیں غرق کرنے کے ارادے سے کشتی میں بٹھادیا جب ملاح کشتی کو کیچڑ میں پھنسا کر چل دیئے اس وقت ازلی توفیق نے شیخ جہندہ کی رہنمائی کی آئے اور انہیں صحیح سالم مہلکہ سے پار کردیا اور وہ پایا جو کچھ انکی قسمت میں پانا تھا۔

صاحب سیر مسعود نے ٹھٹھہ کے واقعات میں بیان کیا ہے" ہمراہیوں نے استوانہ قائم کرکے کشتی کو روانہ کیا۔ اور بعون اللہ کنارہ پر پہنچ گئے"[1] معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جہندہ پاتنی بھی استوانہ قائم کرنے والوں میں تھے، آگے چلکر صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بیان کیا ہے۔

بالجملہ درگاہش عجب جائے بافیض واقع بزرگانے کہ بزیارت سائر مکلی میرسند انہتا یا ابتدا بادمی نمانیدو زیارتش را خاتمہ یا مقدمہ فتوح میدانند[2]

مختصر یہ ہے کہ شیخ جہندہ کی بارگاہ بھی واقعی عجیب بافیض مقام ہے، اہل اللہ جو تمام مکلی کی زیارت کے لئے آتے ہیں تو زیارت کی ابتدا یا انتہا انہیں کے مزار سے کرتے ہیں اور ان کی زیارت کو فتوح کا مقدمہ یا خاتمہ سمجھتے ہیں۔

تحفۃ الکرام میں مذکور ہے کہ مکلی سندھ میں ایک مقام ہے جہاں بہت سے اہل اللہ دفن ہیں کسی بزرگ پر ایک دفعہ وہاں وجد طاری ہوگیا تو انہوں نے فرمایا ھذا مکۃ لی (یہ میرے لئے مکہ ہے) رفتہ رفتہ مکلی ہوگیا آج کل ویلور علاقہ سندھ میں ایک صاحب سجادہ شاہ احسان اللہ عباسی پیر جھنڈا کے نام سے مشہور ہیں ممکن ہے یہ انہیں کی اولاد میں ہوں، پیر جھنڈا کہنے کی وجہ ہے کہ ان کے جدّ اعلیٰ زوال بغداد کے زمانے میں علم نبوی لے کر سندھ آگئے تھے۔ یہ خاندان دولت علم و ثروت دنیا دونوں سے نامور ہے اور ایک بہترین کتاب خانہ رکھتا ہے۔

(۳) میاں ابوبکر

میاں ابوبکر درویشے صاحب کمال از مریدان و فیض یابان سید میراں محمد جونپوری است مدفنش بر بکر موسوم بہ اسمش مشہور و (از) زیارات معروف اہل حضور است[3]

میاں ابوبکر درویش صاحب کمال سید میراں محمد جونپوری کے مریدوں اور فیض یابوں میں سے ہیں ان کا مدفن بکر ہے اور یہ مدفن انہیں کے نام سے موسوم اور مشہور ہے اور اہل دل اور اہل حضور کی معروف زیارت گاہ ہے۔

(۴) شیخ دانیال

آپ کے متعلق تحفۃ الکرام میں یہ مذکور ہے۔

میر محمد یوسف ولد میر محمد جادم فیض یافتہ جناب سید مبارک شاہ است و وے تربیت

میر محمد یوسف ولد میر محمد جادم جناب سید مبارک شاہ کے فیض یافتہ ہیں اور سید مبارک شاہ نے شیخ دانیال کی نظر

---

[1] سیر مسعود صفحہ ۹۴۔ [2] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۱۸۴ [3] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۵۱۔

پذیرفتہ نظر لطف شیخ دانیال اجل مریدان سید محمد جونپوری[1] لطف سے تربیت پائی ہے اور خود شیخ دانیال سید محمد جونپوری کے اکابر مریدین سے ہیں۔

شیخ دانیال جونپوری حضرت مہدی علیہ السلام کے حلقہ بگوش ارادت ہو گئے تھے اور اجل مریدین میں آپ کا شمار ہوا۔

تحفۃ الکرام میں آپ کا حال اس طرح مذکور ہے۔

(۵) قاضی شیخ محمد آچہ

قاضی شیخ محمد آچہ منسوب بہ آل جعفر از مشاہیر علمائے زمانہ است نخست از ہرات باچہ رسیدہ و در عہد جام نظام الدین چون سید میراں محمد مہدی وارد تتہ گردیدہ علمائے آں زماں برا و نسبت تکفیر بستند نامبردہ کہ بمعنی رسیدہ داشت و مقامات اہل حال را مطلع بود۔ محبت اہل ظاہر را در تکفیر آں ولی اکمل بوجہ الیق رہنمودہ سید میراں بحالش متوجہ گردیدہ و دعائے پایش بزرگی و دوام آثار سترگی باولادش کردہ از آن است کہ خاندان آں بزرگ باوجود حوادث شتی ہرگز انقلاب زدہ نمی شود بالجملہ قاضی معز الیہ بعد فترت آچہ و ملتان بہ بہکر متوطن گردیدہ بنا بر کثرت شہرت منسوب باچہ ماندہ[2]

قاضی شیخ محمد آچہ آل جعفر سے منسوب ہیں اپنے زمانے کے مشہور علماء سے ہیں ابتدا میں شہر ہرات سے آچہ آئے (ادچہ ملتان کے قریب ہے) جام نظام الدین کے زمانہ میں سید میراں محمد جونپوری جب ٹھٹھہ (تتہ) میں آئے تو اس زمانہ کے علماء نے کفر کو ان سے منسوب کیا۔ صاحب مذکور یعنی قاضی شیخ محمد معنی سے باخبر تھے اور اہل حال کے مقامات سے مطلع تھے، اہل ظاہر کی حجت کو اس ولی اکمل کی تکفیر کے باب میں بہترین طریقہ پر رد کر دیا۔ سید میراں (مہدی) نے اس کے حال پر توجہ کی اور اسکی اولاد کی بزرگی کے آثار قائم اور دائم رہنے کیلئے دعا کی اسی وجہ سے مختلف حوادث کے باوجود اس بزرگ یعنی شیخ محمد آچہ کا خاندان انقلاب زدہ نہیں ہوتا ہے مختصر یہ کہ قاضی موصوف آچہ و ملتان کے ہنگاموں کے بعد بہکر میں متوطن ہو گئے شہرت کی کثرت کی وجہ سے آچہ سے منسوب ہو گئے۔

محمد معصوم نامی نے بھی قاضی شیخ محمد آچہ کا حال اس طرح لکھا ہے۔

قاضی شیخ محمد آچہ از مشاہیر علمائے زمانہ بود.... در علوم دینی ماہر بود۔ عربیت را نیز خوب میدانست[3]

قاضی شیخ محمد آچہ اپنے زمانہ کے مشہور علما سے تھے..... علوم دینی میں ماہر تھے۔ عربی بھی خوب جانتے تھے۔

آپ کا ذکر صاحب تحفۃ الکرام نے اس عنوان کے ذیل میں کیا ہے۔

(۶) شیخ صدر الدین

طبقۂ علمائے کرام کہ بمنطوقہ علمائے امتی کانبیا بنی اسرائیل علم تفوق بر عرصہ ایجاد دراز فرختہ اند و طبقۂ صلحائے اہل تقوی کہ بمصداق آیہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم بر جمیع قبائل و شعوب قدم پیشی دارند

علمائے کرام کا طبقہ جس نے حدیث علمائے امتی کے مفہوم کے لحاظ سے تمام عرصہ ایجاد پر برتری کا علم بلند کیا ہے اور صالحین اہل تقوی کا طبقہ جو آیہ اکرمکم عند اللہ کے مصداق سے تمام قبائل پر فضیلت رکھتا ہے۔

خود شیخ صدر الدین کے متعلق یہ لکھا ہے۔

شیخ صدر الدین اجل علما و افضل اتقیا معاصر جام نظام الدین است در جامعیت علوم بدان غایت بود کہ ہزار شاگرد بہ مرتبۂ کمال رسانیدہ نخست بورود میر انسید محمد مہدی

شیخ صدر الدین افضل علما و اتقیا جام نظام الدین کے معاصر تھے ان کی جامعیت علوم اس درجہ تھی کہ ہزار شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا۔ پہلے پہلے میراں سید محمد مہدی

---

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۰۳۔ [2] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۶۔ [3] تاریخ سندھ قلمی ورق ۹۶ نمبر ۱۳۷۳ تاریخ فارسی اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش

جونپوری ادعائے خصمی پیش کردہ آخر بدیدنش داخل زمرہ مریدین راسخ گردیدہ[1]

جونپوری کے آنے پر مخالفت کی آخر انہیں دیکھکر مریدین راسخ کے زمرہ میں داخل ہوگئے۔

(۷) قاضی قاضن

آپ کے باب میں صاحب تحفۃ الکرام نے یہ لکھا ہے۔

قاضی ابوسعید ولد قاضی زین اللہ دین بہکری بوفور فضیلت وحضور قریحت درممتازان روزگار ودنامداران آں دیار زیست کردہ بعد فوت وی پسرش قاضی قاضن سرآمد وقت برآمدہ بانواع فضائل آراستہ بود، حفظ قرآن وعلم قرأت نیکو داشت در فقہ وتفسیر وحدیث وتصوف وعزیمت وانشا کافی زیستہ در وادی سلوک ریاضات بسیار کشیدہ وبزیارت حرمین رسیدہ سیر وسفر بسیار کردہ آخر با در سلک مریدان سید محمد جونپوری منسلک گردید[2]

قاضی زین الدین بہکری کے بیٹے قاضی ابوسعید فضیلت کے وفور اور حضور طبیعت کے لحاظ سے اس دیار کے نام آوروں اور اس زمانہ کی ممتاز ہستیوں میں تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے قاضی قاضن سرآمد زماں نکلے، انواع فضائل سے آراستہ تھے، قرآن حفظ تھا، علم قرأت اچھی طرح جانتے تھے، فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف، عزیمت اور ادب میں کافی مہارت کے ساتھ زندگی بسر کی، وادی سلوک میں بہت ریاضت کی تھی، حرمین شریفین کی زیارت بھی کی تھی، بہت سیر وسفر کیا تھا۔ اخیر میں سید محمد جونپوری کے مریدوں میں داخل ہوگئے۔

محمد معصوم نامی نے تاریخ سندھ میں قاضی قاضن کے متعلق جو لکھا ہے اس سے تحفۃ الکرام کے بیان کی تائید ہوتی ہے مورخ نامی کے الفاظ یہ ہیں۔

قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن زین الدین بہکری اجداد ایشاں در بلدہ تہتہ وسوستان سکونت داشتند وجد ایشاں در بلدہ تہتہ وسوستان سکونت داشتند وجد ایشاں قاضی ابوالخیر کہ صاحب حالت وفضیلت بود رحل اقامت در بکر انداختہ وقاضی قاضن بزہد وتقویٰ آراستہ بود بہ صحبت بزرگان بسیار رسیدہ واز اہل کشف بود ہمیشہ بہ وظائف وعبادات اوقات شریف خود را مصروف می نمود ودر علم تفسیر وحدیث دخل وافر داشت واز چند جا علم تحصیل نمودہ بود ودر جزئیات فرائض بسیار دخل داشت اکثر اوقات بہ ادائے طاعات وعبادات مصروف میداشت نسب او از جانب پدر بایں طریق قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن قاضی زین الدین قاضی بانواع

قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن زین الدین بہکری کے اجداد شہر تہتہ اور سوستان میں رہتے تھے ان کے جد اعلیٰ قاضی ابوالخیر نے جو صاحب فضیلت اور صاحب حال تھے بہکر میں سکونت اختیار کی تھی، قاضی قاضن زہد وتقویٰ سے آراستہ تھے، بہت سے بزرگوں کی صحبت پائی تھی یہ اہل کشف سے تھے، ہمیشہ وظائف اور عبادت میں اپنا وقت صرف کرتے تھے، علم تفسیر وحدیث میں انہیں کمال حاصل تھا فرائض کے جزئیات سے بھی اچھی طرح واقف تھے، وقت کا بیشتر حصہ عبادت وطاعت میں صرف کرتے تھے۔ ان کا نسب باپ کی طرف سے یہ ہے قاضی قاضن بن قاضی ابوسعید بن قاضی زین الدین بہکری۔ قاضی قاضن مختلف

---

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۷۔ [2] تحفۃ الکرام جلد سوم صفحہ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔

فضائل علمی آراستہ بود۔ قرآن مجید و فرقان حمید یاد داشت و قرارت و تجوید نیکو میدانستہ و در علم حدیث و تفسیر و اصول فقہ و تصوف دخل وافر داشت و در انشا مستثنیٰ عصر بود و سیاق میدانست و در وادیٔ سلوک ریاضت بسیار کردہ و در سلک مریدان و معتقدان سید محمد جونپوری کہ بہ میراں مہدی مشہور است انتظام داشتہ[1]

فضائل علمی سے آراستہ تھے۔ قرآن مجید انہیں حفظ تھا، قرأت اور تجوید اچھی طرح جانتے تھے، حدیث، تفسیر، اصول فقہ اور تصوف میں انہیں کمال حاصل تھا انشا میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ وہ سیاق سے واقف تھے، وادی سلوک میں بہت ریاضت کی تھی، سید محمد جونپوری جو میراں مہدی مشہور ہیں ان کے مریدین اور معتقدین میں تھے۔

محمد معصوم نامی نے کتاب کے مقدمہ میں اکبر بادشاہ کے نام کے ساتھ خلد اللہ ملکہ لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اکبر کی زندگی میں لکھی گئی ہے۔ محمد معصوم کے حالات مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد سوم میں صفحہ ۳۲۶ سے ۳۲۹ تک میر معصوم کے عنوان کے ذیل میں مرقوم ہیں ان کا سال وفات ۱۰۱۹ھ ہے شمس العلماء محمد ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان میں جہاں سندھ کے واقعات لکھے ہیں تحفۃ الکرام اور محمد معصوم کی تاریخ سندھ کا بھی حوالہ دیا[2]۔

(۸) محمد تاج

صاحب مرآۃ سکندری نے لکھا ہے کہ آپ علامۂ عصر تھے، احمد آباد کے علمائے رویت باری کے مسئلہ میں جب سید محمد جونپوری (حضرت مہدی علیہ السلام) کے خلاف فتویٰ لکھا تو علامہ محمد تاج نے دستخط نہیں کئے۔ مرآۃ سکندری کی عبارت یہ ہے۔

ہمہ فتوی نوشتند الا مولانا محمد تاج کہ اعلم علمائے عصر بود او استاد او ستادان شہر بہ علما گفت کہ شما علم را برائے ہمیں آموختہ اید کہ بر قتل سید فتوی دہید بعد از وقوع ایں واقعہ سید از احمد آباد انتقال نمودہ بہ طرف پٹن روانہ شدند و بسہ کروہی پٹن موضعے است بڑلی نام آنجا اقامت نمود و دعوت مہدیت کرد[3]

سب نے فتویٰ لکھا سوائے مولانا محمد تاج کے جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور علمائے شہر کے استاد تھے، کہا کیا تم نے علم اسی لئے سیکھا ہے کہ سید کے قتل پر فتویٰ دو، اس واقعہ کے بعد سید احمد آباد سے پٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ پٹن سے تین کوس کے فاصلہ پر بڑلی نام ایک موضع ہے اس جگہ ٹھہرے اور مہدیت کی دعوت کی۔

مولانا محمد تاج کا متبحر عالم ہونا اور دنیا پرست علماء کا ساتھ نہ دینا غیروں کی روایت سے بھی ثابت ہے۔ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ مولانا محمد تاج کے بھائی مولانا یوسف سہیت نے پٹن میں امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے، اس کے بعد مولانا محمد تاج بھی تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہوئے۔

عیسیٰ کے حواری

عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والی پہلی جماعت حواریوں کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[1] تاریخ سندھ قلمی ورق نمبر ۹۸-۹۹، فن تاریخ فارسی نمبر ۱۳۷۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش۔ [2] تاریخ ہندوستان (طبع شمس المطابع دہلی) جلد چہارم صفحہ ۱۹، ۲۱۔ [3] مرآۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۸۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ (آل عمرانؑ)

کہا عیسیٰ نے کون ہیں مجھکو مدد دینے والے اللہ کے واسطے حواریوں نے کہا ہم ہیں ناصر اللہ (کے دین) کے۔

حواری کون تھے اس کی تفصیل مواہب علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔

لہ۔ چوں عیسیٰ آغاز دعوت کرد جہودان بہ قصد وی برخاستند عیسیٰ فرار نمود از ولایت شام بجانب مصر و بر لب دریائے نیل[1] جماعتی صیاداں دید کہ ماہی می گرفتند عیسیٰ با ایشاں گفت ..... بیائید تا مردماں را صید کنیم

ب۔ گفتند حواریاں یعنی ایں جماعت صیادلی و گویند گازران و رنگریزاں بودند

جب عیسیٰ نے دعوت دین کا آغاز کیا تو یہودی ان کو جان سے مار ڈالنے کے ارادے سے اٹھے، عیسیٰ علاقہ شام سے مصر کی جانب بھاگ گئے اور دریائے نیل کے کنارے پر ماہی گیروں کو دیکھا جو مچھلیاں پکڑ رہے تھے، عیسیٰ نے کہا آؤ کہ آدمیوں کا شکار کریں۔ کہا حواریوں نے یعنی ماہی گیروں کی اس جماعت نے اور کہتے ہیں کہ حواری دھوبی اور رنگریز تھے۔

صاحب مدارک نے سورۂ الصف کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

کانوا قصارین یحورون الثیاب (الجزء الرابع ص۱۹۱)

وہ دھوبی تھے، کپڑے (دھوکر) سفید کرتے تھے۔

مولف اردو ترجمۃ القرآن نے یہ لکھا ہے۔

"بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ لوگ جو حضرت نوحؑ کے ساتھ تھے حجام اور موچی تھے اور حضرت مسیح ..... کے حواری ماہی گیر اور دھوبی۔"[2]

جب حجاموں، موچیوں، ماہی گیروں اور رنگریزوں کی شہادت نوحؑ و عیسیٰؑ کے نبی ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو مذکورۂ صدر اکابر اور علماء کی شہادت امام علیہ السلام کے مہدی موعود ہونے کی دلیل کس طرح نہ ہوگی؟ اس کے علاوہ علمائے ہرات نے بھی امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے۔

علمائے ہرات

ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید[3] میں حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے

زمانے کہ حکومت قندھار تعلق بذوالنون بیگ داشت او از زمین حجاز بہ قصبۂ قراہ رسید غلۂ عظیم در آں ولایت افتادہ و خلایق لا یعد و لا یحصیٰ بدو جمع آمدہ و شیخ الاسلام ہروی مشہور از جملہ تلامذۂ خود دو شاگرد رشید را انتخاب نمودہ برائے تحقیق حال او از ہری فرستاد

جس زمانہ میں قندھار کی حکومت ذوالنون بیگ سے متعلق تھی وہ یعنی میر سید محمد جونپوری (مہدی علیہ السلام) زمین حجاز سے (براہ گجرات) قراہ پہونچے، اس علاقہ میں ایک غلۂ عظیم برپا ہوا اور بے شمار خلایق ان کے ساتھ ہو گئی شیخ الاسلام ہروی نے اپنے تلامذہ میں سے دو رشید شاگردوں کو منتخب کر کے تحقیق حال کیلئے ہری (ہرات) بھیجا

---

[1] انجیل متی باب چہارم میں بحیرہ طبریہ مذکور ہے۔ [2] اردو ترجمۃ القرآن (طبع مطبع کریمی لاہور) [3] نجات الرشید کا متعدد جگہ (بقیہ حاشیہ ص۱۷۸)

او شبہۂ چند کردہ تا حال آں نمایند از آنجملہ آنکہ ازیں مذاہب اربعہ مشہورہ کدام مذہب دارید۔ دوم آنکہ شنیدہ شد کہ دعوی رویت اللہ در دار دنیا میکنید سوم میگویند کہ خود را مہدی میگیرید و آن ہر دو کس در وقتے کہ میر بیان آیہ کریمہ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الآیۃ[1] میفرمود بملازمت رسیدہ اند و چندیں شبہات کہ ترتیب دادہ بودند در ضمن تفسیر آں آیت مرتفع شدہ بہ مثابہ کہ آں ہمہ بہ تحیر قدرت بر سوال نداشتند و ہیچ احتیاج باستفسار نماند و ایں معنی را حمل بر خارق میکردند و میر اشارت فرمود کہ بموجب ما علی الرسول الا البلاغ آنچہ شیخ الاسلام پیغام دادہ است چرا نمی گذارید ایشاں اداے رسالت کردند۔ جواب از سوال اول چنیں داد کہ من حیث الاطلاق مذہب خداوند تعالیٰ و من حیث التقلید مذہب رسول اللہ صلعم دارم و چنانچہ پیغمبر علیہ السلام مبعوث براے نفی اصنام بود من مبعوث براے نفی اجسام رافع اختلافم و اگر اصحاب مذاہب

روانہ کیا۔ اس نے چند شبہات ترتیب دیئے تاکہ وہ حل کئے جائیں ایک یہ کہ ان مشہور مذاہب اربعہ میں سے کس مذہب کے پابند ہو دوسرے یہ کہ سنا گیا دار دنیا میں رویت اللہ کا دعوی کرتے ہو۔ تیسرے یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ خود کو مہدی سمجھتے ہو جس وقت میر مذکور ایھا الناس اعبدوا ربکم الآیۃ[1] کا بیان کر رہے تھے شیخ الاسلام کے دونوں شاگرد پہنچے۔ جتنے شبہات انہوں نے ترتیب دیئے تھے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں رفع ہو گئے اس حد تک کہ حیرت کی وجہ وہ سوال کرنے کی قدرت تک نہیں رکھتے تھے اور استفسار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اور اس بات کو انہوں نے خارق پر محمول کیا میر مذکور نے اشارۃً فرمایا قاصد کا کام صرف پہنچانا ہے۔ شیخ الاسلام نے جو پیغام بھیجا ہے کیوں نہیں پہنچاتے انہوں نے پیام عرض کیا پہلے سوال کا جواب اس طرح دیا کہ ہمارا مذہب من حیث الاطلاق خدا کا مذہب ہے اور من حیث التقلید رسول اللہ کا مذہب ہے۔ جس طرح رسول اللہ اصنام کی نفی کیلئے مبعوث ہوئے ہیں

(سلسلہ حاشیہ ص۱۷۷) حوالہ دیا گیا۔ اس لئے اس سے متعلق ایک مختصر نوٹ دیا جاتا ہے۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش میں نجات الرشید کے دو نسخے ہیں۔ فہرست اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش جلد چہارم صفحہ ۱۸۸، تصوف فارسی، نمبر ۱۵۶۴۔ فہرست اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (قلمی ۱۳۴۴ف تا ۱۳۱۰ف) صفحہ ۲۶۲، مواعظ فارسی، نمبر ۱۵۶۴ تین سو چودہ اوراق پر مشتمل ہے۔ سنہ کتابت ۱۱۱۵ھ اور مقام کتابت شاہجہاں آباد ہے اسی نسخہ کا ہم نے متعدد جگہ حوالہ دیا ہے۔ اس کے صفحہ ۸۴ (ورق ۴۴) سے صفحہ ۹۱ (ورق ۴۷) تک امام مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات لکھے ہیں۔

مہدی علیہ السلام کے حالات سے قبل میر سید محمد نور بخش کے حالات لکھے گئے ہیں اور ان الفاظ پر ختم ہوتے ہیں "شیخ محقق لاہجی شارح گلشن راز از جملہ مریداں اوست الی آخرہ"۔ مہدویوں کے حالات شیخ علائی کے بیان پر ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایک حکایت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ حکایت: کاتب ایں اوراق آشنائے داشت مصطفیٰ بیگ رومی کہ از اعیان آں دیار و از سعادتمندان روزگار بود الی آخرہ۔ نسخہ نمبر ۵۳۳ چار سو سات اوراق پر مشتمل ہے اور سنہ کتابت ۱۲۱۷ھ ہے اس نسخہ میں ورق ۵۳ سے ورق ۵۸ تک حضرت مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات درج ہیں۔ اس کے ماقبل و مابعد وہی عبارت درج ہے جو نسخہ نمبر ۱۵۶۴ کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ دونوں نسخوں میں مہدی علیہ السلام کے حالات ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں۔ "میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ الی آخرہ" بدایونی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب نظام الدین احمد صاحب طبقات اکبری کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔

[1] اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی۔

دراین زماں می بودند در حقایق الٰہی و معارف یقینی غیر از متابعت من نمی گزیدند و از دوم آنکہ برویت قلبی کہ عبارت از مشاہدہ است ہمہ کس قائل است و ہمچنین امکان رویت بصر نیز ماند و وقوع در دنیا نمی بینید کہ پیغمبر علیہ السلام را خود رویت بصری واقع در ہمیں دار ابتلا شد اگر کسی کہ ذات او در ذات رسول صلعم و صفات او در صفات صلعم فانی شدہ باشد و محو مطلق گشتہ بہ طفیل متابعت آن سرور از آں دولت بہرہ مند گردانند چہ عجب، فلاں بزرگ در فلاں کتاب آوردہ کہ " رایت ربی " و دیگراں نیز در جاہائے متعدد چنین میگویند کہ " رایت اللہ " عجب است کہ اینہا را مسلم میدارید و انکار نمی آرید غایتش تاویل ! ایں اقوال خواہید کرد و ما را تاویل چہ ضرور است در ظہور مورد ایں عبارت چہ قصور است تا صرف معنی از ظاہر نمودہ بہ تاویل قائل شوم بلکہ چنیں میگوئیم کہ ہر جا در قرآن مجید ایہا الذین آمنوا واقع شد قابل ایں خطاب ہماں کس تواند بود کہ او را رویت اللہ بہ بصر یا بصیرت یا در منام حاصل شدہ باشد اگر ازیں ہا ہیچ کدام صورت نہ بندد لا اقل در طلب رویت در رویا و مشاہدہ بیقرار گردد تا اطلاق لفظ مومن بر وے صادق آید و ہر کہ ازیں مراتب اربعہ ہیچ کدام ندارد نزد من مومن کامل نیست اما از سوم آنکہ اگر باذن اللہ باشد چہ مانع و آں ہر دو آں روشن و طرح جذب و تصرف دیدہ گفتگوئے علمی را فراموش ساختہ داخل اصحاب

اجسام کی نفی (یعنی خودی) کے مٹانے کیلئے مبعوث ہوا ہوں اور اختلاف کو رفع کرنے والا ہوں اگر اصحاب مذہب اس زمانہ میں ہوتے تو حقائق الٰہی اور معرفت یقینی میں میرے سوا کسی اور کی متابعت نہ کرتے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ رویت قلبی یعنی مشاہدہ کے سب لوگ قائل ہیں اسی طرح رویت بصر اور اس کے دار دنیا میں واقع ہونے کا امکان ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ خود رسول اللہ صلعم کو اس دار دنیا میں رویت بصر حاصل ہوئی اگر کوئی شخص جس کی ذات رسول اللہ کی ذات میں اور جس کے صفات رسول اللہ کے صفات میں فنا ہو جائیں اور بالکل محو ہو جائیں اس کو سرور (کائنات) کی متابعت کے طفیل میں دولت رویت سے بہرہ مند کریں تو کوئی تعجب نہیں فلاں بزرگ نے فلاں کتاب میں بیان کیا ہے، رایت ربی یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا اور دوسروں نے بھی متعدد جگہ اس طرح کہا ہے، رایت اللہ میں نے اللہ کو دیکھا، تعجب ہے کہ تم اس کو تسلیم کرتے ہو اور اس کا انکار نہیں کرتے زیادہ سے زیادہ ان اقوال کی تاویل کرو گے اور ہمیں تاویل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور ظاہر معنی سے صرف نظر کر کے تاویل کرنے کیلئے آخر مضمون عبارت ادا کرنے میں کونسی کوتاہی لاحق ہوتی ہے بلکہ ہم اس طرح کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ایہا الذین آمنوا[1] آیا ہے اس خطاب کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنھیں بصر یا بصیرت سے یا منام (نیند) میں رویت اللہ حاصل ہوئی ہو، اگر ان میں سے ایک بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم رویا اور مشاہدہ میں رویت حاصل کرنے کی طلب میں بیقرار رہے تاکہ مومن حقیقی کا اس پر اطلاق ہو سکے اور جس شخص کو ان چار مراتب میں سے کوئی ایک مرتبہ بھی حاصل نہیں وہ میرے نزدیک مومن کامل نہیں ہے تیسرے سوال کا یہ

---

[1] اے ایمان والو

شدند و بہ شیخ الاسلام گفتہ فرستادند کہ ایں مرد آیتے است از آیات خدا و علمے کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا ہیچ قدر و قیمتے ندارد و شیخ الاسلام را ترغیب ملازمت او کردند[1]

جواب دیا کہ اگر باذن اللہ خود کو مہدی کہوں تو کون امر مانع ہے۔ دونوں علما یہ روش جذبک طور اور تصرف دیکھ کر علمی گفتگو بھول گئے اور آپ کے اصحاب میں داخل ہو گئے اور شیخ الاسلام کو کہلا بھیجا کہ یہ شخص اللہ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہے اور وہ علم جو ہم نے سالہا سال پڑھا تھا یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا اور شیخ الاسلام کو میرٹھ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے کتب مہدویہ سے کسی قدر مختلف ہے مثلاً امر اول یہ کہ صرف دو عالموں کا بھیجا جانا مذکور ہے اور کتب مہدویہ میں چار عالموں کے نام ہیں۔ ملا علی فیاض، ملا محمد شروانی، ملا درویش محمد ہراتی۔ چوتھے شخص میں اختلاف ہے وہ عبدالصمد ہمدانی ہیں یا حاجی محمد خراسانی یا ملا علی شروانی یا ملا علی گل یا ملا مخدوم ہیں۔ امر دوم یہ کہ بدایونی نے علماء کے تین سوال نقل کئے ہیں اور کتب مہدویہ میں چار سوال ہیں اور چوتھا سوال تفسیر قرآن سے متعلق ہے۔ امر سوم یہ کہ بدایونی نے آیہ ایہا الناس اعبدوا ربکم نقل کی ہے اور کتب مہدویہ میں آیہ لقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس مذکور ہے امر چہارم یہ کہ دوسرے سوال کے جواب میں بدایونی نے رویت باری سے متعلق "رایت ربی" "رایت اللہ" وغیرہ اولیاء اللہ کے اقوال نقل کئے ہیں جو کتب مہدویہ سے مختلف ہے۔ بندگی میاں عبدالرحمٰنؒ نے مولود میں یہ روایت کی ہے "آنحضرت آیت ہائے قرآن را بر جواز رویت آمدہ اند بقواعد علم بدو تطبیق دادہ بزبان او شاں دیدن خدا را در دنیا ثابت کردند" صاحب مطلع الولایت نے بھی باب ہفتم میں بیان کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام نے تطبیق فرمائی ان آیتوں میں جن سے جواز رویت پر استدلال کیا جاتا ہے اور ان آیتوں میں جن سے عدم جواز رویت پر دلیل لیجاتی ہے اور از روے شرع رویت باری کو دار دنیا میں ثابت کیا۔ اسی کے بعد صاحب مطلع الولایت نے یہ آیتیں درج کی ہیں۔

(الف) فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا (الکہف)

پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے پس چاہیئے کہ وہ اچھے عمل کرے۔

(ب) ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی (بنی اسرائیل)

جو شخص یہاں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

(ج) الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الا انہ بکل شی محیط (حم السجدۃ)

خبردار ہو تحقیق وہ اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں خبردار وہ ہر چیز کو محیط ہے

(د) لا تدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار (الانعام)

نہیں احاطہ کرتی ہیں اس کو نظریں اور وہ محیط ہے نظروں کو

(ھ) قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی (الاعراف)

کہا اے میرے پروردگار مجھکو تو دکھا دے دیکھوں میں تیری طرف، اللہ نے کہا ہرگز نہ دیکھ سکے گا تو مجھکو۔

---

[1] نفحات الرشید قلمی صفحہ ۸۷-۸۹

واضح ہو کہ چوتھی اور پانچویں آیت سے نفی جواز رویت پر استدلال کرنا صحیح نہیں لاتدرکہ الابصار میں ادراک کی نفی کی جارہی ہے۔ رویت کی نہیں۔ ابن حزم نے معتزلہ کا ابطال کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

هذا لاحجة لهم لان الله تعالىٰ انما نفى الادراك والادراك عندنا فى اللغة معنى زائد على النظر والروية وهو معنى الاحاطة ليس هذا المعنى فى النظر والروية فالادراك منفى عن الله تعالىٰ على كل حال فى الدنيا والآخرة [1]

آیہ لاتدرکہ الابصار معتزلہ کے لئے حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے ادراک کی نفی فرمائی ہے اور ادراک کے معنی ہمارے لغت میں نظر اور رویت سے زاید ہیں اور وہ احاطہ کے معنی ہیں، احاطہ کا مفہوم نظر اور رویت میں نہیں ہے پس ادراک کی خداوند تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے۔ ہر حالت میں دنیا اور آخرت میں

کلام اللہ سے بھی ثابت ہے کہ ادراک اور ہے، رویت اور ہے۔

فلما تراء الجمعٰن اصحاب موسىٰ انا لمدركون قال كلا ان معى ربى سيهدين (الشعراء رکوع ۴)

پس جب دونوں جماعتیں آپس میں دیکھنے لگیں تو اصحاب موسیٰ نے کہا کہ تحقیق ہم گھیر لئے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے مجھکو جلد راہ حق دکھلا دیگا۔

اس آیت میں "تراء الجمعٰن" سے رویت کا اثبات ہے اور "انا لمدرکون قال کلا" سے ادراک کی نفی کی جارہی ہے۔ اسی طرح لاتدرکہ الابصار سے ادراک کی نفی کی جارہی ہے رویت کی نہیں۔

خداوند تعالیٰ کے ارشاد لن ترانی (ہرگز نہ دیکھ سکے گا تو مجھ کو) سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نظر نہیں آسکتا۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

"فلما قال لن ترانى ولم يقل لا ارى علمنا ان هذا يدل على انه تعالىٰ فى ذاته جائز الروية [2] یعنی جب خداوند تعالیٰ نے لن ترانی کہا اور لا اری (میں نہیں دیکھا جاسکتا) نہیں کہا پس ہم نے جانا کہ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات جائز الرویت ہے۔

قطع نظر اس کے اللہ تعالیٰ نے رویت کو پہاڑ کے قیام پر موقوف رکھا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ (اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے پس البتہ دیکھ سکیگا تو مجھ کو) پہاڑ کا اپنی جگہ ٹھیرنا ممکن ہے۔ لہٰذا جو امر ممکن پر موقوف ہوگا وہ بھی ممکن ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے

انه تعالىٰ علق رويته على امر جائز والمعلق على الجائز جائز فيلزم كون الروية فى نفسها جائزة۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت کو امر جائز پر معلق رکھا اور جو امر جائز پر معلق ہوگا وہ بھی جائز ہوگا پس رویت کا فی نفسہ جائز ہونا لازم آتا ہے،

صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

---

[1] الفصل فی الملل والاھواء والنحل (طبع مصر) الجزء الثالث صفحہ ۲، ۳ [2] تفسیر کبیر (طبع دار الطباعۃ عامرہ استانبول الجزء الرابع ص ۴۲۱

"بدانکہ طلب موسیٰؑ رویت را دلیل جواز رویت است چراکہ اگر رویت محال بودی موسیٰؑ ایں سوال نہ کردی چہ طلب مستحیل از انبیاء روا نیست۔" یعنے حضرت موسیٰ کا طالب رویت ہونا رویت کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ اگر رویت محال ہوتی تو حضرت موسیٰؑ یہ سوال نہ کرتے اس لئے کہ امر محال کا طالب ہونا انبیاء کے لئے روا نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

"شیخ محی الدین نووی گفتہ راجح و مختار نزد علمائے کبار است کہ آنحضرت دید پروردگار خود را بچشم سر[1]

یعنے شیخ محی الدین نووی نے کہا ہے کہ علمائے کبار نے اس کو ترجیح دی ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سر کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھا۔

رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد ان تعبد اللہ کانک تراہ (اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبادت میں رویت باری ممکن الوقوع ہے۔

رویت باری کے اثبات میں جو شواہد پیش کئے گئے ہیں اس کا ذکر بھی بدایونی کی روایت میں نہیں ہے۔

امام علیہ السلام کی سیرت سے متعلق قدیم ترین ماخذ میاں عبدالرحمٰن کا مولود ہے اس میں یہ روایت کی گئی ہے۔

ابراہیمؑ اور رسول اللہؐ کا گواہ ہونا

باز پرسیدند کہ دعویٰ رویت میکنید و خلق را ہم برویت میخوانید آنحضرت آیت ہائے قرآن کہ بر جواز رویت آمد اند بہ قواعد علم بدو تطبیق دادہ بزبان اوشان دیدن خدای را در دنیا ثابت کردند باز فرمودند در شرح قاضی بچند گواہ راضی می باشد گفتند بدو گواہ فرمودند اینک محمد رسول اللہ صلعم و اینک ابراہیم خلیل اللہ ایستادہ اند بہ پرسید و یکی بندہ نیز شاہد است فی الحال مولانا علی جاذب شدہ تصدیق کردند و گفتند اللہ ما را ہمیں یک گواہ بستدہ است دیگر ہر سہ کس نیز آمنا و صدقنا آغاز کردند اما سہ علما بہ صحبت ملازم شدند و مولانا عبدالصمد را پیش سلطان فرستادند ص ۱۳۲

پھر پوچھا کہ رویت باری کا دعویٰ کرتے ہو اور مخلوق کو بھی اس کی دعوت دیتے ہو آنحضرت نے قرآن کی آیتیں جو جواز رویت کے باب میں آئی ہیں از روئے قواعد تطبیق دے کر ان ہی کی زبان سے رویت الٰہی کو دنیا میں ثابت کر دیا پھر فرمایا کہ شریعت میں قاضی کتنے گواہ سے راضی ہوتا ہے کہا کہ دو گواہ سے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلعم اور یہ ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے ہیں پوچھ لو بندہ بھی ایک شاہد ہے اسی وقت مولانا نے جذبہ میں آکر تصدیق کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہمیں یہی ایک شاہد بس ہے۔ دوسرے تین آدمی بھی ایمان لائے اور اور تصدیق کی، لیکن تین علماء آنحضرت کی خدمت میں رہے اور مولانا عبدالصمد کو مرزا سلطان حسین کے پاس بھیجا۔

یہ روایت مطلع الولایت میں بھی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلعم کا ذکر ہے حضرت ابراہیم کا نہیں۔ شواہد الولایت

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) جلد رابع صفحہ ۴۳۱

میں بھی یہ روایت آئی ہے' اس میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کا بھی ذکر ہے ۔

مولف ہدیہ نے (صفحہ ۱۳۹ پر) یہ اعتراض کیا ہے کہ صاحب شواہد الولایت نے مطلع الولایت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے لفظ "ابراہیمؑ" کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے حالانکہ شواہد الولایت کے مندرجات میاں عبدالرحمٰن کے مولود کے مطابق ہیں جیسا کہ مذکورۂ بالا روایت سے ظاہر ہے ۔

میاں عبدالرحمٰنؒ کا مولود' مطلع الولایت اور شواہد الولایت ہر دو سے متقدم ہے' اس میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کا بھی ذکر ہے ۔

اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا اعتراض محض افترا ہے اور بس

مذکورہ عبارت کے تین جزو ہیں ۔

پہلے حصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام نے از روے کلام اللہ رویت باری کو ثابت فرمایا ہے ۔

دوسرے حصہ کا تعلق آیات الٰہی سے ہے ۔

عبارت کے تیسرے جزو میں علمائے ہرات کا امام علیہ السلام کی تصدیق کرنا اور مرزا سلطان حسین کو اس سے مطلع کرنا مذکور ہے ۔

مولف ہدیہ نے دوسرے جزو سے متعلق یہ لکھا ہے کہ "میراں نے فقط ایک اشارہ ہوائی کیا نہ وہاں کوئی نظر پڑا اور نہ کسی کا آواز سنا گیا"[1] اس طرح کہنا الحاد اور بے دینی ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ شیطان رسول اللہ صلعم سے متمثل نہیں ہو سکتا' جب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم تشریف فرما ہیں تو وہ مبنی بر حق تھا ۔

مخالفین ہدیہ نے بھی امام علیہ السلام کو اولیائے کبار سے تسلیم کیا ہے' یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ وہ ہستی جو مخالفین کے پاس بھی اولیائے کبار سے ہو وہ رسول اللہ صلعم کا مشاہدہ کئے بغیر صرف ہوائی اشارہ کر دے گی خصوصاً جب کہ حضرت امام علیہ السلام کے مشاہدہ پر علماء بھی ایمان لے آئے ۔

مولف ہدیہ کی طرح ایک معاند بھی وحی الٰہی کو ہوائی بات قرار دے سکتا ہے' ایسے قول کی نفی صرف صاحب وحی کے اخلاق سے کی جائے گی ۔

خود رسول اللہ صلعم نے حضرت یونس علیہ السلام کا مشاہدہ کیا ہے اور انہیں لبیک کہتے ہوئے سنا بھی ہے کنز العمال میں یہ روایتیں آئی ہیں ۔

(ا) کانی انظر الی یونس علی ناقۃ خطامھا لیف وعلیہ جبۃ من صوف وھو یقول لبیک اللھم لبیک (عن ابن عباسؓ)[2]

گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس کی طرف ایک ناقہ پر جس کی مہار لیف کی ہے' اور ان پر جبہ پشمین ہے اور وہ کہہ رہے ہیں لبیک اللھم لبیک

(ب) کانی انظر الی یونس بن متی علیہ عباءتان قطوانیتان یلبی تجیبہ الجبال والشد

گویا میں یونس بن متی کی طرف نظر کر رہا ہوں کہ وہ دو قطوانی عبائیں اوڑھے ہوئے تلبیہ (یعنی کلمۂ لبیک اللھم لبیک)

---

[1] ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۴۰ ۔ [2] کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۳۰

عزوجل فیقول له لبیک یا یونس هذا انا معك (عن ابن عباسؓ)[1]

کہہ رہے ہیں اور پہاڑ ان کو جواب دیتے ہیں اور خدائے عزوجل کہتا ہے لبیک اے یونسؑ یہ میں تیرے ساتھ ہوں

اگر کوئی مطالبہ کرتا تو رسول اللہ صلعم حضرت یونسؑ کا مشاہدہ بھی کراتے اور ان کی لبیک کی آواز بھی سناتے۔

مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے، حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

قال کانی انظر الیٰ موسیٰ فذکر من لونه وشعره شیئا[2]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا گویا میں موسیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں پس آپ نے ان کے رنگ اور ان کے بالوں کا کچھ ذکر کیا۔

رسول اللہ صلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار بنی اسرائیل کو بھی دیکھا ہے جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مروی ہے۔

سرور انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرمود موسیٰ رامی بینم که باہفتاد ہزار نفر بنی اسرائیل به حج می آید[3]

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں موسیٰ کو دیکھتا ہوں کہ ستر ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ حج کے لئے آتے ہیں۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت یونس کو نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مع ستر ہزار بنی اسرائیل دیکھا ہے۔ اب اگر امام علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا تو قابل اعتراض کیا ہے؟

واضح ہو کہ امام علیہ السلام کے مذکورۂ صدر جواب کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ بطریق علماء کلام اللہ سے استدلال کیا ہے اور دوسرا یہ کہ بطریق مامور من اللہ آیت الٰہی کو پیش کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔

اس میں ضمناً اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ امام علیہ السلام کا منہاج صدق وہی تھا جو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔

اگر علمائے ہرات مطالبہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور امام علیہ السلام کے ذریعہ اس نشان کو ظاہر فرما دیتا اور امام علیہ السلام، رسول اللہ صلعم کے ساتھ، ابراہیم علیہ السلام کا بھی مشاہدہ کرا دیتے اور علماء کو جواب دلاتے جس طرح کہ رسول اللہ صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور دکھایا اور جس طرح کہ آپ نے شق القمر کا بھی مشاہدہ کرایا۔

اس کے علاوہ حضرت زینبؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بغیر نکاح کے آ گئے تو رسول اللہ نے یہ فرمایا۔

الله المزوج وجبرئیل الشاهد[4]

ازدواج کرانے والا اللہ اور جبرئیل گواہ ہیں۔

کیا مولف ہدیہ اور اس کے متبعین اس پر بھی معترض ہوں گے کہ وہاں نہ تو گواہ نظر آیا اور نہ ازدواج کرانے والا؟ ایسا اعتراض کرنے والا ملحد اور بے دین ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر کوئی مطالبہ کرتا تو رسول اللہ صلعم ضرور اس کا مشاہدہ کرا سکتے تھے۔ اگر امام علیہ السلام سے بھی کوئی مطالبہ کرتا تو آپ بھی ضرور اس کا مشاہدہ کراتے!

---

[1] کنزل العمال جلد ششم ص ۱۳۰۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۷۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۱۱

[4] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷۸۔

علمائے ہرات کے سوالات اور انکی اہمیت

علمائے ہرات کے سوالات اور جوابات کے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے تو (جو نسبتہً قریب العہد تھے) کچھ شبہات پیش نہیں کئے لیکن مولف ہدیہ مہدویہ نے ان سوالات سے متعلق دو شبہات پیش کئے ہیں ایک یہ کہ چار سوال مرتب کرنے کیلئے علمائے دو ماہ کیسے صرف کر دیئے؟

روایت میں اس امر کی تو صراحت نہیں ہے کہ تمام علما روزانہ چوبیس گھنٹے اس پر غور کرتے تھے، ہوسکتا ہے کہ اس مدت میں چند مرتبہ باہم گفت وشنید کرنے کے بعد ان سوالات پر اتفاق کیا ہوگا۔

سراج الابصار خود معترض کے مطالعہ میں چار سال رہی ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ علمائے مخالف کی ایک جماعت ہدیہ مہدویہ کے تالیف میں شریک تھی۔ چار سال تک غور وخوض کرنے کے بعد معترض نے سراج الابصار کی عبارت پر کل تین اعتراضات کئے ہیں تو علمائے ہرات نے مہدیت جیسے اہم مسئلہ سے متعلق چار سوالات ترتیب دینے کے لئے دو ماہ لگا دیئے تو اس میں قابل اعتراض کیا ہے؟

معترض کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ علمائے ہرات کے مرتبہ سوالات اور جوابات معمولی اور آسان ہیں، یہ دلیل مہدیت نہیں ہوسکتے۔ علمائے ہرات کے مرتبہ سوالات کی نزاکت سے وہی شخص واقف ہوسکتا ہے جو نفسیات کا ماہر ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک سال تک علمائے فراہ سے مباحثہ ہوتا رہا، علامات مہدیت معرض بحث میں آچکی تھیں، خود علامات میں کتب صحاح وغیر صحاح کی حد تک شدید اختلاف ہے۔ امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کا شہرہ عرب وعجم میں تھا، اکثر علمائے فراہ آپ کی تصدیق کر چکے تھے، آپ کی نگاہ کا خلق خدا کو مسخر کرنا اور آپ کے بیان کا قلوب کو اپنی طرف کھینچ لینا مشہور خاص وعام تھا آپ کا معاند بھی آپ کے فضل وشرف کا معترف تھا۔

ان حالات کے تحت علمائے ہرات صرف اس بات کا اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ آپ کا دعویٰ بامر اللہ ہے کہ نہیں۔ اس کو مہدیت سے متعلق ایک مناظرہ قرار دینا معترض کا جہل ہے۔

مطلع الولایت کے مطابق پہلا سوال یہ ہے۔

(۱) ملا علی فیاض .... نقل است کہ سوال آغاز کردو گفت شنیدہ می شود کہ شما خود را مہدی موعود میگوئید از کجا میگوئید۔

منقول ہے کہ ملا علی فیاض نے سوال کا آغاز کیا اور کہا سنا جاتا ہے کہ آپ خود کو مہدی موعود کہتے ہیں کس بنا پر کہتے ہیں۔

از کجا میگوئید (کہاں سے کہتے ہو) یہ سوال مطلق ہے اس کے متعدد جواب ہوسکتے تھے مثلاً یہ کہ مہدی کی علامتیں مجھ میں موجود ہیں لیکن علامات کا پایا جانا مہدی ہونے کی دلیل قطعی نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ آگاہ نہ کرے کہ وہ مہدی ہے اس لئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ

بندہ نمی گوید فرمان خدائے تعالیٰ می شود کہ اے سید محمد

بندہ نہیں کہتا کہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے

تو مہدی موعود آخر الزماں ہستی | سید محمد تم مہدی آخر الزماں ہو۔

جب آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بناء پر میں نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علامات صحیحہ بھی آپ کے حسب حال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مہدیت کے اعلان کا حکم نہیں دیگا جس میں مہدی کی علامتیں نہ پائی جاتی ہوں۔

(۲) سوال دوم پرسیدند کہ شما کدام مذہب دارید بر کدام مذہب ہستید | دوسرا سوال پوچھا کہ آپ کونسا مذہب رکھتے ہیں اور کس مذہب پر ہیں۔

یہ سوال بھی نفسیاتی حیثیت سے بہت اہم ہے، اگر کوئی شخص مامور من اللہ نہ ہو تو فوراً اس کی زبان پر اس امام فقہ کا نام آجائے گا جس کی وہ پیروی کرتا ہے مثلاً حنفی امام ابوحنیفہ کا ذکر کرتا اور شافعی امام محمد بن ادریس شافعی کا، امام علیہ السلام کا جواب یہ ہے

فرمودند کہ ما مذہب مصطفیٰ داریم، ما بہ ہیچ مذہب مقید نہ ایم | فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب رکھتے ہیں اور کسی مذہب کی تقلید کے پابند نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہمارا مذہب وہی ہے جو رسول اللہ صلعم کا ہے یعنی آپ کی شریعت، شریعتِ مصطفیٰ ہے دوسرے یہ کہ آپ مذاہب مشہورہ میں سے کسی ایک کے پابند نہیں ہیں۔

علماء صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ کسی امام کے مقلد ہیں کہ نہیں، یہ اس لئے کہ جو شخص حقیقت میں خود کو بامر اللہ مہدی سمجھتا ہو اور اس کی تبلیغ کرتا ہو کسی صورت میں بھی کسی امام کا تابع نہیں ہوگا۔

(۳) سوال سوم پرسیدند کہ شما بہ کدام تفسیر بیان می کنید۔ | تیسرا سوال پوچھا کہ آپ کس تفسیر سے بیان کرتے ہیں۔

اس سوال میں تفسیر سے متعلق استفسار کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ متنبی معتبر اور مستند تفسیریں ہیں ان کا مطالعہ کر کے جو بات اولیٰ ہوتی ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ یہ جواب ایک عالم بھی دے سکتا ہے۔

علمائے ہرات نے قصداً یہ سوال کیا تھا کہ حقیقت میں یہ خود کو مہدی سمجھتے ہیں کہ نہیں اور اگر یہی مہدی موعود ہیں تو اپنے آپ کو مفسرین کا پابند نہ کرینگے۔

امام علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔

فرمود کہ مراد اللہ بیان می کنم و ہر تفسیرے و جز آں کہ با بیان ایں بندہ موافق باشد آں صحیح است | فرمایا کہ میں اللہ کی مراد بیان کرتا ہوں ہر تفسیر جو بندہ کے بیان کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔

اس سے بھی علماء کی تشفی ہو گئی کہ قرآن کے معانی بیان کرنے میں مفسرین کے تابع نہیں ہیں، اس لئے کہ مہدی خدا کے خلیفہ ہیں، یہ علماء اور مفسرین کے بیان کے کس طرح تابع ہو سکتے ہیں؟

اس سے قطع نظر امام علیہ السلام کی دعوت کے ارکان دو تھے یعنی کلام اللہ و اتباع رسول اللہ اور ۲۳ برس آپ نے اس کی تبلیغ فرمائی، آپ کا ہر قول و فعل کلام اللہ و حدیث رسول اللہ کے مطابق تھا، اب اگر کسی مفسر نے کوئی ایسی بات نکھدی

جو آپ کے بیان کے مطابق نہ ہو تو وہ بالضرور غیر صحیح متصور ہوگی خصوصاً اس لئے کہ آپ خلیفۃ اللہ صاحب بینہ، ہم خلق رسول اللہ صلعم اور دافع ہلاکت امت ہیں۔

(۴) شما دعوی رویت اللہ میکنید وہمہ خلق را بر آں دعوت می نمایید

آپ رویت باری کا دعویٰ کرتے ہیں اور تمام مخلوق کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔

اس سوال کا تو صرف یہ جواب تھا کہ فلاں فلاں آیت سے اللہ تعالیٰ کا دار دنیا میں دیدار ہونا ممکن ہے جیسا کہ ابتدا میں آپ نے بیان فرمایا ہے اور اتنا جواب ایک جید عالم بھی دے سکتا ہے۔

امام علیہ السلام نے بطور تحدی کے یہ بیان فرمایا کہ رویت کے باب میں پوچھنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما ہیں پوچھ لو یہ تو آیت الٰہی کا پیش کرنا تھا اور سوائے مبعوث من اللہ کے کوئی اس طرح نہیں کر سکتا۔

علمائے ہرات اگر اس کا مطالبہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور یہ نشانی آپ کے ذریعہ ظاہر فرما دیتا۔ حاصل یہ کہ علمائے ہرات کے سوالات علامات مہدیت سے متعلق نہیں ہیں، وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ خود کو بامر اللہ مہدی سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ اس لئے کہ بہ ظاہر تمام علامات اور صفات جو مبعوثین من اللہ میں ہوتے ہیں آپ میں پائے جاتے تھے امام علیہ السلام کے جوابات، اثبات مہدیت سے متعلق نہیں ہیں جیسا کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے سمجھا ہے بلکہ اس میں مراتب مہدیت بیان ہوئے ہیں۔

ایک یہ کہ مہدی کی دعوت بامر اللہ ہوگی۔

دوسرے یہ کہ مہدی مجتہدین کا مقلد نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ اس کا بیان قرآن مفسرین کے تابع نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ اس سے آیات الٰہی بھی ظاہر ہوں گے۔

حاصل یہ کہ علمائے ہرات کے سوالات ان کے اطمینان کے لئے تھے۔

امام علیہ السلام کے جوابات سے ظاہر ہے کہ آپ بامر اللہ خود کو مہدی موعود سمجھتے تھے، آپ نے جوابات میں مہدی کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان میں ایک جواب بھی وہ نہ ہوتا جو آپ نے دیا ہے تو علمائے ہرات کو آپ کے مبعوث من اللہ ہونے میں شک ہو جاتا۔

بہترین جواب وہی ہے جس سے سائل کی تشفی ہو جائے۔ خود ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے ظاہر ہے کہ علمائے ہرات نے آپ کی ذات کو آیات الٰہی سے تسلیم کیا ہے، اس سے بڑھ کر جوابوں کی معقولیت کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ ایسا جواب تو ہر شخص دے سکتا ہے خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے جو جوابات دیئے ہیں وہ حقیقی ہیں، اس سے بہتر کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اب رہی یہ بحث کہ اس طرح جواب دینا دلیل مہدیت ہے کہ نہیں تو اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ جوابات میں امام علیہ السلام نے مہدیت کے مراتب بیان فرمائے ہیں، امام مہدی سے متعلق یہاں جو امور بیان کئے گئے ہیں وہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کے خلاف ہوتے تو بیشک اس سے اثبات مہدیت کا خلاف لازم آتا۔

اس سے قطع نظر مولف مطلع الولایت نے اس مکالمہ کو دلیل مہدیت کے طور پر نہیں پیش کیا یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو بیان کیا گیا ورنہ ظاہر ہے کہ صاحب صدق کی ہر بات اس کے صدق کی دلیل اور گواہ ہے۔

عبداللہ ابن سلام نے رسول اللہ صلعم سے یہ عرض کی تھی کہ میں آپ سے ایسی تین باتیں پوچھتا ہوں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے۔

عن انس قال سمع عبدالله ابن سلام بمقدم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو في ارض يخترف فاتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال اني سائلك عن ثلث لا يعلمهن الا نبي فما اول اشراط الساعة وما اول طعام اهل الجنة فما ينزع الولد الى ابيه او الى امه قال اخبرني بهن جبرئيل آنفا اما اول اشراط الساعة فنار تحشر الناس من المشرق الى المغرب واما اول طعام يأكله اهل الجنة فزيادة كبد حوت واذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد واذا سبق ماء المرأة نزعت قال اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله الى آخره[1]

انس سے مروی ہے کہا کہ عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلعم کے آنے کی خبر سنی اور وہ اس وقت کسی جگہ میوہ چن رہے تھے وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں تم سے تین ایسی باتیں پوچھتا ہوں جنہیں سوائے نبی کے کوئی نہیں جان سکتا۔ علامات قیامت سے پہلی علامت کیا ہے اور اہل جنت کی پہلی غذا کیا ہے کون سی شئی ہے جو فرزند کو باپ یا ماں کے مشابہ کرتی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل نے ابھی ان باتوں کی مجھے خبر دی ہے۔ علامات قیامت سے پہلی علامت ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کردیگی اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کے جگر سے نکلا ہوا گوشہ ہوگا (یہ ایک جگر پارہ ہے جو جگر سے آویختہ ہوتا ہے) جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر سبقت لے جاتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا نطفہ سبقت لیجاتا ہے تو بچہ میں ماں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تحقیق کہ آپ ہی اللہ کے رسول ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تین سوالات کے جوابات ادا فرمائے ہیں۔

(ا) قیامت کی نشانی کے متعلق کہا کہ وہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لیجائے گی۔

(ب) اہل جنت کی غذا کے متعلق فرمایا کہ وہ مچھلی کے جگر کا گوشہ ہے۔

(ج) بچہ کے ماں یا باپ کے مشابہ ہونے کے باب میں یہ فرمایا کہ جب ماں کا نطفہ غالب آتا ہے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب باپ کا نطفہ غالب آتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

مذکورۂ بالا سوالات کے جوابات میں رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے اس سے مولف ہدیہ مہدیہ کے نقطۂ نظر سے آپکا نبی ہونا کس طرح ثابت ہوگا اس لئے کہ مولف ہدیہ کے استدلال کی بنیاد پر یہ احتمال ہوجاتا ہے کہ آپنے ان یہودیوں سے سن لیا ہو جو تجارت کی غرض سے مکہ معظمہ آتے تھے یا بعض ان مشرکین سے سن لیا ہو جو یہودیوں کے ملک میں تجارت کیلئے جاتے تھے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۴۳ و ص ۵۴۴۔

اس سے قطع نظر ان جوابات کی صحت کا معیار آخر کس چیز کو قرار دیا جائے گا ؟

با این ہمہ ان جوابات کو ہم معقول اور موزوں جانتے ہیں اس لئے کہ اس سے سائل کی تشفی ہو گئی اسی طرح امام علیہ السلام کے جوابات پر قیاس کر لیا جائے کہ مخاطب نے آپ کو آیات الٰہی سے مان لیا۔

نجات الرشید کی روایت کتب مہدویہ سے ایک حد تک مختلف ہی سہی لیکن یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ علمائے ہرات نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور آپ کے اصحاب میں داخل ہو گئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں نجات الرشید کا اس طرح حوالہ دیا ہے "شمہ از احوال این جماعہ در کتاب نجات الرشید ایراد یافت آں جا باید دید[1]" اس جماعت یعنے مہدویوں کا کچھ حال نجات الرشید میں بیان ہوا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔ میر محمد حسین آزاد نے بھی ملا عبدالقادر بدایونی کے حالات میں نجات الرشید کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ "وطن میں جا کر ایک کتاب لکھی کہ نجات الرشید اس کا تاریخی نام ہے ..... اس میں مہدوی فرقہ کا حال بھی مفصل ہے اسے اس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے کہ ناواقف انہیں بھی مہدویت پر مائل سمجھتے ہیں[2]۔" ابو الکلام آزاد نے نجات الرشید کا اس طرح حوالہ دیا ہے" ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں (یعنی مہدویوں) کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بہ ضمن حالات حضرت شیخ داود ملتی ہے" (تذکرہ طبع المبلاغ پریس کلکتہ صفحہ ۲۱-۲۲)

سلاطین

یہاں ان سلاطین کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے۔

(۱) سلطان حسین شرقی۔ رائے دلپت کی لڑائی کے سلسلہ میں اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان حسین شرقی حضرت مہدی علیہ السلام کے بڑے معتقد تھے۔

(۲) سلطان غیاث الدین خلجی والی مانڈو فرشتہ نے ان کی مدت سلطنت ۳۳ سال بیان کی ہے فرشتہ کی عبارت یہ ہے "سلطنت سلطان غیاث الدین سی و سہ سال بود[3]۔" مدت سلطنت میں صاحب طبقات اکبری نے کسی قدر اختلاف کیا ہے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے" مدت سلطنت اوسی و دو سال و ہفدہ روز[4]"۔ صاحب طبقات اکبری نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلطان غیاث الدین نے ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے ان کی تخت نشینی ۸۷۳ھ یا ۸۷۴ھ میں ہوئی ہو گی، تعجب ہے کہ پروفیسر محمود شیرانی نے سلطان غیاث الدین کے دور کا آغاز ۸۸۰ھ لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو اورنٹیل کالج میگزن' بابت ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳۲) یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین درست نہیں' غیاث شاہ اور ناصر شاہ صحیح ہے حالانکہ فرشتہ اور صاحب طبقات اکبری نے متعدد جگہ سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین استعمال کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ خود پروفیسر محمود شیرانی نے تنقید شعر العجم میں سلطان ناصر الدین

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸۔ [2] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۴۵۳ [3] تاریخ فرشتہ۔ (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۲۵۸۔ [4] طبقات اکبری (طبع نولکشور) صفحہ ۵۲۶۔

لکھا ہے محمود شیرانی کی عبارت یہ ہے" شرح قصائد الوزی از محمد بن داؤد بن محمد علوی شادی آبادی مصنف شادی آباد عرف مانڈو کا رہنے والا ہے اور سلطان ناصر الدین مالوی ۹۰۵ھ کی فرمائش پر اس نے یہ شرح لکھی ہے[1]" فرشتہ نے سلطان غیاث الدین خلجی کے متعلق یہ لکھا ہے۔

پسر بزرگ خویش عبد القادر را ناصر الدین سلطان خطاب دادہ بولی عہدی منسوب ساخت و عجالۃ الوقت شغل وزارت باو ارزانی داشتہ ..... وچوں بساط جشن وطوی سلطنت مطوی گشت جمیع مناصب را بمردم امین وکاردان رجوع کردہ بایشاں گفت کہ درزمان سلطان مرحوم سی وچار سال لشکر کشی کردہ ام اکنون وقت آسایش است[2]

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبد القادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دے کر اس کو ولی عہد بنا دیا تھا اور فوراً وزارت کا کام اس کے سپرد کر دیا ..... جب جشن سلطنت کی بساط تہ کر دی گئی تو تمام مناصب امانت دار اور تجربہ کار لوگوں کے حوالہ کر کے انہیں کہا کہ سلطان مرحوم کے زمانہ میں میں نے چونتیس ۳۴ سال لشکر کشی کی ہے اب آرام کا وقت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناصر الدین کی ولی عہدی کے زمانے میں سلطان غیاث الدین نے امور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور ناصر الدین کس عمر میں وزیر ہوا اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے" وقتیکہ پسر ش سلطان غیاث الدین خلجی اورا ولی عہد ساختہ شغل وزارت تفویض فرمود[3] یعنی جب ناصر الدین سن رشد کو پہنچا تو اس کے باپ غیاث الدین خلجی نے اس کو ولی عہد بنا کر وزارت کا کام اس کے حوالہ کر دیا۔ وزیر ہونے کے بعد ناصر الدین نے انتظام سلطنت میں تبدیلیاں کیں۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے" الغرض سلطان ناصر الدین چوں از روے استقلال بہ مہمات ملکی ومالی پرداخت ہمہ جا گماشتہ ہائے خود گماشت[4]" یعنی سلطان ناصر الدین مستقل طور پر مالی و ملکی امور کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے ہر جگہ اپنے آدمی مقرر کئے۔ ناصر الدین نے وزارت کا کام برسوں انجام دیا ہے۔ فرشتہ نے یہ لکھا ہے" چوں سالہا بہ منصب وزارت می پرداخت اکثر مردم ازو در حساب[5] بودند (چونکہ برسوں یہ منصب وزارت پر تھا اکثر لوگ اس سے ڈرتے تھے) اس سے ظاہر ہے کہ دور سلطان غیاث الدین کا تھا اور اقتدار ناصر الدین کا۔ کتب مہدویہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام مانڈو تشریف لے گئے ہیں تو سلطان غیاث الدین خلجی کو ناصر الدین نے اس قدر مجبور کر رکھا تھا کہ اپنے محل سے حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن نہ ہوا (صاحب سیر مسعودی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ۸۹۲ھ میں مانڈو تشریف لے گئے)

باپ اور بیٹے میں مخالفت پیدا کرنے والے وہ معزول حکام تھے جنھوں نے رانی خورشید سے سازش کی تھی اور رانی خورشید اپنے بیٹے علاء الدین کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی اور سلطان غیاث الدین بھی رانی خورشید کو بہت چاہتے تھے۔ صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے[6] رانی خورشید کہ بزرگترین حرم ہای او بود با او محبت مفرط داشت و در مہمات صاحب اختیار تمام بود یعنی رانی خورشید سلطان غیاث الدین کی بیویوں میں سب سے بڑا درجہ رکھتی تھی۔ اس سے بادشاہ کو بہت محبت تھی اور مہمات سلطنت میں اسے اختیار حاصل تھا۔ ناصر الدین جو غیاث الدین کا مخالف ہو گیا تھا اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ سلطان

---

[1] تنقید شعر العجم صفحہ ۱۸۹ (شائع کردہ انجمن ترقی اردو) [2] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم صفحہ ۱۵۵ [3] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸
[4] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸ ۔ [5] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۵۶۳ ۔ [6] طبقات اکبری :

غیاث الدین کے خزانے سب رانی خورشید کے قبضہ میں تھے۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ سلطان غیاث الدین ۹۰۶ھ میں بمقام سرسی وفات پائی فرشتہ کی عبارت یہ ہے" سلطان غیاث الدین کہ در محل سرسی موکل بود در ہماں روز فوت شدہ" موت کس طرح واقع ہوئی تحفۃ الکرام کی روایت سے ظاہر ہے۔

پسرش در عمر ہشتاد سالگی دو بارش زہر داد بہ زہر خورہ کہ در بازو داشتہ دفع کرد سیم بار شربتی مسمومہ آوردہ گفت البتہ باید خورد و گفت عمر بہ عشرت گزراندم و آرزوی در دل نماندم پس خود زہر خورہ بکشاد و کاسہ را در کشید[1]

اس کے بیٹے نے اسی سال کی عمر میں دو مرتبہ زہر دیا اور اس نے زہر خورہ جو اس کے بازو پر بندھا ہوا تھا اس کو دفع کر دیا تیسری مرتبہ اس کا بیٹا زہر آمیز شربت کا کاسہ لایا اور کہا کہ ضرور پینا چاہیئے اس نے کہا کہ میں نے عشرت میں بسر کی ہے اور میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے زہر خورہ کھول دیا اور شربت پی لیا۔

ان حالات کے تحت کتب غیر مہدویہ کی روایت ماننے میں کوئی اشکال نہیں جب کہ کتب غیر مہدویہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سلطان غیاث الدین کے عہد میں ناصر الدین برسوں منصب وزارت پر فائز رہ کر اقتدار حاصل کر چکا تھا۔

حاصل یہ کہ جب مہدی علیہ السلام مانڈو تشریف لائے تو دور سلطان غیاث الدین کا تھا اور اقتدار ناصر الدین کا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ اور آپ کے بیان قرآن کا چرچا ہوا تو سلطان غیاث الدین نے اپنے ایک معتمد شخص کے ذریعہ آپ کی خدمت میں عرض کروائی کہ حضرت کی قدمبوسی کا اشتیاق ہے لیکن حاضر ہونے سے مجبور ہے۔ آپ نے میاں سید سلام اللہ اور میاں ابو بکرؓ کو روانہ فرمایا۔ سلطان نے ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کا شرف حاصل کیا اور عرض کی کہ حضرت کی خدمت میں عرض کرنا کہ مجھے تین باتوں کی آرزو ہے" مظلومی میں جینا، موت شہادت پر، خاتمہ ایمان پر"۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے تینوں باتیں قبول فرمائی ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر ایسا ہی ہوا۔ سلطان غیاث الدین نے جو فتوح حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کی تھی اس کا ذکر اس سے قبل ہو چکا۔

صاحب طبقات اکبری نے لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین کے خزانے جو رانی خورشید کے قبضہ میں تھے سلطان کے انتقال کے بعد ناصر الدین نے حاصل کر لئے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے۔

سلطان ناصر الدین بہ رانی خورشید پیام فرستاد کہ خزائن سلطان را کہ در تصرف او بود تمام بہ خازنان شاہی سپارد والا آزار خواہد کشید رانی خورشید سلوک ناخوش او ملاحظہ نمودہ تمام خزائن و اموال را کہ در حرم پنہاں بود برآوردہ بہ گماشتہ ہای ناصر شاہی تسلیم نمودہ[2]

سلطان ناصر الدین نے رانی خورشید کو پیام بھیجا کہ سلطان غیاث الدین کے خزائن جو اس کے تصرف میں تھے خازنان شاہی کے حوالہ کر دے۔ ورنہ اس کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ رانی خورشید نے یہ برا سلوک دیکھ کر تمام خزائن اور مال جو حرم میں پوشیدہ تھا ناصر شاہ کے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ نظر بندی کے زمانہ میں بھی سلطان غیاث الدین کے ہاں خزائن تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اسی وقت خزائن محفوظ کر لیئے جب کہ اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کر کے امور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ سلطان

---

[1] تحفۃ الکرام جلد دوم صفحہ ۱۴۱۔ [2] طبقات اکبری (طبع نولکشور) صفحہ ۳۶۶۔

غیاث الدین کے مرنے کے بعد ناصر الدین کا رانی خورشید سے مطالبہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا باپ کی زندگی میں ان خزائن کو حاصل نہیں کر سکتا تھا اور باپ کو ان خزائن پر پورا اختیار تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سلطان نے جو فتوح امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کی تھی انہیں خزائن میں سے تھی تو اس میں استبعاد کیا ہے؟

سلطان غیاث الدین کا اپنی جگہ مجبور رہ کر امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرنا باعث تعجب نہیں اس لئے کہ سلطان کے ایک مقرب امیر نے جنھیں علم و فضل میں کمال حاصل تھا حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہے آپ کا نام میاں الہداد حمید ہے میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں یہ روایت کی ہے "وزیر کلاں آنجائی مسمی میاں الہداد حمید تارک دنیا و طالب حق شدہ صحبت اختیار کردند" یعنی وہاں کے وزیر کلاں میاں الہداد حمید نے تارک دنیا اور طالب حق ہو کر امام مہدی علیہ السلام کی صحبت اختیار کی۔ صاحب شواہد الولایت نے باب نہم میں میاں الہداد کی ان تصنیفوں کا ذکر کیا ہے۔ دیوان غیر منقوطہ، رسالہ بار امانت، رسالہ در ثبوت مہدیت" (اس کی عبارت کا پر صنعت ہونا مذکور ہے) مرثیہ مہدی موعود۔ مرثیہ کے چند بند صاحب شواہد الولایت نے نقل کئے ہیں اور دیوان غیر منقوط شائع ہو گیا ہے، اس کا نام "کلام الہداد" ہے۔ دیوان کے آخر میں یہ عبارت اور یہ اشعار ہیں۔

مو دصکاک در عالم و ماہ و گاہ مو او رسالہ الہداد و دو دسواد آوردہ

اول املاء الہداد ہمام — داد دادہ کلام مدح امام
نہ صد دودہ وحل دو عالم — مہر مہ گہ مساسر آمد کام

(۳) سلطان محمود بیکڑ (بیکرہ) بادشاہ گجرات

امام مہدی علیہ السلام جب چاپانیر پہنچے تو وہاں سلطان محمود بیگڑہ (بیکرہ) کا بھی قیام تھا۔ آپ کے بیان قرآن کے فضائل سن کر سلطان نے اپنے دو معتمد امرا سلیم خاں اور فرہاد الملک کو مع چند علما کے روانہ کیا، سلیم خاں اور فرہاد الملک دونوں امامؑ کے مرید ہو گئے، سلطان محمود نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن علما نے منع کیا۔ کیونکہ انہیں یہ ڈر تھا کہ سلطان بھی امامؑ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جائے گا سلطان کی بہنیں راجی سون اور راجی مرادی تو حضور موعود کی مرید ہو چکی تھیں۔ صاحب مراۃ سکندری نے لکھا ہے۔

سلطان نیز قصد ملاقات سید نمودہ وزراء مانع آمدند مبادا سخنان سید سلطان را از جا ببرد و مہمات مملکت تعطل پیدا کند[۲]

سلطان محمود بیگڑہ نے بھی سید مذکور (امام مہدی علیہ السلام) سے ملنے کا ارادہ کیا، وزراء مانع ہوئے مبادا سید مذکور کی باتیں سلطان کو متاثر کر دیں اور مہمات سلطنت میں تعطل پیدا ہو جائے۔

اسی طرح عبداللہ محمد بن عمر مکی نے بھی بیان کیا ہے۔

وغیر مرۃ احب السلطان ان یراہ فالتمس ارکان ملکہ ان لا یفعل

متعدد مرتبہ سلطان محمود ان سے (یعنی مہدی علیہ السلام سے) ملنا چاہا لیکن ارکان سلطنت نے ان سے نہ ملنے کی التماس کی اور

---

[۱] در [۲] مرآۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۱۳۷

وصرفوہ عنہ وذلک لانہ کان لہ قبول یجذب زائرہ ویحملہ علی التجرد من الدنیا [1]

سلطان محمود کو اس ارادے سے پلٹا دیا اس لئے کہ ان میں ایسا فیض قبول تھا جو ملنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور اس کو دنیا سے علٰحدگی اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا تھا۔

صاحب نزھتہ الخواطر نے امام علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فعزم محمود شاہ الکبیر ان یحضر مجلسہ فلما رای العلماء میلہ الیہ منعوہ عن ذلک القصد (الجزء الرابع ص ۳۲۲)

محمود شاہ کبیر نے ارادہ کیا کہ آپ کی مجلس میں حاضر ہو جب علماء نے سلطان کا میلان آپ کی طرف دیکھا تو اس کو اس ارادے سے منع کر دیا۔

بہر حال سلطان محمود بیکرہ کا معتقد امام مہدی علیہ السلام ہونا ثابت ہے۔ ابوالفضل نے "سید محمد جونپوری" کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "سرچشمۂ مہدویہ او از جونپور بہ گجرات شد وسلطان محمود کلاں بہ نیایش برخاست" [2] یعنی آپ کی مہدیت کا سرچشمہ جونپور سے گجرات آیا اور سلطان محمود کلاں آپ کا معتقد ہو گیا ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان محمود بیکرہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت میں رہے۔

وسلطان محمود بیگڑہ پدر سلطان مظفر گجراتی کہ بادشاہ مفسر عالم عادل بودہ اورا دیدہ وصحبت داشتہ وتحریض علما رضا باقامت او در آں دیار ندادہ رخصت مکہ معظمہ فرمودہ [3]

سلطان مظفر گجراتی کا باپ سلطان محمود بیگڑہ جو ایک مفسر، محدث عالم اور عادل بادشاہ تھا حضرت مہدیؑ سے ملا اور اور ان کی صحبت میں رہا۔ علماء کے اکسانے سے وہاں رہنے پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی اور مکہ معظمہ جانے کی اجازت دیدی۔

ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں یہ لکھا ہے "سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہو گیا (صفحہ ۳۰)

(۴) احمد نظام شاہ والی احمد نگر

امام مہدی علیہ السلام جس زمانہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں شہر کے حصار کی تعمیر ہو رہی تھی اور صاحب سیر مسعود نے لکھا ہے کہ یہ ۸۹۹ھ یا ۹۰۰ھ کا واقعہ ہے، احمد نظام شاہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان قرآن سننے کے بعد آپ کے گرویدہ ہو گئے" امامؑ نے انہیں پان کے آش سے سرخرو فرمایا جس کی برکت سے وہ صاحب اولاد ہو گئے۔ احمد نظام شاہ نے ۱۹ سال حکومت کر کے ۹۱۴ھ یا بروایتے ۹۱۵ھ میں وفات پائی۔ خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے کہا ہے۔ "دارالسلطنت احمد نگر میں سید کا استقبال نہایت گرمجوشی سے ہوا اور خود احمد نظام شاہ سید کا مرید ہو گیا [4]" برہان نظام شاہ بھی اپنے باپ کے مذہب پر رہا صاحب منتخب اللباب نے یہ لکھا ہے۔

چوں در آں ایام مذہب مہدویہ بہ مرتبۂ رواج پذیرفتہ بود کہ مقابل مذاہب دیگر قبح آں در نظرہا نمی نمود برہان شاہ دختر خود را بہ یکی از مشائخ

چونکہ مہدوی مذہب اس زمانہ میں اس قدر رائج ہو گیا تھا کہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس مذہب کی کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی، برہان شاہ نے اپنی لڑکی اس قوم کے ایک

---

[1] ظفر الوالہ بمظفر وآلہ جلد اول صفحہ ۳۶۔ [2] آئین اکبری (طبع کلکتہ) جلد دوم ص ۲۲۱۔ [3] نجات الرشید قلمی ص ۸۵-۸۶ [4] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) ص ۷۳۹ [5] مشاہیر اسلام (طبع لاہور) ص ۱۷۶

وپیشوائے آں قوم کہ بہ حسب ظاہر در جمال و کمال و فور مال از مشاہیر بود نسبت نمود[1]

شیخ اور پیشوا سے منسوب کی جو جمال و کمال اور وفور مال کے لحاظ سے مشاہیر سے تھے۔

جمال و کمال تو قابل تسلیم ہے لیکن وفور مال کا ثبوت نہیں ہے۔ صاحب منتخب اللباب نے جن کی طرف اشارہ کیا وہ امام مہدی علیہ السلام کے پوتے میاں سید میراں جی ابن بندگی میاں سید حمید ہیں۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۴ میں یہ روایت کی ہے۔

میاں سید میرانجی را بادشاہ دکن اسمہ ملک نظام غفر اللہ ذنوبہ طلبیدہ دختر خود برائے خدمت ایشاں دادہ اکثر صحابہ آنحضرت امام علیہ السلام را طلبیدہ محبت و خدامت (فدایت) بسیار پیش آمد چنانچہ معروف و مشہور است۔

دکن کے بادشاہ نے جن کا نام ملک نظام ہے میاں سید میرانجی کو بلا کر اپنی لڑکی ان کی خدمت میں دی اور مہدیؑ کے اکثر صحابہ کو بلا کر بہت محبت سے پیش آیا اور بہت خدمت کی چنانچہ معروف و مشہور ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۱ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ وہ برہان نظام الملک تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ طاہر اسماعیل کی کوششوں سے برہان شیعی ہو گئے تھے لیکن اخیر زمانہ میں انہوں نے پھر مہدوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

مولف اسامی مصدقین نے برہان نظام شاہ کے متعلق لکھا ہے۔ "رجوع اختیار کردہ بہ حضور میاں سید میرانجی و میاں پیر محمد تصدیق مہدی اظہار نمودہ جاں بحق تسلیم کرد"۔ یعنے رجوع اختیار کر کے میاں سید میرانجی اور میاں پیر محمد کے سامنے تصدیق مہدی کا اظہار کیا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔

میاں پیر محمد بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ کے فرزند ہیں جنھوں نے تقریباً ۹۷۷ھ میں وفات پائی ہے۔ شیخ زین الدین کے بھائی کا نام بھی ملک پیر محمد ہے لیکن اس امر کی صراحت نہیں کہ یہ کس کے فرزند ہیں۔ اسامی مصدقین کی عبارت یہ ہے۔

شیخ زین الدین المعروف بہ نہنے میاں برادر ملک پیر محمد ملکت مدار نظام شاہ بودند و عالم بودند رسالہ مطول در ثبوت مہدیت مہدی علیہ السلام نوشتہ اند

شیخ زین الدین معروف بہ نہنے میاں (ملک پیر محمد کے بھائی) نظام شاہ کے وزیر عالم صالح تھے ایک طویل رسالہ مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے اثبات میں لکھا ہے۔

اگر برہان نظام شاہ رجوع نہ کرتے اور یہ بات اس زمانہ میں مشہور نہ ہوتی تو بندگی میاں سید برہان الدین شواہد الولایت میں ان کے لئے دعائے مغفرت نہ کرتے۔ حاصل یہ کہ برہان نظام شاہ ثانی اپنے والد احمد نظام کی طرح مہدوی تھے برہان نظام شاہ نے ۹۵۱ھ میں وفات پائی اور یہ شاہ طاہر کی وفات کے پانچ سال بعد ہے اور شاہ طاہر کی وفات کا سنہ ۹۵۶ ہے۔ جیسا کہ فرشتہ نے بیان کیا ہے[2]۔ برہان نظام شاہ کے بیٹے اسماعیل نظام شاہ بھی مہدوی تھے۔ فرشتہ کی عبارت یہ ہے۔

"در اندک زمان از اطراف و جوانب ہندوستان طائفہ مہدویہ مجتمع گشتہ فدوی اسمٰعیل نظام شاہ شدند[3]" یعنی تھوڑے ہی زمانہ میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے مہدوی جمع ہو کر اسماعیل نظام شاہ کے فدائی ہو گئے۔

---

[1] منتخب اللباب (طبع کلکتہ) حصہ سوم صفحہ ۱۶۲۔ [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۱۸۔ [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم ص ۱۵۰

(۵) مرزا سلطان حسین بادشاہ خراساں

نجات الرشید کی عبارت جو اس سے قبل علمائے ہرات کے عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام فراہ پہنچے تو بشمار مخلوق آپ کے ساتھ ہوگئی' بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "خلائق لاتعداد ولاتحصیٰ بدو جمع آمدہ (بے شمار و بے اندازہ مخلوق آپ کے ساتھ ہوگئی) یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہاں تقریباً سب لوگ آپ کے مطیع ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کیا ہے کہ شیخ الاسلام ہروی نے تحقیق کے لئے اپنے دو شاگرد بھیجے' ظاہر ہے کہ یہاں کی تبلیغ کی خبر ہرات پہنچی تھی اور ایسی اہم خبر کی اطلاع کرنے والا حاکم وقت کے سوا کون ہو سکتا ہے؟ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ امیر ذوالنون نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کرنے کے بعد واقعات سے متعلق ایک معروضہ مرزا سلطان حسین کی خدمت میں گزرانا تھا۔ نویں صدی ہجری میں ہرات' علما کا زبردست مرکز تھا اور مہدیت جیسے اہم مسئلہ کی تحقیق کے لئے کوئی معمولی عالم نہیں بھیجے جا سکتے تھے اور ان عالموں کی روانگی سلطان حسین کی اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ مرزا سلطان حسین نے ان علما کو چار سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا تھا اور علمائے ہرات کے ذیل میں بدایونی کی روایت سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ علماء مہدی علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہو گئے تھے۔ بدایونی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان علما نے شیخ الاسلام کو کہلا بھیجا کہ یہ' جن کے مہدی ہونے کی ہم نے تصدیق کی ہے' اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں اور وہ علم جو ہم نے برسوں پڑھا تھا اس جگہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا' انہوں نے شیخ الاسلام کو ترغیب دی کہ وہ خود آ کر مہدی علیہ السلام کی صحبت اختیار کرے' صاحب شواہد الولایت نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کا نام ملا شاہ بیگ تھا۔ بدایونی نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس کے ذریعہ یہ پیام بھیجا گیا لیکن کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ ان ہی عالموں میں سے ملا علی فیاض اور بروایتے مولانا عبدالصمد ہمدانی روانہ کئے گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص بھیجے گئے غرض ان کی گواہی پر شیخ الاسلام اور مرزا سلطان حسین نے مہدی علیہ السلام کی غائبانہ تصدیق کی اور یہ امر مستبعد نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان کے مطابق ارشد اور معتمد علما نے جو تحقیق کے لئے بھیجے گئے تھے مہدی علیہ السلام کی تصدیق کر لی تو شیخ الاسلام اور مرزا سلطان حسین کا تصدیق کرنا باعث تعجب نہیں۔

مرزا سلطان حسین کی وفات

قدیم کتب مہدویہ سے یہ امر ثابت ہے کہ مرزا سلطان حسین پادشاہ خراسان نے جس کا دارالملک ہرات تھا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی زندگی ہی میں وفات پائی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا قیام فراہ میں دو سال پانچ ماہ رہا۔ فراہ پہونچنے کے ایک سال بعد وہاں کے حاکم میرذو النون نے مرزا سلطان حسین کے نام ایک معروضہ بھیجا جس کی بناء پر تحقیق مہدیت کے لئے وہاں سے علما بھیجے گئے۔ یہ علما اصحاب مہدی میں داخل ہو گئے اور شاہ بیگ نے شیخ الاسلام کو مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دی جیسا کہ بدایونی کے بیان سے بھی ثابت ہے۔ اہل فراہ نے تحقیق مہدیت میں ایک سال صرف کر دیا تو اطلاع کا فراہ سے ہرات بھیجا جانا اور ہرات سے علما کا فراہ آنا پھر ان کا شاہ بیگ کو پیام بھیجنا اگر اس میں ایک سال کا گزرنا تسلیم کر لیں تو مرزا سلطان حسین کا سنہ ۹۱۰ھ میں وفات پانا ثابت ہوتا ہے میاں عبدالرحمن رح کے مولود میں حضرت مہدی علیہ السلام کی زندگی ہی میں مرزا سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے۔ اس لحاظ سے مرزا سلطان حسین کا اسی سال وفات پانا ثابت ہوتا ہے جس سال کہ امام مہدی علیہ السلام کی رحلت ہوئی ہے۔

سنین کا اختلاف

مرزا سلطان حسین کی وفات سے متعلق کتب مہدویہ وغیر مہدویہ میں کسی قدر اختلاف ہے اور یہ تعجب خیز نہیں اس لئے کہ یہ دو علحدہ جماعتیں ہیں تاریخ شاہد کہ ایک ہی جماعت کے مختلف افراد روایت کرتے ہیں لیکن ان میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔ کتب نفسیات میں حافظہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ وہی امر زیادہ یاد رہتا ہے جو زیادہ اہم ہو مسلمانوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھکر کونسا حادثہ دردناک ہو سکتا تھا' اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ عام طور پر آپ کی رحلت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول بیان کی جاتی ہے لیکن محدثین نے دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ اور شیعوں کی روایت سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ صفر میں رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے' اسی طرح آنحضرت صلعم سے متعلق دیگر امور میں بھی اختلاف ہے۔

رسول اللہ صلعم کی زندگی

(۱) ایک روایت کے بموجب آپؐ کی عمر کا ساٹھ سال ہونا ثابت ہے۔ عن عروہ ابن زبیر قال لبث رسول اللہ صلعم وھو ابن اربعین ومات وھو ابن ستین[1]۔ یعنی عروہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ساٹھ سال کی عمر میں آپنے وفات پائی۔

(۲) دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ عن ابن عباس قال قبض النبی علیہ السلام وھو ابن خمس وستین[2] یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۳) تیسری روایت کے بموجب آپ کی عمر ۶۳ سال قرار پاتی ہے۔ عن سعید بن المسیب انزل علی رسول اللہ صلعم وھو ابن ثلث واربعین سنة واقام بمکة عشرا وبالمدینة عشرا وتوفی وھو ابن ثلاث وستین[3] یعنی سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم پر ۴۳ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی آپ نے دس سال مکہ میں اقامت کی اور دس سال مدینہ میں اور آپنے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

پہلی روایت میں آپ کا چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہونا مذکور ہے اور اس روایت میں ۴۳ سال کی عمر میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں آپکا مکہ معظمہ میں دس سال اقامت کرنا مذکور ہے لیکن ابن عباس کی دوسری روایت کے مطابق مکہ معظمہ میں ۱۳ سال مقیم رہنا ثابت ہوتا ہے۔ ابن عباس کی روایت یہ ہے۔ عن ابن عباس قال اقام رسول اللہ بمکة ثلث عشرة سنة یوحی علیہ وبالمدینة عشرا وتوفی وھو ابن ثلث وستین سنة[4]۔

سانحۂ کربلا

کربلا کا واقعہ بہت مشہور ہے لیکن اس کے سنہ میں بھی اختلاف ہے۔ بدر الدولہ صاحب داستان غم نے لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ طبری الجزء الرابع ۱۸۳۶ [2] تاریخ طبری الجزء الرابع ص ۱۸۳۵ [3] تاریخ طبری الجزء الرابع ص ۱۸۳۵ [4] تاریخ طبری الجزء الرابع ص ۱۸۳۴۔

قول مشہور و صحیح آن است کہ شہادت آں امام روز جمعہ دہم محرم سال شصت و یک ہجری است واقدی وغیرہ ائمہ فن نیز بہمیں جزم کردہ اند و بعضی گویند کہ در ماہ صفر واقع گشت ہشام بن کلبی گوید کہ شہادتش در سال شصت و دو واقع شد و گویند شصت و سہ و بقولے شصت[1]

مشہور اور صحیح یہی ہے کہ امام حسین کی شہادت جمعہ کے دن دس محرم ۶۱ھ میں ہے واقدی وغیرہ ائمہ فن نے اسی پر جزم کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شہادت ماہ صفر میں ہوئی ہشام بن کلبی کا بیان ہے کہ آپ کی شہادت ۶۲ھ میں ہوئی، بعض کہتے ہیں ۶۳ھ اور بقولے ۶۰ھ۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ واقعہ کربلا کے سنین یہ ہیں۔ ۶۰ھ، ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ لیکن ترجیح ۶۱ھ کو ہے بعض نے شہادت کو ماہ صفر سے متعلق کیا ہے لیکن ترجیح ماہ محرم کو دی گئی ہے۔ ایسے اہم اور مشہور واقعات کے سنین میں اختلاف ہوتا ہے تو مرزا سلطان حسین کی وفات سے متعلق کتب مہدویہ وغیر مہدویہ میں اختلاف ہونا تعجب خیز نہیں لیکن ترجیح کتب مہدویہ کو دیجائے گی۔

مورخین ہند کی غلط بیانی

تاریخ ہند سے چند ایسے امور کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں مورخین نے مہدویوں کی تاریخ سے متعلق کر دیا ہے اور وہ خلاف واقعہ ہیں۔

(الف) تاریخ فرشتہ میں امام مہدی علیہ السلام کی دعوت کا سنہ ۹۶۰ھ مذکور ہے، ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جہاں اس تاریخ کا متن اور ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں بھی یہی سنہ مذکور ہے ذیل میں چند حوالے دیئے جاتے ہیں۔

(۱) باید دانست کہ مہدوی را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ ۹۶۰ھ سنین و تسعمایۃ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام و چوں بعضی آثار و علامات کہ در مہدی آخر الزماں علیہ السلام قرار دادہ اند در وی بود تصدیق قول او نمودند و آن اظہر من الشمس است

(تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ طبع نولکشور)

یعنی جاننا چاہیئے کہ مہدویوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حنفی مذہب سید محمد نام ایک شخص نے ہندوستان میں ۹۶۰ھ میں یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی لسان شرع میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض علامتیں جو امام مہدی کے باب میں قرار دی گئی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں۔ اس لئے لوگوں نے ان کے قول کی تصدیق کی اور وہ اظہر من الشمس ہے۔

(۲) مہدویہ را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر سنہ ستین و تسعمایۃ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام الی آخرہ (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۹۴ طبع بمبئی ۱۸۳۲ء)

(۳) مہدویہ را اعتقاد آن است کہ شخصے حنفی مذہب سید محمد نام در ہندوستان در اواخر ستین تسعمایۃ دعوی کرد کہ من مہدی موعود بلسان شرع ام الی آخرہ (تاریخ فرشتہ قلمی ذکر اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ تاریخ فارسی نمبر ۹۹۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش)

(۴) واضح ہو کہ مہدوی کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص حنفی مذہب سید محمد نام نے ہندوستان میں ۹۶۰ھ نو سو ساٹھ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود بلسان شرع ہوں الی آخرہ (ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۳، طبع نولکشور ۱۳۳۲ھ)

---

[1] داستان غم طبع مدراس صفحہ ۱۶۵-۱۶۶

(۵) ناظرین کو معلوم ہے کہ فرقہ مہدویہ سید محمد جونپوری صاحب کی طرف منسوب ہے سید صاحب حنفی المذہب تھے جنھوں نے ۹۶۰ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں الی آخرہ (ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد چہارم ص۲۰۸ طبع دار الطبع عثمانیہ)

ان حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ تاریخ فرشتہ کے تمام نسخوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے دعوے کا سال ۹۶۰ھ ہے اور یہ آپ کے سال رحلت ۹۱۰ھ کے پچاس سال بعد ہے اور آج تک کسی مصحح یا کسی مترجم نے اس تاریخی غلطی کی تصحیح نہیں کی۔ اس تاریخی غلطی کے دو اسباب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ فرشتہ ہی نے غلطی کی ہو یا ناقلوں نے نقل کرتے کرتے ۹۶۰ھ کر دیا ہو۔ قطع نظر اس کے فرشتہ مہدویوں سے اچھی طرح واقف تھا یہ احمد نگر میں رہا ہے اور احمد نگر مہدویوں کا زبردست مرکز تھا۔ تاریخ فرشتہ میں اسمٰعیل برہان نظام شاہ کے حالات میں مذکور ہے۔ "راقم حروف نیز در نوزدہم صفر سنہ ۹۹۸ھ ثمان وتسعین وتسعمایۃ از احمد نگر بہ بیجاپور آمدہ"[1] راقم حروف یعنی فرشتہ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آیا۔ مہدویوں سے واقف ہونے کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ فرشتہ مہدویوں کے ہاتھوں قید بھی ہوا تھا، فرشتہ کی نسبت مہدویوں کو یقین آگیا تھا کہ اس میں انسانیت نہیں رہی جس کی بنا پر قید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حالات میں لکھا ہے۔

ایں مولف کہ در آں معرکہ چند زخم برداشتہ از کثرت ضعف ہمراہی رکاب شہریار نہ نمودہ در آں قصبہ ماندہ بود گرفتار مہدویہ گشتہ بہ لطائف الحیل از دست ایشاں خلاصی یافت ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت[2]

اس مولف کو اس معرکہ میں چند زخم آئے ضعف کی کثرت شہریار کی رکاب میں جا نہ سکا اسی قصبہ میں رہ گیا اور مہدویوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تھا لطائف الحیل کے ذریعہ ان کے ہاتھوں سے خلاصی پائی ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔

مہدویوں سے واقف ہونے کے باوجود اگر فرشتہ نے سنہ غلط لکھا تو اور زیادہ تعجب خیز ہے۔

(ب) مآثر الامرا۔ مولف مآثر الامرا نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی دعوت کا سال ۹۶۰ھ لکھا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مہدوی مذہب کے ایک مقتدا سے بھی ملاقات کی تھی[3]

ہندوستان کے مورخین میں سب سے زیادہ شاہ نواز خاں صاحب مآثر الامرا نے مہدویہ سے متعلق غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ (دیکھو مآثر الامرا طبع کلکتہ ۱۸۸۸ء جلد اول ص۱۲۴ و ص۱۲۵) جن امور کا انہیں ادعا ہے اس کا مفصل جواب مقدمہ کے مختلف ابواب میں دیا گیا ہے، یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) مولف مآثر الامرا نے یہ بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے ۹۶۰ھ میں مہدیت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ آپ کی رحلت اس سے نصف صدی قبل ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے ہندوستان سے ایران کا سفر کیا تاکہ اس راستہ سے حجاز جائیں حالانکہ امام علیہ السلام ہندوستان سے حجاز تشریف لے گئے ہیں، حجاز سے ہندوستان واپس ہوکر براہ سندھ و قندھار خراسان تشریف لے گئے۔

(۳) یہ بھی ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے مہدی موعود ہونے کا نہیں، یہ بھی صریحاً غلط ہے۔

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۱۹) میں قاضی حسین زرگر قندھاری کا یہ مصرع تاریخی ہے ع گفتا کہ برو شیخ کن استفسار

[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ)

امام علیہ السلام کے دعوے سے متعلق قدیم ترین ماخذ بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ (سال شہادت ۹۳۰ھ) کا عقیدہ شریفیہ ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ جب مخالفوں کی جانب سے حدیث یملأ الارض پیش کی گئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہمہ مومنان ایمان آوردند و اطاعت کردند" یعنے سب مومن ایمان لائے اور اطاعت کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفین مہدویہ بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ آپ مہدی موعود ہونے کے مدعی ہیں۔

(۴) مولف مآثر الامرا کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عقائد مہدویہ مذاہب اربعہ کے اصول و فروع کے مخالف ہیں جبکہ مہدویوں کا کوئی عقیدہ قرآن و حدیث سے ہٹ کر نہیں ہے اب رہے فرائض ولایت تو یہ کلام اللہ کی صریح آیتوں پر مبنی ہیں اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۵) اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ صرف جہلاء نے آپ کو مہدی موعود مانا ہے' یہ بھی جھوٹ ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے ظاہر ہے کہ ہزاروں شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہونچانے والے علما نے بھی (مثلاً علامہ صدرالدین نے) آپ کو مہدی موعود تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا۔ حال ہی میں عمر بن محمد داود پوتہ (ایم۔اے' پی ایچ' ڈی) نے سید محمد معصوم بکری کی تاریخ سندھ موسوم بہ تاریخ معصومی بمبئی سے شائع کی ہے اس کے صفحہ ۱۲۰ اور ۱۲۱ پر قاضی قاضن کا حال مذکور ہے جن کے علم و فضل کے مقابلہ میں اگر خود شاہ نواز خاں آنا چاہیں تو وہ اپنے آپ کو ایک نہایت خیرہ سر جاہل پائیں گے۔

(۶) شاہ نواز خاں نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مہدویوں کے ایک معتمد سے بھی ملاقات کی تھی اس کے باوجود امام علیہ السلام کا ۹۶۰ھ میں دعوئ مہدیت کرنا بیان کیا ہے' یہ غلط بیانی کس درجہ خیانت' بد دیانتی' جہل اور کذب صریح کی حامل ہے خود ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں۔ قریبی زمانہ کے معاندین نے بھی مخالفت کی ہے لیکن حق پر بالکل پردہ نہ ڈال سکے تھے' جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا بازار سوداگری گرم تر ہوتا رہا۔

(ج) مرآۃ سکندری تاریخ گجرات ہے اس میں ۱۰۰۰ھ تک کے واقعات درج ہیں' دیباچہ میں مصنف نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ گجرات کی اکثر و بیشتر تاریخیں حقیقی احوال پر مشتمل نہیں ہیں مصنف کے بیان سے ضمناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے صحیح صحیح واقعات لکھے ہیں سلطان محمود بیکرہ کے احوال کے ذیل میں حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں اور آپ کی وفات کا سنہ اس طرح بیان کیا ہے وکان ذلک فی سنۃ سبع عشر و تسعمائۃ[1] یعنی وہ واقعہ ۹۱۷ھ میں ہوا۔ یہ مہدی علیہ السلام کی رحلت کے سات سال بعد ہے۔

یہ تو گزشتہ زمانہ کی تاریخوں کا حال تھا۔ اب ہم ایک انگریزی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں جو ۱۹۲۲ء میں لکھی گئی ہے۔

(د) عبدالحق صاحب تفسیر حقانی نے عقاید الاسلام میں امام علیہ السلام کے زمانہ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ "اکبر کے عہد میں سید محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعوئ کیا ہے جن کے مرید اب تک دکن میں موجود ہیں الی آخرہ"[2]۔

ایک واعظ تاریخ کہاں تک جان سکتا ہے! اس کی توضیح مذکورہ عبارت سے بڑی حد تک ہوتی ہے۔ امام علیہ السلام نے سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں جونپور سے ہجرت فرمائی ہے جیسا کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی تسلیم کیا ہے[3]

---

[1] مرآۃ سکندری ص ۱۹۹ [2] عقائد الاسلام (طبع دہلی ۱۳۵۰ھ) ص ۱۸۲۔ [3] نجات الرشید (قلمی)

سلطان سکندر لودی کے بعد سلطان ابراہیم لودھی تخت نشین ہوا ہے' اس کے بعد بابر بادشاہ کا دور آتا ہے' بابر بادشاہ کے بعد ہمایوں کا عہد شروع ہوتا ہے' ہمایوں کے ایران جانے کے بعد شیر شاہ اور شیر شاہ کے بعد سلیم شاہ محمد عادل شاہ' اور سلطان سکندر شاہ سوری کا عہد آتا ہے' پھر ہمایوں ایران سے ہندوستان واپس آتا ہے' اس کی وفات پر اکبر بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے' اکبر بادشاہ ۹۶۳ھ میں تخت نشین ہوا ہے اور امام علیہ السلام کی رحلت ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے۔

کیا علمائے غیر مہدویہ کے غلط مندرجات کی بنا پر تاریخ کی نفی کی جاسکتی ہے؟

صاحب تفسیر حقانی کی یہ تو تاریخ دانی تھی اب اس کی حدیث دانی ملاحظہ ہو' یہ لکھا ہے کہ

"جس قدر علامات امام مہدی کے ہیں ان میں سے کوئی بھی محمد جونپوری میں نہ پائی گئی"

اور اس کے ذیل میں یہ حدیث بھی درج کی ہے۔

"زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے"۔ گویا جب تک اس حدیث کا مفہوم مدعی مہدیت میں نہ پایا جائے مولف تفسیر حقانی کے نزدیک مہدیت ثابت ہی نہیں ہوسکتی!

محدثین سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتب صحاح میں امام مہدی کی علامتیں بیان کیگئی ہیں ان میں سرے سے مذکورہ بالا علامت کا ذکر ہی نہیں ہے بالفرض اس کا ذکر بھی ہوتا تو بطور شرط مہدیت کے اس کو پیش کرنا جہل نہیں تو اور کیا ہے؟

(ھ) ابوالحسنات ندوی نے شیخ علائی کو جو مبلغ مہدویہ تھے بانی فرقہ مہدویہ قرار دیا ہے' ابوالحسنات کی عبارت یہ ہے "آج سے تقریباً چار سو برس پیشتر سلطان سلیم شاہ کے عہد حکومت میں شیخ علائی بانی فرقہ مہدویہ اور علمائے وقت کے درمیان مہدویت کی نسبت مناظرہ پیش آیا تو اس کے حکم ایک بہاری عالم شیخ طبیب بدہن تھے[1]" لطف یہ ہے کہ یہ کتاب سید سلیمان ندوی کے مشورہ سے لکھی گئی ہے کتاب کی ابتدا میں یہ کہتے ہیں "بالآخر میرے اشارے اور مشورہ سے برادر عزیز مولوی ابوالحسنات ندوی نے اس کی جمع و ترتیب کا کام شروع کیا اور اس کو کامیابی کے ساتھ انجام دیا"

(و) سید مناظر احسن گیلانی نے تو میاں شیخ علائی کو حضرت مہدی علیہ السلام کا خلیفہ قرار دیا ہے "شیخ علائی سید محمد جونپوری کے خلفاء سے ہیں۔ مخدوم الملک سلطان پوری کے اشارے سے سلیم شاہ نے شیخ علائی کو کوڑے سے پٹوایا' کمزور آدمی تھے چند کوڑوں کے بعد روح پرواز کرگئی"[2] حالانکہ منتخب التواریخ اور طبقات اکبری میں ان کا "میاں عبداللہ نیازی" کے خلفاء سے ہونا مذکور ہے۔ سید مناظر احسن نے یہ لکھدیا کہ کمزور آدمی تھے اور یہ بیان نہیں کیا کہ طاعون میں مبتلا تھے اور حلق میں ایک زخم آگیا تھا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے اس کی تفصیل مبلغین مہدویہ کے ذیل میں دی جائے گی۔ صاحب تاریخ فرشتہ' صاحب مرآۃ سکندری' ابوالحسنات ندوی اور سید مناظر احسن گیلانی کے بیان سے کتب مہدویہ کے مندرجات کی نفی نہیں کیجاسکتی۔

انسائیکلوپیڈیا اور امام علیہ السلام کا سن رحلت

اس سے قطع نظر انسائیکلوپیڈیا آف ریجن اینڈ ایتھکس میں امام علیہ السلام کا سن رحلت ۹۱۱ھ دیا گیا ہے اور یہ

---

[1] مرآۃ سکندری (طبع بمبئی) صفحہ ۳۸۔ [2] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں (طبع امرتسر) صفحہ ۴۹۔

بھی بیان کیا گیا ہے کہ فراہ بلوچستان میں واقع ہے' اس کی عبارت یہ ہے۔

"He died in 911 (1505) at Farah in Baluchistan, where his tomb became a place of pilgrimage" [1]

وہ یعنی میر سید محمد جونپوری (صلعم) نے سنہ ۹۱۱ھ (۱۵۰۵ء) میں فراہ علاقہ بلوچستان میں وفات پائی' جہاں ان کا مزار ایک زیارت گاہ بن گیا۔

حالانکہ امام علیہ السلام کا سن رحلت سنہ ۹۱۰ھ ہے اور فراہ علاقہ' افغانستان میں ہے۔ کیا محض انسائیکلو پیڈیا کے مندرجات کی بناء پر کتب مہدویہ کی نفی کی جائے گی؟

مرزا سلطان حسین کی وفات کے باب میں کتب مہدویہ کو ہی ترجیح دی جائے گی کیونکہ مرزا سلطان حسین کا مصدق مہدی ہونے کے اعتبار سے ان کتابوں میں خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے' قدیم ترین کتب سیرت یعنی میاں عبدالرحمن کے مولود سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی زندگی میں سلطان حسین نے وفات پائی ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ کے اصحاب ایک سال تک فراہ میں مقیم تھے۔ مرزا سلطان حسین کی وفات سے متعلق قدمائے مہدویہ کی شہادت خاص اہمیت رکھتی ہے کتب غیر مہدویہ میں مرزا سلطان حسین سے متعلق دو قدیم ماخذ ہیں ایک بابر نامہ[2] اور دوسرا روضۃ الصفا۔

بابر نامہ

بابر نامہ کا سب سے قدیم اور مستند ترکی متن گب میموریل سیریز کے ذیل میں ۱۹۰۵ء میں شائع ہو گیا ہے یہ نواب سالار جنگ کے ہاں کے نسخے کا عکس ہے اس کے ورق نمبر ۱۶۳ کی پشت پر دوسری اور تیسری سطر میں یہ عبارت مذکور ہے "آخری ذی الحجہ آمی و اسلطان حسین مرزا شیبانی خاں نیک اوستیکا چریک تا رتیب بابا الٰہی غہ میتاندر تینکری رحمتی غہ باروی"[3] یعنے سال کے آخر میں ذی الحجہ کے مہینے میں سلطان حسین نے جب کہ اس نے شیبانی خاں پر لشکر کشی کی تھی بابا الٰہی میں وفات پائی۔ ترکی متن میں جہاں سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے وہاں سال وفات مذکور نہیں اور اس کے ماقبل و مابعد جہاں جہاں سنہ لکھا جانا چاہیئے جگہ خالی اور معرا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(الف) ورق ۱۵۶ کی پشت پر دوسری سطر میں جگہ خالی ہے' یہاں سنہ لکھا جانا چاہیئے تھا۔

(ب) ورق ۱۸۳ کی آخری سطر' یہاں بھی سنہ کی جگہ خالی ہے۔

مذکورہ اوراق کے درمیان یعنی ورق ۱۶۳ پر سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے لیکن سنہ مذکور نہیں۔ یہی نہیں بلکہ بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں جہاں سلطان حسین کا وفات پانا مذکور ہے سنہ مرقوم نہیں بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں مذکور ہے "در اواخر سال در ماہ ذالحجہ سلطان حسین در وقتی کہ بر سر شیبانی خاں لشکر کشید در بابا الٰہی رسیدہ بود برحمت حق پیوست"[4] یہاں ماہ ذی الحجہ کا ذکر ہے سال کا ذکر نہیں۔ اس نسخہ کے صفحہ ۹۹ پر سال کے واقعات کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے ذیل

---

[3] مرقوم بہ تزک بابری [4] بابر نامہ تاریخ فارسی نمبر ۴۸۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش۔ [2] بابر نامہ فارسی (طبع بمبئی) صفحہ ۱۰۳

[1] Encyclopaedia of Religion and Ethics Volume - VIII.

میں سلطان حسین کی وفات کا ذکر آجاتا ہے لیکن جہاں سال کا آغاز ہوتا ہے ماہ مذکور ہے سال نہیں۔ بابر نامہ کی عبارت یہ ہے۔ "در ماہ محرم بادر من قتلق نگار خانم مرض حصبہ عارض شد فصد کرد ناقص واقع شد" یعنے ماہ محرم کے مہینہ میں میری ماں قتلق نگار خانم کو مرض حصبہ لاحق ہوا۔ فصد لیا گیا مگر ناقص واقع ہوا۔

حاصل یہ کہ بابر نامہ کا قدیم ترکی متن اور فارسی ترجمہ مرزا سلطان حسین کے سال وفات کے باب میں ساکت ہے کسی اور نسخہ میں سنہ وفات کی تصریح ہو تو قدیم متن کے مقابلہ میں قابل حجت نہ ہوگی۔ قطع نظر اس کے ترکی متن میں ان سنین کے واقعات ہی درج نہیں ہیں ۹۱۵ھ سے ۹۲۴ھ تک بہ ۹۲۷ھ سے ۹۳۱ھ تک جس طرح ۹۱۵ھ اور اس کے بعد کے واقعات چھوٹ گئے ہیں اسی طرح اس کے قبل کے واقعات کا چھوٹ جانا ممکن ہے خصوصاً جب کہ سنین ہی مکتوب نہ ہوں اور جگہ خالی ہو جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے ترکی متن اور اس کے فارسی ترجمہ میں سنین کے اعتبار سے زمین آسمان کا فرق ہے۔ ترکی متن میں جو واقعات ۹۲۵ھ کے ذیل میں درج کئے گئے ہیں فارسی ترجمہ میں ۹۱۵ھ کے تحت لائے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

"دوشنبہ کوئی محرم آلی نیک غرہ سیدا چندا ول جلکاسی نیک ریا غیدا قایق زلزلہ بولدی اندین کیم امتدادی یاریم ساعت بجومیغہ یاقین لاشتی الی آخرہ (بابر نامہ ترکی طبع لندن ورق ۲۱۶) بیورج نے بابر نامہ (ترکی) کے مقدمہ کے آخر میں جو فہرست سنین مرتب کی ہے اس کے لحاظ سے مذکورہ عبارت ۹۲۵ھ کے واقعات کے ذیل میں آجاتی ہے لیکن بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں اس عبارت کا ترجمہ ۹۱۵ھ کے واقعات کے ذیل میں دیا گیا ہے، فارسی ترجمہ کی عبارت یہ ہے "وقائع ۹۱۵ھ خمس عشر و تسعمایۃ روز دوشنبہ غرہ ماہ محرم در پایان جلکاری چندا ول زلزلہ محکم شد چنانچہ امتداد آں تا نیم ساعت بنجومی نزدیک رسید"[1] ترکی متن اور اس کے فارسی ترجمہ میں ایسا شدید اختلاف ہو تو سنین کے تعین میں بابر نامہ سے استدلال کرنا ہی بے بنیاد ہے۔

روضۃ الصفا

اب رہی تاریخ روضۃ الصفا تو اس میں مرزا سلطان حسین کا سال وفات ۹۱۱ھ[2] مذکور ہے لیکن کتب مہدویہ کے مقابلہ میں تاریخ فرشتہ اور مرآۃ سکندری کے بیان کی طرح غیر صحیح ہی متصور ہوگا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مصنف کے دستخطی نسخہ میں بھی یہی سنہ مذکور تھا۔ کتب مہدویہ کی تصحیح کتب غیر مہدویہ سے کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی ائمہ حدیث کی روایت کو غیر مسلمین کے احتمالات سے جانچے۔ مثلاً مسلمان یہ کہتے ہیں کہ فاران مکہ میں ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کا یہ ادعا ہے کہ وہ شام میں ہے۔

حاصل یہ کہ پروفیسر محمود شیروانی کا یہ کہنا کہ مرزا سلطان حسین نے ۹۱۲ھ[3] میں وفات پائی نہ تو کتب مہدویہ سے ثابت ہے اور نہ کتب غیر مہدویہ سے۔

ابوالکلام آزاد کے بیان سے بھی سلاطین وقت کا امام مہدی علیہ السلام سے بیعت کرنا ثابت ہے تذکرہ کی عبارت یہ ہے۔

"متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی" (تذکرہ صفحہ ۲۷)

امراء و وزراء

(۱) زبدۃ الملک حاکم جالور۔ عثمان خاں حاکم جالور یہی ہیں۔ زبدۃ الملک آپ کا خطاب ہے آپ کے آباء و اجداد صوبہ بہار کے حاکم تھے، جب حضرت مہدی علیہ السلام ۹۰۶ھ یا ۹۰۷ھ میں جالور تشریف

---

[1] بابر نامہ فارسی (طبع بمبئی) صفحہ ۱۲۷ [2] روضۃ الصفا جلد ہفتم صفحہ ۱۲۵ (طبع نولکشور ۱۳۰۰ھ) [3] اورینٹل کالج میگزین بابتہ ماہ نومبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۳۸۔

لے گئے تو انہوں نے بیان قرآن سنکر دین مہدی کی تصدیق کی' ان کے ساتھ ان کی تمام رعیت اور تمام فوج نے مہدوی مذہب قبول کرلیا' اس جگہ تقریباً نوسو علما بعد تحقیق تصدیق سے مشرف ہوئے سابق فرمانروائے ریاست پالن پور انہیں کی اولاد سے ہیں اور ان کا مذہب بھی مہدوی ہے۔

(۲) دریاخاں مدارالمہام ٹھٹہ (تتہ)

صاحب تحفۃ الکرام نے بیان کیا ہے کہ دریاخاں کا نام پہلے قبولہ تھا' اصل میں یہ سید زادہ ہیں' حوادث زمانہ سے قید ہو گئے تھے۔ جام نظام الدین کے دیوان نے انہیں خرید لیا تھا۔ ایک دفعہ جام نظام الدین شکار کے لئے نکلا دھوپ تیز تھی اور تھکا ہوا تھا پینے کے لئے پانی مانگا' قبولہ پانی لے آئے اور اس میں خس ڈال کر جام کو دیا تاکہ جام آہستہ آہستہ پی لے دریافت کرنے پر کہا کہ میں نے خس اس لئے ڈالا تھا کہ جام اس حرارت میں پانی ایک دم نہ پی لے کیوں کہ یہ ضرر رساں ہوتا' اس وقت جام نے قبولہ کو دریاخاں کا خطاب دیکر اپنے ہاں رکھا۔ اس کے بعد صاحب تحفۃ الکرام نے یہ بیان کیا ہے۔

دریاخانش خواند و بمعائنہ جوہر ذاتی تربیت یافتہ بہ مرتبہ بلند تصاعد نمودہ' بر دلشاد وزیر و سائر امرا تفوق یافتہ مدارالمہام و امیر الامرا گردید' مبارک خاں خطابش شد چوں میر سید محمد جونپوری وارد تتہ گردید با آنکہ جام بتحریک علما معتقدانہ پیش آمدوے نکردہ مستصمیم ارادت آں بزرگوار کمر بست و بہرۂ وافی از رضائے خاطر آں صاحب زماں یافتہ[1]

جام نظام الدین نے اس کو دریاخاں کا خطاب دیا اس کے جوہر ذاتی کی وجہ سے تربیت پاکر بلند مرتبے حاصل کئے دلشاد وزیر اور تمام امرا پر برتری حاصل کرکے مدارالمہام اور امیر الامرا ہوا۔ مبارک خاں بھی اس کو خطاب دیا گیا' جب میر سید محمد جونپوری تتہ میں آئے باوجودیکہ جام' علما کی تحریک پر معتقدانہ پیش نہیں آیا لیکن یہ خلوص دل سے ان کا مرید ہو گیا اور صاحب الزماں کے رضائے خاطر سے بہرۂ وافی حاصل کیا۔

(۳) شاہ بیگ حاکم قندھار

یہ میر ذوالنون کے بیٹے ہیں۔ مرزا سلطان حسین نے ان کو حاکم قندھار مقرر کیا تھا' جب حضرت مہدی علیہ السلام قندھار تشریف لے گئے تو وہاں کے بعض علما نے شاہ بیگ سے کہا کہ انہیں جامع مسجد میں بلا کر تحقیق کرنی چاہیئے۔ سرکاری آدمیوں نے بلانے میں حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے ساتھ سخت برتاؤ کیا' آپ جامع مسجد میں جاکر قبلہ رو صف اول میں بیٹھ گئے' شاہ بیگ بھی آئے لیکن وہ مست و مخمور تھے۔ امام مہدی علیہ السلام سے آپ کے اصحاب نے عرض کی یہ مست و مخمور ہے ذرا نرمی سے کلام فرمایئے۔ آپ نے کہا بندہ کے سامنے ستان دنیا آکر ہوشیار ہو جاتے ہیں یہ مستی کس شمار میں ہے۔ جب شاہ بیگ علما و فضلا آپ کے روبرو آئے تو علما نے سخت و سست کہنا شروع کیا' قریب تھا کہ زدوکوب کی نوبت آئے شاہ بیگ نے علما سے کہا ذرا ان کی دلیل تو سن لو امام مہدی علیہ السلام نے آیہ افمن کان علی بینۃ کا بیان شروع فرمایا پہلے تو شاہ بیگ حیرتزدہ

---

[1] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد سوم صفحہ ۵۲۔

رہ گئے تین آیتوں کا بیان ختم ہوا تو سلسل کی طرح تڑپنے لگے اور نہایت ادب سے معافی چاہی تمام رکوع بیان ہونے تک حضرت مہدیؑ نے ان کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ اس کے بعد وہ آپ کے قدموں پر گر پڑے امام مہدی علیہ السلام نے ان کے سر کو اٹھایا اور معاف فرمایا پھر شاہ بیگ نے آپ کے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کی اور وہ فرودگاہ تک ساتھ ہو گئے اور تلقین ہوئے۔

شاہ بیگ کے متعلق فرشتہ نے لکھا ہے "شاہ بیگ از فضائل علمی بہرہ وافی داشت" چنانچہ شرح بر عقائد نسفی و شرح بر کافیہ و حاشیہ بر مطلع (مطالع) منطق نوشتہ است[1]" یعنی شاہ بیگ فضائل علمی سے بہرہ وافی رکھتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عقائد نسفی اور کافیہ کی شرح لکھی ہے اور مطالع منطق کا حاشیہ لکھا ہے شاہ بیگ کے بیٹے مرزا شاہ حسن بھی مہدوی تھے، انہوں نے مہدویوں کو قاضی مقرر کیا تھا، اس سے قبل دیگر اہل اللہ و علماء کے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے کہ قاضی شیخ محمد اوچہ اور قاضی قاضن مہدوی تھے۔ مرزا شاہ حسن نے قاضی شیخ محمد اوچہ کو تتہ (ٹھٹھہ) کا قاضی مقرر کیا تھا۔ محمد معصوم نامی نے قاضی مذکور کے متعلق یہ لکھا ہے۔

قاضی شیخ محمد اوچہ از مشاہیر علمائے زماں بود بعد از فترات اوچہ و ملتان بہ بکر توطن نمود بعد چندگاہ مرزا شاہ حسن ایشاں را تقلید قضائے بلدہ تتہ تکلیف نمودند[2]

قاضی شیخ محمد اوچہ اپنے زمانے کے مشہور عالموں میں سے تھے اوچہ و ملتان کے ہنگاموں کے بعد انہوں نے بکر کو اپنا وطن بنایا، تھوڑے زمانے کے بعد مرزا شاہ حسن نے انہیں شہر تتہ کا قاضی مقرر کیا۔

اسی طرح صاحب تحفۃ الکرام نے قاضی شیخ محمد اوچہ کے متعلق لکھا ہے۔

وقتی کہ قاضی شکر اللہ شیرازی استعفائے خدمت قضائے تتہ جنانچہ سبق یافت درخواست میرزا شاہ حسن حسب تجویز قاضی میسرند کور کہ در وطن قدیم ہرات بہم از اسلاف رابطہ، خاصے داشتند بر بنائے آں واسطہ ایں جانیز قرب مصاخرہ (ظاہر) و پیوند صورت یاب گردیدہ وی را طلبیدہ بآں منصب جلیل القدر مختص فرمودو بہ برکت قدیم نجابتش و دعائے میراں سید محمد مہدی جونپوری آں منصب بتوارث وقف اولادش ہست[3]

جب قاضی شکر اللہ شیرازی نے شہر تتہ (ٹھٹھہ) کے منصب قضا سے مستعفی ہونا چاہا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا تو مرزا شاہ حسن نے قاضی شکر اللہ کی تجویز پر انہیں یعنی شیخ محمد اوچہ کو بلا کر اس جلیل القدر منصب سے مختص کیا۔ تو نی شکر اللہ اور قاضی شیخ محمد اوچہ کے اسلاف قدیم سے خاصے روابط رکھتے تھے، اس بنا پر ان دونوں میں یہاں یعنی ٹھٹھہ میں قرب ظاہری و باطنی ظہور میں آیا۔ ان کی قدیم نجابت کی برکت سے اور میراں سید محمد جونپوری کی دعا سے وہ منصب بطور توارث کے ان کی اولاد میں وقف ہے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شکر اللہ شیرازی بھی مہدوی تھے اسی وجہ سے انہوں نے قاضی شیخ محمد اوچہ کا نام منصب قضا کے لئے پیش کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ تحفۃ الکرام کی تالیف (۱۱۸۱ھ) تک قاضی شیخ محمد اوچہ کی اولاد منصب قضا پر مامور تھی، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے تک وہاں مہدوی آبادی تھی۔

---

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور) جلد دوم ص ۱۲۱۔ [2] شیخ محمد اوچہ کا مہدوی ہونا نزھۃ الخواطر (الجزء الرابع ص ۳۲۶) میں بھی مذکور ہے۔ [3] تاریخ سندھ قلمی ورق ۹۹، تاریخ فارسی نمبر (۳۷۳) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [4] تحفۃ الکرام جلد سوم ص ۱۱۶۔

صاحب تحفۃ الکرام نے اپنی کتاب کی تاریخ یہ کہی ہے۔

سال تمامیت چو نمود از خرد سوال | اینک چہ منتخب زدل آمد مرا بپیام

اسی طرح مرزا شاہ حسن نے قاضی قاضن کو بکر کا قاضی مقرر کیا تھا، محمد معصوم نامی نے قاضی قاضن کے حالات میں لکھا ہے۔

بعد فوت شاہ بیگ ازیں مرحلہ فانی منظور نظر عاطفت اثر میرزا شاہ حسین گشتہ بلوازم قضائے بلدہ فاخرہ بکر و نواحی آں قیام می نمود و قضایائے شرعیہ کہ بخدمت او مرافعہ کردند کمال احتیاط و دینداری ظاہر ساختہ در کرسن از آن امر خطیر استعفا نمودہ و آں منصب بہ برادرش قاضی نصر اللہ قرار یافت[1]۔

شاہ بیگ کے اس منزل فانی سے کوچ کرنے کے بعد قاضی قاضن میرزا شاہ حسن کے مورد الطاف قرار پاکر بکر اور نواحی بکر کے جلیل القدر منصب قضاۃ کے کام انجام دیتے تھے جو مقدمے ان کے ہاں پیش ہوتے ان کا تصفیہ انتہا درجہ احتیاط اور دینداری سے کرتے، بڑھاپے میں قاضی قاضن اس بڑے کام سے مستعفی ہوئے اور وہ عہدہ ان کے بھائی قاضی نصر اللہ کو دیا گیا۔

مہدوی قاضیوں کے مامور ہونے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خواص تو خواص عوام بھی مہدوی تھے حاصل یہ کہ میرزا شاہ حسن اپنے باپ شاہ بیگ کی طرح مہدوی تھے۔

(۴) میر ذوالنون حاکم فراہ

یہ مرزا سلطان حسین کے سپہ سالار تھے اور ان کے بیٹے بدیع الزماں کے اتالیق، فراہ کی حکومت ان کے سپرد تھی، اس سے قبل ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے ثابت کیا گیا ہے کہ فراہ میں بے شمار مخلوق حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہو گئی تھی اور شیخ الاسلام کا ہرات سے علماء کو بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ فراہ کے علماء آپ کے مرید ہو چکے تھے۔ نیز بدایونی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ شیخ الاسلام کے بھیجے ہوئے علماء بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہو گئے تھے۔ دوسرے مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ پوتے نے مہدوی قاضیوں کو اپنے علاقہ میں منصب قضا عطا کیا تھا، دوسرے جلیل القدر امراء کی تصدیق کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں جیسے فرمانروائے ریاست پالن پور۔ ریاست رادھن پور کا خاندان بھی مہدوی ہے، ایسی صورت میں کتب مہدویہ کی روایت ماننے میں کوئی تامل نہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میر ذوالنون حاکم فراہ تزک و احتشام کے ساتھ مخالفانہ نیت سے وہاں آئے تھے جہاں امام مہدی علیہ السلام قرآن کا بیان کر رہے تھے جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے فرمایا جہاں جگہ پاؤ بیٹھ جاؤ میر ذوالنون وہیں بیٹھ گئے اور بیان قرآن سنکر تصدیق سے مشرف ہوئے میر ذوالنون نے ازراہ امتحان کہ مہدی پر حربہ کارگر نہ ہوگا تلوار چلائی، ہاتھ شل ہو گیا حضرت نے فرمایا کہ تلوار کا کام کاٹنا ہے اور آگ کا کام جلانا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی مہدی پر غالب نہ ہوگا (اس کا حوالہ اخلاق مہدیؑ، تو کل کے ذیل میں دے چکے ہیں)۔

(۵) میاں الہداد حمیدؓ

آپ سلطان غیاث الدین خلجی کے امراء سے تھے، آپ کا ذکر سلطان غیاث الدین کے حالات کے

---

[1] تاریخ سندھ قلمی ورق ۹۸۔۹۹

ضمن میں ہو چکا، آپ کا دیوان غیر منقوط موسوم بہ "کلام الہداد" آپ کے متبحر عالم اور مہدوی ہونے کی دلیل ہے۔ دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ترکیب بند مکہ معظمہ میں لکھا گیا ہے ایک بند کا مطلع یہ ہے۔

الحمد للصمد کہ امام اولی الامم اہلاً وسہلاً آمدہ امسال در حرم

اولی الامم میں بحالت اضافت یائے تحتانی غیر منقوط ہی رہے گی

میاں الہداد کے شاگرد حضرت مہری کا دیوان بھی صنائع و بدائع سے پُر ہے۔ یہ دیوان بھی مقبول عام رہا ہے۔ صاحب اخبار الاسرار نے راقم کے جد امجد بندگی میاں سید اشرف بن بندگی میاں سید عبد الطیفؒ کے باب میں یہ لکھا ہے "صاحب علم بودند و از دیوان مہری اکثر حفظ بود الی آخرہ"[1] یعنی صاحب علم تھے دیوان مہری کا اکثر و بیشتر حصہ انہیں ازبر تھا۔

صاحب نزہتہ الخواطر نے میاں الہداد حمید کی تصانیف میں رسالہ بار امانت اور رسالۂ اثبات مہدی کا بھی ذکر کیا ہے۔ (حصہ چہارم ص۴۰)

(۶) فرہاد الملک و سلیم خاں

جب حضرت مہدی علیہ السلام چاپانیر تشریف لائے تو سلطان محمود بیکرہ نے اپنے دو معتمد امرا فرہاد الملک اور سلیم خاں کو دو علما کے تحقیق امر کے لئے بھیجا، جس وقت یہ لوگ آئے ہیں بہت سی مخلوق مسجد اور اس کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی، بیان قرآن سننے میں اس قدر محو تھی کہ کسی نے ان کی طرف توجہ نہیں کی، یہ بات علما کو شاق گزری۔ فرہاد الملک اور سلیم خاں نے بعد تحقیق تصدیق کی ان معتمد امرا کے بیان پر سلطان محمود، مہدی علیہ السلام کا گرویدہ ہو گیا تھا اور ملا عبد القادر بدایونی کی روایت سے تو سلطان محمود بیگڑہ کا بھی امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہوتا ہے اس روایت کا اس سے قبل حوالہ دیا گیا ہے۔

(۷) مبارز الملک

مبارز الملک، ملک یعقوب کے بیٹے ہیں، ملک یعقوب، ملک سلیمان باڑی وال کے داماد ہیں، ملک سلیمان، پٹن علاقہ گجرات کے صوبہ دار تھے، پٹن ان کی تنخواہی جاگیر تھی اور دو ہزار سواران کے ملازم خاص تھے، زندگی ہی میں ملک سلیمان نے اپنا منصب اپنے اکلوتے داماد کے نام منتقل کر دیا تھا، پٹن کے شمال میں پاٹی پال دروازے کے باہر ندی کے کنارے ملک سلیمان کا مقبرہ اس وقت تک موجود ہے۔ ان کے قبیلہ کے تمام افراد اور ان کے بنی اعمام پٹن ہی میں حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوئے جیسے کہ شواہد الولایت کے باب شانزدہم میں مذکور ہے۔

اس سے قبل ہم نے تحفۃ الکرام کی عبارت پیش کی ہے کہ ایک دنیا نے حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعود تسلیم کیا اور فراہ کے واقعات کے سلسلہ میں ملا عبد القادر بدایونی کا قول نقل کیا ہے کہ بے شمار مخلوق امامنا مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہو گئی تھی۔ کتب مہدویہ میں جن علما، امرا، حکام، اہل اللہ وغیرہم کا ذکر کیا گیا ہے بہت مختصر ہے، صاحب شواہد الولایت

---

[1] اخبار الاسرار قلمی باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم

نے باب ۴ میں مہاجرین کے مشہور تابعین کے نام لکھنے کے بعد یہ بیان کیا ہے۔

بدانید و آگاہ باشید کہ ایں اسامی نوشتہ شد از ہزار یکی واز بسیار اند کے نوشتہ شد و اگر سر بسر نوشتہ شود کتاب مطول می شود۔

جاننا چاہیئے کہ یہ نام جو لکھے گئے ہزار میں سے بمنزلہ ایک ہیں اگر تمام کے تمام لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔

ہم نے یہاں صرف چند نام پیش کئے ہیں اور یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگوں نے آپ کو مہدی موعود مانا ہے، ان میں سلاطین، سپاہی، سرلشکر، عالم، اہل اللہ، امراء، حکام سب شامل ہیں۔

جب ایک منکر کا یہ اقرار کر لینا کہ وجھہ لیس بوجہ کذاب[1] یعنے آپ کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے رسول اللہ صلعم کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان مختلف طبقوں کے افراد کا تصدیق کرنا آپ کی مہدیت کی دلیل کیوں نہ ہوگا؟ خصوصاً جب کہ تصدیق کی طرف مائل کرنے کے لئے نہ تو خوف شمشیر تھا اور نہ طمع مال!

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۵۴

باب پنجم

دائرہ مہدویہ

مہدوی و مہدوی مذہب، مہدوی مبلغین

دائرہ مہدویہ اور طبقات اکبری

نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری نے شیخ علائی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

شیخ عبداللہ نیازی افغان کہ از مریدان نامدار شیخ سلیم چشتی بود از مکہ معاودت نمود و روش مہدویہ کہ بعقیدہ ایشاں سید محمد جونپوری مہدی موعود است اختیار کردہ در بیانہ رحل اقامت انداخت شیخ علائی را وضع خوش آمد رفیقۂ صحبت او گشت و طریقہ آبا و اجداد را ترک دادہ خلائق را بر روش مہدویہ دعوت می نمود، رسم ایں طائفہ در بیرون شہر (در) ہمسائیگی شیخ عبداللہ توطن اختیار نمود با جمعے کثیر از احباب و اصحاب خود کہ بوی گرویدہ بود بطریق تجرد بسر می بود و ہر روز در وقت نماز تفسیر قرآن مجید بہ نوعے می گفت کہ ہر کس کہ در مجلس او حاضر می بود اصلاً پی کار خود نمی رفت و ترک اہل و عیال کردہ داخل دائرہ مہدی می گشت و یا از معاصی تائب شدہ بہ مجاز سید محمد مریدی میکرد و اگر کشت یا زراعت و تجارت میکردہ دہ یک در راہ خدا صرف می نمود۔ پس ہمچناں شدہ کہ پدر از پسر و زن از شوہر مفارقت گزیدہ راہ فقر و فنا پیش گرفتند و در نذور و فتوح کہ بادمی آمد خورد و کلاں

شیخ عبداللہ نیازی افغان جو شیخ سلیم چشتی کے مشہور خلفا میں سے تھے مکہ معظمہ کے سفر سے واپس آئے اور طریق مہدویہ (جن کے عقیدہ کے مطابق سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود ہیں) اختیار کر کے بیانہ میں مقیم ہوئے، شیخ علائی کو ان کی وضع پسند آئی اور ان کی صحبت پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ کو چھوڑ کر مہدوی طریقہ پر تبلیغ کرتے تھے، مہدوی گروہ کے طریقہ پر شہر کے باہر شیخ عبداللہ کی ہمسائیگی میں سکونت اختیار کی اور اپنے احباب اور ساتھیوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ جو ان کے معتقد ہو گئے تھے بطریق تجرد زندگی بسر کرتے تھے۔ روزانہ نماز کے وقت قرآن مجید کی اس طرح تفسیر کرتے تھے کہ جو شخص ان کی مجلس میں داخل ہوتا اپنے کاروبار کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دائرہ مہدویہ میں داخل ہو جاتا یا معاصی سے تائب ہو کر حضرت سید محمد کے لئے لوگوں کو مرید کرتا اور اگر زراعت یا تجارت کرتا تو عشر یعنے دسواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتا پس اس طرح ہو گیا کہ باپ بیٹے سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو کر فقر و فنا کا طریقہ اختیار کرتے نذر اور فتوح جو کچھ بھی آتی چھوٹے اور بڑے

علی السویہ شریک بود و اگر چیزے بہم نمی رسید تا دو سہ روز بہ فاقہ می گزرانید و اظہار نمی نمودند و بہ پاس انفاس اوقات خود مصروف میداشتند و شمشیر و سپر و سائر اسلحہ ہمہ وقت ہمراہ داشتہ در شہر و بازار ہر جا نامشروع میدیدند اولاً بہ رفق و مدارا منع نمودہ و اگر پیش نمی رفت قہراً و جبراً بتغییر آن نامشروع میدادو از حکام شہر ہر کہ موافق او می بود در امداد او می کوشید و ہر کہ منکر بود بقدرت مقاومت نداشت[1]

سب علی السویہ (برابر، برابر) اس میں شریک ہوتے اور اگر کوئی چیز مہیا نہ ہوتی تو دو دو تین تین دن فاقہ میں بسر کرتے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے اور پاس انفاس میں اپنا وقت بسر کرتے تھے تلوار، سپر اور تمام ہتھیار ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے شہر اور بازار میں اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھتے تو پہلے نرمی سے منع کرتے اور اگر اس سے کام نہ چلتا تو جبراً اور قہراً اس نامشروع کو روکتے شہر کے حکام میں جو ان کے موافق ہوتا تو ان کی مدد کرتا اور جس کو انکار ہوتا تو مقابلہ کی قدرت نہ رکھتا۔

دائرۂ عہدویہ اور منتخب التواریخ

اسی طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے۔

شیخ علائی چوں روش او را دید بسیار خوش کرد و باصحاب خویش گفت کہ دین و ایمان ایں است کہ میاں عبداللہ نیازی دارد و روشے کہ ما گرفتار آنیم جز بت پرستی و زنار داری نیست۔

رباعی: تا یک سر موے از تو ہستی باقی است
اندیشہ کار بت پرستی باقی است
گفتی بت و زنار شکستم رستم
ایں بت کہ زپندار پرستی باقی است

و طریقۂ آباو اجداد خود را ترک دادہ و کان مشیخت و مقتدائی را بر ہم زدہ و پا بر سر پندار و غرور نہادہ در پے استرضائے اقربائے خویش گشت و بطریق فروتنی و خواری تفقش پیش پائے جماعہ کہ ایشاں را سابق آزردہ بود می نہاد و مدد معاش و لنگر و خانقاہ گزاشتہ و وادی ترک و تجرید پیش گرفتہ آنچہ اسباب دنیوی تا کتب ہم کہ داشت ہمہ را بر فقرا ایثار کرد و باحلیۂ خویش گفت کہ مرا در طلب حق

شیخ علائی نے جب ان کی روش دیکھی تو بہت پسند کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دین و ایمان یہ ہے جو میاں عبداللہ نیازی رکھتے ہیں اور وہ طریقہ جس میں ہم گرفتار ہیں بت پرستی اور زنار داری کے سوا کچھ نہیں۔

جب تک تیری ہستی ایک سر مو باقی ہے
بت پرستی کے کام کا اندیشہ باقی ہے
تو نے کہا کہ بت اور زنار توڑ کر میں نجات پائی
تیری پندار پرستی کا جو بت ہے باقی ہے

اپنے آباو اجداد کے طریقے کو ترک کر کے اور اپنی مشیخت اور مقتدائی کی دوکان درہم برہم کر کے اور غرور و پندار کو ٹھکرا کر اپنے اقربا کی دلجوئی میں کوشش کی اور عاجزی سے ان لوگوں کے سامنے جوتیاں جوڑتے جنھیں انہوں نے اس سے قبل آزردہ کیا تھا۔ مدد معاش، خانقاہ سب کچھ انہوں نے چھوڑ دیا اور ترک و تجرید کا راستہ اختیار کیا، تمام اسباب دنیوی یہاں تک کہ کتابیں بھی غریبوں میں تقسیم کر دیں اور اپنی بیوی سے کہا کہ طلب حق

[1] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ) ص ۲۳۷

گریبان گیر گشتہ اگر بر فقر و فاقہ صبر می توانی کرد ہمراہ من باش بسم اللہ وگرنہ حصہ خود از ایں اموال برآور و زمام اختیار بر دست خود بگیر و برو

مصرع، داری سر ما وگرنہ دور از برما

او خود بر ایں شیوہ اشد رضا داشت

بیت:۔ کار دیں بعضے زناں شاید بہ از مرداں کنند

در دلیری شیر مادہ بہتر از شیر نر است

و در جوار میاں عبداللہ آمدہ از و بطریق یاس انفاس تلقین ذکر بر وشے کہ میاں ایں طائفہ مقرر است گرفت معانی قرآن و نکات و دقایق و حقایق آں بآسانی بر او مکشوف گشت و جمیع کثیر از احباب و اصحاب کہ باو ے جہت اتحاد و اعتقاد داشتند بعضے مجرد و بعضے متاہل صحبت او را بجان اختیار کردہ راہ سلوک را بقدم توکل سپردہ سی صد خانہ دار مرد م بے کسب و تجارت و زراعت و حرفت دیگر بسر می بردند و ہر گاہ چیزے از غیب می رسید قسمت بہ رؤس افراد بطریق سویت و عدالت میکردند و نحوا ے کریمہ "رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ" را شعار خود ساختہ اگر از گرسنگی می مردند ہم دم نمی زدند اگر کسے ترک عزیمت بموجب قرار دادایشاں دادو کسبی میکرد و البتہ دہ یک در راہ خدای تعالیٰ صرف می نمود و دو وقت بعد از نماز فجر و نماز دیگر صغار و کبار در آں دائرہ جمع آمدہ ببیان قرآن می شنیدند و شیخ علائی را نفس گیرائی موثر چناں بود کہ در وقت تفسیر قرآن مجید از ہر کسے کہ می شنید اکثر خود را از کاروبار دنیوی باز داشتہ آں صحبت اختیار میکردند و ترک خانماں و عیال و اطفال نمودہ و بر شدت فقر و فاقہ و مجاہدہ صبر کردہ دیگر پیرامون کسب و کار خود نمی گشتند و اگر آں ہمت نمی بود لا اقل توبہ از معاصی و ملاہی و مناہی خود ہیچ جا نہ رفتہ بود بسیارے را خود چناں دیدہ شد کہ شب از لوازم خانہ و ظروف و

کے درد نے میرا گریباں پکڑ لیا ہے اگر تم فقر و فاقہ پر صبر کر سکتے ہو تو میرے ساتھ رہو ورنہ اپنا حصہ اس مال میں سے لے لو۔ اختیار کی لگام اپنے ہاتھ میں لے لو اور جاؤ۔

مصرع، داری سر ما وگرنہ دور از برما

ان کی بیوی خود اس طریقہ سے بہت راضی تھیں

دین کا کام بعض عورتیں شاید مردوں سے بہتر کریں دلیری میں شیرنی شیر نر سے بہتر ہے۔

میاں عبداللہ کی ہمسائگی میں آکر بطریق پاس انفاس مہدویوں کے طریقہ پر ذکر کی تلقین پائی اور کلام اللہ کے معانی اس کے نکات، حقایق اور دقایق آسانی سے ان پر منکشف ہو گئے ان کے ساتھیوں اور دوستوں کی ایک کثیر جماعت نے جنھیں ان سے اتحاد اور اعتقاد تھا جن میں بعض مجرد اور بعض متاہل تھے ان کی صحبت دل و جان سے اختیار کر کے سلوک کا راستہ توکل کے قدم سے طے کیا، تین سو گھرانے بغیر کسی کسب و تجارت و زراعت کے زندگی بسر کرتے تھے، جو کچھ غیب سے پہنچ جاتا سب پر بطریق سویت (برابر برابر) تقسیم کرتے اور آیہ رجال لا تلھیھم (وہ لوگ کہ نہیں غافل کرتی ان کو تجارت اور نہ بیچنا اللہ کے ذکر سے) کے مضمون کو اپنا شعار بنا لیا تھا اگر بھوک سے مر بھی جاتے تو دم نہ مارتے۔ مہدویوں کے طریقہ پر اگر کوئی شخص ترک عزیمت یعنے کسب کرتا تو عشر یعنی دسواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتا نماز فجر اور نماز عصر کے بعد چھوٹے بڑے سب دائرہ میں جمع ہو کر بیان قرآن سنتے اور شیخ علائی کے بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جو شخص ان کی تفسیر قرآن سنتا تو اکثر کاروبار دنیوی سے کنارہ کش ہو کر ان کی صحبت اختیار کرتا، خانماں اطفال و عیال کو چھوڑ کر فقر و فاقہ اور مجاہدہ پر صبر کرتا اور اپنے کسب اور کام کی طرف توجہ نہ کرتا اور اگر اس کی ہمت نہ ہوتی تو کم از کم معاصی و مناہی سے توبہ کر لیتا بہت سے لوگ دیکھنے میں آئے جو رات کو لوازم خانہ، برتن اور

آلات طبخ را حتی از نمک و آرد و آب ہم خالی ساختہ سرنگوں می ماندند و ہیچ چیزے از اسباب معیشت با خود از غایت اعتماد بر رزاقی حق تعالیٰ نمی گذاشتند و روز نوروزی نو دستور العمل ایشاں بود و شمۂ از احوال ایں طائفہ در کتاب نجات الرشید ایراد یافتہ آنجا باید دید و با وجود ایں اسلحہ و آلات حرب برائے دفع مخالفان ہمیشہ با خود مہیا داشتند تا اگر کسے بر حقیقت معاملہ ایشاں اطلاع نمیداشت خیال میکرد کہ ایشاں اغنیا اند یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف دہر جا در شہر و بازار نامشروعے و منہی میدیدند جبراً و قہراً رفتہ احتساب میکردند و ملاحظہ از حکام نمیداشتند و اغلب اوقات غالب بودند و از حکام شہر ہر کہ موافق مذہب و مشرب ایشاں بود در امدادی کوشیدند و ہر منکر یود تاب مقاومت نداشت و کار بجائے کشید کہ پدر از پسر و برادر و شوہر از زن مفارقت گزیدہ در دائرۂ مہدویہ در آمدہ راہ فقر و فنا پیش می گرفتند[1]

آلات طبخ کو آٹا نمک یہاں تک کہ پانی سے بھی خالی کر کے اوندھے رکھدیتے خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہ رکھتے ان کا دستور عمل یہ تھا روز نو کے ساتھ روزی نو' اس جماعت کے حالات میں نے نجات الرشید میں لکھے ہیں اس میں دیکھنا چاہیئے۔ اس کے باوجود مخالفوں کی مدافعت کیلئے اسلحہ اور آلات حرب ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اگر کوئی ان کی حقیقت کار سے مطلع نہ ہوتا تو یہ خیال کرتا کہ یہ لوگ "اغنیا ہیں" جاہل انہیں بے سوالی کی وجہ سے غنی سمجھتا ہے"۔ شہر اور بازار میں جہاں کہیں کوئی امر خلاف شرع دیکھتے تو جبراً اور قہراً اس کو روکتے اور حاکم کی پروانہ کرتے اور اکثر یہ غالب رہتے' شہر کے حکام میں سے جو ان کے مذہب اور مشرب کے موافق ہوتا تو ان کی امداد کرتا اور جو ان کا مخالف ہوتا تو ان کی مقاومت کی تاب نہ لاتا' نوبت یہانتک پہنچ گئی کہ باپ بیٹے سے' بھائی بھائی سے اور شوہر بیوی سے جدا ہو کر دائرۂ مہدویہ میں داخل ہوتا اور فقر و فنا کا طریقہ اختیار کرتا۔

دائرۂ مہدویہ اور مآثر رحیمی

ملا عبدالباقی نہاوندی نے مآثر رحیمی میں دائرۂ مہدویہ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

از قضایائے غریبہ کہ در زمانہ سلیم خاں دست داد واقعہ شیخ علائی است و تفصیل آں بر سبیل اجمال آں کہ پدر شیخ علائی شیخ حسن نام داشت و بخدمت شیخ سلیم در قصبۂ بیانہ بر جادۂ شیخی ارشاد طالبان می نمود' چوں او در گذشت شیخ قائم مقام او شد و بارشاد طالبان قیام نمود اتفاقاً شیخ عبداللہ نیازی افغان کہ از مریدان شیخ سلیم چشتی بود از مکہ معاودت نمود' روش مہدویہ کہ بعقیدۂ ایشاں سید محمد جونپوری

انوکھے واقعات جو سلیم شاہ کے زمانہ میں رونما ہوئے ان میں سے ایک شیخ علائی کا واقعہ ہے اس کی تفصیل بر سبیل اجمال یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ کا نام شیخ حسن تھا' شیخ سلیم کی خدمت سے استفادہ کر کے بیانہ میں بطریق مشائخ طالبین کی رہنمائی کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد شیخ علائی بیانہ میں جانشین ہوئے اور مریدین کی رہنمائی کرنے لگے اتفاقاً شیخ عبداللہ نیازی افغان جو شیخ سلیم چشتی کے مریدوں میں سے تھے مکہ معظمہ سے واپس آئے اور طریق مہدویہ اختیار کیا' جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سید محمد جونپوری

[1] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۹۶ تا ۳۹۸

مہدی موعود است اختیار کردہ در بیانہ رحل اقامت انداخت، چوں شیخ علائی را وضع او خوش آمد فریفتہ او شد و ترک روش آبا و اجداد نمودہ بروش مہدویہ دعوت می نمود و برسم ایں طائفہ در بیرون شہر در پہلوئے شیخ عبداللہ توطن اختیار نمود و با جمعے از مریداں در آنجا بہ طریق توکل بسر می برد و ہر روز دو مرتبہ تفسیر قرآن میگفت و بنوعے از روے اثر می گفت کہ ہر کس می شنید داخل مہدویہ می شد و بسیار ایں چنیں شد کہ از سخنان او پسر از پدر و زن از شوہر برآمدہ با ایشاں محشور شدند در راہ فقر و فنا پیش گرفتند و در نذر و تحف کہ باو می آمد خرد و کلاں در تقسیم علی السویہ بودند و اگر چیزے نمی رسید سہ روز فاقہ می گذرانیدند و اظہار نمی نمودند و پاس انفاس اوقات مصروف می داشتند و اسلحہ از ہمہ چیز با خود می داشتند و در شہر و بازار ہر نامشروع می دیدند اول رفق و مدارا می نمودند و اگر پیش نمی رفت قہراً و جبراً تغیر آں نامشروع میدادند و از حکام شہر ہر کہ موافق ایشاں می بود در امداد او می کوشیدند و ہر کہ منکر بود قدرت مقاومت نداشت[1]

ہی مہدی موعود ہیں اور بیانہ میں مقیم ہو گئے جب شیخ علائی کو ان کا طریقہ پسند آیا تو اس پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے آبا و اجداد کا طریقہ چھوڑ کر بطریق مہدویہ تبلیغ کرتے تھے۔ مہدویہ کے طریقہ پر شہر کے باہر شیخ عبداللہ کے (دائرہ کے) متصل رہنے لگے اور مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور روزانہ دو مرتبہ بیان قرآن کرتے تھے اور بیان اس طرح موثر ہوتا تھا کہ جو شخص سن لیتا مہدوی ہو جاتا اور اکثر ایسا ہوا کہ بیٹا باپ سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو کر ان کی جماعت میں داخل ہو گئے اور فقر و فنا کا طریقہ اختیار کیا۔ نذر اور تحفے جو کچھ بھی آتے چھوٹے بڑوں میں برابر برابر تقسیم ہو جاتے اور اگر کچھ نہ آتا تو تین تین دن فاقہ گزار دیتے ظاہر کرتے اور پاس انفاس میں تمام وقت بسر کرتے تھے، ہر قسم کے اسلحہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، شہر اور بازار میں اگر کوئی امر مخالف شرع دیکھتے پہلے نرمی اور ملائمت سے پیش آتے، اگر کام نہ چلتا تو قہراً اور جبراً اس امر غیر مشروع کو رد کرتے، حکام شہر میں جو ان کے موافق ہوتا اس کی مدد کرتے اور جو ان کا منکر ہوتا تو ان کے مقابلہ کی تاب نہ لاتا۔

یہ اس دائرہ مہدویہ کی کیفیت ہے جس کو شیخ علائی نے شہر بیانہ میں قائم کیا تھا، صاحب طبقات اکبری نے بیان کیا ہے کہ اس دائرہ میں چھ سات سو گھرانے تھے۔ طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے۔

"شیخ علائی بہ ہماں وضع و حالت کہ داشت با ششصد و ہفت صد خانہ دار مردم متوجہ آں سفر گشت[2]"

یعنے شیخ علائی اسی وضع و حالت میں چھ سات سو خاندانوں کے ساتھ اس سفر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ کیفیت تبع تابعی کی ہے اس لئے کہ شیخ عبداللہ نیازی نے اصحاب مہدیؑ سے فیض حاصل کیا تھا، اس سے اصحاب مہدیؑ اور حضرت مہدی علیہ السلام کے بیان قرآن کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صاحب خاتم سلیمانی کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبداللہ نیازی نے گجرات یا دکن میں اصحاب مہدیؑ یا تابعین مہدیؑ کے ہاتھ پر دین مہدیؑ کی تصدیق کی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ بندگی میاں شاہ نعمتؒ سے تلقین پائی ہے اور بروایتے میاں خوندؒ شیخ مہاجر سے[3]

---

[1] آثر رحیمی (طبع کلکتہ) جلد اول ص ۶۳۷ و ص ۶۳۸ ۔ [2] طبقات اکبری (طبع نولکشور) ص ۲۳۷ ۔ [3] خاتم سلیمانی (قلمی) گلشن نہم چمن چہارم۔

آثر رحیمی طبقات اکبری اور منتخب التواریخ کے اقتباسات سے دائرہ مہدویہ کی یہ خصوصیتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) نماز جماعت کی سخت پابندی تھی یہاں تک کہ چھوٹے بڑے سب دائرے میں نماز کیلئے لازماً جمع ہوجاتے تھے۔

(۲) دن میں دو دفعہ بیان قرآن ہوتا ایک فجر کی نماز کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد اور بیان قرآن بھی ایسا کہ دلوں کو دنیا سے پھیر دینے والا۔

(۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خود سخت پابند تھے اور دوسروں کو بھی پابند کراتے تھے، نرمی وملائمت سے ہو یا آلات حرب کی مدد سے اس میں انہیں حکام شہر کی بھی پروا نہیں تھی۔

(۴) توکل علی اللہ میں یہ آپ اپنی نظیر تھے۔

(۵) کلام اللہ کے حقایق اور دقایق ان پر منکشوف ہوجاتے تھے اور ان کا بیان قرآن انتہا درجہ موثر تھا۔

(۶) جو کچھ غیب سے پہنچ جاتا وہ اہل دائرہ میں علی السویہ تقسیم ہوجاتا، یہ حدیث نبوی "یقسم المال صحاحا" کے بموجب تھا۔

(۷) جو لوگ کسب یا تجارت کرتے تھے عشر یا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے اور یہ عمل بھی قرآن وحدیث کے مطابق تھا۔

عشر کی توضیح

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (البقرۃ رکوع ۳۷)

اے مومنو، اپنی کمائی کی پاک چیزوں میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

اس آیت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ کمائی کی چیزوں میں سے کتنا خرچ کیا جائے اور جو زمین سے اگتا ہے اس میں سے کتنا صرف کیا جائے۔ البتہ حدیث سے اس کی تصریح ہوجاتی ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے کہ عشر کے باب میں امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے تمسک کیا ہے۔ ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر[1] یعنی جو زمین سے اُگے اس میں سے عشر یعنی دسواں حصہ لیا جائے مذکورہ آیت میں ما اخرجنا کا عطف ما کسبتم پر ہے معطوف علیہ اور معطوف دونوں ایک ہی حکم میں ہیں، اس لحاظ سے آیت مذکور اور حدیث مذکور کی مطابقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح خدا کی طرف سے اگائی ہوئی چیزوں میں عشر دیا جاتا ہے اسی طرح انسان کی کمائی ہوئی چیزوں میں سے بھی عشر دیا جائے۔

حاشیہ انصاف نامہ میں یہ مروی ہے۔

نقل است حضرت میراں علیہ السلام فرمودند ہر چہ خدا تعالیٰ شمارا بدہد عشر بدہید اگر اندک باشد یا بسیار الیٰ آخرہ صـ ۱۹۴	نقل ہے حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ خدا تعالیٰ تمہیں دے عشر ادا کرو، اگر تھوڑا ہو یا بہت۔

قطع نظر اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

عن علی قال جاء الرجل الی رسول اللہ فقال	حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد دوم صـ ۱۴-۱۵۔

كانت لى مائة اوقية تصدقت منها بعشرة اواق وقال آخر يا رسول الله كانت لى مائة دينار فتصدقت منها بعشرة دنانير وقال آخر يا رسول الله كانت لى عشرة دنانير فتصدقت منها بدينار فقال كلكم قد احرز وانتم فى الاجر سواء تصدق كل رجل منكم بعشر ماله ثم قرء رسول الله صلعم لينفق ذو سعة من سعته[1]

آیا اور کہا کہ میرے ہاں سو اوقیہ تھے میں نے اس میں سے دس اوقیہ صدقے میں دیئے، دوسرے نے کہا یا رسول اللہ میرے ہاں سو دینار تھے میں نے اس میں سے دس دینار صدقہ میں دیئے ایک اور شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ہاں دس دینار تھے میں نے اس میں سے ایک دینار صدقہ دیا، پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم سب نے اچھا کیا۔ اور تم سب اجر میں برابر ہو اس لئے کہ تم سب نے اپنے مال کا عشر یعنی دسواں حصہ صدقہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی لينفق ذو سعة من سعة (وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیئے)

مذکورہ آیت اور مذکورہ روایت سے بھی انفاق کی توضیح عشر سے کی گئی ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انفقوا من طیبات، میں انفاق سے زکوٰۃ مراد ہے اس لئے کہ دوسری آیت میں آیا ہے "ما انفقتم من خير فللوالدين والاقربين الآيه (جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابتداروں کا) یہاں انفاق والدین اور قریبی رشتہ داروں سے متعلق کیا گیا ہے اور زکوٰۃ ان لوگوں کو نہیں دی جا سکتی۔ حاصل یہ کہ انفاق جدا ہے اور زکوٰۃ جدا ہے۔ قطع نظر اس کے اسلامی دور میں مسلمانوں سے خراج نہیں لیا جاتا تھا صرف عشر لیا جاتا تھا اگر زراعت پیشہ نہ ہوتے مثلاً پارچہ باف ہوتے تو کپڑے اور صاحب مواشی ہوتے تو مواشی (مویشی) لیتے۔ واضح ہو کہ عشر مہدویوں کے ہاں زکوٰۃ کے سوا ہے، زکوٰۃ کا بدل نہیں، حدیث نبوی میں آیا ہے ان[2] فی المال حقا سوی الزکوٰۃ یعنے مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

دائرہ مہدویہ اور اشتراکیت

کارل مارکس جو اشتراکیت کا بانی سمجھا جاتا ہے جرمنی میں ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ یہ شخص فرانس سے نکالا گیا اور ۱۸۴۵ء سے آخر تک اس نے انگلستان میں زندگی بسر کی۔ اس کے نظام میں جس کو روس میں بالفعل عملی صورت دی گئی ہے۔ تین نقائص پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ مذہب کو وہاں کسی قسم کی اہمیت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ وہاں مالی مساوات پھیلانے کے لئے بے حد خون ریزی کی گئی پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی تیسرے یہ کہ صدر جمہوریہ کو عوام الناس پر معاشری لحاظ سے برتری حاصل ہے۔ برخلاف اس کے دائرہ مہدویہ میں مذہب کی سخت پابندی تھی۔ یہاں عصر اول کا اسلام پیش ہو رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ مالی مساوات پھیلانے کے لئے خونریزی نہیں کی گئی۔ دائرہ میں ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگ موجود تھے۔ جو کچھ ہوا بیان قرآن سے ہوا۔ تیسرے یہ کہ دائرہ میں جو کچھ تقسیم ہوتا تھا علی السویہ (برابر برابر) تقسیم ہوتا۔

---

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد) جلد سوم صفحہ ۳۱۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۵۶۔

صاحب دائرہ کو اہل دائرہ پر مالی حیثیت سے ترجیح حاصل نہیں تھی۔

مارگولیت انگلستان کے مشہور مستشرق نے "مہدئین اور مہدیت" پر ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مقالہ پڑھا تھا یہ مقالہ چھپ گیا ہے اس میں حضرت مہدی علیہ السلام اور قوم مہدویہ کے حالات ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کے حوالہ سے لکھے ہیں اس میں میاں شیخ علائی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

"According to the contemporary historian, he started a sort of communistic society, bestowing all his wordly possessions, even to his books, upon the poor (on Mahdis and Mahdiism by D.S. Margo-Liouth.")

یعنی ہم عصر مورخ کے بیان کے مطابق اس نے (یعنی میاں شیخ علائی نے) ایک قسم کی اشتراکی جماعت قائم کی تھی اپنا تمام مال واسباب یہاں تک کہ کتابیں غربا میں تقسیم کردیں مارگولیت کا یہ خیال ہے کہ دائرہ مہدویہ میں اشتراکیت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ بنی ہاشم میں قسمت بالسویۃ (برابر کی تقسیم) کا عمل تھا۔ صاحب العقد الفرید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

ونحن واللہ اعطی للآخرہ منکم للدنیا واعطی فی الحق منکم فی الباطل واعطی علی التقوی منکم علی الھوی والقسم بالسویۃ والعدل فی الرعیۃ الی آخرہ[1]

اور ہم خدا کی قسم جتنا تم دنیا کیلئے دیتے ہو اس سے زیادہ ہم آخرت کے لئے دیتے ہیں اور جتنا تم باطل میں دیتے ہو اس سے زیادہ ہم حق میں دیتے ہیں اور تم خواہش نفسانی میں جتنا خرچ کرتے ہو اس سے بہت زیادہ ہم تقوی میں خرچ کرتے ہیں اور برابر تقسیم کرتے ہیں اور رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے بھی امام مہدیؑ کے متعلق یہی خبر دی ہے تقسیم المال صحاحا بالسویۃ (مال برابر برابر تقسیم کریگا) حاصل یہ کہ دائرہ مہدویہ میں حدیث نبوی کے مطابق عمل تھا۔

مارگولیت نے غلطی سے میاں شیخ عبداللہ نیازی افغان کو امام مہدی علیہ السلام کا شاگرد قرار دیا ہے نیز مارگولیت کا یہ کہنا کہ ابن تومرت (وفات ۵۲۴ھ) کے طریق زندگی اور اس کے بعد جتنے بھی مدعیان مہدیت عالم اسلام میں گزرے ہیں ان کے طریق زندگی میں بہت کم فرق ہے صحیح نہیں اس لئے کہ ابن تومرت کے متعلق حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں یہ لکھا ہے۔ بل دخل فی امور منکرۃ وفعل امورا حسنۃ[2] یعنی ابن تومرت نے برے کام بھی کئے اور اچھے کام بھی کئے۔ اسی کتاب میں ابن تومرت کے متعلق دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے۔ وکان فیہ ما یحمد وکان فیہ ما یذم[3] یعنے ابن تومرت میں اچھی باتیں بھی تھیں اور مذموم باتیں بھی تھیں۔

---

[1] العقد الفرید (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) الجزء الثانی صفحہ ۱۰۸ [2] منہاج السنۃ (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزء الثانی صفحہ ۱۳۳

[3] منہاج السنۃ الجزء الرابع صفحہ ۲۱۲

ملا عبدالقادر بدایونی نے امام مہدی علیہ السلام کے حالات آپ کی رحلت کے تقریباً سو سال بعد لکھے ہیں۔ شروع سے آخر تک امور محمودہ کا ذکر ہے (اس کی تفصیل مہدوی و مہدوی مذہب کے ذیل میں آئے گی) مہدوی نہ ہونے کے باوجود ملا عبدالقادر بدایونی نے حضرت مہدی علیہ السلام کی نسبت کوئی قابل اعتراض امر بیان نہیں کیا جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے ابن تومرت کے متعلق بیان کیا ہے۔

تقسیم مال اور عہد رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم مال کے متعلق شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں یہ لکھا ہے۔

بالجملہ ہر چہ بدست آمدے بداد ے وچناں بداد ے کہ از فقر و نیستی نہ ترسیدے و نہ اندیشید ے[1]

مختصر یہ کہ جو کچھ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آتا آپ اس کو دیدیتے اور اس طرح دیتے کہ نہ تو فقر و نیستی سے ڈرتے اور نہ اندیشہ کرتے۔

اس کی توضیح کے لئے چند روایتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخر شیئاً لغد (ترمذی باب الزہد) یعنے حضرت انس رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام آنے والے دن کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

(۲) ترمذی روایت کردہ است کہ آوردہ شد نزد آنحضرت نود ہزار درم پس نہادہ شد بر حصیرے پس قسمت کرد ہمہ را و رد نکرد ہیچ سائلے را تا فارغ شد از آن[2]

ترمذی نے روایت کی ہے کہ نو ہزار درہم آنحضرت صلعم کے پاس لائے گئے پس وہ ایک حصیر پر رکھدیئے گئے پس رسول اللہ صلعم نے سب درہم بانٹ دیئے اور آپ نے کسی سائل کو رد نہیں فرمایا یہاں تک کہ ان تمام دراہم سے فارغ ہو گئے۔

(۳) در صحیح بخاری از حدیث انس آمدہ کہ آوردہ شد نزد آنحضرت مالے از بحرین فرمود بریزید آں را در مسجد پس بیرون آمد بہ سوے مسجد و نگاہ کرد جانب آں و چوں برگشت از نماز آمد و نشست بر آں مال و ندید ہیچ کس را مگر آں کہ داد بوے از آں مال ... . پس برخاست آنحضرت و باقی نہ ماند یک درم[3]

صحیح بخاری میں حدیث انس رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو پس آپ مسجد کی طرف تشریف لائے اور اس کی طرف نظر ڈالی جب نماز سے لوٹے تو مال کے پاس آئے اور بیٹھ گئے کسی شخص کو آپ نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس مال میں سے اس کو کچھ دیا ..... پس آنحضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک درہم باقی نہیں رہا۔

بحرین سے آیا ہوا مال کتنا تھا اس کی توضیح ذیل کی روایت سے ہوتی ہے۔

در روایت ابن ابی شیبہ آمدہ است کہ مال صد ہزار درہم بود فرستادہ بود آں را علائے بن الحضرمی از خراج بحرین

ابن ابی شیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ مال ایک لاکھ درہم تھا علائے بن الحضرمی نے بحرین کے خراج سے روانہ کیا تھا۔

---

[1] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۹۱۴ء) جلد اول صفحہ ۴۹۔ [2] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور) جلد اول صفحہ ۴۸ [3] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۹۔

وآں اول مال بود کہ آوردہ شدہ بود نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [1]

اور یہ مال سب سے پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لایا گیا تھا۔

تقسیم مال اور خلافت راشدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی طرح حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں جو مال آتا تھا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے بعد کو فتوحات کی تنظیم کے لئے بیت المال قائم کیا۔ مقصود یہ تھا کہ نادار مسلمانوں کی مدد کی جائے، اغنیا کی طرح ذخیرہ اندوزی پیش نظر نہیں تھی۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المال قائم کرنا چاہا تو اصحاب رسولؐ نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس کو سنت نبوی کے خلاف قرار دیا تھا کیونکہ اس میں ذخیرہ اندوزی کا شائبہ پایا جاتا تھا۔

ابوذر غفاری کا مذہب

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

ابوذر از زہاد صحابہ و کبرائے ایشاں بود بمذہب وے اذخار حرام است اگرچہ بعد از ادائے زکوٰۃ باشد [2]

حضرت ابوذر زہاد و کبرائے صحابہ میں سے تھے، مال کا ذخیرہ کرنا ان کے مذہب میں حرام ہے اگرچہ زکوۃ ادا کرنے کے بعد ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ذخیرہ اندوزی حضرت ابوذر غفاریؓ کے مذہب میں حرام تھی، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ایک بیوی کو جسے انہوں نے حالت مرض میں طلاق دی تھی اسی ہزار درم دیئے گئے تو حضرت ابوذرؓ نے انہیں دوزخی قرار دیا صاحب تحفۂ اثنا عشریہ نے مذکورہ روایت بیان کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔ از بشارت پیغمبر در حق او غفلت ورزید و حکم بناری بودنش فرمود [3] یعنے حضرت ابوذر نے اس بشارت سے غفلت برتی جو رسول اللہ صلعم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے حق میں دی تھی اور ان کے دوزخی ہونے کا حکم لگایا۔

صاحب کیمیائے سعادت نے (رکن سوم، اصل ششم میں) یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب رسول کی ایک جماعت حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے مال کثیر چھوڑ جانے کو اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ کیمیائے سعادت کی عبارت یہ ہے " چوں عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرمان یافت بسیار مال از وے باز ماند بعضے از صحابہ گفتند ما بروے می ترسیم [4] یعنے جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے وفات پائی تو انہوں نے بہت سا مال چھوڑا بعض اصحاب رسول نے کہا کہ ان کے مال کثیر چھوڑ جانے سے ہمیں ان کے خاتمہ کا ڈر ہے۔ اسی مذہب کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو شام میں رہنے نہیں دیا اور اسی کی وجہ سے یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے، صاحب تاریخ طبری نے لکھا ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۴۹ ۔ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۸ ۔ تحفہ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند) باب دہم مطاعن عثمانؓ صفحہ ۵۰۹
[3] کیمیائے سعادت (طبع نولکشور ۱۲۹۱ھ) ص ۳۳۹ ۔

قام ابوذر بالشام وجعل یقول یا معشر الاغنیا واسوا الفقراء بشر الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله بمکاو من نار تکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم فما زال حتی ولع الفقراء بمثل ذلک و اوجبوه علی الاغنیا حتی شکا الاغنیا ما یلقون من الناس فکتب معاویه الی عثمان ان اباذر قد اعضل به وقد کان من امره ذیت وذیت الی آخره[1]

پس اٹھے ابوذر شام میں اور کہنے لگے کہ اے اغنیا کے گروہ چارہ گری کرو فقرا کی بشارت دو ان لوگوں کو جو سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے آگ سے داغ دینے کی، داغی جائیں گی آگ سے ان کے پیشانیاں ان کے پہلو اور ان کی پشت۔ ابوذر ایسا ہی کہتے رہے یہاں تک کہ فقرا بھی اس کی حرص کرنے لگے اور انفاق مال کو اغنیا پر واجب قرار دینے لگے یہاں تک کہ اغنیاء بھی عوام الناس کی شکایت کرنے لگے۔ پس حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ ابوذرؓ نے مجھے اس طرح مشکل میں ڈال دیا ہے اس کا معاملہ ایسا اور ایسا تھا الی آخرہ۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے حکم کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیا یہاں بھی انہوں نے حضرت عثمانؓ سے یہی کہا حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا۔ لا اجبرهم علی الذهد[2] یعنے میں اغنیا کو زہد پر مجبور نہیں کرتا حضرت ابوذرؓ نے مدینہ منورہ میں رہنا پسند نہیں کیا اور حضرت عثمانؓ سے کہہ دیا فتاذن لی فی الخروج فان للمدینة لیست لی بدار یعنے آپ اجازت دیجئے کہ میں مدینہ سے نکل جاؤں اس لئے کہ یہ میرے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ ربذہ میں رہنے لگے جو مدینہ منورہ سے چار منزل کے فاصلہ پر ہے۔

شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔

در عہد عثمان دولت وثروت واموال عظیمہ بدست اہل اسلام آمد وہر ہمہ از مہاجرین صاحب لکوک شدند ابوذر زبان طعن در حق جمیع مالداران دراز نمود اول با معاویہؓ گفت گو کرد و ایں آیۃ را متمسک ساخت "والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم" وکسانیکہ گنج می کنند زر ونقرہ را وخرج نمی کنند آں را در راہ خدا پس بشارت دہ ایشان را بعذاب دردناک دہندو انفاق کل مال را فرض قرار دادہر چند معاویہؓ واصحاب دیگر او را فہمانیدند کہ مراد انفاق قدر زکوٰۃ است نہ کل مال وشاہد بر ایں ارادہ آیت میراث وفرائض است زیرا کہ اگر انفاق

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دولت وثروت اور بہت مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور مہاجرین لاکھوں کے مالک ہو گئے حضرت ابوذر نے ان مالداروں پر طعنہ زنی شروع کی، پہلے حضرت معاویہؓ سے گفت گو کی اور اس آیت سے تمسک کیا۔ "وہ لوگ جو سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو عذاب دردناک کی بشارت دو" اور تمام مال کے خرچ کرنے کو فرض قرار دیا ہر چند حضرت معاویہ اور دوسرے صحابہ نے انہیں سمجھایا کہ انفاق سے انفاق بقدر زکوٰۃ مراد ہے نہ کہ تمام مال، اس پر وہ آیتیں شاہد ہیں جو ترکہ اور فرائض پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر تمام مال

---

[1] تاریخ طبری جلد پنجم صفحہ ۲۸۵۹۔ [2] تاریخ طبری جلد پنجم صفحہ ۲۸۶۰۔

کل مال واجب می بود تقسیم متروکہ وجہی نداشت اصرار بر معتقد خود نمودہ [1]

کا خرچ کرنا واجب ہوتا تو تقسیم متروکہ کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ لیکن ابوذر اپنے عقیدہ پر مصر رہے۔

واضح ہو کہ انفاق مال اور متروکہ میں کوئی تضاد نہیں ہے، خود شاہ عبدالعزیز کے بیان سے ظاہر ہے کہ مہاجرین لاکھوں کے مالک ہو گئے تھے اور حضرت ابوذرؓ کا یہ مذہب تھا کہ اسلام میں سرمایہ داری نہو زکوٰۃ دینے سے سرمایہ داری کہاں تمام ہوتی ہے سونے چاندی کے خزانے جو جمع کئے گئے ہیں وہ تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب دولت مسلمانوں میں تقسیم ہو جائے گی تو وہ حصہ ان کی اولاد کو بطور ترکہ مل جائیگا؛ ہاں سونے چاندی کے خزانے بطور ترکہ کے نہیں مل سکتے حضرت بوذرؓ یہ چاہتے تھے کہ سونا چاندی کنز (خزانہ) کی صورت میں اغنیا کے ہاں جمع نہ رہے کہ فی سبیل اللہ اس کے خرچ ہونے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ یہاں کنز کی نفی کی جارہی ہے۔ متروکہ کی نہیں۔ جب مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ پھر کونسا مال بہتر ہے تو رسول اللہ صلعم نے جواباً فرمایا کہ لسان ذاکر و قلب شاکر (اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۸۸)

حضرت ابوذر غفاریؓ کا مذہب بلاذری کی ان روایتوں سے بھی واضح ہو جاتا ہے۔

(۱) قالوا لما اعطا عثمان مروان بن الحکم ما اعطاہ و اعطی الحارث بن الحکم بن ابی العاص ثلاثۃ مایۃ الف درھم و اعطی زید بن ثابت الانصاری مایۃ الف درھم جعل ابوذر یقول بشر الکانزین بعذاب الیم و یتلو قول اللہ عزوجل الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیۃ فرفع ذلک مروان بن الحکم الی عثمان فارسل الی ابی ذر ناتلا مولاہ ان انتہ عما یبلغنی عنک فقال أینھانی من قرأۃ کتاب اللہ وعیب من ترک امر اللہ فواللہ لأن أرضی اللہ بسخط عثمان احب الی و خیر لی من ان اسخط اللہ برضاہ [2]

راویوں نے کہا کہ جب حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو دیا جو کچھ کہ اس کو دیا اور حارث بن الحکم بن ابی العاص کو تین لاکھ درہم دیئے اور زید بن ثابت انصاری کو ایک لاکھ درہم دیئے تو حضرت ابوذرؓ کہنے لگے بشارت دو ذخیرہ کرنے والوں کو درد ناک عذاب کی اور تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی "الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیۃ" (وہ لوگ جو سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں الیٰ آخرہ) پس مروان بن حکم نے حضرت عثمانؓ کو اس کے باب میں لکھا، پس حضرت عثمانؓ نے اپنے غلام ناتل کو روانہ کیا تاکہ حضرت ابوذر کو ان امور سے روکے جن کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو پہنچ رہی ہے پس حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا عثمان مجھے کتاب اللہ کی تلاوت اور تارک امر اللہ کا عیب کرنے سے روکتے ہیں، واللہ عثمانؓ کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب اور بہتر ہے اس سے کہ اللہ کو ناراض کروں عثمان کو راضی کر کے۔

(۲) وبنی معاویۃ الخضراء بدمشق فقال یا معاویۃ ان کانت ھذہ الدار من مال اللہ

حضرت معاویہؓ نے دمشق میں خضرا نامی محل بنایا پس حضرت ابوذرؓ نے کہا اے معاویہ اگر یہ گھر اللہ کے مال سے ہے تو وہ

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع ثمر ہند باب ہم ص ۵۰۸۔ ص ۵۰۹۔ [2] انساب الاشراف بلاذری المطبوعہ جامعہ عبرانیہ بیت المقدس ۱۹۳۶ء جز خامس صفحہ ۵۲۔

فهی الخیانة، ان کانت من مالك فهذا الاسراف فسکت معاویة وکان ابوذر یقول واللہ لقد حدثت اعمال ما اعرفها واللہ ماهی فی کتاب اللہ ولا سنة نبیه واللہ انی لأری حقا یطفا و باطلا یحیی وصادقا یکذب واثرة بغیر تقی وصالحا مستاثرا علیه[1]

خیانت ہے اور اگر یہ مال تمہارا ہے تو یہ اسراف ہے پس حضرت معاویہؓ نے خاموشی اختیار کی اور حضرت ابوذرؓ کہتے تھے واللہ تحقیق ایسے اعمال نکلے ہیں جنمیں میں جانتا پہچانتا ہی نہیں نہ تو یہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ سنت رسول میں، واللہ تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ باطل کا احیا ہو رہا ہے اور حق بجھایا جا رہا ہے۔ سچائی کی تکذیب کی جا رہی ہے اور صلاح و تقویٰ پر غیر صلاح و تقویٰ کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ سرمایہ داری حضرت ابوذرؓ کے نزدیک قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے اور وہ خدا کی ناراضی کا سبب ہے۔ حضرت ابوذرؓ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لهجة من ابی ذر یعنے آسمان نے سایہ نہ ڈالا اور نہ زمین نے ایسے شخص کو اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ یہ حدیث طبقات ابن سعد[2] اور ترمذی[3] میں مروی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهدیتم میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کسی کی تم اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔ یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ نے رزینؒ کی روایت سے درج کی ہے[4]

حاصل یہ کہ عہد رسالت، خلافت راشدہ کے ابتدائی دور اور حضرت ابوذر غفاری کے مذہب کی طرح دائرۂ مہدویہ میں ذخیرہ اندوزی نہیں تھی اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ارشاد "مومن ذخیرہ نہ کند[5]" (مومن ذخیرہ نہیں کرتا) کے مطابق عمل تھا۔ رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم دخل علی بلال وعنده صبرة من تمر فقال ما هذا یا بلال قال شیء ادخرته لغد فقال اما تخشی ان تری له غدا بخارا فی نار جهنم یوم القیمة انفق یا بلال ولا تخشی من ذی العرش اقلالا[6]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم حضرت بلالؓ کے ہاں آئے اور ان کے پاس تھیلی تھی جس میں کھجوریں بھری تھیں پس رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بلالؓ یہ کیا ہے۔ کہا یہ وہ چیز ہے جو میں نے کل کے لئے جمع کر رکھی ہے پس رسول اللہ نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں کہ دیکھیں تم اس کا دھواں کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں، خرچ کرو اے بلال اور صاحب عرش سے اپنی تنگدستی کا خوف نہ کرو۔

علمائے غیر مہدویہ کا عمل اس کے برعکس تھا۔ صاحب طبقات الکبری نے ملا عبداللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک کے متعلق یہ لکھا ہے "بعد از فوت او سہ کرور زر از خزانہ او بر آمد" (طبقات اکبری صفحہ ۳۹۰ مطبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) یعنے ملا عبداللہ سلطان پوری

---

[1] انساب الاشراف جزء خامس صفحہ ۵۲ [2] طبقات ابن سعد (طبع لیدن) الجزء الرابع من القسم الاول صفحہ ۱۶۷ [3] ترمذی طبع نولکشور جلد ثانی صفحہ ۲۳۱ مناقب ابی ذر غفاری [4] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد رابع صفحہ ۶۳۳ [5] حجۃ المنصفین [6] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۴۸۔

کے مرنے کے بعد اس کے خزانہ سے تین کروڑ کا سونا نکلا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے مخدوم الملک کی زر اندوزی کے متعلق یہ بیان کیا ہے۔

مخدوم الملک در احمد آباد در گذشت در نہصد و نود قاضی علی از فتحپور بہ جہت تحقیق اموال او نامزد شدہ بہ لاہور آمد چندان خزائن و دفائن او پدید گشت کہ قفل آں را بہ کلید وہم نتواں کشاد از آں جملہ چند صندوق خشت طلا از گورخانہ مخدوم الملک کہ بہ بہانہ اموات دفن کردہ بود ظاہر شد و آنچہ پیش مردم ماند عدد آں را جز آفریدگار عز شانہ دیگر کس نداند و ہمہ خشت ہا با کتب وے کہ نیز حکم خشت داشت داخل خزانہ عامرہ گردید۔

(منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

مخدوم الملک احمد آباد میں ۹۹۰ھ میں مرگیا۔ قاضی علی اس کے اموال کی تحقیق کے لئے نامزد ہوکر فتح پور سے لاہور آیا۔ اس قدر خزانے اور دفینے نکلے کہ ان کے قفل کو وہم کی کنجی کے بغیر نہیں کھول سکتے منجملہ سونے کی اینٹوں سے بھرے ہوئے چند صندوق نکلے جو مردوں کے بہانے سے اپنے گھر میں دفن کر رکھے تھے۔ اور جو لوگوں کے پاس رہ گیا اس کو خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ تمام اینٹیں اس کی کتابوں کے ساتھ جو اینٹوں ہی کا حکم رکھتی تھیں خزانہ عامرہ میں داخل ہوگئیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص چالیس صبح اللہ کے لئے خاص کردیتا ہے تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہوجاتے ہیں (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۶۰) مہدویوں کے ہاں چالیس صبح کا تو کیا ذکر ساری زندگی اللہ کے لئے خاص کردی گئی تھی۔ اسی بنا پر انصاف پسند مورخین مثلاً صاحب طبقات اکبری، صاحب منتخب التواریخ و نجات الرشید، صاحب مآثر رحیمی صاحب تحفۃ الکرام اور صاحب تذکرۃ الواصلین نے مہدویہ مذہب کی تائید میں لکھا ہے۔ مہدویوں کا تقویٰ ان کے مخالفین کے ہاں بھی مسلم تھا، اس زمانہ میں مسلمان ہونا آسان تھا اور مہدوی ہونا دشوار!

مہدوی مذہب اور عالمگیر بادشاہ

جب عالمگیر بادشاہ نے تقریباً ۱۰۹۴ھ میں احمد نگر کو اپنا مستقر قرار دیا تو مخالفین مہدویہ نے اس سے بیان کیا کہ یہاں مہدوی کثرت سے آباد ہیں، عالمگیر کے حکم کی بنا پر قاضی ابوسعید نے موضع چھوپنڈ علاقہ احمد نگر سے مہدوی علماء مثلاً میاں شیخ ابراہیم و شیخ اعظم و ابوالقاسم وغیرہم کو طلب کرکے مہدوی مذہب کے باب میں بحث کی، اس بحث کی روئداد ابوالقاسم نے لکھی ہے اور اس کے آخر میں قاضی ابوسعید نے مہدویوں کے بارے میں جو کچھ بادشاہ سے کہا تھا قاضی ابوسعید ہی کی زبانی لکھا ہے۔

بادشاہ فرمودند از عقیدۂ مہدویاں واقف شدید و مذہب ایشاں تحقیق کردید، قاضی گفت ایشاں بر یگانگی خدائے تعالیٰ و بر تبلیغ رسالت قائل اند و چہار یاراں را دوست میدارند و چار مذہب برحق میدارند و اہل سنت جماعت ہستند و امام مہدی آخر الزماں را آمدہ و گزشتہ میگویند، بادشاہ پرسید کہ بر ایشاں چیزے از شرع می آید قاضی گفت کہ بر ایشاں نہ حدے و نہ قتلے و از حبس و اخراج بہ حکم شرع ہیچ لازم

بادشاہ نے کہا کیا تم مہدویوں کے عقیدہ سے واقف ہوگئے اور ان کے مذہب کی تحقیق کی تو قاضی نے جواب دیا کہ مہدوی خدا کی توحید اور رسالت کی تبلیغ کے قائل ہیں، چاروں صحابہ کو عزیز رکھتے ہیں اور چاروں مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مہدی آخر الزماں آئے اور گزر گئے، بادشاہ نے پوچھا کیا از روئے شرع کوئی چیز ان پر لازم آتی ہے تو قاضی نے کہا کہ ان پر بحکم شرع حد قتل حبس اخراج کچھ بھی لازم

نیاید. بادشاہ گفت ما خوب می دانیم کہ ایشاں متشرع و عالم و عامل اند و سوال و جواب بدلیل آیات و احادیث و اقوال بزرگان دین می سازند و کلمہ گوئے پیغمبر ما اند و خلاف شرع روا ندارند و بر موافقت حکم خدا و رسول عمل می کنند و اعتقاد اہل سنت و جماعت میدارند و اینکہ مہدی را آمد و گزشت میگویند ازیں سخن ہیچ حکم شرع شریف بر ایشاں لازم نیاید او شاں را رخصت کنید چوں قاضی بجائے خود آمد مایاں را از درگاہ شاہ شریف مجذوب طلب داشتہ حقیقت مجلس بادشاہ ظاہر کرد گفت کہ پیش بادشاہ رخصت ایشاں حاصل شدہ است باید کہ بر مکان خود بروند پس بہ کساں از قاضی ابو سعید رخصت گرفتہ از روضہ شاہ شریف بہ موضع چچونڈ رسیدیم [1]

نہیں آتا' بادشاہ نے کہا ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ لوگ متشرع اور عالم باعمل ہیں' سوال و جواب قرآن' حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے کرتے ہیں ہمارے پیغمبر کے کلمہ گو ہیں' شریعت کا خلاف روا نہیں رکھتے' خدا و رسول کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ مہدی آئے اور گزر گئے' اس سے شرع کا کوئی حکم ان پر لازم نہیں آتا۔ ان لوگوں کو جانے کی اجازت دے دو جب قاضی اپنی جگہ آیا تو ہم لوگوں کو (یعنی علمائے مہدویہ) کو شاہ شریف مجذوب کی درگاہ سے بلایا اور بادشاہ کی مجلس کی حقیقت ہم پر ظاہر کی اور کہا کہ بادشاہ سے ان کے جانے کی اجازت حاصل کرلی گئی ہے' اب یہ اپنی جگہ جائیں پس آدمیوں کے ذریعہ قاضی ابوسعید سے اجازت لے کر ہم شاہ شریف کے روضہ سے موضع چچونڈ پہنچے۔

سن رسیدگی بھی انسان میں عقل اور سنجیدگی پیدا کردیتی ہے۔ عالمگیر نے صوبہ داری کے زمانہ میں بندگی میاں سید راجو رضؓ کو علمائے مخالف کے فتوے پر نواحی احمد آباد میں شہید کرادیا تھا' یہ واقعہ ۱۰۵۶ھ کا ہے صاحب مرآۃ احمدی نے لکھا ہے۔

"از نقل کہن سالان ولیعہدۃ مسموع شد کہ قتل سید راجو کہ اکنوں راجو شہید مشہور و معروف است۔ در ایام صوبہ داری بامر بادشاہ زادہ بہ عمل آمد [2]" یعنے ولیعہدی کے سن رسیدہ لوگوں سے سننے میں آیا کہ سید راجو' جو اب راجو شہید مشہور ہیں صوبہ داری کے زمانہ میں بادشاہ زادے کے حکم سے قتل کئے گئے۔ اس عبارت میں بادشاہ زادہ سے عالمگیر مراد ہے۔

عقائد مہدویہ اور صاحب فرہنگ آصفیہ

سید احمد صاحب دہلوی صاحب فرہنگ آصفیہ نے اولیائے ہند کے ذیل میں میراں سید محمد جونپوری کے عنوان سے حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں اس میں عقائد مہدویہ کا اس طرح ذکر کیا ہے "فرقہ مہدویہ کے عقائد کا مدار امور ذیل پر ہے۔ مہدوی مذہب کا معتقد ہونا صدق دل سے توبہ کرنا' بغیر ازریا حسن عمل کرنا' ذکر دوام' عبادت الٰہی' منع سوال' ترک احتیاج' ضروریات سے جو کچھ بچے اس کی خیرات' آئندہ کے واسطے جمع دولت سے احتراز الی آخرہ [3]

---

[1] مباحثہ عالمگیری صفحہ ۹۔ (طبع قومی پریس بازار مدی' نمبر حیدرآباد۔ [2] مرآۃ احمدی (طبع مطبع فتح الکریم بمبئی) جلد اول صفحہ ۲۳۲۔
[3] فرہنگ آصفیہ (طبع لاہور ۱۹۱۵ء) جلد اول صفحہ ۳۲۰۔

عقائد مہدویہ اور سید ابوظفر ندوی

سید ابوظفر ندوی سابق پروفیسر جہاوڈیالے (کالج) احمد آباد گجرات نے تاریخ اولیائے گجرات ترجمہ مرآۃ احمدی کے صفحہ ۹۱[1] کے حاشیہ پر مہدویہ اور عقائد مہدویہ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

"راقم الحروف کی ملاقات اُن سے بارہا ہوئی احمد آباد، پالن پور، میسور، چن پٹن وغیرہ میں ان کو سنجیدہ اور امن پسند پایا، البتہ عقائد میں سخت ہیں، دنیا میں رویت باری کے قائل ہیں۔ ۲۷ رمضان کو شب قدر یقینی جانتے ہیں بعد عشاء تسبیح "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ القرآن والمہدی امامنا" کی پڑھتے ہیں باقی تمام عقائد بالکل اہل سنت کی طرح ہیں، چند فروعی مسائل میں اختلاف ہے، ترک دنیا، صبر، توکل کو افضل ترین زندگی سمجھتے ہیں، میں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ..... ان کی تعلیمات کا زور تعمیل سنت اور تصوفانہ عقائد پر ہے ..... یہ صحیح نہیں ہے کہ بعد نماز یہ لوگ دعا نہیں مانگتے۔ مگر افضل ان کے یہاں یہ ہے کہ سجدہ میں جاکر دعا مانگیں اور اس سے دیکھنے والوں کو یہ خیال گزرتا ہے کہ سجدہ تو کیا مگر دعا نہیں مانگی" الیٰ آخرہ۔

مہدوی اور مہدوی مذہب

مہدوی مذہب وہی ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے یعنی کتاب اللہ واتباع رسول اللہ صلعم اور اس مذہب کی اشاعت کا راز بیان قرآن ہے جس طرح قرآن کریم رسول اللہ صلعم کو بہ طور برہان کے عطا ہوا تھا اسی طرح بیان قرآن امام مہدی علیہ السلام کو بطور برہان کے عطا کیا گیا ہر شخص کے مقابلہ میں آپ نے اس برہان کو پیش فرمایا اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو نصرت عطا فرمائی کوئی مباحثہ کے لئے آتا تو بیان قرآن کے ضمن میں مخالف کے شبہات رفع ہو جاتے، اگر کوئی ضرر پہنچانے کی نیت سے آتا تو بیان قرآن سن کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ مہدوی مذہب کا مرکز دائرہ تھا اور اس دائرہ میں عصر اول کا اسلام پیش ہو رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء نے حرمین شریفین، عراق، خراسان وغیرہ کا سفر کرنے کے بعد بھی مذہب مہدویہ کو اختیار کیا تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ دین جس طرح اصلی رنگ میں یہاں پیش ہو رہا تھا اس کی نظیر عالم اسلام میں نہیں تھی۔ ایمان و اسلام کی تجدید کے ساتھ ساتھ یہاں احسان کی تکمیل و تعمیم جاری تھی۔ اس سے پیشتر تحفۃ الکرام کے حوالہ سے قاضی قاضن کے حالات میں ہم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بڑی سیر و سیاحت کی تھی، حرمین شریفین بھی گئے تھے علوم و فنون میں ماہر تھے علم باطن بھی حاصل تھا اس کے باوجود انہیں دائرہ مہدویہ کے سوا تسلی نہیں ہوئی اس کی تائید بندگی شاہ نظام رضؓ کے حالات سے بھی ہوتی ہے اسی طرح شیخ عبداللہ نیازی افغان، شیخ سلیم چشتی کے مرید نامدار نے مکہ معظمہ کے سفر سے واپس ہونے کے بعد مذہب مہدویہ اختیار کیا تھا جیسا کہ نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری نے بیان کیا ہے (اس کا حوالہ اس سے

---

[1] تاریخ اولیائے گجرات ترجمہ مرآۃ احمدی (طبع حمایت اسلام پریس لاہور ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۱

قبل دیا جا چکا ہے۔)

ملا عبد القادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں علمائے ہرات کا یہ قول نقل کیا ہے "ایں مرد آیتے است از آیات خدا" یعنی یہ شخص اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (اس سے قبل اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے) اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں "خواجہ سید محمد" کے عنوان کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔ "آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی" یعنی خواجہ سید محمد (مہدی علیہ السلام) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور رسول اللہ صلعم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ۔

امام مہدی علیہ السلام آپ کے اصحاب اور تابعین کا حال ملا عبد القادر بدایونی نے نجات الرشید میں اس طرح بیان کیا ہے۔

متقدمین مہدویہ

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ ..... در عہد سلطان سکندر افغان بقدم توکل و تجرید با جمعے از متوکلان و طالبان عازم حج اسلام شد و ہر کس بہ صحبت شریف او پیوست اکثر ایں بود کہ از اہل و عیال گسستہ و از دنیا برآمدہ در آں حلقہ داخل می شد و الا کمترین پایہ آں توبہ از معاصی و مناہی بود و اشتغال بذکر الٰہی و تصرف میر مذکور در قلوب عباد اللہ بمثابہ بود کہ بعضے از اقطاع الطریق مشہور شمشیر خوں چکاں آمدہ ملازمت کردہ چوں بیان قرآن مجید شنیدہ اند صحبت او اختیار کردہ بدرجۂ ولایت رسیدہ اند و چند از اہل اللہ از دامن ایشاں برخاستہ چنانچہ الشیخ الفانی والباقی بہ برہان الدین مشہور ساکن کالپی سہ روزہ در صحبت شیخ الہداء ساکن قصبۂ باری رسید و از مقربان درگاہ کبریا گشتہ، ہمچنیں شیخ الہداد از طالبان میاں دلاور بودہ کہ در ابتدائے حال چوں فضیل عیاض قطع طریق می نمود دبر دست میر مشارٌ الیہ تائب شدہ از اکمل اولیا گشتہ و چند یں از کاملان مکمل[1]

میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ ..... سلطان سکندر افغان کے زمانہ میں توکل و تجرید کے قدم سے متوکلوں اور طالبان حق کے ایک انبوہ کے ساتھ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے جو شخص آپ کی صحبت شریف میں داخل ہوتا تو اکثر یہ ہوتا کہ وہ اہل و عیال سے منقطع ہو کر اور دنیا کو چھوڑ کر اس حلقہ میں داخل ہوتا اور اگر نہیں تو کمترین درجہ یہ ہوتا کہ وہ معاصی اور مناہی سے توبہ کر لیتا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ بزرگان خدا کے دلوں میں میر مذکور کا تصرف اس درجہ تھا کہ بعض مشہور رہزن خونچکاں شمشیر کے ساتھ آ کر آپ کے ساتھ رہے اور بیان قرآن سن کر آپ کے اصحاب میں داخل ہوئے اور ولایت کے درجہ کو پہنچے اور ان اصحاب کے دامن سے چند اہل اللہ اٹھے ہیں چنانچہ فانی فی اللہ باقی باللہ برہان الدین جو مشہور ہیں اور ساکن کالپی تھے تین دن شیخ الہداؒ ساکن قصبۂ باری کی صحبت میں رہ کر مقرب بارگاہ الٰہی ہو گئے۔ اسی طرح میاں الہ دادؒ میاں دلاورؒ کے طالبین میں سے تھے جو اوائل میں فضیل عیاض کی طرح رہزنی کرتے تھے اور میر مذکور کے ہاتھ پر تائب ہو کر منجملہ اکمل اولیاء ہو گئے اور کئی مکمل کرنے والے کاملین

[1] جو آپ سے ملتا۔

وواصلان موصل در صحبت او تربیت یافتہ اند[1] | اور اللہ سے ملانے والے واصلین نے انکی صحبت میں تربیت پائی ہے۔

اس عبارت میں ملا عبدالقادر بدایونی نے طریق (رہزنی) کو بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے متعلق کر دیا ہے حالانکہ وہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ سے متعلق ہے جب کہ آپ ابھی تصدیق مہدیؑ سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔ بعد کو وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ قاضی منتخب الدین مصنف مخزن الدلائل (عربی) جیسے فاضل نے آپ کے دامن میں تربیت پائی ہے کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ بندگی ملک الہداد[2]، سلطان محمود بیگرہ کے نامی امراء میں سے تھے۔ امام علیہ السلام جب پٹن تشریف لائے تو یہ تصدیق و تلقین سے مشرف ہوئے۔ بندگی میاں سید محمودؓ کے بعد یہ بندگی میاں شاہ نظامؓ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی صحبت میں رہے۔ بدایونی کی عبارت کے آخری دو جملے تابعین سے متعلق ہیں یعنی اصحاب مہدیؑ کے دامن میں "کاملان مکمل" اور "واصلان موصل" نے تربیت پائی ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنے زمانے کے مہدویوں کے متعلق جو لکھا ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے واضح ہو کہ بدایونی کا سال پیدائش ۹۴۷ھ ہے اور سن وفات ۱۰۰۴ھ ہے[3]۔ اس لحاظ سے اس کے معاصرین زیادہ تر تابعین اور تبع تابعین ہو سکتے ہیں ان کے بارے میں نجات الرشید میں یہ لکھا ہے۔

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشاں را در فقر و فنا بہ مرتبہ عالی دیدہ بیان قرآن و اشارات آں و دقایق حقایق و لطائف معارف بے کسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجلے از آنہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت[4]

اس سلسلہ (یعنی سلسلہ مہدویہ) کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں میں نے ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کی پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبہ عالی پر پایا اگرچہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اس کے اشارات، حقایق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات ان سے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیئے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان کی تائید جونپور نامہ کی عبارت سے ہوتی ہے۔ صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے۔

آیتے بود از آیات الٰہی و معجزے از معجزات رسالت پناہی مستفید انش ہمہ بامر بالمعروف و نہی عن المنکر علانیہ مشغول، در جہاد فی سبیل اللہ جانباز و در نصرت شرع سرفروش، ہر چہ دست داد با ہمہ علی السویہ قسمت کردند و ذخیرہ برائے فردا نگاہ نداشتند، تیغ در دست و قرآن بر سر بودن خاصۂ ایشان است، در فروغ تقلید امام اعظم کنند اما در اتباع حدیث تشدد دارند

خواجہ سید محمد اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے اور رسول اللہؐ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ، جن لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں علانیہ مشغول رہتے، فی سبیل اللہ جہاد کرنے میں جانباز، دین کی نصرت میں سرفروش جو کچھ ملتا سب پر علی السویہ تقسیم کرتے اور دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ رکھتے، ہاتھ میں تلوار اور سر پر قرآن رکھنا ان کا خاصہ ہے فروع میں امام اعظمؒ کی تقلید کرتے ہیں لیکن حدیث کی اتباع میں تشدد سے کام لیتے ہیں

---

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۵ نمبر ۱۵۶۴، تصوف، فارسی، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [2] قوم مہدویہ میں بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ کے مبارک لقب سے مشہور ہیں۔ [3] دربار اکبری صفحہ ۴۲۳ و ۴۶۱۔ [4] نجات الرشید صفحہ ۹۰

ودراین باب قیاس را مسلم نمی شمارند جز بہ ہدایت حق کار ندارند وجز خواجہ سید محمد دیگرے را مہدی نمی پندارند[1]

اور اس باب میں قیاس کو تسلیم نہیں کرتے، ہدایت حق کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھتے اور سوائے خواجہ سید محمد کے دوسرے کو مہدی نہیں سمجھتے۔

خود مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے۔

والحق از روے ہدایت این خطاب شایان اوست کہ خودش مامور بہ ہدایت عام وارشاد کافۂ انام بود۔

سچ یہ ہے کہ ہدایت کے رو سے مہدی کا خطاب ان کے شایان ہے کہ خود ہدایت عام اور کافۂ انام کے ارشاد کے لئے مامور ہیں۔

میر محمد حسین آزاد نے قدمائے مہدویہ کے متعلق یہ لکھا ہے "البتہ یہ لوگ اتقا اور پرہیز گاری میں حد سے گزرے ہوئے تھے۔"

(دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۸۱۳) مولوی ابوالکلام آزاد نے حضرت مہدی علیہ السلام اور متقدمین مہدویہ کے متعلق بعض علماء کے اقوال اس طرح نقل کئے ہیں۔

"چنانچہ اکثر اہل اللہ اور علماء حق کی نسبت منقول ہے کہ سید محمد جونپوری اور ان کی جماعت سے حسن ظن رکھتے تھے یا اقلاً ان کے بارے میں توقف وسکوت کو کام میں لاتے تھے حضرت شیخ داود جہنی دال اور مولانا جمال الدین کی رائے پہلے گزر چکی ہے[2]۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بڑے عالم تھے اور جن کا ترجمہ اخبار الاخیار اور مآثر الکرام وغیرہ میں موجود ہے ان کے سامنے جب سید موصوف اور ان کے بعض اتباع کی تکفیر کا فتویٰ پیش کیا گیا تو دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا کو چھوڑ کر وقف حق پرستی ہے میرا قلم اس کی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا۔ شیخ علی متقی نے اگرچہ مہدویہ کے غلو و محدثات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسان اولیٰ ہے شیخ بڈھا دانا پوری کہ اس عہد کے استاذ الاساتذہ تھے، اور سید رفیع الدین محدث کہ بہ یک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے اور ان کا حال اوپر گزر چکا، شیخ عبدالقادر بدایونی ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ "با مہدویہ حسن ظن داشتند" حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے"۔

(تذکرہ طبع البلاغ پریس کلکتہ ص۴)

قدمائے مہدویہ سے متعلق خود ابوالکلام آزاد کا یہ بیان ہے۔

"ان لوگوں کے طور وطریق کچھ عجیب عاشقانہ ووالہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے، عشق الٰہی کی ایک جان سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن وزمین کی نانی الفتوں کو ایمان ومحبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق غمگسار بن گئے تھے، امیر وفقیر اعلیٰ وادنیٰ سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت وخدمت اور احکام شرع کے اجرا وقیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۷، ۲۸)

---

[1] اس سے قبل مولوی ابوالکلام آزاد ہی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ مولوی جمال الدین نے حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی۔ [2] جونپور نامہ باب پنجم

اسی کتاب میں دوسری جگہ مہدویوں کے احوال اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سید موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جماعت اور زیادہ پھلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوئے ازاں جملہ شیخ عبداللہ نیازی اور ان کے مرید شیخ علائی رحمہما اللہ تھے جنھوں نے بیانہ میں قیام کیا اور اپنے علم حق اور اخلاص وایثار فی اللہ کی تاثیر سے سینکڑوں جانبازوں اور حق پرستوں کو معتقد و مرید کر لیا جو حالات ناظر فدار و معتمد مورخوں نے لکھے ہیں اگر وہ سچ ہیں تو یہ لوگ انسان نہیں تھے ملاء اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جن کو خدا نے اپنی زمین کی طہارت کے لئے آدمیوں کے ہیکل میں بھیجدیا تھا اور جب کبھی دنیا کی سعادت و برکت کے دن آتے ہیں تو خدا زمین کے انسانوں ہی سے آسمانی فرشتوں کا کام لیتا ہے آسمان کے فرشتے تو کبھی انسانی آبادیوں میں آکر نہیں بسے ولن تجد لسنة الله تبديلا ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بہ ضمن حالات حضرت شیخ داود ملتی ہے اور اس کو پڑھ کر قلب پر ایک عجیب عالم وجد و محویت طاری ہو جاتا ہے اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ساری باتوں کو چھوڑ کر صرف انہی پاکان حق کا ذکر کیجئے کہ اذا رؤا ذکر اللہ

وحدثتني يا مبعد عنها فزدتني ۱ جنونا فزدني من حديثك يا سعد

صدیاں گزر گئیں، ان کے ذکر میں یہ تاثیر ہے، نہیں معلوم ان پاک صورتوں اور پاک صحبتوں کی گیرائیوں اور دلربائیوں کا کیا حال ہوگا؟

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ۱ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

متوسطین مہدویہ

صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں اپنے زمانے کے مہدویوں کے متعلق یہ لکھا ہے۔

جمعے را کہ بریں عقیدہ بودند با دلہائے بریاں و چشمان گریاں یافتم کہ جز بہ قرآن کارے ندارند و بغیر تدبر و تفکر شعارے ندارند و تیرۂ ایشاں امر معروف است و نہی منکر و زینت ایشاں تیغ است و خنجر اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں نے اس عقیدہ کے بہت سے لوگوں کو دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔ سوائے قرآن کے کسی سے کام نہیں اور سوائے تدبر و تفکر کے ان کا کوئی شعار نہیں، امر معروف و نہی منکر ان کا وتیرہ ہے اور تیغ و خنجر ان کی زینت ہے خداوند تعالیٰ مدد دے ان کو جو رسول اللہ صلعم کے دین کی مدد کرتے ہیں۔

متاخرین مہدویہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کے پرچہ ریویو آف ریلی جنز (مطبوعہ ماہ شوال ۱۳۴۱ھ) کا ذکر کرتے ہوئے اخبار اہل حدیث

(جلد ۲۰ نمبر ۲۵ صفحہ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۲۲ء میں مہدویوں کے بارے میں یہ لکھا ہے۔

"ان دونوں فرقوں سے گو ہم کو برابر کا اختلاف ہے مگر ہم خدا لگتی کہنے سے باز نہیں آسکتے کہ فرقہ مہدویہ کا رجحان زہد و ترک لذات کی طرف پہلے تو بہت تھا اب بھی اس کے آثار پائے جاتے ہیں برخلاف اس کے قادیانی امت میں مناظرانہ بلکہ مجادلانہ جوش زیادہ ہے۔ زہد و تقویٰ نصیب اعدا الی آخرہ۔"

مہدویوں کا امتیازی وصف

مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے۔

"اس زمانے میں عام طور پر علماء دولت و مشائخ دنیا کا یہ حال تھا کہ صرف اپنی نفس پروریوں اور حکمرانیوں کی فکر رکھتے تھے، ہدایت و تذکیر امت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ولولہ باقی نہ رہا تھا حضرت شیخ محمد جونپوری اور ان کے پیرؤں نے اپنی دعوت کی بنیاد اس رکن اعظم شریعت کے احیاء پر رکھی اور وقت کا مقتضیٰ دیکھ کر ساری طاقتیں اس میں خرچ کر دیں ان کے طریقہ کی پہلی شرط یہ تھی کہ جس حال میں ہو اور جہاں ہو برائی کو رد کو اور شریعت کے احکام کی تبلیغ کرو، چونکہ عام علماء کا حال اس کے برعکس تھا اس لئے رفتہ رفتہ یہ چیز مہدویہ کی ایک بہت بڑی پہچان ہو گئی جس کام کو سب نے چھوڑ رکھا ہو ایک ہی جماعت کرنے لگے تو قدرتی طور پر وہ اس کی علامت اور خاصہ بن جائیگا۔" (تذکرہ طبع البلاغ پریس صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

اسی لئے مہدویوں کی حمایت کرنا اور تائید کرنا تقویٰ کا معیار سمجھا جاتا تھا۔ مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین اور شیخ داود رحمہما اللہ کے علم و عمل اور بزرگی و تقدس کے شواہد تاریخ میں موجود ہیں اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا اور صرف اتنا ہی معلوم ہوتا کہ انہوں نے مخدوم الملک کی مخالفت اور شیخ نیازی و علائی کی حمایت کی تھی اور میر سید محمد جونپوری کی توصیف و توثیق میں علائیہ ایک کتاب لکھی تھی تو بڑی سے بڑی بزرگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ عظمت حقانی و عزت جاودانی کے لئے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا۔" (تذکرہ (طبع البلاغ پریس کلکتہ صفحہ ۸۵ و ۸۶۔)

دائرہ مہدویہ اور کتاب و سنت کی اشاعت

امام مہدی کے ذریعہ کتاب و سنت کی جو اشاعت ہوئی ہے اس کا اعتراف اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"آخر اس زمانہ کے طوفان جہالت، اور شرک و بدعت کی ظلمت ضلالت کو دیکھ کر جونپور سے حضرت سید محمد صاحب جونپوری کے نام سے مشہور ہیں محض کتاب و سنت کی اشاعت پر کمر بستہ ہوئے ..... اس بات کی متفقہ شہادتیں ان کے مخالفین سے بھی بالتصریح منقول ہیں کہ وہ خود بھی قرآن و حدیث کے بیحد پابند اور ان کی جماعت کے تمام آدمی کتاب و سنت کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ تھے انہوں نے جونپور سے

لے کر راجپوتانہ سندھ گجرات اور دکن تک کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت کا کام کیا اور بڑے بڑے سرداروں فرمانرواؤں اور سپہ سالاروں کو بھی کتاب وسنت کا پابند بنا دیا۔"

امام علیہ السلام کے بعد جو تبلیغ دین ہوئی ہے اس کا ذکر اکبر شاہ خاں نے اس طرح کیا ہے۔

" ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں میں شیخ خضر ناگوری، سید محمود ابن سید محمد مذکور، شیخ عبداللہ نیازی نے اس سلسلہ اشاعت کتاب وسنت کو جاری رکھا اور آخر شیخ علائی بیانوی نے اس خدمت کو سب سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ انجام دے کر اس کام میں اپنی زندگی کو تمام کر دیا شیخ علائی کے متعلق جب اس زمانہ کے مولویوں اور ملاؤں سے سلیم شاہ ابن شیر شاہ نے فتوے طلب کئے تو جس قدر بدعتی مراسم پرست اور دنیا طلب مولوی تھے سب نے شیخ علائی کے کفر اور قتل کا فتویٰ دیا لیکن جو ذی علم باخدا اور سمجھدار حضرات تھے انہوں نے شیخ کے اسلام کی تصدیق اور شیخ کے کام کی تائید وتوثیق فرمائی چونکہ اس زمانے میں مولوی نما جاہلوں، بدعتی ملاؤں اور زر پرست جبہ پوشوں کی کثرت اور علمائے ربانی کا قحط تھا فتوملی گروں کی کثرت تعداد اور کتاب وسنت سے عناد رکھنے والے مراسم پرستوں کی کوشش نے شیخ علائی کی جان لے کر دم لیا۔[1]"

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کی اشاعت دائرہ مہدویہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

دائرہ مہدویہ اور علم وعمل کی ہم آہنگی

مولوی عبدالغفور پروفیسر مسلم یونیورسٹی نے ایک مقالہ لکھا ہے موسوم بہ " ہندوستان کی تعلیمی تحریکیں"۔ اس میں "عربی مدارس کی تحریک" کے ذیل میں دائرہ مہدویہ کی طرف بھی اس طرح اشارہ کیا ہے۔

" اکبر بلکہ اس سے پہلے سے علماء نے اس ملک میں اپنی ایک مخصوص حیثیت قایم کر لی تھی، صدر الصدور یا صدر اعظم کی حیثیت نہیں، مذہب کے نام سے سونے کی اینٹیں بنا بنا کے گھر بھرنے کی حیثیت نہیں بلکہ عام سماجی خادم کی حیثیت، بیواؤں کے گھروں میں پانی بھرنے والے، ٹوٹے ہارے مسافروں کے باربردار کی حیثیت اور کبھی سر دربار سر پر کفن باندھکر کلمہ حق کہنے کی حیثیت۔ حضرت مجدد الف ثانی سے لیکر سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید تک زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کی آرزو ایک بجلی کی لپکتی ہوئی لکیر کی طرح صفحۂ تاریخ پر چلی جا رہی ہے۔ سید محمد جونپوری سے لیکر مولانا ولایت علی تک علم وعمل گفتار وکردار ایسے ہم آہنگ نظر آتے ہیں کہ فقیہ مدرسہ میں پیر میکدہ (کا) رنگ جھلکتا نظر آتا ہے[2]"

مذکورہ عبارت میں پہلے علمائے غیر مہدویہ کی زندگی بیان کی گئی ہے، سونے کی اینٹیں بنا رکھنے کا واقعہ مخدوم الملک سے متعلق ہے ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کی زراندوزی کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

چند صندوق خشت طلا از گورخانہ مخدوم الملک کہ | سونے کی اینٹوں کے چند صندوق جنہیں مخدوم الملک نے مردوں کے

---

[1] قول حق (طبع لکھنو) صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ [2] جامعہ جوبلی نمبر (جلد ۴۴ نمبر ۵، بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۶ء) صفحہ ۱۴۳۔

بہ بہانہ' اموات دفن کردہ بود ظاہر شد[1] | بہانے سے دفن کیا تھا ظاہر ہوئے

اس کے بعد دائرہ مہدویہ کا ذکر کیا گیا ہے" بیواؤں کے گھروں میں پانی بھرنے والے" یہ اس دائرہ کی طرف اشارہ ہے جو میاں عبداللہ نیازیؒ نے بیانہ (علاقہ بھرت پور) میں قائم کیا تھا۔" اور سر دربار سر پر کفن باندھکر کلمہ حق کہنا" یہ میاں شیخ علائیؒ اور میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کی طرف اشارہ ہے' میاں شیخ علائی نے سلیم شاہ کے دربار میں اور میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اکبر کے دربار میں مہدوی مذہب کے باب میں علمائے مخالف کی ایک جماعت سے مناظرہ کیا ہے اس کے بعد ان علماء کا ذکر ہے جن کا تعلق دائرہ مہدویہ سے نہیں ہے ایک شیخ احمد سرہندی اور دوسرے سید احمد بریلوی۔

یہ تو درمیانی کڑی تھی' اس کے بعد مقالہ نگار نے پھر سر آغاز سلسلہ کا ذکر کیا ہے یعنے سید محمد جونپوری کے الفاظ کہکر امام علیہ السلام کی دعوت کی تصریح کردی ہے اور اس کی دو خصوصیتیں بیان کی ہیں ایک علم و عمل کی ہم آہنگی اور دوسرے گفتار و کردار کی ہم آہنگی ظاہر ہے کہ علم سے علم دین مراد ہے اور جب علم دین اور عمل میں ہم آہنگی ہو تو وہی مہدویت اور وہی عصر اول کا اسلام ہے۔

حاصل یہ کہ علم و عمل کی ہم آہنگی کا آغاز ہندوستان میں امام علیہ السلام سے ہوا ہے۔ اس کے بعد مقالہ نگار نے ایسے علماء کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق دائرہ مہدویہ سے نہیں ہے اس کی توجیہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان پر بھی دائرہ مہدویہ کی تحریک کا اثر پڑا تھا اگرچہ یہ مہدوی نہیں تھے۔

اس سے قطع نظر مقالہ نگار نے امام علیہ السلام کے اسم مبارک کے ساتھ کوئی کلمہ تعظیمی استعمال نہیں کیا جیسا کہ شیخ احمد سرہندی اور سید احمد بریلوی اور ولایت علی[2] کے نام کے ساتھ کیا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ معاندین سے نہیں تو کم سے کم شدید مخالفین مہدویہ سے ضرور ہے۔ اس کے باوجود علم و عمل کی ہم آہنگی جو دائرہ مہدویہ کی خصوصیات سے ہے اس کی زبان پر آگئی یہ اس لئے کہ اس کے نقوش مقالہ نگار کے دل و دماغ پر اس طرح مرتسم ہو گئے تھے کہ ان کا یہ اخفا نہیں کر سکتا تھا۔

الفضل ما شهدت به الاعداء — بزرگی تو وہی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) سرہندی ہیں اور سرہند بھی دسویں صدی ہجری میں مہدویوں کا مرکز رہا ہے' عجب نہیں کہ ان کی تحریک پر بھی دائرہ مہدویہ کا پرتو پڑا ہو۔

دائرہ مہدویہ اور عالیت

صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ بعضی کسان پیش حضرت میراں عرض کردند کہ رخصت ہم دین است' بود میران فرمودند کہ دین عزیمت است اگر از عزیمت باز ماند بافتد تا در رخصت ماند و اگر از رخصت بیفتد تا در کجا ماند (باب پنجم)

نقل ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت میراںؑ سے عرض کی کہ رخصت بھی دین ہے' اس کے بعد حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ دین عالیت ہے اگر عالیت سے رہ جائے تو آدمی رخصت پر آجاتا ہے اور اگر رخصت سے رہ جائے تو پھر اس کا ٹھکانا کہاں۔

---

[1] منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۱۱ [2] ولایت علی پٹنہ کے رہنے والے تھے یہ سید احمد بریلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کے رفقاء کار سے تھے (مذاہب الاسلام طبع نولکشور پریس ص ۶۱۳)

یہ نقل شریف انصافنامہ کے اس قلمی نسخہ میں ہے جو اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔ مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے عالمیت کی تاکید فرمائی ہے اور یہی جان اسلام ہے اور دائرہ مہدویہ سے اسی کی تبلیغ ہوتی تھی۔

چند مہدوی مبلغین

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے مہدوی مذہب کی اشاعت کا مرکز دائرہ تھا یہاں کے مبلغین کی کامیابی کے اسباب تھے۔
ایک یہ کہ ان کا زہد و تقویٰ مسلم تھا' ان کا سخت سے سخت مخالف بھی اس کو تسلیم کرتا تھا جیسا کہ شیخ علی نے رسالۃ الرد میں لکھا ہے کہ "لوگ مہدویوں کا زہد و تقویٰ دیکھکر ان کے دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں" (سراج الابصار صفحہ ۴۲، ۴۳)۔
دوسرے یہ کہ ان کا بیان قرآن بہت موثر تھا۔ مخالفین نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔
تیسرے یہ کہ امام مہدی کی علامات میں کثرت سے اختلاف تھا اس بنا پر زبردست سے زبردست عالم بھی ان کو بدعتی ثابت نہیں کر سکتا تھا۔
چوتھے یہ کہ دسویں صدی ہجری میں مہدیؑ کے ظہور کا عام انتظار تھا۔
امر پنجم یہ کہ معاندین مہدویہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے فضل و شرف کے معترف تھے۔ دنیا پرست علماء خلق خدا کو دائرہ مہدویہ سے باز رکھنے میں کامیاب نہ ہو کر حکومت کی پناہ لیتے تھے'۔ کہتے تھے کہ فلاں فلاں سپہ سالار اور اس کی تمام فوج نے مہدوی مذہب قبول کر لیا ہے' ایسا نہ ہو کہ سلطنت ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ اس طرح مبلغین مہدویہ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔
یوں تو تمام اصحاب مہدی علیہ السلام مبلغ تھے حتیٰ کہ ہر مہدوی بھی مبلغ تھا لیکن یہاں چند ایسی مثالیں دی جاتی ہیں جن کا ذکر کتب غیر مہدویہ میں بھی ہے۔

میاں شیخ علائی رح

سلیم شاہ کے زمانہ میں جب میاں شیخ علائیؒ نے مہدوی مذہب کی تبلیغ شروع کی تو مخدوم الملک نے سلیم شاہ کو جو غلط باور کرایا ملا عبدالقادر بدایونی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

مخدوم الملک خاطر نشان سلیم شاہ ساخته بود که مبتدع دعوی مهدویت می کند و مهدی خود بادشاه روئے زمین خواهد بود چوں سر خروج دارد واجب القتل است[1]

مخدوم الملک نے یہ بات سلیم شاہ کے خاطر نشان کر دی تھی کہ یہ بدعتی مہدیت کا دعویٰ کرتا ہے اور مہدی خود روئے زمین کا بادشاہ ہوگا چونکہ خروج کا خیال رکھتا ہے واجب القتل ہے۔

یہ تدبیر اس لئے اختیار کی گئی کہ میاں شیخ علائی کو مناظرہ میں شکست نہیں دی جا سکتی تھی میاں شیخ علائی ایک طرف دہلی و آگرہ کے علماء ایک طرف' مناظرہ کا حال خود بدایونی سے سنئے۔
"بقوت حدت طبع و صفائے باطن بہ ہر کدام ایشاں در بحث غالب آمدے" یعنے شیخ علائی طبیعت کی تیزی اور صفائے باطن

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۵۱۔

کی قوت سے ہر ایک پر بحث میں غالب آئے۔

بدایونی کے قول کی تائید صاحب طبقات اکبری کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔

بموجب طلب سلیم خاں در مجلس او حاضر آمد بر سمیات و آداب ملوک مقید نشد سلام شروع بہ سلیم خاں گفت و او علیک السلام بکرہ گفت، ایں معنی بہ مقربان او دشوار آمد..... سلیم خاں میر سید رفیع الدین و ملا جلال بہیم دانشمند و ملا ابو الفتح تھانیسری و دیگر علمائے آں وقت را احضار فرمودہ تشخیص ایں قضیہ حوالہ ایشاں نمود در ایں مجالس بحث شیخ علائی بہر کدام ایشاں بقوت طبع غالب و گاہ گاہ کہ تفسیر و بیان قرآن میکرد در سلیم خاں اثر کردہ باوے میگفت یا شیخ ازیں دعوی باز آئے کہ تا من در قلمرو خود محتسب گردانم تا ایں زماں بے حکم من امر می کردی حالا باذن من میکردہ باش علائی ایں معنی قبول نہ کرد۔

سلیم خاں (سلیم شاہ) کے طلب کرنے پر شیخ علائی مجلس میں آئے شاہانہ آداب اور رسوم کی پابندی نہ کر کے سلیم خاں کو سلام مسنون کیا اور سلیم خاں نے کراہت سے علیک السلام کہا۔ یہ بات اس کے مصاحبوں کو شاق گزری ..... سلیم خاں (سلیم شاہ) نے میر سید رفیع الدین ملا جلال بہیم دانشمند ملا ابو الفتح تھانیسری اور اس زمانے کے دوسرے علماء کو بلا کر اس قضیہ کی تشخیص ان کے ذمہ کر دی، بحث کی مجلسوں میں شیخ علائی قوت طبع سے سب پر غالب آتے اور جب کبھی قرآن کا بیان اور اس کی تفسیر کرتے تو سلیم خاں کے دل پر اثر ہوتا اور کہتا اے شیخ اس دعوے سے باز آ تاکہ میں تجھ کو اپنی قلمرو کا محتسب بنا دوں، ابتک میرے حکم کے بغیر حکم دیتا تھا۔ اب میری اجازت سے حکم دیتا رہ شیخ علائی نے یہ بات قبول نہ کی۔

صاحب مآثر رحیمی نے بھی یہی لکھا ہے "رفیع الدین و ملا جلال و ملا ابو الفتح تانیسری را حاضر ساختہ ایں قضیہ حوالہ بایشاں نمود، در مجلس شیخ علائی بر ہمہ ایشاں غالب می آمد و گاہ گاہ کہ تفسیر و بیان قرآن می کرد۔ در سلیم خاں اثر کردہ بود"۔ شیخ علائی سے مغلوب ہونے والوں میں رفیع الدین شیرازی بھی ہیں جو جلال الدین دوانی اور شمس الدین سخاوی کے شاگردوں میں سے تھے (مآثر رحیمی جلد اول طبع کلکتہ صفحہ ۶۳۹) شیخ علائی کا بیان قرآن ایسا تھا کہ سلیم شاہ اور اس کے امرا قسی القلب ہونے کے باوجود اس سے متاثر ہو گئے۔ جیسا کہ ملا عبد القادر بدایونی نے بیان کیا ہے۔

پیش از انعقاد مجلس بحث علائی بموجب عادت معہود خویش چند آیت قرآنی را تفسیر کردہ و چناں وعظے نافع بہ عبارتے بلیغ مشتمل بر ذکر مذمت دنیا و احوال قیامت و اہانت علمائے زماں و سائر خطابیات گفت کہ سلیم شاہ و دیگر امرائے حضار مجلس بآں قساوت قلب بسیار موثر افتاد و آب در چشم کردہ حیران ماندند و سلیم شاہ از مجلس برخاستہ و خود مقید شدہ از اندرون مجلس اطعام برائے شیخ و ہمراہانش فرستاد و شیخ نہ خود از آں طعام تناول نمود و نہ ہنگام آمدن سلیم شاہ تعظیم او بجا آورد و بہ یاران خود ہمیں قدر

مجلس کے انعقاد سے پہلے علائی نے اپنی عادت کے موافق چند قرآنی آیتوں کی تفسیر کی اور ایسا بلیغ اور مفید وعظ کیا جو دنیا کی مذمت، احوال قیامت، علمائے زماں کی اہانت اور تمام خطابیات پر مشتمل تھا کہ سلیم شاہ اور اس کے امرا جو مجلس میں حاضر تھے قساوت قلبی کے باوجود اس سے متاثر ہو گئے اور آبدیدہ ہو کر حیران رہ گئے سلیم شاہ مجلس سے اٹھا اور محلسرا میں چلا گیا اور وہاں سے شیخ اور اس کے ساتھیوں کے لئے طعام بھیجا شیخ نے نہ تو کچھ طعام میں سے کھایا اور نہ سلیم شاہ کے آنے کے وقت اس کی تعظیم کی اپنے ساتھیوں سے طرف

گفت ہر کرا خوش آید بخورد وچوں ازو پرسیدند کہ سبب امتناع از طعام خوردن چہ بود جواب داد کہ طعام تو حق مسلمانان است کہ بخلاف شرع زیادہ از خود متصرف شدہ[1]

اس قدر کہا جسے پسند آئے کھائے جب ان سے پوچھا گیا کہ کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ تھی تو شیخ علائی نے جواب دیا کہ تیرا کھانا مسلمانوں کا حق ہے جو شرع کے خلاف اپنے حق سے زیادہ متصرف ہو گیا ہے۔

میاں شیخ علائی کے علم ظاہری کی یہ کیفیت تھی کہ ملا جلال بہیم دانشمند جیسا فاضل ان کے سامنے بات نہیں کر سکتا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کیا ہے۔

در اثنائے بحث روزے ملا جلال بہیم دانشمند آگرہ آں حدیث را کہ در باب حلیہ و علامات مہدی موعود ورود یافتہ چنیں خواندہ اجل الجبہۃ بفتح جیم و تشدد لام بصیغہ تفضیل مشتق از جلال شیخ علائی تبسمے کردہ گفت کہ سبحان اللہ درمیان عوام الناس خود را با علم العلماء شہرت دادہ ہنوز عبارت درست نمی توانی خواند چہ جائے نکات و اشارات و دقایق علوم حدیث نمی دانی کہ عبارت اجلی الجبہۃ است کہ افعل التفضیل از جلا است نہ از جلال کہ نام تو باشد او منفعل شدہ دیگر دم نزد[2]

اثنائے بحث میں ایک دن ملا جلال بہیم دانش مند آگرہ نے وہ حدیث جو مہدی موعود کے علامات اور حلیہ کے باب میں آئی ہے اس طرح پڑھی اجل الجبہۃ (بفتح جیم و تشدید لام بہ صیغہ تفضیل مشتق از جلال) شیخ علائی نے مسکرا کر کہا سبحان اللہ عوام الناس میں خود کو بڑا عالم مشہور کر رکھا ہے اور اب تک عبارت درست نہیں پڑھ سکتا چہ جائیکہ علوم حدیث کے دقایق، اشارات اور نکات (سمجھ سکے) کیا یہ نہیں جانتا کہ عبارت اجلی الجبہۃ ہے جو جلا سے افعل التفضیل ہے نہ جلال سے جو تیرا نام ہے وہ شرمندہ ہو کر پھر دم نہ مارا۔

مخزن افغانی معروف بہ تاریخ خان جہانی میں مذکور ہے کہ "شیخ علائی در مجالس متعددہ بحث بہر کدام ایشاں میکرد و بقوت طبع غالب می شد[3] یعنے شیخ علائی متعدد مجالس میں ان میں سے ہر ایک سے بحث کرتے اور طبیعت کی قوت سے ان پر غالب آتے۔ (مخزن افغانی جہانگیر کے عہد میں ۱۰۲۰ھ میں تالیف ہوئی ہے) شیخ علائی سے متعلق تاریخ داؤدی میں یہ لکھا گیا ہے۔

شیخ علائی کا مناظرہ میں غالب آنا

اسلام شاہ بہ حضار جمیع دانش مندان حکم فرمودہ تشخیص ایں قضیہ حوالہ ایشاں نمود، شیخ علائی در مجلس بحث بر ہر کدام ایشاں بہ قوت طبع غالب می شد[4]

اسلام شاہ نے تمام اہل علم کو جمع کرنے کا حکم دے کر اس قضیہ کی تشخیص ان کے حوالہ کر دی، شیخ ان میں سے ہر ایک پر قوت طبع سے غالب آتے تھے۔

مآثر الامراء میں بھی مذکور ہے کہ شیخ علائی بحث میں علماء پر غالب آ گئے۔

ملا عبداللہ او را بہ ابتداع و خروج متہم ساختہ سلیم شاہ را بر آں داشت کہ از بیانہ طلبیدہ با علماء مذاکرہ فرمود

ملا عبداللہ نے ان کو بدعت اور خروج سے متہم کر کے سلیم شاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ انہیں بیانہ سے طلب کر کے علماء سے مباحثہ کرنے کا حکم دیا

---

[1] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۰ [2] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۱ [3] مخزن افغانی علمی ورق ۱۱۶ تاریخ فارسی نمبر ۱۰۵۲ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [4] تاریخ داؤدی۔

فرمود شیخ علائی غالب آمد[1]

شیخ علائی غالب آگئے۔

صاحب نزھتہ الخواطر نے یہ لکھا ہے

وامر العلماء ان یباحثوہ فی مسئلۃ خروج المھدی فباحثوہ فاقحمھم وانی بما تحیر بہ النّاس (الجزء الرابع ص۲۲۸)

(سلیم شاہ نے) علماء کو حکم دیا کہ میاں شیخ علائی سے مسئلہ ظہور مہدیؑ میں بحث کریں پس انہوں نے ان سے بحث کی اور میاں شیخ علائی نے ان کو مجبور کر دیا اور لوگ اس سے حیرت زدہ ہو گئے۔

دہلی اور آگرہ کے علماء پر شیخ علائی غالب آگئے تو سلیم شاہ نے انہیں شیخ بدہ طبیب ساکن بہار کے ہاں بھیجا خود بدایونی نے لکھا ہے "عالمے دیگر را از علمائے دہلی و آگرہ قابل تشخیص این بحث نمی یافت[2] یعنے سلیم خاں دہلی اور آگرہ کے علماء میں سے کسی کو اس بحث کی تشخیص کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ آگے چل کر لکھتا ہے۔

شیخ علائی را دریں مرتبہ حکم کرد تا در بہار پیش شیخ بدہ طبیب کہ شیر خاں از نہایت اعتقاد کفش پیش پائے او می نہاد و ہر ارشاد قاضی شرح معتبر نوشتہ و مشہور است فرستند[3]

سلیم شاہ نے اس مرتبہ حکم دیا کہ شیخ علائی کو بہار میں شیخ بدہ طبیب کے ہاں بھیجیں شیر خاں شیخ بدہ کا بے حد معتقد تھا اور اس کی جوتیاں جو رکھتا تھا۔ ارشاد قاضی (کتاب الارشاد تصنیف قاضی شہاب الدین دولت آبادی) پر اس نے معتبر شرح لکھی ہے اور وہ مشہور ہے۔

مخزن افغانی میں مذکور ہے کہ شیخ بدہ اور شیخ علائیؒ میں احادیث کے باب میں مباحثہ ہوا۔

چوں شیخ بہ بہار رسید تا چند گاہ مباحثہ علم احادیث درمیاں بود[4]

جب شیخ علائی بہار پہنچے تو کچھ مدت تک علم حدیث کی بحث باہم ہوتی رہی۔

شیخ بدہ نے یہ فیصلہ کیا۔

اختلاف بسیار در باب تعین علامات مہدی واقع است بنابراں حکم بہ کفر و فسق شیخ علائی نمی تواں کرد[5]

مہدی کی علامات کے تعین میں بہت اختلاف واقع ہے اس لئے شیخ علائی کے کفر اور فسق کا حکم نہیں دے سکتے۔

لیکن شیخ بدہ اپنے بیٹوں کے مشورہ سے یہ بات سلیم شاہ کو نہ لکھ سکا بیٹوں نے یہ اندیشہ بتایا اگر تم اس طرح لکھو گے تو ممکن ہے اس سلسلہ میں مخدوم الملک تمہیں دہلی و آگرہ طلب کرے۔ شیخ بدہ کے بیٹوں نے باپ کی طرف سے یہ لکھدیا کہ مخدوم الملک عالم محقق ہے اور اس کا فتویٰ فتویٰ ہے جیسا کہ بدایونی نے بیان کیا ہے[6]

میاں شیخ علائی نے ہندیہ علاقہ مالوہ، خواص پور علاقہ جودھپور، بہار، دہلی آگرہ، پنجاب میں دین مہدیؑ کی تبلیغ کی (اس کی تفصیل مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں آئے گی) لیکن دلائل کا جواب تازیانوں سے دیا گیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے۔

ازآں جملہ منصور وقت، بایزید عصر و عین القضاۃ روزگار

منجملہ ان کے منصور وقت، بایزید عصر، عین القضاۃ روزگار

---

[1] مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۲۵۴۔ [2] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۲۳۸۔ [3] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۴۰۷۔
[4] مخزن افغانی قلمی ورق ۱۱۷۔ [5] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۰۷۔ [6] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول ص ۴۰۷۔

وشبلی زمانہ شیخ علائی بیانہ بود کہ اسلام خاں افغان سور یہ سعی مخدوم الملک سلطان پوری در سنہ نہصد و پنجاہ و ہفت اورا تازیانہ چند فرمود و جان پاک او بہ سہ تازیانہ از قالب خاکی بجانب عالم علوی و روضہ رضوان ابدی خرامیدہ وسقاھم ربھم شرابا یک تاریخ او و ذاکر اللہ تاریخ دیگر او یافتہ شدہ بود مجملے از احوال او در منتخب التواریخ خلاصہ تاریخ نظامی تالیف میرزائے مرحومی مغفوری میبروری نظام الدین احمد کہ باعث و بانی جمع ایں اوراق بود ثبت یافتہ رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ و ایں قصہ طویل الذیل است و فرصت اطناب نیست[1]

وشبلی زمانہ شیخ علائی ساکن بیانہ تھے جن کو اسلام خاں افغان سور نے مخدوم الملک سلطان پوری کی کوشش سے ۹۵۷ھ میں چند تازیانے لگانے کا حکم دیا تھا اور ان کی جان پاک تین ہی تازیانوں میں قالب خاکی سے عالم علوی اور ابدی روضہ رضوان کی طرف چلی گئی وسقاھم ربھم شرابا اس کی ایک تاریخ اور ذاکر اللہ دوسری تاریخ نکالی گئی۔ ان کے احوال منتخب التواریخ میں جو مرزا نظام الدین احمد کی تاریخ نظامی کا خلاصہ ہے اور جو اس کتاب کی تصنیف کے باعث ہیں، مجمل طور پر لکھے گئے ہیں۔ یہ قصہ بہت طویل ہے اور یہاں طول دینے (تفصیل) کا موقع نہیں۔

تازیانے لگائے گئے بھی تو کس حالت میں فرشتہ سے سنئے۔

درآں اثنا شیخ را مرض طاعون کہ درآں وقت شائع بود عارض شدہ در حلق او جراحتے افتاد کہ مقدر یک انگشت فتیلہ می رفت و بخ سفر علاوہ آن گشتہ[2]

اس زمانے میں مرض طاعون کا شیوع تھا شیخ بھی اس میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کے حلق میں اتنا زخم ہو گیا تھا کہ ایک انگل فتیلہ اس میں سماتا تھا اور سفر کی تکلیف اس کے سوا تھی۔

مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں میاں شیخ علائی کے احوال میں لکھا ہے۔

"افسوس مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی اور اس فنافی الحق کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو بدر و احد کے مقتول کفار کے ساتھ بھی نہیں کیا گیا تھا' بدایونی کہتے ہیں کہ ہاتھی کے پانوں سے باندھ کر نعش کو چروایا گیا اور اس کے ٹکڑوں کی تمام لشکر میں تشہیر کی۔ پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جائے اور اس غرض سے پہرہ بٹھا دیا گیا (تذکرہ صفحہ ۶۱)

اس واقعہ کے تھوڑی ہی دیر بعد تیز آندھی چلنی شروع ہوئی، راتوں رات میں ان کی لاش پر اس کثرت سے پھولوں کی بارش ہوئی کہ جنازہ چھپ گیا اور گویا یہی ان کی قبر ہو گئی۔ ملا عبدالقادر بدایونی کی عبارت یہ ہے۔ "شبا شب چنداں خرمن گلہا بر قالب شیخ ریختہ شد کہ درآں پنہاں گشت حکم قبر پیدا کردہ بود" (منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۰۸)

علما جب میاں شیخ علائی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو بھلا اصحاب مہدی و امام مہدی علیہ السلام کا کیا مقابلہ کرتے ہونگے۔ مبلغین مہدویہ سب ایسے ہی تھے بعض کا ذکر کتب تاریخ میں آگیا ہے اور بعض کا نہیں۔

شیخ علی نے مہدوی مذہب کی بہت مخالفت کی گجرات سے مکہ معظمہ اور مکہ معظمہ سے گجرات کا سفر کیا یہاں کے علما کے فتووں کو مہدویوں کی تبلیغ کے مقابلہ میں غیر موثر پا کر اس نے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کئے اور ہندوستان

---

[1] نجات الرشید قلمی صفحہ ۹۱۔ [2] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۳۳

بھیجے جب یہ فتوے بھی موثر ثابت نہیں ہوئے تو اس نے بادشاہ گجرات کے نام مہدویوں کو قتل کرانے کے لئے لکھا۔ بادشاہِ گجرات نے اس کے لکھنے کے مطابق مہدویوں کو قتل کرایا لیکن بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے تشدد سے بھی مہدویوں کا جوش کم نہ ہوسکا شیخ علی کے شاگرد ملا محمد بن طاہر فتنی کی بھی یہی حالت تھی اس کی کوشش بھی مہدویوں کے خلاف کارگر نہ ہوئی میر غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں شیخ محمد بن طاہر الفتنی کے احوال میں لکھا ہے۔

واو در شکست بواہیر مہدویہ کہ ہم قوم او بودند واقتدائے سید محمد جونپوری میکردند مثل استاد خود کمر بربست وعہد کرد کہ تا داغ از پیشانی ایں طائفہ نہ شوید دستار را بر سر نہ بندد[1]

شیخ محمد بن طاہر فتنی نے مہدوی بوہروں کو شکست دینے پر جو اس کے ہم قوم تھے اور سید محمد جونپوری کی اقتدا کرتے تھے اپنے استاد کے مانند کمر باندھی اور عہد کیا کہ جب تک بدعت کا داغ اس قوم کی پیشانی سے نہ دھو ڈالے اپنے سر پر دستار نہ باندھے گا۔

شیخ کا اس طرح دستار پھینک دینا اس کے عاجز آجانے کی دلیل ہے اور اس کی ساری کوششیں میاں شیخ مصطفیٰ پٹنی گجراتی کے مقابلہ میں بیکار ثابت ہوئیں۔ پروفیسر محمود شیرانی نے شیخ مصطفیٰ گجراتی کے احوال میں مثنوی فیض عام (مصنفہ ۱۱۴۱ھ) کے حوالہ سے یہ لکھا ہے "اس جگہ تمام علمائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پیشوا نے جسے میاں سے قدیمی عداوت تھی بادشاہ کے سامنے اپنی پگڑی اتار کر پھینک دی اور بولا مصطفےٰ مہدوی نے ہماری پگڑیاں اتار دی ہیں بادشاہ نے اسے تسلی دی اور اپنی کمر کا پٹکا کھول کر اس کے سر پر بندھوا دیا اور بولا کہ بس میں اسے مارتا ہوں[2]" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علماء کا پیشوا شیخ محمد بن طاہر پٹنی ہے اور اکبر نے پٹکا اسی کے سر باندھا تھا۔ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے۔

بادشاہ دستار بدست خود بر سر شیخ پیچید و فرمود باعث ترک دستار بہ سمع رسیدہ نصرت دین متین بر وفق ارادہ شما بر ذمہ معدلت من است[3]

بادشاہ (اکبر) نے اپنے ہاتھ سے شیخ کے سر پر دستار باندھی اور کہا کہ دستار ترک کر دینے کا سبب ہم نے سنا ہے دین متین کی نصرت جیسا کہ تم چاہتے ہو میرے عدل و انصاف کے ذمہ ہے۔

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ

میر غلام علی آزاد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سال گجرات کی حکومت خان اعظم میرزا کوکہ کو دیگیؔ اس کے دور میں مہدویوں کو بہت نقصان پہنچا آزاد کی عبارت یہ ہے۔

دراں سال حکومت گجرات بہ خان اعظم میرزا کوکہ تفویض یافت وبہ اعانت خان اعظم اکثر رسوم بدعت برانداختہ شد[4]

اس سال گجرات کی حکومت خان اعظم میرزا کوکہ کے تفویض ہوئی اور خان اعظم کی مدد سے بہت سے رسوم بدعت مرتفع ہوگئے۔

آزاد نے مہدویت کی تبلیغ کے لئے جو عین اسلام ہے بدعت کا لفظ استعمال کیا ہے، بہرحال اس عبارت سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ خان اعظم میرزا کوکہ نے بھی ۹۸۰ھ میں حاکم گجرات ہونے کے بعد مہدویوں پر ظلم کیا ہے۔ عبداللہ محمد بن عمر مکی نے ظفر الوالہ

---

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۹۵۔ [2] اورینٹل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) صفحہ ۴۹۔ [3] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۹۵
[4] مآثر الکرام (طبع آگرہ) دفتر اول صفحہ ۱۶۵۔

بمظفر والہ میں یہ بیان کیا ہے کہ خاں اعظم عزیز کوکہ کے زمانہ میں سنجر خاں نے میاں عبدالرشیدؒ اور آپکے ساتھیوں کی ضیافت کے بعد قتل کرادیا' ظفر الوالہ کی عبارت یہ ہے۔

فتلقاہ سنجر خان وھیاله ضیافة وکانت آخر زادہ من دنیاہ فانه لما اجتمع یه سالہ عن المذهب و ومن صاحب المذهب فلما ابرز ضمیرہ آمنا من جانبه سکت عنه الی ان افرغ من اکله ثم قتله بسائر اصحابه ما سوی ولدہ مصطفیٰ[1]

پس سنجر خاں نے ان سے (یعنی میاں عبدالرشیدؒ سے) ملاقات کی اور ان کے لئے ضیافت کا انتظام کیا اور یہ ان کے لئے دنیا کا آخری زاد تھا اور جب مع ساتھیوں کے جمع ہوگئے تو سنجر خاں نے مذہب اور بانیٔ مذہب کے بارے میں سوال کیا اور جب انہوں نے سنجر خاں سے مطمئن ہوکر اپنے دل کی بات کہی تو سنجر خاں نے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوگئے۔ پھر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرادیا سوائے ان کے بیٹے مصطفیٰ کے۔

رسالہ اسامی مصدقین میں یہ لکھا گیا ہے۔

میاں عبدالرشید عالم عامل صالح کامل از مشاہیر علمائے عصر خویش بود در ثبوت مہدویت رسالہ نوشتہ اند بعضی منقولات حضرت امام علیہ السلام نیز (جمع) کردہ از ..... از دست ظالمان با چند مردمان دیگر شربت شہادت چشیدند۔

میاں عبدالرشید اپنے زمانے کے مشہور عالم عامل اور صالح کامل تھے۔ اثبات مہدیت میں ایک رسالہ لکھا ہے امام علیہ السلام سے کچھ منقولات جمع کئے ہیں۔ ظالموں کے ہاتھوں سے مع چند آدمیوں کے آپنے شہادت پائی ہے۔

مذکورۂ بالا واقعہ کی طرف میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے بھی اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

نہ دیدہ کس بدنیساں دل ستانے — کہ ہر لحظہ نماید نو نشانے
گہے چوں میرزا در گفت و در بیچ — گہی در خشم چوں خاں کلانے
گہے بدخوی چوں قلیچی محمد — گہی شیریں زباں چوں شیر خانے
گہے چوں خواجہ سنجر بر سر قتل — گہی مرغوب شکل میزبانے
گہے بدخوے ہمچوں میر تولک — گہی خوش خوے چوں حلوا نشانے
گہے چوں نقطہ ظاہر حسینے — گہی چوں مرتضائے مہربانے
گہے ملا صفت در بحث و در جنگ — گہے درویش روشیریں زبانے
گہے با خشت اندر حبس و زنداں — گہے ہمچو محبت۔ پاسبانے[2]

چوتھا شعر میاں عبدالرشیدؒ کی شہادت سے متعلق ہے۔ اس میں میاں شیخ مصطفیٰ نے خواجہ سنجر کا ذکر کیا ہے یہ وہی شخص ہے جس سے متعلق مولف ظفر الوالہ نے لکھا ہے کہ میاں عبدالرشید کو آپکے رفقاء کے ساتھ شہید کرادیا گیا تھا۔ ان اشعار کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے "میاں مصطفیٰ اپنی بربادی اور قید و بند کو اس محبوب ازلی کی ایک ادا سمجھتے ہیں۔

---

[1] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶۔ [2] اورنٹیل کالج میگزین (بابتہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۶۲۔

اور اپنے مدعیوں اور آزاد دہندوں کے افعال کی اس ہمہ اوستی انداز میں ترجمانی کرتے ہیں ..... میاں کے یہ تبرک جو اشعار کی شکل میں اوپر درج ہیں سب سے بڑا وصف ان کا یہ ہے کہ حالی ہیں نہ خیالی[1]

ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں تذکرۂ علماء کے ذیل میں میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے احوال میں یہ لکھا ہے۔

میاں مصطفیٰ گجراتی اصل او طائفہ بوہرہ است کہ در گجرات بہ سود و سودا مشغول اند۔ بہ یکی از یاران بیواسطہ میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ پیوستہ طریقہ فقر و فنا پیش گرفتہ تا آخر عمر دراں استقامت ورزید چوں خلیفۃ الزمانی بعد از تسخیر ولایت بنک پٹنہ مراجعت نمودہ باجمیر رسیدند آصف خاں ثانی میر بخشی او را بہ حسب از گجرات ہمراہ آورد و شبے در صحن دیوان خانہ علمارا طلبیدہ از شیخ مصطفیٰ تحقیق مسئلہ مہدیت نمودند او مجیب بود مناظرہ بامتداد کشید حاجی ابراہیم سرہندی در بحث بموجب شیمۂ سیئہ خویش تحکمات میکرد شیخ را آزار داد[2]

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی اصل میں بوہروں کی جماعت سے ہیں جو گجرات میں تجارت کرتی ہے۔ میر سید محمد جونپوری کے ایک صحابی سے مل کر فقر و فنا کا طریقہ اختیار کیا تھا اور اخیر عمر تک اس پر مستقیم رہے جب خلیفۂ زمانی (یعنی اکبر) ولایت بنک پٹنہ کو مسخر کرنے کے بعد اجمیر آیا تو آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں یعنی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کو حسب الحکم گجرات سے اپنے ساتھ لایا ایک رات دیوانخانہ کے صحن میں علما کو بلا کر شیخ مصطفیٰ سے مسئلہ مہدیت کی تحقیق کی، میاں شیخ مصطفیٰ جواب دیتے تھے، مناظرہ طول پکڑا، حاجی ابراہیم سرہندی اپنی بری خصلت کے مطابق بحث میں تحکمات کرتا تھا، اس نے شیخ کی دل آزاری کی۔

یہ وہی میاں شیخ مصطفیٰ ہیں جن کی تبلیغ سے عاجز آکر شیخ محمد بن طاہر پٹنی مولف مجمع البحار نے اپنی دستار پھینک دی تھی۔ میاں شیخ مصطفیٰ بھی پٹنی ہیں، تبلیغ مہدویہ کے سلسلہ میں آپ کے والد میاں عبدالرشید مع دس جاں نثاروں کے شجر خاں کے حکم سے آپ کے سامنے شہید کئے گئے لیکن آپ کی استقامت وہی رہی جو پہلے تھی۔

ملا عبدالقادر بدایونی کا گواہی دینا کہ ابراہیم سرہندی تحکمات کرتا تھا صاف بتا رہا ہے کہ اس کا استدلال کمزور پڑ گیا تھا اور "علمارا طلبیدہ" سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں شیخ مصطفیٰ کا ایک جماعت سے مقابلہ تھا بدایونی نے صرف ایک شب کے مناظرہ کے چشم دید حالات بیان کئے ہیں، مناظرہ سے پہلے اور مناظرہ کے بعد شیخ مصطفیٰ کو طرح طرح کی اذیت دی جاتی تھی اس کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے "ادھر میاں مصطفیٰ اور میاں جی مبارک کو شکنجہ میں کس دیا جس سے ان کے بدن کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا مگر دونوں اپنے عقیدہ میں راسخ رہے[3] کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ فتح پور کے قیام کے زمانہ میں مناظرہ سے پہلے اور مناظرہ کے بعد آپ کو ایک آہنی خاردار تنگ پنجرے میں رکھا جاتا تھا آپ ہی سے متعلق بدایونی نے لکھا ہے "مکتوباتے دارد کہ از آن بوے غربت و فنا می آید[4]" یعنی ان کے مکاتیب سے غربت و فنا کی بو آتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مکاتیب آپ کی زندگی ہی میں عام ہو چکے تھے۔

خاتم سلیمانی کے گلشن نہم چمن چہارم میں یہ مروی ہے کہ آپ نے میاں شیخ مبارک کے سوالات کا جواب بھی لکھا ہے اور یہ موسوم

---

[1] اورنٹیل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) صفحہ ۶۲ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۵۰، ۵۱ [3] اورنٹیل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۵۹۔ [4] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۵۰، ۵۱۔

بہ اجوبۂ اسولہ ہے) مناظرہ کے لئے اکبر آپ کو فتح پور بھی لے گیا تھا جیسا کہ بدایونی نے بیان کیا ہے" وبعد از رسیدن فتح پور اورا فرمودند کہ چند روز بخانۂ خواجہ عبدالصمد مصور شیریں قلم باشد[1]" یعنے فتح پور پہنچنے کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ وہ یعنی میاں مصطفیٰ گجراتی چند روز خواجہ عبدالصمد مصور شیریں رقم کے گھر میں رہیں۔

بندگی میاں شاہ برہان رح نے آپ ہی متعلق یہ لکھا ہے۔

میاں شیخ مصطفےٰ بن عبدالرشید را طلبیدہ با ایشاں قصہا ومناظرہ ہا ومجالس ہا گذشت کہ بیان مجلس میاں مشارٌالیہ جداگانہ نوشتہ شدہ است کہ چہار عدد مجلس وہفتاد مکتوبات ورسالہ ناسخ ومنسوخ ومثل ذالک کلام شیخ اشہر المشہور است[2]

(بادشاہ نے) میاں شیخ مصطفےٰ بن عبدالرشید کو بلایا ان کے احوال مناظرے اور مجلسیں گذریں جو کچھ کہ گذرا، میاں مشارٌالیہ کی مجلس کا بیان علحدہ لکھا گیا ہے، چار عدد مجالس ستر، مکتوبات اور رسالہ ناسخ ومنسوخ اور اس کے مانند شیخ کا کلام اشہر المشہور ہے۔

حاصل یہ کہ میاں شیخ مصطفےٰ نے گجرات، اجمیر اور فتح پور میں علما کی ایک جماعت کے ساتھ مناظرہ کیا اور مناظرہ کی یہ حالت تھی کہ حاجی ابراہیم سرہندی کو تحکمات کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، آپ کی وفات سے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے۔ "چند روز کے بعد میاں بادشاہ سے رخصت ہوکر بیانہ کی طرف روانہ ہوئے ..... میاں کے جسم پر قید وتشدد کی کافی علامات موجود تھیں بدن میں طاقت مطلق نہیں رہی تھی، ان کو پلنگ پر لٹایا اور لے نکلے ذی قعدہ کی ۱۹ کو فتح پور سے چلے، بیانہ پندرہ کوس تھا ..... ۱۹ کو مہدی علیہ السلام کے عرس کے روز سوا پہر دن چڑھے ۹۸۴ھ میں باون برس کی عمر میں میاں مصطفےٰ جنت کو سدھارے، جب دفن سے فراغت ہوئی اس وقت قبیلہ کے لوگ فتح پور سے پہنچے"[3]

میاں شیخ مبارک ناگوری

آپ کے جد اعلیٰ یمنی ہیں آپ ناگور میں ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے احمد آباد گجرات میں خطیب ابوالفضل گازرونی وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا، ۹۵۰ھ سے آگرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں تقریباً پچاس سال افادۂ علم میں گزارے، آپ کے فضل وکمال کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ابوالفضل اور فیضی (صاحب سواطع الالہام تفسیر بے نقط) جیسے متبحر علما نے جو کچھ حاصل کیا انہیں کے سامنے زانوے ادب طے کرکے، ابوالفضل نے کہا ہے۔

ده سال وپنج پیش پدر کافریں براو — تحصیل کرده ام ز علوم معقری[4]

فیضی نے میاں شیخ مبارک کے متعلق یہ لکھا ہے۔

از صاحبان فضل وہنر راوست صاحبم — از سروران علم وادب اوست سرورم[5]

بدایونی نے بیان کیا ہے کہ تفسیر کبیر کی طرح چار ضخیم جلدوں میں انہوں نے ایک تفسیر لکھی تھی موسوم بہ منبع نفائس العیون[6] آپ کا مہدوی ہونا اس زمانہ کے مہدویوں اور غیر مہدویوں سب کے ہاں متعارف تھا۔

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۵۱ [2] دفتر دوم رکن ۱۱ باب ۶۔ [3] اورنٹیل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۶۶
[4] ابوالفضل دفتر سوم (طبع نولکشور ۱۲۸۰ھ صفحہ ۲۲۱۔ [5] دیوان فیضی قلمی (نمبر ۸۶) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [6] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۸۴۔

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

عبدالنبی ومخدوم الملک وسائر علماء متفق اللفظ والمعنی شدہ بعرض رسانیدند کہ شیخ مبارک مہدوی نیز اہل بدعت است[1]

عبدالنبی مخدوم الملک اور سب علما نے بالاتفاق یہ عرض کی کہ شیخ مبارک مہدوی بھی اہل بدعت سے ہے۔

(۲) خود بدایونی نے نجات الرشید میں انہیں مہدوی تسلیم کیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے احوال کے ذیل میں یہ لکھا ہے "یکی از کبرائے ایں طائفہ شیخ مبارک ناگوری باشد"[2] یعنے مہدوی جماعت کے اکابر سے شیخ مبارک ناگوری بھی ہیں۔

(۳) میاں شیخ مبارک ناگوری نے امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کی جو تاریخ کہی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام کو امام زماں مانتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے ۹۱۰ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے "دیگر شیخ مبارک بلفظ "مضیٰ مہدی" "تاریخ یافت"[3] اور شیخ مبارک نے بھی "مضیٰ مہدی" کے الفاظ سے مہدی علیہ السلام کی رحلت کی تاریخ نکالی ہے۔ "مضیٰ مہدی" سے ۹۰۹ کا عدد حاصل ہوتا ہے "ی" پر الف دیگر ۹۱۰ "حاصل کرنے کے عوض "مضیٰ مہدیا" بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۴) میاں شیخ مبارک ناگوری نے جو مکتوب عالم باللہ صاحب سراج الابصار کے نام لکھا ہے اس میں کیفیت مہدی کے باب میں چند استفسارات کئے ہیں طریق استفسار بتا رہا ہے کہ گفتگو بطریق اعتساف نہیں ہے میاں شیخ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

معروض آنکہ شبہ چند بہ ایں نامراد دردمند از رگذر انصاف نہ از ممر تعصب و اعتساف عارض می شوند رفع آنہا ملتمس گردد

عرض ہے کہ اس نامراد دردمند کو چند شبہات پیش آئے ہیں از روئے انصاف نہ کہ از روئے تعصب بے راہ روی ان کے رفع کرنے کی التماس کی جاتی ہے۔

شیخ مبارک کے اس مکتوب کا جواب میاں عالم باللہ نے "منہاج التقویم" (عربی) میں دیا ہے۔

(۵) محمود خاں مہدوی کو میاں شیخ مبارک نے سیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ میر محمد حسین آزاد نے ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ "محمود خاں ایک دوست کہ سلیم شاہ کے عہد سے میرا یار تھا اور ان دنوں شیخ علائی کی برکت سے اس جوش کی دینداری اس میں سمائی تھی کہ ہر مجمع و ہر محفل میں ابلتا پھرتا تھا اور جہاں شیخ کا ذکر آتا تھا شمشیر برہنہ بن کر سامنے ہو جاتا تھا۔ شوخ طبع شیخ مبارک نے اسے سیف اللہ خطاب دیا تھا (دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۸۱۲) ملا عبدالقادر بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "شیخ مبارک او را در زمان کشاکش شیخ علائی سیف اللہ خطاب دادہ بود"[4] یعنے میاں شیخ مبارک نے میاں شیخ علائی کی کشاکش کے زمانہ میں محمود خاں کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔

(۶) اس دور کے مہدویوں کے ہاں بھی میاں شیخ مبارک کا مہدوی ہونا متعارف تھا چنانچہ عالم باللہ عبدالملک سجاوندیؒ نے آپ کے مکتوب کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

لما جاء منشور من الاخ الصالح العالم

جب برادر صالح، عالم متبحر و متقی ساکن شہر آگرہ (جو اپنے

---

[1] منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۱۹۸ [2] نجات الرشید قلمی صفحہ ۸۹ [3] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۱۹۔
[4] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ جلد سوم صفحہ ۴۶۔

التحریر المتورع الساکن فی بلدۃ اکرہ الذی هو فرید دهرہ ووحید عصرہ المتحلی بالمنقول والمعقول جعله الله کاسمه مبارکا مشتملا اسولة فی مشکلات فی کیفیة المهدی الموعود الی آخرہ[1]

زمانہ کے یکتا اور یگانہ ہیں منقولات ومعقولات کے زیور سے مزین ہیں) کی جانب سے خط آیا (خدا ان کو ان کے نام کی طرح مبارک بنایا) جو کیفیت مہدی موعود کے مشکلات مسائل پر مشتمل ہے۔

اس عبارت میں عالم باللہ نے میاں شیخ مبارک کو اپنا برادر دینی تسلیم کرتے ہوئے آپ کے لئے "الاخ الصالح" (نیک بھائی) اور "المتورع" (پرہیزگار) کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ میاں شیخ مبارک مہدوی تھے۔

(۷) اسی طرح صاحب تاریخ سلیمانی نے شیخ مبارک کے احوال میں لکھا ہے۔

"بامیاں شیخ علائی کہ بہ حضور سلیم شاہ بحث دین با علما شدہ معاونت نمودہ اند و تعب ہا و شدائد کشیدہ..... خالص مہدوی و صاحب کمال بودند" (گلشن ہشتم چمن چہارم) یعنی سلیم شاہ کے حضور جو دینی بحث ہوئی اس میں شیخ مبارک نے شیخ علائی کی مدد کی ہے اور بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائی ہیں..... خالص مہدوی اور صاحب کمال تھے۔

(۸) آپ کے مہدوی ہونے کی شہرت اس وقت ہوئی جب کہ آپ نے سلیم شاہ کے دربار میں شیخ علائی کی تائید کی تھی۔ بدایونی کے الفاظ یہ ہیں "شیخ مبارک را میگویند کہ دراں مجلس ممد شیخ علائی بود و از آن روز باز بہ مہدوی مشہور است[2]" یعنی شیخ مبارک کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں شیخ علائی کے ممد تھے اور اس روز سے مہدوی مشہور ہیں۔

(۹) مآثر الامرا میں بھی یہی مذکور ہے "چوں در آن مجلس شیخ مبارک ممد او بود نیز بمہدوی شہرت گرفت[3]" چونکہ اس مجلس میں شیخ مبارک شیخ علائی کے ممد و معاون تھے وہ بھی مہدوی مشہور ہو گئے۔ واضح ہو کہ عبد النبی اور مخدوم الملک دونوں میاں شیخ علائی کے تشنہ خون تھے، ایسی حالت میں میاں شیخ علائی کی تائید کرنا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا تھا اور ظاہر ہے کہ سوائے مہدوی کے میاں شیخ علائی کی تائید اور کون کرتا؟ مولوی ابو الکلام آزاد نے مخدوم الملک کے متعلق لکھا ہے "اس عہد میں مخدوم الملک کے خلاف کسی چھوٹی سی چھوٹی بات کا بھی زبان سے نکالنا موت کی دعوت اور تباہی کا بلاوا تھا (تذکرہ طبع کلکتہ صفحہ ۸۶) اس کے باوجود مہدویت جیسے اہم مسئلہ میں میاں شیخ مبارک نے مخدوم الملک کا خلاف اور میاں شیخ علائی کی تائید کی۔

اکبر کے ابتدائی دور میں عبد النبی اور مخدوم الملک بڑے با اثر تھے لیکن میاں شیخ مبارک کی حکمت عملی نے ان کے اثر کو زائل کر دیا میاں شیخ مبارک کا مقصد صرف متعصبین کا اثر زائل کرنا تھا تاکہ مہدوی مذہب کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو، آپ کی یہ نیت نہ تھی کہ مذہب میں ضعف پیدا ہو البتہ اکبر نے اس سے بیجا استفادہ کیا لیکن عام رواداری کی فضا پیدا ہو گئی اس لئے مولوی شبلی نے فیضی کے حالات میں لکھا ہے۔

"ان کارروائیوں نے متعصب مولویوں کا زور توڑ دیا اور اکبر کو موقع ملا کہ وہ ایک ایسی وسیع اور آزادانہ حکومت قائم کرے جس کے سایہ میں ہندو، مسلمان، یہود، نصاریٰ سب آزادی کے ساتھ اپنے اپنے فرائض مذہبی ادا کر سکیں[4]"

(۱۰) سر سید احمد خاں نے بھی اپنے مقالہ مہدی آخر الزماں میں میاں شیخ مبارک کو مہدوی تسلیم کیا ہے

---

[1] منہاج التقویم ص ۳ [2] منتخب التواریخ طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۰۲ [3] مآثر الامرا طبع کلکتہ جلد سوم صفحہ ۲۵۲ [4] شعر العجم (طبع علی گڑھ حصہ سوم ص ۵۷

"یہاں تک کہ ایک فرقہ مہدویہ قائم ہوگیا جس کا اعتقاد یہ ہے کہ مہدی موعود آیا اور گزر گیا شیخ مبارک ابوالفضل کا باپ بھی مہدوی فرقہ میں سے تھا"[1]

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے قول حق میں امامؑ کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ خضر ناگوری آپ کے معتقدین سے تھے "قول حق" کی عبارت یہ ہے "آخر دہ دسویں صدی کے ابتدائی زمانہ یعنی ۹۱۰ھ میں ملک افغانستان پہنچے اور قندھار ہوتے ہوئے بہ مقام فراہ پہنچ کر فوت ہوئے ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں میں شیخ خضر ناگوری سید محمود ابن سید محمد مذکور اور شیخ عبداللہ نیازی نے اس اس سلسلہ اشاعت کتاب و سنت کو جاری رکھا" (ص ۱۱۷ و ص ۱۱۸) اس سے ظاہر ہے کہ میاں شیخ مبارک ناگوری کے والد شیخ خضر ناگوری بھی مہدوی تھے۔

میاں شیخ مبارک کے بیٹوں میں صرف فیضی کو مہدویوں سے دلچسپی تھی، بیجاپور کے سفر میں فیضی نے صاحب مطلع الولایت سے ملاقات کی تھی تو حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات دریافت کئے تھے، مطلع الولایت میں تالیف کے اسباب میں یہ درج ہے۔

برہان نظام شاہ مردے جہاں دیدہ و طرار بود وقتیکہ با ملاقات کرد قصۂ حضرت میرانؑ از مولود و مبعث تا رحلت از ما پرسیدہ استماع نمودہ و شیخ فیضی کہ علامہ زماں و ماہر مذاہب و ادیان بودہ او ہم ملاقات از ما کردہ ہمچنیں التماس داشتہ۔

برہان نظام شاہ ایک جہاں دیدہ اور چالاک آدمی تھا جب اس نے ہم سے ملاقات کی تو امام مہدی علیہ السلام کے واقعات ولادت اور بعثت سے لیکر رحلت تک ہم سے دریافت کئے اور سنے اور شیخ فیضی جو اپنے زمانہ کا علامہ اور مذاہب و ادیان میں ماہر تھا اس نے بھی ہم سے ملاقات کی تو یہی التماس کی تھی۔

مطلع الولایت کا سال تالیف ۱۰۱۶ھ ہے فیضی کے اس شعر سے تو اس کی مہدویت پر استدلال ہو سکتا ہے۔

فیضی نہ شود خاتمۂ ما بہ ہدایت[2] ❊ تا ختم امامان ہدا را نشناسیم

حاصل یہ کہ میاں شیخ مبارک کی حکمت عملی نے علمائے سو کے جتھے کو توڑ دیا اور مہدوی مذہب کی تبلیغ میں سہولت پیدا کر دی۔

○○○

[1] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صفحہ ۳۹۸ . [2] دیوان فیضی (قلمی) دواوین فارسی نمبر ۸۶ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

باب ششم

مہدوی مذہب کی تبلیغ واشاعت

مہدوی مذہب اور اعتدال

اس سے قبل اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دین کے تین ارکان بیان فرمائے ہیں۔ ایمان، اسلام اور احسان۔ بعض فرقوں نے صرف ایمان و اسلام پر توجہ کی وہ بھی رسوم، عادات اور بدعات کے ساتھ مگر احسان سے بے خبر رہے۔ ایمان و اسلام کی تعلیم احسان کے بغیر قالب بے جان ہے۔ بعض جماعتوں نے احسان کو جو حدیث کا لفظ ہے چھوڑ دیا اور لفظ تصوف وضع کر کے اس میں اس قدر محو ہوئے کہ اسلام کی اہمیت سے غافل ہو گئے۔ غرض کوئی افراط میں ہے تو کوئی تفریط میں۔ جادۂ اعتدال یہ ہے کہ ایمان، اسلام اور احسان ہر ایک پر کما حقہٗ عمل کیا جائے۔

احسان کے معنی رسول اللہ صلعم نے یہ بیان فرمائے ہیں "اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر تو دیکھ نہ سکے (تو یہ سمجھ) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔ اثبات فرائض کے ذیل میں کلام اللہ کے حوالہ سے اس امر کی توضیح کی جائے گی کہ جو طالب دیدار الٰہی نہ ہو اس کی سزا آتش دوزخ ہے لہٰذا طلب دیدار الٰہی فرض ہوئی۔ حاصل یہ کہ مہدوی مذہب میں ایمان اور اسلام (جو رسوم عادات و بدعات سے پاک ہو) کی طرح احسان بھی فرض ہے اور یہی اعتدال ہے۔ مہدویت کی تبلیغ سے قبل عالم اسلام اس اعتدال سے روشناس نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت کی سرپرستی یا حکومت کی پناہ کے بغیر مہدوی مذہب کی کافی تبلیغ و اشاعت ہوئی! اور اس زمانہ کے جلیل القدر علماء، اہل اللہ، سلاطین، امراء، وزراء، سپہ سالار، سپاہی، عامی غرض ہر طبقہ کے افراد نے اس مذہب کو قبول کیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔

عبداللہ محمد بن عمر مکی[1] "ظفر الوالہ" تاریخ گجرات میں مہدوی مذہب کی اشاعت کے باب میں یہ لکھا ہے۔

ولم تخل جهة في الهند منهم واستمالوا الكثير من اهلها ولم اقل تبعهم جهالها بل جاز تلبيسهم حتى على عقالها ولما فشاء مذهبهم قال به الامراء والعسكر قويت شوكتهم و تجردوا لنصرة مذهبهم[2]

ان سے یعنی مہدویوں سے ہندوستان کی کوئی جہت اور کوئی سمت خالی نہیں ہے۔ ہندوستان کے اکثر لوگوں کو انہوں نے اپنی طرف مائل کر لیا۔ ان کے متبعین جاہل ہی نہیں تھے بلکہ ان کا فریب عاقلوں پر بھی چل گیا اور جب ان کا مذہب ظاہر ہوا تو امراء اور لشکر نے اس کو قبول کیا اور یہ اپنے مذہب کی نصرت کے لئے آمادہ ہو گئے

---

[1] کتاب ظفر الوالہ کے مقدمہ میں مسٹر ڈینیسن راس نے جلد اول صفحہ پر یہ بیان کیا ہے کہ عبداللہ محمد بن عمر مکی ۹۴۷ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوا اور ۹۵۵ھ میں اپنے باپ کے ساتھ گجرات آیا۔ احمد آباد میں سکونت اختیار کی اور الغ خاں گجراتی کے ہاں ملازم ہوا۔ [2] ظفر الوالہ بمظفر والہ جلد اول صفحہ ۳۵۔

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے تبعہ جم غفیر من العوام ثم تسلسل الی الخواص[1] یعنے عوام کے ایک جم غفیر نے آپ کی پیروی کی اور یہ سلسلہ خاص خاص لوگوں تک بھی جاری ہوگیا۔

مہدویوں کے ایثار نفس کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وکان الواحد منهم فی کفرة مذهبهم یقوم مقام الجمع ویری بذل نفسه قربة یتخلل المهلکة ولا یبالی وکانوا کالاسماعیلیة الفداویة[2]

مہدویوں میں کا ہر شخص اپنے مذہب کی نصرت میں ایک جماعت کا قائم مقام تھا اور اپنی جان دینے کو خدا کے قرب کا سبب سمجھتا تھا، معرکوں میں ور آتا تھا۔ اور پروا نہیں کرتا تھا اور یہ لوگ اسمٰعیلی فدائیوں کے جیسے تھے۔

ابن عمر مکی کا مہدویوں کو فدائیوں سے تشبیہ دینا صحیح نہیں اس لئے کہ فدائی اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے اور مہدوی عصر اول کے اسلام کا احیاء، دوسرے یہ کہ فدائی ٹھگوں کی طرح چوری چھپی سے اکابر اسلام کو قتل کرتے تھے اور اقدام فدائیوں کی طرف سے تھا، برخلاف اس کے مہدویوں نے ہمیشہ مدافعت کی علما جب دلیل وحجت سے مہدویوں کی تبلیغ کو روک نہیں سکتے تھے تو یہ فتوے دیتے تھے کہ مہدویوں کا قتل کرنا حلال ہے اور یہ شہید کئے جاتے، مہدوی بھی بہ فحوائے آیہ جزاء سیئة سیئة مثلها (برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) اس کا جواب دینے پر مجبور تھے۔ شیخ علی نے رسالۃ الرد میں اور عبداللہ محمد بن عمر مکی نے ظفر الوالہ میں یہ لکھا ہے کہ مہدوی علما، کو قتل کراتے تھے اور عبدالقادر العیدروس نے النور السافر میں "المهدویه القتالة" (بڑے قاتل مہدوی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور اس بات پر کوئی غور نہیں کرتا کہ مہدویوں کے قتل کو حلال قرار دینے والے یہی علماء تھے مثلاً شیخ علی مولف کنز العمال کے استاد ابن حجر الہیتمی نے الفتاوی الحدیثیہ میں مہدویوں کے باب میں یہ فتویٰ دیا ہے۔

وقد قال الغزالی رحمه الله تعالی فی نحو هؤلاء الفرقة ان قتل الواحد منهم افضل من قتل مایة کافر[4]

امام غزالی نے ایسے ہی فرقہ کے باب میں لکھا ہے کہ ان میں سے ایک شخص کو قتل کرنا سو کافروں کو قتل کرنے سے افضل ہے۔

خود شیخ علی نے رسالۃ الرد میں لکھا ہے کہ مہدویوں کے ساتھ جہاد کرنا کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے۔

(ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۴۰) ایسی صورت میں مہدویوں کا عمل مدافعت ہوگا اقدام نہیں۔

ابن عمر مکی کی عبارت جو اس سے قبل نقل کی گئی ہے اس سے تین امور ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مہدوی مذہب ہندوستان کے ہر صوبہ میں پھیل گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہر مہدوی جانبازی میں ایک ایک جماعت کے برابر تھا، واضح ہو کہ یہ قول ایک عرب کا ہے کسی ہندوستانی کا نہیں۔ تیسرے یہ کہ مہدوی مذہب قبول کرنے والے امراء بھی تھے سپاہی بھی تھے، جاہل بھی تھے، عاقل بھی تھے۔ حاصل یہ کہ ایک پردیسی مخالف کے قول سے بھی عقلاء اور امراء کا مہدوی مذہب اختیار کرنا ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۶۔ [2] ظفر الوالہ جلد اول صفحہ ۳۵۔ [3] النور السافر عن اخبار القرن العاشر قلمی حصہ دوم ورق ۸۸ (تراجم عربی نمبر (۱۰۶) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [4] الفتاوی الحدیثیہ مطبوعہ صفحہ ۲۷۔

صاحب تحفۃ الکرام نے بیان کیا ہے کہ بہت سے اہل اللہ بھی اس مذہب میں داخل ہو گئے تھے امام مہدیؑ کے احوال میں لکھا ہے "بسا اہل اللہ بہ نسبت مریدیش رسیدند بہ انچہ رسیدند[1]"، یعنے بہت سے اہل اللہ نے آپ کی مریدی کی نسبت سے وہ درجہ حاصل کیا جو انہیں حاصل کرنا تھا۔ اسی طرح مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں کہا ہے "سید موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جماعت اور زیادہ پھلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہو گئے[2]" خواجہ محمد عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا ہے "فرقہ مہدویہ ہندوستان میں ایک زمانہ تک زوروں پر رہا اور ان میں ایسے ایسے اولوالعزم لوگ گزرے ہیں جن کا تذکرہ تاریخ میں کیا جاتا ہے[3]" جہاں جہاں مہدوی مذہب کی تبلیغ و اشاعت ہوئی ہے اس کی تفصیل مع حوالوں کے ذیل میں دیجاتی ہے۔

بنگالہ تا ترکستان

میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کا حال اس سے قبل ہم نے مہدوی مبلغین کے ذیل میں ملا عبدالقادر بدایونی اور پروفیسر محمود شیرانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اکبر کے حکم کی بنا پر آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں اجمیر لے گیا، اس کے بعد یہ فتح پور گئے۔ یہ بحث مباحثہ ڈیڑھ سال تک رہا۔ رسالہ اسامی مصدقین کی عبارت یہ ہے "آخر الامر در بحث مہدیت امام علیہ السلام نصرہ اللہ تعالیٰ علی جمیع علماء عساکر بادشاہ جلال الدین کما ہو مشہور کہ تاخیر دہ ماہ مباحثہ شد" یعنے آخر کار جلال الدین اکبر بادشاہ کے عساکر کے تمام علما کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کی مہدیت کی بحث جیسا کہ مشہور ہے اٹھارہ ماہ رہی، اللہ نے ان کو تمام علمائے عساکر پر نصرت عطا فرمائی۔ اس مباحثہ کی صرف دو مجلسوں کی روئداد خود میاں شیخ مصطفےٰ نے مرتب کی جو متداول ہے۔ مولف اسامی مصدقین نے لکھا ہے "از آں دو مجلس کہ در قلم آمدہ اند دال بر بعض حالات ایشان اند"، یعنے ان مجلسوں میں سے صرف دو مجلسوں کی روئداد جو لکھی گئی ہے ان کے باقی حالات پر دلالت کرتی ہے لیکن مطبوعہ تحقیقات اکبری (یعنے مجالس بحث میاں شیخ مصطفےٰ) میں پانچ مجلسوں کا ذکر ہے، مجلس اول کی روئداد میں میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی نے مناظرہ کے وقت علمائے مخالف کا قول الزام دینے کیلئے اس طرح دہرایا ہے۔

ایں زماں ما را می گفتید کہ شومی اضلال شما تا گوڑ پورب رفتہ است در آنجا ہزاراں ہستند کہ بہ تقلید شما ایں عقیدہ را قبول کردہ اند[4]	ابھی تم کہتے تھے کہ تمہاری گمراہی کی شومی گوڑ اور پورب تک پہنچ گئی ہے اور اس جگہ ہزاروں ایسے ہیں جنھوں نے تمہاری تقلید میں یہی عقیدہ قبول کیا ہے۔

گوڑ علاقہ بنگالہ

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدوی مذہب گوڑ دار الملک بنگال تک پہونچ گیا تھا اور یہ بعید از قیاس نہیں اس لئے کہ سلطان حسین شرقی اور ان کی جماعت امام مہدی علیہ السلام کی بڑی معتقد تھی، ممکن ہے انہی سلسلہ کے لوگ ہوں یا دوسروں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہو سلطان حسین شرقی کا جونپور سے بنگالہ جانا اس سے قبل جونپور نامہ کے حوالہ سے مذکور ہو چکا۔ شارح مخزن الدلائل نے حدیث یملاء الارض کے ذیل میں یہ لکھا ہے "فی الواقعہ ایمان آرندگان میراں علیہ السلام از سردار

---

[1] تحفۃ الکرام (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۲۶ [2] تذکرہ صفحہ ۴۱ [3] مشاہیر اسلام (طبع لاہور ۱۹۳۶ء) صفحہ ۱۰۹ [4] تحقیقات اکبری (مطبوعہ) مجلس اول صفحہ ۹

واز ہر ملک بودند. چنانچہ از ملک پورب و گوڑ مالوہ و گجرات و خاندیس و برار و دکن و عرب و ہند و خراسان و ہمچنان اہل بسیار دیار"
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں اہل گوڑ بھی ہیں۔

بہار

سلیم شاہ کے حکم کی بناء پر میاں شیخ علائی، شیخ بدہ طیب کے ہاں بہار بھیجے گئے تھے، اس کا ذکر مہدوی مبلغین کے ذیل میں ہو چکا
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہار میں بھی مہدوی مذہب کی تبلیغ ہوئی ہے۔

جون پور

(الف) رشیدیہ مناظرہ کی مشہور کتاب ہے اس کے مصنف دیوان رشید مصطفیٰ، شاہ جہاں کے معاصر ہیں ان کا یہ شعر متولیان خانقاہ رشیدیہ (واقع جون پور) کے زبان زد ہے۔

بازاست در مہدی و تان در بدرائید ما مہدویانیم شما مدعیانید

(ب) صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمد کے عنوان کے ذیل میں مہدویوں کے بارے میں یہ لکھا ہے۔
"جمعے را کہ بر ایں عقیدہ بودند باد لہائے بریان و چشمان گریاں یافتم" یعنے اس عقیدہ کی ایک جماعت کو میں نے دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔ صاحب جون پور نامہ نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ انہوں نے کہاں کے مہدویوں سے ملاقات کی بہر حال جونپور مہدویت سے بیگانہ نہ تھا۔ صاحب جونپور نامہ نے "عقائد نامہ سید میراں حبیو بن میاں سید سلام اللہ" من وعن نقل کیا ہے اور جونپور نامہ شہر جونپور ہی میں لکھا گیا ہے جیسا کہ اس مقدمہ میں مذکور ہے۔ جو رسالہ صاحب جونپور نامہ نے نقل کیا ہے وہ حضرت سید میراں جی عرف سید و میاں صاحب مرشد الزماں کا رسالہ فرائض ہے، جونپور نامہ کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس کے ۱۳ سطری سات صفحوں پر یہ رسالہ مشتمل ہے، واضح ہو کہ حضرت سید میراں جی کا مدفن جل گاؤں علاقہ برار ہے اور سال وفات ۱۱۱۷ھ رسالہ فرائض یا تو برار میں لکھا گیا ہوگا یا حیدر آباد میں۔ بہر حال جونپور نامہ کی تصنیف سے سو سال پہلے اس کی تصنیف عمل میں آئی تھی۔

صاحب خاتم سلیمانی نے یہ روایت کی ہے۔

در بلدۂ پر نور جون پور حوالی مسجد کھوکری خانہ ہائے مہدویان قدر سی صد بودند۔ (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

بلدۂ پر نور جون پور میں مسجد کھوکری کے اطراف مہدویوں کے تین سو گھر تھے۔

چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک مہدویت جون پور میں متعارف تھی، شیخ مظہر حسین جون پوری (المتوفی ۱۳۱۱ھ) کا یہ شعر راقم نے شیخ عبداللہ العمادی جون پوری سے سنا ہے۔

چوں دور مہدوی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

الہ آباد

مولف مآثر الامرا نے ابوالفتح خاں دکنی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ میاں سید الہداد کے فرزند میاں سید ابوالفتح کو خانخاناں نے

مانک پور کا جاگیر دار اور الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا تھا، مآثر الامرا، کی عبارت یہ ہے۔

خانخانان مقدم اورا گرامی داشتہ منصب پنج ہزاری تجویز فرمودہ صاحب طبل و نقارہ گردانید پس ازآں بہ تیولداری مانک پور وصوبہ داری الہ آباد مامور گشتہ درآں دیار نامے بہ شجاعت و مردانگی برآوردہ[1]

خانخانان نے سید ابوالفتح کی تشریف آوری کو عزیز سمجھ کر پانچہزاری منصب تجویز کر کے صاحب طبل و نقارہ بنایا اس کے بعد مانک پور کی جاگیرداری اور الہ آباد کی صوبہ داری پر مامور ہو کر شجاعت اور مردانگی میں نام کیا۔

مولف مآثر الامرا نے بیان کیا ہے کہ سید ابوالفتح خاں نے سال ہشتم جہانگیری یعنے ۱۰۲۳ھ میں تہانہ کو تہلیر میں بیمار ہو کر پور ماندل میں وفات پائی۔ میاں ابوالفتح خاں مہدوی تھے اس لئے مولف مآثر الامرا نے ان کے حالات کے ذیل میں مہدوی مذہب کا بھی حال لکھا ہے مگر غلط مثلاً امام مہدی علیہ السلام کی دعوت کا سال ۹۶۰ھ لکھا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مہدوی مذہب کے ایک مقتدیٰ سے بھی ملاقات کی تھی۔ مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے۔ "مولف ایں اجزا را بایکی از مقتدایان ایں طائفہ اتفاق صحبت افتاد[2] یعنے ان اجزا کے مولف کو اس جماعت کے ایک مقتدیٰ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔

صاحب شواہد الولایت نے بھی باب ۳۴ میں ابوالفتح خاں کا ذکر کیا ہے۔

میاں ابوالفتح کہ (از) امرائے پنج ہزاری حاتم زماں در سخاوت شدہ بودند و اکثر و اغلب لشکر ایشاں مصداق حضرت امام آخر زماں بودند۔

میاں ابوالفتح جو پنج ہزاری امرا سے تھے سخاوت میں حاتم زماں تھے، ان کی اکثر اور اغلب فوج امام آخر زماں کی مصداق تھی۔

صاحب شواہد الولایت نے اسی باب میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ آپ امام علیہ السلام کے داماد میاں ابوبکر مہاجر کی اولاد سے ہیں۔

توزک جہانگیری میں ابوالفتح خاں سے متعلق یہ مذکور ہے۔

ابوالفتح خاں دکنی

ابوالفتح خاں دکنی کہ از امرائے معتبر عادل خاں بود قبل ازیں بدو سال دولت خواہی اختیار نمودہ خود را داخل اولیائے دولت قاہرہ ساختہ در دہم امرداد بہ ملازمت آمد و منظور عنایت و تربیت گشتہ بہ شمشیر و خلعت سرافرازی یافت و بعد از چند روز اسپ خاصہ نیز بدو مرحمت نمودم[3]

ابوالفتح دکنی جو عادل خاں کے معتبر امرا سے تھا اس سے دو سال قبل اطاعت اختیار کر کے اس نے خود کو اولیائے دولت قاہرہ میں داخل کیا دسویں امرداد کو مصاحبت میں آیا، منظور عنایت و تربیت ہو کر شمشیر و خلعت سے سرافراز ہوا، چند روز بعد میں (یعنی جہانگیر) نے اسپ خاصہ بھی اس کو مرحمت کیا۔

ابوالفتح خاں کا جاگیردار اور صوبہ دار ہونا توزک جہانگیری میں اس طرح مذکور ہے۔

ابوالفتح خاں دکنی در سرکار مانک پور و آں حدود جاگیر یافتہ بود مرخص گشت کہ ہم سرانجام جاگیر خود و بحفظ و حراست آں ملک قیام نماید[4]

ابوالفتح خاں دکنی نے سرکار مانک پور اور اس حدود میں جاگیر پائی تھی، اجازت دی گئی کہ اپنی جاگیر کا کام سرانجام بھی دے اور اس ملک کی محافظت اور نگہبانی کرے۔

---

[1] مآثر الامرا (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۱۴ [2] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۱۵۔ [3] توزک جہانگیری قلمی [4] توزک جہانگیری۔

تذکرۃ الصالحین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میاں ابوالفتح بن میاں الہداد بن میاں ابوالفتح بن میاں ابوبکر ہیں (باب دوم)۔

جائس علاقہ لکھنؤ

ملک محمد جائسی ہندی کے مشہور شاعر بھی مہدوی تھے صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے۔

ملک محمد جائسی ..... لقب او محقق ہندی است مرید و خلیفہ شیخ الہداد خلیفہ محمد مہدی است انچہ از کلام وے مفہوم میگردد ہمیں است در کتب خود مدح بسیار کردہ [1]

ملک محمد جائسی ان کا لقب محقق ہندی ہے محمد مہدی (حضرت مہدی علیہ السلام) کے خلیفہ شیخ الہداد کے مرید و خلیفہ ہیں ان کے کلام سے جو مفہوم ہوتا ہے یہی ہے، اپنی کتابوں میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا کے بیان کے مطابق ملک محمد جائسی کا مہدوی ہونا خود ان کی کتابوں سے ثابت ہے لیکن کتاب "ملک محمد جائسی"، تصنیف سید کلب مصطفیٰ جو انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے ۱۹۴۱ء میں شائع کی گئی ہے اس میں ملک محمد جائسی کا مذہب صفحہ (۲۹) پر اور ان کے مذہبی معتقدات صفحہ (۳۱) پر مذکور ہیں مگر ان کی مہدویت پردۂ خفا میں رکھی گئی۔

جائسی نے پدماوت میں اپنے مرشدوں کا سلسلہ اس طرح بیان کیا ہے۔

میرا معشوق سید اشرف اور پیر
ہیں ان کے شیخ برہان مرشد و پیر
وہ الہداد پیران کے نکو ہیں
ہوئے سید محمد ان کے مخدوم

سکھائے اس نے مجھ کو راہ تاثیر
جو لائے راہ پر مجھ کو بہ تاثیر
جو دنیاوں میں روشن سرخرو ہیں
کیا صحبت نے کامل نیک مقسوم [2]

تیسرے شعر میں میاں الہداد رضؓ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں بیان کیا ہے کہ شیخ برہان کالپی کو تین دن میں مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیا تھا، اس کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے۔

صاحب شجرۂ چشتیہ کے بیان سے بھی آپ کا سلسلہ بندگی میاں الہداد سے ملتا ہے، خزینۃ الاصفیا میں مذکور ہے۔

صاحب شجرۂ چشتیہ میگوید کہ وے بہ آخر عمر ارادت بخدمت الہ داد آورد دور اندک زماں از کاملین وقت شد [3]

صاحب شجرۂ چشتیہ کا بیان ہے کہ وہ یعنے ملک محمد جائسی اخیر عمر میں الہ داد کے مرید ہوئے اور تھوڑے ہی زمانہ میں کاملین وقت سے ہو گئے۔

جائسی کی شاعری عرفان کا مخزن مانی گئی ہے یہ سب مہدویہ تعلیم کا اثر تھا۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

پدماوت، چیناوت، چترادت، کھروانامہ، مورای نامہ، کھرانامہ، مہرانامہ وغیرہ (نزہتہ الخواطر الجزء الرابع ص ۳۲۷)

خزینۃ الاصفیا میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملک محمد جائسی اکبر بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے، یہ حد درجہ خمیدہ پشت ہو گئے تھے، بادشاہ ان کو دیکھ کر ہنس پڑا تو محمد جائسی نے کہا اے بادشاہ تم برتن پر ہنستے ہو یا کمہار پر، بادشاہ نے یہ بات سن کر

---

[1] خزینۃ الاصفیا (طبع مطبع نولکشور) جلد اول ص ۴۷۳ [2] پدماوت ترجمہ اردو صفحہ ۲۸، ۴ (طبع نولکشور ۱۸۷۳ء) [3] خزینۃ الاصفیا (طبع نولکشور) جلد اول ص ۴۷۳۔

ان کی فطانت کی بڑی تعریف کی (خزینۃ الاصفیا جلد اول صـ۴۷۳)

صاحب نزھتہ الخواطر نے ان سے متعلق یہ لکھا ہے۔

کان من الشعراء المفلقین فی اللغۃ الھندیۃ[1]۔ ❊ ہندی زبان کے نادرہ گو شاعروں میں سے تھے۔

ایران و توران میں جو درجہ مولانا روم کا ہے وہی درجہ ہندوستان میں ملک محمد جائسی کا ہے۔

پروفیسر عصمت اللہ جاوید نے یہ لکھا ہے۔

"بہر حال یہ طے شدہ امر ہے کہ جائسی فرقہ مہدویہ کے پیرو تھے"[2]

امیٹھی

ملک محمد جائسی نے امیٹھی میں وفات پائی ہے اس لئے آپ کے خاندان کا آخر عمر میں جائس سے امیٹھی جانا ثابت ہے۔ گوری سری سرن واستو نے "ہندی کے نقش اولین" کے عنوان کے ذیل میں جائسی کے متعلق یہ لکھا ہے "امیٹھی کے راجہ نے اس کی بہت قدر کی جائسی نے امیٹھی میں انتقال کیا وہاں اب تک اس کی قبر موجود ہے"[3]

مراد آباد

سراج الابصار کا ایک نسخہ ہمارے پیش نظر ہے جو مراد آباد میں لکھا گیا ہے اس کا سال کتابت ۱۱۹۱ھ (بہادر شاہی سکہ) ہے اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "کاتب فقیر حقیر سید خضر ولد سید رستم ابن سید میاں جی مہدوی بخاری سکنہ مراد آباد" فقیر حقیر سید خضر کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ سیدزادہ مذکور وہاں کے مرشدوں میں سے تھے' اس سے وہاں دائرہ مہدویہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے' کاتب نے سراج الابصار کی نقل کی ہے۔ اس سے ان کا صاحب علم و صاحب استعداد ہونا بھی ظاہر ہے۔

رسالہ شرح آیات مصنفہ میاں عبدالغفور سجاوندی کا ایک نسخہ بھی ہمارے پیش نظر ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ہے۔

"کاتب فقیر حقیر اضعف عباد اللہ سید خضر ولد سید رستم ابن سید میاں مہدوی سکنہ بلدہ مراد آباد متصل حویلی نواب طاہر خاں رستم خاں دکنی و متصل حویلی شیخ محمد مفتی بتاریخ بست و ششم از شعبان المعظم سنہ ۱۱۲۸ھ وجلوس فرخ شاہی سنہ"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مراد آباد میں مہدویوں کی حویلیاں تھیں' نواب رستم خاں دکنی' سید الیاس شرزہ خاں بیجاپوری کے بیٹے ہیں جیسا کہ مآثر الامرا میں مذکور ہے (جلد ۲ صفحہ ۵۰۲' ۵۰۴) اور نواب طاہر خاں نواسے ہیں نواب رستم خاں دکنی کے۔ شہر مراد آباد میں دریائے رام گنگا کے کنارے جہاں گورنمنٹ اسکول ہے وہیں نواب رستم خاں کی حویلی تھی اور یہ مشہور ہے کہ رستم خاں کے محلات زیر زمیں ہیں۔

منقول ہے کہ جب مراد آباد کی صوبہ داری رستم خاں دکھنی کو دی گئی تو دکن کے مہدوی جوان کے ذکر تھے قبائل کے ساتھ مراد آباد آ گئے۔

---

[1] نزھتہ الخواطر الجزء الرابع صـ۳۲۷ [2] رسالہ نگار بابتہ دسمبر ۱۹۶۱ء صـ۱۲ [3] رسالہ اردو (جولائی ۱۹۴۳ء) صفحہ ۳۱۶۔

سنبھل

صاحب تاریخ سلیمانی نے میاں سید کریم اللہ کے فرزند میراں صاحب میاں کے متعلق یہ لکھا ہے ۔

میراں صاحب میاں نوکر بادشاہ دہلی بودند با پانصد سوار ضلع دار بمحل مراد آباد یعنے بلاد مذکور در جاگیر و تصرف شاں بود و ہم در آں ملک کار آمدند [1]

میراں صاحب میاں بادشاہ دہلی کے نوکر تھے پانسو سواروں کے ساتھ بمحل مراد آباد کے ضلع دار تھے یعنی مذکورہ علاقہ ان کی جاگیر میں تھا اور ان کے قبضہ میں اسی ملک میں وہ کام آئے ۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شاہانِ دہلی نے بھی مہدویوں کو ذمہ دارانہ خدمت دی تھی ۔

بدایوں

یہ بھی مہدویت سے بیگانہ نہیں تھا، ملا عبدالقادر بدایونی نے کتاب نجات الرشید میں مہدویوں کے حالات یہیں لکھے ہیں میر محمد حسین آزاد نے ان کے احوال میں لکھا ہے "وطن میں جا کر ایک کتاب لکھی کہ "نجات الرشید" اس کا تاریخی نام ہے [2] اور یہ ان کی وفات ۱۰۰۴ھ سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے ۔

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے قول حق میں یہ لکھا ہے ۔

"ملا عبدالقادر بدایونی نے خود شیخ علائی کو دیکھا تھا ان کے باپ سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے معتقد تھے ۔" (قول حق طبع لکھنؤ صفحہ ۱۱۹) اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بدایون میں بھی امامؑ کے معتقدین تھے ۔

آگرہ

(الف) میاں شیخ مبارک ناگوری نے برسوں آگرہ میں رہ کر علوم عربیہ کی تعلیم دی ۹۵۰ھ سے آپ آگرہ میں قیام پذیر تھے آپ بھی مہدوی تھے اس کا ثبوت مبلغین مہدویہ کے ذیل میں دیا جا چکا ہے آگرہ میں مہدوی مذہب کی جو تبلیغ ہوئی اس کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلیم شاہ سوری کے رشتہ دار بھی مہدوی ہو گئے تھے ۔

(ب) فرشتہ نے لکھا ہے کہ ملا عبداللہ سلطان پوری نے سلیم شاہ سے یہ کہا "تمام لشکر تو باو گرویدہ اند چنانچہ خویشان تو نیز در خفیہ بمذہب او در آمدہ اند" [3] یعنے تیری تمام فوج شیخ علائی کی معتقد ہو گئی ہے چنانچہ تیرے رشتہ دار بھی پوشیدہ طور پر مہدوی ہو گئے ہیں ۔

(ج) ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کیا ہے کہ اس نے عبداللہ قندھاری کے ساتھ دیائے آگرہ کے اس طرف شیخ بہاالدین مفتی کے محلہ میں شیخ ابوالفتح گجراتی سے ملاقات کی تھی انہوں نے حدیث قوم یذکرون اللہ حفتھم الملائکۃ وعلیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ (ایسے لوگ ہوں گے جو ذکر الٰہی کریں گے فرشتے ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان کو طمانیت حاصل ہو گی اور اللہ ان کا ان میں ذکر کرے گا جو اس کے پاس ہیں) پڑھی اور ذکر کی تلقین کی، بدایونی پر جو اثر ہوا اس نے

---

[1] تاریخ سلیمانی (قلمی) ریاض اول، چمن چہارم گلشن پنجم [2] دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۴۵۳ [3] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد اول صفحہ ۲۳۲ ۔

اس طرح بیان کیا ہے۔

وچندگاہ چنین بود کہ ہر صدا و ندائے کہ سمع مرا قرع می کرد ذکر پنداشتم

ایک مدت تک ایسا رہا کہ جو آواز اور ندا میرے کان سے ٹکراتی تھی اس کو میں ذکر سمجھتا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ تاثیر سلسلہ مہدویہ کی تعلیم کی تھی۔ بدایونی جیسے شخص پر میاں شیخ ابوالفتح گا اس طرح اثر ہوا تو عامۃ الناس پر کیا کچھ اثر نہ ہوتا ہوگا میاں شیخ ابوالفتح گجراتیؒ کے متعلق بدایونی نے یہ بھی لکھا ہے۔

داماد حضرت سید محمد جون پوری قدس اللہ سرہٗ العزیز امامیر را ندیدہ وایں نسبت بعد از رحلت میر واقع شدہ بسیار صاحب جلال و کمال بودہ و بوضع سلسلہ مہدویہ ثابت قدم و با استقلال بود [1]

حضرت سید محمد جون پوری قدس اللہ سرہ العزیز کے داماد ہیں لیکن میر کو نہیں دیکھا اور یہ نسبت میر موصوف کی رحلت کے بعد واقع ہوئی شیخ ابوالفتح بڑے صاحب جاہ و جلال اور صاحب کمال تھے۔ سلسلۂ مہدویہ کے طریقہ پر راسخ ثابت قدم اور با استقلال تھے

(د) سلیم شاہ بھی مائل بہ مہدویت تھا، اس کو غلط باور نہ کرایا جاتا تو وہ بھی مہدوی ہو جاتا، مخدوم الملک نے سلیم شاہ کے خاطر نشین کر دیا تھا کہ شیخ علائیؒ نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ مہدوی مذہب کے ایک مبلغ تھے، ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

سلیم شاہ فریفتۂ بیان و کلام او شدہ گفت کہ تفسیر معانی قرآن می کردہ باشی و پیغام بہ شیخ داد کہ ازیں دعویٰ کہ مہدی موعودی باز آئی و آہستہ در گوش من ازیں سخن انکار کن کہ من ترا بر قلمرو خویش محتسب الٰہی میگردانم [2]

سلیم شاہ شیخ علائی کے بیان اور کلام پر فریفتہ ہو گیا اور کہا کہ معانی قرآن کی تفسیر کرتے رہو اور شیخ علائی کو پیام دیا کہ اس دعوے سے کہ میں مہدی موعود ہوں باز آؤ اور آہستہ میرے کان میں اس سے انکار کر دو تاکہ میں تمہیں قلمرو میں محتسب الٰہی بنا دوں

خاتم سلیمانی میں یہ مذکور ہے

در شہر آگرہ در کچی پل اولاد میاں شیخ محب اللہ مہاجر است خانہ ہائے مصدقان زیادہ از دو صد بودند (گلشن ابراہیم چہارم)

شہر آگرہ محلۂ کچی پل میں میاں شیخ محب اللہ مہاجر کی اولاد ہے اور مصدقین کے دو سو سے زیادہ گھر تھے

بیانہ

میاں شیخ عبداللہ نیازی افغان نے بیانہ میں دائرہ مہدویہ قائم کیا تھا۔ صاحب منتخب التواریخ نے یہ لکھا ہے۔

چوں شیخ سلیم مرتبۂ اول کہ از حج کہ براہ خشکی رفتہ بود۔ تشریف آورد و رخصت مکہ معظمہ طلبید شیخ طومارے مشتمل بر ذکر مشائخ و اہل اللہ کہ از ولایت عرب و عجم و ہند دیدہ بود نوشتہ دادو در اکثر بلاد سیر

جب شیخ سلیم خشکی کے راستہ سے حج کر کے پہلے مرتبہ آئے تو شیخ عبداللہ نیازی افغان نے ان سے مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہی شیخ نے انہیں ایک طومار دی جس میں عرب و عجم کے ان اہل اللہ اور مشائخ کا ذکر تھا جن سے شیخ سلیم نے ملاقات کی تھی شیخ عبداللہ

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۱۷۰ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۰۸۔

کردہ این طبقات مشائخ را دریافت وصحبت یاران میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ کہ دعوی مہدیت کردہ بود بہ گجرات ودکن پیوستہ آخر ہماں طریقہ اختیار کردہ چند گاہے در بیانہ در عہد سلیم شاہ بطریقے کہ سابقا مذکور گشت در زاویۂ خمول وگمنامی بہ بے تعینی وبے تکلفی صرف نمودہ[1]

نیازی افغان اکثر شہروں کی سیر کرکے ان مشائخ سے ملے، گجرات ودکن میں میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ (جنھوں نے مہدیت کا دعوی کیا تھا) کے اصحاب سے ملکر وہی طریقہ اختیار کیا اور کچھ مدت بیانہ میں سلیم شاہ کے زمانہ میں جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہوا گوشۂ گمنامی میں بے تعینی اور بے تکلفی سے بسر کی۔

میاں شیخ علائی کی وجہ سے بیانہ مہدوی مذہب کی تبلیغ کا زبردست مرکز ہوگیا تھا اور سینکڑوں آدمی اپنے عزیز واقربا سے جدا ہوکر دائرہ مہدویہ میں آنے لگے میاں شیخ علائی کے احوال کے ذیل میں ملا عبدالقادر بدایونی نے یہ بیان کیا ہے۔

برادر از برادر وشوہر از زن مفارقت گزیدہ دائرہ مہدویہ درآمدہ راہ فقر وفنا پیش می گرفتند[2]

بھائی بھائی سے اور شوہر بیوی سے جدا ہوکر دائرہ مہدویہ میں آکر فقر وفنا کا طریقہ اختیار کرتا تھا۔

صاحب طبقات اکبری کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیانہ کے بعض حکام بھی مہدوی ہوگئے تھے، طبقات اکبری کی عبارت یہ ہے "از حکام شہر ہر کہ موافق او می بود در امداد او می کوشید"[3] یعنی شہر کے حکام میں جو ان کے موافق ہوتا ان کی مدد کرتا ملا عبدالقادر بدایونی نے اسی سلسلہ میں یہ لکھا ہے "از حکام شہر ہر کہ موافق مذہب ومشرب ایشاں بود در امداد او می کوشیدند" یعنی شہر کے حکام میں سے جو ان کے مذہب ومشرب کے موافق ہوتا ان کی امداد کرتا (اس کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے)

بسا ور

ملا عبدالقادر بدایونی نے یہیں میاں شیخ علائی کو دیکھا تھا۔

زمانے کہ از بیانہ بہ قصبۂ بسا ور آمد جامع ایں اوراق را پدر مرحوم بملازمت او برد از بس خورد سالی صورت او مانند خوابے وخیالے در متخیلہ من ماندہ[4]

جس زمانے میں شیخ علائی بیانہ سے قصبۂ بسا ور میں آئے ان اوراق کے جامع (یعنی ملا عبدالقادر) کو والد مرحوم ان کی خدمت میں لے گئے بہت کمسن تھا اسی وجہ سے انکی صورت خواب وخیال کے مانند میرے ذہن میں رہ گئی۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ میاں شیخ علائی بسا ور میں بھی مقیم رہے ہیں خود اس سے ثابت ہے کہ بسا ور میں بھی مذہب مہدویہ کی تبلیغ ہوئی ہے۔

دہلی

(الف) ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میاں شیخ علائی نے میاں شیخ عبداللہ نیازی افغان کے ہاتھ پر دین مہدی کی تصدیق کی ہے لیکن صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ہشتم چمن سوم میں میاں شیخ علائی کے احوال میں بیان کیا ہے کہ جب بندگیمیاں لاڑ شاہ صحابی مہدی دہلی تشریف لے گئے ہیں تو میاں شیخ علائی نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جب تک بندگیمیاں لاڑ شاہ دہلی میں رہے میاں شیخ علائی بھی آپ کی خدمت میں تھے اور جب یہ گجرات آگئے تو میاں شیخ علائی میاں شیخ عبداللہ نیازی افغان

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم ص ۴۵ [2] منتخب التواریخ جلد اول ص ۳۹۸ [3] طبقات اکبری (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ) ص ۲۳۷ [4] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۹

کے دائرہ میں آگئے۔ صاحب تاریخ سلیمانی کے الفاظ یہ ہیں۔ "تا حضرت در آنجا تشریف داشتند پیوستہ در خدمت عالی فیض اندوز بودند وچوں حضرت در گجرات قدوم سعادت لزوم آوردند شیخ رجوع بدائرہ عبداللہ نیازی بردند" تاریخ سلیمانی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میاں شیخ علائی نے بحث ومباحثہ کے بعد مہدوی مذہب قبول کیا ہے سلیمانی کی عبارت یہ ہے۔

پس شیخ آنچہ سوالہا واشکالہا پیش آورد ند از آنحضرت جواب بر جستہ وباصواب وذہن نشین یافتند وبالکل یقین عالی درست شدہ در انکار موجب کفر دانستہ فی الفور تصدیق نمودہ۔ (گلشن ہشتم چمن سوم)

جب شیخ علائی نے سوالات اور اشکالات پیش کئے تو بندگی میاں لاڑ شاہؒ سے دل نشین، برجستہ اور باصواب جواب پائے جب انہیں پوری طرح یقین ہوگیا کہ انکار کفر کا موجب ہے فوراً تصدیق کرکے تلقین سے مشرف ہوئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میاں شیخ علائی نے دہلی میں مہدوی مذہب کی تبلیغ شروع کردی تھی چنانچہ شیخ علاء الدین دہلوی نے جو استفتا پیش کیا تھا وہ اور اس کا جواب جو میاں شیخ علائی نے عربی میں دیا ہے قوم میں متداول ہے۔

(ب) مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ علامہ جمال الدین دہلوی نے امام مہدی علیہ السلام کی ولایت کے اثبات میں ایک کتاب لکھی تھی۔ تذکرہ کی عبارت یہ ہے "مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل وشواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے۔" (صفحہ ۱۳) اور جمال الدین دہلی میں رہتے تھے۔ تذکرہ میں ان کے باب میں مذکور ہے کہ "اس طرح گویا مولانا جمال الدین بدو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے، مولانا موصوف دہلی میں رہتے تھے اور درس علوم نقلیہ وعقلیہ میں استاد وقت تسلیم کئے جاتے تھے علی الخصوص علوم دینیہ کی تدریس میں اپنا مدمقابل نہیں رکھتے تھے۔ درس وتدریس کے ساتھ ارشاد وطریقت کا سلسلہ بھی ان سے قائم وجاری تھا اور دور دور سے لوگ آکر فیض یاب ہوتے تھے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۱، ۱۲)

(ج) شاہ برہان نے فراہ مبارک سے اپنے ایک معاصر مقیم تگریہ (علاقہ جے پور) کے نام ایک خط لکھا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دہلی میں بھی مہدوی آباد تھے۔ مکتوب کی عبارت یہ ہے۔

از سامانہ بہ لاہور بتاریخ جمادی الاولیٰ رسیدیم ودر آنجا خواستہ بودیم کہ جان خود بنام حضرت مہدیؑ کنیم کہ یک کتابت بادشاہ لاہور را بنویسیم بسبب آں مصدقان آنحضرتؑ را در دہلی منکران آزار رسانیدہ بودند لیکن خواست فقیر باتقدیر موافق نیامد پانزدہ روز در لاہور ماندہ بودیم۔

سامانہ سے لاہور ماہ جمادی الاولیٰ میں پہنچے اور اسی جگہ ہم نے چاہا تھا کہ اپنی جان حضرت مہدی علیہ السلام کے نام قربان کریں۔ اور ایک خط بادشاہ لاہور کو لکھیں کیوں کہ دہلی میں منکرین نے حضرت مہدی علیہ السلام کے مصدقین کو تکلیف دی تھی لیکن فقیر کی خواہش تقدیر کے موافق نہیں آئی ہم پندرہ روز لاہور میں مقیم رہے۔

بندگی میاں شاہ برہان ۱۰۵۲ھ میں فراہ مبارک پہنچے ہیں اس لئے یہ خط اسی سال یا اس کے بعد لکھا گیا ہوگا اس زمانہ میں بھی دہلی میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سرہند علاقہ پنجاب

میاں شیخ عبداللہ نیازی افغان رح نے یہیں دائرہ مہدویہ قائم کیا تھا بعض کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے دائرہ میں

سوبیت حاصل کرنے والے اٹھارہ سونفوس تھے۔

صاحب نزھتہ الخواطر نے آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

الشیخ الکبیر عبد اللہ النیازی المھدوی ..... السرھندی احد دعاۃ مذھب المھدویہ کان من مشاھیر اھل الھند[1]

شیخ کبیر عبداللہ نیازی مہدوی سرہندی مذہب مہدویہ کے ایک مبلغ اہل ہند کے مشاہیر سے تھے۔

بن۔ میاں شیخ علائی بن علاقہ پنجاب میں شہید کئے گئے۔ دربار اکبری میں مذکور ہے کہ "سلیم شاہ پنجاب ہی میں دورہ کر رہا تھا بن کے مقام میں لوگ پہونچے۔ میاں کاسر بمہر خط پڑھکر پھر میاں شیخ علائی کو پاس بلایا ..... چپکے سے کہا کہ "تنہا در گوش من بگو کہ ازیں دعوی تائب شدم و مطلق العنان و فارغ باش" میاں شیخ علائی نے جواب بھی نہ دیا جب اس نے کسی طرح نہ مانا تو مایوس ہو کر مخدوم سے کہا تو دانی وایں، انہوں نے فوراً حکم دیا ہمارے سامنے کوڑے مارو۔ بیماری کے سبب سے کوئی رمق ہی جان باقی تھی تیسرے ہی کوڑے میں اس بے گناہ کا دم نکل گیا" (دربار اکبری طبع لاہور ۱۸۹۸ء صفحہ ۷۸۹)

ملا عبدالقادر بدایونی نے انہیں واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بعد ازاں جثہ نازک او را بہ پائے پیل بستہ پارۂ در اردو گردانیدند و حکم فرمودند تا قالب او را دفن نسازند و موکلاں گماشتند[2]

اس کے بعد ان کے نازک جسم کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر کچھ دور لشکر گاہ میں گھمائے اور حکم دیا کہ ان کی لاش دفن نہ کی جائے اور اس پر آدمی متعین کر دیئے۔

"موکلاں گماشتند" (آدمی متعین کر دیئے) کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ سلیم شاہ کو اندیشہ تھا کہ وہاں کے ہندی ان کو دفنا دیں گے۔

لاہور۔ بندگی میاں شاہ برہانؒ کے ایک مخلص نواح لاہور میں رہتے تھے، بندگی میاں شاہ برہان نے ایک خط میں لکھا ہے۔ "اگر کتابتے فرستادن می خواہید بہ لاہور ہدیہ اللفائی[3] نزد برادرم عزیز مخلص عبدالمحمد نوشتہ برسانند کہ در اینجا برسد" اگر خط بھیجنا چاہتے ہو تو لاہور میں میرے برادر عزیز مخلص عبدالمحمد کے ہاں لکھ بھیجئے اس جگہ یعنی قراہ پہنچ جائے گا۔

جہنی علاقہ لاہور۔ شیخ داود جہنی کے رہنے والے تھے اسی سے جہنی دال مشہور ہو گئے۔ مولوی ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں آپ کے باب میں یہ لکھا ہے "لیکن تذکرۃ الواصلین کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ پر مہدی ہونے کا بھی گمان کیا جاتا تھا اور مخدوم الملک نے اس کو بنائے مخالفت و فتنہ انگیزی قرار دیا تھا" آگے چل کر کہتے ہیں "علاوہ برایں حضرت شیخ عبداللہ نیازی اور شیخ علائی کے واقعہ میں بھی ان کی رائے مخدوم الملک وغیرہ علمائے دربار کے موافق نہ تھی اور جو سلوک ان بزرگوں کے ساتھ کیا گیا اس کو سخت ظلم و فساد قرار دیتے تھے، اخبار الاخیار کے ایک اشارے سے بھی اس کی کچھ کچھ تصدیق ہوتی ہے[4]"

تذکرۃ الواصلین کے حوالہ سے مولوی ابوالکلام آزاد نے یہ بھی بیان کیا ہے "لیکن حضرت شیخ محمد داؤد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بعض علمائے وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطان پوری کو حضرت شیخ سے سخت حسد و عناد تھا، سبب اس کا یہ تھا کہ شیخ موصوف پر میر سید محمد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت منکشف ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحب مدارج و مقامات عالیہ میں سے ہیں[5]"

---

[1] نزھتہ الخواطر الجزء الرابع صفحہ ۲۱۲ [2] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۴۰۵ [3] حرف صورت نویسی کی گئی ہے۔ [4] تذکرہ صفحہ ۲۵۔ [5] تذکرہ صفحہ ۱۳

شیر گڈھ ۔ صاحب بحر زخار نے لکھا ہے کہ شیخ داؤد جہنی وال نے ۹۷۲ھ میں وفات پائی ہے اور ان کا مدفن شیر گڈھ نواح پنجاب میں خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔ ان کا طریق زندگی یہ تھا کہ نذر و فتوح جو گھر میں جمع ہوتی ایک دم اللہ کی راہ میں لٹا دیتے، بوریا اور مٹی کے کوزہ کے سوا اپنے ہاں کچھ نہ رکھتے"[1]

سامانہ ۔ بندگی میاں شاہ برہان نے شواہد الولایت کے باب ۴۰ میں مہاجرین کے تابعین کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ " در سامانہ میاں علاء الدین دور مورثی میاں شیخ مصطفیٰ بن عبدالرشید" میاں علاء الدین مہاجرین کے تابعین سے ہیں اس لحاظ سے ان کا سامانہ میں دائرہ قائم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ میاں سید بڈھ، بندگی میاں لاڑ شاہ کی صحبت میں رہے ہیں، آپ کا دائرہ سامانہ میں تھا بہت سی مخلوق اور بعض امرا، آپ کے مرید اور معتقد تھے، آپ سے ارادت رکھنے والوں میں بیرم خاں بنجہاری امیر بھی تھا۔ سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہے۔

نارنول ۔ بندگی میاں شاہ برہان نے نارنول، سامانہ اور لاہور میں تبلیغ کی ہے۔ دفتر دوم کے آخر میں اپنے حالات میں لکھا ہے " از ملک گجرات بولایت مارواڑ واز مارواڑ بہ ڈھونڈار واز ڈھونڈار بہ نارنول واز نارنول بہ سامانہ بہ بلدہ لاہور آمدیم"[2]

رسالہ دلائل المہدویت (سن تالیف ۱۰۹۹ھ) کا ایک نسخہ جو ۱۱۲۱ھ کا مکتوبہ ہے، ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے۔

"تمام شد این رسالہ بخط فقیر المرتجی الی حضرت المہدی حبیب اللہ المہدوی ولد محمد شفیع ساکن نارنول" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی ہجری تک بھی نارنول میں مہدوی آباد تھے۔ یہ مقام اجمیر سے قریب ہے۔

ملتان ۔ (الف) صاحب انتخاب المواعید نے باب یازدہم میں بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے احوال میں لکھا ہے۔

پس بندگی میاں بعد از آمدن حج میاں حاجی را خلیفہ خود کردہ کتابت نوشتہ دادہ بہ ملتان فرستادند میاں مذکور چند سال در ملتان خلق را ارشاد کردند، ہژدہ علما بعد از مطالعہ کتابت بندگی میاں روی بتصدیق آوردند واز دست میاں حاجی تصدیق مہدی کردہ تلقین شدند و دیگر بسیار کساں از فیض میاں حاجی مستفیض شدند۔

پس بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے حج سے آنے کے بعد میاں حاجی کو اپنا خلیفہ بنا کر ایک مکتوب لکھکر ملتان روانہ فرمایا۔ میاں حاجی نے چند سال ملتان میں مخلوق کو ہدایت کی اٹھارہ علما، بندگی میاں کے مکتوب کا مطالعہ کرنے کے بعد تصدیق کی طرف متوجہ ہوئے، میاں حاجی کے ہاتھ پر امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی اور تلقین ہوئے اور دوسرے بہت سے لوگ میاں حاجی سے مستفیض ہوئے۔

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی شہادت ۹۳۰ھ میں ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ مکتوب ۹۳۰ھ سے قبل ملتان بھیجا گیا تھا۔

(ب) بندگی میاں شاہ برہان نے شواہد الولایت کے باب ۴۰ میں یہ لکھا ہے" در ملتان میاں شاہ جلال الدین کہکہ" یعنی ملتان میں میاں شاہ جلال الدین کہکہ رہتے تھے، یہ بھی مہاجرین کے تابعین سے ہیں۔ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کا ایک خط میاں شیخ محمد ملتانی کے نام ہے[3] اس سے ثابت ہے کہ ملتان میں بھی مہدوی آباد تھے۔

دھمتوڑ ۔ خاتم سلیمانی میں یہ روایت کی گئی ہے۔

---

[1] بحر زخار (قلمی) ص ۹۳۹ تذکرہ فارسی نمبر ۲۲۸ ۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [2] دفتر دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم [3] مکتوبات میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی مطبوعہ ۱۹ مکتوب نہم۔

آنجا مقبرہ میاں شیخ بھیک مہاجر مہدی است و صاحب سجادہ آں میاں مراد، برادرش دھنکا نامی اند دیگر ایں پرگنات در عہد جہانگیر بادشاہ پیشکش بہ حضور رسانیدہ ملازمت نمودند ایں کیفیت در جہانگیر نامہ مشہور است [1]

اس جگہ میاں شیخ بھیک مہاجر مہدی کا مقبرہ ہے، اور وہاں کے صاحب سجادہ میاں مراد، ان کے بھائی میاں دھنکا نامی ہیں اور یہ پرگنات جہانگیر بادشاہ کے عہد میں نذر دے کر مصاحبت اختیار کی اور یہ سب کیفیت جہانگیر نامہ میں مشہور ہے۔

صاحب خاتم سلیمانی نے جہانگیر نامہ کے حوالہ سے دھمتوڑ کا ذکر کیا ہے۔ جہانگیر نامہ سے مراد اقبال نامہ جہانگیری ہے اور صاحب اقبال نامہ نے جلوس جہانگیری کے چودھویں سال کے واقعات کے ذیل میں یہ عنوان دیا ہے۔

توجہ رایات عالیات بہ صوبہ کشمیر بار اول [2] ❊ متوجہ ہونا رایات عالیات کا کشمیر کی طرف پہلی دفعہ۔

مذکورہ عنوان کے تحت رئیس دھمتوڑ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

احوال مردم دھمتوڑ نیز برایں قیاس باید کرد در زمان حضرت آشیانی شاہ رخ نامی زمیندار دھمتوڑ بود دریں تاریخ بہادر نام پسر اوست .....

اہل دھمتوڑ کے احوال کا بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے حضرت عرش آشیانی کے زمانے میں شاہ رخ نامی دھمتوڑ کا رئیس تھا، اس تاریخ میں (یعنی ان دنوں) بہادر نام اس کا بیٹا ہے .....

وایں ہا پیوستہ دولت خواہ آمدہ اند [3]

یہ لوگ ہمیشہ دولت خواہ رہے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ رئیس دھمتوڑ نے اطاعت قبول کر لی تھی۔

ٹائمز گزیٹیر جو ۱۸۹۹ء میں لندن سے شائع ہوا ہے، اس میں "دھمتوڑ" سے متعلق یہ مندرج ہے۔

Dhumtaur or Damtaur, a valley in the Punjab, Hazara dist. [4]

یعنی دھمتوڑ یا دمتوڑ ایک وادی ہے ضلع ہزارہ علاقہ پنجاب میں۔ یہیں پر ایبٹ آباد بسایا گیا جیسا کہ سید غلام حسین شاہ کاظمی نے بیان کیا ہے۔

"انگریزی عہد کے ابتدائی دور میں یہی صدر مقام تھا، اس لئے یہ مقام ہزارہ معروف ہوا ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) میں دھمتور کو پھاونی کیلئے انتخاب کیا گیا کیونکہ یہ ضلع کے وسط میں واقع ہے، اس جگہ کو میجر جیمس ایبٹ نے یوں بھی پسند کیا تھا کہ یہاں کی آب و ہوا سرد اور معتدل ہے، انہی کے نام پر ایبٹ آباد کی بنیاد رکھی گئی۔" [5]

جہانگیر بادشاہ کا براہ دھمتوڑ، کشمیر جانا، محمد صالح کنبو لاہوری نے اس طرح بیان کیا ہے۔

بنا بر رغبتی کہ بہ سیر کشمیر داشتند لاہور را از دست چپ گزاشتہ از راہ پکلی و دمتور کہ دور ترین مسالک است چوں برف نداشت متوجہ مقصد شدند [6]

اس رغبت کی بناء پر جو شہر کشمیر کے لئے رکھتے تھے، لاہور کو بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑ کر پکلی اور دمتور کی راہ سے جو دور ترین راستہ ہے، چونکہ برف نہیں تھی، مقصد کی طرف متوجہ ہوئے۔

---

[1] خاتم سلیمانی گلشن دوازدہم صفحہ چہارم [2] اقبال نامہ فارسی قلمی [3] اقبال نامہ فارسی قلمی۔

[4] The Times Gazetteer of the world (Edited by G.G. Chisholm)

[5] ماہ نو [6] عمل صالح مؤلفہ بشاہجہان نامہ اشاعت کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔

ڈیرہ اسماعیل خاں ۔ اصل میں یہ دائرہ اسماعیل خاں ہے چنانچہ صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے ۔

افغانان ڈھونڈار برائے اشتر ائے ختلی ترکی از دائرہ اسماعیل خاں وشکارپور بیشتر شدہ بخراسان رسیدہ بودند[1]

ڈھونڈار کے افغان ختلی ترکی گھوڑے خریدنے کے لئے دائرہ اسماعیل خاں اور شکارپور سے آگے بڑھ کر خراسان پہنچ گئے تھے ۔

لفظ " دائرہ " بتا رہا ہے کہ یہ علاقہ بھی ہندویوں کا مرکز رہا ہے ۔

کابل ۔ شواہد الولایت کے باب ۳۵ میں مذکور ہے " میاں عبدالغنی کہ بطرف کابل ساکن بودند و بطرف قندہار قصد ایشاں در محل آن یاد خواہم کرد " یعنے میاں عبدالغنی جو اطراف کابل میں مقیم ہو گئے تھے اور ان کا قندہار کی طرف جانا اپنے موقع پر ذکر کروں گا ۔ خود بندگی میاں شاہ برہان شہر کابل گئے ہیں اس کا حوالہ ترکستان کے ذیل میں دیا جائے گا ۔

صاحب تاریخ ہندویان نے یہ لکھا ہے ۔

سید عبدالوہاب سجاوندی ہندوی قلعہ دار کابل بودند[2]

سید عبدالوہاب سجاوندی ہندوی کابل کے قلعہ دار تھے ۔

بدخشان ۔ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اپنے مباحثہ کی مجلس اول کی روئداد میں علمائے مخالف کا یہ قول نقل کیا ہے " در بدخشاں نیز فتنہ شما رفتہ است[3] " بدخشاں میں بھی تمہارا فتنہ پہنچ گیا ہے ۔ یعنی ہندوی مذہب بدخشاں تک پہنچ گیا ہے ۔

ترکستان و ایران تاراس قماری

غور ۔ بندگی میاں شاہ برہان نے اپنے ایک معاصر کے موسومہ خط میں لکھا ہے ۔

یک شہرے است غور نام درمیان کابل و بلخ در آنجا رسیدیم از جہت معذوری مرکب ہا چہار پنج روز ماندیم خطیب غوری ملاقات کردہ محبت بسیار اظہار نمودہ بعد از اظہار معاملت ہندیت حضرت علیہ السلام یک شخص معتبر محمد حسین چغتہ و میاں سلیمان ہندی با فہم و ادراک تصدیق کردند ۔

کابل اور بلخ کے درمیان غور نامی ایک شہر ہے ۔ مرکب کی معذوری کی وجہ سے چار پانچ روز وہاں رہ گئے ۔ خطیب غوری نے ملاقات کر کے بہت محبت کا اظہار کیا حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا اظہار کرنے کے بعد ایک معتبر شخص محمد حسین چغتائی اور میاں سلیمان ہندی نے جو صاحب فہم و ادراک تھے امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ۔

اس خط سے ثابت ہے کہ غور میں مہدوی تھے اور بندگی شاہ برہان کی تبلیغ سے اور لوگ بھی مہدوی ہوئے ۔

بلخ علاقہ ترکستان ۔ بندگی میاں شاہ برہان نے بلخ اور ماروجاق میں بھی مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہے دفتر دوم کے آخر میں اپنے احوال میں لکھتے ہیں ۔

ماروجاق

از کابل بہ شہر دار السلطنت ترکستان یعنی بلخ واز بلخ بہ ماروجاق واز ماروجاق بہ شہر ہریو ۔ ۔ ۔ ۔ آمدیم[4]

کابل سے ترکستان کے دار السلطنت یعنی بلخ میں آئے بلخ سے ماروجاق اور ماروجاق سے شہر ہرات میں آئے ۔

اندخود ۔ بندگی میاں شاہ برہان نے اپنے ایک خط میں بیان کیا ہے ۔

---

[1] خاتم سلیمانی گلشن دوازدہم چمن چہارم [2] تاریخ مہدویان انسٹرومنٹل ریکارڈ آف حیدرآباد نمبر (۵۵) [3] تحقیقات اکبری مطبوعہ مجلس اول ص ۹ [4] دفتر دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم ۔

مقدمہ سراج الابصار

بعداز پنج یا شش روز بہ شہر اندخود (اندخود) رسیدیم درا اینجا دو راہ می شود یکی بہ مشہد می رود و یکی بہ ہرات در اینجا کم و زیاد ہژدہ روز اقامت کردہ شد، انچہ حسب المدعا سوال و جواب در اثبات مہدیت بقدر حوصلہ خود معلوم بود بعون اللہ و حسن توفیق بصدقہ حضرت مہدی علیہ السلام و صدیقین وے اظہار کردیم باوجود کم زیادہ صد رسالہ حجت برابر فقیر بود در آنجا گذراندیم حق آگاہ است کہ بسیار منصفان از علما وغیرہ بلا تعصب و عناد تفہیم شدہ تصدیق کردند و اکثر و اغلب ساکت ماندند و بعضے کسان مخالفت کردند، جواب دادن نتوانستند معلوم باد کہ در باب تصدیق امام علی التحقیق از یک راہ از اہل ہند و خراسان منصف و نرم یافتم۔

پانچ چھ دن کے بعد شہر اندخود میں پہنچے، اس جگہ دو راستے ہیں، ایک مشہد کو جاتا ہے اور ایک ہرات کو وہاں کم و بیش اٹھارہ روز مقیم رہے حسب مدعا سوال و جواب اثبات مہدیت میں اپنے حوصلہ کے موافق معلوم تھے اللہ کی مدد اور اس کے حسن توفیق اور امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے صدیقین کے صدقہ سے ہم نے ظاہر کیے، کم و بیش ایک سو رسالے اثبات مہدیت میں جو فقیر کے ساتھ تھے وہاں گذرانے خدا جانتا ہے، علما وغیرہم میں سے بہت سے انصاف پسندوں نے جن میں تعصب اور عناد نہ تھا سمجھ کر تصدیق کی، اکثر و اغلب ساکت تھے، بعض نے مخالفت کی لیکن جواب نہ دے سکے، واضح ہو کہ امام علی التحقیق کی تصدیق کے باب میں ایک حیثیت سے میں نے یہاں کے لوگوں کو ہندوستانیوں اور خراسانیوں کے مقابلے میں انصاف پسند اور نرم دل پایا۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں شاہ برہان کی تبلیغ سے اندخود میں بھی لوگ تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔

ہرات

اس سے قبل علمائے ہرات کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ملا علی فیاض فراہ سے ہرات گئے اور ان کی گواہی پر ملا شاہنگ شیخ الاسلام اور مرزا سلطان حسین نے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی، میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے الزام دینے کے لئے علمائے مخالف کا قول اثنائے بحث میں اس طرح دہرایا ہے "ایں زمان ما را می گفتید ..... در ہرو و فراہ و قندہار ایں جماعت ہستند[1]" یعنی ابھی تم ہم سے کہتے تھے کہ ہرات فراہ اور قندھار میں یہ جماعت ہے۔

بندگی میاں شاہ برہان بلخ سے مارو جاق گئے وہاں سے ہرات آئے دفتر دوم کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ازمارو جاق بہ شہر ہرو و از شہر ہرو کہ دار السلطنت خراسان است بولایت فراہ آمد در یک ہزار و پنجاہ و دو سال ہفتم ماہ رمضان بوقت میان نماز شام و ہفتن بشرف زیارت ..... ولایت پناہ حضرت امام محمد المہدی مشرف شدیم[2]

مارو جاق سے شہر ہرات اور ہرات سے جو خراسان کا دار السلطنت ہے ولایت فراہ میں آئے ۱۰۵۲ھ رمضان کی ساتویں تاریخ مغرب اور عشاء کے درمیان ولایت پناہ حضرت امام محمد المہدی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

متذکرۂ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ ہرات میں بھی مہدوی مذہب کی تبلیغ ہوئی ہے۔

فراہ مبارک

(الف) علمائے ہرات کے ذیل میں نجات الرشید کی عبارت درج کی جا چکی ہے جس سے فراہ کی بیشمار مخلوق کا حضرت

---

[1] تحقیقات اکبری صفحہ ۹۔ [2] دفتر دوم رکن ۱۲ باب ۱۔

مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ خود امام مہدی علیہ السلام کا قیام فراہ میں دو سال پانچ ماہ رہا جیسا کہ بندگی میاں عبدالرحمٰنؒ کے مولود میں مذکور ہے۔

(ب) حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد ایک سال تک بندگی میاں سید محمودؓ اور دیگر اصحاب مہدیؑ فراہ میں مقیم تھے، اس زمانہ میں بھی بے شمار مخلوق نے دین مہدیؑ کی تصدیق کی ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۵ میں یہ روایت کی ہے۔

بندگی میراں سید محمودؓ مع جماعت اکثر صحابہ حضرت مہدی موعود در جوار روضۂ مبارک آں حضرت ساکن بودند و در زمانۂ آں حضرت بسیار کسان تصدیق امام آخر الزماں کردہ اند کہ عدد شش خدا داند۔

بندگی میاں سید محمودؓ اکثر اصحاب مہدیؑ کے ساتھ امام علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی ہمسایگی میں مقیم تھے، آپ کے زمانہ میں بہت سے لوگوں نے امام آخر الزماں کی تصدیق کی ہے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے

بندگی میاں شاہ برہان الدین نے شواہد الولایت کے باب ۴۰ میں ان تابعین مہاجرین کا ذکر کیا ہے جو فراہ میں مشہور تھے۔

"در ولایت فراہ امیر سید اسمٰعیل بن امیر سید خلیل اللہ ابن امیر سید احمد ابن امیر سید عبد اللہ مشہور بودند و بندگی میاں قطب الدین کہ احوال خود بہ میاں شاہ دلاورؓ نوشتہ بودند" یعنے ولایت فراہ میں امیر سید اسمٰعیل مشہور تھے اور بندگی میاں قطب الدین بھی جنھوں نے اپنے حالات بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے نام لکھ بھیجے تھے۔

(ج) بندگی میاں شاہ برہان کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے ایک زمانہ بعد بھی فراہ کے حکام بعض معتقد اور بعض مہدوی رہے ہیں۔ شواہد الولایت کے باب ۳۸ میں لکھا ہے کہ تقریباً ۹۸۱ھ میں بندگی میاں شہاب الحق کے دور میں شاہ قاسم عراقی حاکم فراہ نے گنبد مبارک کی تعمیر کا آغاز کیا، اس کے بعد یگان سلطان حاکم فراہ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور یگان سلطان کے بڑے بھائی شیخ برجی نے میاں محمد زکریا کے خلیفہ میاں محمد لشتوی کے ہاتھ پر دین مہدیؑ کی تصدیق کی اور ایک کتاب موسوم بہ "مرأۃ العشاق" تصنیف کی، شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے "برادر کلان یگان سلطان شیخ برجی تصدیق امام علی التحقیق کردہ بدست میاں محمد لشتوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ میاں محمد زکریا بودہ اند مریدشدہ کتاب مرأۃ العشاق تصنیف کردہ است" صاحب شواہد الولایت نے ایک خط میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مرأۃ العشاق میں حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔

(د) بندگی میاں شاہ برہان نے شواہد الولایت کی ابتدا میں یہ لکھا ہے۔

"قاضی ابوالقاسم مرحوم و مغفور و قاضی بدرالدین فراہی زاد اللہ محبۃ الی اللہ و استغناہ عما سوی اللہ بامین فقیر احقر الناس بارہا بطریق التماس معلوم کردہ اند کہ اگر چند جزو بہرہ مند پسند باحق پیوند در باب سیر حضرت خاتم سرور امیر البر والبحر امام محمد مہدی موعود علیہ السلام بودے بہتر بودے"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قاضی ابوالقاسم اور قاضی بدرالدین فراہی نے حضرت سے التماس کی کہ امام مہدی علیہ السلام کی زندگی کے حالات لکھے جائیں، اسی بنا پر کتاب شواہد الولایت لکھی گئی۔ ابوالقاسم کے نام کے ساتھ "مرحوم و مغفور" لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تصنیف کے وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاہ برہان کے زمانہ میں بھی فراہ کے علماء اور قاضی مہدوی تھے۔

(ھ) قراہ کے بعض علمار نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے اثبات میں رسالے لکھے ہیں صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۲ میں یہ لکھا ہے۔

واضح باد کہ (از) علمائے عامل وفقہائے کامل شیخ صدرالدین خراسانی تصدیق امام ربانی کردہ اند و نیز ملا حاجی محمد دہی کہ کامل بودند در باب اثبات مہدیت چند رسالہ ہا تصنیف فرمودہ اند کہ یکی از آں رسالہ در باب حجت امام الابرار ہم در ایں دیار مشہور است۔

واضح ہو کہ شیخ صدرالدین خراسانی نے جو علمائے عامل اور فقہائے کامل سے تھے امام ربانی کی تصدیق کی ہے اور ملا حاجی محمد دہی نے بھی جو کامل تھے اثباتِ مہدیت میں چند رسالے لکھے ہیں ان میں سے ایک رسالہ جو امام الابرار کی مہدیت کے اثبات میں ہے اس علاقہ میں مشہور ہے۔

(و) بندگی میاں شاہ برہان نے قراہ کے بعض چشم دید واقعات بیان کئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کے بعض شیعی حکام اور امراء بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے معتقد تھے شواہد الولایت کے باب ۳۵ کے اواخر میں مذکور ہے۔

اکثر امراء وملوک اثنا عشر معتقد ایں آستانہ شدند وکارہائے بزرگ چو گنبد علی منظر وحوض سرپوش و خانقاہ بزرگ و سقایہ و در مسجد کلاں بنا کردند و بندہ وغلام ایں جانب میگویا نیدند وانچہ معاملہ بہ حضور ایں فقیر حقیر سگ آستانہ حضرت امیر دیدہ شدہ است اگر تفصیل کنم عبارت دراز می شود مختصر کردیم۔

اکثر اثنا عشری امراء اور ملوک اس آستانہ کے معتقد تھے۔ گنبد علی منظر، حوض سرپوش، بڑی خانقاہ، سقایہ، دروازہ مسجد کلاں کی تعمیر کے جیسے بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں خود کو اس آستانہ کا بندہ اور غلام کہتے تھے، جو معاملات اس حقیر فقیر یعنے سگ آستانہ امیرؑ نے دیکھے ہیں اگر تفصیل سے لکھے جائیں تو عبارت طویل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم نے مختصر کر دیا۔

(ز) بندگی میاں شاہ برہان کے زمانہ تک اصحاب مہدیؑ کے مکانوں کے آثار قراہ مبارک میں باقی تھے شواہد الولایت کے باب ۳۵ میں مذکور ہے۔

اکنوں در ایں زماں نشان خانہ ہائے مہاجران وحجرہ ہائے ایشان علیہم الرضوان در اینجا ظاہر است و نشان خانہ ہائے بی بی ملکان رضی اللہ عنہا معروف و باہر است

اب اس زمانہ میں مہاجرین کے گھروں اور حجروں کے آثار اس جگہ پائے جاتے ہیں اور بی بی ملکانؓ کے گھر کے آثار مشہور اور ظاہر ہیں۔

شاہ برہان نے بی بی ملکانؓ کے گھر کی نشانیوں کے لئے معروف کا لفظ استعمال کیا ہے غالباً اس کی شہرت اس بنا پر ہوگی کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی رحلت بی بیؓ ہی کے گھر میں ہوئی ہے۔

خراسان اور مہدوی مذہب کی تبلیغ

بندگی شاہ برہان نے شواہد المہدویت میں یہ بیان کیا ہے۔

اے عزیز باتمیز آنہا کہ علمار باللہ ورثۃ الانبیار تارک الدنیا وریا بودند بعد از ــــ حق بحکم دلائل حق را قبول کردند کہ عد و ندارد و اگر نام ہائے ایشاں نوشتہ شود یک کتاب مطول گردد و ہزار در ہزار ہم ہستند کہ نام ایشاں را نمی دانند

اے عزیز باتمیز وہ لوگ جو علمار باللہ، انبیار کے وارث دنیا اور ریا کے تارک تھے اظہار حق کے بعد دلائل کی بنار پر حق کو انہوں نے قبول کیا، ان کا شمار نہیں، اگر ان کے نام لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے اور ہزاروں ایسے ہیں ان کے نام بھی نہیں جانتے ہیں

مثلاً میاں عبداللطیف خلیفہ میاں درویش ہروی مہاجر حضرت مہدیؑ چوں بہ طرف عجم رفتند از تاثیر فیض ایشاں بسیاراں مستفید شدند و بہ شرف تصدیق مہدی مشرف گشتند و بہ لقب شیخ العجم مشہور است نیز بندگی میاں احمد خلیفہ میاں عبدالغنی کہ مہاجر مہدیؑ بودند و نیز تابع نشاں ملا رکن الدین قندھاری و نیز بندگی میاں محمد حسین مرشد بندگی میاں پشتوی و مریدشاں شیخ برجعلی بیگ کہ عالم عامل و کامل بودند و اکثر بست و دو جلد تصنیف کردو بہ مثل شاں علمائے کامل الزماں مصدق خلیفۃ الرحمٰن کہ در ملک خراسان شدند و در ولایت ہندوستان نام و نشانِ ایشاں نہ شنیدہ شد۔

مثلاً میاں عبداللطیف خلیفۂ میاں درویش ہروی مہاجر حضرت مہدیؑ جب یہ عجم کی طرف گئے تو ان کے فیض کی تاثیر سے بہت سے مستفید ہوئے اور تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہوئے میاں عبداللطیف شیخ العجم کے لقب سے مشہور ہیں۔ نیز بندگی میاں احمد خلیفۂ بندگی میاں عبدالغنی جو مہاجر مہدی تھے، نیز ان کے تابع ملا رکن الدین قندھاری نیز بندگی میاں محمد حسین مرشد بندگی میاں پشتوی اور ان کے مرید شیخ برجعلی بیگ کہ عالم کامل اور عامل تھے، اور بائیس ۲۲ جلدوں سے زیادہ ان کی تصانیف ہیں اور ان کے جیسے علمائے کامل الزماں جو خلیفۃ الرحمٰنؑ کے مصدق تھے ملک خراسان میں ہوئے ہیں اور ہندوستان میں ان کا نام و نشان نہیں سنا گیا۔

اس سے ثابت ہے کہ قندہار اور ہرات کے بڑے بڑے علما امام علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوئے اور ان کے تابعین نے بھی علاقہ خراسان میں دین مہدیؑ کی تبلیغ کی ہے۔

میاں درویش ہروی، مہاجر مہدیؑ ہیں، آپ کے خلیفہ میاں عبداللطیف نے عجم میں دین مہدیؑ کی تبلیغ کی ہے اسی بنا پر آپ شیخ العجم کے لقب سے مشہور ہیں۔

علمائے مہدویہ جو خراسان میں گزرے ہیں وہ بھی صاحب تصانیف کثیرہ تھے مثلاً میاں برجعلی بیگ جن کی تصانیف کی تعداد بائیس ۲۲ سے بھی زیادہ ہے کامل الزماں مانے جاتے تھے

شیخ برجعلی بیگ بندگی شاہ برہان کے معاصرین اور مخلصین سے ہیں شاہ برہان نے آپ کے متعلق یہ لکھا ہے۔

اے عزیز باتمیز مخلص قدیم محب برحق مستقیم اسمہ شیخ برجی خالصا مخلصا لوجہ اللہ در نعت مرشد خود بندگی میاں محمد پشتوی رحمۃ اللہ علیہ در مدح امام آخر الزماں بطریق ظاہر و عیاں چند غزل نیکو گفتہ است دُرہائے بے بہا سفتہ (شواہد المہدویت)

اے عزیز باتمیز قدیم مخلص اور محب جو حق پر قائم ہیں اور جن کا نام شیخ برجی ہے، انہوں نے مخلصانہ لوجہ اللہ اپنے مرشد بندگی میاں محمد پشتویؒ کی تعریف اور امام آخر الزمان کی نعت میں بطریق ظاہر و عیاں چند اچھی غزلیں کہی ہیں اور دُرِ بے بہا پروئے ہیں۔

شیخ برجی بیگ برجی اور فراہی دونوں تخلص کرتے ہیں جیسا کہ مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

(الف)۔ صادق ترین زمرۂ خدام اویم۔ برجی بصدق ایں سخنم حضر تش گواست۔

(ب)۔ دارد امید آنکہ فراہی ز صادقاں۔ باشد بخاک کوے تو گاں بہ ز تو تیا است

اس سے قبل اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ شیخ برجی نے ایک مثنوی بھی لکھی ہے موسوم بہ مرآۃ العشاق بندگی میاں شاہ برہان نے مرآۃ العشاق سے ایک منظوم حکایت نقل کی ہے جو بندگی میاں قطب الحق والدین فراہی سے متعلق ہے اس سے ایک شعر

ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

زینہار از بہر ایں ویرانہ دہ۔ دامن جانان خود از کف مدہ (دفتر دوم رکن ہفتم باب ششم)

بندگی میاں شاہ برہان نے امام علیہ السلام کے روضہ کی تین دفعہ زیارت کی ہے، تیسری دفعہ جب حاضر ہوئے ہیں تو وہیں مقیم ہو گئے خود کہتے ہیں۔

نعمت دیگر آنکہ ثم من بعد ذالک از قندھار بعون پروردگار سوم بار بشرف زیارت امیر الابرار امام صفار وکبار محمد المہدی علیہ السلام مشرف شدم و چند روز در اینجا اقامت کردہ ایم[1]

دوسری نعمت یہ کہ پھر اس کے بعد قندھار سے پروردگار کی مدد سے تیسری مرتبہ امیر الابرار امام صفار وکبار محمد مہدی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور چند روز سے یہیں مقیم ہیں۔

بندگی میاں شاہ برہان نے اپنے ایک معاصر کو بھی فراہ مبارک آنے کا اس طرح شوق دلایا ہے۔ "بایں موجب عرض کردہ می شود کہ اگر میسر شود البتہ قصد زیارت کنند کہ راہ نزدیک بامن است بطرف ملتان شدہ بیایند کہ اندک راہ است کہ در ایں آمدن البتہ دین حق را نصرت عظیم است"۔

قندھار

(الف) بندگی میاں شاہ برہانؒ نے شواہد الولایت کے باب ۴ میں یہ بیان کیا ہے" در ولایت قندہار از تابعان میاں حاجی محمد مہاجر و میاں سید بڑے و میاں احمدی واز تابعان میاں احمدی میاں جمال محمد و میاں محمد شپتوی الی آخرہ" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قندہار میں تابعین میں سے میاں سید بڑے، حاجی محمد مہاجر اور میاں احمدی تھے اور میاں احمدی کے تابعین میں میاں جمال و میاں محمد شپتوی وغیرہم تھے۔ میاں سید بڑے کے متعلق صاحب شواہد الولایت نے اسی باب میں یہ لکھا ہے۔

"و نیز خلفائے بندگی میاں شاہ نعمتؓ بے شمار اند کہ خصوصاً میاں سید بڑے کہ در قندھار ساکن بودند"۔ یعنے بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے بھی خلفائے بے شمار ہیں خصوصاً میاں سید بڑے جو قندھار میں ساکن تھے۔

خود بندگی میاں شاہ برہان نے قندھار میں مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہے، دفتر دوم میں کہتے ہیں۔

از فراہ کہ خلاصہ ولایت خراسان است بطرف ہندوستان روانہ شدیم ثم من بعد ذلک بقلعہ بس رسیدیم و چند روز در آنجا اقامت کردہ بطرف قندھار روانہ شدیم و چند ماہ در قندھار مقام کردیم و در آنجا گفتگو در باب ثبوت مہدیت حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام وقوع یافت فاما ہیچ کس طاقت رد جواب ندا شتہ اند

فراہ سے جو ولایت خراسان کا خلاصہ ہے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر اس کے بعد قلعہ بس میں پہنچے اس جگہ چند روز مقیم رہ کر قندہار کی طرف روانہ ہوئے اور چند مہینے قندھار میں مقام کیا اور اس جگہ امام مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے اثبات میں گفتگو ہوئی۔ مگر کسی شخص میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔

(ب) میاں سید میراں کے ایک مکتوب سے ظاہر ہے کہ قندہار سے فراہ تک اکثر مہدوی آباد تھے آپ کے مکتوب کی عبارت

---

[1] دفتر دوم رکن دوازدہم باب ہفدہم

یہ ہے "واز قندھار تا فراہ مبارک اکثر مردماں مرید امام علیہ السلام ہستند"

کشیکور علاقہ ایران "ذکر وحدت یا عبادت شہداء جکیگور" کے نام کا ایک فارسی مطبوعہ رسالہ ہمارے پیش نظر ہے، اس کے مصنف پیر بخش قمبر شہادزئی (کلاچی) ہیں یہ رسالہ الیکٹرک لیتھو پرنٹنگ پریس لارنس روڈ کراچی میں چھپا اور مصنف نے اسے ماہ جون سنہ ۱۹۳۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی کشیکور علاقہ ایران میں بھی آباد ہیں۔

مصنف نے گذارش آخری کے عنوان کے تحت یہ عبارت لکھی ہے۔

چیزہائے کہ دریں کتاب راجع بہ طریق و ترتیب نے کریا عبادت مہدویان نوشتہ ام من از طرف خود نہ حرفی زیاد کردام و نہ کم شنیدہ گذشتہ بہ وقت فرصت از مہدویان ریاست پالن پور و کچ مکران و کشیکور ایران و سندھ و سبیلہ تحقیق و تدقیق نمودہ ایں مختصر را نوشتم [1]

جو چیزیں میں نے اس کتاب میں طریق و ترتیب ذکر یا مہدویوں کی عبادت سے متعلق لکھی ہیں اپنی طرف سے ایک حرف نہ زیادہ کیا ہے اور نہ کم، گذشتہ چھ مہینوں میں فرصت کے وقت، ریاست پالن پور، کچ مکران، سندھ، سبیلہ اور کشیکور علاقہ ایران کے مہدویوں سے تحقیق و تدقیق کرکے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ کشیکور علاقہ ایران میں بھی مہدوی آباد ہیں، اس رسالہ میں پیر بخش نے لکھا ہے کہ "قاضی عبداللہ بن محمد سربازی" نے ذکری شیخان کو جو کشیکور کے رہنے والے تھے سنہ ۱۳۵۵ھ میں شہید کرادیا تھا، پیر بخش کی عبارت یہ ہے۔

ذکری شیخان کشیکور سرباز محض عقائد مذہبی صبح یکشنبہ ششم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ از دست ملا عبداللہ بن محمد قاضی سرباز و مقتدیانش کشتہ و شہید شدند [2]

ذکری شیخان کشیکور سرباز محض مذہبی عقائد کی بنا پر یکشنبہ کی صبح کو بتاریخ ۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ ملا عبداللہ بن محمد قاضی سرباز اور اس کے متبعین کے ہاتھ سے مارے گئے اور شہید ہوگئے۔

ذکری شیخان کی شہادت کے بعد "الحاج مولوی نور محمد نوری بن ملک محمد کوہستگی" طہران میں رضا شاہ پہلوی کے حضور میں ملا عبداللہ کے خلاف فریاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے، کراچی آنے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، ذکر وحدت کی عبارت یہ ہے۔

نوری تخلص مرحوم الحاج مولوی نور محمد بن ملک محمد کوہستگی سرباز است کہ راجع بہ سفاکی و غارتگری قاضی عبداللہ بن محمد سربازی نسبت بہ ذکری شیخان کشیکور بر خلاف قاضی مذکور و احتجاجاً ترک وطن گفتہ لعزم سفر طہران بشرف حضور شاہ پہلوی جہت تظلم ہمراہ "شئی شکر بن مقتول شئی گلابی" بہ کراچی آمدند ولے مع الاسف چند روز پس از ورود شاں در اینجا جان شیریں بہ جان آفریں سپردہ بہ رحمت ایزدی پیوست [3]

الحاج مولوی نور محمد بن ملک محمد کوہستگی المتخلص بہ نوری قاضی عبداللہ بن محمد سربازی کی سفاکی اور غارتگری کے خلاف جو ذکری شیخان کشیکور کی نسبت واقع ہوئی، احتجاجاً ترک وطن کرکے طہران میں رضا شاہ پہلوی کے حضور میں فریاد کرنے کے لئے "شئی شکر بن مقتول شئی گلابی" کے ساتھ کراچی آئے لیکن افسوس کہ یہاں آنے کے چند روز بعد اپنی جان شیریں جان آفریں کے حوالے کردی اور رحمت ایزدی سے جا ملے۔

مولوی نور محمد نوری فارسی میں شعر کہتے تھے، یہ صاحب دیوان تھے، ان کے دیوان کا نام "گلشن مکران" ہے جیسا

---

[1] ذکر وحدت (طبع کراچی) صفحہ ۲۳ [2] ذکر وحدت (طبع کراچی) صفحہ [3] رسالہ ذکر وحدت

مصنف "ذکر و حدت" نے بیان کیا ہے، انہوں نے ذکری شیخان کی شہادت سے متعلق ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

خطاب بہ قاضی عبداللہ سربازی قاتل ذکری شیخان عرض تظلم بہ اعلیحضرت پہلوی ناجی ملت ایران۔

ذکری شیخان کے قاتل قاضی عبداللہ سربازی سے خطاب اور فریاد کرنا اعلیحضرت پہلوی کے حضور میں جو ملت ایران کو نجات دلانے والے ہیں۔

اس نظم میں رضا شاہ پہلوی سے یوں خطاب کیا ہے۔

از عدل پہلوی تو اے سایۂ خدائے
بس داد خون ناحق شیخانم آرزوست

اے سایۂ خدا تیرے پہلوی عدل سے
شیخان کے خون ناحق کی داد خواہی کرنا بس میری آرزو ہے

کاشان علاقہ ایران

بندگی میاں شاہ برہان نے قاضی ابوالقاسم فراہی کے نام جو مکتوب لکھا ہے اس سے شہر کاشان میں بھی مہدویوں کا رہنا ثابت ہوتا ہے، مکتوب کی عبارت یہ ہے۔

ایں فقیر حقیر تحقیق کردہ است کہ مرحومی مغفوری قاضی بدرالدین غفر اللہ لہ مرید بدست سید ایوب رحمتہ اللہ علیہ شدہ بودند و میر مذکور معتقد خاص باعتقاد حق و خاتم ولایت صدق بودند و اگر کسے فرضاً و محالاً ایں سخن را درست ندارد تا او را بر دلیل صدق اعتقاد قاضی بدرالدین غفر اللہ لہ ہمیں حجت بس بود کہ جنازۂ خود را از کاشان تا در اینجا آوردن وصیت نمودند زیرا کہ ظاہر الاظہر است کہ ہیچ کس در ایں ولایت خراسان فاضل از حضرت امام موسیٰ علیہ الرضوان نیست کہ در آن خود را داشتن وصیت نمودند مگر حضرت خاتم الولایت کہ نظیر خاتم نبوت است علیہما السلام چونکہ او شان را ایں اعتقاد درست بود تا چنیں وصیت کہ موجب رحمت و مغفرت است فرمودند[1]

اس فقیر حقیر نے تحقیق کی ہے کہ مرحومی مغفوری قاضی بدرالدین غفر اللہ لہ سید ایوب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مرید ہوئے تھے اور میر مذکور اعتقاد حق و خاتم ولایت صدق کے معتقد خاص تھے اور اگر کوئی شخص بفرض محال اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا ہے تو قاضی بدرالدین کے صدق اعتقاد کی دلیل اس کے لئے یہی کافی ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ کاشان سے یہاں یعنی فراہ مبارک لائیں خراسان میں حضرت امام موسیٰ علیہ الرضوان سے کوئی شخص افضل نہیں ہے لیکن قاضی بدرالدین نے اپنا جنازہ وہاں بھیجنے کی وصیت نہیں کی، سوائے حضرت خاتم الولایت کے جو نظیر خاتم نبوت ہیں، چونکہ قاضی بدرالدین کا یہ عقیدہ درست تھا اس لئے انہوں نے ایسی وصیت کی جو موجب رحمت و مغفرت ہے۔

مندرجۂ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ قاضی بدرالدین مرید تھے میاں سید ایوب رحمتہ اللہ علیہ کے۔ قاضی بدرالدین نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ کاشان سے فراہ مبارک بھیجا جائے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مہدوی تھے! ان کا کاشان میں رہ کر یہ وصیت کرنا کہ ان کا جنازہ فراہ مبارک لیجائیں۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہر کاشان میں بھی مہدویوں کی بستی تھی۔

بلوچستان

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال میں لکھا ہے۔

یکی از اصحاب میر کہ شیخ محمد فراہی نام داشت و نسبت او | میر سید محمد جونپوری کی وفات کے بعد ان کے اصحاب میں سے

[1] مجموعہ مکاتیب و رسائل قلمی۔

وبدراو معلوم است بعد از فوت میر در طائفہ بلوچان بر بعضے اقطاعات استیلا پیدا کردہ [1]

شیخ محمد فراہی نام ایک شخص نے جس کے اور جس کے باپ کا نسب اور نسبت معلوم ہے بلوچوں میں بعض علاقوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔

(۲) صاحب خاتم سلیمانی نے مہدوی بلوچوں سے متعلق یہ لکھا ہے۔

موازی سہ دانگ ملک خراسان است و تخت گاہش اصفہان است و قبل ازیں دو دانگ در ضبط ایران بود یک دانگ در تصرف مہدویان کہ از قوم بلوچ اند بود و تخت گاہ بلوچان مذکور بلدۂ کیچ است [2]

(بلوچستان کا علاقہ) ملک خراسان کا نصف ہے اور اس کا دارالحکومت اصفہان ہے، اس سے قبل دو حصے ایران کے قبضہ میں تھے اور ایک حصہ مہدوی بلوچوں کے قبضہ میں تھا اور مذکورہ بلوچوں کا دارالحکومت شہر کیچ ہے۔

چھ دانگ کا ایک دینار ہوتا ہے اس حساب سے بلوچستان کا علاقہ نصف خراسان ہے اور بلوچستان کے دو حصے ایران کے قبضہ میں تھے اور ایک حصہ مہدوی بلوچوں کے تحت تھا۔

(۳) میاں نور محمد بلوچ سے متعلق خاتم سلیمانی میں یہ روایت آئی ہے۔

میاں نور محمد بسا بزرگ و جامع کمالات مسند نشین شدند و چند کرامات از ذات ایشاں در خلق اشتہار داشت و جمعیت یک لک سوار بلکہ بیشتر بہم رسانیدند و ایشاں را چند پسران و دختران شدند یک خداداد دوم مراد [3]

میاں نور محمد بسا بزرگ اور جامع کمالات مسند نشین ہوئے اور چند کرامات ان کی ذات سے مخلوق میں مشہور تھے اور ایک لاکھ بلکہ ایک لاکھ سے بڑھ کر جمعیت فراہم کر لی، ان کے چند لڑکے اور چند لڑکیاں تھیں ایک خداداد دوسرے محمد مراد۔

اس سے ظاہر ہے کہ میاں نور محمد بلوچ مہدوی کی جمعیت ایک لاکھ سوار سے زیادہ تھی۔

اصفہان

(۴) میر بن نور محمد سے متعلق خاتم سلیمانی میں یہ آیا ہے۔

دیگر پرگنہ است سردار آنجا میر ..... بن نور محمد .... مہدوی ہشتاد ہزار خانہ بار را سردار است گاہے بہ ضلع اصفہان می ماند و گاہے بہ ضلع ہندوستان و گاہے بہ ضلع اصفہان می ماند و شش صد یک لک سوار جمعیت دارد [4]

دوسرا پرگنہ ہے جہاں کا سردار میر بن نور محمد مہدوی ہے یہ اسی ہزار گھر کا سردار ہے کبھی ضلع ہندوستان میں رہتا ہے اور کبھی ضلع اصفہان میں رہتا ہے اور تقریباً ایک لاکھ سوار کی جمعیت رکھتا ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ اصفہان کا علاقہ بھی مہدویوں کا مرکز رہا ہے۔

بلوچستان کے دو حصے ہیں، ایک حصہ ایران میں ہے اور ایک حصہ پاکستان میں ہے تقسیم ہند سے پہلے وہ ہندوستان ہی کا جزو تھا۔

مندرجۂ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ مہدوی بلوچستان اور اصفہان کے علاقہ میں لاکھوں کی تعداد میں تھے،

علاقہ فرات۔ صاحب خاتم سلیمانی نے یہ بیان کیا ہے کہ علاقہ فرات میں پانچ ہزار مہدوی سوار موجود ہیں [5]

---

[1] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۸۹ (تصوف فارسی نمبر ۵۶۴) اسیاٹک سنٹرل لائبریری۔ [2] [3] [4] [5] خاتم سلیمانی گلشن دوازدہم چمن چہارم۔

تکیج و مکران

(۱) مکران کا بادشاہ بھی مہدوی تھا اس کے جد اعلیٰ نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی تھی جیسا کہ خاتم سلیمانی میں مذکور ہے۔

تخت گاہ بلوچان مذکور بلدۂ تکیج است و ملکش مکران و قبل ازیں شاہ آنجا سلطان احمد مہدوی بن سلطان زاہر بن سلطان پیر دل خاں بن سلطان فتح خاں بن سلطان میر مندو بن سلطان میر کمال شاہ دانشمند کہ بذات حضرت میراں آوردہ و تصدیق نمودہ است (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

مذکورہ بلوچان کا دارالحکومت شہر تکیج ہے اور ان کا ملک مکران ہے، اس سے قبل وہاں کا بادشاہ سلطان احمد مہدوی بن سلطان زاہر بن سلطان پیر دل خاں بن سلطان فتح خاں بن سلطان میر مندو بن سلطان میر کمال شاہ دانشمند جو حضرت میراںؑ کی ذات پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی ہے۔

(۲) حیدر آباد (سندھ) اور مراد آباد دونوں مہدویوں کے بسائے ہوئے ہیں جیسا کہ خاتم سلیمانی میں بیان کیا گیا ہے۔

محمد مراد متصل شہر کاہر مراد آباد آباد گرانیدہ غلام شاہ حیدر آباد آباد نمودہ، بدان اے عزیز تا زمان محمد مراد ہمہ عباسی و بلوچ سرائیاں مہدوی خاصہ بودند (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

محمد مراد نے شہر کاہر سے متصل، مراد آباد آباد کیا اور غلام شاہ نے حیدر آباد بسایا، جان لے عزیز کہ محمد مراد کے زمانے تک تمام عباسی اور بلوچ خاصے مہدوی تھے۔

مذکورہ عبارت میں محمد مراد اور غلام شاہ کا ذکر آیا ہے، خاتم سلیمانی سے ظاہر ہے کہ یہ نادر شاہ کے معاصر ہیں اور نادر شاہ کا سن جلوس ۱۱۴۹ھ ہے[1]

صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن دوازدہم چمن چہارم میں یہ بیان کیا ہے کہ تکیج و مکران کا سلطان بھی مہدوی تھا، میر محراب وہاں کے امراء سے تھے وہ بھی مذہباً مہدوی تھے۔ میر محراب کو عربی، فارسی، ترکی اور پشتو میں کمال حاصل تھا۔ سفر میں میر محراب کی ملاقات ان افغانوں سے ہوئی جو ختلی گھوڑے خریدنے کے لئے ڈھونڈار علاقہ بے پور سے براہ دائرہ اسماعیل خاں و شکار پور، خراسان آئے ہوئے تھے، ان سے پالن پور کا نام سنا تھا، سندھ کی راہ سے پالن پور آئے اور اکابر قوم مثلاً میاں سید طاہر، میاں سید طیب، میاں سید شکر اللہ اور میاں سید کرم اللہ سے ملاقات کی، صاحب تاریخ سلیمانی کے دادا میاں ملک شرف الدین سے بھی ملے، موالید انہیں پڑھنے کے لئے دیئے گئے، کتاب سراج الابصار دی گئی تو اس کی نقل کر لی یہ ۱۱۲۴ھ کا واقعہ ہے۔

قلات

خاتم سلیمانی میں یہ روایت کی گئی ہے۔

در بلدۂ قلات سردار آنجا میر چاکر بن میر خورد مہدوی است[2]

شہر قلات میں وہاں کا سردار میر چاکر بن میر خورد مہدوی ہے۔

قلات، بلوچستان کے تقریباً وسط میں ہے۔

---

[1] تاریخ (سر جان ملکم (طبع بمبئی) جلد دوم ص ۳۵ [2] گلشن دوازدہم چمن چہارم۔

اے بی انصاری نے اپنے اس مضمون میں جو اسلامک اسٹڈیز میں شائع کیا ہے، یہ بیان کیا ہے۔

بلوچستان اور قلات کے ذکری

"The Dhikris, a sub-sect of the Mahdavis are still found in large numbess in the former Baluchistan and Kalat regions"[1]

یعنے ذکری جو مہدویوں کا ایک ذیلی فرقہ ہیں اب بھی سابق بلوچستان اور قلات کے علاقوں میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

لسبیلہ اس سے قبل ذکر وحدت کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ لسبیلہ میں بھی مہدوی ہیں، لسبیلہ بلوچستان کے جنوبی مشرقی گوشہ میں ہے۔

سندھ (الف) صاحب انصاف نامہ نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے" بندگی میاں نعمت در ولایت سند یا دائرہ بہم بودند" یعنے بندگی میاں نعمتؓ سندھ کے علاقہ میں دائرہ کے ساتھ تھے۔

خاتم سلیمانی سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں آدم شاہ کے ساتھ میاں الیاس اور ان کے عم زاد بھائی نے بھی امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے، خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے۔

تخت نشینان ملک سندھ عباسی اند و مہدوی کلوہرہ خطاب است اول میاں الیاس کلوہرہ و پسر عم او و میاں آدم شاہ و بیشتر کرسی و مولد و منشاء ایشاں مسموع نشد و ایں ہر دو خدمت گزار شان میاں الیاس لنگر اجا ایں ہر سہ در دربلدہ ٹھٹہ بذات مبارک حضرت میراں مشرف بہ تصدیق شدہ و در ہجرت ہمراہ جناب ولایت مآب بودند و در فراہ نیز حاضر بودند و بعد از وصال حضرت میراں علیہ السلام ایں ہر سہ در ملک سندھ آمدہ ساکن شدند۔

(گلشن دوازدہم چمن چہارم)

ملک سندھ کے تخت نشین عباسی ہیں اور مہدوی اور کلوہرہ خطاب ہے پہلے میاں الیاس کلوہرہ اور ان کے چچا کے بیٹے اور میاں آدم شاہ، اس سے آگے ان کا کرسی نامہ جائے ولادت اور جائے نشو و نما معلوم نہیں ہوئی، اور یہ دونوں، ان کے خدمت گزار، میاں الیاس لنگر اجا، یہ تینوں شہر ٹھٹھہ میں میراں علیہ السلام کی ذات مبارک سے مشرف بہ تصدیق ہوئے اور ہجرت میں جناب ولایت مآب کے ہمراہ تھے، فراہ میں بھی حاضر تھے اور حضرت میراں علیہ السلام کے وصال کے بعد ان تینوں نے ملک سندھ میں آکر سکونت اختیار کی۔

اس سے ثابت ہے کہ ملک سندھ میں جو تخت نشین تھے نسلاً عباسی تھے اور مذہباً مہدوی۔

صاحب نزھۃ الخواطر نے امامؑ کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

فرحل الی بلاد السند و دخل الناس | پس کوچ کیا انہوں نے سندھ کے شہروں کی طرف اور

---

[1] Islamic Studies.

لکّی علاقہ سندھ

اولاد سید صدرالدین محمد وانی[1] مہاجر مہدی موعود
و روضۂ سید صدرالدین محمد نیز در شہر لکی است[2]

سید صدرالدین محمد وانی مہاجر مہدی موعود کی اولاد اور سید صدرالدین محمد کا روضہ بھی شہر لکّی میں ہے۔

ٹائمز گزیٹیر میں لکّی سے متعلق یہ لکھا ہے۔

"Lakhi, vil., India, Bombay, Sind, district, Karachi, near the W. Bank of the Indus"[3]

یعنے لکّی ایک گاؤں ہے، دریائے سندھ کے مغربی ساحل کے قریب، ضلع کراچی علاقہ سندھ صوبہ بمبئی (ہند) میں۔ انگریزی دور میں سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا۔

تتہ۔ بکر۔ مکلی

(ب) اس سے قبل "دیگر علماء و اہل اللہ" کے ذیل میں (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۲) تحفۃ الکرام کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ علاقہ سندھ میں مہدوی کثرت سے تھے۔ تتہ اور بکر میں مہدوی قاضی مقرر تھے مثلاً قاضی قاضن، اسی طرح مکلی میں پیر آسات مجذوب رہتے تھے۔

(ج) صاحب شواہد الولایت نے باب ۴۰ میں لکھا ہے "در بہکر ولایت، میاں عبداللہ بہکری و میاں ذکریا بہکری مقتدائے کامل و مشہور الاشہر اند" "مقتدائے کامل" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ بہکر میں میاں عبداللہ بہکری اور میاں ذکریا کی اقتدا کرنے والے بھی تھے اور "مشہور الاشہر" سے واضح ہے کہ انہیں بڑی شہرت حاصل تھی۔

(د) میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کا مکتوب دہم میاں عبداللہ بہکری کے نام ہے۔ اس مکتوب کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

بیامے از فقیر بے نوائے — بہ پیرے رہنمائے مقتدائے

اس مکتوب میں میاں شیخ مصطفےٰ نے میاں عبداللہ کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں "آن معدن علوم اسرار و آں سر حلقۂ فرقہ اخیار" (مکتوبات میاں شیخ مصطفےٰ مطبوعہ صفحہ ۲۰)

(ھ) صاحب مآثر الامراء نے خدایار خاں مرزبان سندھ کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ان کے آباء و اجداد لباس درویشی میں بسر کرتے تھے اور سلسلہ طریقت حضرت سید محمد جونپوری سے حاصل کیا تھا۔ مآثر الامراء کی عبارت یہ ہے "اجدادش در لباس درویشی بسری بردند و سلسلہ طریقت از سید محمد جونپوری نیز داشتہ اند"[1] یہ بھی بیان کیا ہے کہ فتح کلات کے بعد خدایار خاں کو شاہجہاں جنگ کا خطاب دیا گیا تھا۔ صاحب مآثر الامراء کے الفاظ یہ ہیں۔

بعد ازیں فتح از پیشگاہ خلافت بخطاب خدایار خاں بہادر | اس فتح کے بعد دربار سلطنت سے خدایار خاں بہادر

---

[1] وانی منسوب ہے وانہ (WANA) کی طرف، وانہ ایک وسیع وادی ہے جس میں وانہ چوکی قائم ہے۔ یہ صدر مقام ہے جنوبی وزیرستان ایجنسی کا جو شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ہے اپریل گزیٹیر [2] خاتم سلیمانی گلشن دوازدہم چمن چہارم۔

[3] The Times Gazetteers of the world

ثابت جنگ ومنصب پنج ہزاری باصل واضافہ وعطیہ نوبت وخلعت فاخرہ بپرایہ امتیاز پوشیدہ درسنہ ہزار ویک صد وچہل وسہ ہجری حکومت صوبہ تھٹہ وسرکار بہکر نیز بوے مقرر شد وجمیع مملکت ترخانیاں مع شئی زوائد در قبضۂ اقتدار او درآمد

ثابت جنگ کے خطاب اور پنج ہزاری منصب اصل و اضافہ کے ساتھ عطائے نوبت ونقارہ وخلعت فاخرہ سے ممتاز ہوئے ۱۱۴۳ھ میں ٹھٹہ اور بکر کی حکومت انہیں دی گئی اور ترخانیوں کی ساری مملکت کسی قدر زاید علاقہ کے ساتھ ان کے اقتدار میں آگئی۔

خدایار خاں اور ان کے خاندان کے حالات مآثر الامراء (طبع کلکتہ) جلد اول میں صفحہ ۸۲۵ سے ۸۲۹ تک مرقوم ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب نادرشاہ بادشاہ ایران نے سندھ کے راستہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہا تو خدایار خاں نے مقاومت کی، نادر کو ناچار کابل کا راستہ اختیار کرنا پڑا مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے "چوں نادرشاہ قصد ہندوستان کرد بخدایار خاں نوشت کہ از جانب ملک خود راہ دہد، خدایار خاں سرا پا یاز زد و درہائے کوہ را مضبوط ساخت، ناچار نادرشاہ از راہ کابل بہ ہندوستان رفت" (مآثر الامرا جلد اول صـ۸۲۸)

(و) صاحب تحفۃ الکرام نے آدم شاہ (سندھی) کے متعلق یہ بیان کیا ہے "آدم شاہ ..... بسند ارشاد مظہر اتم تحقیق واصل معرفت سرمدی میر سید محمد المعروف بہ میراں محمد مہدی جونپوری کہ در جلد ثانی مذکور است روشن نمودہ[1]" یعنے آدم شاہ نے میر سید محمد المعروف بہ میراں محمد مہدی جونپوری جو واصل معرفت الٰہی اور مظہر اتم تحقیق تھے، ان کے ارشاد کی سند کو روشن کیا۔ صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نواب خانخاناں، آدم شاہ کا بڑا معتقد تھا اور آپ سے دعا کا طالب ہوتا تحفۃ الکرام کی عبارت یہ ہے۔ "درآں وقت نواب خانخانان نزد آدم شاہ باستمداد دعا آمدہ والتماس نذرے کرد"[2] یعنے اس زمانہ میں نواب خانخانان آدم شاہ کے ہاں استمداد دعا کے لئے آیا اور نذر قبول کرنے کی التماس کی۔

علاقہ سندھ میں اب بھی مہدوی آباد ہیں۔

موربی علاقہ کاٹھیواڑ میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کے والد بزرگوار میاں عبدالرشید یہیں مدفون ہیں۔ ظفر الوالہ کے حوالہ سے آپ کی شہادت کا ذکر صفحہ (۲۳۷) پر کیا جا چکا ہے۔

گجرات یہاں کے دائروں کو بڑی شہرت حاصل تھی، ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔

شیخ علائی بہ ہمان وضع وحالت کہ داشت با ششصد وہفت صد خانہ دار مردم، بہ امید آنکہ دراں سفر شاید با عیان ومقتدایان ایں طائفہ صحبت داشتہ روش اہل دوائر بداند متوجہ گجرات شد[1]

شیخ علائی اسی وضع وحالت میں چھ سات سو خاندان کے ساتھ اس امید میں کہ اس سفر میں شاید اس جماعت کے اعیان اور مقتداؤں کی صحبت میں رہ کر دائرے والوں کی روش جانیں گجرات کی طرف متوجہ ہوئے۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالرحیم خانخان بھی مہدوی مذہب کا حامی تھا۔ شیخ محمد بن طاہر الغتنی کے

---

[1] تحفۃ الکرام جلد سوم۔ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ (۲۹۹)

احوال میں مذکور ہے۔

امد عنقریب صوبہ گجرات بر عبدالرحیم خانخاناں قرار گرفت و بحمایت او طائفہ مہدویہ باز از کمین برجستند [1]	لیکن عنقریب صوبہ گجرات کی حکومت عبدالرحیم خانخانان کو دیگئی اور اس کی حمایت سے مہدوی جماعت پھر گھات سے نکلی۔

پالن پور یہاں اب بھی مہدوی آباد ہیں، یہاں مہدوی فرمان روا کی حکومت تھی۔

بروودہ ۔ یہاں بھی مہدوی آباد ہیں۔

مولف ختم الہدیٰ نے علاقہ گجرات کے ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں مہدوی آباد ہیں۔ سورت، بھڑونچ۔ بروودہ ڈبوئی، احمد آباد، دھولقہ، چھتالا، دلوانا، بڑگاؤں (ختم الہدیٰ صفحہ ۴۰ طبع بنگلور) اس کے سوا پتھوڑہ جمونسر، نگرہ میں بھی مہدوی آباد ہیں۔

کھنبایت میاں کبیر کھنباتی اور میاں شیخ جیو کھنباتی کے خاندان سے ملا صالح نامی مذہب مہدویہ کے ایک پر جوش مبلغ تھے۔ ان سے متعلق خاتم سلیمانی میں یہ آیا ہے۔

مردے بود با علم و شجاعت ملا صالح نام یک علم بر مسجد فراز نمودہ و بر آں تسبیح از کلمۂ طیب تا آمنا و صدقنا جملہ نوشتہ بود جہت آنکہ اگر کسے را آرزوے بحث و صحت دین باشد تا نزد بندہ رسد۔ (گلشن دوازدہم چمن سوم)	صاحب علم و شجاعت ملا صالح نامی ایک شخص تھے انہوں نے ایک جھنڈا اپنی مسجد پر بلند کر دیا تھا اور اس پر تسبیح کلمۂ طیب سے لیکر آمنا و صدقنا تک پوری لکھدی تھی اس لئے کہ اگر کسی کو بحث و صحت دین کی آرزو ہو تو بندہ کے پاس آجائے۔

کھانبیل بندگی سید شہاب الدین شہاب الحق کا دائرہ یہیں تھا، مرشد المرشدین آپ کا لقب ہے اور یہ لقب بندگی میاں رضؓ کا دیا ہوا ہے، شاہ برہان نے دفتر میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است بندگی میاں سید شہاب الدین را مرشد المرشدین فرمودند (دفتر دوم رکن نہم باب اول)	نقل ہے کہ بندگی میاںؓ نے میاں سید شہاب الدین کو مرشد المرشدین فرمایا ہے۔

صاحب تذکرۃ الصالحین نے آپکے حالات میں یہ لکھا ہے۔

در دائرہ بندگی میاں سید شہاب الدین ہژدہ کس مرشد از خدا بودند کہ ہمہ ایشاں از بندگی ملک الہداد صحبت داشتند و وخدائے را بچشم سر دیدہ بودند ..... و ورائے ایں ہا ہژدہ صد	بندگی میاں سید شہاب الدین کے دائرہ میں اٹھارہ مرشد اہل اللہ سے تھے جنھیں بندگی ملک الہداد کی صحبت حاصل تھی اور چشم سر سے خدا کو دیکھا تھا ..... ان کے سوا اٹھارہ سو

[1] ماثر الکرام صفحہ ۱۹۵ (طبع آگرہ)

کس ازمرد وزن طالب خدا بودند (باب اول) | مرد وزن طالب خدا تھے۔

اس سے آپ کے دائرہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

دفتر شاہ برہان تذکرۃ الصالحین سے مقدم ہے، اس میں یہ مروی ہے۔

عدد خرد وکلاں دائرہ یک ہزار ہشت صد سویت بود۔ (دفتر دوم رکن نہم باب دوم) | دائرہ کے خورد وکلاں کی تعداد ایک ہزار آٹھ سو سویت تھی۔

شاہ برہان کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کو بھی بندگی شہاب الحقؓ سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

میاں شیخ مصطفےٰ ابن شیخ عبدالرشید فرمودہ اند اگر بندہ را بغیر از قبلہ قبلۂ دیگر مخیر سازند بندہ قبلہ بہ طرف کھانبیل می کنیم کہ بندگی میاں سید شہاب الدین در آنجا ہستند ونیز مشار الیہ ترک دائرہ ومرشدی دادہ در صحبت مرشد المرشدین آمدہ بودند (حدیقۃ الحقائق دفتر دوم رکن دہم باب اول) | میاں شیخ مصطفےٰ ابن شیخ عبدالرشید نے فرمایا ہے کہ اگر بندہ کو قبلہ کے سوا دوسرے قبلہ کا اختیار دیں تو بندہ کھانبیل کو قبلہ بنائیگا اس لئے کہ بندگی میاں سید شہاب الدین اس جگہ ہیں نیز مشار الیہ یعنے میاں شیخ مصطفےٰ دائرہ اور مرشدی چھوڑ کر مرشد المرشدین کی صحبت میں آگئے تھے۔

سورت یہاں راقم کے جد امجد بندگی میاں سید عبداللطیف بن میاں سید جلال شہید مدفون ہیں۔ صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ہفتم چمن سوم میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "سالک اکمل تصوف آگاہ دل فصیح اللسان عذب البیان تبعد لدنی حریف میاں سید عبداللطیف"۔ صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں آپ سے متعلق یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ از حکم مرشد در گجرات تشریف آوردند میاں سید راجی محمدی فرمودند کہ بندگی میاں سید عبداللطیف تیرے از ترکش من است کہ در گجرات فرستادہ ام۔ | روایت کی گئی ہے کہ آپ نے مرشد کے حکم سے گجرات میں تشریف لائے میاں سید راجی محمد فرماتے تھے کہ میاں سید عبداللطیف میرے ترکش میں سے ایک تیر ہیں جنھیں میں نے گجرات میں بھیجا ہے۔

آپ، بندگی میاں شاہ برہانؒ کے معاصر ہیں، شاہ برہان نے اپنے دفتر میں آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

"اخوی اعزی برگزیدۂ ملک المتعال میاں سید عبداللطیف بن بندگی میاں سید جلال بن بندگی حضرت امیر سید عبداللطیفؒ ابن بندگی حضرت امیر تشریف اللہ ابن بندگی میاں صدیق مہدی (دفتر دوم، رکن دوازدہم باب ۱۴)

انہیں کے متعلق صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم تفصیل نہم میں لکھا ہے کہ سراج الابصار وغیر زبانی یاد تھی، اخبار الاسرار کی عبارت یہ ہے۔

آنحضرت را طبع وفہم عالی آں چنانکہ رسالہ بندگی میاں ام العقائد وسراج الابصار وغیرہ حفظ اللسان بود ہیچ کس از علماء در ابحاث مقاومت نمی آورد۔ | حضرت کی طبیعت اور فہم عالی ایسی تھی کہ بندگی میاں کا رسالہ ام العقائد اور سراج الابصار وغیرہ زبانی یاد تھے کوئی عالم مباحثہ میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

بمبئی ۔ اس شہر میں بھی مہدوی آباد ہیں ۔

پونہ کسی زمانہ میں یہ بھی مہدویوں کا مرکز رہا ہے، پیشوائی فوج کے روح رواں وہ عرب اور افغان تھے جو اس کے ہاں ملازم تھے ۔ مولف خزانہ رسول خانی نے یہ بیان کیا ہے ۔

در آں وقت ہمراہ رآؤ مذکور چہار ہزار جوانان عرب دہ ہزار سوار مان گری ہمراہ بود [1]	اس وقت رآؤ مذکور کے ہمراہ چار ہزار عرب اور دس ہزار مان گڑی سوار تھے ۔

اس سے ثابت ہے کہ پیشوا کے ہاں عربوں کی بھی فوج تھی ۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ ادعا بھی غلط ہے کہ پونا وغیرہ کی بربادی کے بعد مہدوی حیدرآباد دکن میں آئے اس سے قبل ہم نے اس امر کی توضیح کی ہے کہ مہدوی حیدرآباد دکن میں سلطنت آصفیہ کے قیام سے قبل ہی آباد ہیں ۔

سردار خاں غڑیزی کے متعلق معترض نے جو بیان کیا ہے وہ تاریخی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ سردار خاں غڑیزی حضور نظام کی سوارہ فوج کے افسر تھے، تین سو سوار اور پچیس شتر نال ان کے تحت تھے ۔ سرکار انگریزی کی خواہش پر حیدرآباد کنٹیجنٹ اور حضور نظام کے ایک ہزار سوار پونا پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ۔ حضور نظام کی فوج کے ساتھ سردار خاں بھی تھے ۔ حیدرآباد کنٹیجنٹ کا افسر ڈیوس (DAVIS) یہ چاہتا تھا کہ حضور نظام کی سوارہ فوج قواعد کی حد تک کنٹیجنٹ کے افسر کے تابع رہے سردار خاں کو اس سے اختلاف تھا، غالباً انہیں اندیشہ تھا کہ آئندہ چل کر یہ فوج بھی کہیں کنٹیجنٹ کے تابع نہ ہو جائے ۔ انہوں نے ڈیوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور نواب سکندر جاہ سے عرض کرنے کے لئے حیدرآباد آنے لگے، راجہ چندو لال نے انہیں آنے سے منع کیا، یہ اپنی جاگیر گئے اور اس کے بعد پونا جا کر باجی راؤ کی ملازمت اختیار کی جیسا کہ صاحب رشید الدین خانی نے بیان کیا ہے ۔

" الفنسٹن انگریز جو اس مہم کے لئے چیتا پٹن سے چلا تھا وہ بھی آکر مل گیا، چونکہ انگریزوں کو ہر چہار طرف ہولکر، سندھیا، بھونسلہ پیشوا وغیرہ سے مقابلہ تھا اس لئے انھوں نے چاہا کہ سرکار انگریزی کے طرفداروں کے پاس شناخت کے لئے ایک نشان ہونا چاہیئے ۔ اور نواب نظام الملک بہادر کے سواروں کے قواعد ترپ سواروں کے قانون پر ہونی چاہیئے ڈیوس انگریز جو سیاہ کنٹیجنٹ حیدرآباد کا افسر تھا جب اس بات کو زبان پر لایا سب نے قبول کیا لیکن سردار خاں نام غڑیزی جو ہندوی پٹھان تین سو سوار اور پچیس شتر نال وغیرہ سے جو سرکار دولت مدار کے معزز ملازموں میں سے تھا اس نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور راجہ بھیجر مل کی رفاقت چھوڑ کر حیدرآباد واپس آنے کا ارادہ کیا، راجہ چندو لال نے سن کر اس کو منع کیا، خان مذکور راستہ میں سے لوٹ کے چند روز اپنی جاگیر میں رہا پھر وہاں سے نکل کر پونا میں آیا اور باجی راؤ کا ملازم ہو گیا " الی آخرہ [2] ۔

اس سے ظاہر ہے کہ سردار خاں غڑیزی نے جو کچھ کیا ہے وہ حضور نظام کے وقار کے تحفظ کے لئے تھا ۔ وہ جاگیردار جمعداری یعنی فوج کی

---

[1] خزانہ رسول خانی (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۶۰۶ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد ۔ [2] تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۵۷۱ (مطبع ریاض ہند علیگڈھ) ۔

افسری دونوں سے دست کش ہو گئے لیکن یہ گوارا نہیں کیا کہ نظام کی سوارہ فوج کنٹیجنٹ کے تابع ہو جائے۔

جب سردار خاں غڑی زی پونا گئے ہیں تو پونا بھی پریشانیوں کا مرکز تھا' انگریز باجی راؤ سے گنگا دھر کے قاتل ترنبک راؤ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ انگریزوں کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ باجی راؤ پیشوائی سے بالکلیہ دست بردار ہو جائے۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ بیان بھی صحیح نہیں کہ ترنبک راؤ کے مطالبہ کے باب میں سردار خاں نے وکیل انگریزی سے تلخ کلامی کی تھی[1]

حقیقت یہ ہے کہ انگریز پیشوا کی چار ہزار فوج کو اپنی نگرانی میں لینا چاہتے تھے' اس کی فوج کے دوسرے افسر تو راضی تھے لیکن سردار خاں غڑی زی اس پر راضی نہیں ہوئے جیسا کہ رشید الدین خانی میں مذکور ہے۔

"مالکہم نے اتمام حجت کے لئے باجی راؤ سے ملاقات کر کے کہا کہ آج کل غارت گروں کا بہت غلو ہے چنانچہ ظاہر ہے اور انگریزی اور سرکار نظام الملک کے تمام پرگنہ خراب ہو گئے چار ہزار فوج اگر آپ ہمارے اختیار میں کر دیں تو مناسب ہے کہ وہ شہرہ پشت اپنی سزا کو پہنچیں اور مخلوق کو آفت جانی اور مالی سے نجات ہو۔ راجہ نے کہا بہت اچھا آپ بابو کو کلیا سے جو ہماری ریاست کا مختار ہے کہلا بھیجیں وہ اس کا سرانجام کریگا مالکہم نے عند الملاقات جب مختار ریاست سے حقیقت حال بیان کی اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو قبول ہے لیکن ہمارے ہمراہی لوگ آپ کی رائے پر رضامند نہیں! صاحب بہادر نے کہا کہ وہ آپ کے ملازم ہیں یا خود مختار تو اب نظام الملک بہادر کے لوگ کیسے رضامند ہوئے اور کیوں ہمارے ساتھ ہیں یہ گفتگو ہو کر مجلس برخاست ہوئی۔ سردار خاں مذکور جو عمر رسیدہ شخص تھے بقول بعض اس مجلس میں حاضر تھے اور انہوں نے کہا کہ دیکھئے مہاراج کیا کافر کو مارتے ہیں صاحب بہادر کے کان میں یہ صدا پہونچی تو پھر کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا الی آخرہ"[2]

اس کے بعد الفنسٹن انگریز اس بات کا مطالبہ کرنے لگا کہ سردار خاں بھی ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ مذکورہ بالا واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ سردار خاں باجی راؤ کے وقار کا تحفظ چاہتے تھے' دوسرے سرہٹہ سردار چار ہزار فوج کو انگریزوں کی نگرانی میں دینے پر راضی ہو گئے تھے صرف سردار خاں غڑی زی نے اس سے اختلاف کیا۔

اب رہا انگریزوں کا سردار خاں کی حوالگی پر اصرار کرنا تو اس وجہ سے نہیں تھا کہ انہوں نے اپنی زبان سے "کیا کافر کو مارتے ہیں" کے الفاظ نکالے تھے جیسا کہ مولف ہدیہ مہدویہ کا قیاس ہے بلکہ اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اس سے قبل حیدرآباد کنٹیجنٹ کے افسر ڈیوس (DAVIS) کے قول کو مسترد کر دیا تھا اور اب مالکہم (MALCOLM) کی رائے کی علانیہ مخالفت کی تھی۔

خود سردار خاں کا اس طرح کلام کرنا مختلف فیہ ہے۔ رشید الدین خانی کے مولف نے بیان کیا ہے کہ "بقول بعض" اس سے ظاہر ہے کہ اکثر کے ہاں یہ مسلم نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر تاریخ رشید الدین خانی (مصنفہ ۱۲۷۰ھ) سے قبل کے ماخذوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خود پیشوا ہی نے وکیل انگریزی کو جواب ناصواب دیا ہے۔ ملافیروز نے جارج نامہ میں یہ واقعات بیان کئے ہیں اور اپنے ایک

---

[1] ہدیہ مہدویہ صـ ۳۵ (طبع کانپور) [2] رشید الدین خانی صـ ۵۷۲۔

بیان کا یہ عنوان قرار دیا ہے۔

ملاقات و مکالمہ نمودن وکیل با پیشوا و جواب ناصواب شنیدن الی آخرہ[1]	انگریزوں کے وکیل کا پیشوا سے ملاقات اور گفتگو اور جواب ناصواب سننا۔

اس کے ذیل میں جو اشعار مرقوم ہیں ان میں یہ اشعار بھی ہیں۔

بہ تندی نمودہ زبان ہمچو تیغ	نکرد ہیچ از تند گفتن دریغ
(تیزی میں زبان کو تیغ کی طرح کر دیا	اور تیز گفتگو کرنے میں دریغ نہیں کیا
نبود ار تہی مغزش از ہوش و رائے	بہ تندی نمی گشت پاسخ سرائے[2]
(اگر اس کا دماغ ہوش اور رائے سے خالی نہ ہوتا تو تیزی سے جواب نہ دیتا)	

ظاہر ہے کہ خود پیشوا ہی نے وکیل انگریزی کو جواب ناصواب دیا ہے کسی اور نے نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ جارج نامہ کے مصنف ملا فیروز نے باجی راؤ کی معزولی (۱۲۳۳ھ) کے نو سال بعد ۱۲۴۲ھ میں وفات پائی ہے۔ ملا فیروز بمبئی کا رہنے والا تھا۔ اور باجی راؤ کا ہم عصر اس لحاظ سے وہ پونا کے حالات سے بہتر واقف تھا۔ سردار خاں نحریری کا اس طرح کلام کرنا اس زمانہ میں مشہور ہوتا تو ملا فیروز اس کا اخفا نہ کرتا۔

جارج نامہ کے بعد خزانہ رسول خانی لکھی گئی ہے۔ مولف "خزانہ رسول خانی" محمد فیض اللہ منشی المخاطب بہ فضل علی خاں صدیقی آصف جاہی نے باجی راؤ کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

جواب ناصواب راؤ مذکور بدیں مضمون دادہ کہ نزد ایں جانب جمعیت یک لک و چند ہزار سوار موجود اند برائے رزم ایں جانب دریغ نخواہم کرد[3]	راؤ مذکور نے اس مضمون کا جواب ناصواب دیا کہ ہمارے پاس ایک لاکھ اور چند ہزار فوج موجود ہے۔ لڑائی کے لئے اس طرف سے دریغ نہیں کروں گا۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ جواب ناصواب باجی راؤ نے دیا ہے کسی اور نے نہیں۔ کتاب خزانہ رسول خانی ۱۲۵۱ھ میں لکھی گئی ہے جیسا کہ خود مصنف نے بیان کیا ہے۔

اواخر ماہ ذوالحجہ در ۱۲۵۱ھ یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک ہجری باتمام رسید[4]	ماہ ذی الحجہ کے آواخر میں سنہ ۱۲۵۱ھ ایک ہزار دو سو اکاون ہجری میں اتمام کو پہنچی۔

حاصل یہ کہ تاریخ رشید الدین خانی سے قبل کے دو قدیم ماخذوں سے ثابت ہے کہ خود باجی راؤ نے وکیل انگریزی کو جواب ناصواب دیا ہے کسی اور نے نہیں اس لحاظ سے مولف ہدیہ مہدیہ کا تاریخ رشید الدین خانی[5] سے یہ استدلال کرنا کہ سردار خاں غربی زی نے وکیل انگریزی سے سخت کلامی کی ہے صحیح نہیں خصوصاً جبکہ خود رشید الدین خانی کے مصنف نے "بقول بعض" کے الفاظ کے ساتھ بطریق ضعف بیان کیا ہے۔

---

[1] جارج نامہ جلد سوم (طبع بمبئی ۱۸۲۷ء) ص ۲۰۵ [2] جارج نامہ ص ۲۰۵، جلد سوم (طبع بمبئی ۱۸۲۷ء) [3] خزانہ رسول خانی ورق ۱۹۰ [4] خزانہ رسول خانی ورق ۲۰۹ [5] ہدیہ مہدیہ (طبع کانپور ص ۲۵) میں "اور کیا کافر کہا کرتے ہیں" کے الفاظ درج ہیں یہ رشید الدین خانی کے الفاظ ہیں۔

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ بیان کہ باجی راؤ کے منشاء کے خلاف سردار خاں نے اپنے سواروں کے ساتھ انگریزی پلٹن پر حملہ کر دیا اور توپ کے گولے سے ان کا ایک پاؤں اڑ گیا اور اس سے ان کی ہلاکت واقع ہوئی تو اس میں مورد اعتراض کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ انگریز ترنبک راؤ کے ساتھ سردار خاں کے بھی حوالہ کئے جانے پر اصرار کر رہے تھے۔ سردار خاں نے یہ تو گوارا نہیں کیا تھا کہ حیدرآباد کنٹیجنٹ کے افسر ڈیوس (DAVIS) کے تابع رہیں یا یہ کہ باجی راؤ کی فوج کے ساتھ انگریزوں کی نگرانی میں رہیں تو انہیں یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ انگریزوں کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اب اگر انہوں نے انگریزی پلٹن پر حملہ کر دیا تو سپہ گری کے خلاف کیا عمل ہوا؟ یہ امر بھی قرین قیاس نہیں کہ جو شخص باجی راؤ کا اس قدر خیر خواہ ہو کر اس کی فوج کو انگریزوں کی نگرانی میں جانے نہ دے اس کے حکم کے بغیر انگریزی پلٹن پر حملہ کر دے۔

خزانہ رسول خانی کے مصنف فیض اللہ منشی نے اپنی دوسری تصنیف "مرأۃ الاخبار" میں وقائع باجی راؤ تعلقہ امجی آباد عرف پونہ کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

راؤ مذکور بہ رائے و دلیل خود نازاں و جمعیت خود را قوی و اقعی مثل سرداران راج پونہ ہولکر بہادر و سیندھیا بہادر و دیگر سرداران عمدہ فراہم نکردہ بر معروضہ افغانان مہدوی ارادۂ جنگ و آراستگی رزم ساختہ بہ مجرد مقابلہ شدن ہر دو فوج سر بفرار نہاد، در آں وقت چار ہزار جوانان عرب و دہ ہزار سواران جرار اسپیان تیز رفتار و مردمان آزمودہ کار ہمراہ بود، از رزمگاہ گریختہ راہ وادی گرفت بعد فرو شدن دو دو بار ت سالار آں انگریز بہادر در رزمگاہ اثر راو مذکور نیافتہ جستجو کردہ تعاقب نمودہ ملحق گشتہ [1]

راؤ مذکور نے اپنی رائے اور دلیل پر ناز کر کے اپنی فوج کو ہولکر اور سیندھیا سرداران راج پونہ اور دوسرے عمدہ سرداروں کی طرح واقعی طور پر فراہم نہ کر کے مہدوی افغانوں کے معروضہ پر جنگ اور رزم کی آراستگی کا ارادہ کیا، دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوتے ہی بھاگ گیا، اس وقت چار ہزار جوانان عرب اور دس ہزار جرار سپاہی اسپیان تیز رفتار پر سوار اور تجربہ کار لوگ اس کے ساتھ تھے، میدان جنگ سے بھاگ کر وادی کا راستہ لیا، بارود کا دھواں کم ہو جانے کے بعد انگریز داروں نے میدان جنگ میں راؤ مذکور کا نشان نہیں پایا جستجو کر کے تعاقب کیا اور راؤ مذکور سے جا ملے۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ باجی راؤ اپنی رائے پر نازاں تھا۔

دوسرے یہ کہ اس نے جنگ کی خاطر خواہ تیاری نہیں کی تھی۔

تیسرے یہ کہ مہدوی افغانوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

چوتھے یہ کہ باجی راؤ نے جنگ کا ارادہ کیا۔

پانچویں یہ کہ دونوں فوجیں مقابل ہوتے ہی باجی راؤ اپنے سواروں کے ساتھ بھاگ گیا۔

واضح ہو کہ مرأۃ الاخبار ایک قدیم ماخذ ہے، اس کے آخری دو صفحوں میں نواب سکندر جاہ کا ۱۲۴۴ھ میں وفات پانا

---

[1] مرأۃ الاخبار قلمی ورق ۹۹ (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۱۲۰۳)

اور نواب ناصر الدولہ کا مسند نشین حکومت ہونا بیان کیا گیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مرأۃ الاخبار نواب ناصر الدولہ کے ابتدائی عہد میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مقابلے میں تاریخ رشید الدین خانی یا ہدیہ مہدویہ جیسی بعد کو لکھی ہوئی کتابوں سے استدلال کرنا صحیح نہیں مرأۃ الاخبار کی مندرجۂ بالا فارسی عبارت سے ظاہر ہے کہ افغان مہدویہ نے جن کے افسر سردار خاں تھے اس وقت لڑائی پر آمادگی ظاہر کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا جب کہ باجی راؤ کی بقیہ فوج لڑنے کی طرف مائل نہیں تھی اور باجی راؤ نے جنگ کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب خود باجی راؤ نے جنگ کا ارادہ کیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری اسی پر عاید ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ باجی راؤ نے منع کیا اور اس کے باوجود سردار خاں نے انگریزی پلٹن پر حملہ کر دیا' بے بنیاد ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ ادعا کہ سردار خاں کے حملہ کر دینے سے پونا کی سلطنت برباد ہو گئی تو یہ انگریزوں کی ہوس ملک گیری اور مرہٹوں کی تاریخ سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے۔

شہر پونہ محلہ شکر دار پیٹھ میں انگریزی حکومت کے آخری عہد تک چند مہدیوں کے گھر تھے۔

بلگام علاقہ بلگام میں ان مقامات پر آج بھی مہدوی آباد ہیں' بیندرگی' دلیشور' پاچھاپور' سنکیشور۔

احمد نگر (الف) احمد نگر میں مہدوی مذہب کس طرح پھیلا کچھ تو سلاطین کے ذیل میں برہان نظام شاہ کے بیان میں گزر چکا اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی خود مہدوی تھا۔ ان کے زمانہ میں مہدوی مذہب کو یہاں بہت فروغ ہوا۔ میدان جنگ اور میدان مباحثہ دونوں مہدویوں کے قبضہ میں تھے۔ فرشتہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کے حالات میں لکھا ہے "در اندک زمان از اطراف و جوانب ہندوستان طائفہ مہدویہ مجتمع گشتہ فدوی اسمٰعیل نظام شاہ شدند"[1] یعنے تھوڑے ہی زمانہ میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے مہدوی جمع ہو کر اسمٰعیل نظام شاہ کے فدائی ہو گئے۔

(ب) منتخب اللباب میں سلطان اسمٰعیل شاہ نظام الملک کے احوال کے ذیل میں میاں جمال خاں کے باب میں مذکور ہے۔ "با دہ ہزار سوار کہ یک قلم از قوم مہدوی بودند از دیگر قوم اصلاً در آں داخل نبود روانہ بیجاپور گردید"[2] یعنے دس ہزار سوار کے ساتھ جو سب کے سب مہدوی تھے اور دوسری قوم کا کوئی اس میں داخل نہ تھا بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔

اب رہا میدان مباحثہ تو احمد نگر کے تمام علماء مہدوی ہو گئے تھے۔ منتخب اللباب میں برہان شاہ نظام الملک کے حالات میں مذکور ہے "آخر معلوم شد کہ جمیع فضلا کہ دم از مذہب برحق حنفی میزدند خفیہ مذہب مہدویہ داشتند"[3] یعنے آخر معلوم ہوا کہ وہ تمام علماء و فضلاء جو حنفی مذہب برحق ہونے کا دم بھرتے تھے پوشیدہ طور پر مہدوی مذہب رکھتے تھے۔ صاحب منتخب اللباب نے اسمٰعیل نظام شاہ کے احوال میں مہدویوں کی تبلیغ کے باب میں یہ لکھا ہے "بہ آواز طبل و کرنای تقویت مذہب خودمی کوشیدند"[4] مفہوم یہ کہ مہدوی بیانگ دہل اپنے مذہب کی تقویت کے لئے کوشش کرتے تھے۔

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ (طبع نولکشور) [2] منتخب اللباب حصہ سوم صفحہ ۲۲۴ (طبع کلکتہ) [3] منتخب اللباب صفحہ ۱۶۲ حصہ سوم
[4] منتخب اللباب صفحہ ۲۳۰ حصہ سوم۔

اسمٰعیل نظام شاہ کا کارنامہ

اسمٰعیل نظام شاہ کمسن اور اس کی مدت شاہی کم ہی سہی لیکن جب صاحب منتخب اللباب نے یہ تصریح کردی ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دہدوی، ہندوستان کے اطراف وجوانب سے جمع ہوکر اسمٰعیل نظام شاہ کے فدائی ہوگئے تو اسمٰعیل نظام شاہ کے وزیر جمال خاں کا کارنامہ بھی اسمٰعیل نظام شاہ کا کارنامہ متصور ہوگا۔

شرزہ خاں اور عادل شاہی تاریخ

نورالله نے علی عادل شاہ ثانی کی تاریخ اسی کے زمانہ میں لکھی ہے، اس میں شرزہ خاں کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، مصنف نے شرزہ خاں کی بہادری کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

صلابت خاں و جمیع امرائے نامدار ہندوستان بہ یقین می دانستند کہ شرزہ خاں شیر افگنی است کہ شیر فلک از دہشت نہنگ حسامش شب و روز چوں گاؤ زمین ترساں و ہراساں است و کوہ البرز و الوند از ہیبت صدمۂ گرز گرانش لیل و نہار ہمچو شاخ بید لرزاں و جنباں[1]

صلابت خاں اور ہندوستان کے تمام امرائے نامدار یقین جانتے تھے کہ شرزہ خاں وہ شیر افگن ہے جس کی نہنگ جیسی تلوار کی دہشت سے شیر فلک بھی گاؤ زمین کی طرح ترساں و ہراساں ہے، کوہ البرز اور کوہ الوند اس کے گرز گراں کے صدمہ کی ہیبت سے شاخ بید کی طرح لرزاں و جنباں ہے۔

مولف نے شرزہ خاں کا خلعتوں سے سرفراز ہونا اور بغاوت فرو کرنے کی مہم پر بھیجا جانا اس طرح بیان کیا ہے۔

شجاعت نشان سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں را در جمیع وزرائے نصرت پیرا و امرائے ظفر آرا بہ دلاوری و مردانگی اختصاص و امتیاز تمام دارد بخلعات شاہانہ و بہ تشاریف خسروانہ کہ تار و پود شں بافتہ دست نصرت پیوست نساج تائید الٰہی بود مفتخر و مباہی فرمودہ بہر تنبیہ و تادیب آں کم بخت برگشتہ طالع روانہ فرمود[2]

شجاعت نشان سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں جو تمام وزرائے نصرت پیرا و امرائے ظفر آرا میں دلاوری اور مردانگی کی خصوصیت اور امتیاز کامل رکھتے ہیں، ان کو ایسی شاہانہ اور خسروانہ خلعتوں سے مفتخر فرماکر جس کا تار و پود نساج تائید الٰہی کے دست نصرت نشان سے بُنا ہوا تھا، اس کم بخت برگشتہ نصیب کی تنبیہ اور تادیب کے لئے روانہ فرمایا۔

(۱) صاحب خاتم سلیمانی نے یہ بیان کیا ہے۔

برہان نظام الملک بہ تخت پدر بہ شہریاری مسلم شد و روے ارادت بحضرت شاہ نعمت آوردہ بود و اکثرے مہاجران و صحابہ را از گجرات طلبید۔ ملک احمد نگر از توجہات قدوم ارباب مہدویہ رشک خلد بریں کردہ بود چنانچہ در چونڈ و احمد نگر و دولت آباد وغیرہ دیہات آبادی مہدویان از ہمیشہ اکثر بود۔

(گلشن دوازدہم چمن اول)

برہان نظام الملک باپ کے تخت پر شہریار تسلیم کرلیا گیا اور بندگی شاہ نعمت رضؓ کے ارادت مندوں میں سے ہوگیا تھا اکثر مہاجرین اور صحابہ کو گجرات سے بلایا تھا اور ملک احمد نگر کو ارباب مہدویہ کے قدوم کی توجہ سے رشک خلد بریں کردیا تھا، چنانچہ چونڈ، سالا از چونڈا احمد نگر دولت آباد وغیرہ دیہات میں مہدویوں کی آبادی اس کے سبب سے بہت تھی۔

---

[1] تاریخ علی عادل شاہی۔ [2] تاریخ علی عادل شاہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہاجرین مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کے زمانہ میں ہی احمد نگر، دولت آباد وغیرہ میں دین مہدی کی تبلیغ ہوئی ہے۔

(۲) خاتم سلیمانی میں یہ روایت بھی کی گئی ہے۔

نہنے میاں تربیت و تلقین از بندگی میاں شدہ اند ..... در ملک دکن زمرہ از امرائے کلاں نظام الملک شدہ اند و مدار المہام گردیدند بسا بزرگ و صاحب کمال بودند۔[1]

نہنے میاں، بندگی میاں کے تربیت اور تلقین ہیں ملک دکن میں جاکر نظام الملک کے امرائے کلاں سے ہوئے ہیں اور مدار المہام ہو گئے، بسا بزرگ اور صاحب کمال تھے۔

کشف الاسرار (عربی) آپ ہی کی تالیف ہے اور قاضی منتخب الدین کی تائید سے پایۂ تکمیل کو پہونچی۔

(ج) خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا ہے "دکن میں مذہب مہدویہ بالاستقلال قائم ہو گیا، سلطنت نظام شاہیہ میں تو کوئی ایسا شخص نہ تھا جو محمد (حضرت مہدی علیہ السلام) کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔[2] اب بھی مہدوی احمد نگر میں آباد ہیں"۔

بیجاپور یہ بھی مہدویوں کا زبردست مرکز تھا، جو نسبت جمال خاں کو احمد نگر سے ہے وہی نسبت سید الیاس شرزہ خاں کو بیجاپور سے ہے۔ بیجاپور اور عادل شاہیوں کی کوئی تاریخ ایسی نہیں ملے گی جس میں شرزہ خاں مہدوی اور ان کے کارنامو کا ذکر نہ ہو۔

(الف) مآثر الامراء میں مذکور ہے "سید الیاس بدکن شتافتہ نوکری حکام بیجاپور اختیار نمودہ بہ خطاب شرزہ خاں نامور گشت"[3]۔ یعنے سید الیاس نے دکن جاکر بیجاپور کے فرمان رواؤں کی ملازمت اختیار کی اور شرزہ خاں کے خطاب سے نامور ہوئے۔

(ب) بساطین السلاطین (طبع حیدرآباد) کے باب ہفتم میں متعدد مقامات پر شرزہ خاں کا حال مذکور ہے۔ مثلاً تاخت آوردن سید الیاس مخاطب شرزہ خاں بر صلابت خاں دہلوی (صفحہ ۴۱۰) یعنے حملہ کرنا سید الیاس شرزہ خاں کا صلابت خاں دہلوی پر۔

(ج) عالمگیر نامہ میں شرزہ خاں کا مہدوی ہونا اس طرح مذکور ہے "الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں کہ در جلادت و دلاوری و فنون سرداری و سپاہ گری مسلم اہل دکن الی آخرہ"[4]۔ یعنے الیاس مہدوی جس کا خطاب شرزہ خاں تھا جلادت و دلاوری، فنون سرداری اور سپاہ گری میں اہل دکن کے ہاں مسلم تھا۔

(ھ) صاحب اخبار الاسرار نے میاں سید سعد اللہ (وفات ۱۰۲۴ھ) کے احوال میں لکھا ہے۔

"آنگاہ آبادی بیجاپور بسیار رونق وافی داشت و در آن شاہی مدار المہام اکثر مہدویاں بودند و در آنجا دائرہ آنحضرت بسیار وسیع شد و آن جائے را مہدوی واڑہ گویند"[5] یعنے اس زمانہ میں بیجاپور کی آبادی بہت رونق رکھتی تھی اور بیجاپور کی شاہی میں مدار المہام مہدوی تھے، اس جگہ حضرت کا دائرہ بہت وسیع ہوتا گیا اور اس کو مہدوی واڑہ کہتے ہیں۔

(ز) مہدوی، سلاطین بیجاپور کے بھی معتمد علیہ تھے صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے۔

"میاں سید ابراہیم بن میاں سید عبد الوہاب بسیار متقی و پرہیزگار بودند و از جملہ یازدہ اشرافان کہ چوکیدار بادشاہ

---

[1] خاتم سلیمانی گلشن ہشتم چمن چہارم۔ [2] مشاہیر اسلام صفحہ ۱۷۷، طبع لاہور ۱۳۳۶ھ [3] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۵۰۳ (طبع کلکتہ)
[4] عالمگیر نامہ (طبع کلکتہ) صفحہ ۱۰۱۴ [5] اخبار الاسرار (قلمی)، باب دوم فضیلت نہم۔

بیجاپور عادل شاہ بودند" یعنے میاں سید ابراہیم بن سید عبدالوہاب بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور منجملہ ان گیارہ اشراف کے تھے جن کے ذمہ عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کی چوکی تھی۔ بعد کو میاں سید ابراہیم نے تمام مال و اسباب راہ خدا میں دے دیا' ــــ اخبار الاسرار کی عبارت یہ ہے "کیسہ ہائے زر و جملہ اموال خانہ را براہ خدا بذل کردہ علاقہ از میاں سید طاہر بن میاں سید راجے محمد نمودند" یعنے اشرفیوں کی تھیلیاں اور گھر کا تمام مال و اسباب راہ خدا میں دے کے میاں سید طاہر بن میاں سید راجے محمد سے علاقہ کیا۔

جس طرح عادل شاہی حکومت میں مدار المہام اکثر مہدوی تھے۔ اسی طرح صاحب خاتم سلیمانی کے زمانہ تک عام رعایا میں بھی نواحی بیجاپور میں ہزاروں مہدوی تھے' خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے۔

بحوالی بیجاپور در دیہات و بلاد و قری مومنان یعنے بافندگان قدر دوازدہ ہزار مصدقان امامؑ سعادت اندوز تصدیق اند (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

بیجاپور کے اطراف دیہات' بلاد اور قریوں میں مومن بافندے بارہ ہزار امامؑ کے مصدق ہیں جنھیں تصدیق کی سعادت حاصل ہے۔

(ز) راقم کے جد امجد بندگی میاں سید عبداللطیفؒ ہیں' آپ اپنے پدر بزرگوار بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کے مخصوص خلفاء میں ہیں۔

آپ سے متعلق قدیم ماخذ حضرت سیدنجی خاتم مرشدؒ کا وہ مکتوب ہے جو بندگی تشریف حق کی رحلت (۹۸۹ھ) پر بطور تعزیت لکھا گیا ہے' یہ مکتوب خاتم سلیمانی اور اخبار الاسرار میں بھی منقول ہے' اس مکتوب میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

جامہ لطیف اللہ را بدہند | جامہ لطیف اللہ کو دیں

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سیدنجیؒ نے بندگی میاں عبداللطیفؒ کو "لطیف اللہ" کا لقب دیا ہے اور اپنا جامہ مبارک بھی بھیجا ہے۔

(۲) آپ سے متعلق دوسرا ماخذ شواہد الولایت ہے جو فراہ مبارک میں ۱۰۵۲ھ میں لکھی گئی' شاہ برہان نے شواہد الولایت میں آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

امیر سید عبداللطیف کہ سالک مجذوب بودند (باب ۳۹) | امیر سید عبداللطیف جو سالک مجذوب تھے۔

سالک مجذوب اس کو کہتے ہیں جو پہلے "سلوک" کی منزل طے کرے اور سلوک تمام کرنے کے بعد اس کو جذبہ حق ہو جائے۔

(۳) آپ سے متعلق تیسرا ماخذ معارج الولایت ہے' میاں سید محمود نبیرۂ حضرت خاتم کارؒ نے یہ کتاب ۱۰۷۸ھ میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں بندگی میاں سید عبداللطیفؒ سے متعلق یہ روایت کی گئی ہے۔

بہ دعائے میاں سید عبداللطیف برادر زادۂ ایشاں میاں سید راجی محمد زندہ شدند۔ (باب یازدہم فصل دوم) | میاں سید عبداللطیف کی دعا سے ان کے بھتیجے میاں سید راجی محمد زندہ ہو گئے۔

بندگی میاں سید عبداللطیف کی دعا سے میاں سید راجی محمد کا زندہ ہو جانا خاتم سلیمانی کے گلشن ہفتم چمن دوم میں بھی مروی ہے۔

غرض بندگی میاں سید عبداللطیف کا "لطیف اللہ" ہونا سالک مجذوب ہونا اور صاحب خرق عادت ہونا متقدمین مہدویہ کا مسلمہ ہے۔
یہی وجہ ہے کہ صاحب خاتم سلیمانی (سن آغاز تالیف ۱۱۹۰ھ) نے بندگی میاں سید عبداللطیفؒ سے متعلق یہ بیان کیا ہے۔

"سیف اللسان محبوب السبحان کامل المکشف بعنایت الوصف بشر صدیق منظور پدر شریف بندگی میاں سید عبداللطیف کرامات عالیہ ومناقب متعالیہ زائد از ستائش دارند چنانچہ بنوک گیا ہے گنجایش ندیرہ نیست۔" (گلشن ہفتم چمن دوم)

خاتم سلیمانی کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید عبداللطیفؒ کے کرامات اور مناقب عالیہ ایسے ہیں کہ ان کی تعریف ہی نہیں ہوسکتی اور نہ وہ حیطۂ بیان میں آسکتے ہیں۔

صاحب خاتم سلیمانی نے بندگی میاں سید عبداللطیفؒ کے دیگر خوارق کے ساتھ مذکورۂ بالا کرامت بھی بیان کی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ۔

آنحضرت را بینائی ہشت پاس بود | حضرت کو آٹھ پہر دیدار خدا حاصل تھا۔

یہ روایت اخبار الاسرار میں بھی ہے۔

آپ کی ولادت کھانبیل میں ہوئی اور رحلت بیجاپور میں۔

گوکاک صاحب مطلع الولایت نے مطلع الولایت کی تصنیف کے اسباب میں یہ لکھا ہے۔

درسنہ سادس عشر والف مصطفیٰ خاں از اجماع ایں گروہ کہ در قصبۂ گوکاک مجتمع بودہ حجت مہدیت میراں علیہ السلام طلبید۔ | ۱۰۱۶ھ میں مصطفیٰ خاں نے اس گروہ کے اجماع سے جو قصبۂ گوکاک میں ہوا تھا حضرت میراں علیہ السلام کی مہدیت کی دلیل طلب کی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قصبۂ گوکاک میں بھی مہدوی آباد تھے۔

عالمگیر کی لشکر کشی سے بیجاپور میں ابتری پھیل گئی تو اکثر مہدوی سیدر آباد دکن اور اس کے اطراف کے علاقوں میں منتقل ہوگئے۔

دھاڑواڑ یہاں کے قاضی نے اثبات مہدیت سے متعلق استفسار کیا تھا، عالم معروف میاں صاحب نے تقریباً ۱۲۵۰ھ میں اس کا جواب لکھا اور دھاڑواڑ روانہ کیا، آپ کا یہ رسالہ مشہور ومعروف ہے۔ صاحب اخبار الاسرار نے میاں سید سعداللہ کی اولاد کے ذیل میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "یگانہ عصر عالم متبحر مشہور واشہر میاں سید معروف عرف معروف میاں عالم (باب دوم)

علاقہ میسور (الف) سرپر تنگ پتن۔ یہاں مہدوی بڑے بڑے عہدوں پر تھے اور فرمان روائے وقت کے معتمد، صاحب نشان حیدری نے لکھا ہے "قلعہ داری دار السلطنت بہ سید محمد خاں مہدوی کہ رفیق سلطان بود گزاشتہ با افواج خود از آنجا راہی شد"[1] یعنے دار السلطنت کی قلعہ داری سید محمد خاں مہدوی رفیق سلطان کے حوالہ کرکے اپنی فوج کے ساتھ وہاں سے چلا۔ اس عبارت

[1] نشان حیدری طبع بمبئی صفحہ ۲۶۴۔

سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ خود سید محمد خاں مہدوی تھے، دوسرے یہ کہ دارالسلطنت کے قلعہ دار تھے تیسرے یہ کہ مہدوی ہونے کے باوجود سلطان کے رفیق تھے ۱۲۱۲ھ میں میر آصف کی سازش سے مہدویوں کا سرینگ پٹن سے اخراج ہوا۔ جیسا کہ صاحب نشان حیدری نے بیان کیا ہے۔

سرینگ پٹن سے مہدویوں کا اخراج

در سال یک ہزار و دو صد دوازدہ ہجری خاتون خاصہ سراوقات حشمت و اجلال پسر زائیدہ ..... ہم دراں سال شہزادۂ ایران برحسب استدعائے امرائے پائے تخت خود از حضور مرخص گردید ..... ہم در آں سال آں نطفۂ شیطان اعنی صاحب دیوان المخاطب بہ میر آصف شرارت و بیوفائی و بدخواہی قوم مہدوی کہ آنہا را دائرہ والہ گویند اگرچہ آنہا حسب ظاہر راست باز و حلال نمک بودند اما صاحب دیوان مذکور از آن قوم اندیشہ تمام داشت و بیش ازیں اکثر جنگہا از ایشان بہ ظہور آمدہ بود معروض داشتہ مزاج وہاج را بنوعے شورانیدند کہ آنحضرت ازیں قوم وسوسۂ بغاوت پیدا کردہ جملگی را با زن و بچہ از قلمرو خود اخراج فرمودند۔

(نشان حیدری ص ۳۷۸)

سنہ ایک ہزار دو سو بارہ ہجری میں سرا پردۂ حشمت و اجلال کی خاص خاتون کے بچہ پیدا ہوا ..... اسی سال ایران کا شہزادہ اپنے پائے تخت کے امراء کی استدعا پر حضور سے رخصت ہوا ..... اسی سال شیطان کا نطفہ یعنے صاحب دیوان نے جس کا خطاب میر آصف ہے قوم مہدی یعنے دائرہ والوں کی شرارت و بیوفائی سلطان سے عرض کر کے مزاج وہاج کو اس طرح برانگیختہ کیا کہ سلطان نے اس قوم سے بغاوت کا اندیشہ کر کے سب کو مع زن و بچہ خارج کر دیا، اگرچہ یہ لوگ یعنی مہدوی علانیہ طور پر راست باز اور نمک حلال تھے لیکن دیوان مذکور کو اس قوم سے اندیشہ تھا کیونکہ اس سے قبل اکثر لڑائیاں انہیں کی مدد سے ظہور میں آئی تھیں۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ شہزادۂ ایران کی واپسی اور مہدویوں کا اخراج ایک ہی سنہ یعنے ۱۲۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

مولف نشان حیدری ٹیپو سلطان کا ملازم رہا ہے، اس نے کتاب کے دیباچہ میں اپنے متعلق یہ لکھا ہے۔

از ابتدائے سن یک ہزار و یک صد و نود و شش ہجری تا آخر سن یک ہزار دو صد و یک ہجری بعدہ خدمت سلطان جنت آشیان سرافراز شدہ بود۔

ایک ہزار ایک سو چھیانوے ۱۱۹۶ھ ہجری کی ابتدا سے سن ایک ہزار دو سو ایک ۱۲۰۱ھ ہجری کے آخر تک سلطان جنت آشیان کی اعلیٰ خدمت پر سرفراز ہوا تھا۔

دربار سے قریبی ربط رکھنے والے معاصر کی تحریری شہادت کے مقابلہ میں کسی اور ماخذ سے استدلال کرنا صحیح نہیں خواہ وہ کرنل ولکس کی تاریخ میسور ہی کیوں نہ ہو جو نشان حیدری کے بعد لکھی گئی ہے اور جس میں مہدویوں کا سنۂ اخراج ۱۲۰۸ھ بتایا گیا ہے۔

اب رہا اشتہار نامہ جس سے مولف مشاہیر مہدویہ (ص ۱۱۸) نے استدلال کیا ہے تو وہ مہدویوں کے اخراج کے بعد کا واقعہ ہے لیکن اس میں سن اخراج مذکور نہیں ہے، اشتہار نامہ کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

مردمان قوم مہدوی کہ از ملک بالا گھاٹ درآں نواح رسیدند

قوم مہدویہ کے لوگ جو بالا گھاٹ (میسور) سے اس نواح میں پہنچ گئے ہیں

اس سے ثابت ہے، کہ اشتہار نامہ اس زمانہ کا ہے جب کہ مہدوی انگریزوں کے علاقہ میں پہنچ چکے تھے اس میں نہ سن اخراج مندرج ہے اور نہ سن اجرائی اشتہار۔

اشتہار کے سرنامہ پر جو مہر ہے اس کا سن ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۲ء ہے۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انگریزوں نے علاقہ' دوازدہ محل پر ۱۲۰۵ھ میں قبضہ کیا ہے۔

قول نامہ جو مولف مشاہیر نے پیش کیا ہے (صفحہ ۱۲) اس میں تاریخ اجرائی تو مندرج ہے لیکن یہ واقعہ مہدویوں کے اخراج سے قبل کا ہے۔ قول نامہ کی عبارت یہ ہے۔

در خاطر شما یاں در سر حد مایاں آمدن اندیشہ داشتہ باشید ہیچ اندیشہ نہ کنند	تمہارے دلوں میں ہماری سرحد میں آنے سے اندیشہ ہو تو کوئی اندیشہ نہ کریں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں کا ابھی اخراج عمل میں نہیں آیا تھا اور وہ انگریزوں کی سرحد میں ابھی داخل نہیں ہوئے تھے۔

امر واقعی یہ ہے کہ میسور کی تیسری لڑائی کے بعد انگریزوں نے سلطنت میسور کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا جس میں علاقہ دوازدہ محل وغیرہ شامل ہے یہیں سے انہوں نے مہدویوں کو اپنے علاقے میں آنے کی ترغیب دی ہے۔

اس قول نامہ کا تعلق مہدویوں کے اخراج سے نہیں ہے اور نہ اس میں مہدویوں کا اخراج مذکور ہے۔ اس کا تعلق انگریزوں کی سیاسی ریشہ دوانی سے ہے کہ وہ میسور کی تیسری لڑائی کے بعد ہی سے مہدویوں کو ترغیب دے کر اپنے علاقہ میں آباد کرانا چاہتے تھے اس لئے کہ یہ وفاداری اور جنگ جوئی میں مشہور خاص و عام تھے اور ان کی موجودگی میں میر صادق کی غداری کام نہیں دے سکتی تھی

حاصل یہ کہ اشتہار نامہ یا قول نامہ کے مندرجات سے مہدویوں کے سن اخراج کا تعین نہیں ہو سکتا اس اشتہار نامہ اور قول نامہ کے مندرجات کو سمجھنے میں کرنل ولکس کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ اور اسی بنا پر اس نے بھی ۱۲۰۸ھ کو مہدویوں کا سن اخراج قرار دیا حالانکہ وہ ۱۲۱۲ھ ہے اس کو مولف نشان حیدری نے ۱۲۱۷ھ میں لکھدیا ہے اور کرنل ولکس نے اپنی تاریخ اس کے بعد مرتب کی ہے۔

مولف ختم الہدیٰ نے لکھا ہے کہ مہدویوں کا اخراج اس لئے عمل میں آیا کہ انہوں نے غداروں کا ساتھ نہیں دیا۔ ختم الہدیٰ کی عبارت یہ ہے "سر پرنگ پٹن کے فتوریوں نے مہدویہ کے سردار اپنے ساتھ نہ ملنے سے حیلہ انگیزی کر کے اخراج کرائے' (صفحہ ۴۰)

نشان حیدری کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ سر پرنگ پٹن میں مہدویوں کی جو مخالفت کی گئی اس کی بنیاد سیاسی سازش ہی نہ تھی بلکہ مذہبی تعصب بھی تھا' یہاں کی غیر مہدوی سپاہ نے مہدویوں کو لیلۃ القدر کی عبادت کرنے سے روکا چنانچہ صاحب شمس الہدیٰ نے لکھا ہے "سر پرنگ پٹن میں سرکار ٹیپو میں نوکر ہوئے۔ جب ستاویسوین رمضان کو روز دوگانے کا آیا سپاہ اہل سنت اس کے برملا پڑھنے سے مانع ہوئے جب صورت نزاع کی آئی سلطان موصوف نے حکم کیا کہ آبادی سے باہر جا کر پڑھو"

مذکورۂ بالا عبارت میں صاحب نشان حیدری نے "دائرہ والہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں' اب بھی یہ الفاظ مدراس و میسور میں مہدویوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں ملا عبدالقادر بدایونی نے میاں شیخ علائی کے احوال کے

ضمن میں شمالی ہند میں دائرہ ہدویہ کا ذکر کیا اور تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان کی جنوب میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ دائرہ کس قدر مشہور تھا۔

مولف ہدیہ ہدویہ کا یہ ادعا بھی صحیح نہیں کہ کشت وخون ہونے کے بعد ہدوی سرپرنگ پلٹن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس لئے کہ ہدیہ ہدویہ سے قبل کی کسی تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے۔

نشان حیدری کا مولف ٹیپو سلطان کا معاصر ہے، اس کی عبارت اس سے قبل نقل کی جا چکی، اب کارنامۂ حیدری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

پیش ازیں بارہا بزبان میر صادق نطفۂ شیطان بیوفائی و بدخواہی ہندویان کہ راست باز و حلال نمک بودند و آن ملعون از آں قوم اندیشہ تمام داشت معروض حضور گشت آں حضرت بہ پاس خاطر کش آں قوم را با زن و بچہ از قلمرو خود اخراج فرمود[1]

اس سے قبل میر صادق نطفۂ شیطان کی زبانی ہندویوں کی بے وفائی اور بدخواہی جو کہ راست باز اور نمک حلال تھے اور اس ملعون کو اس قوم سے بہت اندیشہ تھا حضور میں عرض کی گئی۔ حضرت نے اس کے پاس خاطر کے لئے عورتوں اور بچوں کے ساتھ اس قوم کا اپنی قلمرو سے اخراج کر دیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ میر صادق کی خاطر ٹیپو سلطان نے اپنی ریاست سے ہندوؤں کا اخراج کیا اور ہندویوں کے اخراج کا سبب ان کی وفاداری تھی، کشت وخون نہیں تھا جیسا کہ مولف ہدیہ نے فرض کر لیا ہے۔

اگر یہ جماعت سرپرنگ پلٹن میں رہ جاتی تو میر صادق کی غدارانہ سرگرمی بار آور ہی نہ ہونے پاتی۔

واضح ہو کہ کارنامۂ حیدری بھی میسور کی تاریخ سے متعلق ایک معتبر ماخذ ہے یہ کتاب مولوی عبد الرحیم نے ٹیپو سلطان کے بیٹے شہزادہ غلام محمد (سن پیدائش ۱۷۹۵ء مطابق ۱۲۱۰ھ) کی فرمائش پر لکھی ہے۔

شیخ احمد گوپاموی نے حملات حیدری (سن تالیف ۱۲۶۳ھ) میں یہ بیان کیا ہے۔

"قبل اس کے اکثر میر صادق نطفۂ حرام کی زبانی کجروی اور بد اندیشی ہندویوں کی جو فی الحقیقت نمک حلال اور جان نثار تھے اور اس لئے وہ لوگ اس مردود و حاسد کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتے تھے حضور میں مذکور ہوئی تھی سو ان دنوں سلطان بہ سبب پاس خاطر اس لعین کے اپنے ایسے فدائیوں کو جورو لڑکے سمیت شہر بدر کیا"[2]

اس عبارت سے بھی ہندویوں کا نمک حلال جان نثار اور فدائی ہونا ثابت ہے۔

ان فدائیوں کے اخراج کا فوری سبب وہی ہے جو مولف ختم الہدیٰ نے اس واقعہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

"مسعود کا بیان خلاف واقعہ ہے کہ وہاں کسی تلوار نکلی نہ بندوق چلی چہ جائے کہ توپ اڑیں اور لوگ مارے جاویں حقیقت حال یہ ہے کہ ہندو مانند عادت مسلمانان دیندار کے نماز و تسبیح ادا کرنا چاہے اور ان کے مخالف کفاروں کی عادت پر مانع صلوٰۃ و تسبیح ہوئے آخر الامر صورت جنگ کی نمود ہوئی، حاکم نے ہندو کو کہلا بھیجا کہ تم کو یہاں کھانا پانی حرام ہے اور نماز پڑھنا حرام ہے اس وقت مومنین ہندو نے کہلا بھیجا نماز کو مانع

---

[1] کارنامۂ حیدری (طبع کلکتہ ۱۸۴۸ء) ص ۸۰۳۔ [2] حملات حیدری (طبع کلکتہ) ص ۵۹۷ و ص ۵۹۸۔

ہونا کام کفار کا ہے، وقت نماز قدر یہی رات ہے، ہم بعد نماز یہاں سے ہجرت کرتے ہیں، حاکم اس بات سے خاموش رہا اور یہ لوگ بعد نماز وہاں سے کوچ کئے۔" (ختم الہدیٰ ص۴۰)

کتب ہندویہ وغیر ہندویہ سے ثابت ہے کہ ہندویوں کا اخراج ان کی وفاداری کی وجہ سے ہوا، کشت وخون کی وجہ سے نہیں جیسا کہ مولف ہدیہ نے لکھدیا ہے۔

ہندویوں کو نماز لیلۃ القدر پڑھنے سے روکنا ایک حیلہ ڈھونڈنا تھا ان کے اخراج کے لئے یہ سب میر صادق کی سازش کا نتیجہ تھا۔

اب علاقہ میسور میں ان مقامات پر بھی ہندوی آباد ہیں، چتیل درگ، بنور، کرگاول، بنگلور، چن پٹن۔

(ب) چن پٹن میں راقم کے جد بندگی میاں سید راجی محمد کا حظیرہ ہے صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں یہ لکھا ہے "میاں سید راجی محمد عرف آجا میاں صاحب بن میاں سید عبد اللطیف صحبت از بندگی میاں سید میراں غازی داشتند، حظیرہ آنحضرت در شہر چن پٹن۔

(ج) کرگاول میں راقم کے جد بندگی میاں سید اشرف بن بندگی میاں سید عبد اللطیف مدفون ہیں۔

صاحب اخبار الاسرار نے ان کے متعلق یہ لکھا ہے

صاحب علم بودند واز دیوان مہری اکثر حفظ بود در اکثر مجلس ہا غالب آمدندی بر ناجواز تاویل در نقل مہدی مدلل ومستحکم بودند، مشہور ومدفون در کرگاول (باب دوم تفصیل نہم)

صاحب علم تھے۔ دیوان مہری سے انہیں اکثر حفظ تھا اکثر مجلسوں میں غالب آتے تھے، نقل مہدیؑ میں تاویل کے جائز نہ ہونے پر مدلل ومستحکم تھے، مشہور ہیں اور کرگاول ان کا مدفن ہے۔

ملیبار (الف) مولف اسامی مصدقین نے بیان کیا ہے کہ میاں شیخ بھائی ہراری بادشاہ برار کے معتمد علیہ تھے، ہندوی مذہب قبول کرنے کی وجہ سے ان کا بارہا اخراج ہوا تبلیغ کرتے ہوئے دائرہ کے فقرا کے ساتھ ملیبار پہنچے، وہاں بہت سے لوگ تصدیق سے مشرف ہوئے اور میاں شیخ بھائی اور ان کے ساتھیوں کے لئے مکہ معظمہ تک سفر کرنے کا سامان فراہم کیا۔

(ب) میاں سید عبد القادر نورانیؒ میاں سید سعد اللہؒ کے پوتے ہوتے ہیں، کنکور علاقہ ملیبار میں مدفون ہیں۔

پالگھاٹ۔ یہ جنوبی ملیبار ہے، یہاں اب بھی ہندوی آبادی ہے۔

کوچین۔ یہاں بھی ہندوی آباد ہیں۔

ٹراونکور۔ جس زمانہ میں ٹرانکور کا دار الحکومت پدمناتھ پورم تھا اس سے دس میل کے فاصلہ پر یہ مقام وڈچری (یہ شہر ناگرکوئل کا قصبہ ہے) بارھویں صدی ہجری میں دائرہ قائم کیا گیا تھا۔ یہاں صرف ایک بڑا حظیرہ بطور یادگار کے باقی ہے۔

جب ٹراونکور کا دار الحکومت تریوندرم قرار پایا تو بعض لوگ جدید دار الحکومت میں منتقل ہو گئے اور بعض پنگوڑی علاقہ تنے ولی چلے گئے۔ تیکاڈ علاقہ تریوندرم میں اب بھی ہندوی آباد ہیں۔

راس قماری تا فتح پور سیکری

پنگوڑی علاقہ راس قماری پنگوڑی علاقہ تنے ولی میں ہے یہ تنے ولی سے تقریباً ۳۲ میل جنوب میں اور راس قماری سے تقریباً ۱۵ میل شمال میں واقع ہے۔ یہاں بھی ہندوی آباد ہیں۔

تچنلور ترناولی سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ایک بڑا حظیرہ بطور یادگار کے باقی تھا۔ اب صرف اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔

ترچناپلی یہ شہر کسی زمانہ میں ہندویوں سے بہت آباد تھا۔ راقم کے جد امجد بندگی میاں سید عبداللطیف بن بندگی میاں سید راجی محمد یہیں مدفون ہیں۔ جیسا کہ صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے "میاں سید عبداللطیف عرف منجلے میاں صاحب علاقہ از میاں سید اشرف غازی، در ترچناپلی رحلت کردند" (باب دوم فضیلت (تفصیل) ہم) یہاں اب بھی ہندوی آباد ہیں۔

ارکاٹ مانگاڑ سے لے کر شہر ارکاٹ تک ہندوی آبادی تھی، کسی زمانہ میں یہاں اٹھارہ دائرے تھے اور بطور ضرب المثل کے مشہور ہے۔ اب بھی ترپاتور میں ہندوی آباد ہیں۔ یہ مقام جولارپیٹ جنگشن سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں بھی ریلوے اسٹیشن ہے۔

چتور ضلع چتور میں والکل پاڑ کے قریب ایک قریہ ہے جہاں تمام آبادی ہندوی ہے۔

کوئمبٹور دریائے کاوری کے ایک جانب ہیروڑ ہے اور دوسری جانب پلی پالیم۔ ہیروڑ میں صرف حظیرہ بطور یادگار کے باقی ہے لیکن پلی پالیم میں ساری آبادی ہندوی ہے۔

سیلم اس ضلع میں پالکوڑ نامی مقام پر اب بھی ہندوی آباد ہیں۔

سدہوٹ یہ مقام کڑپہ سے بارہ میل ہے۔ یہاں بھی ہندوی آباد تھے۔

کڑپہ یہاں اب بھی ہندوی آبادی ہے۔

کرنول کسی زمانہ میں یہ بھی ہندویوں کا زبردست مرکز تھا۔ نواب منور خاں والی کرنول کے زمانہ میں انہیں خاصہ عروج تھا عرفان

نے مثنوی اخبار شہیداں میں مہدویوں کا حیدرآباد سے کرنول جانا بیان کیا ہے، اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

کہاں تک صاحب عرفاں کرے طول | مسافر آئے چل نزدیک کرنول
منور خاں خبر سن کر کے ہوشاد | سوے آں قافلہ قاصد فرستاد
کہا قاصد سے یوں جا جلد ہو کے | نہ کوئی چوکی ان لوگوں کو روکے

یہ واقعہ ۱۲۳۸ھ کا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں چودہ دائرے تھے ۱۲۵۵ھ میں کرنول سلطنت انگریزی میں شامل کر لیا گیا تو بہت سے مہدوی یہاں سے نکل گئے، کچھ تو کڑپہ چلے گئے اور زیادہ تر حیدرآباد دکن آ گئے۔ اب بھی چند خاندان آباد ہیں۔ کرنول میں زہرہ پور مہدویوں کا مشہور محلہ رہا ہے، اب صرف کھنڈر گزشتہ دور کی یادگار ہیں۔

مچھلی بندر عالمگیر کی لشکر کشی کے زمانہ میں بعض مہدوی حیدرآباد دکن سے مچھلی بندر چلے گئے تھے تاریخ سلیمانی کی عبارت یہ ہے

"وقتی کہ اورنگ زیب بدارالجہاد حیدرآباد محاصرہ کرد قبائل اشرافان از آنجا نقل مکان کردہ جائے امان رفتند تا قبائل حضرت مرشد الزماں میاں سید میرانجی بحوالہ میاں ملک شرف الدین نمودہ مچھلی بندر عرف مرتضیٰ نگر بردند۔[1] یعنے جب اورنگ زیب نے دارالجہاد حیدرآباد کا محاصرہ کیا تو شرفا کے قبائل وہاں سے امن کی جگہ منتقل ہو گئے اور حضرت مرشد الزماں میاں سید میرانجی کے قبائل میاں ملک شرف الدین کے حوالے ہوئے، ملک شرف الدین انہیں مچھلی بندر عرف مرتضیٰ نگر لے گئے۔

ادھونی میاں سید شریف (نبیرہ بندگی میاں سید عبدالوہاب رح) ادھونی کے صوبہ دار تھے، صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں یہ بیان کیا ہے "میاں سید شریف را منصب عالی و فوج گراں و صوبہ داری بلدۂ ادھونی بود۔" یعنے میاں سید شریف منصب عالی اور بھاری فوج رکھتے تھے، یہ بلدۂ ادھونی کے صوبہ دار تھے۔ ان کا مدفن بھی ادھونی ہے۔

صاحب تاریخ مہدویان نے آرکے والد اور آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

میاں سید ابراہیم بن بندگی میاں سید عبدالوہاب بن تشریف اللہ صاحب از معتمدان خاص عادل شاہ بود و پسر ایشاں میاں سید شریف بسیار متقی و در جواں مردی عدیم المثال بودند دولت ایشاں روز بروز در ترقی بود و از کمال عاطفت پادشاہ صوبہ داری ادھونی براد شاں مفوض شد[2]

میاں سید ابراہیم (بن بندگی میاں سید عبدالوہاب رح بن تشریف اللہ رح) عادل شاہ کے معتمدان خاص سے تھے اور ان کے فرزند میاں سید شریف بہت متقی اور جواں مردی میں عدیم المثال تھے، ان کی دولت روز بروز ترقی پر تھی، بادشاہ کی حد درجہ عاطفت سے ادھونی کی صوبہ داری ان کے سپرد کی گئی۔

پنڈیال یہاں کی آبادی بہ استثنا چند پیشہ وروں کے سب مہدوی ہے۔
میاں سید حسن مکی نے یہاں سب سے پہلے دائرہ مہدویہ قائم کیا تھا۔

---

[1] تاریخ سلیمانی گلشن دوازدہم چمن چہارم [2] تاریخ مہدویان (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۷۵۵)

قرصت پٹن یہاں بھی دائرہ مہدویہ ہے۔

جنوبی ہند (دکن) (۱) صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے۔

بدان اے عزیز سراسر تمیز اقصائے دکن وسعتے کامل دارد و قدر پنج شش سلاطین درایں مرز و بوم باقطاع جداگانہ رونق افزائے سریر سلطنت بودند و سوائے سلاطین یکی ملک برید دوم نظام شاہ کسے مہدوی نبود اما افواج ہمگی اکثرے از مصدقان امام علیہ السلام بودند جہت آں اکثرے مہاجران و تابعین بعد از وصال میراں سید محمود ثانی مہدی قدم در آں ملک سعادت لزوم بردند از طفیل خاک نعلین زمرۂ راشدہ کلمہ گویاں از وضع و شریف و از امراء و غربا ممتاز و سرافراز تصدیق شدند

(گلشن دوازدہم چمن چہارم)

اے عزیز باتمیز جان کہ دکن کا علاقہ وسعت کامل رکھتا ہے اور پانچ چھ سلاطین اس سرزمین پر الگ الگ خطوں میں رونق افزائے تخت سلطنت تھے اور سلاطین میں سوائے ملک برید اور نظام شاہ کے کوئی مہدوی نہیں تھا لیکن سب کی فوجوں میں اکثر امام علیہ السلام کے مصدقین سے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ میراں سید محمود ثانی مہدیؑ کی رحلت کے بعد اکثر مہاجرین اور تابعین نے اس ملک سعادت لزوم میں قدم رکھے زمرہ راشدہ کے نعلین کی خاک کے طفیل سے ادنیٰ و اعلیٰ امراء و غربا جو کلمہ گو تھے تصدیق امامؑ سے ممتاز و سرفراز ہوئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ زمرۂ راشدہ یعنے طبقۂ صحابہ اور تابعین کی تبلیغی کوششوں سے دکن کے مختلف علاقوں میں مذہب مہرویہ کی اشاعت ہوئی ہے۔ نہ صرف غربا نے اس مذہب کو اختیار کیا بلکہ امراء نے بھی۔

(۲) بندگی میاں راجی محمد (بن میاں شریف محمد بن میاں محمود شاہ) مرشد المرشدین بندگی شہاب الحق حسن ولایتؒ کے نواسے ہیں، بندگی شہاب الحق کی صاحبزادی، بی بی بوا سلام، میاں شریف محمد سے بیاہی گئی تھیں۔ میاں شریف محمد بندگی شہاب الحق کے تربیت، صحبت یافتہ اور مبشر ہیں چنانچہ حضرت نے میاں شریف محمد کے کمال و کسب و فنا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنے تابعین سے پوچھا کیا کسی شخص نے مُردے کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھا ہے، سب نے عرض کی کسی نے نہیں دیکھا تو بندگی شہاب الحق نے فرمایا کہ سید شریف محمد کو دیکھو۔

صاحب خاتم سلیمانی نے روایت کی ہے کہ بندگی شہاب الحق نے یہ فرمایا۔

روز قیامت حکم تعالیٰ شود کہ بدرگاہ ما چہ تحفہ آوردی عرض کنم کہ ایں فرزند شریف محمد آوردہ ام (گلشن پنجم چمن سیوم)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لایا، عرض کرتا ہوں کہ یہ فرزند شریف محمد لایا ہوں۔

بندگی میاں سید راجی محمد عبداللہ قطب شاہ (المتوفی ۱۰۸۳ھ) کے زمانہ میں دکن آئے ہیں۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کا لڑکا اور لڑکی دونوں چیچک میں مبتلا ہو کر مر گئے تھے، بادشاہ اور اس کی بیگم پر غم و الم اس قدر غالب آگیا کہ انتہائی سوز و گداز سے کامرانی سلطنت اور عیش ترک کر دیا تھا۔ اس کے دربار کے اکثر امراء مہدوی تھے، کسی نے سلطان سے عرض کی کہ ایک سید اس شہر

میں آئے ہوئے ہیں، صاحب علم، صاحب فیض وافضال ہیں، ان سے اگر کچھ سنو تو بہتر ہے، سلطان نے اس پر عمل کیا۔

صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے۔

مصنف از قبلہ گاہ خود شنیدہ است کہ برائے بیان تعزیت وصبر بر رحلت پسر و دختر میاں سید راجی محمد راکہ در آں بلدہ آمدہ بودند طلبیدہ بود (گلشن پنجم چمن چہارم)

مصنف نے اپنے قبلہ گاہ سے سنا ہے کہ بیٹا اور بیٹی کی رحلت پر تعزیت وصبر کے بیان کے لئے میاں سید راجی محمد کو جو اس شہر میں آئے تھے، سلطان نے بلایا تھا۔

میاں سید راجی محمد کے آنے کی خبر امرائے عہدویہ کے ذریعہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کو پہنچی تھی خود اس سے ظاہر ہے کہ قطب شاہی دربار کے عہدوی امرار حضرت کے معتقدین سے تھے۔

آپ کا مدفن چنچل گوڑہ اور سن رحلت ۱۰۶۸ھ ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ ۱۰۶۸ھ سے قبل ہی چنچل گوڑہ عہدویوں سے آباد تھا۔

(۳) موضع ملکاپور کے مغربی پہاڑ معروف بہ "نور گھاٹ" پر شاہ عبدالکریم نوری کا مزار ہے، یہ عہدویوں کی مشہور زیارت گاہ ہے، صاحب خاتم سلیمانی نے آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

میاں عبدالکریم بن شاہ عبداللطیف مرد مردانہ وشجاع یگانہ و نوکر و مقرب سلطان قطب شاہ بودند..... چند مدت ترک دنیا کردہ مرشدی نیز نمودہ اند ودائرہ مابین حیدرآباد و قلعہ گولکنڈہ بود .... مرقد آنحضرت بہ کوہ و آں کوہ را نور گھاٹ می گویند یعنے از اسم آنحضرت مشہور و معروف است (گلشن نہم چمن اول)

میاں عبدالکریم بن شاہ عبداللطیف جواں مردی اور شجاعت میں یکتا، سلطان قطب شاہ کے نوکر اور مقرب تھے، کچھ مدت تک ترک دنیا کر کے مرشدی بھی کی ہے اور دائرہ، حیدرآباد اور گولکنڈہ کے درمیان تھا، حضرت کا مرقد پہاڑ پر ہے اور اس پہاڑ کو "نور گھاٹ" کہتے ہیں یعنے حضرت کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

ظاہر ہے کہ "نور گھاٹ" کی شہرت خاتم سلیمانی مرتب ہونے سے پہلے ہی تھی۔

(۴) قطب شاہیوں کی فوج میں غلزئی افغان کثرت سے تھے، یہ سب عہدوی المذہب تھے، منچپہ (نظام آباد دکن) غلزئی افغانوں کی جاگیر میں تھا، خاتم سلیمانی میں یہ مذکور ہے۔

منچپہ در جاگیر غلزی افغانان بود کہ مصدقان بودند۔ (گلشن ششم چمن سوم)

منچپہ، غلزئی افغانوں کی جاگیر میں تھا جو مصدق تھے۔

(۵) قطب شاہی اور عادل شاہی ریاست میں اکثر امتیازی پرگنے عہدویوں کی جاگیر میں تھے جیسا کہ خاتم سلیمانی میں بیان کیا گیا ہے۔

در ریاست قطب شاہ و عادل شاہ اکثر پرگنات امتیازی در تعلقہ و جاگیر عہدویان بودند و دائرہ ہا نیز ہم دراں نواح اتفاق سکونت و وقف بود (گلشن دہم چمن سوم)

قطب شاہ اور عادل شاہ کی ریاست میں اکثر امتیازی پرگنے عہدویوں کے تعلقات اور جاگیرات میں تھے اور دائرے بھی اتفاق اسی نواح میں تھے اور وقف تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں کے دائرے مہدویوں کی جاگیرات میں تھے اور جاگیرات کا عطا ہونا خود ان کے اعزازات پر دلالت کرتا ہے۔

(۶) "تاریخ مہدویان" سے ظاہر ہے کہ میاں محمد جی سالار بھی قطب شاہ کے مقربین سے تھے "تاریخ مہدویان" کی عبارت یہ ہے۔

میاں محمد جی سالار صاحب مہدوی مقرب قطب شاہ بودند | میاں محمد جی سالار صاحب مہدوی قطب شاہ کے مقرب تھے۔

(۷) ملک یوسف (سن وفات ۱۱۲۴ھ) بندگی ملک حماد کی اولاد سے ہیں، آپنے حضرت صدیق ولایتؓ کا "جنگ نامہ" موسوم بہ "پریم سنگرام" لکھا ہے آپ سے متعلق خاتم سلیمانی میں یہ روایت کی گئی ہے۔

در اوائل حال بعضے اوقات نزد تاناشاہ آمد و رفت بود در خلوت و جلوت قربے تمام داشتند چراکہ او نیز در سرود و سخن دانی بہرۂ وافی داشت و بہ جناب حضرت عقیدت و اتحاد و صاف دلی کافی داشت و بہ حضورش از سرود سرائے و سخن دانے از ہر ولایت و کشور کہ می رسید اول بخدمت آنحضرت می فرستاد و اگر پسند طبع و نظر شریف می شد تاشاہ نیز پسندی نمود و اگر نامقبول بہ مزاج والا می گشت شاہ را ہم مطبوع و منظور نمی گشت (گلشن دہم چمن چہارم)

ابتدا میں بعض اوقات تاناشاہ کے پاس آمد و رفت تھی خلوت اور جلوت میں قرب بدرجۂ تمام تھا، اس لئے کہ وہ بھی موسیقی اور شاعری میں بہرۂ وافی رکھتا تھا اور حضرت سے اس کو عقیدت اتحاد اور اخلاص کافی تھا، اس کے پاس کوئی مغنی اور شاعر جس علاقہ اور جس ملک سے پہنچتا تو پہلے اس کو حضرت کی خدمت میں بھیجتا اگر آپ کی طبیعت اور نظر کو پسند آتا تو بادشاہ بھی پسند کرتا اگر مزاج والا کا پسندیدہ نہ ہوتا تو بادشاہ کو بھی پسند نہ آتا۔

ابتدائی دور میں آپ کو موسیقی و شاعری سے دلچسپی تھی۔

آپ کے ابتدائی دور سے متعلق خاتم سلیمانی میں یہ روایت آئی ہے۔

اکثر سواری آنحضرت بر گردوں بود و محافہ را موازی سیصد و شصت جرس و زنگولہ آویختہ بودند بہ وقت شب بعضی اوقات از بزم خاص بادشاہ برمیخاستند و در سواری گردوں مجرس و در زمین مفرش حیدرآباد آواز اجراس و زنگولہ ہا بگوش می رسید ہر کس می گفت کہ پیرزادۂ مہدوی می رود شاید شاہ از بزم خاص برخاست۔

(گلشن دہم چمن چہارم)

حضرت کی سواری اکثر گاڑی پر ہوتی اور پالکی سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) گھنٹیاں آویزاں تھیں، رات کو بعض اوقات بادشاہ کی خاص محفل سے اٹھتے تھے سواری کی گاڑی سے گھنٹیاں آویزاں اور حیدرآباد کی زمین پر فرش، گھنٹیوں کی آواز کو سوں جاتی ہر شخص یہ کہتا تھا مہدوی پیرزادے جارہے ہیں شاید بادشاہ محفل خاص سے اٹھ گیا۔

یہ بھی ملک یوسف کی ابتدائی زندگی تھی بعد کو بندگی میاں شاہ خوندمیر کی شہادت سے متعلق آپنے پریم سنگرام (محبت کی جنگ) لکھی ہے جیسا کہ خاتم سلیمانی میں آیا ہے۔

ملک یوسف در کبت، دوہرہ، سورٹھ و سویہ و چوپائی و گڑگہ و چھند وغیرہم آں را تصنیف می کردند تا

ملک یوسف، کبت، دوہرہ، سورٹھ، سویہ چوپائی، گڑگہ وغیرہ میں اس کی تصنیف کرتے تھے۔

جنگ نامہ تمام شد و نام او پریم سنگرام شد و منظور خاص و عام شد و مشہور در گروہ امام علیہ السلام شد۔
(گلشن دہم چمن چہارم)

یہاں تک کہ جنگ نامہ پورا ہو گیا اور اس کا نام پریم سنگرام ہوا، خاص و عام کی نظر میں مقبول ہوا اور امام علیہ السلام کے گروہ میں مشہور ہو گیا۔

اس طرح آپ نے نہ صرف مذہب مہدویہ کی خدمت کی بلکہ شاعری کی بھی۔

سلطنت آصفیہ کے قیام کے بعد بھی مہدوی معتمد و ممتاز رہے۔

مکھن لال نے "امرائے ریاست آصفیہ از فرقۂ اہل اسلام" کے ذیل میں سلطان میاں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

کیفیت سلطان میاں از قوم پیرزادۂ مہدوی باشندۂ کھنڈیلہ موضع ہندوستان در عہد غفران مآب آمدہ بہ صیغۂ سوداگری در بلدۂ فرخندہ بنیاد اقامت می داشت[1]

سلطان میاں، باشندۂ کھنڈیلہ موضع شمالی ہند جو قوم پیرزادگان مہدویہ سے تھے، غفران مآب کے عہد میں بہ طریق سوداگری بلدۂ فرخندہ بنیاد میں رہتے تھے۔

گلزار آصفیہ میں سلطان میاں سے متعلق یہ آیا ہے۔

سلطان میاں یکی از پیرزادہ ہائے بزرگ منش ایشاں مرد بہادر صاحب قسمت بود بزور عقل رسائے خویش باعظم الامرا ارسطو جاہ رشد بہم رسانیدہ بدو ہزار سوار و بار و پیادہ ہا محلات کنگ گیری و گنگاوتی وغیرہ از سرکار بہرہ مند شد[2]

سلطان میاں مہدویوں کے عالی منش پیرزادوں میں سے بہادر اور صاحب قسمت تھے، اپنی عقل رسا کے زور سے اعظم الامرا، ارسطو جاہ تک رسائی پیدا کر کے دو ہزار سوار و بار و پیادے و محلات کنگ گیری و گنگاوتی وغیرہ سے سرکار سے بہرہ مند ہوئے۔

مولف ختم الہدیٰ نے لکھا ہے "حیدرآباد کے تاریخ دانوں کو بخوبی روشن ہے کہ مہدویہ ابتدائے حکومت آصفیہ سے عمدہ عمدہ خدمات پر مامور رہے چنانچہ راجہ چندو لعل کے کئی مدت آگے بڑے بڑے امیر جیسے نواب دلدار خاں بہادر، نواب میراں یار جنگ بہادر نواب سلطان الملک بہادر اور بہت سے جمعدار نامور بھی تھے بلکہ چندو لعل کے وقت ان لوگوں کی عزت کسی نے نہیں پائی۔" ص ۴، ۱۴

صاحب شمس الہدیٰ نے یہ لکھا ہے

"اور ریاست حیدرآباد میں ہم مہدوی قطب شاہی اور قلیوں کے بادشاہتوں سے امارت اور مصاحبت کے منصبوں سے سرافراز ہوئے ہیں کہ حوالی گولکنڈہ کے مقابر و درگاہوں عالیشان اس وقت کے موجود ہیں خصوصاً ریاست آصفیہ کی بنیاد سے ہمراہ رکاب ہیں اور دولت نظامیہ کے بڑے معتمد سرکار کہ جن کے پہرے اور چوکیاں خاص در خلوت پر سفر و حضر میں ہیں مثل نواب محمد دلدار خاں بہادر مرحوم وغیرہ کے۔"
(شمس الہدیٰ طبع مطبع نبوی صفحہ ۳۰، ۳۱)

صاحب تاریخ مہدویان نے نواب دلدار خاں سے متعلق یہ لکھا ہے۔

چونکہ دلدار خاں بہادر بسیار ہوشیار و جواں مرد | چونکہ دلدار خاں بہادر بہت ہوشیار، جواں مرد اور پرہیزگار

---

[1] یادگار مکھن لال (طبع مطبع برہانیہ حیدرآباد) صفحہ ۲۰ [2] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۱۱ و صفحہ ۱۱۲۔

پرہیزگار و بہ صفت امانت و وفاداری متصف بودند تیغ جنگ بہادر ایشاں را بہ سلک ملازمان خود منتظم نمودند و باز رفتہ رفتہ تعداد سواراں ایشاں افزود در نخستین دو صد سوار بودند و پس ازاں سہ صد افزودند و بکمال دیانت داری ایشاں بدرگاہ فلک اشتباہ آصف ثانی رسانیدند بندگان عالی را ہم روش ایشاں بسیار پسند آمد و مرتبۂ ایشاں را افزودند و نشست گاہ ایشاں بدیوڑھی خود مقرر فرمودند ..... اکیلی کلاں در جاگیر شاں بود بلکہ بنا کردۂ ماوشان است بسیار خوش وضع و نمونۂ جے پور است۔ الیٰ آخرہ۔

تھے اور امانت و وفاداری کی صفت سے متصف تھے تیغ جنگ بہادر نے ان کو اپنے ملازمین میں شامل کرلیا اور پھر رفتہ رفتہ ان کے سواروں کی تعداد بڑھائی پہلے دو سو سوار تھے ان کے بعد تین سو اور اضافہ کئے۔ ان کے کمال دیانت داری کو آصف ثانی (نواب میر نظام علی خاں) کی بارگاہ فلک اشتباہ تک پہونچایا بندگان عالی کو بھی ان کی روش بہت پسند آئی اور ان کے مرتبہ کو بڑھایا اور ان کی نشست اپنی ڈیوڑھی پر مقرر کی، بڑی اکیلی ان کی جاگیر میں تھی، بلکہ ان ہی کی بنائی ہوئی ہے، بہت خوش وضع اور جے پور کے نمونہ پر ہے۔

بادشاہ کی دیوڑھی کی نشست ان دنوں بڑی اہم سمجھی جاتی تھی جن امراء کو یہ اعزاز حاصل تھا وہ بادشاہ کے شخصی محافظ (King's Body Guard) سمجھے جاتے تھے۔

صاحب شمس الہدیٰ نے سردار خاں کے احوال میں یہ لکھا ہے "جس کی نمک حلالی و شجاعت شہرۂ آفاق ہے اور نواب ناصر الدولہ بہادر اس نمک حلالی اور شجاعت کی قدردانی پر خان مرحوم کے نام لیووں کو اضافوں سے سرفراز فرمائے ہیں سو آج تک جاری ہیں (شمس الہدیٰ صفحہ ۳۰)

(ج) تاریخ گلزار آصفیہ میں مذکور ہے "بازار عیسیٰ میاں المخاطب میراں یار جنگ مہدوی بسمت راست کوٹھی انگریزیست[1]۔ یعنے عیسیٰ میاں المخاطب بہ میراں یار جنگ مہدوی کا بازار جو انگریزی کوٹھی کی دائیں جانب ہے۔

نواب عیسیٰ میاں ابتدا میں سریرنگ پٹن میں بہادر کے امراء میں سے تھے جیسا کہ صاحب تاریخ مہدویاں نے لکھا ہے۔

چوں ایشاں بہ سن بلوغ رسیدند در سریرنگ پٹن رفتند آنجا بنی عم ایشاں نہنے میاں کہ از ملازمان بہادر بودند بوساطت ایشاں ملازم بہادر شاہ شدند و شدہ شدہ ایشاں ہم بہ درجۂ امارت رسیدند و در آئین جنگ مہارت کامل پیدا نمودند و در جنگ ہا ہمراہ رکاب بہادر ماندہ بودند

جب وہ یعنی ملک عیسیٰ سن بلوغ کو پہنچے تو سریرنگ پٹن گئے وہاں ان کے بنی عم نہنے میاں بہادر (حیدر علی) کے ملازموں میں سے تھے ان کے توسط سے یہ بھی بہادر کے ملازم ہوگئے اور رفتہ رفتہ یہ بھی امارت کے درجہ کو پہنچے اور آئین جنگ میں مہارت کاملہ پیدا کی اور بہت سی جنگوں میں بہادر (حیدر علی) کے ہمرکاب رہ چکے تھے

سریرنگ پٹن سے حیدرآباد آنے کے بعد نواب عیسیٰ میاں کو میراں یار جنگ کا خطاب ملا ہے۔

مولف تاریخ مہدویاں نے نواب میراں یار جنگ سے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔

در ذکر نواب عیسیٰ میاں المخاطب بہ میراں یار جنگ بہادر نوراللہ مرقدہ نام اصلی ایشاں ملک عیسیٰ است و پدر ایشاں

نواب عیسیٰ میاں المخاطب بہ میراں یار جنگ بہادر نوراللہ مرقدہ کے بیان میں ان کا اصلی نام ملک عیسیٰ ہے ان کے والد

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۶۲۲ (طبع حیدرآباد)

ملک مچھو از فقرائے گروہ مہدی علیہ السلام بودند دائرہ ایشاں در ناگپور بود کہ از حیدر آباد بسیت و پنج کروہ است عرس بندگی ملک الہٰداد کہ جد امجد اوشاں بودند بہ تکلف تمام می نمودند و ہمگی کسان قوم مہدویہ را مدعو می ساختند[1]

ملک مچھو گروہ مہدویہ کے فقراء سے تھے ان کا دائرہ ناگپور میں تھا جو حیدر آباد سے پچیس[25] کوس کے فاصلہ پر ہے، بندگی ملک الہٰداد جو ان کے جد اعلیٰ ہیں ان کا عرس بڑے تکلف سے کرتے تھے اور قوم مہدویہ کے سب لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

میراں یار جنگ کی فوج پیادہ وسوار دونوں مل کر آٹھ ہزار پر مشتمل تھی جیسا کہ تاریخ مہدویاں میں بیان کیا گیا ہے۔

فوج ایشاں پیادہ وسوار ہشت ہزار بود، اکثر عہدہ داران وسپاہیان اوشان از شرفازادگان دکن بودند بیشتر ناگپوریاں بودند کہ ہم وطنان اوشان اند و نواب صاحب ہمہ دوستان زمانۂ طفلی را بلکہ جمیع اہل وطن را ملازم خود داشتند۔

ان کی فوج پیادہ وسوار آٹھ ہزار تھی ان کے اکثر عہدہ دار اور سپاہی دکن کے شرفازادے تھے اکثر ناگپوری تھے جو ان کے ہم وطن ہیں اور نواب صاحب نے بچپن کے اپنے تمام دوستوں کو بلکہ تمام اہل وطن کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیا تھا۔

(د) تاریخ محبوب السلاطین میں مذکور ہے۔

"نواب مشیر الملک کا مرہٹوں کے ہاں رہنا مرہٹوں ہی کے حق میں غیر مفید ہوا اس کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد نواب مشیر الملک ایسی چال کھیل گئے کہ مرہٹوں کے مابین فتنہ برپا ہو گیا اور ان کی خفیہ درخواست پر عیسیٰ میاں میراں یار جنگ اور محمد سبحان خاں بہادر اور راجہ جیونت راؤ رنبہا وسردار الملک گھانسی میاں ومظفر الملک سید علی بہادر مع فوج جرار سرکار نظام کے پاس چلے آئے اور مرہٹوں کو کف افسوس ہی ملنا پڑا"[2]

(ھ) کھرے نے مرہٹی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے موسوم بہ "اتہاسک لکھ سنگرھا" یہ کئی جلدوں میں ہے جلد دہم کے صفحہ ۵۰۹۲ اور ۵۱۰۳ پر صرف عیسیٰ میاں کا اعظم الامرا کی مدد کے لئے فوج لے کر آنا مذکور ہے۔

(و) نواب میراں یار جنگ بہادر کا ذکر صاحب نشان حیدری نے بھی کیا ہے "ملک عیسیٰ خاں میراں یار جنگ با فوج خود در تاختہ قلعہ گنجی کوٹہ وتار پتری وتار مری وغیرہ بہ سعی چند ماہ بہ ضبط خود در آوردہ"[3] یعنے ملک عیسیٰ خاں میراں یار جنگ نے اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہو کر قلعہ گنجی کوٹہ وتار پتری وتار مری وغیرہ پر چند ماہ کی کوشش میں قبضہ کر لیا۔

بظاہر عیسیٰ میاں اور ان کے خطاب میراں یار جنگ میں کوئی لفظی مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن قومی روایت اس کی توضیح کر دیتی ہے وہ یہ کہ جب نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے انہیں خطاب دینا چاہا تو عیسیٰ میاں صاحب نے عرض کیے کہ میراں یار جنگ خطاب دیا جائے سبب دریافت کرنے پر بیان کیا کہ ہمارے امام مہدی موعود کا لقب میراں جی ہے۔ اس واقعہ سے عیسیٰ میاں صاحب کا جوش مذہبی اور آصف جاہ ثانی کی قدردانی اور رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

(ز) صاحب گلزار آصفیہ نے جمعداران افغانان، قوم مہدوی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ہر روز جمعداران ایشاں برائے سلام ومجرا حاضر دربار می شوند[4]

ان کے جمعدار ہر روز سلام ومجرا کے لئے حاضر دربار ہوتے ہیں۔

---

[1] تاریخ مہدویان سنٹرل ریکارڈ آفس (حیدر آباد) نمبر ۵۵ ۔ [2] محبوب السلاطین طبع حیدر آباد صفحہ ۴۱۲ [3] نشان حیدری (طبع بمبئی) صفحہ ۳۵۲ [4] گلزار آصفیہ صفحہ ۴۸۱ :

نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے بعد بھی عہدویوں کو خطابات دیئے گئے مثلاً نواب نصیب یاور جنگ، نواب کمال یار جنگ، نواب جنید یاور جنگ، نواب بہادر یار جنگ۔

چنچل گوڑہ ——— بندگی میاں سید راجے محمد چنچل گوڑہ میں مدفون ہیں ان کا سال رحلت ۱۰۶۸ھ ہے اس سے معلوم ہوا کہ چنچل گوڑہ ۱۰۶۸ھ سے قبل ہی عہدویوں سے آباد تھا۔ صاحب گلزار آصفیہ نے بیان کیا ہے کہ نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں یہاں کی آبادی میں اضافہ ہوا۔ گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

در عہد حضرت غفران مآب میر نظام علی خاں بہادر چوں جمعیت پائیگاہ بسرداری و سرکردگی شمس الامرا بہادر تہنگ جنگ قریب دہ ہزار سوار ملازم رکاب ظفر انتساب سرکار دولت مدار گردید دلدار خاں نامی جمعدار عہدوی با دو صد سواران ہم قوم خویش نیز نوکر بہادر معز گشت و بالائے چنچل گوڑہ مسکن و مقام خود ساخت و ہر روز برائے سلام حاضر دربار میگردید رفتہ رفتہ در چند مدت چنچل گوڑہ آن قدر آباد شد کہ ہمہ ما یحتاج در آنجا بہم رسیدہ سوداگران ایں قوم از ہر چہار طرف اجناس فروختنی آوردہ خوش حال گذر اوقات می نمودند و قریب چہار ہزار سوار ازیں قوم با سرداران و جمعداران و سپاہیاں بیش قرار ذکر سرکار و رسالہ ارسطو جاہ و دیگر امیران و راجایان گردیدند[1]

غفران مآب نواب میر نظام علی خاں کے عہد میں جب پائیگاہ کی دس ہزار سوار کی جمعیت شمس الامراء تیغ جنگ بہادر کی سرکردگی میں سرکار دولت مدار میں رکاب ظفر انتساب کی ملازم ہوئی تو دلدار خاں نامی عہدوی جمعدار اپنے ہم قوم دو سو سواروں کے ساتھ بہادر معز کے نوکر ہوئے اور چنچل گوڑہ کو اپنا مقام اور مسکن بنایا اور ہر روز سلام کے لئے دربار میں حاضر ہوتے تھے رفتہ رفتہ تھوڑی ہی مدت میں چنچل گوڑہ اس قدر آباد ہو گیا کہ جملہ ضرورت کی چیزیں وہاں مہیا ہوتی تھیں اور اس قوم کے تاجر اجناس لاکر فروخت کرتے اور خوش حالی میں بسر کرتے اور اس قوم کے قریب چار ہزار سوار، سرداروں، جمعداروں اور بیش قرار سپاہیوں کے ساتھ سرکار ارسطو جاہ اور دیگر امیروں اور راجاؤں کے علاقہ میں مامور ہوئے۔

چنچل گوڑہ ہند میں بھی مشہور ہے۔ چنانچہ حاجی زردار خاں رئیس اعظم قلمرو کروڑی نے اپنی کتاب صولت افغانی میں چنچل گوڑہ کی جنگ (۱۲۳۸ھ) کا خاص طور پر ذکر کیا ہے[2]۔ (چنچل گوڑہ کی جنگ سے متعلق قوم میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں ایک مثنوی ناطق، دوسری مثنوی عرفان موسوم بہ اخبار شہیدان) سراج الابصار کا مقدمہ یہیں یعنے چنچل گوڑہ میں لکھا گیا اور مقدمہ کے پہلے ایڈیشن کے ساتھ جو متن ہے وہ بھی یہیں مرتب ہوا۔

چنچل گوڑہ کی جنگ چنچل گوڑہ کی جنگ کا سبب مولوی عبدالکریم کا قتل ہو جانا ہے۔ مولوی عبدالکریم کا واقعہ بیان کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نواب منیر الملک اور مولوی عبدالکریم کی باہمی کشمکش اور رنجش کا بھی کچھ تذکرہ کیا جائے کیونکہ اس کے جانے بغیر مولوی عبدالکریم کے قتل کے حقیقی اسباب پس پردہ رہ جاتے ہیں محمد قادر خاں منشی نے تاریخ آصفی ہی میں یہ بیان کیا ہے۔

---

[1] گلزار آصفیہ ص ۱۱۱ (طبع حیدرآباد) [2] صولت افغانی (طبع نولکشور ۱۸۷۶ء) صفحہ ۴۰۱۳۔

از مولوی کینۂ دیرینہ داشت کہ پیش از چند سال پسرش بعلت تقریب مشرب شیعہ از مولوی رنجیدگی بہ میاں آورد و مولوی باشتہار آن پرداختہ بلوۂ عام نمودہ بود آخر باستعفائے نیر الملک بہ صلح انجامید[1]

مولوی عبدالکریم سے نیر الملک کو قدیم دشمنی تھی اس سے چند سال قبل نیر الملک کے بیٹے نے تقریب مذہب شیعہ کی علت میں مولوی عبدالکریم سے رنجش پیدا کرلی تھی اور مولوی نے اس کو شہرت دے کر بلوۂ عام کر دیا تھا آخر نیر الملک کے معافی چاہنے پر صلح ہو گئی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نواب نیر الملک کو مولوی عبدالکریم کے مقابلہ میں معافی چاہنا پڑا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے باہمی تعلقات کیسے تھے۔

محمد فیض اللہ منشی (المخاطب بہ فضل علی خاں آصف جاہی) "خزانۂ رسول خانی" میں یہ لکھا ہے۔

قبل از عرصۂ سہ ماہ جناب مغفرت منزل مولوی کریم الدین (عبدالکریم) را پیش خود طلب داشتہ پرسید ند اگر کسے سنت جماعت صبیہ خود را باہل تشیعہ (تشیع) عقد کردہ بدہد در ایں صورت چہ مسئلہ است ہماں وقت مولوی صاحب فرمود کہ صبیہ خود را بہ خنزیر سپردہ برائے خانہ داری خود بدولت و اقبال سکوت کردہ مولوی صاحب را رخصت فرمود ازیں سوال حاصل ایں بود کہ صبیہ خود انچہ کہ از بطن زوجہ[2] جہاں پرور بیگم متولد آں را در عقد پسر نیر الملک بہادر دادنی منظور بود باستماع ایں مسئلہ موقوف فرمود ازیں باعث بہادر موصوف را از مولوی صاحب عداوت قلبی بود[3]

تین ماہ قبل جناب مغفرت منزل (نواب سکندر جاہ) نے مولوی کریم الدین (عبدالکریم) کو اپنے ہاں بلا کر پوچھا کہ اگر کوئی سنت جماعت اپنی لڑکی کو کسی شیعہ سے عقد کر کے دیدے تو اس صورت میں کیا مسئلہ ہے اس وقت مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس نے اپنی لڑکی خانہ داری کے لئے خنزیر (سور) کے حوالہ کردی، خود بدولت و اقبال نے سکوت کیا مولوی صاحب کو رخصت کر دیا۔ سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مغفرت منزل اپنی دختر کو جو جہاں پرور بیگم کے بطن سے تھی نیر الملک کے بیٹے کے عقد میں دینا چاہتے تھے، یہ مسئلہ سنتے ہی موقوف کر دیا۔ اس سبب سے بہادر موصوف یعنی نیر الملک کو مولوی (عبدالکریم) صاحب سے دلی دشمنی تھی۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ نیر الملک کو مولوی عبدالکریم سے دلی دشمنی تھی اس کا ایک سبب تو ظاہر ہے کہ انہیں مولوی عبدالکریم کے مقابلہ میں معافی مانگنی پڑی تھی اور دوسرا سبب یہ ہے کہ مولوی عبدالکریم ہی کی مخالفت کی وجہ سے نواب سکندر جاہ نے اپنی لڑکی نیر الملک کے بیٹے کے عقد میں نہیں دی۔

محمد فیض اللہ منشی نے اپنی دوسری تصنیف موسوم بہ "خزانہ گوہر شاہوار" میں مولوی عبدالکریم کا مذکورۂ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔

بہ مجرد استماع ایں مسئلہ درایں رسم توقف رو نمود کہ اس مسئلہ کے سنتے ہی یہ رسم موقوف ہو گئی اور مولوی اس ہنگامہ

---

[1] تاریخ آصف جاہی (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۶۴۹ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش [2] جہاں پرور بیگم مالی میاں سیف الملک کی بیٹی اور ارسطو جاہ مشیر الملک کی پوتی ہے نواب ناصر الدولہ کے بھائی میر تفضل علی خاں المعروف میر بادشاہ جہاں پرور بیگم کے بطن سے تھے۔
[3] خزانہ رسول خانی (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۶۰۶ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش۔

مولوی ازیں ہنگامہ بہ مرتبہ شہادت رسید با وصف در جلوخانہ جمعیت بہادر موصوف جوانان عرب و بارپلاٹن و دیگر مردماں بسیار بود تقید فرمودہ کہ در را مسدود نہ کنند کسے کمک مولوی صاحب نہ کند صریح و واضح است[1]

سے مرتبۂ شہادت کو پہنچا، اگرچہ جلوخانہ میں بہادر موصوف (منیر الملک) کی جمعیت، جوانان عرب اور پلٹن کے سپاہی اور دوسرے بہت سے لوگ تھے، یہ حکم دے رکھا تھا کہ جلوخانہ کے دروازے کو بند نہ کریں اور کوئی مولوی صاحب کی مدد نہ کرے۔ یہ صریح اور واضح ہے۔

اس عبارت میں جس رسم کا موقوف ہوجانا مذکور ہے وہ جہاں پرور بیگم کی بیٹی کی رسم ہے جس کا اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورۂ صدر مخالفت ہی کا نتیجہ تھا کہ منیر الملک نے مولوی عبدالکریم کا منصب موقوف کرادیا تھا، بعد کو مہاراجہ چندو لال نے جاری کرایا ہے، محمد قادر خاں منشی نے تاریخ آصف جاہی میں یہ بیان کیا ہے۔

سہ صد روپیہ در ماہہ از عصر میر عالم یافت وقتیکہ منیر الملک رابا اور نجیدگی بوقوع رسید موقوف شدہ راجہ چندو لال از راہ قدر دانی مواجب مذکور از سرکار عالی اجرا داشت[2]

تین سو روپے ماہانہ میر عالم کے زمانہ سے پاتا تھا، جب منیر الملک مذکور سے رنجش ہوگئی تو یہ ماہوار موقوف ہوگیا، راجہ چندو لال نے ازراہ قدر دانی مذکور تنخواہ سرکار عالی سے جاری کرایا۔

اس زمانہ میں یہ امر متعارف تھا کہ مولوی عبدالکریم کا قتل نواب منیر الملک کے ایما سے ہوا ہے صاحب تاریخ آصف جاہی نے یہ بیان کیا ہے۔

ایں بدنامی بنام منیر الملک دیوان حضور اشتہار یافت کہ دروازۂ چوک و بازار خود را وا کنانیدہ مہدویاں را بلکہ بہ نقاص مذہب شیعی کہ مولوی مذکور اہل سنت جماعت بودند ایما کرد کہ دعویٰ خود از مولوی بگیرند[3]

یہ بدنامی حضور کے دیوان منیر الملک کے نام سے مشہور ہوئی کہ اپنے چوک اور بازار کا دروازہ مہدویوں کے لئے کھولدیا بلکہ شیعی مذہب کی نقص کی وجہ مولوی مذکور سنت جماعت ہونے سے یہ ایما کیا کہ مہدوی اپنا دعویٰ مولوی سے لیں۔

اس عبارت کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ مولوی عبدالکریم کا قتل نواب منیر الملک کے ایما سے تھا، اس میں شک نہیں کہ بیچارے مہدوی اس کا ذریعہ بن گئے۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

میاں لیسین خاں اور مولوی عبدالکریم کا مباحثہ

زبردست خاں اور لیسین خاں، نواب دلدار خاں کے بیٹے ہیں صاحب تاریخ مہدویاں نے ان سے متعلق یہ لکھا ہے۔

پس وفات اوشاں زبردست خاں و لیسین خاں پسران اوشاں بہ ہماں مرتبہ رسیدند و چوں واقعۂ شہادت چنچل گوڑہ در پیش شد جاگیر خود را گزاشتہ شامل اخراجیاں شدند۔

ان کی یعنی نواب دلدار خاں کی وفات کے بعد زبردست خاں اور لیسین خاں ان کے دونوں بیٹے اسی مرتبہ کو پہونچے اور جب شہادت چنچل گوڑہ کا واقعہ پیش آیا تو اپنی جاگیر (اکیلی کلاں) چھوڑ کر اخراجیوں میں شامل ہوگئے۔

صوفی میاں نامی ایک شخص رازدار خاں پیٹھ میں رہتا تھا یہ دھارور کے قاضی کا بھتیجا تھا، نواب دلدار خاں کے بیٹے

---

[1] خزانۂ گوہر شاہوار (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۴۴۲ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) [2] تاریخ آصفجاہی ورق ۹۶ . [3] تاریخ آصفجاہی ورق ۹۷ . [4] تاریخ مہدویاں (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۷۵۵)۔

میاں لیٰسین خاں اور صوفی میاں میں امام علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم کی تسویت کے باب میں گفتگو ہوئی جیسا کہ عرفان نے مثنوی "اخبار شہیداں" میں لکھا ہے:

کہا اک روز وہ لیٰسین خاں سے | ز بر دست خاں کے وہ اخوی میاں سے
نبی مہدی کی تسویت میں آیت | حدیث اس باب میں ہوئے کفایت
تو تب جانوں کہ یہ سچ ہے میری بات | کروں تصدیق کر میں دین اثبات

سنہ ۱۲۳۷ھ

نواب لیٰسین خاں، صوفی میاں کے ساتھ مولوی عبدالکریم کے ہاں گئے شام کا وقت تھا اور ماہ ذی الحجہ کا سلخ عرفان اور ناطق دونوں کی مثنویوں میں یہ مذکور ہے کہ دوران ملاقات میں بخاری اور ذکر مہدی پر گفتگو ہوئی ہے۔ اس سے قبل کی ملاقات میں مولوی عبدالکریم نے اس امر کا مطالبہ کیا تھا کہ بخاری میں مہدی کا ذکر ہو تو بتلایا جائے اس کے متعلق عرفان نے یہ بیان کیا ہے۔

کہا ہے اس نے پڑھ کر یہ تو سچ ہے | بخاری میں اگر مہدی کی پچ ہے
تو دن منگل کے بیشک لاؤ اس کو | مجھے لاکر کے پھر بتلاؤ اس کو

ناطق نے مولوی عبدالکریم کی زبانی یہ بیان کیا ہے۔

تو سہ شنبہ کے دن مجھ پاس آنا | بخاری لاکے میرے تیں دکھانا
اگر اس میں خبر مہدی کی پاؤں | تو صوفی کیا ہے میں ایمان لاؤں

حاصل یہ کہ میاں لیٰسین خاں اور مولوی عبدالکریم کے درمیان تسویت خاتمین بخاری اور ذکر مہدی پر بحث ہوئی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں امامکم منکم سے علماء اہل سنت والجماعت نے امام مہدی کی ذات مراد لی ہے جیسا کہ محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے:

امام نماز کسے بود کہ از شما است و عیسیٰ اقتدا کند بوے و آن مہدی است۔[1] | امام نماز وہ شخص ہوگا جو تم میں سے ہے اور عیسیٰ اس کی اقتدا کرینگے اور وہ مہدی ہے۔

عجب نہیں کہ میاں لیٰسین خاں نے خصم کو ملزم گردانے کے لئے خصم کے مسلمات پیش کئے ہوں ورنہ مہدویوں کے ہاں امامکم منکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں (اس کی تفصیل حصہ چہارم میں آئے گی۔

منیر الملک کے جلو خانہ[2] میں جو مسجد ہے وہ میر عالم کی تعمیر کردہ ہے جیسا کہ وقائع چنچل گوڑہ میں مذکور ہے۔

مسجد کہ از مستحدثات عالم مداری میر عالم بہادر مغفور و مبرور است (صـ۶)

مسجد جو عالم مدار میر عالم بہادر مغفور و مبرور کی بنائی ہوئی عمارتوں میں سے ہے۔

نہیں معلوم یہ کس طرح مولوی عبدالکریم کے قبضہ میں آگئی۔

الغرض اس مسجد میں میاں لیٰسین خاں اور مولوی عبدالکریم کے درمیان گفتگو ہوئی تو مولوی عبدالکریم نے غصہ میں آکر

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۵۳۔ [2] یہ آجکل میر عالم کی منڈی کے نام سے مشہور ہے۔

پہلے بخاری شریف زمین پر پٹک دی اور پھر میاں لئیسین خاں پر حملہ کر دیا۔

جس شخص نے نواب سکندر جاہ کے سامنے سر دربار شیعوں کو خنزیر قرار دیا ہو (جیسا کہ اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے) اس کا ایک ہندو سے مناظرہ کرتے وقت ذرا سی بات پر بھڑک جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔

مولوی عبدالکریم کا میاں لئیسین خاں پر حملہ کرنا اور میاں لئیسین خاں کا زخمی کیا جانا

کتب ہندویہ کے علاوہ کتب غیر ہندویہ سے بھی ثابت ہے کہ مولوی عبدالکریم نے میاں لئیسین خاں پر پہلے حملہ کیا۔

(۱) (صاحب خزانۂ رسول خانی نے یہ لکھا ہے۔

بر روے نامبردہ مولوی صاحب طمانچہ زد[1] ــــــ	نامبردہ (یعنی لئیسین خاں) کے منہ پر مولوی صاحب نے طمانچہ مارا۔

(۲) صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے یہ بیان کیا ہے۔

جناب مولوی خشمگین شدہ طمانچہ بروے ش زد[2]	جناب مولوی نے غصہ میں آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔

(۳) صاحب تاریخ آصف جاہی نے کسی قدر مختلف لکھا ہے۔

مولوی صاحب موصوف دست را بر سینہ پُر کینہ اش زد[3]	مولوی صاحب موصوف نے اس کے سینۂ پر کینہ پر ہاتھ مارا۔

(۴) خزانۂ گوہر شاہوار میں یہ بیان کیا گیا ہے

مولوی صاحب موصوف بر دہن نابردہ طمانچہ زد[4]	مولوی صاحب موصوف نے نامبردہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔

(۵) مرأۃ الاخبار میں یہ مذکور ہے۔

مولوی صاحب بر دہن آں طمانچہ زد[5]	مولوی صاحب نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔

میاں لئیسین خاں ابھی تلوار کھینچنے نہ پائے تھے کہ سب ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں زخمی کر دیا جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

رکھا قبضہ پر جب لئیسین خاں ہاتھ	پڑے چاروں طرف سے ٹوٹ بدذات

(۱) خزانۂ گوہر شاہوار میں یہ مذکور ہے۔

در آں ہنگامہ قدرے زخم بر سر نامبردہ از شمشیر آنہا رسیدہ نامبردہ بیرون مسجد آمدہ بہ حوض جلوخانہ نشستہ[6]	اس ہنگامہ میں خفیف سا زخم نامبردہ کے سر میں ان لوگوں کی تلوار سے آیا، نامبردہ مسجد سے باہر آکر جلوخانہ کے حوض پر بیٹھ گیا۔

(۲) تاریخ آصف جاہی سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ میاں لئیسین خاں کو زخمی کیا گیا تاریخ آصف جاہی کی عبارت یہ ہے۔

---

[1] خزانۂ رسول خانی ورق ۱۷۱ [2] وقائع چنچل گوڑہ صفحہ [3] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۶۔ [4] خزانۂ گوہر شاہوار (تاریخ قلمی نمبر ۴۴۲ صفحہ ۷۶۲)
[5] مرأۃ الاخبار (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد ورق ۵۱۔ [6] خزانۂ گوہر شاہوار صفحہ ۷۶۲۔

دراین اثنا شخصے کہ حاضر بود بر سر یسین خاں زخمے زد[1]

اس اثنا میں ایک شخص نے جو حاضر تھا یسین خاں کے سر پر زخم لگایا۔

(۳) صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے یہ بیان کیا ہے

جلسائے مولوی موسوم از جا برجستہ براو ہجوم کردند[2]

مولوی موصوف کے ہمنشین اپنی جگہ سے جست کر کے خان مذکور پر ٹوٹ پڑے۔

مسجد سے باہر آنے کے بعد میاں یسین خاں حوض کے کنارے بیٹھ گئے (اب حوض کی جگہ ایک چتر بنا ہوا ہے۔ سبزی فروش وغیرہ اس کے نیچے بیٹھتے ہیں) ان کے نوکر نے چنچل گوڑہ آکر اس کی اطلاع دی، یہاں سے فوراً سترہ آدمی روانہ ہو گئے۔ جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

جو واں یسین خاں بیٹھا تھا باہر
وہ آدم واں سے جو دوڑا سو آیا
لگا کہنے کو جب احوال چوڑے

کہا آدم کے تیں جا کر خبر کر
خبر چنچل گوڑہ میں لا سنایا
تھے سترہ اسم سب سن کر کے دوڑے

سترہ آدمیوں میں بارہ افغان، تین سادات اور دو شیخ تھے۔ ان لوگوں کے جلوخانہ پہنچنے سے قبل ہی مولوی عبدالکریم نے عربوں اور افغانوں کو مسجد میں بلوالیا تھا، افغانوں میں مندوزی جمعدار دائم خاں اور حسن خاں بھی شامل تھے، ظاہر ہے کہ یہ تنہا نہیں آئے ہوں گے خصوصاً جب کہ یہ بات ان کے علم میں تھی کہ مقابلہ مہدویوں سے ہے۔

مہدوی جب منیر الملک کے جلوخانہ پر پہنچے ہیں تو پہرہ والوں نے جلوخانہ کا دروازہ بند کر لیا تھا اگرچہ اس وقت جلوخانہ میں تقریباً پانچ ہزار سپاہی تھے، صاحب خزانۂ رسول خانی نے یہ بیان کیا ہے۔

درجلوخانہ قریب دو ہزار جوانان عرب و دو ہزار پلاٹن بارو پانصد مرد آدمیاں در نشست حاضر بودند[3]

جلوخانہ میں تقریباً دو ہزار عرب اور پلٹن کے دو ہزار جوان اور پانسو سپاہی نشست میں حاضر تھے۔

منیر الملک کے حکم سے جلوخانہ کا دروازہ کھولا جانا

جلوخانہ کا دروازہ منیر الملک کے حکم کی بناء پر کھولا گیا ہے، صاحب تاریخ آصف جاہی نے یہ بیان کیا ہے۔

(۱) دربانان بموجب حکم منیر الملک دروازۂ چوک مذکور بکشادند[4]

دربانوں نے منیر الملک کے حکم کے بموجب مذکورہ چوک (یعنی میر عالم کی منڈی) کا دروازہ کھولدیا۔

(۲) خزانۂ رسول خانی کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، خزانہ کی عبارت یہ ہے۔

منیر الملک بہادر امیر الامرا تقیید کردہ کہ درجلوخانہ واکنند[5]

منیر الملک بہادر امیر الامرا نے تاکید کے ساتھ حکم دیا تھا کہ جلوخانہ کا دروازہ کھولدیں۔

---

[1] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۶ [2] وقائع چنچل گوڑہ ص۸ (سٹرمل ریکارڈ آفس حیدرآباد) [3] خزانہ رسول خانی ورق ۱۷۲۔
[4] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۶۔ [5] خزانۂ رسول خانی ورق ۱۷۱۔

اس کے بعد یہ لکھا ہے۔

اگر بہادر موصوف حکم وا کردن جلوخانہ نکردہ چہ طاقت بود کہ بایں مرتبہ ہنگامہ رونمود(ے) صریح و واضح است [1]	اگر بہادر موصوف جلوخانہ کا دروازہ کھولدینے کا حکم نہ دیتے تو کیا مجال تھی کہ اس قدر ہنگامہ رونما ہوتا اور یہ بات صریح اور واضح ہے۔

منیر الملک نے جلوخانہ کا دروازہ ہی نہیں کھلوایا بلکہ مہدویوں کو ایما کیا کہ اپنا دعویٰ مولوی مذکور سے لیں تاریخ آصف جاہی کی عبارت یہ ہے۔

ایما کرد کہ دعوائے خود از مولوی بگیرند [2]	ایما کیا کہ اپنا دعویٰ مولوی سے لیں۔

یہ سب اس لئے کیا گیا کہ اس واقعہ سے چند سال قبل منیر الملک کو مولوی عبدالکریم سے معافی چاہنی پڑی تھی اور تین ماہ قبل مولوی عبدالکریم کے فتوے کی بنا پر نواب سکندر جاہ نے اپنی لڑکی منیر الملک کے بیٹے کے عقد میں دینے کا جو ارادہ کیا تھا ترک کر دیا تھا۔

حاصل یہ کہ مہدوی جلوخانہ میں داخل ہوئے ہیں میاں لیٰسین خاں حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور خون میں تر تھے۔ عرفان نے مثنوی "اخبار شہیدان" میں یہ لکھا ہے۔

گئے ملکر سبھی لیٰسین خاں کن	جو دیکھا خاں بیٹھا ہے بنا بن

"بنا بن" یعنے دولھا بنے ہوئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میاں لیٰسین خاں کے سر پر جو زخم آیا تھا وہ گہرا تھا اور ان کا تمام جسم خون سے رنگین تھا۔

عربوں کا مسجد سے مہدویوں پر تاشیرہ کرنا جلوخانہ کی مسجد کے دو دروازے [2] تھے جیسا کہ گلزار آصفیہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے۔

بر تقیید مولوی مذکور ہر دو در مسجد کشادہ بودند [3]	مولوی مذکور کے تقید کی بنا پر مسجد کے دونوں دروازے کھول دیئے تھے

عرفان کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا ایک دروازہ خود مندوزئی جمعداروں نے کھلوایا ہے۔

لئے آخر کو سب مسجد کا رستہ	وہاں دیکھے تو در ہے اس کا بستہ
کھڑے ہوکر سبھی در پر پکارے	اسے کھولو یہ کہکر ہانک مارے
کہوں میں باب اس مسجد کے چند تھے	جو دو در تھے سو وہ دونوں بھی بند تھے
سناجس وقت مندوزی نے آواز	کہا اندر سے دروازہ کرو باز

عنایت خاں پروزئی اور ان کی مختصر سی جماعت پر مسجد میں داخل ہوکر گفتگو کرنے سے قبل ہی عربوں نے تاشیرہ کیا ہے۔ وقائع چنچل گوڑہ کے بیان سے بھی مندوزیوں کے ساتھ تفنگ انداز عربوں کا رہنا ثابت ہے، وقائع کی عبارت یہ ہے۔

میان مسجد حسن خاں و برادرش دائم خاں قوم افغان	مسجد میں حسن خاں اور اس کا بھائی دائم خاں مندوزی افغان

[1] خزانہ رسول خانی ورق ۱۷۲ [2] تاریخ آصفجاہی ورق ۹۷۔ [3] گلزار آصفیہ ص ۱۱۴۔

مندوزی و امام الدین خاں فرزند اکبر یار جنگ با چند عروب تفنگ انداز دو دو سہ سہ تن نماز گذار فراہم بودند[1]

اور امام الدین خاں اکبر یار جنگ کا بیٹا تفنگ انداز عربوں اور دو تین نمازیوں کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔

یہ تو مشہور لوگوں کے نام ہیں ورنہ مسجد میں جو لوگ تھے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی یوں بھی یہ بات قرین قیاس نہیں کہ دائم خاں اور حسن خاں جیسے بڑے بڑے مندوزی جمعدار آئیں اور ان کے ساتھ ان کا کوئی سپاہی نہ ہو خصوصاً جب یہ بات ان کے علم میں ہو کہ مہدویوں کا ایک بڑا شخص مولوی عبدالکریم کے آدمیوں سے زخمی ہو گیا ہے۔

عربوں کے تاشیرہ سے ایک آدمی غازی ہوا اور ایک شہید ہوا جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

دہاں سے ضرب کے چلتے ہی گولی
شہادت کا یہاں پیغام بولی

خدا کی اس قدر ہوئی سرفرازی
ہوا کوئی مرد اک ان میں سے غازی

گئے موجدار خاں سلطان ہو کر
فدا راہ خدا میں جان کو کر

وقائع چنچل گوڑہ کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ عربوں نے متعدد مرتبہ تاشیرہ کیا ہے، وقائع کی عبارت یہ ہے۔

عرب نیز از بالا رونق کار حرب را دو بالا نمودہ بہ چستی و چالاکی برق و باد در پر کردن و انداختن تفنگ کارنامۂ آتش دستان فرنگ بروی کار آوردہ

عربوں نے بھی اوپر سے لڑائی کے کام کی رونق کو دوبالا کر دیا برق و باد کی چالاکی سے بندوق بھرنے اور چلانے میں فرنگیوں کی آتش باری کے کارنامہ کو دکھایا۔

اب مہدویوں کے لئے پیش قدمی ناگزیر ہو گئی۔ مسجد کا ایک دروازہ تو خود مندوزیوں نے کھلوایا تھا اب دوسرا دروازہ رحمت خاں نے توڑ ڈالا عرفان نے یہ لکھا ہے۔

یہ دروازہ دگر تھا گرد گاڑا
وہ رحمت خاں جو پٹ اس کے اکھاڑا

ناطق نے رحمت خاں کے دروازہ توڑنے کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وہ دولت زی بہادر خاں رحمت
جسے تھا زور مولا سے عنایت

سپر مونڈھے پہ رکھ شیر دلاور
جو مارا زور سے اس در پہ ٹکر

در مسجد وہ عالیشان لوٹا
یہ بھوکا باگ ان بکریوں میں چھوٹا

موجودہ حالت میں جلو خانہ کی مسجد کا صرف ایک ہی دروازہ نظر آتا ہے۔ دروازہ سے جو راستہ مسجد میں جاتا ہے بہت تنگ اور لڑائی کے موقع پر بہت خطرناک ہے، دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دائیں اور بائیں طرف سیڑھیوں کا سلسلہ ہے، سیڑھیوں کا عرض بہ مشکل سوا دو فٹ ہوگا اور ان کی دونوں جانب گچ کی اونچی دیوار ہے، مسجد کے صحن کی سطح دروازہ کی پہلی سیڑھی سے دس بارہ فٹ بلند ہے، دشمن مسجد کے صحن میں ہو تو لڑائی کے موقع پر سیڑھیوں پر چڑھ کر صحن تک پہنچ جانا ہی دشوار ہے تو ایسی تنگ جگہ پر بتیار کیا چلا سکتے ہیں۔

---

[1] وقائع چنچل گوڑہ صفحہ ۱۰

مسجد میر عالم کی لڑائی

عربوں کے تاشیرہ کی پروانہ کرکے میاں عنایت خاں اوران کے ساتھی اوپر چڑھنے لگے۔ دائم خاں مندوزی سیڑھیوں کے آخری سرے پر میاں عنایت خاں پروزی کے مقابل ہوگیا۔ اور دائم خاں کے بھائی حسن خاں مندوزی نے عقب سے میاں عنایت خاں پروزی کی گردن پر ایسا وار کیا کہ گردن ڈھلنے لگی اس جواں مرد نے اپنے تھوڑی پر ہاتھ رکھکر اپنا سر ایک ہاتھ سے تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ایسا وار کیا کہ دائم خاں کٹ کے گر گیا' عرفان کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عنایت خاں پہ ہاتھ اس نے چلایا	لگا گردن میں اک تسمہ ہے پایا
نہایت رستم دوراں تھا وہ	کچھ ایسا شیر نر بیجان تھا وہ
جینے اک ہاتھ سے گردن کو تھامہ	زدوم دست کر دائم کو خامہ

مسجد کی سیڑھیوں پر جو لڑائی ہوی ہے اس زمانہ میں مشہور تھی چنانچہ صاحب تاریخ آصف جاہی نے یہ لکھا ہے۔

دائم خاں افغان تسنن با دیگر شخصے بر تر وبالائے مسجد متعرض شدہ بہ جلادت و مردانگی سہ چہار کسان مہدویہ را از جاں کشتہ درجۂ شہادت یافت [1]	دائم خاں سنی افغان نے ایک اور شخص کے ساتھ مسجد کی سیڑھیوں پر حائل ہوکر جلادت و مردانگی سے چار مہدویوں کو جان سے مار کر شہادت کا درجہ پایا۔

یہاں " دیگر شخصے " سے دائم خاں کا بھائی حسن خاں مراد ہے' حسن خاں کے ہاتھ سے صرف میاں عنایت خاں پروزی شہید ہوئے ہیں مصنف کا اور تین مہدویوں کو شامل کر دینا خلاف واقعہ ہے۔

دائم خاں کے مارے جانے کے بعد مہدویوں کے لئے راستہ صاف ہوگیا یہ صحن مسجد میں داخل ہوگئے۔

کتب غیر مہدویہ کے مندرجات کے مطابق مولوی عبدالکریم کے ساتھ اس کے چار پانچ ساتھی بھی مارے گئے ہیں جن میں دائم خاں مندوزی اور تاج محمد خاں' قادر یار خاں کا بیٹا بھی شامل ہے۔

معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ دائم خاں اور مولوی عبدالکریم وغیرہ کے مارے جانے کے بعد سب مخالفین بھاگ گئے تھے جیساکہ مولف گلزار آصفیہ نے بیان کیا ہے۔

مہدویاں چوں دیدند کہ احدے بہ مقابل مانیست تسبیح خود خواندہ از مسجد بیرون آمدہ [2]	مہدویوں نے جب دیکھا کہ کوئی ہمارے مقابل نہیں ہے تو اپنے طریقہ پر تسبیح دے کر مسجد سے باہر آئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں نے جب مسجد میں تسبیح دی ہے تو مخالفین میں سے وہاں کوئی موجود نہ تھا پس معلوم ہوا کہ حسن خاں مندوزی اور تفنگ انداز عرب بھی وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

مولف خزانۂ رسول خانی نے یہ لکھا ہے۔

بہ موجب عقاید خود در آن مسجد مہدویاں دوگانۂ شکریہ	اپنے عقائد کے بموجب اس مسجد میں مہدویوں نے مولوی صاحب کو

---

[1] بتاریخ آصف جاہی [2] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۱۵

مقدمہ سراج الابصار

شہید کردن مولوی صاحب ادا کردہ و تسبیح تلقین خود خواندہ بہ مقام خود رفتہ انچہ کہ لاش ہائے گروہ محمدیاں بود تا بہ صبح صادق در مسجد ماندہ[1]

شہید کرنے کا دوگانۂ شکریہ ادا کیا اور اپنی تلقین کی تسبیح پڑھ کر اپنے مقام کو چلے گئے گروہ محمدیہ کی جو لاشیں تھیں وہ صبح صادق تک مسجد میں پڑی رہیں۔

"خزانہ گوہر شاہوار" میں یہ مرقوم ہے۔

بہ عقائد خود در آں مسجد نماز تسبیح ادا کردہ باز بفرودگاہ خود رفتہ بوقت صبح مولوی صاحب شہید را در قدم رسول مدفون ساختند[2]

اپنے عقائد کے مطابق اس مسجد میں نماز پڑھی اور تسبیح دی اپنے مقام پر گئے۔ صبح کے وقت مولوی صاحب شہید کو قدم رسول میں دفن کئے

"مرأۃ الاخبار" میں یہ مذکور ہے۔

بہ عقاید خود در آں مسجد نماز ادا کردہ و تسبیح خود خواندہ بہ مکان خود رفتہ فردا ہیچ کس نہ پرسیدہ کہ کدام آمدہ و خون کدام کردہ[3]

اپنے عقائد کے مطابق اس مسجد میں نماز ادا کی اور تسبیح دی اور اپنی جگہ چلے گئے دوسرے دن کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ کون آیا اور کس کا خون کیا۔

مخالفین نے تسبیح کی آواز سن کر یہ قیاس کیا کہ ہندوؤں نے مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے کتب ہندویہ میں تو یہ مذکور نہیں ہے کہ جلوخانہ کی مسجد میں دوگانۂ شکریہ ادا کیا گیا، مسجد میں صرف تسبیح دینا ثابت ہے۔ عرفان نے یہ بیان کیا ہے۔

فراری کر گئے میدان سے کفار
تو پھر مومن کہے تسبیح للکار

شہید اس دن ہوئے دو[4] اور غازی
نہایت کافروں سے کر کے بازی

میا نے گھر سے پھر واں ہی منگائے
وہ غازی اور شہیدوں کو اٹھائے

ہوا اس روز تھا جو گرد غازی
خدا نے اس پہ کی یوں سرفرازی

وہ تیرہ روز بعد از جوش کر کے
کیا جام شہادت نوش کر کے

مسجد کی لڑائی کے شہداء اور مقتولین وغیرہ

عرفان کے اشعار جو اوپر نقل کئے گئے ان سے ظاہر ہے کہ صرف دو ہندوی شہید ہوئے ہیں اور باقی غازی ہوئے، غازیوں میں سے ایک شخص تیرہ روز بعد شہادت سے مشرف ہوا ان ہندوؤں کی کل تعداد جنھوں نے مسجد میں شمشیر زنی کی ہے صرف سترہ ہے جیسا کہ اس سے قبل "اخبار شہیدان" کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔

لگا کہنے کو جب احوال چوڑے
تھے سترہ اسم سب سن کر کے دوڑے

اس سے قطع نظر عرفان صاحب "اخبار شہیدان" نے "دربارۂ اسمائے غازیاں" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

شمار اندر سب آئے صاحب جس
ہیں اول پانزدہ[5] پھر ایک سو دس[6]

اس شعر میں غازیوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ پندرہ سے مراد جلوخانہ کی مسجد کے غازی ہیں اور ایک سو دس سے

---

[1] خزانہ رسول خانی [2] خزانہ گوہر شاہوار صفحہ ۷۶۳۔ [3] مرأۃ الاخبار (سنٹرل ریکارڈ آفس نمبر ۱۲۰۳ ورق ۵۱)۔

مراد جنگ چنچل گوڑہ کے غازی ہیں۔

گلزار آصفیہ[1] میں مذکور ہے کہ مہدوی اپنی چودہ لاشیں اٹھالے گئے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فراریوں نے مجروحین کو مقتولین سمجھا۔ گلزار آصفیہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جوق جوق مہدوی میر المالک کے جلوخانہ میں داخل ہو گئے تھے اور وقائع چنچل گوڑہ میں بیان کیا گیا ہے کہ تقریباً پانسو مہدوی جمع ہو گئے تھے۔ ہمارے ہاں کے قدیم ماخذ "اخبار شہیدان" سے صرف سترہ آدمیوں کا جانا ثابت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میاں عنایت خاں پروزی اور میاں موجدار خاں سلطانزی کے شہید ہو جانے کے بعد شہیدوں اور غازیوں کو لانے کے لئے مہدویوں کی ایک بڑی جماعت گئی ہو اور دشمن کے حملے کے اندیشہ سے ممکن ہے زیادہ تعداد میں گئے ہوں۔

صاحب "وقائع چنچل گوڑہ" کے بیان سے ظاہر ہے کہ طرفین کے مقتولین اور مجروحین کی تعداد تقریباً تیس تھی۔ وقائع کی عبارت یہ ہے۔

حکم شد کہ مقتولین و مجروحین را قریب بہ سی کس بودند وارثان طرفین برداشتہ بتدفین و تکفین و معالجہ پردازند[2]

حکم ہوا کہ مقتولین اور مجروحین کو جن کی تعداد تقریباً تیس[30] تھی طرفین کے ورثا اٹھالیں اور تدفین تکفین اور معالجہ میں مشغول ہو جائیں۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ دو مہدوی شہید ہوئے اور پندرہ غازی ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ تیرہ مخالفین کے مقتولین اور مجروحین پر مشتمل ہیں۔

مولف تاریخ آصف جاہی کا بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے اس نے لکھا ہے کہ مقتولین سے مسجد کا صحن بھر گیا تھا تاریخ آصف جاہی کی عبارت یہ ہے۔

صحن مسجد از جسد کشتگان مملو شد و از خون مقتولان جوے ہا روان گردیدہ از راہ پرنالۂ بلند در صحن آں چوک و بازار افتاد[3]

مسجد کا صحن مقتولین کی لاشوں سے بھر گیا تھا اور ان کے خون سے نہریں رواں ہو کر اونچے پرنالے کے راہ سے اس چوک اور بازار کے صحن میں آگریں۔

مہدوی صرف دو شہید ہوئے اس سے ثابت ہے کہ بقیہ مقتولین مخالفین سے تھے۔

نواب لئیق خاں کا قصداً میں طلب کیا جانا

حاصل یہ کہ مسجد میر عالم کی لڑائی روز سہ شنبہ شام کے وقت سلخ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ کو ہوئی ہے صاحب تاریخ آصف جاہی نے لڑائی کے وقت کی اس طرح صراحت کی ہے۔

بوقت شام در شبے کہ مابین سہ شنبہ و چہار شنبہ بود[4]

شام کے وقت اس رات کو جو سہ شنبہ اور چہار شنبہ کے درمیان تھی۔

تاریخ خورشید جاہی کی عبارت یہ ہے۔

"مولوی عبدالکریم کو بعد رویت ہلال کے شب کے وقت مذہب کی گفتگو پر ذبح کر ڈالا"[5]

---

[1] گلزار آصفیہ۔ [2] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۳ [3] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۷ [4] تاریخ آصفجاہی ورق ۹۶ [5] حاشیہ رشید الدین خانی ص ۴۷

جو واقعات اس سے قبل بیان کئے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ مولوی عبدالکریم کا قتل کیا جانا ایک امر اتفاقی تھا کسی دیرینہ عناد کی بنا پر نہیں۔

ابتدا میں مولوی عبدالکریم کے واقعہ قتل کو کسی نے اہمیت نہیں دی۔ گلزار آصفیہ کے بیان سے یہی مستفاد ہوتا ہے گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

غرۂ محرم الحرام روز چہارشنبہ ہیچ یک از حادثہ تازہ بہ ظہور نہ آمدہ مردمان شہر قسمے کہ بودند خاموش بودند[1]

غرۂ محرم چہارشنبہ کے دن کوئی نیا حادثہ ظہور میں نہیں آیا شہر کے لوگ جس طرح تھے خاموش تھے۔

"مرأۃ الاخبار" کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

نردانہیچ کس نہ پرسیدہ کہ کدام آمدہ و خون کدام کردہ[2]

دوسرے دن کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ کون آیا اور کس کا خون کیا۔

واضح ہو کہ جلو خانہ کی مسجد میں صدرالصدور عزت یار خاں کا عزیز تاج محمد خاں بھی مارا گیا تھا یہ قادر یار خاں کا بیٹا تھا' تاریخ آصف جاہی میں مذکور ہے کہ قادر یار خاں' عزت یار خاں کا چچا تھا غرض صدرالصدور اور اس کے ساتھ سید نورالاولیاء نے دوسرے علمائے شہر کو اس امر کی طرف متوجہ کیا۔

صوفی میاں کا نواب لئیق حسین خاں کو مولوی عبدالکریم کے ہاں لیجانا عجب نہیں کہ کسی سازش کا نتیجہ ہو اور بعد کے واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیوں کہ صوفی میاں بانی فساد کا ذکر تک نہیں آیا اور میاں لئیق حسین خاں کو قصاص میں طلب کیا جانے لگا حالانکہ یہ مولوی عبدالکریم کے قاتل نہیں تھے' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ صوفی میاں کے فریب میں آگئے۔

راجہ چندولال نے گجراج سنگھ کے ذریعہ شاعالم خاں کے ہاں کہلا بھیجا کہ رفع شر چاہتے ہو تو پہلے نواب لئیق حسین خاں کو ان لوگوں کے حوالے کردو' نواب شاہ عالم خاں نے اس کے جواب میں ایک محضر مرتب کرایا اور قاصد کے حوالہ کیا' اس محضر میں اس امر کی تصریح تھی کہ از روئے شرع میاں لئیق حسین خاں کو مولوی عبدالکریم کے قصاص میں نہیں دیا جاسکتا عرفان کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

زلیں بے چین چندولال ہوکر — بلا گجراج سنگھ کو اور کہو کر
کہا پنچیل گوڑہ کا راستہ لو — یہ چل کر شاہ عالم خاں سے بولو
اگر قصہ یہ تم کو توڑنا ہو — تو ہاتھ ان کے کرو لئیق حسین خاں کو
یہ سنکر کہو کر اور گجراج سنگھ ٹھیک — چل آئے شاہ عالم خاں کے نزدیک
کہے مہراج کا ہے حکم ایسا — سنائے سب وہ سن آئے تھے جیسا
کہے گر چاہتے ہو رفع شر تم — کرو لئیق حسین خاں ان کی نذر ہم
کہا یوں شاہ عالم خاں نے سن کر — نہیں لئیق حسین خاں قاصر ذرا بھر

ناطق و عرفان دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ میاں محمود خاں موسیٰ خیل نے مولوی عبدالکریم کو قتل کیا ہے۔

عرفان نے یہ لکھا ہے۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۱۵ ۔ [2] مرأۃ الاخبار ورق ۱۵۶

تھا موسیٰ خیل جو محمود خاں نر | سو اس نے بھی بہت سے مار کافر
یہ دیکھا وہ شمر بیٹھا ہے غاٹا | جھپٹ کر سر اسی کافر کا کاٹا

ناطق کا شعر یہ ہے۔

میاں محمود خاں غازی غضنفر | چلایا تیغ جا کر مولوی پر

راجہ چندو لال نے اس محضر کو بلوائیوں کے ہاں بھیجا اور اس امر کی خواہش کی کہ وہ خاموش ہو جائیں اور جو کچھ کرنا ہے ہم عشرۂ محرم کے بعد کریں گے اور نواب سکندر جاہ کی بھی یہی رائے ہے۔ عرفان نے یہ بیان کیا ہے۔

شریعت سے وہ خارج ہو کے ٹولا | ہوا تھا مکہ مسجد بیچ گولا
سو اس حالت میں چندو لال اظہر | وہ قاضی پاس پھر بھجوا کے محضر
کہا خاموش تم ہو جاؤ سارے | جو کچھ پھر ہو دہم کے بعد بارے
سو وہ اک طور سے دریافت کر ہم | کریں گے فیصلہ بعد از محرم
کہو سب سے صلاح یہ راہ کی ہے | یہی مرضی سکندر جاہ کی ہے
قدم باہر شریعت کے دھرو مت | محرم میں تم اب بھیدا کرو مت
بہت کوشش وہ آخر کر کے ہارا | نہیں کچھ خواہش حق سے ہے چارا

وقائع چنچل گوڑہ کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نواب سکندر جاہ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ اہل شہر چنچل گوڑہ پر لشکر کشی نہ کریں، وقائع کی عبارت یہ ہے۔

بعضے نوئینان دولت مثل نیاز بہادر خاں و منصور خاں و صالح محمد خاں و کیقباد جنگ و شیخ حیات اللہ و میر خیر اللہ خاں بہادر میر غلام علی خاں ہر دو برادر رفعت الملک بہادر و اکثر ملازمان رکاب انتساب و چند خیل بہادران عرب خلاف امر واجب الاذعان با رفقاے جاں نثار و چند ضرب توپ دشمن شکار بتحریک عرق غیرت دین متین و احراز مثوبات جہاد فرقۂ ملاعین جیاے نبرد و پیکار در مسجد مذکور در آمدہ[1]

بعض امرائے دولت مثل نیاز بہادر خاں و منصور خاں و صالح محمد خاں و کیقباد جنگ و شیخ حیات اللہ و امیر خیر اللہ خاں بہادر و میر غلام علی خاں، رفعت الملک کے دونوں بھائی اور اکثر ملازمان رکاب اور بہادران عرب کے چند گروہ امر واجب الاذعان کے خلاف جان نثار رفقا اور چند دشمن شکار توپوں کے ساتھ دین متین کی رگ غیرت کی تحریک کی بنا پر اور فرقۂ ملاعین سے جہاد کر کے ثواب حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو کر مذکورہ مسجد میں جمع ہو گئے۔

مصنف نے مہدویوں کے لئے بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اس کے باوجود عبارت میں خلاف امر واجب الاذعان کے الفاظ موجود ہیں اس سے ثابت ہے کہ بلوائیوں کا اس طرح چنچل گوڑہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جمع ہو جانا نواب سکندر جاہ کے حکم کے خلاف تھا۔

حضرت عالم میاں صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔

---

[1] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۷۔

"آخر الامر حاکم وقت نے شہر کے دروازہ کو قفل بھی جڑوا دیا تو ان ظالم باغیوں نے دروازہ بجبر کھولکر قفل سرکاری توڑکر ہمارے مقابلہ آکر جنگ شروع کر دیا۔" (عطیہ شکریہ جزو دوم ص۴۱)

نواب سکندر جاہ کے حکم کو فوج کے افسروں نے نہیں مانا، چنچل گوڑہ پر لشکر کشی کرنے کی تیاری کرنے لگے محرم کی تیسری تاریخ جمعہ کے دن ۱۲۳۸ھ کو ہنگامہ پرداز مکہ مسجد میں جمع ہونے لگے انہیں مکہ مسجد میں جمع ہونے سے منع کیا گیا کیونکہ وہ شاہی محلات کے قریب تھی مجبوراً یہ جامع مسجد میں آگئے اور بزعم خود جہاد کا اعلان کر کے ایک علم بھی استادہ کر دیا۔ اور مطالبہ یٰسین خاں کا ہونے لگا۔

عرفان نے لکھا ہے۔

کہے گر چاہتے ہو رفع شر تم | کرو یٰسین خاں ان کی نذر تم
کہا یوں شاہ عالم خاں نے سن کر | نہیں یٰسین خاں قاصر ذرہ بھر

ناطق نے یہ بیان کیا ہے۔

غرض وہ دشمناں سب متفق ہو | لگے ہیں مانگنے یٰسین خاں کو

لیکن مہدویوں نے میاں یٰسین خاں کو حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا، صولت افغانی کے بیان سے بھی کتب مہدویہ کے مندرجات کی تائید ہوتی ہے، اس کی عبارت یہ ہے۔

"قوم برادری نے یہ جواب دیا کہ یاسین خاں ہمارے پیٹ میں ہے"[1]

علماء نے عامۃ الناس کو یہ کہہ کر ترغیب دی کہ مہدویوں کے خلاف جنگ کرنے والا شہدائے بدر و حنین کے زمرہ میں محشور ہوگا جیسا کہ گلزار آصفیہ میں مذکور ہے۔

صبح روز جمعہ سیوم ماہ محرم سنہ یک ہزار و دو صد سی ہشتہ ہجری ہمیں کہ برائے نماز جمعہ در باز، مکہ مسجد کشادہ تمامی خلقت خدا و مولوی ہا ہمراہ مولوی حافظ حاجی میر شجاع الدین حسین صاحب، مولوی حاجی سید نور الاولیاء و غلامی صاحب خطیب مکہ مسجد و شریعت پناہ و دیگران نیز داخل مسجد شدند بعد ادائے فریضہ مولوی ہا رے مسطور خلقت خدا را تحریص نمودند بدیں نمط کہ ہر کس امروز بر سرائیا قوم رود و کشتہ شود فردائے قیامت در بارگاہ احدیت جل شانہ فارغ البال در زمرۂ شہدائے بدر و حنین ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محشور خواہد شد[2]

روز جمعہ کی صبح تیسری ماہ محرم ۱۲۳۸ھ کو جوں ہی نماز جمعہ کے لئے مکہ مسجد کے دروازے کھولے تمام خلق خدا اور مولوی حافظ حاجی میر شجاع الدین حسین حاجی سید نور الاولیاء غلامی صاحب خطیب مکہ مسجد اور شریعت پناہ کے ساتھ اور دوسرے بھی مکہ مسجد میں داخل ہوئے، فریضۂ جمعہ کی ادائی کے بعد مذکورہ مولویوں نے خلق خدا کو تحریص دلائی اس طرح جو شخص آج اس قوم پر حملہ آور ہو اور مارا جائے کل قیامت کے دن بارگاہ احدیت جل شانہ میں فارغ البال بدر و حنین کے شہداء کے زمرہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ محشور ہوگا۔

---

[1] صولت افغانی ص۲۶۳۔ [2] گلزار آصفیہ ص۱۱۶۔

مہدویوں کا قصور صرف یہی تھا کہ انہوں نے میاں لسین خاں کو مولوی عبدالکریم کے قصاص میں اس لئے نہیں دیا کہ وہ مولوی عبدالکریم کے قاتل ہی نہیں تھے۔

مہدویوں کے خلاف جنگ کرنے کو اکسانے کے لئے جو باطل طریقہ اختیار کیا گیا اس سے بڑھ کر باغیانہ حرکت اور کیا ہو سکتی ہے، اس بغاوت کو ناکام کرنے کے لئے سرکار نے شہر کے دروازے حکماً بند کرا دیئے تھے تاکہ یہ باغی شہر سے نکل کر چنچل گوڑہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

سرکار کے حکم سے شہر کے دروازوں کا بند کیا جانا

سرکار نے پہلے بلوائیوں کی تفہیم کی کہ وہ چنچل گوڑہ پر حملہ آور نہ ہوں لیکن یہ تفہیم موثر ثابت نہ ہوئی صاحب گلزار آصفیہ نے یہ لکھا ہے۔

ہر چند فہمایش از طرف سرکار نمودہ شد ہیچ کس بہ گوش ہوش نہ شنید بلکہ جواب ہائے بالعکس دادہ بر سر قیل وقال دیگر در آمدند[1]

ہر چند کہ سرکار کی طرف سے فہمایش کیگئی کسی نے ہوش کے کان سے اس کو نہ سنا بلکہ برعکس جواب دے کر دوسری قیل و قال پر اتر آئے۔

اسی طرح وقائع چنچل گوڑہ میں مذکور ہے کہ دیوان اور بیشکار کی نصیحت بھی رائیگاں گئی، وقائع کی عبارت یہ ہے۔

ہر چند کہ از وزارت مآب دیوان والامقدار وبیشکار رفیع تبار باستعداد و اصرار از اجتماع و زبان ناصحان وعظ گذار گوش ہوش عظمائے آں فساد بر آمودند اثرے نہ کرد و آں بحر خروشاں بہ خاشاک اندرز بند نتوانست[2]

ہر چند کہ وزارت مآب، دیوان والامرتبہ اور بیشکار رفیع تبار کی طرف سے تیاری کرنے اور اجتماع پر اصرار کرنے کی ممانعت سے ناصحان وعظ گذار کی زبانی اس فساد کے بڑے بڑے لوگوں کے گوش ہوش بھر دیئے تھے، کسی قسم کا اثر نہیں ہوا اور بحر خروشاں نصیحت کے خس و خاشاک سے بند نہ ہو سکا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ دزیر دیوان اور بیشکار کی نصیحت بھی کارگر نہ ہو سکی۔

صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے وقائع میں مہدویوں کے لئے بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اس کے باوجود اس نے علمائے شہر کی اس جدوجہد کو فساد قرار دیا ہے اور بلوائیوں کے لئے ارباب فساد کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

وقائع کی عبارت یہ ہے۔

در مسجد مذکور در رسیدہ قریب سہ پہر مولوی شجاع الدین واولیا صاحب کہ باعث ایں بلوائے قیامت بنیاد و دست آویز ارباب فساد بودند برداشتہ چو[3] بر رواں عالمے بدنبال آنہا رواں گردید[3] (ص ۱۷)

مذکورہ مسجد میں پہنچے اور سہ پہر کے قریب مولوی شجاع الدین اور اولیا صاحب (نور الاولیاء) کو لے کر جو اس بلوائے قیامت بنیاد کا باعث اور ارباب فساد کی دست آویز تھے بحر رواں کے مانند ایک عالم ان کے پیچھے رواں ہو گیا۔

سرکار نے جب دیکھا کہ نصیحت موثر نہیں ہے تو حکماً شہر کے تمام دروازے بند کرا دیئے تاکہ بلوائی شہر سے نکل کر چنچل گوڑہ پر حملہ آور نہ ہوں۔ اس کے باوجود بلوائیوں نے قفل توڑ کر شہر کا دروازہ کھولدیا جو ان کے باغی ہونے کا بین ثبوت ہے،

---

[1] گلزار آصفیہ ص ۱۱۶۔ [2] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۶۔ [3] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۷۔

اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

وقائع چنچل گوڑہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے کہ نواب سکندر جاہ کے حکم سے شہر کے دروازے بند کرا دیئے گئے تھے۔

حسب الامر دروازہ یاقوت پورہ و دیگر ابواب شدید شہر را بجہت رفع شر و عدم خروج ایں بحر قیامت اثر بستہ بہ قفل ہائے آہنین مستحکم نمودند بر آمدن صورت نمی بست[1]

حسب الامر یاقوت پورہ کا دروازہ اور شہر کے دوسرے مضبوط دروازوں کو رفع شر کے لئے اور بحر قیامت نشان کے نہ نکلنے کے لئے بند کر کے آہنی قفل سے مستحکم کر دیا' باہر آنا ممکن نہیں تھا۔

اس عبارت میں "حسب الامر" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سرکار کے حکم پر یہ کام کیا گیا تھا۔

بلوائیوں کا دروازۂ شہر کا قفل توڑنا

صاحب تاریخ آصف جاہی نے یہ بیان کیا ہے۔

باوصفیکہ راجہ چندولال ممانعت کردہ دروازہ راہ بلدہ خصوصًا دروازۂ یاقوت پورہ بند کنانیدہ بودند ہنگامہ پردازان قفل و زنجیر شکستہ بوقت سہ پہر روز جمعہ سیوم محرم الیہ بیرون بلدہ رفتہ بہ چنچل گوڑہ رسیدہ جدال و قتال نمودند[2]

اگرچہ راجہ چندولال نے ممانعت کی تھی اور شہر کے دروازے خصوصًا یاقوت پورہ کا دروازہ بند کرا دیا تھا' ہنگامہ پردازوں نے دروازہ کے قفل و زنجیر کو توڑ ڈالا' روز جمعہ سہ پہر میں تیسری محرم ۱۲۳۸ھ کو شہر کے باہر جا کر چنچل گوڑہ پہنچ گئے اور جدال و قتال کا آغاز کیا۔

اس عبارت میں اس امر کی صراحت ہے کہ دروازۂ یاقوت پورہ کے قفل و زنجیر کو ہنگامہ پردازوں نے توڑ ڈالا۔

وقائع چنچل گوڑہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

آخر الامر جمعے از خیال ناقص فتنہ طلب اجل رسیدہ ہجوم آوردہ رخنہ انداز کاخ حیات خود گردید بضرب دشنہ و تبر قفل و زنجیر در کوہ اثر را شکستہ دروازہ را بکشادند کشادن ہماں بود و ہجوم کردہ بدر رفتن ہماں الی آخرہ[3]

آخر کار ایک جماعت نے جس کی موت آگئی تھی اپنے ناقص اور فتنہ طلب خیال سے ہجوم کر کے اپنی زندگی کے محل میں رخنہ ڈال دیا تھا خنجر اور تبر کی ضربوں سے پہاڑ جیسے دروازہ کے قفل اور زنجیر کو توڑ کر دروازہ کھول ڈالا' دروازہ کھولتے ہی ہجوم کر کے باہر آگئے۔

اس عبارت میں اس امر کی تصریح ہے کہ ناقص خیال والوں نے خنجر اور تبر کے ذریعہ دروازۂ شہر کے قفل و زنجیر کو توڑا ہے۔

مذکورۂ بالا اقتباسوں سے ظاہر ہو گیا کہ شہر کے بلوائیوں کو روکنے کے لئے سرکار نے شہر کے دروازے بند کرا دیئے تھے لیکن ہنگامہ پردازوں نے خنجر اور تبر سے دروازۂ شہر کے قفل و زنجیر کو توڑ ڈالا ہے۔

بلوائیوں کی تعداد

کتب ہدویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنگامہ پردازوں کا ہجوم ستر ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔

عرفان نے مثنوی "اخبار شہیداں" میں بیان کیا ہے کہ بلوائی سرکار کے حکم کی پروا نہ کر کے چنچل گوڑہ کی طرف بڑھنے لگے تو شیر خلد

---

[1] وقائع چنچلگوڑہ ص ۱۶ [2] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۷ [3] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۷ و ص ۱۸

نے انور خاں جمعدار[1] کے ہاں قاصد بھیجکر اس امر کی اطلاع دی کہ ستر ہزار سپاہ چنچل گوڑہ پر حملہ آور ہو رہی ہے آپ بہت ہوشیاری سے کام کیجئے، عرفان کے اشعار یہ ہیں۔

اسی ساعت شیو پرشاد باہم	وہ بھیجا پاس انور خاں کے آدم
سلام اول کہا میرا تو کہنا	یہ کہنا پھر بہت ہشیار رہنا
لگا آدم سے پھر کہنے کو وہ خود	تمہیں ہم نے کیے حق کے سپرد
ہزار ہفتاد دو والی بند سارا	چڑھا ہے قصد وہ کر کے تمہارا
سوا ان کے لٹیرے چور ٹے بول	تماشا بیں نہایت باندھکر غول
کئے ہیں سب خیال خام ایسا	پھر آخر اس کا ہوا انجام کیسا
وہ آدم واں سے آیا دوڑا ایک بار	کیا سب آ کے انور خاں سے اظہار
کہا سن کر کے انور خاں نے برجا	اگر تو دیکھتا ہے تو ٹھہر جا
یہ سب تو دیکھکر احوال والناس	خبر دے جا کے پھر مہراج کے پاس
کہا مہراج کا ہے حکم تعجیل	سنا کر آ نہ کر کچھ راہ میں ڈھیل
لکھا پھر اس قدر شقہ وہ خاں نے	دلاور شیر اس رستم جواں نے
اگر ہم پر ہے یہ طوفان برپا	گھڑی دو چار سے سن لیجئے گا
خدا کے حکم سے سر کاٹ ان کو	ابھی کرتے ہیں بارہ باٹ ان کو

یہی واقعہ یعنے شیو پرشاد کا اطلاع بھیجنا اور انور خاں کا جواب دینا ناطق نے بھی اپنی مثنوی میں بیان کیا ہے، اس میں یہ اشعار بھی ہیں۔

سو ویسے ہیں شیو پرشاد دانا	کیا اک آدمی اپنا روانہ
کہا چنچل گوڑہ کو چلد جا تو	اور انور خاں کو ایسا بول آ تو
دوالی بند سے ستر ہزار اسب	مسلح آپ اوپر آئے ہیں اب
ہزاروں آدمی احلاف مل کر	لٹارے لوٹنے آویں مقرر
یہ ساری قوم کا بلوہ ہے تم پر	غرض بلدہ یہ سب پلٹا ہے تم پر

ان اشعار سے بھی یہی ظاہر ہے کہ سپاہ ستر ہزار تھی، لٹیرے اور چٹے، ان کے سوا تھے۔

"گلزار آصفیہ" کے بیان سے ظاہر ہے کہ تقریباً ایک لاکھ مسلح سپاہ چنچل گوڑہ پر حملہ آور ہوئی تھی گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

قریب یک لک آدم مسلح و مکمل باساز و یراق و آلات حرب در	تقریباً ایک لاکھ آدمی مسلح و مکمل ساز و یراق اور آلات حرب کے ساتھ
سایہ لوائے مذکور جمع گشتہ بر سر جنگ مستعد گردیدند[2]	مذکورہ جھنڈے کے سایہ میں جمع ہو کر جنگ کے لئے مستعد ہو گئے۔

[1] جمعدار کا لفظ فوج کے افسر اعلیٰ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ [2] گلزار آصفیہ (طبع مطبع محمدی) ص ۱۱۶

"خزانۂ رسول خانی" سے تو یہ ثابت ہے کہ بلدہ کی تمام مخلوق چنچل گوڑہ پر ٹوٹ پڑی تھی، خزانہ کی عبارت یہ ہے۔

تمامی خلائق بلدہ بہ سمت چنچل گوڑہ متوجہ گشتہ[1] | بلدہ کی تمام مخلوق چنچل گوڑہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

ناطق کے شعر میں بھی یہی مذکور ہے۔

یہ ساری قوم کا بلوہ ہے تم پر | غرض بلدہ یہ سب پلٹا ہے تم پر

کتب ہندویہ وغیر ہندویہ سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ چنچل گوڑہ پر حملہ آور ہونے والے بلوائیوں کا ہجوم ایک لاکھ کے قریب تھا، وقائع چنچل گوڑہ کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلوائی اس سے بھی بہت زیادہ تھے، وقائع کی عبارت یہ ہے۔

تا چار گھڑی قطار قطار و خیل خیل اصناف خلائق از راہ دروازہ می رفتند و راہ از گذر بلوہ مردم جابر خویش تنگ داشت و گاہ و زمین از فرط بار پشت خود را دوتا شدن می پنداشت[2] (ص ۱۷ و ص ۱۸)

چار گھڑی تک اصناف خلائق قطار قطار اور گروہ گروہ دروازے کے راستہ سے جاتے تھے اور گاہ و زمین بوجھ کی کثرت سے یہ خیال کر رہی تھی کہ اس کی پشت خمیدہ ہو رہی ہے۔

بلوائیوں کی ترتیب جنگ

بلوائی جب چنچل گوڑہ کی طرف چلے ہیں تو ان کے ساتھ توپیں بھی تھیں، سوارہ فوج میں نیاز بہادر خاں اور طوطی خاں بہت مشہور تھے، پیدل فوج جس میں پلٹن بھی شامل تھی منصور خاں کے تحت تھی عرب فوج عبداللہ جمعدار کے تحت تھی جیسا کہ ناطق کی مثنوی میں مذکور ہے۔

نیاز بہادر خاں کا نقشۂ جنگ یہ تھا کہ پہلے توپیں رکھی جائیں، اس کے عقب میں عرب بندوقچی رہیں عرب بندوقچیوں کے پیچھے سوارہ فوج خود نیاز بہادر خاں کی سرکردگی میں رہے گی اور سوارہ فوج کے پیچھے شہر کی ساری مخلوق۔ چنچل گوڑہ کے قریب پہنچنے کے بعد یہ صف آرائی ہونے کو تھی کہ مہدویوں کے ناگہانی حملے نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ جیسا کہ وقائع چنچل گوڑہ میں بیان کیا گیا ہے۔

القصہ چوں مردم بیرون دروازہ متصل بہ چنچل گوڑہ در میدان وسیع کہ ہر دو طرفین شالی زار بودہ رسیدہ قرار گرفتند و در تعبیہ صفوف و طرح مبارزان مصلحت نمودہ و نیاز بہادر خاں بہادر و دیگر کلانتران نبرد را آراستن میدان کارزار و تقسیم مردان پیکار باہم دیگر کنکاش و مشتعل بودہ شہریاں را پشت سر گرفتہ می خواستند کہ توپ ہا را پیش و فرقہ شجاعان عرب را

القصہ جب لوگ دروازہ (یاقوت پورہ) سے باہر چنچل گوڑہ سے متصل وسیع میدان میں جس کے دونوں طرف دھان کے کھیت تھے پہنچ کر ٹھہرے، صفوں کے آراستہ کرنے اور جنگ آوروں کے مقرر کرنے میں مشورہ کیا، نیاز بہادر خاں اور دوسرے بڑے لوگ لڑائی کے لئے میدان کارزار کے آراستہ کرنے اور سپاہیوں کے تقسیم کرنے میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے میں مشغول تھے۔ اہل شہر کو اپنے پیچھے رکھ کر چاہتے تھے کہ توپوں کو سامنے رکھیں اور شجاعان

[1] خزانۂ رسول خانی (قلمی) ورق ۱۷۲۔ [2] وقائع چنچل گوڑہ ص ۱۷ و ص ۱۸

درعقب آنہا مامور نمودہ بروقت پیکار خود باجمعیت سوار باعتضاد و امداد آنان مہیا نبرد باشند و بدیں تدبیر صائب معاملہ گیر و دار را پیش بردہ تنے را از آن ملاعین حی و قایم نگذارند ہنوز ایں مصلحت در آرا ر و ترتیب صف ہا رونق قرار داد نشدہ بود کہ در ایں اثنا جوق سواران آں باطل سیرتاں ضلالت کیش فرصت دادہ (دیدہ) از پس پشتہ کہ میان میدان بود آشکارا شدہ بے محابا بہ سرعت ہر چہ تمام تر بر جمعیت صالح محمد خاں ریختند و یک بار جنگ تیغ واقع الی آخرہ [1] ص ۱۵ و ص ۱۹ ۔

عرب کی جماعت کو توپوں کے پیچھے مقرر کریں اور لڑائی کے وقت خود اپنی سوارہ فوج کے ساتھ ان کی مدد کے لئے آمادۂ پیکار رہیں اور اس تدبیر صائب سے داروگیر کے معاملہ کو آگے بڑھا کر ان ملعونوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں ابھی یہ باہمی مشاورت اور صفوں کی ترتیب قرار داد کی رونق نہیں پائی تھی کہ اس اثنا میں ان باطل سیرت اور ضلالت کیش سواروں کا جھنڈ موقع دیکھکر اس ٹیلہ کے پیچھے سے جو میدان کے بیچ میں تھا ظاہر ہو کر بے محابا پھرتی کے ساتھ صالح محمد خاں کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور ایک دم تلوار کی لڑائی وقوع میں آگئی

مذکورہ عبارت میں میدان جنگ اور مہدویوں کے فیصلہ کن اقدام کی تفصیل جس انداز میں دیگئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بھی شریک جنگ رہا ہے ۔

اس عبارت میں چنچل گوڑہ سے متصل دھان کے کھیتوں کے درمیان جس وسیع میدان کا ذکر کیا گیا ہے غالباً وہی میدان ہے جو باغ صمصام الدولہ کی مشرق میں واقع ہے اور جس کے ایک حصہ پر مدرسہ فوقانیہ کی تعمیر ہوئی ہے اور جس درمیانی ٹیلہ کا ذکر کیا گیا ہے وہی مقام ہے جس پر بعد کو صدر مجلس کی تعمیر ہوئی ہے ۔

مہدویوں کی فوج

جنگ چنچل گوڑہ سے متعلق ہمارے ہاں کا قدیم ماخذ مثنوی " اخبار شہیداں " ہے اس میں اور " مثنوی ناطق " میں بھی مہدویہ فوج کی تعداد مذکور نہیں ہے، عرفان نے صرف اس قدر لکھا ہے ۔

جمع کر مہدوی اپنے سر بندی | کئے تھے جا بجا سب کوچہ بندی

صاحب " صولت افغانی " نے یہ لکھا ہے

" اس وقت پینیوں نے چار گروہ کر کر ہر چار راستہ کو باندھ دیا " [2]

جس مورچہ پر لڑائی ہوئی ہے وہاں مہدویوں کی تعداد کم تھی ۔ صاحب ختم الہدیٰ نے یہ بیان کیا ہے ۔

" تخمیناً اسّی ہزار آدمی عرب، روھیلے، کابلی، سندھی، ہندی وغیرہ پیادہ و سواروں بیچارے مہدویوں کے مکانوں کے لئے طمطراق ۔ ے آئے کہ جہاں مہدویہ تخمیناً ڈیڑھ سو ہم حاضر تھے [3] "

" خزانۂ گوہر شاہوار " میں مذکور ہے کہ تیرہ [13] ہزار مہدوی ناکہ بندی کئے ہوئے آمادۂ جنگ تھے خزانہ کی عبارت یہ ہے ۔

---

[1] ۔ چنچل گوڑہ کی جنگ سے متعلق ہم نے متعدد مقامات پر وقائع چنچل گوڑہ کا حوالہ دیا ہے اس لئے اس کے متعلق ایک نوٹ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس کی نوعیت خاص ہے ۔ غیر مہدویہ کی صرف یہی ایک مستقل تصنیف ہے جو چنچل گوڑہ کی جنگ سے متعلق لکھی گئی ہے ورنہ دوسرے مورخین نے اپنی کتابوں میں ضمناً اس لڑائی کا ذکر کیا ہے ۔ (بقیہ سلسلہ ص ۳۱۲ پر)

درآں وقت دو چنچل گوڑہ قریب سیزدہ ہزار مردماں بہ ہر سمت ناکہ بندی کردہ مستعد رزم ماندہ [1]

اس وقت چنچل گوڑہ میں تقریباً تیرہ ہزار آدمی ہر طرف ناکہ بندی کر کے لڑائی کے لئے آمادہ تھے۔

جب لڑنے والوں کی تعداد تیرہ ہزار ہو تو اس کی ہندو آبادی کا اس سے زیادہ ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن تیرہ ہزار سپاہیوں کے وقت واحد میں شریک جنگ ہونے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

بلوائیوں کی شکست۔ مولف گلزار آصفیہ نے بیان کیا ہے کہ اس بلوہ کا بانی مبانی شیخ حیات اللہ تھا' گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

بقیہ سلسلہ حاشیہ صفحہ ۳۱۱

اس رسالہ کے دو نسخے ہمارے پیش نظر ہیں دونوں میں اس کے مصنف کا ذکر نہیں ہے البتہ اس رسالہ کی ابتداء میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس کا بھتیجا "خلاصۃ الفضلاء مولوی مرتضیٰ" محمد صاحب میاں ابن سلطان میاں ہندوی کے ہاتھ سے چوک کے راستہ میں اس دن مارا گیا ہے جس دن کہ راجہ چند دلال کی ماں کی وفات واقع ہوئی (یہ واقعہ ۱۲۳۴ھ کا ہے)

غالباً یہی وجہ ہے کہ مصنف نے ہندوؤں کے لئے سخت سے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اس کے باوجود بعض تاریخی حقایق اس کے قلم سے ظاہر ہو گئے ہیں جن سے ہندوؤں کا مظلوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کتب خانہ ۹۴ دفتر ملکی میں اس کے دو نسخے ہیں ایک نسخہ یازدہم رمضان ۱۲۶۱ھ کو تمام ہوا ہے اس کا نمبر ۸۲۱ ہے اس کے آخر میں یہ عبارت مرقوم ہے تمام شد بتاریخ یازدہم رمضان المبارک ۱۲۶۱ھ غالباً یہ سنہ تصنیف ہے دوسرا نسخہ ۱۲۷۷ھ کا نقل کیا ہوا ہے اس کا نمبر ۶۵۷ ہے اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے تاریخ یازدہم ماہ محرم الحرام ۱۲۷۷ھ نقل نمودہ شد۔

(ا) خیال کا رسالہ۔ "وقائع چنچل گوڑہ کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ وقائع شورش افغانان" میں من وعن موجود ہے' یہ رسالہ جو لالہ جناتھ خیال نے لکھا ہے' شائع ہو چکا ہے' چھوٹی تقطیع' جلی خط کے نوسطری ترپن ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے' اس کی تاریخ تالیف "ہجدہم جمادی الاول ۱۲۳۸ھ" ہے۔ شورش کو افغانان ہندویہ سے نسبت دینا ہی صحیح نہیں' ہندویہ نے تو صرف مدافعت کی ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں دیکھئے۔

(ب) عبدالکریم سے متعلق ایک مخمس "واقعات عبدالکریم" تو ایک مختصر مخمس ہے اردو زبان میں' اس کا تعلق صرف عبدالکریم کے قتل سے ہے اس کے مصنف کا نام مذکور نہیں' البتہ سن کتابت ۱۲۸۹ھ مرقوم ہے

(ج) جنگ چنچل گوڑہ سے متعلق ایک اور مثنوی۔ جنگ چنچل گوڑہ سے متعلق ایک اور مثنوی ہے موسوم بہ 'فتح المجاہدین' یہ اردو مثنوی ۲۷۲ اشعار پر مشتمل ہے اس کا سن تصنیف اور اس کے مصنف کا نام مشکوک ہے' اس کا ایک نسخہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان میں موجود ہے۔

اس مثنوی کا نام بھی مضمون کے اعتبار سے غلط ہے' اس لئے کہ مولف وقائع چنچل گوڑہ نے مخالف ہندویہ ہونے کے باوجود یہ تسلیم کر لیا ہے کہ "ارباب فساد" نے "میدان بلد" سے منہ پھیر لیا تھا جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل پیش کی ہے۔

[1] صولت افغانی ص ۴۶۳ ۔ [2] ختم الہدیٰ ص ۱۲ ۔ [3] سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد (حاشیہ صفحہ ہذا) [4] خزانہ گوہر شاہوار (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۴۴۲ ۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

شیخ حیات اللہ بانی مبانی بلوہ[1] | شیخ حیات اللہ بلوہ کا بانی مبانی

شیخ حیات اللہ کے فرار ہونے سے بلوائیوں کی شکست کا آغاز ہوا۔ صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے یہ بیان کیا ہے۔

دو سہ تن از برادران میر معنی خاں جسارت الدولہ کہ زد و خورد را گاہی بہ چشم خیال ہم ندیدہ بودند دیدہ فرار بر فرار داشتند و شیخ حیات اللہ زخمے بر دست و رُو بر داشتہ پشت بہ جنگ دادہ گریزاں شد[2]

دو تین آدمی میر معنی خاں جسارت الدولہ کے بھائیوں میں سے جنھوں نے لڑائی کو کبھی چشم خیال سے بھی نہیں دیکھا تھا دیکھکر فرار اختیار کیا۔ شیخ حیات اللہ کے ہاتھ اور منہ پر ایک زخم آیا، لڑائی کی طرف پیٹھ کر کے بھاگ نکلا۔

یہ حال دیکھکر نیاز بہادر خاں ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے سواروں کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ صاحب وقائع کی عبارت یہ ہے۔

نیاز بہادر خاں .... از مشاہدۂ چنیں حال از بالائے فیل بزیر آمدہ بہ برخاستن از سر جان بخانۂ زین برنشست و سواراں نوئینان خود را جہاندن و تاختن امر کرد[3]

نیاز بہادر خاں یہ حال دیکھکر ہاتھی سے نیچے اترا جان سے اٹھنے کے لئے خانہ زین میں بیٹھا اور اپنے سرداروں کے سواروں کو حملہ کرنے کے لئے حکم دیا۔

نیاز بہادر خاں ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوتے ہی مارا گیا عرفان نے مثنوی "اخبار شہیدان" میں یہ لکھا ہے۔

قضا نے یوں بچھایا دام ستھرا
نکلا ب آتے ہی اس کے گام اندر

تُرت ہاتھی سے وہ کافر جو اترا
قضا کے آگیا وہ دام اندر

ناطق نے اس کی تفصیل دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیاز بہادر خاں اور اس کا گھوڑا دونوں زخمی ہو گئے تھے، نیاز بہادر خاں گھوڑا دبا کر نکل جانا چاہتا تھا میاں شمشیر خاں نے اس کو گھوڑے پر سے زمین پر گرایا اور کٹار سے مار ڈالا۔

سوارہ فوج کا انتشار صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے یہی واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

درایں اثنا شمشیر خاں ہمشیر زادہ شاہ عالم خاں کہ در آں جماعہ کہ بمزید مال و مکنت و کثرت جاہ و جلال مخصوص و متقرب کارپردازان ایں دولت ابد مدت کارش رونق بے حد داشت و دومی ممریز خاں ہر دو از سواران خود جدا شدہ بہ مقابل نیاز بہادر خاں بقصد قتال در رسیدند و خان مذکور نظر بر پردلی و شیری بہ قصد طرف شدن آں ہر دو گمراہان بادیہ ضلالت اسپ سواری را

اس اثنا میں شمشیر خاں بھانجے شاہ عالم خاں کے جو اس جماعت میں مال و ثروت کی زیادتی اور جاہ و جلال کی کثرت سے مخصوص تھے اور اس دولت ابد مدت کے کارپردازوں کے تقرب سے ان کا کام بے حد رونق رکھتا تھا وہ اور دوسرے ممریز خاں دونوں اپنے سواروں سے الگ ہو کر نیاز بہادر خاں کے مقابل قتال کے ارادے سے پہنچ گئے خان مذکور نے جرأت اور بہادری سے بادیہ ضلالت کے دونوں گمراہوں کا مقابلہ کرنے کے قصد سے اپنے گھوڑے کو

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۱۸ [2] وقائع چنچل گوڑہ صفحہ ۱۹ . [3] وقائع چنچل گوڑہ صفحہ ۱۹ و صفحہ ۲۰۔

جہانیدہ شمشیرے سر شمشیر خاں زد او نیز بجواب پرداخت و سواران نمک حرام خان مسطور عار رسوائی بر خود پسندیدہ در خود داری و صیانت جان ہائے خود کوشیدند خان مذکور ضربتے دگر فرود آوردہ میخواست کہ آں ہر دو را مقتول سازد کہ تیغۂ شمشیرش بدو نیم و اسپ از جائے خود حرکت نکرد و خان مذکور بر زمین افتادہ ہر دو باہم آویزشہائے رستمانہ نمودہ مقتول الی آخرہ۔

کدا کر شمشیر خاں کے سر پر تلوار چلائی، شمشیر خاں نے بھی اسکا جواب دیا، خان مذکور (یعنی نیاز بہادر خاں) کے نمک حرام سواروں نے رسوائی کی عار اپنے لئے پسند کر کے اپنے بچاؤ اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے کوشش کی خان مذکور نے دوسرا وار کیا چاہتا تھا کہ دونوں کو قتل کر دے کہ اتنے میں اس کی تلوار کے پھل کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس کے گھوڑے نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی، خان مذکور زمین پر گر پڑا، دونوں ایک دوسرے سے رستمانہ طریقہ پر گتھ گئے اور قتل ہو گئے۔

مصنف نے بر بناء تعصب شمشیر خاں اور ممریز خاں کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، اس کے باوجود اس کے بیان سے ثابت ہے کہ نیاز بہادر خاں کے سواروں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔

یہ روایت ناطق کی روایت سے متعدد امور میں مختلف ہے۔

(۱) صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے میاں شمشیر خاں کے ساتھ میاں ممریز خاں کا آنا بیان کیا ہے، ناطق کی مثنوی میں اس کی صراحت نہیں ہے۔

(۲) صاحب وقائع نے لکھا ہے کہ نیاز بہادر خاں کے سواروں نے اس موقع پر نمک حرامی کی حالانکہ انہی کے حملہ سے میاں شمشیر خاں شہید ہوئے ہیں ہاں نیاز بہادر خاں کے مارے جانے کے بعد اس کے تمام سواروں نے راہ فرار اختیار کی۔

(۳) مذکورۂ بالا عبارت کے آخری جملے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ میاں شمشیر خاں کے وار سے نیاز بہادر خاں مارا گیا۔ اور نیاز بہادر خاں کے وار سے میاں شمشیر خاں شہید ہوئے حالانکہ میاں شمشیر خاں، نیاز بہادر کو مارنے کے بعد نیاز بہادر خاں کے سواروں سے شہید ہوئے ہیں۔

(۴) وقائع میں نیاز بہادر خاں کا پہلے شمشیر خاں پر وار کرنا مذکور ہے واقعہ یہ ہے کہ پہلے میاں شمشیر خاں نے نیاز بہادر خاں پر وار کیا ہے۔

(۵) وقائع کی مندرجہ ذیل عبارت سے نیاز بہادر خاں کا گھوڑے پر سے زمین پر گرنا ثابت ہے۔

اسپ از جائے خود حرکت نہ کرد خان مذکور بر زمین افتاد الی آخرہ | گھوڑے نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی اور خان مذکور زمین پر گر پڑا۔

مثنوی ناطق میں مرقوم ہے کہ میاں شمشیر خاں کے وار سے نیاز بہادر خاں کا گھوڑا بری طرح زخمی ہو کر بے قابو ہو گیا تھا میاں شمشیر خاں نے نیاز بہادر خاں کو سر کے بال پکڑ کر نیچے گرایا اور بعد کو کٹار سے مار ڈالا۔

مثنوی ناطق اور وقائع چنچل گوڑہ دونوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ شاہ عالم خاں کے بھانجے میاں شمشیر خاں نے نیاز بہادر خاں کو مار ڈالا۔

عرفان کے بیان سے بھی میاں شمشیر خاں کا نیاز بہادر خاں کو گھوڑے سے گرا دینا مستفاد ہوتا ہے۔

پٹک اس کو زمیں پر کر کے بے ساز | گرا ارزق پہ یوں چڑیا پہ جوں باز

غرض اس سے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔

حاصل یہ کہ شمشیر خاں (ہمشیر زادۂ شاہ عالم خاں) ممریز خاں اور ان کے سواروں نے دشمن پر اس وقت حملہ کر کے نقشۂ جنگ بدل دیا جب کہ دشمن ابھی صفوں کی ترتیب میں مصروف تھا۔

نیاز بہادر خاں کے سواروں کا بھاگ جانا کتب غیر مہدویہ سے بھی ثابت ہے۔

(۱) "صاحب خزانہ رسول خانی" نے یہ بیان کیا ہے۔

چنیں کہ ہر دو سمت روبہ مقابلۂ شمشیر رسیدہ سواران نیاز بہادر خاں متوطن ہند بود یکسر قرار کردہ پشت نمود۔[1]

جوں ہی کہ دونوں طرف شمشیر کے مقابلہ کی نوبت آئی نیاز بہادر خاں متوطن ہند کے سواروں نے سب کے سب فرار کر کے پیٹھ پھیر دی۔

(۲) "خزانۂ گوہر شاہوار" میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

سواران ہمراہی نیاز بہادر خاں بہادر (کہ) ساکنان ہند بود رو بفرار نہادہ خان مذکور در آنجا شہید شدہ[2]

نیاز بہادر خاں کے ساتھ سوار جو ہندوستان کے رہنے والے تھے بھاگ گئے اور خان مذکور اس جگہ شہید ہو گیا۔

(۳) "وقائع چنچل گوڑہ" میں یہ مرقوم ہے۔

سواران نمک حرام خان مسطور عار رسوائی بر خود پسندیدہ در خودداری و صیانت جان ہائے خود کوشیدند[3]

خان مذکور کے نمک حرام سواروں نے رسوائی کی عار اپنے لئے پسند کر کے اپنے بچاؤ اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے کوشش کی۔

نیاز بہادر خاں کے مارے جانے سے بلوائیوں پر جو اثر ہوا صاحب وقائع چنچل گوڑہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

از قتل چنیں امیر نامدار و مرد کارزار آشوب قیامت در آں معرکہ پدیدار آمد

ایسے امیر نامدار اور مرد کارزار کے قتل ہو جانے سے اس معرکہ میں آشوب قیامت نمودار ہوا۔

حاصل یہ کہ میاں شمشیر خاں نے اپنی شمشیر زنی سے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔

پیادہ فوج کا انتشار منصور خاں مارا گیا تو اس کی فوج توپیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئی جیسا کہ مولف گلزار آصفیہ کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

مہدویاں میدان او خالی دیدہ توپ منصور خاں را کہ ہمراہ خود آوردہ گولہ ہا سر دادہ بود بہ مقام خویش در چنچل گوڑہ بردند[4]

مہدوی اس کا میدان خالی دیکھکر منصور خاں کی توپ جسے ہمراہ لا کر اس نے گولے چلائے تھے چنچل گوڑہ میں اپنے مقام پر لے گئے

وقائع چنچل گوڑہ کے بیان سے بھی ثابت ہے کہ مہدویوں نے بلوائیوں کی توپیں چھین لی تھیں وقائع کی عبارت یہ ہے۔

منصور خاں کہ بر سر توپ خود بہ یک سو ایستادہ در آتش دستی ہا مبالغہ بہ کار می برد کہ ناگہاں چند

منصور خاں اپنی توپ کے پاس ایک طرف کھڑے ہو کر آتش بازی میں مبالغہ سے کام لیتا تھا کہ ناگہانی طور پر ان میں کے چند

---

[1] خزانہ رسول خانی (قلمی) ورق ۱۶۲ [2] خزانہ گوہر شاہوار (قلمی) صفحہ ۶۵ [3] وقائع چنچل گوڑہ صفحہ ۲۱ [4] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۱۷۔

نفر از آنان از راہ جرأت بر سر خان مذکور رسیدہ بہ محاربہ پیش منصور خاں دلیرانہ زخم کاری برداشتہ یا خواہرزادہ از پا در افتاد و آں خسران پژدھان چالاکی ہا کردہ توپ را برداشتہ بردند و میخ زدہ یا طل ساختند[1]

لوگ جرأت سے خان مذکور کے پاس پہنچ گئے اور محاربہ سے پیش آئے منصور خاں دلیرانہ کاری زخم کھا کر اپنے بھانجے کے ساتھ مارا گیا اور وہ خسران پژدھان چالاکی سے توپ اٹھالے گئے اور میخ ٹھونک کر اس کو بیکار کر دیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مہدویوں نے منصور خاں پر اس وقت حملہ کیا ہے جب کہ وہ اپنی توپ کے قریب کھڑے رہ کر گولہ باری میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس کو مار ڈالا اور اس کی توپ چھین لی اور میخ مار کر اسے بیکار کر دیا۔

کتب مہدویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ میاں انور خاں کا کارنامہ ہے عرفان کے اشعار یہ ہیں۔

سمت اتنے میں انور خاں جو جھپٹا — وہیں یک بار جا توپوں کو لپٹا
لگے دکھنی بجانے رن میں دھوپاں — لے آیا کھینچے انور خاں نے توپاں
وہ لاضربوں کی پھر یک بار جھاڑے — یزیدی جھاڑ کر تھل سے اکھاڑے

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ مہدویوں نے دشمن کی توپیں چھین کر پھر گولہ باری کی ہے اور وقائع چنچل گوڑہ میں مذکور ہے کہ توپ میں میخ ٹھونک کر اسے بیکار کر دیا گیا پس معلوم ہوا کہ بعض توپیں بیکار کر دی گئیں اور بعض استعمال کی گئیں۔

صاحب "صولت افغانی" نے یہ لکھا ہے۔

"توپ وغیرہ سرکاری بھی ان کے ہاتھ لگیں"[2]

بیان کیا جاتا ہے کہ نواب سالار جنگ اول نے اپنے عہد وزارت میں یہ توپیں چنچل گوڑہ سے منگوالی تھیں۔

عربوں کی پسپائی جب سوارہ فوج کے ساتھ پلٹن بھی توپیں چھوڑ کر بھاگ گئی تو بیچارے عرب کس طرح میدان میں ٹھیر سکتے تھے انہیں بھی ناچار راہ فرار اختیار کرنا پڑا جیسا کہ خزانۂ رسول خانی کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے۔ خزانہ کی عبارت یہ ہے۔

در آں ضمن وقت مغرب رسیدہ جوانان عرب آنچہ بہ مقابلہ بودند باز گشت کردند[3]

اس ضمن میں مغرب کا وقت آگیا عربوں کے جوان جو مقابلہ پر تھے واپس ہو گئے۔

خزانۂ گوہر شاہوار میں بھی مذکورہ عبارت مرقوم ہے۔

بلوائیوں کی فراری اور ان کا تعاقب بلوائیوں کا شکست پانا کتب غیر مہدویہ کا بھی مسلمہ ہے صاحب "صولت افغانی" نے لکھا ہے۔

"اس وقت جناب نیاز بہادر صاحب بدست شمشیر خاں ہمشیر زادہ شاہ عالم خاں شہید ہوئے ان کے شہید ہونے سے فوج نے شکست کھائی"[4]

عرفان نے یہ بیان کیا ہے کہ مہدویوں نے بلوائیوں کا جھنڈا چھین لیا تھا اور شہر تک ان کا تعاقب کیا ہے۔

---

[1] گلزار آصفیہ ص ۱۱۷ [2] صولت افغانی ص ۴۶۳ ۔ [3] خزانۂ رسول خانی ورق ۱۷۲ [4] صولت افغانی ص ۴۶۳ ۔

بلوائیوں کا میدان جنگ سے منہ موڑ لینا صاحب وقائع چنچل گوڑہ کا بھی مسلمہ ہے وقائع کی عبارت یہ ہے۔

از قتل چنیں امیر نامدار و مرد کارزار آشوب قیامت در آں معرکہ پدیدار آمد و خلق انبوہ شہر کہ چوں خیل روباہ در پس شیراں جاگزیدہ عبث تہمت غیرت بر خود بستہ بودند عار گریز و فرار اختیار و بہ اندک صدائے توپ و تفنگ کہ گاہے بہ چشم خیال در خواب ہم ندیدہ بودند منتشر شدہ نیل بدنامی بر روے روزگار خود کشیدند و سیوف را ہمچناں در نیام جادادہ خودداری ہا کردند و یک گل زخم نہ شگفتہ روے از آں میدان بلا گردانیدند[1]

ایسے امیر نامدار اور مرد کارزار کے قتل ہو جانے سے اس معرکہ میں آشوب قیامت نمودار ہوا اور شہر کی مخلوق کے انبوہ نے لومڑیوں کے گروہ کی طرح شیروں کے پیچھے ٹھہر کر عبث غیرت کی تہمت خود پر لگائی تھی، گریز اور فرار کی عار کو اختیار کیا توپ و تفنگ کی ذرا سی آواز پر جس کو چشم خیال سے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا منتشر ہو گئے اور بدنامی کا ٹیکہ اپنی زندگی کے چہرے پر لگا لیا، تلواروں کو اسی طرح نیام میں رکھا اور اپنا بچاؤ کیا، زخم کا ایک پھول بھی نہیں کھلا کہ اس میدان بلا سے منہ پھیر لیا۔

"روے از میدان بلا گردانیدند" (بلا کے میدان سے منہ پھیر لیا) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ بلوائیوں نے راہِ فرار اختیار کر لیا تھا۔

شیر خاں رامپوری نو مصدق تھے ان کی شمشیر زنی کے ذیل میں ناطق نے اپنی مثنوی میں یہ لکھا ہے۔

در یاقوت پورہ کے پاس جا کر | گرا ہے شیر نر اس جائے اوپر

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں نے چنچل گوڑہ سے یاقوت پورہ کے دروازے تک بلوائیوں کا تعاقب کیا ہے۔

بلوائیوں کے مقتولین اور مجروحین

بلوائیوں کے مقتولین اور مجروحین کے باب میں کتب غیر مہدویہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

(۱) تاریخ آصف جاہی میں یہ مذکور ہے۔

از جانب شہر والہا زیادہ از سی[۳۰] کساں جریحہ آشام اجل گردیدند و اکثرے مجروح شدند[2]

شہر والوں کی طرف سے تیس[۳۰] سے زیادہ افراد نے موت کا گھونٹ پیا اور اکثر زخمی ہوئے۔

"اکثرے مجروح شدند" سے ظاہر ہے کہ زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

(۲) خزانہ رسول خانی میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

بہادر مذکور و محمد منصور خاں بہادر و خویشاں صالح محمد خاں وغیرہ جملہ ہشتاد و ہشت[۸۸] اسامی در عین معرکہ رو بہ جنت نہاد و سی[۳۰] مرداں زخمی شدہ[3]

بہادر مذکور اور محمد منصور خاں بہادر اور صالح محمد خاں کے عزیز وغیرہ جملہ اٹھاسی[۸۸] آدمیوں نے عین معرکہ میں جنت کا رخ کیا اور تیس[۳۰] آدمی زخمی ہوئے

(۳) خزانہ گوہر شاہوار" میں بھی قریب قریب یہی عبارت مرقوم ہے[4]

---

[1] وقائع چنچل گوڑہ ص ۲۱ [2] تاریخ آصفجاہی ورق ۹۸ [3] خزانہ رسول خانی ورق ۱۷۳ [4] خزانہ گوہر شاہوار ص ۶۵ ۔

(۴) مرآۃ الاخبار میں یہ مرقوم ہے۔

درآنجا نیاز بہادر خاں جمعدار پانصد سوار و منصور خاں جمعدار جملہ ہشتاد و اسم بہ مرتبۂ شہادت رسیدہ[1]

اس جگہ نیاز بہادر خاں پانسو سوار کا جمعدار اور منصور خاں جملہ اسّی آدمی شہادت کے مرتبہ کو پہنچے۔

(۵) صاحب "وقائع چنچل گوڑہ" نے یہ بیان کیا ہے

ازیں طرف قریب بہ یک نیم صد نفر غازۂ شہادت بر روئے و گل ہائے زخم بر اجسام برداشتند[2]

اس طرف سے تقریباً پچاس کے چہرے پر شہادت کا غازہ اور جسم پر زخم کے پھول آئے۔

مذکورۂ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مقتولین کی تعداد تینتیس، اٹھاسی، اسّی اور پچاس بیان کی گئی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جملہ تعداد کسی کو معلوم نہیں تھی، ہر ایک نے اپنے علم کی حد تک لکھا ہے اگر یہ مندرجات صحیح ہیں تو اور بھی تعجب خیز ہے اس لئے کہ ایک لاکھ بلوائیوں میں سے پورے سو بھی نہیں مارے گئے اور سارے لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔

محمد قادر خاں منشی مولف تاریخ آصف جاہی، نیاز بہادر خاں وغیرہ کا معاصر ہے، چنچل گوڑہ کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے مہدویوں کے باب میں یہ لکھا ہے۔

اگر احیاناً یکے از زمرۂ خود کشتہ می شد دعویٰ می کردند و آں را بطنہ نام نہادہ در مقدمہ دعویٰ خود از امراء و رساے دیگر قوم نمی گزشتند، چنانکہ گھانسی میاں و احتشام جنگ و ہمچنیں بسیار کسان را کشتند مردم بلدہ وغیر از ایشاں زیادہ از گرگ و شیر می ترسیدند[3]

اگر اتفاقاً ان میں کا کوئی مارا جاتا تو دعویٰ کرتے اور اس کا نام بطنہ (وہ جو پیٹ میں ہو) رکھکر اپنے دعوی کے مقدمہ میں دوسری قوم کے روسا اور امراء سے بھی درگزر نہیں کرتے تھے چنانچہ گھانسی میاں، احتشام جنگ اور ایسے ہی بہت سے لوگوں کو انہوں نے مار ڈالا شہر وغیرہ کے لوگ بھیڑیئے اور شیر سے زیادہ ان سے یعنی مہدویوں سے ڈرتے تھے۔

حقیقت یہی ہے کہ مہدویوں نے صرف انہی کو قتل کیا ہے جنھوں نے بے وجہ مہدویوں کو قتل کرایا تھا۔ مذکورۂ بالا بیان ایک مخالف کا ہے، یہ دیکھ لینے کے بعد عرفان کے مندرجۂ ذیل بیان میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔

کہو شیراں کا کیونکر سامنا ہیں | اگر ہو لاکھ ہمت بکریاں میں

مہدوی شہداء اور غازی کتب غیر مہدویہ میں مہدوی مقتولین اور مجروحین کے باب میں سخت اختلاف ہے، اسکی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

(الف) صاحب خزانۂ رسول خانی نے یہ بیان کیا ہے۔

در گروہ مہدویان چہار صد و سی و پنج اسامی خود را در خاک ..... انداختہ (ورق ۱۷۲)

مہدویوں کے گروہ میں چار سو پینتیس[4] اسامی نے خود کو خاک میں ڈالا۔

(ب) "خزانہ گوہر شاہوار" میں بھی یہی عبارت مرقوم ہے۔

---

[1] مرآۃ الاخبار (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۱۲۰۳) ورق ۵۱۔ [2] وقائع چنچل گوڑہ ص ۲۲۔ [3] تاریخ آصف جاہی ورق ۹۸۔

(ج) "مرأۃ الاخیار" میں چہار صد وسی اسامی[1] کے الفاظ آئے ہیں۔

(د) تاریخ آصف جاہی میں یہ مذکور ہے۔

غرض از طرف جہدویاں زیادہ از یک صد و پنجاہ کس مقتول شدہ باشند (ورق ۹۸)

غرض جہدویوں کی طرف سے ایک سو پچاس سے زیادہ آدمی قتل ہوئے ہونگے۔

(ھ) وقائع چنچل گوڑہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

بسیارے نامور ان قریب بہ سی صد نفر کشتہ و مجروح صـ ۲۲

بہت سے نامور تقریباً تین سو مارے گئے اور مجروح ہوئے۔

بعض کے ہاں مقتولین کی تعداد چار سو تیس ۴۳۰ اور چار سو پینتیس ۴۳۵ ہے، بعض نے تین سو ۳۰۰ اور ڈیڑھ سو ۱۵۰ لکھا ہے سب کا ماخذ ان لوگوں کا بیان ہے جو جہدویوں سے شکست پانے کے بعد سراسیمگی کے عالم میں چنچل گوڑہ سے بھاگ نکلے تھے اور ان کی یہ گواہی کہ چنچل گوڑہ کے میدان میں اتنے قتل ہوئے اور اتنے زخمی ہوئے مضحکہ خیز ہے۔

صحیح وہی ہے جو کتب جہدویہ میں مذکور ہے کیونکہ گھر کا حال گھر والے ہی بہتر جانتے ہیں خصوصاً جب کہ شہدا اور غازیوں کے نام مع ولدیت درج کئے گئے ہیں۔

اس سے قطع نظر جہدوی اس طرح جان دینے کو باعث فخر اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں لہٰذا یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے صحیح اعداد کا اخفا کیا ہے۔

مسجد میر عالم کی لڑائی اور چنچل گوڑہ کی شہادت سے متعلق جہدویوں کا قدیم ماخذ عرفان کی مثنوی "اخبار شہیدان" ہے عرفان نے اپنی مثنوی کی تصنیف کا سنہ اس طرح بیان کیا ہے۔

کیا تاریخ کا جب میں سر انجام | ہوا اخبار شہیدان اس کا انجام

اخبار شہیدان کے اعداد ۱۱۷۴ ہوتے ہیں اور انجام کے اعداد ۹۵، دونوں کو جمع کرنے سے تالیف کا سن ۱۲۶۹ھ نکلتا ہے۔

مسجد میر عالم کی لڑائی کے شہدا اور غازی

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ صرف سترہ آدمیوں نے مسجد میر عالم کی لڑائی میں حصہ لیا ہے اس میں دو شہید ہوئے ہیں اور پندرہ غازی، پندرہ غازیوں میں سے ایک نے تیرہ روز بعد اور بروایتے دس دن بعد شہادت پائی ہے۔

جنگ چنچل گوڑہ کے شہداء

عرفان نے اپنے ایک بیان کا ایک عنوان یہ قائم کیا ہے

در باب اسامیان شہیداں گوید | شہیدوں کے اسماء کے باب میں کہتا ہے

---

[1] مرأۃ الاخبار ورق ۵۱

اس کے ذیل میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

تھا یاں تک فکر کا اوسان باقی	نہیں آتا نظر اب جان باقی
عناں رکھ ہاتھ عرفان اپنے غازی	چل اب اپنے شہید اور دیکھ غازی
شہید انسٹھ[۵۹] ہوئے اس روز از بس	ہوئے غازی سو بولوں یک صد و دس[۱۱۰]
شہیدوں کی کہو تفصیل بارے	مفصل نام نام انسٹھ وہ سارے

اس سے ظاہر ہے کہ شہید ہونے والے انسٹھ[۵۹] اور غازی ہونے والے ایک سو دس[۱۱۰] ہیں۔

جنگ چنچل گوڑہ کے غازی عرفان نے اپنے ایک بیان کا یہ عنوان قائم کیا ہے۔

دربارۂ اسمائے غازیاں | غازیوں کے اسماء کے بارے میں

اور اس کے ذیل میں یہ اشعار لکھے ہیں

چل اے عرفان تو کر کے استواری	اٹھایا ہوں عزا کا بوجھ بھاری
بزخم درد غش آتا ہے یارو	سداں مجروح غش کھاتا ہے یارو

جمع کس جستجو سے رات دن کر	کیا سب غازیاں کے نام گن کر
شمار اندر سب آئے صاحب جس	ہیں اول پانزدہ[۱۵] پھر ایک سو دس[۱۱۰]

انگریزی فوج کی امداد تیسری محرم ۱۲۳۸ھ جمعہ کے دن مغرب تک یہ جنگ ختم ہوگئی، انگریزی فوج کیوں طلب کی گئی صاحب "صولت افغانی" سے سنئے، "صولت افغانی" کی عبارت یہ ہے۔

"اس وقت یہ لوگ (یعنی مہدوی) شمشیر سے پیش آئے، بڑا کام بہادری کا ظہور میں آیا، کشتوں کے پشتے لگ گئے اس وقت جناب نیاز بہادر صاحب بدست شمشیر خاں اور ہمشیر زادۂ شمشیر خاں شہید ہوئے، ان کے شہید ہونے سے فوج نے شکست کھائی، قوم پنی کو فتح ہوئی توپ وغیرہ سرکاری بھی ان کے ہاتھ لگیں ....."

"جب کہ یہ خبر وحشت اثر جناب نواب صاحب اور دیوان چندو لال نے سنے اور جانا کہ ان لوگوں سے ظفر پانا مشکل ہے لہٰذا نواب صاحب انگریز کہ افسر کلاں نواب صاحب کا تھا اس کو بلایا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو تم جا کر قتل عام کرو"[۱]

مذکورہ عبارت میں قوم پنی سے مہدوی افغان مراد ہیں۔

تاریخ گلزار آصفیہ سے ظاہر ہے کہ رات کے بارہ بجے انگریزی فوج مقیم الوال کو بلانے کا حکم دیا گیا اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ راجہ چندو لال اور اہل لشکر کس قدر پریشانی لاحق تھی، انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں مہدوی شہر پر قابض نہ ہوجائیں

---

[۱] صولت افغانی ص ۴۶۳

گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

بوقت نصف اللیل حکم جہاں مطاع بنام راجہ چندو لال بہادر بکمال تشدد و تغضب شرف صدور یافت ..... ہمیں وقت پلاٹن ہائے انگریزی ملازمان سرکار برسر این ہا فریسند کہ صبح مقام چنچل گوڑہ را با خاک برابر سازند[1]	آدھی رات کے وقت حکم جہاں مطاع راجہ چندو لال کے نام کمال تشدد و تغضب سے شرف صدور لایا کہ اسی وقت انگریزی پلٹنیں جو ملازم سرکار ہیں ان لوگوں پر بھیجدیں کہ صبح کو چنچل گوڑہ خاک کے برابر کردیں۔

مثنوی "اخبار شہیدان" میں مذکور ہے کہ دو انگریزی پلٹنیں آئیں اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

جمعہ گزرا سو دوسرا روز آیا	زحل بنکر جراحت دوز آیا
شہیدوں کو ہوا مدفون روزی	کریں تھے غازیاں کے زخم دوزی
فلک جو کجروی سے تیز آیا	تولے دو پلٹناں انگریز آیا
خبر سن مہدوی سب کھاٹ باندے	دوبارہ جنگ کا پھر ٹھاٹ باندے
نظر کر دور سے دیکھا فرنگی	کھڑے ہیں کر کے سب سامان جنگی

"تاریخ گلزار آصفیہ" سے اس کی توضیح ہو جاتی ہے کہ انگریزی فوج چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی اور اس کے ساتھ دس توپیں تھیں، گلزار آصفیہ کی عبارت یہ ہے۔

چہار ہزار جوانان بارعہ دہ ضرب جلوی و قلعہ شکن خورد و بزرگ و سرداران انگریز بارنٹ صاحب و مارٹین صاحب و سدرلین صاحب وغیرہ چہار گھڑی شب باقی ماندہ بر سر چنچل گوڑہ آمدہ[2]	چار ہزار جوان پلٹن کے مع ضرب توپ جلوی و قلعہ شکن چھوٹے اور بڑے اور سرداران انگریز بارنٹ صاحب و مارٹین صاحب وکیل اور سدرلین صاحب وغیرہ رات تمام ہونے سے چار گھڑی قبل چنچل گوڑہ پر آ گئے۔

حیدرآباد سے مہدویوں کا اخراج انگریزی فوج کے چار ہزار سپاہی وہ کام کرنے آئے تھے جو شہر کی ایک لاکھ فوج سے بھی نہ ہو سکا تھا یوں بھی انگریز، مہدوی افغانوں سے کچھ ناواقف نہیں تھے پونا میں انگریزی توپ خانہ پر مہدوی افغانوں کا حملہ آور ہونا انگریزوں سے ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن یہاں لڑائی نہ تو نواب سکندر جاہ سے تھی اور نہ انگریزوں سے، اہل شہر نے حکومت کے احکام کا خلاف کیا اور وہ لوگ چنچل گوڑہ پر حملہ آور ہوئے۔

مہدویوں کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے حملے کو نہایت کامیابی سے دفع کیا۔ حاصل یہ کہ کنٹنجنٹ کے افسران وکیل انگریز نے نواب شاہ عالم خاں سے تمام واقعات دریافت کئے واقعات دریافت کرنے کے بعد نواب سکندر جاہ سے جو عرض کیا صاحب "صولت افغانی" نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"سرکار میں جا کر عرض کرے کہ یہ لوگ زردانباری کے سامنے مرنے والے ہیں حضور کے کام آوینگے اور بڑے بہادر ہیں۔

---

[1] تاریخ گلزار آصفیہ صہ ۱۱۸ [2] تاریخ گلزار آصفیہ صہ ۱۱۸۔

ان کا قتل کرنا واجب نہیں اور قتل ان کو کرنے میں سرکار کا نقصان ہے بندہ ان کو مہلت تین روز کی دے آیا ہے اس عرصہ میں وہ لوگ آپ کی عملداری سے چلے جائیں گے۔"[1]

عرفان نے بیان کیا ہے کہ ایک ہفتہ کی مہلت دی گئی تھی، عرفان کے اشعار یہ ہیں۔

سبھوں نے شاہ عالم خاں پہ جھونکے — کہے جانا برائے گفت و گو کے
اٹھا سنکر وہیں وہ خان مذکور — چلا کر کے سبھوں کی بات منظور
سوا تنے میں خرد جو ہوا کھٹے — کہا سب نے نہ کرنا بات بیٹھے
خدا ناخواستہ کچھ بیش و کم ہو — تو پھر ہم کو تم اپنے پاس سمجھو
لگا کہنے کو خان دکھلا کے پاتے — کروں تو جان پر سردار ساتے
چلا کہہ کر کے پھر وہ خاں خونریز — لے ہمراہ چار اسی سوے انگریز
جگر داری میں خاں ایسا تھا گاڑھا — ہوا جا کر فرنگی پاس تھا ڈا
وہ خاں جا کر سلام اس کو بجایا — وہیں انگریز کرسی پر بٹھایا
بٹھا کرسی پہ وہ کرسی بہ کرسی — لگا کرنے کے تیں احوال پرسی
وہ پرسش کر کے اس قصہ کو بنیاد — کہا پھر سن کے سب اے آفریں باد
نہایت آفریں کر کے کہا آج — ہے تم سب صاحبوں کو حکم اخراج
مناسب تم کو اب آیا ہے چلنا — یہاں سے بارہ گھنٹوں میں نکلنا
لگا کہنے کے تیں وہ خان کہ آرے — یک ہفتہ بیچ ہم جاتے ہیں سارے
اگر ہو یار برداری یہ ہفتہ — وگرنہ جائیں گے پھر رفتہ رفتہ

خلاصہ یہ کہ مولوی عبدالکریم کا قتل ایک امر اتفاقی تھا، اور ہندوؤں کو منیر الملک کی طرح مولوی عبدالکریم سے کوئی دیرینہ عناد نہ تھا قصاص میں میاں حسین خاں طلب کئے گئے حالانکہ انہوں نے مولوی عبدالکریم کو قتل ہی نہیں کیا تھا۔

دوسرے یہ کہ شہر کی فوج باغی ہو گئی تھی، سرکار کی فہمایش اور راجہ چندولال کے حکم کی پروانہ کر کے شہر کے دروازہ کو جو سرکار کے حکم کی بناء پر بند کیا گیا تھا قفل و زنجیر توڑ کر کھولا اور اہل محلہ پر حملہ کر دیا۔

اقتضائے سیاست تو یہی تھا کہ اسی وقت انگریزی فوج طلب کی جاتی اور باغی، یاقوت پورہ کے دروازہ پر روک لئے جاتے، غلط طریق سیاست سے ایک طرف رعایا کو نقصان پہنچا اور دوسری طرف ریاست کے وقار کو دھکا پہنچا کہ شہر کے ایک محلہ پر حملہ کرنے کے لئے آدھی رات کو چار ہزار انگریزی فوج قلعہ شکن توپوں کے ساتھ طلب کی گئی۔

اس غلط اقدام کی ذمہ داری نہ تو راجہ چندولال پر عاید ہوتی اور نہ نواب سکندر جاہ پر بلکہ عزت یار خاں پر۔

ہندوؤں کا اخراج اور عزت یار خاں کی سازش۔ عرفان نے اخبار شہریان میں اپنے ایک بیان کا یہ عنوان قرار دیا ہے۔

---

[1] صولت افغانی ص ۴۶۳

صادر شدن حکم اخراج یگروہ اسلام بعد ہزیمت خوردن کفار یا غواے بے عزت عاقبت خوار۔

کفار کے شکست پانے کے بعد گروہ اسلام کے اخراج کا حکم صادر ہونا بے عزت عاقبت خوار کے بہکانے سے۔

اس کے ذیل میں یہ اشعار بھی لکھے ہیں۔

یزیدی کو وہاں دیگر دک اندر | یہاں ڈالا سکندر کو شک اندر
نبی کی آل واں تاراج کر کے | وہی اخراج کی یاں مشورت دے
کہا اب ملک سے ان کو نکالو | ریاست اپنی اے حضرت سنبھالو
جہاں تک کے یہ قوم مہدوی ہیں | بڑے رستم دلاور نرقوی ہیں
نہ اپنی جان کا ہے پاس ان کو | ہو خاندان کا کب وسواس ان کو
کہا یہ ذات میں جن کے کہ بل ہو | نہ کیوں اُن سے ریاست کو خلل ہو
کچھ اتنا بے حیا فتنہ تھا ظالم | یزیدی سنگ دل تھا جتنا ظالم
تھا ایسا کچھ وہ دار الحرب اکفر | سکندر کو رہا کر کے شک اندر

نواب سکندر جاہ کے حکم کی بنا پر راجہ چندو لال نے انگریزوں کو یہ لکھا کہ وہ چنچل گوڑہ پر شکر کشی کریں پہلے انہوں نے عذر کیا کہ گھریلو معاملات میں ہم مداخلت نہیں کریں گے جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

وہ چندو لال کو کر حکم بدظن | کہا چنچل گوڑہ پر بھیج پلٹن
لگا کہنے کو اب انگریز جاوے | پڑیوں سے جا کے وہ کھولا بجاوے
یہ سن فرمان چندو لال ہو تیز | وہیں پھر حکم بھیجا نزد انگریز
کہا دو پلٹنوں سے کر چڑھائی | پڑیوں سے جلد اب لینا لڑائی
کہا انگریز سنکر آخر انجام | تمہارے ہم کو جھگڑوں سے نہیں کام
غنیم آکر کرے تم پر چڑھائی | تو جا کر اس سے ہم لیویں لڑائی
ہمیں کیا کام گھر قصوں میں ہو عام | ہوں آخر کمپنی کے گھر میں بدنام

بعد کو انگریزوں نے کچھ انتظام کرنا چاہا لیکن راجہ چندو لال نے کہا کہ کم سے کم انہیں یہاں سے نکال دو عرفان نے یہی بیان کیا ہے۔

اگر چاہو تو کر دیں بند و بستی | تمہاری طرف سے ہو پیش دستی
کہا سنکے چندو لال آرے | کرو خاطر میں آوے سو تمہارے
ولیکن اس قدر کی چال ڈالو | بہر طور اُن کے تئیں یاں سے نکالو

صاحب گلزار آصفیہ (سنہ تصنیف ۱۲۶۰ھ) کا یہ دعویٰ کہ نواب سکندر جاہ نے جنگ کے دوسرے دن چنچل گوڑہ کو زمین کے برابر کر دینے کا حکم دیا تھا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ گلزار آصفیہ سے قبل کی تاریخ سے اس کی تردید ہو جاتی ہے۔

محمد فیض اللہ منشی نے مرأۃ الاخبار، لکھی ہے، اس کے آخری دو صفحوں میں نواب سکندر جاہ کا ۱۲۴۴ھ میں وفات پانا اور نواب ناصر الدولہ کا مسند نشین حکومت ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرأۃ الاخبار ناصر الدولہ کے ابتدائی دو حکومت میں لکھی گئی ہے، اس میں چنچل گوڑہ کی جنگ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بوقت صبح روز شنبہ بود احکام حضور پر نور صادر شد کہ ایں قوم را از سر حد ممالک محروسہ بیرون نمایند[1]

ہفتہ کا دن تھا اور صبح کا وقت کہ حضور پر نور کے احکام صادر ہوئے کہ اس قوم کو ممالک محروسہ کی سرحد سے باہر کر دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ صدر الصدور عزت یار خاں کا عزیز[2] مولوی عبد الکریم کا شاگرد رشید تھا، یہ ہندوؤں کی لڑائی میں مسجد میر عالم میں مارا گیا تھا۔ مکھن لال نے یہ بیان کیا ہے۔

فرزند کلاں قادر یار خاں در مناقشۂ افغانان ہمراہ حافظ عبد الکریم[3] صاحب کہ شاگرد رشید حافظ بود بزخم گولی مرد۔

قادر یار خاں کا بڑا بیٹا جو حافظ عبد الکریم کا شاگرد رشید تھا حافظ کے ساتھ افغانوں کے جھگڑوں میں گولی کے زخم سے مر گیا۔

اس لئے صدر الصدور کو ہندوؤں سے بہت کد تھا، اس نے نواب سکندر جاہ کو غلط باور کرایا اور آدھی رات کو نواب سکندر جاہ کا انگریزی فوج کی طلبی کے لئے حکم دے دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے صورت حال کو انتہا درجہ خطرناک بنا کر پیش کیا تھا ورنہ سکندر جاہ کو ہندوؤں پر اعتماد تھا۔

نواب سکندر جاہ اور ہندو

محمد قادر خاں منشی نے تاریخ آصف جاہی میں یہ بیان کیا ہے۔

القصہ نواب سکندر جاہ بہادر در اوائل ریاست ازبسکہ شکار دوست داشت و شب و روز در جنگل و صحراء با بعضی مصاحبان دمساز سیر می نمود و باوجود تنومندی بدن دہ، دہ پانزدہ، پانزدہ کروہ عقب شکار آہو وغیرہ با ساز و سلاح بندوق و سلاح دیگر گرد و نواحی بلدۂ حیدرآباد می گشت و شکار افگندہ آمادۂ مسرت و ابتہاج می گردید دو[2] کسان افغانان پنی ہندویہ بواسطۂ آن کہ بہمراہی ایں گوہر صدف آصفی با ساز بندوق عقب شکار می گشتند یکی از آن بخطاب قراول خاں

القصہ نواب سکندر جاہ بہادر حکومت کے ابتدائی زمانہ میں چونکہ شکار کو بہت عزیز رکھتے تھے، دن رات بعض دمساز مصاحبوں کے ساتھ جنگل اور صحراء کی سیر کرتے تھے باوجود تنومندی کے دس دس[1] پندرہ پندرہ کوس ہرن وغیرہ کے شکار کے پیچھے بندوق کے ساز و سلاح اور دوسرے اسلحہ کے ساتھ مضافات بلدۂ حیدرآباد کے اطراف پھرتے تھے اور شکار کر کے خوش ہوتے تھے، دو[2] پنی افغان جو ہندی المذہب تھے چونکہ گوہر صدف آصفی کے ہمراہ ساز بندوق کے ساتھ شکار کے لئے پھرتے تھے ایک ان میں سے قراول خاں کے

---

[1] مرأۃ الاخبار ورق ۵۱ (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۱۲۰۳) [2] یہ حکیم قادر نواز خاں کا بیٹا تاج محمد خاں ہے (گلزار آصفیہ ص۱۱۲) اور قادر نواز خاں عزت یار خاں کا چچا زاد بھائی ہے (گلزار آصفیہ ص۳۹۹) تاریخ آصف جاہی میں مذکور ہے کہ یہ عزت یار خاں کے چچا قادر یار خاں کا بیٹا ہے (تاریخ فارسی قلمی نمبر ۱۶۴۹ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری ورق ۹۷) وقائع چنچل گوڑہ میں مذکور ہے تاج محمد خاں عزت یار خاں کا بھتیجا ہے (ص۱۱) [3] یادگار مکھن لال (طبع مطبع برہانیہ) ص۴۱۔

و دیگرے بہ برق انداز خاں سرافراز شدہ رسالہ دار سوراں گشتند و باہمراہیاں خود داخل چوکی خاص گردیدہ حاضر نوکری حضور می بودند [1]

خطاب سے اور دوسرے برق انداز خاں کے خطاب سے سرافراز ہوکر سواروں کے رسالہ دار مقرر ہوگئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ چوکی خاص میں داخل ہوکر حضور کی نوکری میں حاضر رہتے تھے۔

اس سے ثابت ہے کہ مہدوی نواب سکندر جاہ کی رکاب میں بھی تھے اور چوکی خاص میں بھی داخل۔

مذکورہ عبارت میں چوکی خاص سے "باڈی گارڈ" مراد ہے۔

اب رہا راجہ چندو لال کا یہ کہنا کہ کسی نہ کسی طرح انہیں یہاں سے نکالو تو سکندر جاہ کے حکم کی بنا پر تھا عناد کی بنا پر نہیں جب نواب ناصر الدولہ تخت نشین ہوئے تو مہدوی راجہ چندو لال ہی کی کوشش سے حضور میں پھر باریاب ہوئے۔

حضور پر نور ادام اللہ اقبالہ برطبق آرزو و استدعائے مہاراجہ بہادر اینہارا در بلدہ طلبیدہ در رسالہ ہمراہی خویش ملازم داشتند و زر خطیر در نذر و نذرانہ گرفتند اول شاہ عالم خاں جمعدار آمدہ باریاب حضور بہ سعی راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر گشت [2]

حضور پر نور ادام اللہ اقبالہ نے مہاراجہ بہادر کی استدعا اور آرزو کے مطابق ان لوگوں کو بلدہ میں بلاکر اپنے رکاب کے رسالے میں ملازم رکھا اور بڑی رقم نذر و نذرانہ میں لی پہلے شاہ عالم خاں جمعدار آکر راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر کی کوشش سے حضور میں باریاب ہوئے۔

واضح ہو کہ صدر الصدور عزت یار خاں کو نواب سکندر جاہ کے ہاں بڑا رسوخ حاصل تھا صاحب گلزار آصفیہ نے اس کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

بعد رحلت غفران مآب در پیشگاہ حضرت مغفرت منزل نیز بدستور معہود معتمد کلی بودند [3]

نواب میر نظام علی خاں بہادر غفران مآب کی رحلت کے بعد نواب سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل کے دور میں بھی مقررہ دستور کے مطابق جزو کل کے معتمد تھے۔

اس کے علاوہ خود نواب سکندر جاہ اور ان کی بیگمات کا معالجہ بھی اسی سے متعلق تھا جیسا کہ صاحب گلزار آصفیہ نے بیان کیا ہے [4]

حاصل یہ کہ انگریزی فوج کے بلانے اور مہدویوں کا اخراج عمل میں لانے کی تمام تر ذمہ داری عزت یار خاں پر عاید ہوتی ہے ورنہ سکندر جاہ کو مہدویوں پر اعتماد تھا اور راجہ چندو لال کو ان سے ہمدردی تھی۔

نواب ناصر الدولہ اور مہدوی

نواب سکندر جاہ کے بعد نواب ناصر الدولہ ۱۲۴۴ھ میں تخت نشین ہوئے تو مہدوی پھر حضور میں باریاب ہوئے تاریخ گلزار آصفیہ نواب ناصر الدولہ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔ اس میں جمعداران افغانان مہدوی کے ذیل میں یہ مرقوم ہے۔

اول شاہ عالم خاں جمعدار آمدہ باریاب حضور بہ سعی راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر گشت بعد ازاں رفتہ

شاہ عالم خاں جمعدار آکر راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر کی کوشش سے حضور میں باریاب ہوئے، اس کے بعد سے رفتہ

---

[1] تاریخ آصفجاہی (قلمی ورق ۶۷) [2] گلزار آصفیہ ص ۴۸۱ [3] گلزار آصفیہ ص ۴۳۰ [4] گلزار آصفیہ ص ۴۸۱۔

رفتہ محمد نصیب خاں و دیگراں محمد بوڈھن خاں وغیرہ پنجاہ یا شصت جمعدار نامی قریب با دو ہزار مردم ازیں قوم ملازم و غیر ملازم در بلدۂ حیدرآباد بہ مقام بیگم بازار مقام دارند، ہر روز جمعداران ایشاں برائے سلام و مجرا حاضر دربار می شوند[1]

رفتہ محمد نصیب خاں نے اور دوسرے اور محمد بوڈھن خاں وغیرہ پچاس یا ساٹھ نامی جمعدار اپنی قوم کے تقریباً دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ملازم و غیر ملازم بلدۂ حیدرآباد میں بیگم بازار میں رہتے ہیں ہر روز ان کے جمعدار سلام اور مجرا کے لئے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس زمانہ میں لفظ جمعدار فوج کے افسر اعلیٰ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ مہاراجہ چندو لال کی کوشش سے مہدوی پھر حضور میں باریاب ہوئے ہیں۔

مبارز الدولہ نے وہابیوں کی تحریک بغاوت میں شرکت کی تو مبارز الدولہ کو ان کے کوٹلہ میں گھیرنے والے مہدوی جمعدار بھی تھے، صاحب گلزار آصفیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

محمد نصیب خاں وغیرہ جمعداران مہدوی و دیگر سرداران قائم خانی و سنت جماعت وغیرہ بالائے کوٹلہ عالیجاہ کہ مسکن و مقام مرشد زادہ مسطور بودہ از چہار طرف در گرفتند[2]

محمد نصیب خاں وغیرہ مہدوی جمعداروں نے اور دوسرے قائم خانی اور سنت جماعت سرداروں نے کوٹلہ عالیجاہ کو جو مرشد زادہ مذکور کا مسکن اور مقام تھا، چاروں طرف سے گھیر لیا۔

اس سے قبل ہم نے بیان کیا ہے کہ وکیل انگریزی اور کنٹنجنٹ کے افسر نے نواب سکندر جاہ سے عرض کی تھی کہ مہدوی "حضور" کے کام آوینگے" اس پیش قیاسی کا ظہور نواب ناصر الدولہ کے عہد میں ہوا۔ نواب ناصر الدولہ اگر ۱۲۳۸ھ کے واقعہ کو حکومت کے خلاف تصور کرتے تو مہدویوں کو جاگیر و منصب سے سرفراز نہ کرتے اور میر نظام علی خاں نواب سکندر جاہ کی طرح چوکی خاص (باڈی گارڈ) کی اہم فوجی خدمت مہدویوں کے حوالے نہ کرتے۔

حاصل یہ کہ نواب سکندر جاہ کا مہدویوں کے اخراج کے لئے حکم دے دینا عزت یار خاں کی سازشی کارروائی کا نتیجہ تھا۔

مولف ہدیہ نے اپنی واقعات کو غلط طریقہ پر پیش کیا ہے اور اس ڈھب سے لکھا ہے کہ مہدوی باغی قرار پائیں اور ناواقف یہ سمجھے کہ یہ جنگ حکومت اور مہدویوں کے درمیان ہوئی حالانکہ رعایا رعایا سے لڑی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرکار کے حکم کا خلاف کرنے والے مندوزی قائم خانی اور عرب جمعدار تھے۔

عزت یار خاں کا واقعہ

مولف ہدیہ نے باب دوم میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور اس میں چار امور بحث طلب ہیں۔

امر اول یہ کہ مہدویوں نے عزت یار خاں کو بلا وجہ قتل کر دیا۔

حالانکہ مولوی عبد الکریم کے قتل کے بعد مہدویوں کے قتل کو واجب قرار دینے کے لئے محضر مرتب کرانے والوں میں عزت یار خاں صدر الصدور اور نور الاولیاء وغیرہ پیش پیش تھے۔

جب مندوزیوں وغیرہم کا لشکر نواب سکندر جاہ کی مرضی اور راجہ چندو لال کے حکم کے خلاف چنچل گوڑہ پر لوٹ پڑا اور اس کو بری طرح شکست ہوئی تو نواب سکندر جاہ کو غلط باور کرانے والا اور مہدویوں کے اخراج کا مشورہ دینے والا

---

[1] گلزار آصفیہ ص ۴۸۱ ۔ [2] گلزار آصفیہ ص ۱۴۹

یہی صدر الصدور ہے۔

عرفان نے مثنوی "اخبار شہیدان" میں یہ واقعات مندرجہ ذیل عنوان کے تحت بیان کئے ہیں۔

صادر شدن حکم اخراج بگروہ اسلام بعد ہزیمت خوردن کفار باغوائے بے عزت عاقبت خوار۔

گروہ اسلام کے اخراج کا حکم صادر ہونا کفار کے شکست پانے کے بعد بے عزت عاقبت خوار کے بہکانے سے۔

یہ بھی واضح رہے کہ عزت یار خاں کو مہدویوں سے خاص طور پر کد ہونے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ اس کے چچا قادر یار خاں کا بیٹا تاج محمد خاں مولوی عبد الکریم کے ساتھ میر عالم کی مسجد میں مہدویوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

پیچل گوڑہ سے جب مہدویوں کا اخراج ہوا ہے تو کچھ مہدوی یہیں کے دیہات میں رہ گئے، بعض ہندوستان چلے گئے۔ اور ایک بہت بڑی جماعت کرنول چلی گئی، نواب منور خاں والئی کرنول عزت و اکرام سے پیش آیا اور انہیں اپنے ہاں ملازم رکھ لیا۔ عرفان نے یہ تمام واقعات مندرجہ ذیل عنوان کے تحت لکھے ہیں۔

روانہ شدن زمرۂ مصدقان بہ طرف کرنول و مطلع شدن نواب عالی جناب از مقدم گروہ کامیاب و رسم سلوک مرعی داشتن

روانہ ہونا گروہ مصدقین کا کرنول کی طرف اور مطلع ہونا نواب عالی جناب کا گروہ کامیاب کے آنے سے اور رسم سلوک کا مرعی رکھنا۔

اس میں یہ بھی مذکور ہے۔

کیا ساروں سے پھر روزی کا پیغام | رہیں چاکر میرے سب خاص و عام
ہوا روزی کا اعلام ایک سر جب | گئے ملنے کو مرد معتبر سب
بہت سے کر کے وہ تعظیم و توقیر | لگا ہونے کو ساروں کے بغل گیر
بغل گیر ہو کے ساروں کو بٹھا کر | کہا تم آج سے میرے ہو چاکر

جب کرنول میں مہدویوں کی تعظیم و توقیر ہونے لگی تو عزت یار خاں صدر الصدور نے نواب سکندر جاہ کے ذریعہ والئی کرنول کے نام یہ خط لکھوایا کہ اگر تم کو ہمارے خاندان سے راہ و رسم رکھنا منظور ہے تو ہمارے دشمنوں کو پناہ مت دو۔

عرفان کے ایک بیان کا یہ عنوان ہے۔

نامہ نوشتن رئیس شہر بہ جانب کرنول بنام منور خاں بہادر از برائے انتشار گروہ اسلام

خط لکھنا رئیس شہر کا کرنول کی جانب منور خاں بہادر کے نام گروہ اسلام کے انتشار کے لئے۔

اس کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

رہے سرگرم سالے نوکری میں | کہوں کیا چرخ کی بدگوہری میں
جمعیت کی خبر سنکر کیا کیا | وہ عزت خوار پوتا ناریہ کا
سکندر کو وہ دے فتوی ندامہ | کہا کرنول کو لکھو یہ نامہ
اگر اس گھر سے ہے تم کو قدامت | تو پھر ایسی اٹھاو مت ندامت
ہمارے دشمنوں کو آسرا دے | نہ ہو کم رسم تم اس گھر سے ایسے

اس کے بعد کا عنوان یہ ہے

روئیدادن نامۂ رئیس شہر و جواب نوشتن نواب منور خاں درباب ایشاں	رئیس شہر کے خط کا رد کرنا اور نواب منور خاں کا ان کے باب میں خط لکھنا۔

اس کے ذیل میں عرفان نے نواب منور خاں کا جواب دینا اس طرح بیان کیا ہے۔

لکھا یوں تم جو کرتے ہو بہانہ	کسی نے تم کو شاید برغلانا
نمک کا آپ کے سب پاس کر کے	وہ خاوندی کا پھر وسواس کر کے
رہے سارے پکڑ اپنا ٹھکانہ	وگرنہ شہر اندر کرتے ٹھانہ
گئی سب قوت عالی تمہاری	ریاست ہو گئی خالی تمہاری
---	---
سخن جانو میرا اتھیر کا کندہ	شریک ہر حال ہے رب ان کا بندہ

اس واقعہ کے بعد صرف تین مہدوی انتقام لینے کے لئے کرنول سے روانہ ہوئے جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

مولف ہدیہ کا اس سلسلہ میں چار مہدویوں کا ذکر کرنا صحیح نہیں،

امر دوم یہ کہ عزت یار خاں کی سواری کے ساتھ صرف ایک خدمتگار تھا، حالانکہ "سی بندی"[1] سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ تھی جیسا کہ عرفان نے بیان کیا ہے۔

سو وہ شہزادے اک دن مصلحت کر	گئے تھے اسی شہر کے چوک اندر
پھر سب ہو کر اس کو کہیں نہ پائے	پلٹ کر واں سے سوکھے حوض آئے
سواری آ گئی اس کی قضا را	جو پوتا تھا وہ ظالم ناریہ کا
ملی اس حوض پر اس کی سواری	سہ بندی ساتھی بھی کافر کے بھاری
لے ہمرہ جیوں کہ وہ ابلیس ابتر	چلی آوے تھا وہ شیطانوں کا لشکر

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ صدر الصدور کی سواری کے ساتھ "سی بندی" سپاہیوں کی بھاری جماعت تھی۔

امر سوم یہ کہ مذکورہ مہدوی، صدر الصدور کو قتل کرنے کے بعد سوکھے حوض سے لیکر مبارز الدولہ کی دیوڑھی تک بدحواسی میں بھاگے، حالانکہ ان لوگوں نے قدم قدم پر مقابلہ کیا ہے۔

پہلے تو مہدویوں کی آمد کی خبر سے سراسیمگی پھیل گئی لیکن جب معلوم ہوا کہ صرف تین مہدوی ہیں تو ایک انبوہ کثیر ان کے اطراف ہو گیا۔

عرفان نے اپنی مثنوی میں یہ بیان کیا ہے۔

جمعیت کا لئے منہ کر اسے صاف	ہوا وہ غول سارا ان کے اطراف

---

[1] یہ سپاہیوں کے ایک زمرہ کا نام ہے۔

پڑی اس شہر میں اس طرح کھل بل | زمانہ ہو گیا اک بار ہل چل
نئے سر سے ہوا غل مہدوی آئے | کئی اس غل کو سنکر ڈولی بدلائے

یہاں تک شہر میں زیر و زبر ہوئی | مہدوی تین شخص ہیں پھر خبر ہوئی
ہوئے جمع خاطر سن کے سب کے | سُدآئے تب کہیں اکل و شرب کے
گئے چھوٹے بڑے سارے چلا کر | ہر اک کوچہ سے عالم دوڑ آ کر
زمانہ ہو گیا اطراف سارا | ولے اتنا نہیں تھا کس میں یارا
جو آکر سامنا باندھے انوں کا | سو اس کو جان کا پیش آوے ہو کا
بھلا منہ پر قضا کے کیوں کر آویں | زمانہ میں جو کر رستم کہاویں
کہو شیروں کا کیونکر سامنا لیں | اگر ہو لاکھ ہمت بکریاں میں
وہ شہزادوں کی دیکھے جاں فشانی | جگر ان کے ہوئے گل گل کے پانی
ارادہ کر جدھر شہزادے پھرتے | ادھر کو ہاتھ سے ہتیار کرتے
جدھر وہ دیکھتے کر کے ارادہ | ادھر میدان ہو جاتا زیادہ
چلے لڑتے ہوئے شہزادے ڈگ ڈگ | مبارز کے وہ پہنچے دیوڑھی تک

ان اشعار سے، مبارز الدولہ کی دیوڑھی تک ہر ہر قدم پر لڑتے ہوئے جانا ثابت ہے۔

امر چہارم یہ کہ صرف ایک شخص نے ان مہدویوں کو مبارز الدولہ کی دیوڑھی کے قریب مار ڈالا ہے۔ حالانکہ کسی تاریخ میں صرف ایک ہی شخص کے مارنے کی تصریح نہیں ہے۔

(الف) مولف گلزار آصفیہ نے یہ لکھا ہے۔

چوں خبر کشتہ شدن محی الدولہ بمرشد زادۂ موصوف رسید ہر سہ کس را کشتہ بالائے دروازہ ہائے بلدہ آویختند [1]

محی الدولہ کے مارا جانے کی خبر مرشد زادۂ موصوف کو پہنچی تو تینوں آدمیوں کو مار کر (لوگوں نے) شہر کے دروازہ پر آویزاں کرا دیا۔

اس عبارت میں یہ تو مذکور نہیں ہے کہ صرف ایک ہی شخص نے ان لوگوں پر حملہ کر کے قتل کیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزت یار خاں صدر الصدور کا خطاب محی الدولہ تھا۔

(ب) مولف محبوب السلاطین نے یہ بیان کیا ہے۔

"جب مبارز الدولہ کے دروازہ پر سے گذرے ان تینوں کا کام تمام کر دیا گیا۔" [2]

اس عبارت میں بھی صرف ایک شخص کے حملہ کرنے کی تصریح نہیں ہے۔

---

[1] تاریخ گلزار آصفیہ صـ ۱۲۱ [2] محبوب السلاطین صـ ۴۳۲

(ج) تاریخ خورشید جاہی میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

"جب صاحبزادۂ مبارزالدولہ کے دروازہ پر پہونچے ان کی سرکار کے لوگوں نے ان کو روک کر مار لیا"[1]

تاریخ خورشید جاہی ہدیہ مہدویہ سے قبل لکھی گئی ہے' اس سے ثابت ہے کہ حملہ کرنے والوں کی ایک جماعت تھی ایک منصب دار کا لونڈا نہ تھا جیسا کہ مولف ہدیہ کا ادعا ہے۔

اب رہا مولف تاریخ خورشید جاہی کا یہ کہنا کہ مبارزالدولہ کی سرکار کے آدمیوں نے انہیں روک لیا' کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ سوکھے حوض سے لے کر مبارزالدولہ کی دیوڑھی تک ایک انبوہ کثیر اطراف تو ضرور ہوگیا تھا لیکن روکنے میں کسی نے کامیابی حاصل نہیں کی۔

امر واقعی یہ ہے کہ جب یہ جانباز مبارزالدولہ کی دیوڑھی کے قریب پہونچے تو مبارزالدولہ کے فریاد پر اس کے سپاہیوں نے دور سے ان پر تاشیرہ کیا ہے' مقابل ہوکر ان سے شمشیر زنی کون کرسکتا تھا؟

عرفان نے مثنوی "اخبار شہیدان" میں یہی بیان کیا ہے۔

خبر سنکر محل سے نامبارز — سڑک باہر نکل جیوں دختر رز
او مستی سے کہا کر جوش یارو — نہ جانے پائیں ان مردوں کو مارو
وہیں دوڑے سپاہی ان کے سارے — وہ شہزادوں پہ آتا شیرہ مارے
جہجر تن ہوگرے جب گولیوں سے — شہادت کو وہ تب شہزادے پہونچے

اس سے ظاہر ہے کہ مبارزالدولہ کی دیوڑھی پر جتنے سپاہی متعین تھے ان سب نے بہ یک وقت ان پر تاشیرہ کیا ہے اور گولیوں سے ان کا جسم چھلنی ہوگیا تھا۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ منصب دار کے ایک لونڈے نے ان جانبازوں کا مقابلہ کیا ہے نہ کتب مہدویہ سے ثابت ہے اور نہ کتب غیر مہدویہ سے۔

جن تین مہدویوں نے عزت یار خاں کو مارا ہے ان کا ذکر عرفان نے اس طرح کیا ہے۔

روانہ شدن میاں سید قاسم و پیر صاحب میاں و چھابا میاں بہ حیلۂ تجارت از کرنول جانب شہر حیدرآباد جہت انتقام و کشتہ شدن بے عزت و بے دین بضرب بہادران جلالت کیش و نوشیدن جام شہادت ایشاں۔

روانہ ہونا میاں سید قاسم اور پیر صاحب میاں اور چھابا میاں کا تجارت کے حیلے سے کرنول سے شہر حیدرآباد کو انتقام کے لئے اور مارا جانا بے عزت بے دین کا بہادران جلالت کیش کی ضرب سے اور ان کا جام شہادت نوش کرنا۔

عرفان کے الفاظ "بضرب بہادران" (بہادروں کی ضرب سے) سے ظاہر ہے کہ حملہ تینوں مہدویوں نے کیا ہے یہ بھی واضح رہے کہ صدر الصدور عزت یار خاں محی الدولہ نے مہدویوں کے قتل کو مباح قرار دیا تھا اور مہدوی بھی اسی کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں جو ان کے قتل کو حلال گردانے۔

---

[1] تاریخ خورشید جاہی (بر حاشیہ رشید الدین خانی) ص ۴۷

واقعہ سیدا باغ مولف ہدیہ نے واقعہ باغ سعید آباد (سیدا باغ) کے بیان کرنے میں بھی کذب و دروغ سے کام لیا ہے اس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"زمانۂ دیوانی بار دوم نواب سراج الملک کا آنا، ایک روز سیدا باد سے سوار ہوتے وقت بابتہ مطالبہ تنخواہ کے بیس ۲۰ بائیس ۲۲ عہدویوں نے سدراہ ہوکر شلک بندوقوں کی چھوڑی یہاں تک کہ ہر احت ایک چھرے کی چہرۂ نواب موصوف پر لگی بہ مجرد دیکھنے اس حال پر ملال کے فوج عرب نے ایسی شلک ماری کہ سب کو مار کر پھینکدیا۔" (باب دوم ص ۳۸)

واقعہ یہ ہے کہ عربوں نے پہلے عہدویوں پر تاشیرہ کیا ہے، اس کے بعد عہدویوں نے شمشیر زنی شروع کی پس عہدویوں کا عمل مدافعت ہوگا، اقدام نہیں، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

تاریخ "رشید الدین خانی" کا مولف بھی غیر عہدوی سہی لیکن اس نے اس واقعہ کو ۱۲۶۸ھ کے ذیل میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"پس بائیسویں کو تفریح طبع اور سیاحت سبزہ زار کے لئے خود بدولت سرو تگر میں رونق افروز ہوئے جادی الاول کی پانچویں تاریخ مراجعت کے وقت سراج الملک سیدا باغ میں اترے ہوئے تھے، اون کو جس وقت سواری کی خبر پہونچی ہے فوراً انہوں نے بھی سیر کا ارادہ کیا، عہدوی پٹھان دروازۂ باغ کے اوپر خیمہ لگا کر طلب تنخواہ کے لئے جو بیٹھے ہوئے تھے مانع آئے ہر چند کہ بہادر موصوف نے سوار ہونے میں تامل فرمایا اور چاہا کہ وہ اول مان جائیں تو بہتر ہے لیکن حاضرین نے مزاج کو متغیر کر دیا اور کرسی میانہ آیا یہ تومند پر سے اوٹھکر اس میں آبیٹھے مرفعہ بجنے لگا وہ بولے اگر ہم اس وقت خاموش ہو رہے تو عزت ہی گئی ہمارا پیشہ سپہ گری کا ہے فوراً تیار ہوکر واسطے حائل ہونے کے میدان میں کھڑے ہوئے بیچ میں جو لوگ تھے دلاور جنگ محمد خاں وغیرہ سے حجت و تکرار زیادہ ہوئی آخر کار ہتھیار چلا ان بیچاروں کو عربوں نے اول ہی مرکز دائرہ میں گھیر کر ان پر وار کرنے شروع کئے۔ آفرین ان پر کہ باوجود زخمی ہو جانے اور گر پڑنے کئی شخصوں کے جو بچے رہے تھے تلواریں سوت کر جو سامنے پڑا روانہ ملک عدم کا کیا، میانہ تک پہونچ گئے ایک نے تو نیچہ جھونک دیا خیر ہوئی ایک چھرہ رخسار پر آلگا اور وہیں اٹک رہا، کہار میانہ کو پھیر کر اندر باغ کے لے گئے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ کوتوال صاحب ایک گڑھے میں اتر گئے ان پر سپریں پڑے ہوئے تھے آخر کار سب مارے گئے بعد دو گھڑی کے جب امنیت ہو گئی تو سواری مکان کو واپس آئی چھرہ کو نرمۂ گوش کے قریب سے نکالا تو وزن میں ڈیڑھ ماشے کا تھا۔ اس جنگ میں انیس ۱۹ پٹھان مارے گئے اور چار زخمی ہوئے اور ان عربوں میں سے آپس کی گولیوں سے چالیس ۴۰ شخص مارے گئے اور تیس ۳۰ آدمی زخمی ہوئے اس روز پٹھانوں نے ایسی جرأت کی تھی کہ فی المثل اگر ہر ایک کو رستم دکن کہا جائے تو سزاوار ہے۔" (تاریخ رشید الدین خانی ص ۴۰۷ و ص ۴۰۸۔)

مذکورہ بیان ایک غیر ہندوی کا بیان ہے اس سے مولف ہدیہ کا بیان غلط قرار پاتا ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندویوں نے پہلے شلک نہیں چھوڑی بلکہ عربوں نے ان کو گھیر کر ان پر تاشیرہ[1] کیا ہے، اس کے بعد ہندویوں نے اس حملے کا جواب دیا ہے، مولف ختم الہدیٰ نے اس واقعہ کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

"سیدآباد (سعیدآباد) کا جنگ کہ اب حال میں ہوا ہے اور اس وقت کے ہزاروں آدمی موجود ہیں جانتے ہیں کہ بیس[۲۰] پچیس[۲۵] آدمی تنخواہ اپنی چار یا پانچ برس سے نہ ملی تھی بھوکے نہ رہ سک کر مانگنے سے چند فسادیوں نے ان کے ہتیار چھین کے عزت ریزی کا قصد کرنے سے آبرو کے لئے اپنی جان دیئے اور ایسی جوانمردی کئے کہ ان کے ہاتھ سے کم و بیش دو سو[۲۰۰] آدمی مارے گئے اور باقی عرب روہیلے پانچ چار ہزار آدمی ایسا بھاگ گئے، دیوان کی سواری فقط کہاروں کے حوالے رہی بلکہ کئی عرب وغیرہ ان کی شمشیر برق نظیر کی تاب نہ لاکر باؤڑیوں میں گر کر مر گئے افسوس اس امر سے ہے کہ یہ واقعات بیان کرنے مسو کو شرم نہ آئی" (ص ۴۳)

اس سے حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ ان ہندویوں کو کئی سال سے تنخواہ نہیں ملا تھا وہ اس کا مطالبہ کر رہے تھے، تاریخ رشید الدین خانی سے ظاہر ہے کہ سراج الملک یہ چاہتا تھا کہ تصفیہ کر کے ہندویوں کو منالے لیکن حاضرین نے جن میں محمد خاں قائم خانی بھی تھا اس کے مزاج کو متغیر کر دیا، اُن لوگوں نے اپنی سپاہ گری ثابت کرنے کے لئے ہندویوں سے ہتیار چھیننا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے عرب مارے گئے، کوتوال گڑھے میں گر گیا اور وزیر کی جان بال بال بچ گئی۔

اس میں قصور نہ سراج الملک کا ہے اور نہ ہندویوں کا، اصل فساد درمیانی مفسدین کا ہے جن میں محمد خاں قائم خانی بھی ہے، اس کو ہندویوں سے بہت کد تھا کیونکہ قائم خانیوں کا جو حشر چنچل گوڑہ کی جنگ میں ہوا تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔

تعجب تو مولف ہدیہ پر ہے کہ اس واقعہ (۱۲۶۸ھ) سے دو سال قبل حیدرآباد دکن آ گیا تھا اور اس ڈھب سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ناواقف یہ سمجھے کہ ہندوی سب کے سب مارے گئے اور عربوں میں سے ایک بھی نہیں مارا گیا۔

تاریخ رشید الدین خانی کے بیان کے مطابق چالیس[۴۰] عرب آپس کی گولیوں سے مارے گئے اور تیس عرب زخمی ہو گئے، عرب مہلوکین اور زخمیوں کی تعداد ستر تک پہونچ چکی تھی یہ اس امر کا قرینہ ہے کہ سراج الملک کی سواری کے ساتھ جو سپاہی تھے ان کی تعداد زیادہ تھی اس کے باوجود ان کا دشمن کو اپنا نشانہ بنانے کے عوض خود کو نشانہ بنا لینا، یہ ثابت کر رہا ہے کہ بیس بائیس[۲۲] ہندویوں سے عربوں کی کثیر جماعت بدحواس ہو گئی تھی،

تاریخ رشید الدین خانی میں ان لوگوں کی تعداد نہیں بتائی گئی جو ہندویوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں حالانکہ اس تاریخ میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ہندوی، عربوں وغیرہ کو قتل کرتے ہوئے سراج الملک کے میانہ تک پہنچ گئے تھے اس کی عبارت یہ ہے۔

"جو بچ رہے تھے تلواریں سوتکر جو سامنے پڑا روانہ ملک عدم کا کیا، میانہ تک پہونچ گئے"

لیکن اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ خاص ہندویوں کی تلوار سے کتنے عرب راہی ملک عدم ہوئے واقعہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند ہندویوں سے عربوں کی کثیر تعداد قتل ہو گئی تو بقیۃ السیف نے عربوں کی آبرو بچانے کے لئے یہ بات مشہور کر دی کہ وہ آپس کی گولیوں سے مارے گئے اور مولف رشید الدین خانی نے اسی کو قلمبند کر دیا۔

---

[1] تاشیرہ اصل میں تعشیرہ ہے، دکن میں دس بندوق سر کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، بعد کو زیادہ کے لئے بھی استعمال ہونے لگا۔

بہرحال تاریخ رشید الدین خانی میں یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس دن مہدویوں نے جو معرکہ آرائی کی ہے، اس کے لحاظ سے ہر ایک کو رستم دکن کہہ سکتے ہیں لیکن یہ صراحت نہیں ہے کہ ان رستمان دکن کی تلوار سے کتنے عرب موت کے گھاٹ اترے عرب مقتولین و مجروحین کی تعداد جو مذکورہ تاریخ میں مندرج ہے وہ تو بقول مولف عربوں کی بدحواسی کا نتیجہ ہے کہ خود کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا۔

اب رہا سراج الملک کا مجروح ہونا تو یہ ایک امر اتفاقی تھا، مشہور تو یہی ہے کہ محمد خاں قائم خانی پر طپنچہ جھونک دیا گیا تھا ایک چھرہ سراج الملک کے رخسار پر آ لگا۔

مولف ہدیہ کے ان اعتراضات کو اثبات مہدیت سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ان کی بھی تحقیق کر دی گئی تاکہ انصاف پسند پر یہ واضح ہو جائے کہ جو شخص مہدویوں کے تاریخی واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کرے وہ ان کا مذہب پیش کرنے میں کس طرح دیانت سے کام لے سکتا ہے!

برار سید امجد الملک برار کے سپہ سالار تھے۔ فرشتہ نے اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ ثانی کے حالات میں لکھا ہے۔

"بعد از قیل و قال بسیار قرار دادند کہ سید امجد الملک مہدویہ سر لشکر برار را با امرائے آں حدود جہت مقابلہ راجہ علی خاں و برہان شاہ معین گردانند۔[1] یعنے بہت گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ سید امجد الملک مہدوی، برار کے سپہ سالار کو اس علاقہ کے دوسرے امراء کے ساتھ راجہ علی خاں اور برہان شاہ کے مقابلہ کے لئے مقرر کریں۔

بالا پور صاحب مآثر الامراء نے سید الیاس شرزہ خاں کے بیٹے سید رستم خاں دکنی کے حالات میں لکھا ہے "بالا پور محلات دیگر از برار در تیول داشت[2] یعنے بالا پور اور دوسرے علاقے برار کے ان کی جاگیر میں تھے سید رستم خاں دکنی کے بعد ان کے بیٹے موروثی جاگیر سے سرفراز تھے اور ان کی اولاد صاحب مآثر الامراء کے زمانہ تک جاگیر دار تھی مآثر الامراء کی عبارت یہ ہے۔

"پسر انش ..... سید فتاح خاں و سید الیاس خاں و سید عثمان خاں اعقاب ہر یکی باقی است و بہ جاگیر داری محال ارث از صوبہ برار سرافرازند[3]" یعنے سید رستم خاں دکنی کے بیٹے سید فتاح خاں سید الیاس خاں اور سید عثمان خاں ہیں ہر ایک کی اولاد باقی ہے اور صوبہ برار کے علاقوں کی موروثی جاگیر سے سرفراز ہیں۔

جل گاؤں (جامود) راقم کے جد اعلیٰ بندگی میاں سید شریف تشریف اللہؒ یہیں مدفون ہیں، آپ کا سن ولادت ۹۲۶ھ ہے آپ کی ولادت یوم التشریف کی شب کو ہوئی ہے شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

(الف) نقل است کہ تولد جگر گوشۂ بندگی میاں نور دیدۂ ثانی امیر جہاں بندگی میاں سید شریف در شب یوم التشریف

منقول ہے کہ ثانی امیر جہاں نور نظر بندگی میاں کے جگر گوشہ یعنے بندگی میاں سید شریف کا تولد یوم التشریف

---

[1] تاریخ فرشتہ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) جلد دوم صفحہ ۱۵۱۔ [2] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۵۰۴۔ [3] مآثر الامراء جلد دوم ص ۵۰۴۔

واقع شدہ است (دفتر اول رکن پنجم باب پنجم) | کی شب کو واقع ہوا ہے۔

(ب) بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے بامراللہ آپ کا نام سید شریف رکھا ہے اور تشریف اللہ کا لقب دیا ہے۔

دفتر شاہ برہان میں یہ مرقوم ہے۔

بندگی میاں فرمودند کہ حکم حق تعالیٰ می شود کہ اے سید خوندمیر این فرزند بر تو تشریف ماست و نام او شریف است لہٰذا بندگی میاں بامراللہ اسم مبارک فرزند دلبند سید شریف نہادہ و لقبش تشریف اللہ امر فرمودہ اند۔

بندگی میاںؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اے سید خوندمیر یہ فرزند تمہارے لئے ہمارا خلعت ہے اور اس کا نام شریف ہے، اس لئے بندگی میاں نے بامراللہ فرزند دلبند کا مبارک نام سید شریف رکھا اور آپ کو تشریف اللہ کا لقب دیا۔

یوم التشریف کی منقبت میں بندگی ملک مہری صحابی مہدیؒ نے ایک قصیدہ کہا ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

چہ روزایں روز تشریف است نتواں شرح خلعت ہا کہ بر عاکف وزائر شدہ از حق فرود امروز

یہ روز خلعت بھی کیا ہی دن ہے کہ خلعتوں کی شرح نہیں کر سکتے جو ہر عاکف وزائر پر حق کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

(ج) بندگی روشن منورؒ نے اپنے مکتوب میں بندگی تشریف اللہؒ کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

"وائے شریف اشرف مشرف تشریف اللہ"

بندگی روشن منورؒ نے آپ کے لئے اشرف و مشرف کے الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ آپ کو یوم التشریف کا شرف حاصل تھا مذکورہ مکتوب خاتم سلیمانی اور اخبار الاسرار میں بھی منقول ہے۔

(د) بندگی تشریف حقؒ کی رحلت کے بعد بندگی سید محمودؒ بن بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے آپ کے فرزندوں کے نام ایک تعزیتی مکتوب لکھا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

خبر وفات برادرم سید شریف تشریف اللہ صاحب شنیدم بسیار درد و غم واندوہ شد۔

ہم نے اپنے بھائی سید شریف تشریف اللہ صاحب کی وفات کی خبر سنی بہت درد و غم واندوہ ہوا۔

یہ مکتوب بھی خاتم سلیمانی اور اخبار الاسرار میں منقول ہے اس مکتوب میں بندگی سید محمود نے بندگی تشریف اللہ کا یوم التشریف سے مشرف ہونا بیان فرمایا ہے۔

(ھ) بندگی تشریف حقؒ سے متعلق بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی خاص الخاص بشارت یہ ہے کہ آپ نے حضرت کو اپنا تربیت فرمایا ہے۔

شواہد الولایت میں یہ مروی ہے۔

در حق میاں سید شریف بشارات بندگی میاں بسیار است از آں جملہ بشارت خاص الخاص آں است کہ آں ذات را تشریف اللہ فرمودہ تربیت خود کردہ اند۔ (باب سی و نہم)

میاں سید شریف کے حق میں بندگی میاں کی بشارتیں بہت ہیں منجملہ ان کے خاص الخاص بشارت یہ ہے کہ اس ذات کو تشریف اللہ فرمایا ہے اور اپنا تربیت کیا ہے۔

بندگی تشریف حق[1] بندگی میاں شاہ خوندمیر[2] کے تربیت ہیں اور اس کے گواہ بندگی ملک الہداد[3] ہیں[1]

یہی وجہ تھی کہ بندگی شہاب الحق[4] نے اپنے فرزندوں کو وصیت کی تھی کہ بندگی تشریف اللہ کی صحبت سے بھی مشرف ہوں

(و) بندگی میاں تشریف حق کا صاحب خرق عادت ہونا بھی ثابت ہے جیا کہ معارج الولایت میں مروی ہے۔

حضرت تشریف اللہ نیز دختر راجہ را زندہ نمودند و بدعاے میاں سید عبداللطیف برادر زادۂ ایشاں میاں سید راجی محمد زندہ شدند (باب یازدہم فصل دوم)

حضرت تشریف اللہ نے بھی راجہ کی بیٹی کو زندہ کیا اور آپ کے فرزند میاں سید عبداللطیف کی دعا سے آپ کے بھتیجے میاں سید راجی محمد زندہ ہوئے۔

(ز) بندگی تشریف اللہ کے دائرہ میں گیارہ "سو طالبان حق تھے۔ اخبار الاسرار میں یہ مروی ہے۔

یازدہ صد طالبان خدا بخدمت معلی چند از فاقہ کشی شہد اگشتند (تفصیل نہم)

گیارہ "سو طالبان خدا خدمت عالی میں تھے چند فاقہ کشی سے شہید ہو گئے۔

(ح) آپ کی رحلت ۹۸۹ھ میں واقع ہوئی اور اس کے بعد بندگی سید محمود[2] نے "خاتم مرشد" ہونے کا دعویٰ کیا ہے، صاحب اخبار الاسرار نے یہ روایت کی ہے۔

وقتی کہ اخبار رحلت میاں سید شریف رسید ہماں وقت دعوی خاتم مرشدی فرمودند (باب دوم تفصیل دہم)

جس وقت میاں سید شریف (تشریف اللہ) کی رحلت کی خبر پہونچی اسی وقت آپنے خاتم مرشد ہونے کا دعوی کیا۔

آپکے معاندین نے زبدۃ الاسلام کی عبارت میں تصرف کیا ہے اور اس کو آپ سے منسوب کرکے آپ کی جناب میں افترا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، زبدۃ الاسلام کی متصرفہ عبارت یہ ہے۔

"بزرگاں گفتہ و رقم کردہ اند در محمد مہدی، مہدی در پیغمبر است و در مہدی میاں و میاں در مہدی است فہم من فہم خاموش باش محبان بگفتند رسول برابر مہدی و بگفتۂ مہدی میاں برابر مہدی و ہذا الکلام مروی من تشریف اللہ ..... وغیرہم"

ہمارے پیش نظر زبدۃ الاسلام کا وہ نسخہ ہے جو مولف زبدۃ الاسلام کے خاندان کا ہے اس کی عبارت کی روشنی میں مذکورہ متصرفہ عبارت کی قلعی کھل جاتی ہے۔

۱۔ پہلا تصرف یہ ہے "بزرگاں گفتہ و رقم کردہ اند" حالانکہ اصل عبارت یہ ہے "بزرگان گفتۂ رقم کردہ اند یعنے بزرگوں نے ایک قول لکھا ہے۔ یہاں یہ مذکور ہی نہیں کہ قول کس کا ہے۔

۲۔ دوسرا تصرف یہ ہے "خاموش باش محبان" حالانکہ اصل عبارت یہ ہے "خاموش باش لب مجنبان یعنی خاموش رہ ہونٹوں کو مت ہلا "لب مجنبان" کو "محبان" بنانا، سعدی کے کلام میں خفتہ کو خفیہ بنانے کے مترادف ہے!

۳۔ تیسرا تصرف یہ ہے "بگفتند رسول برابر محمد" حالانکہ اصل عبارت یہ ہے "بگفتۂ رسول مہدی برابر محمد" یعنی رسول کے قول کی بنا پر مہدی محمد کے برابر"

---

[1] دفتر دوم رکن دوازدہم باب اول۔

۴. چوتھا تصرف یہ ہے "بگفتۂ مہدی میاں برابر مہدی" حالانکہ اصل عبارت یہ ہے "بہ گفتۂ مہدی میاں و سید محمود برابر" یعنے مہدی کے فرمانے کی بنا پر بندگی میاں سید خوندمیر اور میراں سید محمود برابر،

۵. پانچواں تصرف یعنے الحاق معاندانہ یہ ہے "ہذا الکلام مروی من تشریف اللہ ..... وغیرہم" حالانکہ یہ الفاظ سرے سے زبدۃ الاسلام میں ہیں ہی نہیں !!!

اصحاب مہدیؑ کا عقیدہ اور بندگی تشریف حقؒ زبدۃ الاسلام میں یہ بھی صراحت ہے کہ بندگی تشریف حق وغیرہ کا عقیدہ وہی ہے جو اصحاب مہدیؑ کا ہے زبدۃ الاسلام کی عبارت یہ ہے۔

میاں سید شہاب الدین و میاں سید محمود حسین ولایت اور میاں سید شریف تشریف اللہ و فرزندان و نبیرگان ایشاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و بندگی ملک الہداد مردربانی و میاں ملک جی و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین چہ طور فضل میاں بہ فرمودۂ مہدی علیہ السلام ..... ہماں قبول کردہ یقین در فرمودۂ مہدی علیہ السلام دارند۔

میاں سید شہاب الدین اور میاں سید محمود حسین ولایت اور میاں سید شریف تشریف اللہ اور ان کے فرزند اور ان کے نبائر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور بندگی ملک الہداد مردربانی اور میاں ملک جی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جس طرح بندگی میاں کو فضیلت فرمان مہدی میں ہے اسی طرح قبول کر کے مہدی علیہ السلام کے فرمان پر یقین رکھتے ہیں۔

مذکورہ عبارت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ معاندین نے بندگی تشریف حقؒ وغیرہ کی جناب میں افترا کرنے کے لئے جو عبارت زبدۃ الاسلام کے حوالہ سے پیش کی ہے وہ متصرفہ ہے جیسا کہ اس سے قبل ثابت کر دیا گیا ہے۔

اس سے قطع نظر خود مولف زبدۃ الاسلام نے بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ جس طرح خاتمین میں تسویت مراتب ثابت ہے بالکل اسی طرح میاں، مہدی میں بھی تسویت مراتب ثابت ہے، البتہ مولف مطلع الولایت نے یہ لکھا ہے "بندگی میاں نیز از کلام خدا بینہ ثابت می شوند" (ص ۱۰۳) یعنے بندگی میاں بھی کلام اللہ سے بینہ ثابت ہوتے ہیں۔

بندگی تشریف حق کا دائرہ جل گاؤں میں کس طرح قائم کیا گیا تھا، اس کی تفصیل میاں شاہ برہان نے اس طرح دی ہے۔

چوں بہ بلدۂ برہان پور رسیدند جلال خاں بایزید خاں امرائے کلاں از جملۂ مصدقان ایشاں نیز سعی اقامت در برہان پور بسیار کردند فاما قبول نہ افتاد و در ہر خانہا ہم بطریق مہمان داری نہ رفتہ اند چنانچہ خانی نیست و فتوح ایشاں قبول نہ کردہ اند و یک سپر اعلیٰ و یک شمشیر خوب با بندہائے نقرہ بدست وزیر خود دادہ تا بہ جل گاؤں یاراں ہمراہ فرستادہ بود کہ تا ہر جا کہ در خاطر مبارک بندگی میاں

جب (بندگی تشریف حق) برہان پور پہونچے، جلال خاں اور بایزید خاں امرائے کلاں مصدقین سے تھے، انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت برہان پور میں اقامت فرمائیں لیکن قبول نہ ہوئی ان کے گھروں میں بھی بطریق مہمان داری تشریف نہیں لے گئے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور ان کی فتوح بھی قبول نہیں فرمائی جلال خاں نے ایک اعلیٰ درجہ کی سپر اور ایک اچھی تلوار جس پر نقرہ کے بند تھے، اپنے وزیر کے ہاتھ میں دیکر قصبۂ جل گاؤں تک اپنے دوستوں کو ہمراہ بھیجا

پسند می آید ہمان جائے مقرر کردہ و امداد نمودہ باش چوں قبلہ گاہی حضرت تشریف اللہ در دیہ جل گاؤں رسیدند آں مکان شریف پسندیدند و فرمودند کہ چہ خوب جائے گوشہ ایست اگر کسے ماندن دہد چوں وزیر جلال خاں را معلوم شد ارباب دیہ مذکور را آوردہ و آں سیر و شمشیر آں را دادہ در آنجا مقام کردہ اند و چند سال در آں ماندہ اند[1]

تھا تاکہ جو جگہ بھی بندگی تشریف حق کے خاطر مبارک کے پسند ہو اس کو مقرر کردے اور امداد دے، جب قبلہ گاہ حضرت تشریف اللہ جل گاؤں میں پہنچے اس جائے باشرف کو پسند کیا اور فرمایا یہ کیا ہی اچھی جگہ ہے اگر کوئی رہنے دے جب وزیر جلال خاں کو معلوم ہوا تو اس گاؤں کے زمیندار کو لایا اور وہ سپر اور شمشیر اس کو دیدی بندگی تشریف حق نے اس جگہ مقام فرمایا اور چند سال وہاں رہے ہیں۔

"ترفع عن الاغنیاء"۔ رسول اللہ صلعم کے خصائص سے ہے بندگی تشریف حق کی زندگی بھی اسی کا نمونہ تھی۔

برہان پور راقم کے جد امجد بندگی میاں سید جلال شہید کا دائرہ برہان پور میں تھا صاحب اخبار الاسرار نے لکھا ہے "تذکرۂ برگزیدہ لایزال بندگی میاں سید جلال بن بندگی میاں سید عبداللطیف، دائرہ آں ذات در برہان پور بود[2]" آگے چل کر لکھا ہے "مقبر متصل جامع مسجد است" یعنے بندگی میاں سید جلال شہید کا مقبرہ برہان کی جامع مسجد کے قریب ہے، صاحب تاریخ سلیمانی نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "مقتدار الاشجعین مقتدای آثمین، برگزیدہ حضرت لایزال میاں سید جلال را مناقب افضال بیشتر از آں است کہ بہ حصر خیال در آید الی آخرہ (گلشن معتم چمن دوم) یعنے شجاعوں کے مقتدا آثمین کے مقتدا، برگزیدہ حضرت لایزال میاں سید جلال کی بزرگیوں کے مناقب اس سے بڑھ کر ہیں کہ حصر خیال میں آسکیں۔

ناندگاؤں وغیرہ میں اب بھی مہدوی آباد ہیں۔

خاندیس بادشاہ خاندیس کے مدار الملک بھی مہدوی رہے ہیں، خاتم سلیمانی میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

در دکھن بعضے کساں مہدوی امرائے کلاں شدہ مثل میاں پیر محمد دکھنی کہ مدار الملک بادشاہ خاندیس بودند شاید در اصل گجراتی اند چرا کہ برادرشاں میاں شیخ زین الدین عرف نہنے میاں گجراتی اند۔ (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

دکن میں بعض مہدوی بڑے بڑے امیر ہوئے ہیں مثل میاں پیر محمد دکھنی جو بادشاہ خاندیس کے مدار الملک تھے، شاید یہ اصل میں گجراتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے بھائی میاں شیخ زین الدین عرف نہنے میاں گجراتی ہیں۔

بورکھیڑہ علاقہ خاندیس میں بھی اکثر مہدوی تھے جیسا کہ صاحب خاتم سلیمانی نے بیان کیا ہے۔

بورکھیڑہ در ملک خاندیس و پرگنہ بہیال است، از آنجا دو کروہ سمت شمال است، در آنجا بیشتر مصدقان بودند اکنوں یک خانۂ مجاور است۔ (گلشن دوازدہم چمن چہارم)

بورکھیڑہ ملک خاندیس میں اور پرگنہ بہیال ہے وہاں سے دو کوس جانب شمال ہے وہاں اکثر و بیشتر مہدوی تھے، اب ایک مجاور کا گھر ہے۔

---

[1] دفتر دوم رکن دوازدہم باب پنجم [2] اخبار الاسرار باب دوم تفصیل نہم۔

سہاگ پور (علاقہ ہوشنگ آباد) یہاں اب بھی جہدوی آباد ہیں۔

اجمیر (الف) میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اجمیر میں علمائے مخالف سے مناظرہ کیا ہے۔ اکبر شاہ کے حکم کی بناء آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں گجرات سے اجمیر لے گیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں لکھا ہے۔

چوں خلیفۃ الزمانی بعد از تسخیر ولایت بنگ از پٹنہ مراجعت نمودہ باجمیر رسیدند آصف خاں ثانی میر بخشی اورا بحسب حکم از گجرات ہمراہ آوردہ[1]

جب خلیفۃ الزمانی نے ولایت بنگ فتح کرنے کے بعد پٹنہ سے مراجعت کی تو آصف خاں ثانی میر بخشی انہیں حسب الحکم گجرات سے ہمراہ لایا۔

(ب) صاحب مآثر الامرا نے سید رستم خاں دکنی کے حالات میں لکھا ہے۔ "سید رستم خاں دکنی پسر شرزہ خاں سید الیاس است، وطن نیاگانش بخارا است، یکی از آنہا بہ ہندوستان وارد گشتہ چندے در نواحی اجمیر جاگرفت و بہ صحبت سکنۂ آنجا بہ مذہب جہدویاں برآمد[2]" یعنی سید رستم خاں دکنی، سید الیاس شرزہ خاں کے بیٹے ہیں۔ ان کے آباد اجداد کا وطن بخارا ہے، ان میں سے ایک ہندوستان آکر چند روز نواح اجمیر میں مقیم ہوئے اور وہاں کے باشندوں کی صحبت میں رہ کر جہدوی ہوگئے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نواح اجمیر میں بڑے بڑے صاحبان اثر جہدوی تھے جن کی صحبت میں بخاریوں نے بھی جہدوی مذہب قبول کیا تھا۔

(ج) سراج الابصار کا ایک نسخہ ہمارے پیش نظر ہے[3]۔ اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "کاتب الحروف لطف اللہ بن سید فیض اللہ ولد سید مذکور جہدوی ساکن سانکانیر من مضاف پرگنۂ اپنر صوبہ دارالخیر حضرت اجمیر" اس عبارت سے بھی صوبہ اجمیر میں جہدویوں کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ناگور یہاں بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا دائرہ تھا۔ انصاف نامہ کے باب ہشتم میں مذکور ہے "نقل است کہ میاں علی دھولخہ در شہر ناگور در دائرہ بندگی میاں نعمتؓ نقل شد" یعنے روایت کی گئی ہے کہ میاں علی نے جن کا وطن دولقہ تھا شہر ناگور میں بندگی میاں نعمتؓ کے دائرہ میں وفات پائی۔ ابوالفضل و فیضی کے باپ شیخ مبارک کا مولد یہی ہے۔

خواص پور علاقہ جودھپور (الف) ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائیؒ کے حالات میں لکھا ہے "چوں بہ خواص پور نزدیک جودھپور رسید خواص خاں کہ در آن سرحد نامزد بود اولاً باستقبال برآمدہ داخل زمرۂ معتقدان شد[4]" یعنے جب شیخ علائی خواص پور پہنچے جو جودھپور کے نزدیک ہے تو خواص خاں جو اس سرحد پر مامور تھا استقبال کے لئے آیا اور آپ کے معتقدین کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ حاکم کے اس طرح معتقد ہوجانے سے رعیت کا بھی معتقد ہوجانا بعید نہیں۔

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۵۰۱ [2] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۰۲، ۵۰۳ [3] اسٹیٹ سنٹرل لائبریری سلام عربی نمبر ۲۶ [4] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۶۴

مولف ہدیہ مہدویہ نے بغیر کسی حوالے کے یہ لکھدیا کہ خواص خاں مہدوی مذہب سے منحرف ہوگیا تھا تاکہ ناواقف یہ سمجھے کہ یہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے حالانکہ مولف ہدیہ مہدویہ کا ماخذ اس باب میں صرف تاریخ فرشتہ ہے، ذیل میں معترض کی عبارت اور اس کے مقابل فرشتہ کی عبارت درج کی جاتی ہے۔

شیخ علائی تین سو ستر خانہ کے ساتھ راہی حجاز ہوا جب خواص پور کو کہ حدود جودھپور میں واقع ہے پہنچا خواص خاں اس کا معتقد ہوا لیکن چند روز میں فساد مذہب مہدویہ کا اس پر ظاہر ہوا منحرف ہوگیا۔
(ہدیہ مہدویہ طبع کانپور ص۳۳)

شیخ علائی بہ ہمان وضع و حالت کہ بود باسی صد و ہفتاد خانوادہ مردم متوجہ سفر حجاز شد چوں بہ خواص پور رسید کہ در حدود جودھپور واقع است۔
خواص خاں مشہور باستقبال او برآمدہ داخل معتقدان او شد اما در اندک فرصتے فساد مذہب مہدویہ بخاطر آوردہ از ایشاں برگشت (تاریخ فرشتہ طبع نولکشور ۱۲۸۱ھ) جلد اول ص۲۳۲

فرشتہ کا بیان اس باب میں قابل حجت نہیں ہے اس لئے کہ وہ معاندین مہدویہ سے ہے، سبب اس کا یہ ہے کہ وہ مہدویوں کے ہاتھوں قید ہوگیا تھا چنانچہ خود اس نے یہ بیان کیا ہے۔

ایں مولف کہ در آں معرکہ چند زخم برداشتہ از کثرت ضعف ہمراہی رکاب شہریار نمودہ در آں قصبہ ماندہ بود گرفتار مہدویہ گشت بہ لطائف الحیل از دست ایشان خلاص یافت
ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت [1]

اس مولف کو اس معرکہ میں چند زخم آئے ضعف کی کثرت سے شہریار کی رکاب میں نہ جاسکا، اسی قصبہ میں رہ گیا اور مہدویوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تھا، لطائف الحیل کے ذریعہ ان کے ہاتھوں سے خلاصی پائی ہے، ایک بلا آئی تھی لیکن خیر سے گزر گئی۔

فرشتہ کی نسبت مہدویوں کو یقین آگیا تھا کہ اس میں انسانیت نہیں رہی جس کی بنا پر قید کرنے کی ضرورت پڑی۔ حاصل یہ کہ فرشتہ نے عناد کی بنا پر غلط بیانی سے کام لیا ہے مثلاً اس نے یہ لکھا ہے کہ شیخ علائی مناظرہ میں کسی پر غالب نہیں آتے تھے حالانکہ طبقات اکبری، منتخب التواریخ، مخزن افغانی، مآثر الامرا میں شیخ علائی کا سب پر غالب آنا مذکور ہے، یہ کتابیں ان کی لکھی ہوئی ہیں جو مہدوی نہیں تھے۔

اسی طرح فرشتہ نے امام علیہ السلام کا سنہ دعوت ۹۶۰ھ لکھا ہے حالانکہ آپ کا سنہ رحلت ہی ۹۱۰ھ ہے، مختصر یہ کہ اس کی تحقیق قابل اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح اس نے مذکورۂ صدر عبارت میں یہ لکھدیا کہ: خواص خاں مہدوی مذہب سے منحرف ہوگئے تھے اور سبب اس کا یہ بیان کیا ہے کہ مہدوی مذہب کا فساد ان پر ظاہر ہوگیا تھا حالانکہ فرشتہ سے قبل کی کتابوں میں اس کا ذکر تک نہیں ہے، صاحب منتخب التواریخ نے یہ بیان کیا ہے۔

چوں بہ خواص پور نزدیک جودھپور رسید خواص خاں کہ در آں سرحد نامزد بود اولاً باستقبال او برآمدہ داخل

جب جودھپور کے نزدیک خواص پور پہنچے تو خواص خاں جو اس سرحد پر مامور تھا، پہلے آپ کے استقبال کے لئے

زمرۂ معتقدان شد چوں بہ سماع وصفائی مقید بودہ ہر شب جمعہ در منزل او صوفیاں اجتماع می نمودند و شیخ علائی منکر مناہی وملاہی وامر معروف ونا ہی منکر بود بنا براں صحبت راست نیامد ومنع وزجر از حق سپاہیان علاوہ آں مقرر گشت[1]

آکر معتقدین کے زمرہ میں داخل ہوگیا چونکہ سماع وغیرہ کا پابند تھا ہر جمعرات کو صوفی اس کے گھر میں جمع ہوتے تھے شیخ علائی مناہی وملاہی کے منکر، امر معروف اور ناہی منکر تھے اس بناپر صحبت راس نہ آئی، سپاہیوں کے حق سے منع کرنا اور سرزنش کرنا اس کے علاوہ تھا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ میاں شیخ علائی کا امر معروف اور ناہی منکر ہونا اور خواص خاں کو سپاہیوں کا حق مارنے منع کرنا اختلاف کا سبب ہوا۔ صاحب طبقات اکبری نے یہ لکھا ہے۔

چوں بہ خواص پور کہ در حدود جودھپور واقع است رسید خواص خاں مشہور باستقبال او برآمد داخل معتقدان او شدہ بالآخر از جہت امر معروف ونہی منکر از ورنجیدہ[2]

جب خواص پور پہنچے جو جودھپور کے حدود میں واقع ہے تو خواص خاں مشہور آپ کے استقبال کے لئے آکر آپ کے معتقدین میں داخل ہوا۔ آخر کار امر معروف اور نہی منکر کے واسطے آپ خواص خاں سے ناراض ہو گئے۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ میاں شیخ علائی کا خواص خاں سے ناراض ہونا امر معروف اور نہی منکر کے لئے تھا۔

میاں شیخ علائی کا خواص پور سے واپس ہوجانا اس بناپر تھا کہ سلیم شاہ نے آپ کو طلب کیا تھا جیسا کہ "تاریخ داؤدی" میں مذکور ہے۔

"تاریخ داؤدی" میں بہلول شاہ لودھی سے لیکر داؤد شاہ لودھی کے حالات لکھے ہیں، اس کا مصنف عبداللہ ہے، الیٹ نے بیان کیا ہے کہ یہ عہد جہانگیری کی تصنیف ہے۔

الیٹ نے اپنی تاریخ میں تاریخ داؤدی کے بعض اقتباسات کا ترجمہ دیا ہے، اس میں سے اس عبارت کا کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے جو شیخ علائی سے متعلق ہے۔

"He set forth, accompanied by six or seven thousand followers, with the intention of performing the pilgrimage to Mecca. When he arrived at Khawspur which is in the Judhpur territory Khawas Khan who has before been mentioned came forth to meet him & joined him. When Islam Khan heard of these events he summoned him to the

وہ (یعنی شیخ علائی) چھ سات ہزار متبعین کے ساتھ حج کے ارادے سے نکلے، جب یہ خواص پور علاقہ جودھپور پہنچے تو خواص خاں جس کا اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے ان کے استقبال کے لئے آیا اور ان کی جماعت میں شریک ہوگیا، جب اسلام شاہ نے یہ واقعات سنے تو اس نے شیخ علائی کو اپنے ہاں طلب کیا۔

---

[1] منتخب التواریخ جلد اول ص ۱۹۹ [2] طبقات اکبری جلد اول ص ۴۰۳ [3] تاریخ ہند مرتبہ الیٹ (طبع لندن ۱۸۷۲ء) جلد چہارم۔

اس سے ظاہر ہے کہ میاں شیخ علائی کا سلیم شاہ کے حکم پر خواص پور سے طلب کیا جانا اس بنا پر تھا کہ خواص خاں آپ کا معتقد ہو گیا تھا چنانچہ سلیم شاہ نے آپ کو ہندیہ سرحد دکن سے بھی اس لئے طلب کیا تھا کہ وہاں کا حاکم بہادر خاں اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے معتقدین میں داخل ہو گیا تھا جیسا کہ منتخب التواریخ میں مذکور ہے۔

شیخ علائی اور تاریخ داؤدی "مذکورہ انگریزی عبارت ترجمہ ہے مندرجہ ذیل فارسی عبارت کا "آخر بہ موجب رہنمونی مرشد خود ارادہ حج نمودہ با ششصد ہفت صد خادم رو براہ حجاز نہاد چوں بہ خواص پور کہ بہ حدود جودھپور واقع است رسید خواص خاں مشہور با استقبال او برآمدہ معتقد شد، اسلام شاہ بعد از استماع کلمات مذکورہ او را طلب بہ حضور نمود۔"

تاریخ فرشتہ کے سوا کسی تاریخ میں خواص خاں کا مہدوی مذہب سے منحرف ہو جانا مذکور نہیں، فرشتہ کا بیان ایک معاند مہدویہ کا بیان ہے حاصل یہ کہ مولف ہدیہ کی تاریخی معلومات بھی ناقص ہے۔

(ب) مولف ختم الہدی کے بیان سے بھی جودھپور میں مہدویوں کا ہونا ثابت ہے، "آج ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے شہروں اور قریوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی مہدویہ آشکارا رہتے ہیں مثلاً جے پور، جودھپور، بمبئی، سورت وغیرہ" (صفحہ ۴۰)

جالور جالور، جودھپور سے گوشۂ مغرب و جنوب میں ۷۱ میل ہے۔ یہاں بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا بھی دائرہ رہا ہے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں لکھا ہے "نیز معلوم باد فقیر ولی یوسف از دائرہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ از برائے ملاقات میاں نعمتؓ در جالور رفتہ۔ نیز معلوم ہو کہ فقیر ولی یوسف بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے دائرہ سے بندگی میاں نعمتؓ کی ملاقات کے لئے جالور گیا۔

دسویں صدی کی ابتدا سے بارہویں صدی کے شروع تک بزرگان دین کے دائرے بلا انقطاع جالور میں رہے ہیں۔ جالور کے حکام بھی مہدوی ہو گئے تھے۔

انصاف نامہ کے باب ششم میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است در جالور روزے حیدر الملک وقت عصر در حال بیان قرآن آمدہ بود۔ ہیچ برادر دائرہ و ہیچ چاکر ملک مذکور ایستادہ نہ شد و نہ کسے نزدیک خواند پس از حلقۂ مردماں چند گز بطریق مربع نشست الی آخرہ

روایت کی گئی ہے کہ جالور میں ایک دن حیدر الملک عصر کے وقت آئے جب کہ بیان قرآن ہو رہا تھا۔ دائرہ کا کوئی بھائی اور نہ ملک مذکور کا کوئی نوکر (تعظیم کیلئے) اٹھا، لوگوں کے حلقہ کے پیچھے چند گز کے فاصلہ پر چار زانو بیٹھ گئے۔

ڈونگر پور علاقہ میواڑ بندگی ملک الہداد نے یہاں بھی دائرہ قائم فرمایا تھا، اسی جگہ ہمایوں، ہندال، کامران اور مرزا عسکری چاروں بندگی ملک پیر محمد کے ساتھ بندگی ملک الہداد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

ادیپور ۔ میاں سید راجو کی شہادت کے بعد میاں سید ابراہیم ادیپور آئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔

علاقہ جے پور مولف ہدیہ نے باب دوم میں یہ لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے دباؤ کی وجہ سے افاغنہ دہلی سے گجرات وغیرہ آگئے تھے اور یہیں مہدوی مذہب اختیار کیا، بعد کو جے پور کے راجہ کی سفارش سے جے پور میں آکر بسے۔ صولت افغانی کا مولف ہندوستان کے افغانوں کی تاریخ سے بخوبی واقف تھا اس نے ایک خط مولف ہدیہ کے نام لکھا ہے اس میں جے پور اور افاغنہ مہدویہ کی آمد کے سلسلے میں مولف ہدیہ سے یہ استفسار کیا۔

"آپ نے اس قوم کی آمد کا حال مقام جے پور تحریر کیا ہے یہ حال کس کتاب تاریخ میں تحریر ہوا ہے"[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مولف ہدیہ کا مذکورۂ بالا بیان مولف صولت افغانی کے نزدیک غیر متحقق تھا، افاغنہ کا جے پور سے گجرات آکر مہدوی مذہب قبول کرنا نہ تو کتب مہدویہ سے ثابت ہے، اور نہ کتب غیر مہدویہ سے خاتم سلیمانی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبائل افغان مہدوی مذہب اختیار کرنے کے بعد گجرات سے جے پور گئے ہیں۔

اکبر کی پیدائش ۹۴۹ھ میں ہوئی ہے اور اس سے برسوں قبل قبائل افغان بندگی میاں سید خوندمیرؓ (سن شہادت ۹۲۰ھ) کے دست مبارک پر مذہب مہدویہ سے مشرف ہوئے ہیں جیسا کہ خاتم سلیمانی میں بیان کیا گیا ہے۔

ذکر افاغنۂ بنی مہدوی کہ ایں افغانان در عہد سلطنت گجراتیاں با قبائل در گجرات آمدہ بودند از بیان کلام حضرت امیر کبیر بندگی میاں سید خوندمیر از سعادت تصدیق کامیاب و مشرف شدند پس از چند گاہ از گجرات بسبب سکونت صورت نہ پذیرفت از آنجا نقل مکان نمودہ عازم ہند شدند تا راجہ آنبیر ایشاں را دلاور و شجاع دریافتہ بنوکری برگزید و مسکن و ماوی داد ایشاں خورد و کلاں قریب دوازدہ ہزار بودند۔ (گلشن دواز دہم چمن چہارم)

ذکر افاغنہ بنی مہدوی کہ یہ افاغنہ گجراتیوں کی سلطنت کے زمانہ میں قبائل کے ساتھ گجرات میں آگئے تھے حضرت امیر کبیر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے بیان کلام سے سعادت تصدیق سے کامیاب اور مشرف ہوئے کچھ مدت کے بعد گجرات میں رہنا ممکن نہ ہوا وہاں سے نقل مکان کر کے عازم شمالی ہند ہوئے یہاں تک کہ آنبیر کے راجہ نے ان کو دلاور و شجاع پاکر نوکری کے لئے انتخاب کیا اور مسکن و ماوا عطا کیا وہ لوگ چھوٹے بڑے تقریباً بارہ ہزار تھے۔[12]

اس سے ثابت ہے کہ قبائل افغان گجرات میں مذہب مہدویہ سے مشرف ہوئے اور گجرات سے آنبیر علاقہ جے پور گئے۔ افاغنہ کا جے پور سے گجرات آکر مہدوی مذہب قبول کرنا نہ کتب مہدویہ سے ثابت ہے، اور نہ کتب غیر مہدویہ سے۔

البتہ خود گجراتیوں نے علاقہ جے پور میں مہدوی مذہب کی تبلیغ کی ہے چنانچہ صاحب خاتم سلیمانی نے میاں شیخ عبداللہؓ بن میاں شیخ مصطفےٰ گجراتیؒ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

بعد از وفات میاں مصطفیٰ شیخ عبداللہ چند ایام در بلدۂ بیانہ و چند گاہ بحوالی آں و چند ایام بحوالہ اکبر آباد

میاں مصطفیٰ کی وفات کے بعد شیخ عبداللہ چند روز شہر بیانہ میں اور کچھ مدت نواحی بیانہ اور چند روز اطراف اکبر آباد

---

[1] حیات مسیح (طبع نول کشور پریس ۱۳۲۹ھ) صـ ۲۶۱

گذرانیدند و بعد ازآں در قریۂ آنبیر آمدہ دائرہ بستند و در آنجا سکونت مدتے واقع شد (گلشن ہم چمن چہارم)

میں گزارے اور اس کے بعد آنبیر میں آکر دائرہ باندھا اور وہاں ایک مدت تک سکونت رہی۔

میاں شیخ مصطفےٰ کی وفات ۹۸۴ھ میں واقع ہوئی ہے ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہی میاں شیخ عبداللہ نے آنبیر علاقہ جے پور میں دائرہ مہدویہ قائم کیا ہے۔

پروفیسر محمود شیرانی نے یہ صراحت کی ہے کہ میاں شیخ عبداللہ کا دائرہ آنبیر میں پندرہ[15] برس رہا، محمود شیرانی کی عبارت یہ ہے۔

"۹۹۹ھ تھا اور آنبیر میں پندرہ[15] برس گزر چکے تھے، جب میاں نے ذیحجہ کا چاند دیکھ کر کھنڈیلہ کی طرف رخ کیا بچوں اور عورتوں کا ساتھ تھا۔"[1]

یہاں میاں سے مراد میاں شیخ عبداللہ بن میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی ہیں۔ اور آنبیر جے پور کی قدیم راجدھانی ہے ظاہر ہے کہ ۱۰۰۰ھ سے قبل ہی گجراتیوں نے کھنڈیلہ علاقہ جے پور میں دائرہ مہدویہ قائم کر دیا تھا۔ امرسر میں میاں محمود شاہ نے دائرہ قائم کیا تھا اور وہاں کے افغان آپ کے مرید تھے جیسا کہ میاں سید فضل اللہ نے سنت الصالحین میں سوال ششم کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

در ملک دھنڈار دائرہ میاں محمود شاہ ولد میاں سید بڈہ در موضع امرسر بود ایشاں صحبتی حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشد بودند و بعد از رحلت خاتم المرشد بہ حضور بندگی میاں سید میراں در جالور رفتہ رضائے میاں سید میراں طلبیدہ آمدہ برضائے ایشاں در آں شہر با دائرہ بودند، در شہر امرسر افغانان مریدانِ ایشاں بودند۔

ملک دھونڈار میں میاں محمود شاہ ولد میاں سید بڈہ کا دائرہ موضع امرسر میں تھا اور وہ حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدؒ کی صحبت میں رہ چکے تھے، خاتم المرشد کی رحلت کے بعد جالور میں بندگی میاں سید میرانؒ کے حضور میں جاکر ان سے رضا چاہی اور انہی کی رضا سے مذکورہ شہر میں دائرہ کے ساتھ تھے، شہر امرسر میں افغان ان کے مرید تھے۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

۱۔ میاں محمود شاہ ولد میاں سید بڈہ نے موضع امرسر علاقہ دھونڈار میں دائرہ قائم کیا تھا اور وہاں کے افغان آپ کے مرید تھے۔

۲۔ میاں محمود شاہ نے حضرت خاتم المرشد کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔

۳۔ میاں محمود شاہ نے حضرت خاتم المرشد کی رحلت کے بعد جالور جاکر آپ کے فرزند میاں سید میراں سے اجازت حاصل کی اور بعد کو امرسر میں دائرہ قائم کیا۔

حضرت خاتم المرشد کی وفات ۹۹۶ھ میں ہوئی اور میاں سید میراں نے ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انہی سنین کے درمیان میاں محمود شاہ نے امرسر علاقہ دھونڈار میں دین مہدیؑ کی تبلیغ کی ہے۔

موضع تگریہ میں سب سے پہلے میاں شیر محمد نے دائرہ قائم کیا ہے آپ مخدوم بہاء الدین نقشبندی کی اولاد میں ہیں جیسا کہ خاتم سلیمانی میں بیان کیا گیا ہے۔

در آں عہد دائرہ میاں شیر محمد از اولاد مخدوم بہاء الدین

اس عہد میں میاں شیر محمد جو مخدوم الدین نقشبندی

---

[1] اورنٹیل کالج میگزین (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) ص ۱۷

نقشبندی نیز در موضع مذکور بود (گلشن پنجم چمن چہارم) | کی اولاد سے ہیں ان کا بھی دائرہ مذکورہ موضع (یعنی تگریہ) میں تھا۔

پہلے گجراتیوں نے موضع امرسر، آنبیر وغیرہ علاقہ جے پور میں مذہب مہدویہ کی اشاعت کی ہے اس کے برسوں بعد اہل دکن نے دکن سے آکر علاقہ جے پور میں دائرہ مہدویہ قائم کیا۔

غرض مولف ہدیہ کا یہ ادعا باطل ہے کہ افغانان جے پور، گجرات آکر مہدوی مذہب سے مشرف ہوئے بلکہ یہ امر ثابت ہے کہ افاغنہ، مذہب مہدویہ سے مشرف ہونے کے بعد گجرات سے علاقہ جے پور گئے ہیں اور گجراتیوں نے سب سے پہلے علاقہ جے پور میں مذہب مہدویہ کی تبلیغ کی ہے۔

نیوانہ وغیرہ میں اب بھی مہدوی ہیں۔

کھنڈیلہ علاقہ جے پور کھنڈیلہ کے دائرے سے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے جو مقالہ لکھا ہے اس کا حوالہ ہم نے میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے حالات میں دیدیا ہے۔

بلیکھن علاقہ جے پور صاحب تاریخ مہدویاں نے یہ بیان کیا ہے۔

اکثر مردماں می گویند کہ مریدان فجو میاں صرف از افغانان قریب شش ہزار کساں بودند و وقت بیان اوشاں مجمع کثیر می شد[1]

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فجو میاں کے مرید صرف افغانوں میں تقریباً چھ ہزار تھے اور ان کے بیان قرآن کے وقت مجمع کثیر ہوتا تھا۔

یہاں فجو میاں سے مراد میاں سید فضل اللہ مولف سنت الصالحین ہیں۔

کالپی (الف) ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ برہان کالپی کے متعلق یہ لکھا ہے۔

برہان اہل زہد و توکل و تقویٰ و سلطان ارباب عزلت و تجرید و استغنا است می گویند کہ سہ روز صحبت میاں الہداد[2] باری وال کہ بیک واسطہ بمیر سید محمد جونپوری مشہور قدس اللہ روحہ میرسید داشتہ این فیض حاصل کردہ و بدرجہ کمال رسیدہ مرتاض و باحضور بود ..... در کالپی حجرہ داشت بسیار تنگ و تاریک پیوستہ درآں بذکر و فکر و مراقبہ اشتغال داشتہ، اوقات بہ پاس انفاس

شیخ برہان کالپی اہل زہد و توکل و تقویٰ کی برہان ارباب عزلت و تجرید و استغنا کے سلطان ہیں۔ کہتے ہیں کہ میاں الہداد باڑی وال کی سہ روزہ صحبت سے جو ایک واسطہ سے میر سید محمد جونپوری قدس اللہ روحہ کے مرید تھے یہ فیض حاصل کیا اور درجۂ کمال کو پہنچے، یہ صاحب ریاضت اور صاحب حضور قلب تھے ..... کالپی میں ایک تنگ و تاریک حجرہ میں رہتے تھے۔ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول ہو کر مہدویہ طریقہ پر

---

[1] تاریخ مہدویان (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۷۵۵) [2] اس سے قبل کتب مہدویہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ جب امام علیہ السلام پٹن تشریف لائے تو بندگی ملک الہداد تصدیق و تلقین سے مشرف ہوئے۔

بطریق مہدویہ میگذرانید و با آنکہ علوم عربیہ ہیچ نخواندہ بود تفسیر قرآن بوجہ بلیغ می گفت و صاحب کشف قلوب بود و فقیر در وقت مراجعت از سفر چنار در شہور سنہ ۹۶۷ نہصد و شصت و ہفت در زمان حکومت عبداللہ خاں اوزبک شبے بملازمت شیخ رسیدم سخنان بلند فرمود و پارۂ از اشعار ہندی خود کہ مشتمل بر وعظ و نصیحت و تصوف و ذوق توحید و تجرید بود بتقریب خواند[1]

پاس انفاس میں اوقات بسر کرتے تھے۔ اگرچہ علوم عربیہ سے کچھ بھی نہیں پڑھا تھا لیکن قرآن کی تفسیر بلیغ طریقہ پر کرتے تھے صاحب کشف قلوب تھے فقیر (یعنی ملا عبدالقادر بدایونی) چنار کے سفر سے لوٹتے وقت ۹۶۷ھ میں (عبداللہ خاں اوزبک کی حکومت کے زمانہ میں) ایک رات ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلند پایہ باتیں کیں اور اپنے بعض ہندی اشعار جو وعظ نصیحت، تصوف توحید اور تجرید پر مشتمل تھے موقع کے لحاظ سے پڑھے۔

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں شیخ برہان الدین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

بغایت مشغول و مرتاض بود گویند کہ وے در تصرف درجہ عالی داشت و کشف جلی داشت دوہرہ ہائے ہندی از وے در خلایق مشہور است اما بے گوشۂ حالتے و دردے نیست[2]

شیخ برہان الدین بڑے مرتاض تھے اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں انہیں تصرف میں درجہ عالی حاصل تھا، یہ صاحب کشف جلی تھے۔ ان کے دوہرے خلایق میں مشہور ہیں اور کیفیت و سوز سے خالی نہیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت سے بھی ان کا صاحب کشف ہونا ظاہر ہے۔

روز دیگر مہر علی ..... ببدرقگئی فقیر شرف ادراک ملاقات شیخ را دریافت اتفاقاً چوں پیش ازآں بیک ساعت بعضے خدمتگاران و ملازمان خود را لت و لکد محکم و مضبوط زدہ دشنام و فحش بسیار نامربوط بر زبان راندہ سوار شدہ بود در آن مجلس اول کلمہ کہ بر زبان شیخ گزشت ایں بود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ و بتقریب ایں نکات ارجمند و معارف بلند فرمود مہر علی بطریق عذرخواہی بر پای خاست و اظہار ندامت و خجالت نمودہ فاتحہ التماس کرد و پارۂ نذرے گزرانید قبول نہ شد، عمر شریف شیخ قریب بہ سن صد سالگی رسید در سنہ نہصد و ہفتاد محمل رحلت بست و ایں تاریخ یافتم۔

ع "دل گفت کہ شیخ اولیا بود"[3]

دوسرے دن مہر علی ..... فقیر (یعنی ملا عبدالقادر بدایونی) کی رہنمائی میں شیخ کی ملاقات سے مشرف ہوا، اتفاقاً اس دن سوار ہونے سے ایک گھڑی قبل مہر علی نے اپنے بعض خدمتگاروں اور نازمین کو بہت لاتیں مار کر سخت اور فحش گالیاں دی تھیں اس مجلس میں شیخ برہان کی زبان پر پہلے یہ کلمہ آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔ اس تقریب میں انہوں نے اچھے اچھے نکات اور معرفت کی بلند باتیں بیان کیں، مہر علی بطریق عذرخواہی اٹھ کھڑا ہوا ندامت اور شرمندگی کا اظہار کر کے اس نے دعا کے لئے التماس کی اور کچھ نذر بھی گزرانی لیکن قبول نہ ہوئی۔ شیخ نے تقریباً سو سال کی عمر پاکر ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔ میں (یعنی ملا عبدالقادر) نے ان کی یہ تاریخ کہی۔

ع "دل گفت کہ شیخ اولیا بود"

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم صفحہ ۶ تا ۷ [2] اخبار الاخیار (طبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ) صفحہ ۲۷۶ [3] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم صفحہ ۷

عقل سلیم یہ باور نہیں کرتی کہ جہاں بدایونی جیسے شخص کو متاثر کر دینے والا صاحب تصرف و صاحب کشف مہدوی ہو وہاں اور مہدوی نہ ہوں گے۔ جائس کے عنوان کے ذیل میں ہم نے بیان کیا ہے کہ ملک محمد جائسی کے مرشدوں میں میاں الہٰداد کے مرید شیخ برہان بھی ہیں۔ بدایونی کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ میاں الہٰداد سے فیض حاصل کرنے والے شیخ برہان کالپی ہیں، ایسی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کالپی میں پیری مریدی بھی کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے شیخ برہان کالپی کے متعلق یہ بھی لکھا ہے "بعضے میگویند کہ اعتقاد مہدویہ داشت۔" (بعض کہتے ہیں کہ یہ عقیدۂ مہدویہ رکھتے تھے) شیخ عبدالحق کا "بعضی میگویند" (بعض کہتے ہیں) کہنا بے محل ہے کیونکہ ملا عبدالقادر بدایونی کی ذاتی شہادت سے شیخ برہان کا مہدوی ہونا ثابت ہے۔

فتح پور سیکری مبلغین مہدویہ کے ذیل میں ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکبر کے حکم کی بنا پر آصف خاں ثانی میر بخشی میاں شیخ مصطفےٰ پٹنی کو گجرات سے اجمیر لے گیا۔ یہاں سے اکبر کے ساتھ یہ فتح پور گئے۔ بدایونی کی عبارت یہ ہے۔

"و بعد از رسیدن فتح پور امر فرمودند کہ چند روز بخانۂ عبدالصمد مصور شیریں قلم باشد[1] یعنے فتح پور پہونچنے کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ میاں شیخ مصطفےٰ چند روز عبدالصمد مصور شیریں قلم کے گھر میں رہیں۔

پروفیسر محمود شیرانی نے میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کے حالات میں لکھا ہے۔

"لوگوں کے رجوع کی یہ حالت تھی کہ جمعرات کے دن فتح پور شہر میں مٹھائی نہیں ملتی تھی اگر حلوائی سے دریافت کرتے تھے وہ کہتا آپ کو معلوم ہو، آج دنیا میاں مصطفےٰ کی خدمت میں تلقین ہونے لگی ہے اس لئے پان اور شیرینی نہیں ملتے۔ میاں کی یہ بڑھتی شہرت دیکھ کر عالموں کو حسد آیا اور شکایت لے کر عبدالنبی کے پاس پہونچے الیٰ آخرہ[2]

"آج دنیا میاں مصطفےٰ کی خدمت میں تلقین ہونے لگی ہے۔" سے ظاہر ہے کہ فتح پور کی تقریباً تمام آبادی مہدوی ہو چکی تھی۔ نیز میگزین کے اسی صفحہ پر یہ بھی مرقوم ہے "جب بادشاہ فتح پور سیکری پہونچے میاں کو ساتھ لے گئے وہاں پہونچکر علما کو بلایا اور میاں کو بلا کر مجلس مناظرہ منعقد کی، مناظرہ کئی روز تک جاری رہا اور اس کی تفصیل ایک رسالہ کی صورت میں خود میاں مصطفےٰ نے بیان کی ہے۔

کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ فتح پور کے قیام کے زمانہ میں میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کو مناظرہ سے پہلے اور مناظرہ کے بعد طرح طرح کی اذیت دی جاتی تھی۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کیا ہے، اس سے بھی کتب مہدویہ کے مندرجات کی تائید ہوتی ہے، بدایونی کے الفاظ یہ ہیں، "ضعف بسیار داشت در ہماں مجلس طشت آوردند خون بسیار از دہان او ریخت[3]" یعنے میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی بہت کمزور ہو گئے تھے، اسی مجلس میں طشت لایا گیا، بہت سا خون ان کے منہ سے نکلا۔

مذہب مہدویہ اور مختلف علاقے (الف) بندگی شاہ برہان نے فراہ مبارک سے اپنے معاصرین کے نام ایک مکتوب لکھا ہے، اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم ص ۵۰، ۵۱ [2] اورینٹل کالج میگزین لاہور حصہ اول (بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) ص ۶۸ [3] منتخب التواریخ جلد سوم ص ۵۱۔

"مقتدایان حضرت خلیفۃ الرحمٰنؑ کہ در ولایت ہندوستان ساکن اند خصوصًا در بہت و بہکر و ملتان و دھنڈار و جالور و ناگور و گجرات کلاں و جملۂ دکن و سمانا و دہلی و آگرہ و جونپور و جز آں (خاتم سلیمانی گلشن یازدہم اول)

مذکورہ عبارت میں لفظ بہت آیا ہے یہ جہلم (علاقۂ پنجاب) کا دوسرا نام ہے جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے[1]۔

اس سے ظاہر ہے کہ مذہب مہدویہ کے مقتدا بنگالہ سے خراسان تک اور دکن سے پنجاب تک مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

دیار عرب

مکہ معظمہ۔ (الف) اس سے قبل دعوت مہدیت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکن و مقام کے درمیان اپنی مہدیت کا اظہار فرمایا ہے، صاحب شواہد الولایت نے باب دوازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

حاصل الامر چند روز حضرت خاتم ولایت در شہر مکہ مبارک اقامت کردند در آنجا بسیار اہل عرب منقاد شدہ سر بر آستانہ شریف نہادند۔

حاصل یہ کہ حضرت خاتم ولایت نے چند روز مکہ مبارک میں اقامت فرمائی اس جگہ بہت سے عربوں نے مطیع ہو کر آپ کے آستانہ شریف پر سر رکھدیا۔

(ب) اس سے قبل مترجم مخزن الدلائل کی عبارت درج کی جا چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں عرب بھی شامل ہیں۔

(ج) رسالہ اساسی مصدقین میں بیان کیا گیا ہے کہ میاں شیخ بھائی برادری نے مکہ معظمہ میں ایک سال تک دین مہدی کی تبلیغ کی ہے اور شیخ علی متقی کو جو اس زمانہ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا علم ظاہر و علم باطن سے ملزم گردانا۔ خود شیخ علی نے رسالۃ الرد لکھنے سے قبل علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کر کے ہندوستان بھیجے تھے، یہ فتوے شیخ علی کے رسالہ "البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں" کے تیرھویں باب میں درج ہیں۔ حضرت سید عیسیٰ المخاطب بہ عالم میاں صاحبؒ نے "دشبہات الفتاویٰ" میں ان فتووں کا رد لکھا ہے۔

(د) خاتم سلیمانی کے بیان کے مطابق سراج الابصار کا مکہ معظمہ بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے۔

"رو روبہ اتمام رسانیدہ موسوم بہ سراج الابصار لرفع الظلم عن اہل الانکار کردند و بہ مکہ معظمہ فرستادند۔" (گلشن نہم چمن سوم)

(ہ) صاحب ختم الہدیٰ نے مولف ہدیہ مہدویہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے "اور ہمارے کئی علما، مکہ معظمہ میں کئی بار دعوت کئے پر کسی نے ان کا ایک بال بھی بنگانہ کیا (ختم الہدیٰ طبع بنگلور صفحہ ۷۰، ۷۱)

(و) سید جلال بن سید سعید خاں علاقہ مدراس سے حیدرآباد آرہے تھے۔ سید محمد مخدوم زادہ آپ کا ہم سفر تھا، اس نے اثبات مہدیت میں آپ سے سوالات کئے مخدوم زادہ کو جو جوابات دیئے گئے فارسی میں قلمبند کئے گئے ہیں، پانچویں سوال کے

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۱۸۔

جواب میں مکہ معظمہ اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندی و شیخ بھائی براری ومیاں سید حسن مکی ایں قسم کاملان ایں گروہ در مجلس شریف بہ عالمان مکہ و بہ شیخ علی مفتری مباحثہ نمودہ ملزم ساختند، سوال وجواب در رسالہ چہار سند مشہور است، در مکہ چوں ظاہر نباشد[1]

میاں عبدالملک سجاوندی اور شیخ بھائی براری اور میاں سید حسن مکی جیسے اس گروہ کے کاملین نے شریف مکہ کی مجلس میں علمائے مکہ اور شیخ علی مفتری سے مباحثہ کر کے انہیں ملزم گردانا۔ یہ سوال وجواب رسالہ چہار سند میں ہے جو مشہور ہے مکہ معظمہ میں کس طرح ظاہر نہ ہوگا۔

میاں سید حسن مکی، مکہ معظمہ سے پنڈیال واپس ہوئے، یہاں سے جے پور گئے، جے پور سے روضۂ امامؑ کی زیارت کے ارادہ سے خراسان کا سفر کیا، پھر کسی کو آپ کی خبر نہیں ملی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علمائے مہدویہ نے مکہ معظمہ میں علمائے غیر مہدویہ سے مناظرہ کیا ہے اور ان مناظروں کا حال رسالۂ چہار سند میں مرقوم ہے۔

مدینہ منورہ[2] (الف) صاحب تاریخ سلیمانی نے میاں سید حسین کے حالات میں لکھا ہے "در مدینہ منورہ بروضہ سرور انبیاؐ مباحثہ شدہ" یعنے مدینۂ منورہ میں حضرت سرور انبیاؐ کے روضہ میں علماء سے مباحثہ ہوا۔

(ب) محمد جی میاں صاحب نے مدینہ منورہ میں امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا جو اظہار کیا ہے اس کے متعلق پروفیسر محمود شیرانی نے یہ لکھا ہے۔

"محمد جی میاں کے حالات سے ہم واقف نہیں، ان کا ایک خط اہل دائرہ میں بہت مشہور ہے جو غالباً ۱۱۹۰ھ میں مدینہ منورہ سے جب ان کی عمر اسّی سال کی تھی بھیجا تھا جس کا عنوان یہ ہے۔

"اظہار دعوت مہدی علیہ السلام در مدینہ منورہ محمد جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اظہار کردہ بودند" اور ان فقروں سے شروع ہوتا ہے "حقیقت حرمین شریفین بطریق مختصر آنکہ چوں ایں ضعیف ومیاں امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ وبایزید فقیر ونجتیار بھائی، از برہان پور بہ طرف سورت روان شدند، درمیان راہ بزیارت بندگی میاں شاہ دلاورؒ مشرف شدیم" اسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۰ھ میں محمد جی میاں نے حرم روضۂ رسولؐ میں ایک روز مہدی موعودؑ کے نام کی منادی کی تھی جس کو ہزاروں زائروں نے سنا، ان میں مکی، مدنی، شامی، بغدادی، مغربی، ہندی شامل تھے[3]

خط کے عنوان "اظہار دعوت" سے مہدوی مذہب کی تبلیغ ثابت ہوتی ہے۔

دیگر بلاد اسلام اور شاہ برہانؒ کی تبلیغ صاحب تاریخ سلیمانی نے گلشن ششم چمن دوم میں یہ لکھا ہے۔

زبدۂ کاملان محققین قدوہ عالمان منور میاں شاہ | کاملین محققین کے خلاصہ اور عالمان پرہیزگار کے پیشوا میاں شاہ

---

[1] بیاض (قلمی) [2] تاریخ سلیمانی، گلشن ششم، چمن چہارم۔ [3] اورینٹل کالج میگزین حصہ اول بابتہ فروری ۱۹۴۱ء صفحہ ۳۳۔

برہان الدین جزا اللہ فیضہ علی المصدقین درگروہ مہدی موعود علیہ السلام علمائے بسیار و بے شمار بودہ اند اما بعد از میاں عبد الملک در بحث و ثبوت دلائل مہدویت سامی صفات بمرتبہ اتم رسیدہ بود اکثر سیر ربع مسکون نمودہ و اکثر علماء و فقہا بخدمت عالی رسیدہ و بہ تصدیق مشرف شدہ اند۔

برہان الدین (اللہ ان کا فیض مصدقین کو پہنچائے) اگرچہ گروہ مہدی موعودؑ میں بے شمار علما ہوئے ہیں لیکن میاں عبد الملک سجاوندی کے بعد مہدیت کے دلائل کے بحث و مباحثہ میں یہ عالی صفات مرتبۂ اتم کو پہونچے ہوئے تھے، ربع مسکون کے اکثر بلاد میں سیر کی، اور اکثر علماء و فقہا خدمت عالی میں پہنچ کر تصدیق سے مشرف ہوئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں شاہ برہانؒ نے دنیا کے اکثر ممالک میں سیاحت فرمائی ہے اور مہدوی مذہب کی تبلیغ فرمائی ہے۔ بندگی میاں شاہ برہان نے فراہ پہونچنے کے بعد کعبۃ اللہ جانے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ "عزم فقیر بطرف کعبۃ اللہ ازطرف شام و بیت المقدس"۔ یعنے فقیر کا ارادہ کعبۃ اللہ جانے کا ہے، شام اور بیت المقدس کی طرف سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد دفتر دوم کے آخر میں کہتے ہیں" نعمت دیگر آں کہ ثم من بعد ذلک حق تعالیٰ بہ زیارت خانہ مبارک یعنی حضرت کعبت اللہ بہ زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بزیارت آل کرام و اصحاب عظام ..... و اکثر اولیائے ذو العز و الاحترام مشرف گردانید الحمد اللہ علی ذلک[1]۔ یعنے دوسری نعمت یہ ہے کہ پھر اس کے بعد حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ اور رسول اللہ صلعم کی زیارت سے نیز آل کرام، اصحاب عظام اور اکثر اولیائے ذی عزت و احترام کی زیارت سے مشرف کیا الحمد اللہ علیٰ ذلک۔

خود بندگی شاہ برہان نے شواہد المہدی کے دیباچہ میں اس طرح تفصیل دی ہے۔

فی الجملہ چوں قسمت ایں فقیر حقیر ذرہ مقصر کمینہ کمترین سگ آستانہ امام البر و البحر مسافرت بود لہذا از ملک دکن بہ گجرات از گجرات بہ ہند و از ہند بہ لاہور یعنی پنجاب و از لاہور بہ کابل و از کابل بہ بلخ و از بلخ بہ اندخود و از اندخوی بہ چچکتو ہمیں قدر راز آنجا بہ سمنیہ و مارو جاق و بہ ہرات و فراہ رسیدیم و بزیارت روضۂ مبارک روز دوشنبہ بتاریخ ہفتم ماہ مبارک رمضان سنۂ یک ہزار و پنجاہ و دو از ہجرت مشرف شدیم و از زیارت شہنشاہ بہ عراق و فارس چو شیراز و بصرہ رفتیم و از آنجا بہ طواف کعبۃ اللہ و بزیارت مدینہ مسکینہ حرسہما اللہ عن الآفات و البلیات سرافراز گشتیم و باز از عربستان بہ عراق و بہ بغداد شدہ بہ بلدہ فراہ رسیدیم و از فراہ بتقدیر اللہ بہ قلعہ بست رسیدیم و از آنجا بہ قندھار رفتیم و

فی الجملہ اس فقیر حقیر ذرۂ مقصر کمترین سگ آستانۂ امام البر و البحرؑ کی قسمت میں مسافرت تھی، اس لئے دکن سے گجرات گجرات سے ہنڈ اور ہند سے لاہور یعنے پنجاب اور لاہور سے کابل اور کابل سے بلخ اور بلخ سے اندخو اور اندخوسے چچکتو اسی قدر، اس جگہ سے سمنیہ و مارو جاق اور ہرات و فراہ پہونچے اور روضۂ مبارک کی زیارت سے دوشنبہ کے دن بتاریخ ہفتم ماہ مبارک رمضان ۱۰۵۲ھ مشرف ہوئے اور شہنشاہ کی زیارت کے بعد عراق فارس مانند شیراز و بصرہ گئے اور وہاں سے کعبۃ اللہ کے طواف سے اور مدینہ سکون (اللہ محفوظ رکھے دونوں کو آفات اور بلیات سے) کی زیارت سے سرافراز ہوئے اور پھر عربستان سے عراق و بغداد ہوتے ہوئے شہر فراہ پہنچے اور تقدیر سے فراہ سے قلعہ بست پہنچے اور وہاں سے قندھار

[1] دفتر دوم برگ دوازدہم باب ہفدہم۔

برابر خود از علمائے مصدقان سہ صد رسالہ معتبر داشتیم و با اکثرے علمائے زماں ملاقات واقع شد و مباحثہ ہا ردی نمودہ و ظاہر است کہ در یک مجلس ایں جملہ رسالہ ہا خواندن ممکن نبود ازیں موجب در جواب علمائے زماں بہ حکم دلائل عیاں از کتب علمائے مصدقان بعون اللہ الملک المنان انتخاب کردہ اوراق چند بہرہ مند نوشتہ یعنی رسالہ شواہد المہدی

گئے اور اپنے ساتھ علمائے مصدقین کے تین سو معتبر رسالے تھے، اکثر علمائے زماں سے ملاقات واقع ہوئی اور مباحثے عمل میں آئے ظاہر ہے کہ ایک مجلس میں ان تمام رسالوں کا پڑھنا ممکن نہ تھا اس لئے علمائے زماں کے جواب میں علمائے مصدقین کی کتابوں سے (ملک منان کی مدد سے) صریح دلائل انتخاب کرکے چند اوراق لکھے یعنی رسالہ شواہد المہدی۔

صاحب خاتم سلیمانی نے شواہد المہدی کی مذکورہ عبارت گلشن ششم چمن اول میں نقل کی ہے۔

مندرجہ عبارت سے ظاہر ہے کہ شاہ برہان نے بیجاپور علاقہ دکن سے بلخ علاقہ ترکستان ہرات و قراہ علاقہ خراسان سے عراق و فارس حجاز و قندھار کا تبلیغی سفر کیا ہے۔

مختلف شہروں کے باشندے مختلف علاقوں اور مختلف شہروں میں رہنے والوں نے بھی ہندوستان، خراسان یا ترکستان میں مہدوی مذہب اختیار کیا تھا، اس کے بھی چند حوالے دیئے جاتے ہیں۔

قبچاق صاحب تذکرۃ الصالحین نے بندگی شہاب الحق رح کے دائرہ میں رہنے والے اٹھارہ مرشدوں کے نام لکھے ہیں جنھیں چشم سر سے دیدار خدا حاصل تھا، ان میں ملک احد اسحاق قبچاقی بھی ہیں۔

ختا صاحب تاریخ مہدویان نے لکھا ہے۔

منجوجی (چی)، از امرائے سلاطین گجرات بود وطن اصلی او ختا و ختن است و سلسلۂ نسب او غیر معلوم اما از عقیدتمندان بندگی میاں شاہ نظام بودند[1]

منجوجی، سلاطین گجرات کے امرا سے تھے، ان کا اصلی وطن ختا و ختن ہے ان کا سلسلۂ نسب نامعلوم لیکن بندگی میاں شاہ نظام رح کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔

ختا چین کا علاقہ ہے، اور ختن کاشغر سے قریب ہے جو ترکستان میں واقع ہے۔

شروان صاحب اسامی مصدقین نے لکھا ہے "واز علما و فضلا ہروی ملا علی فیاض و ملا محمد شروانی و ملا مخدوم و ملا علی گل القصہ وقتے کہ حضرت امام علیہ السلام بقرہ رسیدند اکثر علمائے آں جانب تصدیق نمودند و بعضی ساکت شدند" یعنی ہرات کے رہنے والے علما میں ملا علی فیاض، ملا محمد شروانی، ملا مخدوم، ملا علی گل القصہ جب امام مہدی علیہ السلام قراہ پہنچے تو اس علاقہ کے اکثر علمائے نے تصدیق کی اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ملا محمد شروان کے رہنے والے تھے۔

---

[1] تاریخ مہدویاں (سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد نمبر ۷۵۵)

شیراز صاحب اسامی مصدقین نے میاں شیخ مصطفےٰ گجراتیؒ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

میاں شیخ مصطفےٰ از علمائے شریعت و متقدائے طریقت و صاحب معاملات بودند، بسبب ایشاں بسیار علماء مثل ملا علاء الدین شیرازی کہ علامہ زماں بود و چند سال در حرم محترم درس دادہ بودند قاضی نخن و پیر محمد و باباحسن جی و قیصر خاں و میاں ناصر و مثل ایشاں بسیار علماء فحوانین و ملوک گجرات مانند عثمان خاں سور کہ خواہر زادہ شیر شاہ بود و شیر خاں پولادی امیر گجرات و مثل ایشاں بسیار خلائق روے بہ تصدیق آوردند۔

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی، عالم شریعت، مقتدائے طریقت اور صاحب حال صاحب کشف تھے، ان کی وجہ سے بہت سے علما مثل علاء الدین شیرازی جو اپنے زمانہ کے علامہ تھے اور چند سال حرم محترم میں بھی درس دیا تھا قاضی نخن پیر محمد، باباحسن جی، قیصر خاں، میاں ناصر اور ان کے جیسے بہت سے علما اور گجرات کے سردار و حکام مثل عثمان خاں سور جو شیر شاہ کے بھانجے تھے اور شیر خاں پولادی اور بہت سی مخلوق نے دین مہدی کی تصدیق کی۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والوں میں علامہ علاء الدین شیرازی بھی تھے، انہوں نے کئی سال حرم محترم میں درس دیا تھا۔

گازرون صاحب اخبار الاسرار نے باب دوم فضیلت (تفصیل) نہم میں میاں سید نصیر محمد گازرونی کا ذکر کیا ہے، گازرون[1] ایک شہر کا نام ہے جو شیراز کی مغرب میں واقع ہے۔

ہمدان میاں عبدالرحمٰن نے اپنے مولود میں جہاں ان علما کا ذکر کیا ہے جو ہرات سے مسئلہ مہدیت کی تحقیق کے لئے روانہ کئے گئے تھے عبدالصمد ہمدانی کا بھی نام لکھا ہے۔

ماژندران میاں حسام الدین ماژندرانی منجملہ ان اکتالیس نفوس کے ہیں جو کھانبیل علاقہ گجرات میں ۱۲ شوال ۹۳۰ھ کو شہید ہوئے۔

بخارا اجمیر کے عنوان کے ذیل میں اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ سید الیاس شرزہ خاں کے جد امجد بخاری تھے۔ ہندوستان آکر نواح اجمیر میں مہدوی مذہب قبول کیا۔

بغداد امامؑ کے اصحاب میں بغدادی بھی تھے، میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مروی ہے۔
روزے میاں عبداللہ بغدادی عرض کردند (۱۳۵ھ) ایک روز میاں عبداللہ بغدادی نے عرض کی۔

روم ۔ بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے خلفا میں میاں عبدو (عبدہ) شاہ رومی کا بھی نام ہے۔

مہدوی مذہب کی اشاعت اور خواجہ حسن نظامی مہدوی مذہب کی اشاعت سے متعلق خواجہ حسن نظامی نے یہ لکھا ہے۔
"ہندوستان میں سلیم شاہ سوری کے زمانہ میں جون پور کے ایک بزرگ

---

[1] قصبہ ایست در سہ منزل شیراز (فرہنگ کاتوزیان)

سید محمد صاحب نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا لاکھوں مسلمانوں نے اس کو قبول کر لیا اور آج تک حیدر آباد، پالن پور، جے پور، ویسور و سرحد میں ہزاروں پیرو ان کے موجود ہیں۔[1]

اس عبارت میں خواجہ حسن نظامی نے سکندر لودھی کی جگہ سلیم شاہ سوری لکھ دیا ہے، اگرچہ سلیم شاہ کے عہد میں بھی مہدویت کا عروج تھا۔

مہدوی مذہب کی اشاعت اور پروفیسر محمود شیرانی

اسی طرح پروفیسر محمود شیرانی نے لکھا ہے۔

"فی زمانہ اس فرقہ کے پیروؤں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوگی۔ گجرات تو گویا اس جماعت کا زاد و بوم ہے اس لئے گجرات اور بمبئی احاطہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں راجپوتانہ و ممالک متوسط میں ان کی متعدد بستیاں ملتی ہیں، ریاست پالن پور کا مذہب کئی پشتوں سے مہدوی اور اس کے علاقہ میں ہزاروں مہدوی آباد ہیں۔ مدراس پریسیڈنسی دکن، کرناٹک، مرہٹہ و تلنگانہ ملیبار وغیرہ علاقوں میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور شاید بیرون ہند میں بھی کہیں کہیں مل جاتے ہیں۔[2]

حاصل یہ کہ مہدوی مذہب مشرق کے بیشتر علاقوں میں پھیل گیا تھا، اس کی اشاعت ہندوستان کے سوا بدخشاں و بلخ علاقہ ترکستان، ہرات و فراہ و کابل علاقہ خراسان، قندہار، کیچ و مکران میں ہوئی تھی، اس کی تبلیغ دیار عرب اور دیگر بلاد اسلام میں کی گئی، سلاطین، امراء، وزراء، اہل اللہ، عالم، جاہل، غرض ہر طبقہ کے افراد نے اس مذہب کو قبول کیا۔ اس کے ماننے والوں میں گجراتی، ڈھونڈاری، شروانی، ماژندرانی، بخاری، ہمدانی، رومی، بنگالی، پنجابی، دکنی، سندھی، ملیباری، مکرانی، قندھاری، بغدادی اور بلخی سب شامل تھے۔

مہدوی مذہب کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کے باب میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت مختصر اور سرسری ہے، ظاہر ہے مہدوی مذہب کی جس قدر اشاعت ہوئی ہے وہ بیان قرآن کی وجہ سے ہوئی لشکر کشی اور شمشیر زنی کی وجہ سے نہیں ہاں جب مہدوی شہید کئے جاتے تو مجبوراً انہیں بھی قاتلوں کو قتل کرنا پڑتا تھا۔ جن جن شہروں اور علاقوں کا حوالہ دیا گیا ہے اگر ان میں سے بعض جگہ اب مہدوی آباد نہ ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس زمانہ میں بھی وہاں مہدوی نہیں تھے ایران ۹۰۰ھ تک اہل سنت والجماعت کا مرکز اور اہل تصوف کا معدن تھا، اب وہاں کے باشندے تقریباً سب شیعہ ہیں۔

---

[1] صحاح ستہ کی حدیثوں کی پیشین گوئیاں (طبع دہلی) ص ۶۴ [2] اورینٹل کالج میگزین (جلد ۱۷، عدد ۱ بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) ص ۴۴۔

باب ہفتم

احادیث مہدی اور ابن خلدون وغیرہ

مولف رسالۃ الرد تو احادیث مہدی کا معتقد ہے لیکن بعض مخالفین مہدویہ ابن خلدون وغیرہ کے حوالہ سے احادیث مہدی کا غیر صحیح ہونا بیان کرتے ہیں، اس کی تحقیق بھی لازم ہے۔

ان حدیثوں پر جو امام مہدی کے باب میں مروی ہیں سب سے پہلے ابن خلدون نے جرح کر کے ان کو ناقابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی ہے، اس کا سال وفات ۸۰۸ھ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک امر مہدیت بغیر کسی اختلاف کے مسلم تھا۔ ابن خلدون کے بعد سر سید احمد خاں نے تہذیب الاخلاق میں اور مارگولیت انگلستان کے مشہور مستشرق نے اپنے مقالہ موسوم بہ "مہدیین و مہدیت" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امر مہدیت کا اوائل اسلام میں وجود ہی نہیں تھا۔

پہلے ہم سر سید احمد خاں اور مارگولیت کے شبہات کی تحقیق کریں گے۔ سر سید احمد خاں نے اپنے مقالہ موسوم بہ "مہدی آخر الزماں" میں یہ بیان کیا ہے کہ بنی عباس اور بنی فاطمہ بنی امیہ کے خلاف تبلیغ کرتے تھے اور شیعین گو یوں میں یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ کوئی دوسرا پیغمبر ہونے والا ہے جس کی اطاعت سب کو چاہیئے اس لئے انھوں نے لفظ مہدی کا اختیار کیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص جو خدا کی طرف سے ہدایت کیا گیا ہے عدل و انصاف پیدا کرنے والا ہوگا۔ جس کی اطاعت سب کو چاہیئے۔[1]

مارگولیت نے لکھا ہے۔

"For a quarter of century after the death of Mohammed the Islamic World prospered exceedingly, while constant succession of victories was crowning moslems a Deliverer

---

[1] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صفحہ ۳۷۸ و ۳۷۹

and Restorer was not requised. But as this period reached its end, the sky began to cloud over and in the year 35 we hear the doctrine that Mohammed himself was to return .....

A name was at that time produced for the expansion of this idea & this is Mehdi." (On Mehdis & Mehdiism by D.S. Margoliouth).

یعنے رسول اللہ صلعم کی رحلت کے ربع صدی بعد اسلامی دنیا انتہا درجہ خوشحال رہی مسلمان مسلسل فتوحات سے سرفراز ہورہے تھے اور کسی نجات دلانے والے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن جب یہ دور اختتام کو پہنچا تو مطلع ابرآلود ہوگیا اور ۳۵ھ میں ہم یہ عقیدہ سنتے ہیں کہ خود محمد (علیہ السلام) اس دنیا میں واپس آئیں گے ..... اس وقت اس خیال کی اشاعت کے لئے ایک لفظ وضع کیا گیا اور وہ "مہدی" ہے۔

مارگولیست نے مہدی کی روایتوں کو ۳۵ھ سے متعلق کردیا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ ۳۵ھ کا تعین کس ماخذ کی بنا پر کیا گیا لیکن سرسید احمدخاں نے بیان کیا ہے کہ جب خلافت مستقل طور پر بنی امیہ میں منتقل ہوگئی اور امام حسینؓ کی شہادت وقوع میں آئی تو بنی عباس اور بنی فاطمہ نے یہ روایتیں وضع کیں، اس لحاظ سے مہدی کی روایتوں کا زمانہ ۶۱ھ کے بعد قرار پاتا ہے۔

سرسید اور مارگولیست دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ مہدی وضع کیا گیا ہے لیکن زمانہ میں اختلاف ہے۔

عہد رسالت

حقیقت یہ ہے کہ لفظ مہدی عہد رسالت میں بھی متعارف تھا۔

(۱) سیرۃ ابن ہشام میں اسما النقبا الاثنی عشر وتمام خبر العقبۃ کے ذیل میں مذکور ہے۔ کہ عمرو بن الجموح بنی سلمہ کے سرداروں میں سے تھا، اس کے بیٹے معاذ بن عمرو نے بیعت عقبہ میں حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، مدینہ آنے کے بعد معاذ اور بنی سلمہ کے دوسرے نوجوانوں نے جو بیعت عقبہ میں حاضر تھے اسلام کا اظہار کیا۔

عمرو بن الجموح پرستش کے لئے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کو منات کہا جاتا تھا معاذ اور بنی سلمہ کے دوسرے نوجوان جو مسلمان ہو چکے تھے رات کے وقت عمرو بن الجموح کا بت اٹھا لیجاتے اور سنڈاس میں ڈال دیتے۔ یہ شخص بت کو سنڈاس سے نکالتا، دھوتا اور خوشبو لگاتا، وہ لوگ پھر اس کو سنڈاس میں ڈالتے۔ ایک دفعہ اس نے ایک تلوار اپنے بت سے آویزاں کردی اور اس سے مخاطب ہوکر کہا کہ اگر تجھ میں بھلائی ہے تو تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرنے والوں کی تلوار سے مدافعت کر۔ رات کو ان نوجوانوں نے وہ تلوار لے لی اور ایک

مرا ہوا کتا لے آئے بت کو اس کے ساتھ رسی سے باندھا اور سنڈاس میں ڈال دیا۔ عمرو بن الجموح پھر اپنے بت کی جستجو میں نکلا اور اس کو مرے ہوئے کتے کے ساتھ سنڈاس میں پایا اس کے بعد اس قوم کے ان لوگوں نے عمرو سے گفتگو کی جنھوں نے اسلام اختیار کیا تھا تو اس نے بھی اسلام اختیار کر لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد بت کی مذمت کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں یہ اشعار کہے۔

(ا) واللہ لو کنت الھا لم تکن — انت وکلب وسط بئر فی قرن
(ب) أف لملقاك الھا مستدن — الآن فتشناك من سؤ الغبن
(ج) الحمد للہ العلی ذی المنن — الواھب الرزاق دیان الدین
(د) ھو الذی أنقذنی من قبل أن — أکون فی ظلمة قبر مرتھن
(ھ) باحمد المھدی النبی المؤتمن[1]

(ا) بخدا اگر تو معبود ہوتا تو تو اور کتا ایک ہی رسی میں ایک کنویں میں نہ ہوتے۔
(ب) حیف[2] ہے تیرے معبود ہو کر گرائے جانے کا گڑھے میں۔ اب ہم نے تیری تفتیش کی اور نقصان کی برائی سے بچے[3]
(ج) تمام تعریف ہے خدائے بزرگ و ذوالمنن کی، بخشنے والا اور رزاق ہے اور دینوں کا نگہبان۔
(د) وہی خدا جس نے مجھے بچایا قبل اس کے کہ میں قبر کی تاریکی کا گروہ ہو جاؤں۔
(ھ) احمد (صلعم) کے طفیل سے جو مہدی ہیں اور نبی ہیں اور امین ہیں۔

آخری مصرع کے الفاظ باحمد المہدی، سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا گیا ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے مسلمانوں کی طرح ہجرت سے قبل مدینہ کے مسلمانوں کے ہاں بھی لفظ مہدی متعارف اور مستعمل تھا۔

(۲) رسول اللہ صلعم کی رحلت پر حضرت حسان بن ثابت نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے اشعار ابن سعد نے طبقات میں درج کئے ہیں۔ وقال ابن عمر قال حسان یرثیہ صلعم ابن عمر نے کہا کہ حسان رسول اللہ صلعم کے مرثیہ میں کہتے ہیں:

(ا) ما بال عینك لا تنام کانما — کحلت مأقیھا بکحل الارمد
(ب) جزعًا علی المھدی اصبح ثاویا — یا خیر من وطی الحصی لا تبعد
(ج) یا ویح انصار النبی ورھطہ — بعد المغیب فی سوأ الملحد
(د) جنبی یقیك الترب لھفی لیتنی — کنت المغیب فی الضریح الملحد[4]

(ا) کیا ہو گیا ہے تیری آنکھ کو کہ نہیں سوتی ہے گویا کہ اس کے گوشوں میں سرمہ بھر دیا گیا ہے وہ سرمہ جو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ) الجزء الثانی ص ۶۲، ص ۶۳۔ [4] سیرۃ ابن ہشام (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الثالث صفحہ ۱۰۶
[2] حیف ہے تیرے باوجود معبود ہونے کے ذلیل حالت میں پڑے رہنے پر۔ [3] اب ہم نے تیرے معاملہ میں سخت نقصان کی حالت میں رہنے کو معلوم کر لیا
" تجھ پر افسوس ہے باوجود مخدوم ہونے کے اس حالت میں پڑے رہنے پر " اب ہم نے تیرے متعلق معلوم کر لیا کہ سخت خسارہ میں تھے۔

آشوب چشم والوں کو لگاتے ہیں۔

(ب) اس مہدی کے ماتم میں جو انتقال کر گئے۔ اے سنگریزوں کے بہترین پامال کرنے والے تو دور نہ ہو جا۔

(ج) افسوس ہے انصار نبی پر اور آپ کی جماعت پر۔ بعد ان غائب ہو جانے والے کے جو لحد میں جا رہے۔

(د) میرا پہلو آپ کو خاک سے بچانا چاہتا ہے حیف ہے اے کاش۔ میں بھی غائب ہو چکا ہوتا لحد والی قبر میں۔

دوسرے شعر میں 'مہدی' کا لفظ رسول اللہ صلعم کے لئے استعمال کیا گیا ہے اگر یہ لفظ عہد رسالت میں متعارف نہ ہوتا تو حضرت حسان بن ثابت مرثیہ میں استعمال نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ مہدی کے معنی ہیں ہدایت یافتہ اللہ کی طرف سے اور شعر مذکور میں تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جس نے بدرجہ کمال اللہ کی طرف سے ہدایت پائی ہو۔

ابن سعد نے جس مرثیہ سے مذکورہ اشعار نقل کئے ہیں وہ اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں بھی یہ مرثیہ موجود ہے اور وہ شعر بھی ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے لئے مہدی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے[1]

سیرۃ ابن ہشام سیرۃ ابن اسحٰق کا خلاصہ ہے لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ مرثیہ اور یہ شعر سیرۃ ابن اسحٰق میں بھی تھا۔ اور ابن اسحٰق کا سال وفات ۱۵۱ھ ہے اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ سیر میں اس سے قدیم کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس سے قطع نظر گیب میموریل سیریز کے ذیل میں حضرت حسان بن ثابت کے دیوان کا ایک قدیم اور مستند نسخہ ۱۹۱۰ء میں یورپ سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۸ پر یہ مرثیہ موجود ہے اور وہ شعر بھی موجود ہے جس میں رسول اللہ صلعم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا گیا ہے۔

قدیم اور مستند ماخذوں کے حوالے سے یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ 'مہدی' عہد رسالت میں متعارف تھا اور اصحاب نبی اس سے اچھی طرح واقف تھے۔

عہد خلافت راشدہ ادبیات عربی سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ میں بھی مہدی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بندگی میاں سید خوندمیر نے مکتوب ملتانی کے آخر میں حضرت علیؓ کے یہ اشعار درج کئے ہیں۔

(ا) بنی اذا ما جاشت الترک فانتظر	ولایۃ مھدی یقدم فیعدل
(ب) وذل ملوک الظلم من آل ھاشم	ویویع منھم من یلذ ویھذل
(ج) صبی من الصبیان لا رای عندہ	ولا عندہ جد ولا ھو یعقل
(د) فثم یقوم قائم الحق منکم	وبالحق یاتیکم وبالحق یعمل
(ھ) سمی رسول اللہ نفسی فداہ	فلا تخذلوہ یا بنی وعجلوا[2]

(ا) اے میرے لڑکے جب لشکر کشی کریں ترک پس انتظار کر مہدی کی ولایت کا کہ وہ اٹھیگا اور عدل کرے گا۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزو الثالث صفحہ ۱۰۶۔ [2] دیوان علی (طبع مطبع نامی، لکھنؤ ۱۳۱۰ھ صفحہ ۹۴
[2] دیوان علی (طبع مطبع قیومی کانپور) صفحہ ۹۴۔

(ب) اور ذلیل ہوجائیں گے آل ہاشم کے ظالم بادشاہ اور بیعت لیجائے گی ان میں سے ایسے کی جو لذت اور ہزل کے درپے ہوگا۔

(ج) ایک لڑکا ہوگا جو کوئی رائے نہ رکھتا ہوگا، اس میں سنجیدگی ہوگی اور نہ عقل

(د) اس کے بعد تم میں سے قائم الحق اٹھیگا، جو تمہارے پاس لے کر آئے گا اور حق پر عمل کریگا۔

(ھ) اور رسول اللہ کا ہمنام ہوگا میری جان اس پر قربان، پس اے میرے لڑکو اس کی مدد میں کوتاہی نہ کرو اور جلدی کرو۔

تاریخ اسلام کی یہ نہایت متعارف اصطلاح ہے کہ لفظ "ترک" کا جہاں کہیں بھی انفراداً استعمال ہوا ہے وہاں کفار ترک مراد ہیں، اس لحاظ سے وہ تاتاری اس پیشین گوئی کا مصداق قرار پائیں گے جنھوں نے بغداد پر حملہ کیا تھا اور جس خلیفہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مستعصم باللہ ہے جو صاحب الرائے نہ ہونے اور نہایت سادگی میں مبتلا رہنے کی وجہ سے "وصبی من الصبیان" کا مصداق ہے کہ اپنے دغاباز وزیر کے فریب میں آکر اس قدر رائے و تدبیر کھو بیٹھا کہ توفیر خزانہ کے لئے ایک لاکھ تیس ہزار فوج بہ یک جنبش قلم معزول کردی۔

حدیث رسول اللہ میں بھی نااہل حکمرانوں کے لئے لفظ "صبیان" آیا ہے، احمد بن حنبل نے یہ روایت کی ہے۔

تعوذوا باللہ من رأس السبعین و امارۃ الصبیان۔	اللہ کی پناہ مانگو، ستر سال کی انتہا کے شر سے اور لڑکوں کی حکومت سے۔

اس حدیث کے ذیل میں محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

مراد بہ صبیان اولاد مروان است [1]	لڑکوں سے مراد مروان کی اولاد ہے۔

پیشین گوئی میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان امور کے بعد مہدی کے ظہور کا انتظار کیا جائے قرب و بعد کی کوئی شرط نہیں ہے چنانچہ اس[2] واقعہ (۶۵۶ھ) کے ۱۹۰ سال بعد حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ مذکورہ صدر ایات کی صحت انتساب میں ہمیں پڑنے کی ضرورت نہیں دکھانا صرف یہ ہے کہ وجود مہدی کا انتظار عام تھا اور ظہور مہدی کی علامتیں بتائی جاتی تھیں۔

عہد بنی امیہ سرسید احمد خاں نے تو لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ظہور مہدی کی حدیثیں وضع کی گئیں، لیکن تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ اس سے قبل ہی بنی ہاشم ظہور مہدی کے معتقد تھے، صاحب العقد الفرید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

واشھد ان اللہ لم یجعل محمدا من قریش الا وقریش خیر البریہ ولم	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے نہیں بنایا محمد کو مگر قریش مگر یہ کہ قریش خیر البریہ ہیں اور نہیں

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۳۱۶ [2] اگر فتح قسطنطنیہ اس کا مصداق ہو تو یہ زمانہ امام علیہ السلام کے زمانہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

یجعله فی بنی عبد المطلب الا وهم خیر بنی هاشم یرید ان یفخر علیکم الا بما تفخرون به ان بنا فتح الامر وبنا یختم[1]

پیدا کیا انہیں بنی عبدالمطلب میں مگر اس لئے کہ وہ ہاشم میں سب سے اچھے ہیں، اللہ چاہتا ہے کہ تم جس چیز سے ہم پر فخر کرتے ہو اس چیز سے تم پر فخر کیا جائے تحقیق کہ ہمیں سے اس امر کا افتتاح ہوا اور ہمیں پر اختتام ہوگا۔

"فتح الامر" سے مراد امر ہدایت ہے جس کا حدیث نبوی میں ذکر کیا گیا ہے "یقیم امر هذه الامة کما فتح هذا الامر بنا ارجوان یختمه الله بنا" (سراج الابصار صفحہ ۲۰۸) یعنے مہدی اس امت کے امر کو اس طرح قائم کریں گے جس طرح کہ ہم سے اس کا آغاز ہوا ہے، میں امید کرتا ہوں کہ ہم ہی سے یعنی مہدی سے جو ہم میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا اختتام بھی فرمائے گا۔

قدیم ترین کتب تاریخ و رجال سے ثابت ہے، کہ رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد پچاس برس کے اندر اندر امام مہدی کی حدیثیں عالم اسلام میں پھیل چکی تھیں، انھیں احادیث کی بنا پر ایک جماعت نے محمد بن الحنفیہ کو امام مہدی تسلیم کیا تھا۔

طبقات ابن سعد میں یہ مذکور ہے۔

حدثنا موسیٰ ابن اسمٰعیل قال ثنا ابو عوانه عن ابی حمزه قال کانوا یسلمون علی محمد بن علی بسلام علیك یا مهدی فقال اجل انا مهدی اهدی الی الرشد والخیر اسمی اسم نبی الله وکنیتی کنیة نبی الله فاذا سلم احدکم فلیقل سلام علیك یا محمد السلام علیك یا ابا القاسم[2]۔

بیان کیا ہم سے موسیٰ ابن اسمٰعیل نے کہا اس نے کہ بیان کیا ہم سے ابوعوانہ نے ابوحمزہ سے کہ اس نے کہا کہ لوگ محمد بن علی کو یا مہدی کہہ کر سلام کرتے تھے پس انہوں نے کہا ہاں میں مہدی ہوں، رشد و خیر کی طرف ہدایت کرتا ہوں میرا نام رسول اللہ کا نام ہے اور میری کنیت رسول اللہ کی کنیت ہے، اگر تم میں سے کوئی سلام کرے تو کہے سلام علیک اے محمد السلام علیک اے ابوالقاسم۔

طبقات ابن سعد کی تائید تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے۔ مختار کے باب میں ۶۶ھ کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فحمد الله واثنی علیه وصلی علی النبی صلعم ثم قال اما بعد فان المهدی ابن الوصی محمد بن علی بعثنی الیکم امینا وزیرا ومنتخبا امیرا وامرنی بقتال الملحدین والطلب بدماء اهل بیته[3]

مختار نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا کی اور رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجی پھر اس نے کہا اس کے بعد واضح ہو کہ مہدی فرزند وصی نے جن کا نام محمد بن علی ہے مجھے انتخاب کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے امین، وزیر اور امیر بنا کر اور ملحدین کے ساتھ قتال کرنے اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مجھ کو حکم دیا ہے

صاحب تاریخ طبری نے یہ بھی لکھا ہے۔

واقبل المختار یبعث الی الشیعه وقد

مختار بھیجنے لگا ان لوگوں کے پاس جو سلیمان بن صرد

---

[1] العقد الفرید (طبع مطبع عامرہ مصر ۱۲۹۳ھ) الجزء الثانی صفحہ ۱۳۶۔ [2] طبقات ابن سعد الجزء الخامس صـ ۶۸ و صـ ۶۹۔
[3] تاریخ طبری (طبع لیدن) جزء دوم صـ ۵۳۴

اجتمعت عند سلیمان بن صرد فیقول لھم انی قد جئتکم من قبل ولی الامر معدن الفضل و وصی الوصی والامام المھدی[1]	کے پاس جمع ہو گئے تھے اور ان سے کہتا تھا میں تمہارے پاس آیا ہوں صاحب الامر و معدن الفضل و وصی وصی یعنے امام مہدی کی طرف سے۔

لفظ مہدی کے استعمال سے متعلق قدیم ترین ماخذ کا ذکر مارگولیت نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"We seem them to have traced the name Mahdi in this context to its actual source, our main authority being a poet who preached the sovereignty of Ibnol Hanafiyyah in the century after his death a doctrine associated with a sect called the Kaisanis. (On Mahdis & Mahdiism by D.S. Margoliouth - Page 3-4).

یعنے اس سلسلہ میں ہمیں لفظ "مہدی" کے استعمال اور اس کے اصل ماخذ کا سراغ مل جاتا ہے ہماری اصل سند اس باب میں ایک شاعر کا کلام ہے جو ابن الحنفیہ کی وفات کی بعد کی صدی میں ابن الحنفیہ کی امامت کی تبلیغ کرتا تھا ایک عقیدہ ہے جس کا تعلق فرقہ کیسانیہ سے ہے جس شاعر کی طرف مارگولیت نے اشارہ کیا ہے وہ کثیر ہے جس کا سنہ وفات ۱۰۵ھ ہے جیسا کہ کشف الظنون (طبع یورپ جلد سوم صفحہ ۳۰۳) میں مذکور ہے۔

مارگولیت کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ابن الحنفیہ کے لئے لفظ "مہدی" استعمال ہوا حالانکہ یہ لفظ رسول اللہ صلعم کے لئے آپ کی زندگی ہی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ عمرو بن المجموع کے کلام سے ظاہر ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ مختار ابن الحنفیہ کو مہدی کہنے میں حق بجانب تھا کہ نہیں۔ بہر حال ان قدیم ماخذوں سے اتنا تو ثابت ہے کہ ۶۴ھ تک امام مہدی کی حدیثیں عالم اسلام میں پھیل گئی تھیں۔

ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت کی ہے۔

فھم ابن الحنفیہ ان یقدم الی الکوفۃ وبلغ ذلک المختار فثقل علیہ قدومہ فقال ان فی المھدی علامۃ یقدم بلدکم ھذا فیضربہ رجل فی السوق لا تضرہ ولا تحیک فیہ فبلغ ذلک ابن الحنفیہ فاقام الی آخرہ[2]	پس ابن الحنفیہ نے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور یہ کیفیت مختار کو پہنچی پس ابن الحنفیہ کا جانا مختار کو گراں گزرا اس نے کہا کہ اس مہدی کی جو تمہارے شہر میں آرہا ہے ایک علامت یہ ہے، کہ ایک شخص بازار میں اس پر ضرب لگائیگا۔ اور وہ ضرب اس کو ضرر نہیں پہنچائیگی اور ان پر اثر تک نہ کریگی، یہ کیفیت ابن الحنفیہ کو پہنچ گئی پس وہ ٹھہر گئے الی آخرہ۔

---

[1] تاریخ طبری (طبع لیدن) جزء دوم ص ۵۳۴ [2] طبقات ابن سعد الجزء الخامس صفحہ ۷۴۔

اس روایت سے امام مہدی کی علامتوں کا عام ہونا ثابت ہے۔ تاریخ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بنی امیہ بھی امر مہدیت کے معتقد تھے۔ مسعودی نے ہشام بن عبدالملک بن مروان کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ ہشام کے حکم پر یوسف بن عمر الثقفی نے زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کی عریاں لاش صلیب پر چڑھا دی تھی، مسعودی کی عبارت یہ ہے فکتب الیہ ھشام ان اصلبہ عریانا فصلبہ یوسف کذلک[1] اس پر بنی امیہ کے ایک شاعر نے طنزاً شعر کہے مسعودی کی عبارت یہ ہے فضی ذلک یقول بعض شعراء بنی امیہ یخاطب اشیعتھم من ابیات یعنے اس باب میں بنی امیہ کا ایک شاعر کہتا ہے خطاب کرتے ہوئے ان لوگوں کو اشعار میں، ایک شعر یہ ہے۔

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلۃ | ولم ارمھدیا علی الجذع یصلب[2]

ہم نے صلیب پر چڑھایا تمہارے لئے زید کو کھجور کے درخت کے تنہ پر۔ اور نہیں دیکھا ہم نے کوئی مہدی جس کو کھجور کے درخت کے تنہ پر سولی دی گئی ہو۔ یہ ۱۲۲ھ کا واقعہ ہے۔

مسعودی نے جو شعر اموی شاعر کا نقل کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ امر مہدیت بنی امیہ کا معتقد علیہ تھا اور وہ بھی امام مہدی کے منتظر تھے، شاعر نے زید بن علی بن الحسین کو مہدی ماننے سے انکار کیا ہے اس لئے کہ انہیں سولی دی گئی تھی۔ یعنی اس کے عقیدہ کے مطابق مہدی کو سولی نہیں دی جائے گی۔

عہد بنی عباس مارگولیت نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ احادیث مہدی اس وقت وضع کی گئیں جب کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔

مارگولیت کی عبارت یہ ہے۔

"Mansur presented his son to the public as the heir of the throne, when a courtier arose and declared that the prophet had foretold the Mahdi is from us, Mohammad Bin Abdullah but his mother is not of us, he shall fill the earth with justice even as it has been filled with injustice. The courtiers called on ssme one who was present to attest this tradition and fear of Mansur made him do so." (On Mehdi and Mehdiism - P.7.).

یعنے منصور نے جب اپنے لڑکے کو وارث تخت کی حیثیت سے عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا تو ایک درباری اٹھا اور اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ مہدی محمد بن عبداللہ ہم میں سے ہے۔ لیکن اس کی ماں ہم میں سے

---

[1] مروج الذہب (طبع پاریس) جلد پنجم صفحہ ۴۷۔ [2] مروج الذہب (طبع پاریس) جلد پنجم صفحہ ۴۷۱۔

ہنیں ہے وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم سے بھر دی گئی ہے۔ اس درباری نے کسی دوسرے سے جو وہاں موجود تھا اس حدیث کی تصدیق چاہی اور منصور کے خوف نے اس کی تصدیق کرنے پر مجبور کر دیا۔

اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے کہ بنی عباس کی خلافت سے قبل ہی عقیدۂ مہدیت قائم ہو چکا تھا اور امتِ محمدی کو امام مہدی کے ظہور کا انتظار تھا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں خلافت سفاح کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ابراہیم امام کے قتل ہو جانے کے بعد ابوسلمہ حفص بن سلیمان نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب اور ابو محمد ابو عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے نام خط روانہ کیا اور اس امر کا اظہار کیا کہ ان کے نام اہل خراسان سے بیعت لی جائے ابو عبداللہ جعفر بن محمد (امام جعفر صادقؒ) نے تو قاصد کے سامنے خط جلا دیا لیکن ابو محمد عبداللہ (نفس زکیہ کے والد) اس طرف مائل تھے۔ ابوسلمہ کے خط میں کیا لکھا ہوا تھا اس کا اندازہ ان الفاظ سے ہو سکتا ہے جو ابو محمد عبداللہ بن الحسن نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد سے دوران بحث میں کہے ہیں۔

فنازعه عبد الله بن الحسن الكلام الى ان قال انما يريد القوم ابنى محمداً لانه مهدى هذه الامة فقال له ابو عبد الله جعفر والله ما هو بمهدى هذه الامة ولئن شهر سيفه ليقتلن فنازعه عبد الله القول حتى قال له والله ما يمنعك من ذلك الا الحسد فقال ابو عبد الله والله ما هذا الا نصح منى [1]

عبداللہ بن الحسن نے ابو عبداللہ جعفر سے تکرار کی یہاں تک کہہ دیا کہ قوم میرے بیٹے محمد کے باب میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ اس امت کا مہدی ہے پس ابو عبداللہ جعفر نے کہا کہ خدا کی قسم وہ اس امت کا مہدی موعود نہیں ہے اور اگر اس نے تلوار کھینچی وہ ضرور قتل کیا جائے گا پس عبداللہ نے ان کے قول کی مخالفت کی یہاں تک کہ ان سے کہہ دیا خدا کی قسم سوائے حسد کے تمہیں اس سے کوئی چیز نہیں روکتی پس ابو عبداللہ نے کہا یہ صرف میری نصیحت ہے۔

مذکورہ عبارت میں مهدى هذه الامة (اس امت کا مہدی) سے مہدی موعود ہی مراد ہے اور ابو محمد عبداللہ بن الحسن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ابوسلمہ نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ عبداللہ بن الحسن کے فرزند محمد کو مہدی قرار دے کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اور قوم سے مراد عام مسلمان ہی لینا ہوگا۔ ابوسلمہ کا یہ لکھنا حقیقت پر مبنی ہو یا صرف عوام الناس کی توجہ کو بنی عباس کی تحریک سے پھیرنا ہو، بہرحال اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ امر مہدیت مسلمانوں کا معتقد علیہ تھا اور یہ واقعہ مہدی عباسی کے قبل کا ہے۔

تاریخ یعقوبی میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی ابوالجہم کے توسط سے سفاح عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان اشعار سے اس کو مخاطب کیا۔

(۱) اصبح الملك ثابت الاساس بالبهاليل من بنى العباس

---

[1] مروج الذہب (طبع پاریس) جلد ششم صفحہ ۹۶۔

(ب) یا امیر المطهرین من الرجس | ویا رأس منتهیٰ کل راس
(ج) انت مهدی هاشم وسواکم[1] | اناس رجوک بعد ایاس[2]

(ا) ملک کی بنیادیں استوار ہوگئیں ان بہادروں کے طفیل میں جو بنی عباس سے ہیں۔
(ب) اے ہر طرح کی نجات سے پاک وصاف لوگوں کے امیر اور اے ہر سرے کے انتہائی سرے
(ج) تو بنی ہاشم کا مہدی ہے اور تیرے سوا جو لوگ ہیں سب نے ناامید ہوجانے کے بعد تجھ ہی سے امید رکھی ہے۔

اعرابی نے کل اٹھارہ شعر پڑھے ہیں ہم نے صرف ابتدائی تین شعر نقل کئے ہیں۔ تیسرے شعر میں اعرابی نے سفاح کو بنی ہاشم کا مہدی کہا ہے اور یہ الفاظ بہ طور تعظیم کے استعمال ہوئے ہیں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امر مہدیت بالکل عام ہوگیا تھا اور اعرابی بھی اس سے اچھی طرح واقف تھے۔

دوسرے یہ کہ خلافت حاصل ہونے کے بعد بھی بنی عباس کو مہدی کا انتظار تھا۔ اگر امر مہدیت بنی عباس کا معتقد علیہ ہوتا تو اعرابی سفاح کے لئے مہدی کا لفظ استعمال نہ کرتا۔ واضح ہو کہ تاریخ یعقوبی میں ۲۵۹ھ تک کے واقعات درج ہیں اور یہ معتمد علی اللہ کا زمانہ ہے۔

قدیم ترین تاریخی ماخذوں سے ثابت ہے کہ مہدی عباسی کی ولی عہدی سے قبل ہی وجود مہدی بنی عباس کا معتقد علیہ تھا ایسی صورت میں مارگولیت کا یہ کہنا کہ منصور عباسی کو خوش کرنے کے لئے ایک درباری نے حدیث پڑھی تو دوسرے نے اس کی تصدیق کی اور اس کو سرآغاز عقیدۂ مہدیت قرار دینا ظاہر ہے کہ کس قدر بے بنیاد ہے۔

امر واقعی تو وہی ہے جو حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں بیان کیا ہے۔

کان الحدیث المعروف عند السلف والخلف ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی المهدی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی صار یطمع کثیر من الناس ان یکون هو المهدی حتی سمی المنصور ابنه محمدا ولقبه بالمهدی مواطأة اسمه باسمه واسم ابیه باسم ابیه ولکن لم یکن هو الموعود به[3]

سلف وخلف کے نزدیک یہ حدیث معروف تھی کہ رسول اللہ صلعم نے مہدی کے باب میں فرمایا ہے کہ ان کا نام آپ کے نام کے جیسا اور ان کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے جیسا ہوگا تو بہت سے لوگ طمع کرنے لگے کہ وہی مہدی موعود ہوجائیں یہاں تک کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا اور اس کو مہدی کا لقب دیا تاکہ اس کا نام ان کے نام کے مطابق ہوجائے اور اس کے باپ کا نام ان کے باپ کے نام کے لیکن وہ مہدی موعود نہ ہوسکا۔

حاصل یہ کہ منصور عباسی نے اپنے بیٹے کو مہدی کا لقب دیا تاکہ وہ ان احادیث کا مصداق ہوجائے جو مہدی کے باب میں وارد ہیں اور عالم اسلام میں پھیل چکی تھیں۔

مولفین صحاح مولفین صحاح نے جب حدیثوں کو جمع کرنا شروع کیا تو احادیث مہدی عالم اسلام میں پھیل چکے تھے اور امت محمدی کو مہدی موعود کے ظہور کا انتظار تھا۔ مولفین صحاح میں امام بخاری کے احادیث مہدی

---

[1] سواک۔ [2] تاریخ یعقوبی (طبع یورپ) الجزالثانی صفحہ ۴۳۰۔ [3] منہاج السنۃ النبویہ (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزالثانی ص ۱۳۳

جمع نہ کرنے کو منکرین وجود مہدی بڑی اہمیت دیتے ہیں، سرسید احمد خاں نے یہ لکھا ہے۔

"اس رائے کی زیادہ تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور یہ تمام واقعات ان کے سامنے گزرے مگر ان کی کتاب موطا میں کوئی حدیث مہدی کی پیش گوئی کی نہیں اور نہ بخاری و مسلم میں[1]"

مارگولیت کتاب موطا اور مسلم کا ذکر نہیں کرتا بلکہ صرف امام بخاری کے متعلق یہ کہتا ہے۔

"Only the most critical of the traditionalists, Bokari omits it altogether." (On Mehdi and Mehdiism - P.8.).

یعنی محدثین میں سب سے بڑے ناقد امام بخاری نے مہدی کی حدیثیں بالکل ترک کر دی ہیں اس باب میں کچھ کہنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موطا کی نسبت کچھ بیان کیا جائے۔

کتاب موطا

امام بخاری جب حدیثیں جمع کرنے نکلے ہیں تو عالم اسلام میں موطا کو بڑی شہرت اور اہمیت حاصل تھی۔ زرقانی نے موطا کی شرح میں لکھا ہے۔

اخرج ابن فهر عن الشافعي ما على ظهر الارض كتاب بعد كتاب الله اصح من كتاب مالك[2]	ابن فہر نے امام شافعی سے تخریج کی ہے کہ کتاب اللہ کے بعد امام مالک کی موطا سے صحیح کوئی کتاب روئے زمین پر نہیں ہے۔

اب رہا موطا کا موضوع تو اس کے متعلق ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے۔

وكتب مالك رحمه الله كتاب الموطا اودعه اصول الاحكام من الصحيح المتفق عليه ورتبه على ابواب الفقه[3]	امام مالک نے کتاب موطا لکھی جس میں اصول احکام متفق علیہ حدیثوں سے لے کر ودیعت کئے اور ابواب فقہی پر اس کو ترتیب دیا۔

حاصل یہ کہ امام مالک کی کتاب ابواب فقہ پر مرتب ہوئی اور احکام عبادات اس کا موضوع ہے، شاہ ولی اللہ نے بھی موطا کی شرح میں یہی لکھا ہے۔

وچوں امام مالک در احکام فقہ کتابے مرتب ساخت ونام او موطا نہاد جماعہ دیگر نیز بہ تصانیف پرداختند[4]	جب امام مالک نے احکام فقہ میں کتاب مرتب کی اور اس کا نام موطا رکھا دوسری جماعت بھی تصانیف میں مشغول ہوئی۔

کتاب فقہ میں مہدی کے ظہور کی روایتیں جن کا تعلق پیشین گوئیوں سے ہے موجود نہ ہوں تو روایات وجود مہدی کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ احادیث مہدی پر جرح کرنے والے جو اسماء الرجال کی کتابوں سے استدلال کرتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ اسماء الرجال کی قدیم ترین کتاب طبقات ابن سعد (سال وفات مصنف ۲۳۰ھ) سے

---

[1] تہذیب الاخلاق جلد دوم ص ۳۸۹ [2] شرح زرقانی (طبع مصر) جزو اول ص ۹ [3] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ)، علوم الحدیث صفحہ ۴۸۴۔ [4] مصطفیٰ (طبع دہلی) ص ۸-۹۔

ثابت ہے، کہ امام مالک کی پیدائش سے برسوں پہلے محمد بن الحنفیہ کو ایک جماعت نے امام مہدی تسلیم کیا ہے اور اس سے احادیث مہدی کے عام ہونے کا ثبوت ملتا ہے، امام مالک نے مہدی کی حدیثیں درج نہیں کیں اس لئے کہ ان کا موضوع احکام فقہ تھا۔

امام بخاری اور کتاب موطا امام بخاری کے پیش نظر بھی امام مالک کی موطا تھی، ابن العربی مالکی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے۔

کتاب الجعفی هو الاصل الثانی فی هذا الباب والموطا هو الاول واللباب وعلیهما الجمیع کالقشیری والترمذی الی آخرہ[1]	کتاب امام بخاری جعفی اس باب میں اصل ثانی ہے اور موطا اصل اول اور خلاصہ ہے اور انہی دونوں پر صحیح امام مسلم قشیری و ترمذی مبنی ہیں۔

زرقانی نے بھی ابن العربی کے مذکورہ قول کو اس طرح بیان کیا ہے۔

قال القاضی ابو بکر بن العربی فی شرح الترمذی الموطا هو الاصل الاول واللباب والبخاری الاصل الثانی فی هذا الباب وعلیهما بنی الجمیع کمسلم وترمذی[2]	قاضی ابوبکر ابن العربی نے ترمذی کی شرح میں کہا ہے کہ کتاب موطا اصل اول اور خلاصہ ہے اور بخاری اصل ثانی ہے اس باب میں اور انہی دونوں یعنے موطا و بخاری پر سب کی تعمیر ہوئی ہے مانند مسلم و ترمذی کے۔

(واضح ہو کہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشبیلی (المتوفی ۵۴۳ھ) معروف بہ ابن العربی المالکی مشہور محدث ہیں انھوں نے شرح ترمذی لکھی ہے موسوم بہ عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی اور جو مشہور صوفی ہیں انہیں ابن عربی بغیر الف لام کے کہتے ہیں) صاحب مصفی نے صحاح ستہ کے متعلق یہ لکھا ہے "گویا ایں ہمہ شروح موطا اند و متممات آں"[3] گویا یہ سب یعنے صحاح ستہ کی کتابیں موطا کے شروح ہیں اور اس کی تتمیم کرنے والی۔ اس لحاظ سے صحیح بخاری موطا کی سب سے پہلی شرح ہے کیوں کہ قاضی ابوبکر نے موطا کو اصل اول اور بخاری کو اصل ثانی قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے موطا کی اتباع میں احکام اور فقہ کی روایتیں زیادہ درج کی ہیں پیشین گوئیوں اور اخبار کی روایتیں کم۔

امام بخاری اور احادیث نبوی امام بخاری جب صحیح بخاری مرتب کرنے لگے تو ان کے پیش نظر ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں تھیں جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ثابت ہے، حازمی نے اپنی کتاب شروط الائمۃ الخمسہ میں یہ روایت کی ہے۔

اخبرنا ابوالفضل عبداللہ بن احمد بن محمد انباء ابن طلحہ فی کتابہ عن ابی سعید الماالینی انباء عبداللہ بن عدی حدثنی محمد بن احمد قال سمعت محمد بن اسمٰعیل یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح واحفظ مائتی الف حدیث غیر صحیح[4]	خبر دی ہمیں ابوالفضل عبداللہ بن احمد بن محمد نے خبر دی ابن طلحہ نے اپنی کتاب میں ابی سعید الماالینی سے کہ خبر دی عبداللہ ابن عدی نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔

---

[1] صحیح الترمذی بشرح الامام ابن العربی المالکی (طبع مصر ۱۳۵۰ھ) الجزء الاول ص ۵ [2] شرح زرقانی (طبع مصر) جزء اول ص ۸ [3] مصفی (طبع دہلی) ص ۷۔
[4] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع مطبعۃ الترقی ۱۳۴۶ھ دمشق) صفحہ ۲۱، ۲۲۔

بخاری نے تو صرف صحیح حدیثیں کتاب صحیح میں درج کیں، لیکن جو صحیح حدیثیں انہوں نے ترک کردیں وہ بخاری کی مندرجہ صحیح حدیثوں سے تعداد میں بڑھ کر تھیں جیسا کہ حازمی نے بیان کیا ہے۔

انبأ ابو مسعود عبد الجليل بن محمد فی کتابه انبأ ابو علی احمد بن محمد بن شهریار انبأ ابو الفرج محمد بن عبد الله بن احمد انبأ ابو بکر الاسماعیل قال سمعت من یحکی عن البخاری انه قال لم اخرج فی هذا الکتاب الا صحیحا و ما ترکت من الصحیح اکثر[1]

خبر دی ابو مسعود عبد الجلیل بن محمد نے اپنی کتاب میں خبر دی ابو علی احمد بن محمد بن شہریار نے کہ خبر دی ابو الفرج محمد بن عبد اللہ بن احمد نے کہ خبر دی ابو بکر اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے اس شخص کو سنا جو بخاری سے حکایت کرتا تھا کہ بخاری نے کہا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح حدیثوں کی تخریج کی ہے اور جو صحیح حدیثیں میں نے چھوڑ دیں ان کی تعداد اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جو صحیح حدیثیں امام بخاری نے ترک کردیں وہ انہی شرائط کے مطابق صحیح تھیں اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ امام بخاری نے صحیح حدیثیں کیوں ترک کردیں، اس کی توضیح حازمی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے۔

انبأ ابو العلاء الحسن بن احمد بن الحسن الحافظ قراءة علیه انبأ المعمر بن محمد بن الحسین انبأ احمد بن علی الحافظ اخبرنی محمد بن احمد ابن یعقوب انبأ محمد بن عبد الله سمعت خلف بن محمد یقول سمعت ابراهیم بن معقل یقول سمعت ابا عبد الله البخاری یقول کنت عند اسحٰق بن ماهویه فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتابا مختصرا السنن النبی صلی الله علیه وسلم فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع هذا الکتاب[2]

خبر دی ابو العلاء الحسن بن احمد بن الحسن الحافظ نے کہ انہوں نے المعمر بن محمد الحسین سے حدیث پڑھی دوران قرارت میں انہوں نے کہا کہ خبر دی احمد بن علی الحافظ نے کہا کہ خبر دی ہمیں محمد بن احمد بن یعقوب نے کہ خبر دی محمد بن عبد اللہ نے کہ سنا خلف بن محمد کو یہ کہتے ہوئے کہ سنا میں نے ابراہیم بن معقل کو کہ وہ کہتے تھے کہ ابو عبد اللہ البخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں اسحٰق بن ماھویہ کے پاس تھا، ہم سے بعض ہمارے ساتھیوں نے کہا کاش جمع کرتے تم ایک مختصر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن کے لئے پس یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی، پس میں نے یہ کتاب جمع کرنی شروع کی۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری سنن رسول اللہ صلعم کو مختصر طور پر جمع کرنا چاہتے تھے، اسی لئے مذکورہ روایت درج کرنے کے بعد حازمی نے یہ کہا ہے۔

فقد ظهر بهذا ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الحدیث و انه لم یقصد الا الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث۔

پس اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ امام بخاری کا ارادہ یہ تھا کہ حدیث میں ایک مختصر کتاب تالیف کریں اور یہ قصد نہ تھا کہ تمام رجال سے روایت کریں اور تمام کی تمام حدیثیں درج کریں۔

---

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ (مطبعۃ الترقی ۱۳۴۶ھ دمشق) صفحہ ۴۳۔ [2] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع مطبعۃ الترقی) صفحہ ۴۳، ۴۴۔

بہر حال امام بخاری کا مقصد ظاہر ہو گیا کہ وہ سنن رسول اللہ صلعم مختلف طور پر جمع کرنا چاہتے تھے سنن رسول اللہ میں فقہ سیرت، اور تفسیر کی روایتیں زیادہ تر امام بخاری کے پیش نظر تھیں جیسا کہ زاہد الکوثری نے بیان کیا ہے۔

فغرض البخاری تخریج الاحادیث الصحیحۃ المتصلۃ واستنباط الفقہ والسیرۃ والتفسیر الی آخرہ[1]

پس امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ صحیح احادیث کی جن کی سند متصل ہو تخریج کریں، فقہ کے مسائل استنباط کریں سیرت و تفسیر کو ضبط میں لائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا یہ مقصد نہیں تھا کہ جتنی بھی حدیثیں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوں وہ سب کی سب صحیح بخاری میں آجائیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے بخاری میں نہیں دوسری روایتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بخاری کے پیش نظر اختصار تھا، کتاب کو طول دینا نہیں تھا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) میں یہ روایت کی ہے۔

وقال ابو احمد بن عدی سمعت الحسن بن الحسین البزار یقول سمعت ابراھیم بن معقل النسفی یقول سمعت البخاری یقول ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح وترکت من الصحیح حتی لا یطول (صفحہ ۵)

ابو احمد بن عدی نے کہا سنا میں نے الحسن بن الحسین البزار کو یہ کہتے ہوئے کہ میں نے ابراہیم بن معقل النسفی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نہیں داخل کیا میں نے اپنی کتاب جامع میں مگر وہ جو صحیح ہے اور ترک کیا میں نے صحیح احادیث میں سے کہ طول نہ ہو جائے۔

مقدمہ ابن صلاح میں یہ مذکور ہے۔

فقد روینا عن البخاری انہ قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت من الصحاح لملال الطول[2]

ہمیں امام بخاری سے روایت پہنچی ہے وہ فرماتے کہ میں کتاب جامع صحیح میں صرف وہ روایت لایا جو صحیح تھی اور ترک کر دیا میں نے صحیح روایتوں میں سے بخوف طول۔

اسی طرح شیخ عبد الحق نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے۔

بخاری گفتہ است کہ در نیاوردہ ام در ایں کتاب مگر انچہ صحیح است و ترک کردہ ام بسے از صحاح را از ترس طول کتاب[3]

امام بخاری نے کہا ہے کہ نہیں درج کیا میں نے اس کتاب میں مگر وہ جو کہ صحیح ہے اور ترک کر دیا میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو کتاب کے طویل (ضخیم) ہونے کے اندیشہ سے۔

ان اقتباسوں سے ثابت ہوا کہ امام بخاری نے بخوف طول بہت سی صحیح حدیثیں ترک کر دیں ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں انہی کے شرائط کے مطابق صحیح تھیں۔

چونکہ دوسرے مولفین صحاح نے احادیث مہدی کی تصحیح کی ہے اس لحاظ سے یہ ماننا پڑے گا کہ امام مہدی کی

---

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ۔ حاشیہ صفحہ ۴۹۔ [2] مقدمہ ابن صلاح، نوع اول، الفائدۃ الرابعۃ (طبع مطبع چشمہ فیض) [3] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔

حدیثیں منجملہ ان صحیح روایتوں کے ہیں جنھیں امام بخاری نے اپنے مقاصد کے تحت بخوف طول ترک کر دیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حدیث درج کی ہے تو اس کی تحقیق یوں کی جائے گی کہ ان کا ذکر کتاب الانبیاء کے ذیل میں آگیا ہے، کتاب الفتن کے تحت نہیں جس میں اخبار اور پیشین گوئیاں درج ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ بخاری نے صرف مکررات حذف کئے ہیں صحیح نہیں اس لئے کہ صحیح بخاری میں اب بھی مکررات ہیں، صاحب اشعۃ اللمعات نے بخاری کے باب میں لکھا ہے۔

مبلغ انچہ از احادیث دراین کتاب آوردہ باتکرار ہفت ہزار و دویست و ہفتاد و پنج حدیث و بعد از حذف تکرار چہار ہزار [1]

حدیثوں کی مجموعی تعداد جو صحیح بخاری میں درج ہیں مکررات کے ساتھ سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور مکررات کے بغیر چار ہزار۔

امام بخاری اور رجال احادیث مہدی اگر امام بخاری احادیث مہدی کے رجال سے کوئی حدیث روایت نہ کریں تو ان رجال کی تضعیف نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ دوسرے ائمہ حدیث ان کی تعدیل کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر خود امام مسلمؒ امام بخاریؒ کے ساتھ رہے ہیں لیکن ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ کوثری نے لکھا ہے۔

ولا اخرج مسلم فی صحیحہ عن البخاری شیئا مع انہ لازمہ و نسبح علی منوالہ [2]

اور مسلم نے بخاری سے کسی حدیث کی بھی اپنی کتاب میں تخریج نہیں کی باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ رہتے تھے اور انہی کے کارگاہ پر اپنا کپڑا بنا ہے (یعنی مسلم کا مدار صحیح بخاری ہے)

امام مسلم اور صحیح بخاری امام مسلم کے پیش نظر بھی صحیح بخاری تھی، خود ابن خلدون نے علوم الحدیث کے ذیل میں لکھا ہے۔

ثم جاء الامام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فالف مسندہ صحیح حذا فیہ حذو البخاری [3] (یعنے پھر امام مسلم بن الحجاج القشیری آئے اور انہوں نے بخاری کے مقابل اپنی مسند صحیح تالیف کی ہے) صاحب نزھۃ النظر نے لکھا ہے قال الدارقطنی لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء مسلم من ثم ای [4] یعنے دارقطنی نے کہا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم نہ جا سکتے اور نہ آسکتے کسی جہت سے صاحب فتح الباری نے مقدمہ میں یہ لکھا ہے۔

وقال ابو الحسن الدارقطنی الحافظ لو لا البخاری لما راح مسلم ولا جاء وقال ایضا انما اخذ مسلم کتاب البخاری فعمل فیہ مستخرجا وزاد فیہ احادیث [5]

حافظ ابوالحسن دارقطنی نے کہا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم نہ جا سکتے اور نہ آسکتے اور یہ بھی کہا تحقیق کہ مسلم نے کتاب بخاری لی اس میں سے استخراج کیا اور اس میں کچھ حدیثیں بڑھا دیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۸ [2] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۴۳ [3] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۴۸۴
[4] نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر (طبع مطبع فاروقی دہلی) صفحہ ۲۱ [5] مقدمہ فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) صفحہ ۴۹۱۔

خود امام مسلم کو اس امر کا اعتراف ہے کہ وہ حدیثیں جو انہوں نے ترک کر دیں ضعیف نہیں ہیں۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں یہ لکھا ہے "مسلم گفتہ کہ ہر چہ دریں کتاب آوردہ ام از احادیث صحیح است ونمی گویم آنچہ نیاوردہ ام دروے ضعیف است"[1] یعنے امام مسلم نے کہا ہے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب میں درج کیا ہے احادیث صحیح ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میں نے نہیں درج کیا وہ ضعیف ہے۔ اسی کے سلسلہ میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے "لابد دریں ترک وا تیان وجہ تخصیص خواہد بود از حیثیت اصحیت یا از جہت مقاصد دیگر" یعنے احادیث کے ترک کرنے اور ان کے لانے میں کوئی وجہ تخصیص ہوگی خواہ زیادہ صحیح ہونے کے اعتبار سے یا دیگر مقاصد کی وجہ سے۔

صحت تو وجہ تخصیص نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خود امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ میں نے صحیح حدیثیں بخوف طول ترک کر دی ہیں اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے کہ جو کچھ میں نے ترک کیا ہے وہ ضعیف نہیں، جو حدیثیں ترک کی گئیں وہ خود امام بخاری کے شرائط کے تحت صحیح تھیں، ظاہر ہے کہ امام بخاری نے ان صحیح حدیثوں کو صرف اپنے مقصد کے تحت ترک کر دیا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے امام بخاری کے پیش نظر زیادہ تر فقہ، تفسیر اور سیرت کی روایتیں تھیں اخبار اور پیشین گوئیاں نہیں اور صحیح مسلم کا مدار صحیح بخاری ہے جیسا کہ زاہد کوثری نے لکھا ہے "ونسبح علی منوالہ"[2] یعنے مسلم نے اپنا کپڑا بخاری کے کارگاہ پر بنا۔

اس لحاظ سے مسلم کا باب المہدی قائم نہ کرنا بجائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

حاصل یہ کہ سر سید احمد خاں اور مارگولیت کا یہ کہنا کہ "مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہو سکتیں کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے انہیں ترک کر دیا ہے۔" پایۂ صحت سے گرا ہوا ہے۔

بخاری کی التاریخ الکبیر اس سے قطع نظر بخاری نے التاریخ الکبیر میں بہت سے اکابر حنفیہ کا ذکر ہی نہیں کیا چنانچہ مولف مقدمہ انوار الباری نے بھی یہ تسلیم کیا ہے "امام موصوف نے اپنی خاص ناراضگی اور تعصب کی وجہ سے سینکڑوں اکابر حنفیہ کا ذکر ہی اپنی تاریخ میں نہیں کیا"[3]

اس کے باوجود مذکورہ اکابر حنفیہ کے وجود سے انکار نہیں کیا جاتا تو احادیث مہدیؑ کو صحیح بخاری میں مروی نہ ہونے کی بنا، پر غیر صحیح کس طرح ٹھہرایا جائے گا۔؟

بخاری اور امام ذہلی وغیرہ (ب) مولف مقدمہ انوار الباری نے یہ بھی لکھا ہے "امام بخاری کے زمانہ کے کبار ائمہ محدثین امام ذہلی، امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے بعض مسائل کے اختلاف پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام بخاری سے حدیث کی روایت نہ کی جائے"[4] ایسی صورت میں بخاری اگر احادیث مہدی کی روایت نہ کریں تو اس سے احادیث مہدی کی اہمیت کس طرح گھٹ جائے گی۔؟

احادیث مہدی اور شروط شیخین حاکم نے "المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث" میں ان حدیثوں کی

---

[1] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور) صفحہ ۱۵ [2] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۴۲ [3] مقدمہ انوار الباری۔ [4] مقدمہ انوار الباری۔

تخریج کی ہے جو شیخین یعنے امام بخاری اور امام مسلم کے شروط کے مطابق صحیح ہیں، کتاب الفتن والملاحم میں مہدی سے متعلق بھی کئی حدیثیں درج کی ہیں جو مسلم یا بخاری، یا دونوں کے شروط کے مطابق صحیح ہیں، ذیل میں ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

اخبرنا ابو عبد الله الصفار ثنا محمد بن ابراهيم بن ارومه ثنا الحسين بن حفص ثنا سفيان عن خالد الحذاء عن ابي قلابة عن ابي اسماء عن ثوبان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقتتل عند كنزكم ثلاثة كلهم ابن خليفة ثم لا يصير الى واحد منهم ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقاتلونكم قتالا لم يقاتله قوم ثم ذكر شيئا فقال اذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج فانه خليفة الله المهدى۔

(هذا صحيح على شرط الشيخين)[1]

خبر دی ہمیں ابو عبد اللہ صفار نے کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابراہیم بن ارومہ نے، حدیث سنائی حسین بن حفص نے حدیث بیان کی سفیان نے خالد حذاء سے ابی قلابہ کی روایت سے اور انہوں نے روایت کی ابی اسماء سے اور ابی اسماء نے حضرت ثوبانؓ سے۔ ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کارزار کریں گے تمہارے کنز کے پاس تین آدمی جو سب کے سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے۔ پھر وہ نہ پہونچے گا ان میں سے کسی ایک کو پھر کالے جھنڈے نکلیں گے مشرق کی طرف سے پس وہ تمہارے ساتھ ایسا لڑیں گے کہ کسی قوم نے ایسی کارزار نہیں لڑی ہوگی۔ پھر کچھ ذکر کرکے فرمایا جب تم اس کو دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگرچہ رینگنا پڑے تمہیں برف پر اس لئے کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ (یہ حدیث شیخین کے شروط پر صحیح ہے)

اس روایت کے متعلق حاکمؒ نے لکھا ہے کہ شیخین یعنے بخاری و مسلم دونوں کے شروط کے مطابق صحیح ہے۔ ذہبی نے بھی تلخیص میں یہ روایت درج کی ہے لیکن اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔[2] اس کے یہ معنے ہوئے کہ یہ حدیث جس میں مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا مذکور ہے حاکم اور ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح ہے اور امام بخاری و امام مسلم کے اصول و شروط کے مطابق صحیح ہے۔

ابن خلدون جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ائمہ حدیث نے کتب صحاح میں احادیث مہدی کی تصحیح کی ہے ان کے بعد ان کتابوں کے شارحین نے بھی احادیث مہدی کی صحت سے تعرض نہیں کیا، ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے احادیث مہدی پر جرح کی ہے۔ راویوں کی جرح میں خود ابن خلدون مضطرب ہے مقدمہ میں امر فاطمی کے ذیل میں کہتا ہے۔

المعروف عند اهل الحديث ان الجرح مقدم على التعديل فاذا وجدنا طعنا في بعض رجال الاسانيد بغفلة او بسوء حفظ او ضعف او سوء راى تطرق ذلك الى صحة الحديث واوهن منها ولا تقولن مثل

محدثین کے ہاں یہ امر معروف ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس لئے اگر ان احادیث کے رجال اسانید میں بعض لوگ غفلت یا سوء حفظ یا ضعف یا سوء رائے سے مطعون ہوں تو ان احادیث کی صحت میں شک ہو جائے گا اور وہ قابل اعتبار نہ رہیں گی تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قسم کے طعن (یعنے

---

[1] المستدرک (طبع حیدرآباد) الجزء الرابع صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴۔ [2] حاشیہ المستدرک الجزء الرابع صفحہ ۴۶۴۔

ذلك ربما يتطرق الى رجال الصحيحين فان الاجماع قد اتصل فى الامة على بلقهما بالقبول والعمل بما فيهما وفى الاجماع اعظم حماية واحسن دفع الى آخره[1]۔

راویوں کا کسی وجہ سے مجروح ہونا) تو صحیحین کے رجال میں بھی ہوتے ہیں کیوں کہ یہ دونوں کتابیں عام طور سے مقبول ہیں اور ان پر عمل بھی ہوتا ہے اور اجماع عام ان کی روایت کا حامی ہے اور مخالف کا دافع ہے۔

خود ابن خلدون کو اس امر کا اعتراف ہے کہ احادیث مہدی کے رجال میں جو طعن ہے وہ صحیحین کے رجال میں موجود ہے لیکن صحیحین کی تائید میں اجماع ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اجماع کی تائید حاصل ہو تو رجال کا طعن نظر انداز کیا جا سکتا ہے، بالفرض احادیث مہدی کے رجال مجروح و مطعون بھی ہوں تو رجال کا طعن کیوں نظر انداز نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ حدیثیں بحد تواتر پہنچ چکی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے "قد تظاهرت الاحاديث[2] بالغة حد التواتر معنا فى كون المهدى من اهل البيت من ولد فاطمة" یعنے حدیثیں ایک دوسرے کی تائید میں حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں اس معنی میں کہ مہدی اہل بیت میں اولاد فاطمہ سے ہوں گے۔ اسی طرح اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے "بدانکہ احادیث در باب بودن مہدی از اولاد فاطمہ زہرا بحد تواتر رسیدہ[3]" جاننا چاہیئے کہ حدیثیں مہدی کے اولاد فاطمہؓ سے ہونے کے باب میں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ صاحب ابراز الوہم المکنون نے لکھا ہے۔

فمن نص على تواتر احاديث المهدى ايضاً الحافظ شمس الدين السخاوى فى فتح المغيث والحافظ جلال الدين السيوطى فى القوائد المتكاثره فى الاحاديث المتواتره واختصارٌ الازهار المتناثره وغيرهما من كتبه والعلامة ابن حجر الهيتمى فى الصواعق المحرقة وغيره من مصنفاته والمحدث الزرقانى فى شرحه للمواهب اللدنيه وجم غفير من الحفاظ النقاد[4]

منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے احادیث مہدی کے متواتر ہونے کو منصوص کہا ہے حافظ سخاوی بھی ہیں کہ فتح المغیث میں اس کی تصریح کی ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ میں اور اس کے مختصر ازہار متناثرہ میں اور اس کے علاوہ اپنی دوسری کتابوں میں بھی اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ وغیرہ میں اور زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں اور ان کے سوا حافظان حدیث و ناقدان آثار نبوی کے ایک جم غفیر نے۔

اگر تواتر قابل حجت نہ ہو تو اجماع کس طرح قابل حجت ہوگا۔ جب احادیث مہدی متواتر تسلیم کی گئی ہیں تو ان کے رجال کے ضعف و قوت کے متعلق بحث کرنا جیسا کہ ابن خلدون نے کیا ہے صحیح نہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں المتواتر کے ذیل میں یہی لکھا ہے۔

المتواتر لا يبحث عن رجاله اى عن صفاتهم بل يجب العمل به من غير

حدیث متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی یعنی ان کے صفات کے متعلق، بلکہ بغیر کسی بحث کے اس پر عمل کرنا واجب

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳۔ [2] لمعات قلمی نصف ثانی ورق ۲۶۸ حدیث عربی نمبر ۳۰۲ انسٹیٹیوٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۱۔ [4] ابراز الوہم المکنون (طبع دمشق) ص ۴۔

بحث لا یجابہ الیقین وان ورد عن الفساق بل عن الکفرۃ [1]

ہو جاتا ہے اس کے موجب یقین ہونے کی وجہ سے اگرچہ وہ فاسقوں بلکہ کافروں سے مروی ہو۔

ابن خلدون نے جرح تو محدثین کے طریقہ پر کی ہے لیکن استنباط ان کے طریقہ پر نہیں کیا جرح کے تسلیم کرنے پر زیادہ سے زیادہ حدیث کا ضعف ظاہر ہوگا اس کا جعل کس طرح یقینی ہو جائے گا، محدثین کے نزدیک تو جو حدیث موضوع ہوتی ہے اس کا جعل بھی یقینی نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

مراد بحدیث موضوع در اصطلاح محدثین این است نہ آنکہ البتہ ثابت شود وضع و کذب در خصوص این حدیث و باید دانست کہ حکم بوضع و افترا بحکم ظن غالب است نہ بقطع و یقین فان الکذوب قد یصدق [2]

محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ اس حدیث میں وضع اور کذب ثابت ہو جائے اور جاننا چاہیئے کہ وضع اور افترا کا جو حکم دیا جاتا ہے بربنائے ظن غالب ہے۔ بربنائے یقین نہیں اس لئے کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول لیتا ہے۔

محدثین کے نزدیک جب حدیث موضوع کا جعل یقینی نہیں ہے تو ان حدیثوں کا جعل کیسے یقینی ہوگا جن کی تصحیح مولفین صحاح نے کی ہے۔

حاصل یہ کہ محدثین کے اصول کے مطابق احادیث مہدی کے بعض رجال کا بالفرض مطعون ہونا ان احادیث کا جعل ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ ابن خلدون جیسا شخص اس امر جزئی سے واقف نہ تھا، امر واقعی تو یہ ہے کہ ابن خلدون ان فرقوں کا استیصال کرنا چاہتا تھا جو مختلف لوگوں کی امامت یا مہدیت کے قائل تھے خصوصاً فرقہ اسماعیلیہ کا مقدمہ میں کہتا ہے۔

وجاء الاسماعیلیۃ منھم یدعون الوھیۃ الامام بنوع من الحلول وآخرون یدعون رجعۃ من مات من الائمۃ بنوع التناسخ وآخرون منتظرون مجئ من یقطع بموتہ منھم وآخرون منتظرون عود الامر فی اھل البیت مستدلین علی ذلک بما قدمناہ من الاحادیث فی المھدی [3]

اور ان میں اسماعیلیہ بھی ہیں جو امام کی الوہیت کے مدعی ہیں ایک قسم کے حلول کے طور پر، ان ہی میں دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو مدعی ہیں کہ ائمہ میں جو مر گئے ہیں بطریق تناسخ ان کی مکرر رجعت ہوگی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو منتظر ہیں ان کے آنے کے جو قطعی طور پر مر گئے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اہل بیت میں خلافت کے عود کرنے کے منتظر ہیں اور اس پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جنھیں مہدی کے متعلق ہم پیش کر چکے ہیں۔

ابن خلدون نے یہ خیال کیا کہ احادیث مہدی کو بے بنیاد قرار دیا جائے تو ان مختلف فرقوں اور ان کے اوہام کا خود بخود استیصال ہو جاتا ہے۔

---

[1] شرح نخبۃ الفکر (قلمی صفحہ ۶۱ (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۷۵) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [2] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۔
[3] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۹۲۹ء صفحہ ۳۵۵۔

احادیث مہدی اور حافظ ابن تیمیہ ابن خلدون سے پہلے حافظ ابن تیمیہ نے احادیث مہدی کو یوں تسلیم کیا ہے واحادیث المهدی معروفة رواها الامام احمد وابوداود وترمذی الی آخرہ[1]۔ یعنے احادیث مہدی معروف ہیں روایت کیا ہے انہیں امام احمد ابوداود اور ترمذی نے الی آخرہ۔ ابن تیمیہ کے الفاظ احادیث المهدی معروفة (احادیث مہدی معروف ہیں) سے ظاہر ہے کہ امر مہدیت ان کا معتقد علیہ تھا اور احادیث مہدی ان کے نزدیک قابل حجت۔ احادیث مہدی کی صحت حافظ ابن تیمیہ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں تسلیم کی ہے "فالجواب ان الاحادیث التی یحتج بها علی خروج المهدی احادیث صحیحة رواها ابوداود والترمذی واحمد وغیرهم[2]"۔ پس جواب یہ ہے کہ وہ حدیثیں جن سے مہدی کے ظہور پر حجت لائی جاتی ہے صحیح ہیں اور روایت کی ہے ان کی ابوداؤد، ترمذی، احمد وغیرہم نے۔

احادیث مہدی کے باب میں یہ اس شخص کی رائے ہے جو ابن خلدون سے تقریباً تئیس سال پہلے تھا اور فن حدیث میں ابن خلدون سے کہیں بڑھ کر۔

احادیث مہدی اور علامہ فیروزآبادی ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ) کے معاصر علامہ مجدالدین فیروزآبادی (وفات ۸۱۷ھ) سفر السعادت کے خاتمہ میں بعض ان احادیث سے تعرض کیا ہے جن کا تعلق عبادات اور اخبار سے ہے، ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(۱) درباب فضل لحم وآنکہ افضل طعام الدنیا والآخرة اللحم چیزے ثابت نشدہ (سفر السعادت طبع طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۵۵۱) یعنی گوشت کی فضیلت میں اور یہ کہ دنیا وآخرت کے طعام میں گوشت افضل ہے کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی۔

(۲) درباب فضائل حنا چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۵۵۶) حنا کے فضائل میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

(۳) درباب آنکہ الاجماع حجة حدیثے صحیح نشد (صفحہ ۵۷۲) یعنی اس باب میں کہ اجماع حجت ہے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

(۴) درباب القیاس حجة چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۵۷۲، ۵۷۳) اس باب میں کہ قیاس حجت ہے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

(۵) درباب ظہور آیات بعد از دویست سال چیزے ثابت نشدہ (صفحہ ۵۷۱) یعنے دوسو سال کے بعد علامات قیامت ظاہر ہونے کے باب میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

لیکن علامہ فیروزآبادی نے احادیث مہدی سے کوئی تعرض نہیں کیا اگر احادیث مہدی مسلم ومستند نہ ہوتیں تو فیروزآبادی اس کی تصریح کر دیتے۔

احادیث مہدی اور تاریخ کی شہادت سرسید احمد خاں نے "کتب احادیث" کے ذیل میں یہ تسلیم کیا ہے کہ وضعی حدیث کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ تاریخی واقعہ کے خلاف ہو۔ سرسید کی عبارت یہ ہے۔

"مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ وضعی یا بنائی ہوئی حدیثوں کے پہچاننے کی یہ صورتیں ہیں اول یہ کہ تاریخی

---

[1] منہاج السنة النبویة (طبع مصر ۱۳۲۱ھ) الجزو الثانی صفحہ ۱۳۳۔ [2] منہاج السنة الجز الرابع صفحہ ۲۱۱۔

واقعہ کے خلاف ہو[1]۔"

وضع حدیث کی علامت

شاہ عبدالعزیز کے الفاظ یہ ہیں۔

باید دانست کہ علامات وضع حدیث وکذب راوی چند چیز است اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند[2]

جاننا چاہیئے کہ وضع حدیث اور کذب راوی کی چند علامتیں ہیں اول یہ کہ تاریخ مشہور کے خلاف روایت کرے۔

اس کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے شیخ علی نے رسالۃ الرد میں یہ حدیث پیش کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ مہدی روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔

ملوك الارض اربعة، مومنان وكافران فالمومنان ذوالقرنين وسليمان وكافران نمرود وبخت نصر وسيملكها خامس من اهل بيتي (سراج الابصار صـ۲۶) یعنے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوں گے، دو مومن اور دو کافر، مومنین میں سے ذوالقرنین اور سلیمان ہیں اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک ہوگا جو ان چار کے بعد پانچواں ہوگا۔

اس حدیث میں جن چار بادشاہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک نے بھی ساری دنیا پر حکومت نہیں کی اور سر زمین حجاز و تہامہ پر خصوصاً ان کی حکومت کا نہ ہونا اظہر من الشمس ہے، یہ خبر کبھی مخبر صادق کی نہیں ہوسکتی۔ حدیث اگر تاریخی واقعہ کے خلاف ہو تو اس کی صحت ثابت نہیں ہوسکتی، اسی طرح اگر کسی حدیث کے مضمون کی تائید تاریخی واقعہ سے ہوجائے تو وہ حدیث صحیح متصور ہوگی چاہے اس کے رجال کو آپ مطعون ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں یہی حال احادیث مہدی کا ہے۔

ادب اور تاریخ کے قدیم سے قدیم ماخذ سے ہم نے ثابت کردیا ہے کہ لفظ مہدی عہد رسالت میں متعارف تھا اور امام مالک کی پیدائش سے پہلے ایک جماعت نے محمد بن الحنیفہ کو مہدی تسلیم کیا تھا، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ احادیث مہدی عالم اسلام میں پھیل چکے تھے۔ تاریخی واقعات کی تائید سے رجال مطعون کا ضعف زائل ہوجاتا ہے۔ اگر یہ ماخذ قابل حجت نہ ہوں تو کتب اسماء الرجال جن پر ابن خلدون کی جرح کا دارومدار ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ ان کی بھی حیثیت تاریخی کتب کی ہے۔ قطع نظر اس کے راویوں کے طبائع پر حکم لگانا ایک دشوار امر ہے ع کہ حال نفس نگردد بہ سالہا معلوم (متصرفہ)

حاصل یہ کہ وجود مہدی تاریخ، ادب اور کتب صحاح سے ثابت ہے۔

احادیث کی جرح اور ان کی تعدیل

ابن خلدون نے احادیث مہدی پر جو جرح کی ہے اس میں اصول حدیث سے کس قدر کام لیا ذیل کی مثالوں سے واضح ہوجاتا ہے۔

(۱) حدثنا ابوبكر بن ابي شيبة حدثنا احمد بن عبد الملك حدثنا ابوالمليح الرقي عن

---

[1] تہذیب الاخلاق (طبع لاہور) جلد دوم صـ۱۶۵۔ [2] عجالہ نافعہ عربی قلمی

زیاد بن بیان عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمہ فتذاکرنا المھدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمۃ (ابن ماجہ)

اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی ہے قد ضعفہ ابو جعفر العقیلی وقال لا یتابع علی بن نفیل علیہ ولا یعرف الا بہ[1] یعنے ابو جعفر عقیلی نے اس کی تضعیف کی ہے اور علی بن نفیل کو ناقابل اتباع قرار دیا ہے اور اسی بنا پر کہ وہ اسی حدیث سے معروف ہے۔

ابن خلدون کا یہ کہنا کہ ابو جعفر عقیلی نے اس کی تضعیف کی ہے صحیح نہیں اس لئے کہ ابو جعفر عقیلی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی تصریح نہیں کی، عقیلی کی عبارت تہذیب التہذیب میں اس طرح منقول ہے۔

ذکرہ العقیلی فی کتابہ وقال لا یتابع علی حدیثہ فی المھدی ولا یعرف الا بہ قال وفی المھدی احادیث جیاد من غیر ھذا الوجہ[2]

ذکر کیا ہے اس کا عقیلی نے اپنی کتاب میں اور کہا کہ نہیں اتباع کیا جاتا ہے اس کی حدیث کا مہدی کے باب میں اور وہ اسی حدیث سے معروف ہے عقیلی نے یہ بھی کہا کہ مہدی کے باب میں مستند جید احادیث ہیں اس طریقہ کے سوا بھی۔

صاحب ابراز الوہم المکنون نے عقیلی کی پوری عبارت درج کردی ہے۔

قال فی کتابہ علی بن نفیل حرانی وھو جد النفیلی عن سعید بن المسیب فی المھدی لا یتابع علیہ ولا یعرف الا بہ وساق ھذا الحدیث ثم قال وفی المھدی احادیث جیاد من غیر ھذا الوجہ بخلاف ھذا اللفظ فلفظ رجل من اھل بیتہ علی الجملۃ مجملا ھذا کلام العقیلی[3]

عقیلی نے اپنی کتاب میں کہا ہے، علی بن نفیل حرانی یہ جد نفیلی ہے اس نے سعید بن المسیب سے مہدی کے باب میں حدیث روایت کی ہے اور وہ اسی حدیث سے معروف یہ حدیث اسی نے پھیلائی ہے[4]۔ پھر اس نے کہا کہ مہدی کے باب میں اس طریقہ کے سوا بھی احادیث مستند و جید وارد ہیں اور اس لفظ کے خلاف "رجل من اھل بیتہ" کے الفاظ مجمل طور پر آئے ہیں۔ یہ عقیلی کا کلام ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ عقیلی کا کہنا یہ ہے کہ مہدی کے باب میں جو دوسری حدیثیں وارد ہیں ان میں مہدی کے متعلق صرف یہ مذکور ہے کہ وہ اہل بیت میں سے ایک شخص ہوگا لیکن علی بن نفیل کی روایت میں اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہے۔ علی بن نفیل سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے لہٰذا وہ ناقابل قبول ہے حالانکہ اولاد فاطمہ سے ہونا ضمناً اہل بیت سے ہونا ہے۔

عقیلی کے بیان سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ علی بن نفیل اس روایت میں منفرد ہے۔ علی بن نفیل کے باب میں تہذیب التہذیب میں یہ مذکور ہے۔

قال عبید اللہ بن جعفر الرقی سمعت | عبداللہ بن جعفر الرقی نے کہا کہ میں نے ابو المیلیح الرقی کو علی بن

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۲۵ [2] تہذیب التہذیب (طبع حیدرآباد دکن) جلد ہفتم صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ — [3] روایت کی ہے۔ [4] ابراز الوہم المکنون (طبع دمشق) صفحہ ۱۷۔

ابا المسلیح الرقی یثنی علی علی بن نفیل ویذکرہ منہ صلاحًا قال ابو حاتم لا باس بہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابو عروبۃ الحرانی مات سنۃ خمس وعشرین ومائۃ۔

نفیل کی ثنا کرتے ہوئے اور انہیں صالح کہتے ہوئے سنا اور ابو حاتم نے کہا کہ اس سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور ابن حبان نے علی بن نفیلی کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابو عروبہ نے کہا ہے کہ اس نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔

کسی ایسے راوی سے جس کو حفاظ ثقہ اور صالح تسلیم کرتے ہوں اگر ایک ہی روایت مروی ہو تو اس روایت کا ضعیف ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ نیز ابو جعفر عقیلی کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ علی بن نفیل اس روایت میں متفرد ہے اس لئے کہ دوسری اصادیث میں بھی مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا مذکور ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے بھی مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا تسلیم کیا ہے' ابن تیمیہ کی عبارت یہ ہے۔

وایضاً فیہ المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ[1] حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہ سے ہوگا۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے' تواتر کو ملا علی قاری نے بھی "رسالۃ المہدی" میں اس طرح تسلیم کیا ہے قد تواترت الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذکر المھدی وانہ من اھل بیتہ[2]' یعنے امام مہدی کے باب میں اور ان کے اہل بیت سے ہونے کے بارے میں رسول اللہؐ سے احادیث متواتر[3] وارد ہیں۔

ابن خلدون' ابو جعفر عقیلی کے حوالہ سے علی بن نفیل کو ناقابل اتباع قرار دے کر اس روایت کی اور ضمناً مسئلہ مہدیت کی نفی کرنا چاہتا ہے حالانکہ خود عقیلی احادیث مہدی کی صحت اور وجود مہدی کا قائل تھا اور اس کے الفاظ فی المھدی احادیث جیاد (مہدی کے باب میں احادیث جید ہیں) اس پر شاہد ہیں۔

جرح کا دارومدار کتب اسماء الرجال پر ہے اور قدیم ترین کتب رجال طبقات ابن سعد (وفات مصنف ۲۳۰ھ) کے حوالے سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ احادیث مہدی کے عام ہونے کی بنا پر ایک جماعت نے محمد بن الحنیفہ کو ۶۵ھ سے قبل مہدی تسلیم کر لیا تھا اور علی بن نفیل نے جس پر ابن خلدون نے جرح کرنے کی کوشش کی ہے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔

مارگولیت کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ کثیر ابن الحنیفہ کو مہدی مانتا تھا اور ان کے لئے مہدی کا لفظ استعمال کیا ہے' کثیر علی بن نفیل کا معاصر ہے اس لئے کہ اس کا سال وفات ۱۰۵ھ ہے۔ علی بن نفیل کے معاصرین کے کلام سے بھی احادیث مہدی کے عام ہو جانے کی شہادت ملتی ہے تو ابن خلدون کا علی بن نفیل کو ضعیف قرار دے کر مسئلہ مہدیت کی تضعیف کرنا بے سود ہے۔

(۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا ابو داود الحفری حدثنا یاسین عن ابراھیم بن محمد

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ہفتم صفحہ ۳۹۱ [2] منہاج السنۃ جزء الرابع صفحہ ۲۱۱ [3] المہدی (مطبوعہ) صفحہ ۱۵ (کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن عقائد و کلام نمبر ۶۵) [4] متواتر المعنی۔

بن الحنفیہ عن امہ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا اھل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ (ابن ماجہ)

ابن خلدون نے اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی ہے۔

ویاسین العجلی وان قال فیہ ابن معین لیس بہ باس فقد قال البخاری فیہ نظر وھذہ اللفظۃ فی اصطلاحۃ قویۃ فی التضعیف جد اواورد لہ ابن عدی فی الکامل والذھبی فی المیزان ھذا الحدیث علی وجہ الاستنکار وقال ھو معروف بہ[1]

اور یاسین عجلی کے بارہ میں اگرچہ ابن معین کہتا ہے کہ اس کی حدیث میں چنداں حرج نہیں ہے لیکن امام بخاری 'فیہ نظر' (یہ محل تامل ہے) کہتے ہیں اور ان کی یہ اصطلاح ہے کہ ہمیشہ ضعیف تر کے لئے استعمال کرتے ہیں اور ابن عدی نے کامل میں اور ذھبی نے میزان میں یہ حدیث بطریق انکار وارد کی ہے اور کہا ہے کہ وہ اسی سے معروف ہیں۔

ابن خلدون کا یہ کہنا کہ ابن عدی نے کامل میں اور ذھبی نے میزان میں اس حدیث سے انکار کیا ہے صحیح نہیں۔ ذھبی نے میزان میں اس حدیث سے انکار نہیں کیا بلکہ صرف ابن عدی کا قول پیش کیا ہے کہ اس نے یاسین کے باب میں یہ حدیث لکھا ہے۔ یاسین اس حدیث سے معروف ہے یعنے کوئی دوسری حدیث اس سے مروی نہیں ہے۔ راوی صالح سے ایک ہی حدیث کا مروی ہونا اس کے ضعف کو مقتضی نہیں۔ یاسین کے باب میں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے۔

قال الدوری عن ابن معین لیس بہ باس وقال اسحٰق بن منصور عن ابن معین صالح وقال ابوزرعہ لا باس بہ وقال البخاری فیہ نظر ولا اعلم حدیثاً غیر ھذا قلت وقال یحیٰی بن یمان رایت سفیان الثوری یسئال یاسین عن ھذا الحدیث قال ابن عدی وھو معروف بہ انتھی ووقع فی سنن ابن ماجہ عن یاسین غیر منسوب فظنہ بعض الحفاظ المتاخرین یاسین بن معاذ الزیات فضعف الحدیث فلم یصنع شیئاً[2]۔

دوری نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ یاسین سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور اسحٰق بن منصور نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ یاسین صالح الحدیث ہے اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ یاسین سے حدیث لینے میں حرج نہیں ہے اور امام بخاری نے اس کے باب میں 'فیہ نظر' کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کے سوا میں اس کی کوئی اور حدیث نہیں جانتا اور یحیٰی بن معین نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری کو یاسین سے اس حدیث کے باب میں سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ اسی حدیث سے معروف ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں صرف لفظ یاسین بغیر کسی نسبت کے آیا ہے اس لئے بعض حفاظ متاخرین نے یہ گمان کیا کہ وہ یاسین بن معاذ الزیات ہے پس انہوں نے اس کی تضعیف کی اور یہ تضعیف کچھ بھی نہیں

---

[1] بمقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۵۰ [2] اس حدیث سے انکار کیا ہے [3] میزان الاعتدال (طبع مطبع انوار محمدی لکھنؤ) ص ۴۷۰ [4] تہذیب التہذیب جلد یازدہم صفحہ ۱۷۳۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن معین اور ابوزرعہ نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور امام بخاری نے جرح کی ہے' ابوزرعہ اور ابن معین کا شمار مشاہیر ائمہ حدیث میں ہے۔ امام احمد بن حنبل جیسے امام حدیث نے ابن معین کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔

قال محمد بن رافع سمعت احمد بن حنبل یقول کل حدیث لا یعرفہ ابن معین فلیس ھو بحدیث وفی روایۃ فلیس ھو ثابتا[1]

محمد بن رافع نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ حدیث جس کو ابن معین پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ وہ ثابت نہیں ہے۔

خطیب نے ان کے باب میں یہ کہا ہے۔ کان اماما ربانیا عالما حافظا ثبتا متقنا[2]' یعنے ابن معین امام ربانی تھے' عالم' حافظ' مستند اور صاحب اتقان تھے۔

ابوزرعہ اور ابن معین جیسے ائمہ حدیث نے یاسین کو صالح الحدیث مانا ہے اور یہ کہا ہے اس سے حدیث لینے میں حرج نہیں' ظاہر ہے کہ انہوں نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور یہ تعدیل مفسر یعنے ظاہر ہے اور امام بخاری کا فیہ نظر (یہ محل تامل ہے) کہنا تجریح ہے لیکن مبہم' اس لئے کہ امام بخاری نے کوئی وجہ بیان نہیں کی کہ یاسین ان کی نظر میں کیوں محل تامل ہے۔ اب رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ اس حدیث کے سوا کوئی دوسری حدیث اس سے مروی نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث جو اس نے روایت کی ہے ضعیف ہے۔

حاصل یہ کہ امام بخاری کی جرح مبہم ہے اور یہ مسلم ہے کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں ہے لہٰذا وہ تعدیل مفسر کا تعارض نہ کر سکے گی بدرالدین عینی نے کہا ہے۔

فی الصحیح جماعۃ جرحھم بعض المتقدمین وھو محمول علی انہ لم یثبت جرحھم بشرطہ فان الجرح ما یثبت الا مفسرا مبین السبب عند الجمھور[3]

صحیح بخاری میں ایک جماعت رجال ہے جن پر بعض متقدمین نے جرح کی ہے اور وہ اس بات پر محمول ہے کہ جرح کی جو شرط ہے اس کے مطابق ان کی جرح ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ جمہور کے نزدیک جرح اسی وقت ثابت ہے جب کہ واضح ہو اور سبب جرح کھول کر بیان کر دیا جائے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ جرح جو واضح نہ ہو اور سبب کو بیان نہ کرے جمہور کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے صاحب ابراز الوہم المکنون نے لکھا ہے۔ واما الجرح فانہ لا یقبل الا مفسرا مبین السبب[4] لیکن جرح تو وہ قبول نہیں کی جاتی مگر جب کہ وہ واضح ہو اور سبب کو بیان کرے۔

آگے چل کر کہتے ہیں ھذا ظاھر مقرر فی الفقہ والاصول وذکر الخطیب الحافظ انہ مذھب الائمۃ من حفاظ الحدیث ونقادہ مثل البخاری ومسلم وغیرھما[5]۔ یعنے یہ فقہ اور اصول میں ظاہر اور مقرر ہے خطیب حافظ نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے' ائمہ حفاظ حدیث اور ناقدین کا جیسے امام بخاری اور ان کے سوا

---

[1] تہذیب التہذیب جلد یازدہم صفحہ ۲۸۶۔ [2] تہذیب التہذیب جلد یازدہم صفحہ ۲۸۸۔ [3] شروط الائمۃ الخمسۃ مصنفہ حازمی (مطبع مطبعۃ الترقی دمشق ۱۳۴۶ھ حاشیہ صفحہ ۱۳۔ [4] ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون (طبع دمشق) صفحہ ۲۹۔ [5] ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون (طبع دمشق صفحہ ۲۹۔

دوسروں کا مذہب بھی یہی ہے

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کے مذہب میں بھی جرح مبہم قابل قبول نہیں ہے۔ ابوزرعہ اور ابن معین نے یاسین کی تعدیل کی ہے اور یہ تعدیل مفسر ہے اور امام بخاری کا قیہ نظر کہنا جرح مبہم ہے اور وہ تعدیل مفسر کے متعارض نہیں اس لحاظ سے امام بخاری کا قول پیش کر کے یاسین کی روایت کی تضعیف کرنا بے بنیاد ہے۔ قطع نظر اس کے یاسین عجلی سے ابوداود الحضری نے روایت کی ہے۔ ابوداود الحضری کا نام عمر بن سعد بن عبید ہے ان کے باب میں تہذیب التہذیب میں یہ مرقوم ہے قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقة ..... وقال الآجری عن ابی داود کان جلیلا مبتدا[1]۔ یعنی عثمان دارمی نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابوداود حضری ثقہ ہے اور آجری نے ابوداود کی روایت سے کہا کہ وہ نہایت جلیل القدر ہے۔

ابوداود الحضری جن کو ابن معین نے ثقہ تسلیم کیا ہے اور ابوداود نے جنھیں حدیث میں نہایت جلیل القدر مانا ہے یاسین سے روایت کرتے ہیں لہٰذا یاسین کا صرف اسی حدیث سے معروف ہونا اس حدیث کو ضعیف نہیں کر سکتا۔

(۳) حدثنا یحیی احمد بن یوسف قال حدثنا عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن ابی اسما الرحبی عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل عند کنزکم ثلاثة کلهم ابن خلیفه ثم لا یصیر الی واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال اذا رایتموه فبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة اللہ المهدی (ابن ماجہ)

اس حدیث پر ان الفاظ میں جرح کی گئی ہے۔

ورجاله رجال الصحیحین الا ان فیه ابا قلابة الجرمی وذکر الذهبی وغیر انه مدلس وفیه سفیان الثوری وهو مشهور بالتدلیس وکل واحد منهما عنعن ولم یصرح بالسماع فلا یقبل وفیه عبد الرزاق بن همام وکان مشهورا بالتشیع وعمی فی آخر وقته فخلط قال ابن عدی حدث بالاحادیث فی الفضائل لم یوافقه علیها احد ونسبوه الی التشیع انتهی[2]

اس حدیث کے رجال رجال صحیحین ہیں لیکن سلسلہ رواۃ میں ابو قلابہ الجرمی ہے اور ذہبی وغیرہ اس کو مدلس بتاتے ہیں اور سفیان ثوری بھی اس حدیث کا راوی ہے اور وہ عام طور سے مدلس مشہور ہے ان دونوں نے حدیث کو عنعن کر دیا ہے لیکن سماع کی صراحت نہیں کی ہے اس لئے وہ قبول نہیں کی جا سکتی اور عبد الرزاق بن ہمام بھی اس کا راوی ہے جو شیعہ مشہور ہے اور آخر وقت میں اندھا ہو گیا تھا اور حدیث کو خلط ملط کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ فضائل میں اس نے اکثر حدیثیں بیان کی ہیں جس سے کسی کو اتفاق نہیں اور لوگ اسے تشیع سے منسوب کرتے ہیں۔

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ہفتم صفحہ ۴۵۲۔ [2] مقدمہ ابن خلدون (طبع مصر ۱۳۲۹ھ) صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳۔

(ا) ابن خلدون کا ابو قلابہ (عبداللہ بن زید البصری) اور سفیان ثوری پر جرح کرنا اور اس جرح کی بنا پر یہ حکم لگانا کہ احادیث مہدی باطل ہیں حقیقت سے دور ہے۔ رجال کی قدیم ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ابو قلابہ کو ثقہ کہا گیا ہے ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں ابو قلابہ الجرمی اسمہ عبد اللہ بن زید وکان ثقۃ کثیر الحدیث یعنی ابو قلابہ الجرمی ان کا نام عبداللہ بن زید ہے۔ یہ ثقہ تھے اور کثیر الحدیث تھے[1]۔

صاحب تہذیب التہذیب نے یہ لکھا ہے ذکرہ ابن سعد فی الطبقۃ الثانیۃ من اھل البصرۃ وقال کان ثقۃ کثیر الحدیث[2] یعنے ابن سعد نے اہل بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں ابو قلابہ کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ یہ ثقہ تھے اور کثیر الحدیث تھے۔ یہاں ان کا مدلس ہونا مذکور نہیں ہے۔ ابن سعد کا سال وفات ۲۳۰ھ ہے اس کے بعد ذہبی (سال وفات ۷۴۵ھ) نے میزان میں یہ لکھا ہے۔ عبد اللہ بن زید ابو قلابۃ الجرمی امام شہیر من علما التابعین ثقۃ فی نفسہ الا انہ مدلس یعنی ابو قلابہ علمائے تابعین سے امام شہیر ہیں، یہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر یہ کہ مدلس ہیں ابن حاتم نے ان کی تدلیس سے ان الفاظ میں انکار کیا ہے لا یعرف لہ تدلیس[3] یعنی ابو قلابہ تدلیس میں معروف نہیں ہے اور عجلی نے انہیں ثقہ تسلیم کیا ہے قال العجلی بصری تابعی ثقۃ[4] یعنے عجلی نے کہا ہے کہ یہ بصری تابعی ثقہ ہیں۔ ابو قلابہ کی وفات جیسا کہ تہذیب التہذیب میں مذکور ہے ۱۰۴ھ ہے۔

(ب) اسی طرح سفیان ثوری بھی امام حدیث مانے گئے ہیں، صاحب تہذیب التہذیب نے یہ لکھا ہے، قال شعبۃ وابن عیینۃ وابو عاصم وابن معین وغیر واحد من العلما سفیان امیر المومنین فی الحدیث[5] یعنی شعبۃ، ابن عیینۃ ابو عاصم اور ابن معین اور متعدد علما نے کہا ہے کہ سفیان حدیث میں امیر المومنین ہیں۔

ابن مبارک نے یہ بیان کیا ہے کتبت عن الف ومایۃ شیخ ما کتبت من افضل من سفیان[6] یعنی ابن مبارک نے کہا کہ میں نے ایک ہزار ایک سو شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں لیکن سفیان سے افضل کسی شخص سے میں نے حدیث نہیں لکھی۔

یحییٰ ابن معین نے یہ کہا ہے لا یقدم علی سفیان فی زمانہ احد فی الفقہ والحدیث والزھد وکل شئی[7] یعنے فقہ، حدیث، زہد اور ہر بات میں کوئی شخص سفیان کے زمانہ میں سفیان سے بڑھ کر نہیں تھا۔

ابو قطن نے کہا ہے قال لی شعبۃ ان سفیان ساد الناس بالورع والعلم[8] یعنے شعبہ نے مجھ سے کہا کہ سفیان لوگوں کے سردار ہیں پرہیزگاری اور علم میں۔

خطیب نے سفیان کے بارے میں یہ لکھا ہے کان اماما من ائمۃ المسلمین[9] یعنے سفیان ائمہ مسلمین میں سے ایک امام تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد (طبع لیدن) الجزء السابع القسم الاول [2] تہذیب التہذیب جلد پنجم ص ۲۲۴ [3] تہذیب التہذیب جلد پنجم صفحہ ۲۲۶۔
[4] تہذیب التہذیب جلد پنجم صفحہ ۲۲۶۔ [5] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۱ [6] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۳۔
[7] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۳۔ [8] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۴ [9] تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ ۱۱۴

ذہبی نے بھی سفیان کو صاحب نقد و ذوق تسلیم کیا ہے۔ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں ولکن له نقد و ذوق جو شخص صاحب انتقاد اور صاحب ذوق ہو اس کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کیا شبہ۔ اب رہی یہ بحث کہ مدلس کی روایت قابل قبول ہے کہ نہیں خصوصاً ابوقلابہ اور سفیانی جیسے محدث کی جو ثقہ اور امام حدیث تسلیم کئے گئے ہوں۔

شروط الائمۃ الخمسۃ کے حاشیہ میں "جامع التحصیل لاحکام المراسیل" کے حوالہ سے کوثری نے یہ لکھا ہے۔

قال الحافظ ابو سعید صلاح الدین العلائی فی جامع التحصیل لاحکام المراسیل بعد ان اسرد اسماء من ذکر بالتدلیس من الرواۃ ھؤلاء و کلھم لیسوا علی حد واحد بحیث انه یتوقف فی کل ما قال فیه واحد منھم (عن) ولم یصرح بالسماع بل ھم علی طبقات اولھا من لم یوصف بذلک الا نادرا جدا بحیث انه لا ینبغی ان یعد فیھم کیحیی بن سعید وھشام بن عروہ وموسیٰ بن عقبہ وثانیھا من احتمل الائمۃ تدلیسه وخرجوا له فی الصحیح وان لم یصرح بالسماع وذلک اما لامامته او لقلۃ تدلیسه فی جنب ما روی او انه لا یدلس الا عن ثقۃ وذلک کالزھری وسلیمان الاعمش وابراھیم النخعی واسمٰعیل بن ابی خالد وسلیمان التیمی وحمید الطویل والحکم بن عتبۃ ویحیی بن ابی کثیر وابن جریج والثوری وابن عیینۃ وشریک وھشیم ففی الصحیحین وغیرھما لھؤلاء الحدیث الکثیر مما لیس فیه التصریح بالسماع ولبعض الائمۃ حمل ذلک علی ان الشیخین اطلعا علی سماع الواحد لذلک الحدیث الذی اخرجه بلفظ عن ونحوھا من شیخه[1]

حافظ ابوسعید صلاح الدین العلائی نے جامع التحصیل لاحکام المراسیل میں کہا ہے ان لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد جن کا مدلسین میں شمار ہوتا ہے یہ تمام مدلسین ایک ہی حیثیت کے نہیں ہیں کہ جو کچھ ان کی نسبت کہا ہے اس پر توقف کیا جائے ان میں سے ایک جماعت فلان، عن فلاں کہہ کر روایت کرتی ہے اور اس میں سماعت کی صراحت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے کئی طبقے ہیں، پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو شاذ و نادر ہی تدلیس سے موصوف ہوتے ہیں اس طرح کہ ان کا شمار مدلسین میں نہ ہونا چاہیے جیسے یحیی بن سعید، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن عقبہ اور دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی تدلیس کا ائمہ کو احتمال ہے اور صحیح میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے اگرچہ سماعت کی صراحت نہیں ہے اور تخریج اس لئے کرتے ہیں کہ وہ امام حدیث تھے یا جو ان کی روایتیں ہیں ان میں بہت کم تدلیس پائی جاتی ہے یا یہ کہ وہ تدلیس بھی کرتے ہیں تو ثقہ ہی سے تدلیس کرتے ہیں۔ دوسرے طبقہ میں زہری، سلیمان الاعمش ابراہیم نخعی، اسمٰعیل بن ابی خالد، سلیمان التیمی حمید الطویل حکم بن عتبہ، یحیی بن ابی کثیر، ابن جریج، ثوری، ابن عیینۃ، شریک وہشیم جیسے لوگ ہیں۔ ان کی بہت سی حدیثیں صحیحین اور غیر صحیحین میں ہیں جن میں سماعت کی صراحت نہیں ہے اور بعض ائمہ نے اس کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ وہ حدیث جس کی تخریج لفظ عن اور اس کے جیسے الفاظ سے اپنے شیخ سے کی ہے اس حدیث میں سماع واحد کی شیخین کو اطلاع تھی۔

---

[1] شروط الائمۃ الخمسۃ مصنفہ حازمی (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۳۳۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو امام حدیث مانے جاتے ہیں اور بہت کم تدلیس کرتے ہیں یا یہ کہ سوائے ثقہ کے کسی سے تدلیس نہیں کرتے ان کی روایت قابل قبول ہے ایسے ائمہ حدیث میں سفیان ثوری بھی ہیں جن پر ابن خلدون کو اعتراض ہے۔

صاحب ابراز الوہم المکنون نے ان مدلسین کے نام لکھے ہیں "زہری، سلیمان الاعمش، ابراہیم النخعی، اسمعیل بن ابی خالد، سلیمان التیمی، حمید الطویل، الحکم بن عتبہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابن جریج، سفیان الثوری، ابن عیینۃ شریک ہشیم"[1] اور اس کے بعد یہ لکھا ہے ففی الصحیحین وغیرھما لھؤلاء الحدیث الکثیر مما لیس فیہ التصریح بالسماع یعنے صحیحین اور ان کے سوا دوسری کتابوں میں ان مدلسین کی حدیثیں کثرت سے درج کی گئی ہیں اگرچہ ان میں سماعت کی تصریح نہیں ہے جب شیخین نے مدلسین کی روایت قبول کی ہے تو معلوم ہوا کہ تدلیس بہت قلیل تھی اور ثقہ کے سوا کسی سے تدلیس نہیں کی جاتی تھی۔

محدثین سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عہد نبوی میں نابالغ تھے، شرط روایت میں ایک یہ بھی ہے کہ راوی عاقل و بالغ و متقن الفہم ہو با ایں ہمہ حضرت ابن عباسؓ کی وہ تمام روایتیں محدث لیتے ہیں جن میں وہ قال رسول اللہ صلعم بلا واسطہ کہہ دیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ انہوں نے فلاں صحابی سے اس کی روایت کی ہے اور صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کیا ارسال میں تدلیس کا شائبہ نہیں پیدا ہوتا اس پر کون جرح کر سکتا ہے؟ شیخ عبدالحق نے شرح السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ تدلیس اور ارسال حقیقت میں ایک ہیں شیخ عبدالحق کی عبارت یہ ہے "وفی الحقیقت حکم تدلیس در رد و قبول مثل مرسل آمد[2]"۔ یعنے حقیقت میں تدلیس کا حکم رد و قبول کے اعتبار سے مرسل کے جیسا ہے۔

امام بخاری بھی اپنے شیخ محمد بن یحییٰ الذھلی کے نام کا اخفا کرتے ہیں۔

واما البخاری فاخرج حدیث الذھلی فی صحیحہ مع ما جری بینھما الا انہ کان یقول حدثنا محمد او حدثنا محمد بن خالد ینسبہ الی جدہ اخذا بعلمہ ودفعا لما یتوھم من ان شیخہ محق فی طعنہ لو صرح باسمہ[3]۔

اور بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں ذہلی سے حدیث کی تخریج کی ہے باوجود اس کے کہ دونوں کے درمیان ماجرا گذر چکا تھا بخاری کہتے تھے کہ محمد نے ہمیں حدیث سنائی یا یوں کہتے ہیں کہ محمد بن خالد نے ہمیں حدیث سنائی۔ محمد کو ان کے باپ کے عوض دادا سے منسوب کرتے ہیں یہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا علم حاصل ہو جائے اور اس اعتراض کو دفع بھی کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ نے جو طعن کیا ہے اس طعن میں وہ حق بجانب نہیں ہیں اگر ان کے نام کی تصریح کی جاتی تو یہی اعتراض وارد ہوتا۔

حاصل یہ کہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ سفیان اور ابو قلابہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ وہ تدلیس کرتے ہیں اور سماعت کی صراحت نہیں ہے ناواقفوں کو فریب دینا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک تدلیس قابل قبول ہے مگر اسی وقت جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ تدلیس نہیں کی جاتی ہے مگر ثقہ سے جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے[4]۔

---

[1] ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون (طبع دمشق) صفحہ ۱۱۸ [2] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء) صفحہ ۷۔
[3] شروط الائمۃ الخمسۃ (طبع دمشق) حاشیہ صفحہ ۱۰۔ [4] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۔

(ج) ابن خلدون نے عبدالرزاق کو شیعہ کہا ہے اور یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے حالانکہ محدثین کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ غالی شیعہ کی روایت اہل بیت کے فضائل میں قبول نہیں کی جاتی۔ شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسعادت میں لکھا ہے "نیز معرفت وضع احادیث را قرائن داشتہ اند مثل روایت شیعی غالی حدیث را در فضائل اہل بیت سلام اللہ علیہم اجمعین[1]" یعنے حدیث موضوع کی پہچان کے قرائن ہیں جیسے کہ غالی شیعہ کا روایت کرنا اہل بیت کے فضائل میں سلام اللہ علیہم اجمعین۔ یہاں اہل بیت کی فضلیت سے بحث نہیں ہے اس سے قطع نظر عبدالرزاق کا غالی شیعہ ہونا بھی ثابت نہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

(۱) صاحب تہذیب التہذیب نے یہ روایت کی ہے۔

قال احمد بن صالح المصری قلت لاحمد بن حنبل رایت احدا احسن حدیثا من عبدالرزاق قال لا وقال ابوزرعہ الدمشقی عبدالرزاق احد من ثبت حدیثہ[2]

احمد بن صالح مصری نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جو حدیث میں عبدالرزاق سے بہتر ہو کہا کہ نہیں اور ابوزرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ عبدالرزاق ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث ثابت ہے۔

(۲) تہذیب التہذیب میں عبداللہ بن احمد سے یہ مروی ہے۔

قال عبد اللہ بن احمد سالت ابی ھل کان عبد الرزاق یتشیع ویفرط فی التشیع فقال اما انا فلم اسمع منہ فی ھذا شیئا وقال عبد اللہ ابن احمد سمعت سلمۃ ابن شبیب یقول سمعت عبد الرزاق ما انشرح صدری قط ان افضل علیا علی ابی بکر وعمر رحم اللہ ابا بکر وعمر وعثمان من لم یحبھم فما ھو مومن وقال اوثق اعمالی حبی ایاھم[3]

عبداللہ ابن احمد نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کیا عبدالرزاق شیعی تھے اور کیا شیع میں غلو کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس باب میں ان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی (جس سے ان کی شیعیت ثابت ہو) اور عبداللہ ابن احمد نے کہا کہ میں نے سلمۃ بن شبیب سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے دل میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ حضرت علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دوں اللہ رحم کرے ابوبکر و عمر و عثمان پر ان سے جو محبت نہ رکھے وہ مومن نہیں اور عبدالرزاق نے کہا کہ میرے زیادہ موثق اعمال یہی ہیں کہ مجھے ان کی محبت ہے۔

یہ ہے عبدالرزاق کے تشیع کی حقیقت، اب رہا احادیث کا لینا تو ابن عدی نے یہ کہا ہے قد وصل الیہ ثقات المسلمین وائمتھم وکتبوا عنہ الا انھم نسبوہ الی التشیع (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۳) یعنی ثقہ محدثین اور ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں حاصل کرنے کے لئے سفر کیا ہے اور ان کی روایتیں لکھی ہیں البتہ انہوں نے عبدالرزاق کو تشیع سے منسوب کیا ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں محمد بن اسمٰعیل الفزاری سے یہ روایت کی گئی ہے۔

قال محمد بن اسمٰعیل الفزاری بلغنی و

محمد بن اسمٰعیل فزاری نے کہا کہ ہمیں شہر صنعا میں یہ خبر پہنچی

---

[1] شرح سفرالسعادت (طبع نولکشور ۱۹۰۳ء صفحہ ۵۰۳) [2] تہذیب التہذیب جلد ششم صفحہ ۳۱۱۔ [3] تہذیب التہذیب جلد ششم صفحہ ۳۱۳۔

نحن بصنعا ان احمد و یحیی ترکا حدیث عبدالرزاق فدخلنا غم شدید فوافیت ابن معین فی الموسم فذکرت له فقال یا اباصالح لو ارتد عبدالرزاق ما ترکنا حدیثه

(تہذیب التہذیب جلد ۶، صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵)

کہ احمد اور یحییٰ نے عبدالرزاق کی حدیثیں ترک کیں ہمیں بہت غم ہوا۔ میں نے حج کے موسم میں ابن معین سے ملاقات کی پس میں نے ان سے اس کا ذکر کیا پس ابن معین نے کہا اے ابوصالح اگر عبدالرزاق مرتد بھی ہو جائے تو ہم اس کی حدیثیں نہیں ترک کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرزاق غالی شیعہ نہ تھے، یہ ثقہ مانے جاتے تھے۔ ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں لی ہیں، ابن معین کا قول گزر چکا، وہ انہیں انتہا درجہ ثقہ مانتے ہیں ایسی صورت میں مہدیؑ کی روایت کس طرح قابل قبول نہ ہوگی؟

کیا ابن خلدون، عبدالرزاق کی حقیقت سے واقف نہ تھے؟ کیا عامۃ الناس کو احادیث مہدی سے بدظن کرنے کے لئے یہ طریقہ نہیں اختیار کیا گیا؟ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) کے بیان سے ثابت ہے کہ صرف ایک شخص کے سوائے تمام ائمہ نے عبدالرزاق کو ثقہ مانا ہے۔ ابن حجر کی عبارت یہ ہے۔

عبدالرزاق بن همام بن نافع الحمیری الصنعانی احد الحفاظ الاثبات صاحب التصانیف وثقه الائمه کلهم الا العباس بن عبدالعظیم العنبری وحده فتکلم بکلام افرط فیه ولم یوافقه علیه احد

عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی، صاحب تصانیف اثبات حفاظ میں سے ہیں۔ ایک عباس بن عبدالعظیم العنبری کے سوا تمام ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے صرف اسی نے ان کے باب میں حد سے زیادہ کلام کیا ہے جس سے کسی نے بھی اتفاق نہیں کیا۔

اب رہا ابن خلدون کا یہ کہنا کہ عبدالرزاق اخیر عمر میں اندھے ہو گئے تھے اور حدیث کو خلط ملط کرتے تھے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حدیث زیر بحث بھی انہوں نے اسی زمانہ میں سنی یا روایت کی۔ عبدالرزاق کا سنہ پیدائش ۱۲۶ھ ہے اور سال وفات ۲۱۱ھ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴) اس سے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی پیدائش سے برسوں پہلے یعنے ۶۵ھ سے قبل ہی احادیث مہدی عالم اسلام میں عام ہو چکے تھے۔

محدثین کے ہاں کسی صحیح حدیث کے راوی دو سے زیادہ ہوں تو وہ خبر مشہور[1] ہے ہم نے صحاح کی ایسی تین حدیثوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت کر دی ہے جن میں لفظ مہدی مذکور ہے، اس لحاظ سے عہد رسالت میں امام مہدی کی حدیثوں کا مشہور ہونا ثابت ہے اس لئے تو حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت حسان بن ثابت نے رسول اللہ صلعم کے لئے لفظ مہدی استعمال کیا تھا۔

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۶

باب ہشتم

اثبات فرائض

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معاد (القصص رکوع)
(جس خدا نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن میں پھر پہنچائیگا) سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلعم پر فرض تھا اسی طرح آپ کی امت پر بھی فرض ہوگا اور جو احکام قرآن کریم سے ثابت ہوں گے وہ بھی فرض ہوں گے. امام فخر رازی نے "فرض علیک القرآن" کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے۔

قال ابوعلی الذی فرض علیک احکامه وفرائضه[1] | ابوعلی نے کہا کہ جس نے فرض کیا تجھ پر اس کے احکام اور اس کے فرائض کو

مثلاً خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرمایا تو اس امر کا ترک کر دینا مسلمانوں پر فرض ہے. ذیل میں اسکی چند مثالیں درج کیجاتی ہیں

(۱) فلا تجعلوا لله انداد او انتم تعلمون (البقرة ع۲) | پس مت مقرر کرو واسطے اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو.

(۲) لا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون (البقرة ع۶) | حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور حق کو مت چھپاؤ اور تم جانتے ہو.

(۳) ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروهن (البقرة ع۲۳) | پھر رات تک روزہ کو پورا کرو اور ان (عورتوں) سے مباشرت مت کرو.

(۴) ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن (البقرة ع۲۷) | اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جبتک کہ وہ ایمان نہ لاویں.

(۵) ولا تکتموا الشهادة (البقرة ع۳۹) | اور مت چھپاؤ شہادت کو.

(۶) یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا ضعافا مضعفة (آل عمران ع۱۴) | اے ایمان والو سود مت کھاؤ دونا دگنا کئے ہوئے.

(۷) لا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء الا ما قد سلف (النساء ع۳) | اور نکاح مت کرو اس کو جو نکاح کیا ہے تمہارے آبا نے عورتوں سے مگر جو بات گزر گئی گزر گئی.

(۸) ولا تقتلوا انفسکم (النساء ع۵) | اور تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو.

(۹) یا ایها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰة | اے ایمان والو نماز کے نزدیک مت جاؤ اس حالت میں

---

[1] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء السادس صفحہ ۶۳۳۔

وانتم سکاریٰ (النساء ع)	کہ تم مست ہو۔
(۱۰) ولا تقتلوا اولادکم من املاق (الانعام ع ۱۹)	اور مت مار ڈالو اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے۔
(۱۱) ولا تکونن من المشرکین (یونس ع)	اور مت ہو مشرکین سے۔
(۱۲) ولا تنقصوا المیکال والمیزان (ہود ع)	اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو۔
(۱۳) ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ (بنی اسرائیل ع)	اور زنا کے نزدیک مت جاؤ تحقیق وہ بے حیائی ہے۔
(۱۴) یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علی اھلھا (النور ع)	اے ایمان والو مت داخل ہو گھروں میں سوائے اپنے گھروں کے یہانتک کہ اجازت لو اور سلام کرو ان کے رہنے والوں پر۔
(۱۵) ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین (احزاب ع)	اور اطاعت نہ کرو کافروں اور منافقوں کی۔
(۱۶) یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ع)	اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو مت باطل کرو۔
(۱۷) یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات ع)	اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے مت بلند کیا کرو۔
(۱۸) ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا (الحجرات ع)	اور جاسوسی نہ کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔
(۱۹) ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن (البقرہ ع)	اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔
(۲۰) ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا (النحل ع)	اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے نہ توڑو۔
(۲۱) ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ ع)	اور مت مدد کرو گناہ اور ظلم کی۔

ان مثالوں سے واضح ہو گیا کہ خداوند تعالیٰ نے جس امر سے منع فرمایا ہے اس کا ترک کر دینا فرض ہے۔ اور جس امر کی سزا خداوند تعالیٰ نے جہنم قرار دی ہو ظاہر ہے کہ اس کا ترک کرنا بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔

ہجرت تارکین ہجرت کے لئے خداوند تعالیٰ نے وعید نازل کی ہے اس لحاظ سے ترک ہجرت کا ترک کر دینا یعنے ہجرت کرنا فرض ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم (النساء ع ۱۴)	بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنھوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کیا خدائے تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہیئے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(۱) صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

وهذا دليل على ان الرجل اذا كان في بلد لا يتمكن فيه من اقامة امر دينه كما يجب لبعض الاسباب والعوائق عن اقامة الدين لا تنحصر او علم انه في غير بلده اقوم بحق الله وادوم على العبادة حقت عليه المهاجرة[1]

اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ انسان اگر کسی شہر میں ہو جہاں بعض اسباب موانع کی وجہ سے جیسا کہ چاہیئے اقامت امر دین ممکن نہ ہو تو وہیں رہنے پر انحصار نہ ہونا چاہیئے یا اس کے علم میں ہو کہ کسی دوسرے شہر میں اللہ کے حقوق زیادہ خوبی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے اور عبادت پر مداومت کر سکتا ہے تو اس پر ہجرت لازم ہو جاتی ہے۔

(۲) صاحب تفسیر بیضاوی نے "فتهاجروا فيها" کے ذیل میں لکھا ہے۔

وفي الآية دليل على وجوب الهجرة من موضع لا يتمكن الرجل فيه من اقامة دينه[2]

اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس جگہ سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے جہاں انسان اپنا دین اچھی طرح قائم نہیں کر سکتا۔

کشاف اور بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث بھی درج کی گئی ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ "من فر بدينه الى آخره" اس کی تفصیل بعد کو آئے گی۔

(۳) امام زاہد نے تفسیر زاہدی میں الذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قال بعضهم الهجرة باقية غير منسوخة واحتجوا بقول النبي صلى الله عليه وسلم الهجرة باقية الى يوم القيامة[3]

بعض نے کہا ہے کہ ہجرت باقی و غیر منسوخ ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے دلیل لی ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی ہے۔

(۴) (ا) صاحب تفسیر مدارک نے فتهاجروا فيها کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

والآية تدل على من لم يتمكن من اقامة دينه في بلد كما يجب وعلم انه يتمكن من اقامته في غيره حقت عليه المهاجرة وفي الحديث من فر بدينه من ارض الى ارض وان كان شبرا من الارض استوجبت له الجنة وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه محمد صلى الله عليه وسلم[4]

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کے لئے کسی شہر میں اپنا دین قائم کرنا ممکن نہ ہو جیسا کہ چاہیئے اور اس کے علم میں یہ بات ہو کہ دوسری جگہ اس کے دین کی اقامت ممکن ہے تو اس پر ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے دین کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا اگرچہ بالشت بھر زمین ہی کیوں نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد صلعم کا رفیق ہوگا۔

(ب) مدارک میں فالذين هاجروا کے ذیل میں یہ مرقوم ہے۔

---

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۱۵ [2] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۲۲۱ [3] تفسیر زاہدی (قلمی) صفحہ ۱۲۶ (تفسیر فارسی نمبر ۲۷۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن۔ [4] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) الجلد الاول صفحہ ۱۹۴۔

هی المهاجرة عن اوطانهم الی الله بدینهم الی حیث یامنون علیه فالهجرة کاینة فی آخر الزمان کما کانت فی اول الاسلام[1]

اور وہ ہجرت کرنا ہے اپنے وطن سے اللہ کی طرف اپنے دین کے لئے جہاں دین کے لئے امن مل جائے پس ہجرت آخر زمانہ میں اسی طرح ہوگی جس طرح کہ اول اسلام میں تھی۔

(۵) صاحب تبصیر الرحمٰن نے الم تکن ارض الله واسعة کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے۔

فهی واجبة علی کل من لایمکنه اظهار الدین بمکان الی مکان یمکنه فیه[2]

پس ہجرت کرنا واجب ہے ہر اس شخص پر جو دین کا اظہار نہ کر سکے ایک جگہ سے دوسری جگہ جہاں اظہار دین ممکن ہو۔

ہجرت اور فتح مکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فهجرته الی ما هاجر الیه کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وآنکه در حدیث آمده است که لاهجرة بعد الفتح مراد بدان هجرت از مکه است زیرا که مکه بعد از فتح دارالسلام شد و هجرت بمعنی انتقال از دارالکفر علی العموم هر کرا بران قدرت بود باقی ماند تا روز قیامت و این است مراد بقول آنحضرت صلی الله علیه وسلم لاتنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة منقطع نمی شود هجرت و برطرف نمیگردد حکم وے تا منقطع نگردد توبه وبسته نگردد درهائے آں یعنی تا روز قیامت[3]۔

اور جو حدیث میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے تو اس سے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا مراد ہے اس لئے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد دارالاسلام ہوگیا اور ہجرت علی العموم دارالکفر سے منتقل ہونے کے معنے ہیں جس کسی کو اس پر قدرت ہو قیامت تک باقی ہے اور آنحضرت صلعم کے قول کی یہی مراد ہے "ہجرت منقطع نہیں ہوتی ہے جبتک کہ توبہ منقطع نہ ہو" یعنے منقطع نہیں ہوتی ہے ہجرت اور اس کا حکم دور نہیں ہوتا جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو جائے اور اس کے دروازے بند نہ ہو جائیں یعنے قیامت کے دن تک۔

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ان الهجرة تهدم ما کان قبلها وان الحج یهدم ما کان قبله[4]۔

تحقیق کہ ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے اور حج ڈھا دیتا ہے ان گناہوں کو جو اس سے قبل تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ گناہ ڈھا دینے میں ہجرت اور حج دونوں برابر ہیں۔

حاصل یہ کہ سبب ہجرت موجود ہو تو ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ صرف دارالکفر سے دارالاسلام کو منتقل ہونے کا نام ہی ہجرت نہیں ہے، دارالخوف سے دارالامان کو منتقل ہو جائیں تو اس پر بھی ہجرت کا اطلاق ہوگا مثلاً بعض صحابہ نے ابتدائے اسلام میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور حبشہ اس وقت دارالاسلام نہ تھا اسی طرح رسول اللہ صلعم کی ہجرت سے قبل بعض صحابہ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی اور مدینہ اس وقت دارالاسلام نہ تھا۔

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۱۵۹ [2] تبصیر الرحمٰن (طبع مصر ۱۳۹۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۳۱۷۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۶، ۳۷۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۶۰۔

غرض ہجرت ازروئے قرآن فرض ہے اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ[1] کا یہ شبہ کہ آیہ لایستوی القاعدون سے ہجرت ثابت نہیں ہوتی صحیح نہیں ہے۔ ذیل میں اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔

لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما (النساء ع ۱۳)	برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بزرگی دی ہے درجہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بہ مقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے۔

اس آیت میں المجاہدون (جہاد کرنے والے) کا لفظ قاعدین (گھر میں بیٹھے رہنے والے) کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے لہذا اس سے مراد قتال کرنے والے ہی ہوں گے اور مال سے جہاد کرنے والے وہ ہونگے جو اپنے مال کے ذریعہ قتال کا سامان فراہم کریں۔

اس آیت میں لفظ قاعدین دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ "علی القاعدین درجۃ" میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو عذر کے تحت گھر میں بیٹھے رہیں مگر نیت جہاد کی رکھیں۔

علی القاعدین اجرا عظیما میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بغیر کسی عذر کے گھروں میں بیٹھے رہیں صاحب تفسیر حسینی نے علی القاعدین درجۃ کے تحت یہ لکھا ہے۔

برنشینندگان بعذر	عذر کی بنا پر بیٹھنے والے

علی القاعدین اجرا عظیما کے ذیل میں مدارک میں "بغیر عذر" لکھا ہے، اور تفسیر حسینی میں بیان کیا گیا ہے

برنشستگان بیعذر[3]	بغیر عذر کے بیٹھے ہوئے

مجاہدین سے متعلق دو امور مذکور ہیں ایک یہ کہ وہ مال سے جہاد کریں گے یعنے اپنا مال جہاد کی تیاری میں لگائینگے دوسرے یہ کہ اپنی جانوں سے جہاد کریں گے یعنے بذات خود قتال میں شریک ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیت سے بہ ظاہر جہاد یعنے قتال کی فرضیت ثابت ہوتی ہے لیکن اس سے ضمناً ہجرت بھی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ[4]	مہاجر وہی ہے جس نے کہ ہجرت کی اس چیز سے جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

یہی ہجرت افضل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

قیل فای الھجرۃ افضل قال من ھجر	رسول اللہ صلعم سے عرض کیا گیا کہ کونسی ہجرت افضل ہے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جس نے

---

[1] ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۱۔ [2] تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۱۹۱ [3] تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۱۱۲ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۶۔

اس چیز سے ہجرت یعنے جدائی اختیار کی جو کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر حرام گردانی ہے۔

اب اگر کوئی مومن بغیر عذر کے گھر میں نہ بیٹھکر جہاد میں شرکت کرے تو اس پر بھی بدرجہ اولیٰ مہاجر کا اطلاق ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہنے سے "ہجرت" کی یعنی گھر میں بیٹھے رہنے کو ترک کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کی بنیاد بھی ہجرت پر ہے خواہ ہجرت سے ہجرت ظاہری مراد لیں یا ہجرت باطنی ہجرت ظاہری تو ثابت ہے کہ جو اصحاب رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے ان کو سب سے پہلے گھر دار بیوی بچوں سے دوری اختیار کرنا پڑتا تھا اور ہجرت باطنی بھی ثابت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بغیر عذر کے گھر میں بیٹھے رہنے سے دوری اختیار کرنا تھا۔ حدیث نبوی جو اس سے پہلے بیان کیگئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے ممنوعہ امور سے ہجرت کرنے والا ہی مہاجر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اس آیت سے جہاد کی فرضیت ثابت ہے اسی طرح ہجرت کی بھی فرضیت ثابت ہے کیوں کہ ظاہری ہجرت کے بغیر اصحاب رسول کے لئے غزوات میں شرکت ممکن ہی نہیں تھی۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ شبہ کہ امام علیہ السلام نے جہاد نہیں کیا صحیح نہیں ہے اس سے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ نے رائے دلپت سے جنگ کی ہے اب رہا جہاد بالنفس تو یہ بھی احادیث سے ثابت ہے، ابو داؤد نے فضالہ سے یہ روایت کی ہے۔

المجاهد من جاهد نفسه[2] | مجاہد وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت کی ہے۔

المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله[3] | مجاہد وہی ہے، جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں جہاد کرے۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

مجاہد حقیقی کامل کسی است کہ کارزار میکند نفس خود را در طاعت خدا کہ نفس او ابامی آرد و اطاعت فرمان نمی کند پس با وے جنگ می کند و اسیر میگرداند و می کشد او را[4]

حقیقی اور کامل مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتا ہے کیونکہ اس کا نفس انکار کرتا ہے اور فرمان کی اطاعت نہیں کرتا ہے پس وہ شخص نفس کے ساتھ جنگ کرتا ہے اس کو قید کرتا ہے اور اس کو مار ڈالتا ہے۔

صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ افضل الجهاد الامر بالمعروف و النهی عن المنکر[5]

علیؓ سے مروی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر افضل الجہاد ہے۔

یہ جہاد کامل یہ جہاد حقیقی اور افضل الجہاد بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کی زندگی شروع سے آخر تک اسی جہاد کامل کا مکمل نمونہ تھی۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگر کوئی بغیر عذر کے شریعت کے حکم کا خلاف کرے جسے وہ خود برحق جانتا ہے تو اس کی حیثیت بھی منافق کی ہوگی اسی طرح تارک جہاد اور تارک ہجرت پر بھی اطلاق ہوگا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صفحہ ۳۵۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صفحہ ۳۵۵ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۶۳ [4] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۱۳۶

ترک دنیا

اللہ تعالیٰ نے مرید حیات دنیا کی سزا بھی دوزخ قرار دی ہے۔

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار (ہود ع ۲)	جو کوئی حیات دنیا و زینت دنیا کا ارادہ کرتا ہے ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے جامع البیان میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے۔

حدثنا المثنی قال ثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن وھیب انہ بلغہ ان مجاھدا کان یقول فی ھذہ الآیۃ ھم اھل الریاء[1]	حدیث بیان کی ہم سے مثنی نے کہا سوید نے کہ خبر دی ہمیں ابن مبارک نے وہیب سے کہ ان کو خبر ملی کہ مجاہد اس آیت کے باب میں کہتے تھے کہ یہ لوگ اہل ریا ہیں، اہل ریا ہیں۔

(۲) فخر الدین رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

(والقول الثانی) وھو ان نجری الآیۃ علی ظاھرھا فی العموم ونقول انہ یندرج فیہ المومن الذی یاتی بالطاعات علی سبیل الریاء والسمعۃ ویندرج فیہ الکافر الذی ھذا صفتہ وھذا القول مشکل لان قولہ اولئک الذی لیس لھم فی الآخرۃ الا النار لا یلیق بالمومن الا اذا قلنا المراد اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار بسبب ھذہ الاعمال الفاسدۃ والافعال الباطلۃ المقرونۃ بالریا[2]۔	اور قول ثانی یہ ہے کہ ہم آیت کو اس کے ظاہر معنی پر عام رکھیں اور کہیں کہ اس میں وہ مومن بھی داخل ہے جو دکھانے اور سنانے کے لئے اطاعت کرتا ہے اور اس میں وہ کافر بھی شامل ہے جس کی یہ صفت ہے اور یہ قول مشکل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "نہیں ہے ان کے لئے آخرت میں مگر دوزخ" مومن کے لائق نہیں ہے مگر یہ کہ ہم کہیں کہ وہ لوگ جن کے لئے دوزخ کے سوا کچھ نہیں ہے ان اعمال فاسدہ اور افعال باطلہ کی وجہ سے جو ریا سے نزدیک ہیں۔

فخر الدین رازی نے من کان بطور عموم رکھا کافروں سے مختص نہیں کیا۔

(۳) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے "والآیۃ فی اھل الریاء[3] یعنے یہ آیت اہل ریا کے باب میں ہے۔

(۴) صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے "در زاد المسیر آوردہ کہ عام است مر جمیع مرد مان را[4]

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثانی عشر ص ۹ [2] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الخامس صفحہ ۶۵، ۶۶ [3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۴۳۰ [4] تفسیر حسینی (طبع نولکشور ۱۳۱۳ھ) صفحہ ۲۷۷

یعنے زاد المسیر میں یہ روایت کی ہے کہ عام ہے سب لوگوں کے لئے۔

(۵) صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در شہر نہروالہ از علمائے کہ نام او رکن بود برائے ملاقات حضرت میراں آمد حضرت میراں این آیت من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا الآیۃ بیان کردند ولفظ من را بروجہ عموم داشتند پس آں عالم مذکور گفت کہ من را مفسران خاص بر کافراں داشتہ اند، میراں فرمودند کہ خدائے تعالیٰ من کان فرمودہ است یعنے ہر کہ باشد خواہ کلمہ گو خواہ غیر آں ہر کہ دروے ایں صفت باشد او کافر است وایں صفت جز در کافر نباشد، پس آں عالم گفت کہ اینجا قاضی وعلما وبادشاہ ایں صفت دارند حضرت میراں فرمودند کہ خدائے تعالیٰ من کان فرمودہ است ما ہم من کان گوئیم واسم کسے مقید نہ کنیم، پس آں عالم گفت کہ در من ایں صفت موجود است میراں فرمودند کہ در مسلمان ایں صفت نباشد باز آں عالم کرت دوم ہمیں گفت کہ در ما ایں صفت موجود است میراں فرمودند شما کلمۂ رسول اللہ میگوئید ایں صفت در شما چوں باشد، باز آں عالم کرت سوم ہماں کلمۂ مذکور گفت، پس حضرت میراں فرمودند اگر در تو ایں صفت است وخود را بر آں قرار دادی پس خدائے تعالیٰ ترا کافر میگوید

روایت ہے کہ شہر نہروالہ میں ایک عالم جس کا نام رکن تھا۔ حضرت میراں علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا، حضرت میراں نے آیہ من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا کا بیان فرمایا اور لفظ مَن کو بروجہ عموم رکھا، پس اس عالم نے کہا کہ مَن کو مفسروں نے کافروں سے مختص کیا ہے حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے من کان فرمایا ہے یعنی جو کوئی ہو خواہ کلمہ گو ہو خواہ کلمہ گو نہ ہو جس کسی میں یہ صفت ہو وہ کافر ہے اور یہ صفت کافر کے سوا کسی میں نہیں ہوتی، پس اس عالم نے کہا کہ اس جگہ قاضی علما اور بادشاہ یہ صفت رکھتے ہیں۔ حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے من کان فرمایا ہے ہم بھی من کان (جو کوئی ہو) کہتے ہیں اور کسی کے نام کو مقید نہیں کرتے، پس اس عالم نے کہا کہ مجھ میں یہ صفت موجود ہے حضرت میراں نے فرمایا کہ یہ صفت مسلمان میں نہیں ہوتی پھر اسی عالم نے دوسرے مرتبہ کہا کہ یہ صفت ہم میں موجود ہے۔ میراںؒ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہو یہ صفت تم میں کس طرح ہوگی۔ پھر اس عالم نے تیسرے مرتبہ وہی بات کہی۔ پس حضرت میراں نے فرمایا اگر یہ صفت تجھ میں ہے اور تو نے خود کو اس پر قائم رکھا پس خدائے تعالیٰ تجھے کافر کہتا ہے۔

یہ واقعہ نہروالہ کا ہے یعنے دعوی موکد سے قبل کا، اس سے منکر مہدی کے کافر نہ ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ خصوصاً جب کہ یہاں مرید دنیا کی بحث ہے منکر مہدی کی نہیں۔

اس سے ثابت ہے، کہ امام علیہ السلام نے رکن نامی عالم کو جو مرید دنیا ہونے کا مدعی تھا از روئے کلام اللہ کافر قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ من کان، مطلق ہے کفار کے ساتھ مختص نہیں۔ مرید حیات دنیا کی سزا دوزخ ہے لہٰذا حیات دنیا اور اس کی زینت کا ترک کرنا فرض ہے رسول اللہ صلعم نے بھی یہی فرمایا اترکوا الدنیا لاھلھا[1] یعنے دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو۔ دنیا میں وجود حیات دنیا اور متاع حیات دنیا دونوں شامل ہیں مقصود یہ کہ متاع دنیا اور حیات دنیا کے مرید نہ بنو اس میں بالکلیہ مشغول نہ ہو جاؤ۔ صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے۔

---

[1] کنز العمال (طبع حیدرآباد) جلد دوم صفحہ ۳۸۔

حضرت میراں فرمودند وجود حیات دنیا کفر است یعنے زیستن بجان ایں را ہستی وخودی میگویند، اموال و اولاد جز آں را متاع حیات دنیا نام کردہ اند چناں زنان وفرزندان واموال وزراعات عمارات وملبوسات و ماکولات وہر کہ ایشان را مرید باشد وبدو مشغول گردد کافر است

حضرت میراں نے فرمایا کہ وجود حیات دنیا کفر ہے یعنے جینا جان سے اس کو ہستی وخودی کہتے ہیں۔ اموال اولاد وغیرہ کا متاع حیات دنیا نام رکھا ہے جیسے زن وفرزند مال، زراعت، عمارتیں، ملبوسات، ماکولات جو شخص ان کا مرید ہوگا اور ان میں مشغول ہو جائے گا وہ کافر ہے۔

وجود حیات دنیا کو حضرت مہدی علیہ السلام نے کفر فرمایا ہے اور وجود حیات دنیا کی توضیح ہستی وخودی سے کی ہے، پس ترک حیات دنیا کے معنے ہوئے ترک ہستی وترک خودی۔ متاع حیات دنیا کی توضیح اموال، اولاد وغیرہ سے کی ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ جو اس کا مرید ہو اور اس میں مشغول ہو جائے وہ کافر ہے کیونکہ جو اموال واولاد وغیرہ میں مشغول ہوگا وہ اللہ سے غافل ہو جائے گا۔ اموال، اولاد وغیرہ کی تخصیص نہیں جو چیز بھی طلب حق میں حائل ہو اس کا ترک کر دینا فرض ہے۔ انصاف نامہ کی دوسری روایت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

ملایاں گفتند کہ شما از علم خواندن منع می کنید فرمودند بندہ تابع محمد رسول اللہ است انچہ محمد رسول اللہ منع نکردہ است بندہ چوں می کند بندہ ذکر دوام فرض می گوید بامر اللہ وبحکم کتاب، ہر چہ مانع ذکر است آں ممنوع است، چہ علم خواندن وچہ کسب کردن چہ باخلق اختلاط کردن وچہ خوردن وچہ خسپیدن غفلت حرام است وہر چہ موجب غفلت است حرام است (انصاف نامہ پنجم)

ملاؤں نے کہا کہ آپ علم پڑھنے سے منع کرتے ہیں حضرت میراں نے فرمایا بندہ تابع محمد رسول اللہ ہے جو رسول اللہ نے منع نہیں فرمایا بندہ کس طرح منع کرے گا۔ بندہ ذکر دوام کو فرض کہتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے حکم سے اور کتاب اللہ کے حکم سے جو مانع ذکر ہے وہ ممنوع ہے کیا علم پڑھنا کیا کسب کرنا، کیا خلق سے اختلاط رکھنا، کیا کھانا، کیا سونا غفلت حرام ہے اور جو موجب غفلت ہے، وہ حرام ہے۔

مخالفین مہدویہ کا یہ کہنا کہ مہدویوں کے ہاں ترک دنیا سے رہبانیت مراد ہے صحیح نہیں۔ رہبانیت میں طبعی خواہشوں کا ترک ہے مثلاً ترک نکاح اور ترک دنیا میں ارادی خواہشوں کا ترک کرنا ہے اور یہی زہد فی الدنیا ہے۔ اس سے قبل انصاف نامہ کی روایت جو ہم نے درج کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زن وفرزند میں مشغول ہو کر خدا سے غافل ہو جانا کفر ہے، صاحب زن وفرزند ہونا کفر نہیں۔ اب رہا کسب تو صاحب انصافنامہ نے باب پنجم میں روایت کی ہے۔

باز ملایاں سوال کردند کہ شما کسب را حرام میگوئید میراں فرمودند کہ مومن را کسب حلال است مومن باید و در قرآن تامل باید کرد کہ مومن کرامی گویند۔

پھر ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ کسب کو حرام کہتے ہیں حضرت میراں نے فرمایا کہ مومن کے لئے کسب حلال ہے۔ مومن ہونا چاہیئے اور قرآن میں غور کرنا چاہیئے کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔

ترک کسب کر کے تبلیغ دین کے لئے وقف ہو جانے پر بھی مخالفین مہدویہ کو اعتراض ہے حالانکہ یہ امر ثابت ہے، کہ اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ صلعم کا قیام مکہ معظمہ میں دس سال اور بروایتے تیرہ سال رہا لیکن کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس زمانہ میں آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا۔

طلب دیدار خدا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن کان یرجوا لقآء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (الکھف ع ۱۲)	پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کا آرزو مند ہے پس اس کو عملِ صالح کرنا چاہیئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

اس آیت کے ذیل میں امام فخر رازی نے یہ لکھا ہے۔

واصحابنا حملوا لقاء الرب علی رویتہ [1]	اور ہمارے ساتھیوں نے لقائے رب کو رویت پر محمول کیا ہے۔

بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے یامل حسن لقائہ [2] یعنے اللہ کے حسن لقاء کا آرزو مند ہے۔

دوسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے دیدار کی آرزو نہ کرنے والے کا بھی ٹھکانا دوزخ ہے۔

ان الذین لا یرجون لقآءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن ایتنا غفلون اولئک ماواھم النار بما کانوا یکسبون (یونس ع)	جو لوگ ہمارے دیدار کی آرزو نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے راضی ہو گئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔

فخر رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں رجا سے امید ہی مراد ہے۔

واعلم ان حمل الرجاء علی الخوف بعید لان تفسیر الضد بالضد غیر جائز ولا مانع ھھنا من حمل الرجاء علی ظاھرہ البتۃ [3]	اور جاننا چاہیئے کہ رجا کا خوف پر محمول کرنا بعید ہے اس لئے کہ ضد کی تفسیر ضد سے کرنا جائز نہیں اور یہاں رجا کو اس کے ظاہر معنے پر محمول کرنے کے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔ بیشک

اس سے قبل ہم نے اس امر کی توضیح کی ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرماتا ہے تو اس کا ترک کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے دیدار کی آرزو نہ رکھنا حیات دنیا سے راضی ہونے اور اللہ کی نشانیوں سے غافل ہو جانے کے برابر ہے لہٰذا اس کی سزا بھی دوزخ ہے۔ دیدار کی آرزو نہ رکھنے کی سزا آتش دوزخ ہو تو اس کا ترک کرنا کس طرح فرض نہ ہوگا پس طلب دیدار فرض ہو گئی۔

انسان تو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر عبادت کرنے کے لئے عبادت کیسی ہونی چاہیئے خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنے اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اس سے تو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان دیدار حق ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ایسی صورت میں دیدار حق کا طلب کرنا کس طرح فرض نہ ہوگا۔

خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کسی امر سے منع فرمایا تو اس کا ترک کرنا فرض ہو جاتا ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کسی امر کا حکم دے تو اس پر بھی عمل کرنا فرض ہوگا ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الخامس ص ۷۶۱ [2] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول ص ۵۵۵ [3] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الرابع ص ۸۰۱

(۱) یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم (البقرۃ)
اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا۔

(۲) فان قتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکافرین (البقرۃ ع ۱۲)
پس اگر تم سے لڑیں پس مارو ان کو، کافروں کی سزا اسی طرح ہے۔

(۳) فاعتزلوا النساء فی المحیض (البقرۃ ع ۲۴)
تم حیض میں عورتوں سے علٰحدہ رہا کرو۔

(۴) فلا تخشوھم واخشونی (البقرۃ ع)
پس نہ ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرتے رہو۔

(۵) وآتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ (النساء ع)
اور خوشی سے عورتوں کے مہر دے دیا کرو۔

(۶) یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود (المائدہ ع)
اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو۔

(۷) وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ ع)
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ۔

(۸) فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون (البقرۃ ع ۱۸)
پس تم مجھ کو یاد کرو، یاد کروں گا میں تم کو اور شکر کرو میرے لئے اور کفر نہ کرو۔

(۹) اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم (الاعراف ع)
تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

(۱۰) واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (الانعام ع)
اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ۔

(۱۱) ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین (الاعراف ع)
اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چھپا کر دعا کیا کرو۔ تحقیق وہ نہیں دوست رکھتا حد سے نکل جانے والوں کو۔

(۱۲) وذروا ظاھر الاثم وباطنہ (الانعام ع)
ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو۔

(۱۳) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ (التوبۃ ع)
اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

(۱۴) فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل ع)
اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو۔

(۱۵) فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (الحج ع)
پس کنارہ کش رہو بتوں کی ناپاکی سے اور جھوٹ بولنے سے۔

(۱۶) یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم (الاحزاب ع)
اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو۔

(۱۷) یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا (الاحزاب ع)
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور استوار بات کہو۔

(۱۸) یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (البقرۃ ع)
اے ایمان والو خرچ کیا کرو اپنی پاک کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔

(۱۹) وتعاونوا علی البر والتقوی (المائدہ ع)
اور مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں۔

(۲۰) یا یھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (المائدہ ع ۶)

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ۔

(۲۱) وارکعوا مع الراکعین (البقرۃ ع ۵)

اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

امام جصاص حنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے اپنی کتاب احکام القرآن میں "وبذلک امرت" کے ذیل میں کہتے ہیں "والامر یقتضی الوجوب"[1] یعنے امر وجوب کا مقتضی ہے۔ اسی لئے آیہ وارکعوا مع الراکعین کے ذیل میں یہ کہا ہے۔

فذکر رکنا من ارکانھا ھو من فروضھا ودل بہ علی ان ذلک فرض فیھا[2]

پس اللہ نے ارکان نماز میں سے ایک رکن کا ذکر کیا وہ اس کے فرائض میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رکوع نماز میں فرض ہے۔

یہی نہیں بلکہ خبر کو بھی اس نے متضمن امر قرار دیا ہے آیہ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ کے ذیل میں یہ کہا ہے۔

یتضمن الامر بالصلوۃ والزکاۃ لانہ جعلھما من صفات المتقین[3]۔

اللہ تعالیٰ کا قول متضمن ہے صلوٰۃ وزکوٰۃ کے امر کو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صفات متقین سے قرار دیا ہے۔

جب خبر متضمن امر ہو کر فرضیت پر دلالت کرتی ہے تو جہاں اللہ تعالیٰ نے صریحاً بصیغۂ امر حکم دیا ہے وہ کس طرح فرضیت پر دلالت نہ کرے گا۔

واضح ہو کہ رکوع، صلوٰۃ کا صرف ایک رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہ صیغہ امر مسلمانوں کو رکوع کرنے کے لئے حکم دیا تو رکوع کرنا فرض ہو گیا، پس اللہ کا ذکر کرنا اور اللہ پر توکل کرنا اور صادقین کی صحبت اختیار کرنا بھی فرض ہو گا۔ اس لئے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بصیغۂ امر مسلمانوں کو حکم دیا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

صحبت صادقین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (توبہ ع ۱۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔

(۱) آیہ کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں صاحب کشاف نے لکھا ہے۔

ھم الذین صدقوا فی دین اللہ نیۃ وقولا وعملا

یہ وہی لوگ ہیں جو صادق ہیں دین میں، نیت میں قول میں عمل میں

ایسے لوگ جو نیت، قول اور عمل میں صادق، ہوں قیامت تک ہو سکتے ہیں، نیز کلام اللہ کے احکام ہمیشہ کے لئے ہیں کسی خاص زمانہ کے لئے مختص نہیں لہٰذا بعض مفسرین کا صادقین سے صرف اصحاب اور مہاجرین مراد لینا صحیح نہیں۔

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے۔

---

[1] کتاب احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ ۱۳۳۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۲ [2] کتاب احکام قرآن (طبع قسطنطنیہ ۱۳۳۵ھ) الجزء الاول صفحہ ۲۴

[3] " صفحہ ۲۴ تفسیر کشاف (طبع کلکتہ ۱۸۵۶ء) جلد اول صفحہ ۵۶۹۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ[1]

حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بارش کی جیسی ہے نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

اس حدیث کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ امر نہیں بیان کیا جا سکتا کہ امت کا کون حصہ بہتر ہے اول امت یا آخر امت یعنے اول امت اور آخر امت کی فضیلت کا تعین کرنا دشوار ہے، دوسرے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ تمام امت اول سے آخر تک خیر ہی خیر ہوگی۔ حدیث کے معنے خواہ کچھ بھی لیں لیکن یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کی طرح بعد کو بھی صادقین ہوں گے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے

من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رأ باھلہ ومالہ[2]

مجھ سے محبت رکھنے میں زیادہ شدید میری امت کے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر ایک چاہیگا کہ کاش مجھکو اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کے ساتھ دیکھتا۔

(۲) اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

بدانکہ ظاہر ایں حدیث و بعضے احادیث کہ دریں باب بیاید دلالت دارد بر آنکہ تواند کہ بعد از صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کسے بیاید کہ مساوی باشد ایشاں را در فضل یا افضل باشد از ایشاں و ابن عبدالبر کہ از مشاہیر علمائے حدیث است بایں جانب رفتہ و تمسک بایں احادیث نمودہ است[3]

جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کے ظاہری معنے اور بعض دوسری حدیثیں جو اس باب میں آئینگی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ممکن ہے اصحاب کرام کے بعد ایسے لوگ آئیں جو فضیلت میں صحابہ کے برابر ہوں گے یا ان سے بھی بڑھکر اور ابن عبدالبر جو مشاہیر علمائے حدیث سے ہیں ان کا یہی مذہب ہے اور انہی احادیث سے تمسک کیا ہے۔

ثلۃ من الآخرین اور قلیل من الآخرین سے یہی لوگ مراد ہیں، بہرحال اتنا تو ثابت ہے کہ اصحاب رسول کے بعد بھی صادقین ہوں گے۔

(۳) فخر رازی بھی صادقین کو اصحاب رسول سے مختص نہیں کرتے کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں کہتے ہیں۔

المراد منہ الکون مع مجموع الامۃ وذلک یدل ان قول مجموع الامۃ حق وصواب ولا معنی لقولنا الاجماع حجۃ الا ذلک[4]

اس سے مراد مجموع امت کے ساتھ رہنا ہے اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مجموع امت کا قول حق اور ثواب ہے اور اس کے سوا ہمارے اس قول کے کوئی معنے نہیں کہ اجماع حجت ہے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ صادقین کی اصحاب رسول سے تخصیص نہیں ہے دوسرے یہ کہ فخر رازی نے کونوا سے وجوب کے معنے لئے ہیں، اب رہا فخر رازی کا یہ کہنا کہ مجموع امت کے ساتھ رہنا ہے تو صادقین

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۵۳۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۵۲۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۷۵۲ [4] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الرابع صفحہ ۷۶۰۔

امت ہی مراد ہوں گے غیر صادقین نہیں۔

(۴) صاحب تفسیر مدارک نے بھی کونوا میں امر بمعنی وجوب لیا ہے۔

والآیۃ تدل علی ان الاجماع حجۃ لانہ امر بالکون مع الصادقین فلزم قبول قولھم[1]

اور آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع حجت ہے اس لئے کہ صادقین کے ساتھ رہنے کے لئے حکم ہے پس ان کے قول کا قبول کرنا لازم ہو گیا۔

(۵) صاحب تبصیر الرحمٰن نے اس آیت کی تفسیر میں صحبت صادقین کو واجب قرار دیا ہے۔

(وکونوا) للاستعانۃ علی استدامۃ التقویٰ (مع الصادقین) ولوجوب التقویٰ وملازمۃ الصادقین[2]

اور رہو مداومت تقویٰ کی استعانت کے لئے صادقین کے ساتھ اور تقویٰ وصحبت صادقین کے واجب ہونے کی وجہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ 'کونوا مع الصادقین' سے صادقین کا اتباع مراد ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ بہترین اتباع بھی اسی صورت میں ممکن ہوگا جب کہ صادقین کی معیت حاصل ہو جائے۔ اس سے قطع نظر کان، یکون، یا اس کے دوسرے صیغوں کے ساتھ "مع" آئے تو اس سے معیت ہی مراد ہوگی، اتباع نہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

حدثنا عبداللہ بن یزید قال اخبرنی ابن عباس ان اناسا من المسلمین کانوا مع المشرکین یکثرون سواد المشرکین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3]

حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن یزید نے کہا کہ خبر دی مجھ کو ابن عباس نے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے، مشرکین کے سواد کو بڑھاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔

اس حدیث میں کانوا مع المشرکین سے مشرکین کی معیت مراد ہے، مشرکین کا اتباع نہیں۔

دوسرے حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

من احبنی کان معی فی الجنۃ[4]

جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث میں بھی کان معی، سے رسول اللہ صلعم کی معیت مراد ہے۔ تعلیم دین کی اساس یہی ہے کہ بروں کی صحبت سے بچا یا جائے اور اچھوں کی صحبت میں رکھا جائے۔ کلام اللہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایٰت اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ تم پر نازل کر چکا ہے قرآن میں کہ جب اللہ کی نشانیوں کے ساتھ استہزا اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کر دیں

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۲ھ) المجلد الاول صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷ [2] تبصیر الرحمٰن (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الاول ص ۲۱۷ [3] صحیح بخاری (طبع مطبع مصطفائی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی صفحہ ۱۰۴۹۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۴۳۔

انکم اذا مثلھم (النساء ع ۲۰) | اس حالت میں تم بھی انہی کے جیسے ہو جاؤ گے۔

فلا تقعدوا معھم (پس مت بیٹھو ان کے ساتھ) سے ظاہر ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ استہزا کرنے والوں کی صحبت ترک کرنا فرض ہے اسی طرح آیہ کونوا مع الصادقین صحبت صادقین کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلعم کا یہ خبر دینا کہ اول امت کے جیسے لوگ آخر امت میں ہوں گے یا یہ کہ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں پاؤ تو ان کی معیت حاصل کرو ورنہ محض اتباع کے لئے رسول اللہ صلعم اور صادقین اصحاب رسول کی زندگی تو موجود ہی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کی معیت حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جنھیں زہد فی الدنیا اور کم گوئی حاصل ہو۔

اذا رأیتم الرجل قد اعطی زھدا فی الدنیا وقلہ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ[1] | جب تم ایسے شخص کو دیکھو جسے زہد فی الدنیا اور کم گوئی عطا کیگئی ہے تو تم اس کے نزدیک ہو جاؤ کیونکہ اس کو حکمت ملی ہے۔

امام علیہ السلام نے حدود کسب میں یہ حد بھی بیان کی ہے۔

ششم صحبت بندگان خدا بکند | چھٹی حد یہ ہے کہ بندگان خدا کی صحبت میں رہے۔

اور حدود کسب کے تعلق سے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

اگر ایں حد ہا را کسی بہ شکند اورا ایمان شدن محال است[2] | اگر کوئی ان حدوں کو توڑ دے تو اس کا مومن ہونا محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی فرض اسلامی کی تکمیل جیسا کہ چاہیئے صحبت صادقین کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

ذکر دوام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (النساء ع ۱۵) | پس اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی بیٹھے اور لیٹے بھی۔

(۱) اس آیت کے ذیل میں محمد ابن جریر طبری نے تفسیر جامع القرآن میں یہ روایت کی ہے۔

حدثنی المثنی قال ثنا ابو صالح قال ثنا معاویہ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس قولہ فاذکروا اللہ قیاما یقول لا یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لھا حدا معلوما ثم عذر اھلھا فی حال عذر غیر الذکر فان اللہ لم یجعل لہ حدا ینتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ فقال فاذکروا اللہ

حدیث بیان کی مجھ سے مثنی نے انہوں نے کہا کہ ابو صالح نے بیان کیا کہا کہ معاویہ نے علی بن طلحہ سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کا قول فاذکروا اللہ قیاما الی آخرہ اس کے بارے میں ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کوئی فرض فرض نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اس کے لئے کوئی جزو معین کیا پھر اس کے عذر کرنے والے کا عذر قبول کیا۔ سوائے ذکر کے اور کسی کو معذور نہیں رکھا ذکر میں بجز ایسے شخص کے جو فاتر العقل ہو گیا ہو اللہ نے فرمایا ذکروا اللہ کا

---

[1] کنز العمال (طبع اول حیدر آباد) جلد دوم صفحہ ۳۸۔ [2] حاشیہ شریف۔

قیاما وقعودا وعلی جنوبکم باللیل والنھار فی البر والبحر وفی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحة والسر والعلانیة وعلی کل حال[1]

اٹھنے میں بھی، بیٹھنے میں بھی، لیٹنے میں بھی، رات کو بھی، دن کو بھی، خشکی میں بھی، تری میں بھی، سفر میں بھی حضر میں بھی، دولتمندی میں بھی فقر میں بھی، بیماری میں بھی تندرستی میں بھی، پوشیدگی میں بھی، علانیہ بھی، ہر حال میں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ذکر الٰہی ہر جگہ ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے۔

محمد ابن جریر طبری نے آیہ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

یقول تعالیٰ ذکرہ یا ایھا الذین صدقوا اللہ ورسولہ اذکروا اللہ بقلوبکم والسنتکم وجوارحکم ذکرا کثیرا فلا تخلوا ابدانکم من ذکرہ فی حال من احوال الی آخرہ[2]۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے وہ لوگو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اپنے دلوں سے، زبانوں سے اور بقیہ اعضاء سے اللہ کا بہت ذکر کرو، تمہارا جسم کسی حالت میں بھی اس کے ذکر سے خالی نہ رہے۔

اس آیت کے ذیل میں بھی محمد ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت درج کی ہے جس میں ذکر الٰہی کا فرض ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) امام جصاص نے کتاب احکام القرآن کے جزء اول میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے "باب وجوب ذکر اللہ تعالیٰ[3] اور لذکر اللہ اکبر" کے ذیل میں یہ لکھا ہے اکبر من فعل الصلاۃ[4] یعنے ذکر نماز سے بھی بڑھ کر ہے۔ نماز فرض ہے اور جو فرض سے بڑھ کر ہوگا وہ بھی بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔

(۳) صاحب معالم التنزیل نے الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

وقال سائر المفسرین اراد بہ المداومة علی الذکر فی العموم الاحوال لان الانسان قل ما یخلو من احد ے ھذہ الحالات الثلث نظیرہ فی سورة النسا فاذا قضیتم الصلوة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم[5]

اور تمام مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد ذکر دوام ہے تمام حالات میں اس لئے کہ انسان ان تین حالتوں میں سے بہت کم خالی رہتا ہے اس کی نظیر سورۂ النساء میں ہے جہاں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے بھی، بیٹھے بھی، اور لیٹے بھی۔

صاحب معالم التنزیل نے آیہ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[6] کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت درج کی ہے جو اس سے قبل ہم نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ طبری نے لا یفرض اللہ لکھا ہے اور معالم التنزیل میں لم یفرض اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ دوسری جگہ معالم التنزیل میں حدا معلوما آیا ہے اور طبری کی روایت میں جزء معلوما حضرت ابن عباس کی روایت کے بعد صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الخامس صفحہ ۱۵۴ [2] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثانی والعشرون صفحہ ۱۱، ۱۲ —
[3] احکام القرآن جزء اول صفحہ ۹۲ [4] احکام القرآن جزء اول صفحہ ۹۳۔ [5] معالم التنزیل (طبع مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۹ھ) الجلد الاول صفحہ ۶۰۵۔
[6] معالم التنزیل (طبع مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۹ھ) الجلد الثالث صفحہ ۱۷۸۔

قال المجاهد الذكر الكثير ان لا تنساه ابدا

مجاہد نے کہا ہے کہ ذکر کثیر یہ ہے کہ تو خدا کو کبھی نہ بھولے۔

(۴) صاحب کشاف نے بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے" اوارادالدوام[1] یا اس سے دوام مراد ہے اور" بکرۃ و اصیلا" کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

ای فی کافة الاوقات قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر الله علی فم کل مسلم وروی فی قلب کل مسلم[2]

یعنے بکرۃ واصیلا کے معنے تمام اوقات ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ کا ذکر ہر مسلم کی زبان پر ہے اور روایت کی گئی ہے کہ ہر مسلم کے دل میں ہے۔

(۵) فخر رازی نے یذکرون الله قیاما وقعودا کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے۔

للمفسرین فی هذه الآیة قولان الاول ان یکون المراد منه کون الانسان دائم الذکر لربه فان الاحوال لیست الا هذه الثلاثة ثم لما وصفهم بکونهم ذاکرین فیها کان ذلك دلیلا علی کونهم مواظبین علی الذکر غیر فاترین عنه البتة والقول الثانی ان المراد بالذکر الصلوة ..... والحمل علی الاول اولی لان الآیات الکثیرة ناطقة بفضیلة الذکر[3]

اس آیت کے باب میں مفسرین کے دو قول ہیں، قول اول یہ ہے کہ اس سے مراد انسان کا اپنے پروردگار کی یاد میں ہمیشہ منہمک رہنا ہے اس لئے حالتیں تین ہی ہیں، جب خداوند تعالیٰ نے انہیں ذاکر ہونے سے موصوف کیا تو یہ اس امر پر دلیل ہے کہ وہ ذکر دوام کے مواظب رہیں بیشک اور قول ثانی یہ ہے کہ ذکر سے مراد نماز ہے ..... اور پہلے قول پر محمول کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ کثیر آیتیں ذکر کی فضیلت پر ناطق ہیں۔

فخر رازی نے آیہ لا تکن من الغافلین کے ذیل میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت درج کی ہے۔

عن بن عباس انه قال فی قوله الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم لو حصل لابن آدم حالة رابعة سوی هذه الاحوال لامر الله بالذکر عندها والمراد منه تعالیٰ امر بالذکر علی الدوام[4]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول۔ یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر ابن آدم کو ان حالتوں کے سوا چوتھی حالت حاصل ہوتی تو اس میں بھی ذکر کرنے کیلئے خداوند تعالیٰ ضرور حکم دیتا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کیلئے حکم دیا ہے۔

ابن عباس کی روایت درج کرنے کے بعد امام فخر رازی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ذکر دوام ہر وقت واجب ہے،

قوله بالغدو والآصال دال علی انه یجب ان یکون الذکر حاصلا فی کل الاوقات و

اللہ تعالیٰ کا قول بالغدو والآصال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وقت ذکر کا حاصل رہنا واجب ہے۔ اور

---

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۴۹۸ [2] کشاف (طبع کلکتہ) جلد دوم ۱۱۳۴ [3] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الثالث ص ۱۷۳
[4] تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۵۰۶ ۔ [5] تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۵۰۶ ۔

قوله لا تكن من الغافلين يدل على ان الذكر القلبي يجب ان يكون دائما وان لا يغفل الانسان لحظه واحدة عن استحضار جلال الله وكبريائه بقدر الطاقة البشرية والقوة الانسانية[1]

اللہ تعالیٰ کا قول لا تکن من الغافلین (مت ہو غافلین میں سے) اس پر دلالت کرتا ہے کہ ذکر قلبی کا دوامی ہونا واجب ہے اور یہ کہ انسان ایک لحظہ کے لئے بھی خداوند تعالیٰ کے جلال اور کبریائی سے بقدر طاقت بشری وقوت انسانی غافل نہ رہے۔

(۶) بیضاوی میں واذکر اسم ربك کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے ودم علی ذکرہ لیلا و نہارا[2]، اور مداومت کرو اللہ کے ذکر پر رات اور دن۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے فاذکروا اللہ قیاما و قعودا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے فدوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال[3] پس مداومت کرو ذکر الٰہی پر تمام حالات میں۔ اسی تفسیر میں الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا کے ذیل میں یہ آیا ہے۔ ای یذکرونہ دائما علی الحالات کلها قائمین وقاعدین ومضطجعین[4] یعنے اللہ کا ذکر کرتے ہیں ہمیشہ سب حالتوں میں کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔

(۷) صاحب تفسیر مدارک نے آیہ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

او المراد الذكر على كل حال لان الانسان لا يخلو عن هذه الاحوال وفي الحديث من احب ان يرتع في رياض الجنة فليكثر ذكر الله[5]

یا اس سے مراد ہر حال میں ذکر کرنا ہے اس لئے کہ انسان ان تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا اور حدیث میں آیا ہے باغ جنت سے جو لطف اٹھانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ اللہ کی یاد کثرت سے کرے۔

تفسیر مدارک میں اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے دموا علی ذکر اللہ فی جمیع الاحوال[6] مداومت کرو ذکر الٰہی پر تمام حالات میں اور بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے "قیل المراد ادامة الذكر باستقامة الفكر[7] یعنے کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ذکر کی مداومت ہے استقامت فکر کے ساتھ۔ آیہ اذکر اسم ربك کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے "ودم على ذكره في الليل والنهار[8]" مداومت کر اس کے ذکر میں دن اور رات۔

(۸) صاحب تبصیر الرحمٰن نے بالغدو والآصال کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

(ولا تكن) فيما بين ذلك (من الغافلين) بالكلية بل لا بد وان تكون ذاكرا بالقلب وان اشتغل لسانك بالغير[9]

اس کے درمیان تو بالکل غافلین سے مت ہو بلکہ ضروری ہے کہ تو دل سے ذکر کرے اگرچہ تیری زبان غیر میں مشغول ہو۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ محمد بن جریر طبری (المتوفی ۳۱۰ھ) کے زمانہ سے علی جہالمی (المتوفی ۸۳۵ھ) صاحب تبصیر الرحمٰن کے زمانہ تک معتبر مفسرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مذکورہ صدر آیتوں میں جہاں ذکر الٰہی کرنے کا حکم ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر الجزء الرابع صفحہ ۵۰۶ [2] بیضاوی (طبع یورپ) جلد دوم صفحہ ۳۶۰ [3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۲۲۸ [4] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۹۰ [5] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۱۵۸ [6] تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۲۹۵ [7] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۳۱۴ [8] تفسیر مدارک جلد ثانی صفحہ ۴۶۰ [9] تبصیر الرحمٰن (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) جلد اول صفحہ ۲۷۷۔

اس سے ذکر دوام مراد ہے حکم بہ صیغۂ امر ہے لہذا اس پر عمل کرنا فرض ہوا اس سے قطع نظر آیہ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا حکم دیا ہے پھر اس کے بعد مصدر لاکر اس کو موکد فرمایا' پھر کثیر کہہ کر اور بھی تاکید عظیم فرمادی اگر ایسے موکد حکم سے ذکر الٰہی کی فرضیت ثابت نہ ہو تو وارکعو مع الراکعین سے نماز میں رکوع کرنا کس طرح فرض ہو جائے گا؟ یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر قلیل کو منافقوں کی علامت قرار دی ہے آیہ لا یذکرون اللہ الا قلیلا[1] اس پر شاہد ہے۔

(۹) حدیث نبوی سے بھی ذکر دوام کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ[2] تو ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر زبان رہے' دوسری روایت میں یہ آیا ہے۔

یا رسول اللہ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ[3]

یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے تو فرمایا کہ تو دنیا کو چھوڑ دے اس حالت میں کہ تو ذکر الٰہی سے تر زبان رہے۔

شیخ عبدالحق نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے "یا کنایت است مداومت بہ ذکر" یا یہ کنایہ ہے مداومت ذکر کی طرف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔ صاحب معالم التنزیل نے آیہ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا الآیۃ کے ذیل میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے قالت کان رسول اللہ یذکر اللہ علی کل احیانہ[4]۔ عائشہؓ نے کہا رسول اللہ صلعم اپنے تمام احوال واوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔ امام مسلم نے بھی یہ حدیث حضرت عائشہؓ ہی سے روایت کی ہے[5]

عزلت عن الخلق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (مزمل ع ۱) (اپنے پروردگار کا نام یاد کر اور اس کی طرف منقطع ہو جا جیسا کہ منقطع ہونا چاہیئے) اس آیت میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے لیکن باعتبار مفہوم یہ حکم عام ہے۔ امام جصاص نے آیہ فاعرض عنہم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

علینا اتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرہ اللہ بہ[6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ان تمام امور میں ہم پر فرض ہے جن کا اللہ نے حضرت کو حکم دیا ہے۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے تبتل الیہ تبتیلا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

انقطع الیہ انقطاعا لحوائجک وعبادتک دون سائر الاشیا غیرہ وھو من قولھم تبتلت ھذا الامر ومنہ قیل لام عیسیٰ ابن مریم البتول لانقطاعھا الی اللہ ویقال للعابد المنقطع عن الدنیا واسبابھا الی عبادۃ اللہ قد تبتل[7]

اپنی حاجتوں کیلئے بھی اور اپنی عبادت کے لئے اسی کے ہو رہو دوسری تمام غیر اللہ اشیاء سے منقطع ہو جاؤ اور اس کا شاہد یہ قول عرب ہے تبتلت ھذا الامر یعنی منقطع ہو گیا میں اس امر کی جانب یعنی اسی کا ہو رہا اسی لئے مریم کو جو عیسیٰ کی والدہ تھیں بتول کہا گیا کیونکہ وہ سب سے منقطع ہو کر اللہ ہی کی ہو رہی تھیں اور اس عابد کے لئے جو دنیا اور اس کے اسباب سے منقطع ہو کر اللہ ہی کی عبادت کا ہو رہے تبتل استعمال کیا جاتا ہے۔

---

[1] النساء رکوع ۲۱ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۱۸۹ [3] اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۱۸۷ [4] معالم التنزیل (طبع بمبئی) جلد اول صفحہ ۲۵۴
[5] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۳۷ ۔ [6] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث ص ۱ [7] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء التاسع والعشرون ص ۷۲ ۔

(۲) صاحب معالم التنزیل نے تبتل الیہ کی تفسیر یہ بیان کیا ہے۔

قال ابن زید التبتل رفض الدنیا وما فیھا والتماس ما عند اللہ [1]

ابن زید نے کہا ہے کہ تبتل کے معنے دنیا و ما فیھا کے ترک کرنے اور اللہ کے پاس جو ہے اس کو طلب کرنے کے ہیں۔

(۳) امام فخر رازی نے تبتل الیہ تبتیلا کے ذیل میں یہ روایتیں درج کی ہیں۔

قال الفراء یقال للعابد اذا ترک کل شئ و اقبل علی العبادۃ قد تبتل ای انقطع عن کل شئ الی امر اللہ وطاعتہ وقال زید بن اسلم التبتل رفض الدنیا مع کل ما فیھا والتماس ما عند اللہ [2]

فراء نے کہا ہے کہ عابد کے لئے تبتل کا لفظ کہا جاتا ہے جب وہ ہر چیز کو ترک کر دے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے یعنی ہر چیز سے منقطع ہو کر اللہ کے حکم اور طاعت کی طرف متوجہ ہو گیا زید بن اسلم نے کہا ہے کہ تبتل کے معنے ہیں دنیا و ما فیھا کو ترک کر دینا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کا طلب کرنا ہے۔

(۴) تبتل الیہ تبتیلا کی تفسیر میں بیضاوی میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

وانقطع الیہ بالعبادۃ وجرد نفسک عما سواہ [3]

اور منقطع ہو جا اللہ کی طرف عبادت کے ساتھ اور علیحدہ کر اپنے کو ماسوا سے۔

(۵) صاحب مدارک نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

(وتبتل الیہ) انقطع الی عبادتہ عن کل شئ والتبتل الانقطاع الی اللہ تعالیٰ بتامیل الخیر منہ دون غیرہ وقیل رفض الدنیا وما فیھا والتماس ما عند اللہ (تبتیلا) فی اختلاف المصدر زیادۃ تاکید الی آخرہ [4]

ہر چیز سے منقطع ہو جا اس کی عبادت کی طرف اور تبتل کے معنی ہیں منقطع ہو کر اللہ کی طرف ہو جانا اور صرف اللہ ہی سے خیر کی امید رکھنا اور کہا گیا ہے کہ تبتل کے معنی دنیا و ما فیھا کو چھوڑ دینے اور جو اللہ کے پاس ہے اس کو طلب کرنے کے ہیں، مصدر کے مختلف لانے میں تاکید کی زیادتی ہے (تبتلا کی جگہ تبتیلا لانے میں)

معتبر مفسرین نے تبتل کے معنے انقطاع الی اللہ اور رفض الدنیا کے لکھے ہیں اس لئے جو تارک دنیا ہوگا اس کے لئے تبتل الی اللہ بھی ثابت ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا ولھوا وغرتھم الحیوۃ الدنیا (الانعام ع ۱۴)

ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے دین کو لہو لعب بنا رکھا ہے، اور حیات دنیوی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے انقطاع کیا جائے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے۔ امام علیہ السلام نے بھی وجود حیات دنیا کو کفر کہا ہے ایسی صورت میں ان لوگوں سے کس طرح عزلت اختیار نہ کی جائے گی جنھیں حیات دنیا نے دھوکے میں رکھا ہے۔

---

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی) الجلد الرابع صفحہ ۱۹۴ [2] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الثامن ص ۳۳۸۔ [3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد دوم ص ۳۶۵ [4] تفسیر مدارک (طبع مصر ۱۳۰۶ھ) الجلد الثانی ص ۴۶۔

حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے قال علیک بالعزلۃ فانھا عبادۃ[1] کہا کہ تجھ پر عزلت لازم ہے اس لئے کہ وہ عبادت ہے۔ صاحب العقد الفرید نے یہ روایت کی ہے قال لا تدعوا حظکم من العزلۃ فان العزلۃ لکم عبادۃ[2] یعنے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم اپنا بہرۂ عزلت نہ چھوڑو اس لئے کہ عزلت تمہارے لئے عبادت ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ میاں نظام پیش حضرت میراںؑ عرض کردند اگر رضا باشد بندہ بجائے خلوت بماند، حضرت میراںؑ فرمودند آنجا باید ماند کہ از کسے چیزے نشنوید دیا خود بگوئید و دیگراں را بشنوانید (باب ۱۳)

نقل ہے کہ میاں نظامؓ نے حضرت میراںؑ سے عرض کی اگر رضا ہو تو بندہ خلوت میں رہ جائے حضرت میراںؑ نے فرمایا۔ اس جگہ رہنا چاہیئے جہاں کسی سے کچھ سنو یا خود کہو اور دوسروں کو سناؤ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مذہب مہدویہ میں عزلت سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق غیر صادقین سے کنارہ کش ہو جانا ہے۔

توکل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران ع)

پس اللہ پر توکل کر تحقیق کہ اللہ تعالیٰ متوکلین کو دوست رکھتا ہے۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

ولکن علی ربھم ایھا المومنون فتوکلوا دون سائر خلقہ الی آخرہ[3]

لیکن اے مومنو اپنے رب پر بھروسہ کرو اس کے سوا جتنی مخلوق ہے سب کو چھوڑ کر

(۲) صاحب معالم التنزیل نے وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

قیل التوکل ان لا تخص اللہ من اجل رزقک وقیل ان لا تطلب لنفسک ناصرا غیر اللہ ولا لرزقک خازنا غیرہ ولا لعملک شاھدا غیرہ[4]

کہا گیا ہے کہ توکل یہ ہے کہ تو اللہ سے سرکشی نہ کرے رزق کے لئے کہا گیا ہے کہ نہ طلب کرے تو اپنے نفس کے لئے مددگار سوائے اللہ کے اور نہ اپنے رزق کے لئے کوئی خازن سوائے اللہ کے اور نہ اپنے عمل کے لئے کوئی شاہد سوائے اللہ کے۔

(۳) کشاف میں وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ مذکور ہے۔

ولیخص المومنون ربھم بالتوکل والتفویض الیہ لعلمھم انہ لا ناصر سواہ ولان ایمانھم یوجب ذلک ویقتضیہ[5]

اور چاہیئے کہ مومنین اپنے رب کو توکل اور تفویض کے لئے مخصوص کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں ان کے سوا ان کا کوئی ناصر نہیں ہے کیونکہ ان کا ایمان اس کو واجب کرتا ہے اور اس کا مقتضی ہے۔

---

[1] کنز العمال (طبع اول) جلد دوم صفحہ ۱۹۰ [2] العقد الفرید (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) جزء اول صفحہ ۳۹۲ [3] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الرابع صفحہ ۹۵، ۹۶۔ [4] معالم التنزیل (طبع بمبئی) جلد اول صفحہ ۱۹۴۔ [5] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۴۵۔

لان ایمانھم یوجب ذلک (کیوں کہ ان کا ایمان اس کو واجب کرتا ہے) سے ظاہر ہے کہ توکل علی اللہ صاحب کشاف کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح فمن الذی ینصرکم (پس وہ کون ہے جو تمہاری مدد کرے) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فھذا تنبیہ علی ان الامر کلہ للہ علی وجوب التوکل علیہ	یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ کام بالتمام اللہ ہی کے لئے ہے اور اس پر توکل کرنا واجب ہے۔

اس سے بھی توکل علی اللہ کا واجب ہونا ثابت ہے۔

وتوکل علی اللہ کی تفسیر میں کشاف میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

واسند امرک الیہ وکلہ الی تدبیرہ ؛ وکیلا) حافظا امرکو لا الیہ کل امرلہ	اپنے معاملہ کو اس پر منحصر کردو۔ اور اس کی تدبیر پر بھروسہ کرو اس کو وکیل بنالو یعنے ایسا حافظ بناؤ کہ تمہارے معاملات اس کے سپرد ہوں۔

(۴) امام فخر رازی نے علی اللہ فلیتوکل المومنون کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

وجب ان لایتوکل المومن الا علیہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون یفید الحصر ای علی اللہ فلیتوکل المومنون لا علی غیرہ[۲]	واجب ہے کہ مومن توکل نہ کرے مگر اللہ پر اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اللہ پر مومنین توکل کرتے ہیں مفید حصر ہے یعنی مومنین اللہ ہی پر توکل کریں کسی غیر پر نہیں۔

کسی امر کا واجب ہونا نص قرآن سے ثابت ہو تو وہ بھی فرض ہے۔

(۵) تفسیر بیضاوی میں فتوکل علی اللہ کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

فی امضا امرک علی ما ھو اصلح لک فانہ لا یعلمہ سواہ[۳]	پس توکل کر اللہ پر اپنے اجرائے امر میں جس طریقہ پر کہ تیرے لئے زیادہ شایان ہو کیونکہ اس کو نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اسی تفسیر میں وعلی اللہ فلیتوکل المومنون کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔

فلیخصوہ بالتوکل علیہ لما علموا ان لا ناصر لھم سواہ وآمنوا بہ[۴]	پس چاہیئے کہ خاص اس پر توکل کریں جب ان کو معلوم ہو چکا کہ اس کے سوا ان کا کوئی ناصر نہیں ہے اور اس پر ایمان لائے۔

وعلی ربھم یتوکلون مومنین کی صفت میں بیان کیا گیا ہے، جو ایمان کی صفت ہے اور جس پر حصول ایمان موقوف ہو اس کا حاصل کرنا فرض ہے توکل تو فرض ہے لیکن اس کے مدارج مختلف ہیں۔ اس سے قبل حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ کے پاس کھجوروں کی تھیلی دیکھ کر فرمایا اے بلالؓ کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں اس کا دھواں دیکھیں خرچ کرو اور تنگدستی کا خوف نہ کرو۔ اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

---

[۱] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۱۱۶۸ [۲] تفسیر کبیر (طبع استانبول) الجزء الثالث صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔ [۳] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۸۲ [۴] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) جلد اول صفحہ ۱۸۱۔

ایں ارشاد است بہ مقام توکل و اعتماد بر حق سبحانہ تعالےٰ۔[1] | یہ ارشاد ہے جو مقام توکل اور اعتماد علی الحق سے متعلق ہے۔

دائرۂ مہدویہ میں بھی یہی عمل تھا جیسا کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں بیان کیا ہے۔

ہیچ چیزے از اسباب معیشت با خود از غایت اعتماد بر رزاقی حق تعالیٰ نمی گذاشتند در روز نو روزی نو دستور العمل ایشاں بود۔[2] | خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معیشت میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ ان کا دستور العمل یہ تھا روز نو کے ساتھ روزی نو۔

مذکورہ فرائض دو قسم کی آیتوں پر مبنی ہیں۔ بعض میں کسی امر کے کرنے کی سزا آتش دوزخ ہے لہٰذا اس امر کا ترک کرنا فرض ہوا۔ بعض آیتوں میں مسلمانوں کو بصیغۂ امر حکم دیا گیا ہے اور کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان احکام پر بھی عمل کرنا فرض ہوا، اس کو مستحب کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حرام کو مکروہ قرار دینا۔ مثلاً خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولا تقتلوا انفسکم" (اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو) ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے، کیا کوئی اس کو مکروہ قرار دے سکتا ہے؟

اصول فقہ اور امر کی قسمیں

احادیث نبوی میں فرض اور واجب میں کوئی اصطلاحی فرق نہیں رکھا گیا ہے دونوں ایک معنی میں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں احکام بہ صیغہ امر یا بہ صیغۂ نہی آتے ہیں، امر و نہی دونوں مستلزم وجوب ہیں۔ قدمائے اس میں شقیں نکالی تھیں۔ علمائے اصول اب بھی قائل ہیں کہ جو حکم بہ صیغۂ امر یا نہی کلام اللہ میں ہو اور اس میں کوئی خفا نہ ہو ہر حیثیت سے ظاہر معنے پر دلالت کرتا ہو وہ امر یا دہ نہی مفید وجوب ہے جیسا کہ صاحب منار نے المؤل الظاہر کی بحث میں بیان کیا ہے۔

اما الظاهر فاسم لكلام ظهر المراد به للسامع بصيغته وحكمه وجوب العمل بالذى ظهر منه على سبيل القطع واليقين[3] | لیکن ظاہر نام ہے اس کلام کا جس سے سننے والے کیلئے اس کا مطلب ظاہر ہو جائے اسی صیغہ سے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جو مفہوم اس سے ظاہر ہوا اس پر قطعی اور یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

کلام اللہ میں بیشتر ایسی آیتیں ہیں جن کا مدلول ظاہر ہے، کنایات و استعارات و تشبیہات کے سہارے ان کے مفہوم میں تبدیلی نہیں پیدا کی جا سکتی، انہی آیتوں سے احکام مستنبط ہوتے ہیں، اصطلاح قرآن میں انہیں آیات محکمات کہتے ہیں۔

واخر متشابہات، دوسری متشابہ آیتیں وہ ہیں جن میں یہ وجہ جیسے توجیہ طلب الفاظ آئے ہیں، ایسی آیتیں استنباط احکام کے کام میں نہیں لائی جاتیں برخلاف اس کے وہ تمام آیتیں جن پر فرائض مذکورہ مبنی ہیں محکمات سے ہیں مثلاً کونوا مع الصادقین، فتوکل علی اللہ، فاذکروا اللہ، کیا سامع ان آیتوں کے ظاہری مفہوم کے سوا اور کچھ سمجھ سکتا ہے؟

اصول فقہ کی کتابوں میں امر کی متعدد قسمیں بیان کی گئی ہیں، صاحب نور الانوار نے امر کی بحث میں یہ لکھا ہے۔

الامر يستعمل لستة عشر معنى كالوجوب والاباحة والندب والتهديد والتعجيز[4] | امر سولہ معنے کے واسطے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ وجوب اور ندب اور اباحت اور تہدید اور تعجیز

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۴۸۔ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۳۹۸ [3] نور الانوار (طبع مطبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۷۰

ولارشاد والتسخير وغير ذلك[1] | اور ارشاد اور تسخیر وغیرہ۔

صاحب قمر الاقمار نے مذکورہ عبارت پر جو حاشیہ[2] لکھا ہے اس میں امر کے پندرہ معنے کی توضیح آیات قرآنی سے کی ہے اور ایک معنی کی توضیح میں حدیث نبوی پیش کی ہے۔ ذیل میں امر کی مختلف قسمیں درج کر کے ہر ایک کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

(۱) الوجوب۔ واقیموا الصلوٰۃ (اور قائم کرو نماز کو)

نماز کا قائم کرنا ایک امر دینی ہے جس کا تعلق عبادت سے ہے، اسی طرح جس امر دینی کے لئے بصیغۂ امر حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا بھی فرض ہوگا۔

(۲) الاباحۃ۔ یا ایھا الذین آمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربھم رضوانا واذا حللتم فاصطادوا (المائدہ ع)

اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں، اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں اور جب تم احرام سے باہر آؤ، تو شکار کرو۔

"جب تم احرام سے باہر آؤ تو شکار کرو" یہاں "شکار کرو" سے شکار کرنے کی اباحت معنی لینے والوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا احرام سے قبل شکار کی ممانعت ہے؟ اگر احرام سے قبل بھی شکار کی اجازت ہے تو احرام کے بعد شکار کی اجازت کی تخصیص کس لئے؟ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں شکار کی اجازت نہیں دے رہا ہے بلکہ اس امر کی تاکید فرما رہا ہے کہ احرام میں شکار کرنا حرام ہے اور اس کا ترک فرض ہے۔ فرض کو اباحت کہنا خدا کے حکم سے انحراف ہے۔

(۳) الندب۔ فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا (النور ع)

ان کو مکاتب بنایا کرو اگر ان میں بہتری پاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکاتب بنانے کے لئے ایک شرط بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ ان میں یعنے غلاموں میں بہتری پائی جائے شرط یعنی بہتری کا موجود ہونا واجب ہے، وجوب کی تکمیل ہو تو ہی مکاتب بنانا چاہیئے۔ امام جصاص نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

روی عن عطا قال ما اراہ الا وجبا وھو قول عمرو بن دینار[3]

عطا سے روایت کی گئی ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں اس کو مگر واجب اور یہ عمرو بن دینار کا قول ہے۔

(۴) التھدید۔ اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر (حٰمٓ السجدہ ع)

جو چاہے کرلو تحقیق کہ وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ جو چاہے کرلو اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ برے اعمال کا

---

[1] نور الانوار (طبع مطبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۲۱ [2] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (طبع مطبع مصطفائی) صفحہ ۲۱۔
[3] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث صفحہ ۳۲۱۔

ترک کرنا اور نیک اعمال کا اختیار کرنا ان پر واجب ہے اور اگر وہ اس طرح نہ کریں گے تو ان کا عذاب میں مبتلا ہونا لازمی ہے۔

(۵) التسخیر۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (البقرۃ ع ۸)

اور تم جانتے ہو ان لوگوں کا حال جنھوں نے تجاوز کیا یوم ہفتہ کے باب میں سو ہم نے کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یوم سبت کے بارے میں تجاوز کرنے والوں سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ ظاہر ہے کہ گزشتہ زمانے میں جو حکم دیا گیا تھا اس کی یہاں صرف خبر دی گئی ہے اس کے باوجود صیغۂ امر میں وجوب مضمر تھا یعنے اللہ کے حکم کی بنا پر ان کا بندر ہونا واجب ہو گیا اور وہ مسخ ہو گئے۔

(۶) الارشاد۔ واشھدوا ذوی عدل منکم (الطلاق ع ۱)

اور گواہ بنا لو دو صاحب عدل کو آپس میں سے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ گواہوں کا صاحب عدل یعنے عادل ہونا واجب ہے۔

(۷) التعجیز۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرۃ ع ۳)

اگر تم شک میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی ہے تو لے آؤ اس کے جیسی ایک سورت۔

یہ آیت ہماری بحث سے متعلق نہیں ہے، ہم تو ان آیتوں کے باب میں گفتگو کر رہے ہیں جن میں مسلمانوں کو کوئی خاص حکم دیا گیا ہے، یہاں تخاطب کفار سے ہے، اس کے باوجود اس میں وجوب ثابت ہے یعنے کلام اللہ میں شک نہ رکھنا واجب ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ کلام اللہ کی جیسی سورتیں ہیں ویسی ہی کم از کم ایک سورت تو پیش کر دے۔

(۸) الامتنان۔ کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن (الانعام ع ۱۷)

جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو صاف بتا رہا ہے کہ کھانے میں بھی دوسرے امور کی طرح شیطان کی پیروی نہ کی جائے یعنی جو کچھ کھایا جائے اس کا حلال ہونا واجب ہے، یہاں امتنان نہیں ہے بلکہ حلال کا وجوب ہے صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بخورید از انچہ روزی داد خدای و حلال کرد بر شما[1]

کھاؤ اس میں سے جو کچھ کہ خدا نے تمہیں روزی دی اور تمہارے لئے حلال کیا۔

جو لوگ کلوا میں امر امتنانی ہونے کے قائل ہیں ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے کیا مسلمان رزق الٰہی سے متمتع نہیں ہوتے تھے اور اگر ہوتے تھے تو پھر اب کھاؤ کہنے کے کیا معنی؟ آیت میں غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی پیروی سے منع فرما رہا ہے تاکہ اس کی پیروی میں حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

(۹) الاکرام۔ ان المتقین فی جنٰت وعیون ادخلوھا بسلٰم اٰمنین (الحجر ع ۴)

بیشک متقین باغوں اور چشموں میں ہوں گے کہیں گے ان کو سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو۔

---

[1] تفسیر حسینی (طبع نولکشور ۱۳۱۳ھ) جلد اول صفحہ ۱۷۵۔

اس آیت میں آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ متقین باغوں اور چشموں میں ہوں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ باغوں اور نہروں میں امن کے ساتھ داخل ہو۔ اس میں بھی وجوب پوشیدہ ہے یعنی جب متقین کو باغوں میں داخل ہونے کے لئے کہا جائے گا تو باغوں میں داخل ہونا ان پر واجب ہو جائے گا اور وہ داخل ہو جائیں گے مستحب سمجھ کر ترک نہ کر سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ بسلم امنین" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امن اور سلامتی سے داخل ہونا متقین پر واجب ہے۔

(۱۰) التسویہ۔ اصلوھا فاصبروا اولا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعملون (الطور ع)

اس میں داخل ہو پس صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے لئے جیسا کہ تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔

اس آیت میں آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے، یہاں کافروں کے صبر کرنے اور نہ کرنے کو برابر قرار دینا مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ کافروں کا دوزخ کی آگ میں جانا ناگزیر ہے خواہ وہ اس پر صبر کر سکیں یا نہ کر سکیں جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا یہاں کافروں سے تخاطب ہے اور یہ آیت ہماری بحث سے متعلق نہیں کیونکہ ہماری بحث تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو کوئی حکم بصیغۂ امر دیتا ہے تو اس پر عمل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

(۱۱) الدعا۔ ربنا اغفرلی ۔ (ابراہیم ع)

اے ہم سب کے پروردگار تو مجھے بخشدے۔

یہاں بھی گزشتہ زمانہ کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت کیلئے دعا کی ہے یوں بھی یہ آیت ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم ان آیتوں سے بحث کر رہے ہیں جن میں پروردگار مسلمانوں کو کسی خاص کام کے لئے بصیغۂ امر حکم دیتا ہے اور یہاں ایک نبی پروردگار کی بارگاہ میں عرض کر رہا ہے۔

(۱۲) التمنی۔ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک قال انکم ماکثون (زخرف ع)

اور پکاریں گے اے مالک چاہیئے کہ تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے پس وہ جواب دیگا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔

اس آیت میں بھی آئندہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ دوزخی یوں کہیں گے اور فرشتہ انہیں یوں جواب دیگا۔ یہ آیت بھی ہماری بحث سے خارج ہے پھر بھی فرشتہ کے جواب سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا دوزخ میں رہنا ناگزیر ہے۔

(۱۳) الاحتقار۔ قال لھم موسیٰ القوا ما انتم ملقون (یونس ع)

کہا ان ساحروں سے موسیٰ علیہ السلام نے ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو۔

اس آیت میں بھی گزشتہ زمانہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کو مخاطب کر کے یوں فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے استفاد ہوتا ہے کہ ساحروں کے سحر کا باطل اور بے اثر ہونا ناگزیر ہے اور مومنین مخلصین پر بجائے خود مستقیم رہنا کسی شبہ سے متاثر نہ ہونا اور بربنائے قوت ایمانی اس کا مقابلہ کرنا واجب ہے اور انہیں یہی کرنا چاہیئے۔

(۱۴) التکوین۔ انما قولنا لشیء اذا اردنٰہ ان نقول لہ کن فیکون (النحل ع)

ہم جس چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کو یہ کہتے ہیں کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اس آیت سے امر الٰہی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز سے کہتا ہے کہ ہوجا تو اس کا ہونا واجب ہوجاتا ہے اور وہ ہوجاتی ہے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کسی کام کا حکم بصیغۂ امر دے تو اس پر عمل کرنا فرض ہوجائیگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (اللہ کو بہت یاد کر) کیا کوئی اس امر وجوبی کو مستحب قرار دے کر اس سے بچ سکتا ہے؟۔

(۱۵) التادیب۔ قولہ علیہ السلام لابن عباس رضی اللہ عنہما کل مما یلیک۔ | نبی علیہ السلام کا ارشاد ابن عباسؓ سے "کھا جو تیرے نزدیک ہے۔"

صاحب قمر الاقمار نے امر تادیبی کی توضیح کے لئے آیت کی جگہ[1] حدیث نبوی پیش کی ہے۔ عرب ایک ہی برتن میں مل کر کھانا کھاتے تھے، یہ دینی امر نہیں ہے بلکہ ایک معاشرتی فعل ہے رسول اللہ صلعم کے ارشاد "کھا جو تیرے نزدیک ہے" میں بھی وجوب پایا جاتا ہے یعنے مل کر کھانا کھانے والے پر اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے واجب ہے کہ اپنے نزدیک جو کھانا ہے وہی کھائے دوسروں کے سامنے سے لیکر نہ کھائے۔

(۱۶) الاھانۃ۔ ذق انک انت العزیز الکریم | چکھ تو بڑا معزز و مکرم ہے۔

اس آیت کا تعلق بھی اخبار سے ہے یعنے دوزخ میں دوزخی سے کہا جائیگا کہ یہ عذاب دوزخ چکھ اور چکھنا اس کیلئے ناگزیر ہوگا۔ امر کے مختلف معنی کی ہم نے جو توضیح کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اصول فقہ میں صرف امر کے صیغہ کو پیش نظر رکھ کر مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ تمام آیت کے معنی پر غور کرکے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ آخر خداوند تعالیٰ کیا بیان کرنا چاہتا ہے۔

مذکورۂ بالا آیتوں میں سے بعض میں آئندہ وگزشتہ کی خبر دی گئی ہے بعض میں صرف کافروں سے تخاطب ہے بعض میں مسلمانوں کو مختلف احکام دیئے گئے ہیں، ان میں علمائے فقہ نے صرف صلوٰۃ سے متعلق وجوب تسلیم کیا ہے حالانکہ دوسرے امور میں بھی وجوب ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کیا ہے۔

جہاں اصول فقہ کے مطابق بہ ظاہر امر اباحی معلوم ہوتا ہے وہاں صاحب کشاف نے بھی وجوب بیان کیا ہے۔ آیہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء (نکاح کرو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہو) کی تفسیر میں یہ لکھا ہے "ما حل لکم من النسا ولا تحوموا حول المحرمات[2] یعنے نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہارے لئے حلال ہیں اور حرام عورتوں کا قصد نہ کرو۔

صاحب مدارک نے بھی ما طاب لکم کے ذیل میں "ما حل لکم" لکھا ہے[3]۔ اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ منتہی الارب میں طاب کے ذیل میں "حلال شد" (حلال ہوا) کے الفاظ آئے ہیں۔

حاصل یہ کہ نکاح کے لئے عورتوں کا حلال ہونا واجب ہے۔

اصول فقہ میں امر کی جو تقسیم ہے اگر اس کو مان بھی لیں تو ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ آیہ کونوا مع الصادقین، فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و تبتل الیہ تبتیلا، فتوکل علی اللہ میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان آیوں میں صیغۂ امر کو وجوبی کے سوا امر کے بقیہ پندرہ معنے میں سے کسی ایک پر بھی محمول کیا جا سکے کونوا مع الصادقین وغیرہ

---

[1] حاشیہ نور الانوار (طبع مصطفائی ۱۲۹۳ھ) ص ۲۱ [2] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول صفحہ ۲۶۵ [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول ص ۱۶۰۔

میں صیغہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اقیموا الصلوٰۃ میں۔

یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کے لئے آفت یا عذاب دردناک ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (النور ع)

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو بلاتا ہے تحقیق اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں سے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت یا دردناک عذاب نازل (انا ہو جائے۔

صحبت صادقین ذکر دوام وغیرہ مہدویوں کے پاس فرض ہو اور دوسروں کے پاس فرض نہ ہو تو اس سے نسخ شریعت لازم نہیں آتا نسخ شریعت کے مرتکب تو وہی ہیں جو اللہ کے حکم کو فرض نہیں مانتے۔

اس قسم کا اختلاف مختلف مذاہب میں نہایت متعارف ہے مثال کے لئے صلوٰۃ عیدین کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

صلوٰۃ عیدین فرض است بر قول امام ابوحنیفہ مثل جمعہ در روایتے واجب است وتسمیہ او بہ سنت از جہت ثبوت او بہ سنت است نہ بکتاب ونزد صاحبیہ سنت است ونزد شافعی نفل است وگردانیدہ اند اورا افضل نوافل ودر قولے سنت موکدہ است ومالک گفتہ است کہ سنت واجبہ وشاید کہ وجوب بمعنی تاکید است واحتمال دارد کہ مراد چیزے باشد کہ در مذہب ابوحنیفہ گفتہ شد ومشہور نزد امام احمد فرض عین است چنانچہ مذہب ابوحنیفہ است وصحیح نزد وے فرض کفایت است مثل صلوٰۃ جنازہ وجہاد ودر روایتے از ابوحنیفہ نیز ہمچنیں آمدہ [1]

صلوٰۃ عیدین فرض ہے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق مثل نماز جمعہ کے اور ایک روایت میں واجب ہے اور جو اسے سنت کہا جاتا ہے تو اس کا ثبوت سنت سے ہونے کی وجہ ہے نہ کہ کتاب سے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، اور امام شافعی کے نزدیک نفل ہے اور اس کو افضل نوافل بھی قرار دیا ہے اور بقولے سنت موکدہ ہے۔ امام مالک نے کہا کہ سنت واجبہ ہے اور شاید وجوب تاکید کے معنے میں ہے اور اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہو جو ابوحنیفہ کے مذہب میں بیان کی گئی اور مشہور یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک فرض عین ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ اور صحیح ان کے نزدیک فرض کفایہ ہے مثل نماز جنازہ اور جہاد کے اور ایک روایت میں ابوحنیفہ سے بھی ایسا ہی آیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ عیدین کو فرض عین، فرض کفایہ، واجب، سنت، سنت موکدہ، نفل افضل النوافل سب کچھ کہا گیا۔ اسی طرح نماز عید کی ادائی کے باب میں بھی اختلاف ہے، بعض لوگ مسجد میں نماز عید پڑھتے ہیں اور یہ خلاف سنت ہے چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے

وبعض امصار کہ در مساجد میگذارند خلاف سنت است [2]

بعض شہروں میں نماز عید جو مسجد میں پڑھتے ہیں خلاف سنت ہے۔

اسی پر دوسرے مسائل دین کے اختلاف کا قیاس کر لو۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۵۹۷۔ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صـ ۴۴۔

اگر یہ کہا جائے کہ مذکورۂ صدر فرائض کا فرض ہونا عصر اول میں ثابت نہیں ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ اس کی اصل یعنے کلام اللہ موجود ہے اور کلام اللہ کا طریق بیان اس کی فرضیت اور وجوب کو ثابت کرتا ہے یوں بھی بعض آیتیں ایسی ملیں گی جن کے باب میں رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت مروی نہیں ہے علماء نے اس سے احکام استنباط کئے ہیں (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱) امام جصاص نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے

قال عمر ایضا ان آیۃ الربا من آخر ما نزل من القرآن وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبض قبل ان بینہ لنا الی آخرہ[1]

حضرت عمرؓ نے کہا کہ آیت ربا قرآن کریم کی آیتوں میں سب کے بعد نازل ہوئی اور رسول اللہ صلعم قبل اس کے کہ ہم سے اس کا مطلب بیان فرمائیں واصل بحق ہو گئے

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ربا کا مطلب بیان نہیں فرمایا، برخلاف اس کے فرائض مذکورہ یعنی صحبت صادقین، ہجرت، توکل، ذکر اللہ وغیرہ سے متعلق بکثرت روایتیں پائی جاتی ہیں۔

مضمضہ اور استنشاق بعض کے پاس فرض ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ عصر اول میں ان کی فرضیت ثابت تھی۔ یہی حالت نماز وتر کی ہے بعض نے اس کو فرض تسلیم کیا ہے بعض نے نہیں۔ غرض اختلاف مسائل نسخ شریعت نہیں ہے۔

مخالفین مہدویہ کو مہدویت میں جب کوئی امر اسلام کے خلاف نہیں مل سکتا تو ہجرت، صحبت صادقین، توکل وغیرہ کی فرضیت کو پیش کرتے ہیں اور ادعا کرتے ہیں کہ یہ نسخ شریعت ہے حالانکہ یہ فرائض کلام اللہ کے صریح احکام پر مبنی ہیں۔ اب رہی ان فرائض کی نسبت تو قدیم ترین ماخذ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بامر اللہ و بحکم کتاب اللہ ان کا فرض ہونا بیان فرمایا ہے۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بلا واسطہ حضرت مہدی علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے، عقیدۂ شریفیہ کی ابتدا میں فرماتے ہیں۔

المقصود بندہ سید خوندمیر بن سید موسیٰ عرف چھجو[2] ایں احکام از زبان سید محمد مہدی علیہ السلام شنیدہ است۔

متصود یہ کہ بندہ سید خوندمیرؓ ابن سید موسیٰ عرف چھجو نے یہ احکام حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کی زبان سے سنے ہیں۔

عقیدہ شریفیہ کے آخر میں کہتے ہیں

معلوم باد کہ ایں احکام کہ مذکور است از اول تا آخر وقت رحلت آن ذات تا دام کہ ایں بندہ در صحبت وے بود در ہیچ حکم از آن احکام تفاوت نیافتم[3]

معلوم ہو کہ ان احکام میں سے جو ذکر کئے گئے ہیں شروع سے آنحضرت کی رحلت کے وقت تک جب تک کہ بندہ آپ کی صحبت میں تھا کسی حکم میں فرق نہیں پایا۔

حاصل یہ کہ فرائض مذکورہ جیسا کہ امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے بحکم کتاب اللہ ثابت ہیں۔

---

[1] احکام القرآن (طبع قسطنطنیہ) الجزء الاول صفحہ ۴۶۵۔ [2] چھجو اصل میں شجاع الملک تھا۔ [3] نیافتیم۔

حصہ دوم

باب اول

امامؑ کے خُلق سے متعلق معترض کے شبہات اور اس کا جواب

امام مہدی کے باب میں تو بہت سی حدیثیں وارد ہیں، شیخ علی کا یہ ادعا ہے کہ وہی شخص مہدی ہوگا جس میں تمام احادیث کے معانی پائے جائیں اور اگر بعض احادیث ہی سے مہدی متحقق ہوجائے تو باقی کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۵۶)

صاحب سراج الابصار کا یہ استدلال ہے کہ جو روایتیں مہدی کے باب میں وارد ہیں ان میں لیل و نہار کا اختلاف ہے، مسئلہ مہدیت بھی تو ایک امر دینی ہے جس کا تعلق عقائد سے ہے مجتہدین نے تمام حدیثوں سے تمسک نہیں کیا، بعض حدیثوں کو تو انہوں نے اصل و مدار قرار دیا، بعض روایتوں کو ترک کر دیا اور بعض کی توجیہہ کی۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا ادعا کیا ہے کہ مہدی کے باب میں جس قدر حدیثیں وارد ہوئی ہیں سب کا مہدی میں پایا جانا ضروری ہے اور عامۃ الناس کو فریب دینے کے لئے یہ مثال دی ہے کہ "مثال اس کی محسوسات میں یہ ہے کہ رسی بالوں کی بسبب اجتماع و اتفاق بالوں کے کس قدر قوی و مضبوط ہوجاتی ہے حالانکہ بجز بالوں کے اس میں اور کچھ نہیں ہے اور ہر ہر بال علٰحدہ نہایت ضعیف تھا"[1]

اگر معترض کے اس اصول پر عمل کیا جائے اور صحاح ستہ و دیگر مسانید و معاجم کی وہ تمام روایتیں ایک جا جمع کر دی جائیں جو روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں تو ایسی بیسیوں رسیاں بن جائیں گی جن میں سے ایک بھی کام کی نہ ہوگی مثلاً شیخ علی مولف کنز العمال نے کتاب الصلوٰۃ[2] میں ساڑھے چار ہزار سے زیادہ حدیثیں درج کی ہیں، بلا استثنا ان تمام حدیثوں پر عمل کر کے نماز ادا کرنا ناممکن ہوجائے گا، بس یہی حالت مسئلہ مہدیت کی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ تمام کی تمام حدیثوں کے معانی ایک ہی شخص میں پائے جائیں صحیح نہیں۔ اس سے قطع نظر ان حدیثوں میں جو صحاح میں مہدی کے باب میں وارد ہیں اور ان حدیثوں میں جو عقد الدرر یا العرف الوردی جیسے رسالوں میں جمع کی گئی ہیں کافی اختلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان علماء کا عقیدہ علامات مہدی کی حد تک کس قدر مختلف ہے۔

مہدی کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں ان سب کو معتبر قرار دینے کے لئے مولف ہدیہ نے انصاف نامہ کے حوالے سے

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) ص۱۶۷ [2] کنز العمال (طبع اول) جلد چہارم ص۶۱ - ص۲۹۲

لکھا ہے کہ خبر واحد کا منکر کافر ہے۔

انصاف نامہ کے باب دوم میں جو قول مضمرات کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، معترض اس کے معنے سمجھ نہ سکا اس روایت میں خبر واحد سے وہ خبر واحد مراد ہے جو وقوع پذیر ہو کر قطعیت کا درجہ حاصل کر چکی ہو اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جس کا مقیس علیہ قطعی ہو۔

صاحب سراج الابصار کا استدلال یہ ہے کہ مجتہدین کے اجتہاد پر غور کرو، مسائل دینیہ میں سے کوئی مسئلہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس میں وہ متفق ہو گئے ہوں اور اختلاف نہ کیا ہو، اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہے

"اگر شیخ بہ نظر انصاف ان صحیح حدیثوں کو دیکھے جو رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں تو انہیں دس سے بھی زیادہ پائے کہ وہ تحت ضبط داخل ہو سکیں لیکن باوجود اس کے ان کی احناف کے ہاں تاویل کی گئی ہیں اور طہارت ماء کے لئے وہ درجہ کا جو انداز مقرر کیا گیا ہے اس کے لئے تمام محدثین کے نزدیک کوئی اصل موجود نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے جیسا کہ مصابیح کی شرح فقاعی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن باوجود اس کے حنفیوں کا یہی مذہب ہے۔" (ترجمہ سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صفحہ ۱۵۸)

امام مہدی کی علامتوں کے باب میں بھی مجتہدین غور و خوض کرتے تو ایسے ہی مختلف الرائے ہوتے، علماء نے بھی امام مہدی کی علامتوں کے باب میں اختلاف کیا لیکن تشخیص علامات مہدی قطعی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ایک جماعت نے کوئی رائے ظاہر کرنے سے توقف کیا جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) کی شعب الایمان سے یہ روایت کی ہے۔

اختلف الناس فی امر المهدی فتوقف جماعة واحالوا العلم الی عالمه واعتقدوا انه واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخلقه الله متی شاء ویبعثه نصرة لدینه (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۶)

امام مہدی کے بارہ میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے اس لئے ایک گروہ نے توقف کیا اور اس کے علم کو اس کے عالم کے حوالے کر دیا اور اپنا یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہ سے ایک شخص ہو گا جسے اللہ جب چاہے گا اپنے دین کی مدد کے لئے پیدا کرے گا اور مبعوث فرمائے گا۔

توقف اسی وقت ہوا کرتا ہے جب کہ دلائل میں تعارض ہو اور ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی جا سکے شعب الایمان کی روایت کی تائید تفتازانی (المتوفی ۷۹۱ھ) کے بیان سے ہو جاتی ہے شرح مقاصد کے آخر میں یہ کہتے ہیں۔

فذهب العلماء الی انه امام عادل من ولد فاطمة یخلقه الله متی شاء و یبعثه نصرة لدینه[1]

علماء کا مذہب یہ ہے کہ مہدی عادل اولاد فاطمہ سے ہیں اللہ انہیں جب چاہے گا پیدا کرے گا اور دین کی نصرت کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

صاحب سراج الابصار کا یہ استدلال ہے کہ مہدی کے باب میں علماء کا جو مذہب ہے وہی اختیار کرنا چاہیئے یعنے تمام حدیثوں کا یہی امر مشترک ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اب رہی یہ بحث کہ مہدی کی صداقت کی جانچ کس طرح ہو میاں عالم باللہ کا یہ بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا جو معیار ہے وہی امام مہدی کی صداقت کا معیار ہو گا۔

---

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ البسنوی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی ص ۳۰۷۔

صاحب سراج الابصار نے اس امر سے بحث کی ہے کہ اخلاق دلیل قطعی ہیں اور جن کا دعویٰ دلیل اخلاق سے ثابت ہو جائے اس کا معارضہ ظنی روایتوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں آپ نے تقریباً سولہ[16] دلیلیں قرآن، حدیث، اور اقوال اکابر علماء سے پیش کی ہیں (ملاحظہ ہو سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۶۶ - ص۲۰۴)

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس استدلال سے متعلق یہ لکھا ہے کہ "اور سب سے اول عبدالملک سجاوندی کو یہ تدبیر سوجھی کہ جب احادیث نبویہ اپنے شیخ کے سراسر مخالف ہیں ان سے استدلال مشکل ہے اخلاق سے استدلال کیا چاہیئے"[1]

حالانکہ کتب صحاح میں مہدی کی جو صریح علامتیں ہیں وہ امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں، اس سے قطع نظر معترض کا دلیل اخلاق سے گریز کرنا اس کی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ خود رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ مہدی کا خلق میرا خلق ہوگا ایسی صورت میں اخلاق سے استدلال کرنا کس طرح صحیح نہ ہوگا خصوصاً جب کہ اخلاق جس طرح شرط نبوت ہیں شرط مہدیت بھی ہیں۔ علمائے امت نے رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اثبات اخلاق ہی سے کیا ہے۔ اثبات مہدیت کی بحث میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ خود قرآن کریم نے رسول اللہ صلعم کے اخلاق اور بعثت سے قبل کی زندگی کو آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا ہے آیۂ ام لم یعرفوا رسولھم[2] اور آیۂ فقد لبثت فیکم عمرا[3] اس پر شاہد ہے۔

مؤلف ہدیہ نے جب دیکھا کہ صحاح کی حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کی مہدیت کی نفی دشوار ہے اور دلیل اخلاق کا رد کرنا ناممکن تو اس نے حضرت مہدی علیہ السلام کے اخلاق ہی سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں اور یہ شبہات ایسے ہی ضعیف ہیں جیسے نصاریٰ کے اعتراضات رسول اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر۔

تعجب ہے کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے شیخ کے رسالہ البرہان[4] کا حوالہ دیا ہے ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ اس نے اس کا مقدمہ نہیں پڑھا جس میں شیخ نے امام مہدی علیہ السلام کے لئے "اشریعہ عظیم الشان" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مولف ہدیہ نے صاحب سراج الابصار کی دلیل اخلاق کی نفی کرنے کے لئے باب سوم دلیل ہفدہم میں امامؑ کے خلق کے باب میں شبہ پیش کیا ہے اور بطور تمہید اخلاق ناصری وغیرہ کو کتب اخلاق مانتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ "خلاصہ شرح حقیقت خلق کا کہ جس پر علماء و عرفائے اسلامی اور حکمائے یونانی کا اتفاق ہے اور کتب اخلاق مثل احیاء العلوم اور اخلاق ناصری وغیرہ اس سے مالا مال ہیں اس طرح پر ہے۔" (ہدیہ مہدویہ ص۱۴۸)

معترض نے اخلاق ناصری کو کتاب اخلاق مان لیا ہے اور اخلاق ناصری کے مقالہ دوم فصل چہارم کا ایک ذیلی عنوان یہ ہے۔

آداب شراب خوردن[5] | شراب پینے کے آداب

جس کتاب میں شراب پینے کے آداب بیان کئے گئے ہیں وہ معترض کے نزدیک کتاب اخلاق ہے اور اس کے مندرجات قابل استدلال ہیں یہی معترض کی بدخلقی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور اس کی جملہ بدخلقیوں کا یہی جواب شافی ہے، اس پر بھی اہل انصاف کی خاطر ہم ایک ایک روایت درج کر کے معترض کے شبہات کی تحقیق کرتے ہیں۔

(۱) ہجرت کر کے ہجرت سے انحراف کرنے کی سزا۔ صاحب انصاف نامہ باب ہشتم میں یہ روایت کرتے ہیں۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) ص۱۶۷ [2] المومنون ع۷ [3] یونس ع۲ [4] ہدیہ مہدویہ ص۱۶۷ [5] اخلاق ناصری (طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ) ص۳۳۰

نقل است از بندگی میاں سید خوندمیر و از بندگی میاں نظام آں روز کہ بی بی شکر خاتوں و چند کسان دیگر از کاہہ ولایت تھتہ باز گشتند و لب آب رسیدند بندگی میاں نظام فرمودند کہ بندہ برابر رفتہ بود تا ایشان را کرایہ کردہ در سفینہ نشاند و ایشاں دو گرہ برائے کرایہ بندہ را دادہ بودند بندہ کشتی کرایہ کردہ ایشاں را داد، آن دو گرہ پیش بندہ بفراموشی ماندہ بود، بندہ وقت مغرب باز گشت بخانہ آمد، چوں سپہر از کتف خود فرو کردم دو گرہ جنبید بندہ را یاد آمد کہ دو گرہ ہائے ایشاں پیش ما ماندند، چوں صباح شد و دو سہ ساعت روز بر آمد بندہ مستعد شدہ از حجرہ بیرون آمد تا دو گرہ ہائے ایشاں بدیشاں رفتہ برساند چوں از خانہ بدرم آمدم بندگی میراںؒ ہماں وقت بیروں آمدند بندہ را دیدند کہ مستعد شدہ میرود، دست جنبانندہ اشارت کردند کہ کجا میروید بندہ پیش میراںؒ آمد و گفت کہ میرا نجیو دو گرہ شکر خاتون کہ برائے کرایہ کردن دادہ بود بفراموشی پیش بندہ چند دو گرہ ماندہ اند میروم تا ایشاں را برسانم بندگی میراں فرمودند کہ میاں نظام دو گرہا بخورید اگر حق تعالیٰ بہ پرسد دامن ما بگیرید ایشاں از خدائے تعالیٰ روے گردانیدہ اند اگر حق تعالیٰ قوت دہد از ایشاں انچہ ہست زدہ بستانم۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ اور بندگی میاں نظامؒ سے منقول ہے کہ جس دن شکر خاتون اور کچھ لوگ کاہہ علاقہ تھتہ سے واپس ہوئے اور دریا کے کنارے پہونچے، بندگی میاں نظام نے فرمایا کہ بندہ ساتھ ساتھ گیا تھا تاکہ کرایہ کرکے انہیں کشتی میں بٹھائے اور انہوں نے کرایہ کے لئے بندہ کو ڈوگرے (نام سکہ) دیئے تھے بندہ نے کرایہ کرکے انہیں کشتی دی، دو ڈوگرے فراموشی سے بندہ کے پاس رہ گئے تھے، بندہ مغرب کے وقت گھر واپس آیا، جب میں نے سپر باندھ سے اتاری، ڈوگروں کو حرکت ہوئی، بندہ کو یاد آیا ان کے ڈوگرے میرے پاس رہ گئے، جب صبح ہوئی اور دو تین گھڑیاں گزر گئیں بندہ تیار ہوکر حجرہ کے باہر آیا تاکہ ان کے ڈوگرے انہیں پہونچادے۔ جب میں گھر سے باہر آیا، بندگی میراںؒ اس وقت باہر آئے۔ آپ نے بندہ کو دیکھا کہ تیار ہوکر جارہا ہے، ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ کہاں جارہے ہو، بندہ میراںؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا نجی، شکر خاتون نے کرایہ کے لئے جو ڈوگرے دیئے تھے، اس میں سے چند ڈوگرے بندہ کے یہاں رہ گئے ہیں، جارہا ہوں تاکہ ڈوگرے انہیں پہونچادوں بندگی میراںؒ نے فرمایا کہ میاں نظام یہ ڈوگرے کھالو اگر خداوند تعالیٰ پوچھے تو ہمارا دامن پکڑلو وہ خدا سے روگرداں ہوکر جارہے ہیں۔ اگر خداوند تعالیٰ قوت دے جو کچھ بھی ان کے پاس ہے مار کر حاصل کرلوں۔

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ بی بی شکر خاتون وغیرہ نے ہجرت کرنے کے بعد ہجرت سے انحراف کیا ہے۔ مذکورہ نقل میں "اگر حق تعالیٰ قوت دہد" کے الفاظ آئے ہیں صاحب انصاف نامہ نے باب چہارم میں "اگر حق تعالیٰ قوت دہد" کی توضیح میں لکھا ہے کہ "یعنے اگر امر شود"

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ نقل میں بھی قوت سے امر الٰہی مراد ہے، اس لئے کہ نبی کی قوت حکم الٰہی کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فخذھا بقوۃ وامر قومک بے (الاعراف ع۱۹) | پس پکڑو اس کو اے موسیٰ قوت کیساتھ اور حکم دو اپنی قوم کو۔

بی بی شکر خاتون وغیرہ کا بعد کو رجوع لانا حاشیہ شریف (صـ۱۳۲) اور شواہد الولایت ہر دو میں مروی ہے۔

شواہد الولایت کے الفاظ یہ ہیں۔

بہ طرف گجرات بجز خوشنودی ذات باز گشتند حضرت میراںؒ | امام کی رضا حاصل کئے بغیر گجرات کی طرف واپس ہوئے حضرت میراںؒ نے

بہ حکم فرمان رحمان حکم بہ اوشاں منافقاں کردند چنانچہ قصہ مشہور است دراں میاں بی بی شکر خاتون و میاں قاضی خاں بودند آخر الامر بحضور بندگی میاں رجوع کردند (باب ۱۵)

اللہ کے فرمان کی بنا پر ان پر منافقین کا حکم لگایا چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے اس میں بی بی شکر خاتون اور قاضی خاں تھے، آخر کار انہوں نے بندگی میاں سید خوندمیر کے حضور میں رجوع اختیار کیا۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ بی بی شکر خاتون اور قاضی خاں وغیرہ نے گجرات سے کاہہ علاقہ سندھ تک ہجرت کی تھی بعد کو انہوں نے ہجرت سے انحراف کیا۔

متن شریف میں بی بی شکر خاتون اور چند کسان دیگر (اور چند دوسرے لوگ) آیا ہے۔

حاشیہ شریف میں میاں غازی خاں اور بی بی شکر خاتون مندرج ہے اور شواہد الولایت میں "جماعتی کثیر" کے الفاظ آئے ہیں (باب ۱۵)

متن شریف میں چند کا لفظ میاں غازی خاں، بی بی شکر خاتون جیسے سربرآوردہ لوگوں کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے اور شواہد الولایت میں دوسروں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

شواہد الولایت میں غازی خاں کی جگہ قاضی خاں آیا ہے۔

غرض بی بی شکر خاتون وغیرہ کا رجوع لانا ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایک جماعت نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی بعد کو اس جماعت نے ہجرت سے انحراف کیا اور مکہ معظمہ واپس ہو گئے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) محمد ابن جریر طبری نے آیہ فمالکم فی المنافقین کے ذیل میں مجاہد سے یہ روایت کی ہے۔

قوم خرجوا من مكة حتى أتوا المدينة يزعمون أنهم مهاجرون ثم ارتدوا بعد ذلك فاستاذنوا النبي صلى الله عليه وسلم الى مكة ليأتوا ببضائع لهم يتجرون فيها فاختلف فيهم المومنون فقائل يقول هم منافقون وقائل يقول هم مومنين فبين الله نفاقهم فامر بقتالهم[1]

کہا کہ ایک جماعت مکہ سے نکل کر مدینہ آئی، ان کو مہاجر ہونے کا زعم تھا اس کے بعد وہ (اپنے خیال سے) پلٹ گئے مکہ جانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تاکہ وہ اپنا وہ سرمایہ لائیں جس سے وہ تجارت کریں مومنین نے ان کے باب میں اختلاف کیا کوئی کہتا کہ وہ منافق ہیں اور کوئی کہتا تھا کہ وہ مومن ہیں پس اللہ نے ان کا نفاق بیان کر دیا اور ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔

(ب) صاحب معالم التنزیل نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

قال مجاهد قوم خرجوا الى المدينة واسلموا ثم ارتدوا واستاذنوا رسول الله صلى الله عليه وسلم الى مكة ليأتوا ببضائع يتجرون

مجاہد نے کہا کہ کچھ لوگ مدینہ کو نکلے اور اسلام لائے پھر وہ (اپنے خیال سے) پلٹ گئے اور مکہ جانے کے لئے رسول اللہ صلعم سے اجازت چاہی تاکہ وہاں سے سرمایہ لائیں جس سے تجارت

---

[1] جامع البیان (طبع مصر) الجزء الخامس ص ۱۱۲

فیھا فخرجوا وقاموا بمکۃ فاختلف المسلمون فیھم فقائل یقول ھم منافقون وقائل یقول ھم مومنون وقال بعضھم نزلت فی ناس من قریش قدموا المدینۃ واسلموا ثم ندموا علی ذلک فخرجو کھیئۃ المتنزھین حتی تباعدوا من المدینۃ فکتبوا الی رسول اللہ وانا علی الذی فارقناک علیہ من الایمان ولکنا اجتوینا المدینۃ واشتقنا الی ارضنا ثم انھم خرجوا فی تجارۃ لھم نحو الشام فبلغ ذلک المسلمین فقال بعضھم نخرج الیھم فنقتلھم وناخذ ما معھم لانھم رغبوا عن دیننا وقالت طائفۃ کیف تقتلون قوما علی دینکم بان لم یذروا دیارھم وکان ھذا بعین النبی وھو ساکت لا ینھی واحدا من الفریقین فنزلت ھذہ الآیۃ[1]

کریں، اور مکہ میں مقیم ہو گئے مسلمانوں نے ان کے باب میں اختلاف کیا، کوئی کہتا تھا کہ وہ منافق ہیں اور کوئی کہتا تھا کہ وہ مومن ہیں بعض نے کہا کہ یہ آیت قریش کے کچھ لوگوں کے باب میں نازل ہوئی جو مدینہ آئے تھے اور مسلمان ہو گئے پھر اس پر نادم ہوئے اور اس طرح نکلے کہ گویا سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ سے دور ہو گئے اور رسول اللہ صلعم کو لکھا کہ ہم لوگ جس ایمان کے ساتھ آپ سے جدا ہوئے تھے اس ایمان پر اب بھی قائم ہیں، مدینہ سے ہم گھبرا گئے اور اپنی سرزمین کے ہم مشتاق ہوئے پھر یہ لوگ اپنے تجارتی سلسلہ میں ملک شام کو روانہ ہوئے مسلمانوں کو اس کی خبر پہنچی بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان کی طرف نکلکر مار ڈالیں اور جو ان کے پاس ہے وہ لے لیں کیونکہ وہ ہمارے دین سے پھر گئے اور ایک جماعت نے کہا تم ایسے لوگوں کو جو تمہارے دین پر ہیں اس بنا پر کیسے قتل کرو گے کہ انہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا نہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کے سامنے پیش آیا آپ خاموش رہے، فریقین میں سے کسی کو روکتے نہ تھے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

(ج) صاحب تفسیر کشاف نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

روی ان قوما من المنافقین استاذنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البدو معتلین باجتواء المدینۃ فلما خرجوا لم یزالوا راحلین مرحلۃ حتی الحقوا بالمشرکین فاختلف المسلمون فیھم فقال بعضھم ھم کفار وقال بعضھم ھم مسلمون وقیل کانوا قوما ھاجروا من مکۃ ثم بدا لھم فرجعوا وکتبوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا علی دینک وما اخرجنا الا اجتواء المدینۃ والاشتیاق الی بلدنا[2]

مروی ہے کہ منافقین کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلعم سے بادیہ کی طرف جانے کی اجازت چاہی مدینہ کی آب و ہوا کا حیلہ کر کے جب یہ مدینہ سے نکلے تو منزل بہ منزل چلتے ہی رہے یہاں تک کہ مشرکین سے جا ملے، مسلمانوں نے ان کے باب میں اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ کافر ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ مسلمان ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ جماعت تھی جس نے مکہ سے ہجرت کی پھر انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لکھا کہ ہم آپ ہی کے دین پر ہیں ہم کو صرف اس امر نے نکالا ہے کہ مدینہ کی ہوا گرم تھی اور ہمیں اپنے وطن کا اشتیاق تھا۔

---

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی) الجلد الاول صفحہ ۲۴۴ [2] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) النصف الاول صفحہ ۳۰۹

(د) امام فخر رازی نے فمالکم فی المنافقین کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

انها نزلت فی قوم قد موا علی النبی صلی الله علیه وسلم وآله مسلمین فاقاموا بالمدینة ما شاء الله ثم قالوا یا رسول الله نرید ان نخرج الی الصحراء فاذن لنا فیه فاذن لهم فلما خرجوا لم یزالوا یرحلون مرحلة مرحلة حتی لحقوا بالمشرکین فتکلم المومنون فیهم فقال بعضهم لو کانوا مسلمین مثلنا لبقوا معنا وصبروا کما صبرنا وقال قوم هم مسلمون ولیس لنا ان ننسبهم الی الکفر الی ان یظهر امرهم فبین الله تعالی نفاقهم فی هذه الآیة[1]

یہ آیت ایسے لوگوں کی شان میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلعم کی جناب میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور جبتک اللہ نے چاہا مقیم رہے پھر رسول اللہ صلعم سے عرض کی یا حضرت ہم چاہتے ہیں کہ صحرا کو جائیں ہم کو اس کی اجازت دیجئے۔ آنحضرتؐ نے آپکو اجازت دی جب یہ نکلے منزل بہ منزل آگے بڑھتے رہے یہانتک کہ مشرکین سے جا ملے، مومنین نے ان کے باب میں کلام کیا، بعض نے کہا کہ ہمارے جیسے مسلمان ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے اور ہمارے جیسا صبر کرتے، بعض لوگوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہی ہیں اور ہم کو یہ حق نہیں ہے کہ ان کو کفر سے منسوب کریں یہاں تک کہ ان کا معاملہ ظاہر ہو جائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق اس آیت میں ظاہر کر دیا۔

(ھ) جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور میں اسی آیت کے ذیل میں یہ روایتیں درج کی ہیں۔

(۱) اخرج احمد بسند فیه انقطاع عن عبد الرحمٰن بن عوف ان قوما من العرب اتوا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة فاسلموا واصابهم وباء المدینة حماها فاوکسوا اخرجوا من المدینة فاستقبلهم نفر من الصحابة فقالوا لهم مالکم رجعتم قالوا اصابنا وباء المدینة فقالوا امالکم فی رسول الله اسوة حسنة فقال بعضهم نافقوا وقال بعضهم لم ینافقوا انهم مسلمون فانزل الله فمالکم فی المنافقین فئتین الآیة[2]

امام احمد ابن حنبل نے ایک منقطع سند سے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ عرب کی ایک جماعت مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آئی اور مسلمان ہو گئی، وہ مدینہ کے وبائی بخار میں مبتلا ہو گئے اور مدینہ سے نکل پڑے صحابہ کی ایک جماعت ان کی جانب بڑھی انہوں نے ان سے کہا تم کیوں واپس ہو گئے کہا کہ ہم مدینہ کی وبا میں مبتلا ہو گئے پھر انہوں نے کہا کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اسوۂ حسنہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا یہ منافق ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ منافق نہیں مسلمان ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ کس لئے تم میں منافقین کے باب میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔

(۲) اخرج ابن ابی حاتم من وجه آخر عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن ان نفرا من طوائف العرب هاجروا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فمکثوا معه ما شاء الله ان یمکثوا ثم ارتکسوا

ابن ابی حاتم نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے دوسرے طریقہ پر تخریج کی ہے کہ عرب کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی تھی، یہ لوگ جب تک اللہ نے چاہا رسول اللہ صلعم کے ساتھ ٹھیرے رہے پھر یہ لوگ پھر کر

---

[1] تفسیر کبیر (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث ص۲۱۵ [2] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء الثانی ص۱۹۰

فرجعوا الی قومهم فلقوا سریة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعرفوهم فسالوهم ما ردکم فاعتلوا لهم فقال بعض القوم لهم نافقتم فلم یزل بعض ذلک حتیٰ فشا فیهم القول فنزلت هذه الآیة فما لکم فی المنافقین فئتین[1]

اپنی قوم کی طرف واپس ہو گئے اصحاب رسول کی ایک جماعت سے ملے۔ انہوں نے ان کو پہچان لیا ان سے پوچھا کہ کس چیز نے تم کو واپس کیا، انہوں نے ان کے سامنے حیلہ کیا، بعض نے ان سے کہا کہ تم منافق ہو گئے بعض ایسا ہی کہتے رہے یہانتک کہ ان کے باب میں یہ بات فاش ہو گئی، پس یہ آیت نازل ہوئی کہ کس لئے ان منافقین کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے۔

مذکورۂ بالا تمام روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جماعت نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تھی بعد کو اس نے ہجرت سے انحراف کیا، کشاف کی روایت سے تو ظاہر ہے کہ انہوں نے مدینہ کی آب وہوا کا حیلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر کے ہجرت سے انحراف کرنے والوں کے باب میں یہ حکم صادر فرمایا۔

فلا تتخذوا منهم اولیاء حتیٰ یهاجروا فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوهم واقتلوهم حیث وجدتموهم ولا تتخذوا منهم ولیاء ولا نصیرا (النساء ع ۱۲)

سو ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ اور نہ ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ۔

انصاف نامہ کی روایت سے بھی ظاہر ہے کہ بی بی شکر خاتون اور قاضی خاں وغیرہ نے ہجرت کرنے کے بعد ہجرت سے انحراف کیا تھا، ان کے باب میں امام علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے کلام اللہ کے مطابق ہے۔ امر اول یہ کہ امام علیہ السلام نے بندگی شاہ نظام رضؓ سے فرمایا کہ شکر خاتون کے ڈوگرے کھالو، اگر اللہ تعالیٰ پوچھے تو ہمارا دامن پکڑو۔

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر کے ہجرت سے انحراف کرنے والوں کے باب میں یہ فرمایا ہے کہ انہیں قید کرو اور انہیں قتل کر دو جن کو قید کرنا اور جن کا قتل کرنا حلال ہو تو ان کا مال بھی بہ طور تعزیر ضبط کر لینا حلال ہوا امام علیہ السلام کا ارشاد کس طرح مورد اعتراض ہو سکتا ہے۔؟

امر دوم یہ کہ شواہد الولایت کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے بی بی شکر خاتون اور قاضی خاں کو منافق قرار دیا ہے، یہ بھی کلام اللہ کے مطابق ہے اس لئے کہ آیت کے ابتدائی الفاظ فما لکم فی المنافقین فئتین (تم منافقین کے باب میں دو گروہ کیوں ہو گئے) اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ بی بی شکر خاتون اور قاضی خاں نے بھی تو ہجرت کرنے کے بعد ہجرت سے انحراف کیا تھا۔

واضح ہو کہ روزہ نذر رکھنا گناہ ہے، روزہ رکھنے کے بعد روزہ توڑنا زیادہ گناہ ہے اسی طرح اسلام قبول نہ کرنا گناہ ہے اور اسلام قبول کر لینے کے بعد اس سے منحرف ہونا موجب قتل ہے ہجرت کی بھی یہی حالت ہے، ہجرت کے اسباب پیدا ہو جانے پر ہجرت کرنا واجب ہے اور اگر نہ کریں تو گناہ ہے اور ہجرت کرنے کے بعد ہجرت سے انحراف کرنا سخت تر گناہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے

---

[1] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء الثانی ص ۱۹۱

اس کے لئے قید اور قتل کی سزا دی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ ہجرت ہر زمانہ میں فرض ہے کہ نہیں تو اس سے قبل اثبات فرائض کے ذیل میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ احکام قرآنی میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے، ہر جگہ اور ہر زمانہ کے لئے نافذ ہیں، اسباب ہجرت پیدا ہو جائیں تو ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے مطلق ہجرت قیامت تک باقی ہے البتہ مخصوص ہجرت منقطع ہو چکی۔ امام فخر رازی نے مالکم من ولایتھم من شئ حتی یھاجروا (الانفال ۷۲) کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے۔

قال الحسن الھجرۃ غیر منقطعۃ ابدا واما قولہ علیہ السلام لاھجرۃ بعد الفتح فالمراد الھجرۃ المخصوصۃ فانھا انقطعت بالفتح [1]	حسن نے کہا ہے کہ ہجرت ہمیشہ کے لئے غیر منقطع ہے اب رہا رسول اللہ صلعم کا قول کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے تو اس سے ہجرت مخصوصہ مراد ہے اس لئے کہ وہ ہجرت فتح مکہ پر منقطع ہو گئی۔

جب ہجرت ہمیشہ کے لئے غیر منقطع ہے تو اس سے متعلقہ احکام بھی ہمیشہ کے لئے باقی ہیں اس لحاظ سے ہجرت کر کے ہجرت سے انحراف کرنے والے کے مال کو بہ طور تعزیر ضبط کریں تو اس کو بد خلقی قرار دینا عین بیدینی ہے۔

(۲) کسان مہدیؑ کا عیسیٰؑ سے ملاقات کرنا

میاں ولی یوسف نے انصافنامہ کے باب ۱۸ میں یہ روایت کی ہے۔

(الف) حضرت میرانؒ را پرسیدند کہ یاران مہدی با عیسیٰ ملاقات باشند فرمودند بعضے کسان ملاقات باشند یعنی حضرت میرانؒ سے پوچھا گیا کیا یاران مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرینگے، فرمایا کہ بعض لوگ کرینگے اس روایت سے ظاہر ہے کہ سوال میں لفظ یاران استعمال کیا گیا ہے اور امام علیہ السلام نے جواب میں "کسان" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(ب) میاں ولی یوسف نے باب نوزدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است از ہر یکی مہاجران مہدی از بندگی سید محمودؓ از بندگی سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و میاں دلاورؓ و اکثر مہاجران میرانؒ را پرسیدند کہ کسان مہدی جہت عیسیٰ را ملاقات شوند فرمودند آرے پس مشہور ترین ہمیں نقل است یعنے روایت کیفیتی ہے ہر ایک مہاجر مہدی سے، بندگی میاں سید محمود، بندگی میاں سید خوندمیر، بندگی میاں نعمت، بندگی میاں دلاور اور اکثر مہاجران مہدی سے، میرانؒ سے پوچھا گیا کیا کسان مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرینگے فرمایا ہاں میں مشہور ترین یہی نقل ہے

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان روایتوں سے اصحاب مہدی کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ عیسیٰؑ نازل نہیں ہوئے۔ [2]

دونوں روایتوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام علیہ السلام نے "کسان مہدی" کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ "کسان" کا لفظ مطلق ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے بزعم مدعی اگر کسان سے اصحاب مہدی ہی مراد ہوں تو نقل شریف کی، جس کا تعلق پیشین گوئیوں سے ہے وہی توجیہ کرنی پڑیگی

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع استانبول) الجزء الرابع صفحہ ۵۸۰ ۔ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور) صفحہ ۱۵۹ ۔

جو علمائے امت رسول اللہ صلعم کے اس ارشاد میں کریں گے۔

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم الیٰ آخرہ | تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ عیسیٰؑ تم میں نازل ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ فیکم میں اصحاب رسول سے خطاب ہے، کیا اس حدیث کی بنا پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب میں عیسیٰ کے نازل ہونے کی خبر دی ہے اور وہ صحیح نہیں، اس سے قطع نظر امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسی ابن مریم الیٰ آخرہ[1] | رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا قریب ہے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا۔

اس حدیث میں من عاش (جو زندہ رہا) کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امت مراد نہیں بلکہ اصحاب رسول ہی مراد ہیں۔ اس حدیث میں جو توجیہ کی جائے گی وہی نقل مہدی کے باب میں بھی کرنی ہوگی اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اب تک نہیں ہوا۔

انصاف نامہ کی نقل گویا حدیث کا ترجمہ ہے رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے علم میں یہ بات تھی کہ حضرت عیسیٰؑ قریب قیامت نازل ہوں گے اس لئے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ آپ کے پیرو عیسیٰؑ کے نزول تک دنیا میں رہیں گے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب ۱۲ میں یہ روایت کی ہے "نقل است کہ حضرت میرانؑ فرمودند پس از بندہ تا قیامت فیض مہدی باشد" اس روایت سے بھی قیام قیامت تک دین مہدی کا باقی رہنا ثابت ہے۔

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اپنے ایک مکتوب میں یہ روایت کی ہے "حضرت امام علیہ السلام فرمودند کہ کسان ما تا قام (قیام) قیامت خواہند بود[2] یعنے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے لوگ قیامت کے قائم ہونے تک رہیں گے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ قیامت کے قیام تک مہدوی مذہب کے باقی رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ دوسرے لفظ "کسان" کا استعمال واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مطلق مہدوی مراد ہیں۔

غرض یہاں بھی لفظ "کسان" آیا ہے یہ اصحاب مہدی کے لئے مختص نہیں ہے۔

دفتر شاہ برہان میں یہ مروی ہے

نقل است حضرت امامؑ فرمودند کہ کسان ما تا قام قیامت باشند در گروہ برادرم سید خوندمیر (دفتر اول رکن ہشتم باب سوم) | نقل ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ ہمارے لوگ قیام قیامت تک رہیں گے برادرم سید خوندمیر کے گروہ میں۔

نقلیات میاں سید عالم میں مروی ہے کہ امامؑ نے یہ فرمایا ہے۔

کسان من با عیسیٰ ملاقات کنند و فیض من تا قیامت بماند (ص ۲۱) | میرے لوگ عیسیٰؑ سے ملاقات کریں گے اور میرا فیض قیامت تک رہے گا۔

حاشیہ شریف میں بھی یہی مروی ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل (طبع مصر) جلد دوم صفحہ ۴۱۱ [2] مکاتیب میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ) ص ۴۵ مکتوب چہل و پنجم۔

کسان از من ملاقات کنند فیض بندہ تا قیامت باند (ص ۱۹۵) | میرے لوگ عیسیٰ سے ملاقات کرینگے بندہ کا فیض قیامت تک رہے گا۔

ان روایتوں سے لفظ "کسان" کی توضیح ہو جاتی ہے کہ وہ اصحاب مہدی کے لئے مختص نہیں ہے۔

(۳) نزول عیسیٰ نزدیک ہے،

صاحب انصاف نامہ نے باب ہیجدہم میں یہ روایت کی ہے۔

بندگی میاں فرمودند کہ امشب بہ توجہ تمام نشستہ بودم بچشم حضرت میراں را مید یدم و پرسیدم کہ میرانجیو مہتر عیسیٰ کدام وقت بیا یند، میراں فرمودند کہ نزدیک، پس از شما شصت سال بیا یند فرمودند کہ نزدیک باز پرسیدم کہ پس از شما پنجاہ سال، باز فرمودند کہ نزدیک باز پرسیدم پس از شما دہ سال باز فرمودند کہ نزدیک اینک مہتر عیسیٰ حاضر اند بپرسید میاں فرمودند کہ بندہ مہتر عیسیٰ را بسیار چیزہا پرسیدم این فراموش شد کہ شما کے خواہید آمد۔

بندگی میاں سید خوندمیر نے فرمایا کہ آج رات توجہ کامل کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اپنی آنکھوں سے حضرت میرانجی کو دیکھ رہا تھا، میں نے پوچھا یا حضرت میرانجی حضرت عیسیٰ کس وقت آئینگے، میرانجی نے فرمایا کہ نزدیک کیا آپ کے ساٹھ سال بعد آئینگے فرمایا کہ نزدیک، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے پچاس برس بعد آئینگے فرمایا کہ نزدیک، پھر میں نے پوچھا کیا حضرت کے چالیس برس بعد پھر فرمایا کہ نزدیک پھر میں نے پوچھا آپ کے تیس ۳۰ سال بعد پھر فرمایا کہ نزدیک یہ حضرت عیسیٰ موجود ہیں پوچھ لو میاں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عیسیٰ سے بہت سی باتیں پوچھیں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ کب تشریف لائیں گے۔

یہ ایک کشف اور معاملہ ہے جو امام علیہ السلام کے صحابی بندگی میاں سید خوندمیر نے بیان فرمایا ہے اس پر جرح کر کے اس کو بد خلقی قرار دینا اور اس کے خلاف استدلال کرنا عین حماقت ہے۔

دوسرے یہ کہ بندگی میاں سید خوندمیر نے چھ دفعہ استفسار فرمایا اور جواب ایک ہی لفظ سے دیا گیا یعنے نزدیک یہ جواب قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(الف) لعل الساعة قریب (الشوریٰ ع ۱) | شاید کہ قیامت نزدیک ہے۔

(ب) لعل الساعة تکون قریبا (الاحزاب ع ۸) | شاید کہ قیامت نزدیک ہو۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قیامت کا وقت قریب ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

بعثت انا والساعة کھاتین و یقرن بین اصبعیہ السبابة والوسطیٰ [1] | مبعوث ہوئے ہیں اور قیامت مثل ان دو انگلیوں کے انگشت شہادت اور انگشت میانہ دونوں کو ملا دیا تھا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت اور قیام قیامت ایک دوسرے سے ایسے ہی نزدیک ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں۔

محدثین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ قیامت کی علامات کبریٰ ہیں [2] چنانچہ صاحب مشکوٰۃ نے خروج دجال اور نزول عیسیٰ کی حدیثیں باب العلامات بین یدی الساعة کے ذیل میں درج کی ہیں۔ پس مذکورہ بالا حدیث نبوی سے یہ بھی مستفاد ہوگا کہ نزول عیسیٰ بھی رسول اللہ صلعم کی بعثت سے نزدیک ہے۔ رسول اللہ صلعم کے مذکورہ ارشاد کے ایک ہزار برس بعد مکاشفہ میں کہا گیا کہ نزول عیسیٰ نزدیک ہے تو یہ قرآن اور حدیث کے عین مطابق ہوا۔ اس کو قابل اعتراض قرار دینا، قرآن اور حدیث پر اعتراض

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۸۸۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۲۔

کرنا ہے اور یہ عین بے دینی ہے، اب رہا معترض کا یہ کہنا

"سائل مزاج دان تھے پھر ساٹھ پچاس چالیس وغیرہ تنزل کرتے ہوئے کاہے کو آتے اصل بات یہی ہے کہ میاں ایک عدد کی تعیین پوچھتے تھے اور میرزا اس سے بھی نزدیک بتلاتے تھے" الی آخرہ[1]

یہاں مزاج دانی کا سوال ہی کیا ہے یہاں تو قرآن وحدیث کے مطابق نزول عیسیٰ کی خبر دی گئی۔

معترض معمولی فارسی عبارت سمجھنے سے بھی قاصر ہے، اس نے یہ نہیں دیکھا کہ چھ سوالوں کے جواب میں صرف لفظ نزدیک ہی کہا گیا ہے نہ تو "نزدیکتر" اور نہ "از آن نزدیک" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں پھر کس بنا پر جواب کو تنزل پر محمول کیا جائیگا۔؟

امامؒ کا بار بار لفظ نزدیک استعمال فرمانا صاف بتلا رہا ہے کہ نزول عیسیٰ سے متعلق صرف یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ نزدیک ہے۔ اس لئے کہ یہ قیامت کے قریب ہوگا اور لفظ نزدیک کلام اللہ کے الفاظ قریبا و قریبکم کا ترجمہ ہے، قرآن اور حدیث کے مطابق جو بات کہی جائے اس کو بدخلقی کہنا ارتداد کی علامت ہے۔

حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول نزدیک ہے اور یہ مفہوم قرآن وحدیث کے بالکل مطابق ہے۔

رسول اللہ صلعم نے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے تو وہاں بھی نزدیک کا مفہوم ظاہر ہے امام احمد بن حنبل نے یہ روایت کی ہے۔

عن النبی علیہ السلام قال یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم الی آخرہ[2]	نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا نزدیک ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے۔

کیا اس حدیث کی بناء پر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ اصحاب رسول میں سے کسی نے بھی عیسیٰؑ سے ملاقات نہیں کی انصاف نامہ کی روایت میں نزدیک آیا ہے اور حدیث میں لفظ یوشک واقع ہوا ہے اس لحاظ سے انصاف نامہ کی روایت گویا حدیث شریف کی ترجمانی کر رہی ہے۔

(۴) امامؒ کی پیشین گوئی اور آپ کی رحلت

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ لکھا ہے۔

"قاضی وخطیب نے سامنے آکر پوچھا کہ تولد خوندکار کا کس روز ہے اور دعویٰ خوندکار کا کس روز اور موت خوندکار کی کس روز ہے فرمایا کہ روز دوشنبہ کو"

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مطلع الولایت وغیرہ میں آپ کی وفات روز پنجشنبہ ہے لہٰذا پیش گوئی غلط اور اس طرح پیش گوئی کرنا ما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت[3] (کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مرے گا) کے خلاف ہے۔

روز وفات سے متعلق جو سوال ہے اس پر تمام کتب سیر کا اتفاق نہیں ہے مثلاً مطلع الولایت میں اس کا ذکر نہیں ہے شواہد الولایت (باب ۲۸) میں بھی روز وفات سے متعلق سوال نہیں ہے بلکہ وقت دعوت سے متعلق سوال ہے غالباً سائل کے پیش نظر

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص ۱۶۰ [2] مسند احمد ابن حنبل (طبع مصر) جلد دوم ص ۴۱۱ [3] لقمان ع ۲

احادیث کی مطابقت تھی۔

کتب مہدویہ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی رحلت ۱۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ کو ہوئی البتہ دن کے متعلق اختلاف ہے، قدیم ترین کتب سیر یعنے میاں عبدالرحمٰن (سال ولادت ۹۰۸ھ) کے مولود میں آپ کی رحلت کا دن دوشنبہ مذکور ہے اور خاتم سلیمانی میں اس کو ترجیح دی گئی۔ دیروایتے وقت ضحیٰ یوم الاثنین ہذا القول فی اسنادہ صحیح[1] | اور ایک روایت کی بناء پر پیر کے روز پہر دن چڑھے یہ قول بلحاظ سند صحیح ہے۔

اس لحاظ سے معترض کا اعتراض بیجا نکلا، ایسا اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی تاریخ میں اختلاف ہے صاحب اشعۃ اللمعات نے ابن جوزی کے حوالے سے یہ لکھا ہے "ابن جوزی در کتاب الوفا گفتہ کہ ابتدائے مرض در شہر صفر بودہ کہ دو شب از آن ماندہ بود وفات وے دوازدہم ربیع الاول بود[2]" یعنے ابن جوزی نے کتاب الوفا میں بیان کیا ہے کہ مرض کا آغاز صفر کے مہینے میں ہوا تھا جب کہ صفر کا مہینہ ختم ہونے دو راتیں باقی تھیں اور آپکی وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

سلیمان تیمی کے حوالے سے یہ لکھا ہے۔

وسلیمان تیمی کہ یکی از ثقات است جزم کردہ است بآں کہ ابتداے مرض در روز شنبہ بود بیست و دوم صفر و وفات در روز دوشنبہ دوم ربیع الاول واللہ اعلم وایں قول را ترجیح دادہ اند | سلیمان تیمی نے جو ثقات سے ہیں بہ طور جزم بیان کیا ہے کہ مرض کی ابتداء ۲۲ صفر روز شنبہ سے تھی اور وفات ۲ ربیع الاول پیر کے دن اور اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کا دن ہو تو ۱۲ ربیع الاول کو جمعرات کا دن ہوگا۔ اس لحاظ سے تاریخ کے اختلاف کے ساتھ دن کا اختلاف بھی ثابت ہوتا ہے۔

برخلاف اس کے کتب مہدویہ میں تاریخ پر اتفاق ہے۔ اور صرف دن کے باب میں اختلاف ہے روایت میں اختلاف ہو تو راویوں کے اختلاف کی بناء پر متکلم کے خلاف حجت قائم کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اب رہا یہ امر کہ موت کے دن کی پیشین گوئی (جس پر تمام کتب سیر کا اتفاق نہیں ہے) ماتکسب غدا اور بای ارض تموت کے خلاف ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ موت امر اکتسابی نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس آیت میں مکان کی نفی کیجا رہی ہے زماں کی نہیں، یعنے کوئی شخص یہ نہیں جان سکتا کہ کہاں مرے گا یہ نہیں کہ کب مرے گا۔

کوئی شخص سوائے اللہ کے مطلق عالم الغیب نہیں ہے، جو لوگ اللہ کے حکم سے کوئی غیب کی بات بتا سکتے ہیں تو وہ اللہ ہی کی جانب سے بتاتے ہیں۔ اس سے قطع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع میں اپنی رحلت کی خبر دینا اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ صاحب العقد الفرید نے "خطبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع" کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ایھا الناس اسمعوا منی ابین لکم فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا فی موقفی ھذا[3] | اے لوگو سنو مجھ سے تمہارے لئے بیان کرتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ شاید تم سے اس سال کے بعد نہ مل سکوں اسی جگہ۔

بزعم مولف ہدیہ مہدویہ کیا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد ماتدری نفس بای ارض تموت کے خلاف ہوگا؟

---

[1] خاتم سلیمانی گلشن چہارم چمن دوم۔ [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ جلد رابع صفحہ ۶۰۲ العقد الفرید الجزء الثانی صفحہ (۵۷) ۱۲۹۳ھ

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ مدینہ منورہ آپ کا مدفن ہوگا سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں یہ روایتیں درج کی ہیں۔

(ا) اخرج ابو نعیم عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ مہاجری ومضجعی من الارض

ابو نعیم نے معقل بن یسار سے تخریج کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تمام روئے زمین میں سے مدینہ میری ہجرت کی جگہ اور میری خواب کی جگہ ہے۔

(ب) اخرج الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ عن الحسن قال رسول اللہ علیہ وسلم المدینۃ مہاجری وبہا وفاتی ومنہا محشری و اخرج ایضاً من مرسل عطا ابن یسار مثلہ[1]

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حسن سے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اور مدینہ میں میری وفات ہوگی اور مدینہ سے میرا حشر ہوگا۔ نیز زبیر بن بکار نے عطا ابن یسار کی مرسل حدیث سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے اس امر کی بھی خبر دی ہے کہ آپ کا مدفن مسجد نبوی سے قریب ہوگا۔ امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی ہذا ولعلک ان تمر بمسجدی ہذا وقبری[2]

اے معاذ تحقیق کہ قریب ہے تم مجھکو نہ پاؤ گے (میری عمر کے) اس سال بعد اور شاید کہ تم گزرو میری اسی مسجد اور میری قبر سے۔

علماء نے امام علیہ السلام کی بعثت اور دعوت کے دن سے متعلق اس لئے سوال کیا تھا کہ رسول اللہ کی دعوت اور بعثت کا دن بھی یہی تھا جیسا کہ سیوطی نے روایت کی ہے۔

اخرج ابن عساکر عن مکحول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال الا لاتعادنی صیام الاثنین فانی ولدت یوم الاثنین و اوحی الی یوم الاثنین وہاجرت یوم الاثنین واموت یوم الاثنین[3]

ابن عساکر نے مکحول سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بلال سے فرمایا سنو دوشنبہ کے دن کے روزے نہ چھوڑو اس لئے کہ میں دوشنبہ کے دن پیدا ہوا ہوں اور دوشنبہ کے دن مجھکو وحی بھیجی گئی ہے اور دوشنبہ کے دن میں نے ہجرت کی ہے اور دوشنبہ کے دن میری وفات ہوگی۔

امام علیہ السلام کا یوم رحلت ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جس طرح اپنے مدفن سے متعلق خبر دی ہے اسی طرح اپنے یوم رحلت سے متعلق بھی خبر دی ہے جیسا کہ اس سے قبل تصریح کی گئی، ابن جوزی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلعم کی رحلت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور سلیمان تیمی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلعم کی رحلت ۲ ربیع الاول پیر کے دن ہوئی ہے۔

ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کا دن ہے، اس حساب سے بارھویں ربیع الاول کو جمعرات کا دن آتا ہے اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کا اپنے یوم رحلت سے متعلق خبر دینا مورد اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ربیع الاول کی بارھویں کو رحلت پانا

---

[1] الخصائص الکبریٰ (طبع حیدرآباد) الجزء الثانی ص ۲۷۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۰۸۔

متفق علیہ نہیں ہے چنانچہ صاحب افادۃ الافہام نے بھی یہ لکھا ہے۔

"خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف میں اختلاف پڑا ہوا ہے کسی روایت میں دوسری ربیع الاول کی ہے اور کسی میں تیرھویں اور کسی میں چودھویں"[1]

امام علیہ السلام کے یوم رحلت سے متعلق سب سے قدیم ماخذ صحابی امام میاں الہداد حمید کا تاریخی شعر ہے اور اس شعر کے حوالے سے مطلع الولایت اور شواہد الولایت میں امام علیہ السلام کا روز پنجشنبہ رحلت کرنا مذکور ہے لیکن اس کے ساتھ یوم رحلت سے متعلق خبر دینا مروی نہیں ہے۔ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں روز دوشنبہ رحلت کرنا مذکور ہے، اس میں یوم رحلت سے متعلق خبر دینا بھی مروی ہے۔ غرض یوم رحلت سے متعلق خبر دینا متفق علیہ نہیں ہے۔

ایسی صورت میں امام علیہ السلام کے خلاف حجت لانا باطل ہے۔

(۵) **ناسخ و منسوخ**۔ ناسخ و منسوخ سے متعلق بحث اس حصہ کے باب ششم میں آئے گی۔

(۶) **تحریف کلام اللہ کا افتراء**۔ مولف ہدیہ نے یہ بھی افترا کیا ہے[2] کہ مہدویہ مذہب میں کلام اللہ میں لفظی اور معنوی تحریف کی جاتی ہے اور چند ایسی آیتیں پیش کی ہیں جن کے ذریعہ حضرت امام علیہ السلام نے اپنے خاص اصحاب کو بشارتیں دی ہیں۔

اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کی ایک مثال دی جائے اس لئے کہ خود مولف ہدیہ کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ تحریف کس کو کہتے ہیں ورنہ وہ امام علیہ السلام کی ان بشارتوں کو مورد اعتراض نہ ٹھیراتا جو آیات قرآنی کے ذریعہ آپ کے خاص اصحاب کو دی گئی ہیں۔

ملا محسن کاشانی نے اپنی تفسیر صافی کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے۔

قری علی ابی عبد اللہ الذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما فقال ابوعبداللہ علیہ السلام لقد سالوا اللہ عظیما الشی یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا ابن رسول اللہ کیف نزلت فقال انما نزلت و اجعل لنا من المتقین اماما[3]	ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی "وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بیبیوں سے اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقین کا امام بنا دے" پس ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تحقیق کہ انہوں نے اللہ سے ایک عظیم چیز مانگی کہ انہیں متقین کا امام بنا دے پس انہیں کہا گیا یا ابن رسول اللہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا آیت تحقیق کہ اس طرح نازل ہوئی ہے "واجعل لنا من المتقین اماما" (بنا دے ہمارے لئے متقین سے ایک امام)

اس سے ظاہر ہے کہ شیعوں کی روایت کے مطابق "واجعلنا للمتقین اماما" تحریف ہے اور اصل تنزیل "واجعل لنا من المتقین اماما" ہے۔

شیعی "محدث نوری" کی کتاب موسوم بہ "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب"[4] اگر معترض کی نظر سے گزرتی تو مہدویوں پر تحریف قرآن کا افترا نہ کرتا۔

---

[1] افادۃ الافہام [2] ہدیہ مہدویہ ص ۱۶۳ [3] تفسیر صافی (طبع ایران ۱۲۷۳ھ) مقدمہ ص ۱۳ [4] احسن الودیعہ فی تراجم علماء الشیعہ (طبع بغداد) ص ۹۰

غرض ہندوؤں کی کسی کتاب میں یہ امر مذکور نہیں ہے کہ امام علیہ السلام یا آپ کے اصحاب نے یہ بیان کیا ہو کہ کلام اللہ کی فلاں آیت یوں نہیں یوں نازل ہوئی ہے امامؑ نے تو بعض آیات کے ذریعہ اپنے بعض اصحاب کو بشارت دی ہے' اس پر تحریف لفظی یا تحریف معنوی کا اطلاق کس طرح ہو سکے گا؟

کسی فرد یا کسی جماعت کو کسی آیت کا مصداق قرار دینا شان نزول کے خلاف نہیں ہے۔ اسی بناء پر مولوی حمید الدین (سابق پرنسپل دار العلوم حیدر آباد) نے یہ لکھا ہے۔

"شان نزول کا مطلب جیسا کہ بعض لوگوں نے غلطی سے سمجھا ہے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی آیت یا سورہ کے نزول کا سبب ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد لوگوں کی وہ حالت و کیفیت ہوتی ہے جس پر وہ کلام برسر موقع حاوی ہوتا ہے۔"[1]

حاصل یہ کہ حالت و کیفیت کی مشابہت و مطابقت کی بنا پر کسی کو کسی آیت کا مصداق قرار دینا شان نزول کے خلاف کس طرح ہو جائے گا؟

امام علیہ السلام کا بعض آیات کے ذریعہ اپنے اصحاب کو بشارت دینا بھی شان نزول کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(الف) معترض کی پیش کردہ روایت میں بندگی میراں سید محمودؓ کے حق میں آیت فاوحی الی عبدہ پڑھنا مذکور ہے لیکن یہ تذکرۃ الصالحین میں مروی نہیں ہے۔

اس سے صرف یہی مراد ہو سکتی ہے کہ بندگی میراں سید محمودؓ کو سیر نبوت کی بشارت دی گئی ہے۔

(ب) بندگی میاں سید خوندمیر کے حق میں آیہ الکوثر پڑھنا مروی ہے اس سے صرف یہی مراد ہو سکتی ہے کہ شاہ خوندمیرؓ کے فیض کی نہر جاری رہے گی۔

(ج) آیۃ اللہ نور السموت والارض بندگی میاں شاہ خوندمیر کے حق میں پڑھنے سے یہی مراد ہے کہ آپ کو فیض ولایت بلا واسطہ حاصل ہے۔

(د) شاہ خوندمیر کو سلطانا نصیرا (غلبہ نصرت دینے والا) کی بھی بشارت دی گئی ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ سلطانا نصیرا کے معنی صاحب سلطنت ہیں صحیح نہیں ہے' اس لئے کہ لفظ سلطان کلام اللہ میں متعدد مقامات پر آیا ہے لیکن ایک جگہ بھی سلطان بمعنی بادشاہ استعمال نہیں ہوا سلطانا نصیرا کی بشارت سے صرف یہی مستفاد ہوتا ہے کہ شاہ خوندمیرؓ ناصر مہدیؑ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب رسول کے باب میں یہ فرماتا ہے۔

ینصرون اللہ ورسولہ — (حشر ع)	نصرت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے

ای ینصرون دین اللہ ویعینون رسولہ[2]	یعنے نصرت دیتے ہیں اللہ کے دین کو اور اعانت کرتے ہیں اس کے رسول کی۔

کلام اللہ سے ثابت ہے کہ اصحاب رسول' رسول اللہ صلعم کے ناصر تھے' اب، اگر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو جو آپ کے

---

[1] مقدمہ تفسیر نظام القرآن (مطبوعہ کوہ نور پریس دہلی) [2] تفسیر مدارک (طبع سوم) الجزء الرابع ص ۱۸۲۔

اصحاب میں خاص تھے ناصر مہدی کہا جائے تو قابل اعتراض کیا ہے؟ خصوصاً جب کہ میاں سید عالم کے نقلیات میں بندگی میاں سید خوندمیر کی دوسری بشارت کے ذیل میں "ناصر دین" کے الفاظ آئے ہیں۔

(ھ) امام علیہ السلام نے شاہ خوندمیر کو آیہ حملھا الانسان کی بشارت سے بھی ممتاز فرمایا ہے۔

مولف ہدیہ نے اس سے متعلق تین اعتراضات کئے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ کہ امامؑ نے مذکورہ آیت میں سمٰوات سے انبیاءؑ ارض سے اولیاء اور جبال سے علماء مراد لی ہے اور یہ محاورۂ عرب کے خلاف ہے۔

حالانکہ امام علیہ السلام کا سمٰوات سے انبیاء ارض سے اولیاؑ اور جبال سے علماء مراد لینا متفقہ روایت سے ثابت نہیں ہے۔

نقلیات میاں سید عالم میں یہ مروی ہے

قولہ تعالیٰ حملھا الانسان ایں نیز ذات شما است (ص ۱۰۷) | اللہ تعالیٰ کا قول (اٹھایا اس بار کو انسان نے) اس سے بھی تمہاری ذات مراد ہے۔

یہاں سمٰوات سے انبیاء مراد ہونا مذکور نہیں ہے۔

تذکرۃ الصالحین میں یہ آیا ہے۔

نقل است حضرت میرانؒ آیت حملھا الانسان در حق بندگی میاں خواندند (باب اول) | منقول ہے کہ حضرت میرانؒ نے آیت حملھا الانسان بندگی میاں سید خوندمیر کے حق میں پڑھی۔

جب اکثر روایات میں انبیاءؑ اولیا اور علماء کی تفصیل ہی نہیں ہے تو اس کی نسبت امامؑ کی طرف کس طرح متحقق ہو جائیگی اور ایک امر مختلف فیہ سے متکلم کے خلاف استدلال کرنا کس طرح صحیح قرار پائے گا؟

برسبیل تنزل انبیاءؑ و اولیا وغیرہ کی روایت مان بھی لیں تو قابل اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ سمو کے معنی بلندی کے ہیں، آسمان کی تخصیص نہیں ہے، انبیاء کی بلندی اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ یہ عالم بالا سے مستفیض ہوتے ہیں۔

اب رہا لفظ الارض تو اس سے اہل ارض مراد ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واسئل القریۃ (یوسف ع) میں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔

صاحب مواہب علیہ نے مذکورہ آیت کے ذیل میں "ساکنان زمین و جبال" کے الفاظ لکھے ہیں اب ساکنان زمین و جبال میں اولیاء اور علماء کو خاص طور پر اس کا مصداق قرار دیں تو کونسا امر مانع ہے؟

مولف ہدیہ کا یہ کہنا ہے کہ اس طرح آیت کی توضیح کرنا محاورۂ عرب کے خلاف ہے تو جواباً یہ کہا جائے گا کہ محاورۂ عرب میں کرسی کی توضیح علم سے کی جا سکتی ہے تو السمٰوات سے انبیاء اور ساکنان زمین و جبل سے اولیاء اور علماء مراد لینا کس طرح خلاف محاورہ متصور ہوگا۔؟

وسع کرسیہ السمٰوات والارض کے ذیل میں صاحب کشاف نے یہ لکھا ہے۔

وسمی العلم کرسیا[1] | اور علم کا نام کرسی رکھا۔

---

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) الجزء الاول ص ۱۷۰۔

صاحب مدارک نے وسع کرسیہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ای علمہ[1]	اس کی کرسی یعنے اس کا علم ہے

صاحب الدر المنثور نے بھی ابن عباس سے یہی روایت کی ہے کہ کرسی سے مراد علم ہے[2]

صاحب مواہب علیہ نے یہ لکھا ہے

فراگرفتہ است علم او ہمہ آسماں ہارا و انچہ در آں است[3]	گھیر لیا ہے اس کے علم نے تمام آسمانوں کو اور جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اس کو بھی۔

اس سے ثابت ہے کہ کرسی سے توضیح علم سے کی گئی ہے۔

جب کرسی سے علم مراد لینا خلاف محاورۂ عرب نہیں تو سموات وغیرہ سے انبیاء مراد لینا کس طرح محاورۂ عرب کے خلاف سمجھا جائے گا؟

مولف ہدیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں "انہ کان ظلوما جھولا" ذم پر دلالت کرتا ہے اس لحاظ سے امامؑ کا مذکورہ آیت سے شاہ خوندمیر کو بشارت دینا صحیح نہیں۔

حالانکہ امام فخر رازی نے بیان کیا ہے کہ انسان ظالم اور جاہل تھا فرشتوں کے گمان میں۔ فخر رازی کی عبارت یہ ہے۔

انہ کان ظلوما جھولا فی ظن الملائکۃ[4]	تحقیق کہ انسان ملائکہ کے گمان میں ظالم اور جاہل تھا۔

صاحب مواہب علیہ نے یہ روایت کی ہے۔

در احقاف آوردہ کہ ظلوم وجھول است نزد خلق نہ نزد حق[5]	احقاف میں لایا ہے کہ انسان ظالم اور جاہل ہے خلق کے پاس نہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک۔

روح الارواح میں یہ آیا ہے۔

ظلوما وجھولا اینجا مدح است نہ ذم[6]	ظالم و جاہل یہاں مدح ہے ذم نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ انسان نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور وہ غیر حق سے جاہل تھا اس کو ذم کس طرح کہا جائے گا؟

مولف ہدیہ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امانت سے مراد قتال لیا گیا ہے حالانکہ کتب جہدویہ میں امانت سے رویت باری اور قتال ہر دو مراد ہے۔

صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

یرید بالامانۃ الطاعۃ للہ[7]	امانت سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔

اللہ کی اطاعت کی انتہائی مقصد رویت باری ہے اور عمل کی انتہا اللہ کی راہ میں مارا جانا ہے غرض شاہ خوندمیرؒ کو ہر دو فضیلتیں حاصل تھیں یعنے رویت باری بھی حاصل ہوئی اور قتلوا بھی عمل میں آیا جیسا کہ دفتر اول رکن ہشتم باب چہارم میں مروی ہے اسی بنا پر اس دن کو یوم القربۃ رب العزت کہتے ہیں یعنے رب العزت کی قربت کا دن (دفتر دوم رکن اول باب سوم)

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۱۰۰ . [2] الدر المنثور الجزء الاول صفحہ ۳۲۷ [3] مواہب علیہ جلد اول صفحہ ۲۵ . [4] تفسیر فخر رازی (طبع استنبول) الجزء السادس صفحہ ۸۰۲ [5] مواہب علیہ (طبع کانپور) جلد ثانی صفحہ ۵۶۴ . [6] مواہب علیہ جلد ثانی صفحہ ۵۶۴ [7] مدارک (طبع مصر) الجزء الثالث صفحہ ۲۴۱

آپ کی شہادت اس حدیث کے مطابق عمل میں آئی جس کی نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں تخریج کی ہے اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مہدی کے بستر پر رحلت پانے کے بیس۲۰ برس بعد ایک شخص ہتھیار سے قتل کر دیا جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

علی سیرۃ المھدی بقاہ عشرین سنۃ ثم یموت قتیلا بالسلاح (کتاب الفتن)	(وہ شخص) مہدی کی سیرت پر ہوگا وہ بیس۲۰ برس تک رہے گا۔ پھر اس کو اس طرح موت آئیگی کہ ہتھیار سے قتل کر دیا جائیگا۔

اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے۔

اس کی تائید حدیث نسائی سے ہوتی ہے۔

(ا) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا پس اگر میں نے اس کو پایا تو میں اپنی جان اور مال کو اس میں خرچ کر دوں گا اگر مارا جاؤں تو سب سے افضل شہیدوں میں داخل ہوں گا اور اگر زندہ لوٹوں تو میں وہ ابوہریرہ ہوں جو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیا گیا ہے (سنن نسائی مطبوعہ لاہور جلد ثانی ص۳۱)

(ب) ثوبان جو غلام تھے رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے میری امت میں دو گروہ ہوں گے اور اللہ بچاوے گا ان کو دوزخ سے ایک ان میں سے جنگ کرے گا ہندوستان میں اور دوسرا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ (سنن نسائی مطبوعہ لاہور جلد ثانی ص۳۲)

سنن نسائی اور کتاب الفتن کی روایتوں کو ملا کر دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کا ظہور ہندوستان میں ہوگا اور مہدی کے بیس۲۰ برس بعد جس قتال کی خبر دی گئی ہے اس کی فضیلت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے بھی اس میں مارے جانے کی تمنا ظاہر کی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا آیات قرآنی کے ذریعہ اپنے اصحاب کو بشارت دینا نہ تحریف لفظی ہے اور نہ تحریف معنوی ہے اور نہ بد خلقی۔

ابن عبدالبر نے معاذ ابن جبل سے متعلق یہ روایت کی ہے۔

روی الشعبی عن فروہ بن نوفل الاشجعی ومسروق ولفظ الحدیث لفروہ الاشجعی قال ان معاذا کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یکن من المشرکین فقال یا ابا عبد الرحمن انما قال اللہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا فعاد قولہ ان معاذا فلما رایتہ اعاد عرفت انہ تعمد الامر فسکت فقال اتدری ما الامۃ وما القانت قلت واللہ اعلم قال الامۃ الذی یعلم الخیر ویوتم بہ	روایت کی شعبی نے فروہ بن نوفل الاشجعی اور مسروق سے اور روایت کے الفاظ فروہ الاشجعی کے ہیں کہا کہ میں ابن مسعود کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا پس انہوں نے کہا بیشک معاذ بڑے مقتدر تھے اللہ کے فرمان بردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکین سے نہ تھے پس میں نے کہا یا ابا عبد الرحمن تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا پس ابن مسعود نے اپنے اس قول کا اعادہ کیا کہ ان معاذا جب میں نے دیکھا کہ وہ اس کا اعادہ کر رہے ہیں تو میں نے پہچان لیا کہ انہوں نے یہ عمداً پڑھا ہے پس میں نے خاموشی اختیار کی پس انہوں نے کہا تم جانتے ہو امت کیا ہے اور قانت کیا ہے میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہا کہ امت وہ ہے جو خیر کی تعلیم دے جس کی امامت مانی جائے اور اسکی اقتداء

ویقتدی والقانت المطیع للہ وکذلک معاذ ابن جبل معلما ومطیعا اللہ ولرسولہ[1]

کی جائے اور قانت وہ ہے جو اللہ کا مطیع ہے اور اسی طرح معاذ ابن جبل خیر کی تعلیم دیتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم کے مطیع ہیں۔

یہی روایت مدارج النبوۃ میں بھی آئی ہے' اس کے آخر میں یہ مروی ہے۔

پس گفت ابن مسعود فراموش نکردہ ام بلکہ بطریق تشبیہ معاذ بہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گفتہ ام وبودیم ما کہ تشبیہ میدادیم معاذ را با ابراہیم[2]

پس ابن مسعود نے کہا میں بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے معاذ کو حضرت ابراہیم سے تشبیہ دی ہے اور ہم تشبیہ دیتے تھے معاذ کو ابراہیم علیہ السلام سے۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت ابراہیم کے لئے خیر البریہ[3] (بہترین خلق) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس کے باوجود "ان ابراھیم کان امۃ" کی جگہ "ان معاذا کان امۃ" پڑھنا نہ تحریف لفظی ہے نہ تحریف معنوی تو امام علیہ السلام کا آیات قرآنی کے ذریعہ اپنے اصحاب کو بشارت دینا کس طرح تحریف سمجھا جائیگا۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ کو تحریف اور تشبیہ کا بھی امتیاز نہیں ہے۔

اب رہا یلد ویولد جو شاہ دلاور کا تفسیری قول ہے تو حصہ سوم میں شاہ دلاور کے خلق کے ذیل میں اس سے بحث کی جائے گی۔

(۷) احادیث اور صوفیہ۔ صاحب انصاف نامہ نے باب اول میں بیان کیا ہے کہ ملا معین الدین (پٹنی) نے دو ملاؤں کے ذریعہ امام سے چند سوالات کئے تھے تیسرا سوال یہ ہے۔

شما ولایت را بر نبوت فضل میدہید گفتند بندہ می دہد یا رسول اللہ فرمودہ اند' الولایۃ افضل من النبوۃ ملایاں گفتند کہ ولایت نبی بر نبوت فاضل است نہ ولایت دیگرے فرمودند بندہ کدام وقت گفتہ است کہ بندہ را بر نبی فضل است الی آخرہ۔

آپ ولایت کو نبوت پر فضل دیتے ہیں' فرمایا کہ بندہ فضیلت دیتا ہے یا رسول اللہ نے فرمایا ہے' ولایت' نبوت سے افضل ہے۔ ملاؤں نے کہا کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے نہ کہ دوسرے کی' فرمایا کہ بندہ نے کس وقت کہا ہے کہ بندہ کو نبی علیہ السلام پر فضل ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ روایت کا ترجمہ کرکے یہ لکھا ہے۔

"الولایت افضل من النبوۃ حدیث رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے کسی کتاب حدیث سے اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی محدث مستند یا عارف معتبر اس کے حدیث ہونے کا قائل ہے"[4]

انصاف نامہ کی مذکورہ بالا نقل سے الولایت افضل من النبوۃ کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ امام علیہ السلام کے جواب کے دو جز ہیں' آپ نے پہلے جز وہیں استفسار فرمایا ہے کہ ولایت کو نبوت پر فضیلت میں نے دی ہے یا رسول اللہ صلعم نے ضمناً اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے یہ امر ثابت ہے'۔

جواب کے دوسرے حصہ میں علمائے متصوفین کا مذہب بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ بھی ولایت کو نبوت سے افضل مانتے ہیں

---

[1] کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (طبع حیدرآباد) الجزء الاول ص ۲۴۷ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۶۹ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۳۔ [4] ہدیہ مہدویہ ص ۱۶۸۔

اور یہ صوفیہ کے پاس نہایت متعارف ہے جیسا کہ ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں روایت کی ہے۔

اذا سمعت احدا من اھل اللہ او ینقل الیک انہ قال الولایۃ اعلیٰ من النبوۃ فلیس یرید ذلک الا ان ولایۃ النبی اعلیٰ من نبوتہ[1]	اگر تو کسی اہل اللہ سے سنے یا تیرے پاس اس کی طرف سے روایت کی جائے کہ اس نے کہا ولایت نبوت سے افضل ہے تو اس کی مراد اس کے سوا نہیں ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ کے ذریعہ صوفیہ کا مذہب بیان کیا گیا ہے تو "رسول اللہ فرمودہ انچہ" کے الفاظ کس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو جواباً کہا جائے گا کہ ولایت کی فضیلت سے متعلق جو حدیث ہے طبقۂ صوفیہ میں متعارف اور مشہور ہونے کی وجہ سے امام علیہ السلام نے صرف اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

سید محمد ابن جعفر المکی (خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی) نے اپنی کتاب بحر المعانی کے مکتوب چہاردہم میں یہ لکھا ہے۔

پس اے محبوب ایں خواستن موسیٰ کلیم و تمنا بردن عیسیٰ مسیح علیہ السلام تمہیں ولایت حضرت رسالت علیہ السلام است کہ حضرت خواجہ عالم فرمودہ است الولایۃ منی و اے محبوب۔ گمان نبری کہ اولیاء را بر انبیاء افضل میکنم[2]	پس اے محبوب موسیٰ کلیم اللہ کا یہ چاہنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا تمنا کرنا یہی حضرت رسالت پناہ کی ولایت کے لئے ہے کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ ولایت مجھ سے ہے اے محبوب گمان نہ کرنا کہ میں نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی ہے۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ الولایۃ منی' رسول اللہ صلعم کی حدیث ہے' بحر المعانی کا یہ مکتوب ۸۲۴ھ میں لکھا گیا ہے۔ جیسا کہ اس کے آخر میں مرقوم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہی یہ حدیث متعارف اور مشہور تھی' اس لئے امام علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے صراحت نہیں فرمائی۔

سید محمد ابن جعفر مکی کس پایہ کے بزرگ تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے معلوم ہو جاتا ہے شیخ نے اخبار الاخیار میں ان کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

سید محمد ابن جعفر المکی الحسینی از اعاظم خلفائے شیخ نصیر الدین محمود است در توحید و تفرید مقام عالی دارد' از افراد اولیاء است[3]	سید محمد ابن جعفر' المکی الحسینی شیخ (خواجہ) نصیر الدین محمود کے بڑے خلفاء میں سے ہیں' توحید و تفرید میں مقام عالی رکھتے ہیں' یہ افراد اولیاء سے ہیں۔

اس سے قطع نظر سید محمد ابن جعفر مکی نے تین سو بیاسی اولیاء سے فیض حاصل کیا ہے۔ بحر المعانی کے مکتوب بست و چہارم میں یہ کہتے ہیں۔

ایں فقیر بر حسب اجازت فرد حقیقت پیر خود قدس سرہ سیصد و ہشتاد و دو' ولی را دریافتہ ام و خدمت کردہ ام و ہر یکے نعمتے در حق ایں فقیر ارزانی داشتہ اند و اہل سلوک ظاہر جو و	یہ فقیر' فرد حقیقت یعنے اپنے مرشد کی اجازت سے تین سو بیاسی سے ملا ہے اور ان کی خدمت کی ہے ہر ایک نے ایک نعمت سے مجھے سرفراز کیا ہے اہل سلوک جو ظاہر کے طالب ہیں اور وہ

---

[1] شواہد النبوۃ (طبع بمبئی) ص ۸ [2] بحر المعانی (طبع مطبع احتشامیہ ۱۳۰۷ھ) ص ۷۷ [3] اخبار الاخیار (طبع مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) ص ۱۳۴

اہل ظواہر دانستہ اند کہ ایں کار آسان است[1]

جو اہل ظواہر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام آسان ہے۔

اس سے قبل مولف ہدیہ مہدویہ کی عبارت درج کی جا چکی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عارف معتمد کسی روایت کو حدیث مان لے تو اس حدیث کو تسلیم کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔

اب مولف ہدیہ اور اس کے متبعین سے پوچھا جاتا ہے کہ سید محمد ابن جعفر المکی پر عارف معتمد کا اطلاق ہو سکتا ہے کہ نہیں۔

کتاب بحر المعانی جس میں حدیث الولایت منی درج کی گئی ہے اس کے باب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

اور اتصنیفے است مسمی بہ بحر المعانی در وے بسیارے از حقایق توحید و علوم قوم و اسرار معرفت بیان کردہ سخن را متانہ می گوید[2]

ان کی ایک تصنیف ہے مسمی بہ بحر المعانی، اس میں بہت سے توحید کے حقایق جماعت صوفیہ کے علوم اور معرفت کے اسرار بیان کئے ہیں، ان کا بیان متانہ ہوتا ہے۔

شیخ عبد الحق کی مذکورۂ بالا عبارت سے کیا یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ جو حدیثیں اس کتاب میں درج ہیں وہ شیخ کے نزدیک بھی کم سے کم بطریق صوفیہ مسلم تھیں۔

حاصل یہ کہ الولایت منی کے معنی کی معتبر کتاب میں درج ہے، اس کو کاذب نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ صوفیہ کی حدیثیں ان کے ہاں ان کے طریقہ پر متحقق ہیں اور خود معترض نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ عارف کی لائی ہوئی حدیث قابل تسلیم ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیہ کی حدیثوں کا درجہ وہی ہے جو فقہاء کی حدیثوں کا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کے المبحث السابع کے ذیل میں یہ کہتے ہیں۔

ھھنا طبقۃ خامسۃ منھا ما اشتھر علی السنۃ الفقھاء والصوفیۃ و المورخین و نحوھم[3]

یہاں حدیثوں کا ایک پانچواں طبقہ بھی ہے ان میں وہ حدیثیں ہیں جو فقہا، صوفیہ، مورخین اور ان کے جیسے لوگوں کی زبان پر ہیں۔

اگر صوفیہ کی حدیثیں صرف اس بنا پر رد کر دی جاتی ہیں کہ ان کی اصل کتب احادیث میں نہیں ہے تو فقہا کی ان تمام روایتوں کو بھی مسترد کر دینا پڑے گا جن کی اصل کتب صحاح میں نہیں ہے۔

اب رہے الولایت منی کے معنی تو الفاظ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے افضل الانبیاء ہونے کے باوجود نہ تو اپنی نبوت کا ذکر فرمایا اور نہ نبوت کو اپنی طرف نسبت دی بلکہ آپ نے فرمایا کہ ولایت مجھ سے ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کا ذکر نہ کر کے ولایت کو اپنی ذات سے نسبت دے کر آپ نے اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس ولایت کا درجہ اس سے قبل بحر المعانی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ بھی اس کے تمنائی تھے

اس سے قطع نظر صاحب انصاف نامہ نے باب دوازدہم میں یہ بیان کیا ہے۔

در مرآۃ العارفین آوردہ است کہ بعضے گویند الولایت افضل من النبوۃ۔

مرآۃ العارفین میں منقول ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

---

[1] بحر المعانی (مطبوعہ دہلی) ص ۱۶۰ [2] اخبار الاخیار (طبع مطبع عتیقی دہلی) ۱۳۰۹ھ ص ۱۳۴ [3] حجۃ اللہ البالغہ (طبع بریلی) ۱۲۸۷ھ ص ۱۴۰۔

اس عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب انصاف نامہ کے نزدیک بھی الولایت افضل من النبوۃ بعض کا قول ہے اس لحاظ سے بھی ہم نے اس بحث کے آغاز میں جو توضیح کی ہے وہی صحیح ہے یعنے امام علیہ السلام کے جواب کے دو جزو ہیں پہلے جزو میں حدیث الولایت نبی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دوسرے جزو میں صوفیہ کا مذہب بیان کیا گیا ہے۔

بر سبیل تنزل مان بھی لیں کہ انصاف نامہ کی زیر بحث روایت میں "الولایت افضل من النبوۃ" رسول اللہ ذرہ اند کی توضیح ہے تو جب بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ علمائے مخالف کے مسلمات ہی سے متصور ہوگا۔

علماء کا یہ کہنا کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کے حدیث ہونے کے قائل تھے چنانچہ بعض علماء نے اس کو حدیث ہی تسلیم کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ اسفرائینی نے شرح ملا جامی کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے۔

ثم فی تقدیم الولی علی النبی حیث اشیر بہ اشارۃ دقیقۃ الی المأثور المشھور من ان الولایۃ افضل من النبوۃ [1]	پھر ولی کے نبی سے پہلے لانے میں جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ایک لطیف اشارہ ہے اس مشہور حدیث کی طرف کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

ابراہیم بن محمد اسفرائینی ملا عصام الدین کے لقب سے مشہور ہے، یہ ملا عبدالرحمن جامی کے تلامذہ سے ہے وفات ۹۴۳ھ یا ۹۵۱ھ میں ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ دسویں صدی ہجری میں الولایت افضل من النبوۃ کا حدیث ہونا مشہور تھا۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام نے خصم کو ملزم گردانے کے لئے اس کی مسلمہ روایت پیش کی ہے اور خصم نے اس کو تسلیم کر لیا۔ انصاف نامہ کی نقل سے ظاہر ہے کہ ملاؤں نے اس روایت کو من حیث الروایہ صحیح مانا ہے اور صرف اس کے معنی میں توجیہ کی ہے۔ روایت زیر بحث خصم کی مسلمہ ہی سہی لیکن مانی الروایہ صحیح ہے۔

صاحب شواہد النبوۃ نے یہ لکھا ہے

نبی را دو جہت است یکی جہت ولایت کہ باطن نبوت است و دیگر جہت نبوت کہ ظاہر ولایت است و نبی بہ جہت ولایت از حق تعالیٰ عطا و فیض می ستاند و از راہ نبوت کہ ظاہر ولایت است بخلق میرساند و شک نیست کہ روئے کہ در حق است سبحانہ اشرف و افضل است از روئے کہ در خلق است پس مراد آن است کہ جہت ولایت نبی از جہت نبوت وے افضل است [2]	نبی کی دو جہتیں ہیں ایک جہت ولایت ہو باطن نبوت ہے اور دوسری جہت نبوت جو ظاہر ولایت ہے اور نبی جہت ولایت سے حق تعالیٰ سے عطا اور فیض لیتا ہے اور نبوت کے راستہ سے جو ظاہر ولایت ہے، خلق کو پہنچاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو رُخ حق سبحانہ کی طرف ہے، اشرف و افضل ہے اس رُخ سے جو خلق کی طرف ہے، پس مراد یہ ہے کہ نبی کی جہت ولایت اس کی جہت نبوت سے افضل ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبی کی جہت ولایت افضل ہے نبی کی جہت نبوت سے۔

رسول اللہ صلعم کی نبوت سے متعلق یہ روایتیں آئی ہیں۔

---

[1] حاشیہ شرح جامی ص ۲ (فن نحو عربی قلمی نمبر ۱۷۳) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [2] شواہد النبوۃ (طبع بمبئی) ص ۷۰

(۱) قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ[1]

فرمایا کہ میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا ہوں اور التحقیق کہ آدم پڑے ہوئے تھے اپنی آب وگل میں۔

یہ روایت شرح السنۃ میں ہے اور امام احمد ابن حنبل نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

رسول اللہ صلعم کی نبوت کے باب میں ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی ہے۔

قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد[2]

کہا کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی تو فرمایا اس وقت کہ آدم ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔

رسول اللہ صلعم اولاد آدم سے ہیں اس کے باوجود حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے مخلوق ہونے سے پہلے آپ نبی بھی تھے اور خاتم النبیین بھی۔

آپ کی نبوت کے یہ مراتب ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ کی ولایت کے مراتب اس سے سوا ہوں گے خصوصاً جب کہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

انا من اللہ والمومنون منی[3]

میں اللہ سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔

اب رہی یہ بحث کہ اس باب میں متقدمین مہدویہ کا کیا عقیدہ تھا تو اس کی توضیح بندگی ملک جی مہری کے اشعار سے ہو جاتی ہے۔ حضرت ملک جی مہری مہاجر مہدی ہیں، آپ مہاجر زادہ بھی ہیں کیونکہ آپ کے والد ماجد بندگی خواجہ طاہا بھی مہاجر ہیں۔ آپ بندگی میاں سید خوندمیر کے داماد بھی ہیں، آپ سے متعلق صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نیز معلوم باد بندگی ملک جی بن خواجہ داماد بندگی سید خوندمیر بودند ہر دو مہاجران بودند[4] (باب سیزدہم)

نیز معلوم ہو کہ بندگی ملک جی بن خواجہ طاہا بندگی میاں سید خوندمیر کے داماد تھے، دونوں مہاجر تھے۔

بندگی شاہ برہان نے دفتر اول کی ابتدا میں سبب موانع پنجم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مہاجر و مہاجر زادۂ حضرت سروری خواجہ ملک ابن خواجہ طاہا لقبہ مہری۔

مہاجر اور حضرت سروری کے مہاجر کے فرزند خواجہ ملک ابن خواجہ طاہا جن کا لقب مہری ہے۔

غرض بندگی مہری مہاجر مہدی نے ولایت سے متعلق ایک مربع لکھا ہے، اس کے دو بند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) کنت کنزا کہ بدقدم مستور
(کنت کنزا قدم میں پوشیدہ تھا)
کرد نور نبی ز غیب حضور
(نور نبی غیب سے حضور میں آیا)

چوں ز کتمان صرف خواست عبور
(جب پوشیدگی محض سے عبور کرنا چاہا)
ہر چہ ہست از ولایت است ظہور[5]
(جو کچھ ہے ولایت سے اس کا ظہور ہے)

(۲) چوں کہ از ذات خویش قطعۂ نور
(جب کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات سے نور کا قطعہ
آں ولایت شدہ ز غیب حضور

حق جدا کرد بہر کل امور
(تمام امور کے لئے جدا کیا)
ہر چہ ہست از ولایت است ظہور[6]

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۴۷۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۴۷۴ [3] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۶۱ [4] انصاف نامہ قلمی [5] دیوان مہری صـ۳۰ و ۳۱

(وہ ولایت غیب سے حضور میں آئی | جو کچھ ہے ولایت سے اس کا ظہور ہے)

مذکورہ اشعار میں حضرت مہدی نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ تفصیل ہے رسول اللہ صلعم کے ارشاد "انا من اللہ" (میں اللہ سے ہوں) کی اس لئے کہ "انا" میں رسول اللہ صلعم کی ولایت نبوت اور عبدیت سب شامل ہے اور اس کی تائید حدیث صحیح اور حدیث صحاح کے مضمون سے ہو جاتی ہے کہ آدم علیہ السلام کے مخلوق ہونے سے پہلے رسول اللہ صلعم نبی بھی تھے اور خاتم النبیین بھی۔ جب رسول اللہ صلعم کی نبوت آدم علیہ السلام کے مخلوق ہونے سے قبل تھی تو آپ کی نبوت کے باطن یعنے ولایت کو آدمؑ کی طرح کس طرح مخلوق کہا جائے گا!

یہ بھی واضح رہے کہ بندگی ملک مہری کی شہادت ۹۳۰ھ میں ہوئی ہے ظاہر ہے کہ آپنے مذکورہ اشعار ۹۳۰ھ سے پہلے لکھے ہیں، پس معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام کے وصال کے بعد بیس[۲۰] سال کے اندر اندر یہ عقیدہ طبقۂ مہاجرین مہدی کا مسلمہ تھا اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم خلق عظیم سے متصف ہیں اور حضرت عائشہ سے جو روایت آئی ہے اس میں یہ مذکور ہے۔

کان خلقه قرآن[۱] | آپ کا خلق قرآن تھا۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

قرآن کلام خدا و صفت اوست پس گردانید عائشہ صفت خدا را خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و داد معرفت خود داد بداں جہت اطلاع دے بر آن[۲]

قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے پس عائشہ نے خدا کی صفت کو خلق محمد گردانا اور اس سے اپنی معرفت کی داد دی اس لئے کہ آپ اس سے مطلع تھیں۔

حضرت عائشہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم کا خلق، صفت خدا تھا۔ اور امام مہدی بھی خلق محمدی سے متصف ہیں، حدیث خلقہ خلقی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام مہدی بھی رسول اللہ صلعم کی طرح خلق عظیم سے متصف ہوں گے، جب امام مہدی کا خلق رسول اللہ صلعم کا خلق ٹھیرا تو ثابت ہوا کہ جو ولایت رسول اللہ صلعم کو حاصل تھی وہی ولایت امام مہدی کو بھی حاصل ہوگی۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہے۔

غرض امام علیہ السلام نے خصم کو ملزم گردانے کے لئے اس کی مسلمہ روایت پیش فرمائی ایسا طریق استدلال قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی یہ فرمایا ہے۔

فانهم عدو لی (الشعراء ۵) | پس تحقیق وہ میرے واسطے دشمن ہیں۔

کفار کے پاس بُت کسی کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں اور دوست بھی، کوئی نبی کسی بُت کو نہ اپنا دشمن قرار دے سکتا ہے اور نہ اپنا دوست، یہاں صرف خصم کی تفہیم کے لئے یہ طریق بیان اختیار کیا گیا ہے کہ جس طرح تمہارے پاس بتوں کا کسی کا دشمن ہو جانا متعارف ہے، اسی طرح وہ بُت میرے حق میں دشمن ہیں۔ کہنا تو صرف یہ ہے کہ میں اللہ کا دوست ہوں، بتوں کا نہیں۔

---

[۱] طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجزء الاول من القسم الثانی ص ۸۹ و ص ۹۰۔ [۲] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۶۱۳

(ب) رسول اللہ صلعم نے بھی خصم کو ملزم گردانتے کے لئے اس کی مسلمہ روایت پیش فرمائی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب رسول اللہ صلعم سے دلیل نبوت مانگی تو آپ نے اس شیخ کے قول کی طرف اشارہ فرمایا جس سے حضرت ابوبکر صدیق نے یمن میں ملاقات کی تھی یا اس لئے کہ شیخ مذکور کا قول ابوبکر کے ہاں مسلم تھا، جیسا کہ صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے۔

قال یا ابابکر انی رسول اللہ الیک والی الناس کلھم فامن باللہ فقلت ما دلیلک علی ذلک قال الشیخ الذی لقیتہ بالیمن[1]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے ابوبکر میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری جانب بھی اور تمام انسانوں کی جانب بھی، ایمان لاؤ اللہ پر اس پر میں (یعنی ابوبکر) نے کہا اس پر آپکی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا وہ پیر مرد جس سے تم یمن میں ملے تھے

رسول اللہ صلعم نے شیخ یمنی کے جس قول کی طرف اشارہ فرمایا تھا، یہ ہے۔

اجد فی العلم الصحیح الصادق ان نبیا یبعث فی الحرم یعاون علی امرہ فتی وکھل فاما الفتی فخواض غمرات ودفاع معضلات واما الکھل فابیض نحیف علی بطنہ شامۃ وعلی فخذہ الیسری علامۃ (اسد الغابہ)

میں پاتا ہوں سچے اور راست علم میں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوں گے، مدد دیں گے ان کے معاملہ میں ایک جوان اور ایک میانہ سال، جوان تو گہرائیوں میں غوطہ زن اور مشکلات کے دفع کرنے والے ہوں گے اور میانہ سال گورے رنگ کے لاغر جسم کے ہوں گے ان کے شکم پر ایک چھین ہوگا اور ان کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔

مندرجات بالا سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ایک ایسے شخص کے قول کو اپنی نبوت کے اثبات میں پیش فرمایا جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا، آپ نے اس کی پیشین گوئی اور اس کے علم غیب کو قطعیت کا درجہ عطا فرمایا اور یہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے صرف خصم کو ملزم گردانتے کے لئے اس کا مسلمہ پیش فرمایا ہے۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے خصم کو ملزم گردانتے کے لئے ایک قیافہ شناس کے قول کو بھی معتبر قرار دیا ہے ذکر اس کا بر سبیل اجمال یہ ہے کہ اسامہ اپنے والد زید بن حارثہ کے رنگ پر نہ تھے یہ اپنی والدہ ایمن کے رنگ پر تھے۔ منافقین حضرت اسامہ کے نسب پر طعن کرتے تھے کہ باپ کا رنگ وہ اور بیٹے کا رنگ یہ، اور یہ بات رسول اللہ صلعم کو ناگوار گزرتی تھی۔ ایک دفعہ اسامہ اور زید دونوں لیٹے ہوئے تھے، ان کا سر چادر سے ڈھکا ہوا تھا اور پاؤں باہر نکلے ہوئے تھے ایک قیافہ شناس نے دیکھکر یہ کہا کہ یہ تو باپ بیٹے کے پاؤں ہیں، اس پر رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ کے سامنے اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔

رسول اللہ صلعم کا ایک قیافہ شناس کے قول کو معتبر قرار دینا، منافقین کو ملزم گردانتے کے لئے تھا جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

خوشی آنحضرتؐ بہ جہت آں بود کہ قول قائف نزد عرب معتبر بود پس الزام ایشاں بود

آنحضرتؐ کی خوشی اس وجہ سے تھی کہ قیافہ شناس کا قول عربوں کے پاس معتبر تھا، پس ان کو ملزم گردانتا تھا۔

اس کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بھی لکھا ہے۔

از اینجا لازم نمی آید کہ قول قائف معتبر باشد در احکام شرعیہ

اس سے لازم نہیں آتا کہ قیافہ شناس کا قول احکام شرعیہ

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر) الجزء الثالث ص ۲۰۸

ایں است مذہب۔ (جلد دوم صفحہ ۳۹۱) | میں معتبر ہو اور مذہب یہی ہے۔

غرض قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ خصم کی تفہیم کرنے یا خصم کو ملزم گردانتے کے لئے اس کے مسلمات پیش کرنا صحیح ہے حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خصم کو ملزم گردانتے کے لئے اس کا مسلمہ امر پیش فرمایا ہے، حالانکہ وہ ازروئے شرع غیر معتبر تھا۔

ایسی صورت میں اگر امام علیہ السلام نے خصم کو ملزم گردانتے کے لئے اس کی مسلمہ روایت پیش فرمائی ہے تو قابل اعتراض کیا ہے، خصوصاً جب کہ مافی الروایۃ صحیح ہو۔

جو روایت بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے پیش فرمائی ہے اس کی تحقیق حصہ سوم میں بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے عنوان کے ذیل میں کی جائے گی۔

(۸) تعین لعین ہے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

حضرت میراں تعین را لعین فرمودند | حضرت میراں نے تعین کو لعین فرمایا ہے۔

مولف ہدیہ کو اس امر پر اعتراض ہے کہ امام علیہ السلام نے تعین کو لعین قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ مہدویوں کے ہاں کسب کی ممانعت نہیں ہے امام علیہ السلام کا ارشاد "مومن را کسب حلال است" (مومن کے لئے کسب حلال ہے) اسی پر دلالت کرتا ہے تعین کو لعین قرار دینے کی علت یہ ہے کہ اس پر کسب حلال کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

تعین کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے۔ صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در موضع بھیلوٹ یک ملا سی تنگہ کہنہ پیش میراں سید محمود آورد قبول کردند و بعد ازاں ہماں شخص بعد از یک ماہ باز سی تنگہ آورد، باز قبول کردند باز سیومی کرت آورد۔ بعد از یک ماہ حضرت میراں سید محمود قبول نکردند و فرمودند مگر فتح خاں مارا تعین گرداند۔

منقول ہے کہ موضع بھیلوٹ میں ایک ملا نے تیس قدیم تنگے (نام سکہ) میر انسید محمودؑ کی خدمت میں حاضر کئے میر انسید محمود نے اس کو قبول فرمایا، اس کے بعد وہی شخص ایک مہینہ کے بعد پھر تیس تنگے لایا، آپ نے پھر اس کو قبول فرمایا، تیسری مرتبہ ایک مہینہ کے بعد پھر لایا، حضرت میراں سید محمود نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا مگر فتح خاں ہمارے لئے تعین مقرر کیا ہے۔

مذکورہ روایت سے تعین کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے مقررہ رقم کا مقررہ وقت پر بغیر کسی کسب یا محنت کے دیا جانا تعین ہے بندگی میاں سید محمودؓ نے پہلی دو دفعہ فتح خاں کی بھیجی ہوئی رقم قبول فرمائی اس لئے کہ اس کی نوعیت ہدیہ کی تھی لیکن جب تیسری دفعہ مقررہ رقم مقررہ وقت پر بھیجی گئی تو آپ نے اس کو مسترد فرما دیا اس لئے کہ اس کی صورت تعین کی تھی۔

ظاہر ہے کہ ایسے تعین کا جائز ہونا نہ تو رسول اللہ صلعم کے قول سے ثابت ہے، اور نہ آپ کے فعل سے!

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی لکھا ہے

حضرت رسالت پناہ نے خیبر وغیرہ کے محاصل سے مدکس اپنے ازواج مطہرات کا سالیانہ مقرر فرمایا تھا کہ سال بھر کا قوت ہر بی بی کو اس میں سے صرف فرماتے تھے۔"[1]

اس سے تعین اصطلاحی کا اثبات کہاں ہوتا ہے؟ اس سے تو صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے کسب حلال! یعنے جہاد کے مال غنیمت سے اپنے ازواج کے لئے نان و نفقہ مقرر فرمایا تھا، نان و نفقہ کا مقرر کرنا تعین کس طرح ہو جائے گا؟

---

[1] ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱

تعین کے جواز کے لئے مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا بھی بے سود ہے کہ خلفائے راشدین میں جنھیں ضرورت تھی انہوں نے اپنا روزینہ مقرر کر لیا تھا مولف کیا جانے کہ روزینہ پر تو کسب حلال کا اطلاق ہوتا ہے تعین اصطلاحی کا نہیں کیونکہ خلفائے راشدین امور خلافت انجام دیتے تھے اور اس کے عوض اپنا روزینہ مقرر فرما لیتے تھے، یہ تو کسب حلال ہے اس کو تعین سے کیا واسطہ؟ اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ "حضرت عمر نے اپنی خلافت میں تمام مہاجرین انصار اور ائمہ اہل بیت کا سالیانہ خزانہ سرکاری سے مقرر فرما دیا تھا"[1]، معترض کے مفید مطلب نہیں کیونکہ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ کا قول و فعل بھی یہی تھا۔

اس سے قطع نظر مسلمانوں پر جہاد فرض تھا، خلیفہ کو حق تھا کہ جس شخص کو چاہے جہاد پر بھیج دے، ایسی صورت میں کسی کا سالیانہ پانا جہاد کے لئے ہمیشہ آمادہ اور سر بکف رہنے کا معاوضہ تھا اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بغیر کسی کسب کے کسی دنیا دار بادشاہ یا امیر کے دربار سے مقررہ رقم مقررہ وقت پر حاصل کی جائے اور اس کو خلفائے راشدین کے اس سالیانہ سے تشبیہ دی جائے جو ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنے کا معاوضہ تھا۔

خود مولف ہدیہ مہدویہ نے اپنی بدخلقی کے ذیل میں یہ حدیث پیش کی ہے۔

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة[2] | کسب حلال کا طلب کرنا فرض ہے فریضہ کے بعد۔

لیکن اس نے اس حدیث کے معنی غلط بیان کئے ہیں کہ فریضۂ دینی کے بعد کسب فرض ہے۔ خود رسول اللہ صلعم نے مکہ معظمہ میں دس سال اور بروایتے تیرہ سال اقامت فرمائی کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ آپ کو فریضۂ دینی ادا کرنے کے بعد کسب معاش کا بھی موقع ملا؟

مذکورہ حدیث سے کسب کی فرضیت تو ثابت نہیں ہوتی البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسب ہو تو کسب کا حلال ہونا فرض ہے بر سبیل تنزل اگر مدعی کا یہ دعوی تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسب فرض ہے تو بغیر کسب کے سلاطین اور امراء سے تعین حاصل کرنا کس طرح حلال متصور ہوگا؟

امام علیہ السلام کا ارشاد کہ تعین، لعین ہے آپ کے کمال خلق پر دلالت کرتا ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے بعض ان لوگوں کے ہاں بھی ضیافت قبول فرمائی ہے جو تعین خوار تھے۔ مولف ہدیہ مہدویہ کو اس پر اعتراض ہے کہ امام علیہ السلام کا عمل آپ کے قول کے خلاف تھا۔ معترض کو خبر نہیں کہ کتب حدیث میں بھی متعدد روایتیں ایسی ہیں جن سے رسول اللہ کے عمل اور آپ کے قول میں چشم ظاہر بین کو بہ ظاہر اختلاف نظر آتا ہے، کیا اس سے بھی رسول اللہ صلعم کے خلاف (معاذ اللہ) استدلال کیا جائے گا؟

ذیل میں اس اختلاف کی مثال دی جاتی ہے

(۱) عن عباد بن تمیم عن عمہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا واضعا احدی قدمیہ علی الاخری[3] | عباد بن تمیم سے مروی ہے اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا، اس حالت میں کہ آپ کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر ہے۔

یہ روایت بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے چت لیٹے ہوئے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ ص ۱۷۲ [2] ہدیہ مہدویہ ص ۱۷۵ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۱۔

(ب) عن جابر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرفع الرجل احد رجليه على الاخرى وهو مستلق على ظهره[1]

جابر سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر نہ رکھے درآنحالیکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو۔

(ج) وعنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يستلقين احدكم ثم يضع احد رجليه على الاخرى[2]

اور جابر ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی چت نہ لیٹے اس حالت میں کہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے۔

ان دونوں حدیثوں کی مسلم نے تخریج کی ہے ان سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی چت لیٹ کر اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر نہ رکھے حالانکہ پہلی حدیث جو ہم نے درج کی ہے اور جس پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چت لیٹ کر اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہے کیا معترض یہاں بھی اعتراض کرے گا کہ رسول اللہ صلعم کا عمل آپ کے قول کے خلاف ہے؟

امام علیہ السلام نے تعین کو ہمیشہ لعین فرمایا ہے جیسا کہ انصاف نامہ کی اس عبارت سے ظاہر ہے

فامادر بیان ہمیشہ تعین را لعین فرمودند | لیکن بیان میں آپ نے ہمیشہ تعین کو لعین فرمایا۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے ان لوگوں کی ضیافت بھی قبول فرمائی ہے جو تعین خوار تھے آپ کے اس عمل سے آپ کے قول کی نفی تو نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ صلعم کے قول و فعل میں تعارض ہو تو امت پر لازم ہے کہ صرف آپ کے قول کا اتباع کرے، جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

چوں قول و فعل متعارض آمدہ تمسک بقول کردیم و قول اقوی است از فعل نزد امام ابوحنیفہ چنانکہ در اصول فقہ ثابت شدہ است[3]

جب قول و فعل میں تعارض ہوا تو ہم نے قول سے تمسک کیا اور قول زیادہ قوی ہے فعل سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہو گیا ہے

مثلاً رسول اللہ صلعم نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا ہے لیکن خود آپ نے صوم وصال رکھا ہے اس کی تفصیل اقتدائے منکرین کی بحث میں آئے گی۔

جس طرح پانو پر پانو رکھنے کے باب میں رسول اللہ صلعم کا عمل آپ کے قول کے متعارض ہے اسی طرح صوم وصال کے باب میں بھی آپ کا عمل آپ کے قول کے متعارض ہے لیکن امت ایسی صورت میں آپ کے قول کے تابع ہے عمل کی نہیں جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

رسول اللہ صلعم نے پانو پر پانو رکھنے سے منع کرنے کے باوجود خود پانو پر پانو رکھا ہے، صوم وصال سے منع کرنے کے باوجود خود صوم وصال رکھا ہے۔

جب رسول اللہ صلعم کے قول و فعل کا تعارض قابل اعتراض نہیں تو امام کا تعین کو لعین قرار دے کر صرف تعین خوار کی ضیافت قبول کرنا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا۔

یہ بھی واضح رہے کہ امام نے تعین کو لعین قرار دے کر خود تعین حاصل نہیں فرمایا بلکہ صرف تعین خوار کی ضیافت قبول فرمائی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۱ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۱ . [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۴۵ ۔

(۹) کسب حلال ۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ لکھا ہے کہ "ترک کسب حلال کہ شیخ جونپوری اور تمام ان کے خلفاء کی عادت تھی الی آخرہ"[1]

صاحب طبقات اکبری کے بیان سے ثابت ہے کہ مہدوی کسب بھی کرتے تھے۔ شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے۔ "اگر کشت یا زراعت تجارت میکردہ ہ یک در راہ خدا صرف می نمود" یعنے اگر کوئی زراعت یا تجارت کرتا تو دسواں حصہ راہ خدا میں صرف کرتا۔ مذکورہ عبارت کا حوالہ دائرہ مہدویہ کے ذیل میں دیا جا چکا ہے۔ خود معترض نے باب ہشتم کے آخر میں یہ لکھا ہے۔

"عشر اس کو کہتے ہیں کہ بندے کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تھوڑا بہت مال کسب یا بلا کسب دیا ہے اس میں سے دسواں حصہ مستحقوں کو پہنچانا"

اس سے بھی مہدویوں کے ہاں کسب کا ثبوت ملتا ہے، اس سے قطع نظر صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے۔

باز ملایان سوال کردند کہ شما کسب را حرام می گوئید میراں فرمودند کہ مومن را کسب حلال است مومن باید و در قرآن تامل باید کرد کہ مومن کرا می گویند۔

پھر ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ کسب کو حرام کہتے ہیں۔ میراں نے فرمایا کہ مومن کے لئے کسب حلال ہے۔ مومن ہونا چاہیئے اور قرآن میں غور کرنا چاہیئے کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدویوں کے ہاں کسب حرام نہیں ہے۔ ترک کسب کو بد خلقی قرار دے کر مہدیت کی نفی کی کوشش کرنا عین بد خلقی ہے اس لئے کہ کسب نہ تو شرط نبوت ہے اور نہ شرط مہدیت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہونے کے بعد تقریباً دس سال اور بہ روایتے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر کئے کوئی بتا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟

خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ آپ کو مال جمع کرنے اور تاجر بننے کا حکم نہیں دیا گیا۔

شرح السنتہ میں یہ مروی ہے۔

ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین[2] | وحی نہیں بھیجی گئی میری طرف کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں۔

یوں بھی جو لوگ ترک کسب کرتے ہیں وہ بھی کسب کی برکت سے بے بہرہ نہیں، اس لئے کہ یہ اپنی اولاد کے کسب سے گریز نہیں کرتے، جب ان کی اولاد کا کسب ان کے تصرف میں آجائے تو یہ بھی کسب کرنے کے جیسا ہے، حدیث میں آیا ہے۔

ان اولادکم من کسبکم[3] | تحقیق کہ تمہاری اولاد تمہارے کسب سے ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

پس انچہ انفاق کند بہ شما اولاد شما نیز حلال طیب است و در حکم اکل از کسب بید است | جو کچھ خرچ کرے تمہاری اولاد تم پر، وہ بھی حلال طیب ہے اور ہاتھ سے کما کر کھانے کے حکم میں ہے۔

حاصل یہ کہ جو تارک کسب ہوتے ہیں وہ بھی کسب کی برکت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

(۱۰) ترک دنیا ۔ اس کی بحث اثبات فرائض کے ذیل میں ہو چکی۔

اب رہا بعض مہدویوں کا مرنے سے قبل بہ ثبات ہوش و حواس تائب ہونا تو یہ بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۸۵ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۰۱ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صفحہ

مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل ہفدہم میں اپنی بدخلقی شانزدہم کے ذیل میں یہ حدیث بھی پیش کی ہے۔

کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون	جیسا جیتے ہو ویسا مرو گے اور جیسا مرو گے ویسا اٹھائے جاؤ گے۔

مولف ہدیہ کو مذکورہ حدیث کے معنے سمجھنے میں دھوکا ہوا ہے چنانچہ اس نے اس کا اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

"جس حال میں زندگی کاٹو گے اسی حال میں مرو گے۔"

معترض نے محض مہدویوں کے عناد میں حدیث رسول اللہ صلعم کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا معترض کے ادعا کو باطل قرار دینے کیلئے عبداللہ ابن ابی سرح کاتب وحی کی مثال کافی ہے جن کی زندگی چار دور سے گزری ہے، جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے[1]

دور کفر: دور اسلام۔ دور ارتداد۔ دور اسلام

مولف ہدیہ کے نقطۂ نظر سے ان کی موت کس حال کے مطابق ہوگی؟

حقیقت یہ ہے کہ حدیث زیر بحث میں "تعیشون" سے زندگی قبل از مرگ مراد ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسلم نے جابر سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث کل عبد علی ما مات علیہ[2]	کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر بندہ اٹھایا جاتا ہے اس حالت میں کہ اس کی وفات ہوتی ہے۔

اگر حالت کفر و معصیت میں اس کی موت واقع ہوئی ہے تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا اور اگر حالت ایمان و طاعت میں اس کی موت واقع ہوئی ہے تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

بہر حال معتبر خاتمہ ہے جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکورہ حدیث کے ذیل میں آیا ہے۔

اس کے علاوہ ترمذی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

صاحب الجنۃ یختم لہ بعمل اھل الجنۃ وان عمل ای عمل[3]	جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ (عمر بھر) کوئی عمل کرے۔

مواہب علیہ میں ثم یتوبون من قریب[4] کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

در تفسیر عین المعانی آوردہ کہ تائب را کہ بیک نفس پیش از مرگ توبہ کند ملائکہ بطریق استحسان می گویند کہ چہ زود آمدی و چہ خوش مسارعت نمودی (جلد اول ص ۹۳)	تفسیر عین المعانی میں لایا ہے کہ وہ تائب جس نے مرنے سے ایک نفس قبل بھی توبہ کی تو فرشتے بطریق استحسان اس کو کہتے ہیں کہ تو کیا ہی جلد آیا اور تو نے کیا ہی اچھی جلدی کی۔

اس سے قطع نظر ایمان یاس، غیر مقبول ہے اور توبہ یاس، مقبول۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے (جلد ثانی۔ ص ۲۴۴)

حاصل یہ کہ بعض مہدویہ کا مرنے سے قبل ترک دنیا کرنا احادیث رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔

(۱۱) اجابت دعوت۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "سنت اجابت دعوت کو ترک کرنا چنانچہ باب ہشتم انصاف نامہ میں نہایت تاکید ہے کہ دائرہ کے باہر موافقین مذہب کے مکان پر بھی واسطے ضیافت کے نہ جانا الی آخرہ ۵

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۵۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۵۷۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۰۱ [4] سورۃ النساء ۱۷ [5] ہدیہ مہدیہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) ص ۱۸۸۔

واضح ہو کہ باب ہشتم ترک دعوت کے باب میں نہیں بلکہ تارکان ہجرت سے دوستی اور رغبت ترک کرنے کے باب میں ہے خود صاحب انصاف نامہ نے یہ لکھا ہے کہ "باب ہشتم میل کردن و دوستی کردن با تارکان ہجرت کہ حضرت میراںؑ منع فرمودہ اند" ضمناً ترک دعوت کا بھی ذکر آگیا ہے معترض یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے مطلق دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا حالانکہ خود امام علیہ السلام نے میر ذوالنون حاکم قزاہ کی دعوت قبول فرمائی ہے۔

مولف مطلع الولایت نے قزاہ کے واقعات میں لکھا ہے کہ میر ذوالنون نے تین دن سے زیادہ ضیافت کرنی چاہی تو امام علیہ السلام نے قبول نہیں فرمایا۔ مطلع الولایت کی عبارت یہ ہے۔

"آنحضرت بعد از سہ روز قبول نہ کردند و قتیکہ کوشش بیغایت کردند فرمودند کہ سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مہمان داری بیش از سہ روز قبول نہ کردند" یعنے آنحضرتؑ نے تین دن کے بعد مہمانی قبول نہیں فرمائی جب اس نے بے انتہا کوشش کی تو فرمایا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ آپ نے مہمان داری تین دن سے زیادہ قبول نہ فرمائی امام علیہ السلام کا یہ عمل والضیافۃ ثلثۃ ایام[1]" کا احیا تھا جس باب کا معترض نے حوالہ دیا ہے اس میں یہ روایتیں موجود ہیں۔

(الف) "نقل است از حضرت میراںؑ و بندگی سید محمودؓ و بندگی سید خوندمیرؓ میاں نعمتؓ و میاں دلاورؓ کہ در خانۂ کسے نہ از جہت مہمانی و نہ در مرض نہ در معذرت رفتند مگر درون دائرہ برفتند" حضرت میراںؑ بندگی میاں سید محمودؓ، بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں نعمتؓ اور بندگی میاں دلاورؓ سے منقول ہے کہ کسی کے گھر ضیافت، عیادت اور معذرت کے لئے نہیں گئے مگر دائرہ میں۔

(ب) انصاف نامہ کے باب ہشتم میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت میراںؑ خراسان میں جامع مسجد سے دائرہ آرہے تھے راستہ میں ایک خراسانی کا گھر تھا اس نے دعوت دی آپ نے معذرت چاہی اور اپنے اصحاب کو دعوت میں جانے کی اجازت دی روایت یہ ہے "میراں ہمیں جواب فرمودند کہ عفو فرمایند حضرت میراں نرفتند و برادران را رضا دادند کہ شما بروید و بعضے یاراں رفتند" یعنی میر علیہ السلام نے جواب میں یہی فرمایا کہ معاف فرمائیں حضرت میراںؑ تشریف نہیں لے گئے اور بھائیوں کو اجازت دی کہ تم جاؤ بعض اصحاب مہدیؑ دعوت میں گئے۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ نہ صرف دائرہ میں بلکہ بیرون دائرہ بھی دعوت قبول کی جاتی تھی۔ اب رہی وہ حدیثیں جو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کی ہیں۔

(الف) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ و رسولہ یعنے رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص کہ بلایا گیا پس قبول نہ کیا تحقیق کہ نافرمانی اس نے خدا و رسول کی۔

(ب) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمہ یدعی لھا الاغنیاء ویترک الفقراء من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین طعام وہ طعام ولیمہ ہے جس میں اغنیا بلائے جائیں اور فقرا ترک کر دیئے جائیں اور جس نے دعوت ترک کی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ان دونوں حدیثوں میں دعوت سے مراد دعوت ولیمہ ہے، صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو باب الولیمہ کے ذیل میں درج کیا ہے[2]

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) جلد سوم صفحہ ۵۱۲ [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد ثالث صفحہ ۱۴۱۔

دعوت غیر ولیمہ ۔ صاحب تیسیر القاری نے یہ لکھا ہے۔

جمہور برایں اند کہ دعوت غیر ولیمہ مستحب است و دعوتے کہ اثر پر آں واقع شدہ ولیمہ است۔

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ دعوت غیر ولیمہ مستحب ہے اور وہ دعوت جس کے لئے حکم واقع ہوا ہے، ولیمہ ہے۔

کسی روایت سے ثابت نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کے قبول کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

قطع نظر اس کے صاحب اشعۃ اللمعات نے ومن ترک الدعوۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ظاہر در وجوب است یا مبنی بر تاکید سنیت و استحباب است و ایں بر تقدیر عدم وجود موانع است[1]

اس ظاہر از وجوب مراد ہے یا تاکید سنت اور استحباب پر مبنی ہے اور یہ بھی اسی صورت میں جب کہ موانع کا نہ ہونا فرض کر لیا جائے۔

دائرہ عہد وسیہ میں بھی یہی عمل تھا یعنے موانع کی صورت میں دعوت ترک کی جاتی تھی۔ ولیمہ کے سوا جو دعوت ہوگی اس کی اجابت مستحب و مندوب ہے۔ صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے "طعامے کہ ساختہ شود و برائے ضیافت بے سبب دایں ہمہ اقسام مستحب است" یعنے بغیر کسی سبب کے ضیافت کے لئے جو طعام تیار کیا جائے یہ سب مستحب کی قسمیں ہیں اور مستحب و مندوب کا موانع کی وجہ سے ترک کرنا ترک سنت نہیں کہا جا سکتا ایسی صورت میں مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ اجابت دعوت کی سنت ترک کی جاتی تھی صریحاً افترا ہے۔

اس سے قطع نظر صاحب تیسیری القاری نے ومن ترک الدعوۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بعضے معنے چنیں می گویند کسی کہ ترک کند دعوت و نخواہند ہیچ کس را[2]

بعض معنے اس طرح کرتے ہیں کہ وہ شخص جو ترک کرے دعوت کو اور نہ بلائے کسی شخص کو (محتاجوں میں سے)

اس سے ظاہر ہے کہ محتاجوں کو دعوت نہ دینا، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مولف ہدیہ کا اعتراض بیجا نکلا!

(۱۲) تحصیل علم ۔ مولف ہدیہ نے اپنی بد خلقی دوازدہم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"انصاف نامہ کے باب دہم میں لکھا ہے کہ میراں علم پڑھنے سے منع کرتے تھے کہ اگر تم لوگ علم رکھتے میری مہدیت کو قبول نہ کرتے، ایک شخص نے پوچھا کہ اگر اجازت ہو وقت قیلولہ کے کچھ میں پڑھ لیا کروں کہا اس وقت بھی مت پڑھو بلکہ سو رہو"[3]

مولف ہدیہ نے انصاف نامہ کی جن روایتوں کا صرف ترجمہ دیا ہے وہ روایتیں مع ترجمہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(ا) از میاں نعمت رضؓ نقل است کہ پیش میراں عرض کردند اگر رضا باشد چیزے بخوانیم حضرت میراںؑ فرمودند اگر شما چیزے علم خواندہ بودید ایں بندہ را مہدی قبول نمی کردید

میاں نعمت سے منقول ہے کہ حضرت میراں سے عرض کی اگر رضا ہو تو کچھ پڑھیں، حضرت میراں نے فرمایا اگر تم کچھ پڑھ لیتے تو بندہ کو مہدی قبول نہ کرتے۔

(ب) نقل است حضرت میراں را از برادراں کسی پرسید، میر! بخیر اگر رضائے خوندکار باشد وقت قیلولہ چیزے بخوانیم حضرت میراںؑ فرمودند ایں وقت ہم مخوانید بخسپید۔

منقول ہے کہ بھائیوں میں سے کسی نے حضرت میراںؑ سے پوچھا اگر خوندکار کی رضا ہو تو قیلولہ کے وقت کچھ پڑھیں، حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ اس وقت بھی نہ پڑھو، سو جاؤ۔

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد ثالث ص ۱۴۱ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۳۹ [3] تیسیری القاری شرح صحیح بخاری [4] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص ۱۷۶

مولف ہدیہ نے انصاف نامہ کی روایتوں کا ترجمہ کرنے میں بڑی بد دیانتی کی ہے پہلی روایت میں تو خاص طور سے بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ سے خطاب ہے اور مولف ہدیہ نے اس حصہ کو حذف کر دیا تاکہ انداز مخاطب عام رہے اور ناواقف یہ سمجھیں کہ اہل علم نے تو امام علیہ السلام کی تصدیق ہی نہیں کی۔

بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے سے قبل رہزنی کرتے تھے بعد کو آپ کے فیض صحبت سے وہ کمال حاصل کیا کہ قاضی القضاۃ منتخب الدین صاحب مخزن الدلائل (عربی) جیسے علامہ نے آپ کی خدمت میں تربیت پائی ہے۔

انصاف نامہ کی روایت کے معنے اب واضح ہو جاتے ہیں کہ اگر کوئی عالم بندگی شاہ نعمت کی طرح رہزنی میں مبتلا ہوتا تو وہ ہرگز آپ کی تصدیق نہ کرتا کیوں کہ عالم فاسق، حق معاند ہوتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء نے بھی امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے اس کا ذکر کتب غیر مہدویہ میں بھی موجود ہے۔ (اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل کی گئی ہے) اب رہا امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ قیلولہ کے وقت سونا بہتر ہے جیسا کہ میاں عبدالرشید کی نقلیات (قلمی) میں آیا ہے تو یہ حدیث کے عین مطابق ہے۔

کنز العمال میں یہ روایتیں آئی ہیں۔

(ا) عن السائب بن یزید قال کان عمر بن الخطاب یمر علینا عند نصف النهار وقبیله فیقول قوموا فقیلوا فما بقی فهو للشیطان (هب) [1]

بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی تخریج کی ہے۔

سائب بن یزید سے مروی ہے کہا کہ عمر بن الخطاب نصف النہار کے قریب اور اس سے پہلے ہمارے پاس آتے تھے اور کہتے تھے اٹھو اور قیلولہ کرو اور جو بچ جائے وہ شیطان کے لئے ہے۔

(ب) عن مجاهد قال بلغ عمر ان عاملا له لا یقیل فکتب الیه عمر قل فانی حدثت ان الشیطان لا یقیل (ش) [2]

مجاہد سے مروی ہے کہا کہ عمر کو یہ خبر پہونچی کہ ان کا ایک عامل قیلولہ نہیں کرتا ہے، پس حضرت عمرؓ نے اسے لکھا کہ قیلولہ کرو اس لئے کہ مجھے حدیث ملی ہے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

ابن ابی شیبہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

ابو نعیم کی روایت یہ ہے۔

قیلوا فان الشیطان لا یقیل [3] | قیلولہ کرو اس لئے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

یہ حدیث مولف کنز العمال نے اس عنوان کے ذیل میں درج کی ہے۔

الاسباب المعینة علی قیام اللیل [4] | وہ اسباب جو قیام لیل کی معاونت کرتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص دن کو قیلولہ کرتا ہے وہی رات کو آسانی سے نماز کے لئے اٹھ سکتا ہے۔

حاصل یہ کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا اور قیلولہ کرنے پر صرف شیطان ہی معترض ہو سکتا ہے!

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میرانؑ نے کہا ہے قرآن سمجھنے کے واسطے نور ایمان بس ہے"

مولف ہدیہ مہدویہ نے انصاف نامہ کی ایک روایت کا ترجمہ دیا ہے اس کے ساتھ کی دوسری روایت کا ترجمہ نہیں دیا۔

---

[1] کنز العمال جلد ہشتم ص ۶۸۔ [2] کنز العمال جلد ہشتم ص ۶۸۔ [3] کنز العمال جلد چہارم ص ۱۷۱ [4] کنز العمال جلد چہارم ص ۱۷۱

پہلی روایت کے ساتھ دوسری روایت بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نقل است از میاں لاڑشاہ کہ حضرت میراںؑ نیز فرمودند علم لابدی می باید تا نماز و روزہ مانند ایں افعال در دین رسول علیہ السلام درست شود و نیز حضرت میراں فرمودند کہ برائے فہم کردن معانی قرآن وقتے کہ بیان کردہ شود نور ایمان بس است (باب دہم)

منقول ہے میاں لاڑشاہ سے کہ حضرت میرانؑ نے یہ بھی فرمایا کہ علم لابدی چاہیئے تاکہ نماز روزہ اور اس کے جیسے افعال رسول اللہ کے دین میں درست ہوں نیز حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ قرآن کے معانی سمجھنے کے لیئے جب کہ وہ بیان کئے جائیں نور ایمان بس ہے۔

میاں عبدالرشید کی نقلیات (قلمی) میں[1] یہ مروی ہے۔

فرمودند علم لابدی باید تا نماز و روزہ و مانند ایں درست شود و نیز فرمودند برائے فہم معانی قرآن نور ایمان بس است۔ الی آخرہ (باب ہشتم)

حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ علم لابدی چاہیئے تاکہ نماز روزہ اور اس کے جیسے اعمال دینی درست ہوں، نیز فرمایا کہ قرآن کے معانی سمجھنے کے لئے نور ایمان بس ہے۔

اس میں دو امور کی تصریح ہے ایک تو علم لابدی کی تاکید ہے، دوسرے معانی قرآن سمجھنے کے لئے نور ایمان کا کافی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ انصاف نامہ کی روایت میں "وقتے کہ بیان کردہ شود" کے الفاظ آئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ مبین (بیان کرنے والا) معنی بیان کرے اور سامع کے دل میں نور ایمان ہو تو معنی قرآن سمجھنے کیلئے وہ کافی ہے۔ اس میں کونسا امر قابل اعتراض ہے؟

میاں عبدالرشید کی روایت میں وقتیکہ بیان کردہ شود (جب کہ بیان کیا جائے) کے الفاظ نہیں ہیں اس لئے اس روایت کے مطابق فہم معانی قرآن کا تعلق سامع سے نہیں ہے۔ اس لئے اس کے معنے یہ ہوں گے کہ جس شخص کو علم لابدی حاصل ہو اور اس کے دل میں نور ایمان بھی ہو تو وہ آسانی سے قرآن کے معانی سمجھ سکتا ہے ایسی صورت میں بھی کوئی بات قابل اعتراض نہیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ برہان الدین سے کالپی میں ملاقات کی تھی، ان کے متعلق یہ لکھا ہے۔

اوقات بپاس انفاس بطریقۂ مہدویہ میگذرانید و با آنکہ علوم عربیہ ہیچ نخواندہ بود تفسیر قرآن بہ وجہ بلیغ می گفت[2]

(شیخ برہان الدین کالپی) مہدویوں کے طریقہ پر پاس انفاس میں اوقات بسر کرتے تھے باوجودیکہ علوم عربیہ کچھ بھی نہیں پڑھے تھے لیکن کلام اللہ کی تفسیر بلیغ طریقہ پر بیان کرتے تھے۔

علوم عربیہ نہ پڑھنے کے باوجود کلام اللہ کی بلیغ تفسیر کرنا نور ایمان کی دلیل نہیں تو پھر کیا ہے؟

معترض کی پیش کردہ روایتوں سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مطلق علم کی تحصیل ممنوع ہے۔

انصاف نامہ کے جس باب کا مولف ہدیہ مہدویہ نے حوالہ دیا ہے اس میں متعدد روایتیں ایسی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات کے تحت ممانعت کی گئی ہے یا یہ کہ پڑھنے والے میں استعداد نہیں تھی یا وہ غیر موزوں کتاب پڑھ رہا تھا۔ پڑھنے کو روکا گیا ہے تو زیادہ تر ذکر الٰہی کے مقابلہ میں۔

انصاف نامہ کے باب دہم میں مذکور ہے۔

(الف) نقل است کہ یک روز میراں سید محمود تمہید می خواندند

روایت کی گئی ہے کہ ایک دن میراں سید محمودؒ کتاب تمہید پڑھ رہے تھے

---

[1] نقلیات میاں عبدالرشید کا اصلی نسخہ مراد ہے جس میں صرف آٹھ باب ہیں اور جو تقریباً پینسٹھ[65] صفحوں پر مشتمل ہے۔ [2] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد سوم ص ۶۷۷

حضرت میراںؒ پرسیدند چہ میخوانید بندگی سید محمودؒ عرض کردند کہ تمہید میخوانیم بندگی حضرت میراںؒ فرمودند بگذارید و کوشش ذکر بکنید تا حالتی پدید آید کہ ایں را فہم کردن بتوانید۔

حضرت میراںؒ نے پوچھا کیا پڑھ رہے ہو۔ بندگی سید محمودؒ نے عرض کی ہم تمہید پڑھ رہے ہیں بندگی حضرت میراںؒ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور ذکر الٰہی کی کوشش کرو تاکہ ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ اس کو سمجھ سکو۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ ذکر الٰہی کے مقابلے میں کتاب تمہید پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے نقل کا آخری حصہ کہ "ایں را فہم کردن بتوانید" (کہ اس کو سمجھ سکو) اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب سمجھنے لگو تو اس کو پڑھو اس سے مطلق تحصیل علم کی ممانعت تو ثابت نہیں ہوتی۔

(ب) نقل است از میاں عبدالفتح کہ در شہر نہروالہ بدست بندگی شاہ نظامؒ کتاب میزان دیدند حضرت میراںؒ پرسیدند کہ میاں نظام شما چہ میخوانید میاں مذکور گفت کہ میزان و کنز میخوانیم بندگی حضرت میراںؒ کتاب بدست گرفتند و منع کردند کہ مخوانید بعد از چند روز در ناگور رفتند باز میاں نظام بدست کتاب گرفتند بندگی حضرت میراں باز منع کردند چونکہ حضرت میراںؒ در خراسان عزم فرمود میاں نظام ہوس تمام خواندن از دل منقطع کردند بعد از مدتے حضرت میراںؒ میاں نظامؒ را فرمودند کہ چیزے علم حدیث بخوانید یعنے چوں کامل شد خواندن زیانے ندارد۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی شاہ نظامؒ کتاب کنز پڑھ رہے تھے نہروالہ اور ناگور میں پڑھنے سے منع کیا گیا اور خراسان میں آپ کو حدیث پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ کنز فقہ میں ہے فقہ کی کتاب پڑھنے سے اولیٰ یہی ہے کہ حدیث کی کوئی کتاب پڑھیں۔

اس روایت سے بھی مطلق علم کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اولیٰ و اہم کے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

(ج) نقل است کہ میراں سید محمودؒ ہر وقت کہ برائے مشغولی میرفتند در کوچہ میاں ابوبکر و میاں سلام اللہ ہر دو کوشش علم کردند میراں سید محمدؒ پیش میراںؒ عرض کردند کہ ایشاں ہمچنیں میگویند حضرت میراںؒ فرمودند کہ شما در کوچہ ایشاں مروید و در یاد خدائے تعالیٰ باشید تا باطن بکشاید (انصاف نامہ۔ باب دہم)

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید محمودؒ سے کہا گیا کہ میاں ابوبکر و میاں سید سلام اللہ کے ہاں مت جاؤ بلکہ یاد خدا میں رہو، اس روایت سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ میاں ابوبکر اور میاں سید سلام اللہ کو کوشش علم سے روکا گیا ہے بلکہ ان روایتوں سے ثابت ہے کہ کنز اور تمہید پڑھنے والوں یعنے پڑھے لکھے اصحاب کو کتب کے مطالعہ سے روکا گیا وہ بھی یاد الٰہی کے مقابلہ میں۔

اب رہا علم لابدی تو اس کا ہونا ضروری ہے صاحب انصاف نامہ نے اسی باب میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است از میاں لاڑ شاہؒ کہ حضرت میراں نیز فرمودند کہ علم لابدی باید تا نماز روزہ و مانند ایں افعال در دین رسول علیہ السلام درست شود۔

میاں لاڑ شاہؒ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت میراںؒ نے یہ بھی فرمایا کہ علم لابدی چاہیئے تاکہ نماز روزہ اور ایسے افعال دین رسول اللہ میں درست ہوں۔

اس نقل سے واضح ہے کہ نماز روزہ اور اسی قبیل کے اعمال کے لئے علم لابدی سیکھنے کی تاکید کی گئی ہے "می باید" کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ پس یاد الٰہی کے مقابلہ میں جس علم کی ممانعت کی گئی ہے وہ غیر از علم لابدی ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مہدویوں کے ہاں تحصیل علم ممنوع ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ کتب کے مطالعہ سے روک کر کاہے کی تعلیم دی جاتی تھی تو اس کی توضیح بخوف طول یہاں نہیں کر سکتے لیکن صرف یہ بتاتے ہیں کہ تابعین تبع تابعین نے کیا حاصل کیا تھا، اصحاب مہدی کی شان اس سے ارفع ہے اور امام مہدی علیہ السلام کی تعلیم کا قیاس حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ برہان الدین سے کالپی میں ملاقات کی تھی ان سے متعلق بدایونی نے جو لکھا ہے اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے، یہاں صرف اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

"شیخ برہان الدین کالپی مہدویوں کے طریقہ پر پاس انفاس میں اوقات بسر کرتے تھے باوجودیکہ علوم عربیہ کچھ بھی نہیں پڑھے تھے لیکن کلام اللہ کی تفسیر بلیغ طریقہ پر بیان کرتے تھے۔"[1]

یہ اس شخص کا بیان ہے جو اکبری دور میں ایران، توران اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کی صحبت میں رہا ہے مخالفین مہدویہ مذکورۂ بالا روایتوں کے ظاہری معنی پر حکم لگاتے ہیں کہ مہدویوں کے ہاں تحصیل علم منع ہے اور یہ نہیں جانتے کہ انہیں حاصل کیا تھا علم کا انحصار علم کسبی پر ہی نہیں ہے علم وہبی اس سے بھی بڑی چیز ہے۔

عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے اپنی تصنیف منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے پانچویں سوال کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ثم اعلم یا اخی ان اصحاب المهدی کانوا ثلثة اقسام قسم منهم کانوا عارفین باللغات وشان النزول قادرین علی مطالعة التفاسیر فهوءلاء فسروا القران من اوله الی آخره بقوة الظاهرة والباطنة وقسم منهم کانوا امیین ما کانت لهم قدرة علی المطالعة فحصل لهم بصحبة المهدی وفیضه قوة المطالعة والبیان فبینوا علی وقف الشرع وقسم منهم کانوا امیین الی زماننا هذا۔

پس جان اے بھائی کہ اصحاب مہدی تین قسم کے تھے جو لغات اور شان نزول سے واقف تھے، تفاسیر کے مطالعہ پر قدرت رکھتے تھے قرآن کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک کرتے قوت ظاہری اور قوت باطنی سے۔ بعض ان میں امی تھے انہیں مطالعہ پر قدرت نہیں تھی، انہیں حضرت مہدی علیہ السلام کی صحبت اور فیض سے مطالعہ اور بیان کی قوت حاصل ہوئی پس انہوں نے شریعت کے مطابق بیان کیا بعض ان میں سے امی تھے جو ہمارے زمانہ تک ہیں۔

ان ہی امیوں کے متعلق میاں عالم باللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ان کو نہ تو لغات کے خلاف تفسیر کرتے ہوئے دیکھا ورنہ حرام کو حلال قرار دیتے ہوئے اس کے بعد یہ کہتے ہیں۔

بل سمعت من بعضهم جواب اشکال سنین مع انه لا یعرف حروف التهجی[2] ثم وجدت ذلك بعینه فی الکشاف ذلك نتیجة الهام الحق

بلکہ میں نے بعض اصحاب مہدی سے جو امی تھے برسوں کے مشکل مسئلوں کا جواب سنا اگرچہ کہ وہ حروف تہجی بھی نہیں جانتے تھے پھر میں نے بعینہ کشاف میں پایا اور یہ الہام حق کا نتیجہ ہے۔

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم (طبع کلکتہ) صفحہ ۶، ۷ [2] الهجا۔

شیخ علی کے جواب میں خود صاحب سراج الابصار نے یہ لکھا ہے۔

(الف) اخواننا لا یمنعون احدا من التعلم (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۵۸)

ہمارے بھائی کسی کو علم سیکھنے سے نہیں روکتے۔

(ب) لان المبتدئین من اخواننا الذین یعتمد علیھم یقرؤن التفاسیر و یبتنون علی قاعدۃ العربیۃ الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۶۴)

اس لئے کہ ہمارے اخوان دین میں جو معتمد علیہ مفسرین ہیں وہ تفسیریں پڑھتے اور عربی قاعدے کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

(ج)۔ اخواننا لا یفسرون برائھم بل یطالعون التفسیر و یاخذون باحسن ما فیھا من الوجوہ الی آخرہ (سراج الابصار ص۱۱۸)

ہمارے اخوان دین اپنی رائے سے تفسیر نہیں کرتے بلکہ کتب تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان میں سے وہی صورت لے لیتے ہیں جو بہترین ہوتی ہے۔

انصاف نامہ کے باب دہم کی نقلیات کا اگر وہی مفہوم ہوتا جو مولف ہدیہ مہدویہ نے قرار دیا ہے تو اصحاب مہدیؑ تصنیف و تالیف نہ کرتے مثلاً بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے متعدد رسالے اثبات مہدیت میں لکھے ہیں۔ طبقۂ تابعین میں سراج الابصار لکھی گئی۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے خلیفہ علامہ منتخب الدین نے کتاب مخزن الدلائل (عربی) لکھی ہے اسی طرح کتاب کشف الاسرار (عربی) کی تصنیف عمل میں آئی۔

جب امام مہدی علیہ السلام نے علم لابدی حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے تو معترض کا مطلق یہ کہہ دینا کہ حضرت میراں علیہ السلام تحصیل علم کو منع فرماتے تھے محض افترا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں بھی ایک خاص باب کے تحت متعدد حدیثیں ہوتی ہیں ایک ہی حدیث کی بناء پر کوئی حکم لگا دینا اور دوسری حدیثوں سے چشم پوشی کرنا سراسر بے ایمانی ہے۔

(۱۳) اتمام حج اور رسول اللہؐ کی زیارت

میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں یہ روایت کی ہے۔

بعدہ عزم زیارت مصطفیٰ کردند و کرایہ نیز بہ شتران دادند کہ از روح مقدس حضرت رسالت پناہ معلوم شد کہ اے سید محمد شما در بلاد گجرات بروید کہ دعوت مہدیت شما در گجرات منتج خواہد شد، پس زر کرایہ باز گرفتہ بکرایہ سفینہ دادند ص۶۴

اس کے بعد رسول اللہ صلعم کی زیارت کا قصد کیا اور کرایہ بھی اونٹوں کے لئے دیا کہ حضرت رسالت پناہ کی روح مقدس سے معلوم ہوا کہ اے سید محمد تم بلاد گجرات میں جاؤ کہ تمہاری مہدیت کی دعوت اس جگہ ظاہر ہوگی پس کرایہ کی قم واپس لیکر کشتی کے کرایہ کیلئے دی۔

مؤلف ہدیہ مہدویہ نے اس واقعہ پر اس طرح اعتراض کیا ہے۔

"اپنے پیغمبر پر جفا کرنا اور ان کی روح اطہر کو ناخوش کرنا یعنے بیت اللہ کو جانا اور زیارت رسول صلعم کے واسطے مدینہ طیبہ کو نہ جانا" الی آخرہ۔ (ہدیہ مہدویہ طبع اول ص۱۸۲)

مذکورۂ صدر فارسی عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے زیارت رسول اللہ صلعم کا قصد فرمانے کے بعد اونٹوں کا کرایہ بھی دیدیا تھا لیکن آنحضرتؐ کی روح مبارک کے ارشاد پر آپ نے زیارت روضۂ رسول نہیں فرمائی رسول اللہ صلعم کے

اس ارشاد کو مولف ہدیہ مہدویہ نے کشف غلط قرار دیا ہے اور رسول اللہؐ کے مندرجہ ذیل قول کی تکذیب کی ہے رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے

من رأنی فقد رای الحق [1] | جس نے مجھے دیکھا وہ حق دیکھا۔

یہ اس لئے کہ شیطان آپ سے متمثل نہیں ہوسکتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔

من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی متفق علیہ [2] | جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس وہ مجھے جلد بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان مجھ سے متمثل نہیں ہوسکتا یہ (بخاری و مسلم دونوں کی) متفق علیہ ہے۔

ایسی صورت میں امام علیہ السلام کو رسول اللہ صلعم کی روح مبارک سے جو ارشاد ہوا ہے اس کو کشف غلط قرار دینا کیسا ہے؟

مولف ہدیہ مہدویہ نے رسول اللہ صلعم کی روح مبارک کے ارشاد پر عمل کرنے کو بھی مورد اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ صاحب خلق عظیم کے حکم کو نہ ماننے پر اصرار کرنا بڑی بد خلقی ہے اور حکم نہ ماننا جفائے عظیم ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ ارباب قلوب ارواح انبیاء کی آواز سنتے ہیں اور اس سے استفادہ کرتے ہیں صاحب مواہب لدنیہ نے یہ لکھا ہے

وقال حجة الاسلام الغزالی فی کتابہ المنقذ من الضلال وھم یعنی ارباب القلوب فی یقظتھم یشاھدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویقتبسون منھم فوائد انتھی [3] | اور حجۃ الاسلام الغزالی نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں کہا ہے کہ وہ یعنی اہل دل بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں اور ان سے فوائد کا اقتباس کرتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ محدثین نے بھی رسول اللہ صلعم کی روح مبارک سے احادیث کی تصحیح کی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

بسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت وے نمودہ وعرض کردہ کہ یارسول اللہ فلاں ایں حدیث از تو روایت کردہ است پس فرمود آنحضرت نعم او لا [4] | بہت سے محدثین نے احادیث مہدویہ کی آنحضرتؐ سے تصحیح کی ہے اور عرض کی ہے یا رسول اللہؐ فلاں شخص نے یہ حدیث آپ سے روایت کی ہے پس رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں یا نہیں۔

حیف ہے کہ رسول اللہ صلعم کی روح مبارک کے ارشاد کو مولف ہدیہ مہدویہ تسلیم نہ کرے۔

زیارت رسول نہ کرکے تبلیغ مہدیت کے لئے ہندوستان جانے کو مولف ہدیہ مہدویہ نے مورد اعتراض قرار دیا ہے اور اس کو بد خلقی کہا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے حج نہ کرکے حج سے ایک دن قبل مکہ معظمہ سے کوفہ کا سفر کیا ہے کیا معترض اس کو بھی بد خلقی قرار دے گا؟ کیونکہ حج کعبۃ اللہ ہر حال فرض تھا۔ ابن اثیر نے الکامل میں یہ لکھا ہے۔

ثم خرج الحسین یوم الترویہ [5] | پھر نکلے حسین (مکہ معظمہ سے) ترویہ کے دن۔

یوم الترویہ سے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ مراد ہے۔

اب رہی وہ حدیثیں جو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) من زار قبری وجبت لہ شفاعتی | جس نے زیارت کی میری قبر کی اسکی شفاعت کرنا میرے لئے واجب ہوگیا۔

---

[1] المواہب اللدنیہ (طبع المطبعۃ الشرفیہ ۱۳۲۶ھ) الجزء الاول ص ۴۰۸۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۶۴۰۔ [3] المواہب اللدنیہ (طبع المطبعۃ الشرفیہ ۱۳۲۶ھ) الجزء الاول ص ۴۰۸۔ [4] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۳۲۔ [5] الکامل (طبع لیدن) الجزء الرابع ص ۳۳۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا اس حدیث سے استدلال کرنا بے سود ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلعم کی شفاعت عام امت کے لئے نہیں بلکہ آپ کے روضہ کے زائرین کے لئے ہی مختص ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

فاخترت الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك بالله شيئا (رواه الترمذي وابن ماجه)[1]

پس میں نے شفاعت اختیار کی اور شفاعت ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے وفات پائی اور کسی شئی کو اللہ کا شریک نہیں کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ شفاعت روضۂ انور کے زائر کے لئے مختص نہیں ہے اب اگر کوئی زائرِ روضۂ رسول نہیں ہے، تو کیا وہ شفاعت سے محروم ہو جائے گا؟

اس لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے وجبت لہ شفاعتی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بشارت بود بہ موت زوار بر دین اسلام بہ برکت سید انام کہ استحقاق شفاعت متفرع بہ آن است[2]

بشارت ہے زائرین کے دین اسلام پر وفات پانے کی سید انام کی برکت سے کہ شفاعت کا استحقاق اسی پر متفرع ہے۔

پس حاصل اس روایت کا حصول برکات ہوگا۔

شفاعت اس شخص کو بھی حاصل ہوگی جو رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجے۔ طبرانی نے ابو درداء کی حدیث مرفوعاً روایت کی ہے۔

من صلى علي حين يصبح عشرا وحين يمسي عشرا ادركته شفاعتي يوم القيامة[3]

جو صبح و شام مجھ پر دس دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجے پائے گی اس کو میری شفاعت قیامت کے دن۔

اس لحاظ سے بھی معترض کا حدیث من زار قبری سے شفاعت کو روضۂ انور کے زائرین کے لئے مختص کر دینا صحیح نہیں اس لئے کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے کہ شفاعت اس شخص کو بھی حاصل ہوگی جو صبح و شام دس دس مرتبہ رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجے۔

اس سے قطع نظر جب روضۂ انور کی زیارت کرنے والوں کے لئے شفاعت کی بشارت ہے تو حالت بیداری یا رویا میں جنھیں رسول اللہ صلعم کی زیارت کا شرف حاصل ہو وہ شفاعت سے کیسے محروم ہو سکتے ہیں؟۔

(ب) من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي

جس نے زیارت کی میری قبر کی بعد میری وفات کے ہو اماند اس شخص کے کہ ملاقات کی مجھ سے میری زندگی میں۔

اس حدیث سے یہ استدلال کرنا تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے آپ کے روضہ کی زیارت کی اس کا شمار بھی آپ کے اصحاب میں ہوگا، اس حدیث میں نہ تو زائر قبر کو صحابی قرار دیا گیا ہے اور نہ زائر قبر کو غیر زائر پر فضیلت دی گئی ہے بلکہ اس حدیث سے حیات النبی پر ایک پرتو پڑتا ہے کہ آپ کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنا گویا آپ سے ملنا ہے۔

(ج) من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني

جس نے حج کیا اور مجھ سے نہیں ملا پس تحقیق اس نے مجھ پر جفا کی۔

یہ حدیث مولف ہدیہ مہدویہ کے سارے استدلال کی بنیاد ہے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ حج کر کے رسول اللہ صلعم کی زیارت نہ کرنا رسول اللہ صلعم پر جفا کرنا ہے، حالانکہ امام علیہ السلام نے زیارت رسول کا قصد فرمایا تھا اس لحاظ سے قصد جفا ثابت نہیں ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۴۰۴۔ [2] جذب القلوب الی دیار المحبوب (طبع نولکشور لکھنؤ سنہ ۱۹۱۶ء) صد ۱۹۵ [3] مدارج النبوۃ جلد اول صد ۳۲۲۔

واضح ہو کہ ایک شخص کو ایک حکم براہ راست ہوتا ہے اور ایک حکم عام سب کے لئے ہے حکم خاص کو بہر حال حکم عام پر ترجیح ہے، اگر رسول اللہ صلعم کی روح کے ارشاد پر امام علیہ السلام نے زیارت نہیں فرمائی تو اس کو جفا کس طرح کہیں گے؟ رسول اللہ صلعم کی روح کے ارشاد کو نہ ماننا بھی بڑی جفا ہے۔

اس سے قطع نظر حدیث میں جہاں جہاں "زیارت قبر" مراد ہے وہاں "قبر" کا لفظ موجود ہے۔ اس سے قبل مولف ہدیہ مہدویہ کی پیش کردہ دو حدیثیں درج کی گئی ہیں جہاں "زار قبری" کے الفاظ موجود ہیں اس کے سوا اور شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهیتکم عن زیارة القبور الی آخرہ [1]

(۲) قال زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر امه الی آخرہ [2]

(۳) فزوروا القبور [3]

(۴) من زار قبر ابویه الی آخرہ [4]

(۵) لعن اللہ زوارات القبور [5]

حاصل یہ کہ جہاں جہاں "زیارت قبر" مراد ہے وہاں "قبر" کا لفظ موجود ہے، مطلق زیارت کو "زیارت قبر" پر محمول کرنے کے لئے "قبر یا موت" وغیرہ کا قرینہ ہونا ضروری ہے اس لحاظ سے "لم یزرنی" کے معنی "لم یزر قبری" لینا صحیح نہیں۔

پس حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ جس شخص نے حج کیا اور مجھ سے نہیں ملا تحقیق کہ اس نے مجھ پر جفا کی ظاہر ہے کہ رسول اللہ کی زندگی میں مکہ معظمہ میں حج کر کے رسول اللہ صلعم کا شرف لقا حاصل نہ کرنا رسول اللہ پر جفا کرنا ہے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد بھی حج کر کے زیارت مرقد رسول نہ کرنا رسول اللہ پر جفا کرنا ہے، خود رسول اللہ صلعم پر جفا کرنے کے برابر ہے!!

عرب کا محاورہ بھی اس کا موید ہے کہ مطلق "زیارت" کا "زیارت قبر" پر اطلاق نہیں ہوتا، جریر کا شعر ملاحظہ ہو۔

لولا الحیاء لعادنی استعبار	ولزرت قبرک والجیب یزار [6]
اگر مجھے شرم لاحق نہ ہوتی تو پھر سے گریہ طاری ہوتا	اور میں تیقیناً تیری قبر کی زیارت کرتا اور دوست سے ملتے ہی ہیں

اس شعر میں جہاں "زیارت قبر" مراد ہے وہاں "قبر" کا لفظ لایا گیا ہے اور جہاں مطلق ملاقات مراد ہے وہاں صرف یزار لایا گیا ہے۔

اس لحاظ سے "لم یزرنی" کے معنی ہوں گے "مجھ سے نہیں ملا"

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ا) واتموا الحج والعمرة للہ (البقرع ۲۴)	اور پورا کرو حج کو اور عمرہ کو اللہ کے واسطے
(ب) وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا (آل عمران ع ۱۰)	اور اللہ کے واسطے اس گھر یعنی کعبہ کا حج لوگوں پر ہے جو پا سکے اس کی طرف راہ۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۷ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۷ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۸۔
[4] " " " ص ۷۱۹ [5] " " " ص ۷۱۹ [6] دیوان جریر طبع مصر ۱۳۱۳ھ ص ۸۴۔

حاصل یہ کہ حج فرض ہے اور اس کا اتمام اس کے ارکان کی بجاآوری پر موقوف ہے، زیارت قبر رسول پر نہیں، حج کرنے کے بعد اگر کوئی شخص فسق میں مبتلا نہ ہو تو وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک ہوتا ہے جیسا کہ وہ اس وقت تھا جب کہ وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ[1]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور کوئی بیہودگی نہیں کی فسق میں مبتلا ہوا تو حج کے بعد اسکی بازگشت یوں ہوگی جیسے کہ ماں سے پیدا ہوا تھا۔

ایک شخص اللہ ہی کیلئے حج کرتا ہے اس کے بعد وہ کسی فسق میں مبتلا نہیں ہوتا، صرف زیارت روضۂ رسول نہ کرنے کی بنا پر اس کو ظالم کہنا تو حج کعبۃ اللہ کی تنقیص کرنا ہے اور حج کے ثواب کو رائگاں قرار دینا ہے گویا حج کرنا اس کے حق میں وبال ہوگیا!

حدیث "من حج البیت ولم یزرنی" سے استدلال کرنے والوں کا ایک اور جواب یہ ہے کہ صنعانی اور ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں شمار کیا ہے۔ محمد بن طاہر فتنی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قال الصنعانی موضوع فی اللآلی قال الزرکشی ھو ضعیف وبالغ ابن جوزی فذکرہ فی الموضوعات[2]

صنعانی نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے اور لآلی میں ہے کہ زرکشی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور ابن جوزی نے یہ اضافہ کیا ہے اور اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

جو حدیث ائمہ جرح وتعدیل کے ہاں موضوع اور متکلم فیہ ہے اس سے استدلال کرنا ہی بے بنیاد ہے۔

(د) من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ولم یزر قبری فقد جفانی۔

جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ وہ مجھ سے زندگی میں ملا اور جس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی تحقیق کہ اس نے مجھ پر جفا کی

اس حدیث میں بھی جہاں قبر کی زیارت مراد ہے وہاں قبر کا لفظ موجود ہے اور جہاں رسول اللہ صلعم سے زندگی میں ملنا مذکور ہے وہاں زرانی کے الفاظ آئے ہیں۔

بہرحال مولف ہدیہ مہدویہ کا اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ حج کے بعد زیارت رسول نہ کرنا یہاں مذکور نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اس باب میں دو قسم کی حدیثیں وارد ہیں، بعض میں زیارت قبر نبوی مذکور ہے لیکن اس کے ساتھ حج کرنا مذکور نہیں، بعض میں حج کرنا مذکور ہے اور اس کے ساتھ زیارت قبر رسول کرنا مذکور نہیں، بلکہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں آپ سے ملنا مراد ہے۔ جفا کی وعید انہیں لوگوں کے لئے ہے جو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں حج کریں اور حضرت کی جناب میں بعد کو حاضر ہو کر شرف یاب نہ ہوں۔

دوسری قسم کی حدیثیں وہ ہیں کہ بعد وفات نبوی زیارت روضہ انور کی ترغیب وتشویق دلائی گئی ہے۔

دونوں قسم کی حدیثوں کو ایک ہی قرار دینا اور ایک ہی حکم پر محمول کرنا نادانی اور گمراہی ہے۔

مرقد مبارک کی زیارت نہ کرنے کو ایک حدیث میں جفا بھی قرار دیا گیا ہے لیکن وہاں بھی حج کا تذکرہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے رسول اللہ صلعم سے ملاقات نہ کرے وہ جفا کا مرتکب ہے، چنانچہ دوسری حدیث اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے اور اس سے مسئلہ کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے، حدیث یہ ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۳۰۲ [2] تذکرۃ الموضوعات (طبع ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ واقع مصر ۱۳۱۳ھ) ص ۷۶

من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی [1]

جس کو وسعت (استطاعت) حاصل ہو پھر بھی میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

اس میں بھی مطلق زیارت یعنے آپ سے ملاقات کرنا مذکور ہے زیارت قبر نہیں۔

اس حدیث سے اصل مسئلہ صاف ہو گیا کہ لزوم جفا صرف اسی پر ہے کہ باوجود وسعت اور استطاعت، زیارت نبوی سے بے بہرہ رہے اور حضرت کی زندگی میں اس نور سے دیدۂ دل روشن نہ کرے۔ اس حدیث میں "لم یزرنی" کی جگہ "لم یفدالی" بھی آیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "ماثبت من السنة فی ایام السنة" میں یہ روایت کی ہے۔

من وجد سعة ولم یفد الی فقد جفانی [2]

جس سے ہو سکتا تھا اور میرے پاس نہ آیا تو اس نے مجھ پر بیشک جفا کی۔

لم یفد الی (میرے پاس نہیں آیا) کے الفاظ بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ جہاں جہاں لم یزرنی کے الفاظ آئے ہیں اس سے زیارت قبر مراد نہیں ہے۔

غرض ابن جوزی نے معترض کی پیش کردہ روایت من حج ولم یزرنی کا بھی موضوعات میں شمار کیا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں محمد بن طاہر فتنی نے یہ لکھا ہے۔

لابن عدی والدارقطنی فی غرائب مالک وابن حبان فی الضعفاء والخطیب فی رواة مالک و ابن لجوزی فی الموضوعات [3]

ابن عدی اور دارقطنی نے غرائب مالک میں، ابن حبان نے ضعفا میں، خطیب نے رواۃ مالک میں اور ابن الجوزی نے موضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ایسی صورت میں حج کے بعد روضۂ نبی کی زیارت نہ کرنے کو جفا کہنا مبنی بر جہل وعناد ہے۔

اسی لئے اکثر علماء نے زیارت رسول کو مندوب قرار دیا ہے جیسا کہ ابن حجر نے الجواہر المنظم میں بیان کیا ہے۔

واکثر العلماء من السلف والخلف علی ندبها دون وجوبها (الفصل الاول) [4]

سلف وخلف کے اکثر علماء اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں وجوب کے نہیں۔

قاضی ابوطیب کا بھی یہی مذہب ہے، صاحب جذب القلوب نے یہ روایت کی ہے۔

قاضی ابوطیب گوید کہ بعد از حج وعمرہ مستحب است قصد زیارت آں حضرت کند [5]

قاضی ابوطیب کہتا ہے کہ حج وعمرہ کے بعد رسول اللہ کی زیارت کا قصد کرنا مستحب ہے۔

ایسی صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ امر مستحب کا بربنائے عذر ترک ہو جانا، باجازت امر رسول اللہ اس کو ترک کر دینا جفا نہیں ہے اور اس کو بدخلقی سے تعبیر کرنا ہی عین بدخلقی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام علیہ السلام کا عمل امر رسول کے لئے بہ حیثیت خلیفۃ اللہ قول فیصل ہے۔ اس سے قبل علی العموم

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۴۲ ۔ [2] ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ مترجم (طبع مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۳ ۔ [3] تذکرۃ الموضوعات (طبع مصر) ص ۵۳
[4] الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم (انسٹیٹیوٹ سنٹرل لائبریری حدیث عربی قلمی نمبر ۱۳۰ (۱) ورق ۹ ۔ [5] جذب القلوب الی دیار المحبوب (طبع نولکشور ۱۹۱۶ء ص ۲۱۰)

یہ سمجھا جاتا تھا کہ اتمام حج، رسول اللہ صلعم کی زیارت پر موقوف ہے، امام علیہ السلام کے قصد زیارت اور سفر مدینہ منورہ کی تیاری سے یہ ثابت ہے کہ جس کسی کو مدینہ منورہ جانے کی استطاعت ہو وہاں جائے اور حج کے بعد آپ کا راست ہندوستان آجانا یہ ثابت کر رہا ہے کہ اتمام حج ہو چکا اور اس کو زیارت رسول پر منحصر کرنا غلط ہے۔

ہمارے اس استدلال سے کوئی معاند یہ نہ سمجھے کہ مہدوی زیارت رسول نہیں کرتے۔ کتب مہدویہ و غیر مہدویہ سے یہ ثابت ہے کہ بصورت استطاعت مہدوی زیارت مدینہ منورہ کا شرف بھی حاصل کرتے ہیں، بندگی میاں شاہ برہان کا زیارت رسول کریم سے مشرف ہونا اس سے قبل بیان کیا جا چکا۔ اسی طرح پروفیسر محمود شیرانی کا قول بھی نقل کیا جا چکا جس میں یہ مذکور ہے کہ محمد جی میاں فراہ مبارک اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے

لاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۴۰۸)	میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

یہ حدیث صحاح کی ہے اور معترض کی پیش کردہ حدیثوں سے اس کا درجہ بلند ہے اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درود بھیجنے کے لئے مرقد رسولؐ پر حاضر ہونا لازمی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ۔ یعنے جس طرح لوگ عید گاہ میں وقت مقررہ پر جمع ہوتے ہیں اس طرح آپ کے مرقد پر کسی وقت مقررہ پر جمع نہ ہوں۔

حاجی بھی حج کے بعد وقت مقررہ پر روضۂ رسول پر جمع ہوتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ حاجیوں کا یہ عمل مذکورہ حدیث کے خلاف ہے تو مولف ہدیہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

(۱۴) نوبت ازواج

صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۸ میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ روز وصال آں حبیب ذوالجلال تب بسیار بود و در خانۂ بی بی بون رضی اللہ عنہا بود و ندعادت آنحضرتؐ نوبت زنان میخ ہا زدہ بودند و در زمین از جہت نشان کہ چوں سایہ از آنجا رسیدے ازیں خانہ بخانۂ دیگر انتقال کردے چوں نوبت بی بی بونؓ تمام شد، حضرت امام علیہ السلام ہم حقیقت سایہ استفسار فرمودند حکم کردند کہ بندہ را در خانہ بی بی ملکان بہ برید و بی بی ملکان ہم دراں مکان حاضر بودند و در خانہ مبارک شاں بساط بوریا نہ بود و در خانہ بی بی بون رخت ما یحتاج حاضر بود، بنا بران	منقول ہے کہ وصال کے دن حبیب ذوالجلال کو بخار کی زحمت بہت تھی اور آپ بی بی بون رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور امام علیہ السلام کی عادت تھی کہ ازواج کے لئے میخیں زمین میں نصب کرتے تھے نشان کے لئے کہ جب سایہ وہاں پہونچ جاتا آپ ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتے جب بی بی بونؓ کی نوبت تمام ہو گئی امام علیہ السلام نے سایہ کی حقیقت سے متعلق استفسار فرمایا اور حکم دیا کہ مجھے بی بی ملکان کے گھر میں لے چلو بی بی ملکان بھی اسی جگہ حاضر تھیں آپ کے خانہ مبارک میں سوائے بوریا کے کوئی فرش نہ تھا اور بی بی بون کے گھر میں ضروری سامان موجود تھا اس بنا پر

یاراں عرض کردند کہ میرانجی ذات خوندکار را تکلیف بسیار است وبی بی ملکان ہم در اینجا حاضر اند وہم رخت مایحتاج مہیا است باید کہ خدام ہم در آں مقام قرار کنند، بی بی ملکان ہم عرض کردند کہ میرانجی ماہم نوبت خود بخدام بخشیدیم، در اینجا قرار کنند حضرت میراں ام المومنین بی بی ملکان را جواب دادند کہ خوب شما حق خود بخشیدید فاما حد شرع محمدی را کہ خدائے تعالیٰ حکم کردہ است کدام کس باشد کہ بہ بخشد باز چونکہ امام زمرۂ اولوا الالباب مر صاحب خود را فرمود کہ مارا آنجا بہ برید ایشاں دوبار بحضرت امام الابرار بلسان عذر خواہی وانکساری عرض کردند کہ ذات شریف میرانجی را تکلیف بسیار است اگر در اینجا قرار کنند بہتر است سیومی کرت آنحضرت فرمودند کہ برادراں رعایت ما می کنند فاما رعایت شرع محمدی نمی کنند خود قصد کردہ حملہ آوردند کہ بخانہ بی بی ملکان رواں شدند بعدہ نور علی نور در خانہ بی بی مذکور قدم سعادت فرمود وبر بساط بوریا قرار فرمود

اصحاب نے عرض کی میرانجی حضرت کی ذات مبارک کو بہت تکلیف ہے، بی بی ملکان بھی یہیں حاضر ہیں اور ضروری سامان بھی یہاں مہیا ہے مناسب ہے کہ خادمان عالی یہیں قیام کریں بی بی ملکان نے بھی عرض کی کہ میرانجی ہم نے بھی اپنی نوبت خدام کو بخشدی اسی جگہ قیام فرمائیں حضرت میراں نے ام المومنین بی بی ملکان کو جواب دیا کہ اچھا تم نے اپنا حق بخشدیا لیکن شرع محمدی کی جو حد ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو کون بخشے گا، پھر جب گروہ اولوا الالباب کے امام نے خاص اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمیں وہاں لے چلو، انہوں نے دوسری مرتبہ امام الابرار سے عذر خواہی کی اور انکساری سے عرض کی آپ کی ذات اقدس کو بہت تکلیف ہے، اگر یہیں ٹھیریں تو بہتر ہے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا کہ بھائی ہماری رعایت کرتے ہیں لیکن شرع محمدی کی رعایت نہیں کرتے خود ارادہ کرکے اٹھے کہ بی بی ملکان کے گھر روانہ ہوں، اس کے بعد نور علی نور نے بی بی ملکان کے گھر میں قدم سعادت رکھا اور بوریا کے فرش پر ٹھیرے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

"جب حضرت رسالت نے رخصت ازواج مطہرات کی قبول فرمائی شیخ جونپور کہ کامل اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو بھی لازم تھا کہ قبول کر لیتے الیٰ آخرہ۔" (ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) ص ۱۸۲)

اس اعتراض کے ذیل میں معترض نے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔

(ا) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسئل فی مرضہ الذی مات فیہ این انا غدا یرید یوم عائشۃ فاذن لہ ازواجہ ان یکون حیث شاء فکان فی بیت عائشۃ حتیٰ مات عندھا۔

تحقیق رسول اللہ صلعم اپنے مرض موت میں پوچھتے تھے کہ میں کل کس بی بی کے گھر میں ہوں گا، مراد یہ تھی کہ عائشہؓ کی نوبت کس دن آئے گی۔ ازواج مطہرات نے آپ کو مجاز فرمایا کہ جہاں چاہیں رہیں پس رسول اللہ صلعم عائشہؓ کے گھر میں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ انہی کے پاس رحلت فرمائی۔

(ب) ان سودۃ لما کبرت قالت یا رسول اللہ جعلت یومی منک لعائشۃ فکان رسول اللہ یقسم لعائشۃ یومین یومھا ویوم سودۃ۔

سودہ کہ ازواج مطہرات سے ہیں جب کبیر السن ہوئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنا روز نوبت عائشہؓ کے واسطے کر دیا پس رسول اللہ عائشہ کے واسطے دو روز نوبت فرماتے تھے ایک روز ان کا اور ایک بی بی سودہؓ کا

پہلی حدیث کے الفاظ "اذن لہ ازواجہ" (آپ کے ازواج نے آپ کو مجاز فرمایا) سے ظاہر ہے کہ تمام ازواج مطہرات نے آپ کو اختیار دیا تھا کہ آپ جہاں چاہیں وہاں رہ سکتے ہیں اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ حضرت سودہؓ نے رسول اللہ صلعم کو نہیں بلکہ حضرت عائشہ کو اپنا حق نوبت بخش دیا تھا۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا ان دونوں حدیثوں کو پیش کرنا بے سود ہے اس لئے کہ یہاں نوعیت جداگانہ ہے شواہد الولایت کی روایت سے ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات نے نہیں بلکہ امام علیہ السلام کے اصحاب نے یہ عرض کی کہ خوندکار یہیں تشریف فرمائیں اور یہ بھی کہا کہ بی بی ملکانؓ بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔ تب کہیں بی بی ملکان نے عرض کی کہ میں نے اپنی نوبت آپ کو بخشدی۔ اس روایت میں یہ تو مذکور نہیں ہے کہ بی بی ملکانؓ نے اپنی نوبت بی بی بونؓ کو بخشدی جن کے ہاں امام علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

اصحاب امامؑ نے سب سے پہلے یہ عرض کی ہے کہ خوندکار یہیں تشریف فرمائیں اور اس کے بعد یہ کہا ہے کہ بی بی ملکان بھی یہیں رونق افروز ہیں کیا یہ احتمال نہیں ہوتا کہ عجب نہیں بی بی ملکان یہ چاہتی ہوں کہ امام علیہ السلام بی بی بون کے ہاں نہ ٹھیریں بلکہ آپ کو اس بات کی تمنا تھی کہ امام علیہ السلام کے قدموں سے آپ کا گھر منور ہو اور یہ امر قابل اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہؐ کی ازواج بھی ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔

صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

یکبارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خانۂ عائشہؓ بود ام سلمہؓ طعام فرستاد عائشہ دست بہ کاسہ طعام زد، کاسہ بشکست وطعام بر زمین ریخت، آنحضرتؐ پارہ ہائے کاسہ بر چید طعام برداشت و در آن نہاد و قصۂ اعتذار را بہ حاضران گفت غیرت کرد مادر شما الی آخرہ[1]

ایک بار آنحضرت صلعم عائشہؓ کے گھر میں تھے اور ام سلمہؓ نے کھانا بھیجا عائشہؓ نے کھانے کے برتن پر ہاتھ مارا برتن ٹوٹ گیا اور کھانا زمین پر گر پڑا آنحضرت نے برتن کے ٹکڑے چن لئے کھانا اٹھایا اور اس میں رکھا اور اعتذار کا قصہ حاضرین سے کہا کہ تمہاری ماں نے رشک کیا۔

جب اس درجہ رشک کرنا قابل اعتراض نہ تھا تو بی بی ملکان کا بر بنائے رشک امام علیہ السلام کے قدوم کی تمنا کرنا مان لیا جائے تو کونسا اعتراض وارد ہو سکتا ہے؟

اگر بی بی ملکان راضی ہوتیں تو اصحاب امامؑ کے عرض کرنے سے پہلے عرض کر دیتیں اصحاب امامؑ عرض کرنے کے بعد بی بی ملکان کا یہ کہنا کہ "میرانجی ہاہم نوبت خود بخدام بخشیدیم" (میرانجی ہم نے بھی اپنی نوبت خدام کو بخشدی) ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا بطیب خاطر نہیں تھا۔

معترض نے شواہد الولایت کی روایت بیان کرنے میں بددیانتی کی ہے یعنے یہ لکھدیا کہ پہلے بی بی ملکان نے عرض کی اور بعد کو اصحابؓ، معترض کی عبارت یہ ہے۔

"بی بی ملکان وہاں حاضر تھیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ پر سختی ہے اور میں خود یہاں حاضر ہوں اور میں نے اپنی نوبت تم کو بخشدی اور یاران نے بھی یہی مضمون بکمال اصرار عرض کیا" الی آخرہ[2]

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۴۔ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صفحہ ۱۸۴۔

حالانکہ شواہد الولایت کے متن سے ظاہر ہے کہ پہلے اصحاب امامؑ نے عرض کی اور بعد کو بی بی ملکانؓ نے، دوسرے یہ کہ "میرانجی را تکلیف بسیار است" کے الفاظ امام علیہ السلام کے اصحاب کے ہیں بی بی ملکانؓ کے نہیں، روایت کے آخری الفاظ "برادران رعایت مامی کنند رعایت شرع محمدی نمی کنند" (بھائی ہماری رعایت کرتے ہیں شرع محمدی کی رعایت نہیں کرتے) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اصرار اصحاب امامؑ کی طرف سے تھا بی بی ملکان کی طرف سے نہیں۔

امام علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بی بی ملکان کا کہنا بہ طیب خاطر نہیں ہے تو آپ نے بی بی بون کے پاس رہنا پسند نہ فرمایا، اگر آپ بی بی بون کے ہاں رہ جاتے تو یہ عدل کے خلاف ہوتا۔

فان خفتم الا تعدلوا	پس اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے
فواحدۃ (النساء)	تو ایک ہی بس ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ازواج میں عدل کرنا واجب ہے۔

ان حالات کے تحت امام علیہ السلام کا بی بی ملکان کے بادل ناخواستہ نوبت بخشنے کو قبول نہ فرمانا بہ اتباع کلام اللہ تھا۔ حیف ہے کہ اتباع کلام اللہ پر جو اسوۂ حسنہ پر مبنی ہو اس کو اتباع رسول اللہ کے خلاف کہا جائے!

اس سے قطع نظر معترض کی پیش کردہ پہلی حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مبہم فرمایا اور ازواج مطہرات نے مبہم اس کا جواب دیا۔ نہ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہؓ کی تصریح فرمائی اور نہ ازواج مطہرات نے اس کی توضیح کی جب ازواج نے آپ کو حق دے دیا تو رسول اللہ صلعم نے وہی نوبت اختیار فرمائی جو آپ کے پسند تھی۔ اسی طرح امامؑ کو جب بی بی ملکانؓ نے حق بخش دیا تو آپؑ نے بھی وہی نوبت اختیار فرمائی جو آپؑ کے پسند خاطر تھی!

اب رہی حضرت سودہؓ کی حدیث تو اس میں حضرت عائشہؓ کو نوبت بخش دینے کی صراحت ہے، اس میں حق نوبت رسول اللہ صلعم کو نہیں بخشا گیا، اگر بی بی ملکان اپنا حق نوبت بی بی بون کو عطا کر دیتیں اور اس وقت امام علیہ السلام بی بی بون کے یہاں تشریف فرما نہ ہوتے تو اس صورت میں رسول اللہ صلعم کے اتباع کا خلاف لازم آتا اور بی بی بون کے یہاں تشریف فرما نہ ہونا بی بی بون کے حق میں خلاف عدل ہوتا۔

یہاں تو بی بی ملکان نے اپنا حق نوبت امامؑ کو بخشا اور امامؑ نے وہی نوبت اختیار فرمائی جو آپ کے پسند خاطر تھی، جس طرح کہ رسول اللہ صلعم نے حق نوبت بخش دیئے جانے پر وہی نوبت اختیار فرمائی جو آپ کے پسند خاطر تھی۔ امامؑ کے عمل پر اعتراض کرنا، رسول اللہ صلعم کے عمل پر معترض ہونا ہے!

معترض کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نوبت میں شب داخل ہے، دن کا شمار نہیں۔

یہ تخصیص غلط ہے اس لیئے کہ کلام اللہ سے عدل کا واجب ہونا ثابت ہے، یہاں عدل مطلق ہے لہٰذا اس کا اطلاق پورے

یوم پر ہوگا جس میں لیل ونہار دونوں داخل ہیں۔

اس سے قطع نظر حضرت عائشہ رضؓ سے یہ مروی ہے۔

ان النبی علیہ السلام کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک [1]

تحقیق کہ نبی علیہ السلام اپنے ازواج میں نوبت مقرر کرتے تھے اور عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے خداوندا جن چیزوں کا میں مالک ہوں ان میں یہ میری تقسیم ہے اور مت ملامت کر مجھ پر جس کا تو مالک ہے اور میں اس کا مالک نہیں ہوں۔

رسول اللہ صلعم کے ارشاد "فیما املک" سے بھی ظاہر ہے کہ وہ تمام امور جو ہمارے اقتدار میں ہیں ان میں عدل کرنا واجب ہے ظاہر ہے کہ جس طرح "شب باشی" انسان کے اختیار میں ہے اسی طرح "روز باشی" بھی اس کے اختیار میں ہے، دونوں پر وجوب کا اطلاق ہوگا۔

یوں بھی یہ امر متعارف ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو کسی کام میں مشغول ہو تو دن میں اس پر تقسیم واجب ہو جاتی ہے۔ صاحب اشعۃ اللمعات نے کتاب النکاح باب القسم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

عماد در حق مقیم شب است و روز تابع است اگر مردے است کہ در شب کارہا دارد پس عماد قسم در حق او روز است [2]

تقسیم کی بنیاد مقیم کے حق میں رات کو ہے اور دن اس کے تابع ہے اگر کوئی شخص رات کو کوئی کام رکھتا ہو، پس تقسیم کا قائم کرنا اس کے حق میں دن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام علیہ السلام راتوں کو یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور تعلیم دینی میں مشغول، ایسی صورت میں شریعت کا خلاف کہاں سے لازم آئے گا۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۷ میں یہ روایت کی ہے۔

حضرت ولایت پناہ بفرمان اللہ پیاپے سہ ماہ بعد از نماز عشاء تا صبحگاہ در حجرۂ بندگی میاں رضؓ آمدہ یکجا بودہ واز برائے نماز صبح بیرون آمدندایں قدر پیاپے سہ ماہ پرورش نمودند وبعضی یک صد وبست شب می گویند یعنے چار ماہ

حضرت ولایت پناہ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر مسلسل تین ماہ تک نماز عشاء کے بعد سے صبح تک بندگی میاں کے حجرہ میں آکر ایک جگہ رہے صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لاتے، اس قدر مسلسل تین ماہ آپ کی تربیت کی اور بعض نے ایک سو بیس ۱۲۰ رات کہا ہے یعنی چار ماہ۔

یہ روایت زمانۂ قیام فراہ سے متعلق ہے اور اس روایت سے اس امر کا تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ قیام فراہ کے اواخر میں امام علیہ السلام راتیں کس طرح تعلیم وتربیت دینی میں بسر فرماتے تھے۔ اب دن میں نوبت ازواج قائم کرنے کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

معترض کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ "روز باشی" میں عدل قائم کرنے کے لئے گھڑیوں کی تقسیم حرکت زائد ولاطائل تھی۔ ساعتوں کی تقسیم کی روایت پر تمام کتب سیر کا اتفاق نہیں ہے۔ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ روایت نہیں ہے یہ کتاب شواہد الولایت سے متقدم ہے۔

اس سے قطع نظر ہم نے اس سے قبل یہ ثابت کر دیا ہے کہ ازواج میں عدل قائم کرنا از روئے قرآن واجب ہے، اور امر واجب کی بجا آوری میں جس قدر باریک بینی کی جائے وہ سب عبادت ہے، اور موجب رضائے الٰہی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۴۶ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۴۴

عدل بین الازواج

صاحب اسوۂ صحابہ نے یہ روایت کی ہے۔

"حضرت معاذ بن جبل کی دو بیبیاں تھیں، وہ ان دونوں کے درمیان اس شدت کے ساتھ عدل کرتے تھے کہ جب ایک کی باری ہوتی تو اس دن نہ دوسرے کے گھر کا پانی پیتے تھے اور نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے"۔

کیا معترض حضرت معاذ ابن جبل کے اس عمل کو زائد اور لاطائل قرار دے گا؟

حنفیوں کا یہ مذہب ہے کہ قسم رسول اللہ صلعم پر واجب نہیں تھی جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے۔

مذہب حنفیہ آن است کہ قسم بر آنحضرت واجب نبود و رعایت آن آنحضرت محض کرم و تفضل بود[1]

حنفی مذہب یہی ہے کہ قسم رسول اللہ پر واجب نہیں تھی اور اس کی رعایت رسول اللہ صلعم کی جانب سے محض کرم اور فضل تھی۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلعم نے مرض الموت میں یہ نہیں فرمایا کہ میں عائشہ رضؓ کے یہاں رہنا چاہتا ہوں بلکہ آپ نے ازواج مطہرات سے استفسار فرمایا کہ کل میری نوبت کہاں ہے تاکہ ازواج آپ کے مقصد کو پاکر آپ کو مجاز بنائیں گو آپ نے استفسار فرمایا تھا لیکن ضمناً استصواب تھا۔

کیا رسول اللہ صلعم کی اس تدقیق کو معترض، زائد اور لاطائل کہے گا؟ یہ سب تعلیم امت کے لئے تھا اسی طرح امام علیہ السلام نے بھی عمل کرکے بتلا دیا کہ وجوب کی بجاآوری میں جہاں تک باریک بینی کی جائے وہ سب عبادت ہے اور موجب رضائے الٰہی خواہ وہ نفس نوبت سے متعلق ہو خواہ دن کی تقسیم سے۔

معترض کا چوتھا اعتراض اس کے عربی فارسی نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔ شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

خوب شما حق خود بخشید یدفا ما حد شرع محمدی را کہ خداوند تعالیٰ حکم کردہ است کدام کس باشد کہ نہ بخشد۔

اچھا تم نے اپنا حق بخش دیا لیکن شرع محمدی کی حد جس کا خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کون شخص بخش سکتا ہے۔

مذکورہ عبارت میں لفظ حد اسی معنے میں استعمال ہوا ہے جس معنیٰ میں کہ اس کی جمع حدود، ذیل کی آیت میں۔

من یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون (البقرہ ع ۲۹) | جو شخص خدائی ضابطوں سے تجاوز کر جائے پس وہی ظالم ہیں۔

اس لحاظ سے شواہد الولایت کی عبارت میں حد شرع محمدی کے معنے ہوئے شرع محمدی کا ضابطہ۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ بی بی ملکان نے بادل ناخواستہ اپنا حق نوبت بخشدیا تھا، اس کے جواب میں امام علیہ السلام نے مذکورہ بالا الفاظ فرمائے ہیں، امام علیہ السلام کے اس ارشاد کے معنے اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ بی بی ملکان کے مجبوراً حق نوبت بخشدینے سے عدل بین الازواج کا واجب ہونا جو کلام اللہ سے ثابت ہے کس طرح ساقط ہو سکتا ہے۔

عدل بین الازواج کے ذیل میں سینکڑوں صفحے فقہ سے پُر کرلئے جاسکتے ہیں اور سینکڑوں صفحے تفسیر کے لکھ لئے جاسکتے ہیں لیکن مرض الموت میں مبتلا ہونے کے باوجود کلام اللہ اور رسول اللہ صلعم کے اتباع میں عدل بین الازواج کی اس طرح عملی مثال پیش کرنا سوائے خلیفۃ اللہ کے کیا کسی اور کا بھی کام ہو سکتا ہے؟

اس سے قطع نظر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۴۴۔

وفی روایۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یحمل فی ثواب یطاف بہ علی نسائہ وھو مریض یقسم بینھن [1]

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی حالت میں کپڑا اڑائے ہوئے ازواج مطہرات کے گھر گھر اٹھائے پھرتے تھے اور ان میں تقسیم پوری کرتے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام کا عمل بھی بہ اتباع رسول اللہ صلعم تھا۔

حاصل یہ کہ امامؑ وہیں تشریف فرما ہوئے جہاں آپ کی نوبت تھی جیسا کہ حاشیہ انصاف نامہ میں مروی ہے۔

میراںؑ فرمودند مرا آنجا ببرید آں کس نوبت است برادراں عرض کردند خوندکار را بسیار حرارت است اینجا بمانید میراںؑ فرمودند خلاف شریعت رسول می شود جائے کہ نوبت بود رفتند ایں چنیں حدہائے شریعت داشتند ص[91]

میراںؑ نے فرمایا جس کے پاس میری نوبت ہے مجھے وہیں لیجاؤ، بھائیوں نے عرض کی خوندکار کو بہت حرارت ہے یہیں تشریف فرما رہیں، میراںؑ نے فرمایا شریعت رسولؐ کا خلاف ہوتا ہے، جس جگہ نوبت تھی تشریف لے گئے، اس طرح شریعت کی حدیں ملحوظ رکھتے تھے۔

علم غیب تو اللہ ہی کیلئے ہے لیکن مبعوثین میں سے خدا جسے چاہتا ہے غیب سے مطلع کر دیتا ہے، کیا یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے قلب صافی پر اللہ کی جناب سے لمعات جلوہ گر ہوئے ہوں کہ آپ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں منتقل الی اللہ ہوں گے اور اس بنا پر آپ نے ازواج مطہرات سے گفتگو فرمائی۔

امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کے عالم ہیں کیا یہاں بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت حق کے اشارہ سے آپ آگاہ کر دیئے گئے ہوں کہ آپ کا محل وفات فلاں جگہ ہوگی، اس ایمائے حق کی بنا پر پورے واقعہ کی توجیہ کر لیجئے اور پھر دیکھئے کہ ماتدری نفس بای ارض تموت (کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا) کی مخالفت اس سے کہاں لازم آتی ہے خصوصاً جبکہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

المدینۃ مھاجری وبھا وفاتی [2]

مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اور مدینہ میں میری وفات ہوگی۔

(۱۵) (ا) تکفیر منکرین۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے منکر کو کافر کہنا بھی بدخلقی ہے[3] اگر کافر کہنا بدخلقی ہے تو کلام اللہ میں منکرین حق کو شروع سے آخر تک کافر کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے منکر کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

لایشھد احد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ فیدخل النار او تطعمہ [4]

جو شخص اس بات کی گواہی دیگا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں وہ آگ میں داخل نہ ہوگا یا آگ اسے نہ کھائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ان تمام اہل کتاب کا بھی کافر ہونا لازم آجاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے علاوہ تمام انبیائے سابقین کی نبوت کو بھی مانتے تھے۔ کیا کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں کو مان کر صرف ایک پیغمبر کے نہ ماننے سے کس طرح دوزخی قرار پا سکتے ہیں اور کیسے نجات کا راستہ بند ہو سکتا ہے؟

---

[1] ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ مترجم (طبع مطبع مجتبائی۔ دہلی ۱۹۰۸ء صفحہ ۹۸ [2] الخصائص الکبریٰ (طبع حیدرآباد) الجزء الثانی صفحہ ۲۷۰
[3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۹۸ [4] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن ۱۳۱۲ھ جلد اول صفحہ ۱۲۔

اب رہا امر مہدیت تو اس سے متعلق رسول اللہ صلعم سے دو قسم کی حدیثیں وارد ہیں، بعض میں انکار مہدی کفر ہونے کی صراحت ہے مثلاً من کذب المهدی فقد کفر (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۸) من انکر خروج المهدی فقد کفر بما انزل علی محمد (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۸)

(۱) شیخ علی نے رسالۃ الردمیں لکھا ہے کہ منکر مہدی کی تکفیر میں حدیث من کذب المهدی سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے (سراج الابصار ص۱۳۸) حالانکہ شیخ کے استاد ابن حجر الھیتمی نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے[1]۔

(۲) بعض حدیثوں سے انکار مہدی کا کفر ہونا مستفاد ہوتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہوں گے ان کی بیعت کرو (یہ حدیث حصہ دوم باب سوم میں درج کردی گئی ہے) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدیؑ کے اخلاق، آپؐ کے اخلاق کے جیسے ہوں گے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۰۶) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں جو شخص اللہ کا خلیفہ اور ہم خلق رسول اللہ ہو اس کا انکار اس کی تکذیب ہے، اگر اس کا انکار کفر نہ ہو تو کسی نبی کا انکار کس طرح کفر ہوگا؟ حدیث من کذب المهدی میں اگر ضعف بھی تھا تو ان دونوں صحیح حدیثوں کی تائید سے زائل ہوگیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دافع ہلاکت امت کو اپنی ذات سے اور امام مہدی سے اور حضرت عیسیٰؑ سے مختص فرمادیا ہے۔

کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها۔	وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰؑ اس کے آخر میں۔

اب اگر رسول اللہؐ اور عیسیٰؑ کا انکار کفر ہے تو کیا مہدیؑ کا انکار کفر نہ ہوگا؟

(۴) امام مہدی کا وجود احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے جیسا کہ اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے پھر کیا تواتر کا انکار کفر نہیں، جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہے۔

(۵) شیخ علی نے علمائے مکہ سے مہدویوں کے خلاف فتوے حاصل کئے ہیں، یہ فتوے رسالہ البرہان کے آخری باب میں درج ہیں، ان میں بھی یہی مذکور ہے کہ مہدی کا انکار کفر ہے۔

(۶) خود شیخ علی نے رسالۃ الرد میں یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود کا انکار کفر ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۴۸)

(۷) مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا اقرار کیا ہے کہ انکار مہدی کفر ہے، ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"پس علامات مہدویت کے احادیث میں مذکور ہیں وہ اس مدعی میں موجود چاہیئے ہونا تاکہ اس کی تصدیق لازم اور انکار کفر ہو[3]"

حقیقت یہ ہے کہ کتب صحاح میں مہدی کی جو صریح علامتیں ہیں وہ سب کی سب امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں (ملاحظہ ہو حصہ اول)

اہل سنت والجماعت کے یہاں تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کا انکار بھی کفر ہے فتاوی عالمگیریہ میں یہ مذکور ہے۔

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذالك من انکر	جس نے ابوبکر صدیق رضؓ کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور بعض نے اس کو مبتدع کہا ہے، کافر نہیں اور صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہے اور اسی طرح صحیح تر قول یہ ہے کہ

---

[1] الفتاوی احدیثیہ (طبع مصر) ص۲۷ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۷۵۴ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص۲۰۱

خلافة عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال کذا فی الظھیریہ[1]

حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔

حضرات شیخینؓ خلیفۂ رسول ہیں، ان کا انکار کفر ہو تو امام مہدی جنھیں حدیث میں خلیفۃ اللہ اور دافع ہلاکت امت مانا گیا ہے ان کا انکار بہرحال کفر ہوگا!

اب رہا اثبات مہدیت تو جن دلائل سے حضرات شیخین کی خلافت و امامت ثابت کی گئی ہے ان سے قوی تر دلائل سے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت ثابت ہے۔

اب رہی یہ بحث کہ امامؑ نے اپنے منکر کے باب میں کیا فرمایا ہے تو اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عقیدہ شریفہ میں جو احکام درج فرمائے ہیں وہی ہیں جو آپ نے امام علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنے ہیں، عقیدہ کی عبارت یہ ہے۔

المقصود بندہ سید خوندمیر بن سید موسیٰ عرف چھجو ایں احکام از زبان سید محمد مہدی علیہ السلام شنیدہ است و او فرمودہ است ہر حکمے کہ بیان می کنم از خدا و بہ امر خدا بیان می کنم ہر کہ ازیں احکام یک حرف را منکر شود او عند اللہ ماخوذ گردد

المقصود بندہ سید خوندمیر بن سید موسیٰ عرف چھجو نے ان احکام کو حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کی زبان سے سنا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو حکم کہ میں بیان کرتا ہوں خدا سے اور امر خدا سے بیان کرتا ہوں جو شخص ان احکام میں سے ایک حرف کا بھی منکر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ماخوذ ہوگا۔

مذکورہ عبارت کے آخری الفاظ قابل غور ہیں کہ امامؑ کے احکام کا منکر اللہ کے پاس ماخوذ ہوگا اللہ کے پاس وہی ماخوذ ہوتے ہیں جو اس کے مبعوثین کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے

کذبوا بآیاتنا فاخذھم اللہ بذنوبھم واللہ شدید العقاب (آل عمران ع ۲)

جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ماخوذ کیا ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اب امامؑ کے ارشاد کے معنے واضح ہو جاتے ہیں کہ آپ کے احکام کا انکار کرنا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانا ہے کیونکہ یہ احکام بامر اللہ ہیں آپ کا منکر اپنے گناہوں کی وجہ سے اسی طرح اللہ کے پاس ماخوذ ہوگا جیسا کہ اس سے قبل اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانے والے ماخوذ ہوئے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ عقیدہ شریفہ کے مندرجات بھی اصحاب امامؑ کے متفقہ ہیں۔

بندگی شاہ دلاورؓ نے اپنے مکتوب میں امامؑ کے وہ ارشادات بھی درج کئے ہیں جو آپ نے امامؑ سے سنے ہیں اس کے ذیل میں یہ بھی مروی ہے۔

ودیگر یک روز میاں سید کریم اللہ برادر میاں سید سلام اللہ میرانؑ را پرسید کہ انکار شما کفر است فرمودند آرے انکار ما کفر است و اشارت بر ذات خود کردند و ذات خود را نمودہ فرمودند کہ انکار ایں ذات کفر است۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دن میاں سید سلام اللہ کے بھائی میاں سید کریم اللہ نے میرانؑ سے پوچھا کہ آپ کا انکار کفر ہے فرمایا ہاں ہمارا انکار کفر ہے اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا اور اپنی ذات کو دکھا کر فرمایا کہ اس ذات کا انکار کفر ہے۔

مکتوب شاہ دلاورؓ کے مندرجات بھی اصحاب مہدیؑ اور تابعین کے متفقہ ہیں (اس کی تفصیل اقتدار منکرین کی بحث کے ذیل میں آئیگی۔)

---

[1] الفتاوی العالمگیریۃ (طبع مصر ۱۲۸۲ھ) الجزء الثانی ص ۲۳۹۔

مذکورہ نقل جو شاہ دلاورؒ نے اپنے مکتوب میں درج کی ہے، صاحب انصاف نامہ نے بھی باب دوم میں روایت کی ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

این ہم از زبان میرانؑ شنیدہ است | یہ بھی میرانؑ کے زبان مبارک سے سنا ہے۔

حاصل یہ کہ اس روایت میں امامؑ کی زبان مبارک سے سننے کی صراحت ہے، اس میں آپ کے منکر کا کافر ہونا مذکور ہے، اس سے دوسری ان تمام روایتوں کی تائید ہو جاتی ہے جس میں آپ کے منکر کا کافر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

مثلاً صاحب انصاف نامہ نے باب دوم میں یہ نقل درج کی ہے۔

نقل است کہ حضرت میرانؑ بہر دو انگشت خود پوست خود گرفتند و فرمودند کہ این پوست و گوشت از بندہ است ہر کہ از مہدیت این ذات منکر شود او کافر است (باب دوم)

نقل ہے کہ حضرت میرانؑ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اپنا پوست پکڑ کر فرمایا کہ یہ پوست و گوشت بندہ کا ہے جو کوئی اس ذات کی مہدیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

امام علیہ السلام کا اپنی مہدیت کے منکر کو کافر قرار دینا عین خلق ہے خصوصاً جب کہ یہ ارشاد حدیث نبوی کے مطابق ہے اور آپ کی دعوت کے ارکان ہی اتباع کلام اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم تھے۔

اب رہی وہ روایتیں جن میں یہ مذکور ہے کہ بغیر عبارت کے منکر مہدی کو کافر نہ کہو تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبارت کے ساتھ منکر مہدیؑ کو کافر کہا جائے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ منکر مہدی کافر نہیں ہے عبارت سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے باب دوم میں یہ روایت کی ہے۔

نیز معلوم باد کہ در موضع بھدری والی ہمہ یاران مہدی محضرہ کردہ بودند پس ہمہ مہاجران فرمودند کہ ما را باید کہ بغیر عبارت کسے را کافر نہ گوئیم بعدہ میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و مہاجران دیگر فرمودند کہ اگر کسے بیچارہ را عبارت نمی آید او چہ کند حق پوشی کند بعدہ بعضے مہاجران فرمودند اگر بسیار ندانند این مقدار حدیث را یاد کند و بخواند کما قال علیہ السلام من انکر المہدی فقد کفر و قولہ تعالیٰ ومن یکفر من الاحزاب فالنار موعدہ دران مجلس این ناقل حاضر بود (باب دوم)

نیز معلوم ہو کہ موضع بھدری والی میں تمام اصحاب نے محضر کیا تھا، پس تمام مہاجرین نے فرمایا کہ ہم کو چاہیئے کہ بغیر عبارت کے کسی کو کافر نہ کہیں، اس کے بعد میاں سید خوندمیرؓ اور میاں نعمتؓ اور دوسرے مہاجرین نے فرمایا: اگر کسی بیچارہ کو عبارت نہیں آتی ہے تو وہ کیا کرے کیا وہ حق پوشی کرے اس کے بعد بعض مہاجرین نے فرمایا اگر بہت نہ جانے تو اس قدر حدیث کو یاد کرے اور پڑھے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے جس نے مہدی کا انکار کیا پس تحقیق کہ وہ کافر ہوا، جو کوئی اس کا منکر ہو فرقوں میں سے تو دوزخ اس کا ٹھکانا ہے اس مجلس میں یہ ناقل حاضر تھا

اس روایت سے مطلب صاف ہو گیا کہ منکر مہدی کو کافر کہو تو قرآن و حدیث کی عبارت پیش کرو مقصود یہ کہ اپنی نظر سے کافر نہ کہو بلکہ بحوالہ قرآن و حدیث کافر کہو یعنے یہ کہو کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں منکر مہدی خلیفۃ اللہ کافر ہے۔ یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا گیا کہ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مہدی بغیر کسی دلیل کے عامۃ الناس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا

روایت میں منکر مہدی کے کفر کی نفی نہیں کی گئی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ قرآن وحدیث کے حوالہ کے بغیر کافر نہ کہو۔ یہاں کفر کی نفی نہیں کی جارہی ہے بلکہ اس کا اثبات قرآن وحدیث سے کیا جارہا ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے باب دوم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در خراسان پیش حضرت میراںؑ بعضے یاراں عرض کردند کہ بعضے برادراں دراں شہر می روند و خلق را کافر می گویند میراںؑ فرمودند کہ ایشاں را بزنید و نیز فرمودند کہ بیچارگان را ازیں جہت می زنند کہ گفتن نمی دانند۔

نقل ہے کہ خراسان میں حضرت میراںؑ کے حضور میں بعض اصحاب نے عرض کی کہ بعض برادر شہر میں جاتے ہیں اور خلق کو کافر کہتے ہیں، میراںؑ نے فرمایا کہ ان کو مارو اور نیز فرمایا کہ بیچاروں کو اس لئے مارتے ہیں کہ وہ کہنا نہیں جانتے۔

روایت کے الفاظ "گفتن نمیدانند" (کہنا نہیں جانتے ہیں) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کہنے کے طریقہ کو غلط قرار دیا جارہا ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ منکر مہدی کو کافر نہ کہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ مناسب طریقہ پر کافر کہو۔ کہنے کا کیا طریقہ ہے اس کی توضیح انصاف نامہ کی مذکورۂ بالا روایت سے ہوجاتی ہے کہ بغیر عبارت کے کافر نہ کہا جائے یعنے کافر کہنے کے لئے قرآن وحدیث کی دلیل پیش کرنی چاہیئے۔

امامؑ کے ان ارشادات سے جو آپ کے اصحاب نے آپ کی زبانی سنے ہیں یہ ثابت ہے کہ آپ کا منکر کافر ہے اور وہ اللہ کے پاس ماخوذ ہوگا۔ صحابہ کے اجماع اور آپ کے ارشاد سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن وحدیث کی دلیل کے بغیر کافر نہ کہو حاصل یہ کہ شخصاً کسی کو کافر نہ کہو بلکہ وصف اور عنوان سے اس کو کافر کہو مثلاً یوں کہنا چاہیئے کہ جو شخص مہدی کا انکار کرے وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کافر ہے۔

میاں عبدالرحمٰن نے اپنے مولود میں امامؑ کے دعوی موکد کی نقل اس طرح درج کی ہے۔

بعداز نماز ظہر در اجماع فرمودند انا المهدی الموعود خلیفة الله وانا تابع محمد رسول الله من اتبعنی فهو مومن ومن انکرنی ذاتی فقد کفر (۸۵)

نماز ظہر کے بعد اجماع میں فرمایا میں مہدی موعود اللہ کا خلیفہ اور محمد رسول اللہ کا تابع ہوں جس نے میری پیروی کی وہ مومن ہے اور جس نے میری ذات کا انکار کیا پس تحقیق کہ وہ کافر ہے۔

مفہوم کے اعتبار سے اس نقل کے دو اہم جزو ہیں، ایک امامؑ کا مہدی موعود ہونے کا دعوی کرنا اور دوسرے اپنے منکر کو کافر قرار دینا۔ امامؑ کا دعوی مہدیت عقیدۂ شریفہ کے مندرجات سے ثابت ہے اور عقیدۂ شریفہ کی جملہ نقلیات کے متعلق بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عقیدۂ شریفہ کی ابتدا میں اس امر کی صراحت فرمادی ہے کہ آپ نے امامؑ کی زبان مبارک سے سنی ہیں۔

اسی طرح اس سے قبل ہم نے ثابت کردیا ہے کہ بندگی شاہ دلاورؓ نے ان روایتوں میں جو آپ نے امامؑ کی لسانِ مبارک سے سنی ہیں یہ روایت بھی درج کی ہے کہ آپ کا منکر کافر ہے۔ یہ نقل شاہ دلاور کے محضرہ میں اور انصاف نامہ کے باب دوم میں بھی آئی ہے اور انصاف نامہ کی روایت کے آخر میں یہ صراحت ہے کہ میاں سید کریم اللہؓ نے یہ نقل امامؑ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔

مولود کی روایت کی تائید اس سے قبل کے دو قدیم ماخذوں سے ہورہی ہے اسی لئے اس کے مفہوم سے متعلق بطریق محدثین کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

معترض کا یہ کہنا کہ مولود کی روایت مرسل ہونے کی بنا پر مفید یقین نہیں غلط ثابت ہو گیا کیوں کہ اس سے قبل کی دو متصل روایتوں سے اس روایت کے مفہوم کی توثیق ہو گئی۔

اس سے قطع نظر روایت مرسل امام احمد کے پاس ایک قول کی بنا پر مقبول ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے پاس مطلقاً مقبول ہے جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

نزد امام ابوحنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما مقبول است مطلقاً و ایشاں گویند کہ ارسال بجہت کمال وثوق و اعتماد است زیرا کہ کلام در ثقہ است و اگر نزد وے صحیح نمی بود ارسال نمی نمود و قال رسول اللہ نمی گفت ..... از امام احمد دو قول است بقولے قبول (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳)

امام ابوحنیفہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مطلق مقبول ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ارسال کمال وثوق اور اعتماد کی وجہ سے ہے اس لئے کہ گفتگو ثقہ سے متعلق ہے اگر اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو ارسال نہ کرتا اور "رسول اللہ نے کہا ہے" نہ کہتا، امام احمد سے دو قول ہیں ایک قول کی بنا پر ارسال مقبول ہے۔

اگر میاں عبدالرحمٰن کے نزدیک دعوی موکد کی نسبت امامؒ کی طرف ثابت نہ ہوتی تو آپ ہرگز یہ بیان نہ کرتے کہ امامؒ نے ان الفاظ میں دعویٰ فرمایا ہے۔

امام بخاری وغیرہ نے حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار جو قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خود رسول اللہ صلعم کے وصال کے تقریباً دو سو سال بعد حدیثیں جمع کرنے نکلے تھے، کئی واسطوں سے انہیں روایت لینی پڑتی تھی، زمانہ بھی بنی امیہ اور ان کے بعد بنی عباس کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے پُرآشوب ہو گیا تھا، ہزاروں حدیثیں وضع کی گئی تھیں ان حالات اور بُعد زمان کی وجہ سے اگر انہوں نے اپنی ہی قرار دی ہوئی شرط کے تحت حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے تو اس زمانہ کے لحاظ سے ان کے لئے نامناسب نہیں تھا۔

اس کے باوجود خود صحیح بخاری میں بہت سے تعلیقات ہیں، تعلیقات بھی مرسل روایتوں کی طرح منقطع روایت کے تحت آتی ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ تعلیقات میں اوائل سند کا سقوط ہوتا ہے اور مرسل روایتوں میں آخر سند ساقط ہوتا ہے۔ اگر کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور اس کا اسناد ملا ہوا ہو تو اس کو حدیث متصل کہتے ہیں اور اس عدم سقوط کو اتصال، اور ایک یا زیادہ ساقط ہو جائے تو منقطع کہتے ہیں اور اس سقوط کو انقطاع، اگر سقوط مبادی سند اور اوائل سند میں ہو تو اس کو معلق کہتے ہیں اور اس اسقاط کو تعلیق، ساقط ایک ہوگا یا زیادہ اور کبھی تمام سند ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ کہتے ہیں "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے" جیسا کہ مصنفین کی عادت ہے، اگر سقوط آخر سند میں ہے تابعین کے بعد تو اس کو حدیث مرسل کہتے ہیں اور فعل کو ارسال جیسا کہ تابعی کہتا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس کے باوجود محدثین کے نزدیک بخاری کی تعلیقات متصل روایتوں کے حکم میں ہیں جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

تعلیقات و تراجم صحیح بخاری بسیار است و ہمہ آں صحیح است و حکم اتصال دارد زیرا کہ وے التزام کردہ است کہ دریں کتاب جز صحیح نیارد (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳)

تعلیقات تراجم صحیح بخاری میں بہت ہیں اور وہ سب صحیح ہیں اور اتصال کا حکم رکھتے ہیں اس لئے کہ بخاری نے التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح روایت کے سوا کوئی روایت نہ لائے۔

اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اگر راوی ثقہ ہے تو اس کی تعلیقات بھی روایت متصل کے حکم میں ہیں۔ صاحب مولد

میاں عبدالرحمٰن امامؑ کے حضور میں پیدا ہوئے ہیں اور امامؑ کے مبشر بھی ہیں جیسا کہ تذکرۃ الصالحین میں بیان کیا گیا ہے۔

چونکہ بندگی میاں عبدالرحمٰن بہ حضور حضرت میراں متولد شدند آنحضرت خود آمدہ در گوش ایشاں بانگ نماز گفتند و فرمودند کہ خدائے تعالیٰ بھائی نظام را پوت دادہ است و امرت بیل شدہ است (باب یازدہم)

جب بندگی میاں عبدالرحمٰن حضرت میراںؑ کے حضور میں پیدا ہوئے تو آنحضرت نے خود تشریف فرما ہو کر ان کے کانوں میں اذاں کہی اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے بھائی نظام کو پوت دیا ہے اور (وہ) امرت بیل ہوا ہے۔

مہاجرین نے آپ کا شمار عام مہاجرین میں کیا ہے، "تذکرۃ الصالحین" میں یہ مرقوم ہے۔

مہاجران مہدیؑ میاں عبدالرحمٰن را در عام مہاجران شمردہ ایشاں را سوہیت دادہ بسیار لطف کردہ اند (باب یازدہم)

مہاجران مہدیؑ نے میاں عبدالرحمٰن کا عام مہاجرین میں شمار کیا ہے انہیں سوہیت دے کر بہت مہربانی کی ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کو مہاجرین کی صحبت اور معیت حاصل تھی، اس کے علاوہ آپ حافظ قرآن بھی تھے اور عربی فارسی میں وسیع دستگاہ رکھتے تھے، صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے۔

نقل است کہ آنحضرت حافظ قرآن بودند در علم عربی و فارسی دستگاہے وسیع داشتند۔ (گلشن ہشتم چمن دوم)

منقول ہے کہ آپ حافظ قرآن تھے علم عربی و فارسی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

علم عربی میں وسیع دستگاہ رکھنے سے ظاہر ہے کہ آپ بھی روایت متصل مرسل وغیرہ سب سے اچھی طرح واقف تھے اس کے باوجود آپ کا دعویٰ مؤکد کی اہم روایت کو بطریق ارسال درج کرنا آپ کے کمال وثوق اور اعتماد پر دلالت کرتا ہے۔

محدثین نے بخاری پر اعتماد کر کے اس کی تعلیقات کو روایت متصل کا درجہ دیا، اگر ہم امامؑ کے مبشر مہاجر پر جنھیں اصحاب مہدیؑ کی صحبت بھی حاصل تھی اعتماد کریں اور ان کی مرسل روایت کو متصل تسلیم کریں خصوصاً جب کہ اس سے قبل کی متصل روایتوں سے اس کی تائید ہو رہی ہو تو بطریق محدثین کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

حاصل یہ کہ امامؑ کے بیان سے آپ کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہے اور یہ مفہوم حدیث نبوی کے مطابق ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ امام علیہ السلام نے دعوت مہدیت کا جو خط سلاطین کے نام لکھا ہے اس میں اپنے منکر کو کافر نہیں کہا، تو اس کی بھی ذیل میں تحقیق کی جاتی ہے۔

امر اول یہ کہ رسول اللہ صلعم نے کسریٰ کے نام جو خط لکھا ہے اس میں اپنے منکر کو کافر نہیں کہا ہے، خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی طرف سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر اور گواہی دی کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں سب لوگوں کی طرف تاکہ ڈرائے ہر اس شخص کو جو زندہ ہے اسلام لا تاکہ تو سلامت رہے اگر تو نے انکار کیا تو تجھ پر مجوس کا گناہ ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی حصہ اول جلد اول (طبع ۱۳۲۲ھ) صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳۔

امر دوم یہ کہ رسول اللہ صلعم نے ہرقل کے نام جو خط لکھا ہے اس میں بھی اپنے منکر کو کافر نہیں قرار دیا۔ خط کی عبارت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من تبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بداعیۃ الاسلام اسلم تسلم واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین وان تولیت فعلیک اثم الاریسیین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد عبد اللہ کی طرف سے جو اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو رئیس روم ہے، سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا، امابعد میں تجھ کو بلاتا ہوں اسلام کی دعوت کی طرف اسلام لا تاکہ تو سلامت رہے اسلام لا تاکہ اللہ تیرا اجر تجھ کو دوبارہ دے، اگر تو نے انکار کیا تو تجھ پر رعایا کا گناہ ہے اور اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر اور مشترک ہے، کہ ہم عبادت نہ کریں سوائے اللہ کی اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو رب اللہ کے سوا، پس اگر وہ انکار کریں پس کہو (اے مومنو) گواہ رہو (اے اہل کتاب) کہ ہم مسلمان ہیں۔

کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلعم کا منکر کافر نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے سلاطین کے موسومہ خط میں یہ فرمایا ہے۔

بہ فرمان خدائے تعالیٰ دعوت مہدیت اظہار کردیم و برآن شاہد کلام اللہ و اتباع رسول اللہ آوردیم تا شما را باید کہ تفحص کنید وگرنہ بہر دو جہاں حاکمان سیاہ روی گردند الی آخرہ[2]

ہم نے خدائے تعالیٰ کے فرمان سے مہدیت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے، اور اس پر گواہ کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ لائے ہیں تم کو چاہیئے کہ تحقیق کرو وگرنہ دونوں جہاں میں حاکموں کا منہ کالا ہوگا۔

امام علیہ السلام کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ آپ کی تصدیق نہ کرنے والا دونوں جہاں میں سیاہ رو ہوگا، اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ سیاہ روئی صفت مومن کی ہے یا کافر کی، امامؑ کا بیان خلیفۃ اللہ کا بیان ہے اس لئے کلام اللہ ہی کی روشنی میں بہتر طریقہ پر اس کی توضیح ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون (آل عمران ع ۱۴)

پس جن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان کے بعد پس چکھو عذاب بہ سبب اپنے کفر کے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ سیاہ رو وہی ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور اسی کفر کی بنا پر وہ عذاب دوزخ کے مستحق ہوئے۔ بما کنتم تکفرون سے ظاہر ہے کہ سیاہ روئی صفت ہے کافر کی۔ امامؑ نے اپنے منکر کو سیاہ رو کہا ہے، اس لحاظ سے آپ کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہوگیا۔

امام علیہ السلام نے سیاہ روئی کا ذکر کرکے مذکورہ بالا آیت کی طرف جو لطیف اشارہ فرمایا ہے اس میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ وہ لوگ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۴۸۱ [2] مولود میاں عبد الرحمٰن ص ۵۷

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد مہدیؑ کا انکار کر کے پھر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں اور مستحق عذاب بن رہے ہیں۔

اس سے قطع نظر امام مہدی صاحب بینہ ہیں اس کی تفصیل حصہ چہارم باب پنجم کے ذیل میں آئے گی۔ اگر صاحب بینہ کا انکار کفر نہ ہو تو دوسرے مبعوثین من اللہ کا انکار کس طرح کفر ہوگا؟

اب رہا مولف ہدیہ کا یہ شبہ کہ امام علیہ السلام کلمہ گو کی رعایت بھی کرتے تھے اور اس کو کافر بھی جانتے تھے تو اس کی بھی تحقیق ذیل میں کی جاتی ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے باب پنجم میں یہ روایت کی ہے۔

فرمودند کہ کسے کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بگوید از ایشاں جزیہ نباید گرفت و بکار ایشاں را نباید گرفت وزنان ایشاں را بغیر نکاح تصرف نباید کرد ایں چنیں حرمت کلمہ باید داشت۔

فرمایا کہ اگر کوئی شخص کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو ان سے جزیہ نہیں لینا چاہیئے اور ان کو بیگار نہ بنانا چاہیئے اور بغیر نکاح ان کی عورتوں میں تصرف نہ کرنا چاہیئے اس طرح کلمہ کی حرمت رکھنی چاہیئے۔

حرمت کلمہ رکھنے سے اس بات پر کس طرح استدلال کیا جائے گا کہ امت محمدی کا کوئی فرد خلیفۃ اللہ، ہم خلق رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے کے بعد بھی کافر نہیں ہو سکتا۔

اسلام میں حرمت اہل کتاب ملحوظ ہے۔ اہل کتاب کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے، یہ بھی حرمت اہل کتاب ہے، اس کے باوجود ان کا کافر ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ انہوں نے صاحب بینہ محمد مصطفیٰ صلعم کے مبعوث من اللہ ہونے سے انکار کر دیا ہے۔

اسی طرح کلمہ گو کی رعایت تو ملحوظ ہے لیکن یہ اس کی تکفیر کو مانع نہیں جس طرح حرمت اہل کتاب ملحوظ رکھتا ان کی تکفیر کو مانع نہیں ہے۔

صاحب منہاج التقویم نے بیان کیا ہے۔

وھٰھنا لم ینسخ شئ من شریعۃ النبی لان المھدی تابع الشریعۃ لا ناسخہ فبقیت الاحکام کما کانت فالمناکحۃ واکل الذبائح والتسلیم وصلوٰۃ الجمعۃ والعید خلف من لم یعلم انکارہ لا تمنع تکفیر المنکر (ص ۹۷)

یہاں شریعت نبی سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ مہدیؑ تابع شریعت ہیں نہ کہ ناسخ شریعت پس احکام ویسے ہی باقی رہے جیسے کہ تھے پس مناکحت اور ذبیحوں کا کھانا اور سلام کرنا اور نماز جمعہ وعید ایسے شخص کے پیچھے پڑھنا جس کا انکار معلوم نہ ہوا ہو منکر کی تکفیر کو مانع نہیں ہے۔

انصاف نامہ کے باب چہارم میں یہ بھی مروی ہے۔

نقل است از بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ حضرت میرانؒ در شہر تہتہ دعوت می کردند ملا سے پسر خود را پیش میرانؒ آورد و گفت کہ پسر ما را دعا کنید حضرت میرانؒ فرمودند شیخ صدرالدین بہ بینید کہ ملا چہ می گوید و فرمودند کہ اگر حق تعالیٰ قوت دہد از ایشاں جزیہ بستانیم یعنے اگر امر شود۔

نقل ہے بندگی میاں سید خوندمیرؓ سے کہ حضرت میرانؒ شہر ٹھٹہ میں دعوت فرماتے تھے ایک ملا اپنے لڑکے کو آپ کے حضور میں لایا اور کہا کہ ہمارے لڑکے کے لئے دعا کیجئے حضرت میرانؒ نے فرمایا شیخ صدرالدین دیکھو ملا کیا کہتا ہے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ قوت دے تو ان سے جزیہ لیں یعنے اگر امر الٰہی ہو۔

مذکورہ روایت میں "یعنے اگر امر شود" جو توضیحی الفاظ آئے ہیں وہ صاحب انصاف نامہ کے ہیں، آپنے امامؑ کی توضیح قرآن کی روشنی میں کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ وآتینٰہ الحکم صبیا (مریم غ)	اے یحییٰ کتاب کو پکڑ قوت کے ساتھ اور دیا ہم نے اس کو حکم لڑکپن سے۔

صاحب کشاف[1] نے الحکم کے ذیل میں لفظ نبوت بھی لکھا ہے پس معلوم ہوا کہ نبی کی قوت "امر الٰہی" کے تابع ہوتی ہے۔

اس سے قبل جو روایت انصاف نامہ کے باب پنجم سے نقل کی گئی ہے اس میں امامؑ نے ایک عام بات بیان فرمائی ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے جزیہ نہ لیا جائے اور اس روایت میں خاص طور پر ایک ملا سے تخاطب ہے، نقل سے ظاہر ہے کہ ملائے مذکور نے اثنائے دعوت میں اپنے لڑکے کو پیش کر کے امامؑ سے دعا کی خواہش کی، ملا سے متعلق دو صورتیں ناگزیر ہیں وہ امام علیہ السلام کی شفاعت دل سے چاہتا تھا یا نہیں چاہتا تھا، اگر وہ آپؑ کی شفاعت کا دل سے خواہاں ہوتا تو اپنے لڑکے کو پیش کرنے سے قبل ہی آپ کی دعوت الی الحق کی تصدیق کرتا اور اگر وہ آپ کی شفاعت کا قائل نہیں تھا تو اپنے لڑکے کو دعا کے لئے پیش کرنا استہزا تھا۔

پس معلوم ہوا کہ وہ امام علیہ السلام کی دعوت میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا اور جو دعوت الی اللہ میں رکاوٹ پیدا کرے وہ لائق حرب ہے۔

راقم کے پیش نظر انصاف نامہ کا ایک قدیم نسخہ ہے اس میں زیر بحث نقل پر یہ حاشیہ بخط قدیم مرقوم ہے۔

آرے چونکہ دانشمندے انکار مہدیت شخصی کند و باز بواسطۂ او از حضرت حق تعالیٰ شفاعت جوید ہم نزد خود کافر است و ایں محک تمام عمرش باشد و آں کس معیار امثال خویش است فی الجملہ ہر کہ دیدہ و دانستہ کفر اختیار کند لائق حرب است	ہاں جب ایک دانشمند کسی شخص کی مہدیت کا انکار کرے اور پھر اس کے واسطے سے حضرت حق تعالیٰ سے شفاعت چاہے اپنے نزدیک بھی کافر ہے اور یہ اس کی تمام زندگی کی کسوٹی ہے اور وہ شخص اپنے جیسوں کا معیار ہے فی الجملہ جو شخص دیدہ و دانستہ کفر اختیار کرے وہ لائق حرب ہے۔

حاصل یہ کہ ملائے مذکور نے دیدہ و دانستہ حربیوں کا طریقہ اختیار کیا تھا یعنے از روے استہزا امام علیہ السلام کی دعوت الی الحق میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا، اس لئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر امر الٰہی ہو تو اس سے جزیہ لوں، ظاہر ہے کہ امامؑ کا یہ ارشاد خاص ہے اور تہدیدی ہے ورنہ آپ کی عام تعلیم یہی ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی حرمت ملحوظ رہے جس طرح اسلام میں اہل کتاب کی حرمت ملحوظ ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بوقت جنگ اپنے دشمن کا مال حاصل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو اس کی ضرورت نہیں تھی ورنہ روایت سے ثابت ہے کہ آپنے یہ حکم دیا تھا کہ آلات حرب کے سوا اور کوئی چیز مال غنیمت میں حاصل نہ کی جائے جیسا کہ مطلع الولایت میں روایت کی گئی ہے۔

بندگی میاں قدریک و نیم میل معاقبۂ ایشاں نمودند دریں	بندگی میاں نے ڈیڑھ میل تک ان کا پیچھا کیا، اس میدان میں

---

[1] کشاف طبع مصر جلد دوم صـ۔

میدان غنائم بسیار از ہزیمت ایشاں ہر یک نوع یافتہ شد اما بندگی میاںؓ فرمودند ہر کہ یک خاشاک را از امتعۂ ایشاں جز آلات حرب بردارد از جزائے ایں کارزار محروم ماند (ص ۱۳۸)

ان کی شکست کی وجہ سے ہر قسم کا بہت سا مال غنیمت پایا گیا لیکن بندگی میاںؓ نے فرمایا کہ جو شخص ان کی متاع سے آلات حرب کے سوا ایک تنکا بھی اٹھائے گا اس کارزار کی جزا سے محروم رہے گا۔

حاصل یہ کہ حرمت کلمہ ملحوظ رکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منکر مہدیؑ کافر نہیں ہے جس طرح اہل کتاب کی حرمت ملحوظ رکھنا ان کے کافر ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ ادعا ہے کہ مہدی موعود کا انکار کفر نہیں ہو سکتا اور اس سلسلہ میں یہ کہتا ہے "کوئی کس کس کی تصدیق کرے اس واسطے کہ کچھ فقط شیخ جونپوری مدعی مہدیت کے نہیں ہیں بلکہ ان سے اول بہت سے مدعی گزر چکے ہیں" (ہدیہ مہدویہ ص ۱۸۹)

رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں چار مدعیان نبوت تھے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بیان کیا گیا ہے۔

چوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از حجۃ الوداع مراجعت فرمود بعضے از اشقیا و جہال را داعیہ نبوت پیدا شد مسیلمہ بن ثمامہ و اسود بن کعب انسی و طلیحہ بن خویلد اسدی و زنی سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ بود (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۰۶)

جب رسول اللہ صلعم حجۃ الوداع سے لوٹے تو بعض اشقیا و جہال کو نبوت کی خواہش پیدا ہوئی مسیلمہ بن ثمامہ اسود بن کعب انسی، طلیحہ بن خویلد اسدی اور ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھی۔

مذکورہ مدعیان نبوت کے مقابلہ میں جن دلائل سے رسول اللہ صلعم کی نبوت ثابت کی جاتی ہے، انہی دلائل سے امام علیہ السلام کی مہدیت بھی ثابت ہے۔

(ب) اقتدائے منکرین

مولف ہدیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ امام نماز میں اپنے منکرین کی اقتداء کرتے تھے درآں حالیکہ ان کو کافر سمجھتے تھے۔

مولف ہدیہ نے جو روایتیں انصاف نامہ کے حوالہ سے درج کی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام علیہ السلام نے نماز جمعہ اور عیدین کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھی ہے جس کا انکار ظاہر ہو چکا ہو۔

صاحب انصاف نامہ نے باب سوم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در موضع بھدریوالی اکثر مہاجرین، ہمچو بندگی میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ بعد از ظہر محضرہ کردہ بودند و گفتگو ہمی بود کہ بدنبال مخالفان و منکران مہدیؑ نماز نگذارند بعدہٗ بعضی یاراں فرمودند کہ میرانؑ نماز جمعہ و عیدین بہ پس مخالفان گزاردہ اند اگر روا نبودے چرا گزاردندے بعدہٗ بندگی میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و بعضے کساں فرمودند کہ ما دریں کیفیت نیفتیم آنچہ میرانؑ کردند

نقل ہے کہ موضع بھدریوالی میں اکثر مہاجرین مانند بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور میاں نعمتؓ نے ظہر کے بعد محضرہ کیا تھا گفتگو یہی تھی کہ امام علیہ السلام کے مخالفین اور منکرین کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اس کے بعد بعض اصحاب نے کہا کہ میرانؑ نے نماز جمعہ و عیدین مخالفوں کے پیچھے پڑھی ہے اگر جائز نہ ہوتا تو کیوں پڑھتے اس کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور میاں نعمتؓ اور بعض حضرات نے فرمایا ہم اس کیفیت میں نہیں پڑتے، میرانؑ نے جو کیا ہے ہم بھی وہی کریں گے

آں بگنیم وآنچہ منع کردند ازاں باز مانیم درایں مجلس ایں ناقل حاضر بود۔

اور میراںؑ نے جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز آئیں گے۔ (صاحب انصافنامہ کہتے ہیں) اس مجلس میں یہ ناقل حاضر تھا۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ اکثر مہاجرین نے اس امر پر محضر کیا کہ امامؑ نے اپنے مخالفین اور منکرین کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ بعض اصحاب نے یہ کہا کہ امامؑ نے نماز جمعہ اور عیدین اپنے مخالفین کے پیچھے پڑھی ہے اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں نعمتؓ اور بعض اصحاب مہدیؑ نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم اس کی کیفیت میں نہیں پڑتے اور ایک اصولی بات بیان کردی کہ ہم وہی کریں گے جو میراںؑ نے کیا اور جس سے منع کیا اس سے باز آئیں گے یعنے جو بھی میراںؑ کا فعل وقول ثابت ہوگا ہم اس کی اتباع کریں گے۔

ظاہر ہے کہ فعل وقول ہر دو کا اتباع اسی صورت میں ہوگا جب کہ دونوں میں تطابق ہو تعارض نہ ہو۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور دوسرے اصحاب مہدی کے جواب کی نزاکت سے وہی واقف ہوسکتا ہے جو فن حدیث میں نظر رکھتا ہو۔

رسول اللہ صلعم کے عمل سے آپ کا حکم جدا ہو تو امت پر لازم ہے کہ آپ کے عمل کو چھوڑ کر آپ کے حکم کا اتباع کرے۔ ذیل میں اس کی دو مثالیں دی جاتی ہیں۔

(ا) صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخانۂ زینبؓ رفت درحالیکہ وے سر برہنہ بود گفت یارسول اللہ بے خطبہ وبے گواہ حضرت فرمود اللہ المزوج وجبرئیل الشاہد پس طعام ولیمہ ترتیب نمود[1]

مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم زینبؓ کے گھر میں گئے درآنحالیکہ وہ سر برہنہ تھیں، زینب نے کہا یارسول اللہ بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے، آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ ازدواج کرنے والا ہے اور جبرئیل گواہ ہیں پس آنحضرت نے ولیمہ ترتیب دیا۔

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(ا) حضرت زینبؓ کا یہ پوچھنا "کیا بغیر خطبہ اور گواہ کے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے خطبہ اور گواہ کی تعلیم دی تھی، اور حضرت زینبؓ کے زوجۂ رسول ہونے سے قبل ہی یہ امر متعارف تھا۔

(۲) رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا کہ اللہ مزوج ہے اور جبرئیل شاہد ہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خطبہ وگواہ متعارف اس موقع پر نہیں تھا۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اس خاص عمل پر امت عمل نہیں کرسکتی کہ رسول اللہ صلعم نے بھی اسی طرح کیا ہے بلکہ خطبہ اور گواہ جس کی آپ نے تعلیم دی ہے اس کا اتباع ضروری ہے۔

(ب) عن ابی هریرة قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الوصال فی الصوم فقال له رجل انك تواصل یارسول الله قال وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے صوم وصال (دو روز یا اس سے زیادہ درمیان میں کچھ کھائے پیئے بغیر روزہ رکھنے) سے منع فرمایا پس ایک شخص نے کہا یارسول اللہ آپ صوم وصال رکھتے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا تم میں سے کون میرے جیسا ہے، میں شب بسر کرتا ہوں

[1] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۴۳۱

ویسقینی (متفق علیہ) | اس حالت میں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم صوم وصال رکھتے تھے اور امت کو آپ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے ایک روایت میں لاتواصلوا[1] (صوم وصال مت (کہو) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ صوم وصال امت کے لئے ناجائز ہے، صاحب مدارج النبوۃ نے صوم وصال کے ذیل میں لکھا ہے

اکثر برآنند کہ جائز نیست وامام ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ برایں اند[2] | اکثر کا مذہب یہ ہے کہ صوم وصال جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب یہی ہے۔

رسول اللہ صلعم کے فعل اور قول میں تعارض ہو تو امت کو چاہیئے کہ حکم کا اتباع کرے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ازواج مطہرات یوں تو نو سے زیادہ تھے لیکن آپ کی رحلت کے وقت نو بیویاں موجود تھیں۔

اما در وقت وفات آنحضرت نہ زن موجود بودند[3] | لیکن آنحضرت کی رحلت کے وقت نو بیویاں موجود تھیں۔

لیکن امت آپ کے اس عمل کے تابع نہیں ہے بلکہ آپ کے حکم کے تابع ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

چوں قول وفعل متعارض آمدہ تمسک بہ قول کردیم وقول اقوی است از فعل نزد امام ابوحنیفہ چنانکہ در اصول فقہ ثابت شدہ[4] | جب قول وفعل میں تعارض ہوا تو ہم نے قول سے تمسک کیا اور قول زیادہ قوی ہے فعل سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہوا ہے۔

قول اور فعل کا تعارض۔ صاحب تیسیر القاری نے یہ لکھا ہے۔

وقتی کہ قول وفعل تعارض کنند ترجیح مر قول راست[5] | جب قول وفعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہے۔

صاحب سفر السعادت نے یہ لکھا ہے۔

قول از فعل قوی واتم است چہ فعل احتمال اختصاص دارد | آنحضرتؐ کا قول فعل سے زیادہ قوی اور زیادہ کامل ہے اس لئے کہ فعل میں آپؐ سے مختص ہونے کا احتمال ہے۔

انصاف نامہ کے باب سوم میں کئی نقلیں اس مضمون کی آئی ہیں کہ امام علیہ السلام نے نماز میں مخالفین کی اقتدا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مذکورہ صدر زیر بحث نقل سے پہلے جو نقلیں انصاف نامہ کے باب سوم میں آئی ہیں ان کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

پہلی نقل میں یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے ان لوگوں کو نماز پلٹا کر پڑھنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے مخالفین کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔

دوسری نقل میں مہاجرین امامؑ کا اس امر پر اجماع ہونا بیان کیا گیا ہے کہ جو منکر مہدی کے پیچھے نماز پڑھا وہ خارجی ہے۔

تیسری نقل میں یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے یہ فرمایا کہ اس جگہ کیوں جاتے ہو جہاں منکرین کے پیچھے نماز پڑھنے کی حاجت ہو۔

چوتھی نقل میں بیان کیا گیا ہے کہ شاہ نظامؒ نے امام علیہ السلام کا یہ ارشاد دہرایا ہے کہ اس جگہ کیوں جاتے ہو کہ

---

[1] شرح سفر السعادت (طبع لکھنو) صفحہ ۲۹۶ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۳۱ [3] اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۱۴۲ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۴۵ [5] تیسیر القاری شرح صحیح بخاری۔

مخالفین کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت پڑے۔

پانچویں نقل میں یہ مرقوم ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر نے نماز مغرب میں شیخ احمد مہرہ سیہ کو اس کا ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا کہ تو منکر مہدی ہے، نماز میں تیری اقتدا روا نہیں۔

چھٹی نقل میں یہ آیا ہے کہ بھیلوٹ میں میراں سید محمود کے سامنے ملا محمود خوندشہ امامت کرنا چاہتا تھا، دائرہ کے ایک برادر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا کہ تو منکر مہدی ہے۔

ساتویں نقل وہ ہے جس میں بعض اصحاب مہدی نے یہ کہا کہ میراں علیہ السلام نے نماز جمعہ وعیدین مخالفین کے پیچھے پڑھی ہے۔ بندگی میاں شاہ خوندمیر اور دوسرے اصحاب مہدی نے اس سے متعلق یہ کہدیا کہ ہم اس کیفیت میں نہیں پڑتے اس لئے کہ امام علیہ السلام کے مذکورہ ارشادات کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کے مبینہ فعل سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔

ظاہر ہے کہ تعارض کی صورت میں قول، فعل سے زیادہ قوی ہے جیسا کہ ہم نے اس سے قبل احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

انصاف نامہ کی زیر بحث مذکورۂ صدر روایت میں امامؑ کا نماز جمعہ وعیدین میں مخالفین کی اقتدا کرنا بعض اصحاب نے جو بیان کیا ہے وہ قدیم ماخذ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام کے عمل سے متعلق قدیم ماخذ شاہ دلاور کا وہ مکتوب ہے، جو محضرہ کے نام سے مشہور ہے اس پر اجلۂ اصحاب اور تابعین نے اتفاق کیا ہے، اس کے آخر میں یہ عبارت ہے،

فاعلم ان اصحاب المهدی الموعود والتابعین اتفقوا علی هذا المکتوب منهم میراں سید محمودؓ بن حضرت مهدی موعودؑ ومیاں سید خوندمیرؓ ومیاں شاہ نعمتؓ ومیاں شاہ نظامؓ وملک برہان الدینؓ ومیاں شاہ دلاورؓ ومیاں امین محمدؓ وملک معروفؓ ومیاں یوسفؓ ومیاں سید سلام اللہؓ الی آخرہ (ص ۲۵)	معلوم رہے کہ امام مہدی موعود علیہ السلام کے اصحاب اور تابعین نے اس مکتوب پر اتفاق کیا ہے ان میں سے میراں سید محمودؓ بن حضرت مہدی موعود اور میاں سید خوندمیرؓ اور میاں شاہ نعمتؓ اور میاں شاہ نظامؓ اور ملک برہان الدینؓ اور میاں شاہ دلاورؓ اور ملک معروفؓ اور میاں یوسفؓ اور میاں سید سلام اللہؓ۔

مذکورہ محضرہ پر دستخط کرنے والوں میں ملک برہان الدین بھی ہیں، آپ کا سن رحلت ۹۱۵ ہ ہے اس سے ثابت ہے کہ شاہ دلاور کا محضرہ ۹۱۵ھ یا ۹۱۵ھ سے قبل کا ہے۔

شاہ دلاور کے مکتوب کی ابتدا میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

میاں لاڑ شاہ از گجرات آمدہ انداز برائے ظہور کردن آنکہ انکار مہدی کفر نیست۔	میاں لاڑ شاہ گجرات سے آئے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ مہدی کا انکار کفر نہیں ہے۔

مذکورہ عبارت میں میاں لاڑ شاہ کا گجرات سے آنا بیان کیا گیا ہے، اس سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں کہ اس وقت شاہ دلاورؓ بھیلوٹ علاقہ رادھن پور میں نہیں تھے۔

صاحب تذکرۃ الصالحین نے شاہ نعمتؓ کا گجرات سے رادھن پور آنا اس طرح بیان کیا ہے۔

چونکہ ایشان از گجرات مراجعت نمودہ در موضع رادھن پور منزل ساختند بندگی میراں سید محمودؓ چیزے خرچ از ایشاں طلب نمودند (باب دوم)

جب وہ یعنے شاہ نعمتؓ نے گجرات سے لوٹ کر موضع رادھن پور میں منزل کی تو بندگی میراں سید محمودؓ نے ان سے کچھ خرچ طلب فرمایا۔

یہاں شاہ نعمتؓ کا گجرات سے رادھن پور آنا بیان کیا گیا ہے، اسی طرح شاہ دلاورؓ کے مکتوب میں میاں لاڑ شاہ کا گجرات سے آنا بیان کیا گیا ہے اور اس وقت یعنی ۹۱۵ھ سے قبل شاہ دلاورؓ بندگی میراں سید محمود کے ساتھ علاقہ رادھن پور میں تھے۔

محضرہ میں امام علیہ السلام کے عمل سے متعلق یہ مندرج ہے۔

(ا) میراںؑ از وقتیکہ ظہور مہدیت کردہ اند بدنبال ہیچ مخالف نماز نگزاردہ اند (ص ۲۰)

میراں علیہ السلام نے جب سے مہدیت ظاہر فرمائی ہے کسی مخالف کے پیچھے نماز نہیں پڑھی ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے اظہار مہدیت کے بعد کسی مخالف کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

مذکورہ عبارت میں نماز مطلق ہے اس لحاظ سے وہ نماز پنجگانہ و نماز عیدین سب پر مشتمل ہوگی۔

(ب) امام علیہ السلام نے نماز جمعہ و عیدین بھی کسی مخالف کے پیچھے نہیں پڑھی جیسا کہ محضرہ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔

بہ مخالفت بادشاہ و قاضی لازم نمی آید کہ تا خطیب آں مسجد ہم مخالف بودے (ص ۲۰)

بادشاہ اور قاضی کی مخالفت سے لازم نہیں آتا کہ اس مسجد کا خطیب بھی مخالف ہوتا تھا۔

(ج) امام علیہ السلام نے جس جگہ نماز پڑھی ہے وہاں خطیب موافق تھے یا ساکت تھے، محضرہ کی عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت میراںؑ ہر جا کہ نماز گزاردہ اند خطیبان آنجا ساکت بودند بلکہ در بعضے جا موافق ہم بودند چنانچہ در کاہرہ ابنائے قاضی قاضن موافق بود (ص ۲۰ و ص ۲۱)

حضرت میراںؑ نے جس جگہ نماز پڑھی ہے اس جگہ خطیب ساکت تھے بلکہ بعض جگہ موافق بھی تھے چنانچہ کاہرہ میں فرزندان قاضی قاضن موافق تھے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام نے نماز میں کسی ایسے شخص کی اقتداء نہیں کی جس سے انکار ظاہر ہوا ہو اور یہی محضرہ کی عبارت سے ثابت ہے۔

بندہ ہر کس را می گوید کہ یک خطیب را بیارید کہ او با مہدیؑ و یاران وے حجت انکار کردہ است پس ظہور شدن مخالفت بدنبال او حضرت میراںؑ نماز گزاردہ اند (ص ۲۱)

بندہ ہر شخص کو کہتا ہے کہ ایک ایسے خطیب کو لاؤ کہ جس نے مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کے ساتھ حجت اور انکار کیا ہو اور مخالفت ظاہر ہونے کے بعد حضرت مہدیؑ نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔

غرض امام علیہ السلام کا نماز میں اپنے مخالف کی اقتداء کرنا ۹۱۵ھ کے ماخذ سے ثابت ہی نہیں ہے اور یہ امر اکابر اصحاب و تابعین کا متفق علیہ ہے، اس سے اختلاف کرنے والے بعض اصحاب مہدی اور بروایتے ایک صحابی مہدی کی روایت سے استدلال کرنا باطل ہے خصوصاً جب کہ اختلاف کرنے والے اصحاب کا نام تک مذکور نہیں اس کے برخلاف اتفاق کرنے والوں کے اسمائے گرامی موجود ہیں خصوصاً میاں سلام اللہؓ کا اسم گرامی جو شروع سے آخر تک امام علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ صحابہ و تابعین کے متفق علیہ امر سے اختلاف کرنے والے وہی تھے جو میاں لاڑ شاہ کے

زیر اثر تھے اور میاں لاڑشاہ پٹن نہروالہ سے فراہ تک امام علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے جیسا کہ شاہ دلاورؒ کے مکتوب میں مندرج ہے۔

ایشاں از نہروالہ تا فرہ دنبال نبودند (ص ۲۰)

وہ یعنے میاں لاڑشاہ نہروالہ (پٹن) سے فراہ تک امام علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے۔

اس لحاظ سے انہیں اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ امام علیہ السلام نے بڑلی میں دعوی موکد فرمانے کے بعد اپنے کسی مخالف کے پیچھے کوئی نماز ہی نہیں پڑھی۔

محضرۂ شاہ دلاورؒ کی تائید منہاج التقویم کے مندرجات سے ہوتی ہے میاں عبدالملک سجاوندی مبشر تابعی امامؑ نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے جواب میں یہ لکھا ہے۔

اما الصلوٰۃ المفروضۃ خلف امام غیر امامہم قط فغیر صحیح لانہ ما صلی خلف غیر امامہ قط (ص ۹۶)

لیکن فرض نماز حضرت مہدی نے کبھی ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہو جو غیر از امام مصدقین ہو تو وہ بات غیر صحیح ہے اس لیے کہ حضرت مہدیؑ نے اپنے مصدق امامؑ کے سوائے کسی دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھی

اسی طرح امام علیہ السلام نے نماز جمعہ وعیدین بھی ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہے جس کا انکار ظاہر نہیں ہوا۔ جیسا کہ میاں عبدالملک سجاوندی نے بیان کیا ہے۔

اما صلوٰۃ العید والجمعۃ فخلف امام لا یعلم انکارہ رعایۃ لشعار الاسلام وما نقل احد من اصحابہ علیہ السلام انہ صلی خلف امام ظہر انکارہ۔ (منہاج التقویم ص ۹۶)

لیکن نماز جمعہ اور نماز عید شعار اسلام کی رعایت کرتے ہوئے ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہو جس کا انکار معلوم نہ ہوا اور اصحاب مہدی میں سے کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ حضرت مہدی نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس کا انکار ظاہر ہوا ہو۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا نماز پنجگانہ و نماز جمعہ وعیدین میں اپنے مخالف کی اقتدا کرنا ثابت نہیں ہے اب رہا اس باب میں امام علیہ السلام کا قول تو بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے اس کو امامؑ کی زبان سے سن کر عقیدہ شریفہ میں درج کیا ہے اور اصحاب مہدیؑ نے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔

نیز فرمودہ است کہ بدنبال منکران مہدی نماز مگزارید اگر گزاردہ باشید باز بگردانید (عقیدہ شریفہ)

نیز فرمایا ہے کہ منکران مہدیؑ کے پیچھے نماز مت پڑھو اگر پڑھ لی ہو تو پھر لوٹا کر پڑھو۔

امام علیہ السلام کا یہ وہ ارشاد ہے جو بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے آپؑ کی زبان مبارک سے سنا ہے اور اس کا اتباع آپ کے مصدقین پر لازم ہے، بالفرض کسی روایت سے یہ ثابت بھی ہو جائے کہ امام علیہ السلام نے نماز میں اپنے مخالف کی اقتدا کی ہے تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے اس لئے کہ تعارض کے صورت میں قول، فعل سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور قول ہی سے تمسک کیا جاتا ہے اس سے متعلق ہم نے گذشتہ صفحات میں مکمل بحث کی ہے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے امام علیہ السلام سے جو روایت کی ہے وہ انصاف نامہ میں اس طرح تفصیل سے آئی ہے۔

نقل است در شہر تتہ مخالفت ظاہر شدہ تا بہ حدے کہ لشکر ہا نماز دگر دند در آں روز بعضے از یاران مہدی پیش میراںؑ عرض کردند کہ امروز در شہر رفتہ بودیم و نماز با امام مخالف گزاردیم حضرت میراںؑ فرمودند کہ نماز باز گردانید بعدہ یاراں عرض کردند کہ اگر یگاں و دوگاں بردیم چہ کنیم فرمودند جماعت شدہ بروید و نماز با جماعت بگذارید (باب سوم)

روایت کیگئی ہے کہ شہر تتہ (ٹھٹہ) میں مخالفت ظاہر ہوئی یہاں تک کہ لشکر نماز دگر دیئے گئے اس دن بعض اصحاب نے حضرت مہدیؑ علیہ السلام سے عرض کی کہ آج ہم شہر میں گئے تھے اور امام مخالف کے ساتھ نماز ادا کی، میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرو، اس کے بعد اصحاب نے عرض کی اگر ہم ایک ایک دو دو جائیں تو کیا کریں، فرمایا جماعت بن کے جاؤ اور نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔

اصلی[1] نقلیات میاں عبدالرشید میں یہ روایت آئی ہے۔

فرمودند اگر بہ سہو گزاردہ باشید باز بگردانید (باب سوم) | فرمایا اگر سہواً نماز پڑھی ہو تو پھر پلٹا کے پڑھو۔

امامؑ کا ارشاد کہ "نماز باز گردانید" (نماز پلٹا کر پڑھو) ایسا تاکیدی حکم ہے کہ اس میں کسی اور توجیہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

غرض امام علیہ السلام کے فعل و قول سے نماز میں اپنے مخالف کی اقتدا کرنا ثابت نہیں ہے۔

اب رہا قندہار کا واقعہ تو اس سے متعلق قدیم ترین ماخذ میاں عبدالرحمان کا مولود ہے اس کتاب میں قندہار کے واقعات کے سلسلہ میں نہ تو وہاں کے خطیب کا امامؑ سے انکار کرنا مذکور ہے اور نہ امامؑ کا اپنے منکر کی اقتداء کرنا مندرج ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ میاں سید سلام اللہؓ شروع سے آخر تک امام علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں جیسا کہ حجۃ المصنفین میں مروی ہے۔

روایت کردہ است از میاں سلام اللہ کہ اول و آخر بدنبال امام بودند۔ | روایت کی گئی ہے میاں سید سلام اللہ سے جو شروع سے آخر تک امام علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

خاتم سلیمانی میں یہ روایت کی گئی ہے۔

نقل است کہ میاں سید سلام اللہ برادر حقیقی بی بی الہدیتی پسر عم میراں علیہ السلام از بلدۂ پر نور جونپور در سفر و حضر ہمراہ حضرت امام بودوگاہے از آنحضرت جدا نشدہ[2]

نقل ہے کہ میاں سید سلام اللہ، بی بی الہدیتی کے حقیقی بھائی اور میراں علیہ السلام کے برادر عم زاد بلدۂ پر نور جون پور سے سفر و حضر میں امام علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور کبھی آنحضرتؑ سے جدا نہیں ہوئے۔

اس لحاظ سے میاں سید سلام اللہ کا قندہار میں بھی امام علیہ السلام کے ساتھ رہنا ثابت ہے، اگر امام علیہ السلام قندہار میں اپنے منکر کی اقتدا کرتے تو میاں سید سلام اللہ مکتوب شاہ دلاور کے مندرجات سے اتفاق نہ کرتے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام نے اظہار مہدیت کے بعد نماز میں کسی مخالف کی اقتدا نہیں کی۔

معترض کا یہ ادعا بھی غلط ہے کہ میاں سید سلام اللہ جو شروع سے آخر تک امام علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں امامؑ کے اتباع میں مخالف مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے معترض کے پیش نظر انصاف نامہ کی مندرجہ ذیل روایت ہے۔

نقل است کہ در موضع بھدری والی بوقت عصر ہمہ مہاجران مہدی حاضر بودند بزیر درخت بڑ ہمچوں میاں سید خوندمیرؓ

نقل ہے کہ موضع بھدری والی میں عصر کے وقت تمام مہاجران مہدیؑ حاضر تھے درخت بڑ کے نیچے مانند میاں سید خوندمیرؓ

---

[1] اصلی اس اعتبار سے کہ غیر متعلق نقلیں اس میں شامل نہیں کی گئیں اس کا حجم بہ شکل پیپھ 65 صفحے ہے۔ [2] خاتم سلیمانی گلشن چہارم چمن سوم۔

ومیاں نظامؓ ومیاں نعمتؓ وبندگی میاں دلاورؓ ومیاں ابوبکرؓ ومیاں سید سلام اللہؓ بلکہ ہمہ مہاجران وگفتگو ایں بود کہ اگر کسے بدنبال منکران مہدی نماز گزاردہ اورا خارجی گوئیم بعدہٗ بندگی میاں نظامؓ فرمودند کہ میاں ابوبکر ومیاں سید سلام اللہ حال شما چوں است درون دائرۂ شما مخالفان مہدی می مانند میاں سید سلام اللہؓ فرمودند ما را انچہ خواہد افتاد آں خواہم کرد بعدہ میاں نظامؓ تبسم کردند وفرمودند کہ شما در حضور مجلس خارجی شدید در ایں مجلس ایں ناقل حاضر بود (باب سوم)

ومیاں نظامؓ ومیاں نعمتؓ وبندگی میاں دلاورؓ ومیاں ابوبکرؓ ومیاں سید سلام اللہ بلکہ تمام مہاجرین اور گفتگو یہ تھی کہ اگر کوئی شخص منکرین مہدی کے پیچھے نماز پڑھے اس کو خارجی کہیں اس کے بعد بندگی میاں نظامؓ نے فرمایا کہ میاں ابوبکرؓ اور میاں سید سلام اللہؓ تمہارا حال کیسا ہے تمہارے دائرہ میں مخالفین مہدی رہتے ہیں میاں سید سلام اللہؓ نے فرمایا ہم کو جو پیش آئے گا وہ کریں گے۔ اس کے بعد میاں نظامؓ نے مسکرایا اور فرمایا کہ آپ مجلس کے حضور میں خارجی ہو گئے اس مجلس میں یہ ناقل حاضر تھا۔

اس روایت میں بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ وغیرہ دوسرے صحابہ کرام کا ذکر ہے بندگی میاں سید محمودؓ کا نہیں، پس معلوم ہوا کہ صحابہ کا یہ اجماع میراں سید محمودؓ کی رحلت (۹۱۹ھ یا ۹۲۰ھ) کے بعد ہوا ہے۔

میاں سید سلام اللہ، میاں ابوبکر وغیرہ جو اصحاب مہدی ہیں اس سے پہلے یعنے ۹۱۵ھ میں یا ۹۱۵ھ سے قبل شاہ دلاورؓ کے اس مکتوب کے مندرجات سے اتفاق کر چکے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے اظہار مہدیت کے بعد اپنے مخالف کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

ایسی صورت میں یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ ۹۱۹ھ کے بعد یہ اصحاب نماز میں مخالف مہدیؑ کی اقتدا کریں گے؟ مذکورہ روایت میں دو امور مذکور ہیں، تمام مہاجرین کا اجماع اس بات پر کہ منکر مہدی کی اقتدا کرنے والے کو خارجی کہیں اور گفتگوئے اجماع کے بعد میاں نظامؓ کا میاں سید سلام اللہ سے استفسار کرنا اور اس کا جواب۔

میاں سید سلام اللہ سے یہ دریافت کیا گیا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے، آپ کے دائرہ میں مخالفین مہدی رہتے ہیں۔ کسی کے دائرہ میں مخالفین مہدی رہتے ہوں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ صاحب دائرہ نماز میں ان مخالفین کی اقتدا بھی کرے!

اس روایت سے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ میاں سید سلام اللہ اور میاں ابوبکر کے دائرہ میں اس وقت مخالفین مہدی رہتے تھے، اسی وجہ سے میاں نظام نے بطور مزاح آپ سے سوال کیا اور میاں سید سلام اللہ نے بطور مزاح اس کا جواب دیا۔

اس سے یہ استدلال کرنا باطل ہے کہ میاں سید سلام اللہ اور میاں ابوبکر نماز میں مخالفین کی اقتدا کو جائز سمجھتے تھے خصوصاً جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ انہوں نے ۹۱۵ھ میں یا ۹۱۵ھ سے قبل ہی محضرۂ شاہ دلاور سے اتفاق کر لیا تھا جس میں یہ مندرج ہے کہ امام نے اظہار مہدیت کے بعد اپنے کسی مخالف کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

امام علیہ السلام نے دعوی موکد کے ساتھ اس امر کا بھی اعلان فرما دیا تھا کہ آپ کا منکر کافر ہے، ایسی صورت میں آپ جس کو کافر جانتے تھے اس کی اقتدا آپ اور آپ کے اصحاب کس طرح فرماتے؟ بندگی میاں شاہ خوندمیر سے جو روایت آئی ہے اس کی تحقیق حصہ سوم میں شاہ خوندمیرؓ کے عنوان کے ذیل میں کی جائے گی۔

مولف ہدیہ کا یہ ادعا بھی غلط ہے کہ نماز کی حیثیت سے نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ میں کوئی فرق نہیں ہے، معترض کو اس حقیقت کا

علم ہی نہیں کہ نماز پنج گانہ کے لئے قضا ہے لیکن نماز جمعہ کے لئے قضا نہیں ہے۔

نماز جمعہ بغیر کسی عذر کے کوئی ترک کردے تو اس کو چاہیئے کہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ دیدے جیسا کہ سمرہ بن جندب سے مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترك الجمعة من غير عذر فليتصدق بدينار فان لم يجد فنصف دينار رواه احمد وابوداؤد وابن ماجة[1]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جس کسی نے جمعہ ترک کردیا بغیر کسی عذر کے پس چاہیئے کہ وہ ایک دینار صدقہ دے اگر ایک دینار نہ پائے تو نصف دینار صدقہ دینا چاہیئے۔ روایت کی ہے اس کی احمد ابن حنبل ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

صاحب شرح سفر السعادت نے یہ لکھا ہے۔

گفتہ اند کہ ہر کرا فوت شود جمعہ بے عذر باید کہ تصدق کند بدینار یا نصف دینار یا درہم یا نصف درہم یا صاع حنطہ یا نصف صاع حنطہ[2]

کہا ہے کہ جس کسی کا جمعہ بغیر عذر کے فوت ہو جائے تو چاہیئے کہ صدقہ دے ایک دینار یا نصف دینار یا ایک درہم یا آدھا درہم یا ایک صاع گیہوں یا نصف صاع[3] گیہوں۔

لیکن نماز پنج گانہ فوت ہو جائے تو اس کے لئے صدقہ نہیں ہے بلکہ قضا ہے۔

نماز جمعہ اور فرض کفایہ

نماز پنج گانہ فرادیٰ بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن نماز جمعہ فرادیٰ نہیں پڑھ سکتے نماز جمعہ غلام عورت لڑکے اور مریض پر فرض نہیں ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد میں رسول اللہ صلعم سے مروی ہے[4]

مذکورہ حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

بر مسافر و اعمیٰ و اعرج نیز فرض نیست چنانکہ در احادیث دیگر واقع شدہ است[5]

مسافر، اندھے، اور لنگڑے پر بھی نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔

لیکن نماز پنجگانہ جس طرح مقیم پر فرض ہے، اسی طرح مسافر پر بھی فرض ہے، جس طرح مرد پر فرض ہے اسی طرح عورت پر بھی فرض ہے، جس طرح حُر (آزاد) پر فرض ہے اسی طرح غلام پر بھی فرض ہے، جس طرح تندرست پر فرض ہے اس طرح بیمار اور معذور پر بھی فرض ہے۔[6]

الدین یسرٌ[7] میں یہ مروی ہے۔

ا۔ بارش تیز ہو تو جمعہ کی جماعت ملتوی کردینے کا اعلان کردینا چاہیئے (بخاری مسلم ابوداؤد عن ابن عباس)

ب۔ اگر جمعہ کو عید پڑھا جائے تو صرف نماز عید کا ادا کرنا اور جمعہ چھوڑ دینا بھی کافی ہو جاتا ہے (ابوداؤد عن ابی ہریرہ)[8]

لیکن نماز ظہر کے ساتھ اس طرح نہیں کرسکتے۔

اس سے قطع نظر طیبی (المتوفی ۷۴۳ھ) نے الکاشف عن حقایق السنن میں یہ لکھا ہے۔

ذهب بعضهم الى انها من فروض الكفايات[9]

بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں، کہ نماز جمعہ فرض کفایہ ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۷۸۔ [2] شرح سفر السعادت ص ۱۸۲۔ [3] ایک صاع ہوتا ہے تین سیر پارہ تولہ تو ماشہ دو رتی دو جو کا۔ [4] اشعۃ اللمعات۔
[5] اشعۃ اللمعات۔ [6] الدین یسرٌ (شائع کردہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور) [7] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (طبع مصر) [8] تفسیر مدارک (طبع مصر)

ملا علی قاری نے بھی مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ) میں طیبی کے مذکورہ قول کا اس طرح حوالہ دیا ہے۔

ذهب بعضهم الىٰ انها من فروض الكفايات نقله الطيبي [1]

بعض اہل علم کا یہ مذہب ہے، کہ نماز جمعہ منجملۂ فرض کفایہ ہے بیان کیا ہے اس کو طیبی نے۔

لیکن نماز ظہر کو کسی نے فرض کفایہ نہیں کہا۔

صاحب انصاف نامہ نے باب چہارم میں یہ روایت کی ہے۔

اکثر مہاجران مہدی را ندیدیم کہ برائے وعظ شنیدن در مسجد و یا برائے خواندن علم پیش مخالفان رفتہ بودند۔

اکثر مہاجران مہدی کو ہم نے نہیں دیکھا کہ وعظ سننے کے لئے مخالفین کی مسجد میں یا علم حاصل کرنے کے لئے مخالفین کے پاس گئے تھے۔

اصحاب مہدی کو جب مخالفین کی مسجد میں وعظ سننے کے لئے بھی جانا گوارا نہ تھا تو بھلا نماز جمعہ وعیدین میں مخالف کی اقتدار کس طرح گوارا ہو سکتی تھی!

صاحب انصاف نامہ نے یہ بھی روایت کی ہے۔

خوشنودی میرانؑ و یاران میرانؑ نبود کہ بخانہ مخالفان نمایان از جہت علم خواندن و وعظ ایشاں شنیدن بروند (باب چہارم)

مہدی اور اصحاب مہدی کی خوشنودی نہ تھی کہ مخالفین اور ملاؤں کے گھر علم حاصل کرنے یا ان کا وعظ سننے کے لئے جائیں۔

جب مخالفین کا وعظ سننے کے لئے جانے میں بھی مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کی خوشنودی نہیں تھی تو نماز میں مخالفین کی اقتداء کرنے میں، مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کی خوشنودی کس طرح ہو سکتی ہے؟

(۱۶) شرک خفی و نفاق کی توضیح۔ صاحب انصاف نامہ نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

میرانؑ بجیوسہ پاس را ذکر قلیل فرمودند و چہار پاس ذکر مشرکاں فرمودند

میرانؑ نے تین پاس کے ذکر کو ذکر قلیل فرمایا اور چار پاس کے ذکر کو ذکر مشرکاں فرمایا۔

انصاف نامہ کے باب سیزدہم میں یہ روایت آئی ہے۔

میرانؑ فرمودہ بودند کہ ذکر قلیل صفت منافقاں یعنی سہ پاس

میرانؑ نے فرمایا تھا کہ ذکر قلیل منافقوں کی صفت ہے یعنے تین پاس۔

اس سے قبل ہم نے حصہ اول باب ہشتم میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ ذکر دوام از روئے کلام اللہ فرض ہے، امامؑ کے مذکورہ ارشادات اسی فرض کی بجا آوری کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اب رہے منافق و مشرک کے الفاظ تو یہاں لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں اصطلاحی معنی میں نہیں، منافق وہ ہے جس کے قول و فعل اور مافی القلب میں اختلاف ہو مثلاً ایک شخص ذکر دوام کو از روئے کلام اللہ فرض جانتا ہے اس کے باوجود اس کا عمل اس کے خلاف ہو تو وہ اس معنی میں منافق لغوی ہوگا۔

اسی طرح ایک شخص چار پہر اللہ سے غافل نہیں رہتا اور چار پہر اللہ سے غافل رہتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ چار پہر غیر اللہ میں مشغول ہے اس لحاظ سے وہ مشرک لغوی ہوا۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (طبع مصر)

حاشیہ انصاف نامہ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

چہار پاس ذکر کنندہ را مشرک فرمودند یعنے چہار پاس در یادِ خدا باشند و چہار پاس بغیر خدا مشغول شوند و دوستی حق و دوستی شیطان برابر کنند (ص۵)	چار پہر ذکر کرنے والے کو مشرک فرمایا یعنے چار پہر یاد خدا میں رہیں اور چار پہر غیر خدا میں مشغول ہوں، حق کی دوستی اور شیطان کی دوستی برابر کریں۔

مذکورہ روایت کے الفاظ کے یہ معنے تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ اس شخص نے شجر یا حجر کو اپنا معبود قرار دے لیا ہے۔

امام علیہ السلام کے مذکورہ تہدیدی ارشادات مورد اعتراض ہوں تو یہی اعتراض رسول اللہ صلعم کی احادیث پر بھی وارد ہوگا۔

نفاق۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

آیۃ المنافق ثلث زاد مسلم وان صام وصلی وزعم انہ مسلم ثم اتفقا اذا احدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان (متفق علیہ)[1]	منافق کی تین نشانیاں ہیں (مسلم نے اتنا اضافہ کیا ہے) اور اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے پھر بخاری مسلم دونوں کو اس پر اتفاق ہے کہ) جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے (یعنے وفا نہ کرے) اور امانت میں خیانت کرے۔

کیا اس حدیث کی بنا پر یہ کہا جائے گا کہ وہ مسلمان جو روزہ بھی رکھتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں صرف جھوٹ، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کرنے کی وجہ سے عبداللہ ابن ابی کی طرح منافق ہے۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

صاحب این خصال بحقیقت منافق نیست بلکہ مراد آنست کہ صفات لائق منافقان است[2]	یہ خصائل والا حقیقت میں منافق نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ صفتیں منافقوں کے لائق ہیں۔

اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ ذکر دوام کے عوض صرف تین پہر ذکر حق میں مشغول رہنا منافقوں کی صفت ہے، تو اس پر کس طرح اعتراض وارد ہو سکتا ہے؟

امام علیہ السلام کے ارشاد کا صرف یہ مطلب ہے، کہ انسان کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے ساتھ بسر کرنا چاہیئے اور اللہ ہی کی یاد میں رہنا چاہیئے۔

شرک۔ عن شداد ابن اوس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک[3]

شداد بن اوس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ریا سے نماز پڑھی پس اس نے شرک کیا اور جس نے ریا سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے ریا سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

اس حدیث کی شرح میں صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے۔

غایت آنکہ شرک دو قسم جلی وخفی می باشد، شرک آشکارا بت پرستی کردن و مرائی کہ برائے غیر خدا عمل میکند نیز بت پرستی	مقصد یہ کہ شرک کی دو قسمیں ہیں جلی اور خفی۔ شرک آشکارا بت پرستی کرنا اور ریاکار جو غیر خدا کے لئے عمل کرتا ہے وہ بھی بت پرستی

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص۷۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص۷۵ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۲۵۰

میکند لیکن پنہانی چنانچہ گفتہ اند کل ما صدك عن اللہ فھو صنمك [1]

کرتا ہے لیکن پوشیدہ طور پر چنانچہ کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو تجھے اللہ سے روکے وہ تیرا بت ہے۔

شرک خفی کو حدیث کی زبان میں شرک اصغر کہتے ہیں۔

عن محمود ابن لبید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اخوف ما اخوف علیکم الشرك الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرك الاصغر قال الریا رواہ احمد [2]

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ زیادہ خوفناک چیز جس سے میں تمہارے باب میں ڈرتا ہوں شرک اصغر ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریا۔ روایت کی ہے اس کی احمد ابن حنبل نے۔

امام علیہ السلام کے ارشاد میں بھی جہاں شرک کا لفظ آیا ہے اس سے شرک حقیقی مراد نہیں ہے یعنی وہ شخص جو شجر حجر وغیرہ کی پرستش کرتا ہو۔

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا مہدویوں کے باب میں یہ کہنا۔

" اب دیکھئے کہ مہدوی لوگ کس خرابی میں گرفتار ہوئے کہ ہمارے ہاں سے بھاگ کر وہاں گئے تھے طلب ولایت و دیدار خدا کے واسطے وہاں لینے کے دینے پڑ گئے کہ یک قلم مشرک و منافق بلکہ اس سے بھی بدتر ٹھہرائے گئے [3]

معترض کا یہی اعتراض رسول اللہ صلعم کے مذکورہ بالا ارشادات کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ مسلمان اسلام قبول کرنے کے بعد بھی مشرک کے مشرک ہی رہے!

(۱۷) جن کا کتے کی صورت اختیار کرنا حدیث سے ثابت ہے، (۱) میاں ولی بن یوسف نے حجۃ المنصفین میں یہ روایت کی ہے۔

روایت کردہ است (اند) دنبال امام مہدی سگے اختیار کردہ بود ہمیشہ ہر جا کہ فرو شدے ایں ہم فرو شدے و پنج وقت بانگ نماز گفتی و بغیرت موذن از ننگ ایں سگ از خواب بیدار گشتی و ہر صبح تا ربع روز، زانو نشستہ ذکر خفی می کردی کرات و مرات (برائے) آزمودن پیش او طعام نہادے (نہادندے) در آں وقت ہرگز نخوردے بعدہٗ او را بہ سوئے کسے راحوالہ کردے بعضے کسان گفت (گفتند) کہ حال ایں سگ کدام است فرمودند ایں یار سگ اصحاب کہف خواہد شد۔

مردی ہے کہ ایک کتا امام علیہ السلام کے پیچھے رہنے لگا تھا۔ ہمیشہ جہاں آپ فروکش ہوتے یہ بھی ٹھہر جاتا اور پانچ وقت اذان دیتا اس کتے کی شرم و غیرت کی وجہ سے موذن بیدار ہو جاتا، روزانہ صبح کو ایک پہر تک دو زانو بیٹھ کر ذکر خفی کرتا بارہا آزمانے کے لئے کھانا اس کے سامنے رکھتے اس وقت کبھی نہ کھاتا۔ اس کے بعد کسی کی سوبت اس کے حوالے کی جاتی، بعض اصحاب نے کہا کہ اس کتے کا کیا حال ہوگا فرمایا کہ یہ اصحاب کہف کے کتے کے ساتھ ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کتے کا اذان دینا کیسے ممکن ہے۔

واضح ہو کہ مذکورہ روایت آیات الٰہی (معجزات) کے ذیل میں درج کی گئی ہے یعنے میاں ولی ابن یوسف نے حجۃ المنصفین میں ان آیات الٰہی کا ذکر کیا ہے جو امام علیہ السلام سے ظاہر ہوئے ہیں چنانچہ خود کہتے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۵۱ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صفحہ ۱۹۲۔

بعضے آیت ہائے مہدی و نقل ہائے یاران مہدی شنیدہ بودم نبشتہ ام و نام ایں حجۃ المنصفین نہادہ ام تا دیدہ شود کہ مخالفان براین چہ میگویند و موافقان را حجت باشد۔

امام مہدی علیہ السلام کے بعض آیات اور اصحاب مہدی کی روایتیں جو میں نے سنی تھیں لکھی ہیں اور اس کا نام حجۃ المنصفین رکھا ہے، دیکھیں کہ مخالف اس پر کیا کہتے ہیں اور موافقین کے لئے حجت ہو۔

مخالفین مہدویہ مذکورۂ بالا روایت کی چگونگی میں گفتگو نہیں کر سکتے اگر اس کی چگونگی میں کلام کیا جائے تو پھر کسی نبی کا معجزہ ثابت ہونا ہی دشوار ہو جائے گا۔ ذیل میں رسول اللہ صلعم کا ایک معجزہ درج کیا جاتا ہے۔

ازیں باب است حدیث ضب یعنے سوسمار و کلام کردن او دریں حدیث مشہور است روایت کردہ است آں را بیہقی در احادیث کثیرہ و ذکر کردہ است قاضی عیاض در شفا از حدیث عمر رضی اللہ عنہ کہ بود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم در محفلے از اصحاب خود ناگاہ آمد اعرابی از بنی سلیم کہ شکار کردہ است ضب را و گردانیدہ است او را در آستین خود تا بہ برد او را در منزل گاہ خود بریاں کند و بخورد چوں دید اعرابی جماعہ را گفت ایں کیست کہ با جامہ نشستہ است گفتہ رسول خدا است، پس بیرون آورد ضب را از آستین خود و گفت سوگند بلات و عزیٰ ایمان نمی آرم بہ تو تا ایمان آرد ایں ضب و انداخت ضب را پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس ندا کرد آنحضرت ضب را فرمود یا ضب، پس جواب داد ضب بزبان متین کہ شنیدند قوم ہمہ لبیک و سعدیک فرمود ندا آنحضرت اے ضب کسی آید قیامت را گفت ضب تمام خلق پس فرمود آنحضرت کرا عبادت میکنی گفت خدائے را کہ در آسمان است عرش او و در زمین است سلطنت او و در دریا است راہ او و در جنت است رحمت او و در آتش عتاب او، فرمود آنحضرت من کیستم گفت رسول خدا، رسول رب العالمین، خاتم النبیین قد افلح من صدقک و خاب من کذبک پس اسلام آورد اعرابی الحدیث و اشعار نیز نقل کردہ اند کہ ایں ضب نعت آنحضرت خواند صلی اللہ علیہ وسلم [1]

اسی قبیل سے ہے سوسمار کی حدیث اور اس کا کلام کرنا اور یہ حدیث مشہور ہے اور روایت کی ہے اس کی بیہقی نے متعدد حدیثوں میں اور ذکر کیا ہے اس کا قاضی عیاض نے شفا میں حضرت عمر کی روایت سے کہ رسول اللہ ایک محفل میں اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے دفعۃً بنی سلیم کا ایک اعرابی آیا اس نے سوسمار کا شکار کر کے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا تھا تاکہ اسے گھر میں لیجا کر بھون کر کھائے، اعرابی نے جب یہ جماعت دیکھی تو کہا یہ کون[1] ہیں جو ملبوس بیٹھے ہوئے ہیں کہا کہ رسول خدا ہیں۔ اس نے اپنی آستین سے سوسمار کو نکالا اور کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جبتک سوسمار ایمان نہ لائے اور سوسمار کو رسول اللہ کے سامنے ڈالدیا، پس رسول اللہ نے سوسمار سے خطاب کیا اور فرمایا اے سوسمار، پس سوسمار نے سنجیدگی سے جواب دیا جسے تمام لوگوں نے سنا لبیک و سعدیک اے رسول اللہ نے فرمایا کیا کسی شخص پر قیامت آئیگی تو سوسمار نے کہا سب مخلوق پر، پس رسول اللہ نے فرمایا کس کی عبادت کرتے ہو کہا اس پروردگار کی جس کا عرش آسمان میں ہے اور اس کی سلطنت زمین میں ہے، اور دریا میں اس کا راستہ ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور آتش (دوزخ) میں اس کا عذاب ہے رسول اللہ نے فرمایا میں کون ہوں کہا کہ اللہ کے رسول رب العالمین کے اور خاتم النبیین جس نے آپ کی تصدیق کی اس نے فلاح پائی اور جس نے آپکی تکذیب کی وہ نقصان میں رہا پس اعرابی اسلام لایا الی آخر الحدیث وہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جو اسی سوسمار نے رسول اللہ کی نعت میں پڑھے۔

---

[1] سوسمار کے لئے دکنی زبان میں گھوڑ پھوڑ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ [1] یہ کون ہیں جو لباس (وقار) میں ملبوس بیٹھے ہوئے ہیں۔ [1] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۹۲

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ سوسمار نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کلام کیا ہے اور آپ کی نعت میں اشعار بھی پڑھے، کتے کے اذان دینے پر مولف ہدیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ کس زبان میں تھی اور اس کو کون سمجھتا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کیا معترض مذکورہ روایت سے متعلق بھی یہ استفسار کرے گا کہ سوسمار نے کس زبان میں شعر پڑھے، اشعار کی بحر کیا تھی، قافیہ درست تھا کہ نہیں، یہ اشعار کسی شاعر کے جواب میں کہے گئے تھے یا سوسمار نے اپنے لئے کوئی نئی زمین نکالی تھی، یہ اشعار سوسمار کے طبع زاد تھے یا کہ دوسروں کے اشعار ازبر کر لئے تھے؟ معترض کو خبر ہی نہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ شجر و حجر نے بھی رسول اللہ سے خطاب کیا ہے۔ چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

از علی رضی اللہ عنہ آمدہ کہ فرمود بودم من با پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکہ پس بیرون آمدیم در بعضے نواحی آن پس پیش ما آمد کوہ و نہ درخت مگر آن کہ می گوید السلام علیک یا رسول اللہ رواہ الترمذی [1]

علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ مکہ میں تھا، پس ہم باہر آئے مکہ کے بعض نواحی میں پس کوئی پہاڑ اور کوئی درخت سامنے نہیں آیا مگر یہ کہ وہ کہتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ، روایت کی ہے اس کی ترمذی نے۔

اس کی تائید کلام اللہ سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان من شیٍٔ الا یسبح بحمدہ (بنی اسرائیل ع ۵) | اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔

جس طرح سوسمار کا اللہ کی تعریف کرنا، شجر و حجر کا رسول اللہ سے خطاب کرنا ممکن ہے اسی طرح کتے کا اللہ کی عبادت کے لئے اذان دینا بھی ممکن ہے۔

(ب) حجۃ المنصفین کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام کے دائرہ میں جو کتا تھا وہ سگ اصحاب کہف کیا تھا ہوگا، اس لئے یہ مناسب ہوتا ہے کہ سگ اصحاب کہف سے متعلق بھی کچھ عرض کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (الکھف ع ۳) | اور ان کا کتا اپنے دونوں ہاتھ دہانۂ غار کے بیچ پھیلائے ہوئے تھا۔

صاحب معالم التنزیل نے اس کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

قال کعب احبار قال خالد بن سعد ان لیس فی الجنۃ شیٔ من الدواب سوے کلب اصحاب الکھف، وحمار بلعام [2]

کہا کعب احبار نے کہ خالد بن سعد نے کہا کہ جنت میں کوئی چار پایہ نہ ہوگا سوائے اصحاب کہف کے کتے اور بلعم کے گدھے کے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کو جنت میں جگہ ملے گی، پس معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کی صحبت سے اس سے کلبیت دور ہو چکی تھی۔

فخر رازی نے بھی مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

قال کعب مروا بکلب فنبح علیھم فطردوہ | کعب نے کہا کہ وہ لوگ ایک کتے کے پاس سے گزرے، وہ ان پر بھونکا

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صـ ۱۹۳ ۔ [2] معالم التنزیل (طبع بمبئی) المجلد الثانی صـ ۲۵۸

ففعلوا مرارا فقال لهم الكلب ما تريدون مني لا تخشوا جانبي انا احب احباء الله فناموا حتى احرسكم[1]

ان لوگوں نے اس کتے کو نکالدیا ایسا ہی کئی مرتبہ کیا پس کتے نے ان سے کہا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، مت ڈرو میری طرف سے میں اللہ کے دوستوں سے محبت رکھتا ہوں، پس سو جاؤ کہ میں تمہاری حفاظت کروں،

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کتے نے کلام کیا ہے، کیا مولف ہدیہ کو یہاں بھی اعتراض ہوگا کہ کتے کی گفتگو کس زبان میں تھی، کیا بقول اس کے صرف "غنغناہٹ" تھی؟

(ج) مولف ہدیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

"احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے فرشتہ اس مکان میں نہیں ہوتے ہیں اور جو شخص کتا رکھتا تھا حضرت رسالت پناہ اس کے گھر میں تشریف فرما نہ ہوتے تھے"[2]

مولف ہدیہ نے اس مضمون کی کوئی حدیث پیش نہیں کی، ہم اس مضمون کی ایک حدیث نقل کر دیتے ہیں تاکہ مسئلہ صاف ہو جائے۔

عن ميمونة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اصبح يوما واجما وقال ان جبرئيل كان وعدني ان يلقاني الليلة فلم يلقني امرا والله ما اخلفني وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط فامر به فاخرج ثم اخذ بيده ماء فنفح مكانه فلما امسى لقيه فقال وعدتني ان تلقاني البارحة قال اجل ولكنا لا ندخل بيتا فيه كلب او صورة فاصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ فامر بقتل الكلاب حتى انه يامر بكلب الحائط الصغير ويترك كلب الحائط الكبير رواه مسلم[3]

میمونہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم ایک روز صبح کے وقت خاموش اور اندوہگین تھے اور فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج رات مجھ سے ملاقات کرینگے، پس مجھ سے نہیں ملے، خدا کی قسم نہ میرے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی، آنحضرت کے دل میں کتے کے بچے کا خیال آیا جو خیمہ کے نیچے تھا آپ نے اس کو نکالدینے کا حکم دیا اور وہ نکالدیا گیا آنحضرت نے ہاتھ میں پانی لیا، اور اس جگہ چھڑکا جہاں کتے کا بچہ تھا، جب شام ہوئی تو جبرئیل نے آپ سے ملاقات کی، رسول اللہ نے فرمایا کہ تحقیق تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ رات کو مجھ سے ملوگے، جبرئیل نے کہا ہاں لیکن ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا مورت ہو، اس دن صبح کو رسول اللہ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ آپ چھوٹے باغ کے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیتے تھے، اور بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیتے تھے، روایت کی ہے اس کی مسلم نے۔

عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کے الفاظ "تحت فسطاط" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

زير خيمه كه بود آنحضرت را فسطاط در اصل نام خيمه ايست كه در سفر باشد و مراد اينجا پرده ايست كه در خانه مي باشد چنانكه مجله و مانند آن كذا قيل و در بعضي روايات آمده كه در خانه آنحضرت بود زير سرير از خاطر شريف

کتے کا بچہ آنحضرت کے خیمہ کے نیچے تھا، فسطاط اصل میں نام ہے اس خیمہ کا جو سفر میں ساتھ ہوتا ہے اور یہاں وہ پردہ مراد ہے جو گھر میں ہوتا ہے جیسے مجلہ اور اس کے مانند اسی طرح کہا گیا ہے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کتے کا بچہ آنحضرت صلعم کے گھر میں تخت کے نیچے تھا اور

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع استنبول) الجزء الخامس ص ۶۹۷ [2] ہدیہ معہودیہ (طبع اول ص ۱۹۴) [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۹۰۔

وے رفتہ بود[1] | آپ کو اس کا خیال نہیں رہا۔

ابو داؤد کی روایت سے ظاہر ہے کہ کتے کا بچہ، امام حسنؓ کا تھا یا امام حسینؓ کا، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

واذا الکلب بحسن او حسین کان تحت۔ نضد لهم فامر به فاخرج[2] | اور کتا حسن کا تھا یا حسین کا، وہ ان کے تخت کے نیچے تھا آپ نے اس کو نکال دینے کا حکم دیا اور وہ نکال دیا گیا۔

ترمذی کی روایت میں یہ آیا ہے۔

کان فی البیت کلب[3] | گھر میں ایک کتا تھا۔

احمد بن حنبل کی روایت سے ظاہر ہے کہ حسن بن علی کتے کے بچے سے کھیلتے تھے، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ففتحت البیت فلم اجد فیه شیئا غیر جرو کلب کان یلعب به الحسن[4] | پس میں نے گھر کھولا، پس نہیں پائی میں نے اس میں کوئی چیز سوائے کتے کے بچے کے، جس کے ساتھ حسن کھیلتے تھے۔

مذکورہ احادیث سے جبرئیل علیہ السلام کے نہ آنے کا سبب ظاہر ہے کہ کتے کا بچہ رسول اللہ صلعم کے گھر میں تھا خواہ پردہ کے نیچے ہونا ثابت ہو خواہ تخت کے نیچے۔

کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جس گھر میں امام علیہ السلام رہتے تھے، اس گھر میں کتا بھی رہتا تھا۔ انصاف نامہ کی روایت کا ترجمہ جو معترض نے درج کیا ہے اس سے بھی ثابت نہیں ہوتا، معترض کی عبارت یہ ہے۔

"جہاں اترتے تھے کتا بھی اترتا تھا"[5]

اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جس بیت یا جس گھر میں آپ رہتے تھے کتا بھی اسی گھر میں رہتا تھا؟۔

خود صاحب انصاف نامہ نے باب نوزدہم میں یہ روایت کی ہے۔

در دائرہ میراں سگے بود مار دیدہ و دویدہ الی آخرہ | میراںؒ کے دائرہ میں ایک کتا تھا، ایک سانپ کو دیکھا اور اس طرف دوڑا۔

انصاف نامہ کے باب یازدہم میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است مشہور کہ در دائرہ حضرت میراں سگے بود۔ | مشہور نقل ہے کہ حضرت میراںؒ کے دائرہ میں ایک کتا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ کتا دائرہ میں رہتا تھا گھر میں نہیں۔ دائرہ پر بیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ دائرہ کی صورت ایک محلہ کی سی ہوتی تھی جس میں حجروں اور جھونپڑیوں کی عارضی طور پر تعمیر کی جاتی تھی کیوں کہ امامؑ نے زیادہ سے زیادہ کہیں اقامت فرمائی ہے تو ایک سال چھ ماہ

حاصل یہ کہ کتے کا امامؑ کے بیت یعنی گھر میں رہنا ثابت نہیں۔ کتا دائرہ میں رہتا تھا جس کی حیثیت عارضی محلہ کی سی تھی۔ ایسی صورت میں معترض کا یہ کہنا کہ "جس گھر میں کتا ہوتا تھا رسول اللہ صلعم تشریف نہیں لیجاتے تھے" بے محل اور بے سود ہے۔

اس سے قطع نظر حضرت عائشہؓ کے باب میں یہ مروی ہے۔

کانت عائشة تلعب بالبنات[6] | عائشہ گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھیں

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۹۰۔ [2] سنن ابو داؤد (طبع نولکشور ۱۳۰۵ھ) جلد ثانی ص ۲۱۷۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۹۲۔
[4] مسند احمد ابن حنبل (طبع مصر) الجزء الاول ص ۸۵۔ [5] بدیہ مہدویہ ص ۱۹۵۔

بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1] | رسول اللہ صلعم کے گھر میں۔

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے یہ روایت کی ہے۔

قالت کنت العب بالبنات عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لی صواحب یلعبن معی الی آخرہ[2] | کہا کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی نبی صلعم کے پاس اور میرے لئے سہیلیاں تھیں، جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔

اس سے قبل جو حدیث پیش کی گئی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جس بیت (گھر) میں صورت (مورت) ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ حضرت عائشہ سے متعلق روایت میں مذکور ہے کہ آپ، بیت النبی (نبی علیہ السلام کے گھر) میں بنات یعنی گڑیاں کھیلتی تھیں۔ اس کے باوجود یہ روایت مورد اعتراض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ صورت (مورت) کا اطلاق اس زمانہ کی گڑیوں پر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان میں شباہت انسانی کے جزئیات نہیں ہوتے تھے جیسا کہ محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

مرآں لعبت ہا را صورت ہائے مشخص نبود چنانچہ تصاویر را | ان گڑیوں کی مشخص صورتیں نہیں تھیں جیسا کہ تصاویر کی۔

اسی طرح صاحب تحفہ نے بھی بیان کیا ہے۔

لفظ بنات را چرا بہ صورت حمل باید کرد و بر انچہ در ایں وقت معروف و مروج است قیاس باید نمود[3] | لفظ بنات (گڑیوں) کو کس لئے صورت (مورت) پر محمول کرنا چاہیئے اور جو اس زمانہ میں معروف و مروج ہے اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔

جب لفظ "صورت" یعنے مورت کا اطلاق بنات یعنی گڑیوں پر نہیں ہو سکتا تو بیت کا اطلاق دائرہ پر کس طرح ہو سکیگا؟ جس کی حیثیت ایک محلہ کی سی تھی۔

حاصل یہ کہ کتے کا امام علیہ السلام کے دائرہ میں رہنا ثابت ہے آپ کے گھر میں نہیں۔

اب ان حدیثوں سے بحث کی جاتی ہے جس کو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کیا ہے۔

(۱) من اتخذ کلبا الا کلب ماشیۃ او صید او زرع انتقص من اجرہ کل یوم قیراط۔ | جس نے کوئی کتا پالا بجز اس کتے کے جو گلہ یا شکار کے یا زراعت کے لئے ہو اس کے ثواب میں سے ہر روز بقدر ایک قیراط کم ہوتا رہیگا۔

یہ حدیث بھی معترض کے مفید مطلب نہیں ہے یہاں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو کتے کو پال رکھیں اگر کتا خود کسی کے پیچھے ہو جائے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں ہے۔ حجۃ المنصفین کی روایت ہم نے اس سے قبل درج کی ہے جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

روایت کردہ است دنبال امام مہدی سگے اختیار کردہ بود الی آخرہ | مروی ہے کہ ایک کتا امام کے پیچھے ہو گیا تھا۔

"دنبال..... اختیار کردہ بود" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ کتا قصداً پالا نہیں گیا تھا بلکہ کتے نے طلب خیر کے لئے حضرت کے پیچھے پیچھے رہنا اختیار کر لیا تھا، یہ فعل سگ تھا، فعل انسانی نہ تھا۔

اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ "من اتخذ" کا اطلاق امام علیہ السلام پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صاحب مرقاۃ نے "من اتخذ کلبا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "ای اقتناہ وحفظہ" اور "من اقتنی کلبا" کی توضیح اس طرح کی ہے۔

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع لکھنو) ص ۱۳۳ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۸۷ [3] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع لکھنو) ص ۱۳۳ [4] مرقاۃ (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۳۲۵

ای حفظ وحبس وامسك [1] | یعنے محفوظ رکھا اور باندھ رکھا اور روک رکھا۔

دوسری حدیث میں یرتبطون کلبا (باندھتے ہیں کتوں کو) کے الفاظ آئے ہیں۔

حاصل یہ کہ کتا از خود امام علیہ السلام کے پیچھے پیچھے ہوگیا تھا اس لئے آپ پر نہ تو "من اتخذ کلباً" کا اطلاق ہوسکتا ہے اور نہ یرتبطون کلبا" کا۔

(ب) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بقتل الکلاب الا کلب صید او غنم او ماشیة۔ | تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کے لئے حکم دیا سوائے شکاری کتے کے یا اس کتے کے جو بکریوں یا مویشی کی حفاظت کرے

معترض کا اس حدیث کو پیش کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ دوسری حدیث جو اس سے قبل درج کی جاچکی ہے اس سے ثابت ہے، کہ رسول اللہ صلعم نے اُن کتوں کو مارنے کا حکم نہیں دیا جو حائط کبیر (بڑا باغ) کی حفاظت کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فامر بقتل الکلب حتی انه یامر بکلب الحائط الصغیر ویترك کلب الحائط الکبیر۔ | پس آپ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یہانتک کہ آپ چھوٹے باغ کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے اور بڑے باغ کے کتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں محدثین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس بناء پر بڑے بستان کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کہ وہاں حفاظت کی زیادہ احتیاج تھی۔

دائرہ کی حیثیت بھی تو ایک بڑے بستان (الحائط الکبیر) کی سی تھی، حائط اور دائرہ معناً ملتے جلتے ہیں ضرورت کے تحت کتے کا رکھنا نزول ملائکہ کو مانع نہیں ہے۔ صاحب اشعۃ اللمعات نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ونیگذاشت سگ بوستان بزرگ را کہ در وے زیادت احتیاج است بہ محافظت و پاسبانی، در اینجا ظاہر می شود کہ سگے کہ احتیاج است بہ نگہداشتن وے مانع نیست از دخول ملائکہ [2] | اور چھوڑ دیتے تھے آپ بڑے باغ کے کتے کو کہ وہاں محافظت اور پاسبانی کی زیادہ ضرورت ہے، اس سے ظاہر ہے کہ جس کتے کے پال رکھنے کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کے دخول کو مانع نہیں ہے۔

غرض کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کے بیت یعنی گھر میں کتا رہتا تھا، بر سبیل تنزل یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کتا از خود دائرہ میں نہیں آگیا تھا بلکہ دائرہ کی حفاظت کے لئے اس کو پالا گیا تھا تو بھی حدیث مذکورہ کی روشنی میں قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔

صاحب مدارج النبوۃ نے اس امر کی صراحت کردی ہے کہ گھر کی حفاظت کے لئے کتے کا رکھنا جائز ہے۔

مدارج النبوۃ کی عبارت یہ ہے۔

نگاہ داشتن سگ برائے شکار و حراست خانہ و کشت و باغ جائز است [3] | پال رکھنا کتے کا شکار گھر کی حفاظت اور کشت و باغ کیلئے جائز ہے۔

اشعۃ اللمعات میں یہ لکھا ہے

نگاہ داشتن کلب برائے پاسبانی و حفظ مواشی مباح است [4] | کتے کا پاسبانی کیلئے اور مویشیوں کی حفاظت کیلئے رکھنا مباح ہے۔

اب مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔

---

[1] مرقاۃ (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۳۳۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۴۲۶ [3] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۹۱۴ء) جلد دوم ص ۵۰۰
[4] اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۳۷۲۔

" نہ کشت زار رکھتے تھے اور نہ شکار کھیلتے تھے اور نہ گلہ گوسفند وغیرہ کا پالا تھا کہ حاجت کتے کی ہوتی اور عذر درست ہوتا پس بغیر ان تین عذر کے کتا رکھنا خالی گناہ سے نہ تھا الیٰ آخرہ"[1]

معترض کے اعتراض سے ظاہر ہے کہ معترض محدثین کے مذہب سے قطعی بے خبر ہے احادیث سے ثابت ہے کہ بڑے باغ اور گھروں کی حفاظت کے لئے کتا پالنا ملائکہ کے نزول کو مانع نہیں تو دائرہ میں کسی کتے کا آجانا کس طرح نزول ملائکہ کو مانع ہوگا خصوصاً جب کہ دائرہ کی حیثیت ایک محلہ کی سی ہوتی ہے۔

(د) معترض نے یہ بھی لکھا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی نے بھی کتا نہیں پالا ہے۔

معترض کا یہ بیان بھی واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ ملا عبدالرحمٰن جامی کی روایت سے ظاہر ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے پاس کتا تھا اور اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس بھی کتا تھا۔

ملا عبدالرحمٰن جامی نے شیخ نجم الدین کبریٰ کے احوال میں یہ روایت پیش کی ہے۔

روزی تحقیق و تقریر اصحاب کہف می رفت شیخ سعدالدین حموی را رحمہ اللہ تعالیٰ کہ یکی از مریدان شیخ بود بخاطر گزشت کہ آیا در ایں امت کسے باشد کہ صحبت وے در سگ اثر کند بنور فراست بدانست بر خاست و بدر خانقاہ رفت و بایستاد و ناگاہ سگے آنجا رسیدہ بایستاد و دنبال جنبانید شیخ را نظر بروے فتاد و در حال بخشش یافت و متحیر و بیخود شدہ روی از شہر بگردانید و بگورستان رفت و سر بر زمین مالید تا آوردہ اند کہ ہر کجا کہ می آمد و می رفت قریب پنجاہ و شصت سگ گرد اگرد او حلقہ میکردند و دست پیش دست نہادند و آواز نہ کردند و ہیچ نخوردے و بحرمت بایستادند عاقبت بداں نزدیکی بمرد فرمود تا وے را دفن کردند و بر سر قبر وے عمارت ساختند[2]

ایک دن اصحاب کہف کے باب میں تحقیق اور تقریر ہو رہی تھی، شیخ سعدالدین حموی جو شیخ کے مریدوں میں تھے ان کے دل میں یہ بات گزری کہ آیا اس امت میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صحبت کتے میں اثر کرے شیخ نجم الدین کبریٰ نے نور فراست سے جان لیا اٹھے اور خانقاہ کے دروازہ تک گئے یکایک ایک کتا وہاں پہنچا اور کھڑا ہو گیا اور دم ہلاتا تھا، شیخ کی نظر اس پر پڑی، اسی وقت اس نے بخشش پائی، متغیر اور بیخود ہو گیا شہر سے منہ پھیر لیا اور قبرستان چلا گیا اور سر زمین پر رگڑتا تھا یہاں تک کہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جاتا تھا اور آتا تھا پچاس ساٹھ کتے اس کے اطراف حلقہ کر لیتے تھے اور ہاتھ سامنے ہاتھ کے رکھتے تھے اور آواز نہیں کرتے تھے اور کچھ نہیں کھاتے تھے اور احترام کیلئے کھڑے ہو جاتے آخر انہی ایام میں کتا مر گیا شیخ کے حکم سے اس کو دفن کیا اور اس کی قبر پر عمارت بنائی۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی نظر فیض اثر نے کتے کو اس طرح مستفیض کر دیا تھا کہ دوسرے کتے بھی اس کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے اور شیخ نے اس کو دفن کرنے اور اس کے مدفن پر مقبرہ بنانے کے لئے جو حکم دیا تھا اس کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ لوگ اور خصوصیت سے ان کے مریدین جن میں شیخ سعدالدین حموی بھی شامل ہیں اس کی زیارت سے مشرف ہوں۔

یہ بھی واضح رہے کہ ملا عبدالرحمٰن جامی جیسے عالم اور عارف نے مذکورہ روایت سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا نے اس واقعہ سے متعلق ایک شعر بھی اس عبارت کے ساتھ درج کیا ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صفحہ ۱۹۴۔ [2] نفحات الانس (طبع نولکشور) ۱۹۱۵ء صفحہ ۳۷۶۔

چنانچہ قول مولوی روم در ایں باب شاہد حال است۔

شعر۔ یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زا بنائے جنس ۔
سگ چو شد منظور نجم الدین سگان را سرور است [1]

چنانچہ مولوی روم کا قول اس باب میں شاہد حال ہے۔
ایک نظر مجھ پر ڈالئے کہ ابنائے جنس سے مستغنی ہو جاؤں۔
کتا جب نجم الدین کبریٰ کا منظور ہوا تو کتوں کا سردار ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی اپنی خانقاہ کی حفاظت کے لئے ایک کتا رکھا تھا' محمد صادق شہابی نے مناقب غوثیہ کی ستائیسویں منقبت میں یہ بیان کیا ہے کہ جب شیخ احمد شیر پر سوار ہو کر آئے تو خانقاہ جیلانی کے کتے نے اس شیر کو پھاڑ کر تکہ تکہ کر دیا تھا' اس منقبت کے آخر میں یہ عبارت ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ را معلوم شد پس انگاہ در عقب فرستادن مادہ گاؤ سگے کہ ہمیشہ بر در خانقاہ عالیجاہ افتادہ بود بموجب حسب الامر عالی روان شد بہ مجرد دیدن مادہ گاؤ شیخ شیر خود را برا دو اشت و مادہ گاؤ استادہ ماند سگ آنحضرت از عقب گاؤ زغن کردہ شیر را گرفت و پارہ پارہ کرد [2]

اس وقت حضرت غوث الاعظم کو معلوم ہوا' پس اس وقت گائے بھیجنے کے بعد ہی وہ کتا جو خانقاہ عالی پر ہمیشہ پڑا رہتا تھا آپ کے حسب الامر روانہ ہوا۔ گائے کو دیکھتے ہی شیخ احمد نے اپنے شیر کو اس پر چھوڑا' گائے کھڑی رہ گئی۔ آنحضرت کا کتا گائے کے پیچھے سے پھاند کر شیر کو پکڑ لیا اور اس کو تکہ تکہ کر دیا۔

اس عبارت کے بعد یہ شعر لکھا ہے۔

سگ درگاہ میراں شو چو خواہی قرب یزدانی | کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ پر کتا رہتا تھا' آپ کے فرمانے پر اس کا جانا اور شیر پر حملہ کر دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کتا حضرت شیخ سے مانوس ہو گیا تھا۔

غرض مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ بیان سراسر غلط ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی نے کتا نہیں پالا!

کسی روایت سے امام علیہ السلام کا کتا پالنا ثابت نہیں ہے جو عین حدیث رسول اللہ کے مطابق ہے کتا دائرہ میں رہتا تھا آپ کے گھر میں نہیں' دائرہ کی حیثیت ایک محل کی سی تھی۔ کتا اگر از خود دائرہ میں رہ جائے تو اس کو بد خلقی قرار دینا عین بد خلقی اور منتہائے نافہمی ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ ہوں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اگر بیت یعنی گھر میں کتا پال لیں تو احادیث رسول اللہ کے خلاف اس کو جواز کی صورت نہیں دی جا سکتی!

(۸) اس سے قطع نظر معترض نے اپنے اعتراض کے آخر میں ایک روایت کا ناتمام ترجمہ درج کیا ہے۔

" میاں سید محمود ثانی مہدی کے پاس ایک کتا تھا لالہ نام۔ ایک روز بی بی ملکان نے اس کو اینٹ کا ٹکڑا مارا میاں نے کہا اگر وہ کتا ہو اس کو مارو لیکن وہ کتا نہیں' بی بی نے کہا کہ میرا بچی یہ بھائی کالو کی بجائے ہے کہا ہاں اس کا بھائی ہے [3]

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ روایت کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہے اس لئے اس حصہ کو ذیل میں مع ترجمہ پیش کئے دیتے ہیں۔

روزے پیش صحن خانہ بی بی ملکان رض لالہ آمد بی بی برا و خشت پارہ زدند الی آخرہ۔

ایک دن بی بی ملکان رض کے گھر کے صحن کے سامنے لالہ نامی کتا آیا' بی بی نے اس کو اینٹ کے ٹکڑے سے مارا۔

---

[1] خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۲۵۹ [2] مناقب غوثیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری فن تصوف فارسی قلمی نمبر ۴۲۸) ص ۷۵ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) ص ۱۹۶

مولف ہدیہ نے روایت کا ابتدائی حصہ جس میں ایک دن بی بی ملکان کے گھر کے صحن کے سامنے لالہ نامی کتے کا آنا مذکور ہے حذف کر دیا کیونکہ اس سے ثابت ہو جاتا کہ مہدویوں کے ہاں کتے سے کس طرح احتراز کیا جاتا ہے کتے کا صحن کے سامنے آنا گوارا نہ کیا گیا تو بھلا اس کو گھر میں کس طرح رکھا جا سکتا تھا؟

مندرجہ بالا روایت سے حسب ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

امر اول یہ کہ کتے کا ایک دن صحن کے سامنے آنا بیان کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کتا گھر میں نہیں رہتا تھا بلکہ گھر کے باہر یعنے دائرہ میں رہتا تھا جس کی حیثیت ایک محلہ کی سی تھی۔

امر دوم یہ کہ معترض کی لائی ہوئی روایت کے الفاظ "لیکن وہ کتا نہیں ہے" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ کتا نہیں تھا بلکہ جن تھا۔

امر سوم یہ کہ بی بی ملکان کا یہ فرمانا کہ یہ تو بھائی کالو کی طرح ہوا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کالو نامی کتا جو امام علیہ السلام کے دائرہ میں تھا وہ بھی جن تھا۔

امر چہارم یہ کہ امام علیہ السلام کے دائرہ میں جو کتا رہتا تھا اس کا جن ہونا متعارف تھا چنانچہ بی بی ملکانؓ نے اس کا ذکر کیا اور میراں سید محمودؓ نے یہ کہکر اس کی توثیق فرمائی کہ یہ کتا اس کا بھائی ہے۔

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جن کتے کی صورت بھی اختیار کرتے ہیں۔

عن ابی ثعلبة الخشنی یرفعه الجن ثلثة اصناف صنف لهم اجنحة یطیرون فی الهواء وصنف حیات وکلاب وصنف یحلون ویظعنون رواه فی شرح السنة [1]

ابی ثعلبۃ الخشنی سے مروی ہے، انہوں نے اس کا رفع رسول اللہ صلعم کی طرف کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جن کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جن کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ ہوا میں اڑتے ہیں اور ایک دوسری قسم ہے جو سانپ ہیں اور کتے ہیں اور ایک قسم ہے جو اترتے ہیں اور چلے جاتے ہیں روایت کی ہے اس کی شرح السنۃ میں۔

صاحب مرقاۃ نے "حیات وکلاب" (رواہ فی شرح السنۃ) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ای باسنادہ وکذا رواہ الطبرانی باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد والبیهقی فی الاسماء [2]

یعنے محی السنۃ نے روایت کی اپنی سند سے اور اسی طرح طبرانی نے اس کی بہ سند حسن روایت کی ہے اور حاکم نے بھی اور حاکم نے کہا ہے کہ صحیح الاسناد ہے اور روایت کی ہے بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں۔

جن کا کتے کی صورت اختیار کرنا یوں بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کتے کی صورت نجس نہیں ہے بلکہ کتے کی ذات نجس ہے۔

جن وانس کو تو اللہ تعالیٰ نے عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات) | نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر عبادت کرنے کیلئے۔

ایسی صورت میں جن جو کتے کی صورت میں ہو اگر عبادت میں مشغول ہو جائے کس طرح قرآن وحدیث کے خلاف متصور ہوگا؟

(۱۸) **فریضۂ حج اور استطاعت** ۔ مولف ہدیہ نے اپنی بدخلقی، سجدہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صـ۴۷۹ ۔ [2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر) الجزء الرابع صـ۳۵۵ ۔

"شیخ جونپور حج بیت اللہ سے لوگوں کو باوجود فرضیت اور استطاعت کے منع کرتے تھے' اور اس کے بعد معترض نے یہ روایت پیش کی ہے۔

"منقول ہے کہ زن پارسائے بکر حضرت میراںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہا کہ میں نے حج ادا کرنے کی نیت کی ہے' اگر رضا ہو تو حج کو جاؤں گی' حضرت نے فرمایا کہ جاؤ اور یاد اللہ میں رہو' چند روز کے بعد اس عورت نے پھر آکر کہا کہ میرا بخی بندی کے لئے زاد راہ موجود ہے' راستہ میں امن ہے اور تندرستی بھی ہے' اگر رضا ہو تو حج کو جاؤں' فرمایا کہ جاؤ اور میاں دلاورؒ کے حجرہ کا تین مرتبہ طواف کرو' اس نے اسی طرح کیا' تیسرے مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا اور اس میں مستغرق ہوگئی' حضرت میراںؒ نے اسکو لکھ بھیجی' اس سے وہ ہوشیار ہوگئی"

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حج کی اجازت کے لئے جو عورت آئی تھی وہ دوشیزہ تھی' اس روایت میں صرف دوشیزہ کا آنا مذکور ہے' یہ تو مذکور نہیں ہے کہ کوئی اور بھی اس کے ساتھ تھا۔ حدیث میں تو آیا ہے کہ عورت تنہا سفر نہ کرے۔

(ا) لا تسافرن امرأة الا ومعها محرم[1] | چاہیئے کہ کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔

ظاہر ہے کہ محرم وہ ہے جس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو۔

(ب) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسافر امراة مسیرة یوم ولیلة الا ومعها ذو محرم[2] | ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی عورت سفر نہ کرے ایک دن یا ایک رات کا، مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

در بعضے روایات مسیرة سه روزه واقع شده وگفته اند بر هر تقدیر مراد تحدید نیست بلکه مطلق سفر است طویل یا قصیر[3] | بعض روایات میں تین دن کے سفر کا ذکر آیا ہے' محدثین نے کہا ہے کہ ہر صورت میں دنوں کی تحدید نہیں ہے بلکہ مطلق سفر مراد ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

اس لحاظ سے امام علیہ سلام کا اس دوشیزہ کو جو تنہا آئی تھی سفر حج کی اجازت نہ دینا حدیث کے عین مطابق تھا۔

اس سے قطع نظر خود معترض کی پیش کردہ نقل سے حج کی ممانعت کہاں ثابت ہوتی ہے۔

امر اول یہ کہ زن پارسا نے آکر کہا کہ میں نے حج کی نیت کی ہے' اس کے جواب میں کہا گیا کہ اللہ کی یاد میں رہو' یہ تو نہیں کہا گیا کہ حج مت کرو۔

امر دوم یہ کہ زن پارسا نے چند روز کے بعد آکر عرض کی کہ میرا بخی بندی کے ہاں زاد راہ موجود ہے اور راستہ میں امن ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود زن پارسا نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ وجوب حج کے شرائط مکمل نہ تھے اس لئے دوبارہ آکر اس نے زاد راہ مہیا ہونے اور راستہ کے پُر امن ہونے کا ذکر کیا۔

روایت میں اس امر کی بھی صراحت نہیں ہے کہ اس دوشیزہ کے ساتھ کوئی محرم بھی تھا۔

اب رہا امام علیہ السلام کا فرمانا کہ میاں دلاور کے حجرہ کا تین مرتبہ طواف کرلو تو اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے مرشد کی خدمت

---

[1] و [2] و [3] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صـ ۳۰۴۔

کرو اور ان سے فیض حاصل کرو۔

ایسا طریق بیان عربی اور فارسی میں متعارف ہے، ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(ا) صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

بعد از آن ابوبکر آمد، ہر چہ داشت تمام بر آورد بہ وے نیز فرمود، برائے عیال چہ ذخیرہ کردہ گفت ذخرت اللہ و رسولہ [1]

اس کے بعد ابوبکر آئے، جو کچھ ان کے یہاں تھا سب لے آئے ان سے بھی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیال کے لئے کیا ذخیرہ کر رکھے ہو، کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کا ذخیرہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلعم کے سوال میں لفظ ذخیرہ تھا، اسی مناسبت سے جواب دیا گیا ہے اور مراد اس سے توکل کامل ہے۔ اس روایت کی بنا پر یہ تو اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور رسول اللہ صلعم بھی (چونکہ اس جواب سے آپ نے تعرض نہیں فرمایا) اللہ اور اس کے رسول کو قابل ذخیرہ سمجھتے تھے۔

(ب) صاحب مختصر المعانی نے یہ شعر نقل کیا ہے۔

(۱) قالوا اقترح شیئا نجد لک طبخہ
قلت اطبخوا لی جبۃ و قمیصا [2]

کہا طلب کر کوئی چیز، ہم تیرے لئے اچھے کھانے پکا دیں
پس میں نے کہا کہ پکا دو میرے لئے جبہ اور قمیص

اس سے ظاہر ہے کہ طبخ (پکانا) قمیص اور جبہ سے متعلق کیا گیا ہے، مقصود اس سے قمیص اور جبہ سینا ہے قمیص اور جبہ پکانا نہیں۔

(۲) لب سوال سزاوار بخیہ بیشتر است
سوال کے ہونٹوں کو دوہرا ٹانکے لگانا زیادہ سزاوار ہے

عجب بہ خرقہ خود بخیہ می زند درویش [3]
تعجب ہے کہ درویش اپنی گدڑی کو ٹانکے لگاتا ہے۔

اس شعر میں بخیہ کو لب سوال سے متعلق کیا گیا ہے اور مراد اس سے خاموشی اور منع سوال ہے۔

اسی طرح زیر بحث روایت میں سائل کے سوال میں لفظ حج تھا، امام علیہ السلام نے جواب میں حج کی مناسبت سے لفظ طواف استعمال فرمایا اور مقصود اس سے شاہ دلاور کی خدمت میں رہنا ہے۔

حاصل یہ کہ لفظ حج کی مناسبت سے لفظ طواف استعمال کیا گیا اور لفظ طواف کی مناسبت سے لفظ "سہ" لایا گیا یہاں مطلق طواف (یعنے خدمت مرشد) مراد ہے عدد کی تحدید نہیں جیسا کہ عورت کے تنہا سفر کرنے کے باب میں متعدد روایتیں ہیں۔ بعض میں دو دن کا سفر بعض میں ایک رات ایک دن اور بعض میں تین دن کا ذکر کیا گیا ہے لیکن محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے تحدید مراد نہیں ہے بلکہ مطلق سفر مراد ہے۔

طواف کرنے کے معنے اگر زبان پارسا نے حقیقی لئے اور طواف کیا تو اس کا یہ ذاتی عمل ہے۔ فارسی زبان میں "خاک رہ شدن" کا محاورہ بھی استعمال ہوا ہے کیا اس کے معنی حقیقت میں خاک ہو جانے کے لئے جا سکتے ہیں؟

اس سے قطع نظر صاحب منتہی الارب نے لفظ حج کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قصد طواف بیت اللہ با شرائط معلومہ | طواف بیت اللہ کا قصد کرنا شرائط معلومہ کے ساتھ

---

[1] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور) جلد دوم ص ۳۴۵ [2] مختصر المعانی (طبع کانپور) ص ۲۲۸ [3] حدائق البلاغۃ (طبع بمبئی ۱۳۰۳ھ) ص ۳۴۔

اگر شرائط معلومہ نہ ہوں اور بیت اللہ کا طواف کیا جائے تو اس پر بھی حج کا اطلاق نہ ہوگا، اگر ہزار دفعہ بھی کسی کے حجرہ کا بالغرض طواف کیا جائے تو اس کو حج کس طرح کہیں گے؟

واضح ہو کہ طواف کے لفظی معنی کسی چیز کے گرد گھومنے کے ہیں اور اصطلاحی معنے دو[۲] ہیں ایک خانہ کعبہ کے گرد گھومنا اور دوسرے کسی مقدس شخص کی قبر کے گرد گھومنا چنانچہ صاحب فرہنگ نظام نے لکھا ہے۔

(۱) گرد چیزے گشتن (کسی چیز کے اطراف گھومنا)

(۲) گرد خانہ کعبہ یا قبر مقدسے گشتن[۱] (خانہ کعبہ یا کسی مقدس شخص کی قبر کے اطراف گھومنا۔

اسی طرح صاحب بہار عجم نے بھی لفظ طواف کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

طواف بالفتح گرد چیزے گشتن چنانچہ گرد مزارات ومقابر اولیا می گردند[۲]

طواف بالفتح کسی چیز کے اطراف گھومنا جیسے اکابر کے مزاروں اور مقبروں کے گرد گھومتے ہیں۔

فارسی زبان میں اگر لفظ طواف کعبہ اور مزار کے ساتھ نہ آئے تو وہاں طواف کے معنے اسی لفظ کی مناسبت سے ہونگے جو لفظ طواف کے ساتھ آتا ہے مثلاً نظامی نے مثنوی شیریں خسرو میں خسرو کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

(ا) تن تنہا ز نزدیک غلامان
سوے آں مرغزار آمد خراماں

(تن تنہا غلاموں کے پاس سے
سبزہ زار کی طرف خراماں خراماں آیا)

طوافے زد دراں پیروزہ گلشن
میان گلشن آبے دیدہ روشن[۳]

(اس نے فیروزہ رنگ گلشن میں طواف کیا
اور گلشن کے بیچ میں ایک شفاف چشمہ دیکھا)

(ب) مرزا محمد سعید خلف حکیم محمد باقر قمی کہتا ہے۔

عندلیباں چوں طواف گلشن آں کو کنند
دست گلچیں ترا چوں دستۂ گل بو کنند۔

(عندلیب جب اس گلی کے گلشن کا طواف کرتے ہیں تو
تیرے گلچین کے ہاتھ کو گلدستہ کی طرح سونگھتے ہیں)

اس شعر سے ظاہر ہے کہ یہاں طواف گلشن سے محض گلشن کے اطراف گھومنا نہیں ہے بلکہ گلشن کی سیر مراد ہے۔

(ج) طالب آملی کہتا ہے ع آتش کدہ بہ طواف لحد ما[۴]

اس کا یہ مفہوم تو نہیں ہو سکتا کہ آتش کدہ آکر شاعر کی قبر کے اطراف گھومتا ہے جیسا کہ حاجی کعبۃ اللہ کے گرد گھومتے ہیں التزام شرائط کے ساتھ کعبۃ اللہ کے طواف کو طواف کہیں گے۔ تمام شرائط کی اگر تکمیل نہ ہو تو وہ طواف نہیں ہے ایسی صورت میں حجرہ کے طواف کو بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو مولف ہدیہ مہدویہ کا اس کو مہدویوں کے لئے طواف بیت اللہ قرار دینا کیا شدید قسم کا مکابرہ اور تحکم نہیں ہے؟

اس سے قطع نظر تذکرۃ الصالحین میں بندگی میاں شاہ دلاورؒ کی روایتیں موجود ہیں لیکن زن پارسا یا دوشیزہ کی روایت موجود نہیں ہے۔ ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

---

[۱] فرہنگ نظام جلد سوم صفحہ ۲۶۴۶ [۲] بہار عجم (طبع نولکشور لکھنو) جلد دوم صفحہ ۲۱۱ [۳] مثنوی شیریں خسرو (طبع نولکشور ۱۲۹۲ھ صفحہ ۳۲ [۴] کلیات طالب آملی (قلمی نمبر ۶۱۶ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حصہ غزلیات صفحہ

نقل است کہ برادرے پیش میرانجی رخصت حج خواست فرمودند کہ سہ طواف حجرۂ میاں دلاور بکنید تا مقصود حاصل خواہد شد (باب ہفتم)

منقول ہے کہ ایک بھائی نے میرانجی کی جناب میں حج کی اجازت چاہی فرمایا کہ میاں دلاور کے حجرہ کے تین طواف کرو تمہارا مقصد حاصل ہو جائیگا۔

اس روایت میں "زن بارسا" کی جگہ "برادر" کا لفظ آیا ہے۔ اس امر کی صراحت بھی نہیں ہے کہ سائل کے ساتھ زادراہ وغیرہ بھی تھا، امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میاں دلاورؒ کے حجرہ کا طواف کرو یعنے میاں دلاور کی خدمت کرو اور ان سے فیض حاصل کرو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل کے لئے شرائط وجوب حج مکمل نہیں تھے۔

اس روایت میں طواف کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ سائل نے میاں دلاور کے حجرہ کا طواف بھی کیا، اس سے معلوم ہوا کہ سائل نے بھی امام علیہ السلام کے ارشاد کے وہی معنی سمجھے تھے جو سیاق الفاظ سے ظاہر تھے۔

مقصود حاصل خواہد شد (مقصود حاصل ہو جائے گا) کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ شاہ دلاورؒ کی خدمت میں رہنے کی برکت سے خداوند تعالیٰ حج کا سامان فراہم کر دے گا اور یہ حج سے مشرف ہوں گے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کوئی مہدوی آج تک اپنے مرشد کی زندگی میں مرشد کے حجرہ کا طواف نہیں کرتا اور نہ قبر کا طواف کرتا ہے حالانکہ یہ امر صوفیہ کے ہاں متعارف ہے، اس کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر (المتوفی ۴۴۰ھ) کے فضل و کمال میں کون کلام کر سکتا ہے، آپ کی یہ عادت تھی کہ کوئی مرید حج کا خیال کرتا تو آپ اس کو حکم دیتے کہ پیر ابوالفضل کے مزار کا سات مرتبہ طواف کرے جیسا کہ ملا عبدالرحمان جامی نے نفحات الانس میں شیخ ابوالفضل بن حسن السرخسی کے حالات میں لکھا ہے۔

بعد از آں ہر مرید را کہ اندیشۂ حج بودے شیخ وے را بسر خاک پیر ابوالفضل فرستادے و گفتے آں خاک را زیارت کن و ہفت بار گرد آں خاک طواف کن تا مقصود حاصل شود۔[1]

اس کے بعد جس مرید کو حج کا خیال ہوتا شیخ ابوسعید اسے اپنے پیر ابوالفضل کے مزار پر بھیجتے اور کہتے کہ اس مزار کی زیارت کر اور سات بار اس کا طواف کر تا کہ مقصود حاصل ہو۔

البتہ مہدویوں کے یہاں زیارت قبر ممنوع ہے اس پر عمل ہوتا ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۱۶ میں بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے بندگی ملک برخوردار کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اگر بندہ محبت کردہ پوست خود بپوشاند انچہ بندہ درمیان عصر و مغرب میگوید نہ کنید خدائے من قادر است پوست بندہ بہ بندہ بپوشاند و شما را عذاب کند۔

اگر بندہ محبت سے اپنی کھال بھی تمہیں پہنا دے اگر تم اس پر عمل نہ کرو جو بندہ عصر اور مغرب کے درمیان بیان کرتا ہے تو میرا خدا اس پر قادر ہے کہ میری کھال مجھ کو پہنا دے اور تمہیں عذاب دے۔

نفلیات میاں عبدالرشید (قلمی) میں یہی روایت کسی قدر اختلاف کے ساتھ آئی ہے۔

نقل است اگر کسے از حضرت میراں بطریق تبرک جامہ یا کفش طلبیدے فرمودندے اگر پوست من بپوشید نجات نیابید تا کہ عمل نہ کنید انچہ بندہ می گوید، باز فرمودند کہ روز قیامت از

منقول ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت میرانؒ سے جامہ یا جوتا بطریق تبرک مانگتا تو فرماتے اگر میری کھال (بھی) پہن لو تو نجات نہ پاؤ گے جبتک کہ عمل نہ کرو گے اس پر جو بندہ کہتا ہے، پھر فرمایا کہ قیامت کے دن

---

[1] نفحات الانس (مطبوعہ) ص ۲۶۴۔

نسب نخواہد پرسید کہ ایں پسر کیست از عمل با اخلاص خواہد پرسید (باب ہفتم)

خدائے تعالیٰ نسب نہ پوچھے گا کہ یہ کس کا بیٹا ہے، عمل با اخلاص کے باب میں پوچھے گا۔

مندرجۂ بالا روایتوں میں جب عمل کی اس قدر تاکید کی گئی ہے تو یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ امام علیہ السلام نے شاہ دلاورؒ کے حجرہ کے طواف کو زن پارسا کے لئے بدل حج قرار دیا ہوگا۔

اس لحاظ سے بھی طواف کے وہی معنی لینے پڑیں گے جو ہم نے بیان کئے ہیں یعنے خدمت کرنا اور فیض حاصل کرنا، یہ معنی قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون او لولو منثور[1]

ایک ہزار خادم میرا طواف کریں گے گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔

کیا اس حدیث کی بنا پر یہ استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلعم کی ذات کعبۃ اللہ ہے اور آپ کے خدمتگار جو آپ کے اطراف چکر لگا رہے ہیں وہ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہیں!

مذکورہ حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

گرد من گردند و خدمت می کنند مرا

میرے اطراف گھومتے ہیں اور میری خدمت کرتے ہیں۔

خود کلام اللہ میں طوافون علیکم[2] (طواف کرتے ہیں تمہارا) کے الفاظ آئے ہیں اس سے بھی صرف خدمت کرنا مراد ہے۔

تفسیر بیضاوی میں یطوف علیہم کے ذیل میں للخدمۃ[3] (خدمت کے لئے) لکھا ہے۔ اسی طرح شاہ دلاورؒ کے حجرہ کا طواف کرنے سے بھی آپ کی خدمت کرنا مراد ہے۔

حاصل یہ کہ زیر بحث روایت میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے حج کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا زن پارسا یا دوشیزہ کو جو تنہا آئی تھی سفر حج کی اجازت نہ دینا با تباع رسول اللہ صلعم تھا یہ تو عین خلق ہے! ایک بد خلق ہی اس کو بد خلقی قرار دے سکتا ہے!

اس سے قطع نظر ترمذی نے عمرو بن شعیب سے یہ روایت کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سبح اللہ مأتہ مرۃ بالغداۃ ومأتہ بالعشی کان کمن حج مأتہ حجۃ[4]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے سو مرتبہ صبح کو اللہ کی پاکی بیان کی اور سو مرتبہ رات کو تو وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے سو حج کئے ہیں۔

اس روایت کا یہ مطلب تو نہیں لیا جا سکتا کہ رسول اللہ صلعم نے صرف سبحان اللہ کہہ دینے کو حج کا بدل قرار دیا ہے اس سے تو صرف اللہ کی پاکی بیان کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

بالفرض اگر کسی روایت میں اس امر کی تصریح ہوتی کہ امام علیہ السلام نے شاہ دلاورؒ کے حجرہ کے طواف کو بدل حج قرار دیا ہے تو

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۷ [2] سورہ النور ع ۴ [3] تفسیر بیضاوی (طبع مصر) الجزء الخامس ص ۱۱۳ [4] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۳۲۔

بھی اس سے شاہ دلاورؒ کی خدمت میں رہنے کی فضیلت ثابت ہوتی حج کی منقصت نہیں ۔

(۱۹) جن اور عذاب زمہریر

یہ روایت امام علیہ السلام سے نہیں شاہ دلاورؒ سے مروی ہے اس لئے اس کی بحث حصہ سوم میں ان روایتوں کے ذیل میں کی جائے گی جو شاہ دلاورؒ سے مروی ہیں ۔

(۲۰) (ا) علم قدیم (ب) سکندر کا واقعہ

یہ بھی امام علیہ السلام سے مروی نہیں ہے بلکہ شاہ نظامؒ سے مروی ہے اس کی بحث بھی حصہ سوم میں شاہ نظام کی روایتوں کے ذیل میں آئے گی ۔

(۲۱) فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت مستمرہ نہیں ہے

مولف ہدیہ مہدویہ نے مہدویوں کے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنے کو بھی بدخلقی قرار دیا ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے "وقت دعا کے ہاتھ اٹھانا خصوصاً بعد فرض نمازوں کے سنت مستمرہ ہے کہ آنحضرتؐ کے وقت سے آجتک تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں اس قوم میں مطلقاً ممنوع و موقوف ہے الی آخرہ"[1]

اس سے قبل اثبات فرائض کے ذیل میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ جب مسلمانوں کو کوئی حکم بصیغہ امر دیتا ہے تو وہ حکم وجوب سے خالی نہیں ہوتا ۔ آیۂ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لایحب المعتدین (پکارو اپنے رب کو تضرع سے اور پوشیدہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو عزیز نہیں رکھتا) (الاعراف ع ۷) کے مطابق دعا میں تضرع (زاری و عاجزی) اور پوشیدگی کا ہونا واجب ہے، اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے حد قرار دی ہے، اگر کسی نے تضرع نہیں کی تو وہ حد سے گزر گیا یا یہ کہ کسی نے دعا پوشیدہ طور پر نہیں کی تو وہ بھی حد سے گزر گیا ہے. دعا کی ان حدود کی تکمیل سجدہ ہی میں ہو سکتی ہے اس لئے کہ سجدہ کرنا ہی اظہار تضرع ہے اور جو دعا سجدہ میں ہوگی ظاہر ہے کہ وہ پوشیدہ ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے سجدہ ہی میں دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی ہے ۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعا فیہ[2]	حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ سجدہ ہی کی حالت میں اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس سجدہ ہی میں بہت دعا کیا کرو ۔

نہ صرف آپ نے سجدہ میں دعا مانگنے کا حکم دیا بلکہ خود بھی سجدہ میں دعا کی ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے ۔

قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من الفراش فالتمستہ فوقعت یدی علی بطن قدمیہ وھو فی السجدۃ وھما منصوبتان وھو یقول اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی	حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ کو بستر پر نہیں پایا پس میں نے آپ کو ڈھونڈا، میرے ہاتھ آپ کے تلوؤں پر پڑے اور آپ سجدہ میں تھے اور دونوں قدم آپ کے کھڑے تھے اور آپ یہ کہہ رہے تھے یا اللہ میں تیری رضامندی کے ذریعہ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے امن و عافیت کے ذریعہ تیرے عذاب سے اور تیرے طفیل میں خود تجھ سے پناہ مانگتا ہوں

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ) ص ۲۱۴ [2] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد اول ص ۳۹۵ ۔

ثناء علیک رواہ مسلم[1] | اور میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا۔

آیۂ ادعوا ربکم میں دعا کی جو دو شرطیں ہیں ارشاد نبوی سے ان کی تکمیل ہو جاتی ہے یعنے سجدے میں دعا کرنے سے ایک طرف اظہار تضرع ہے تو دوسری طرف پوشیدگی بھی ہے، اسی لئے مہدوی سجدہ میں دعا کرتے ہیں۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ایک طرف اخفائے دعا کے عوض اظہار دعا کرتا ہے جو نص قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے اور دوسری طرف حدیث صحیح کے متعارض ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے سجدہ میں دعا کرنے کے لئے بصیغۂ امر حکم دیا ہے اور یہ بھی وجوب پر دلالت کرے گا خصوصاً جب کہ نص قرآنی معناً اس کی موید ہے بندہ سجدہ میں خدا کے قریب ہو جاتا ہے ہاتھ پھیلانے سے قریب نہیں ہو سکتا۔

اس سے قطع نظر صاحب مدارک نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

عن الحسن بین دعوۃ السر والعلانیۃ اسبعون ضعفا[2] | حسن سے مروی ہے کہ پوشیدہ دعا اور علانیہ دعا کے درمیان ستر ضعف ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا علانیہ دعا کرنا ہے اور اس میں ستر درجہ ضعف ہے۔

کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہو، ایسی صورت میں اس فعل کو "سنت مستمرہ" کس طرح کہا جائے گا۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے اپنے نام نہاد دعوے کی تائید میں جو حدیثیں مع ترجمہ پیش کی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم (ابو داؤد) | سوال کرو اللہ سے باطن ہتھیلیوں سے اور نہ سوال کرو پشت ہتھیلیوں سے پس جب فارغ ہو پھیر لیو ہتھیلیوں کو اپنے چہروں پر۔

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر سوال کرنا مذکور ہے یہ تو نہیں کہا گیا کہ فرض نماز کے بعد سوال کرو۔

(۲) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یردھما حتیٰ یمسح بھا وجھہ (ترمذی) | تھی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے دعا میں نہ اتارتے تھے ان کو یہاں تک کہ پھیر لیتے تھے ان کو اپنے چہرہ شریف پر۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا آپ کی عادت میں داخل نہیں تھا البتہ آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کبھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو ضرور چہرے پر پھیرتے اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد بھی آپ نے کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو۔

(۳) حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ آداب دعا ہے بسط الیدین یعنے کھولنا دونوں ہاتھ کا روایت کیا اس کو ترمذی اور حاکم نے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے۔

اس میں بھی آداب دعا بیان کئے گئے لیکن فرض نماز کی تخصیص نہیں ہے۔

(۴) قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کونسی دعا مستجاب تر

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور جلد اول ص ۳۹۵) [2] تفسیر مدارک (طبع مصر)

ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات (ترمذی)	ہے فرمایا درمیان پچھلی رات کے اور پیچھے فرض نمازوں کے۔

یہ روایت قبول دعا سے متعلق ہے، دوسرے یہ کہ فرض نماز کے بعد کی تخصیص نہیں ہے، پچھلی رات کے درمیان دعا کی جائے تو بھی مستحب تر ہے اس حدیث میں "دبر الصلوات المکتوبات" کے الفاظ آئے ہیں، دبر دو معنی ہیں آخر اور پیچھے۔ فرض نماز کے آخر کی دعا وہ ہے جو درود اور سلام کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ اگر پیچھے کے معنے لیں بھی تو حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے قبول دعا کا دوسرا موقع بھی بیان فرمایا ہے۔ یعنے پچھلی رات کے درمیان یعنے یہ لازم نہیں کہ فرض نماز کے بعد ہی دعا کرنی چاہیئے رات کے درمیان بھی دعا کر سکتے ہیں اور وہ قبول ہو سکتی ہے۔

اس سے قطع نظر یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

(۵) صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو مع ان کی والدہ کے بامر الٰہی مکہ میں بیت اللہ کے پاس رکھ کر چلے بعد چند قدم کے جب ان کی نظر سے غائب ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی الی آخرہ۔

اس میں بھی اس کی صراحت نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے۔

عجب نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی روایتیں ان روایات سے پہلے کی ہوں جن میں سجدہ میں دعا کرنے کے لئے حکم دیا ہے اور یہی روایتیں نص قرآنی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ کے مطابق ہیں۔

(۶) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ فی شئی من دعائہ الا فی الاستسقا حتی یری بیاض ابطیہ (مسلم)[1]	پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ نہیں اٹھاتے تھے ہاتھ اپنے کسی دعا میں مگر استسقا میں یہاں تک کہ نظر پڑتی تھی سفیدی بغلوں ان کے کی۔

یہ روایت پیش کر کے مولف ہدیہ مہدویہ نے کہا ہے کہ شاید مہدویوں کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ یہ روایت کس طرح ہمارا ماخذ ہو سکتی ہے جب کہ ہمارے استدلال کی بنیاد کلام اللہ اور وہ احادیث صحیحہ ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف سجدہ میں دعا کرنے کے لئے حکم دیا ہے بلکہ خود آپ نے بھی سجدہ میں دعا کی ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو "سنت مستمرہ" قرار دے دیا لیکن استمرار سنت کے اثبات میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کی۔

مذکورہ روایتوں کے بعد اس نے صحیح بخاری کی ایک حدیث تقطیع و بریدکر کے پیش کی تاکہ عام لوگوں کو یہ دھوکا ہو کہ حدیث صحیح میں بھی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مذکور ہے۔ ہدیہ مہدویہ کی عبارت من وعن ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"صحیح بخاری کی کتاب الصلح میں ضمن میں حدیث طویل کے مذکور ہے کہ ایک روز حضرت بنی عمرو میں کچھ نزاع تھا اس کے مصالحہ واسطے تشریف لے گئے تھے۔ جب وہاں سے مراجعت کی دیکھا کہ ابوبکر صدیق امامت نماز پر کھڑے ہیں حضرت صفوف پھاڑ کر ان کے پیچھے صف اول میں کھڑے ہو گئے جب ابوبکر صدیق کو

---

[1] طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵۔

معلوم ہوا پیچھے ہٹنے لگے، حضرت نے اشارہ کیا بدستور امامت پر کھڑے رہو" فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القھقری" پس اٹھائے ابوبکر نے دونوں ہاتھ اپنے پس حمد خدا کی بجالائے پھر پچھلے پاؤں پھرے اور بعد فراغت نماز کے حضرت نے پوچھا میں نے اشارہ کیا تم کیوں کھڑے نہ رہتے کہا کہ نہیں لائق ہے ابو قحافہ کے بیٹے کو کہ امامت کرے روبرو رسول اللہ کے[1]"

اس روایت کے پیش کرنے میں مولف ہدیہ مہدویہ نے بڑی بد دیانتی کی ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کے پیچھے ہٹ جانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اس نے اس کا ذکر نہیں کیا اور روایت کو اس انداز سے پیش کیا کہ عام لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بعد کو پیچھے ہٹ گئے۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا فریب ظاہر کرنے کے لئے صحیح بخاری کی پوری حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ثنا سعید بن ابی مریم ثنا ابوغسان ثنی ابوحازم عن سھل بن سعد ان اناسا من بنی عمرو بن عوف کان بینھم شئی فخرج الیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اناس من اصحابہ یصلح بینھم فحضرت الصلوٰۃ فجاء المؤذن الی ابی بکر فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس وقد حضرت الصلوٰۃ فھل لک ان تؤم الناس فقال نعم ان شئت فاقام الصلوٰۃ فتقدم ابوبکر ثم جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشی فی الصفوف حتی قام فی الصف الاول فاخذ الناس فی التصفیح حتی کثروا وکان ابوبکر لا یکاد یلتفت فی الصلوٰۃ فالتفت فاذا ھو بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وراءہ فاشار الیہ بیدہ فامرہ ان یصلی کما ھو فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ

سعید بن ابی مریم نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ابوغسان نے روایت کی کہ ابو حازم نے سہیل بن سعد سے روایت کی کہ قبیلہ بنی عمرو کے کچھ لوگوں میں کوئی رنجش تھی، پس نبی علیہ السلام صلح کرانے کے لئے ان کی طرف تشریف لے گئے کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ نماز کا وقت آ گیا اور رسول اللہ صلعم نماز کے لئے نہیں آئے بلالؓ نے نماز کی اذان دی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز کے لئے نہیں آئے تھے، پس بلال نے ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہا کہ رسول اللہ صلعم رک گئے اور نماز کا وقت آ گیا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، کہا ہاں اگر تم چاہتے ہو، بلالؓ نے تکبیر تحریمہ شروع کی ابوبکرؓ آگے بڑھے، پھر رسول اللہ صلعم صفوں میں چلتے ہوئے صف اول میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ کثرت ہو گئی، ابوبکرؓ کی عادت تھی کہ بہت کم التفات کرتے تھے، جب انھوں نے دیکھا تو نبی علیہ السلام آپ کے پیچھے تھے آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جیسے نماز پڑھا رہے ہیں اسی طرح سے نماز پڑھا رہیں۔ ابوبکرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی حمد کی پھر پیچھے

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ باب سوم دلیل ہفدم)

ثم رجع القهقرى وراءه حتى دخل فى الصف فتقدم النبى صلى الله عليه وسلم فصلى بالناس فلما فرغ اقبل على الناس فقال يا ايها الناس اذا نابكم شئ فى صلوتكم اخذتم بالتصفيح انما التصفيح للنساء من نابه شئ فى صلوته فليقل سبحان الله سبحان الله فانه لا يسمعه احد الا التفت يا ابا بكر ما منعك حين اشرت اليك لم تصل فقال ما كان ينبغى لابن ابى قحافه ان يصلى بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم[2]

ہٹ گئے یہاں تک کہ صف میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے متوجہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ تمہاری نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگتے ہو، یہ تو عورتوں کے لئے ہے تم میں سے کسی کو نماز میں کچھ پیش آئے تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا چاہیئے اس لئے کہ جو کوئی اسے سنے گا ملتفت ہو گا۔ اے ابوبکر میں نے جب تمہیں اشارہ کیا تھا تو کیا چیز نے تم کو روکا تم نے نماز نہیں پڑھی[1] آپ نے عرض کی کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ کے حضور میں نماز پڑھاتا۔

اس روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ "حضرت ابوبکرؓ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے رسول اللہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد کی اور پیچھے ہٹ گئے" پھر رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھائی۔

اس روایت سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز ختم ہو جانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی گئی۔ حمیدی کی روایت میں تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ نہیں اٹھائے بلکہ شکر کے طور پر اپنا سر اٹھایا۔ عینی نے عمدۃ القاری (کتاب الاذان) میں اسی حدیث کے ذیل میں جو عبداللہ ابن یوسف سے مروی ہے یہ لکھا ہے۔

فرفع ابوبكر يديه فحمد الله ظاهره انه حمد الله تعالى بلفظه صريحا لكن فى رواية الحميدى عن سفيان فرفع ابوبكر راسه الى السماء شكرا لله ورجع القهقرى وادعى ابن جوزى انه اشار الى الشكر والحمد بيده ولم يتكلم وليس فى رواية الحميدى ما يمنع ان يكون بلفظه ويقوى ذلك ما رواه احمد من رواية عبد العزيز الماجشون عن ابى حازم يا ابا بكر لما رفعت يديك وما منعك ان تثبت حين اشرت اليك

پس ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی حمد کی اس کے ظاہر معنے یہ ہیں کہ انہوں نے صریح الفاظ میں اللہ کی حمد کی۔ حمیدی میں سفیان کی روایت سے یہ آیا ہے کہ ابوبکر نے شکر ادا کرنے کے لئے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور پیچھے ہٹے اور ابن جوزی نے دعوی کیا ہے کہ آپ نے ہاتھ سے شکر اور حمد کی، زبان سے کچھ نہ بولے۔ حمیدی کی روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو الفاظ کے ساتھ ادا شکر و حمد کی مانع ہو اور اس کو تقویت دیتی ہے وہ روایت جو احمد نے عبدالعزیز الماجشون اور ابی حازم سے بیان کی ہے، اے ابوبکر تم نے کیوں ہاتھ اٹھائے جس وقت کہ میں نے تمہیں اشارہ کیا اس وقت

---

[1] نہیں پڑھائی۔ [2] صحیح بخاری (طبع مطبع محمدی میرٹھ ۱۲۹۳ھ) جلد اول صفحہ ۳۷۰۔

قال رفعت یدی لاثنی حمدت اللہ علی ما رایت منک[1]

اپنی جگہ پر برقرار رہنے سے کس چیز نے باز رکھا۔ کہا میں نے آپ سے جو دیکھا اس کے لئے اللہ کی حمد کی۔

بہرحال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ اٹھانا ثابت ہو یا سر اٹھانا متحقق ہو اس کو فرض نماز کے ختم ہو جانے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کے بعد آپ نے صرف اللہ کا شکر ادا کیا اور ابن جوزی نے تو کہا ہے کہ شکر کے کلمات بھی نہیں کہے۔ اس کے بعد خود رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھائی۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے جتنی بھی حدیثیں پیش کی ہیں ان میں سے ایک حدیث میں بھی یہ مذکور نہیں کہ فرض نماز ختم ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے یہ دعوی کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنا "سنت مستمرہ" ہے باطل ہے خصوصاً جب کہ مدعیوں کی جانب سے اس باب میں کوئی حدیث صحیح پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔

صاحب سفر السعادت نے تو یہ بیان کیا ہے۔

درباب مسح الوجہ بالیدین بعد الدعا حدیثے صحیح نشدہ[2]

دعا کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرنے کے باب میں کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی۔

جب دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی نفی کی گئی ہے تو خود ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

مہدویوں کے عمل سے متعلق صاحب اثبات المہدی نے یہ بیان کیا ہے۔

پس چگونہ طعن لازم آید بر قوم مہدی علیہ السلام کہ سورۂ فاتحہ در ہر رکعت می خوانند و دعاء ماثورہ بعد از درود قبل تمام الصلوٰۃ یعنے قبل السلام می خوانند بعد از دو رکعت تحیۃ الوضو در خلوت گذاردہ بہ سجدہ رفتہ مناجات و دعوات کہ با یآت و احادیث ثبوت یافتہ اند بہ طریق راز و نیاز با خالق خود می خواہند پس محض بر نا برداشتن دست بدعا بعد از ہر نمازے بر ایشان چگونہ طعن لازم آید و ایشاں را چگونہ تواں گفت کہ دعا نمی خوانند (ص ۳۸۶)

پس کس طرح طعن لازم آئے گا مہدی علیہ السلام کی قوم پر جو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور دعائے ماثورہ درود کے بعد نماز تمام ہونے سے پہلے یعنے سلام سے قبل پڑھتے ہیں اور اور تحیۃ الوضو کے دو رکعت خلوت میں ادا کرنے کے بعد سجدہ میں جا کر مناجات اور دعائیں آیات اور احادیث سے ثابت ہیں راز و نیاز کے طریق پر خالق کی بارگاہ میں کرتے ہیں پس ہر نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ نہ اٹھانے کی بنا پر ان پر کس طرح طعن لازم آئے گا اور کس طرح ان کو کہہ سکتے ہیں کہ دعا نہیں کرتے۔

صاحب اثبات المہدی نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

مہدی علیہ السلام مر قوم خود را بدعائے مخفی فرمود و دعا در سجدہ بعد ادائے رکعتین تحیۃ الوضو امر نمود (ص ۵۷)

حضرت مہدیؑ نے خاص اپنی قوم کو پوشیدہ طور پر دعا کرنے کے لئے فرمایا اور تحیۃ الوضو کے دو رکعت ادا کرنے کے بعد سجدہ میں دعا کرنے کا حکم دیا۔

حاصل یہ کہ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی یا فرض

---

[1] عمدۃ القاری (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثانی ص ۷۳۹ [2] شرح سفر السعادت ص ۵۶۸۔ [3] یہ رسالہ جواہر التصدیق کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا ہو۔

(۲۲) مہدیؑ کی معراج

مولف ہدیہ نے باب سوم کے تتمہ میں امام علیہ السلام کی معراج کی روایت پر اعتراض کیا ہے خصوصاً اس بناء پر کہ میاں سید سلام اللہؒ بھی آپ کے ہم رکاب رہے ہیں۔

قدمائے مہدیہ کی کتابوں میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے بر سبیل تنزل اس کو مان بھی لیں تو اس سے معراج روحانی کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

صاحب خاتم سلیمانی نے میاں سید سلام اللہ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

نقل است کہ میاں سید سلام اللہ برادر حقیقی بی بی الہدیؒ و پسر عم میراں علیہ السلام از بلدۂ پر نور جونپور در سفر و حضر ہمراہ حضرت امام بود و گاہے از حضرت جدا نشدہ بحدے کہ در معراج نیز در رکاب شریف بود۔ (گلشن چہارم چمن سوم)

نقل ہے کہ میاں سید سلام اللہ بی بی الہدیؒ کے برادر حقیقی اور میراںؑ کے چچا کے فرزند بلدۂ پر نور جونپور سے سفر و حضر میں امام علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور کبھی آنحضرتؑ سے جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ معراج میں بھی رکاب شریف میں تھے۔

میاں سید سلام اللہ کو جسمانی معراج کیسے ہو سکتی تھی نہ تو آپ معصوم تھے اور نہ خلیفۃ اللہ پس معلوم ہوا کہ آپ کی معراج روحانی تھی۔

اب رہی امام علیہ السلام کی معراج، تو جب رسول اللہ صلعم کی معراج مورد اعتراض نہیں تو امام علیہ السلام کی معراج پر کس طرح اعتراض کیا جائے گا؟

معترض نے جس عربی عبارت کو وحی قرار دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی توضیح ہے عربی زبان میں، اس کی تفصیل مقدمہ کے حصہ چہارم میں صاحب بینہ کے مراتب کے ذیل میں، مہدی اور امر اللہ کے تحت دی جائے گی۔

(۲۳) بکریاں چرانے کی سنت

مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل ہفدہم کے آخر میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا۔

اکنت ترعی الغنم قال نعم وھل من نبی الا وقد رعاھا

کیا آپ بھی بکریاں چراتے تھے، فرمایا کہ ہاں آیا کوئی پیغمبر ایسا ہے جس نے بکریاں نہیں چرائیں۔

اس کے ذیل میں معترض نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے تمام انبیاء کا بکریاں چرانا ثابت ہے حالانکہ بلا استثناء تمام انبیاء نے بکریاں نہیں چرائی ہیں۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

روی ان ایوب کان خیاطا وزکریا کان نجارا[1]

مروی ہے کہ ایوب درزی تھے اور زکریا نجار (بڑھئی) تھے۔

کیا ایوب علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام کی نبوت میں شبہ کیا جائے گا کہ آپ نے بکریاں نہیں چرائیں؟

دوسرے یہ کہ مولف ہدیہ کا بکریاں چرانے کو سنت انبیاء کہنا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ سنت کا اطلاق اس فعل پر ہوگا جو بعثت کے بعد نبی سے ثابت ہو جائے اور بکریاں چرانے کا واقعہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کا ہے!

صاحب اشعۃ اللمعات نے اکنت ترعی الغنم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

---

[1] مرقاۃ (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۳۶۹۔

آیا بودی تو کہ می چرانیدی در ابتدائے حال گوسفنداں را[1] | آیا آپ ابتدائے حال میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔

"ابتدائے حال" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا بکریاں چرانا بعثت سے قبل کا ہے۔

دوسری روایت بھی اس کی مؤید ہے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

انا کنت ارعاها لاهل مكة بالقراريط[2] | میں بکریاں چراتا تھا اہل مکہ کے لئے قیراط لے کر

ھل من نبی کے ذیل میں محدث دہلوی نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

گفتہ شدہ است کہ حکمت در رعی غنم تحصیل و تکمیل صفت تواضع است بموانست ضعفا و تصفیہ قلوب است بوجود خلوت و بیابان نشینی[3] | کہا گیا ہے کہ حکمت بکریوں کے چرانے میں صفت تواضع کی تحصیل و تکمیل ہے ضعفا کی موانست سے اور قلوب کا تصفیہ ہے خلوت کے وجود اور بیابان نشینی سے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ بکریاں چرانے میں صفت تواضع کی تحصیل و تکمیل پوشیدہ ہے، یہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بکریاں چرانا بعثت سے قبل کا واقعہ ہے کیونکہ نبی کو بعثت کے بعد کسی صفت کی تحصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوسری روایت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ بکریاں چرانا بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ بیان کیا ہے۔

در روایات آمدہ است کہ پروردگار تعالیٰ وحی کرد بہ موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام میدانی یا موسیٰ کہ بچہ صفت دادم ترا نبوت را گفت موسیٰ پروردگارا تو دانا تری بدان تر و یاد کن آں روز را کہ می چرانیدی غنم را در وادی ایمن پس گرفت تحت شاتی و دویدی تو در دنبال آں و رنج و تعب کشیدی در آں وچوں برسیدی تو بآں شاتی ہیچ نزدی آن را و خشم نگرفتی بر آں بلکہ شفقت کردی و گفتی در تعب انداختی تو اے بیچارہ خود را و مرا وچوں دیدیم ما ایں نرمی و رحمت و شفقت از تو بر آں حیوان رحمت کردیم ما نیز بر تو و نبوت دادیم و برگزیدیم[4] | روایت میں آیا ہے کہ پروردگار نے وحی کی موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا جانتا ہے تو اے موسیٰ کہ کس صفت کی وجہ سے میں نے تجھ کو نبوت دی موسیٰ نے کہا اے پروردگار تو ہی بہتر جانتا ہے فرمایا یاد کر اس دن کو جب تو بکریاں چراتا تھا وادی ایمن میں، پس ایک بکری بھاگی اور تو اس کے پیچھے دوڑا اور رنج و تکلیف اٹھائی اس میں، اور جب تو اس بکری تک پہنچ گیا تو تو نے اس بکری کو نہیں مارا اور نہ اس پر غضب ناک ہوا بلکہ تو نے شفقت کی اور کہا اے بیچاری بکری تو نے خود کو اور مجھ کو تکلیف میں ڈالا اور جب ہم نے تیری یہ نرمی رحم اور شفقت بکری کے بارے میں دیکھی تو ہم نے بھی تجھ پر رحم کیا تجھ کو نبوت دی اور برگزیدہ کیا۔

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا بکریاں چرانا منصب نبوت ملنے سے قبل کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ صلعم سے متعلق بھی یہی ثابت ہے جیسا کہ سفر السعادت میں مروی ہے۔

پیش از نبوت خود را باجارہ داد برائے گوسفند چرانیدن | نبوت سے قبل آپ نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں۔

مولف ہدیہ نے یہ افترا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے بکریاں چرانے کو کفر کہا ہے حالانکہ کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے آپ نے تو صاف فرمایا ہے کہ "مومن را کسب حلال است[6]" یعنی مومن کے لئے کسب حلال ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۴۹۲ [2] کنز العمال جلد ششم ص۱۱۹ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۴۹۳ . [4] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۴۹۳ . [5] شرح سفر السعادت ص۴۴۹ . [6] انصاف نامہ باب پنجم .

حیات مسیح میں مذکور ہے کہ مولف ہدیہ نے شاہ جہاں پور سے آنے کے بعد حیدرآباد دکن میں کرامت علی دہلوی سے حدیث پڑھی ہے لیکن اس نے حدیث کو محدثین کے طریقہ پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بکریاں چرانے کی حدیث پیش کرنے سے آخر اس کا مقصد کیا ہے۔ بکریاں چرانے کو سنت انبیاء تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔ اس کا اتباع ضروری نہیں، یوں بھی بلا استثناء تمام انبیاء نے بکریاں نہیں چرائیں کیونکہ حضرت ایوبؑ نے خیاطی اور حضرت زکریاؑ نے نجاری کی ہے، اس کی تفصیل ابن جوزی نے دی ہے۔

کان آدم حراثا و نوح و ذکریا نجارین و ادریس خیاط و ابراهیم و لوط زراعین و صالح تاجرا و کان داؤد یعمل الخوص بیده و یاکل من ثمنه و کان موسیٰ و شعیب و محمد رعاة[1]

حضرت آدم علیہ السلام کاشتکار تھے اور حضرت نوح اور زکریاؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام کھیت بوتے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام سوداگر تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں اپنے ہاتھ سے بناتے تھے اور اس کی قیمت سے بسر کرتے تھے اور حضرت موسیٰ و شعیب اور ہمارے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں ہیں۔

بزعم معترض اگر بکریاں چرانا سنت ہے تو کاشتکاری، خیاطی اور نجاری سنت کیوں نہیں!

محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلعم کے مذکورۂ صدر ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ نبوت ابنائے دنیا اور ملوک کو عطا نہیں کی گئی بلکہ اہل تواضع کو دی گئی جیسے چرواہے اور اہل حرفہ چنانچہ صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قال الخطابی یرید ان اللہ تعالیٰ لم یضع النبوة فی ابناء الدنیا و ملوکها ولکن فی رعاء الشاء و اهل التواضع من اصحاب الحرف[2]

خطابی نے کہا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابنائے دنیا اور ملوک دنیا کو نبوت نہیں دی بلکہ چرواہوں کو دی اور اہل تواضع کو جو اہل حرفہ سے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت ملوک دنیا کو نہیں دی گئی بلکہ اہل تواضع کو دی گئی لیکن مولف ہدیہ نے اس انداز سے اس حدیث کو پیش کیا ہے کہ گویا بکریاں چرانا شرط نبوت ہے حالانکہ اخلاق حسن ہی شرط نبوت ہیں اور بس۔

اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا بکریاں چرانا بعثت سے قبل کا واقعہ ہے، بعثت کے بعد تو آپ کی یہ کیفیت تھی۔

عن جبیر بن نفیر مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اوحی الیّ ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الیّ ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[3]

جبیر بن نفیر سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھ پر وحی نہیں بھیجی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں لیکن مجھے وحی بھیجی گئی ہے کہ اپنے رب کی حمد کروں اور اس کی پاکی بیان کروں اور ساجدین میں سے ہو جاؤں اور عبادت کروں اپنے رب کی یہاں تک کہ میری موت آجائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ بعثت کے بعد نہ تو رسول اللہ نے اپنے لئے مال جمع کیا اور نہ تجارت کی، بلکہ آپ کی زندگی کا مقصد

---

[1] تلبیس ابلیس مترجم (طبع مطبع فاروقی دہلی) ص ۴۰۵ [2] مرقاۃ (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۳۶۹ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۰۱

تسبیح، تحمید اور تبلیغ دین تھا یہی کیفیت امامؑ کی آپ کے دعوئ موکد سے قبل بھی تھی، اس سے بڑھ کر آپ کی کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟ حیف کہ مولف ہدیہ محض بکریاں چرانے کو عبادت اور تبلیغ دین پر ترجیح دے!

(۲۴) مسجد میں امامؑ کی آخری نماز

جمعہ کے دن آپ کے مرض الموت کا آغاز ہوا تھا اور اسی روز آپ نے نماز جمعہ کے بعد وتر ادا فرمائی، صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است بروقت کہ رحلت حضرت میرانؑ نزدیک آمد در جامع مسجد رفتہ نماز جمعہ گذاردہ فارغ شدہ بعدہ وتر ادا کردند حضرت رسالت پناہ ہم وتر ادا کردہ بود (باب نوزدہم)

منقول ہے کہ جس وقت حضرت میرانؑ کی رحلت نزدیک آگئی تو جامع مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کی، اس سے فارغ ہونے کے بعد وتر ادا کی حضرت رسالت پناہؐ نے بھی وتر ادا کی تھی۔

مذکورہ روایت میں دو امور بیان کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ مسجد جامع میں امام علیہ السلام کی آخری نماز وتر تھی، امر دوم یہ کہ رسول اللہ صلعم کی آخری نماز بھی وتر تھی۔

مولفِ ہدیہ نے امر دوم سے متعلق اس انداز سے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو جو مولف ہدیہ کی طرح احادیث نبوی سے بیگانہ ہیں، اس کی صحت میں شبہ ہو جائے۔

مذکورہ نقل میں لفظ وتر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے غالباً معترض نے اس کو اصطلاحی سمجھا۔

یہ امر متحقق ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سب سے آخری نماز جو پڑھی ہے وہ نماز مغرب ہے، جامع ترمذی[1] اور سنن نسائی[2] کی روایتوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم کی آخری نماز، نماز مغرب تھی چنانچہ سیرۃ النبی میں بھی یہ روایت کیگئی ہے۔

"سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی"[3]

اور حدیث میں نماز مغرب کے لئے وتر النہار کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، حدیث یہ ہے۔

صلوٰۃ المغرب وتر النہار[4] | مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

یہاں بھی لفظ وتر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اس لئے کہ جس طرح وتر کی تین رکعتیں ہیں مغرب کی نماز میں بھی تین رکعتیں ہیں، پس انصاف نامہ کی روایت کتب حدیث کے موافق ہوئی کیونکہ رسول اللہ صلعم نے آخری نماز جو ادا کی ہے وہ وتر النہار تھی۔

جس طرح مذکورہ حدیث میں لفظ وتر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اسی طرح انصاف نامہ کی روایت میں بھی لفظ وتر کا استعمال لغوی حیثیت سے ہوا ہے۔

وتر کی فضیلت بہ اعتبار طاق ہونے کے حدیث سے ثابت ہے، حدیث یہ ہے۔

ان اللہ وتر یحب الوتر[5] | تحقیق کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو عزیز رکھتا ہے۔

اسی بناء پر رسول اللہ صلعم طاق عدد کی رعایت ملحوظ فرماتے تھے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

---

[1] جامع ترمذی (مطبع مجتبائی دہلی) ۱۳۰۸ھ [2] سنن نسائی (طبع کانپور ۱۲۹۹ھ) [3] سیرۃ النبی حصہ دوم (طبع سوم ۱۳۵۲ھ) صفحہ ۱۷۲
[4] کنز العمال (طبع اول) جلد چہارم صفحہ ۸۴ [5] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۹۶۔

رعایت عدد وتر در ہمہ چیز عادت آنحضرت بود[1] | طاق عدد کی رعایت کرنا تمام چیزوں میں رسول اللہ کی عادت تھی۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم نے آخری نماز جو پڑھی ہے وہ وترالنہار تھی اور طاق رکعتوں پر مشتمل، اللہ تعالیٰ یہ بات امام علیہ السلام کے علم میں لاچکا تھا کہ نماز جمعہ سے واپس ہونے کے بعد آپ کے مرض الموت کا آغاز ہوجائے گا اور ہوا بھی ایسا ہی چنانچہ میاں عبدالرحمٰن نے مولود، میں یہ روایت کی ہے۔

ہماں روز حضرت را اثر زحمت پیدا شدہ تپ بیامد (ص ۱۳۲) | اسی روز حضرت پر زحمت کا اثر ظاہر ہوکر بخار آگیا۔

اسی لئے آپنے بھی نماز جمعہ کے بعد وتر یعنے طاق رکعتیں پڑھیں۔

علماء کے پیش نظر وہ حدیثیں تھیں جن میں رسول اللہ صلعم کی آخری نماز کا طاق رکعتوں پر مشتمل ہونا مذکور ہے اس لئے وہ امام علیہ السلام کے مذکورہ مخصوص عمل سے یہ بات پاگئے کہ آپکا وصال آئندہ جمعہ سے قبل ہوجائے گا علماء کے الفاظ یہ ہیں۔

درآں مجمع علماء مولانا گل و مولانا محمود و مولانا عبدالشکور حاضر بودند، میاں خود گفتند ایں ذات مہدی موعود حق است آئندہ آدینہ نخواہد آمد (مولود میاں عبدالرحمٰن ص ۱۳۲) | علماء کے اس مجمع میں مولانا گل، اور مولانا محمود اور مولانا عبدالشکور حاضر تھے، آپس میں کہا یہ ذات مہدی موعود حق ہے آئندہ جمعہ کو نہیں آئیں گے۔

غرض مشابہت نہ تو نماز جمعہ کے بعد پڑھنے میں ہے اور نہ نماز وترالنہار پڑھنے میں بلکہ مشابہت صرف رکعتوں کے طاق ہونے میں ہے۔

حاصل یہ کہ انصاف نامہ کی روایت میں وتر لغوی معنے میں استعمال ہوا ہے۔

(۲۵) توضیح آیت قرآنی

صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۳ میں ایک روایت کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علمائے فراہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ آپ امت میں داخل ہیں، امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں امت میں داخل ہوں جس طرح کہ رسول اللہ صلعم داخل ہیں۔ شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

نقل است کہ روزے در فراہ علماء یا جبیب ذوالجلال ایں سوال کردند کہ شما داخل در امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہستید ..... فرمودند من واین امت داخل ام چنانچہ آنحضرت درایں امت داخل است کما قال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم | منقول ہے کہ ایک روز فراہ کے علماء نے حبیب ذوالجلال سے یہ سوال کیا کہ آپ رسول اللہ ؐ کی امت میں داخل ہیں فرمایا کہ میں اس امت میں داخل ہوں جیسے آنحضرت صلعم اس امت میں داخل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں اس حالت میں کہ تو ان میں ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امت میں داخل ہونے کے الفاظ علمائے مخالف نے پیش کئے ہیں اور امام نے ان کے قول کو بر سبیل تنزل تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا ہے۔

علماء کا یہ مقصد تھا کہ آپ کو داخل امت قرار دے کر عام امتی قرار دیں، امام علیہ السلام نے انہی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور اپنے مقصد کا اثبات فرمایا کہ میں امت میں داخل ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلعم داخل ہیں یعنے رسول اللہ ؐ کو جو نسبت امت سے ہے وہی نسبت مجھکو حاصل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۰۵۔

کیف تھلک امۃ انا فی اولھا والمھدی فی وسطھا والمسیح آخرھا[1]	کس طرح ہلاک ہوگی وہ امت جس کے اول میں میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں۔

اس سے ثابت ہے کہ آپ اور رسول اللہ صلعم اور عیسیٰ علیہ السلام سبب دافع ہلاکت امت ہیں واضح ہو کہ رسول اللہ صلعم کی دو حیثیتیں ہیں کیک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانی فرمایا ہے۔

وبذلک امرت وانا اول المسلمین (الانعام ع ۲۰)	مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیت کے ذیل میں امام فخر رازی نے یہ لکھا ہے۔

فیجب ان یکون المراد کونہ اولا لمسلمی زمانہ[2]	ضروری طور پر یہ مراد لازم آتی ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے مسلمانوں میں سب سے اول ہوں۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے وانا اول المسلمین کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ومن اول مسلمان ایں امتم چہ ہر پیغمبر اول مسلمان است نسبت بہ امت خود[3]	اور میں اس امت کا پہلا مسلمان ہوں اس لئے کہ ہر پیغمبر پہلا مسلمان ہے اپنی امت کی نسبت کے لحاظ سے۔

البتہ آپ کی دوسری حیثیت پیشرو امت کی ہے، صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فرمودہ شدہ ام بہ آنکہ باشم اول گردن نہادگان ازین امت زیرا کہ من پیش روایشانم در دنیا و آخرت (جلد ثانی صہ ۶۱۱)	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس امت میں حق کی اطاعت کرنے والوں میں پہلا رہوں اس لئے کہ میں ان کا پیشوا اور رہنما ہوں، دنیا اور آخرت میں۔

نبی کا اپنی امت میں ہونا تو حدیث کے مطابق ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ امت نبی میں ہے تو وہ نہ صرف مضحکہ خیز ہے بلکہ قرآن وحدیث کے خلاف بھی۔

صاحب معالم التنزیل نے اسی آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

قال قتادہ وانا اول المسلمین من ھذہ الامۃ[4]	قتادہ نے کہا کہ آپ اس امت کے مسلمانوں میں سے پہلے مسلمان ہیں۔

غرض آپ کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ آپ صاحب بینہ ہیں اور منصب نبوت پر فائز ہیں۔

اسی طرح امام علیہ السلام من حیث الاتباع امت میں داخل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب بینہ بھی ہیں اور خلیفۃ اللہ بھی اور منصب ہدیت پر مامور۔

رسول اللہ صلعم کو جو نسبت امت سے حاصل ہے اس کی توضیح کے لئے امام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما	اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا درآنحالیکہ آپ ان

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صہ ۷۵۴ [2] تفسیر فخر رازی الجزء الرابع صہ ۲۵۸ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۶۱۱
[4] معالم التنزیل (طبع بمبئی) الجلد الاول صہ ۲۴۴۔

کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (الانفال ع۴) | میں ہیں اور اللہ ان کو عذاب دے گا درآنحالیکہ وہ استغفار کرتے ہیں۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے باب ہشتم مطلب اول مقدمہ ثانیہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں ھم سے مراد کفار ہیں لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم بھی ان میں داخل ہیں۔

اس سے قبل ہم نے بیان کر دیا ہے کہ داخل ہونے کے الفاظ امام علیہ السلام کے نہیں ہیں، علمائے مخالف کے ہیں۔ امامؑ نے انہی کے الفاظ دہرائے ہیں اور اپنے مقصود کا اثبات کیا ہے یعنے جو نسبت رسول اللہ ص کو امت سے ہے وہی نسبت مجھے بھی حاصل ہے یہ طریق بیان کبھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔

صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

بعد ازاں ابوبکر آمد ہر چہ داشت تمام آورد بوے نیز فرمود برائے عیال چہ ذخیرہ کردہ گفت اذخرت اللہ ورسولہ [1]

اس کے بعد ابوبکر آئے، جو کچھ رکھتے تھے سب لائے ان سے بھی آپ نے فرمایا عیال کے لئے کیا رکھ چھوڑے ہو، کہا ذخیرہ کیا ہے میں نے اللہ اور اس کے رسول کا

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر نے طرف مقابل کے الفاظ کو دہرا کر اپنا مقصد ثابت کیا ہے یعنے انھیں صرف اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے۔

کیا اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک اللہ بھی قابل ذخیرہ ہے؟

اسی طرح امام علیہ السلام نے بھی طرف مقابل کے قول کو دہرایا ہے لیکن اس سے نسبت مراد ہے اور بس۔

معترض کا یہ کہنا کہ آیت زیر بحث میں فیھم سے ظرفیت ثابت ہوتی ہے جزئیت نہیں، اس کے مفید مطلب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے رسول اللہ صلعم کی حیثیت کی تو نفی نہیں ہو سکتی یعنے جو حیثیت امت میں رسول اللہ ص کو حاصل ہے وہی حیثیت امام مہدیؑ کو بھی حاصل ہے۔

اس سے قطع نظر اس آیت میں ھم کو کافرون سے مختص کر دینا بھی صحیح نہیں۔

(ا) صاحب کشاف نے وھم یستغفرون کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وفیھم من یستغفر وھم المسلمون بین اظھرھم ممن تخلف عن رسول اللہ [2] من المستضعفین [2]

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو استغفار کرتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں، انہیں کے سامنے تھے لیکن وہ ضعیف اور کمزور تھے اس لئے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد پر حاضر نہ ہو سکے اور پیچھے رہ گئے۔

(ب) بیضاوی میں اس آیت کے ذیل میں یہ مرقوم ہے

استغفار من بقی فیھم من المومنین [3]

استغفار ان لوگوں کا جو منجملہ مومنین باقی رہ گئے تھے۔

(ج) صاحب معالم التنزیل نے بروایت ابن عباس یہ بیان کیا ہے۔

وھم یستغفرون یعنی المسلمین [4]

اور وہ استغفار کرتے ہیں یعنے مسلمان۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۴۵ [2] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) الجزالاول ص ۵۱۲ [3] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) الجزالاول ص ۳۶۶
[4] معالم التنزیل (طبع بمبئی) المجلد الثانی۔

(د) تفسیر مدارک میں وھم یستغفرون کے ذیل میں یہ مرقوم ہے

وفیھم من یستغفر وھم المسلمون[1] | ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو استغفار کرتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

(ھ) صاحب الدر المنثور نے یہ لکھا ہے کہ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے عطیہ رض سے یہ روایت کی ہے۔

وھم یستغفرون قال یعنی المومنین[2] | اور وہ استغفار کرتے ہیں، کہا کہ اس سے مراد مومنین ہیں۔

ان تمام روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ آیت زیر بحث میں ہم یستغفرون سے مسلمان مراد ہیں کفار نہیں، اس لئے امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وما کان اللہ معذب ھؤلاء الکفار وفیھم مومنون یستغفرون فاللفظ وان کان عاما الا ان المراد بعضھم کما قال قتل اھل المحلۃ رجلا واقدم اھل البلدۃ الفلانیۃ علی الفساد والمراد بعضھم[3] | اور اللہ ان کفار کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ انہی میں مومنین بھی ہیں، جو استغفار کرتے ہیں لفظ اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد بعض ہیں سب نہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اہل محلہ نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فلاں شہر کے باشندوں نے فساد پر اقدام کیا، اس سے مراد بعض اہل شہر ہیں سب کے سب نہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ ہم یستغفرون سے مسلمان اور مومنین مراد ہیں

مندرجۂ بالا روایتیں نہ بھی ہوتیں تو کلام اللہ سے ثابت ہے کہ ہم یستغفرون سے مراد مسلمان ہی ہو سکتے ہیں کفار نہیں، اس لئے کہ کفار استغفار کرتے ہی نہیں اور اگر وہ استغفار کر لیں تو ان پر کفار کا اطلاق نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ متقین کے باب میں یہ فرماتا ہے۔

وبالاسحار ھم یستغفرون (الذاریات ع ۱) | اور سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں۔

یہاں "ھم یستغفرون" متقین کے باب میں آیا ہے، آیت زیر بحث میں یہی الفاظ مشرکین سے متعلق کس طرح ہو جائیں گے؟

مولف ہدیہ نے لکھا ہے کہ ھم سے صرف مشرکین مراد ہیں اور مذکورہ آیت سے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ "وھم یستغفرون" میں "ھم" سے مسلمان اور مومنین مراد ہیں۔ اور رسول اللہ صلعم انہی میں تھے۔

اس لئے مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ انت فیھم سے رسول اللہ صلعم کا کفار میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے صحیح نہیں۔

رسول اللہ صلعم تنہا نہیں تھے، آپ کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت بھی تھی، اس لئے انت فیھم کے یہ معنے ہوں گے کہ اے محمد آپ استغفار کرنے والوں کی جماعت کے ساتھ ان مشرکین میں ہیں۔

اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم کا بر بنائے انا اول المسلمین، مسلمانوں میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے کفار میں نہیں۔

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول ص ۳۲۲۔ [2] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء الثالث ص ۱۸۱ [3] تفسیر فخر رازی (الجزء الرابع ص ۵۴۱)۔

انہی مسلمانوں کی برکت سے ان مشرکین پر عذاب نازل نہیں ہوا جیسا کہ صاحب مواہب علیہ نے لکھا ہے۔

وحال آنکہ ایشاں استغفار می کنند یعنے درمیان ایشاں مستغفر انند از مومنان، پس بہ برکت ایشاں بلائے نمی رسد[1]

درآنحالیکہ وہ استغفار کرتے ہیں یعنے ان میں استغفار کرنے والے مومنین بھی ہیں، پس ان کی برکت سے کافروں پر بلا نازل نہیں ہوتی۔

آیت زیر بحث میں ھم سے مراد امت دعوت بھی ہے اور امت اجابت بھی، جس میں مومنین بھی تھے اور کفار بھی، رسول اللہ صلعم مومنین میں داخل تھے، آپ کی دو حیثیتیں تھیں، ایک اول المسلمین کی اور دوسری خاتم النبیین کی۔

حاصل یہ کہ امامؒ کا ارشاد کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ کے عین مطابق ہے، اس کو مورد اعتراض ٹھہرانا اور اس سے امام علیہ السلام کے خلق اور آپ کی مہدیت کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے، رسول اللہ صلعم کی سیادت امت ثابت کرنے کے لئے امام علیہ السلام کوئی دوسری آیت بھی پیش فرما سکتے تھے لیکن آیت انت فیھم پیش کرنے میں یہ خصوصیت تھی کہ ضمناً علمائے فراہ جو برسر انکار تھے منفعل ہو جائیں کہ ان کا یہ طرز مومنوں کا شیوہ نہیں ہے، کفار کا شیوہ ہے۔ اور یہ واضح کرنا تھا کہ کفار کے شدید مطالبہ کے باوجود بہ طور معجزہ کے عذاب کا فوری نازل نہ ہونا رسول اللہ صلعم کی نبوت کے منافی نہیں ہے اور اس سے آپ کی نبوت کے خلاف حجت نہیں لائی جا سکتی، اس لئے کہ معجزہ کے ظہور پر اثبات نبوت کا انحصار نہیں ہے، اسی طرح اثبات مہدیت کا انحصار بھی معجزہ کے ظہور پر نہیں ہے۔

(۲۶) امامؑ کی بشارت شاہ خوندمیرؓ سے متعلق

امام علیہ السلام نے بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ سے متعلق یہ فرمایا ہے۔

برادرم سید خوندمیر ما و شما یک وجود ہستیم ہر کہ انکار جامہ بند شما کند۔ او منکر ذات بندہ است۔

برادرم سید خوندمیر ہم اور تم یک وجود ہیں جو تمہارے بند جامہ کا انکار کرے وہ بندہ کی ذات کا منکر ہے۔

(دفتر اول رکن سوم باب پنجم)

ایک معاند نے مذکورہ روایت کی بناء پر امام علیہ السلام کے خلق پر اعتراض کیا ہے کہ آپ نے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے بند جامہ کو مہدیت کا درجہ دیا ہے۔

واضح ہو کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ امام علیہ السلام کے مبشر صحابی ہیں، امام علیہ السلام نے آپ کی شہادت سے متعلق تحدی کے ساتھ پیشین گوئی فرمائی ہے۔

امام علیہ السلام کی دی ہوئی خبر سے انکار کرنا خود امام علیہ السلام کی ذات سے انکار کرنے کے برابر ہے مذکورہ عبارت میں بندگی میاںؓ کے بند جامہ کا ذکر ہے اور اس سے بندگی میاںؓ کی ذات اور آپ کا شرف مراد ہے۔

ایسا طریق بیان فارسی میں نہایت متعارف ہے، چنانچہ ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں اصحاب امامؑ

---

[1] مواہب علیہ (طبع نولکشور) ص ۲۲۱

کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

چند از اہل اللہ از دامن ایشاں برخاستہ[1] | چند اہل اللہ ان کے دامن سے اٹھے ہیں۔

یہاں دامن سے صاحبان دامن یعنے اصحاب مہدیؑ کا فیضان مراد ہے۔ اسی طرح امام علیہ السلام کے مذکورۂ بالا ارشاد میں "بند جامہ" سے صاحب جامہ یعنے بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا شرف مراد ہے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

ینزل اللہ تعالیٰ علی کرسیہ فیاط کما یاط الرحل الجدید من تضائقہ[2] | اللہ تعالیٰ اترے گا اپنی کرسی (تخت) پر اور کرسی آواز کریگی جیسا کہ نئی زین آواز کرتی ہے اس کی تنگی کی وجہ۔

اس سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی ہے، کرسی کا نئی زین کی طرح چرچر کرنا نہیں۔

اسی طرح امام علیہ السلام کے فرمان میں "بند جامہ" سے شاہ خوندمیر کے مخصوص لباس کے جز کی فضیلت مراد نہیں ہے، بلکہ خود صاحب لباس یعنے بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی فضیلت بیان کرنا ہے اور یہی طبقۂ صحابہ کا مذہب ہے جیسا کہ بندگی ملک مہری نے فرمایا ہے۔

ہر کہ مخالف شود از فضل آں
گشت مخالف ز امام جہاں

یعنے جو شاہ خوندمیرؓ کی فضیلت کا مخالف ہوا وہ امام جہاں یعنے حضرت مہدی علیہ السلام کا مخالف ٹھیرا۔

مذکورہ شعر کی بنیاد زیر بحث روایت ہی ہے۔

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فتحریر رقبۃ مومنۃ ـــ (النساء ع ۱۳) | پس آزاد کرنا ہے ایمان والی گردن کا۔

یہاں گردن سے "صاحب گردن" یعنے بندۂ مومن مراد ہے۔ اسی طرح امامؑ کے ارشاد میں "بند جامہ" سے صاحب بند جامہ یعنے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی ذات مراد ہے۔

حاصل یہ کہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ سے متعلق امام علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو زبان فارسی سے ناواقف ہو اور قرآن و حدیث کے اسلوب بیان سے نابلد!

---

[1] نجات الرشید (قلمی) ص ۸۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۰۳

باب دوم

امام علیہ السلام کے ارشادات اور اولیاء اللہ

سراج الابصار کی دلیل اخلاق کی نفی کے لئے مولف ہدیہ مہدویہ نے باب چہارم میں امامؑ کے ان ارشادات سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں جو اولیاء اللہ سے متعلق ہیں۔ ذیل میں اصل روایتیں مع ترجمہ درج کر کے معترض کے شبہات کی تردید کی جاتی ہے۔

(۱) امامؑ اور خواجہ گیسو درازؒ کا مزار۔

صاحب شواہد الولایت نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ دریں باب از امام اولی الالباب یاراں پرسیدند کہ در رنگ در گنبد بسیار فرمودند چہ موجب بود گفتند کہ روح سید محمد استقبال کردہ باحتیاج تمام بر سر قبر خود آوردہ سعی بلیغ فرمود کہ گرد نعلین بر سر قبر ما تا نیفتد خجالت دعوی مہدیت کہ از ما صدور یافتہ بود دور نگردد لہذا بریں معنے چند بار تکرار شد تا آرزوے ایشاں قبول نمودیم و سہ کرت بالائے قبر شاں باکفش ہا آمد و رفت کردیم بنا بر خوش حال شدہ رخصت کردند موجب در رنگ ایں بود

منقول ہے کہ اس باب میں اصحاب نے اولی الالباب امامؑ سے پوچھا کہ آپ نے گنبد میں بہت دیر تک توقف فرمایا، آپ نے فرمایا کہ سید محمد (گیسو دراز) کی روح استقبال کر کے بہت حاجت مندی کے ساتھ اپنی قبر پر لا کر بہت کوشش کی کہ نعلین کی گرد جب تک ہماری قبر پر نہ پڑیگی مہدیت کا دعویٰ جو ہم سے ہوا ہے اس کی خجالت دور نہ ہوگی اس لئے چند بار تکرار کی گئی۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کی آرزو قبول کر لی، تین بار جوتیوں کے ساتھ ان کی قبر کے اوپر آمد و رفت کی اس بنا پر خوش ہو کر ہمیں رخصت کیا، دیر کا سبب یہ تھا۔

مولف ہدیہ نے (باب چہارم صـ۲۰۹ پر) روایت کے اس حصہ پر اعتراض کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے خواجہ گیسو درازؒ کے مزار پر قدم رکھا ہے۔

جوتیوں کے ساتھ قبر پر آمد و رفت کرنے پر کتب سیر کا اتفاق نہیں ہے۔ سیرت میں سب سے قدیم ماخذ میاں عبدالرحمن کا مولود ہے، اس میں قبر پر چلنا مذکور نہیں ہے، صرف اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ آپ نعلین پہن کر گنبد میں گئے، مولود کی عبارت یہ ہے

یا نعلین بگنبد میر فتند، خادمان آنجا عرض کردند کہ ایشاں ولی اللہ اند حضرت نعلین واگذارند، فرمودند کہ سخن تو بشنوم یا سخن پیر تو (صـ۵۷)

نعلین کے ساتھ گنبد میں جا رہے تھے، وہاں کے خدام نے عرض کی یہ ولی اللہ ہیں، حضرت نعلین چھوڑ دیں، فرمایا کہ تیری بات سنوں یا تیرے پیر کی۔

جنت الولایت میں بھی یہی مروی ہے

میراں علیہ السلام مع کفشہا رفتہ درگنبد (ص ۲۱)

میراںؒ نعلین سمیت گنبد میں گئے۔

امام علیہ السلام کا یہ عمل مورد اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ قبر تک نعلین کے ساتھ جانا حدیث سے ثابت ہے چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت یہ ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم الحدیث[1]

انسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے منہ پھیر لیتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حاشیہ شریف میں بھی قبر کو پامال کرنا مذکور نہیں، حاشیہ شریف کی روایت یہ ہے۔

ارواح سید محمد گیسو دراز سہ فرسنگ پیش حضرت میراںؒ آمدہ میراںؒ را با کفش درون گنبد بروند و گفتند بالائے قبر شدہ بیائید (ص ۱۶۵)

سید محمد گیسو درازؒ کی روح تین فرسنگ کے فاصلہ سے حضرت میراںؒ کے پاس آکر حضرت کو جوتیاں پہنے ہوئے گنبد میں لے گئی اور کہا قبر کے اوپر سے ہوکر آیئے۔

یہاں یہ مذکور نہیں ہے کہ امامؒ نے قبر کو پامال بھی کیا ہے؟

اختلاف روایت کی صورت میں امر مختلف فیہ کی نسبت امامؒ کی طرف کس طرح متحقق ہوجائے گی؟

ایسی صورت میں کسی قسم کا اعتراض اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔

غرض سیر کے تمام ماخذوں سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ امام علیہ السلام نے جوتیاں پہن کر قبر پر آمد و رفت کی ہے۔ روایت سے ثابت ہے کہ حضرت گیسو دراز کی روح استقبال کے لئے آئی اور اپنی قبر کے پاس لے گئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ روح اس وقت قبر کے باہر تھی قبر کے اندر نہ تھی، ایسی صورت میں جوتیاں پہن کر قبر پر چلنا بالفرض ثابت بھی ہوجائے تو وہ کس طرح مورد اعتراض ہوگا؟ اس لئے کہ جب روح قبر کے باہر آجائے تو قبر کی اہمیت بالکل بیجان ہوکر رہ جائے گی۔

اس روایت کا ماحصل حضرت گیسو دراز کی استدعا کو قبول کرنا ہے، ازراہ استخفاف آپ کی قبر کو پامال کرنا نہیں۔ اب رہی وہ حدیثیں جو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) فرای رجلا یمشی بین المقابر بنعلیہ فقال یا صاحب السبتین القھما۔

پس دیکھا آپ نے ایک شخص کو کہ جوتیاں پہنے ہوئے مقابر مسلمین میں پھرتا تھا، فرمایا کہ اے جوتیوں والے پھینک ان جوتیوں کو

یہ حدیث جیسا کہ معترض نے بیان کیا ہے ابن ماجہ کی ہے، اس سے قبل ہم نے شیخین کی متفق علیہ حدیث پیش کردی ہے کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اپنے ساتھیوں کی کفش کی آواز سنتا ہے، اس سے جوتیاں پہن کر قبر تک جانا ثابت ہے، اس لئے شیخین کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ابن ماجہ کی روایت کی ہوئی حدیث سے حجت نہیں کی جاسکتی اس لئے معترض کا ابن ماجہ کی حدیث پیش کرنا اس کے مفید مطلب نہیں ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۱۵۔

(ب) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان امشی علی جمرۃ او سیف او خصف نعلی برجلی احب الیّ من امشی علی قبر مسلم وما ابالی اوسط القبر قضیت حاجتی او وسط السوق

فرمایا رسول اللہ صلعم نے آگ پر چلنا یا تلوار پر چلنا یا نعلین کو پاؤں سے سی لینا میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں، میرے نزدیک قبر کے درمیان قضائے حاجت کرنا اور بازار کے درمیان قضائے حاجت کرنا ایک ہے۔

اس حدیث میں اس امر کی ممانعت کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کی قبر پر چل کر قبروں کے درمیان قضائے حاجت بشری نہ کی جائے، یہاں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے قبور کے درمیان قضائے حاجت کرنے سے ایسی ہی شرم آنی چاہیے جیسے کسی کو بازار کے درمیان قضائے حاجت کرنے سے شرم آسکتی ہے۔

یہاں بہ طور تحقیر کے قبروں پر چلنے کی ممانعت کی جارہی ہے، اس حدیث کو زیر بحث روایت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کی زیارت کے لئے جائے اور صاحب قبر کی روح برکت کے لئے اس سے قبر پر قدم رکھنے کی خواہش کرے اور وہ قبر پر قدم رکھے تو اس حدیث کی خلاف ورزی نہیں ہے کیونکہ زیر بحث روایت میں برکت سے مستفید کرنا ہے اور حدیث زیر بحث میں تحقیر سے کسی قبر پر چلنے اور قبروں کے درمیان قضائے حاجت کرنے کا ذکر ہے۔

عام حالات میں تو امام علیہ السلام نے قبروں کا احترام فرمایا ہے اگرچہ قبروں کے آثار بھی نمایاں نہیں تھے، میاں عبدالرحمن نے دولت آباد کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

از روضہ سید السادات سید راجو تا بہ روضۂ اشرف سید محمد عارف برنہ انگشت پا می رفتند و تمام قدم مبارک بر زمین نمی داشتند میاں سید سلام اللہ عرض کردند کہ میرا نجی چنیں چرا می روید بر مرکب سوار نمی شوید فرمودند از آنجا تا اینجا ہمہ اولیاء اللہ بہ کمالیت اعظم ..... ہستند (ص۵)

سید السادات سید راجو کے روضہ سے سید محمد عارف کے روضہ اشرف تک انگوٹھوں پر چل رہے تھے اور زمین پر پورا قدم نہیں رکھتے تھے، میاں سید سلام اللہ نے عرض کی میرا نجی اس طرح کیوں چل رہے ہیں، مرکب پر کیوں سوار نہیں ہوتے، فرمایا کہ وہاں سے لیکر یہاں تک تمام اولیاء اللہ بڑے صاحب کمال (مدفون) ہیں۔

حاشیہ شریف میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است حضرت میراں در دولت آباد رسیدند بالائے کھٹکہ سوار شدہ، زیارت ہمہ اولیاء کردند بعدہٗ یک جا عقب پائے مبارک بر زمین رسانیدہ بہ پہلوی می چلیدند برادران عرض کردند خوندکار چگونہ می چلند میراں فرمودند اینجا بسیار اولیاء اللہ ہستند

نقل ہے کہ حضرت مہدیؒ جھٹکہ پر سوار ہوکر دولت آباد پہنچے تمام اولیاء اللہ کی زیارت کی، ایک مقام پر قدم مبارک کی ایڑیاں زمین پر ٹیک کر چل رہے تھے صحابہ نے عرض کیا کہ خوندکار کیوں اس طرح چل رہے ہیں تو مہدیؒ نے فرمایا کہ یہاں بہت سے اولیاء اللہ ہیں۔

مذکورہ روایت سے کئی امور مستفاد ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ آپ انگوٹھوں پر چل رہے تھے اور دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ایڑی پر چل رہے تھے، اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے جوتیاں اتار دی تھیں۔

دوسرے یہ کہ پہلی روایت میں میاں سید سلام اللہ کا سبب دریافت کرنا مذکور ہے اور دوسری روایت میں برادروں کا عرض کرنا مذکور ہے، غرض امام علیہ السلام کا یہ جواب دینا کہ یہاں بڑے اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبریں زمین کے برابر ہو چکی تھیں اور ان کے کوئی آثار نمایاں نہیں تھے۔

امر سوم یہ کہ امام علیہ السلام کا مجبوراً اس راستہ سے جانا، آپ نے قبور کے احترام کی خاطر قدم پورا بھی نہیں رکھا۔ آپ عملاً رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی توضیح فرما رہے تھے اور قدم پورا بھی نہیں رکھ رہے تھے، غرض یہ تھی کہ حسب فرمان نبوی اہل قبور کے احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے اس سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کا عمل ہر وقت حدیث کے مطابق رہا ہے۔

غرض سیر کی تمام کتابوں کا اس امر پر اتفاق نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے جوتیاں پہن کر خواجہ گیسو دراز کی قبر پر آمد و رفت کی ہے۔ رسول اللہ صلعم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو ایوب کے گھر میں اترے حضرت ابو ایوب نے یہ گوارا نہ کیا کہ خود تو بالاخانہ پر رہیں اور رسول اللہ صلعم نیچے تشریف فرما ہوں چنانچہ حضرت ابو ایوب نے یہ استدعا کی۔

یارسول اللہ مادر و پدر من فدائے تو باد من در سکونت بالاخانہ بسیار حرج و کلفت می کشم کہ سرور انبیاء در زیر باشد و ما بر بالاخانہ نشینیم یارسول اللہ تو بالاخانہ اختیار کن تا بزیر آیم[1]	یارسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں بالاخانہ پر رہنے میں مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے کہ سرور انبیاء تو نیچے تشریف فرما ہوں اور ہم بالاخانہ پر بیٹھیں یارسول اللہ آپ بالاخانہ پر تشریف فرما ہو جائیے تاکہ میں نیچے آجاؤں۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ، رسول اللہ صلعم کا کس قدر احترام ملحوظ رکھتے تھے، اس کے باوجود حضرت علی نے رسول اللہ صلعم کے دوش مبارک پر قدم رکھے ہیں لیکن یہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ رسالت مآب کے ارشاد پر آپ نے یہ عمل کیا ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

علی امتثالا للامر پائے برکتف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہاد[2]	علی نے امر کا اتباع کرتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے کندھے پر پاؤں رکھے

حسب الارشاد رسول اللہ صلعم کے دوش مبارک پر قدم رکھنا مورد اعتراض نہیں تو خواجہ گیسو دراز کی اسد عا پر آپ کی قبر پر قدم رکھنا کس طرح محل اعتراض ہو جائے گا! خصوصاً جب کہ آپ کی روح مرقد سے باہر آچکی تھی اور مرقد کی حیثیت محض ایک تودۂ خاک کی سی تھی۔

(۲) ہفت سلطان کے مراتب۔ صاحب شواہد الولایت نے باب (۲۴) میں یہ روایت کی ہے۔

آن شہنشاہ قبلہ گاہ بفرمان حضرت الہ پس پشت مبارک نگاہ کردہ بزبان مبارک می فرمودند کہ شما ہم بد نیستید شما ہم بد نیستید داخل این جماعت ہستید بعد از ساعتے یاراں بہ آنحضرت استفسار کردند کہ میرانجی پس پشت مبارک خدام کسے مظہر انبود این سخن مبارک کرا فرمودند گفتند ارواح ہفت سلطان	اس شہنشاہ قبلہ گاہ نے اپنے پیچھے دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا تم بھی برے نہیں ہو، تم بھی برے نہیں ہو، اس جماعت میں داخل ہو، ایک گھڑی کے بعد اصحاب نے حضرت میرانجی سے دریافت کیا کہ حضرت پس پشت مبارک بہ ظاہر کوئی نہیں تھا یہ بات آپ نے کس سے فرمائی، فرمایا کہ ہفت سلطان

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۶۵ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۲۹۱۔

حاضر شدہ بودند و آرزو می بردند کہ کاشکے ما در عصر میراں سید محمد مہدیؑ ختم ولایت محمدی بودمی تا از فیض ولایت مقیدہ مستفیض شدمی بنا بر ایشاں در جواب دادیم کہ شما ہم بد نیستید داخل ایں گروہ ہستید۔

کی روحیں حاضر ہوئی تھیں کہ کاش ہم میراں سید محمد مہدی خاتم ولایت محمدی کے زمانہ میں ہوتے تاکہ ولایت مقیدہ سے مستفیض ہوتے، اس بناء پر ہم نے ان کو جواب دیا کہ تم بھی بُرے نہیں ہو اس گروہ میں داخل ہو۔

مولف ہدیہ نے (باب چہارم صفحہ ۲۱) مذکورہ نقل پر اعتراض کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "اس سے اولیاء اللہ کی تنقیص ہوتی ہے" یہ ایک مکاشفہ ہے کہ ارواح ہفت سلطان (جن میں سلطان شبلی وغیرہ ہیں) حاضر ہوئے اور انہیں آرزو تھی کہ کاش خاتم ولایت محمدی کے زمانے میں ہوتے اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم ولایت محمدی کے زمانہ کو نہ پاکر بھی تم بُرے نہیں ہو جیسا کہ تم خاتم ولایت محمدی کے فیض سے محروم رہ کر اپنے آپ کو سمجھ رہے ہو بلکہ اچھے ہو اور خاتم ولایت محمدی کی جماعت میں داخل ہو اس روایت سے تو اولیاء اللہ کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے نہ کہ تنقیص۔

امام علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم بُرے نہیں ہو جیسا کہ بعض اہل ظاہر خیال کرتے ہیں بلکہ اس جماعت میں داخل ہو جس کا طرۂ امتیاز احیائے شریعت ہے۔

انصاف نامہ کی روایت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے صاحب انصاف نامہ نے باب ہفدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نیز معلوم باد کہ حضرت میراںؑ فرمودند کہ پس از من تا قیامت مہدی شوند چنانچہ پس از مصطفیٰ و یاران مصطفیٰ بعضے اولیاء اللہ شدند چنانچہ بایزید بسطامی و سلطان ابراہیم و شیخ شبلی، مثل ایشاں چند کساں بغیر صحبت یاران مصطفیٰ کامل شدند ہمچناں بعد از مہدی و بعد از یاران ہمچناں اولیاء شوند۔

نیز معلوم ہو کہ حضرت میراں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد قیامت تک ہدایت یافتہ ہوں گے چنانچہ مصطفیٰ صلعم اور اصحاب مصطفیٰؐ کے بعد بعض اولیاء اللہ ہوئے جیسے کہ بایزید بسطامی سلطان ابراہیم اور شیخ شبلی اور ان کے جیسے چند لوگ رسول اللہؐ کے اصحاب کی صحبت کے بغیر کامل ہوئے اسی طرح مہدی اور اصحاب مہدی کے بعد اولیاء ہوں گے۔

انصاف نامہ کی اس روایت میں وہ عبارت نہیں ہے جس کا آغاز "بد نیستید" (برے نہیں ہو) کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ بہر حال انصاف نامہ اور شواہد الولایت کی روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ سلطان شبلی، سلطان ابراہیم اور بایزید بسطامی وغیرہم کامل تھے یہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ اصحاب مہدی کے آخر مراتب کیا ہیں تو اس کے باب میں صاحب عقد الدرر نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے۔

لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم آخرون (الباب السابع)

نہ پہلے لوگ اُن سے سبقت لے گئے ہوں اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پہنچیں گے۔

شواہد الولایت کی روایت میں ولایت مقیدہ کا ذکر ہے اس کی تمنا تو پیغمبروں نے بھی کی ہے، صاحب بحر المعانی نے لکھا ہے۔

پس اے محبوب خواستن موسیٰ کلیم اللہ و تمنا بردن عیسیٰ مسیح علیہما السلام ہمیں ولایت حضرت رسالت علیہ السلام است[1]

پس اے محبوب موسیٰ کلیم اللہ کا چاہنا اور عیسیٰ مسیح کا تمنا کرنا حضرت رسالت علیہ السلام کی اسی ولایت کے لئے ہے۔

---

[1] بحر المعانی طبع مطبع احتشامیہ ۱۳۰۷ھ ص ۷۷

احادیث سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ امت رسول میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو شہید ہیں اور نہ نبی لیکن شہداء اور انبیاء ان پر رشک کریں گے۔

ابو داؤد نے حضرت عمرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ الی آخرہ[1]

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق کہ بندگان خدا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید، رشک کریں گے ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن۔

یہ روایت شرح السنۃ اور شعب الایمان میں بھی آئی ہے۔

حاصل یہ کہ مطلق بندگان خدا سے اصحاب تہدی کا درجہ بہرحال بلند ہے۔

(۳) اولیاء اللہ کا حاجیوں کے جہاز کو سہارا دینا

صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۲ میں یہ بیان کیا ہے۔

روزے کہ در کشتی نشستہ بہ طرف کعبۃ اللہ رواں شدہ بودند کہ یک مہاجر آنحضرت در دل خطرہ آورد کہ روضۂ فلاں اولیاء اللہ در میان راہ بود حضرت امیر زیارت نہ کردند، اگر زیارت کردندے خوب بود، اکنوں آں روضہ کجا آمدن بایں طرف کجا، در آں میاں ناگاہ آں شہنشاہ تند نگاہ کردند و فرمودند کہ نیکو بہ بیں چوں بہ تاثیر آں نظر مبارک آں مہاجر را پردہ از غیب دور کردہ شد، چہ می بیند کہ ہمہ اولیاء اللہ کہ در ہندوستان آسودہ اند رسن ہائے کشتی بر کتف خود نہادہ میکشند چوں چنیں معاملہ دید بسیار شرمندہ گردید و عذر خواہی بحضرت قبلہ گاہی کرد آنحضرت فرمودند بعد ازیں چنیں گستاخی مکن۔

ایک روز کشتی میں بیٹھ کر کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے تھے، ایک صحابی نے جو ہجرت کر کے بارگاہ عالی میں حاضر تھے اپنے دل میں خیال کیا کہ فلاں ولی کا روضہ راستہ میں تھا، حضرت امیر نے اس کی زیارت نہیں کی، اگر زیارت کرتے تو اچھا تھا، اب وہ روضہ کہاں اور یہاں کا آنا کہاں، یکایک حضرت نے تیز نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ اچھی طرح دیکھو جب حضرت کی نظر مبارک کی تاثیر سے اس مہاجر کے لئے عالم غیب سے پردہ اٹھا دیا گیا، کیا دیکھتا ہے کہ تمام اولیاء اللہ جو ہندوستان میں آسودہ ہیں جہاز کی طنابیں اپنے دوش پر رکھ کر کھینچ رہے ہیں جب اس مہاجر نے ایسا معاملہ دیکھا تو وہ بہت شرمندہ ہو گیا اور حضرت سے بڑی معذرت کی آنحضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس طرح گستاخی نہ کرنا۔

مولف ہدیہ نے (باب چہارم) میں مذکورہ نقل پر بھی اعتراض کیا ہے کہ اس میں بھی اولیاء اللہ کی توہین ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام حج کعبۃ اللہ کے قصد سے جہاز پر سوار ہو چکے تھے، ایسے موقع پر جب کہ براہ کعبہ جا رہے ہوں یہ خیال کرنا کہ فلاں ولی کی زیارت ہوئی کہ نہیں؟ شرک اصغر ہے، امام نے اس مہاجر کے دل کو شرک اصغر سے پاک کرنا چاہا اور قصد حج کی عظمت ان کے دل نشین کر دی یعنی یہ سمجھا دیا کہ جو شخص ہندوستان سے حج کعبۃ اللہ کے قصد سے سفر دریا کر رہا ہو اس کو تمام اولیائے ہند کی تائید حاصل ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۳۵۔

جہاز کی طنابوں کو اپنے کندھے پر لینا جہاز کو ڈوبنے سے بچانا ہے اور جہاز بھی کس کا؟ حاجیوں کا۔ اس میں کونسا امر قابل اعتراض ہے؟

اس روایت سے دو امور ثابت ہوتے ہیں ایک حج کعبۃ اللہ کی فضیلت اور دوسرے اولیائے ہند کی عظمت حاجیوں کی تائید کرنا اور ان کے جہاز کو غرقابی سے بچانے کی کوشش کرنا، یہ بھی عبادت ہے۔

نویں صدی ہجری میں ہندوستان تو کیا سارے عالم اسلام میں اکثر و بیشتر شریعت اسلامی سے انحراف کی جانب مائل تھے جس کی مثال یہ روایت ہو سکتی ہے یعنے کعبۃ اللہ کے قصد سے نکل کر پچتانا کہ فلاں ولی کی زیارت نہ ہوئی عجمیت ہی عجمیت ہے۔

امام علیہ السلام کے ارشاد نے حج کعبۃ اللہ کی وہی عظمت بیان فرمادی جو قرن اول میں تھی۔

حاصل یہ کہ اس روایت سے حج کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اولیاء اللہ کی تنقیص نہیں۔

اس سے قطع نظر صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں امام مہدی کے مراتب کے ذیل میں یہ روایت حسین بن علی سے بیان کی ہے۔

لو ادرکته لخدمته ایام حیاتی [1] | اگر میں ان کو پاتا تو عمر بھر ان کی خدمت کرتا۔

اس سے ظاہر ہے کہ عصر اول میں امام مہدی کے مراتب کے باب میں کیا عقیدہ تھا۔

(۴) شیخ عبد القادر جیلانی کا تمام اولیاء اللہ کی گردن پر قدم رکھنا۔

صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۴ میں یہ روایت کی ہے

نقل است کہ در حضور پر نور امام البر والبحر ذکر سلطان عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ گزشت، ایشان فرمودند ان قدمی ھذہ علی رقبۃ کل اولیاء اللہ یعنے بدرستی کہ این قدم من بر گردن ہمہ اولیاء اللہ باشد و ذکر شیخ صنعان رحمۃ اللہ علیہ ہم مذکور شد کہ ایشاں گفتند کہ ما قدم شاہ بر کتف خود قبول نمی کنیم آں امام زمرۂ اولی الالباب قائل بامر ملک الوہاب فرمودہ آرے سید عبد القادر ہمچناں کامل بودند و در عصر خود صاحب زماں بودند چنانچہ شیخ صنعا کہ قدم ایشاں قبول نکردند بنا بر قدم خوکاں بر کتف خویش نہادہ خوک بانی کرد، باز فرمودند کہ سید عبد القادر گرانی خود کہ بر کتف اولیاء نہادند بہتر آں بود کہ فرمودے کہ قدم ہائے اولیاء اللہ بر کتف من باشد۔

منقول ہے کہ امام البر والبحر کے حضور پر نور میں سلطان عبد القادر جیلانی کا ذکر آیا کہ انہوں نے فرمایا تحقیق کہ میرا قدم اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اور شیخ صنعان کا بھی ذکر آیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم شاہ جیلانی کے قدم کو اپنے دوش پر قبول نہیں کرتے، زمرۂ اولی الالباب کے امام جو اللہ کے حکم سے بیان کرتے تھے فرمایا کہ ہاں سید عبد القادر ایسے ہی کامل تھے اور اپنے عہد میں صاحب زماں تھے چنانچہ شیخ صنعان نے جب ان کے قدم کو قبول نہیں کیا تو اس بنا پر خنزیروں کے قدم اپنے کندھے پر رکھے تھے اور خوک بانی کی تھی پھر آپ نے فرمایا کہ سید عبد القادر نے اپنا بار اولیاء اللہ کی گردن پر رکھا، اس سے بہتر یہ تھا کہ یہ فرماتے کہ اولیاء اللہ کے قدم میرے دوش پر ہیں۔

مولف ہدیہ نے باب چہارم میں اس کو حضرت سید عبد القادرؒ کی تنقیص قرار دی ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کامل تھے اور اپنے عہد میں صاحب الزماں

---

[1] عقد الدرر (حدیث عربی قلمی ۴۲۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش) الباب السابع ص ۲۴۹

تھے اس سے آپ کی عظمت ثابت ہوتی ہے تنقیص نہیں

ہم اس سے بحث نہیں کریں گے کہ حضرت شیخ عبدالقادر کا یہ کہنا حالت صحو میں تھا یا حالت سکر میں، ہم اس سے بھی گفتگو نہیں کریں گے کہ آپ کے قول "کل اولیاء اللہ" میں آپ سے قبل اور آپ کے بعد کے بھی تمام اولیاء اللہ شامل ہیں یا صرف آپ کے معاصرین بلکہ ہم آپ کے ارشاد کے معنی پر غور کریں گے، آپ کا ارشاد عربی زبان میں ہے اور اس کے وہی معنی تسلیم کرنے پڑیں گے جو محاورۂ عرب سے ثابت ہوں۔

صاحب نہایہ نے یہ لکھا ہے۔

وضع القدم علی الشیٔ مثل للردع والقمع[1] | قدم کا کسی شئی پر رکھنا مثل ہے ردع اور قمع کے لئے۔

صاحب منتخب اللغات نے لفظ ردع کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

باز ایستادن از چیزے و مالیدن چیزے بر جائے | کسی چیز سے رک جانا اور کسی چیز کو کسی جگہ مالش کرنا۔

اور لفظ قمع کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قہر کردن و خوار گردانیدن | قہر کرنا اور ذلیل گردانا۔

صاحب لسان العرب نے بھی وہی لکھا ہے جو صاحب نہایہ نے بیان کیا ہے[2]

صاحب تاج العروس نے یہ لکھا ہے۔

وضع القدم علی الشیٔ مثل للردع والقمع[3] | کسی شئی پر قدم رکھنا مثل ہے مل دینے، مقہور کرنے اور ذلیل گردانے کے لئے۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ کسی چیز پر قدم رکھنا، اس کو مقہور کر دینا اور اس کو ذلیل گردانتا ہے۔

اس لحاظ سے شیخ عبدالقادر جیلانی کے قول کا یہ مطلب ہوا کہ آپ نے تمام اولیاء اللہ کو مقہور اور ذلیل کر دیا ہے۔ یعنے ان کو باطل و نابود کر دیا ہے۔

عربی زبان میں "تحت قدم" ہونا بھی اسی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی چیز کو ذلیل اور نابود قرار دینا ہو۔

صاحب نہایہ نے یہ حدیث درج کی ہے

الا ان کل دم و مأثرة تحت قدمی ھاتین

اور اس کے ذیل میں یہ عبارت لکھی ہے۔

اراد اخفاءھا و اعدامھا و اذلال امر الجاھلیة و نقض سنتھا[4] | اس سے مراد اس کا اخفا کرنا، اس کو نابود کر دینا اور امر جاہلیت کو ذلیل کرنا اور اس کے طریقوں کو توڑ دینا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع میں مسلمانوں کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے۔

---

[1] نہایہ (طبع مصر) الجزء الثالث ص۲۳۴ [2] لسان العرب (طبع مصر ۱۳۰۳ھ) الجزء الخامس عشر ص۲۶۹۔ [3] تاج العروس (طبع مصر) الجزء التاسع ص۱۹۔ [4] نہایہ (طبع مصر) الجزء الثالث ص۲۳۴۔

الا کل شئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع[1]

آگاہ ہو کہ ہر چیز جو جاہلیت سے ہے میرے دونوں قدموں کے نیچے رکھدی گئی ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

پست و پامال است یعنے خوار و باطل و متروک است[2]

(امور جاہلیت) پست و پامال یعنے ذلیل اور باطل اور متروک ہیں۔

حاصل یہ کہ عربی زبان میں قدم کا کسی شئ پر رکھنا یا کسی شئ کا قدم کے نیچے آجانا معناً ایک ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول بھی عربی زبان میں ہے اور اس کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ آپ نے تمام اولیا، اللہ کو ذلیل، باطل اور نابود قرار دیا ہے۔

کیا اس قول کے تسلیم کرنے والوں کا بھی یہی اعتقاد ہے؟

اب رہا امام علیہ السلام کا ارشاد کہ اگر شیخ عبدالقادر جیلانی یہ کہتے کہ تمام اولیاء اللہ کے قدم اپنی گردن پر ہیں تو بہتر تھا۔ اس سے آپ کے مراتب میں کمی نہ ہوتی بلکہ آپ کا یہ قول بربنائے منع تفاخر متصور ہوتا جو قرآن و حدیث کے مطابق ہوتا۔

فلا تزکوا انفسکم (النجم ع ۱)

مت تعریف کرو اپنے نفوس کی۔

اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے جب آپ کے لئے خیر البریہ (بہترین خلق) کا لفظ استعمال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت ہے،

عن انس قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا خیر البریہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک ابراھیم رواہ مسلم[3]

انس سے مروی ہے کہا کہ ایک شخص آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور کہا اے بہترین خلق پس رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ ابراہیم ہیں روایت کی ہے اس کی مسلم نے۔

دوسری حدیث میں یہ آیا ہے۔

عن مطرف قال (ابی) انطلقت فی وفد بنی عامر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلنا انت سیدنا فقال السید ھو اللہ الی آخرہ[4]

مطرف سے مروی ہے کہ کہا میرے باپ نے کہ گیا میں بنی عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس پس ہم نے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں آپ نے فرمایا کہ سردار تو خدا کی ذات ہے۔

یہ حدیث بھی آئی ہے۔

عن عیاض بن حمار المجاشعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ اوحی الیّ ان تواضعوا حتی لا یفتخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد رواہ مسلم[5]

عیاض بن حمار المجاشعی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ تواضع کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر تکبر کا اظہار نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ میں خیر البریہ (بہترین خلق) نہیں ہوں ابراہیم علیہ السلام ہیں

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۳۲۱۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۳۲۱۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۳ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۴ اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۵۔

یا یہ فرمانا کہ میں سید نہیں ہوں اللہ سید ہے مبنی بر تواضع تھا۔

اس لحاظ سے امام علیہ السلام کا ارشاد قرآن اور حدیث کے مطابق ہوا اور آپ کے ارشاد سے خود شیخ عبدالقادر جیلانی اور تمام اولیاء اللہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول سے متعلق قدیم ترین ماخذ کتاب عوارف المعارف ہے اس میں یہ مرقوم ہے۔

لقد نقل عن جمع من الكبار كلمات موذنة بالاعجاب وكل ما نقل من ذلك القبيل عن المشايخ لبقايا السكر عندهم و انحصارهم في مضيق سكر الحال و عدم الخروج الى فضاء الصحو في ابتداء امرهم وذلك اذا صدق صاحب البصيرة نظره يعلم انه من استراق النفس السمع عند نزول الوارد على القلب والنفس اذا استرقت السمع عند ظهور الوارد على القلب ظهرت بصفتها على وجه لا يجفر على الوقت وصلافة الحال فيكون من ذلك كلمات موذنة بالعجب كقول بعضهم من تحت خضراء السماء مثلي وقول بعضهم قدمي على رقبة جميع الاولياء الى آخره[1]

بزرگوں کی ایک جماعت سے ایسے کلمات نقل کئے گئے ہیں جو عُجب و کبر کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ان کی زبان سے نکلے ہیں جب کہ ان کا کچھ سکر باقی رہ گیا تھا اور وہ سُکر کی تنگی میں گرفتار تھے اور اپنے ابتدائی مدارج میں ہوش سے بیداری کے میدان تک نہیں پہنچے تھے جب صاحب بصیرت اپنی نظر کو تیز کر کے دیکھے تو اسے یہ بات معلوم ہوگی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ نفس استراقِ سمع کرتا ہے (یعنے چوری سے سنتا ہے) جب کوئی چیز قلب پر وارد ہوتی ہے اور جب نفس ایسا کرتا ہے تو وہ اپنی صفت سے اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت اور تفاخر حال پر گراں نہیں گزرتا (یعنے وقت اور تفاخر حال کا لحاظ کئے بغیر صاحب نفس اس کو گوارا کر لیتا ہے) پس اس کی وجہ سے ایسے اقوال سرزد ہوتے ہیں جن سے عُجب اور کبر ظاہر ہوتا ہے مثلاً بعضوں نے کہا ہے کون شخص گنبد نیلگوں کے تحت مجھ جیسا ہے اور کسی نے کہا، کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

مذکورہ بالا عبارت صاحب عوارف یعنے شیخ شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ) کی ہے، اس سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

امر اول یہ کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا زیر بحث قول مشائخ کے ابتدائی مدارج سے متعلق ہے۔

امر دوم یہ کہ یہ قول بر بنائے سُکر ہے۔

امر سوم یہ کہ یہ قول تکبر اور خود بینی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کو شیخ عبدالقادر جیلانی سے دو طرح کی نسبت ہے، ایک یہ کہ شیخ شہاب الدین سہروردی مرید اور تربیت یافتہ ہیں اپنے چچا شیخ ابو النجیب سہروردی کے اور شیخ ابو النجیب سہروردی (المتوفی ۵۶۳ھ)

---

[1] عوارف المعارف (طبع مصر ۱۲۹۲ھ) الجزء الاول ص ۱۲۷ و ص ۱۲۸

شیخ عبدالقادر جیلانی (المتوفی ۵۶۲ھ) کے مصاحبوں اور رازداروں میں سے ہیں۔

دوسرے یہ کہ خود شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ عبدالقادر جیلانی کی صحبت میں رہے ہیں اور حضرت نے آپ کے حق میں بشارت بھی دی ہے جیسا کہ ملا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے احوال میں لکھا ہے۔

از اولاد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و انتساب وے در تصوف بعم وے ابوالنجیب سہروردی است و بہ صحبت شیخ عبدالقادر گیلانی رسیدہ و غیر ایشاں از مشائخ وقت بسیارے را دریافتہ است و گفتہ اند کہ مدتے با بعضے از ابدال در جزیرۂ عباداں بود و خضر علیہ السلام را دریافتہ و شیخ عبدالقادر وے را گفتہ است کہ انت آخر المشہورین بالعراق [1]

ابوبکر صدیق کی اولاد سے ہیں، اور تصوف میں انہیں اپنے چچا ابوالنجیب سہروردی سے نسبت ہے، اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی صحبت میں تھے اور ان کے سوا بہت سے مشائخین وقت کو پایا ہے اور لوگوں نے کہا ہے کہ ایک مدت تک بعض ابدال کے ساتھ جزیرۂ عباداں میں تھے اور خضرؑ کو بھی پایا ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے انہیں کہا ہے کہ عراق کے مشاہیر میں تم سب سے آخر ہو۔

حاصل یہ کہ شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مبشر ہیں، لہذا آپ نے جو کچھ قدمی ہذہ کے باب میں لکھا ہے وہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔

نفحات الانس کی روایت کی مطابق شیخ شہاب الدین سہروردی کا سنہ ولادت ۵۳۹ھ ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کا سال وفات ۵۶۲ھ ہے، اس لحاظ سے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی رحلت کے وقت شیخ شہاب الدین کی عمر تیئیس ۲۳ سال ہوگی۔

اس سے قطع نظر عقل سلیم یہ باور نہیں کرتی کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے ایسے مشہور قول کے متعلق اپنے مرشد سے جو ان کے چچا بھی ہوتے تھے تحقیق کے بغیر لکھدیا ہوگا۔

شیخ علی بن احمد المہائمی (المتوفی ۸۳۵ھ) نے زوارف شرح عوارف کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

وقول بعض المغلوبین من تحت خضراء السماء مثلی وقول بعضهم قدمی علی رقبة جمیع الاولیاء [2]

اور قول بعض مغلوبین کا کون شخص نیلگوں آسمان کے تحت مجھ جیسا ہے اور مغلوبین سے بعض کا یہ قول کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

لفظ "مغلوبین" سے ظاہر ہے کہ شیخ عبدالقادر گیلانی نے بھی جو کچھ فرمایا ہے وہ سکر کے غلبہ سے تھا۔ حاشیہ شریف میں امامؒ سے یہ مروی ہے۔

ہضم نہ کردند چرا ایں چنیں نہ گفت کہ پائے ہمہ اولیاء برگردن ما است [3]

(اپنی باطنی قوت کو) ہضم نہیں کیا، ایسا کیوں نہیں کہا کہ تمام اولیا، کا پاؤں ہماری گردن پر ہے۔

"ہضم نہیں کیا" سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس قول کا تعلق ابتدائی مدارج سے ہے دوسرے ایسا کہنا سکر کے غلبہ سے تھا۔

---

[1] نفحات الانس (طبع نولکشور ۱۳۳۳ھ) صفحہ ۴۲۰ [2] زوارف شرح عوارف (تصوف عربی قلمی نمبر ۱۴۷۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) صفحہ ۴۶۔
[3] حاشیہ شریف صفحہ ۱۶۵۔

شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے قدمی ہذہ علی رقبتہ کل ولی اللہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

صاحب عوارف کہ مرید و مرباے شیخ ابوالنجیب سہروردی است کہ از محرمان و مصاحبان حضرت شیخ عبدالقادر بودہ است این کلمہ را از آں کلمات ساختہ است کہ مشعر عُجب اند کہ از مشائخ در بدایت احوال بواسطہ بقایاے سُکر (صدور) یافتہ اند[1]

عوارف کے مصنف نے جو شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں (اور شیخ ابوالنجیب حضرت شیخ عبدالقادر کے محرموں اور مصاحبوں میں سے ہیں) اس کلمہ کو منجملہ ان کلمات کے بیان کیا ہے جو تکبر اور خود بینی کو ظاہر کرتے ہیں اور مشائخ سے ابتدائے احوال میں سُکر باقی رہ جانے کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔

شیخ احمد سرہندی نے صاحب عوارف کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا ہے لہذا صاحب عوارف کے بیان کردہ امور اس کے بھی مسلمات سے ہوئے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے قول سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

شواہد الولایت کی روایت میں قدمی ہذہ کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

گرانی خود بر کتف اولیا، نہادند | اپنا بار اولیا، کے کندھے پر رکھا۔

اس توضیح کے مطابق یہاں قدم سے مراد بار ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا شیخ عبدالقادر جیلانی نے یہ جو کہا تھا کہ میرا قدم تمام اولیا، اللہ کی گردن پر ہے یعنے میرا بار تمام اولیا، اللہ پر ہے اس کے مقابلہ میں یہ کہنا بہتر ہوتا کہ تمام اولیا، اللہ کا قدم یعنے بار میری گردن پر ہے یعنے میں سب کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

مدارج النبوۃ میں یہ روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی کو جب کہ وہ آپ کے دوش مبارک پر قدم رکھکر کعبۃ اللہ میں بت گرا رہے تھے اس طرح مخاطب فرمایا۔

اے علی خوش وقت تو کہ کار حق می کنی و جبذا حال من کہ بار حق می کشم[2]

اے علی کیا ہی اچھا ہے تمہارا وقت کہ کار حق کرتے ہو اور کیا ہی اچھا ہے میرا حال کہ بار حق اٹھاتا ہوں۔

بہرحال بار ڈالنے سے بار اٹھانا افضل ہے۔

شیخ اکبر کا صاحب کشف ہونا معترض نے ہدیہ کے صفحہ ۹۹ اور ۲۰۶ پر امامؑ کا وہ قول دہرایا ہے جس میں شیخ اکبر سے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ لوح محفوظ کو دیکھ کر قلم ترک کرتے ہیں۔

اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخ اکبر صاحب کشف ہیں، اس کے یہ معنے تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ امامؑ نے شیخ اکبر کے معصوم ہونے کی خبر دی ہے۔

ظاہر ہے کہ جو صاحب کشف ہوتا ہے اس کا کشف غلط بھی ہو سکتا ہے۔

امامؑ نے جس طرح شیخ اکبر کے صاحب کشف ہونے کی خبر دی ہے اسی طرح ان کی اجتہادی غلطی کی بھی تردید فرما دی ہے۔

چنانچہ کسی نے امامؑ کے حضور میں یہ عرض کی کہ شیخ اکبر فرعون کی نجات کے قائل تھے تو امام علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا۔

چہ شدہ بود ابن عربی را کہ نجات فرعون و فرعونیاں خبر داد چرا بر ایں آیت نظر نہ کردند کہ حق سبحانہ وتعالیٰ در حق وے چنیں می فرماید فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ والاولی یعنے پس بگرفت اورا خدائے تعالیٰ بہ عقوبت آنجہاں و ایں جہاں۔ (شواہد الولایت باب ۲۴)

کیا ہو گیا تھا ابن عربی کو کہ فرعون اور فرعونیوں کی نجات کی خبر دی کس لئے اس آیت پر نظر نہ کی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرعون کے باب میں یہ فرماتا ہے فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ والاولی یعنے پس پکڑا اس کو خدائے تعالیٰ نے آخرت کے عذاب میں اور دنیا کے عذاب میں۔

مذکورہ آیت سے امام علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ فرعون کے لئے آخرت میں بھی عذاب ہے اور اس دنیا میں بھی عذاب ہے۔

ظاہر ہے کہ آخرت میں جلنے کا عذاب ہے اور اس دنیا میں غرق ہو جانے کا۔

امامؑ کے ارشاد کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے ابو جہل کا سر رسول اللہؐ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے یہ فرمایا۔

مات فرعون ھذہ الامۃ[1] | اس امت کا فرعون مر گیا

پس یہ امر ثابت ہو گیا کہ فرعون اور ابو جہل دونوں ایک ہی درجۂ انکار میں تھے اور شیخ اکبر کا فرعون کو ناجی قرار دینا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

امامؑ نے شیخ اکبر کے متعلق یہ جو فرمایا ہے کہ وہ لوح محفوظ کو دیکھ کر قلم تر کرتے ہیں تو اس سے ان کو صاحب کشف ظاہر کرنا ہے معصوم نہیں غیر معصوم کا کشف غلط بھی ہو سکتا ہے چنانچہ فرعون کی نجات کے سلسلہ میں شیخ اکبر نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن وحدیث کے خلاف ثابت ہو گیا۔

---

[1] النازعات ع ۳ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صـ ۳۸۶

باب سوم

امام علیہ السلام کے ارشادات اور اصحاب کرام

مولف ہدیہ نے سراج الابصار کی دلیل اخلاق کی نفی کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے ان ارشادات کے متعلق شبہات پیش کئے ہیں جو آپ کے اصحاب کے باب میں مروی ہیں۔ اس سلسلہ میں اس نے باب پنجم میں اس امر کا ادعا بھی کیا ہے۔ "ولایت ان کے نزدیک افضل ہے نبوت سے، یہ سب ولایت کے عہدہ دار بھی اصحاب اور اہل بیت سے افضل ہوں گے"[1]

مہدویوں کا تو قطعاً یہ عقیدہ نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کے اصحاب رسول اللہ صلعم کے اصحاب سے افضل ہیں۔

امر واقعی یہ ہے کہ اصحاب رسول کے باب میں دو مذہب ہیں، ایک مذہب تو یہ ہے کہ صحابہ افضل امت ہیں، اس عقیدہ کی بنیاد صرف وہی حدیثیں ہیں جو اصحاب رسول کی فضیلت میں وارد ہیں۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو مرتبہ میں ان کے برابر ہوں گے یا ان سے افضل، اس عقیدہ کی بنیاد وہ حدیثیں ہیں جو فضائل امت کے باب میں مروی ہیں۔

مولف ہدیہ نے صرف پہلی قسم کی حدیثیں درج کی ہیں اور دوسری قسم کی حدیثوں سے چشم پوشی کرلی ہے مثال کے طور پر ان میں سے چند حدیثیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعجب الخلق ایمانا قوم یکونون من بعدی یجدون صحفا فیھا کتاب یؤمنون بما فیھا[2]

پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے بہترین خلق از روے ایمان میرے نزدیک وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے پاتے ہیں کتابوں کو جن میں احکام دین لکھے ہوئے ہیں اور جو ان کتابوں میں ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

رزین کی مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ وہ قوم جس کا ایمان بہتر ہوگا وہ رسول اللہ صلعم کے بعد ہوگی۔

(۲) سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر الی آخرہ[3]

اس امت کے آخر میں ایسی قوم ہوگی، ان کو وہی اجر ملیگا جو اول امت کو ملا تھا جو حکم دیتے ہیں مشروع کا اور باز رکھتے ہیں غیر مشروع سے۔

مذکورہ حدیث کی بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے جس کی تائید احمد بن حنبل کی مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ ص ۲۲۲ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۷۴ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۵۷

(۳) عن ابی امامہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال طوبی لمن رانی وطوبی سبع مرات لمن لم یرانی وآمن بی[1]

ابی امامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خوشی اس کے لئے جس نے مجھ کو دیکھا اور سات مرتبہ خوشی ہے اس کے لئے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔

(۴) عن ابی محیریز قال قلت لابی جمعة رجل من الصحابة حدثنا حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال نعم احدثک حدیثا جیدا تغدینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعنا ابوعبیدة بن الجراح فقال یارسول اللہ احد خیر منا وسلمنا وجاھدنا معک قال نعم قوم یکونون من بعدکم یومنون بی ولم یرونی رواہ احمد والدارمی[2]

ابی محیریز سے مروی ہے کہا کہ میں نے ابی جمعہ کو جو صحابہ میں سے ایک شخص تھے کہا کہ کوئی حدیث جو تم نے رسول اللہ سے سنی ہے ہمارے لئے روایت کرو، کہا ہاں روایت کرتا ہوں تیرے لئے اچھی حدیث۔ ہم نے طعام چاشت رسول اللہ کے ساتھ کھایا اور ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح تھے، پس ابوعبیدہ نے کہا یارسول اللہ کیا کوئی ہم سے بہتر ہے، ہم نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ہمراہ جہاد کیا فرمایا ہاں ایک قوم ہوگی تمہارے بعد مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے روایت کی ہے اس کی احمد بن حنبل اور دارمی نے۔

اس حدیث میں آنے والی قوم کو ان تمام صحابہ سے بہتر مانا گیا ہے جو رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کے علاوہ آپ کے ساتھ جہاد کرنے کا شرف بھی حاصل کر چکے تھے۔ اس کی تائید مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

(۵) عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رآنی باھلہ ومالہ[3]

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھ سے شدت کے ساتھ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے، ان میں ہر ایک آرزو کریگا کہ کاش مجھ کو اپنے اہل اور مال کے ساتھ دیکھتا۔

یہ امر ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت معیار ایمان ہے جو آپ سے زیادہ محبت رکھے گا وہی زیادہ کامل الایمان ہوگا۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

(۶) لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[4]

مومن کامل نہیں ہوتا ہے کوئی شخص جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور والدہ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

اس حدیث کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس طرح کی ہے۔

نشان مومن کامل آن است کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم محبوب تر از ہمہ چیز و ہمہ کس باشد نزد مومن الی آخرہ[5]

مومن کامل کی نشانی یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم اس کے نزدیک سب چیزوں اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں۔

کیا مذکورہ بالا دو حدیثوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کامل الایمان وہ لوگ ہوں گے جو رسول اللہ صلعم کے بعد ہوں گے؟

(۷) حاکم نے مستدرک میں یہ روایت کی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۵۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۵۰ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۵۲ [4] ص ۵۵۳ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۷ [5]

قال اقوام یاتون من بعدی فی اصلاب الرجال فیؤمنون بی ولم یرونی ویجدون الورق المعلق فیعملون بما فیه فھؤلاء افضل اھل الایمان ایمانا ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ[1]

فرمایا کہ قومیں جو میرے بعد آئیں گی لوگوں کے صلب میں ہیں وہ مجھ پر ایمان لائے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ورق معلق کو پائیں گے اور جو اس میں ہے اس پر عمل کریں گے پس وہ لوگ اہل ایمان میں از روے ایمان افضل ہیں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد وہ لوگ ہوں گے جو اہل ایمان میں از روے ایمان افضل ہوں گے۔

(۸) ترمذی نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

مثل امتی مثل المطر لایدری اوله خیر ام آخره

میری امت کی مثال بارش کے جیسی ہے نہیں معلوم اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

اگر حمل بر معنی اسم تفضیل نمایند نیز درست آید باعتبار تعدد وجوہ خیریت وبالجملہ ایں حدیث ناظر است بتساوی یا تفاضل بوجوہ متعددہ مختلفہ[2]

اگر اسم تفضیل کے معنے پر محمول کریں تو بھی درست ہے، خیریت (بہتری) کے وجوہ متعدد ہونے کے اعتبار سے اور بالجملہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے برابر ہونے پر یا افضل ہونے پر مختلف اور متعدد وجوہ کی بناء پر۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق نے یہ بھی لکھا ہے

گفتہ اند کہ احمد نیز روایت کردہ است از عمار بن یاسر و ابن حبان در صحیح خود از سلمان و شیخ گفتہ است کہ حدیث مثل امتی مثل المطر حدیث حسن است کہ مراد او طرق است کہ بداں بدرجہ صحت میرسد۔

کہتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل نے بھی عمار بن یاسر سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں سلمان سے روایت کی ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ حدیث مثل امتی حدیث حسن ہے جس کے اور بھی طرق ہیں جن سے یہ درجۂ صحت کو پہونچتی ہے۔

مذکورۂ بالا صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اصحاب رسول کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو ان کے برابر ہوں گے یا ان سے افضل۔

(۹) نعیم بن حماد کی روایت بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے، کتاب الفتن میں یہ مروی ہے۔

حدثنا ابو ایوب عن ارطاۃ عن عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدرکن المسیح ابن مریم رجال من امتی ھم مثلکم او خیر ھم مثلکم او خیر[3]

حدیث بیان کی ہم سے ابو ایوب نے ارطاۃ سے اور ارطاۃ نے عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ضرور پائیں گے مسیح ابن مریم کو لوگ میری امت کے وہ لوگ تمہارے مانند ہوں گے یا ان میں کے بہترین تمہارے جیسے ہوں گے یا بہتر ہوں۔

(۱۰) حدیث من اشد امتی کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ لکھا گیا ہے۔

ظاہر ایں حدیث و بعضے احادیث دیگر کہ دریں باب بیاید دلالت دارد بر آنکہ تو اند کہ بعد از صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اس حدیث کے ظاہری معنی اور بعض دوسری حدیثیں جو اس باب میں آئیں گی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اصحاب کرام کے

---

[1] مستدرک (طبع حیدرآباد دکن) جلد چہارم صفحہ ۸۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد [illegible] کتاب الفتن (حدیث [illegible]) [3] منتخل لائبریری الجزء الخامس شمارۂ حدیث ۱۱۷۹۔

کسے بیاید کہ مساوی باشد ایشاں را در فضل یا افضل باشد از ایشاں و ابن عبد البر کہ از مشاہیر علمائے حدیث است بایں جانب رفتہ و تمسک بایں احادیث نمودہ است[1]

بعد ایسے لوگوں کا آنا ممکن ہے جو بزرگی میں ان کے برابر ہونگے یا اُن سے افضل ہوں گے اور ابن عبد البر جو مشاہیر علمائے حدیث سے ہیں ان کا مذہب بھی یہی ہے اور انہی احادیث سے تمسک کیا ہے۔

اس سے قطع نظر ابو داؤد طیالسی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے۔

کادت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا[2]

قریب ہے کہ یہ امت سب کی سب انبیاء ہو جائے۔

یہی روایت الدر المنثور میں اس طرح آئی ہے۔

اخرج ابن جریر عن زید بن اسلم ان الامم یقولون یوم القیٰمۃ واللہ لقد کادت ھذہ الامۃ ان یکونوا انبیاء کلھم[3]

تخریج کی ہے ابن جریر نے زید بن اسلم سے کہ امتیں قیامت کے دن کہیں گی واللہ تحقیق کہ قریب ہے یہ امت سب کی سب انبیاء ہو جائے۔

اس حدیث سے امت کا مراتب انبیاء حاصل کرنا مراد ہے یا انبیاء ہو جانا؟

بالفاظ حدیث جب تمام امت کا "انبیاء" ہو جانا ممکن ہے تو اصحاب رسول کے مراتب حاصل کرنا کس طرح ناممکن ہو جائیگا؟

مذکورۂ بالا احادیث میں ایسی قوم کے آنے کی خبر دی گئی ہے جو فضیلت میں اصحاب رسول کے برابر ہوگی یا اصحاب رسول سے بڑھکر ہوگی۔

یہ اصحاب مہدی نہیں تو پھر اور کون ہو سکتے ہیں؟

صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں حضرت علیؓ سے ایک روایت کی ہے جس میں اصحاب مہدی کا مرتبہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم آخرون[4]

نہ اولین اُن سے سبقت لے گئے ہوں گے اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پائیں گے۔

ایسی صورت میں امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے باب میں اگر یہ فرمایا کہ وہ اصحاب رسول کے جیسے ہیں تو آپ کا یہ فرمان احادیث صحیحہ اور علمائے حدیث کے مذہب کے خلاف کس طرح متصور ہوگا اور یہ کس طرح مورد اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے؟

بہر حال مولف ہدیہ کا یہ ادعا باطل ثابت ہو گیا کہ "یہ سب ولایت کے عہدہ دار بھی اصحاب اور اہل بیت نبوت سے افضل ہیں"۔

اب وہ روایتیں درج کی جاتی ہیں جو امام علیہ السلام سے مروی ہیں اور مولف ہدیہ نے باب پنجم میں درج کی ہیں۔

(۱) صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

روزے بیان صفات صدیق اکبر بود رضی اللہ عنہ کہ سیصد و چند صفات ہستند، بندگی میاں نظام فرمودند کہ ہیچ یکی از آں صفات در ما ہست آنحضرت بزبان مبارک فرمودند بل ھو کل فیک (باب دہم)

ایک دن صدیق اکبر کے صفات کا ذکر تھا کہ وہ تین سو سے کچھ زیادہ ہیں، بندگی میاں نظامؓ نے کہا ان میں سے کوئی صفت ہم میں بھی ہے، آنحضرتؐ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ تمام صفتیں تم میں ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۵۲ [2] مسند ابو داؤد طیالسی (طبع حیدرآباد) ص ۳۵۲ [3] الدر المنثور (تفسیر عربی قلمی نمبر ۲۳۲) [4] عقد الدرر ابواب السابع [illegible] اسٹیٹ سنٹرل لائبریری)

صدیق اکبر کے تمام صفات بندگی شاہ نظامؓ میں ہونے سے آپ صدیق اکبر سے کس طرح افضل ہو جائیں گے؟

(۲) مولف ہدیہ نے ایک موضوع روایت کی بنا پر یہ لکھدیا ہے کہ بندگی شاہ نظامؓ کی طرح فرشتے بھی ملبوس ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرح جبرئیل کمبل پوش ہوئے تھے[1]

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کا شاہ نظامؓ کی طرح ملبوس ہونا یا جبرئیل کا حضرت ابوبکرؓ کی طرح کمبل پوش ہونا ہدویہ کے کتب معتبرہ میں مذکور ہی نہیں ہے۔

غرض مذکورہ موضوع روایت سے بھی شاہ نظامؓ کا حضرت صدیق اکبر سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(ا) انصاف نامہ میں امام علیہ السلام کی روایتیں صرف ایک واسطہ سے درج کی گئی ہیں اس کے باب ہفدہم میں وہ بشارتیں مندرج ہیں جو اصحاب امامؑ سے متعلق ہیں۔

شاہ نظام سے متعلق جو بشارتیں درج ہیں ان میں وہ روایت ہی نہیں ہے جس میں فرشتوں کا کمبل پوش ہونا مذکور ہے۔

پانچویں بشارت صرف ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

پنجم بل هو کل فیك	پانچویں بشارت، بلکہ وہ تمام صفتیں تم میں ہیں۔

(ب) حاشیہ انصاف نامہ میں بھی شاہ نظام کی بشارت کے ذیل میں یہ مروی ہے۔

بل هو کل فیه (ص ۲۶۱)	بلکہ وہ سب اس میں ہیں۔

(ج) میاں سید عالم (المتوفی ۱۰۴۰ھ) کی تقلیات میں بھی شاہ نظامؓ سے متعلق بشارتیں درج کی گئی ہیں لیکن جبرئیلؑ کے کمبل پوش ہونے کی روایت نہیں ہے۔

چھٹی بشارت ان الفاظ میں آئی ہے۔

ششم بل هو کل فیك	چھٹی بشارت بلکہ وہ تمام صفتیں تم میں ہیں۔

یہ بھی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(د) شواہد الولایت (سن تالیف ۱۰۵۲ھ) کی روایت اس سے قبل درج کی گئی ہے اس میں بھی صرف "بل هو کل فیك" کے الفاظ آئے ہیں۔

(ھ) صاحب تذکرۃ الصالحین (المتوفی ۱۱۰۴ھ) نے باب یازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

میاں سید سلام اللہ عرض کردند کہ میرا نجی در یاران خوندکار بایں مرتبہ کسے ہست آنحضرت سوے شاہ نظامؓ اشارت نمودہ فرمودند کہ بل کلها فیه	میاں سید سلام اللہ نے عرض کی، میرانجی خوندکار کے اصحاب میں کیا اس مرتبہ کا کوئی شخص ہے آنحضرت نے شاہ نظامؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سب صفتیں ان میں ہیں۔

یہاں بھی کمبل پوش ہونا مذکور نہیں۔

اب ناظرین خود اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ پانچ ماخذوں میں کمبل پوش ہونے کی روایت موجود نہیں ہے تو ان کے

---

[1] ہدیہ ہدویہ ص ۲۲۔

بعد کی کسی غیر معتبر کتاب میں کمبل پوش ہونا درج ہو جانے سے اس کی نسبت امام علیہ السلام کی طرف کس طرح ثابت ہو جائے گی اور صرف ایک روایت کی بناء پر امام علیہ السلام کے خلاف کس طرح حجت قائم کی جائے گی ؟

کمبل پوش ہونے کی روایت انصاف نامہ میں بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ سے متعلق ہے انصاف نامہ کی عبارت یہ ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیر گلیم پوشیدہ انچہ در خانہ بود ہمہ دادند چنانچہ ابوبکر صدیق گلیم پوشیدہ بود ہمچنیں صدیق مہدی کردند (باب پانزدہم)

بندگی میاں سید خوندمیر نے کمبل اوڑھ لیا، جو کچھ گھر میں تھا سب دے دیا، جیسا کہ ابوبکر صدیق نے کمبل اوڑھ لیا تھا، اسی طرح صدیق مہدی نے بھی کیا۔

یہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کمبل پوش ہونا مذکور ہے لیکن فرشتوں کا کمبل پوش ہونا مذکور نہیں، نقلیات میاں سید عالم میں یہ مروی ہے۔

نقل است کہ میاں سید خوندمیرؓ در وقت ابتلاء در دائرہ خود گلیم پوشیدہ بود ہر چہ در خانہ بود ایثار بہ فقراء کردند در راہ خدائے تعالیٰ صدیق ولایت متابعت صدیق اکبر کردند

نقل ہے کہ میاں سید خوندمیرؓ نے ابتلا کے وقت اپنے دائرہ میں کمبل پہن لیا تھا، جو کچھ گھر میں تھا فی سبیل اللہ فقراء پر ایثار کر دیا، صدیق ولایتؓ نے صدیق اکبر کی پیروی کی۔

یہاں بھی بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا کمبل پوش ہونا مذکور ہے لیکن یہ تو مذکور نہیں ہے کہ فرشتے بھی کمبل پوش ہو گئے تھے۔

انصاف نامہ اور نقلیات میاں سید عالم سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کمبل پوش ہونا بندگی میاں سید خوندمیر سے متعلق ہے، بندگی میاں شاہ نظام سے نہیں، اس سے قطع نظر یہاں بھی فرشتوں کے کمبل پوش ہونے کا ذکر تک نہیں۔

حاصل یہ کہ عہد وسطیٰ کے کتب معتبرہ میں فرشتوں کا کمبل پوش ہونا مذکور ہی نہیں ہے۔

البتہ ہاں رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں فرشتوں کے کمبل پوش ہونے کی روایت تو وہ غیر عہد وسطیٰ کی مسلمہ ہے۔

خود مصنف نے صواعق محرقہ کے حوالہ سے ابن کثیر کی رائے درج کی ہے، ہم اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔

قال ابن کثیر وھذا منکر جدا ولولا ان ھذا والذی قبلہ یتداولہ کثیر من الناس لکان الاعراض عنھما اولیٰ [1]

ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث نہایت منکر ہے اس حدیث کو اور اس سے قبل کی حدیث کو اگر بہت سے لوگ متداول نہ کئے ہوتے تو ان دونوں سے اعراض بہتر ہوتا۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اکثر نے اس کو حدیث مانا ہے

دوسرے یہ کہ خود ابن کثیر کو اس حدیث سے اعراض نہیں ہے، اس بناء پر کہ اکثر کے پاس یہ متداول ہے۔

تیسرے ابن کثیر کا اس کو منکر کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کو ضعیف اور غریب جانتے ہیں اس سے یہ استنباط نہیں کر سکتے کہ ابن کثیر اس کو موضوع سمجھتے تھے۔

واضح ہو کہ ابن عساکر اور خطیب نے اس کی تخریج کی ہے۔

---

[1] صواعق محرقہ (طبع مصر) ص ۹۴۔

اب رہا مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ حافظ ابن العراق اور قطب الدین محمد بن محمد کونی نے اس کا موضوعات میں شمار کیا ہے تو اس کے مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ خود اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ابن کثیر جیسے امام حدیث نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح نہیں کی۔

جلال الدین سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکر کے حالات میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے[1] اس سے قطع نظر خود ابن حجر الہیتمی اس کو موضوع تصور کرتا تو صواعق محرقہ میں جو شیعوں کے رد میں لکھی گئی ہے اس کو ہرگز درج نہ کرتا[2]

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث زیر بحث کا موضوع ہونا مختلف فیہ ہے، ایک امر مختلف فیہ سے امام علیہ السلام کے خلاف حجت قائم کرنا صحیح متصور نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ قدیم روایتوں سے اس کی نسبت ہی امام علیہ السلام کی طرف ثابت نہیں ہے۔

برسبیل تنزل معترض کا یہ ادعا بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ایک کثیر جماعت کے مقابلہ میں صرف ابن عراق اور قطب الدین کے قول کی بنا پر یہ حدیث موضوع ہے تو بھی محدثین کے نزدیک حدیث موضوع کا جعلی ہونا قطعی نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے۔

مراد بحدیث موضوع در اصطلاح محدثین این است نہ آنکہ البتہ ثابت شود وضع وکذب در خصوص ایں حدیث وباید دانست کہ حکم بوضع واقرا بحکم ظن غالب است نہ بقطع ویقین فان الکذوب قد یصدق[3]

محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے یہی مراد ہے، نہ کہ اس حدیث میں وضع اور کذب یقیناً ثابت ہو جائے اور جاننا چاہیئے کہ وضع واقرار کا جو حکم دیا جاتا ہے، بربنائے ظن غالب ہے بربنائے یقین نہیں، اس لئے کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول لیتا ہے۔

محدثین کے نزدیک جب حدیث موضوع کا جعل یقینی نہیں ہے تو اس حدیث کا جعلی ہونا کس طرح قطعی ہو جائے گا۔ جس کا موضوع ہونا ہی مختلف فیہ ہو۔

حاصل یہ کہ فرشتوں کے کمبل پوش ہونے کی روایت قدمائے مہدویہ کی کتابوں سے ثابت نہیں ہے اور جب امامؑ کی طرف اس کی نسبت ہی ثابت نہ ہو تو اس سے امام علیہ السلام کے اخلاق کے خلاف حجت کرنا باطل اور مبنی بر عناد ہے۔

معترض کی پیش کردہ موضوع روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام علیہ السلام کے اصحاب رسول اللہ صلعم کے صحابہ سے افضل ہیں۔

(۳) مولف ہدیہ نے یہ روایت بھی پیش کی ہے۔

"منقول ہے کہ ایک دن حضرت میراں علیہ السلام نے حجرہ سے باہر آکر مہاجرین کی جماعت میں فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ کو نہ دیکھا ہو اس کو چاہیئے کہ میاں دلاورؓ کو دیکھے۔

یہاں تشبیہ صورت میں ہوگی یا سیرت میں، ہر دو صورت میں اس سے نہ تو حضرت ابوبکرؓ کی تنقیص ثابت ہوتی ہے اور نہ بندگی شاہ دلاورؓ کی افضلیت۔

(۱) صاحب تذکرۃ الصالحین نے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء (طبع کلکتہ ۱۲۷۳ھ) صـ۳۷ [2] صواعق محرقہ (طبع مصر ۱۳۱۲ھ) صـ۶۵ [3] شرح سفر السعادت (طبع نولکشور) صـ۹

فرمودند کہ بھائی نعمتؓ مقراض بدعت اند نیز فرمودند کہ بندہ و بھائی نعمتؓ در میدان توکل اسپہا دوانیدیم ہیچ فرق نہ شد مگر گوشوارہ (باب پنجم)

امامؑ نے فرمایا کہ بھائی نعمتؓ مقراض بدعت ہیں نیز فرمایا کہ بندہ اور بھائی نعمتؓ نے میدان توکل میں گھوڑے دوڑائے، کوئی فرق نہ تھا مگر بقدر کنوتی۔

اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا توکل شاہ نعمتؓ کے توکل سے بڑھا ہوا تھا اور یہ مورد اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا ہے۔

فانی سمعت دف نعلیك بین یدی فی الجنة (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۵۵۴)

اس لئے کہ میں نے تمہاری نعلین کی حرکت کی آواز سنی اپنے سامنے جنت میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ جنت میں حضرت بلالؓ آگے آگے تھے اور رسول اللہ صلعم آپ کے پیچھے، جب یہ مورد اعتراض نہیں تو پھر مذکورہ روایت پر کس طرح اعتراض وارد ہوسکتا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ میدان توکل میں امام علیہ السلام آگے تھے اور شاہ نعمتؓ آپ سے کسی قدر پیچھے۔

منقول ہے کہ حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ میاں نعمتؓ ہم میں ولایت کے عمرؓ ہیں۔ نقل ہے کہ حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ میاں نعمتؓ حیا میں ثانی عثمانؓ ہیں۔

ان روایتوں سے بھی شاہ نعمت کا حضرت عمر یا حضرت عثمان سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۶) صاحب مطلع الولایت نے ایک روایت کی ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

اما ایں چنیں دو کس را پیش ہیچ نبی و مرسل نکردہ ایم (فصل ہفتم)

لیکن ایسے دو شخصوں کو کسی نبی و مرسل کو ہم نے نہیں دیا ہے۔

اس ایک روایت میں دو شخصوں کو یعنے بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور بندگی میراں سید محمودؓ کو مطلق اصحاب انبیاء اور اصحاب مرسلین پر فضیلت دیگئی ہے لیکن رسول اللہ صلعم کے اصحاب اس سے مستثنیٰ ہیں، دلیل اس کی یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے متعدد روایتوں میں اپنے اصحاب میں کسی کو ولایت کے عمرؓ کسی کو ولایت کے اسد اللہ الغالب کہا ہے چنانچہ خود معترض نے یہ روایت پیش کی ہے۔

پس ماننا پڑے گا کہ مطلع الولایت میں جہاں انبیاء و مرسل کے اصحاب کا ذکر ہے وہاں رسول اللہؐ کے اصحاب مستثنیٰ ہیں۔

ایسے استثناء کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء یا صدق من ابی ذر رواہ الترمذی[1]

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آسمان نے سایہ نہ کیا اور نہ زمین نے اٹھایا ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ صادق ہو۔

اس حدیث کے ذیل میں عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۷۲۵

گفتہ اند کہ ایں قول از آنحضرت بر سبیل مبالغہ است یا مخصوص است بغیر انبیاء و صحابہ کہ فاضل تر انداز وے [1]

(محدثین نے) کہا ہے کہ آنحضرت کا یہ قول بر سبیل مبالغہ ہے، یا مخصوص ہے، غیر انبیاء کے لئے اور ان صحابہ کیلئے جو ابوذر سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوذر کے باب میں جو بشارت دی ہے اور آپ کی فضیلت جو بیان فرمائی ہے اس سے انبیاء مستثنیٰ ہیں اور وہ صحابہ بھی مستثنیٰ ہیں جن کا ابوذر سے افضل ہونا دوسری حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ حدیث میں اس استثناء کی طرف اشارہ کرنے والے الفاظ نہیں ہیں۔ اسی طرح مطلع الولایت کی روایت میں رسول اللہ صلعم کے اصحاب کو مستثنیٰ مان لیا جائے تو بطریق محدثین کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

اس سے قطع نظر خود معترض نے انبیاء و مرسلین کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں رسول اللہ صلعم داخل نہیں ہیں ذیل میں معترض کی عبارت دی جاتی ہے۔

" بیان میں ان بے ادبیوں کے کہ مہدویوں نے جناب میں حضرات انبیاء و مرسلین اور حضرت خاتم الرسالت سید الاولین و آخرین کے ادا کی ہیں۔" (ہدیہ مہدویہ باب ہفتم)

اس عبارت میں انبیاء و مرسلین کے الفاظ آئے ہیں لیکن رسول اللہ صلعم اس میں شامل نہیں ہیں اسی طرح مطلع الولایت کی عبارت میں نبی و مرسل کے الفاظ سے رسول اللہ صلعم کو مستثنیٰ تسلیم کریں تو قابل اعتراض کیا ہے۔

غرض کسی روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کے اصحاب رسول اللہ صلعم کے صحابہ سے افضل ہوں گے۔

اب رہا مولف ہدیہ کا یہ شبہ کہ وہاں چار خلفا تھے تو یہاں پانچ اور وہاں دس مبشر تھے تو یہاں بارہ کیسے بے معنی ہے اس لئے کہ تعداد کا زیادہ ہونا مراتب میں افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا مثلاً رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں صرف ایک لاکھ بیس ہزار نفوس اسلام سے مشرف ہوئے تھے اور بزعم معترض امام مہدی کے زمانہ میں ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی، کیا اس بناء پر معترض امام مہدیؑ کو رسول اللہ صلعم سے افضل ماننے پر تیار ہے؟

معترض کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ وہاں چار خلفا تھے، اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ

خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال رہے گی۔

اس تیس ۳۰ سال کی مدت میں امام حسن کی خلافت کا زمانہ بھی آجاتا ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

خلافت خلفائے اربعہ بست و نہ سال و نہ روز ہفت ماہ تمام می شود و پنج ماہ از سی سال باقی ماند کہ بامام المسلمین حسن بن علی تمام میگردد پس وے نیز از خلفا باشد [2]

خلفائے اربعہ کی خلافت انتیس ۲۹ سال سات ماہ اور نو روز پر تمام ہوتی ہے اور تیس ۳۰ سال میں پانچ ماہ باقی رہتے ہیں جو امام المسلمین حسن بن علی پر تمام ہوتے ہیں پس حسن بن علی بھی خلفاء سے ہوئے۔

اس لحاظ سے خلفا چار نہیں بلکہ پانچ ہوئے۔

معترض نے ایک موضوع روایت کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کے خاص اصحاب پانچ ہونے کی علت، ولایت کا نبوت سے افضل ہونا ہے، حالانکہ اس سے قبل کی روایت میں یہ مذکور ہی نہیں ہے چنانچہ صاحب تذکرۃ الصالحین

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۲۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۸۵

کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فرمودند کہ فرمان خدائے تعالیٰ می شود کہ میراں سید محمودؓ میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و میاں نظامؓ و پنجم سائل است (باب ہفتم)

فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ میراں سید محمودؓ اور میاں سید خوندمیرؓ اور میاں نعمتؓ اور میاں نظامؓ اور اور پانچواں سائل ہے (یعنے شاہ دلاورؓ)

اس سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کے خاص اصحاب پانچ ہیں لیکن یہاں ولایت کا نبوت سے افضل ہونا مذکور ہی نہیں ہے۔

بلکہ مبشر ہونے پر بھی مولف ہدیہ کو اعتراض ہے کہ عشرۂ مبشرہ سے دو بڑھ گئے۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم کے نقیبوں اور رفقاء کی تعداد جو اللہ کی طرف سے دیئے گئے تھے چودہ[۱۲] ہے۔

حضرت علی سے یہ مروی ہے۔

(ا) ما من نبی الا قد اعطی سبعة نقباء وزراء نجباء رفقاء واعطیت انا اربعة عشر وزیرا نقیبا نجیبا سبعة من قریش علی والحسن والحسین وحمزہ وجعفر وعمر وسبعة من المهاجرین عبد اللہ ابن مسعود وسلمان وابوذر وحذیفة وعمار والمقداد وبلال[۱]

کوئی نبی ایسا نہیں جس کو سات نقیب، وزیر نجیب اور رفیق عطا کئے گئے ہوں اور مجھے دیئے گئے ہیں چودہ[۱۴] نقیب اور وزیر جو نجیب ہیں، سات قریش سے ہیں، علی و حسن، حسین، حمزہ و جعفر، ابوبکر اور عمر اور سات مہاجرین سے عبداللہ ابن مسعود، سلمان ابوذر، حذیفہ، عمار، مقداد، بلال۔

(ب) لم یکن نبی قبلی الا اعطی سبعة رفقاء نجباء ونزراء وانی قد اعطیت اربعة عشر حمزہ وجعفر وعلی وحسن وحسین وابوبکر وعمر وعبد اللہ ابن مسعود وابوذر والمقداد وحذیفه وعمار وبلال وصهیب[۲]

نہ تھا میرے قبل کوئی نبی مگر یہ کہ اس کو سات نجیب رفیق اور وزیر دیئے گئے اور مجھے چودہ دیئے گئے حمزہ، جعفر، علی، حسن، حسین، ابوبکر عمر، عبد اللہ ابن مسعود، ابوذر، مقداد، حذیفہ عمار، بلال، صہیب،

(ج) ترمذی نے بھی حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لکل نبی سبعة نجباء واعطیت انا اربعة عشر قلنا فمن هم قال انا وابنای وجعفر وحمزہ وابوبکر وعمر ومصعب ابن عمیر وبلال وسلمان وعمار وعبد اللہ بن مسعود وابوذر والمقداد[۳] رضی اللہ عنہم

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے سات نجیب ہوتے ہیں اور مجھے چودہ[۱۴] عطا کئے گئے ہم نے کہا وہ کون ہیں فرمایا کہ میں اور میرے دونوں فرزند (حسن و حسین) جعفر حمزہ ابوبکر، عمر، مصعب ابن عمیر، بلال، سلمان، عمار عبد اللہ ابن مسعود، ابوذر، اور مقداد رضی اللہ عنہم۔

---

[۱] کنز العمال (طبع اول) الجزء السادس ص ۱۹۳ [۲] کنز العمال (طبع اول) الجزء السادس ص ۱۹۳ [۳] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۸۵۔

مناقب العشرہ کے ذیل میں عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے۔

باید دانست بشارت مخصوص بہ ایشاں نیست از جہت ورود آں باہل بیت نبوت از ازواج و جز ایشاں راز اصحاب[1]

جاننا چاہیئے کہ بشارت ان کے لئے مخصوص نہیں ہے اس لئے کہ بشارت اہل بیت نبوت، ازواج مطہرات اور دوسرے صحابہ کے لئے بھی ہے۔

مذکورۂ بالا روایتوں سے ظاہر ہے کہ بشارت، رسول اللہ صلعم کے صرف دس اصحاب کے لئے مختص نہیں ہے رسول اللہ صلعم کے چودہ[۱۴] نقیب اور وزیر بھی تھے، چونکہ یہ اللہ کی طرف سے دیئے گئے تھے، اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ سب مبشر ہیں۔

اب اگر امام علیہ السلام کے اصحاب میں بارہ[۱۲] مبشر ہوں یعنے دو[۲] کم تو مورد اعتراض کیا ہے؟

(۷) امام علیہ السلام نے شاہ دلاورؒ سے متعلق یہ فرمایا ہے۔

حضرت میراں فرمودند کہ اثنا عشر مبشر چنانچہ بہ حضور بندہ شدہ اند ہمچناں پیش بھائی دلاورؒ خواہند شد (تذکرۃ الصالحین)

حضرت میراں نے فرمایا کہ اثنا عشر مبشر جس طرح ہمارے حضور میں ہیں اسی طرح بھائی دلاورؒ کے پاس بھی ہوں گے۔

اس روایت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ بارہ[۱۲] تابعین ہوں گے، اس کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ شاہ دلاورؒ کے تابعین مرتبہ میں اصحاب امامؑ کے برابر ہوں گے اور اس طرح اصحاب رسولؐ کی برابری کریں گے۔

امام علیہ السلام نے جو خبر دی تھی وہ وقوع میں آگئی جیسا کہ تذکرۃ الصالحین کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

نقل است خلفائے بندگی میاں شاہ دلاورؒ کہ پس ایشاں مملات و مرشدی بر ایشان است دوازدہ کس اند چنانچہ میاں عبدالکریم و میاں یوسف و میاں عبدالملک الی آخرہ۔

نقل ہے کہ بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے خلفا، جنھوں نے آپ کے بعد خلافت اور مرشدی کی ہے، بارہ[۱۲] ہیں چنانچہ میاں عبدالکریم، و میاں یوسف، اور میاں عبدالملک الی آخرہ۔

رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

ما صب اللہ فی صدری شیئا الا وصببتہ فی صدر ابی بکر[2]

نہیں ڈالی پروردگار نے میرے سینہ میں کوئی چیز مگر یہ کہ ڈالا میں نے اس کو ابوبکر کے سینہ میں۔

اگر اس حدیث کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ، رسول اللہ صلعم کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے تو صرف تعداد کی برابری سے شاہ دلاورؒ کے خلفاء اصحاب امامؑ کے ہم مرتبہ کس طرح قرار دیئے جائیں گے؟

(۸) مولف ہدیہ نے دو صدیق ہونے کو بھی مورد اعتراض ٹھیرایا ہے حالانکہ معتبر کتب مہدویہ سے یہ ثابت ہے، کہ صدیق اکبر ایک ہی ہیں چنانچہ بندگی ملک مہری صحابی مہدیؑ نے یہ فرمایا ہے۔

یک ابوبکرؓ ساں اخص ہمہ | شاہ خوندمیرؓ مہر دور پسیں

ایک ابوبکرؓ کی طرح سب میں مخصوص تر | شاہ خوندمیرؓ جو بعد کے دور کے آفتاب ہیں

مذکورہ شعر میں دور پسیں سے دور مہدیت مراد ہے اور شاہ خوندمیرؓ اس بناء پر صدیق اکبر ہیں کہ آپ نے امامؑ کے دعوی ہوکد

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۶۷۱۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۶۳۴

پر سب سے پہلے آمنا وصدقنا کہا چنانچہ بندگی شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

بعد از اظہار دعوی مہدیت امیر سید خوندمیر صدیق اکبر شد (دفتر اول رکن دوم باب دوم)	دعوی مہدیت کے اظہار کے بعد امیر سید خوندمیر صدیق اکبر ہوئے۔

البتہ اصحاب رسول میں دو صدیق ہونا خود معترض کا مسلمہ ہے ایک تو ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے حضرت علیؓ۔ چنانچہ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ فرمایا ہے۔

انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا الصدیق الاکبر الی آخرہ[1]	میں عبد اللہ ہوں اور رسول اللہ صلعم کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں۔

مولف ہدیہ نے چند حدیثیں اس عبارت کے ساتھ پیش کی ہیں۔

"اب چند حدیثیں رعایت آداب میں اصحاب حضرت رسالت پناہ کے اور ان کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہیں"[2]

یہ حدیثیں جیسا کہ خود مولف ہدیہ نے بیان کیا ہے صواعق محرقہ سے لی گئی ہیں ظاہر ہے کہ مولف صواعق محرقہ کا روئے سخن شیعوں کی طرف ہے اس لئے اس نے آداب صحابہ کے باب میں حدیثیں درج کی ہیں۔

معترض کا جہل دیدنی ہے کہ وہی روایتیں مہدویہ کے مقابلہ میں بھی پیش کرتا ہے جو مولف صواعق محرقہ نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہیں حالانکہ مہدویوں کا عقیدہ اول امت کے باب میں وہی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

آداب صحابہ کی حدیثیں ابن حجر نے اس لئے پیش کیں کہ شیعہ بعض اصحاب نبی کے مراتب کے قائل نہیں ہیں۔ وہ حدیثیں جو فضیلت صحابہ سے متعلق ہیں سب کی سب ہمارے ہاں مسلم ہیں، ان حدیثوں سے ان احادیث کی تو نفی نہیں ہو سکتی جن میں یہ مذکور ہے کہ آنے والی قوم کو اول امت کا اجر ملے گا۔

مولف ہدیہ نے متعدد روایتیں پیش کی ہیں لیکن وہ کتب صحاح سے کوئی حدیث اس مضمون کی پیش نہ کر سکا کہ کوئی آنے والی قوم، اول امت کے مراتب حاصل نہ کر سکے گی۔

اس سے قبل ہم نے مسلم کی صحیح حدیث پیش کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم سے شدت کے ساتھ محبت رکھنے والے وہ ہوں گے جو آپ کے بعد ہوں گے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث بھی پیش کر دی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم سے محبت رکھنا ایمان کی دلیل ہے۔ کیا ان حدیثوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کامل الایمان وہ ہوں گے جو صحابہ کرام کے بعد آئیں گے جیسا کہ ابن عبد البر جیسے مشہور عالم حدیث کا مذہب ہے۔

مولف ہدیہ نے جو حدیثیں پیش کی ہیں ان میں سے ہم صرف صحاح سے بحث کریں گے۔

(۱) لوان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصفہ	تم میں سے اگر کوئی کوہ احد کے اتنا سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک مُد (نام پیمانہ) کو پہنچے گا نہ آدھے مد کو۔

اس حدیث میں انفاق مال کی اہمیت بتائی گئی ہے کہ ابتداء میں جب اسلام "غریب" تھا، اس وقت ایک پیمانہ

---

[1] سنن ابن ماجہ (طبع مطبع فاروقی دہلی) ص ۱۲۔ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص ۲۲۲۔

یا نصف پیمانہ کا انفاق بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

ظاہر ہے کہ اسلام کو فروغ ہو جانے کے بعد اگر کوئی سونے کا انبار بھی انفاق کر دے تو اس سونے کی اہمیت ابتدائے اسلام کے ایک مُد کے برابر بھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں مہاجرین لاکھوں کے مالک ہو گئے تھے، بالفرض یہ تمام مال مسلمانوں میں تقسیم بھی کر دیتے تو ابتدائے اسلام میں جو انفاق ہوا ہے اس کے درجہ کو نہیں پہونچتا۔

اس حدیث میں انفاق مال کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اس سے یہ استدلال کرنا کہ آنے والوں کا ایمان صحابہ کے ایمان سے کم ہوگا، باطل ہے خصوصاً جب کہ رسول اللہ صلعم نے صراحت کے ساتھ فرما دیا ہے کہ آپ کو دیکھکر اسلام لانے والوں اور آپ کے ہمراہ جہاد کرنے والوں سے ان لوگوں کا ایمان بہتر ہے جو آپ کو نہ دیکھکر بھی آپ پر ایمان لائیں گے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ حدیث پیش کرنے میں بڑی بد دیانتی کی ہے یعنے حدیث کے ابتدائی الفاظ حذف کر دیئے۔ پوری حدیث جو بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے یہ ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ[1]	ابی سعید الخدری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالیاں مت دو، تم میں اگر کوئی کوہ احد کے اتنا سونا بھی انفاق کرتا تو ان کے مد[2] کو یا نصف مد کو بھی نہیں پہونچتا۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اصحاب کو گالیاں دینے والا ہزار انفاق مال کرے، یہ انفاق، صحابہ کے انفاق کو کیسے پہونچ سکتا ہے۔

یہاں بھی عہد اول کے انفاق کی اہمیت بتانا اور صحابہ کے سب و شتم سے منع کرنا مقصود ہے مدائح ایمانی بیان کرنا نہیں۔

(۲) خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم	بہترین لوگ وہ لوگ ہیں جو میرے قرین ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس حدیث کے پیش کرنے سے مولف ہدیہ مہدویہ کا کیا مطلب ہے، اس سے تو صرف یہی مستفاد ہوتا ہے کہ تبع تابعین کے قرن سے صحابہ کا قرن بہتر ہے یعنے یہ زمانہ بدعتوں سے محفوظ ہوگا۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے ثم الذین یلونھم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قرن اتباع تابعین از انجا تا صد و دو بست و شصت سال و در ایں وقت ظاہر شد بدعت ہا پیدا شد اشیائے غریب و بر داشتند فلاسفہ سر ہائے خود را و کشادند معتزلہ	تبع تابعین کا قرن وہاں سے ۲۶۰ھ تک ہے اس وقت بدعتیں ظاہر ہوئیں اور انوکھی چیزیں ظاہر و نمایاں ہوئیں۔ فلسفیوں نے سر اٹھایا اور معتزلہ نے زبان کھولی اور اہل علم

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۲۹ . [2] مد برابر ہے ۱/۳ ارطل کے

زبان ہا را و ممتحن گشتند اہل علم بقول خلق قرآن الی آخرہ [1] | خلق قرآن کے عقیدے سے آزمائے گئے۔

اگر اس حدیث سے تنزل قرنی تسلیم کر لیا جائے کہ جو قرن، قرن اول سے جتنا زیادہ دور ہوگا اسی قدر ان کا ایمان بھی کم ہوگا تو سب سے کم درجہ کا ایمان رکھنے والے وہی لوگ ہوں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہوں گے اور خود معترض کے مزعومہ مہدی کے ایمان کا بھی یہی حال ہوگا!

(۳) خیر ھذہ الامۃ اولھا وآخرھا اولھا فیھم رسول اللہ وآخرھا فیھم عیسیٰ ابن مریم وبین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم

اس امت کا اول و آخر بہتر ہے اول امت میں رسول اللہ صلعم ہیں اور آخر امت میں عیسیٰؑ ابن مریم اس کے درمیان ٹیڑھے لوگ ہوں گے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں۔

(ابونعیم نے حلیہ میں اس کی روایت کی ہے)

یہ حدیث کتب صحاح میں نہ ہونے کی وجہ سے ہماری بحث سے خارج ہے، بایں ہمہ اس سے مدعی کا ادعا تو ثابت نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ صلعم نے اول امت اور آخر امت دونوں کے لئے لفظ خیر استعمال فرمایا ہے، اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ آخر امت کا ایمان بھی اول امت کے جیسا ہوگا تو مورد اعتراض نہیں ہوسکتا۔ بہر حال اس سے مدعی کا حدیث خیر القرون پیش کرنا رائیگاں گیا اس لئے کہ اس سے تنزل قرنی تو ثابت نہیں ہوسکتا خصوصاً جب کہ آخر امت کے لئے بھی رسول اللہ صلعم نے خیر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس طرح قرن نبوی آنے والے قرون کے مقابلہ میں خیر القرون قرار پایا، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا قرن اپنے سے قبل کے قرون کے مقابلہ میں خیر القرون ہوگا۔

اس حدیث سے بھی یہ امر ثابت نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرام کے بعد جو لوگ آئیں گے ان کا ایمان ان کے ایمان سے کم ہوگا۔

اس حدیث کے باب میں گفتگو کرنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ معترض نے ابونعیم کی روایت تو درج کر دی لیکن اس مضمون کی دوسری روایت سے چشم پوشی کر لی جو صاحب مشکوٰۃ نے رزین کے حوالہ سے درج کی ہے۔

کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم رواہ رزین [2]

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں، میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں لیکن اس کے درمیان غیر مستقیم لوگ ہوں گے وہ مجھ سے نہیں ہیں اور میں ان سے نہیں ہوں۔

رزین کا درجہ بہر حال ابونعیم سے بڑھا ہوا ہے۔ اس حدیث کے سلسلہ رواۃ کو ملا علی قاری نے سلسلۃ الذہب مانا ہے [3] معترض نے مذکورہ حدیث کا ذکر تک نہیں کیا صرف اس لئے کہ اس میں امام مہدی کا ذکر ہے اور دفع ہلاکت کے اعتبار سے بہ فحوائے حدیث آخر امت، اول امت اور وسط امت سب ایک ہے اس لحاظ سے بھی معترض کا حدیث خیر القرون پیش کرنا اس کے مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ ہر وہ قرن جس میں دافع ہلاکت امت ہو، اپنے سے پہلے کے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۳۱ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۵۴۔ [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (طبع مصر) الجزء الخامس ص ۶۵۸۔

قرنوں اور بعد کے قرنوں کے مقابلہ میں خیر القرون ہی قرار پائے گا۔

(۴) ما صحب النبیین والمرسلین احمعین ولا صاحب لیس افضل من ابی بکر (حاکم نے اس کی روایت کی ہے۔)

انبیاء اور مرسلین اور خود رسول اللہ صلعم کی صحبت میں ابوبکر سے زیادہ صاحب فضل کوئی نہیں گزرا۔

یہ حدیث بھی ہماری بحث سے خارج ہے کیوں کہ کتب صحاح میں نہیں ہے۔ ہم نے اس لئے اس کو درج کیا ہے کہ معترض اس سے غلط معنے لینا چاہتا ہے، اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے صواعق محرقہ سے یہ روایتیں درج کی ہیں اور مولف صواعق محرقہ کا روئے سخن شیعوں کی طرف ہے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں کوئی صحابی حضرت ابوبکر سے افضل نہیں تھے۔

یہاں حضرت ابوبکر سے افضل ہونے کی نفی کی جارہی ہے برابر ہونے کی نہیں۔

اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ آئندہ زمانہ میں کوئی ان کے مراتب حاصل نہ کر سکے گا۔

(۵) ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی (اس کی عبد بن حمید اور ابونعیم نے روایت کی ہے)

نہ آفتاب طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا کسی ایسے شخص پر جو ابوبکرؓ سے افضل ہو مگر یہ کہ وہ نبی ہو

یہ حدیث بھی کتب صحاح میں نہیں ہے، ہم نے اس کو یہاں اس لئے درج کیا ہے کہ معترض اور اس کے متبعین اس سے بھی غلط معنے لیتے ہیں۔

ایک یہ کہ ما طلعت ولا غربت سے زمانہ گذشتہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ انبیاء کے سوا کوئی حضرت ابوبکرؓ سے افضل نہیں ہوا اس میں یہ تو پیشین گوئی نہیں ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی نہیں ہوگا۔

دوسرے یہ کہ افضل ہونے کی نفی کی جارہی ہے برابر ہونے کی نہیں۔

بہر حال اس سے بھی استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ آئندہ کوئی ان کے مراتب حاصل نہیں کر سکتا، حالانکہ متعدد حدیثوں میں رسول اللہ صلعم نے آپ کے بعد آنے والوں کے کامل الایمان ہونے کی خبر دی ہے۔

اس مضمون کی روایت تو کتب صحاح میں حضرت عمرؓ کے لئے آئی ہے۔

ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

فلقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر[1]

تحقیق کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آفتاب طلوع نہ ہوا ایسے شخص پر جو عمر سے بہتر ہو۔

ابونعیم اور عبد بن حمید کے مقابلہ میں ترمذی کی روایت بہر حال معتبر ہے۔ اس روایت کے ہوتے ہوئے ابونعیم کی روایت سے حضرت ابوبکر کی فضیلت پر استدلال کرنا بطریق محدثین قابل قبول نہیں۔

ابونعیم کی روایت سے استدلال کیا جارہا ہے تو طبرانی نے کیا قصور کیا؟ طبرانی نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۴۶۔

ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل منہ[1] | آفتاب طلوع نہ ہوا تم میں سے کسی شخص پر جو ابوبکر سے افضل ہو۔

اس سے اصل مسئلہ صاف ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کا اصحاب رسول میں افضل ہونا مراد ہے بعد کو آنے والی قوم میں نہیں جن کے باب میں رسول اللہ صلعم نے بشارتیں دی ہیں۔

(۶) ان الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة (ترمذی) | تحقیق کہ حسن اور حسین سردار جوانان بہشت ہیں۔

اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

من مات من اهل الجنة من صغیر او کبیر یردون بنی ثلاثین فی الجنة لا یزیدون علیها ابدا[2] | اہل جنت سے جو لوگ دنیا میں مرتے ہیں وہ چھوٹے ہوں یا بڑے وہ جنت میں تیس سالہ کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اس سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ ثابت ہوگا کہ حسن اور حسین تمام اہل جنت کے سردار ہوں گے لیکن محدثین نے اس سے انبیاء اور خلفائے راشدین کو مستثنیٰ کیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔

طیبی گفتہ کہ مراد آن است کہ ایشاں افضل انداز کسے کہ جوان مرد در راہ خدا و در ایں سخن نظر است زیرا کہ نیست وجہ تخصیص مر فضل ایشاں را بر کسے کہ جوان مرد بلکہ ایشاں افضل انداز بسیارے کساں کہ پیر مرد اند پس اولیٰ آن است کہ بعضے گفتہ اند کہ مراد آن است کہ ایشاں سید اہل الجنة اند زیرا کہ اہل جنت ہمہ جوانانند لیکن تخصیص کنند بغیر انبیاء و خلفائے راشدین[3] | طیبی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ افضل ہیں اس شخص سے جو راہ خدا میں جوان مرا ہو یہ محل نظر ہے کیوں کہ جوان مرنے والوں پر حضرت حسن و حسین کی افضلیت کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ وہ افضل ہیں بہت سے لوگوں سے بھی جو بوڑھے ہو کر مرے ہیں پس اولیٰ یہی ہے جو بعض نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اہل جنت کے سردار ہیں اس لئے کہ اہل جنت سب کے سب جوان ہوں گے لیکن مختص کرتے ہیں غیر انبیاء و غیر خلفائے راشدین کے ساتھ۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حسن و حسین کی سیادت سے انبیاء و خلفائے راشدین کو مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنے یہ جنت میں خلفائے راشدین کے سردار نہیں ہو سکتے اس کی یہ وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے باب میں علحدہ بشارتیں دیگئی ہیں۔

اسی طرح اول امت کے باب میں رسول اللہ صلعم نے جو بشارتیں دی ہیں اس کی سیادت سے وہ قوم بھی مستثنیٰ ہوگی جن کے باب میں رسول اللہ صلعم نے یہ بشارت دی ہے کہ ان کا اجر بھی اول امت کے اجر کے جیسا ہوگا یا یہ خبر دی ہے کہ ان کا ایمان بہتر ہوگا۔

(۷) ابوبکر و عمر سید اکهول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین (رواة الترمذی) | ابوبکرؓ و عمرؓ کہول اہل جنت کے سردار ہوں گے، جو پہلے گزرے ان کے بھی اور جو بعد کو گزرے ان کے بھی بجز انبیاء اور مرسلین کے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ انبیاء اور مرسلین کے سوا تمام ان اولین و آخرین کے سردار ہیں جنھوں نے سن کہولت

---

[1] صواعق محرقہ (مطبع مصر) ص ۴۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۹۲ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۲۲

میں وفات پائی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

پس معنے آن است کہ سید کسانی اند کہ کہل مردند در دنیا[1]	پس معنے یہ ہیں کہ ان لوگوں کے سردار ہیں جنھوں نے کہولت میں دنیا میں وفات پائی ہے۔

صاحب قاموس نے لفظ کہل کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

من جاوز الثلاثین او اربعا وثلاثین الیٰ احدیٰ وخمسین	وہ شخص کہل ہے جس کی عمر تجاوز کر گئی ہو تیس ۳۰ برس سے یا چونتیس ۳۴ سے اکاون تک۔

اس سے قطع نظر حضرات شیخین خلیفۂ رسول ہیں اور امام مہدی خلیفۃ اللہ ہیں اس حدیث کا اطلاق امام علیہ السلام پر نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ نے سن کہولت میں وفات نہیں پائی اور جیسا کہ صاحب قاموس نے بیان کیا ہے سن کہولت کی انتہا ترپن ۵۳ برس تک ہے اور امام علیہ السلام نے ترسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حدیث زیر بحث میں علماء نے کہل کے معنے حلیم و عاقل کے بھی لئے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

بعضے گفتہ اند کہ مراد بہ کہل اینجا حلیم و عاقل است یعنے می درآرد ایشان را خدائے تعالیٰ در بہشت حلیم و عاقل[2]	بعض نے کہا ہے کہ یہاں کہل سے مراد حلیم اور عاقل ہے یعنے خداوند تعالیٰ ان کو بہشت میں حلیم و عاقل لاتا ہے۔

اس لحاظ سے حدیث سے صرف اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرات شیخین حلیم اور عاقل ہیں۔ اس حدیث کی بناء پر کہول اہل جنت کے سردار ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

اس سے قطع نظر اصحاب مہدی کی فضیلت میں حضرت علیؑ سے یہ مروی ہے۔

لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم آخرون[3]	نہ اولین ان سے سبقت لے گئے ہوں گے اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پہونچیں گے۔

جب اصحاب مہدیؑ کا یہ درجہ ہے تو حدیث زیر بحث میں "من الاولین والآخرین" کے جو الفاظ آئے ہیں اس سے اصحاب مہدی مستثنیٰ ہوں گے اور من الاولین والآخرین کو بطور اغراق ماننا پڑے گا جیسا کہ اس حدیث میں ابن مسعود نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا یہ کہے گا۔

لقد اعطانی اللہ شیئا ما اعطاہ احدا من الاولین والآخرین[4]	تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز دی جو نہ اولین کو دی اور نہ آخرین کو

غرض حدیث زیر بحث مولف ہدیہ مہدویہ کے سارے استدلال کی بنیاد ہے، یہ کہتا ہے کہ حضرات شیخین ساری امت سے افضل ہیں بلکہ پھولا نہ سما کر یہ بھی کہتا ہے کہ امام مہدی سے بھی ان کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

معترض کا جہل دیدنی ہے کہ حضرات شیخین کو جو اصحاب رسول ہیں۔ امام مہدی خلیفۃ اللہ پر فضیلت دیتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۶۵۲۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۶۵۲ [3] عقد الدرر الباب السابع۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۹۷۔

حالانکہ مہدی زمرۂ مبعوثین میں ہیں۔

مہدی کا زمرۂ مبعوثین میں ہونا حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ رزین نے روایت کی ہے۔

کیف تھلک امۃ انا فی اولھا ومھدی فی وسطھا وعیسیٰ فی آخرھا۔	کیسے ہلاک ہوگی وہ امت جس کی ابتدا میں میں ہوں، مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدی کا ذکر دو نبیوں کے درمیان کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ بھی مبعوثین کے زمرہ میں ہوں گے اور حضرات شیخین مبعوث من اللہ نہیں ہیں پس روایت زیر بحث میں من الاولین و آخرین سے امام مہدی مستثنیٰ ہوں گے۔

اس سے قطع نظر خود امام مہدی کا سادات اہل جنت سے ہونا ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنۃ انا وحمزہ وعلی وجعفر الحسن والحسین والمھدی (ابن ماجہ)	انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں اور حمزہ، علی، جعفر حسن اور حسین اور مہدی۔

امام مہدیؑ کا یہاں مطلق اہل جنت کے سرداروں سے ہونا مذکور ہے کہول اور شبان اہل جنت کی تخصیص نہیں ہے۔

دوسروں کی بشارتوں سے قطع نظر کرکے اگر حضرات شیخین کی فضیلت کا تعین صرف اس ایک روایت سے کیا جاتا ہے تو حدیث مندرجہ ذیل سے حضرت ابوذرؓ کا حضرات شیخین تو کیا رسول اللہ صلعم کے سوا تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء باصدق من ابی ذر رواہ الترمذی	عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آسمان نے سایہ نہ ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ روئے زمین پر حضرت ابوذرؓ سے بڑھکر کوئی زیادہ صادق نہیں ہوا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے بلکہ طبقات ابن سعد میں بھی اس مضمون کی روایت ہے۔ بہرحال حضرات شیخین سے متعلقہ روایت کے مقابلے میں یہ روایت قوی تر ہے۔ کیا اس حدیث کی بناء پر معترض یہ عقیدہ قائم کرلے گا کہ حضرت ابوذرؓ انبیاء و مرسلین سے بھی بڑھکر سچے ہیں؟

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

گفتہ اند کہ ایں قول از آنحضرت بر سبیل مبالغہ است یا مخصوص است بغیر انبیاء و صحابہ کہ فاضل تر اند ازو[1]	(علماء حدیث نے) کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا یہ قول بر سبیل مبالغہ ہے یا انبیاء و صحابہ جو ابوذرؓ سے افضل ہیں ان کے سوا دوسروں کے لئے مخصوص ہے

حاصل یہ کہ انبیاء اور وہ صحابہ مستثنیٰ کئے گئے ہیں جو ابوذرؓ سے افضل ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۷۲۵

اس حدیث کو حضرت ابوذرؓ کی وجہ فضیلت قرار دینے کے عوض رسول اللہ صلعم پر مبالغہ عاید کیا جارہا ہے اور انبیاء کے ساتھ صحابہ کو بھی مستثنیٰ کیا جارہا ہے۔

اس سے قطع نظر حضرت علیؓ کے باب میں یہ بشارت آئی ہے۔

لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم خندق افضل من اعمال امتی الیٰ یوم القیامہ [1]	بیشک علی بن طالب کا مبارزت کرنا غزوۂ خندق کے دن افضل ہے میری امت کے اعمال سے قیامت کے دن تک۔

کیا امت کے اعمال میں حضرات شیخین کے اعمال شریک نہیں ہیں؟

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مریم اور آسیہ کے سوا کوئی عورت کامل نہیں ہوئی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لم یکمل من النساء الا مریمؑ بنت عمران وآسیۃؑ امراۃ فرعون [2]	نہیں کامل ہوئی عورتوں میں سے کوئی سوائے عمران کی بیٹی مریمؑ اور فرعون کی بیوی آسیہؑ کے۔

اس کے باوجود علمائے حدیث نے حضرت فاطمہؑ کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے اس بنا پر کہ آپ کے حق میں علاحدہ بشارتیں دیگئی ہیں۔

اسی طرح جہاں جہاں اصحاب رسول کی فضیلت اور سیادت بیان کی گئی ہے اس سے ان کو بھی مستثنیٰ ماننا پڑے گا جنھیں رسول اللہ صلعم نے اپنے ہمراہ جہاد کرنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ جہاد کرنے والوں میں کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نہیں ہیں؟

حاصل یہ کہ اول امت کی فضیلت کی حدیثیں ان احادیث کی نفی نہیں کرسکتیں جن میں اصحاب رسول کے جیسے یا اصحاب رسول سے بڑھ کر مرتبہ رکھنے والوں کی خبر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین (سورہ البقرۃ ع۵)	اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت وہ جو میں نے تمہارے اوپر انعام کی ہے اور یہ کہ میں نے تم کو فضیلت دی جہاں والوں پر۔

اس آیت کی بناء پر کیا بنی اسرائیل کو ان تمام لوگوں پر فضیلت دی جائے گی جو قیام قیامت تک ہوں گے۔ اس سے تو بنی اسرائیل کی فضیلت امت رسول پر بھی ثابت ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امت رسول اس عام حکم سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ع۱۱)	ہو تم بہتر امت جو نکالی گئی لوگوں کے واسطے۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے بھی اول امت کے لئے بشارت دی ہے اور اس کی سیادت بیان فرمائی ہے لیکن اس سیادت سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جن کی رسول اللہ صلعم نے متعدد حدیثوں میں خبر دی ہے کہ یہ اول امت کے مقابلہ میں کامل الایمان ہوں گے۔ اس لحاظ سے امام علیہ السلام کا اپنے بعض اصحاب کو ثانی عمرؓ یا ثانی عثمانؓ کہنا مورد اعتراض نہیں ہوسکتا۔ آپ نے ثانی عمرؓ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۷۲۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۷۵۹۔

ثانی عثمانؓ فرمایا ہے، ان سے افضل نہیں فرمایا۔

اس سے آپؓ کے خلاف استدلال نہیں کیا جاسکتا خصوصاً جب کہ ابن عبدالبر جیسے عالم حدیث کا یہ مذہب ہے، کہ رسول اللہ صلعم کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو آپ کے صحابہ سے افضل ہوں گے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اخوان کا درجہ بہرحال اصحاب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے رسول اللہ صلعم نے آپ کے اصحاب ہوتے ہوئے اپنے اخوان کو دیکھنے کی تمنا فرمائی ہے مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

وددت انا قد راینا اخواننا قالوا ولسنا اخوانك قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد[1]	میں نے چاہا کہ دیکھ لوں اپنے بھائیوں کو اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں، فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہوں گے جو ابھی آئے ہی نہیں

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا باب ششم مطلب اول مقدمہ ثانیہ میں یہ بحث کرنا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایمان امت کے ایمان سے گراں ہوگا، اس کے مفید مطلب نہیں ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

اخرج البیهقی فی شعب الایمان عن عمر قال لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجح بهم[2]	بیہقی نے شعب الایمان میں عمر بن الخطاب سے تخریج کی ہے کہ انہوں نے کہا اگر ابوبکر کا ایمان اہل زمین کے ایمان کے ساتھ تولا جاتا تو ان سب سے بھاری ٹھیرتا۔

صاحب صواعق محرقہ نے بھی یہی حدیث بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے[3]

ہم نے اس سے قبل صرف ان احادیث سے بحث کی ہے جو صحاح سے ہیں۔

اس حدیث کے باب میں گفتگو کرنے کی یہ وجہ ہے کہ مولف ہدیہ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ بلا استثناء تمام افراد امت سے حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان افضل ہوگا۔

مولف ہدیہ کا یہ استدلال مختلف وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

امر اول یہ کہ یہ حدیث، احادیث صحاح سے نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا ہے، رسول اللہؐ کا ارشاد نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ حضرت عمر کا یہ قول بر سبیل اغراق ہوگا کیوں کہ خود رسول اللہ صلعم نے امت میں ایسے افراد ہونے کی خبر دی ہے جو افضل الایمان ہوں گے۔

اس سے قطع نظر دیلمی نے ابن عمر سے یہ روایت کی ہے۔

لولا ان السموات والارض موضوعتان فی کفة وایمان علی فی کفة لرجح ایمان علی[4]	اگر تمام آسمان اور زمین ایک پڑے میں رکھ دیئے جاتے اور علی کا ایمان ایک پڑے میں، تو علی کا ایمان سب سے بھاری ٹھیرتا۔

اہل زمین میں انبیاء اور مرسلین بھی شامل ہیں۔ کیا ان کے ایمان سے بھی حضرت علیؓ کا ایمان افضل ہوگا؟

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۸۹۔ [2] تاریخ الخلفاء (طبع کلکتہ ۱۲۷۳ھ) ص ۵۵ [3] صواعق محرقہ (طبع مصر ۱۳۲۲ھ) ص ۸۴۔
[4] کنز العمال جلد ششم ص ۱۵۶۔

جو لوگ حضرت عمر کی روایت سے حضرت ابوبکر کے افضل الایمان ہونے پر استدلال کرتے ہیں، دیکھیں روایت ابن عمر کی کیا توجیہ کرتے ہیں ؟

امر واقعی یہ ہے کہ اس قسم کی بشارتوں سے مطلق قوی الایمان ہونا مراد ہے۔

یہ بھی عربوں کا ایک طریق بیان ہے۔

اس سے قبل وہ حدیث نقل کی جا چکی جس میں رسول اللہ صلعم کا اپنے اخوان کو دیکھنے کی تمنا کرنا مذکور ہے۔ اخوان کا درجہ بہر حال اصحاب کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے۔

اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اصحاب سے ہیں یا اخوان سے؟

دوسرے یہ کہ ترمذی نے یہ روایت کی ہے۔

قال یقول اللہ تعالیٰ المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھداء[1]

رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو میرے جلال کے باعث آپس میں محبت کرتے ہیں، ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، ان پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

یہاں امت میں ایسے افراد کی خبر دی گئی ہے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید آپ کا ایمان ان افراد کے ایمان سے کیسے گراں ہوگا جن پر انبیاء بھی رشک کرتے ہوں گے۔

حاکم نے مستدرک میں یہ روایت کی ہے۔

قال اقوام یاتون من بعدی فی اصلاب الرجال فیؤمنون بی ولم یرونی ویجدون الورق المعلق فیعملون بما فیہ فھؤلاء افضل اھل الایمان ایمانا ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ[2]

فرمایا کہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے لوگوں کے صلب میں ہیں وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور مجھے نہ دیکھے ہوں گے، معلق ورق کو پائینگے، پس جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرینگے ایمان میں وہ لوگ تمام مومنین سے افضل ہوں گے حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے باایں ہمہ شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

اس حدیث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ اہل ایمان میں از روے ایمان وہی لوگ افضل ہوں گے جو رسولؐ کے بعد ہونگے، اس حدیث کی حاکم نے تصحیح کی ہے، بہر حال اس کی صحت کا درجہ بیہقی کی روایت سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

بر سبیل تنزل بیہقی کی روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو ان لوگوں کو اس روایت سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا جن کا افضل الایمان ہونا، از روے حدیث صحیح ثابت ہے۔

اس سے قبل ترمذی کی حدیث نقل کی جا چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نہ تو آسمان نے سایہ ڈالا اور نہ زمین نے اٹھایا ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو اور اس کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی توضیح بھی درج کی جا چکی جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد بر سبیل مبالغہ ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۱۳۴۔ [2] المستدرک (طبع حیدرآباد دکن) جلد چہارم ص ۸۶۔

یا اس میں انبیاء اور وہ صحابہ شامل نہیں ہیں جو بوذر سے مراتب میں بڑھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح بیہقی کی روایت میں یا تو مبالغہ تسلیم کرنا پڑے گا یا ان لوگوں کو مستثنیٰ کرنا پڑے گا جن کا افضل الایمان ہونا یا اخوان رسول اللہ ہونا بروایت صحیح ثابت ہے وہ بھی اسی صورت میں جب کہ بیہقی کی روایت بر سبیل تنزل صحیح تسلیم کر لی جائے ورنہ بحالت موجودہ اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی کہ عقاید میں اس سے استدلال کیا جائے خصوصاً جب کہ اس کے مفہوم سے متعارض متعدد روایتیں ایسی ہیں جن کی ائمہ حدیث نے تصحیح کی ہے۔

خلیفۃ الرسول اور خلیفۃ اللہ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آپ خلیفۂ رسول ہیں خلیفۃ اللہ نہیں ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی ہے (یہ حدیث مراتب مہدی کے ذیل میں آئے گی) اس لحاظ سے بھی بیہقی کی روایت میں "اہل الارض" کے الفاظ جو آئے ہیں اس سے مہدی خلیفۃ اللہ مستثنیٰ ہوں گے۔

حاصل یہ کہ امامؑ کا اپنے اصحاب کو ثانی عمر یا ثانی عثمان کہنا کسی طرح مورد اعتراض نہیں ہو سکتا!

باب چہارم

امام علیہ السلام کے ارشادات اور انبیاء علیہم السلام

سراج الابصار کی دلیل اخلاق کو رد کرنے اور امام علیہ السلام کے اخلاق کی نفی کرنے کے لئے مولف ہدیہ مہدویہ نے باب ششم میں امام علیہ السلام کے ان ارشادات سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں جو انبیاء سے متعلق ہیں ذیل میں ان شبہات کی تردید کی جاتی ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب کو مراتب انبیاء کی بشارت دی ہے مولف ہدیہ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ہر شخص کو نبی قرار دیا گیا ہے حالانکہ صرف نبی سے تشبیہ دی گئی ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب (۱۹) میں یہ روایت کی ہے۔

(۱) نقل است کہ یک روز حضرت میراں بوقت بیان قرآن در حق ہر دو شان (یعنی میاں عزیز اللہ و میاں مخدوم) می فرمودند کہ ہر دو را مقام ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ السلام دادہ شدہ است، اگر حیات بودے بیشتر باشند لاکن ایشاں سفری کنند چونکہ از دعوت فارغ شدند آں ہر دو برادران باہر یکی برادران دست بوس کردہ وداع کردند یکی برادر بعد سیوم روز نقل شد برادر اولی بعد نہم روز وفات یافت۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت میراں بیان قرآن کے وقت دونوں یعنے میاں عزیز اللہ اور میاں مخدوم کے حق میں فرماتے تھے کہ دونوں کو ابراہیم خلیل اللہ کا مقام دیا گیا اگر وہ زندہ رہتے تو ان کا مقام اس سے بڑھکر ہوتا لیکن وہ اس دنیا سے سفر کرتے ہیں جب آپ دعوت سے فارغ ہوئے تو دونوں بھائی دائرہ کے ہر ایک بھائی سے دست بوسی کر کے رخصت ہوئے ایک بھائی نے تین دن کے بعد وفات پائی اور دوسرے بھائی نے نو دن کے بعد وفات پائی۔

اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میاں عزیز اللہ اور میاں مخدوم کو مقام ابراہیمؑ دیا گیا' اس لئے لفظ مقام کی توضیح کرنا ضروری ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے صرف ایک واسطہ سے امام علیہ السلام کے ارشادات نقل کئے ہیں۔ باب ہفدہم میں یہی روایت اس طرح نقل کی ہے۔

نقل است میاں مخدوم را و میاں عزیز اللہ را در وقت عصر در حق ہر دو کساں فرمودند کہ ہر دو را سیر ابراہیم است

منقول ہے کہ عصر کے وقت میاں مخدوم اور میاں عزیز اللہ دونوں کے حق میں فرمایا کہ دونوں کو سیر ابراہیم حاصل ہے۔

اگر حیات باشد بیشتر باشند ولیکن ایشاں سفر کردند چونکہ از دعوت فارغ شدند و ہریکی برادران دست بوس کردند با آن کساں، بعد سیوم روز نقل شد و دیگر نہم روز نقل شد۔

اگر زندہ رہیں تو اس سے بڑھکر سیر ہو لیکن انہوں نے اس دنیا سے سفر کیا جب دعوت سے فارغ ہوئے تو دائرہ کے سب بھائیوں نے ان دس اشخاص کی دست بوسی کی۔ اس کے بعد ایک نے تیسرے دن وفات پائی اور دوسرے نے نویں دن۔

انصاف نامہ کی روایت سے واضح ہے کہ مقام ابراہیمؑ اور سیر ابراہیم دونوں ایک ہیں۔ جس شخص کو سیر ابراہیمؑ یا مقام ابراہیمؑ حاصل ہو اس کو قائم مقام ابراہیمؑ بھی کہتے ہیں۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۷ میں یہ روایت کی ہے۔

فرمودند کہ فرمان حق تعالیٰ می شود کہ اے سید محمد ہر جا کہ ختم ولایت مصطفیٰ شود آنجا بعضے قائم مقام انبیا باشند و بعضے را سیر ابراہیم و بعضے را سیر موسیٰ و بعضے را سیر عیسیٰ تعین فرمودند

فرمایا کہ فرمان حق تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے سید محمد جہاں ختم ولایت مصطفیٰ ہوتا ہے وہاں بعض انبیاء کے قائم مقام ہوتے ہیں، بعض کے لئے سیر ابراہیم اور بعض کے لئے سیر موسیٰ اور بعض کے لئے سیر عیسیٰ متعین فرماتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی نبی کا "قائم مقام" وہی شخص ہوگا جس کو اس نبی کی سیر حاصل ہو۔ سیر ابراہیم سے یہ مطلب ہے کہ سالک کو اس سیر میں وہ کمالات حاصل ہوتے ہیں جن سے حضرت ابراہیمؑ موصوف تھے اور جس شخص کو یہ سیر حاصل ہو وہ حضرت ابراہیمؑ کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔

روایات سے تبعاً انبیاء کے کمالات سے متصف ہونا مراد ہے انبیاء ہو جانا مراد نہیں۔

سیر ابراہیمؑ اور سیر عیسیٰ انہی کو حاصل ہے جو ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ کے دل پر پیدا ہوئے ہیں حلیہ میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی امت میں ایسے لوگ ہونے کی خبر دی ہے جو ابراہیمؑ کے دل پر پیدا ہوئے ہیں۔

دل ہائے ایشاں را بر دل ابرہیم پیدا کردہ است (مدارج جلد اول صـ ۱۵۳)

ان کے دلوں کو ابراہیمؑ کے دل پر پیدا کیا ہے۔

ابراہیمؑ کے قلب پر ہونا

کنزل العمال میں یہ مروی ہے۔

قلوبھم علی قلب ابراھیم[1]

ان کے قلوب ابراہیمؑ کے قلب پر ہوں گے۔

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

ابوبکر وزیری یقوم مقامی[2]

ابوبکر میرے وزیر ہیں، میرے قائم مقام ہیں۔

معترض کے ادعا کے مطابق رسول اللہ صلعم کے مقام پر قائم ہونے سے کیا ابوبکر بھی نبی ہو جائیں گے؟

اس سے قبل استیعاب کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود "ان ابراھیم کان امۃ" کی جگہ "ان معاذا کان امۃ" پڑھا کرتے تھے اور مدارج کی یہ عبارت بھی ہم نے درج کی ہے۔

پس گفت ابن مسعود فراموش نکردہ ام بطریق تشبیہ معاذ بحضرت ابراہیم علیہ السلام گفت ام و بودیم ما کہ تشبیہ میدادیم

پس کہا ابن مسعود نے فراموش نہیں کیا ہے میں نے بلکہ معاذ کو حضرت ابراہیم سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے اور ہم معاذ کو

---

[1] کنزل العمال طبع اول۔ [2] کنزل العمال جلد ششم صـ ۱۶۰

معاذ را با ابراہیم[1] | ابراہیمؑ سے تشبیہ دیتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ "ان ابراہیم" کی جگہ "ان معاذا" پڑھنا بطریق تشبیہ تھا۔

روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بھی بعض اصحاب کو پیغمبروں سے تشبیہ دی ہے۔

(ا) حضرت انسؓ سے یہ مروی ہے۔

من احب ان ینظر الیٰ ابراھیم فی خلقته فلینظر الی ابی بکر فی سماحته ومن احب ان ینظر الی نوح فی شدته فلینظر الی عمر فی شجاعته ومن احب ان ینظر الی ادریس فی رفعته فلینظر الی عثمان فی رحمته ومن احب ان ینظر الیٰ یحییٰ ابن زکریا فی عبادته فلینظر الی علی فی طهارته[2]

جو چاہتا ہے کہ ابراہیم کو ان کی خلت (دوستی) کی حالت میں دیکھے چاہیئے کہ وہ ابوبکر کو دیکھے ان کی فیاضی میں اور جو یہ چاہتا ہے کہ نوحؑ کو ان کی سختی کی حالت میں دیکھے تو اسے عمر کو دیکھنا چاہیئے ان کو شجاعت کی حالت میں، اور جو ادریسؑ کو انکی رفعت کی حالت میں دیکھنا چاہے تو اس کو عثمان کی طرف دیکھنا چاہیئے ان کے رحم وکرم کی حالت میں اور جو یحییٰ کو انکی عبادت کی حالت میں دیکھنا چاہے اس کو علی کی طرف دیکھنا چاہیئے طہارت کی حالت میں۔

کیا معترض اس کو بھی انبیاء کی شان میں گستاخی پر محمول کرے گا؟

(ب) حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

من سرہ ان ینظر الی تواضع عیسیٰ فلینظر الی ابی ذر[3]

جس کو یہ بات مسرور کر سکتی ہو کہ عیسیٰؑ کو تواضع کی حالت میں دیکھے اس کو چاہیئے کہ ابوذرؓ کو دیکھے

(ج) حضرت جابرؓ سے یہ مروی ہے۔

مثل ابی بکر وعمر مثل نوح وابراھیم فی الانبیاء احدھما اشد فی الله من الحجارة وھو مصیب والآخر الین فی الله من اللبن وھو مصیب[4]

ابوبکر وعمر کی مثال انبیاء میں نوحؑ وابراہیمؑ کی سی ہے ان میں سے ایک اللہ کے معاملہ میں پتھر سے زیادہ سخت ہوں گے وہ حق پر ہوں گے اور دوسرے دودھ سے زیادہ نرم اور رقیق ہوں گے اور وہ حق پر ہوں گے۔

(د) حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جریر بن عبداللہ سے متعلق یہ فرمایا تھا۔

جریر یوسف هذه الامة[5] | جریر اس امت کے یوسف ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث کی بنیاد پر کیا معترض یہ استدلال کرے گا کہ رسول اللہ صلعم نے سب کو نبی قرار دیا ہے؟ اور کیا اس کو بھی انبیاء کی جناب میں گستاخی سمجھے گا؟

مذکورہ احادیث سے صرف ان انبیاء کی خصوصیات سے متصف ہونا مراد ہے۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے بھی جہاں جہاں سیر عیسیٰ وسیر موسیٰ کی بشارت دی ہے وہاں بھی ان انبیاء کی خصوصیات سے

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۵۶۹ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد) الجزء السادس ص۱۶۹ [3] کنز العمال جلد ششم ص۱۶۹ [4] کنز العمال الجزء السادس ص۱۴۴

[5] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۵۶۵۔

متصف ہونا مراد ہے نبی ہو جانا مراد نہیں ۔

کلام اللہ سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والوں کو انبیاء و رسل کے مراتب حاصل ہونگے' ذیل میں اس کی ایک مثال دی جاتی ہے ۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین (النساء ع ۹)	اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنے انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ۔

اس آیت سے یہ تو استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے صدیق' شہید اور صالح ہو سکتے ہیں اس طرح وہ نبی بھی ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنیوالوں کو انبیاء کی معیت حاصل ہو گی یعنے یہ لوگ انبیاء کے مراتب سے سرفراز ہوں گے اس لئے کہ اگر مرتبہ حاصل نہ ہو تو معیت کیسے حاصل ہو گی ۔

احادیث میں جہاں انبیاء ہونا مذکور ہے اس سے بھی نبی کے مراتب حاصل ہونا مراد ہے ۔

ابو داؤد طیالسی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے ۔

کاوت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا[1]	قریب ہے کہ یہ امت سب کی سب انبیاء ہو جائے ۔

اس حدیث سے بھی امت کا مقامات انبیاء حاصل کرنا ثابت ہو رہا ہے انبیاء ہو جانا نہیں ۔

کتب مہدویہ کی کسی روایت میں یہ تو بشارت نہیں دیگئی ہے کہ وہ نبی ہوں گے بلکہ صرف مقام' قائم مقام' سیر اور منزلت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔

(۱) مولف مطلع الولایت نے سندھ کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے ۔

بہ فرمان حق تعالیٰ بشارت ہا بے مقامات اولوالعزم انبیاء و مرسل فرمودند (فصل ہفتم)	حق تعالیٰ کے فرمان کی بناء پر اولوالعزم انبیاء اور مرسلین کے مقامات کی بشارت دی ۔

یہاں بھی مقامات سے مراتب کا حاصل ہونا اور صفات سے متصف ہونا مراد ہے' نبی و مرسل ہو جانا مراد نہیں ۔

(۲) صاحب شواہد الولایت نے باب ہشتم میں یہ روایت کی ہے ۔

نقل است کہ حضرت امام علیہ السلام میاں شیخ بھیک رض را قائم مقام مہتر عیسیٰ علیہ السلام فرمودند ۔	منقول ہے کہ حضرت امامؑ نے میاں شیخ بھیک رض کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام فرمایا ہے ۔

قائم مقام سے بھی وہی مراتب کا حصول اور صفات سے متصف ہونا ہے' نبی ہو جانا نہیں' ۔

رسول اللہ صلعم نے بھی حضرت ابو بکر سے متعلق " یقوم مقامی " (میرا قائم مقام ہو گا) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ۔ کیا معترض یہاں بھی یہی کہے گا کہ حضرت ابو بکر بھی " نبی " ہو گئے ؟

(۳) صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے ۔

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی (طبع حیدر آباد دکن) ص ۳۵۴ ۔

نقل است کہ روزے امام علیہ السلام فرمودند کہ ببندہ را خدائے تعالیٰ مہدی موعود کردہ وصفت بندہ بہ پیغمبراں خبر دادہ بود بنا بر اکثر پیغمبراں تمنائے صحبت بندہ کردہ بودند (باب ۲۶)

منقول ہے کہ ایک روز امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے بندہ کو مہدی موعود کر کے بندہ کی صفت کی پیغمبروں کو خبر دی تھی اسی بناء پر اکثر پیغمبروں نے بندہ کی صحبت کی تمنا کی تھی۔

اس روایت سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی بلکہ یہی روایت رسول اللہ صلعم کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

امام مہدیؑ کی عظمت صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ دوسرے مبعوثین من اللہ کی طرح صاحب بینہ ہیں بلکہ اس لئے ہے کہ آپ "خلق محمدی" سے بھی متصف ہیں۔

پیغمبروں کا امامؑ کی صحبت میں رہنے کی تمنا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو امام مہدی کو حاصل ہے انہیں حاصل نہیں ہے اور یہ مورد اعتراض نہیں ہو سکتا چنانچہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من عباد اللہ لا ناسا ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ الی آخرہ[1]

عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ بندگان خدا میں ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھکر انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔

اس حدیث کی ابو داود نے تخریج کی ہے اور محی السنۃ نے شرح السنۃ میں ابی مالک اشعری کی روایت سے تخریج کی ہے، یہ روایت شعب الایمان میں بھی ہے مع چند زوائد کے۔

اس روایت سے بھی رسول اللہ صلعم کی عظمت ثابت ہوتی ہے یعنے آپ کی امت میں ایسے افراد ہوں گے جو نبی تو نہیں ہوں گے لیکن انبیاء بھی ان پر رشک کریں گے۔

رشک اسی صورت میں کیا جاتا ہے جب کہ کوئی چیز دوسروں کو حاصل ہو اور ہم کو حاصل نہ ہو۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی امت کے بعض افراد انبیاء سے بھی زیادہ شرف حاصل کریں گے۔

یہ تو عام افراد امت تھے، امام مہدی تو بہ فحوائے حدیث ہم خلق رسول اللہ اور دافع ہلاکت امت ہیں اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء بھی ان کی صحبت کی تمنا کرتے تھے تو بطریق عدثین کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے رسول اللہ صلعم کی امت میں ہونے کی تمنا کی ہے۔

(ا) ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ فرمایا ہے۔

یارب فاجعلنی من امۃ محمد[2] | یارب مجھے امت محمد سے بنا دے

(ب) صاحب عقد الدرر نے باب دوازدہم فصل ہشتم میں یہ روایت کی ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال لما قص اللہ تعالیٰ | عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس امت

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۳۵ ۔ [2] دلائل النبوۃ (طبع حیدر آباد دکن) ص ۱۴

علی موسیٰ علیہ السلام شان ھذہ الامۃ تمنی ان یکون رجلا منھم الیٰ آخرہ[1]

کی شان موسیٰ علیہ السلام کے لئے بیان کی تو موسیٰؑ نے تمنا کی کہ ان امتیوں میں سے وہ بھی ایک ہوں۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اس کی تخریج کی ہے۔

(ج) امام فخر رازی نے آیہ اشرح لی صدری کے ذیل میں یہی روایت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس طرح پیش کی ہے۔

قال اللّٰھم اجعلنی من امۃ محمد صلعم[2]

کہا کہ اے اللہ بنا دے مجھکو محمد صلعم کی امت سے۔

(د) مدارج النبوۃ میں یہ مروی ہے۔

پس گفت موسیٰؑ بگردان مرا خداوندا امت آن نبی[3]

پس موسیٰؑ نے کہا خداوندا! مجھے اس نبی کی امت بنا دے۔

(ھ) ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال اجعلنی من امۃ ذلک النبی وفی روایۃ ابی ھریرۃ قال یارب فاجعلنی من امۃ احمد

کہا موسیٰؑ نے بنا دے مجھکو اس نبی کی امت سے اور ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا خداوندا بنا دے مجھ کو احمد کی امت سے۔

یہ روایتیں سیوطی نے بھی خصائص الکبریٰ میں بیان کی ہیں

(و) صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے

درحدیث دیگر آمدہ کہ فرمود آیا شما خرسند نیستید کہ باشد ابراہیم وعیسیٰؑ درمیان شما بعد از آن فرمود کہ ایشان داخل امت اند روز قیامت اما ابراہیم می گوید تو دعوت منی و ذریت منی پس بگرداں مرا از امت خود[4]

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا تم خوش نہیں ہو کہ ابراہیمؑ و عیسیٰؑ تم میں ہو اس کے بعد فرمایا کہ وہ قیامت کے دن امت میں داخل ہیں لیکن ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ تم میری دعوت ہو اور میری اولاد ہو، پس مجھے اپنی امت سے بناؤ۔

ابراہیم علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص نہیں، تمام انبیاء نے رسول اللہ صلعم کے امتی ہونے کی تمنا کی ہے جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے ثواب ہذہ الامۃ کے ذیل میں لکھا ہے۔

تمامی انبیاء و رسل آرزو کردہ اند کہ کاشکے امتیان او بودند[5]

تمام انبیاء و رسل نے آرزو کی ہے کہ کاش آپ کے یعنے رسول اللہ صلعم کے امتی ہوتے۔

امت کے عام افراد کے مقابلہ میں امام مہدی خلیفۃ اللہ، صاحب خلق رسول اللہ کی معیت کا درجہ بہر حال بلند ہے!

غرض امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اکثر انبیاء آپ کی صحبت کی تمنا کرتے تھے تو اس سے بھی رسول اللہ صلعم اور آپ کی امت کی وہی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

(ح) معترض نے ایک نقل پیش کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام کے مہاجر میاں شیخ محمد عیسیٰؑ کا دعویٰ کر کے ٹھٹہ میں مارے گئے تو شاہ دلاور نے بشارت دی کہ ان کے غرغرے کے وقت توبہ قبول ہو گئی اور میراں سید محمود نے کہا مہدی کی تصدیق کی تھی کس طرح ضائع ہوتے[6]

---

[1] عقائد درر ص ۴۹۸ [2] تفسیر فخر رازی (طبع استانبول) الجزء السادس ص ۲۵۔ [3] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۲۶ [4] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۶۹۔
[5] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۵۱ [6] ہدیہ مہدویہ طبع اول ص ۲۳۳۔

میاں شیخ محمد کا واقعہ معترض کی پیش کردہ کتاب سے قبل کی کتابوں میں بھی آیا ہے لیکن غرغرے کے وقت توبہ قبول ہونا مذکور نہیں

نقلیات میاں سید عالم میں یہ مروی ہے۔

نقل است روزے میراںؒ براہ می رفتند شخصے گفت کہ پس از خوندکار عیسیٰؑ کے خواہند آمد فرمودند کہ عیسیٰ پس ما خواہد آمد میاں شیخ محمد نام مہاجر بود او شاں پس پشت میراں استادہ بودند بر خود گماں کردند کہ میراں مرا فرمودند بعد رحلت در سند رفتہ دعوئ عیسیٰ کردند بسیار کساں گرویدند و پنج صد سوار جمع شدند خبرش بہ میراں سید محمود رسید فرمودند وسہ مہاجراں را بکشتن او فرستادند یکی میاں نظام غالب دوم میاں حیدر سوم میاں سومار ایشاں میان راہ خبرش یافتند کہ سرش بریدند با جمیع توابعاں حاکم آنجائی۔

نقل ہے کہ ایک روز میراں علیہ السلام راستہ چل رہے تھے کسی نے کہا کہ خوندکار کے بعد عیسیٰؑ کب آئینگے فرمایا کہ ہمارے پیچھے آئینگے میاں شیخ محمد نامی ایک مہاجر تھے وہ میراںؒ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑے تھے اپنے بارے میں گمان کیا کہ میراںؒ نے مجھے فرمایا ہے میراںؒ کی رحلت کے بعد سندھ میں جاکر عیسیٰؑ کا دعویٰ کیا بہت سے لوگ ان پر ایمان لائے اور پانچ سو سوار جمع ہو گئے اس کی خبر میراں سید محمودؓ کو پہونچی اور تین مہاجرین کو انہیں قتل کرنے کے لئے بھیجا ایک میاں نظام غالب دوسرے میاں حیدر تیسرے میاں سومار انہوں نے راستہ میں یہ خبر پائی کہ وہاں کے حاکم نے ان کا سر کاٹ ڈالا ان کے تمام متبعین کے ساتھ۔

اس روایت میں چار امور مذکور ہیں۔

ایک امامؑ کا فرمانا کہ عیسیٰ میرے پیچھے آئیں گے۔

دوسرے یہ کہ میاں شیخ محمد کا دعوی عیسیٰ کرنا اور مارا جانا۔

یہاں غرغرے کے وقت توبہ کا ذکر ہی نہیں ہے جو معترض کی پیش کردہ نقل میں ہے۔

تذکرۃ الصالحین بھی معترض کی پیش کردہ کتاب سے قبل لکھی گئی ہے اس میں میاں شیخ مہاجر کے بارے میں بندگی شاہ نظامؒ سے یہ مروی ہے۔

بعد ازاں از پیش بندہ رفتند در ملک سندھ دعوئ عیسیٰ اظہار کردہ مقتول گشتند (باب یازدہم)

اس کے بعد بندہ کے پاس سے چلے گئے ملک سندھ میں عیسیٰ کا دعویٰ کر کے مقتول ہو گئے۔

غرض مذکورہ دونوں روایتوں میں غرغرے کے وقت توبہ قبول ہونا مذکور ہی نہیں ہے خاتم سلیمانی کے گلشن پنجم چمن چہارم میں بھی میاں شیخ محمد کا دعوی عیسیٰؑ کرنا اور مقتول ہونا مذکور ہے لیکن غرغرے کے وقت توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی نہیں۔

مذکورہ روایتوں سے ظاہر ہے کہ مقام عیسیٰ حاصل ہونا اور ہے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ اور ہے۔

معترض کی پیش کردہ نقل کا وہ جزء جو شاہ دلاورؓ سے متعلق ہے اس کا ذکر نقلیات میاں سید عالم تذکرۃ الصالحین اور خاتم سلیمانی میں نہیں ہے۔

یوں بھی شاہ دلاورؓ کی بشارت میاں شیخ محمد مہاجر کے باب میں مورد اعتراض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ میاں شیخ محمد مہاجر کا دعوی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ امام علیہ السلام نے مطلق فرمایا تھا کہ عیسیٰؑ آپ کے پیچھے آئیں گے۔ میاں شیخ محمد مہاجر امامؑ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، انہوں نے اس کو اپنے حسب حال سمجھا۔

آخر وقت اگر انہوں نے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات شاہ ولاؒ کے علم میں آئی اور آپ نے ان کے انجام کے متعلق بشارت دی تو کونسا امر قابل اعتراض ہے؟

اب رہی میاں شیخ محمد مہاجر کی توبہ جو غرغرے کے وقت کی گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قابل قبول ہے اس لئے کہ ان کا دعویٰ نادانی پر مبنی تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

انما التوبة علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالة ثم یتوبون من قریب۔ (النساء ع ۳)

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ تو انہی کی ہے جو نادانی سے کوئی گناہ کرتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں قریبی زمانہ میں (موت سے قبل)

اس آیت سے ثابت ہے کہ ان لوگوں کی توبہ قابل قبول ہے جو نادانی کی بناء پر کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں میاں شیخ محمد مہاجر کا دعویٰ بھی نادانی پر مبنی تھا اس لئے کہ انہوں نے فرمان میرانؒ کو اپنے متعلق سمجھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق آپ کی توبہ بھی قبول ہوگئی!

اشعۃ اللمعات میں مالم یغرغر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ایمان یاس غیر مقبول است و توبہ یاس مقبول [1]

خوف سے ایمان لانا مقبول نہیں ہے، خوف سے توبہ کرلینا مقبول ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے اپنی دوسری تالیف تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان میں یہ بیان کیا ہے۔

نزد بسیارے از علماء توبہ یاس مقبول است لیکن ایمان یاس باتفاق و اجماع مقبول نیست۔

بہت سے علماء کے نزدیک خوف سے توبہ کرلینا مقبول ہے لیکن خوف سے ایمان لانا باتفاق و اجماع مقبول نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر حدیث میں یہ آیا ہے۔

عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة رواہ ابو داؤد [2]

معاذ بن جبل سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوتا ہے ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

جب آخری کلام قابل قبول ہے تو آخر وقت جو توبہ کی جائے کس طرح قابل قبول نہ ہوگی؟

حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔

عن ابی سعید و ابی ھریرہ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ [3]

ابوسعید اور ہریرہؓ سے مروی ہے ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

اس حدیث میں موتاکم (تمہارے مُردے) وہ لوگ مراد ہیں جو مرنے کے قریب ہوں، جب آخری وقت کی تلقین مفید ہے تو آخری وقت کی توبہ کس طرح قبول نہ ہوگی؟

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

یبعث کل عبد علی ما مات علیہ [4]

ہر بندہ اٹھایا جاتا ہے اسی حالت (کفر و معصیت یا

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۴۲۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۶۱۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۶۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۵۷۔

| ایمان وطاعت) میں جس میں کہ اس کی وفات ہوتی ہے۔

اس سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ آخری وقت کی توبہ مقبول ہے۔ صاحب اشعۃ اللمعات نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ "پس معتبر خاتمہ است" پس خاتمہ ہی معتبر ہے۔

حاصل یہ کہ امامؑ کے ارشاد "عیسیٰؑ پس ما خواہد آمد" میں عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے آنے سے بھی یہی ثابت ہے کہ عیسیٰؑ آپ کے بعد آئینگے اور یہ طریق بیان کلام اللہ کے مطابق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثم قفینا علی آثارھم برسلنا (الحدید ع۴) | پھر پیچھے لائے ہم ان کے قدموں پر اپنے رسول

یہاں بھی پیچھے لانے سے بعد لانا ہی مراد ہے۔

(۵) معترض نے ایک موضوع نقل[1] کا سہارا لے کر یہ افترا کیا ہے کہ مہدوی تمام انبیاء میں صرف عیسیٰؑ کو پورا مسلمان مانتے ہیں حالانکہ معتبر کتب مہدویہ میں عیسیٰؑ کا پورے مسلمان ہونا مذکور ہی نہیں ہے۔

(ا) بندگی ملک جہری مہاجر مہدی ہیں، آپ یہ فرماتے ہیں۔

مسلمان زسر تا قدم جسم وجاں | نشد کس جز آں مرسل وایں امام[2]

ترجمہ: (مسلمان سر سے قدم تک جسم وجان | کوئی نہ ہوا سوا اس مرسل اور اس امام کے)

(ب) صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے

از بندگی میاں سید خوندمیر چند بار شنیدیم فرمودند کہ یک روز پیش بندگی حضرت میرانؑ عرض کردم کہ در تمام عالم دو مسلمان معلوم می شوند بعدہٗ حضرت میرانؑ فرمودند کہ سید خوندمیرؓ شما چہ می گوئید ایں سخن بندگی میاں فرمودند آرے میرا نجیو، ہمچنیں است بعدہٗ میراں فرمودند از کجا می شود بعدہٗ میاں فرمودند کہ از میرا نجی معلوم می شود حضرت میرانؑ فرمودند کہ کدام دو کساں میاں فرمودند یک محمد رسول اللہ صلعم ثانی محمد مہدی مراد اللہ بعدہٗ میراں فرمودند آرے ہمچناں است بعضے انبیاء را سر مسلمان شدہ بود بعضے تا ناف و بعضے را تا پہلوئے راست و بعضے را ہر دو پہلو مگر ہمیں دو تن سر تا پا مسلمان شدند (باب دوازدہم)

بندگی میاں سید خوندمیر سے ہم نے چند بار سنا، آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے بندگی حضرت میراں کی خدمت میں عرض کی کہ تمام عالم میں دو مسلمان معلوم ہوتے ہیں، اس کے حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ سید خوندمیر تم یہ بات کیا کہتے ہو، بندگی میاںؓ نے فرمایا ہاں میرا نجی ایسا ہی ہے اس کے بعد میرانؑ نے فرمایا کہاں سے معلوم ہوتا ہے، اس کے بعد میاںؓ نے فرمایا کہ میرا نجی سے معلوم ہوتا ہے، حضرت میرانؑ نے فرمایا کون دو شخص ہیں میاںؓ نے فرمایا ایک محمد رسول اللہ اور دوسرے محمد مہدی مراد اللہ اس کے بعد میرانؑ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے، بعض انبیاء کا سر مسلمان ہو گیا تھا بعض ناف تک مسلمان تھے اور بعض سینے پہلو تک اور بعض کے دونوں پہلو مسلمان تھے مگر یہی دو تن سر تا پا مسلمان ہوئے۔

بندگی ملک جہری اور صاحب انصاف نامہ کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ سر تا پا مسلمان یعنے پورے مسلمان سے صرف محمد رسول اللہؐ اور محمد مہدی مراد اللہ ہیں۔ عیسیٰ کا پورے مسلمان ہونا یہاں مذکور ہی نہیں۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ ص۲۳۳۔ [2] دیوان جہری (طبع حیدرآباد) ص۶۵۔

در بعضے روایات آمدہ است کہ زائیدہ نمی شود آدمی زاد را فرزندے مگر آں کہ زائیدہ می شود از جن مانند آں وے را ہمزاد وے گویند[1]

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آدمی زاد کے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوتا مگر یہ کہ پیدا ہوتا ہے جن میں سے اس کے مانند اور اس کو اس کا ہمزاد کہتے ہیں۔

(ب) احادیث میں اسی ہمزاد کے لئے شیطان کا لفظ استعمال ہوا ہے، مولف کنز العمال نے یہ روایت کی ہے۔

ما منکم من احد الا وله شیطان قال ولك یا رسول الله قال ولی ولکن الله اعاننی علیه فاسلم الی آخره[2]

تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر اس کے لئے ایک شیطان ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے بھی فرمایا کہ میرے لئے بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھ کو اس پر غالب کر دیا پس وہ مسلمان ہو گیا۔

(ج) صاحب نہایہ نے یہ روایت کی ہے۔

ما من آدمی الا ومعه شیطان قیل ومعك قال نعم ولکن الله اعانني علیه فاسلم وفی روایة حتی اسلم[3]

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ ایک شیطان نہ ہو کہا گیا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھ کو اس پر غالب کر دیا پس وہ مسلمان ہو گیا ایک روایت میں یہ آیا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمؑ کا شیطان کافر تھا اور آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا جیسا کہ نہایہ میں مروی ہے۔

کان شیطان آدم کافرا وشیطانی مسلما[4]

آدم کا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان

(د) آدم علیہ السلام کی تخصیص نہیں، تمام انبیاء کا شیطان بھی مسلمان نہیں تھا صرف رسول اللہ صلعم کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا، سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں یہ روایت کی ہے۔

اخرج البزار عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی الیه حتی اسلم ونسیت الخصلة الاخری[5]

بزار نے ابوہریرہ سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ انبیاء پر مجھ کو دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی ہے میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر مدد دی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا اور ابوہریرہ نے کہا ہے کہ میں دوسری خصلت کو بھول گیا۔

مذکورہ روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کا ہمزاد یعنے شیطان مسلمان ہو گیا تھا، دوسرے انبیاء کا نہیں۔ اس لحاظ سے جس معنی میں رسول اللہ صلعم مسلمان ہیں دوسرے انبیاء مسلمان نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد انك علی خلق عظیم[6] (بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں) سے ثابت ہے، کہ رسول اللہ صلعم خلق عظیم سے متصف ہیں، حدیث سے یہ بھی ثابت ہے، کہ مہدی، رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہوں گے اخلاق میں۔ حدیث کے الفاظ یشبه فی الخلق[7] اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں یہ آیا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۸۱ [2] کنز العمال (طبع اول) جلد اول صـ۶۲ [3] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (طبع مصر) الجزء الثانی صـ۱۴۸
[5] الخصائص الکبریٰ (طبع حیدر آباد) جلد ثانی صـ۱۲۹ [6] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۲۱ [7] ایضاً صـ

یواطی اسمہ اسمی و خلقہ خلقی [1] | مطابق ہوگا اس کا نام میرے نام کے اور اس کا خلق میرے خلق کے

یہاں مطابقت اخلاق مطلق ہے لہذا خلق کے تمام جہات متصور ہوں گے، اس لحاظ سے دوسری حدیث میں جہاں یشبہ فی الخلق (مشابہت رکھتا ہے خلق میں) کے الفاظ آئے ہیں اس سے مشابہت کاملہ ہی مراد ہوگی، اس لئے کہ مہدی رسول اللہ صلعم کے تمام اخلاق سے متصف ہوں گے، اگر آپ بعض سے متصف ہوتے اور بعض سے نہیں تو خصوصیت کے ساتھ آپ کے متعلق "خلقہ خلقی" اور "یشبہ فی الخلق" کی بشارتیں نہ دی جاتیں۔ رسول اللہ صلعم کے بعض خلق سے تو دوسرے بھی متصف ہو سکتے ہیں۔

خلق عظیم کا انحصار شیطان کے مسلمان ہو جانے پر ہے اس لئے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد وہ صرف خیر کا حکم دیتا ہے اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ مہدی کا شیطان بھی مسلمان ہوگا ورنہ مہدی کا خلق رسول اللہ کا خلق نہیں ہو سکتا۔

امام علیہ السلام سے بھی یہی مروی ہے کہ آپ کا شیطان مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں یہ لکھا ہے۔

منہا ما روی عن المہدی انہ قال اسلم شیطانی کما روی ذلک عن النبی علیہ السلام | منجملہ ان روایتوں کے جو امامؑ سے مروی ہیں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔

(ب) میاں الہداد حمید کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، میاں عبدالملک سجاوندی نے مذکورہ عبارت کے بعد یہ بھی بیان کیا ہے۔

قال الولی الصادق المہاجر مع المہدی الہداد ابن حمید فی ترجیعہ | امام علیہ السلام کے مہاجر ولی صادق الہداد ابن حمید نے اپنے ترجیع بند میں کہا ہے۔

شعر
ماندہ ہمزاد ایں و آں کافر
شد مسلماں بہ ہر دو تن ہمزاد [2]

ہر شخص کا ہمزاد (شیطان) تو کافر ہی رہا
رسول اللہؐ اور امامؑ کا ہمزاد مسلمان تھا

(ج) حاشیہ انصاف نامہ میں یہ مروی ہے۔

خناس رسول علیہ السلام و میران علیہ السلام ایں ہر دو خناسان مسلمان بودند [3]

نقل ہے کہ رسول اللہؐ کا شیطان اور میرانؑ کا شیطان دونوں مسلمان تھے۔

(د) صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

خصوصیت سی ام آنکہ فرمودہ اند کہ خناس بندہ مسلمان شدہ است (باب ۳۱) | تیسویں خصوصیت یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ بندہ کا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کے شیطان کا مسلمان ہو جانا خبر مشہور ہے جیسا کہ میاں عبدالملک سجاوندی نے امام علیہ السلام کی آٹھویں خصوصیت کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

ہکذا اخبر المہدی علیہ السلام ان شیطانہ | اسی طرح مہدی علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ آپ کا شیطان بھی آپ کے

---

[1] کنز العمال (طبع اول) جلد ہفتم صفحہ ۱۸۸ ۔ [2] منہاج التقویم صفحہ ۱۳۰ حاشیہ شریف صفحہ ۱۵۶

ایضا اسلم عندہ وھو الخبر المشھور بین الناس منہ[1] | پاس مسلمان ہو گیا تھا اور یہ خبر تمام لوگوں میں مشہور ہے۔

انصاف نامہ کی روایت میں صرف خاتمین علیہما السلام کا سرتاپا مسلمان ہونا مذکور ہے اور یہاں اسلام سے شیطان کا مسلمان ہونا مراد ہے۔

اب رہی وہ مثال جو اسلام انبیاء کی توضیح کے لئے پیش کی گئی ہے تو وہ بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطان بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ[2]

میری مثال اور انبیاء کی مثال ایک قصر کے جیسی ہے جس کی تعمیر اچھی کی گئی ہو اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، پس دیکھنے والے اس کے اطراف پھرے تعجب کرتے ہوئے اس کی تعمیر کی خوبی سے سوائے اس اینٹ کی جگہ کے پس میں نے اس اینٹ کی جگہ بند کر دی۔

اس حدیث میں انبیاء کو ایک ناتمام قصر سے تشبیہ دی گئی ہے اور رسول اللہ صلعم کو صرف ایک اینٹ سے اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے دوسرے انبیاء کی تنقیص اور رسول اللہ صلعم کی تحقیر ہو رہی ہے۔

اسی طرح انصاف نامہ کی روایت میں دو امور مذکور ہیں، ایک سر و سینہ و پہلو تک مسلمان ہونا تو یہ فضیلت انبیاء کی طرف اشارہ ہے جو "فضلنا بعض النبیین علی بعض" (بنی اسرائیل ع ۶) سے ثابت ہے، دوسرے پورے مسلمان ہونا تو یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں شیطان کا مسلمان ہو جانا مذکور ہے۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم اور مہدی علیہ السلام کے سوا کسی کا شیطان مسلمان نہیں ہوا۔

ظاہر ہے کہ جن کا شیطان بھی مسلمان ہو چکا ہو ان کی رویت باری کے مدارج بھی سوا ہوں گے۔

(۶) صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۴ میں یہ روایت کی ہے۔

(۱) بندگی میاں سید خوندمیر حضرت امام الابرار را در ایں باب استفسار کردند کہ میرانجی ایں چہ احوال بود، فرمودند کہ ارواح اولین و آخرین حاضر کردہ شد از طرف حق تعالیٰ فرمان شد کہ اے سید محمد کہ ایں ہمہ ارواح را بہ پیشوائی قبول کن بندہ در ایں مشت خاک نظر کردیم و گفتیم کہ خداوندا ایں ضعیف را چہ طاقت و قدرت باشد کہ پیشوائی ایں ھا تواند کرد و باز بہ فضل خدا و عنایت خدائے تعالیٰ نظر کردیم بر ایں بندہ دار و گفتیم خداوندا بہ فضل تو و عنایت تو آنچہ تو فرمائی بہ پیشوائی قبول کردیم و اگر صد چندان دیگراں باشند

بندگی میاں سید خوندمیر نے حضرت امام الابرار سے اس باب میں استفسار کیا کہ میرانجی یہ کیا حال تھا، فرمایا کہ اولین و آخرین کے ارواح حاضر کئے گئے، حق تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوا کہ اے سید محمد ان تمام ارواح کی پیشوائی قبول کرو، بندہ نے اس مشت خاک پر نظر کی اور کہا کہ اے خداوندا اس ضعیف کو کیا طاقت اور قدرت ہے کہ ان کی پیشوائی کر سکے اور پھر خدا کے فضل اور اس کی عنایت پر ہم نے نظر کی جو اس بندہ پر ہے، ہم نے کہا کہ خداوندا تیرے فضل اور تیری عنایت سے جو کچھ تو فرماتا ہے پیشوائی کے لئے ہم نے قبول کیا اور اگر دوسرے صد چند ہوں تو بھی تیرے فضل

---

[1] فضیلۃ المہدی علی الشیخین ص ۱۶۔ (یہ رسالہ خصائص المہدی کے نام سے شائع ہو گیا ہے) [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۶۰

(ج) یہی روایت حاشیہ انصاف نامہ میں بھی آئی ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سرتاپا مسلمان صرف مہدی مراد اللہ اور محمد رسول اللہ ہیں' اس نقل کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

مگر ہمیں دو تن سرتاپا مسلمان شدند [1] | مگر یہی دو تن (محمد مہدی علیہما السلام) سرتاپا مسلمان ہوئے۔

یہاں بھی محمد رسول اللہ اور محمد مہدی مراد اللہ کا سرتاپا مسلمان ہونا مذکور ہے عیسیٰؑ کا سرتاپا مسلمان ہونا مذکور نہیں۔

(د) بندگی شاہ برہان نے دفتر میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت امام کائنات علیہ الصلوٰۃ کرات و مرات فرمودند کہ بعضے انبیاء را سر مسلمان شدہ بود و بعضے تا سینہ و بعضے تا ناف و درمیان جملہ انبیاء و اولیاء از سرتاپا ہمیں دو تن مسلمان شدند یکی محمد رسول اللہ دوم محمد مہدی صلی اللہ علیہما۔ (دفتر دوم رکن چہارم باب اول)

نقل ہے کہ حضرت امام کائنات علیہ الصلوٰۃ نے بارہا فرمایا ہے کہ بعض انبیاء کا سر مسلمان ہو گیا تھا اور بعض سینہ تک مسلمان تھے اور بعض ناف تک اور جملہ انبیاء و اولیاء میں۔ یہی دو تن مسلمان ایک محمد رسول اللہ صلعم دوسرے محمد مہدیؑ۔

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف محمد رسول اللہ اور محمد مہدی مراد اللہ سرتاپا مسلمان ہیں عیسیٰؑ نہیں۔

خود شاہ برہانؒ نے یہ بیان کیا ہے۔

درمیان جملہ انبیاء و رسل صلواۃ اللہ علیہم اجمعین حضرت محمدین الخاتمین بحکم القطع مسلمان اند [2]

تمام انبیاء و رسل صلواۃ اللہ علیہم اجمعین میں حضرت محمدین الخاتمین قطعی حکم کی بنا پر (سرتاپا) مسلمان ہیں۔

یہاں قطعی حکم سے مراد فرمان مہدی ہے اور فرمان مہدی سے صرف محمد مہدی کا سرتاپا مسلمان ہونا ثابت ہے۔

مذکورہ چار قدیم معتبر ماخذوں سے ثابت ہو گیا کہ محمد رسول اللہ کی طرح محمد مہدی مراد اللہ بھی پورے مسلمان ہیں۔

معترض کی پیش کردہ موضوع نقل میں صرف عیسیٰؑ کا پورے مسلمان ہونا مذکور ہے' اس کی تردید مذکورہ قدیم اور معتبر ماخذوں کی روایتوں سے ہو گئی۔

احادیث سے بھی ثابت ہے کہ انبیا علیہم السلام کے اسلام میں مدارج ہیں' اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ما منکم احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فلا یامرنی الا بخیر رواہ مسلم [3]

ابن مسعود سے مروی ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا ایک ساتھی جن اور ملائکہ میں سے مقرر کیا گیا ہے اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ بھی داخل ہیں تو فرمایا کہ میں بھی اس میں داخل ہوں اور میرا بھی ایک قرین اور ساتھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھکو اس پر غالب کر دیا پس وہ مسلمان ہو گیا پس وہ مجھے حکم نہیں دیتا ہے مگر خیر کا' روایت کی ہے اس کی مسلم نے

اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے اور رسول اللہ کا جن مسلمان ہو گیا تھا' اس جن کو ہمزاد بھی کہتے ہیں مذکورہ حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

---

[1] حاشیہ شریف ص ۲۵ [2] دفتر اول رکن سوم باب سوم [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۸۱

بفضل تو قبول کنیم | سے ہم قبول کریں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے ارواح اولین و آخرین کی پیشوائی قبول کی ہے یہ کیسے مورد اعتراض ہوسکتا ہے جب کہ امام مہدی کے اصحاب کے باب میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

لم یسبقهم الاولون ولا یدرکهم الآخرون[1] | نہ اولین ان سے سبقت لے گئے ہوں اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پائیں گے

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اولین و آخرین اصحاب مہدیؑ کے درجہ کو نہیں پہونچیں گے۔

اگر امامؑ نے اولین و آخرین کی پیشوائی قبول فرمائی تو فحوائے حدیث کا کس طرح خلاف لازم آئیگا؟

اس سے قطع نظر ابن مسعود سے یہ روایت آئی ہے۔

عن ابن مسعود ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال آخر من یدخل الجنة رجل فهو یمشی حبوة ویکبو مرة وتسفعه النار مرة فاذا جاوزها التفت الیها فقال تبارك الذی نجانی منك لقد اعطانی الله شیئا ما اعطاه احدا من الاولین والآخرین الی آخره[2]

ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص بہشت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا وہ ایک بار چلتا ہے اور ایک بار پیچھے ہٹتا ہے اور علامت کرتی ہے آگ اس کو بار دیگر پس وہ شخص آگ سے گذر جاتا ہے اس کی طرف دیکھتا ہے پس وہ کہتا ہے کہ بزرگ ہے وہ خدا جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دلائی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز دی جو نہ اولین کو دی اور نہ آخرین کو۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جو شخص سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سے زیادہ عطا کریگا اس شخص کا نہ تو خلیفۃ اللہ ہونا مذکور ہے اور نہ نبی اللہ ہونا۔ جب یہ حدیث مورد اعتراض نہیں تو شواہد الولایت کی روایت میں امام مہدیؑ کا اولین و آخرین کی پیشوائی قبول کرنا کس طرح مورد اعتراض ہوسکتا ہے جب کہ حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ اولین و آخرین اصحاب مہدی کے درجہ کو نہیں پہونچیں گے۔

(۷) صاحب شواہد الولایت نے باب ۳۱ میں یہ روایت کی ہے۔

حضرت امام علیہ السلام فرمودند کہ حق تعالیٰ بندہ را مراتبات و مقامات جمیع انبیاء و اولیاء و مومنین و مومنات و احوال جملہ موجودات ہمچناں معلوم کردہ است کہ چنانچہ کسے دانہ خردل در دست دارد و ہر طرف بگرداند تا کما حقہ شناسد

حضرت امامؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بندہ کو تمام انبیاء و اولیاء مومنین اور مومنات کے مراتب اور مقامات اور جملہ موجودات کے احوال اس طرح معلوم کئے ہیں کہ جیسے کوئی شخص رائی کا دانہ ہاتھ میں رکھتا ہے اور اس کو ہر طرف پھراتا ہے تاکہ اس کو کما حقہ پہچانے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض (الحجرات ع ۲)

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلعم سے یہ مروی ہے۔

---

[1] عقد الدرر الباب السابع [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۹۷۔

فعلمت ما فی السمٰوات والارض[1] | پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا۔

کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلعم، علم الٰہی میں شریک ہیں؟

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

وکذلک نری ابراھیم ملک السمٰوات والارض (انعام ع ۹) | اور اسی طرح دکھلاتے تھے ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔

حاصل یہ کہ انبیاء کو جملہ موجودات کا علم حاصل ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور امام مہدی بھی زمرۂ انبیاء سے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلعم نے حدیث کیف تھلک امۃ میں دو انبیاء کے درمیان آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے باب اول عقیدہ ہفدہم کے ذیل میں بھی شواہد الولایت کی مذکورۂ بالا روایت کا مفہوم اختصار کے ساتھ درج کیا ہے اس سے قبل یہ بیان کیا ہے۔

"اللہ کی صفت علم الٰہی ہے اور جا بجا جناب باری اس کو اپنے واسطے خاص فرماتے ہیں شیخ موصوف بھی اس میں خدا کے ساتھ شریک ہیں کہ اس طرح کا علم غیب ان کو بھی حاصل ہے۔"

شواہد الولایت کی عبارت "حق تعالیٰ ..... بندہ را ہمچناں معلوم کردہ است" یعنے خداوند تعالیٰ نے بندہ کو اسی طرح معلوم کیا ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی اور آپ نے سیکھا، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ علم میں خدا کے شریک ہیں اور اس کی صراحت کہاں ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو علم حاصل ہے بالکل اسی طرح آپ کو بھی علم حاصل ہے۔ اب رہا رائی کے دانے اور ہتیلی کا بطور مثال ذکر کرنا تو اس سے صرف معلومات کا واضح ہونا مراد ہے۔

اس سے قطع نظر انصاف نامہ میں جو شواہد الولایت سے مقدم ہے خردل یعنے رائی کے دانے کا ذکر ہی نہیں ہے، انصاف نامہ کی روایت یہ ہے۔

حضرت میراں فرمودند کہ حق تعالیٰ بندہ را مراتب انبیاء و اولیاء و مومنین و مومنات و احوال جملہ موجودات ہمچناں معلوم کردہ است کہ چنانچہ کسے چیزے در دست دارد و بہ ہر طرف آں چیز را میگرداند تا کما حقہ بشناسد چنانچہ صرافی می کند تا واقف شود بہ جیادت و رواءت مہرہ نقرہ (باب پنجم ص ۳۴)

حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بندہ کو انبیاء، اولیاء، مومنین اور مومنات کے مراتب اور جملہ موجودات کا احوال ایسا معلوم کیا ہے جیسا کہ ایک شخص ایک چیز ہاتھ میں رکھتا ہے اور ہر طرف اس کو پلٹاتا ہے تاکہ اس کو اچھی طرح پہچان لے جیسا کہ صراف کرتا ہے تاکہ سکۂ نقرہ کے کھرے کھوٹ سے واقف ہو جائے۔

یہاں صراف اور چاندی کے سکے کی مثال دی گئی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ معلومات کا واضح ہونا بیان کیا جائے اسی طرح شواہد الولایت کی روایت میں رائی کے دانے کا جو ذکر ہے اس کا مقصد بھی معلومات کو واضح کرنا ہے خود کو معلومات میں اللہ کا مثل قرار دینا نہیں۔

انصاف نامہ کی روایت میں بھی "حق تعالیٰ بندہ را ..... ہمچناں معلوم کردہ است" کے الفاظ آئے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۳۳۔

اگر معلومات کا اللہ سے حاصل کرنا معترض کے نزدیک شریک خدا ہونا ہے تو پھر معترض کو ماننا پڑے گا کہ سب سے پہلے شریک خدا، حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باب میں یہ فرمایا ہے۔

علم آدم الاسماء کلھا (سورہ بقرہ ع ۴) | آدم کو سارے کے سارے اسماء سکھا دیئے۔

یہ تو فرض نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کی تعلیم دی مسمیٰ کی نہیں، پس ماننا پڑے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جملہ موجودات کا علم حاصل تھا۔

اس طرح رسول اللہ صلعم بھی معترض کے نزدیک شریک خدا ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے۔

علمک مالم تکن تعلم (سورہ النساء ع ۱۱) | اور سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ تو نہ جانتا تھا۔

یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حضرت آدمؑ کو جملہ موجودات کا علم تھا اور رسول اللہ صلعم اس سے کم جانتے تھے پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کو بھی جملہ موجودات کا علم تھا خصوصاً جب کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے جان لیا جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں تھا۔

اب رہا علم غیب تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

ان اللہ یعلم غیب السموات والارض (الحجرات ع ۳) | تحقیق اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اصالۃً اللہ ہی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول (الجن ع ۲) | پس نہیں خبردار کرتا ہے کسی کو اپنے غیب کے اوپر مگر جس کو کہ پسند کرتا ہے رسولوں میں سے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مبعوثین میں سے جس کو چاہتا ہے علم غیب سے مطلع کرتا ہے، پس معلوم ہوا کہ مبعوثین من اللہ کو علم غیب بتعاً حاصل ہے۔

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم (یٰسین ع ۲) | تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے سیدھی راہ پر

اس سے ظاہر ہے کہ مبعوثین من اللہ صراط مستقیم پر ہوتے ہیں۔

امام مہدی کے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ یہ خلیفۃ اللہ ہیں "دافع ہلاکت امت" ہیں، آپ کے ہم خلق ہیں وہ جو اللہ کا خلیفہ ہو، ہم خلق رسول اللہ ہو، دافع ہلاکت امت ہو، کیا وہ اللہ کی طرف سے صراط مستقیم پر نہیں سمجھا جائے گا اگر وہ اللہ کی طرف سے صراط مستقیم پر مبعوث نہ ہو تو خلق خدا کو کس طرح ہلاکت سے بچا سکتا ہے؟

امام مہدیؑ صاحب بینہ بھی صراط مستقیم پر ہونے کی وجہ سے مرسلین یعنے مبعوثین کے زمرہ سے ہیں چنانچہ رسول اللہ نے آپ کا مبعوثین کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جیسا کہ حدیث کیف تھلک امۃ سے ظاہر ہے۔

امامؑ نے بھی اپنی رحلت سے قبل یہی فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ سے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا اللہ کی طرف سے علم غیب پر مطلع ہونا شایت ہے۔

علم غیب سے متعلق امام علیہ السلام نے جہاں جہاں ارشاد فرمایا ہے یہی مذکور ہے کہ جب اللہ اجازت دیتا ہے تو آپ خبر دیتے ہیں۔
صاحب شواہد الولایت نے باب دوازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ بندہ چہ کند و بکدام وقت بہ شما گفتہ بود حکم بندہ بر حکم خدائے تعالیٰ جاری است، بندگی میاں سید سلام اللہ عرض کردند کہ میرانجی بگوئید کہ بدست شما کلید خزائن خدائے تعالیٰ نیست انگاہ حضرت ولایت پناہ فرمودند اگر صاحب کلید خزائن خود بہ بندہ خویش بدہد فاما بندہ را چہ طاقت باشد کہ بغیر رضائے صاحب قفل خزائن بکشاید۔

حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ بندہ کیا کرے اور بندہ نے کس وقت تم سے کہا تھا کہ بندہ کا حکم خدا کے حکم پر جاری ہے، بندگی میاں سید سلام اللہ نے عرض کی، میرانجی فرما دیجئے کہ آپ کے ہاتھ میں اللہ کے خزائن کی کنجی نہیں ہے، اس وقت حضرت ولایت پناہ نے فرمایا اگر مالک خزائن کی کنجیاں اپنے بندہ کو دیدے تو بندہ کی کیا طاقت ہے کہ اپنے مالک کی رضا بغیر خزائن کا قفل کھولدے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام اللہ کی اجازت کے بغیر غیب کی خبر نہیں دیتے تھے ایسی صورت میں معترض کا یہ قول کہ مہدوی امام علیہ السلام کو علم غیب میں شریک خدا مانتے ہیں سراسر افترا پردازی ہے اور مبنی بر عناد ہے۔

رسول اللہ صلعم بھی اسی وقت غیب کی خبر دیتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات آپ کے علم میں لاتا تھا، اشعۃ اللمعات میں یہ روایت کی گئی ہے۔

در خبر آمدہ است کہ چوں ناقۂ آنحضرت گم شد و در نیافت کہ کجا رفت منافقان گفتند کہ محمدی گوید کہ خبر آسمان می رسانم و نمیداند کہ ناقۂ او کجا است پس فرمود آنحضرت واللہ من نمیدانم مگر آنچہ بدانا ند مرا پروردگار من اکنوں بمود مرا پروردگار من کہ وے در جائے چنیں وچنان است و مہار وے در شاخ درختے بند شدہ است[1]

روایت میں آیا ہے کہ جب آنحضرت کا ناقہ گم ہوگیا اور معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا ہے تو منافقوں نے کہا کہ محمد کہتے ہیں کہ آسمان کی خبر پہنچاتا ہوں اور نہیں جانتے ہیں کہ اپنا ناقہ کہاں ہے پس آنحضرت نے فرمایا واللہ میں نہیں جانتا ہوں مگر جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ میرے علم میں لاتا ہے، اب میرے پروردگار نے مجھے بتایا کہ وہ ایسی جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی ڈالی میں اٹک گئی ہے۔

اب رہی وہ روایت جو مولف ہدیہ نے پیش کی ہے۔

"شیخ مذکور نے اپنے خلیفہ دلاور کے حق میں فرمایا کہ میاں دلاور کو عرش سے تحت الثریٰ تک ایسا روشن ہے جیسا کہ ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوئے"

جب امام علیہ السلام نے خود اپنے باب میں یہ صراحت فرمادی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر آپ غیب کی خبر نہیں دے سکتے تو یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ آپ نے میاں دلاورؓ کے حق میں اس امر کی بشارت دی ہے کہ انہیں علم غیب اصالتاً حاصل ہے۔

اس سے قطع نظر معترض کی پیش کردہ روایت میں علم غیب کی صراحت نہیں ہے۔ ہاتھ اور رائی کے دانہ کا ذکر بہ طور تمثیل واقع ہوا ہے۔ اس سے صرف یہی مراد ہے کہ میاں دلاورؓ صاحب کشف ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۶۵

نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے باب میں فرمایا ہے۔

عن عبد الله ابن عمر وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء با صدق من ابی ذر رواه الترمذی[1]

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے کہ آسمان نے سایہ نہ ڈالا کسی ایسے شخص پر اور زمین نے نہ اٹھایا ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابوذرؓ کا تمام انبیاء اور مرسلین سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے بعض علمائے حدیث نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سے اغراق مراد ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے ظاہر ہے۔

وگفتہ اند کہ ایں قول از آنحضرت بر سبیل مبالغہ است[2] اور کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا یہ قول بر سبیل مبالغہ ہے۔

جس طرح اس حدیث میں حضرت ابوذرؓ کے صدق کی منقبت بیان کی گئی ہے اسی طرح نقل زیر بحث میں میاں دلاورؒ کے کشف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قابل اعتراض نہ وہ ہے اور نہ یہ!

(۱) میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ روایت ہے۔

حضرت در جواب فرمودند کہ چناں پے در پے تجلی ذات حق می شود کہ بحر عمیق، اگر ازیں بحر یک قطرہ بولی کامل یا نبی مرسل دادہ شود در تمام عمرش ہیچ آگاہی نماند و فرمان حق تعالیٰ می شود کہ اے سید محمد از سبب آنکہ ترا خاتم ولایت محمدی گردانیدیم فرض ادا میکنانیم این منت و فضل ماست

صفحہ ۲۹ و ۳۰

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس طرح پے در پے تجلی ذات حق ہوتی ہے کہ بحر عمیق، اگر اس بحر سے ایک قطرہ ولی کامل یا نبی مرسل کو دیا جائے تو تمام عمر کچھ ہوش نہ رہے اور اور حق تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے سید محمد اس سبب سے کہ ہم نے تجھکو خاتم ولایت محمدی کیا ہے فرض نماز ادا کراتے ہیں، یہ ہمارا فضل و احسان ہے۔

اس واقعہ کا تعلق زمان جذب سے ہے اور جونپور سے ہجرت کرنے سے قبل کا ہے، تحمل نہ کرنے اور بیہوش رہنے کا سبب تجلیات ذات کا پے در پے ہونا بیان کیا گیا ہے۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ نبی مرسل بھی اس کی تاب نہیں لاسکتا تو اس کا مقصد صرف تجلیات کا تسلسل اور ان کی شدت بیان کرنا ہے۔ تجلیات کا تسلسل اور شدت بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنا مقصود ہے، انبیاء و رسل کی تحقیر نہیں اور یہ طریق بیان نہایت متعارف ہے۔

صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بیان کیا ہے۔

گویند زید مرد عاقل است حالانکہ اثبات رجولیت برائے او مقصود نیست مقصود اثبات عاقلیت است[3]

کہتے ہیں کہ زید مرد عاقل ہے حالانکہ رجل (مرد) ہونے کا اثبات مقصود نہیں ہے، مقصود عاقلیت کا اثبات ہے۔

اس عبارت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک زید کا مرد ہونا اور دوسرے اس کا عاقل ہونا یہاں مقصود صرف اس کی عاقلیت ثابت کرنا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۲۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۲۵ [3] تحفہ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) ص ۳۴۳۔

اسی طرح روایت زیر بحث میں دو امور بیان کئے گئے ہیں ایک تجلیات ذات کا پے در پے ہونا اور دوسرے انبیاء و رسل کا ان کی تاب نہ لانا، مقصود صرف اللہ کی کبریائی ثابت کرنا ہے، اور بس۔

ایسا طریق بیان حدیث میں بھی متعارف ہے۔ جب حضرت عائشہؓ کی برائت کے لئے آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہ کہا

یا عائشۃؓ اشکری رسول اللہ صلعم	یا عائشہؓ رسول اللہ کا شکر ادا کرو۔

اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے یہ کہا۔

انا لا اشکر الا ربی [1]	میں نہیں شکر ادا کرونگی مگر میرے رب کا۔

ظاہر ہے کہ اس روایت کا ماحصل صرف اللہ کی عظمت بیان کرنا ہے، رسول اللہ صلعم کی تحقیر منظور نہیں۔

اس سے قطع نظر روایت زیر بحث کے آخر میں ولایت محمدی کے الفاظ آئے ہیں، خاتم ولایت محمدی کا شرف رسول اللہ صلعم کی امت میں خلیفۃ اللہ ہونے کی بناء پر ہے، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ روایت مذکور میں یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ نبی مرسل بھی تاب نہیں لاسکتا اس سے رسول اللہ صلعم مستثنیٰ ہیں جیسا کہ حضرت بوذرؓ سے متعلق مذکورۂ صدر بشارت میں رسول اللہ صلعم دوسرے انبیاء اور خاص صحابہ مستثنیٰ ہیں۔

یوں بھی یہ کہنا کہ نبی بھی ان تجلیات کی تاب نہیں لاسکتا مورد اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ اس سے قبل از ایں احادیث ثابت کر دیا گیا ہے کہ امت رسول میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے مرتبہ کو دیکھ کر انبیاء بھی رشک کریں گے۔ یہ رشک انہی پر کریں گے جو ایسے تجلیات کی تاب تو لاسکتے ہیں لیکن زبان پر انا الحق سبحانی وغیرہ کے الفاظ نہیں لاتے۔

دوسرے یہ کہ یہ فنائے تام کا درجہ ہے، اس وقت کلام کرنے والے کی ذات اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتی ہے اور جو اس کی زبان سے نکلتا ہے گویا اس کی زبان سے نہیں نکلتا، یہ وہی کیفیت ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ غیر ربی [2]	اللہ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ بجز میرے رب کے مجھ میں نہیں سماتا۔

یہ وہی درجہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا الی آخرہ [3]	میں اس کی سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے۔

(۱۰) معترض نے اس روایت سے متعلق بھی شبہ پیدا کیا ہے جس میں امام مہدیؑ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیمؑ کا حلیہ ایک ہونا بیان کیا گیا ہے حالانکہ یہ مضمون تو احادیث سے بھی ثابت ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۷۸ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۶۲۳ [3] اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۱۸۲۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت تخریج کی ہے اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

رایت ابراھیم وانا اشبہ ولدہ بہ[1]	میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا، ان کی اولاد میں آل میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔

دوسری روایت میں یہ آیا ہے۔

رایت ابراھیم فاذا اقرب من رایتہ بہ شبھا صاحبکم یعنی نفسہ[2]	دیکھا میں نے ابراہیمؑ کو پس ناگاہ میں نے اس شخص کو دیکھا جو ان سے بہت مشابہ تھا وہ تمہارے ساتھی ہیں یعنے خود ذات رسول

اس حدیث کے ذیل میں عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

مرادی دارد آنحضرت بصاحبکم ذات شریف خود را تا معلوم میشود کہ میان آنحضرت وحضرت ابراہیمؑ مشابہت تام بود	آنحضرت صلعم صاحبکم سے اپنی ذات مراد لیتے ہیں یہاں تک کہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور ابراہیمؑ میں مشابہت تامہ تھی۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں مشابہت تامہ تھی۔

امام مہدی سے متعلق یہ خبر دیگئی ہے۔

یشبہ فی الخلق ولا یشبہ فی الخلق[3]	مشابہ ہوں گے خُلق میں اور ضرور مشابہ ہوں گے صورت میں رسول اللہ کے

اس حدیث کے ذیل میں عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

مشابہت ندارد آنحضرت را در صورت ظاہر یعنے در ہمہ چیز و ہمہ وجہ والا در احادیث مشابہت بہ صورت نیز بہ بعضے جہات ثابت شدہ است[4]	مشابہت نہ رکھیں گے آنحضرت کے ساتھ ظاہری صورت میں یعنے تمام چیزوں اور تمام وجوہ کے اعتبار سے ورنہ امام مہدی کا بعض جہات سے صورت میں بھی رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق "لا یشبہ" کے یہ معنے لئے ہیں کہ بالکلیہ مشابہ نہ ہوں گے اس طرح مطلق مشابہت کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ مشابہت کلی کی۔

حقیقت یہ ہے کہ لا یشبہ میں لا نافیہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں۔

لئلا یعلم اھل الکتاب (الحدید)	تاکہ جانیں اہل کتاب

صاحب تفسیر مدارک نے "لئلا یعلم" کے ذیل میں لکھا ہے "لیعلم[5]" اور صاحب کشاف نے "لئلا یعلم" میں لا کی اس طرح توضیح کی ہے۔

تؤکید معنی الفعل الذی تدخل علیہ وتحقیقہ کانہ قیل لیتحقق علم اھل الکتاب (تفسیر آیہ ما منعک ان لا تسجد)	اس فعل کے معنے کی تاکید اور تحقیق مقصود ہے جس پر لا داخل ہوتا ہے گویا کہ یوں کہا گیا تاکہ متحقق ہو جائے علم اہل کتاب کا۔

اسی طرح لا یشبہ میں لا نافیہ نہیں بلکہ تاکیدی اور تحقیقی ہے اور معنے ہوں گے مشابہ ہوگا اور ضرور مشابہ ہوگا۔

اس سے قطع نظر خود رسول اللہ صلعم نے اپنی ذات کو حضرت ابراہیمؑ کے مشابہ پایا ہے اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۸ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۱ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۱
[5] تفسیر مدارک الجزء الرابع ص ۱۷۲۔

آپ نے اپنے فرزند سے متعلق یہ خبر دی ہوگی کہ وہ آپ سے مشابہ نہ ہوگا خصوصاً جب کہ عہد رسالت میں یہ امر متعارف تھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلعم کے مشابہ نہیں تھا۔ بخاری نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال لم یکن احد اشبه بالنبی صلی الله علیه وآله وسلم من الحسن بن علی قال فی الحسین ایضاً کان اشبههم برسول الله صلی الله علیه وسلم[1]

کہا کہ کوئی شخص حسن بن علی سے زیادہ رسول اللہ کے مشابہ نہیں تھا اور حسین کے بارہ میں بھی کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم کے درمیان ایک مدت حائل ہونے کے باوجود کیسے مشابہت ہوسکتی ہے؟ تو وہی اعتراض رسول اللہ صلعم سے متعلقہ روایت پر بھی وارد ہوگا کہ آپ کے اور حضرت ابراہیم کے درمیان اس سے بہت بڑی مدت حائل ہے!

صاحب مدارک نے "الا من بعدہ" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بین ابراهیمؑ و موسیٰؑ الف سنة و بینه وبین عیسیٰؑ الفان[2]

ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے درمیان ایک ہزار سال اور ابراہیمؑ وعیسیٰؑ کے درمیان دو ہزار سال۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان دو ہزار سال کی مدت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور رسول اللہ صلعم کی درمیانی مدت شامل کرلی جائے تو حضرت ابراہیمؑ اور رسول اللہؐ کے درمیان ڈھائی ہزار (۲۵۰۰) سال سے زیادہ مدت حائل ہوجاتی ہے۔

رسول اللہ صلعم کی رحلت ۱۱ھ میں ہوئی اور امام علیہ السلام کی ولادت ۸۳ھ میں ہوئی اس طویل مدت کے باوجود حضرت ابراہیم اور رسول اللہ صلعم کے درمیان مشابہت ممکن ہے تو اس سے کمتر مدت میں رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے درمیان مشابہت ناممکن کس طرح ہوجائے گی۔

عام طور پر بُعد زمان کی وجہ سے دو افراد کا ایک دوسرے کے مشابہ ہونا ناممکن خیال کیا جاتا ہے، اس لئے تاکیداً کہا گیا ہے کہ مہدیؑ رسول اللہ کے ضرور مشابہ ہوں گے جس طرح کہ خود رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیمؑ کے مشابہ تھے۔

مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل ہشتم میں لکھا ہے کہ مہدویہ کی بعد کی کتابوں میں رسول اللہؐ اور امام علیہ السلام کی مشابہت کی روایتیں درج کی گئی ہیں۔ مولف ہدیہ کا یہ افترا ہے کیوں کہ قدیم ترین کتاب سیرت یعنے مولود میاں عبدالرحمٰن (ولادت ۹۰۸ھ) میں یہ روایت موجود ہے۔

آنحضرتؐ فرمودند اگر بندہ و حضرت ابراہیم خلیل اللہ وحضرت محمد مصطفیٰؐ در یک زمانہ بودندے ہیچ کس درمیان ما تمیز کردن نتوانستے[3]

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر بندہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ ایک زمانہ میں ہوتے تو کوئی شخص ہم میں تمیز نہیں کرسکتا۔

امام علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد میں تمیز کرنے کی نفی کی جارہی ہے، لاشبہ کے معنی مشابہت کلی لئے جائیں یا مشابہت

اکثری، امام علیہ السلام کے ارشاد کے معارض نہیں ہے، ممکن ہے کسی امر جزئی میں کوئی اختلاف ہو اور دیکھنے والا تمیز نہ کر سکے۔
حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا ارشاد احادیث کے مطابق ہے، اس کو مورد اعتراض قرار دینا احادیث سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے!

(۱۱) معترض کو "تصحیح" کے باب میں بھی شبہ ہے چنانچہ باب اول اور باب ششم میں اس کو بھی محل اعتراض ٹھیرایا ہے، حالانکہ یہ بھی حدیث شریف کی روشنی میں مورد اعتراض نہیں ہو سکتا، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) تصحیح سے متعلق عقیدہ شریفہ میں یہ مروی ہے۔

نیز فرمودند کہ پیش ایں بندہ تصحیح می شود ہر کہ اینجا مقبول شد او نزد خدا مقبول است و ہر کہ پیش ایں ذات صحیح نشد او عند اللہ مردود است۔

نیز فرمایا کہ اس بندہ کے آگے تصحیح ہوتی ہے جو یہاں مقبول ہوا وہ خدا کے پاس مقبول ہے اور جو میرے پاس صحیح نہ ہو، وہ خدا کے پاس مردود ہے۔

(ب) حاشیہ شریف میں یہ روایت کی گئی ہے۔

حضرت میراںؒ فرمودند پیش ایں بندہ تصحیح میشود و فرمان می شود اے سید محمد ہر کہ پیش تو صحیح شد او مقبول حضرت ماست و ہر کہ پیش تو صحیح نشد او عند اللہ مردود است ص ۶۷

حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ اس بندہ کے پاس تصحیح ہوتی ہے اور فرمان خدا ہوتا ہے کہ اے سید محمد جو شخص تیرے سامنے صحیح ہوا وہ ہماری درگاہ میں مقبول ہے اور جو شخص تیرے سامنے صحیح نہ ہوا وہ اللہ کے پاس مردود ہے۔

(ج) بندگی میاں عبد الملک سجاوندی نے اس کی یوں تفصیل دی ہے۔

قال الامام المهدی وضع التصحیح منے اللہ عندی وان اللہ تعالیٰ یصحح المومنین یوتنی جمیع اهل الایمان الذین کانوا قبلی ویکونون بعدی الی یوم القیامة وانا اعلم لکل واحد ممن اخذوا فیضا من مشکوٰة الولایة ای مقدار اخذوا[1]

فرمایا امام مہدی نے کہ اللہ کے حضور سے مجھ کو تصحیح دی گئی ہے اللہ تعالیٰ میرے روبرو مومنین کی تصحیح فرماتا ہے مجھے دکھلاتا ہے تمام مومنوں کو جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں اور میرے بعد قیامت تک ہوں گے اور میں ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہوں جنھوں نے مشکوٰۃ ولایت سے فیض لیا ہے کہ کس نے کتنی مقدار میں لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تصحیح میں اولین و آخرین امام مہدی کو دکھائے گئے اور امامؑ ان میں سے ہر ایک کو جانتے ہیں۔
اولین و آخرین، امام علیہ السلام کو کس طرح دکھائے گئے اس کی تفصیل مطلع الولایت میں آئی ہے۔

کسی از صحابہ عرض نمود کہ تصحیح چہ فرمودند چوں یکے پادشاہ بگذرد و بجای وے دیگرے بنشیند پس ہمہ لشکر بحضور او می گذرد و تصحیح می شود آں را چہ می گویند گفتند کسی آں را عرض ولی می گوید و کسی آمدہ نیامدہ ہم خوانند (ص ۱۰۷)

صحابہ میں سے ایک صحابی نے عرض کی تصحیح کیا ہے فرمایا کہ جب ایک بادشاہ گزر جاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ بیٹھتا ہے پس تمام لشکر اس کے سامنے سے گزرتا ہے اور صحیح ہوتا ہے اس کو کیا کہتے ہیں۔ کہا کہ کوئی اس کو عرض ولی کہتے ہیں اور کوئی آیا نہیں آیا بھی کہتے ہیں۔
فوج اس طرح سردار فوج یا بادشاہ کے سامنے سے گزرے تو دکن میں اس کو "داخلہ" کہتے ہیں؛

---

[1] رسالہ فضیلۃ المہدی علی الشیخین ص ۱۷ (یہ رسالہ خصائص المہدی کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اولین، آخرین اسی طرح امام علیہ السلام کو دکھائے گئے جس طرح کہ فوج "داخلہ" میں سردار فوج یا بادشاہ کو دکھائی جاتی ہے۔

معترض کو اگر حدیث سے ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو امام علیہ السلام کے ارشاد میں لفظ "عرض" دیکھکر سمجھ جاتا کہ امامؑ کا اس طرح فرمانا حدیث رسول اللہؐ کی ترجمانی کر رہا ہے۔

صاحب منتخب اللغات نے لفظ "عرض" کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے۔

عرضہ دادن لشکر را[1] | پیش کرنا لشکر کو

اور لفظ عارض کے تحت یہ لکھا ہے "عرض دہندۂ لشکر و سالار لشکر" یعنے پیش کرنے والا لشکر کا اور لشکر کا سردار۔

غرض امامؑ کے ارشاد میں لفظ "عرض" اسی معنے کی طرف لیجا رہا ہے جس معنے میں کہ لفظ "عرض" ذیل کی حدیث میں استعمال ہوا ہے جس کی مسلم نے روایت کی ہے۔

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قال قد عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجل کانہ من رجال شنوۃ ورایت عیسیٰ بن مریم فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا عروہ بن مسعود ورأیت ابراھیم فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا صاحبکم یعنی نفسہ[2]

جابر سے مروی ہے کہا کہ رسول صلعم نے فرمایا تحقیق کہ پیش کئے گئے میرے پاس انبیاء پس یکایک میں نے دیکھا کہ موسیٰؑ مردوں کی ایک قسم ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے مردوں میں سے ہیں اور دیکھا میں نے عیسیٰؑ ابن مریم کو پس میں نے یکایک دیکھا کہ ان سے مشابہت میں سب سے قریب عروہ بن مسعود ہے، اور دیکھا میں نے ابراہیم کو پس ان سے مشابہت میں سب سے نزدیک تمہارا ساتھی ہے یعنے خود رسول اللہ کی ذات۔

عرض علی الانبیاء سے ظاہر ہے کہ انبیاءؑ رسول اللہ صلعم کے سامنے اسی طرح پیش کئے گئے ہیں جیسا کہ فوج سالار فوج کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

جس طرح انبیاءؑ رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کئے گئے اسی طرح انبیاءؑ کے ساتھ ان کی امتیں بھی رسول اللہؐ کے سامنے پیش کی گئیں جیسا کہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ مندرجۂ ذیل روایت سے ثابت ہے۔

قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یوما فقال عرضت علی الامم فیجعل یمر النبی ومعہ الرجل والنبی ومعہ الرجلان والنبی ومعہ الرھط والنبی ولیس معہ احد فرایت سوادا کثیرا سد الافق فرجوت ان یکون امتی فقیل ھذا موسیٰ فی قومہ

کہا کہ رسول اللہ صلعم ایک روز باہر تشریف لائے پس آپ نے فرمایا پیش کی گئیں میرے پاس امتیں پس ایک نبی گزرنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ایک شخص ہے اور ایک نبی گزرتا ہے اور اس کے ساتھ دو شخص ہیں اور ایک نبی گزرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک گروہ ہے اور ایک نبی گزرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک شخص بھی نہیں، پس میں نے بہت سی سیاہی دیکھی جس نے افق کو بند کر دیا ہے یعنے پُر کر دیا ہے پس میں نے امید کی کہ یہ میری امت

---

[1] منتخب اللغات (طبع کانپور) صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۶ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۴۵۴

ثم قیل لی انظر فرایت سوادا کثیرا سد الافق فقیل لی انظر ھکذا و ھکذا فرایت سوادا کثیرا سد الافق فقیل ھؤلاء امتك الی آخرہ[1]

ہو گی پس مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ ہیں اپنی قوم میں پس مجھ سے کہا گیا دیکھو پس میں نے بہت سی سیاہی دیکھی جس نے افق کو بند کر دیا ہے پس مجھ سے کہا گیا اس طرح اس طرح، پس میں نے بہت سی سیاہی دیکھی جس نے افق کو بند کر دیا ہے پس کہا گیا کہ وہ تمہاری امت ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ کو انبیاء کے ساتھ ان کی امتیں بھی بتائی گئیں جس طرح کہ فوج سالار فوج کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلعم کے سامنے امت کے تمام افراد اس طرح پیش کئے گئے کہ آپ ایک کو دوسرے سے پہچان سکتے تھے جیسا کہ کنز العمال میں روایت کی گئی ہے۔

عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ صور وا فی الطین[2]

پیش کی گئی مجھ پر میری امت گزشتہ رات کو اس حجرہ کے قریب یہاں تک کہ میں پہچانتا ہوں ان میں کے ہر شخص کو تم میں کے ہر شخص سے اس کے ساتھی کے ساتھ مجھے دکھائے گئے آب و گل میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی امت رسول اللہ کو اسی طرح دکھائی گئی جس طرح کہ فوج سالار فوج کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

امام علیہ السلام کے ارشاد میں "عرض ولی" آیا ہے اور مذکورہ احادیث میں عرض علی الانبیاء، عرضت علی الامم اور عرضت علی امتی کے الفاظ آئے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اولین و آخرین، رسولؐ و مہدیؑ کو اسی طرح دکھائے گئے جس طرح کہ فوج، سالار فوج کو دکھائی جاتی ہے چنانچہ اشعۃ اللمعات میں عرض علی انبیاء کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

گفت آنحضرتؐ بہ تحقیق عرض کردہ شدند بر من پیغمبران و نمودہ شدند چنانچہ لشکر را عرض می کنند بر سردار[3]

آنحضرتؐ نے فرمایا تحقیق کہ پیش کئے گئے میرے پاس پیغمبر اور دکھائے گئے جیسا کہ لشکر کو پیش کرتے ہیں سردار لشکر کے سامنے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو آخر کس طرح دیکھا صاحب اشعۃ اللمعات نے عرضت علی الامم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ظاہر کردہ شدند و نمودہ شدند مرا امت ہا بطریق کشف و عیاں[4]

ظاہر کی گئیں اور دکھائی گئیں مجھکو امتیں کشف و عیاں کے طریقہ پر۔

پس ثابت ہوا کہ مہدی موعودؑ کو بھی بطریق کشف و عیاں وہ تمام اہل ایمان دکھائے گئے جو آپ سے پہلے گزرے اور آپ کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ امام علیہ السلام ہر ایک کو جانتے تھے کہ اس نے مشکوٰۃ ولایت سے کتنا فیض لیا ہے جس طرح کہ رسول اللہ صلعم اپنی امت کے ہر فرد کو ایک دوسرے سے پہچانتے تھے۔

معترض کی پیش کردہ روایت میں یہ مذکور ہے کہ انبیاء و رسل کی روحیں مامور ہوئی ہیں نیز یہ بیان کیا گیا ہے کہ۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۳۵ [2] کنز العمال (طبع اول) جلد ششم ص ۱۰۲ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۴ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۳۵۔

"جس مخزن سے کہ نور حاصل کئے ہو اس محل سے مقابلہ کرکے تصحیح کرو"

لیکن یہ تفصیل بندگی میاں عبدالملک سجاوندی رضؓ کی پیش کردہ عبارت میں نہیں ہے'۔ اس میں تو یہ مذکور ہے کہ

" امام علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ کس نے مشکوٰۃ ولایت سے کتنا فیض حاصل کیا ہے"۔

دونوں روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ انبیاء ورسل کا جو منہاج صدق تھا' وہی منہاج صدق امام علیہ السلام کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا تو رسول اللہ صلعم سے متعلق یہ فرمایا ہے۔

مصدق لما معکم (آل عمران ع ۹) | تصدیق کرنے والے ہیں اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے۔

اسی طرح امام علیہ السلام نے بھی رسول اللہ صلعم اور دوسرے انبیاء ورسل کی تصدیق فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے متعلق یہ بھی فرمایا ہے۔

جاء بالصدق وصدق المرسلین (الصفت) | آئے محمد حق کے ساتھ اور تصدیق کی مرسلین کی۔

اسی طرح مہدی خلیفۃ اللہ جو ہم خلق رسول اللہ ہوں گے رسول اللہ صلعم اور دوسرے مرسلین کی تصدیق فرمائیں گے۔

رسول اللہ صلعم اور انبیائے سابقین کا منہاج صدق دیکھنا اور سمجھنا چاہو تو امامؑ کے منہاج صدق پر غور کرو۔

عقیدہ شریفہ اور حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے کہ جو امام علیہ السلام کا مقبول ہے وہ مقبول خدا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص صدق لما معکم اور صدق المرسلین کا پورا پورا مصداق ہو اس کی تصدیق تمام امت پر فرض ہے اس کا انکار کرنے کے بعد اللہ کے پاس کون مقبول ہو سکتا ہے۔

یہاں امت کو خبر دی جا رہی ہے انبیائے سابقین کو نہیں جیسا کہ معترض نے سمجھ رکھا ہے۔

اب رہی معترض کی پیش کردہ وہ نقل جس میں یہ مذکور ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے پاس بھی تصحیح ہوگی تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ آپ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے خلق خدا کو اسی منہاج صدق کی طرف بلائینگے جس پر امام علیہ السلام مامور تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں بیان کیا ہے، کہ معراج میں رسول اللہ صلعم کا انبیاء سے ملاقات کرنا جو مذکور ہے اس سے کمالات انبیاء کے مختلف وجوہ کا رسول اللہ صلعم کی ذات میں ظاہر ہونا مراد ہے' حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت یہ ہے۔

واما ملاقاته مع الانبیاء صلوات اللہ علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال[1]

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی ملاقات اور مفاخرت اس کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۂ قدس میں اپنے اپنے ارتباط کے مطابق یہ ان کا اجتماع ہوا اور ان کے درمیان جو خاص خاص وجوہ کمال تھے ان کا ظہور حضرت نبوی میں ہوا۔

اسی طرح معترض کی پیش کردہ روایت میں مذکور ہے کہ انبیاء ورسل کی روحیں مامور ہوئی ہیں کہ جس مخزن سے کہ نور حاصل کئے ہو اس محل سے مقابلہ کرکے تصحیح کرو۔

اس سے بھی یہی مراد ہے کہ انبیاء ورسل کے جو وجوہ کمال تھے ان کا ظہور مہدی کی ذات میں ہوا اور انبیائے سابقین کا جو منہاج صدق تھا وہی منہاج مہدی خلیفۃ اللہ کا ہے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ (طبع بریلی ۱۳۸۶ھ) ص ۳۸۷۔

باب پنجم

امام علیہ السلام کے ارشادات توحید و تعبیر سے متعلق

معترض نے سراج الابصار کی دلیل اخلاق کی نفی کرنے کے لئے باب ہفتم میں امامؑ کے ان ارشادات سے متعلق شبہات پیش کئے ہیں جو توحید اور تعبیر خواب سے متعلق ہیں، اور یہ ادعا کیا ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں گستاخی ہے'۔

ذیل میں اصل روایتیں درج کر کے معترض کے شبہات کی تردید کی جاتی ہے۔

(۱) صاحب شواہد الولایت نے یہ بیان کیا ہے کہ جیسلمیر کے علاقہ میں امامؑ کے فرمانے پر گائے ذبح کی گئی، وہاں کا راجہ انتقام لینے کی غرض سے آیا لیکن امامؑ کا بیان سنکر آپ کا مطیع ہو گیا، اس میں یہ بھی مذکور ہے۔

القصہ آں کافر بزرگ با حضرت ملاقات کرد و بیان شنید سر خود بر پائے مبارک حضرت میرانؑ نہادہ منقاد گشتہ می گفت آفریدگار گاؤ، گاؤ را کشتہ است ما کہ جنگ کنیم (باب ۱۹)

القصہ اس بڑے کافر نے حضرت سے ملاقات کی اور کلام اللہ کا بیان سنا، اپنا سر حضرت میرانؑ کے پائے مبارک پر رکھکر مطیع ہو گیا یہ کہتا تھا کہ گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے ہم کس سے لڑیں۔

معترض نے یہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے راجہ کے مذکورہ کلام پر کچھ نہ فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی روایت حجۃ المنصفین میں بھی آئی ہے، اس میں "آفریدگار گاؤ، گاؤ را کشتہ" کے الفاظ یا اس مضمون کے دوسرے الفاظ نہیں ہیں،

حجۃ المنصفین کی روایت یہ ہے

آں مرد خدا چناں است کہ گاہی ندیدہ ایم و نہ گاہی شنیدہ ایم ہر گاہ کہ تجلی آں ذات باشد نہ قوت مومن ماند و نہ قوت کافر[1]

وہ مرد خدا ایسا ہے کہ نہ کبھی ہم نے دیکھا ہے اور نہ کبھی سنا ہے جس وقت اس ذات کی تجلی ہوتی ہے تو نہ مومن میں قوت رہتی ہے اور نہ کافر میں

یہی روایت نقلیات میاں سید عالم میں بھی آئی ہے (ص ۷۳)

ان دو روایتوں میں "آفریدگار گاؤ، گاؤ را کشتہ" کے الفاظ ہی نہیں ہیں۔

جب روایات میں اختلاف ہو تو ایک امر مختلف فیہ سے امام علیہ السلام کے خلاف حجت لانا باطل ہے۔

یوں بھی "گائے کو مارنا" اصل فعل اللہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور کوئی دوسرا اس کا فاعل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

(۱) ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (انفال ع ۲) | نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

---

[1] حجۃ المنصفین (مطبوعہ) ص ۲۱۔

اس آیت کے معنے مدارج النبوۃ میں یوں بیان کئے گئے ہیں۔

معنے ایں آیہ ایں است کہ ما رمیت اذ رمیت صورۃً ولکن اللہ رمی حقیقۃً [1]

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا ظاہر میں لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا حقیقت میں۔

شواہد الولایت کی روایت سے بھی ظاہر ہے کہ گائے کو مارنے والا حقیقت میں اللہ ہے، ایسی صورت میں کس طرح اس امر کی نفی کی جاسکتی تھی اور اس فعل کو حضرت امام علیہ السلام کی طرف کس طرح نسبت دی جائے گی؟

خصوصاً جب کہ امامؑ نے بذات خود گائے کو ذبح نہیں کیا بلکہ آپ کے ایک صحابی نے ذبح کیا تھا، اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (انفال ع ۲) تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔

کیا اس بناء پر یہ عقیدہ قائم کیا جائے گا کہ کفار کو قتل کرنے والے سب کے سب اللہ ہیں؟

(۲) صاحب شواہد الولایت نے باب ہشتم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ یک روز بندگی میاں شیخ بھیک را جذبہ حق شدہ بزبان شاں ہمیں سخن مکرر بود کہ ہمہ حق است، بنا بر حضرت امیر علیہ السلام بر سر ایشاں خود تشریف آوردہ فرمودند کہ می بینید یا میگوئید، ایشاں ہمیں جواب دادند کہ ہمہ حق است حضرت امامؑ فرمودند آرے دانستن ایمان گفتن کفر است ایشاں ہمیں جواب دادند کہ ہمہ حق است حضرت امام الابرار سہ بار تکرار کردہ فرمودند کہ چرا بہ خدائے کہنہ مقید شدید بشتر شوید و ایں بیت خواندند

بیزارم از آں کہنہ خدائے کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگرے ہست

منقول ہے کہ ایک روز زندگی میاں شیخ بھیکؒ پر جذبۂ حق طاری ہوگیا تھا، ان کی زبان پر بار بار یہی بات آتی تھی کہ سب حق ہے، اس بناء پر حضرت میرانؒ وہاں خود تشریف لے گئے اور استفسار فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو یا کہہ رہے ہو، انھوں نے یہی جواب دیا کہ سب حق ہے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں یہ جاننا ایمان ہے اور کہنا کفر ہے، انہوں نے یہی جواب دیا کہ سب حق ہے، حضرت امام الابرار نے تین مرتبہ تکرار کرکے فرمایا کہ کس لئے پرانے خدا کے مقید ہو گئے ہو، آگے بڑھو اور یہ شعر پڑھا۔

میں تمہارے پرانے خدا سے بیزار ہوں
ہر لحظہ میرے لئے ایک نیا خدا ہے

اس روایت پر مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ اعتراض کیا ہے۔

"میرانؒ نے کہا کہ ہاں جاننا ایمان ہے بولنا کفر ہے، یہ مسئلہ وحدت الوجود کا میراں کے نزدیک حق ہے یا باطل اس کے جاننے کو ایمان کہنا خطا ہے اور اگر حق ہے اس کے بولنے کو کفر کہنا خطا ہے .....
عوام کہاں تھے سب خاص الخاص تھے ..... عوام کے نزدیک ان کا تذکرہ بے احتیاطی اور گناہ ہوگا کفر کیونکر ہوگا"[2]

یہ حق ایسا نہیں کہ ہر کس و ناکس کے سامنے ببانگ دہل بیان کیا جائے ایسی باتوں کا جاننا ضروری ہے لیکن ان کا

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۹۱ [2] ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۷۔

اظہار نہ کرنا چاہیئے اور اظہار ہو بھی تو ان کے لئے جو اس کو سمجھ سکیں

کلموا الناس علی قدر عقولھم[1] | کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق

دیلمی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے۔

امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم[2] | ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے کلام کریں ان کی عقل کے مطابق

ہمہ حق است (سب حق ہے) کی تعلیم بیانگ دہل دی جائے تو ان لوگوں کے شبہ کا کیا حل ہوگا جو یہ کہیں گے کہ جب سب حق ہی حق ہے تو شجر حجر کو سجدہ کرنا بھی ذات باری کو سجدہ کرنے کے برابر ہوگا۔

معترض نے لفظ کفر پر اعتراض کیا ہے کہ اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

واضح ہو کہ کفر کے بھی مدارج ہیں، ایک شخص ایک قاضی کو جھٹلاتا ہے اور دوسرا اللہ کے رسول کی تکذیب کرتا ہے کیا دونوں کا کفر ایک ہوگا؟

معترض نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ میاں بھیکؒ اپنی تمام زندگی انہی خاص الخاص حضرات کی معیت میں بسر کریں گے جو امام علیہ السلام کے حضور میں تھے اور خلق خدا کو مہدیت اور مہدویت کا پیام نہ پہونچائیں گے۔

مذکورہ بالا شعر امام علیہ السلام کا نہیں ہے، اب رہے شعر کے معنے تو محاورۂ عجم کے مطابق لینا ضروری ہے یہ بھی واضح رہے کہ فارسی میں کبھی مضاف محذوف ہوتا ہے مثلاً نظامی کا یہ شعر جو سکندر نامہ میں آیا ہے۔

چناں بستم ابر بشیم ساز او | کہ از زہرہ خوشتر شد آواز او[3]

یہاں زہرہ کا مضاف یعنے لفظ "آواز" محذوف ہے، اسی طرح زیر بحث شعر میں خدا کا مضاف یعنے لفظ "تجلی" محذوف ہے۔

پس "خدائے کہنہ" سے مراد وہ تجلیات ہیں جو اس سے قبل سالک پر گزری تھیں اور اس نے اس سے بڑھ کر ترقی نہیں کی اور "تازہ خدا" تجلیات جدیدۂ غیر متناہیہ ہیں۔

"کہنہ خدا" کی تشریح لغات عالمگیری کے خاتمہ میں یہ لکھا ہے

قال المولوی	کہا مولوی روم نے کہ
بیزارم از آں کہنہ خدائے کہ تو داری	بیزار ہوں میں اس پرانے خدا سے جو تو رکھتا ہے
ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر ہست	ہر لحظہ میرے لیے ایک نیا خدا ہے
یعنے خدا را بہ صفتی پنداری کہ از عوام یا علم ظاہر بہ تو رسیدہ و صورت آں صفت در دل تو کہنہ گردیدہ و بدیں حجاب از شہود صفات متجددۂ او غافلی و از تجلیات غیر مکررۂ او ذاہلی[4]	یعنے خدا کا اس صفت کے ساتھ تصور کرتا ہے جو عوام سے یا علم ظاہر سے تجھ تک پہنچی ہے اور اس صفت کی صورت ترے دل میں پرانی ہو گئی ہے اور اس حجاب کی وجہ سے تو اس کے صفات متجددہ کے شہود سے غافل ہے اور اس کی غیر مکرر تجلیات سے بیخبر

اس سے بھی ظاہر ہے کہ "کہنہ خدا" سے تجلیات مکررہ اور "تازہ خدا" سے تجلیات غیر مکررہ مراد ہے۔

جب امام علیہ السلام نے "ہمہ حق است" کی علانیہ تعلیم کی مخالفت فرمائی تو معمولی سمجھ والا بھی اس امر کا تصور کریگا

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۷۷ [2] کنز العمال جلد پنجم صفحہ ۲۲۵ [3] سکندر نامہ طبع نولکشور صفحہ ۳۰۔ [4] مولوی محمد صدیق صاحب (سابق سررشتہ دار محکمہ اطلاعات حکومت حیدرآباد) کے پاس کا نسخہ پیش نظر ہے۔

کہ مذکورہ شعر پڑھنے سے آپ کا مقصد متعدد معبودوں کا اثبات کرنا ہے بلکہ آپ کا یہ بیان اللہ تعالیٰ کے ارشاد کل یوم ھو فی شان (الرحمٰن ع ۲) (ہر روز وہ ایک شان میں ہے) کی تفسیر ہے۔

کفر کا اطلاق کلام اللہ کے بعض آیات میں محض انکار پر ہوا ہے تو معترض یہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ امام علیہ السلام نے لفظ "کفر" جو استعمال فرمایا ہے اس سے کفر اصطلاحی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ (البقرہ ع ۳۲) | پس جو کوئی کفر کرے شیطان کے ساتھ اور ایمان لائے اللہ کے ساتھ۔

اس آیت میں ایمان کے ساتھ کفر کا ذکر ہے لیکن کفر سے مراد محض انکار ہے، کفر اصطلاحی نہیں اسی طرح امام علیہ السلام کے ارشاد میں ایمان کے ساتھ کفر آیا ہے اور اس سے بھی مراد انکار ہے، کفر اصطلاحی نہیں۔

اس لحاظ سے گفتن کفر است کے یہ معنے ہوں گے کہ اس کا برملا اظہار کرنا انکار کرنا ہے یعنے انکار کرنا اس چیز کا جس کا جاننا ایمان ہے۔

اس سے قطع نظر امام علیہ السلام کے ارشاد "گفتن کفر است" سے تہدید بھی مراد ہو سکتی ہے۔ بحقیقت میں اس کو کفر قرار دینا نہیں، ایسا طریق بیان نہایت متعارف ہے، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے تارک جماعت کو اس کے گھر میں جلا دینے کی دھمکی دی تھی مولف کنز العمال نے روایت کی ہے

لینھن رجال عن ترکھم الجماعۃ او لاحرقن بیوتھم[1] | چاہیئے کہ باز آجائیں لوگ ترک جماعت سے ورنہ میں ان کے گھر جلا دوں گا۔

حالانکہ ترک جماعت کی سزا جلا کر مار ڈالنا نہیں ہے۔

اس قطع نظر خود رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

لاتعذبوا بعذاب اللہ[2] | اللہ کے عذاب سے یعنے جلا کر عذاب مت دو

جب خود رسول اللہ صلعم نے جلا کر مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے تو آپ کے مذکورہ ارشاد سے جس میں آپ نے تارک جماعت کی سزا جلا کر مار ڈالنا بیان فرمائی ہے صرف تہدید مراد ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے باب میں خود اختلاف ہے جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

اختلاف کردہ اند کہ جماعت سنت است یا واجب یا فرض عین یا فرض کفایہ[3] | اختلاف کیا ہے کہ جماعت سنت ہے یا واجب یا فرض عین یا فرض کفایہ۔

ترک جماعت کی سزا اگر حقیقت میں مار ڈالنا ہوتی تو اس کو سنت یا فرض کفایہ سے تعبیر نہ کرتے پس معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں صرف تہدید مراد ہے اسی طرح امام علیہ السلام کے ارشاد میں "ہمہ حق است" (سب حق ہے) کے اظہار کو جو کفر قرار دیا گیا ہے اس سے بھی تہدید مراد ہے۔

(۳) صاحب شواہد الولایت نے باب پانزدہم میں یہ روایت کی ہے۔

---

[1] کنز العمال (طبع اول) الجزء السابع ص ۱۲۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۲۵۳ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۵۸۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودند آرے تحقیق است فاما برادران بشنوند آنچہ معاملہ شدہ است بزبان خود بگوئید بنابراں بندگی میاں عرض کردند میرا نجیو شکستہ شود چشمے کہ مہدی را دیدہ باشد بندہ خدائے خود را دیدم بعدہ تمام معاملہ مذکور سر بسر پیش حضرت امام البر والبحر عرض رسانیدند حضرت میراںؑ فرمودند کہ آرے بھائی سید خوندمیرؓ انچہ دیدید تحقیق است خدائے را خدا می بینند۔

حضرت مہدیؑ نے فرمایا ہاں متحقق ہے لیکن برادران بھی سنیں جو کچھ معاملہ ہوا ہے اپنی زبان سے کہو اس بنا پر بندگی میاںؑ نے عرض کی، میرا نجی چھوٹ جائے وہ آنکھ جس نے مہدی کو دیکھا ہو بندہ نے اپنے خدا کو دیکھا، اس کے بعد تمام مذکورہ معاملہ شروع سے آخر تک حضرت امام البر والبحر کی خدمت میں عرض کیا، حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ ہاں بھائی سید خوندمیرؓ جو کچھ تم نے دیکھا ہے متحقق ہے خدا کو خدا دیکھتا ہے۔

نقلیات میاں سید عالم میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فرمودند کہ بھائی سید خوندمیر خدائے را خدا می بینند۔

فرمایا کہ بھائی سید خوندمیر خدا کو خدا دیکھتا ہے۔

حاشیہ انصاف نامہ میں یہ مروی ہے۔

نقل است بندگی میاں سید خوندمیر حضرت میراں را ملاقات کردند، ابتدار میاں چنیں گفتند ما میراں را ندیدیم خدائے را دیدیم، میراںؑ فرمودند آرے سید خوندمیر آنانکہ بندہ خدای شود خدائے را می بینند میاں در آں حال از پا در افتادند سہ نماز در حال جذبہ گذاردند الی آخرہ

منقول ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے حضرت میراںؑ سے ملاقات کی، ابتدار میں میاںؓ نے کہا کہ ہم نے میراںؑ کو نہیں دیکھا خدا کو دیکھا، میراںؑ نے فرمایا ہاں سید خوندمیر جو بندہ خدا ہوتا ہے خدا کو دیکھتا ہے، میاںؓ اس وقت گر پڑے، تین نمازیں جذب کی حالت میں ادا کیں۔

غرض ان روایتوں سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے ممکن ہے نقل کے آخری الفاظ خدا را خدائے بینند (خدا کو خدا دیکھتا ہے) معترض کی نظر میں کھٹکتے ہوں لیکن یہ مفہوم حدیث صحیح کے عین مطابق ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

بخاری نے ابو ہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے۔

وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا الی آخرہ[1]

ہمیشہ میرا بندہ میرا تقرب ڈھونڈھتا ہے نوافل سے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو میں اس کی سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے۔

وفوادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ[2]

اور اس کا دل ہوتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۸۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۸۲۔

بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی[1] | پس وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے،

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی بینائی بھی ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کی بینائی ہو جائے اور اس بندہ کو اللہ کا دیدار حاصل ہو اور "خدائے را خدائے بیند" کے الفاظ سے اس کی توضیح کی جائے تو کونسا امر مانع ہے؟

اس روایت کے مفہوم سے صرف انہی کو تعرض ہو سکتا ہے جو احادیث صحاح سے بے خبر ہیں!

(۴) شواہد الولایت میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است کہ یک روز میاں سید سلام اللہ بحضور خلیفۃ اللہ حکایت مردماں بطریق شکایت عرض کردند کہ میرا نجی ہر جا کہ میرویم مردم خدام را می پرسند کہ مہدی موعود ہمیں ذات است امامردم ذات خدام را بمشابہت[2] مہدی موعودی گویند مگر ذات مہدی از ذات مبارک خدام فاضل باشد حضرت میراں تبسم کردہ فرمودند از مہدی خدا فاضل است (یا بالعکس)

نقل ہے کہ ایک دن میاں سید سلام اللہ نے خلیفۃ اللہ کے حضور میں لوگوں کی باتیں شکایت کے طور پر عرض کیں، میرا نجی ہم جہاں جاتے ہیں لوگ حضرت ہی کو پوچھتے ہیں کیا مہدی موعود یہی ہیں لیکن لوگ حضرت کو مشابہت کی بنا پر جو مہدی موعود کہتے ہیں کیا مہدی کی ذات حضرت کی ذات سے افضل ہوگی حضرت میراں نے تبسم کر کے فرمایا کہ مہدی سے خدا افضل ہے۔

مولف تسویت خاتمین نے بھی یہ روایت کی ہے

نقل است حضرت میراں فرمودند کہ از مہدی کسے بزرگ نیست بجز خدائے تعالیٰ۔

نقل ہے کہ حضرت میراں نے فرمایا کہ کوئی شخص مہدی سے بڑا نہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے۔

اس روایت میں صرف مہدی موعود کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی مہدی سے افضل نہیں ہے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ معترض نے اس کو کس بنا پر جناب باری میں بے ادبی ٹھیرایا۔

شاید اس نے اپنے ذہن میں یہ سمجھ لیا کہ مہدی کا خدا سے افضل ہونا بیان کیا گیا ہے!!

(۵) معترض نے اس باب میں یہ نقل بھی پیش کی ہے۔

"حضرت میراں نے اٹھا کے میراں سید محمود کو گلے لگایا، فرمایا کہ بھائی بندہ بندہ ہے خدا نے مجھے بندہ بنایا تمہیں بھی بندہ بنایا، خدا تو فی الحال ہو سکتا ہے لیکن بندہ ہونا محال ہے، خدا کا شکر ہے کہ مجھے اور تمہیں بندہ کیا اور اپنے مملوک کا مالک بنایا"

اور اس کو بنائے اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ یہ نقل بھی تذکرۃ الصالحین میں نہیں ہے۔

معترض نے آیت کے ابتدائی الفاظ نقل کئے ہیں اس لئے پوری آیت درج کر کے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

قل اللھم مالک الملک توتی من تشاء و | کہہ، اے اللہ تو بادشاہی کا مالک ہے، دیتا ہے بادشاہی

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۱۸۲ [2] مشابہت بہ مہدی موعود می زنند۔

تنزع الملک ممن تشاء (آل عمران ع ۳) | جس کو چاہے اور چھین لیتا ہے بادشاہی جس سے چاہے۔

اس آیت کے ذیل میں مواہب علیہ میں مروی ہے۔

ملک نبوت ورسالت است کہ از بنی اسرائیل بستید و بنی اسمٰعیل داد (جلد اول ص ۵۹) | بادشاہی نبوت ورسالت ہے جو بنی اسرائیل سے لے لی اور بنی اسماعیل کو دی۔

کعب احبار سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ پیش گوئی ہے۔

مولدہ بمکۃ وھجرتہ بطیبۃ وملکہ بالشام[1] | ان کا مولد مکہ ہے، ان کی ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی بادشاہی شام میں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

مراد بنبادشاہی دین ونبوت است[2] | بادشاہی سے مراد دین اور نبوت ہے۔

اس لحاظ سے امام علیہ السلام کے ارشاد کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کا بادشاہ بنایا ہے اور آپ کے فرزند تبعاً اس کا مصداق تھے۔

صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ملک توفیق است کہ ہر کرا عطا کرد عزیز دو جہاں شدہ واز ہر کہ باز گرفت مخذول دوسرائے گشت[3] | بادشاہی سے مراد توفیق ہے جس کو اللہ نے توفیق عطا کی وہ دونوں جہان میں عزیز ہوا اور جس کو اس نے توفیق سے محروم کر دیا تو وہ دونوں جہاں میں ذلیل وخوار ہو گیا۔

اس لحاظ سے بھی امام علیہ السلام کے ارشاد پر کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا۔

اب رہے امام علیہ السلام کے الفاظ کہ خدا ہونا آسان ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ دعوائے خدائی کرنا آسان ہے جیسے سبحانی، انا الحق وغیرہ اور بندہ ہونا دشوار ہے کا یہ مطلب ہے کہ عبداللہ یعنے عبد کامل ہونا دشوار ہے، وہ عبد جس کا خلق قرآن ہے اور قرآن صفت خدا ہے۔

معترض نے ایک نقل پیش کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے بندگی شاہ نعمتؒ کے سامنے فرمایا کہ بندہ ذات اللہ ہے میں رب العالمین ہوں الی آخرہ

حالانکہ "بندہ ذات اللہ ہے" یا "میں رب العالمین ہوں" کے الفاظ امام علیہ السلام کی زبان مبارک سے نہیں نکلے بلکہ یہ ثابت ہے کہ شاہ نعمتؒ نے آپ کو ذات اللہ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

حاشیہ شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

ہماں وقت حضرت میراںؑ قریب میاں نعمتؒ آمدہ بصحو رسانیدند، میاں بالا نگریستند عرض کردند کہ میر آنجیو | اسی وقت حضرت میرانؑ نے شاہ نعمتؒ کے قریب آکر انہیں ہشیار کیا، میاں نے اوپر دیکھا اور عرض کی میر آنجی آپ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸ [3] تفسیر حسینی جلد اول ص ۵۹

انتم ذات اللہ ہستید نعمت برایں مشاہدۂ خدا است حضرت میراں فرمودند کہ بشارت ایمان بدہم (ص ۲۴۵)

ذات اللہ ہیں، نعمت اس مشاہدۂ خدا پر ہے، حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ ایمان کی بشارت دیتا ہوں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی شاہ نعمتؓ نے امام علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ آپ ذات اللہ ہیں اور امام علیہ السلام نے آپ کو ایمان کی بشارت دی ہے۔

امام علیہ السلام کا بندگی شاہ نعمتؓ کو ایمان کی بشارت دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ میاں نعمتؓ کے پیش نظر باری تعالیٰ کی مظہریت ثابت کرنا تھا الوہیت ثابت کرنا نہیں یعنے آپ نے میراںؒ کو ذات اللہ کہا تو آپ کا مقصد مظہر ذات اللہ تھا، اس کی توضیح مندرجۂ ذیل عبارت سے ہوتی ہے جو شاہ عبدالعزیز نے لکھی ہے۔

"ان الفاظ میں الوہیت ثابت کرنا سراسر حماقت ہے اس واسطے کہ سوائے مظہریت باری تعالیٰ اولیائے کرام کو اس سے اور کچھ مقصود نہیں ہوتا اور یہی اقوال اولیاء کرام کا مدعا ہے اس جگہ ہم چند آیات سائل کے رفع شکوک کے لئے پیش کرتے ہیں جس سے سائل کو بخوبی اطمینان ہو جائے گا۔

الی انا اللہ رب العالمین (القصص ع۴) ان الذین یبایعونک، انما یبایعون اللہ (الفتح ع۱) ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ع۱) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال ع۲)۔

یہ نصوصات بھی اسی قبیل سے ہیں، ان کے مفہومات پر غور کرنے سے سائل کو بخوبی اطمینان ہو سکتا ہے۔"[1]

شاہ عبدالعزیز نے جو آیتیں پیش کی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ

(۱) درخت سے یہ آواز آئی کہ تحقیق میں اللہ رب العالمین ہوں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ سے کہا اور نہ پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تھا۔

غرض قرآن نے رسول اللہ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہا اور رسول اللہ کے فعل کو اللہ کا فعل کہا، اس سے بھی مظہریت مراد ہے الوہیت نہیں۔

ترمذی نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا یوم الطائف: فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ[2]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے غزوۂ طائف کے دن علیؓ کو بلایا اور ان سے راز کہا پس لوگوں نے کہا تحقیق کہ رسول اللہؐ کا مشورہ اپنے ابن عم کے ساتھ طویل ہو گیا۔ پس رسول اللہؐ نے کہا کہ میں علیؓ سے مشورہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے مشورہ کیا۔

---

[1] الفتاوی العزیزیہ (طبع حیدرآباد) ص۶۲ و ص۶۳۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۶۲۲۔

کیا اس روایت کی بنا پر یہ استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلعم اپنے آپ کو معبود سمجھتے تھے ؟
انا ذات اللہ و انا رب العالمین کہنے کی بھی توجیہ محدث دہلوی نے اس طرح کی ہے ۔

مستغرق گردد در وجود حق تا آنجا کہ در باطن وے حسب شہود گنجایش غیر نماند[1]

مستغرق ہو جائے حق کے وجود میں یہاں تک، کہ اس کے باطن میں حسب شہود غیر کی گنجایش ہی نہ رہے ۔

اور اس طرح کہنا حقیقت الحقایق کی زبانی تکلم کرنا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے ۔

پس این کلام ناشی از جذبات حقانیہ و سکر حال است کہ اولیاء اللہ را روی دہد و از زبان حقیقۃ الحقایق تکلم می کنند[2]

پس یہ کلام جذبات حقانیہ اور سکر حال سے پیدا ہوتا ہے جو اولیاء اللہ کو پیش آتا ہے اور حقیقۃ الحقایق کی زبان سے کلام کرتے ہیں ۔

قدما کی روایت میں یہ مذکور ہی نہیں ہے کہ امامؑ نے اپنی ذات کو ذات اللہ کہا ہے اگر اس طرح مروی ہوتا تو بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سے مظہریت ہی مراد ہوتی الوہیت نہیں ۔

غرض شاہ نعمتؒ نے امامؑ کو ذات اللہ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے تو اس سے بھی مظہریت مراد ہے الوہیت نہیں، اس کو مورد اعتراض قرار دینا قرآن و حدیث سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے ۔

(۷) اسی باب میں معترض نے ایک نقل پیش کی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندگی میراں سید محمودؒ نے عشر کی رقم سے بنایا ہوا پائجامہ پہننے سے انکار کر دیا اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ میراں علیہ السلام نے عشر کی رقم اپنی ذات اور اہل خانہ پر بھی صرف کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا ۔

اس روایت کے آخری دو جز دہندویہ کے کتب معتبرہ میں نہیں ہیں ۔

(۱) صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے ۔

نقل است کہ در موضع بھیلوٹ بندگی میاں سید محمود را ازار پارہ شدہ بود و میاں بابن سوبیت می کردند و عشر ہم تسلیم میاں بابن بود، رفتے ازار نو پیش میراں سید محمود آوردند، میراںؑ پرسیدند از کجا آوردند میاں مذکور گفت از درم ہائے عشر جامہ خرید کردہ ازار کتانیدم، بندگی میراں سید محمودؒ بسیار خشم شدند و فرمودند کہ این پوشیدن روا نیست نخواہم پوشید کہ حق مضطران است

نقل ہے کہ موضع بھیلوٹ میں بندگی میاں سید محمودؒ کا پائجامہ پارہ پارہ ہو گیا تھا اور میاں بابن سوبیت کرتے تھے اور عشر بھی میاں بابن کے حوالہ تھا، ایک دن نیا پائجامہ میراں سید محمودؒ کی خدمت میں لائے، میراں سید محمودؒ نے پوچھا کہاں سے لائے ہو، میاں مذکور نے کہا کہ عشر کے درم سے کپڑا خرید کر میں نے پائجامہ بنایا ہے، بندگی میاں سید محمودؒ بہت غصہ میں آئے اور فرمایا کہ یہ پہننا روا نہیں ہے، میں نہیں پہنوں گا اس لئے کہ وہ مضطرین کا حق ہے ۔

یہاں عشر کی رقم سے بنایا ہوا پائجامہ پہننے سے انکار کرنا تو مذکور ہے لیکن یہ مذکور ہی نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ " میں کسی کو جنا اور نہ جنا گیا "

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۱۱ ۔ [2] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) ص ۳۶۸ ۔

(ب) یہی روایت حاشیہ شریف میں بھی آئی ہے لیکن یہاں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ امامؑ نے عشر کی رقم اپنی ذات پر یا اپنے اہل خانہ پر صرف فرمائی تھی اور نہ یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں جنا نہ جنا گیا۔

(ج) نقلیات میاں عبدالرشید (قلمی) میں یہ آیا ہے۔

نقل است کہ میاں سید محمود را ازار پارہ پارہ شدہ بود میاں بابن را عہدۂ سویت بود و عشر ہم تسلیم ایشاں بود روزے ازار نو ساختہ پیش میراں سید محمود آوردند رسید از کجاست گفتند از میان عشر چند درم ماندہ بود ازو ساختیم بسیار خشمناک شدند و فرمودند ایں پوشیدن روا نیست حق مضطر است (باب ہفتم)

نقل ہے کہ میاں سید محمود کا پائجامہ پارہ پارہ ہو گیا تھا اور میاں بابن جن کے ذمہ سویت تھی اور جن کے حوالے عشر تھا ایک روز نیا پائجامہ بنا کر میراں سید محمود کی خدمت میں لائے پوچھا کہ کہاں سے، کہا کہ عشر میں سے چند درم رہ گئے تھے اس سے میں نے پائجامہ بنایا ہے، میراں سید محمود بہت غصہ میں آئے اور فرمایا کہ پہننا روا نہیں ہے یہ حق مضطر کا ہے۔

یہاں بھی یہ مذکور نہیں کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں جنا نہ جنا گیا۔

(د) تذکرۃ الصالحین کے باب دوم میں بھی یہ روایت آئی ہے، اس میں بھی یہی مذکور ہے کہ بندگی میراں سید محمودؒ نے عشر کی رقم سے بنایا ہوا پائجامہ پہننے سے انکار کر دیا لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ امامؑ نے عشر کی رقم اپنی ذات پر یا اپنے اہل خانہ پر صرف فرمائی ہے اور نہ یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ میں جنا نہ جنا گیا۔

غرض چار قدیم ماخذوں میں روایت کا وہ حصہ ہی نہیں ہے جس میں جنا نہ جنا گیا آیا ہے، ایسی صورت میں اس کی نسبت امامؑ کی طرف کس طرح متحقق ہو جائے گی اور اس کو بنیاد قرار دے کر امام علیہ السلام کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل اور مبنی بر عناد ہے، مختصر یہ کہ معترض کو روایت کے موضوع حصہ کے معنے سمجھنے میں بھی دھوکا ہوا، "جنا گیا" کی جو نفی کی گئی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ فرزندی کی بنا پر کسی کے وارث نہیں ہوئے اور "جنا" کی جو نفی کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فرزندی کی بنا پر آپ کا کوئی وارث نہ ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ میراں سید محمود نے فرزند ہونے کی بنا پر امامؑ کی طرح عشر کی رقم اپنی ذات پر صرف کرنی نہیں چاہی۔

زیر بحث روایت کا موضوع حصہ معنے کے اعتبار سے اس حدیث کی ترجمانی کر رہا ہے۔

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث[1]

ہم انبیاء کے گروہ ہیں، نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔

یہ صفت تو اسی میں ہوگی جس پر لم یلد و لم یولد کا پرتو پڑا ہو۔

"جنا" کی نفی "لا نورث" کی توضیح ہے اور "جنا گیا" کی نفی لا نرث کی تشریح ہے۔

(ہ) معترض نے باب ہفتم میں ایک نقل پیش کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ شاہ نظام نے ایک معاملہ دیکھا کہ ان کے ذرات کو میرانؒ نے تناول فرمایا اور امام علیہ السلام کے ذرات کو شاہ نظام نے تناول فرمایا وغیرہ وغیرہ اس کے آخر میں مذکور ہے کہ شاہ نظام نے اپنا معاملہ میرانؒ سے عرض کیا تو امامؑ نے اس کی یوں تعبیر فرمائی کہ تمہیں تجلی ذات ہوئی اور تم کو میری ذات

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۲۰

میں فنا حاصل ہے۔

حاشیہ شریف کی روایت سے تو صرف اس قدر ثابت ہے کہ شاہ نظام رضؒ نے ایک معاملہ دیکھا لیکن اس معاملہ کو امامؑ کے حضور میں پیش کرنا اور امامؑ کا اس کی تعبیر کرنا مذکور ہی نہیں ہے۔

حاشیہ شریف کی عبارت یہ ہے۔

بعدہ در دائرہ آمدند فرمودند بندہ دیدم ذات میراںؒ فرو کردم ذاتِ ما میراںؒ ذات خود فرو کردند بعدہ ذات رسول ذات ما ذات خود کردند بعدہ ذات خدائے تعالیٰ ذات خود فرو کردیم خدائے تعالیٰ ذات بندہ در ذات خود فرو کرد بعدہ اللہ اکبر گفتند و فرمودند بندہ انچہ می گوید پیش کساں مگوئید (صفحہ ۲۵)

اس کے بعد دائرہ میں آئے میاں نظامؓ نے فرمایا بندہ نے دیکھا کہ مہدیؑ نے اپنی ذات کو اپنی ذات میں واصل کر لیا اور ہماری ذات کو مہدیؑ نے اپنی ذات میں واصل کر لیا اس کے بعد رسولؐ نے ہماری ذات کو اپنی ذات میں واصل کر لیا اس کے بعد ہم نے خدا کی ذات کو اپنی ذات میں واصل کر لیا خدائے تعالیٰ نے بندہ کی ذات کو اپنی ذات میں واصل کر لیا اس کے بعد اللہ اکبر کہا اور فرمایا بندہ جو کچھ کہتا ہے لوگوں کے سامنے مت کہو۔

بندگی شاہ نظامؓ نے مذکورہ خواب دیکھا اور میاں عبدالفتاحؒ سے بیان کیا اس صراحت کے ساتھ کہ اس کا ذکر دوسروں کے سامنے نہ کریں۔

یہاں نہ امامؑ کے حضور میں عرض کرنا مذکور ہے اور نہ امامؑ کا اس کی تعبیر فرمانا مندرج ہے، جس امر کی نسبت امامؑ کی طرف متحقق نہ ہو اس سے امامؑ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے۔

مشتملات خواب کو آج تک کسی نے مورد اعتراض نہیں ٹھیرایا، صرف دیکھنا یہ ہے کہ اس کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔

جو تعبیر معترض کی پیش کردہ نقل میں مروی ہے اور جس کا ذکر تک حاشیہ شریف میں نہیں ہے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے تعبیر خواب سے متعلق یہ فرمایا ہے۔

یا عائشة اذا عبرتم الرویاء فعبروها علی خیر فان الرویات تکون علی ما عبرها صاحبها [1]

اے عائشہ تم خواب کی تعبیر کرو تو خیر پر اس کی تعبیر کرو اس لئے کہ خواب اسی طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب تعبیر اس کی تعبیر کرتا ہے۔

روایت زیر بحث سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں شاہ نظام کے وجود کے ذروں کو امام علیہ السلام نے فرد کر لیا وغیرہ تو اس کی یہ تعبیر کی گئی کہ تم کو بندہ کی ذات میں فنا حاصل ہے'۔

پس ثابت ہو گیا کہ یہ خواب اور اس کی تعبیر خیر پر ہے اس لئے کہ امام علیہ السلام نے اس کی خیر ہی پر تعبیر فرمائی ہے۔

معترض کا اس سے متعلق شبہ پیدا کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خود اس کو اصول تعبیر سے آگاہی نہیں ہے۔ اور فن حدیث سے وہ بے خبر ہے۔

(۹) معترض نے اس باب میں ایک نقل پیش کی ہے کہ ایک دن بندگی شاہ نعمتؓ نے معاملہ دیکھا کہ وہ اور

---

[1] کنز العمال (طبع اولیٰ) الجزء الثامن صفحہ ۳۵

حضرت میراںؒ دودھ اور روٹی کھا رہے ہیں یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ میراں علیہ السلام کا مغز سر کھا رہے ہیں، میراںؒ کی خدمت میں عرض کی فرمایا اے میاں نعمتؓ تم نے ولایت مصطفیٰ صلعم کا مغز کھایا۔

شاہ نعمتؓ سے متعلق اس مضمون کی کوئی روایت متقدمین کے پاس نہیں ہے حاشیہ شریف میں صرف اس قدر مروی ہے۔

نقل است بندگی میاں شاہ نعمتؓ معاملہ دیدند کہ ذات حضرت میراںؒ ذات ما تمام فرو کردم مگر سر ماندہ است این معاملہ پیش حضرت میراںؒ عرض کردیم حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ پس روی بندہ تمام خدائے تعالیٰ نثار روزی کند[1]

نقل ہے کہ بندگی شاہ نعمتؓ نے معاملہ دیکھا کہ ہم نے حضرت مہدیؑ کی ذات مبارک کو ہماری ذات میں داخل کرلیا ہے مگر سر بچا ہوا ہے یہ معاملہ ہم نے حضرت مہدیؑ کے حضور میں عرض کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تم کو بندہ کی کامل پیروی عطا کرے گا۔

یہاں مغز سر کھانے کا ذکر تک نہیں۔

معترض کی پیش کردہ روایت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک دودھ اور روٹی کھانا، دوسرے امامؑ کے سر مبارک کا مغز کھانا۔

واضح ہو کہ حدیث شریف میں دودھ پینے کی ایمان اور شرائع اسلام سے تعبیر کی گئی ہے، صاحب کنز العمال نے یہ روایت کی ہے۔

شرب اللبن محض الایمان من شربہ فی منامہ فھو علی الاسلام والفطرۃ ومن تناول اللبن بیدہ فھو یعمل بشرائع والاسلام[2]

دودھ کا پینا خالص ایمان ہے، جو خواب میں دودھ پی لے وہ اسلام اور فطرت پر ہے جس شخص نے اپنے ہاتھ سے دودھ پیا پس وہ شرائع اسلام پر عمل کرتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے شب اسرا کے واقعات کے ذیل میں یہ بھی فرمایا ہے۔

فاخذت اللبن فشربتہ فقیل لی ھدیت الفطرۃ[3]

پس میں نے دودھ لیا پس اس کو پی لیا پس مجھے کہا گیا کہ تجھے فطرت یعنے دین اسلام کی راہ دکھائی گئی۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

ہر کہ شیر در خواب بیند و بخورد تعبیر وی علم و دین و ہدایت است[4]

جو کوئی دودھ کو خواب میں دیکھے اور اس کو پی لے اس کی تعبیر علم اور دین اور ہدایت ہے۔

روایت زیر بحث میں دودھ اور روٹی کھانا مذکور ہے بہ فحوائے حدیث اس کی یوں تعبیر کی جائے گی کہ آپ شرائع اسلام پر عمل پیرا رہیں گے، اس کے بعد مغز سر کھانا مذکور ہے، مغز سر، اصل ہوش اور لب حواس ہے اس کی تعبیر اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ مغز اسلام یعنے تعلیم احسان سے مستفیض ہیں۔

اس سے قبل کی روایت میں مغز سر کی مغز ولایت مصطفیٰ سے تعبیر کی گئی ہے، اس سے بھی وہی تعلیم احسان مراد ہے۔

ذیل میں تعبیر خواب کی ایک مثال دیجاتی ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مشتملات خواب اور اس کی تعبیر میں کیا تعلق ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے خواب میں رسول اللہ صلعم کے مرقد مبارک کی نباشی کی تھی یعنے آپ کے مرقد سے آپ کا کفن چرایا ہے۔

کتاب ابن سیرین میں یہ روایت آئی ہے۔

عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ انہ رای فی منامہ انہ

ابوحنیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ

---

[1] حاشیہ شریف ص ۲۶۰ [2] کنز العمال (طبع اول) الجزء الثامن ص ۳۵ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۵ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۵۔

اتی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنبشہ فاخبرہ استاذہ رضی اللہ عنہ وکان ابو حنیفہ یومئذ صبیا فی المکتب فقال لہ استاذہ رضی اللہ عنہ ان صدقت رویاک یا ولدی فانک تقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتنبش عن شریعتہ فکان کما عبر الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ وظہر لابی حنیفہ ما ظہر من الکرامات[1]

کی قبر کے پاس آئے اور اس کی نباشی کی پس خبر دی اس کی اپنے استاذ کو اور ابو حنیفہ ان دنوں ایک بچے تھے مکتب میں، پس ابو حنیفہ سے ان کے استاذ نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے اے میرے لڑکے تحقیق کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے گا اور آپ کی شریعت کو ظاہر کرے گا، پس ایسا ہی ہوا جیسا کہ استاذ نے تعبیر کی تھی اور ظاہر ہوا ابو حنیفہ کے لئے جو کچھ کہ ظاہر ہوا کرامات سے۔

خلیل ابن شاہین نے اپنی کتاب الاشارات فی علم العبارات میں اس امر کی تصریح کی ہے اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ کسی نبی یا مرد صالح کی قبر سے کفن چرایا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ وہ اس کے سلوک طریقت میں اجتہاد کرے گا، کتاب الاشارات کی عبارت یہ ہے۔

من روی انہ ینبش قبر احد من الانبیاء و الصالحین فانہ مجتہد فی سلوک طریقتہ[2]

جس نے دیکھا کہ وہ کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کی نباشی کر رہا ہے پس وہ مجتہد ہے اس کی طریقت کے سلوک میں۔

حالانکہ رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ نباش یعنے کفن چور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لا یدخل الجنۃ جیاف[3]

نہیں داخل ہوگا جنت میں نباش یعنے کفن چور۔

اگر مذکورہ روایت کتب ہدیہ میں ہوتی تو معترض یہی کہتا کہ دیکھو ہندی کیسے گستاخ ہوتے ہیں کہ اپنے امام کی قبر سے کفن چراتے ہیں!!!

غرض مولف ہدیہ کا اعتراض اصول تعبیر سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

بندگی شاہ نعمتؒ نے اگر یہ دیکھا کہ وہ امام علیہ السلام کے سر مبارک کا مغز کھا رہے ہیں تو اس سے یہی مراد ہے کہ آپ امام علیہ السلام کی تعلیم احسان سے مستفیض ہیں۔

اگر بندگی شاہ نظام نے یہ دیکھا کہ آپکے وجود کے ذروں کو امام علیہ السلام نے داخل فرمایا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ شاہ نظامؒ کو امام علیہ السلام کی ذات میں فنا حاصل ہے۔

حاصل یہ کہ مذکورہ صدر روایات میں حدیث رسول اللہ کے مطابق خیر پر تعبیر کی گئی ہے، اگر معترض کو یہ نکتہ معلوم ہوتا تو تعبیرات سے الجھ کر اپنی علمی بے بضاعتی کا ثبوت نہ دیتا۔

اس سے قطع نظر اگر خواب کا نفسیاتی تجزیہ چاہو تو بڑی دشواری پیش آئیگی۔ رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں اس طرح دیکھا ہے۔

رایت ربی فی صورۃ شاب موفر فی الخضر علیہ نعلان من ذہب وعلی وجہہ فراش من ذہب[4]

دیکھا میں نے اپنے رب کو خواب میں، نوجوان کی صورت میں جس کا سبز خط ابنوہ تھا جو سونے کے نعلین پہنے تھا اور اس کے چہرے پر سونے کی بوندیں تھیں۔

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اس خواب سے اللہ تعالیٰ کی عظمت مراد ہے یا اللہ کو ایک نوخیز جوان کی صورت میں پیش کرنا!

---

[1] کتاب ابن سیرین (طبع بمبئی ۱۲۹۲ھ) الباب الحادی عشر صـ۲۶ [2] کتاب الاشارات (طبع مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ ۱۳۱۱ھ) الجزء الثانی صـ۱۳۶۔
[3] النہایہ الجزء الاول صـ۵۸ [4] کنز العمال (طبع اول) الجزء الاول صـ۵۸۔

سچے خواب کی دو قسمیں ہیں عینی اور تمثیلی عینی میں بعینہ وہی چیز مقصود ہوتی ہے جو خواب میں نظر آتا ہے ذیل میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرءیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین (الفتح ع ۱)	بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ دکھایا اپنے رسول کے خواب کو سچ کے ساتھ، البتہ داخل ہونگے تم مسجد حرام میں امن سے اگر چاہا اللہ نے۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب تفسیر مدارک نے یہ لکھا ہے۔

روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی قبل خروجہ الی الحدیبیۃ کانہ واصحابہ قد دخلوا مکۃ آمنین[1]	روایت کیگئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے قبل خواب میں دیکھا گویا کہ آپ اور آپ کے اصحاب داخل ہوگئے مکہ میں امن کے ساتھ۔

حاصل یہ کہ جس طرح رسول اللہ صلعم نے خواب میں دیکھا تھا اسی طرح آپ اور آپ کے اصحاب امن کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوگئے۔

اذان سے متعلق ایک روایت آئی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عبداللہ بن زید بن عبد ربہ نے خواب میں ایک شخص کو اذان دیتے ہوئے دیکھا اور صبح کو انہوں نے رسول اللہ صلعم کے سامنے اپنا خواب بیان کیا رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے اور فرمایا کہ بلال کو اسی طرح اذان دینا بتا دو اور بلال کو چاہیئے کہ اسی طرح اذان دے جب حضرت عمرؓ نے اذان سنی تو رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہو کر کہا۔

لقد رایت مثل ما اریٰ[2]	تحقیق کہ میں نے دیکھا جو کچھ کہ دکھایا گیا ہے عبداللہ بن زید کو۔

روایت کی ہے اس کی ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ اور ترمذی نے۔

یہ خواب بھی عینی ہے اس لئے کہ خواب میں ایک شخص اذان دیتا ہوا دیکھا گیا اور اسی کے مطابق اذان دیگئی۔

جو خواب تمثیلی ہوتا ہے اس میں تشبیہ اور تمثیل کے پیرایہ میں کسی مطلب کو پورا کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب۔

قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک۔ (الصّٰفّٰت ع ۳)	فرمایا بیٹا تحقیق کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا لیکن بیٹا ذبح نہ ہوا اس کے بدلے ایک بڑی قربانی دی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وفدیناہ بذبح عظیم (الصّٰفّٰت ع ۳)	اور چھڑا لیا ہم نے اس کو ایک بڑی قربانی کے بدلے۔

حاصل یہ کہ مذکورۂ صدر روایات کو مورد اعتراض قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ معترض کلام الٰہی اور احادیث نبوی سے بے خبر ہے۔

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۱۲۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۰۹ و ص ۳۱۰۔

باب ششم

امام علیہ السلام کا ارشاد اور قرآن کا مربوط ہونا

مولف ہدیہ نے (صـ۱۷۴ پر) قرآن کی بعض آیتوں کو منسوخ قرار دے کر کلام اللہ کو غیر مربوط ٹھیرایا ہے، اس لئے اس باب میں ائمہ کے فرمان کی روشنی میں قرآن کا مربوط ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

اس سے قبل طبقات اکبری، منتخب التواریخ اور مآثر رحیمی کے حوالہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ دائرہ مہدویہ میں بیان قرآن کس درجہ موثر ہوتا تھا، اس بیان کا ایک پرتو کلام اللہ کا مربوط ہونا بھی ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

سیوطی نے کتاب الاتقان میں یہ روایت کی ہے۔

قال ابن الحصار ترتیب السور ووضع الآیات انما کان بالوحی [1]	ابن الحصار نے کہا کہ سورتوں کی ترتیب اور آیات کا رکھا جانا وحی کے مطابق تھا۔

سیوطی نے یہ بھی روایت کی ہے۔

قال القاضی ابوبکر ترتیب الآیات امر واجب وحکم لازم فقد کان جبریل یقول ضعوا آیۃ کذا فی موضع کذا [2]	قاضی ابوبکر نے کہا کہ آیات کی ترتیب امر واجب اور حکم لازم ہے تحقیق کہ جبرئیل کہتے تھے کہ رکھو یہ آیت اس جگہ۔

سیوطی نے بحوالہ کرمانی یہ لکھا ہے۔

ھکذا ھو عند اللہ فی اللوح المحفوظ علی ھذا الترتیب [3]	اسی طرح ہے قرآن اللہ کے پاس لوح محفوظ میں اسی ترتیب پر

اشعۃ اللمعات میں جمع القرآن کے ذیل میں یہ مروی ہے۔

باید دانست کہ ترتیب سور ووضع آیات ہمہ بوحی بود وجبرئیل چوں آیتی از قرآن بحسب واقعہ می آورد می گفت ایں را در فلاں سورہ بعد از فلاں آیت بنہند و احادیث در ایں باب بسیار آمدہ [4]	جاننا چاہیئے کہ سورتوں کی ترتیب اور آیات کا رکھنا سب وحی کے مطابق تھا اور جبرئیل جب کوئی آیت قرآنی حسب واقعہ لاتے تو کہتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھو اور احادیث اس باب میں بہت آئے ہیں۔

ابن عباس نے حضرت عثمانؓ سے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الجزء الاول صـ۷۹ [2] الاتقان فی علوم القرآن الجزء الاول صـ۷۱ [3] الاتقان الجزء الاول صـ۷۸ [4] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صـ۱۶۳۔

کان اذا نزل علیہ شئ دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا رواہ احمد والترمذی و ابوداود[1]

جب رسول اللہ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتب وحی کو بلاتے پس فرماتے رکھو یہ آیتیں اس سورت میں جس میں ایسا ایسا ذکر کیا گیا ہے روایت کی ہے اس کی احمد و ترمذی اور ابوداود نے۔

رسول اللہ صلعم کا اس طرح آیات سے متعلق کہنا بربنائے وحی تھا چنانچہ احمد بن حنبل نے عثمان بن ابی العاص سے یہ روایت کی ہے۔

قال اتانی جبرئیلؑ فامرنی ان اضع ھذہ الآیۃ ھذا الموضع من ھذہ السورۃ[2]

فرمایا رسول اللہ نے آئے میرے پاس جبرئیلؑ پس حکم دیا مجھ کو کہ رکھوں یہ آیت اس جگہ اس سورۃ میں۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

ثابت شدہ است کہ ترتیب قرآن بوحی است وآں نیز منزل است وجبرئیلؑ در وقت انزال می گفت کہ ایں سورہ را بعد از فلاں سورہ باید نہاد وایں آیت را در فلاں موضع باید نہاد واجماع نیز برآں انعقاد پذیرفت[3]

ثابت ہوگیا ہے کہ قرآن کی ترتیب وحی کی بناء پر ہوئی ہے اور وہ بھی نازل کی گئی ہے اور جبرئیلؑ نزول کے وقت کہتے تھے کہ اس سورۃ کو فلاں سورۃ کے بعد رکھنا چاہیئے اور اس آیت کو فلاں جگہ رکھنا چاہیئے اور اجماع بھی اس پر منعقد ہوگیا ہے۔

کلام اللہ کے مربوط ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہیئے۔

دور نبوت سے جس طرح بعد بڑھتا گیا اسی طرح کلام اللہ کو غیر مربوط قرار دیا جانے لگا چنانچہ عام مفسرین اس امر کے قائل ہیں کہ قرآن میں کسی قسم کا ربط و نظم نہیں ہے اور دلیل اس کی یہ پیش کی جاتی ہے کہ بیس سال سے زیادہ کی مدت میں مختلف حالات کے تحت گوناگوں احکام نازل ہوئے ہیں۔

حالانکہ آیات کا نزول واقعات کے لحاظ سے ہے اور ان کی ترتیب حکمت کے مطابق ہے، نزول آیات میں مخاطب اول ملحوظ رہے ہیں اور ترتیب آیات میں بعد کو آنے والے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی ببانگ بلند اس امر کا اعلان فرمایا کہ کلام اللہ شروع سے آخر تک مربوط ہے، اس صراحت کے ساتھ کہ اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اس میں کوئی جملہ معترضہ نہیں اس میں جملہ مستانفہ نہیں، اس میں حذف نہیں، اس میں حرف زائدہ نہیں، اس میں تکرار آیات نہیں۔

صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت میرائی در قرآن جملہ معترضہ و مستانفہ واستثناء منقطع وحذف روا نداشتند (باب ہفتم)

منقول ہے کہ حضرت میرائی نے قرآن میں جملہ معترضہ جملہ مستانفہ استثناء منقطع اور حذف روا نہیں رکھا۔

نقلیات میاں عبدالرشید (قلمی) میں یہ مروی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص۱۶۶ [2] الاتقان جزو اول ص۷۱ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص۵۵۲۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ ہیچ آیت قرآن منسوخ نیست ودر قرآن تکرار نیست و جملۂ معترضہ و حرف زائدہ نیست (باب ہفتم)

حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ کوئی آیت قرآن میں منسوخ نہیں ہے اور قرآن میں تکرار نہیں ہے جملۂ معترضہ اور حرف زائدہ نہیں ہے۔

نقلیات میاں سید عالم میں یہ روایت کی گئی ہے۔

حضرت میراںؑ فرمودند کہ در قرآن جملۂ معترضہ و مستانفہ و استثناء منقطع و حذف روا نیست (ص ۸۹)

حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ قرآن میں جملۂ معترضہ جملہ مستانفہ استثناء منقطع اور حذف روا نہیں ہے۔

مذکورہ مندرجات سے ظاہر ہے کہ قرآن میں جملۂ معترضہ حذف وغیرہ کو تسلیم کر لینا قرآن کو غیر مربوط قرار دینا ہے اس لئے امام علیہ السلام نے مذکورہ امور کی نفی فرما کر کلام اللہ کا شروع سے آخر تک مربوط ہونا ثابت فرما دیا، ضمناً عالم اسلام کے ان مفسرین کی بھی نفی ہو گئی جنھوں نے قرآن کو غیر مربوط قرار دیا ہے، بعض مفسرین جو نظم قرآن کی طرف مائل ہیں انہوں نے بھی قرآن میں جملہ معترضہ جملہ مستانفہ حرف زائد، استثناء منقطع اور تکرار آیات کے ہونے سے انکار نہیں کیا ہے۔

اس لحاظ سے امام علیہ السلام نے مذکورہ امور کی نفی فرما کر قرآن کا مربوط ہونا جو بیان فرمایا ہے وہ عالم اسلام میں آپ اپنی نظیر ہے۔

راقم نے اپنی تصنیف "بیان القرآن" میں امام علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن میں جملۂ معترضہ، جملہ مستانفہ حذف وغیرہ نہیں ہے اسی تصنیف سے چند امور بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں۔

قرآن اور جملۂ معترضہ رسالۂ الجمل میں یہ لکھا ہے۔

المعترضۃ وقعت بین الکلامین بلا تعلق بینھما مثل قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ النیۃ فی الوضو لیست بشرط۔

جملہ معترضہ وہ ہے جو دو کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ بغیر کسی تعلق کے ان دونوں کے درمیان مثلاً کہا ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہ نیت وضو میں شرط نہیں ہے۔

رسالہ اصل الجمل میں یہ مذکور ہے۔

المعترضۃ ما وقع بین الکلامین بلا تعلق بشئ نحو قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ النکاح سنۃ

معترضہ وہ ہے جو واقع ہو دو کلام کے درمیان اور کسی سے اس کو تعلق نہ ہو جیسے کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نکاح سنت ہے۔

پہلی مثال میں "رحمہ اللہ" اور دوسری مثال میں "رحمۃ اللہ علیہ" جملۂ معترضہ ہے۔

اس لئے کہ اس کو اپنے ماقبل اور مابعد سے کوئی ربط نہیں ہے لیکن کلام اللہ میں اس نوعیت کی کوئی آیت نہیں ہے، جن آیات کو مفسرین نے جملہ معترضہ قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں۔

اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون (البقرۃ ع ۱)

بے شک جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے ان کے حق میں آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہ لاویں گے۔

خط کشیدہ الفاظ کو جملہ معترضہ قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ وہ تو انّ کی خبر ہے اور لا یومنون دوسری خبر ہے یا حال موکدہ ہے یا جملہ معللہ ہے۔

(۲) قالوا هذا الذی رزقنا من قبل واتوا به متشابها ولهم فیها ازواج مطهرة (البقرة ع۳)

کہیں گے یہ وہ چیز ہے جو دیئے گئے تھے ہم اس سے قبل اور لاوے جائیں گے متشابہ ایک دوسرے کے ساتھ اور ان کے لئے بہشتوں میں بیبیاں ہوں گی مطہر۔

خط کشیدہ الفاظ کو معترضہ قرار دینا صحیح نہیں، یہ تو بہ طور بیان واقع ہوا ہے اور یہ حال بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) انا ان شاء الله لمهتدون (البقرة ع۸)

اگر اللہ نے چاہا تحقیق ہم البتہ راہ پانے والے ہیں۔

"ان شاء الله" کو معترضہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ حرف اِن بتلا رہا ہے کہ یہ شرط ہے اور انا لمهتدون جواب شرط ہے۔

(۴) وانه لقسم لو تعلمون عظیم (الواقعة ع۳)

اور تحقیق یہ قسم ہے بڑی، اگر تم جانو

لو تعلمون کو معترضہ قرار دینا غلط ہے۔ لو تعلمون شرط ہے انه لقسم عظیم اس کی جزا ہے۔

(۵) والذین آمنوا وعملوا الصالحات وآمنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم (محمد ع۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایمان لائے اس پر جو نازل کیا گیا محمد پر اور وہ حق ہے ان کے رب کے پاس سے اللہ تعالیٰ ان کی برائیاں ان سے دور کر دیگا اور ان کا حال درست رکھے گا۔

خط کشیدہ الفاظ کو جملۂ معترضہ قرار دینا غلط ہے یہ تو بدل ہے ما نزل علی محمد کا یا حال ہے۔

(۶) فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار (البقرة ع۳)

پس اگر نہ کرو گے تم اور ہرگز نہ کرو گے تم پس ڈرو دوزخ سے۔

ولن تفعلوا کو جملۂ معترضہ کہنا صحیح نہیں کیوں کہ یہ جملہ مؤکدہ ہے اور معطوف علیہ کی تاکید کر رہا ہے۔

(۷) قل لا اجد ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیر الله به (الانعام ع۱۸)

کہدو کہ جو وحی کی گئی میری طرف اس میں میں نہیں پاتا ہوں کسی حرام غذا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ مردار یا لہو ڈالا ہوا رگوں میں سے یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ ناپاک ہے یا جو جانور فسق سے مارا گیا ہو غیر اللہ کے نام پر۔

"فانه رجس" جملۂ معترضہ نہیں ہے جملۂ معللہ ہے۔

(۸) یجعلون اصابعهم فی اذانهم من الصواعق حذر الموت والله محیط بالکافرین یکاد البرق یخطف ابصارهم (البقرة ع۳)

رکھ لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک سے موت کے ڈر سے اور اللہ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو نزدیک ہے کہ اچک لے جاوے بجلی ان کی آنکھیں (بینائی)

والله محیط میں واو حالیہ ہے مطلب یہ کہ کفار کانوں میں انگلیاں رکھکر بچنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو گھیرے ہوئے ہے، اس لحاظ سے اس کو جملۂ معترضہ کہنا صحیح نہیں۔

والله شهید علی ما تعملون کے ذیل میں تفسیر بیضاوی[1] میں "والحال انه شهید" لکھا ہے اسی طرح

---

[1] تفسیر بیضاوی (طبع مصر) الجزء الثانی ص۳۳

مذکورہ آیت کی توضیح والحال انہ محیط سے کی جائے گی۔

(۹) اللہ لا الہ الا ھو لیجمعنکم الی یوم القیامہ (النساء ع ۱۱)

اللہ، نہیں کوئی معبود مگر وہ، ضرور جمع کرے گا تم کو قیامت کے دن

لا الہ الا ھو، خبر ہے جملہ معترضہ نہیں ہے

(۱۰) ومن یدع مع اللہ الھا آخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ المومنون ع ۶

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرے کہ جس کے معبود ہونے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا۔

یہ بھی جملہ معترضہ نہیں ہے، یہ تو صفت لازمہ ہے۔

(۱۱) اتبع ما اوحی الیک من ربک لا الہ الا ھو و اعرض عن المشرکین (الانعام ع ۱۳)

پیروی کر اس چیز کی جو وحی کی گئی طرف تیرے رب سے نہیں کوئی معبود مگر وہ اور منہ پھیر لے مشرکین سے۔

یہ بھی جملہ معترضہ نہیں ہے، یہ حال موکدہ ہے، ربک کا یا صفت ہے۔

(۱۲) ویجعلون للہ البنات سبحانہ ولھم ما یشتھون (النحل ع ۶)

اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لئے بیٹیاں پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے اور ان کے لئے ہے جو کچھ کہ چاہتے ہیں۔

یہ بھی جملہ معترضہ نہیں ہے، یہ حال ہے یا صفت

صاحب نہج الادب نے جملہ معترضہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

آن جملہ ایست کہ میان اجزائے جملہ دیگر عارض گشتہ بہ ہیچ یکے متعلق نبود واز دور نمودن آں جملہ در معنی ایں جملہ خللے راہ نیابد[1]

معترضہ وہ جملہ ہے جو دوسرے جملے کے اجزاء کے درمیان آکر کسی ایک سے متعلق نہ ہو اور اس جملہ کو دور کر دینے سے اس جملہ کے معنے میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

مثلاً یہ جملہ

قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ النکاح سنۃ (اصل العمل)

کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح سنت ہے

اس جملہ میں سے "رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ نکال دیئے جائیں تو اس جملہ کے معنے میں خلل نہیں پڑتا۔

صاحب مجمع الصنائع نے کلام معترضہ کو حشو متوسط قرار دیا ہے، مجمع الصنائع کی عبارت یہ ہے۔

حشو متوسط آمدن کلام معترضہ است کہ زائد بود بر اصل مراد اما در سلامت بیت نقصان نہ کند و بودن و نابودن او برابر باشد۔

حشو متوسط کلام معترضہ لانا ہے جو اصل مطلب سے زاید ہو لیکن بیت کی سلامتی میں کوئی کمی نہ کرے اور اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو

یہی عبارت صاحب موہبت عظمیٰ نے بھی نقل کی ہے[2]

معترضہ کی ایک مثال تفسیر مدارک سے دی جاتی ہے

---

[1] نہج الادب (طبع نول کشور ۱۹۱۹ء) صفحہ ۱۷۴ [2] موہبت عظمیٰ (طبع نولکشور) صفحہ ۷۵

مکة وزید قائم خیر بلاد اللہ [1]

خط کشیدہ جملہ معترضہ ہے واقعی اس کو اپنے ماقبل اور مابعد سے کوئی ربط نہیں ہے لیکن کلام اللہ میں کوئی جملہ اس طرح معلق نہیں ہے۔

غرض کلام اللہ میں حشو کو تسلیم کر لینا سراسر گمراہی ہے۔

قرآن اور جملۂ مستانفہ جملۂ مستانفہ کی دو قسمیں ہیں، ایک کو ابتدائیہ یا مفتتحہ کہتے ہیں اور دوسرے کو منقطعہ اور مقطوعہ کہتے ہیں۔

جملۂ مستانفۂ مفتتحہ وہ ہے جو کلام کے آغاز میں آئے اور وہ دوسرے کا مسبوق نہ ہو۔

صاحب نہج الادب نے بیان کیا ہے۔

یکی آں کہ در مفتتح کلام واقع شود خواہ از روئے لفظ خواہ از روئے نیت بے آنکہ مسبوق دیگر بود ..... وایں را مفتتحہ گویند [2]

ایک وہ کہ کلام کے آغاز میں واقع ہو خواہ از روئے لفظ خواہ از روئے نیت، بغیر اس کے کہ وہ دوسرے کا مسبوق ہو اور اس کو مفتتحہ کہتے ہیں۔

جملۂ مستانفۂ مقطوعہ وہ ہے جو کلام سابق کا مسبوق ہو لیکن کلام سابق سے ربط نہ رکھے اور اپنے ماقبل سے منقطع ہو جیسا کہ صاحب نہج الادب نے بیان کیا ہے۔

دیگر مسبوق بہ کلام سابق باشد بے ارتباطش بہ آں تعلق او از ماقبل منقطع بود ایں را منقطعہ و مقطوعہ نامند (ص ۱۴۷)

دوسرا وہ جو کلام سابق کا مسبوق ہو اور کلام سابق سے اس کو ربط نہ ہو، اس کا تعلق ماقبل سے منقطع ہو۔ اس کو منقطعہ اور مقطوعہ کہتے ہیں۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں مستانفہ کی دوسری قسم اس طرح مذکور ہے۔

ثانیھما المنقطعۃ مما قبلھا [3]

دوسرا جملۂ مستانفہ وہ ہے جو اپنے ماقبل سے منقطع ہو۔

انصاف نامہ کی روایت میں جملۂ مستانفہ آیا ہے اس سے مستانفہ کی دوسری قسم یعنے مستانفۂ منقطعہ و مقطوعہ مراد ہے۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ کلام اللہ کی کوئی آیت اپنے ماقبل سے مقطوع نہیں ہے اس کی بھی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں۔

(۱) ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمومنین یخادعون اللہ والذین آمنوا (البقرۃ ع ۲)

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخر پر وہ ایمان والے نہیں ہیں، فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔

خط کشیدہ الفاظ کو جملۂ مستانفہ قرار دینا صحیح نہیں وہ تو یقول کا بیان واقع ہوا ہے یا حال ہے اس ضمیر کا جو بمومنین میں ہے

(۲) لھم جنات تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل (البقرۃ ع ۳)

ان کے واسطے بہشتیں ہیں چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں جب وہ لوگ دیئے جائیں گے ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم اس سے قبل دیئے گئے تھے۔

اس کو جملہ مستانفہ قرار دینا صحیح نہیں، وہ تو صفت ثانیہ ہے لفظ جنات کی جو اس سے قبل مذکور ہے۔

(۳) اذ قال ربك للملائكة ..... قال انی اعلم مالا تعقلون وعلم آدم الاسماء کلها (البقرہ ع۴)

جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے ..... کہا تحقیق میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور سکھائے آدم کو سارے اسماء۔

خط کشیدہ الفاظ کو جملہ مستانفہ قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ اس کا عطف "قال ربك" پر ہے۔

(۴) قالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير لا يكلف الله نفسا الا وسعها (البقرہ ع۴)

کہا انہوں نے ہم نے سنا اور ہم نے مانا، اے پروردگار ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کو لوٹنا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں کرتا مگر اس کی طاقت پر۔

یہ مقولہ ہے، جملہ مستانفہ نہیں۔

(۵) لا يجرمنكم شنآن قوم على الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ (المائدہ ع۲)

کسی قوم کی دشمنی تم کو باعث نہ ہو اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

اس کو جملہ مستانفہ کہنا صحیح نہیں یہ تو جملہ موکدہ ہے۔

(۶) ولا يحزنك قولهم ان العزة لله جميعا (یونس ع۷)

اور نہ غمگین کرے تجھکو ان کی بات، تحقیق کہ تمام تر غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے۔

اس کو مستانفہ کہنا صحیح نہیں یہ تو جملہ معللہ ہے۔

(۷) كلوا من ثمره اذا اثمر وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين (الانعام ع۱۶)

ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آوے اور دو حق اس کا کاٹنے کے دن اور بیجا مت خرچ کرو تحقیق وہ بیجا خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ بھی جملہ معللہ ہے، مستانفہ نہیں۔

(۸) كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر (آل عمران ع۱۲)

تم بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے حکم کرتے ہو بھلائی کے ساتھ اور منع کرتے ہو برائی سے۔

اس کو مستانفہ کہنا صحیح نہیں یہ تو خبر ثانی ہے کنتم کی یا صفت ہے خیر امة کی۔

(۹) وطائفة قد اهمتهم انفسهم يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية (آل عمران ع۱۶)

اور ایک جماعت تھی تحقیق کہ فکر میں ڈالا تھا ان کو ان کی جانوں نے، اللہ کے ساتھ گمان کرتے تھے سوائے حق کے گمان جاہلیت کا۔

اس کو مستانفہ کہنا صحیح نہیں، یہ تو حال ہے یا صفت ثانیہ ہے طائفة کی۔

(۱۰) فقالوا ليتنا نرد ولا نكذب بآيات ربنا ونكون من المومنين (الانعام ع۳)

پھر کہیں گے اے کاش ہم پھر واپس بھیجدیئے جائیں اور نہ جھٹلاویں اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہو جاویں ہم ایمان والوں سے۔

اس کو مستانفہ کہنا صحیح نہیں اس کا عطف نرد پر ہے یا یہ حال ہے اس ضمیر کا جو نرد میں ہے۔

(۱۱) ها انتم هؤلاء حاججتم فيما لكم به علم (آل عمران ع۶)

ہاں تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑے ہو ایسی بات میں جس کا تم کو علم تھا۔

خط کشیدہ الفاظ کو جملہ مستانفہ کہنا صحیح نہیں۔ هؤلاء بمعنی الذین ہے اور حاججتم اس کا صلہ ہے۔

(۱۲) احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن (البقرة ع۲۳)

حلال کیا گیا شب روزہ رغبت کرنا تمہاری بیبیوں کی طرف وہ جامہ ہیں تمہارے لئے اور تم جامہ ہو ان کے لئے۔

یہ جملہ مبینہ ہے، اس کو جملہ مستانفہ قرار دینا صحیح نہیں۔

(۱۳) اولئك مبرؤون مما يقولون لهم مغفرة ورزق كريم (سورۃ النور ع۳)

وہ لوگ پاک ہیں اس چیز سے جو یہ کہتے ہیں ان کے واسطے بخشش ہے اور رزق باکرامت۔

یہ بھی جملہ مستانفہ نہیں ہے، یہ تو خبر ثانی ہے۔

(۱۴) كلما جاءهم رسول بما لا تهوى انفسهم فريقا كذبوا وفريقا يقتلون (المائدہ ع۹)

جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا، سو بعضوں کی تکذیب کی اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے

خط کشیدہ جملہ مستانفہ نہیں ہے بلکہ جواب شرط ہے۔

(۱۵) الذين يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة وهم بالآخرة هم يوقنون (النمل ع۱)

جو لوگ کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔

خط کشیدہ جملہ صلہ ہے، مستانفہ نہیں ہے۔

(۱۶) وعلى الاعراف رجال يعرفون كلا بسيماهم ونادوا اصحاب الجنة ان سلام عليكم لم يدخلوها وهم يطمعون (الاعراف ع۵)

اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے، وہ لوگ ہر ایک کو اس کے چہرے سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے سلام علیکم، ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہونگے۔

یہ بھی مستانفہ نہیں ہے، یہ صفت ہے رجال کی۔

(۱۷) انكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها واردون (الانبیاء)

تحقیق تم اور جس چیز کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، پتھر ہیں دوزخ کے، تم اس کے پاس آنے والے ہو۔

یہ بھی مستانفہ نہیں ہے، یہ بدل ہے حصب جہنم کا۔

(۱۸) وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة واجر عظيم (المائدہ ع۲)

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے مغفرت ہے اور ثواب عظیم۔

یہ بھی جملہ مستانفہ نہیں ہے، یہ مفعول ثانی ہے وعد کا

(۱۹) افلا يعلم اذا بعثر ما في القبور وحصل

یا نہیں جانتا کہ جب مردے قبر سے اٹھائے جائینگے اور جو کچھ سینوں میں ہے

فی الصدور ان ربھم بھم یومئذ لخبیر (العادیات ع)

آشکارا ہو جائیگا تحقیق ان کا رب ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

یہ بھی جملہ مستانفہ نہیں ہے یہ جملہ موکدہ ہے یا معللہ۔ اس سے قطع نظر ابو السمال نے اَنَّ بفتح ہمزہ اور خبیر بغیر لام کے پڑھا ہے اس لحاظ سے بھی یہ جملہ مستانفہ نہیں ہے۔

(۲۰) وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ (آل عمران ع)

نہیں جانتا اس کی تاویل مگر اللہ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر۔

یہ بھی جملہ مستانفہ نہیں ہے، وقف فی العلم پر ہے اور یقولون حال واقع ہوا ہے الراسخون کا۔

(۲۱) کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون لیسوا سواءً من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ اناء اللیل وھم یسجدون (آل عمران ع۱۴)

اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے اور انبیاء کو ناحق مار ڈالتے یہ بسبب اس کے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے نہیں وہ سب برابر اہل کتاب سے، ایک جماعت ہے، دین پر قائم ہے، اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں، اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔

من اھل الکتاب مستانفہ نہیں ہے اس لئے کہ وقف سواءً پر نہیں ہے۔

(۲۲) واللہ اعلم باعدآئکم وکفی باللہ ولیاً وکفی باللہ نصیراً من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء ع)

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور مدد دینے والا جو یہودیوں سے ہیں بدل ڈالتے ہیں کلام کو اس کی جگہ۔

من الذین ھادوا مستانفہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ متعلق ہے نصیراً سے

مذکورہ آیت میں نصیراً من الذین ایسا ہی ہے جیسا کہ نصرناہ من القوم اس آیت میں۔

ونصرناہ من القوم الذین کذبوا بآیاتنا (الانبیاء ع)

اور مدد دی ہم نے اس کو اس قوم سے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری نشانیوں کو

(۲۳) الٓمٓ ذلک الکتاب لا ریب فیہ (البقرۃ ع)

الم وہ کتاب ہے اس میں شک نہیں

حاصل یہ کہ مفسرین نے صرف آیت سے قبل کے لفظ کو پیش نظر رکھکر جملہ مستانفہ ہونے کا حکم لگا دیا اگر وہ پوری آیت اور اس کے معنے پر غور کرتے تو کلام اللہ میں جملہ مستانفہ مان کر کلام اللہ کی آیتوں کو احادیث رسول اللہ کے خلاف غیر مربوط نہ ٹھیراتے۔

۷ آن اور استثناء منقطع استثناء کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع

(۱) جاءنی القوم الا زیداً

میرے پاس قوم آئی مگر زید نہیں آیا۔

یہاں زید قوم میں داخل ہے اس لئے اس استثناء کو متصل کہیں گے

(۲) جاءنی القوم الا حمارا

میرے پاس قوم آئی مگر گدھا نہیں آیا۔

یہاں حمار یعنے گدھا قوم میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس استثناء کو منقطع کہیں گے۔

انصاف نامہ کی مذکورۂ صدر نقل میں یہ مروی ہے کہ امام علیہ السلام نے کلام اللہ میں استثناء منقطع کو روا نہیں رکھا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے استثناء متصل کو روا رکھا ہے۔

منقطع کے مقابلہ میں متصل ہی کو اختیار کرنا ہوگا اس لئے کہ منقطع اپنے ماقبل سے غیر مربوط ہوتا ہے اور متصل مربوط ہوتا ہے۔

اس کی بھی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس (البقرۃ ع۴)

اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے۔

خط کشیدہ الفاظ میں استثناء منقطع ماننا صحیح نہیں، یہ استثناء متصل ہے اس لئے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا۔

اس سے قطع نظر جاحظ سے مروی ہے کہ جن اور ملائکہ ایک ہی جنس سے ہیں۔

وعن الجاحظ ان الجن والملائکۃ جنس واحد (مدارک جلد اول ص۳۴)

جاحظ سے مروی ہے کہ جن اور ملائکہ ایک جنس سے ہیں۔

اس لحاظ سے بھی الا ابلیس کو استثناء منقطع قرار دینا غلط ہے وہ تو استثناء متصل ہے۔

(۲) ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی (البقرۃ ع۵)

بعض ان میں سے ان پڑھے ہیں، نہیں جانتے ہیں کتاب کو مگر آرزوئیں۔

یہاں بھی استثناء منقطع ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ یہودی تورات کے ان مندرجات کو تو مانتے تھے جو ان کی آرزو کے موافق و مطابق تھے، خواہ اپنے علماء کی زبانی ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزاً (آل عمران ع۴)

کہا تیری نشانی یہ ہے کہ باتیں نہ کر سکے لوگوں سے تین دن مگر اشارے سے۔

"الا رمزا" کو استثناء منقطع قرار دینا صحیح نہیں اس لئے کہ جس طرح کلام، مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے اسی طرح اشارہ بھی مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے، ادائے مافی الضمیر کے لحاظ سے کلام ہو کہ اشارہ دونوں ایک ٹھیرے، غرض اشارہ بھی کلام ہے مگر خاموش اور کلام سے وہ مراد ہے جو ضمیر انسانی پر دلالت کرے۔

(۴) فلولا کانت قریۃ اٰمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس (یونس ع۱۰)

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نفع دیتا مگر یونس کی قوم۔

"الا قوم یونس" میں استثناء منقطع صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مذکورہ آیت میں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں اور آیت کے معنے ظاہر ہیں کہ کوئی قریہ والے ایمان نہ لائے لیکن یونس کی قوم ایمان لائی، پس یہ استثناء متصل ہوا۔

(۵) لا یسمعون فیھا لغواً الا سلاماً (مریم ع۴)

نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے فائدہ بات مگر سلام

سلام کے معنے دعائے سلامتی کے ہیں، اہل جنت دعائے سلامتی سے بے نیاز ہوتے ہیں اس لئے دعائے سلامتی ایک دوسرے کے حق میں بے فائدہ ہے۔ پس یہ بھی استثناء متصل ہے۔

(۶) لایذوقون فیھا بردا ولا شرابا الا حمیما وغساقا (النباء ع)

نہ چکھیں گے، اس میں ٹھنڈک اور نہ پینے کی چیز مگر گرم پانی اور پیپ۔ حصہ دوم

پینے کی چیز ہو کہ گرم پانی یا پیپ باعتبار مائع ہونے کے سب ایک ہے اس لحاظ سے یہاں بھی استثناء منقطع ماننا غلط ہے۔

(۷) مالھم بہ من علم الا اتباع الظن (النسا، ع ۲۲)

ان کے پاس اس کا کچھ علم نہیں سوائے پیروی گمان کے۔

ظن بھی علم کا ایک ادنیٰ درجہ ہے اس لحاظ سے الا اتباع الظن میں استثناء منقطع تسلیم کرنا صحیح نہیں۔

(۸) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (الشوریٰ ع ۳)

کہدو نہیں مانگتا ہوں میں تم سے کوئی اجر بجز قرابت کی محبت کے۔

یہاں بھی استثناء منقطع ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلعم کے قرابت دار ہیں۔

(۹) قالوا انا ارسلنا الیٰ قوم مجرمین الا آل لوط (الحجر ع)

فرشتوں نے کہا تحقیق ہم بھیجے ہوئے ہیں گنہگار قوم کی طرف مگر کنبہ لوط کا۔

یہاں بھی استثناء منقطع ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ لوط علیہ السلام کا خاندان حکم ارسال میں داخل ہے یعنے فرشتے سب کی طرف بھیجے گئے تھے، اُن کو ہلاک کرنے کے لئے اور ان کو نجات دلانے کے لئے۔

(۱۰) فبشرھم بعذاب الیم الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون (الانشقاق ع)

پس بشارت دے ان کو عذاب دردناک کی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، ان کے لئے ثواب جاری ہے۔

یہ بھی استثناء متصل ہے، الذین سے مراد ان میں کے وہ لوگ ہیں جو توبہ کر کے ایمان لائے۔

(۱۱) وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ (اللیل)

نہیں تھی کسی کی کوئی نعمت اس کے پاس جس کا بدلا دیا جاتا سوائے طلب رضائے خدائے برتر کے۔

یہاں بھی استثناء منقطع صحیح نہیں، اس لئے کہ رضائے باری بھی تو منجملہ نعمتوں کے ایک نعمت ہے۔

(۱۲) ضربت علیھم الذلۃ این ما ثقفوا الا بحبل من اللہ (آل عمران ع ۱۲)

ماری گئی ہے ان کے اوپر ذلت جہاں کہیں بھی پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ کے ساتھ۔

یہ بھی استثناء منقطع نہیں ہے اس لئے کہ حال کا استثناء احوال سے کیا گیا ہے یعنے ان کو ہر حالت میں ذلت ہوگی مگر اس حالت میں ذلت نہ ہوگی جب کہ وہ اللہ سے عہد کر کے اللہ کی پناہ کے ساتھ رہیں۔

(۱۳) فانھم عدو لی الا رب العالمین (الشعرا ع ۷)

پس تحقیق وہ دشمن ہیں میرے واسطے سوائے رب العالمین کے۔

یہاں بھی استثناء منقطع نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر تمام معبودوں کے لئے ہے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کے آباء واجداد میں وہ بھی تھے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

اس لحاظ سے استثناء متصل ہی ثابت ہے۔

مختصر یہ کہ مفسرین نے محض الفاظ کو پیش نظر رکھکر قرآن میں استثناء منقطع کا ہونا تسلیم کر لیا۔ اگر وہ الفاظ کے معنی پر

غور کرتے تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

قرآن اور حذف حاشیہ عبدالرحمٰن اسفرائینی میں حذف اور مقدر سے متعلق یہ مذکور ہے۔

(ا) ان المقدر هو المحذوف من اللفظ مع البقاء فی النية والمحذوف هو حذف من اللفظ والنية

تحقیق کہ مقدر وہ ہے جو حذف کیا جاتا ہے لفظ سے اور باقی رہتا ہے نیت میں، اور محذوف وہ ہے جو حذف کیا جائے لفظ اور نیت سے

(ب) اسی کتاب میں مقدر اور محذوف کا فرق اس طرح بتایا گیا ہے۔

قد يفرق بينهما بان التقدير هو الترك من اللفظ مع الابقاء فی النية والحذف هو الترك من اللفظ والنية (بحث المفعول له)[1]

تحقیق کہ فرق کیا جاتا ہے دونوں میں (یعنی مقدر و محذوف میں) اس طرح کہ تقدیر چھوڑ دینا ہے لفظ کو نیت میں باقی رکھنے کے ساتھ۔ اور حذف چھوڑ دینا ہے لفظ اور نیت دونوں سے۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں مقدر سے متعلق یہ مذکور ہے۔

التقدير عبارة عن حذف الشئ عن اللفظ وابقائه فی النية[2]

تقدیر کے معنے چھوڑ دینا ہے کسی شئی کو لفظ سے اور باقی رکھنا ہے اس کو نیت میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مقدر اور محذوف دونوں مذکور نہیں ہوتے لیکن فرق یہ ہے کہ مقدر نیت میں ہوتا ہے اور محذوف نیت میں نہیں ہوتا یعنے مقدر منوی ہوتا ہے اور محذوف منوی نہیں ہوتا۔

انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے قرآن میں حذف کو روا نہیں رکھا۔ ظاہر ہے کہ جو بات قائل کی نیت میں نہ ہو اس کو اپنی طرف سے قائم کر لینا سراسر گمراہی ہے البتہ کلام اللہ میں مقدر ہوتا ہے اس لئے کہ مقدر قائل کی نیت میں ہوتا ہے۔

(۱) یخادعون اللہ والذین آمنوا (البقرۃ ع ۲)

فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

ای رسول اللہ . فحذف المضاف کقوله واسئل القرية (جلد اول ص۱۵)

یعنے فریب دیتے ہیں رسول اللہ کو پس حذف کیا گیا مضاف مانند ارشاد باری "اور پوچھ بستی سے"

صاحب مدارک کا یہ کہنا ہے کہ یخادعون اللہ میں اللہ سے قبل لفظ رسول محذوف ہے اور دلیل میں ارشاد باری پیش کیا ہے کہ پوچھ لو بستی سے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد اسئل القریۃ میں لفظ اسئل اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں لیکن یخادعون اللہ میں اللہ کو رسول اللہ پر محمول کرنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے۔

---

[1] حاشیہ عبدالرحمٰن بر شرح ملا عبدالرحمٰن جامی نحو عربی قلمی نمبر ۲۰ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) ورق ۲۴۴ - [2] کشاف اصطلاحات الفنون (طبع کلکتہ) المجلد الثانی ص۱۱۸۰۔

حاصل یہ کہ یخادعون اللہ میں لفظ رسول کو محذوف قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ محذوف منوی نہیں ہوتا اور اسئل القریہ میں لفظ اہل کو مقدر ماننا صحیح ہے اس لئے کہ مقدر منوی ہوتا ہے اور لفظ اہل کے مقدر ہونے پر لفظ اسئل (پوچھ لو) دلالت کر رہا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے

وعلم آدم الاسماء کلھا (البقرۃ ع ۴)	اور سکھائے آدم کو سارے اسماء

اس کے ذیل میں صاحب کشاف نے یہ لکھا ہے۔

ای اسماء المسمیات فحذف المضاف الیہ (الجزء الاول ص ۶۸)	یعنے مسمیات کے نام پس مضاف الیہ حذف کیا گیا۔

جہاں اسم مذکور ہوتا ہے وہاں مسمیٰ منوی ہوتا ہے مثلاً لفظ آم کہتے ہیں تو وہ مخصوص پھل نیت میں ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے مذکورہ آیت میں اسماء کے بعد مسمیات مقدر ہے یعنے منوی ہے صاحب کشاف کا اس کو محذوف قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ محذوف منوی نہیں ہوتا اور جو منوی نہ ہو اس کو اللہ کے کلام کا جزو قرار دینا گمراہی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لقد ارسلنا الی امم من قبلک (الانعام ع ۵)	اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکے ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

رسلا نا لمفعول محذوف (جلد ثانی ص ۱)	بھیجے رسول پس مفعول محذوف ہے۔

لفظ ارسلنا (بھیجا ہم نے) اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ "رسلا" منوی ہے اور مقدر ہے صاحب مدارک کا اس کو محذوف قرار دینا صحیح نہیں اس لئے کہ محذوف منوی نہیں ہوتا اور جو منوی نہ ہو اس کو اللہ کی طرف نسبت دینا غلط ہے۔

(۴) مغنی اللبیب کے الباب الخامس میں یہ مندرج ہے۔

حذف الموصوف" وعندھم قاصرات الطرف" (الصافات ع ۲) ای حور قاصرات الطرف	موصوف کا حذف، اور ان کے پاس ہوں گی نیچی نگاہ والیاں یعنے حوریں نیچی نگاہ والی۔

قاصرات الطرف یعنی نیچی نگاہ والیوں کا ذکر جنات النعیم کے سلسلہ میں آیا ہے اور یہ بہ طور صفت کے ہے۔

حور قاصرات الطرف بتلا رہا ہے کہ اس کا موصوف یعنے حور (جمع حورا) مقدر ہے۔

صاحب مغنی کا اس کو محذوف قرار دینا صحیح نہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے۔

الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فھدی ووجدک عائلا فاغنی۔	کیا نہیں پایا تجھکو یتیم پس جگہ دی، اور پایا تجھکو راہ بھولا ہوا، پس راہ دکھائی اور پایا تجھکو فقیر، پس غنی کیا۔

ووجدک ضالا فھدی کے ذیل میں ابوحیان نے یہ لکھا ہے۔

ای وجدک فی قومک ضالا فھداہ الیک	یعنی پایا تیری قوم کو گمراہ پس اس کو راہ دکھائی تیرے ذریعہ پھر میں کہتا ہوں

ثم اقول علی حذف مضاف نحو واسئال القریۃ[1] | کہ مضاف محذوف ہے مانند قولہ تعالیٰ اور پوچھ لے قریہ سے

ابوحیان کا یہ کہنا ہے کہ وجدک میں لفظ رھط یعنے قوم محذوف ہے یعنے اصل میں وجد رھطک ہے حالانکہ تینوں آیتوں میں تخاطب صرف رسول اللہ صلعم کی ذات سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد واسئل القریۃ میں لفظ اسئل (پوچھ لو) جس طرح اہل کے مقدر ہونے پر دلالت کرتا ہے اس طرح وجدک میں لفظ رھط کے مقدر ہونے پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہیں ہے۔

جب وجدک میں لفظ رھط یعنے قوم مقدر ہی نہیں ہوسکتا تو ابوحیان کا اس کو محذوف قرار دینا سراسر غلط ہے۔

حاصل یہ کہ کلام اللہ میں حذف کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا ہے اس لئے کہ حذف منوی نہیں ہوتا البتہ کلام اللہ میں مقدر ہوتا ہے کیونکہ یہ منوی ہوتا ہے اور اس پر قرینۂ لسانی بھی دلالت کرتا ہے۔

قرآن اور حرف زائدہ مفسرین نے کلام اللہ میں حرف زائدہ کا ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ جس کو حرف زائدہ کہتے ہیں وہ مفید معنے ہے۔

اس سے قطع نظر فوائد ضیائیہ میں یہ لکھا ہے۔

ومعنی کونھا زایدۃ ان اصل المعنی بدونھا لایختل (حروف الزیادۃ)[2] | حروف زائدہ کے یہ معنے ہیں کہ اصل معنی میں ان کے نہ ہونے سے خلل نہیں پڑتا۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں حروف زائدہ سے متعلق یہ آیا ہے۔

وجودھا وعدمھا لایخل بالمعنی الاصلی[3] | ان کا ہونا اور نہ ہونا اصل معنے میں خلل نہیں ڈالتا۔

جو مفید معنی ہو اس کو زائدہ قرار دینا اور یہ کہنا کہ اس کو معنے میں دخل نہیں کلام اللہ کی تنقیص کرنا ہے۔

اس لئے امام علیہ السلام نے کلام اللہ میں حرف زائدہ کو روا نہیں رکھا۔

اس کی بھی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں۔

(۱) غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (سورہ الفاتحہ) | (نہ رستہ ان لوگوں کا) جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے۔

لا الضالین میں لا کو زائدہ کہنا صحیح نہیں یہ تو تاکید کے لئے ہے۔

(۲) فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا (البقرۃ ع ۱۶) | پس اگر ایمان لاویں ساتھ اس چیز کے کہ ایمان لائے ہو تم ساتھ اس کے، پس تحقیق راہ پائی۔

بمثل میں با کو زائدہ کہنا صحیح نہیں یہ تو بائے استعانت ہے۔

(۳) لا اقسم بیوم القیامہ (القیامہ) | نہیں، قسم کھاتا ہوں میں قیامت کے دن کی۔

---

[1] البحر المحیط الجزء الثامن ص ۴۸۶ [2] شرح ملا جامی نحو عربی قلمی نمبر ۳۷۸ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد ورق ۱۸۷ [3] کشاف اصطلاحات الفنون (طبع کلکتہ المجلد الاول ص ۶۱۲

لا کو زائدہ کہنا صحیح نہیں یہ تو نفی کے لئے ہے جیسا کہ فراء سے مروی ہے

لا سے مخصم کے دعوے کی نفی اور قسم سے اپنے دعوے کی تائید مقصود ہے عربی میں لا واللہ، لاورب الکعبہ عام بول چال ہے حضرت عائشہ کی حدیث میں، لاورب محمد، لاورب ابراہیم کے الفاظ آئے ہیں [1]

(۴) فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرۃ ع ۳) | پس لے آؤ ایک سورت اس کے مانند

یہاں من کو زائدہ کہنا صحیح نہیں یہ تو تبعیض کے لئے ہے یا تبیین کے لئے

(۵) وامسحوا برؤسکم (المائدہ ع ۱) | اور مسح کرو اپنے سروں کو

یہاں با کو زائدہ کہنا صحیح نہیں یہ تو تبعیض کے لئے ہے۔ برؤسکم میں با کو حرف زائدہ تسلیم کرلیں تو پورے سر کا مسح کرنا فرض ہو جائے گا۔

(۶) وما من الہ الا الہ واحد (المائدہ ع ۱۴) | اور نہیں کوئی معبود بجز ایک معبود کے

یہاں من کو زائدہ کہنا صحیح نہیں، یہ تو استغراق کے لئے ہے۔

(۷) وما تاتیہم من آیۃ من آیات ربہم (الانعام ع ۱) | اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی۔

اس آیت میں من کو زائدہ کہنا صحیح نہیں۔ پہلا استغراق کے لئے ہے اور دوسرا تبعیض کے لئے۔

(۸) وقلیل ما ہم (ص ع ۲) | اور ایسے لوگ بہت کم ہیں

یہ ما حرف زائدہ نہیں ہے، یہ تو ابہام اور تعجب کے لئے آیا ہے۔

(۹) ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ (حم السجدہ ع ۵) | اور نہیں برابر ہوتی نیکی اور برائی

لا السیئۃ میں لا حرف زائدہ نہیں ہے، یہ نفی کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

(۱۰) ولات حین مناص (ص ع ۱) | اور نہیں تھا وقت خلاص کا

لات وقت کی نفی کے لئے ہے، اس میں بھی حرف تا زائد نہیں ہے وہ بھی تاکید کے لئے ہے۔

صاحب فوائد ضیائیہ کا یہ کہنا کہ حروف زائدہ نہ بھی ہوں تو کلام اللہ کے معنے میں خلل نہیں پڑتا صحیح نہیں اس لئے کہ مذکورہ بالا حروف کلام اللہ میں نہ ہوں تو آیات کلام اللہ میں نہ ربط باقی رہتا ہے اور نہ ان کا اصلی مفہوم باقی رہ سکتا ہے۔

اس سے قطع نظر معنے میں اضافہ کرنے والے حروف کو زائدہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

قرآن اور تکرار آیات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

ان علینا جمعہ (القیامہ) | تحقیق ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کرنا۔

جب کوئی آیت اترتی تو رسول اللہ صلعم فرماتے اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھا جائے اور وہ اسی جگہ رکھی جاتی اس سے قبل یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آیات قرآنی کا نزول تو بلحاظ واقعات ہوا ہے اور ان کی ترتیب بلحاظ حکمت ہے یہ بھی مبنی بر وحی ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷۲۔

قاضی ابوبکر باقلانی (المتوفی ۴۰۳ھ) نے اعجاز القرآن لکھی اور قرآنی بلاغت کو نمایاں کرنے کے لئے اس میں پوری پوری کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خطبائے عرب کے خطبوں کے نمونے بھی دیئے ہیں اس کی توجیہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآنی سورتوں کا تقابل عرب کے خطبوں سے کیا جائے تو نہ صرف ان کا سرچشمۂ ہدایت ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ بلاغت میں بھی ان خطبوں سے بدرجہا بالاتر ہونا متحقق ہے یہانتک کہ فصحائے عرب نے بھی یہ مان لیا کہ یہ کلام بشر نہیں ہے۔

مولوی شبلی نے بھی نظم القرآن کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں عرب کے خطابات کا انداز ملحوظ ہے اور ان کے خطبے اس طرح کے ہوتے تھے یہ[1] جو بات اہم ہوتی ہے خطبوں میں اس کی تکرار ہوتی ہے اور تکرار فطرت کے بالکل مطابق ہے قرآنی سورتوں کی حیثیت بھی خطبوں کی ہے ان میں بھی تکرار آیات ہے لیکن تکرار کی وجہ سے آیات کے مفید معنی ہونے میں کوئی فرق نہ آسکا بلکہ افادیت بڑھ گئی۔

اس سے قطع نظر اکثر سورتوں میں عبارت اور اسلوب دونوں جدید ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

در اکثر احوال تکرار آں مسائل بعبارت تازہ و اسلوب جدید اختیار فرمودہ اند تا اوقع باشد در نفوس والذ باشد در اذہان[2]	اکثر احوال میں ان مسائل کی تکرار تازہ عبارت اور جدید اسلوب سے اختیار فرمائی ہے تاکہ نفوس میں زیادہ وقیع ہو اور اذہان کو زیادہ لذت دے۔

جب عبارت اور اسلوب دونوں میں جدت ہے، تو اس پر تکرار کا پورا پورا اطلاق نہیں ہو سکتا اور جہاں تکرار کا اطلاق ہوتا ہے، وہاں بھی معنے کی افادیت متحقق ہے چنانچہ مولف قول حق نے یہ لکھا ہے،

"جو مضمون جس قدر زیادہ ضروری اور اہم ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر اس قدر زیادہ مرتبہ اور زیادہ اہتمام سے کیا گیا ہے۔ جن مضامین پر زیادہ غور و خوض کی ضرورت ہے، ان مضامین کو قرآن مجید نے ایک ہی قسم کے الفاظ میں بار بار بیان فرمایا ہے"[3]

صاحب مواہب علیہ نے لکھا ہے کہ کلام اللہ میں آیات کی جو تکرار ہے وہ تاکید حجت، دفع غفلت اور تذکیر نعمت کیلئے ہے۔

مواہب علیہ کی عبارت یہ ہے۔

گفتہ اند تکرار برائے دفع غفلت است و تاکید حجت و تذکیر نعمت[4]	کہا ہے کہ تکرار دفع غفلت کے لئے ہے اور تاکید حجت اور تذکیر نعمت کیلئے

تفسیر مدارک کے مندرجات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے[5]

کرمانی (المتوفی ۷۸۶ھ) شارح بخاری نے ایک رسالہ لکھا ہے موسوم بہ مکررات القرآن اس نے اس رسالہ میں یہ بحث کی ہے کہ قرآن میں جو آیتیں مکرر آئی ہیں وہ حقیقت میں مکرر نہیں ہیں۔

اب اس روایت کے معنے واضح ہو جاتے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے جملہ معترضہ اور حرف زائدہ وغیرہ کی طرح تکرار آیات کو قرآن میں روا نہیں رکھا ہے۔

پس جو آیت مکرر آئی ہے وہ یا تو دفع غفلت کے لئے ہے یا تاکید حجت کے لئے یا تذکیر نعمت کے لئے۔

---

[1] الدرہ جلد ۲ نمبر ۱۰ [2] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (مطبوعہ) ص۲۶ [3] قول حق (طبع لکھنؤ) ص۲۳۴۔
[4] مواہب علیہ جلد دوم ص۱۷۰ [5] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الرابع ص۱۶۲۔

قرآن اور منسوخ آیتیں سارا عالم اسلام اس امر کا معتقد ہے کہ قرآن میں منسوخ آیتیں بھی ہیں، مولف ہدیہ نے بھی اس عقیدہ کی بناء پر امام علیہ السلام کے اس ارشاد پر اعتراض کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت لکھی ہے۔

نقل است از بندگی میاں سید خوندمیر کرات ومرات فرمودند کہ حضرت میراںؑ در قرآن ہیچ آیت منسوخ نداشتہ اند (باب ہفتم)

نقل ہے بندگی میاں سید خوندمیرؒ سے آپنے بارہا فرمایا کہ حضرت میراںؑ نے قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں رکھی ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ ادعا ہے کہ کسی آیت قرآنی کو منسوخ نہ ماننا بھی بدخلقی ہے۔

بعض آیات کلام اللہ کے منسوخ ہونے کو اس نے اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

ماننسخ من آیۃ اوننسھا نات بخیر منھا اومثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر (البقرۃ ع ۱۳)

جو منسوخ کرتے ہیں ہم نشانیوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو لاتے ہیں ہم بہتر اُن سے یا مانند ان کے کیا نہ جانا تو نے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر قادر ہے۔

یہاں آیت (نشانی) مطلق ہے اور اس سے اللہ کی نشانی مراد ہے۔

کوئی شخص اپنی رائے سے ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ قائم کرے تو کیا کسی دور میں ایسا تسلسل مقبول ہو سکتا ہے۔

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

واتبعوا النور الذی انزل معہ (الاعراف ع ۱۹)

اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت میں نور سے مراد قرآن ہے جس طرح قرآن نور ہے اسی طرح اس کی ہر آیت نور ہے جس طرح قرآن کا اتباع فرض ہے اسی طرح ہر آیت کا اتباع فرض ہے۔ آیت قرآنی کو جو نور ہے اور واجب الاتباع ہے منسوخ قرار دینا گمراہی ہے۔

اب امام علیہ السلام کے ارشاد کے معنے واضح ہو گئے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے، قرآن نور ہے، اس کا کوئی جزو منسوخ قرار پائے تو کل غیر منسوخ کس طرح رہ جائے گا؟

مذکورۂ صدر آیت میں آیت یعنے نشانی کا بھلایا جانا مذکور ہے۔

بھلایا جانا آیات قرآنی سے متعلق ہو ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا اس طرح وعدہ فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجر ع)

تحقیق ہم نے ہی نازل کیا ہے قرآن کو اور ہم یقیناً اسکی حفاظت کرینگے۔

واضح ہو کہ سورۂ الحجر مکی ہے اور بروایت ابن ہشام مذکورہ آیت دعوی نبوت کے چوتھے سال نازل ہوئی ہے۔

اس آیت میں تاکید پر تاکید ہے پہلے اِنّ لایا گیا پھر نا کی تاکید نحن سے کی گئی اس کے بعد پھر اِنّ لایا گیا اور اس کی مزید تاکید لام سے کی گئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں حفاظت کی تاکید ہی تاکید ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ ابتدا (ہی) سے اللہ تعالیٰ نے منزلہ قرآن کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔

ایسی صورت میں بھلائے جانے کا اطلاق کسی منزلہ آیت قرآنی پر ہو ہی نہیں سکتا۔

مبینہ منسوخ اور ناسخ آیتیں مولف ہدیہ نے لکھا ہے کہ متقدمین پانچ سو آیتوں کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں اور جلال الدین سیوطی نے بمتابعت قاضی ابوبکر بن العربی صرف بیس آیتوں کو منسوخ ٹھیرایا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان میں سے صرف پانچ آیتوں کو منسوخ مانا ہے۔

ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"شیخ جلال الدین سیوطی نے بمطابعت قاضی ابوبکر بن العربی منسوخات سلف میں سے منقح کرکے بیس آیات ٹھیرائی ہیں۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس میں بھی تنقیح و تفتیش کرکے کل پانچ آیات منسوخ ٹھیرائی ہیں کہ ان میں بے نسخ کے قائل ہوئے نہیں بنتا ہے وہ آیات خمسہ یہ ہیں اول کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الآیہ منسوخ ہے ناسخ اس کی یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ اور حدیث لا وصیۃ لوارث اور اجماع امت۔

دوم ان یکن منکم عشرون صابرون الآیہ منسوخ ہے اور اس کے بعد کی آیت ناسخ ہے۔

سوم لا یحل لک النساء من بعد الآیہ منسوخ ہے اور ناسخ اس کی یہ آیت ہے کہ انا احللنا لک ازواجک الآیہ۔

چہارم اذا ناجیتم الرسول فقدموا الآیہ اس کے بعد کی آیت اس کی ناسخ ہے۔

پنجم قم اللیل الا قلیلا الآیہ منسوخ ہے اور آخر سورت اس کی ناسخ ہے۔" (ہدیہ مہدویہ طبع کانپور صفحہ ۱۶۳)

ذیل میں مبینہ منسوخ آیت اور اس کے مقابل مبینہ ناسخ آیت درج کرکے ثابت کیا جاتا ہے کہ کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

منسوخ	ناسخ
ترکہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین (البقرۃ رکوع ۲۲)	یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک الی آخرھا (النساء ع ۱۱)
تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے اچھی طرح کچھ نہ کچھ بتلایا جائے" جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے۔	اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ تو ان لڑکیوں کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔

پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ اگر ترکہ ہو تو ترکہ کا والدین اور اقارب میں تقسیم کیا جانا واجب ہے، دوسری آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ترکہ کا تقسیم کیا جانا واجب ہے لیکن اس آیت میں تقسیم کی توضیح کی گئی ہے کہ کس کس کو کتنا دیا جائے۔

ایسی صورت میں دوسری آیت کو پہلی آیت کا ناسخ کہنا صحیح نہیں!

ہاں پہلی آیت میں تقسیم ترکہ کی ممانعت ہوتی اور دوسری آیت میں اس کو واجب قرار دیا جاتا تو آیہ اذا حضر احدکم الموت منسوخ قرار پاتی اور آیہ یوصیکم اللہ ناسخ یا دوسری آیت میں تقسیم ترکہ کی ممانعت ہوتی تو وہ

آیت ناسخ ہوتی اور یہ منسوخ۔

پہلی آیت میں اقرباء کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور بعد کو یوصیکم اللہ کے ذریعہ اس کی توضیح کی گئی ہے لیکن اس سے پہلی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی کیوں کہ مفہوم کے اعتبار سے بعد کی آیت بھی اس کی مؤید ہے اور نفس حکم باقی ہے یعنے دونوں آیتوں کا قدر مشترک تقسیم ترکہ کو واجب قرار دینا ہے۔

جہاد یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ (الانفال ع۹)

اے نبی ترغیب دلاؤ مومنوں کو لڑائی کی اگر تم میں سے بیس۲۰ صبر کرنے والے ہوں غالب آئیں گے دو سو۲۰۰ پر اگر تم میں سے سو۱۰۰ ہوں غالب آئیں گے ہزار۱۰۰۰ کافروں پر اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (الانفال ع۹)

اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کمی ہے اگر تم میں کے سو۱۰۰ آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو۲۰۰ پر غالب آئینگے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئینگے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔

یہاں بھی پہلی آیت کو منسوخ اور دوسری آیت کو ناسخ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ دونوں آیتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار کے ساتھ قتال کریں اور ان پر غلبہ پانے کی سعی کریں ہاں تعداد کے لحاظ سے پہلی آیت میں دس۱۰ کے مقابل دو سو۲۰۰ اور سو۱۰۰ کے مقابل ہزار کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی بہ طور خبر واقع ہے۔

دوسری آیت میں سو۱۰۰ کے مقابل دو سو۲۰۰ اور ہزار کے مقابل دو ہزار کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس سے پہلی آیت میں قتال کا وجوب ساقط نہیں ہو سکتا۔

ہاں اگر دوسری آیت میں یہ حکم دیا جاتا کہ مسلمان کفار سے جہاد کریں اور نہ ان پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی کریں تو البتہ پہلی آیت باعتبار مفہوم کے منسوخ قرار دی جا سکتی تھی۔

نکاح لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُھُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا (الاحزاب ع۶)

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں اگرچہ آپ کو ان کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ھَاجَرْنَ مَعَکَ وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (الاحزاب ع۶)

اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ نے

ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو اور اس مومن عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں، یہ سب آپ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے سوائے مومنین کے۔

جس آیت کو ناسخ قرار دیا گیا ہے مقدم ہے اور جس کو منسوخ قرار دیا گیا ہے وہ موخر ہے!

اس سے قطع نظر لا یحل لک النساء سے نو بیبیوں اور مملوکہ کا رسول اللہ صلعم کے لئے حلال ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی مفہوم اس آیت سے بھی ثابت ہے جس کو ناسخ قرار دیا جا رہا ہے۔

جو لوگ آیہ احللنا لک کو ناسخ قرار دیتے ہیں، ان سے پوچھا جاتا ہے کیا اس آیت کی بناء پر اس آیت کے مفہوم کی تنسیخ ہو رہی ہے جس میں نو بیبیوں اور مملوکہ کا رسول اللہ صلعم کے لئے حلال ہونا بیان کیا گیا ہے؟ دونوں آیتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ بیبیاں اور مملوکہ رسول اللہ صلعم کے لئے حلال ہیں۔

نجویٰ یآیھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ذلک خیر لکم واطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم (المجادلہ رکوع ۲)

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔

ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ واطیعوا اللہ ورسولہ۔ (المجادلہ رکوع ۲)

کیا تم اپنی سرگوشی سے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

منسوخ آیت میں نجویٰ کے لئے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا ہے اور ناسخ آیت میں زکوٰۃ کا حکم ہے۔ کیا زکوٰۃ کا حکم اس امر کو مستلزم ہے کہ صدقہ دینا منسوخ ہے زکوٰۃ بھی تو ایک قسم کا صدقہ ہی ہے، صدقہ ہو کہ زکوٰۃ دونوں میں مال کا انفاق ہے۔

دوسری آیت میں اگر یہ حکم دیا جاتا کہ صدقہ نہ دیا جائے تو پہلی آیت کا حکم منسوخ ہو سکتا تھا۔

دونوں آیتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ مسلمانوں پر انفاق مال واجب ہے۔

تہجد یآیھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ و

فاقرءوا ما تیسر من القرآن (المزمل رکوع ۱)

پس پڑھو جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے۔

ورتل القرآن ترتیلا (المزمل رکوع ۱)

اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو عبادت کر مگر تھوڑی سی رات یعنے نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔

جس آیت کو منسوخ قرار دیا جارہا ہے اس میں قرآن کو صاف صاف پڑھنے کا حکم ہے اور جس آیت کو ناسخ قرار دیا جارہا ہے اس میں قرآن آسانی سے پڑھنے کا حکم ہے۔ ایسی صورت میں دوسری آیت پہلی آیت کی ناسخ کس طرح ہوجائیگی جب کہ دونوں آیتوں کا قدر مشترک قرآن پڑھنا ہے۔

جن آیتوں میں بقول مولف ہدیہ مہدویہ وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی ناسخ ومنسوخ ہونا ناگزیر تھا بحمداللہ رفع ہوگیا۔

اس کے علاوہ مولوی عبدالقدیر صدیقی (سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ) نے بھی کلام اللہ میں کسی آیت کے منسوخ ہونے سے اس طرح انکار کردیا ہے۔

"فقیر قرآن میں کوئی آیت کوئی حکم منسوخ نہ ہونے کا قائل ہے۔" (تفسیر صدیقی جلد اول ص۱۴۷)

یہ بھی دائرہ مہدویہ کا ایک پرتو ہے۔

غرض جس حکم کو منسوخ وناسخ قرار دیا جارہا ہے وہ اصل میں اجمال وتفصیل ہے اور جہاں نفس حکم باقی ہو وہاں منسوخ کا اطلاق ہی نہیں ہوسکتا۔

حاصل یہ کہ کلام اللہ شروع سے آخر تک مربوط ہے اس میں جملۂ معترضہ، جملۂ مستانفہ، استثناء، منقطع، حذف اور حرف زائدہ نہیں ہے، اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

سراج الابصار کی تصنیف کا زمانہ امام علیہ السلام کی رحلت کے پچاس پچپن برس بعد کا ہے، امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ شہرۂ آفاق تھے، اس لئے صاحب سراج الابصار کو مفصل بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی، صرف یہ کہدینا کافی تھا۔

لقد کان اوصافه الشریفة واخلاقه الکریمة کالشمس فی الظهیرة وتاثیر کلامه منتشر فی الآفاق ولقد صار بصحبته اجبن الناس اشجعهم واجهلهم اعلمهم وافسقهم اعبدهم وابخلهم اسخاهم الی آخره۔

(سراج الابصار ص۱۷ مع مقدمہ طبع اول۔

امام علیہ السلام کے شریفانہ اوصاف اور بزرگانہ اخلاق تو ایسے ہی مشہور تھے جیسے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت آفتاب روشن ہوتا ہے، آپ کے کلام کی تاثیر دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور آپ کی صحبت میں، جو زیادہ بزدل جاہل فاسق اور بخیل تھے وہ زیادہ شجاع، عالم، عابد اور سخی ہوگئے۔

اخلاق مہدیؑ کے ذیل میں اس کی توضیح اس سے قبل کردی گئی ہے۔

اس کے قطع نظر روایت آئی ہے کہ امام علیہ السلام نے فراہ میں آپ کی رحلت سے قبل گریہ وزاری کرنے والوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

قرمودند اگر می گریید برائے آں وقت بگریید
چوں یاد خدا از شما برود آں وقت بندہ درمیان شما نباشد ..... مادام کہ یاد خدائے تعالیٰ درمیان شما باشد این بندہ ہم درمیان شما است (خاتم سلیمانی)

فرمایا اگر روتے ہو تو اس وقت کے لئے روؤ جب کہ خدا کی یاد تم میں سے چلی جائے، اس وقت بندہ تمہارے درمیان نہ ہوگا ..... جب تک کہ اللہ کی یاد تم لوگوں میں رہے گی یہ بندہ بھی تم میں ہے۔

یاد خدا حاشیہ شریف میں یہ روایت آئی ہے۔

آں وقت بگریید کہ از میان شما یاد خدائے تعالیٰ برود (ص ۱۴۲)

اس وقت گریہ کرو جب کہ خدائے تعالیٰ کی یاد تم میں سے چلی جائے۔

تیئیس ۲۳ برس دعوت الی اللہ کے بعد، رحلت سے قبل آپ کا اس طرح یاد الٰہی کے لئے تاکید فرمانا آپ کے خلق کی دلیل نہ ہو تو نہیں معلوم اور کس دلیل سے کسی نبی کے اخلاق ثابت کئے جائیں گے !!

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ مہدویہ کے پیش کردہ شبہات سے نہ تو امام علیہ السلام کے اخلاق کی نفی ہو سکتی اور نہ صاحب سراج الابصار کی دلیل اخلاق کا رد !!!

مذکورۂ بالا شبہات کے لئے جن کی تردید کر دی گئی ہے مولف ہدیہ نے "بد خلقی" کا لفظ استعمال کیا ہے حضرت مغیرہ کی روایت اس سے قبل بیان کی گئی ہے، ایسی روایت یا حضرت ابو الیسر[1] یا خوات[2] ابن جبیر کی روایت کی طرح کوئی روایت کتب مہدویہ میں ہوتی تو نہیں معلوم مولف ہدیہ مہدویہ اس کے لئے کونسا لفظ استعمال کرتا !!!

---

[1] جامع ترمذی (طبع مطبع دہلی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی ص ۱۳۹ [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر) الجزء الثانی ص ۱۳۵ و ص ۳۶۔

حصّۂ سوم

امامؑ کے اصحاب اور تابعین کا خُلق

باب اوّل

بندگی میراں سید محمودؒ

عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے سراج الابصار میں دلیل اخلاق کے ذیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اصحاب امامؑ کے اخلاق وہی تھے جو اصحاب رسولؐ کے تھے ان کا تصدیق مہدیت کرنا کس طرح دلیل مہدیت نہ ہوگا' اس سلسلہ میں آپنے اپنے معاصرین یعنے تابعین امامؑ کی عبادت کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۷۴)

مولف ہدیہ مہدویہ نے سراج الابصار کی دلیل کو رد کرنے کے لئے باب سوم سے باب ہفتم کے آخر تک نیز باب دوم اور باب ہشتم میں بھی اصحاب امامؑ اور تابعین امامؑ کے اخلاق میں شبہات پیش کئے ہیں اور اس بنا، پر امام علیہ السلام کی جناب میں گستاخی کرنے کی نامحمود کوشش کی ہے۔

یوں بھی کسی نبی کے صحابہ معصوم نہیں ہوتے ان میں خاص الخاص بھی ہوتے ہیں اور عام بھی' اگر ان سے کسی قسم کا سہو اور کسی قسم کی لغزش ہو تو اس سے نبی کے خلاف حجت نہیں لائی جاسکتی۔

مولف تحفۂ اثنا عشریہ نے یہ لکھا ہے۔

نزد اہل سنت عصمت خاصۂ انبیاء ست صحابہ را معصوم نمی دانند[1]

اہل سنت کے نزدیک عصمت انبیاء سے مختص ہے، صحابہ کو معصوم نہیں جانتے

کاتب وحی عبداللہ ابن ابی سرح ایک مدت تک دین اسلام سے منحرف رہا' مولف مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

عکرمہ از ابن عباس روایت می کند کہ بود عبداللہ بن ابی سرح کہ می نوشت برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی' پس گمراہ گردانید او را شیطان و گفت محمد نمی داند کہ چہ می گوید من ہر چہ خواستم می نوشتم پس مرتد شد ملحق گشت بکفار الی آخرہ[2]

عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن ابی سرح آنحضرت صلعم کے لئے وحی لکھتا تھا پس شیطان نے اس کو گمراہ کر دیا اور اس نے کہا کہ محمد نہیں جانتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں' میں جو کچھ چاہتا تھا لکھتا تھا' پس وہ مرتد ہو گیا اور کفار سے جا ملا۔

کیا اس سے بھی رسول اللہ صلعم کے خُلق کے خلاف استدلال کیا جائے گا؟

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند لکھنؤ) صـ۵۰۶۔ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۵۵۵

کتب حدیث میں ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں اگر ہم یہاں ان کا تذکرہ کرتے بھی تو ہمارا مقصد اصحاب رسول کی تنقیص کرنا نہیں بلکہ معترض اور اس کے متبعین کو ملزم گردانتا ہوتا کیونکہ معترض نے امام علیہ السلام کی جناب میں گستاخی کرنے کے لئے آپ کے اصحاب سے متعلق خود ساختہ شبہات کو دلیل گردانا ہے۔

ذیل میں معترض کی پیش کردہ روایتیں درج کرکے اس کے شبہات کی تردید کی جاتی ہے۔

بندگی میراں سید محمودؓ کے دائرہ کا کتا معترض نے ہدیہ مہدویہ کے باب سوم میں یہ ادعا کیا ہے کہ میراں سید محمودؓ نے بھی کتا پالا ہے جو شرع کے خلاف ہے۔

معترض کی عبارت یہ ہے۔

" ایک روز بی بی ملکان کے گھر کے سامنے لالہ نامی کتا آیا، بی بی نے اس کو اینٹ کے ٹکڑے سے مارا، میراں سید محمودؓ نے اس کو دیکھا اور فرمایا اگر وہ کتا ہے تو اسے مارنا چاہیئے لیکن وہ کتا نہیں ہے اس کو نہیں مارنا چاہیئے بی بی ملکان نے کہا میرا جی یہ تو بھائی کالو کی طرح ہوا، فرمایا کہ ہاں اس کا بھائی ہے۔" ص ۱۹۵

الفاظ نقل سے ظاہر ہے کہ ایک دن بی بی ملکانؓ کے گھر کے صحن کے سامنے لالہ نامی کتا آیا اس سے معلوم ہوا کہ کتا گھر میں نہیں رہتا تھا بلکہ گھر کے باہر یعنے دائرہ میں رہتا تھا جس کی حیثیت ایک محلہ کی سی تھی۔

بی بی ملکانؓ نے کتے کو صحن خانہ کے سامنے آتے ہوئے دیکھکر اینٹ کے ٹکڑے سے مارا اس سے ثابت ہوا کہ مہدویوں کے ہاں کتے سے کس طرح احتراز کیا جاتا ہے، کتے کا صحن خانہ کے سامنے آنا جب گوارہ نہ کیا گیا تو بھلا اس کو گھر میں کس طرح رکھا جا سکتا تھا۔

بندگی میراں سید محمودؓ کا یہ بیان کرنا کہ اگر وہ کتا ہو تو مارو، کئی امور ثابت کر رہا ہے۔

ایک یہ کہ کتا گھر میں نہ رکھا جائے، اگر کوئی کتا آ بھی جائے تو اسے مار کر نکال دینا چاہیئے۔

دوسرے یہ کہ کتا حقیقت میں کتا نہیں تھا بلکہ ایک جن تھا جس نے کتے کی صورت اختیار کر لی تھی، اور جنوں کا کتوں کی صورت اختیار کرنا حدیث سے ثابت ہے، اس کا مکمل ثبوت اس سے قبل دیا جا چکا ہے۔

امر سوم یہ کہ یہ جن جو کتے کی صورت میں تھا اس کتے کے جیسا تھا جو امام علیہ السلام کے دائرہ میں تھا۔ اور بندگی میراں سید محمودؓ کا یہ کہنا کہ یہ اس کا بھائی ہے اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ امام علیہ السلام کے دائرہ میں جو کتا رہتا تھا وہ بھی جن تھا، اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے۔

میاں یوسف اور حجرہ کا طواف معترض نے ہدیہ مہدویہ کے باب سوم میں یہ نقل بھی پیش کی ہے۔

منقول ہے کہ میراں سید محمودؓ کے زمانہ میں ایک صاحب آئے جن کا نام یوسف تھا اور دوسرے میاں ولی یوسف جنھوں نے امامؑ کے نقلیات جمع کئے ہیں۔ میاں یوسف نے کہا اگر اجازت ہو تو حج کر آؤں، فرمایا کہ جاؤ اور میاں دلاورؓ کے حجرہ کے طواف کر کے آؤ اگر تمہارا یہ حج قبول نہ ہو تو پھر حج بیت اللہ کو جاؤ میاں یوسف نے ایسا ہی کیا، گرتے پڑتے میراں سید محمود کے

پاس آئے کہا کہ میں نے اپنے خدا کو چشم سر سے دیکھا" ص۱۹۶

جس طرح شرائط کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی اسی طرح شرائط کے بغیر اگر کعبۃ اللہ کا طواف کیا جائے تو بھی حج کا اطلاق نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ بندگی شاہ دلاورؒ کے حجرہ کے طواف کو حج اصطلاحی قرار دیا جائے، اب رہے نقل کے الفاظ "اگر تمہارا حج قبول نہ ہو" تو اس سے شاہ دلاور کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہونا مراد ہے حج اصطلاحی نہیں۔ ایسا طریقۂ بیان نہایت متعارف ہے کہ مخاطب کے الفاظ کو استعمال کر کے اپنے مقصود کا اثبات کیا جاتا ہے۔

مدارج النبوۃ میں یہ روایت آئی ہے۔

بعد از آن ابو بکر آمد ہر چہ داشت تمام آورد بہ وے نیز فرمود برائے عیال چہ ذخیرہ کردہ گفت اذخرت اللہ ورسولہ[1]

اس کے بعد ابو بکر آئے جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے آئے، ان سے بھی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیال کے لئے کیا ذخیرہ کر رکھے ہو کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کا ذخیرہ کیا ہے۔

کیا اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک اللہ کی ذات قابل ذخیرہ تھی؟ آپ نے مخاطب کا لفظ استعمال کیا اور اپنے مقصود کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح میراں سید محمودؒ نے بھی مخاطب کا لفظ حج استعمال کیا ہے اور اس سے مراد شاہ دلاورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہونا ہے روایت میں یہ تو مذکور ہے کہ میاں یوسف آئے اور حج کی اجازت چاہی لیکن آپ کے ساتھ زاد راہ ہونے کی صراحت نہیں ہے، اگر آپ کے ساتھ زاد راہ ہوتا تو بندگی میراں سید محمودؒ انہیں شاہ دلاورؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت نہ فرماتے۔

بندگی میراں سید محمودؒ کے الفاظ "پھر حج بیت اللہ کو جاؤ" اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ آپ حج کعبۃ اللہ کو فرض جانتے تھے۔

میاں یوسف، شاہ دلاورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے مستفیض ہوئے اور انہیں دیدار حق نصیب ہوا تو آخر اس میں قابل اعتراض کیا ہے؟

زیر بحث روایت سے نفس حج کی ممانعت کہاں ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب کہ نقل میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ "پھر حج بیت اللہ کو جاؤ"۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ میں جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کی خدمت کرو۔ حدیث یہ ہے:

رواہ احمد والنسائی والبیھقی فی شعب الایمان عن معاویۃ بن جاھمۃ ان جاھمۃ رضی اللہ عنہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اردت ان اغزو وقد استشیرک فقال ھل لک من ام قال نعم فقال

روایت کی ہے اس کی احمد و نسائی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں معاویہ بن جاہمہ سے کہ حضرت جاہمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ارادہ شرکت جہاد کا ہے میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا تمہاری والدہ زندہ ہیں عرض کیا جی ہاں فرمایا

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۳۴۵۔

فالزمها فان الجنة تحت رجليها[1] | ان ہی کی خدمت کرو ان کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت جاہمہ کو جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی بلکہ انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت کریں۔

کیا مذکورہ حدیث کی بنا پر یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جہاد فرض نہیں ہے؟

اسی طرح حضرت میراں سید محمودؒ نے بھی میاں یوسف کو حج کی اجازت نہیں دی اس بناء پر کہ شرائط موجود نہ تھے اور انہیں ہدایت دی کہ وہ شاہ دلاورؒ کی خدمت میں رہ کر مستفیض ہوں۔

سلسلہ تربیت معترض کا یہ کہنا کہ آپ کے بڑے فرزند آپ کے تربیت نہیں ہوئے صحیح نہیں، صاحب شواہد الولایت نے جنھیں میاں سید راجی محمد بن میاں سید سعد اللہ سے سماع ہے ۸۵۲ھ میں یہ روایت کی ہے۔

پسر کلاں میاں سید عبد الحی علیہ الرضوان تربیت بدم خجستہ بندگی میراں سید محمود رضی اللہ عنہ بودند۔

(شواہد الولایت باب ۳۵)

بڑے فرزند میاں سید عبد الحی علیہ الرضوان بندگی میراں سید محمود رضی اللہ عنہ، دم خجستہ کے تربیت تھے۔

ظاہر ہے کہ میاں سید عبد الحی کا بندگی میراں سید محمودؒ سے تربیت ہونا ۱۰۵۲ھ سے قبل ہی مسلمہ تھا۔

---

[1] فتح الباری جلد ۶ ص ۳۶۵ [2] حدیقۃ الحقایق دفتر دوم باب ہفدہم۔

باب دوم

بندگی میاں سید خوندمیرؒ

وضع حدیث کا الزام معترض نے باب سوم دلیل ہفدہم (صفحہ ۱۷۰) کے ذیل میں بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے رسالہ بعض الآیات سے یہ روایت پیش کی ہے۔

(ا) لکل نبی نظیر فی امتہ | ہر نبی کے لئے ایک نظیر ہے اس کی امت میں۔

اور لکھا ہے کہ اس کے وضع اور کذب کے آثار نمایاں ہیں۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے جو روایت پیش فرمائی ہے وہ مندرجہ ذیل حدیث کے بالکل مطابق ہے۔

مامن نبی الا لہ نظیر (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳) | کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر نہ ہو۔

اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ[1] | ہر زمین میں ایک نبی ہوگا تمہارے نبی کے مانند آدم کے جیسے آدم نوح کے جیسے نوح، ابراہیم کے جیسے ابراہیم اور عیسیٰ کے جیسے عیسیٰ۔

اس حدیث سے بھی ہر نبی کی نظیر ہونا ثابت ہے۔

صاحب زبدۃ الحقایق نے تمہید اصل نہم میں سہل تستری کے حوالہ سے یہ روایت کی ہے۔

مامن نبی الا ولہ نظیر فی امتہ[2] | کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر اس کی امت میں نہ ہو۔

پس ثابت ہوگیا کہ بعض الآیات میں جو روایت آئی ہے احادیث رسول اللہؐ کے مطابق ہے اس پر اعتراض کرنا احادیث رسول اللہ پر معترض ہونا ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ رسول اللہ صلعم کی نظیر ممکن ہے کہ نہیں اس کی تفصیلی بحث حصہ چہارم میں صاحب بینہ کے مراتب کے ذیل میں آئے گی۔

(ب) معترض نے مکتوب ملتانی سے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔

انی لاعرف اقوامًا ھم بمنزلتی الی آخرہ۔ | بیشک میں پہچانتا ہوں ایسے لوگوں کو جو میرے درجہ میں ہوں گے۔

---

[1] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء السادس صفحہ ۲۳۸ [2] زبدۃ الحقائق تصوف فارسی قلمی نمبر ۸۲۶ ورق ۱۱۲ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

اس پر بھی وہی اعتراض ہے جو پہلی روایت پر تھا۔

صاحب زبدۃ الحقایق نے تمہید اصل سوم میں یہ روایت کی ہے جس میں مذکورہ روایت کے الفاظ بعینہ موجود ہیں۔

مگر کہ ایں حدیث دیگر نشنیدہ کہ گفت انی لاعرف اقواما ھم بمنزلتی عند اللہ ما ھم انبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء بمکانھم عند اللہ ھم المتحابون بروح اللہ[1]

مگر تو نے یہ حدیث نہیں سنی کہ رسول اللہ نے فرمایا تحقیق کہ میں پہچانتا ہوں ایسی قوموں کو جو اللہ کے پاس میری منزلت میں ہیں وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہیں ان پر انبیاء اور شہداء رشک کرینگے اس درجہ کی وجہ سے جو انہیں اللہ کے پاس حاصل ہے وہ آپس میں محبت کرتے ہیں اللہ کی رحمت سے۔

صاحب بحر المعانی نے بھی اس مضمون کی روایتیں درج کی ہیں جن میں "ھم بمنزلتی" کے الفاظ موجود ہیں۔

(۱) بازایں فرمودہ انی لاعرف رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج منزلتھم بمنزلتی عند اللہ تعالیٰ[2]

پھر فرمایا بیشک میں ایسے لوگوں کو شب معراج میں پہچانتا ہوں میری امت میں ہیں اور جن کا درجہ اللہ کے پاس میرے درجہ کے مانند ہوگا۔

(۱) انی رایت رجالا من امتی لیلۃ المعراج یریھم اللہ تعالیٰ فی مقامی[3]

بیشک میں نے معراج میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو میری امت میں ہیں اور جن کو اللہ نے میرے مقام میں دکھایا۔

معنی کے اعتبار سے مذکورہ روایتوں کی تائید مندرجہ ذیل حدیث صحاح سے ہوتی ہے۔

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ الحدیث[4]

عمر رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ بندگان خدا میں ایسے لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہداء رشک کریں گے ان کے مرتبہ پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں خبر دیجئے وہ کون ہیں فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اللہ کی رحمت سے۔

جن لوگوں کا مذکورہ حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کیا یہ لوگ "ھم بمنزلتی" سے مرتبہ میں کم ہیں؟

معترض حدیث کی زبان سے بے خبر ہے لفظ "منزلتی" دیکھکر یہ اعتراض کرتا ہے کہ اصحاب مہدی کا رسول اللہ کے برابر ہونا مہدویوں کا معتقد علیہ معلوم ہوتا ہے، اس سے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ نبی کی سیر حاصل ہونا یا نبی کا قائم مقام ہونا یا نبی کے مقامات حاصل کرنا، مراتب کا حاصل کرنا ہے نبی ہونا یا نبی کے برابر ہو جانا مراد نہیں، ہم نے اس سے قبل ابو داؤد طیالسی کی روایت کی ہوئی یہ حدیث بھی درج کی ہے۔

کاد ت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا[5]

قریب ہے کہ یہ امت سب کی سب انبیاء ہو جائے۔

کیا اس حدیث کی بناء پر یہ کہا جائے گا کہ ہر مسلمان کے نبی ہو جانے کی خبر دی گئی ہے؟

احادیث سے ثابت ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلعم سے محبت رکھے گا وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

من احبنی کان معی فی الجنۃ[6]

جس نے مجھکو محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

---

[1] زبدۃ الحقایق طبع شیراز ۱۳۴۲ھ [2] بحر المعانی المکتوب السابع ص ۳۲ [3] بحر المعانی مکتوب رابع عشر ص ۷۶ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۲۵
[5] مسند ابو داؤد طیالسی (طبع حیدر آباد ص ۳۵۴) [6] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۴۳

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

پوشیدہ نماند کہ مراد بہ معیت مساوات در درجہ نخواہد بود اگرچہ در بعضے احادیث کان فی درجتی نیز واقع است[1]

مخفی نہ رہے کہ معیت سے مراد درجہ میں برابر ہونا نہیں ہے اگرچہ بعض احادیث میں میرے درجہ میں ہوگا" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

جب رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہونا اور رسول اللہ صلعم کے درجہ میں ہونا، مساوات پر دلالت نہیں کر سکتا تو حدیث زیر بحث میں بھی رسول اللہ صلعم کی منزلت (درجہ) میں ہونا کس طرح مساوات پر دلالت کرے گا؟

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

من احب ھذین یعنی الحسن والحسین واباھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ[2]

جس نے عزیز رکھا ان دونوں کو یعنے حسن اور حسین کو اور ان کے باپ کو تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کے حق میں یہ دعا فرمائی ہے۔

اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ[3]

یا اللہ ابوبکر کو میرے ساتھ ہم درجہ کر دے قیامت کے دن

ان دونوں روایتوں میں "فی درجتی" (میرے درجہ میں) کے الفاظ آئے ہیں اگر اس سے مساوات ثابت نہیں ہو سکتی تو زیر بحث روایت میں حدیث مذکورہ کے ہم معنی الفاظ "بمنزلتی" (میرے درجہ میں) سے کس طرح مساوات پر استدلال کیا جائیگا؟

(ج) تیسری روایت جو مولف ہدیہ مہدویہ نے مکتوب ملتانی کے حوالہ سے درج کی ہے یہ ہے۔

واشوقا الی لقاء اخوانی یکونون من بعدی شانھم کشان الانبیاء

آہ مجھے میرے بھائیوں کی ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد ہوں گے ان کی شان انبیاء کی شان کے جیسی ہوگی۔

یہی روایت صاحب بحر المعانی نے مکتوب ثالث عشر میں اس طرح درج کی ہے۔

واشوقا الی لقاء اخوانی یکونون من بعدی وھم کالانبیاء وھم عند اللہ بمنزلۃ الشھداء وبمنزلتی[5]

آہ مجھے اپنے بھائیوں کی ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد ہوں گے اور وہ انبیاء کے جیسے ہیں اور وہ اللہ کے پاس شہداء کی منزلت میں ہوں گے اور میری منزلت میں۔

عین القضاۃ ہمدانی نے بھی زبدۃ الحقائق کی تمہید اصل دہم میں یہ روایت کی ہے۔

ثم قال واشوقا الی لقاء اخوانی یکونون من بعدی شانھم کشان الانبیاء[6]

پھر فرمایا آہ مجھے میرے بھائیوں کی ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد ہوں گے ان کی شان انبیاء کی شان کے جیسے ہوگی۔

ان روایتوں کا نقل کرنا اگر بدخلقی ہے تو تمام اولیائے امت بھی جنہوں نے یہ روایتیں نقل کی ہیں یا وہ جنھوں نے اس کو تسلیم کیا ہے سب کے سب بدخلق قرار پائینگے!

یہ روایتیں بالمعنی متصور ہوں گی اس لئے کہ مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صـ ۲۹۶ [2] کنز العمال الجزء السادس صـ ۲۱۷ [3] کنز العمال الجزء السادس صـ ۱۴۱ [4] ہدیہ مہدویہ صـ ۱۴۱
[5] بحر المعانی (طبع مطبع احتشامی) صـ ۷۲ [6] زبدۃ الحقائق (طبع شیراز ۱۳۲۲ھ) صـ ۴۸۔

وددت انا قد رایٰنا اخواننا [1] | میں نے چاہا کہ میں دیکھوں اپنے بھائیوں کو

اب رہے الفاظ کے معنے تو اخوان رسول کا انبیاء کے برابر ہونا ثابت نہیں ہوتا' اس سے صرف یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ان کی شان انبیاء کی شان کی جیسی ہے' اس سے قبل ہم نے یہ حدیث درج کی ہے کہ امت رسول میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نہ تو شہید ہیں اور نہ نبی لیکن انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔

انبیاء کا افراد امت پر رشک کرنا مورد اعتراض نہیں تو اخوان رسول کی شان کو شان انبیاء جیسی ماننا کس طرح قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟

اس سے قبل جو حدیث ہم نے ابوداؤد طیالسی کے حوالے سے درج کی ہے اس میں تمام امت کے انبیاء ہو جانے سے انبیاء کے مراتب اور ان کی شان حاصل کرنا ہی مراد ہے' انبیاء ہو جانا نہیں۔

صاحب مکتوب ملتانی نے الوعا المختوم کے حوالے سے چند اشعار نقل کئے ہیں آخری شعر میں ختم الاولیاء کے تعین کی خبر کا ذکر آیا ہے' اس کے بعد آپ نے یہ عبارت لکھی ہے۔

اشارت برایں دارد کہ از رسول اللہ خبر آمدہ است بہ تعیین ختم الاولیاء | اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلعم سے روایت آئی ہے ختم الاولیاء کے تعین کے باب میں۔

الوعا المختوم کسی مہدوی کی تو تصنیف نہیں ہے ظاہر ہے صاحب مکتوب ملتانی نے صرف خصم کو ملزم گردانے کے لئے اس کے مسلمات پیش کئے ہیں۔

اس سے قطع نظر خود معترض نے ہدیہ مہدویہ کے صـ ۲۰۷ پر شیخ اکبر کا یہ قول نقل کیا ہے" اور حدیث اس خاتم محمدی کی مجھ کو شہر فاس میں کہ بلاد مغرب سے ہے سنہ پانچ سو چورانوے میں معلوم ہوئی"۔

پس ختم الاولیاء سے متعلق حدیث رسول اللہ کا ہونا صوفیہ کا مسلمہ ٹھیرا۔

غرض امام مہدی جو ختم الاولیاء کے لقب سے مشہور ہیں ان کے خاتم دین یعنے خاتم ولایت ہونے کی روایت رسول اللہ سے آئی ہے جیسا کہ عقد الدرر میں مذکور ہے۔

یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا [2] | اللہ تعالیٰ مہدی پر دین ختم کر دیگا جیسا کہ اس کا آغاز ہم سے کیا۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں بیان شیخ مبارک ناگوری کے بارھویں سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے۔

والذی وقع فی الاحادیث من الالفاظ الامام والخلیفۃ وخاتم الدین کما ذکرنا قبل وھو قولہ علیہ السلام یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا وبین الدین والولایۃ مناسبۃ فلعل المقتبس اخذ لفظ خاتم الولایۃ | اور وہ الفاظ جو مہدی کے بارے میں احادیث میں آئے ہیں امام خلیفہ اور خاتم الدین ہیں جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے اور وہ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے ختم کرے گا اللہ تعالیٰ مہدی پر دین کو جیسا کہ ہم سے آغاز کیا ہے' دین اور ولایت میں مناسبت ہے شاید اقتباس کرنے والے نے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ۱۸۸ [2] عقد الدرر الباب الاول۔

من هذا الحدیث | لفظ خاتم الولایۃ اس حدیث سے اخذ کیا ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ کا مقصد یہ عبارت لکھنے سے ظہور مہدی کی اہمیت بتلانا ہے کہ ان کے بغیر دین ختمیت کو نہیں پہونچتا۔

حاصل یہ کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے جو جو روایتیں درج کی ہیں ہم نے ان کی تصحیح نقل کردی ہے۔

(۲) تعین ــــــ صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

کسے را جائے وظیفہ بودے و پیش بندگی میاں سید خوندمیرؒ اذن طلبید (ے) کہ آنجا برویم اگر رضائے خوندکار باشد بیاریم رضا دادند

کسی کو کہیں سے وظیفہ ہوتا اور وہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ سے اجازت طلب کرتا کہ اگر خوندکار کی رضا ہو تو وظیفہ لالیں، آپنے رضا دی۔

اس پر مولف ہدیہ مہدویہ نے (باب سوم دلیل نہم میں) یہ اعتراض کیا ہے کہ جب امامؑ نے تعین کو لعین قرار دیا ہے، تو پھر اس کی اجازت دینے کے کیا معنے۔ تعین کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے (ملاحظہ ہو ص ۴۳۹) تعین قبول کرنے کی اجازت اسی صورت میں دی جاتی تھی جبکہ اس پر کسی نہ کسی حیثیت سے کسب حلال کا اطلاق ہو سکتا تھا۔

(۳) تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی ــــــ صاحب انصاف نامہ نے باب دہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در کھانبیل پیش بندگی میاں سید خوندمیرؒ ملک بخن پرسید کہ فلاں کس قرآن بسیاری خواند چیزے از خواندن فائدہ می شود بعدہ بندگی میاں فرمودند کہ قرآن را بتلوتہ حق تلاوتہ میخواند ہم پردۂ نور میان بندہ و خدا می شود و از یاد خدا پردۂ نور ہم دریدہ می شود۔

منقول ہے کہ کھانبیل میں ملک بخن نے بندگی میاں سید خوندمیرؒ سے پوچھا کہ فلاں شخص کلام اللہ بہت پڑھتا ہے، کیا پڑھنے سے کچھ فائدہ ہوتا ہے اس کے بعد بندگی میاں نے فرمایا اگر قرآن کو جیسا کہ اس کا حق تلاوت ہے، پڑھتا ہے تو بھی نور کا پردہ اللہ اور بندے کے درمیان رہتا ہے اور اللہ کی یاد سے نور کا پردہ بھی چاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت سے مولف ہدیہ مہدویہ نے ذکر اللہ کو تلاوت قرآن سے افضل قرار دے کر اعتراض کیا ہے اور اپنی تائید میں تین حدیثیں پیش کی ہیں۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو کلام اللہ نے مجھے یاد کرنے سے اور مجھ سے مانگنے سے روکا، جتنا میں سائلوں کو دیتا ہوں اس سے بڑھ کر اسے دونگا اور کلام اللہ کی فضیلت اور بزرگی سب کے کلام پر ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اسکی مخلوق پر روایت کی ہے اسکی ترمذی اور دارمی نے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں مشکوۃ میں اسی طرح ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مشکوٰۃ کے حوالہ سے حدیث تو لکھدی لیکن اس کے بعد ترمذی کے جو الفاظ ہیں وہ نہیں لکھے ترمذی نے کہا ہے کہ "ہذا حدیث حسن غریب"[1]، حسن غریب کے معنے حسن یا غریب لئے جائیں یا حسن اور غریب، ہر دو صورتوں میں اس کا راوی ایک ہونے کے اعتبار سے غریب ہی سمجھی جائے گی۔

دوسرے یہ کہ مولف ہدیہ مہدویہ اس حدیث میں لفظ ذکری دیکھکر خوش ہوگیا کہ تلاوت قرآن، ذکر اللہ سے افضل ہے حالانکہ اس حدیث میں لفظ ذکر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اصطلاحی معنے میں نہیں، دلیل اس کی خود حدیث کے الفاظ ہیں، "اعطی السائلین" میں سائلین کے ساتھ "ذاکرین" کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس سے قبل "مسئلۃ" کے ساتھ لفظ "ذکر" لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنے یاد کرنے کو بہنگام سوال۔

لہٰذا اس حدیث سے تلاوت قرآن کا "ذکر اصطلاحی" سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(ب) قرأۃ القرآن فی الصلوٰۃ افضل من قرأۃ القرآن فی غیر الصلوٰۃ وقرأۃ القرآن فی غیر الصلوٰۃ افضل من التسبیح والتکبیر والتسبیح افضل من الصدقۃ والصدقۃ افضل من الصوم والصوم جنۃ من النار۔

قرآن کا پڑھنا نماز میں افضل ہے غیر نماز میں قرآن کے پڑھنے سے اور غیر صلوٰۃ میں قرآن کا پڑھنا تسبیح وتکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ آتش دوزخ کی سپر ہے۔

معترض کا اس حدیث کو پیش کرنا بے محل ہے کیونکہ اس حدیث سے بھی تلاوت قرآن کا ذکر اللہ سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ تسبیح کے معنے ہیں سبحان اللہ کہنا اور تکبیر کے معنے ہیں اللہ اکبر کہنا اور جو ذکر اس وقت زیر بحث ہے وہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔

(ج) امام احمد ابن حنبل سے روایت ہے کہ فرمایا دیکھا میں نے رب العزت کو خواب میں پس پوچھا میں نے کہ کونسی عبادت افضل تر ہے، فرمایا تلاوت قرآن، بار دیگر میں نے پوچھا کہ فہم معنے کے ساتھ، ارشاد ہوا با فہم یا بے فہم۔

اس روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن فاضل تر عبادت ہے، ظاہر ہے کہ عبادت ایک عمل ہے لیکن اس روایت سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ قراۃ القرآن سب اعمال سے افضل ہے اس کے برخلاف احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ "ذکر اللہ" بہترین اعمال ہے۔

(ا) عن ابی درداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ رواہ مالک و

ابی درداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں تمہارا بہترین عمل کیا ہے اور تمہارے بادشاہ (خدا) کی جناب میں پاکیزہ تر عمل کیا ہے اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بڑھکر تمہیں درجہ میں زیادہ بلند کرنے والا ہے اور دشمن کا مقابلہ کرنے سے بھی تمہارے حق میں بہتر ہے اس حالت میں کہ تم ان دشمنوں کی گردن مار رہے ہو اور وہ تمہاری گردن مار رہے ہونگے کہا کہ ہاں فرمایا کہ

[1] مشکوٰۃ جلد ثانی صـ ۱۳۳

احمد و ترمذی ابن ماجہ الا ان مالکا وقفہ علی ابی درداء[1]

اللہ کا ذکر، روایت کی ہے اس کی مالک، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مگر یہ کہ مالک نے ابی درداء پر توقف کیا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بہترین اعمال "ذکر اللہ" ہے تلاوت قرآن بھی چونکہ ایک عمل ہے اس لئے "ذکر اللہ" اس سے بھی افضل ہوگا۔

ذکر اللہ کی فضیلت میں معاذ ابن جبل سے یہ مروی ہے۔

قال ما عمل العبد عملا انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ رواہ مالک والترمذی و ابن ماجہ[2]

کہا کہ بندہ کے اعمال میں ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو اللہ کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا ہو روایت کی اس کی مالک ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ذکر اللہ کا افضل الاعمال ہونا اس روایت سے بھی ثابت ہے۔

عن عبد اللہ بن بسر قال جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای الناس خیر قال طوبی لمن طال عمرہ احسن عملہ قال یا رسول اللہ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ رواہ احمد والترمذی[3]

عبد اللہ بن بسر سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلعم کی جناب میں آیا اور کہا کون بہترین خلائق ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا خوشخبری ہو اس کو جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک رہے۔ کہا یا رسول اللہ صلعم کون سا عمل افضل ہے، فرمایا کہ تو دنیا سے اس حالت میں جدا ہو کہ تیری زبان ذکر اللہ سے تر ہو روایت کی اس کی احمد بن حنبل اور ترمذی نے۔

تلاوت قرآن بھی ایک عمل ہے اس لئے "ذکر اللہ" افضل الاعمال ہونے کے اعتبار سے اس سے بھی افضل ہے۔

حضرت جابر سے یہ مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ رواہ الترمذی و ابن ماجہ[4]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل الدعا الحمد للہ ہے روایت کی ہے اس کی ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

جب احادیث صحیحہ سے مطلق ذکر کا خیر الاعمال اور افضل الاعمال ہونا ثابت ہے تو "افضل الذکر" کے متعلق کون شبہ کر سکتا ہے کہ وہ عمل تلاوت قرآن سے افضل نہیں ہے۔

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

ولذکر اللہ اکبر (العنکبوت ع ۵)

اور البتہ یاد اللہ کی بہت بڑی ہے۔

اس آیت کے ذیل میں امام جصاص نے یہ لکھا ہے کہ اکبر من فعل الصلوٰۃ[5] (نماز سے بھی بہت بڑا ہے)۔

اس آیت کی تفسیر میں مدارک میں یہ مروی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۹۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۸۷ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۳۰ [4] اشعۃ اللمعات جلد ثانی۔

[5] احکام القرآن الجزء الاول ص ۹۳۔

قال سلمان ذکر اللہ اکبر من کل شئ [1] | سلمان نے کہا کہ ذکر اللہ ہر شئی سے بہت بڑا ہے۔

"کل شئ" میں تلاوت بھی آجاتی ہے لہٰذا ذکر اللہ کا اس سے بھی بڑا ہونا ثابت ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے "یاد خدا" کا جو ذکر فرمایا ہے وہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور یہی ذکر اصطلاحی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے افضل الذکر لا الہ الا اللہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فاضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ است اگرچہ اذکار بسیار است ہر چہ بداں یاد خدا حاصل شود از اقوال وافعال ذکر است لیکن ایں کلمۂ توحید است وایمان بے آں صحیح نہ واشتغال ومداومت ایں کلمہ را خواص عجیب واسرار غریب است در تطہیر باطن وتصفیہ قلب و ظہور سری کہ مودع است دروں [2]

سب سے زیادہ فضیلت واللا ذکر لا الہ الا اللہ ہے اگرچہ اذکار بہت ہیں ہر وہ قول وفعل جس سے بھی اللہ کی یاد حاصل ہو وہ بھی ذکر ہے لیکن یہ لا الہ الا اللہ کلمۂ توحید ہے اور ایمان اس کے بغیر صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کلمہ کو ہمیشہ پڑھنے اور اس میں ہمیشہ مشغول رہنے میں عجیب خواص اور نادر راز ہیں باطن کے پاک کرنے، دلوں کو صاف کرنے اور اس سر کے ظاہر ہونے میں جو سینہ میں امانت ہے۔

قرآن نور ہے اور جب بندہ تلاوت کرتا ہے تو بندہ اور خدا کے درمیان نور کا پردہ ہوتا ہے اور جب بندہ ذکر اللہ کرتا ہے تو وہ نور کا پردہ پھٹ جاتا ہے یہ اس لئے کہ ذکر سریع التاثیر ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے۔

ظہور اثر در ذکر اسرع واظہر است وحصول آں در قرآن بطی است [3]

ذکر کا اثر زیادہ تیز اور زیادہ ظاہر ہے اور قرآن کی تلاوت میں اس کا حاصل ہونا سست ہے۔

ذکر کا اثر زیادہ تیز ہونے کی وجہ سے بندہ اور خدا کے درمیان جو نور کا پردہ ہوتا ہے وہ پھٹ جاتا ہے اور بندہ اللہ کے دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

لا الہ الا اللہ لیس لہا حجاب دون اللہ حتی تخلص علیہ [4]

لا الہ الا اللہ، اس کے لئے کوئی پردہ نہیں ہے اللہ سے نیچے یہاں تک کہ وہ پہنچ جاتا ہے اللہ کی طرف۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے ارشاد سے بھی اس حدیث کی توضیح ہو رہی ہے۔

حاصل یہ کہ "لا الہ الا اللہ" [5] کا ذکر تلاوت قرآن سے افضل ہے اور اس کو بدخلقی قرار دینا کلام اللہ اور احادیث صحیحہ کی تکذیب کرنا ہے!

یہ بحث تو معترض کی پیش کردہ احادیث کی حد تک تھی ورنہ انصاف نامہ کی روایت میں اس امر کی تو صراحت نہیں ہے کہ ذکر اللہ تلاوت قرآن سے افضل ہے بلکہ دو مختلف کیفیتیں بیان کی گئی ہیں۔

البتہ اس روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو شخص ذکر اللہ ترک کر کے صرف تلاوت قرآن کرتا ہے وہ اللہ کے دیدار سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) جلد ثالث ص ۱۹۹ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۳۰ [3] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۳۳ [4] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۲۳۳

[5] سورۂ محمد ع ۲۔

ظاہر ہے کہ ذکر الٰہی امر منصوص ہے امر منصوص کا تارک دیدار الٰہی سے کس طرح بہرہ ور ہو سکے گا ؟

(۴) کیا لعب میں بھی اللہ کی معیت حاصل ہو سکتی ہے ؟

مولف ہدیہ نے باب اول کے تتمہ میں (ص ۲۱) نیز باب ہفتم میں ایک موضوع نقل پیش کر کے شاہ خوندمیرؒ کے خلاف استدلال کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ موضوع نقل بھی معترض کے مفید نہیں ہے نقل زیر بحث یہ ہے ۔

"منقول ہے کہ ایک دن کھانبیل میں میاں سید نجی دائرہ کے دروازہ کے سامنے کھیل رہے تھے میاں دولت شاہؒ ان کا ہاتھ پکڑ کے بندگی میاں سید خوندمیر کے پاس لائے کہ میانجی یہ تنہا راستہ پر کھیل رہے تھے، ہم انہیں لائے ہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی انہیں اٹھا کر لے جائے میاںؒ نے انہیں آغوش میں لے لیا اور پوچھا سید نجی سچ کہو تم وہاں تنہا تھے اور کون تھے، کہا کہ ایک میں تھا اور دوسرا میرا خدا کھیل رہا تھا پس بندگی میاںؒ نے فرمایا اے بھائیو آج کے بعد سے سید نجی کو پھر کوئی تکلیف نہ دے کہ ان کا خدا ہمیشہ ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہے، اور ہمنشین ہے"

یہ روایت تذکرۃ الصالحین میں نہیں ہے حالانکہ صاحب تذکرۃ الصالحین حضرت سید نجیؒ کی اولاد میں ہیں ۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے پیش نظر دو باتیں تھیں، ایک تو دولت شاہ کے بیان کی تصحیح اور دوسرے میاں سید نجیؒ کی تفہیم کہ کھیل سے ہٹائے جانے پر آزردہ ہو گئے تھے ۔

میاں سید نجی کے آزردہ ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ جب دولت شاہ، میانسید نجی کو لے آئے تو بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے فوراً انہیں گود میں لے لیا ۔

دولت شاہ نے یہ بیان کیا تھا کہ میاں سید نجی تنہا کھیل رہے تھے اور بندگی میاں سید خوندمیرؒ یہ چاہتے تھے کہ دولت شاہ کے بیان کی تصحیح ہو جائے اسی لئے آپ نے میاں سید نجیؒ سے قصداً یہ استفسار فرمایا کہ سچ کہو تم وہاں تنہا تھے اور دوسرا کون تھا ۔ (بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تم تنہا کھیل رہے تھے دوسرا کون تمہارے کھیل میں شریک تھا) اس پر میانسید نجی نے کہا کہ میں تھا اور میرا خدا کھیل رہا تھا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ بچے نے اللہ کی معیت اپنے خاص الفاظ میں بیان کی ہے ۔

یہ قول ایک طفل کا ہے، ایسا طفل جس کے متعلق یہ ڈر ہو سکتا تھا کہ کوئی اسے اٹھا کر نہ لے جائے اس سے بڑی حد تک آپ کی کمسنی ظاہر ہو جاتی ہے ۔

میاں سید نجی دولت شاہ کے اٹھا لانے سے رنجیدہ ہو گئے تھے اس لئے بچے کی تفہیم اور تسلی کی خاطر بچے کے الفاظ دہرائے گئے لیکن حقیقت کا بھی ایک پہلو اس میں مضمر تھا یعنے اللہ تعالیٰ کی معیت ۔

اب صرف دولت شاہ کو نہیں بلکہ تمام برادران دائرہ کو مخاطب کیا گیا مقصود یہ کہ بچہ خوش ہو جائے ۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے میاں سید محمودؒ کے الفاظ دہرائے ہیں لیکن اثبات اپنے مقصود کا کیا ہے یعنے ہر حال میں اللہ کی معیت ثابت ہے، اس طرح مخاطب کے الفاظ استعمال کر کے اپنے مقصود کا اثبات کرنا حدیث سے بھی ثابت ہے ۔

مثلاً صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے ۔

بعد ازاں ابوبکر آمدہ ہر چہ داشت تمام آورد	اس کے بعد ابوبکر آئے جو کچھ رکھتے تھے لے آئے ان سے بھی
بوے نیز فرمود برائے عیال چہ ذخیرہ کردہ	رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیال کے لئے کیا ذخیرہ کر رکھے ہو

گفت او خرت اللہ ورسولہ [1] | کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کا ذخیرہ کیا ہے۔

یہاں اللہ کا ذخیرہ کرنے سے صرف اللہ پر توکل کرنا مراد ہے، اس روایت کی بنا پر یہ اعتراض تو نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابوبکر تمام اشیاء کی طرح اللہ کی ذات کو قابل ذخیرہ سمجھتے تھے۔

اسی طرح بندگی میاں سید خوندمیر نے بھی میاں سید محمودؒ کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ اللہ ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہے مقصود صرف اللہ کی معیت بیان فرمانا ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیر کا اصل مقصد میاں دولت شاہ کے بیان کی تصحیح کرنا تھا کہ انہوں نے یہ کیسے کہدیا کہ میاں سید نجی تنہا تھے اس لئے کہ کوئی شخص بھی کسی حالت میں تنہا نہیں رہ سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وھو معکم این ما کنتم (حدید ع) | اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

آپ کو تو صرف میاں دولت شاہ کے بیان کی تصحیح کرنا تھا کہ دائرہ کا کمسن بچہ بھی وھو معکم کے مطابق اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا تھا اور بچہ کی تفہیم کے لئے جو کچھ کہا گیا وہ کلموا الناس علی قدر عقولھم کے مطابق تھا۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ [2] | لہو ولعب بھی کرو کیونکہ میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ تمہارے دین میں سختی اور درشتی نظر آئے

ظاہر ہے کہ اس سے وہی لہو ولعب مراد ہے جو مذموم نہیں ہے۔

لعب میں حکمت بھی پوشیدہ ہوتی ہے صاحب تحفۂ اثنا عشریہ نے اس روایت کے ذیل میں جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ کو حبشیوں کا کھیل دکھایا تھا یہ بیان کیا ہے کہ ظاہر میں کھیل تھا اور باطن میں سراسر حکمت تھی تحفہ کی عبارت یہ ہے۔

دیگر آنکہ لہو ولعب حبشہ بسپر ونیزہ ہا بود کہ برائے مہارت حرب کفار وبہ طریق اعداد آلات الجہاد مشق ایں ہنر میکردند پس بہ صورت لعب وبازی بود وبہ معنی سراسر حکمت ورنگ دوانیدن اسپاں وتیر اندازی بلاشبہ آنحضرت در ایں قسم حاضر شدہ اند بلکہ در بعضے اوقات شریک ہم شدہ وفرمودہ کہ ملائکہ نیز در ایں قسم بازی ہا حاضر می شوند [3]

دوسری بات یہ ہے کہ حبشیوں کا کھیل کود سپر اور نیزوں کے ساتھ تھا کہ کافروں سے لڑنے کی مہارت کے لئے اور جہاد کے آلات کی تیاری کے لئے اس ہنر کی مشق کرتے تھے، ظاہر میں یہ کھیل کود تھا اور باطن میں تمام تر حکمت اور خوب گھوڑوں کا دوڑانا اور تیر اندازی بے شک رسول اللہ صلعم ایسے کھیلوں میں تشریف فرما رہے ہیں، بعض وقت آپ نے شرکت بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ فرشتے بھی ایسے کھیلوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسے کھیلوں میں رسول اللہ صلعم نے بھی بعض اوقات شرکت فرمائی اور فرشتے بھی ایسے مواقع پر حاضر ہوئے ہیں۔ ایسے لعب کو کس طرح مذموم قرار دیا جائے گا؟

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۴۵ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) الجزء السابع ص ۳۳۱ [3] تحفہ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) ص ۱۳۵۔

بخاری اور مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ کھیل مسجد میں تھا، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

والحبشة يلعبون بالحراب في المسجد[1] | اور حبشی چھوٹے نیزوں سے مسجد میں کھیلتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز نے اس حدیث کے ذیل میں جس میں حضرت عائشہ کا رسول اللہ صلعم کے گھر میں گڑیاں کھیلنا مذکور ہے یہ بیان کیا ہے۔

مدعا از تجویز لعب برائے زنان خرد سال باین بنات تمرین ایشان ہست برائے امور خانہ داری و آموختن و دوختن و قطع کردن و آراستن فرش و زیب و زینت دادن مجلس چنانچہ اطفال ذکور را لعب با سپ چوبین شمشیر چوبین و تیر و کمان و نیزہ کہ ازیں جنس باشد نیز بنا بر حکمت ہا تجویز کردہ اند[2]

کمسن لڑکیوں کے لئے گڑیوں کا کھیل تجویز کرنے کا مدعا ان کو امور خانہ داری سکھانے سینے، قطع کرنے اور فرش کے آراستہ کرنے اور مجلس کو زیب و زینت دینے کی مشق کرانا ہے چنانچہ لڑکوں کے لیے اسپ چوبین شمشیر چوبین، تیر کمان نیزہ اور اس قسم کی چیزوں کا کھیل حکمتوں کی بنا پر ہی تجویز کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امور خانہ داری کی تعلیم کے لئے لڑکیوں کے واسطے گڑیوں کا کھیل تجویز کرنا اور سپاہ گری کی مشق کے لئے لڑکوں کے واسطے لکڑی کے گھوڑے اور لکڑی کی تلوار وغیرہ کا کھیل تجویز کرنا عین حکمت اور مفہوم حدیث کے عین مطابق ہے، ایسے لعب اور ایسے کھیل کو مذموم کہنا رسول اللہ صلعم پر معترض ہونا ہے!

اس سے قطع نظر ماہرین نفسیات نے یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ بچوں کا کھیل ان کے جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے ضروری ہے اس کو مذموم کس طرح قرار دیا جائے گا اور جب اس پر لعب مذموم کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں حکمت کا پوشیدہ ہونا ثابت ہے تو خداوند تعالیٰ کو اس حکمت پنہانی میں شریک کرنا کس طرح مورد اعتراض ہوگا؛ خصوصاً جب کہ حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا ہاتھ پانو بن جاتا ہے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ دین میں درشتی پیدا نہ کرنے کے لئے لہو و لعب (غیر مذموم) بھی کرو اب رہی وہ آیت جو مولف ہدیہ مہدویہ نے پیش کی ہے۔

وما خلقنا السموات والارض وما بينهما لعبين (الدخان ع ۲) | ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اسی طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فعل عبث نہیں کرتا اور روایت زیر بحث میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ بچوں کا کھیل ان کے جسمانی اور ذہنی نشوونما کے اعتبار سے سراسر حکمت ہے، فعل عبث نہیں۔ اس کے علاوہ جب کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلا ہے تو ایک کمسن بچے کے کھیل کو کس طرح مورد اعتراض قرار دے سکتے ہیں!!!۔

مدارج النبوۃ میں یہ روایت کی گئی ہے۔

آنحضرت با عائشہ مسابقت کردند یعنے ملاعبت کردند و بایکدیگر بدویدند پس درگذشت عائشہ از آنحضرت پیش | آنحضرتؐ نے عائشہؓ کے ساتھ مسابقت کی یعنے ملاعبہ کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ دوڑے، پس عائشہ آنحضرت سے آگے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۷۹۔ [2] تحفہ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) ص ۱۲۲۔

وقتے دیگر باز دوید پس درگذشت آنحضرت از عائشہ، ایں وقتے بود کہ گوشت گرفتہ بود عائشہ و تندار شدہ بود و گفت آنحضرت کہ ایں پیشیٔ من از تو در بدل آن پیشیٔ تو بود از من۔ (جلد اول ص ۴۴)

بڑھ گئیں دوسرے وقت پھر دوڑے تو آنحضرت عائشہ سے بڑھ گئے، یہ وقت تھا جب کہ عائشہ فربہ اور بھرے جسم کی ہوگئی تھیں اور آنحضرت نے فرمایا کہ یہ میرا تمہارے سے بڑھ جانا بدل ہے تمہارے مجھ سے بڑھ جانے کا۔

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے، کیا رسول اللہ صلعم اس سے مستثنیٰ تھے؟ اور اگر نہیں تو کیا آپ کے مذکورۂ بالا کھیل میں اللہ کی شرکت ثابت نہیں ہے؟ یعنے معیت کھیل کے دوران میں بھی۔

(۵) امامؑ کو جیسا کہ چاہیئے نہ پہچان سکے

مولف ہدیہ مہدویہ نے باب ہفتم میں مندرجہ ذیل نقل کو بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے خلاف پیش کیا ہے۔

درایں جا نقل بندگی میاں سید خوندمیر صدیق مہدیؓ جلوہ گر می نماید کہ فرمودند، مہدی موعود چنانچہ آمدہ بود ہمچناں رفت، ہیچ کس حق شناختن او نہ شناخت و درایں آیت کتاب خواندند ما قدروا اللہ حق قدرہ (انعام ع ۱۱) (شواہد الولایت باب ۲۹)

اس جگہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ صدیق مہدی کی نقل ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مہدی موعود جیسے آئے تھے اسی طرح گئے، کسی نے آپ کو نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہیئے اس باب میں کلام اللہ کی یہ آیت پڑھی لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ قدر کرنی چاہیئے۔

یہی روایت حاشیہ شریف میں اس طرح آئی ہے۔

نقل است بندگی میاں سید خوندمیرؓ فرمودند مہدی چناں آمد ہمچناں رفت ما شناختن و اخذ کردن نتوانستیم (ص ۱۱۵)

منقول ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے فرمایا کہ مہدی جیسا کہ آئے تھے اسی طرح تشریف لے گئے ہم پہچان نہ سکے اور اخذ نہ کر سکے

لیکن اس میں آیۂ ما قدروا اللہ حق قدرہ مذکور ہی نہیں ہے۔

روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عجز کا اظہار فرمایا ہے کہ کسی نے جیسا کہ چاہیئے امامؑ کو نہیں پہچانا، اس کے سلسلہ میں کلام اللہ کی آیت پڑھی ہے مقصد یہ کہ جیسا چاہیئے اللہ کی قدر نہیں کرتے اسی طرح جیسا کہ چاہیئے خلیفۃ اللہ کو نہیں پہچان سکے۔

اس سے آپ کا مقصد امام علیہ السلام کے علو مرتبت اور اپنے عجز کا اظہار کرنا ہے، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ امام علیہ السلام کو معبود مانتے تھے؟

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم (البقرۃ ع ۱۷)

پہچانتے ہیں رسول اللہ کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو

کفار کے بچوں کے ساتھ رسول اللہ صلعم کا ذکر کرنے میں کیا رسول اللہ صلعم کی منقصت ہے؟ اور اگر نہیں تو بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے اس بیان پر کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جس طرح خدا کی کماحقہ تعظیم نہیں کی اسی طرح مہدی کو بھی کماحقہ نہ پہچان سکے!

اگر تمثیل مورد اعتراض ہے تو وہی اعتراض ذیل کی آیت پر بھی وارد ہوگا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ع ۱)

وہ لوگ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ واقع میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

کیا اس آیت سے رسول اللہ صلعم کا معبود ہونا ثابت ہو رہا ہے؟ اور اگر نہیں تو بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کے مذکورۂ بالا قول میں، امام علیہ السلام کا معبود ہونا کس طرح ثابت ہو جائے گا؟

(۶) خدا کی ذات میں فنا ہو جانا

مولف ہدیہ ہمدویہ نے باب ہفتم میں یہ نقل شاہ خوندمیرؒ کے خلاف پیش کی ہے۔

"ایک روز بندگی میاںؒ نے فرمایا کہ ہم درجہ فردیت کے مرد تھے یہاں تک کہ حضرت میرانؒ کی صحبت میں خدا کو حاصل کیا نیز بندگی میاںؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو خدا ہونا چاہیئے تاکہ وہ خدا کو پہچان سکے۔"

یہاں خدا ہونے سے یہ مطلب ہے کہ انسان کا دل، زبان، بینائی، سماعت، ہاتھ اور پاؤں سب خدا ہو جائے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، اس کا حوالہ اس سے قبل دے چکے ہیں، ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کو اللہ کی ذات میں فنا حاصل نہ ہو اس وقت تک وہ اللہ کو نہیں پہچان سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال ع۲) | اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تھا، لیکن اللہ نے پھینکا

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کو اللہ ہی کا فعل قرار دیا گیا ہے کیا یہ بھی مورد اعتراض ہوگا؟ اور اگر نہیں تو کسی کے خدا ہو جانے پر یعنے اللہ کی ذات میں فنا ہو جانے پر کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے؟

(۷) اسرار قابل بیان نہیں ہیں

مولف ہدیہ ہمدویہ نے باب ہفتم میں یہ نقل شاہ خوندمیرؒ کے خلاف پیش کی ہے۔

"منقول ہے کہ بندگی میاں نے فرمایا، اگر جو کچھ ہم نے امام مہدیؑ سے سنا، اس کو بیان کر دیں تو موافقین ہم کو سنگسار کریں گے۔"

اس روایت سے یہ بات ظاہر ہے کہ جو خاص خاص باتیں بندگی میاںؒ نے امام علیہ السلام سے سنی ہیں وہ عام لوگوں کی فہم سے بالاتر ہیں، یہ بات کس طرح قابل اعتراض ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے بھی تو ایسی روایت مروی ہے۔

قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین واما احدھما فبثثتہ واما الآخر لو بثثتہ لقطع ھذا البلعوم (صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم) | میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن پائے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ جائے گا۔

کیا اس حدیث کی بنا پر یہ سمجھا جائے گا کہ وہ باتیں جن کے اظہار سے حضرت ابوہریرہ ڈر رہے تھے (اور فرمایا تھا کہ میرا گلا کاٹ جائے گا) الحاد سے متعلق تھیں؟

اور اگر نہیں تو، شاہ خوندمیرؒ کے الفاظ "ہم کو سنگسار کریں گے" کس طرح قابل اعتراض ہو سکتے ہیں؟

اس سے قطع نظر مذکورہ عبارت میں سنگسار کرنے سے انتہائے مخالفت مراد ہے، رجم نہیں۔

ایسا طریق بیان احادیث میں بھی متعارف ہے چنانچہ حدیث میں یہ آیا ہے۔

"چاہیئے کہ لوگ ترک جماعت کو چھوڑ دیں ورنہ میں ان کو جلا کر مار ڈالوں گا۔"

یہاں جلا کر مار ڈالنے سے صرف تہدید مراد ہے حقیقت میں جلا کر مار ڈالنا نہیں، کیوں کہ خود رسول اللہؐ نے دوسری حدیث میں جلا کر مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

تمنائے شہادت اور تمنائے لقائے عدو

صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب اول میں یہ روایت کی ہے۔

فرمودند ہر کہ پیش ایں بندہ خبر آرد کہ لشکر در موضع کری پیشتر آمد دہن او را با نبات مصری پر کنم۔

بندگی میاں نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ خبر دے کہ لشکر موضع کری سے آگے آگیا تو اس کا منہ مصری سے بھر دوں گا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے (باب اول ص۲۰) اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ لا تتمنوا لقاء العدو (مت تمنا کرو ملاقات دشمن کی) کے خلاف ہے یعنے اس بات کی تمنا نہ کرو کہ دشمن سے قتال واقع ہو۔

مولف ہدیہ نے حدیث کا صرف ایک حصہ درج کیا ہے اس لئے ذیل میں پوری حدیث درج کر کے تحقیق کی جاتی ہے۔

عن عبد اللہ بن ابی اوفی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض ایامہ التی لقی فیہ العدو انتظر حتی مالت الشمس ثم قام فی الناس فقال یا ایہا الناس لا تتمنوا لقاء العدو واسالوا اللہ العافیۃ واذا لقیتموہم فاصبروا واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف ثم قال اللہم منزل الکتاب ومجری السحاب وہازم الاحزاب اہزمہم وانصرنا علیہم[1]

عبداللہ ابن ابی اوفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بعض ان ایام میں جب کہ آپ نے دشمن کا سامنا کیا انتظار کیا آفتاب کے ڈھلنے تک پھر آپ اٹھے لوگوں میں اور فرمایا اے لوگو لقائے عدو کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت چاہو اور جب دشمن سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو تو صبر کرو اور جانو کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے پھر فرمایا بار خدایا کتاب کو نازل کرنے والے اور ابر کو رواں کرنے والے اور گروہوں کو شکست دینے والے انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر نصرت عطا کر۔

ظاہر ہے کہ رسول صلعم کا یہ ارشاد دشمن کا سامنا ہونے سے قبل کا ہے، اس میں چار امور بیان کئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم نے سورج ڈھلنے تک انتظار فرمایا۔

امر دوم یہ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دشمن کی مڈھ بھیڑ کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت چاہو۔

امر سوم یہ کہ دشمن کا سامنا ہو جائے تو صبر کرو کیونکہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔

امر چہارم یہ کہ رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ آپ کو نصرت عطا کرے اور دشمنوں کو شکست دے، رسول اللہؐ کے ارشاد "دشمن کا سامنا کرنے کی تمنا مت کرو" کی توضیح بعد کی عبارت سے ہوتی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اللہ سے عافیت چاہو، مطلب یہ ہے کہ دشمن کی مڈھ بھیڑ میں عافیت نہیں ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۳۸۴ و ص۳۸۵۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم کا صحابہ کو صبر کی تلقین کرنا اور دشمن کی شکست کے لئے دعا فرمانا صاف بتا رہا ہے کہ آپ موقع کی شدت اور سختی محسوس فرما رہے تھے۔

مت تمنا کرو سے نہ تو لقائے عدو کی مذمت ثابت ہوتی ہے اور نہ تمنائے لقائے عدو کی منقصت، بلکہ الفاظ حدیث سے لقاعدو (دشمن کا سامنا کرنے) کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اس لئے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔

ترمذی نے فضالہ بن عبید سے روایت کی ہے۔

قال سمعت عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الشھداء اربعۃ رجل مومن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ فذلک الذی یرفع الناس الیہ اعینھم یوم القیامۃ الی آخرہ[1]	کہا کہ میں نے سنا عمر بن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شہید چار ہیں ایک مرد مومن اچھے ایمان والا جس نے دشمن کا سامنا کیا پس تصدیق کی اللہ کی، پس وہ شخص ایسا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھیں گے۔

راہ دین میں دشمن سے مڈھ بھیڑ کرنا عبادت ہے، نہ یہ عبادت قابل اعتراض ہو سکتی ہے اور نہ اس کی تمنا کیونکہ رسول اللہؐ نے لاتتمنوا (مت تمنا کرو) کے ذریعہ اپنے صحابہ پر دشمن کا سامنا کرنے کی شدت اور سختی کا اظہار فرمایا ہے مطلب یہ کہ دشمن کے ساتھ قتال کرنے کو آسان مت سمجھو۔

ایسا طریق بیان احادیث میں متعارف ہے، اس کی مثال ذیل میں دی جاتی ہے۔

نسائی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم[2]	مت بناؤ میری قبر کو عیدگاہ اور درود بھیجو مجھ پر اس لئے کہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے تم کہیں بھی ہو۔

حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ میری قبر کو عیدگاہ مت بناؤ یعنے جس طرح لوگ عیدگاہ میں وقت مقررہ پر بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اسی طرح مسلمان آپ کے روضہ منورہ پر وقت مقررہ پر جمع نہ ہوں (جیسا کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عموماً کیا کرتے ہیں)

آپ نے اس کا سبب بھی بیان فرما دیا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے یعنے درود پہنچانے کے لئے مرقد انور پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم نے آپ کے مزار مبارک کو عیدگاہ بنانے سے جو منع فرمایا ہے اس میں نفس زیارت رسول کی ممانعت نہیں ہے، آپ نے امت کو مشقت سے بچانے کے لئے بربنائے شفقت فرمایا ہے، اس کے باوجود اگر مسلمان زیارت رسول کریں تو حدیث کا خلاف لازم نہیں آتا۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ دشمن سے دوچار ہونے کی آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو،

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۳۵۹ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۰۸۔

اس میں بھی دشمن سے دوچار ہونے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ آپ کا یہ فرمانا ہے کہ دشمن کو حقیر جان کر اور اس سے مقابلہ کرنے کو آسان سمجھ کر مسلمان قتال کے اہتمام میں کمی نہ کریں۔

یہ گفتگو تو نفس حدیث تک تھی ورنہ مولف ہدیہ مہدویہ کا اس حدیث کو یہاں پیش کرنا ہی بے سود ہے اس لئے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا دشمن سے دوچار ہونے کی تمنا کرنا ہی ثابت نہیں ہے۔

شاہ بریاں نے یہ روایت کی ہے۔

چوں ایں خبر آمد لشکر جہال بہ موضع کہاریال بزبان امیر سید جلال و امیر سید حسین شنیدند بسیار خرم و خوش حال شدہ برخاستند و باون دستہ بدست مبارک خود گرفتند نبات باریک کردہ میدہ ساختہ ہر دو فرزندان را بر زانوئے مبارک خود نشاندہ دہن ہر دو جگر گوشگان خود را پر از نبات کردند فرمودند کہ الحمد للہ آنچہ فرمودۂ مہدی موعود بود علامات آں ظاہر شد و آثار آں باہر گشت (دفتر اول رکن ہفتم باب دہم)

جب موضع کہاریال میں لشکر جہال کے آنے کی خبر امیر سید جلال اور امیر سید حسین کی زبانی سنی تو بہت خوش خرم ہو کر اٹھے باون دستہ دست مبارک سے لے کر مصری باریک کر کے میدہ بنایا، دونوں فرزندوں کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھا کر دونوں جگر گوشوں کا منہ مصری سے بھر دیا کہ الحمد للہ جو مہدی موعود کا فرمایا ہوا تھا اس کی علامتیں ظاہر ہو گئیں اور اس کے آثار آشکار ہو گئے۔

اس عبارت کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ امامؑ نے بندگی میاںؒ کی شہادت سے متعلق جو پیش گوئی فرمائی تھی اس کی علامتوں اور اس کے آثار کا انتظار تھا اور اسی شہادت کی تمنا تھی۔

یہ شہادت کی تمنا ہے، لقائے عدو کی تمنا نہیں ہے۔

اسی طرح ابوہریرہؓ نے بھی شوق شہادت کا اظہار کیا ہے جیسا کہ نسائی نے روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال وعدنا رسول اللہ غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی و مالی فان اقتل کنت من افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ھریرۃ المحرر[1]

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سے ہند کی لڑائی کا وعدہ فرمایا، اگر میں اس کو پاؤں تو میں اپنا جان و مال اس میں خرچ کر دونگا اور اگر مارا جاؤں تو سب سے افضل شہداء میں داخل ہونگا اور اگر زندہ واپس ہوں تو میں ابوہریرہ رہوں جو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے غزوہ ہند میں قتل ہونے کی تمنا ظاہر کی ہے اس بنا پر رسول اللہؐ نے اس کی خبر دی ہے، اسی طرح بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے بھی اپنی شہادت کی تمنا کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ امام علیہ السلام نے اس سے متعلق خبر دی تھی، تمنائے شہادت کرنا کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔

شاہ خوندمیرؒ کی کیفیت امامؑ کی تصدیق سے قبل

مولف ہدیہ مہدویہ نے ایک موضوع اور بے بنیاد نقل کی بنیاد پر باب سوم دلیل نہم میں بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ پر یہ افتراء کیا ہے کہ آپ امام علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونے سے قبلؒ ہمیشہ بلبل بازی اور لوہ بازی اور مینڈھا بازی وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔"

[1] سنن نسائی (طبع مطبع صدیقی لاہور) جلد ثانی صفحہ ۳۱ و صفحہ ۳۲۔

حالانکہ متقدمین مہدویہ کے پاس ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔

بندگی میاں کا جانوروں کو لڑانا ثابت نہیں

ا۔ میاں عبدالرحمٰن کا مولود سیرت میں سب سے قدیم ماخذ ہے خود میاں عبدالرحمٰن طبقۂ تابعین سے ہیں آپنے بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا پہلی دفعہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونا اس طرح بیان کیا ہے۔

ملک بخن عرف ملک برخوردار میاں سید خوندمیرؓ را گفتند کہ چنانچہ شما می خواستید ہمچنیں ذات بابرکات آمدہ است، شنیدہ بسیار بنشوط روان شدند و بہ ملازمت عالی درجت مشرف گشتند چونکہ نظر بر حضرت میراں علیہ السلام افتاد بے ہوش شدند (مولود میاں عبدالرحمن ص۸۴)

ملک بخن عرف ملک برخوردار نے میاں سید خوندمیرؓ کو کہلایا تھا کہ تم جیسی ذات چاہتے ہو ویسی ہی ذات بابرکات آئی ہے، یہ سن کر بہت خوشی سے روانہ ہوئے اور حضرت مہدیؑ کی ملازمت عالی درجت سے مشرف ہوئے، جوں ہی حضرت مہدیؑ پر نظر پڑی بیہوش ہو گئے۔

یہاں بلبل بازی وغیرہ مذکور نہیں بلکہ خدا کو دیکھنے کا ذکر ہے!

ب۔ میاں منصور خاں برہان پوریؒ شاہ خوندمیر کے فرزند حضرت سید نجیؒ کے تربیت اور فیض یافتہ ہیں، آپ نے بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا امامؑ کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہونا اس طرح بیان کیا ہے۔

میاں سید خوندمیرؓ از امرا زادگان بودند چو بہ ملازمت میراں آمدہ مشرف گشتہ بشرف دیدار مشرف شدند چناں بے ہوش شدند کہ در ہوش خود نماندند، برداشتہ در گوشہ بردند چوں بہ ہوش آمدند گفتند من میراں را ندیدیم بلکہ خدائے خود را دیدم ص۳۳ و ص۳۴

میاں سید خوندمیرؓ جو امیرزادوں میں سے تھے، جب مہدیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیدار سے مشرف ہوئے تو ایسے بیخود ہوئے کہ اپنے ہوش میں نہیں رہے ان کو اٹھا کر ایک گوشہ میں لے گئے، جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے میراںؑ کو نہیں دیکھا بلکہ اپنے خدا کو دیکھا۔

یہاں بھی لوہ بازی وغیرہ کا ذکر تک نہیں، بلکہ دیدار خدا ہونا مذکور ہے!

ج۔ مولف مطلع الولایت نے شاہ خوندمیرؓ کا امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونا اس طرح روایت کیا ہے۔

بہ سیدالشہداء میاں سید خوندمیرؓ خبر کردند مرشدی کہ شما طالب آں ہستید چہ آں صفت ہا کہ ہر جامی جستید چنیں ذات فائض البرکات جامع الصفات تجلی ذات آمدہ است، پس آں عاشق عارف طالب صادق مستثنیٰ بہ تمنائے بے نہایت حامل خاص حمل ولایت بعد از نماز جمعہ متوجہ ملازمت آنحضرت گشت، ہر گاہ نظرش بر آں ذات عالی صفات افضل الدرجات افتاد فی الحال بہ تجلی جلال مست و بے ہوش شدہ افتاد (ص۴۶ و ص۴۷)

(بندگی ملک بخن نے) سیدالشہداء میاں سید خوندمیرؓ کو خبر دی کہ ایسا مرشد کہ تم اس کے طالب ہو یعنے وہ صفات کہ جن کو تم ہر جگہ تلاش کرتے تھے، ایسی ذات فائض البرکات جامع الصفات تجلی ذات آئی ہے، پس وہ عاشق عارف طالب صادق ہے نہایت تعریف سے مستثنیٰ خاص ولایت کا بار اٹھانے والا نماز جمعہ کے بعد آنحضرت کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوا، جس وقت کہ اس طالب صادق کی نظر اس ذات عالی صفات افضل الدرجات پر پڑی اس وقت تجلی جلال سے مست و بیہوش ہو کر گرا۔

یہاں پر مینڈھا بازی وغیرہ کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ مذکورہ خط کشیدہ الفاظ میں اس امر کی صراحت ہے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ نماز جمعہ کے بعد امامؑ کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوئے ہیں۔

د۔ صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

ملک مذکور از حضرت امام البر والبحور رخصت شدہ بخانہ آمدند کہ خانۂ ایشاں وخانۂ بندگی میاں در قلعہ کہنہ عنقریب بود بندگی میاں را مبارک باد دادہ خبر کردند کہ چنانچہ شما میخواستید پیر کامل مکمل آمدہ است (باب پانزدھم)

ملک مذکور (یعنے ملک بخن) حضرت امام البر والبحور سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے قلعہ کہنہ میں ان کا گھر بندگی میاں کے گھر سے قریب تھا، انہوں نے بندگی میاں کو مبارک باد دے کر خبر دی جیسا کہ تم چاہتے تھے پیر کامل مکمل آگیا ہے۔

یہاں بھی مینڈھا بازی وغیرہ کا ذکر نہیں۔

غرض مذکورہ بالا چار قدیم ماخذوں میں لوہ بازی وغیرہ کا ذکر تک نہیں ہے، ان کے بعد کی کسی کتاب میں مذکور ہو تو اس سے ابورجا کا بندگی میاںؓ کے خلاف حجت لانا باطل ہے خصوصاً جب کہ ایک قدیم ماخذ میں اس امر کی تصریح ہے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیر نماز جمعہ کے بعد امام علیہ السلام کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوئے ہیں اور خدا کا دیدار ہوا۔

واضح ہو کہ حدیث نبوی میں جانوروں کو باہم لڑانے سے منع کیا گیا ہے، ترمذی اور ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھایم[1]

کہا کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلعم نے چوپایوں کو باہم لڑانے سے۔

اس حدیث کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ مذکور ہے۔

وجنگ انداختن میان مرغان نیز ہمیں حکم دارد۔

اور پرندوں کو باہم لڑانے کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

حاصل یہ کہ جانوروں کو باہم لڑانا حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی زندگی امام علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونے سے قبل ہی ایسی بدعتوں سے پاک تھی چنانچہ خود امام علیہ السلام نے آپ سے متعلق یہ بشارت دی ہے۔

فرمودند برادرم سید خوندمیر چراغداں وروغن وفتیلہ مستعد کردہ آوردند مگر روشن کردن ماندہ بود۔ بچراغ ولایت روشن کردہ شد (شواہد الولایت باب ۲۶)

میراں علیہ السلام نے فرمایا برادرم سید خوندمیر چراغداں روغن اور فتیلہ تیار کر کے لائے تھے مگر روشن کرنا رہ گیا تھا چراغ ولایت سے روشن کر دیا گیا۔

تذکرۃ الصالحین کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فرمودند کہ روغن وفتیلہ وچراغدان ہمہ استعداد چراغ بہ میاں سید خوندمیر موجود بود مگر کار افروختن باقی ماندہ بود آں ہم از چراغ ولایت افروختہ شد پس نور علی نور گشت (باب اول)

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ روغن فتیلہ وچراغداں سب استعداد چراغ میاں سید خوندمیر میں موجود تھی مگر ایک روشن کرنے کا کام باقی رہ گیا تھا وہ بھی چراغ ولایت سے روشن کر دیا گیا "نور علی نور" ہو گئے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۴۶۶۔

اگر شاہ خوندمیرؒ تصدیق مہدیؑ سے قبل حدیث نبوی کے خلاف جانوروں کو باہم لڑانے میں اشتغال رکھتے تو آپ کی اس زندگی کو "نور" نہ کہا جاتا۔

شاہ خوندمیرؒ کے خصائل حمیدہ سے متعلق بطریق تواتر یہ مروی ہے۔

به نقل تواتر رسیده است که همه امرایان باڑی وال معتقد خاص حمیده خصال بندگی میاں بوده اند تا به حدے که سر حلقه ایشاں عموے مادر شاں ملک مبارز الملک محب و معتقد و عاشق بندگی میاں بوده اند که کرات و مرات می فرمودند که اگر میاں دعوی بینۂ آخر زماں کنند ما تصدیق می کنیم (دفتر اول)

نقل تواتر سے پہنچا ہے کہ تمام امرائے باڑی وال بندگی میاںؒ کے خصائل حمیدہ کے معتقد خاص تھے اس حد تک کے ان کے سرگروہ یعنے بندگی میاں کی والدہ کے چچا ملک مبارز الملک بارہا فرماتے تھے اگر میاں بینۂ آخر الزماں کا دعویٰ کریں تو ہم تصدیق کرتے ہیں۔

روایات سے ثابت ہے کہ شاہ خوندمیرؒ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل ہی یعنے کمسنی ہی سے مجذوب الٰہی تھے، آپنے مخلوق خدا کے سامنے سر جھکانے سے انکار فرما دیا، آپنے قبر سے مرید ہونے کو بے دینی قرار دیا، دنیا طلب مشائخوں کے ہاتھ میں دست بیعت دینے کو گناہ سمجھا یہاں تک کہ ملک مبارز الملک سرحلقہ امرائے باڑی وال یہ کہتے تھے کہ اگر میاں سید خوندمیرؒ بینۂ آخر الزماں کا دعویٰ کریں تو ہم تصدیق کرینگے۔

بندگی میاں کی کیفیت کمسنی میں

آبائی منصب کی ترغیب دلانے والوں کو آپ (یعنے بندگی میاںؒ) جو جواب دیتے تھے وہ 'حدیقۃ الحقائق' میں اس طرح مروی ہے۔

آں حبیب ذوالجلال در آں خورد سالی جواب باصواب میداد ی که معبود خود را دیده ایم، نوکری و چاکری و بندگی ہماں معبود و خالق خود می کنیم چاکر و نوکر مخلوق نمی شویم و مخلوق را سر فرو کرده سلام نمی کنیم۔ (دفتر اول رکن اول باب اول)

وہ حبیب ذوالجلال کم سنی میں جواب باصواب دیتے کہ ہم نے اپنے معبود کو دیکھا ہے، اسی اپنے معبود اور خالق کی نوکری اور چاکری اور بندگی کرتے ہیں مخلوق کے نوکر و چاکر نہیں ہوتے اور سر جھکا کر سلام نہیں کرتے۔

بھلا ایسی ہستی، حدیث نبوی کے خلاف جانوروں کو باہم لڑانے کے گناہ کی کس طرح مرتکب ہوتی!

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ مہدویہ کا ایک بے بنیاد نقل کی بناء پر شاہ خوندمیرؒ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل اور اصول مناظرہ کے سراسر خلاف ہے۔

شادی کے موقع پر آتشبازی یا چراغاں کرنے کی حقیقت

مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل نہم میں ایک موضوع اور بے بنیاد نقل کی بناء پر شاہ خوندمیرؒ کے خلق پر اعتراض کیا ہے کہ آپنے میاں سید حمید کی شادی کے موقع پر آتشبازی چھڑوائی اور لکھا ہے کہ آتش بازی چھوڑنا گناہ ہے۔

حالانکہ اس موضوع نقل سے بھی شاہ خوندمیرؒ کے خلق کے خلاف استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

متقدمین کی روایت سے تو یہ ثابت ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے فرزند مہدیؑ کی شادی کے موقع پر نام مہدی آشکار کرنے کے لئے بڑا اہتمام کیا ہے، اس لحاظ سے میاں سید حمیدؒ کی شادی کے موقع پر بڑے پیمانہ پر ضیافت کرنا یا بنقل

موضوع آتش بازی چھوڑنے کا انتظام کرنا سب کا مقصد نام مہدیؑ کو آشکار کرنا ہوگا کیوں کہ وہ فرزند مہدیؑ کا کار خیر تھا۔

میاں سید ابراہیمؓ کی شادی سے متعلق دفتر شاہ برہان میں یہ روایت آئی ہے۔

بنقل تواتر رسیدہ است کہ بندگی میاں استعداد کار خیر جگر گوشۂ صاحب زمانہ بہ مقابلہ شاہانہ کردہ اند و در وقت کدخائی شان جمیع مہاجران خلیفۃ الرحمٰن علیہم الرضوان را طلبیدہ اند و ہمہ مصدقان را حاضر گردانیدہ اند و در شب شہر گشت بہ مقتضائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اعلنو النکاح بضروب الدفوف انچہ از انواع سورنی و نقارہ و دف می باشد برائے اللہ و بہ جہت آشکارا کردن کلمۃ اللہ حاضر فرمودند و حکم چراغ ہائے بسیار نمودہ اند و امیر سید ابراہیم رضی اللہ عنہ را بر اسپ سوار کردہ اند و خود با جمیع مہاجراں علیہم الرضوان حزب الرحمٰن در پیش اسپ شاہزادۂ خود پیادہ می رفتند و بدست اکثر تابعان خود طبق ہائے شیرینی و برگ تنبول پر کردہ دادہ اند و میفرمودند کہ ہر کہ بہ تماشا می آید و می پرسد کہ ایں شہر گشت کیست ایں شیرینی و برگ تنبول بدہید و بگوئید کہ ایں شہر گشت پسر حضرت امیر سید محمد مہدی علیہ السلام است [1]

نقل متواتر سے پہنچا ہے کہ بندگی میاں رضی اللہ عنہ نے جگر گوشۂ صاحب الزماں کے کار خیر کی تیاری شاہانہ طریقہ پر کی ہے ان کی شادی کے وقت خلیفۃ الرحمٰن کے تمام مہاجرین کو آپ نے بلایا ہے اور تمام مصدقین کو حاضر کیا ہے، شہر گشت کے رات کو حدیث نبوی "اعلان کرو نکاح کا دف کی ضربوں سے" کے مقتضا کے موافق مختلف قسم کی سورنی، نقارہ اور دف اللہ اور کلمۃ اللہ کے آشکار کرنے کے لئے حاضر فرمایا اور بہت سے چراغوں کے لئے حکم دیا ہے، امیر سید ابراہیم کو گھوڑے پر سوار کیا ہے اور خود تمام مہاجرین کے ساتھ جو حزب الرحمٰن (اللہ کا گروہ) تھے اپنے شہزادے کے گھوڑے کے سامنے پیدل چل رہے تھے اور اپنے اکثر تابعین کے ہاتھ میں شیرینی اور پان سے بھرے ہوئے طبق دیئے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص بھی دیکھنے کے لئے آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ یہ شہر گشت کس کا ہے تو یہ شیرنی اور پان دو اور کہو کہ حضرت امیر سید محمد مہدی علیہ السلام کے فرزند کا شہر گشت ہے۔

نام مہدیؑ آشکارا کرنے یہاں شاہانہ طریقہ پر اہتمام کرنا مذکور ہے لیکن آتشبازی چھوڑنے کا ذکر تک نہیں تو بھلا میاں سید حمیدؓ کی شادی کے موقع پر آتش بازی چھوڑنا کس طرح متحقق ہو جائے گا؟

یوں بھی آتشبازی چھوڑنا ایک معاشرتی فعل ہے اس کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آج کل شہروں میں شاہراہوں پر روشنی کا انتظام ہونے کے باوجود شہر گشت میں روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

آج سے ساڑھے چار سو سال قبل شہروں میں روشنی کا ایسا انتظام نہیں تھا اگر روشنی کے لئے شہر گشت کے ساتھ چراغاں کا اہتمام ہو یا آتشبازی چھوڑیں جیسا کہ معترض کی پیش کردہ موضوع نقل میں مذکور ہے تو اس سے خلق کے خلاف کس طرح استدلال کیا جائے گا؟

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ میاں سید ابراہیمؓ کے شہر گشت کے موقع پر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے ساتھ امامؑ کے تمام مہاجرین بھی تھے اس میں آتشبازی کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ چراغاں کا ہے اور شہر گشت کے لئے ضروری تھا۔

---

[1] دفتر دوم رکن ششم باب سوم

زیر بحث روایت کے سب سے اہم الفاظ یہ ہیں۔

بگوئید کہ ایں شہر گشت پسر حضرت سید محمد مہدیؑ است — کہو کہ یہ حضرت سید محمد مہدیؑ کے فرزند کا شہر گشت ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ شہر گشت کا مقصد نام مہدیؑ آشکار کرنا تھا خواہ اس کے ساتھ چراغاں کا انتظام ہو یا آتش بازی کا جیسا کہ معترض کی پیش کردہ موضوع نقل میں مذکور ہے۔

تذکرۃ الصالحین کے باب دوم کی مندرجہ ذیل روایت میں بھی شہر گشت کا ذکر ہے لیکن آتشبازی کا نہیں۔

نقل است کہ بندگی میاں کار خیر میاں سید ابراہیم در شہر احمد آباد بہ بسیار شہرت و ازدحام کردہ اند و باجہ ھا ئے ہشت سبد و نفیر ہا و کوس ہا در شہر مذکور شہر گشت ہم کشیدند یعنے مہاجران بہ بندگی میاں مزاحم شدہ گفتند کہ ایں بدعتہا چگونہ کردند، فرمودند کہ بہ جہت آں کہ در شہر ظاہر شود کہ کار خیر فرزند مہدیؑ می شود و نام مہدی آشکارا شود۔

منقول ہے کہ بندگی میاں نے میاں سید ابراہیم کا کار خیر شہر احمد آباد میں بہت دھوم دھام سے کیا ہشت سبد بجائے، شہنائیاں اور نقارے تھے مذکور شہر میں شہر گشت بھی کیا، بعض مہاجرین نے مزاحم ہو کر بندگی میاں سے کہا کہ یہ بدعتیں کس لئے کیں۔ فرمایا اس لئے کہ شہر میں ظاہر ہو جائے کہ فرزند مہدی کا کار خیر ہو رہا ہے اور مہدی کا نام آشکار ہو جائے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کے جواب سے ظاہر ہے کہ آپ نے مذکورہ امور کو نام مہدیؑ آشکار کرنے کے لئے روا رکھا ہے۔

یوں بھی نوشاہ کا شہر گشت خواہ اس کے ساتھ آتش بازی ہو یا نہ ہو مورد اعتراض نہیں ہو سکتا وہ تو اعلان نکاح کے ضمن میں آجائے گا۔

اعلان نکاح کے باب میں متعدد روایتیں آئی ہیں ان میں سے چند ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) الفصل ما بین الحلال والحرام ضرب الدف والصوت فی النکاح[1]

نکاح حلال و حرام میں دف بجانے اور آواز کرنے کا فرق ہے۔

اشعۃ اللمعات میں الصوت کے ذیل میں یہ لکھا گیا ہے۔

مراد بہ آواز ذکر و شہیر است میان مردم[2]

آواز سے مراد ذکر کرنا اور مشہور کرنا ہے لوگوں میں۔

(۲) اعلنوا ھذا النکاح واضربوا علیہ بالغربال[3]

اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کے لئے چھلنی بجاؤ۔

(۳) کمل دینہ النکاح ولا السفاح ولا نکاح السر حتی یسمع دف او یری دخان[4]

اس کے لیئے مومن کے دین کی تکمیل نکاح نے کی زنا اور پوشیدہ نکاح نے نہیں جب تک کہ دف کی آواز سنائی نہ دے یا دھواں نکلتا ہوا نظر نہ آئے (اس وقت تک نکاح کا اعلان نہیں ہوا)

مذکورہ روایتوں سے ثابت ہے کہ نکاح کے اعلان کا ذریعہ دف بھی ہے اور دھواں بھی ہے۔

آتشبازی اور دف نوازی دونوں سے اعلان مقصود ہے، اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

دفتر اور تذکرۃ الصالحین کی روایت سے اعلان مقصود ہے، اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا یہ طریقہ کار

---

[1] کنز العمال جلد ہشتم ص ۲۴۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۱۴۰ [3] کنز العمال جلد ہشتم ص ۲۴۳ [4] کنز العمال جلد ہشتم ص ۲۴۳

اختیار کیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے یہاں آتشبازی کو محض لعب نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ اس میں نام مہدی کا اشتہار کرنے کا اہم تبلیغی پہلو مضمر ہے۔

کسی ضعیف روایت سے بھی یہ امر ثابت نہیں ہے کہ نوشاہ کا آتش بازی کے ساتھ گشت کرنا امر مذموم ہے بلکہ روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک امر مذموم کو بھی اعلائے دین کے لئے جائز فرمایا ہے۔

حدیث میں تبختر یعنے مغرورانہ چال کی مذمت کی گئی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یتبختر فی بردین وقد اعجبہ نفسہ خسف بہ الارض فھو یتجلجل فیھا الی یوم القیامۃ متفق علیہ[1]

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس حالت میں کہ ایک شخص دو چادروں میں ہوا اور غرور سے چل رہا ہو اور اس کو اچھا معلوم ہو رہا ہو، وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا، وہ شخص حرکت کرتا ہوا زمین میں اترتا جائیگا قیامت کے دن تک۔

اس حدیث کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ مذکور ہے۔

ازیں جا معلوم شد کہ تکبر و افتخار و خرامیدن و سر برافراختن در رفتار مذموم است و عاقبت وے وخیم اعاذنا اللہ من ذلک

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر، افتخار، خرام اور سرکشی رفتار میں مذموم ہے اور ایسا کرنے والے کا انجام برا ہے، اللہ ہمیں اس سے پناہ دے۔

اس سے ظاہر ہے کہ تبختر ایک امر مذموم ہے اس سے عاقبت بری ہوتی ہے، اس کے باوجود رسول اللہ صلعم نے اس کو میدان جنگ میں جائز رکھا ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں غزوۂ احد کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

آوردہ اند کہ شمشیرے در دست مبارک آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و مکتوب بود بروے ایں شعر

فی الجبن عار فی الاقبال مکرمۃ
والمرء بالجبن لا ینجو من القدر

روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

بزدلی میں ننگ ہے پیش قدمی میں بزرگی ہے
انسان بزدلی کی وجہ سے تقدیر سے بچ نہیں سکتا

فرمود کہ کیست ایں سیف را بگیرد و حق آں را ادا کند پس مرداں برائے گرفتن آں بایستادند پس نگاہ داشت آنحضرت آں شمشیر را از ایشاں و نداد پس بایستاد ابو دجانہ و گفت چیست حق ایں یا رسول اللہ فرمود حق ایں آں است کہ بزنی آں را در روے دشمن تا منحنی شود و کج گردد گفت ابو دجانہ من گیرم ایں را بحق وے یا رسول اللہ پس داد

فرمایا کہ کون ہے کہ اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے، لوگ اس تلوار کو لینے کے لئے کھڑے ہو گئے رسول اللہ نے یہ تلوار رہنے دی اور انہیں نہیں دی، ابو دجانہ کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے، فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو دشمن کے منہ پر اس وقت تک چلاتے رہو کہ یہ خمیدہ اور ٹیڑھی ہو جائے ابو دجانہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲

آنحضرت آں را بہ وے وبود ابو دجانہ مردے شجاع کہ میخرامید در جنگ وجلوہ می کرد وچوں آنحضرت دید اورا در تبختر تابیں صفت وحال فرمود ایں رفتارے است کہ دشمن میدارد آن را خدائے تعالیٰ مگر دریں موطن[1]

آنحضرت نے وہ تلوار انہیں دی، ابو دجانہ بہادر آدمی تھے کہ جنگ میں متکبرانہ رفتار سے چلتے تھے اور اپنی شان دکھاتے تھے جب آنحضرت نے انہیں اس کیفیت حالت میں تبختر کرتے ہوئے دیکھا فرمایا کہ یہ ایسی چال ہے کہ خدا اس کا دشمن ہے بجز اس جگہ کے یعنے یہاں یہ رفتار اللہ کے پاس پسندیدہ ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ رفتار میں تبختر اور غرور مذموم ہے اور اللہ اس کا دشمن ہے، لیکن اگر کوئی میدان جنگ میں اس طرح چلے تو وہ موردِ اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ میدان جنگ میں اس طرح چلنا حظ نفس کے لئے نہیں ہے بلکہ اعلائے دین کے لئے ہے۔

اسی طرح بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا میاں سید محمدؒ کی شادی کے موقع پر بالفرض آتشبازی چھوڑنا مان بھی لیں تو یہ حظ نفس کے لئے نہیں تھا بلکہ نام مہدیؑ آشکارا کرنے کے لئے تھا اور مخالفین کو یہ معلوم کرانا تھا کہ فرزند مہدیؑ کی شادی ہورہی ہے اور اس طرح نام مہدیؑ آشکار ہوجائے۔

تبختر کا مذموم ہونا حدیث سے ثابت ہے اس کے باوجود اعلائے دین کے لئے اس کا استعمال جائز ہے تو آتشبازی (جس کے مذموم ہونے کے باب میں کوئی روایت موجود نہیں ہے) نام مہدیؑ آشکارا کرنے کے لئے استعمال کی جائے تو قابل اعتراض کیا ہے؟

فتح مکہ سے قبل رسول اللہ صلعم نے مکہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر عسکری شوکت کے اعلان کے لئے آگ روشن کرنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

پس فرمود آنحضرت اصحاب خود را کہ ہر کس بر در خیمۂ خود آتش افروخت (جلد دوم ص ۲۸۵)

پس فرمایا آنحضرت نے اپنے اصحاب کو، ہر شخص نے اپنے خیمہ کے در پر آگ روشن کی۔

جب آتش ذریعہ اعلان ہوسکتی ہے تو آتش بازی کیوں نہیں؟

حاصل یہ کہ معترض کا ایک موضوع نقل کے مندرجات سے شاہ خوندمیرؒ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آتش بازی لعب ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ دف نوازی بھی لعب ہے مگر نکاح کے موقع پر اس کی اجازت ہے، دوسرے یہ کہ آتش بازی کا مقصد فرزند مہدیؑ کے کار خیر کو مشہور کرنا اور ضمناً نام مہدیؑ کو آشکار کرنا ہے اور لعب اگر حکمت سے پُر ہو تو وہ مذموم نہیں ہوسکتا مثلاً حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

قالت رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی بردایہ وانا انظر الی الحبشۃ یلعبون بالدرق والحراب یوم العید[2]

عائشہؓ نے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلعم کو مجھے اپنی ردا میں چھپاتے ہوئے اور میں ان حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی جو عید کے دن سپر اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حبشی آلات حرب کے ساتھ کھیل رہے تھے اور رسول اللہ صلعم نے بھی اس کھیل کو دیکھا ہے آلات حرب کا کھیل لعب نہیں تو پھر کیا ہے؟ لیکن اس لعب کو مذموم نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ یہ حبشی، جہاد میں آلات حرب استعمال کرنے کی مشق کر رہے تھے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۳۶ [2] تحفۂ اثنا عشریہ ص ۱۳۴۔

یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ کھیل مسجد میں ہو رہا تھا جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔

والحبشة يلعبون بالحراب في المسجد[1] اور حبشی چھوٹے نیزوں سے مسجد میں کھیلتے تھے۔

مذکورۂ بالا حدیث کے ذیل میں شاہ عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے۔

دیگر آنکہ لہو ولعب حبشہ بہ سپر و نیزہ ہا بود کہ برائے ممارست حرب کفار و بطریق اعداد آلات الجہاد مشق ایں ہنر می کردند پس بہ صورت لعب و بازی بود بہ معنے سراسر حکمت و رنگ، دوانیدن اسپاں و تیر اندازی بلاشبہ آنحضرت در ایں قسم حاضر شدہ اند بلکہ در بعضے اوقات شریک ہم شدہ و فرمودہ کہ ملائکہ نیز در ایں قسم بازی ہا حاضر می شوند[2]

دوسری بات یہ ہے کہ حبشیوں کا کھیل کود سپر اور نیزوں کے ساتھ تھا کہ کافروں سے لڑنے کی مہارت کے لئے اور جہاد کے سامان کی تیاری کے لئے اس ہنر کی مشق کرتے تھے، ظاہر میں یہ کھیل کود تھا اور باطن میں تمام تر حکمت اور خوبی، گھوڑوں کا دوڑانا اور تیر اندازی بے شبہ رسول اللہ صلعم ایسے کھیلوں میں تشریف فرما رہے ہیں بعض وقت آپ نے شرکت بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ فرشتے بھی ایسے کھیلوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

مندرجہ عبارت سے ظاہر ہے کہ حبشیوں کا آلات حرب کے ساتھ مسجد میں کھیلنا لعب نہیں بلکہ حکمت ہے اس کے علاوہ تیر اندازی اور اسپ دوانی بھی تو لعب ہے مگر پُر از حکمت کیونکہ یہ بھی جہاد کے لئے ایک قسم کی تیاری ہے، اسی بنا پر رسول اللہ صلعم نے بھی اس میں شرکت فرمائی ہے اور یہی وجہ تھی کہ ایسے کھیلوں کو دیکھنے کے لئے فرشتے بھی حاضر ہوتے تھے۔

حاصل یہ کہ لعب بھی سراسر حکمت ہے بہ شرطیکہ اس کا مقصد حظ نفس نہ ہو بلکہ کوئی امر دینی ہو جیسا کہ تبختر اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کی روایتوں سے ثابت ہے۔

اسی طرح بندگی میاں سید خوندمیر کا باجوں کے ساتھ میاں سید ابراہیم کا شہر گشت کرانا یا بروایت موضوع میاں سید حمید کی شادی میں آتشبازی چھڑوانا حظ نفس کے لئے نہیں تھا بلکہ فرزند مہدی کے کار خیر کو مشہور کرنا اور امام کے نام کو آشکار کرنا تھا، اس کو گناہ کس طرح کہا جائے گا؟ ورنہ تبختر (مغرورانہ چال) کو میدان جنگ میں جائز قرار دینا اور تیر اندازی وغیرہ کھیلوں کو دیکھنے کے لئے فرشتوں کی حاضری کو تسلیم کرنا بھی مورد اعتراض ہو جائے گا!

(۱۰) تحریف کا الزام معترض نے ہدیہ کے باب سوم دلیل ہشتم میں یہ الزام دیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر نے مکتوب ملتانی میں فتوحات مکیہ کی جو عبارت پیش فرمائی ہے اس میں متعدد مقامات پر تحریف کی گئی ہے حالانکہ یہ امر متعارف ہے کہ ایک کتاب کے مختلف نسخے مختلف العبارۃ ہوتے ہیں اختلاف عبارت کو آج تک کسی نے تحریف قرار نہیں دیا۔

یہ مکتوب ۹۲۸ھ میں لکھا گیا ہے، یہ علمائے ملتان کے نام موسوم تھا، مکتوب ملتانی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کے آغاز میں اس امر سے بحث کی گئی ہے کہ انبیاء کی بعثت حکمت سے خالی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلعم کی طرح امام مہدی بھی توحید اور معرفت الٰہی کا پیام پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اس کے بعد

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۴۹۹ [2] تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۳۵۔

ان احادیث کا ذکر ہے جو امام مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔

اس کے بعد فتوحات کی وہ عبارت پیش کی گئی ہے جس میں امام مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کا ذکر کیا گیا ہے پھر ان آیات کا ذکر کیا گیا ہے جو مہدیؑ اور قوم مہدی سے مختص ہیں۔

اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ فتوحات کی عبارت تائید کے طور پر خصم کو ملزم گردانے کے لئے پیش کی گئی ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی ہندوستان میں لوگ شیخ اکبر کو بہت مانتے تھے۔ فتوحات کی عبارت درج کرنے سے قبل احادیث اور روایات پیش کئے گئے ہیں، اس لحاظ سے فتوحات کی عبارت کو اثبات مہدویت کے بنیادی دلائل سے شمار کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اس سے قطع نظر صاحب مکتوب بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے نزدیک مہدیؑ کی اکثر علامتیں امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے، ایسی صورت میں یہ کیسے متصور ہو سکیگا کہ آپنے فتوحات کی عبارت تحریف کر کے پیش فرمائی ہے؛ مکتوب ملتانی کی عبارت یہ ہے۔

اکثر احادیث وروایات کہ درحق مہدی وارد شدہ است وآں علامات ونشان ہا کہ در آن مذکور است بر صدق سید محمد مہدی دلالت میکنند و با احوال او موافقت می نمایند۔	اکثر حدیثیں اور روایتیں جو مہدی کے حق میں وارد ہوئی ہیں اور وہ علامتیں اور نشانیاں جو ان میں مذکور ہیں سید محمد مہدی علیہ السلام کے صدق پر دلالت کرتی ہیں اور آپکے احوال کے مطابق ہیں

جب اکثر احادیث اور روایات امام علیہ السلام کے حسب حال اور موافق ہوں تو فتوحات کی عبارت میں تحریف کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہ بھی واضح رہے کہ یہ مکتوب، امام علیہ السلام کی رحلت کے اٹھارہ برس بعد لکھا گیا ہے، امام مہدی کی وہ حدیثیں جو صحاح میں مذکور ہیں کچھ پردۂ خفا میں نہیں تھیں اور نہ امام علیہ السلام کے حالات ڈھکے چھپے تھے اس لحاظ سے مکتوب ملتانی کی مذکورۂ بالا عبارت کے مندرجات کی نفی نہیں ہو سکتی۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے فتوحات کی عبارت جو پیش فرمائی ہے وہ فتوحات کے کسی نسخہ سے مختلف ہو تو اس سے فتوحات کے نسخوں کا مختلف العبارۃ ہونا ثابت ہوگا۔

ایک ہی کتاب کے مختلف نسخے مختلف العبارۃ ہوتے ہیں اسکی تفصیل تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کے جواب کے ذیل میں آئیگی۔

فتوحات مکیہ کے نسخے شیخ محی الدین ابن عربی کا سنہ وفات ۶۳۸ھ ہے وفات سے تقریباً تین سال قبل آپ کی یہ تصنیف مکمل ہوئی ہے جیسا کہ شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے۔

والفتوحات من اواخر مولفاته فانه فرغ منها قبل موته بنحو ثلاث سنين[1]	فتوحات ان کی آخری تالیف ہے اس لئے کہ آپنے اپنی رحلت سے تقریباً تین سال قبل اس کی تصنیف سے فراغت حاصل کی ہے۔

فتوحات مکیہ تین ہزار سے زیادہ صفحوں پر مشتمل ہے، ایسی ضخیم کتاب کا ان کی وفات سے تقریباً تین سال پہلے تمام ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ پوری کتاب ان کی زندگی ہی میں عالم اسلام میں پھیل ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخے مشترک

---

[1] الیواقیت والجواہر (طبع مصر ۱۳۰۰ھ) الجزء الاول ص ۱۲

اور مشتبہ سمجھے جاتے تھے، چنانچہ شعرانی نے جب فتوحات مکیہ کا اختصار کیا تو شبہ کی بنا پر بہت سے امور حذف کر دیئے۔

قونیہ کا قدیم نسخہ شعرانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ جو قونیہ میں محفوظ تھا وہ شیخ اکبر کا دستخطی تھا لیکن وہ بھی مخالفین کے تصرف سے خالی نہیں تھا، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے، شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں یہ لکھا ہے۔

جمیع ما عارض من کلامہ ظاہر الشریعۃ وما علیہ الجمہور فہو ممسوس علیہ کما اخبرنی بذلک سیدی الشیخ ابو طاہر المغربی نزیل مکۃ الشریفۃ ثم اخرج لی نسخۃ الفتوحات التی قابلہا علی نسخۃ الشیخ التی بخطہ فی مدینۃ قونیہ فلم ارفیہا شیئا کنت توقفت فیہ وحذفتہ حین اختصرت الفتوحات[1]

آپ کے بیان کردہ تمام امور جو ظاہر شریعت اور مسلمات جمہور کے معارض ہیں تو ان میں آپ کے خلاف دسیسہ کاری کی گئی ہے جیسا کہ مطلع کیا مجھے شیخ ابو طاہر مغربی نزیل مکہ معظمہ نے پھر میرے لئے فتوحات کا وہ نسخہ نکالا جس کا انہوں نے شیخ کے دستخطی نسخہ سے مقابلہ کیا تھا وہ نسخہ جو قونیہ میں تھا، میں نے اس نسخہ میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کے باب میں میں نے پہلے توقف کیا اور فتوحات کا اختصار کرتے وقت اس کو حذف کر دیا تھا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شعرانی کے پیش نظر فتوحات کا وہ نسخہ بھی رہ چکا تھا جس کا شیخ ابو طاہر مغربی نے شیخ اکبر کے دستخطی نسخہ سے مقابلہ کیا تھا، شعرانی نے فتوحات کے حوالہ سے یہ عبارت لکھی ہے۔

وعبارت الشیخ محی الدین فی الباب السادس والستین وثلثمایۃ من الفتوحات واعلموا انہ لابد من خروج المہدی علیہ السلام لکن لایخرج حتی تمتلی الارض جورا وظلما فیملوہا قسطا وعدلا ولو لم یکن من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ تعالی ذلک الیوم حتی یلی ذلک الخلیفۃ وہو من عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد فاطمہ رضی اللہ عنہا جدہ الحسین بن علی بن ابی طالب والدہ حسن العسکری ابن الامام علی النقی بالنون ابن محمد التقی بالتاء ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر الصادق ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن

شیخ محی الدین کی عبارت فتوحات کے باب (۳۶۶) میں یہ ہے جان لو کہ امام مہدی کا ظہور ضرور ہی ہے جب تک زمین ظلم و جور سے بھر نہ جائے گی اس وقت تک امام مہدی ظاہر نہ ہوں گے ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس یوم کو ضرور اتنا دراز کر دے گا یہاں تک کہ وہ خلیفہ اس امت کا والی ہو جائے اور عترت رسول سے ہوں گے اور اولاد فاطمہ سے، ان کے دادا حسین ابن علی بن ابی طالب ہوں گے ان کے والد حسن العسکری بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام

---

[1] الیواقیت والجواہر طبع مصر ۱۳۰۶ھ الجزء الاول ص ۶۔

الامام الحسین ابن الامام علی ابن ابی طالب[1] حسین بن علی بن ابی طالب۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ محمد بن حسن العسکری کا مہدی موعود ہونا شیخ اکبر کے نزدیک متحقق تھا۔ اگر مذکورۂ بالا عبارت شیخ ابو طاہر کے نسخہ میں نہ ہوتی تو شعرانی اس کو اپنی کتاب میں درج نہ کرتے شیخ ابو طاہر کے نسخہ میں مذکورہ عبارت کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ اکبر کے دستخطی نسخہ میں بھی یہی عبارت تھی۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ شیخ اکبر بھی شیعہ اثنا عشری تھے، پس یہ ماننا پڑے گا کہ وہ نسخہ جو شیخ اکبر کا دستخطی تھا، متصرفہ تھا، اس لئے کہ شیعہ اثنا عشری کے سوا کوئی محمد حسن العسکری کو مہدی موعود نہیں مانتا۔

مولف ازالۃ الغین نے یہ لکھا ہے۔

صاحب فتوحات زینہار نہ گفت کہ مہدی موعود فرزند امام حسن ثانی است کہ امام یازدہم بہ طور امامیہ باشد[2]

صاحب فتوحات نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ مہدی موعود فرزند ہیں حسن ثانی کے جو بہ طریق امامیہ گیارھویں امام ہوتے ہیں۔

اس سے فتوحات کی اس عبارت کی تردید ہو جاتی ہے جس میں فرزند حسن عسکری کا مہدی ہونا مذکور ہے۔

خود شعرانی نے کتاب الکبریت الاحمر میں فتوحات مکیہ کے ابواب کا خلاصہ دیا ہے، فتوحات کے باب (۳۶۶) میں امام مہدی کی علامتیں مذکور ہیں جن کا ماخذ احادیث صحاح وغیر صحاح سب کچھ ہے۔ الکبریت الاحمر میں جہاں مذکورہ باب کا خلاصہ دیا گیا ہے وہاں امام مہدی اور ان کی علامات کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے[3] غالباً شعرانی کے نزدیک اس کی نسبت شیخ اکبر کی طرف متحقق نہیں تھی۔

حاصل یہ کہ شیخ اکبر کی فتوحات متصرفہ ہے اس کے کسی ایک نسخہ کو قطعی قرار دیکر دوسرے نسخہ کے اختلاف کو تحریف قرار دینا جہل اور نادانی ہے۔

فتوحات مکیہ کی طرح امام غزالی کے نام سے کتاب الاحیاء میں بھی تحریف ہوئی ہے چنانچہ خود شعرانی نے لکھا ہے۔

وکذلک دسوا علی الامام الغزالی عدۃ مسائل فی کتاب الاحیاء وظفر القاضی عیاض بنسخۃ من تلک النسخ فامر باحراقھا[4]

اسی طرح بہت سے مسائل امام غزالی کے نام سے کتاب الاحیاء میں شامل کر دیئے، قاضی عیاض نے ان نسخوں میں سے ایک نسخہ کو پایا پس اس کو جلا دینے کے لئے حکم دیا۔

فتوحات مکیہ کی عبارت میں جب اس قدر تصرف ہو چکا ہے تو کم سے کم علامات مہدی کی حد تک فتوحات کے نسخہ کی صحت کا معیار احادیث صحیحہ ہوں گے، یعنے جو نسخہ احادیث صحیحہ کی موافقت کرے گا وہی صحیح سمجھا جائے گا۔

فتوحات مکیہ غالباً پہلی کتاب ہے جس میں علامات مہدی کو بلا لحاظ قوی وضعیف خلط ملط کر دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیر رضؓ نے مکتوب ملتانی میں فتوحات مکیہ کا اقتباس بقدر ضرورت پیش فرمایا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے دلیل ہشتم کے ذیل میں فتوحات کے حوالہ سے وہ عبارت نقل کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ

---

[1] الیواقیت والجواہر الجزء الثانی ص۲۸۸ [2] تکملہ ازالۃ الغین عن عبارت العین (طبع مطبع ثمر ہند ۱۲۹۵ھ) ص۸۹۶ [3] کبریت الاحمر قلمی (تصوف عربی نمبر ۴۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش) ص۱۷۳ [4] الیواقیت والجواہر (طبع مصر ۱۳۰۷ھ) الجزء الاول ص۱۲۔

امام مہدی دمشق میں غوطہ نامی مقام پر سفیانی کو ایک درخت کے نیچے ذبح کریں گے۔

حالانکہ لفظ سفیانی تک کتب صحاح میں مذکور نہیں ہے۔ ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ یہ عبارت شیخ اکبر کی لکھی ہوئی ہے خصوصاً جب کہ ہم نے اس سے قبل یہ ثابت کر دیا ہے کہ سفیانی کی روایت شیعوں کے موضوعات سے ہے۔

ابن حزم نے تو سفیانی کے خروج کو منجملہ امور باطلہ قرار دیا ہے، ابن حزم کی عبارت یہ ہے۔

کانتظار مجوس الفرس بهرام هماوند راکب البقرة وانتظار الروافض للمهدی وانتظار النصاری الذین ینتظرون فی السحاب وانتظار الصابیین ایضاً لقصة اخری وانتظار غیرهم للسفیانی [1]	جیسے مجوس فرس کا بہرام ھماوند کے لئے انتظار کرنا جو گاؤ سوار تھا اور رافضیوں کا مہدی کے لئے انتظار کرنا اور نصاریٰ کا انتظار جو ابر کی طرف دیکھتے ہیں اور صابئین کا انتظار کرنا دوسری باتوں کے لئے، اور ان کے سوا دوسروں کا سفیانی کے لئے انتظار کرنا۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح بہرام گاؤ سوار کا انتظار باطل ہے اسی طرح سفیانی کے ظہور کا انتظار بھی باطل ہے۔

حسن عسکری کے فرزند کے ظہور اور سفیانی کے خروج کی روایت دیکھکر ہی مولف ریحانۃ الادب نے شیخ اکبر کے متعلق یہ لکھا ہے۔

علامات ظهور آن ولی عصر ..... موافق کتب علمائے امامیہ نگارش داده [2]	اس ولی عصر یعنے مہدی کی علامتیں علمائے امامیہ کی کتابوں کے موافق لکھی ہیں۔

ریحانۃ الادب کا مولف شیعہ ہے اس کا کہنا ہے کہ شیخ اکبر نے مہدی کی جو علامتیں بیان کی ہیں وہ شیعی علماء کی کتابوں کے موافق ہیں اور مولف ہدیہ کا یہ ادعا ہے کہ فتوحات میں مہدی کی جو علامتیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہیں حالانکہ فتوحات کی عبارت جو شعرانی نے نقل کی ہے اس میں محمد بن حسن العسکری کا مہدی ہونا مذکور ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ فتوحات مکیہ متصرفہ ہے۔

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ فتوحات مکیہ میں تصرف ہوا ہے اور اس کے نسخوں میں اختلاف بھی ہے۔

ایسی صورت میں مولف ہدیہ کا بندگی میاں سید خوندمیرؒ پر تحریف کا افترا کرنا معترض کے عناد کو ظاہر کرتا ہے۔

اس پر بھی ہم اس کے دوسرے الزامات کی تردید کئے دیتے ہیں۔

(۱) بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے مکتوب ملتانی میں فتوحات مکیہ کے حوالہ سے امام مہدی کے خُلق کے باب میں یہ لکھا ہے۔

یشبه مع رسول الله فی الخلق بضم الخاء	مشابہ ہوں گے مہدی رسول اللہ صلعم کے اخلاق میں۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل ہشتم تحریف دوم کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ فتوحات کی عبارت اصل میں یہ ہے۔

یشبه رسول الله فی الخلق بفتح الخاء ویتنزل عنه فی الخلق لانه لایکون احد مثل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اخلاقه	مشابہ ہوں گے رسول اللہ کے صورت میں اور اخلاق میں آپ سے کم ہوں گے اس لئے کہ کوئی اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نہیں ہو سکتا۔

---

[1] الفصل فی الملل والاھواء والنحل (طبع مصر) الجزء الاول ص ۱۳۹ [2] ریحانۃ الادب (طبع ایران) جلد سوم ص ۴۹

فتوحات کی یہ عبارت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، یہ تصرف سے خالی نہیں اس لئے کہ حدیث میں امام مہدی کے باب میں یہ آیا ہے " خلقہ خلقی " اس کے علاوہ مہدی کے بارہ میں یشبہ فی الخلق (مشابہ ہوں گے اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اس حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ امام مہدی اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے دوسری حدیث میں خُلقہ خُلقی کے الفاظ بھی آئے ہیں، شیخ اکبر سے منسوبہ عبارت اس مفہوم کی نفی کر رہی ہے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ شیخ اکبر کے پیش نظر احادیث مہدی نہیں تھے۔

دوسرے یہ کہ خود شیخ اکبر نے امام مہدی کو رسول اللہ صلعم کی طرح رحمۃ للعالمین مانا ہے جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

فالمهدی رحمة الله كما كان النبی صلی الله علیه وسلم رحمة قال تعالیٰ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین والمهدی یقفو اثره ولا یخطی فلا بد ان یكون رحمة[1]	پس مہدی اللہ کی رحمت ہیں جس طرح کہ رسول اللہ رحمت الٰہی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر ہی بھیجا ہے۔ مہدی آپ کے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے پس ضرور ہے کہ رحمت الٰہی ہوں۔

جو شخص امام مہدی کو رسول اللہ صلعم کی طرح رحمۃ للعالمین مانتا ہو وہ اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے مثل کس طرح نہ مانے گا!

خود مولف ہدیہ مہدویہ نے باب ششم میں دلیل اول سے قبل یہ لکھا ہے۔

" پس محمد ابن سیرین کے کلام میں لفظ یعدل النبی سے مقصود یہی ہے کہ یشبہ النبی فی الاخلاق "

خود معترض نے تسلیم کر لیا ہے کہ امام مہدی اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے برابر ہوں گے تعجب ہے کہ اس نے فتوحات مکیہ کے اس نسخہ کو ترجیح دی جو حدیث صحیح اور خود اس کے مسلمات کے خلاف ہے۔

شعرانی کی وفات ۹۷۳ھ میں ہوئی ہے اور اس سے قبل شیخ ابو طاہر نے ۹۵۵ھ میں وفات پائی ہے۔

مکتوب ملتانی تو ۹۲۸ھ میں لکھا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو نسخہ صاحب مکتوب ملتانی کے پیش نظر تھا وہ متقدم نسخہ ہی تھا۔

فتوحات کا جو نسخہ صاحب مکتوب کے پیش نظر رہا ہوگا اس کے قدیم ہونے کے باب میں کون شبہ کر سکتا ہے۔

اس سے قطع نظر نسخہ کے اختلاف کو آج تک کسی نے تحریف سے تعبیر نہیں کیا، خصوصاً ایسی کتاب کے باب میں جس میں ایسے امور درج کر دیئے گئے ہوں جو مسلمات اہل سنت والجماعت کے بھی خلاف ہوں مثلاً محمد بن الحسن العسکری کا مہدی موعود ہونا وغیرہ۔

(ب) بندگی میاں سید خوندمیر نے امام مہدی کے علامات جو فتوحات کے حوالہ سے لکھے ہیں ان میں یہ بھی مذکور ہے۔

یاتیه الرجل یسمی جاهلا بخیلا جبانا فیصبح اعلم الناس اکرم الناس	مہدی کے پاس ایک شخص آئیگا، شام تک تو وہ بخیل، جاہل، اور بزدل رہا ہوگا اور صبح اس حالت میں رہیگا کہ سب سے

---

[1] الفتوحات المکیہ (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) الجزء الثالث ص ۳۲۳۔

اشجع الناس | بڑا عالم، سب سے بڑا فیاض، اور سب سے زیادہ شجاع ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے۔

"یاتیہ الرجل اپنی طرف سے بڑھا دیا اس واسطے کہ بغیر اس بڑھانے کے عبارت مابعد ان کے مہدی پر صادق نہ تھی بلکہ تکذیب کرتی تھی کیونکہ عبارت مابعد یہ ہے۔

یمسی جاہلا بخیلا جبانا فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس یعنے مہدی کو جس شب اللہ تعالیٰ مہدی بنا دیگا اس کی شام تک بے علم بخیل بے جرأت ہوں گے اور صبح کو سب آدمیوں سے زیادہ علم میں اور کرم میں اور شجاعت میں ہو جاوینگے الی آخرہ"[1]

معترض کو اس امر کا ادعا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے "یاتیہ الرجل" کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ حالانکہ یہ الفاظ کسی قدر اختلاف کے ساتھ دوسرے نسخوں میں بھی آئے ہیں۔

شعرانی نے فتوحات کے حوالہ سے جو عبارت درج کی ہے اس میں بھی "الرجل" کا لفظ موجود ہے۔

یمسی الرجل جاھلا وجبانا و بخیلا فیصبح عالما شجاعا کریما[2] | وہ شخص شام تک جاہل اور بخیل رہا ہوگا پھر صبح کو عالم شجاع اور کریم ہو جائے گا۔

یہی عبارت فتوحات مکیہ کے اس نسخہ میں بھی ہے جو مصر سے ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا ہے[3]

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "الرجل" کا لفظ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کا بڑھایا ہوا نہیں ہے، اب رہا "یمسی" کی جگہ "یاتیہ" آنا کوئی امر مستبعد نہیں ہے، ایسا جزئی اختلاف بھی نہایت متعارف ہے چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ اور معترض کی پیش کردہ عبارت میں اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس کے الفاظ آئے ہیں اور شعرانی کی پیش کردہ عبارت میں نیز فتوحات کے اس نسخہ میں جو مصر سے ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا ہے صرف "عالما شجاعا کریما" کے الفاظ آئے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مہدی کے باب میں فتوحات کے مطبوعہ نسخہ میں "یرفع المذاھب"[4] کے الفاظ آئے ہیں حالانکہ یہ الفاظ شعرانی کی عبارت میں جو فتوحات کے حوالے سے نقل کی گئی ہے سرے سے موجود ہی نہیں ہیں[5]

حاصل یہ کہ فتوحات کی زیر بحث عبارت سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص امام مہدیؑ کی صحبت کا شرف حاصل کرے گا اس کے عادات مذمومہ صفات حسنہ سے بدل جائیں گے۔

اب رہی یہ بات کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی روایت میں "یاتیہ الرجل" آیا ہے اور شعرانی کے ہاں "یمسی الرجل" ہے، یہ نسخوں کا اختلاف ہے، اس کے باوجود دونوں صورتوں میں امام مہدی کے پاس ایک شخص کا آنا ثابت ہے یعنے مہدیؑ کے پاس جو شخص آئے گا وہ بہت تھوڑی دیر میں کامل الاسلام والایمان ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اس کے لئے "یاتیہ الرجل" ہی زیادہ موزوں ہے۔

برزنجی نے الاشاعہ فی اشراط الساعہ کے الباب الثالث میں یہی روایت فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۶ سے اس طرح نقل کی ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صـ۹۲ [2] الیواقیت والجواہر (طبع مصر) الجزء الثانی صـ۲۸۸ [3] الفتوحات المکیہ الجزء الثالث صـ۳۲۳
[4] فتوحات مکیہ (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) الجزء الثالث صـ۳۲۳ [5] الیواقیت والجواہر الجزء الثانی صـ۲۸۸۔

یمسی الرجل فی زمانہ جاھلا بخیلا جبانا فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس [1]	شام کرے گا ایک شخص مہدی کے زمانہ میں اس حالت میں کہ وہ بخیل جاہل اور بزدل ہوگا اور صبح کرے گا اس حالت میں کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ جاننے والا سب سے زیادہ کریم اور سب سے زیادہ شجیع ہوگا۔

اس عبارت میں لفظ زمانہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع مہدی ہے اس سے بھی بندگی میاں سید خوند میر رضوی کی لائی ہوئی عبارت کی تائید ہوتی ہے کہ جاہل اور بخیل ہونا امام مہدی کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس شخص سے متعلق ہے جو مہدی کے پاس فیض پانے کے لئے آئے گا۔

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کی زبانی ارشاد فرمایا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (سورۂ یونس ع ۲)	اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کی زندگی کو آپ کی نبوت کے اثبات میں پیش کیا گیا ہے امام مہدی جو رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلیں گے وہ مبعوث ہونے سے قبل رسول اللہ صلعم کی طرح کیونکر صفات حسنہ سے متصف نہ ہوں گے؟

معترض اور اس کی شریک کار جماعت کو شرم نہ آئی کہ امام مہدی کو مبعوث ہونے سے قبل صفات مذمومہ سے متصف تسلیم کیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے آپ کے خلق سے متعلق یہ فرمایا ہے کہ خلقہ خلقی [2] اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے شبیہ فی الخلق [3] یعنے امام مہدی کا خلق رسول اللہ صلعم کا خلق ہوگا اور وہ اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلعم مبعوث ہونے سے قبل صفات حسنہ سے متصف تھے بالکل اسی طرح امام مہدی بھی بعثت سے قبل صفات حسنہ سے متصف ہوں گے۔

بخاری نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

لا تجدونی بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا [4]	نہیں پائے تھے تم مجھکو نہ بخیل نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل صفات مذمومہ سے متصف نہیں تھے۔ امام مہدی سے متعلق یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہوں گے یعنے وہ بعثت سے قبل بھی نہ تو بخیل ہوں گے اور نہ جھوٹے اور نہ بزدل۔

اس لحاظ سے فتوحات کی مذکورۂ بالا عبارت میں بالفرض "الرجل" کا لفظ نہ بھی ہوتا تو وہی شخص امام مہدی کو بعثت سے قبل صفات مذمومہ سے متصف قرار دیتا جو دشمن رسول و دشمن اہل بیت ہوتا۔

جس طرح محمد بن حسن العسکری کے الفاظ فتوحات کی عبارت میں بڑھا دیئے گئے ہیں اسی طرح ممکن ہے دشمنان اہل بیت نے زیر بحث عبارت میں سے لفظ "الرجل" حذف کر دیا ہو تاکہ مولف ہدیہ جیسے نادان اور فن حدیث سے نابلد افراد امام مہدی کو جو اہل بیت رسول سے کامل ترین فرد ہوں گے، صفات مذمومہ سے متصف سمجھیں! اب رہی وہ حدیث

---

[1] الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ (حدیث قلمی نمبر ۱۲۶ آئیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش) صفحہ ۱۳۹ [2] عقد الدرر قلمی الباب الثانی۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۳۲۱۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۴۹۵۔

جو ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

المهدی من اهل البیت یصلحه الله فی لیلة	مہدی اہل بیت سے ہوں گے ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ ان میں صلاحیت پیدا کردے گا۔

یہاں لیلۃ سے اس کے حقیقی معنے شب مراد نہیں ہے بلکہ قلت وقت مراد ہے اور اصلاح سے یہ مراد ہے کہ ان میں مہدیت کی صلاحیت پیدا کردے گا اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ بے واسطہ آپ کو تعلیم دے، مذکورہ حدیث میں منصب مہدیت کے عطا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اس روایت میں یہ تو کہیں مذکور نہیں ہے کہ امام مہدی بعثت سے قبل صفات مذمومہ سے متصف ہوں گے یا یہ کہ آپ بخیل، بزدل اور جھوٹے ہوں گے!

فتوحات کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص امام مہدی کی معیت میں آجائے گا، اس کے صفات مذمومہ صفات حسنہ سے بدل جائینگے، وہ بزدل تھا تو شجاع ہو جائیگا، جاہل تھا تو عالم ہو جائے گا، کاذب تھا تو صادق ہو جائے گا۔

حاصل یہ کہ فتوحات مکیہ کے نسخوں میں مبتدعین نے تصرف کیا ہے، اس سے بھی اس کے نسخوں کا باہمی اختلاف بڑھ گیا، کسی کتاب کے نسخوں میں اختلاف ہو اور کسی نے ایک نسخہ سے عبارت نقل کی تو اس پر تحریف کا الزام کس طرح عاید کر دیا جائیگا؟ خصوصاً جب کہ معترض کی مسلمہ عبارت سے احادیث صحیحہ کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہو!

تحریف کی مثال خود مولف ہدیہ نے جو تحریف کی ہے اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

بندگی میاں سید خوندمیر رح نے شیخ اکبر کی فتوحات سے مندرجہ ذیل اشعار نقل کئے ہیں۔

الا ان ختم الاولیا شهید	وعین اما م العالمین فقید
هو السید المهدی من آل احمد	هو الصارم الهندی حین یبید

(ا) مولف ہدیہ مہدویہ نے آپ کو تحریف معنوی کا الزام دیا ہے حالانکہ بندگی میاں سید خوندمیر رح نے ان اشعار کے معنے میں کسی قسم کی تعیین نہیں فرمائی۔

مولف ہدیہ کا یہ ادعا غلط ہے کہ ختم الاولیاء سے مراد عیسیٰ کی ذات ہے، نواب صدیق حسن خاں نے مذکورہ اشعار کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد به ختم الاولیاء مهدی است[1]	ختم الاولیاء سے مراد مہدی ہے

برزنجی کی عبارت برزنجی نے الاشاعہ فی اشراط الساعہ میں تکملہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد بختم الاولیاء المهدی	ان کی مراد ختم الاولیاء سے مہدی ہے

(ب) ختم الولایت سے متعلق جو عبارت ہے وہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

الختم ختمان بختم الله به الولایة مطلقا وختم یختم الله به الولایة

---

[1] حجج الکرامہ فی آثار القیامہ (طبع بھوپال) ص ۳۸۳

المحمدیۃ الیٰ آخرہ (باب سوم دلیل دہم)

مولف ہدیہ نے اس کو مکتوب ملتانی کا جزو قرار دیا ہے حالانکہ یہ عبارت مکتوب ملتانی میں نہیں ہے۔
خاتم سلیمانی میں یہ عبارت مکاتیب کے ذیل میں درج کی گئی ہے، خاتم سلیمانی کی عبارت یہ ہے۔

آغاز ذکر مکاتیب، این کلام بندگی میاں سید خوندمیر در بیان ولایت خاص و ولایت عام تسطیر فرمودہ اند۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الختم ختمان الیٰ آخرہ (گلشن یازدہم چمن اول)

آغاز ذکر مکاتیب، یہ کلام بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے ولایت خاص اور ولایت عام کے بیان میں تحریر فرمایا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم دو ہیں الیٰ آخرہ

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے ایک مکتوب لکھا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ مکتوب کی عبارت بالکل فتوحات کی عبارت کے مطابق ہو۔

خاتم الولایت اور قرآن و حدیث

یہ بھی واضح رہے کہ لفظ "خاتم الولایت" نہ تو قرآن میں آیا ہے اور نہ حدیث میں، یہ تو صوفیہ کی ایک اصطلاح ہے چنانچہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے بھی اسکی تصریح فرمادی ہے

فاعلم ایھا الاخ ان طلب بیان لفظ خاتم الولایۃ بالقرآن والاحادیث الصحیحۃ غیر صحیح از لا یخفی علی العالم ان اطلاق ھذا اللفظ علی المھدی من مصطلحات الصوفیۃ لیس علیہ حدیث ضعیف فضلا عن الصحیح والکتاب وھل علیہ دلیل سوی اقوال الصوفیۃ والذی وقع فی الاحادیث من الالفاظ الامام والخلیفۃ وخاتم الدین کما ذکرنا قبل وھو قولہ یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا (منہاج التقویم ص ۱۳۱ و ۱۳۲)

پس جان اے بھائی لفظ خاتم الولایت کا بیان قرآن اور احادیث صحیحہ سے طلب کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ عالم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مہدیؑ پر اس لفظ کا اطلاق صوفیہ کی اصطلاح سے ہے، اس پر کوئی حدیث ضعیف بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ حدیث صحیح اور کتاب اللہ سے کوئی دلیل ہو، اقوال صوفیہ کے سوا اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، احادیث میں مہدیؑ کی شان میں جو الفاظ آئے ہیں وہ امام خلیفہ اور خاتم دین کے ہیں جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے اور وہ آنحضرتؐ کا قول ہے کہ ختم کرے گا اللہ اس سے (یعنے مہدیؑ سے) دین کو جیسا کہ شروع کیا ہم سے۔

اسی طرح "خاتم الاولیاء" بھی کسی حدیث میں امام مہدی کے لئے نہیں آیا، البتہ حدیث صحاح میں خلیفۃ اللہ مہدی کے الفاظ آئے ہیں۔

صوفیہ کی اصطلاح داخل عقائد کس طرح ہو جائے گی خصوصاً جب کہ وہ خصم کو ملزم گردانتے کے لئے پیش کی گئی ہو۔

(ج) مولف ہدیہ نے حدیث رسول اللہ صلعم سے چند الفاظ حذف کر دیئے تاکہ حدیث کی غلط طریقہ پر توضیح کی جا سکے۔

معترض کا یہ ادعا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد کسی کو صدیق اکبر نہیں کہہ سکتے اس کے ذیل میں ابن ماجہ کی حدیث اس طرح نقل کی ہے۔

" ابن ماجہ نے روایت کیا کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کذاب الحدیث۔	میں عبد اللہ ہوں اور رسول اللہ صلعم کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں نہیں کہے گا اس کو میرے بعد سوائے کذاب کے۔

حالانکہ مذکورہ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

صلیت قبل الناس سبع سنین[1]	میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔

مولف ہدیہ نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے اور اپنے فریب کو چھپانے کے لئے حدیث کے آخر میں " الحدیث " لکھدیا تاکہ ناواقف یہ سمجھے کہ حدیث بقدر ضرورت پیش کی گئی ہے حالانکہ حذف کردہ الفاظ کے بغیر، حدیث کے معنے واضح ہی نہیں ہو سکتے۔

مولف ہدیہ کا ادعا یہ ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر کو صدیق نہیں کہہ سکتے اور دلیل میں ابن ماجہ کی روایت ناتمام نقل کی ہے تاکہ عام لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت علیؓ کو صدیق اکبر کہہ سکتے ہیں دوسروں کو نہیں حالانکہ اس حدیث سے خود حضرت ابوبکرؓ کے صدیق اکبر ہونے کی نفی ہو رہی ہے۔

حضرت علی نے اپنے صدیق اکبر ہونے کی یہ دلیل پیش فرمائی ہے کہ آپ نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ بھی شامل ہیں، اس کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت ابوبکر سے سات سال قبل آپ نے نماز پڑھی ہے اس بنا پر آپ یعنے حضرت علی صدیق اکبر ہیں، آپ کے بعد معترض کی ادعا کی بنا پر اصحاب رسول میں اور کوئی صدیق اکبر نہیں ہو سکتا!

اس حدیث سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول میں صرف حضرت علی صدیق اکبر ہیں اور بس، کیا معترض کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

مذکورہ حدیث میں اس امر کی تو خبر نہیں دی گئی ہے کہ اول امت کے مراتب بعد کو آنے والے حاصل نہ کر سکیں گے خصوصاً جب کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ مجھ سے شدت کے ساتھ محبت رکھنے والے وہ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے۔ اس کی تفصیل مراتب اصحاب کے ذیل میں اس سے قبل دی جا چکی ہے۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں صدیق اکبر تھے اسی طرح امام مہدی کے اصحاب میں اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب میں بھی صدیق اکبر ہو سکتے ہیں، حضرت علیؓ کا قول اصحاب رسول کی حد تک ہے، امام مہدی کے اصحاب اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب میں صدیق اکبر ہونے کی نفی نہیں کر رہا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے اپنے آپ کو صدیق نہیں فرمایا ہے بلکہ امام علیہ السلام نے بطور بشارت آپ کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے۔

شما صدیق ولایت ہستید (تعلیقات میاں سید عالم)	تم صدیق ولایت ہو۔

کیونکہ امام علیہ السلام کے دعوئ موکد کے بعد سب سے پہلے شاہ خوندمیرؒ نے امام علیہ السلام کی تصدیق فرمائی ہے اور یہی

---

[1] سنن ابن ماجہ (طبع مطبع فاروقی) صـ۱۲۔

اصحاب مہدی میں آپکے صدیق اکبر ہونے کی علت ہے چنانچہ شاہ برہانؒ نے یہ بیان کیا ہے۔

بعد از اظہار دعوئی مہدیت امیر سید خوندمیرؓ صدیق اکبر شد[1] | دعوئی مہدیت کے اظہار کے بعد امیر سید خوندمیرؓ صدیق اکبر ہوئے۔

(۱۱) عقیدہ شریفیہ کی عبارت اور معترض کا شبہ

بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عقیدہ شریفیہ کی ابتدا میں یہ عبارت لکھی ہے۔

قال امام المهدی صلی الله علیه وسلم علمت من الله بلا واسطة جدید الیوم قل انی عبد الله تابع محمد رسول الله محمد مهدی آخر الزمان وارث نبی الرحمان عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقة والشریعة والرضوان

فرمایا امام مہدی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بلا واسطہ تعلیم پاتا ہوں اللہ سے ہر روز نئی کہہ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور محمد رسول اللہ صلعم کا تابع۔ محمد مہدی آخر الزماں، وارث پیغمبر خدا جاننے والے علم قرآن اور ایمان کے، بیان کرنے والے حقیقت، شریعت اور خوشنودی حق کے۔

المقصود بنده سید خوندمیر بن موسیٰ عرف چھجو ایں احکام را از زبان سید محمد مهدی علیه السلام شنیده است و او فرموده است هر حکمے که بیان کنم از خدا و بامر خدا بیان کنم الی آخره

المقصود بندہ سید خوندمیر بن موسیٰ عرف چھجو نے ان احکام کو حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کی زبان سے سنا ہے اور آپنے فرمایا ہے کہ جو حکم کہ میں بیان کرتا ہوں خدا سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا عربی عبارت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عقیدہ شریفیہ کی ابتداء میں لکھی ہے، اس کے بعد فارسی عبارت کا آغاز ہوتا ہے۔

مولف ہدیہ نے باب ہشتم دلیل ہفتم میں تمام عبارت کو امام علیہ السلام کی طرف نسبت دے کر اس کو قرآن قرار دیا ہے۔

ہدیہ کی عبارت یہ ہے۔

"اب سنئے مہدی متنازع فیہ کے قرآن کا حال الی آخرہ"

حالانکہ قال الامام المهدی کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ بعد کی عبارت امام علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

مذکورہ صدر عربی عبارت کے تین حصے ہیں۔

پہلا حصہ قال الامام المهدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ بندگی میاں سید خوندمیر کی عبارت ہے۔

دوسرا حصہ علمت من اللہ سے شروع ہو کر محمد رسول اللہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ امام علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

تیسرا حصہ محمد مہدی سے شروع ہو کر الرضوان پر ختم ہو جاتا ہے، اس میں بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے امام علیہ السلام کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔

امام علیہ السلام نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجھے یہ حکم ہوتا ہے اور اس حکم کی توضیح آپنے کسی زبان میں کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ الفاظ جو آپ کی زبان سے نکلے من وعن اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ ہوں۔

---

[1] دفتر اول رکن دوم باب دوم

متعدد حدیثیں ایسی ملتی ہیں جہاں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔
ذیل میں صرف ایک مثال دی جاتی ہے۔

وان ربی قال یا محمد انی اذا قضیت امرا فانہ لا یرد[1]	اور تحقیق کہ میرے پروردگار نے کہا اے محمد تحقیق کہ جب میں کسی امر کو نافذ کر دیتا ہوں تو وہ لوٹایا نہیں جا سکتا۔

کیا ایسی تمام حدیثوں پر بھی آیات قرآنی کا اطلاق ہوگا؟
حاصل یہ کہ عقیدہ شریفہ کی ابتدائی عبارت کے حصہ دوم کی نسبت امام علیہ السلام کی طرف ثابت ہے، بقیہ عبارت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی ہے۔
مولف ہدیہ نے امام علیہ السلام کے ارشاد اور بندگی میاں سید خوندمیر کی عبارت سے متعلق چار شبہات پیش کئے ہیں ان کی ذیل میں تردید کی جاتی ہے۔
(۱) پہلا اعتراض یہ ہے کہ بلا واسطہ جدید سے واسطہ جدید کی نفی ہو رہی ہے واسطہ قدیم کی نہیں حالانکہ لفظ جدید واسطہ کی صفت ہی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ واسطہ مونث ہے اور جدید مذکر ہے!
معترض نے اس اعتراض کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ جدید الیوم میں جو لفظ جدید آیا ہے اس کو علمت کی قید قرار دیں تو لفظ جدید پر ایک الف کا ہونا ضروری ہے علاوہ اس الف کے جو الیوم میں موجود ہے اہل علم ہی جان سکتے ہیں کہ نہ تو لفظ جدید واسطہ کی صفت ہے اور نہ جدید کو جدیدا پڑھنے کی ضرورت "جدید الیوم" ایسا ہی ہے جیسا کہ "جدیدۃ الایام" صاحب معجم البلدان کے پیش کردہ مندرجہ ذیل شعر میں

تبکی مغانی الناس الا غزوۃ	بالطالقان جدیدۃ الایام[2]
لوگوں کی جتنی لشکر کشی ہے وہ سب گریاں ہے (اپنی بدحالی پر)	بجز اس لشکر کشی کے جو طالقان میں ہوئی تھی اور جدید الیوم ہے (باعتبار کامیابی کے)

"جدیدۃ الایام" کی ترکیب بھی تو "جدید الیوم" کے مانند ہے۔
عقیدہ شریفہ کی عبارت میں جدید الیوم کے معنے ہیں جدید من حیث الیوم اور اس سے مراد جدید فی کل یوم ہے۔
غرض جدید الیوم صفت ہے اور اس کا موصوف علما مقدر ہے، اب عبارت یوں ہوگی۔

علمت من اللہ بلا واسطۃ علما جدیدا الیوم	سکھایا گیا مجھے اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے ہر روز جدید علم۔

حاصل یہ کہ علمت کے قرینہ کی بنا پر جدید الیوم سے قبل علما جو موصوف ہے مقدر ہے اور اس طرح قرینہ کی بناء پر موصوف کو مقدر ماننا از روئے کلام اللہ بھی جائز ہے۔
اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے

وعندھم قاصرات الطرف (الصافات ع۳)	اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہوں گی۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مغنی اللبیب نے ای حور قاصرات لکھا ہے[3] یعنے حوریں جن کی نظریں نیچی ہوں گی قاصرات الطرف،

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۷۰ [2] معجم البلدان (طبع یورپ) جلد ثالث ص۴۹۳ [3] مغنی اللبیب الباب الخامس۔

صفت مرکب ہے اور اس کا موصوف عور (جمع حوراء) مقدر ہے۔
اسی طرح جدید الیوم بھی صفت مرکب ہے اور اس کا موصوف علما مقدر ہے۔

(ب) مولف ہدیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عالم علم الکتاب میں لفظ علم کو عالم کا مفعول قرار دینا غلط یا تر تکلف ہے۔
اس اعتراض سے بھی معترض کا جہل ظاہر ہوتا ہے،
عالم کے معنے ہیں جاننے والا، عالم الکتاب کے معنے ہوں گے کتاب کا جاننے والا ایک شخص قرآن کو کلام الٰہی جانتا ہے، دوسرا صرف اس کی ناظرہ خوانی کرتا ہے، ہر ایک پر عالم الکتاب کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ علوم قرآنی بھی جانے۔
عالم الکتاب سے یہ مراد ہے کہ امام مہدی کو کلام اللہ کے جملہ علوم سے کما حقہ آگاہی ہوگی، اب رہا لفظ علم کو عالم کا مفعول قرار دینا درآنحالیکہ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے، ایسے طبائع پر گراں گزرتا ہے جو عربیت سے بیگانہ ہوں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وعلمناہ من لدنا علما (الکھف ع ۹۰) | اور سکھایا تھا ہم نے اس کو علم اپنے پاس سے۔

یہاں علما مفعول ثانی واقع ہوا ہے علمنا کا۔
حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من النار[1] | جس شخص سے سوال کیا گیا کسی ایسے علم کی نسبت جسے وہ جانتا ہے، مگر اس نے اس کو ظاہر نہ کیا تو قیامت کے دن آگ کی لگام اس کو لگائی جائیگی۔

یہاں علم کو علمہ کا مفعول قرار دیا گیا ہے۔
صاحب فتوحات مکیہ نے یہ لکھا ہے۔

وما یعلمہ المھدی اعنی علم القیاس[2] | نہیں جانینگے مہدی اس کو یعنے علم القیاس کو۔

یہاں علم القیاس یعلم کا مفعول قرار پایا ہے۔
اسی طرح علم الکتاب کو عالم کا مفعول قرار دیں تو کونسا ادبی سقم پیدا ہو سکتا ہے؟
اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے علم اور کتاب کا علٰحدہ علٰحدہ ذکر کیا ہے۔

(ا) یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر (لقمٰن ع ۳) | اور جھگڑا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں، بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے، اور بغیر کتاب روشن کے۔

یہاں علم کا کتاب سے علٰحدہ ذکر کیا گیا ہے، اب اگر کوئی علم کو کتاب کی طرف مضاف کر کے علم الکتاب کہے تو کس طرح مورد اعتراض ہوگا؟
(ب) خود کلام اللہ میں علم الکتاب کے الفاظ آئے ہیں۔

ومن عندہ علم الکتاب (الرعد ع ۶) | وہ جس کے نزدیک علم کتاب ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صـ ۱۶۲ ۔ [2] فتوحات مکیہ الجزء الثالث صـ ۳۴۴، و صـ ۳۴۱ ۔

امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

یعلمہ علم القرآن [1] | اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے اس کو علم القرآن

علم القرآن مفعول ثانی واقع ہوا ہے یعلم کا کیا مولف ہدیہ اور اس کے متبعین یہاں بھی اعتراض کریں گے کہ لفظ علم بے موقع ہے اور صرف یعلمہ القرآن کافی تھا!!

اب اگر علم الکتاب کے جاننے والے کو عالم علم الکتاب کہیں تو محل اعتراض کیا ہے؟

اس سے قطع نظر صاحب مدارج النبوۃ نے جہاں رسول اللہ صلعم کے اسمائے صفاتی درج کئے ہیں وہاں "العالم علم الایمان" [2] کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ کیا مدعی اس پر بھی اعتراض کرے گا کہ العالم کے بعد صرف "الایمان" کافی تھا لفظ علم کی ضرورت نہیں!!

(ج) مولف ہدیہ مہدویہ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ علم الکتاب والایمان میں لفظ ایمان کا عطف علم الکتاب پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ علم الکتاب میں خود ایمان داخل ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ "ایمان خود علم ہے گرویدگی کے ساتھ۔"

مولف ہدیہ کا یہ اعتراض کلام اللہ سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (سورۃ البقرۃ ع ۱۴) | اور سکھلاوے ان کو کتاب اور حکمت

یہاں کتاب اور حکمت کا علٰحدہ علٰحدہ ذکر کیا گیا ہے، غالباً معترض اور اس کے متبعین یہاں بھی تعرض کریں گے کہ کتاب کی تعلیم میں حکمت کی تعلیم بھی داخل ہے اس لئے الحکمۃ کا استعمال یہاں مفید معنے نہیں!!!

اس سے قطع نظر خود کلام اللہ سے ثابت ہے کہ کتاب کا جاننا اور ہے ایمان کا جاننا اور۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (الشوریٰ ع ۵) | آپ یہ نہ جانتے تھے کہ کتاب اللہ کیا ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے

یہاں جاننا کتاب سے بھی متعلق ہے اور ایمان سے بھی، اس لحاظ سے علم الکتاب والایمان قرآن کی زبان کے عین مطابق ہے۔

معترض کے ادعا سے تو قرآن کی زبان پر بھی اعتراض وارد ہو جائے گا!

علم الایمان کے استعمال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اسمائے صفاتی میں "العالم علم الایمان" کے الفاظ بھی آئے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

(د) مولف ہدیہ مہدویہ کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ مبین الحقیقۃ والشریعۃ والرضوان میں لفظ رضوان محض سجع کے لئے ہے مفید معنی نہیں، اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حقیقت اور شریعت جامع رضوان ہے۔

معترض کا یہ اعتراض بھی قرآنی تعلیم سے بے بہرہ رہنے پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جہاں شریعت کے اتباع کا

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع استانبول) الجزء الخامس ص ۲۱۳۔ [2] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۶۵۔

حکم دیتا ہے وہاں رضوان کے اتباع کو بھی اہمیت دیتا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها (الجاثیہ ع ۲)	پھر ہم نے قائم کیا تجھ کو شریعت پر امر دین سے پس اس کا اتباع کر۔

یہاں شریعت کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

يهدى به الله من اتبع رضوانه (المائدہ ع ۳)	ہدایت کرتا ہے اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کی جو اس کی رضامندی کا اتباع کرتا ہے۔

اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہدایت، اتباع رضوان الٰہی پر موقوف ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ امام مہدی جو صاحب علم الکتاب والایمان ہیں، شریعت اور رضوان کو بیان کریں گے تو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہوا!

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تلك آيات القرآن وكتاب مبين (النمل ع ۱)	یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب روشن کی۔

یہاں کتاب مبین کا عطف قرآن پر ہے اور یہ مفید معنے، ایسی صورت میں رضوان کا عطف حقیقت اور شریعت پر کس طرح مفید معنے نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

ولقد اتيناك سبعا من المثانى والقرآن العظيم (الحجر ع ۲)	اور تحقیق دیں ہم نے تجھ کو سات چیزیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

اس آیت میں قرآن کا عطف سبع المثانی پر ہے اور سبع المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو نماز میں دہرا کر پڑھی جاتی ہیں چنانچہ صاحب مدارک نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اى سبع آيات وهى الفاتحة (الجزء الثانی)	یعنے سات آیتیں اور وہ سورۂ فاتحہ ہے۔

قرآن کا عطف سورۂ فاتحہ پر ہے اور یہ مفید معنے ہے تو بھلا عقیدۂ شریفہ کی زیر بحث عبارت میں رضوان کا عطف جو شریعت اور حقیقت پر ہے وہ کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا؟

حاصل یہ کہ عقیدۂ شریفہ کی عبارت کا لفظ لفظ، قرآن وحدیث کے معنے اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس سے تعرض کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ وہ خود قرآن وحدیث کی زبان اور اس کے معانی سے بے بہرہ ہے!!!

(۱۲) عدم فہم کا الزام مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل نہم کے ذیل میں اس امر کا ادعا کیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے اصحاب مہدی کی فضیلت کے باب میں جو عبارت فتوحات مکیہ سے نقل فرمائی ہے وہ بالعموم اصحاب امامؑ اور بالخصوص بندگی میاں سید خوندمیر کے حسب حال نہیں ہے۔

فتوحات کی عبارت ذیل میں درج کرکے تحقیق کی جاتی ہے۔

وهم على اقدام رجال من الصحابة صدقوا ما عاهدوا الله عليه وهم منهم الاعاجم ما فيهم عربي لكن لا يتكلمون الا بالعربية لهم حافظ ليس من جنسهم ما عصى الله قط هو اخص الوزراء و افضل الامناء	وہ صحابۂ رسول کے قدم پر ہوں گے" اور انہوں نے سچ کر دکھایا جس پر اللہ سے عہد کیا تھا' وہ عجمی ہوں گے اور ان میں کوئی عربی نہ ہوگا لیکن متکلم نہیں کرتے ہیں مگر عربی (قرآن) سے' ان کا ایک حافظ ہے جو ان کی جنس سے نہیں اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی وہ وزراء میں خاص ہے اور امانت داروں میں افضل ہے۔

امر اول یہ کہ وہ اصحاب رسول کے قدم پر چلیں گے' اس کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں امام علیہ السلام کے تبع تابعین کے باب میں جو اس کے معاصر تھے یہ بیان کیا ہے کہ اگر ان کا کچھ حال لکھا جائے تو اور ایک تذکرۃ الاولیاء مرتب ہو جائے گا' اس سے اصحاب مہدی کے مراتب کا اندازہ ہو سکتا ہے نجات الرشید کی عبارت اس سے قبل نقل کی جا چکی ہے۔

امر دوم یہ کہ وہ عجمی ہوں گے ان میں کوئی عرب نہ ہوگا۔ امام علیہ السلام کے برگزیدہ اصحاب عجمی تھے کیونکہ ان کی پیدائش عجم میں ہوئی تھی عرب کے سوا سب پر عجم کا اطلاق ہوتا ہے ورنہ عربوں نے بھی امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے' آپ کے مہاجرین بغدادی بھی تھے چنانچہ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں جو شیر کا سب سے قدیم ماخذ ہے یہ مذکور ہے۔

روزے میاں عبداللہ بغدادی عرض کردند الی آخرہ	ایک روز میاں عبداللہ بغدادی نے عرض کی

امر سوم یہ کہ وہ عربی کے بغیر تکلم نہیں کریں گے۔

واضح ہو کہ صاحب فتوحات نے مذکورۂ بالا عبارت میں اصحاب مہدی کے مراتب بیان کئے ہیں یہ بیان کرنا تو مقصود نہیں تھا کہ ان کی مادری زبان کیا تھی اور ان کی اختیاری زبان کیا ہوگی۔ عربی میں بات چیت کرنا اصحاب مہدی کا طرۂ امتیاز نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی شناخت کی علامت قرار دی جا سکتی ہے کیوں کہ ایک فاسق و فاجر بھی عجمی ہونے کے باوجود عربی میں گفتگو کر سکتا ہے!

واقعہ یہ ہے کہ مذکورۂ بالا عبارت میں "العربیۃ" سے قرآن مراد ہے کیونکہ عربی زبان میں تکلم کرنا وجہ فضیلت نہیں ہو سکتا البتہ از روئے قرآن تکلم کرنا وجہ فضیلت ہے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ "العربیۃ" کہکر اس سے قرآن مراد لے سکتے ہیں کہ نہیں۔

صاحب نہایہ نے حضرت عمر سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لا تنقشوا فی خواتیکم العربیۃ[1] | مت نقش کرو اپنی انگوٹھیوں میں عربی کا۔

اس کے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے۔

کان ابن عمر یکرہ ان ینقش فی الخاتم القرآن[2] | ابن عمر انگوٹھی میں قرآن کے (الفاظ) نقش کرنے کو مکروہ جانتے تھے

ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ "العربیہ" سے قرآن مراد ہے۔

اب فتوحات کی عبارت لا یتکلمون الا بالعربیۃ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے صرف تکلم بالقرآن مراد ہے، تکلم بالقرآن کی توضیح دارمی کی روایت سے ہو جاتی ہے جو اس نے حضرت ابوہریرہ سے تخریج کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قرأ طٰہٰ و یٰسٓ قبل ان یخلق السمٰوات والارض بالف عام فلما سمعت الملائکۃ القرآن قالت طوبی لامۃ ینزل علیھا وطوبی لاجواف تحمل ھذا وطوبی لالسنۃ تتکلم بھذا[3]

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے ایک ہزار برس قبل سورۂ طٰہٰ و یٰسٓ پڑھا پس جب ملائکہ نے قرآن سنا تو کہا خوشی ہو اس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہوا اور خوبی ہو ان سینوں کے لئے جو اس کے حامل ہوں اور خوشی ہو ان زبانوں کے لئے جو اس (یعنے قرآن) سے تکلم کرتی ہیں۔

حدیث کے آخری الفاظ تتکلم بھذا سے تتکلم بالقرآن مراد ہے یعنے تکلم کرتی ہیں قرآن سے جس طرح قرآن پڑھنا تکلم بالقرآن میں داخل ہے اسی طرح قرآن پڑھکر اس کے مطالب بیان کرنا بھی تکلم بالقرآن میں داخل ہے۔

اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں یہ آیا ہے۔

ویتکلمون بالسنتنا | اور کلام کرتے ہیں ہماری زبان سے یعنے عربی سے۔

اس کے ذیل میں اشعۃ اللمعات میں یہ مذکور ہے۔

متکلم می کنند بقرآن وحدیث ومواعظ وحکم تکلم | متکلم کرتے ہیں قرآن وحدیث سے اور مواعظ وحکمت سے۔

یہاں بھی تکلم بالعربیہ سے بیان قرآن وحدیث مراد ہے۔

اب فتوحات کی عبارت کا مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ اصحاب مہدیؑ از روئے قرآن تکلم کریں گے۔ یہ ان کے بیان قرآن کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بیان قرآن دائرہ مہدویہ کی خصوصیت سے ہے یہاں تک کہ لفظ بیان تفسیر معانی قرآن کے لئے مختص ہو گیا۔ اصحاب امامؑ کے بیان قرآن کا اندازہ کرنے کے لئے آپ کے تابعین کے باب میں ملا عبدالقادر بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے وہ کافی ہے۔ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ شیخ برہان کالپیؒ نے بندگی ملک الہدادؑ سے فیض حاصل کیا اور بندگی ملک الہدادؑ امام علیہ السلام کے تربیت ہیں، بدایونی نے شیخ کالپی کے باب میں یہ لکھا ہے

اوقات بپاس انفاس بطریق مہدویہ میگذرانید و با آنکہ | مہدویہ طریقہ پر پاس انفاس میں اوقات بسر کرتے تھے،

---

[1] النہایہ (طبع مصر) الجزء الثالث ص ۷۸ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۳۷ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۷۹
[2] " " " "

علوم عربیہ ہیچ نخواندہ بود تفسیر قرآن بوجہ بلیغ می گفت و صاحب کشف قلوب بود[1]

اگرچہ علوم عربیہ سے کچھ بھی نہیں پڑھا تھا لیکن قرآن کی تفسیر بلیغ طریقہ پر کرتے تھے اور انہیں کشف قلوب حاصل تھا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ برہان کالپی عجمی ہونے اور علوم عربیہ کچھ بھی نہ جاننے کے باوجود تفسیر قرآن بلیغ طریقہ پر کرتے تھے اس سے بہتر تکلم بالقرآن کیا ہو سکتا ہے۔ اسی پر اصحاب مہدی کے بیان قرآن کا قیاس کیا جا سکتا ہے!

امر چہارم یہ کہ اصحاب مہدی کا ایک حافظ ہوگا۔

اس کا مصداق بندگی میاں سید خوندمیرؓ ہیں حافظ اور نگہبان کا کام نصرت عطا کرنا ہے، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ناصر دین ہوں گے جیسا کہ صاحب شواہد الولایت نے باب ہفدہم میں بیان کیا کہ امامؑ نے یہ فرمایا ہے۔

برادرم سید خوندمیرؓ ذات شما سلطانا نصیرا است ناصر ولایت مصطفیٰ ہستید۔

امام نے فرمایا کہ بھائی سید خوندمیرؓ تم سلطانا نصیرا ہو ولایت مصطفیٰ کے ناصر ہو۔

اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل کیگئی ہے۔

نقلیات میاں سید عالمؒ میں یہ صراحت ہے کہ امام علیہ السلام نے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو "ناصر دین" فرمایا ہے۔

سنہ ۹۳۰ھ سے قبل ہی بندگی ملک مہریؓ صحابی مہدی نے شاہ خوندمیرؓ کی مذکورہ منقبت اس طرح بیان کی ہے۔

حافظ اصحاب امام ملل

مشکلش از حق ہمہ فی الحال۔

امام ملل کے اصحاب کی حفاظت کرنے والے

ہر حالت میں ان کی مشکل حق سے حل ہوتی ہے۔

"حافظ اصحاب" سے حافظ دین اصحاب مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وینصرون اللہ ورسولہ (الحشر ع ۱)

اور نصرت دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

ای ینصرون دین اللہ ویعینون رسولہ[1]

یعنے نصرت دیتے ہیں اللہ کے دین کو اور مدد کرتے ہیں اس کے رسول کی۔

اسی طرح "حافظ اصحاب" کے معنے ہیں "حافظ دین اصحاب" چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ امام کی بشارت پر "ناصر دین" ہیں خصوصاً اس بنا پر کہ آپ نے اثبات مذہب میں متعدد رسالے لکھے ہیں۔

امر پنجم یہ کہ وہ حافظ، اصحاب مہدیؑ کے جنس سے نہ ہوگا، یہ بھی بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے حسب حال ہے اس لئے کہ بنی فاطمہ سے ہیں۔ امامؑ کے برگزیدہ اصحاب بارہ[12] ہیں، ان میں سے اکثر بنی فاطمہ سے نہیں ہیں۔

واضح رہے کہ لفظ جنس یہاں منطقی اصطلاح نہیں ہے، وہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ منتہی الارب نے یہ لکھا ہے۔

فالابل جنس من البہائم[2]

پس اونٹ جنس ہے چوپایوں میں سے

امر ششم یہ کہ وہ وزراء میں خاص ہوگا۔

---

[1] تفسیر مدارک الجزء الرابع ص ۱۸۲ [2] منتہی الارب (طبع لاہور) ربع اول ص ۳۰۷

یہ بھی بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ حدیث ارطاۃ کا مصداق ہیں اور اس کے مفہوم کے مطابق امامؑ کی رحلت کے بیس برس بعد آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ (اس کی تفصیل صـــــ پر ملاحظہ ہو)

امر ہفتم یہ کہ وہ امانت داروں میں افضل ہوگا، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حامل بار امانت ہوگا اور اس مفہوم کو بندگی ملک مہری نے اس طرح ادا کیا ہے۔

قائم دعوت بہ ہدایت شدہ	حامل اثقال ولایت شدہ

حامل اثقال ولایت سے حامل بار امانت ہونا مراد ہے اور بندگی میاں سید خوندمیر کا حامل بار امانت ہونا ۹۳۰ھ سے قبل ہی طبقۂ اصحاب کا مسلمہ تھا ورنہ بندگی ملک مہری (سنہ شہادت ۹۳۰ھ) مہاجر مہدی اس طرح اس کو نظم میں بیان نہ کرتے۔

امر ہشتم یہ کہ وہ خاص وزیر اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

مولف ہدیہ نے یہ ادعا کیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ اس کا مصداق نہیں ہیں، اس کے ذیل میں اس نے دو شبہات پیش کئے ہیں (ایک جانور لڑانے کا افتراء اور دوسرے آتشبازی کا) اس کی تردید قرآن و حدیث کی روشنی میں اس سے قبل کی جا چکی ہے۔

(۱۳) اقتدائے منکرین کا افتراء مولف ہدیہ نے یہ افترا کیا ہے کہ شاہ خوندمیرؒ نے نماز میں مخالفین مہدی کی اقتدا کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں انصاف نامہ کی مندرجہ ذیل کا سہارا لیا ہے، روایت یہ ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیر فرمودند کہ در مسجد جامع ودر نماز عید مستعد شدہ با جامہ نیک پوشیدہ و با سلاح و جمعیت برویم تا مخالفان خشم خورند و سوختہ شوند و بگویند کہ ایشاں ایں چنیں بسیار ہستند واز مومناں بترسند (باب ہشتم)	بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے فرمایا کہ مسجد جامع میں اور نماز عید میں تیار ہو کر اچھا لباس پہن کر ہتھیار لے کر جماعت کے ساتھ جائیں تاکہ مخالفین غصہ میں آئیں اور جلیں اور کہیں کہ وہ اتنے بہت ہیں اور مومنوں سے ڈریں۔

یہاں مخالفین کی مسجد جامع میں جانا مذکور ہے لیکن مسجد جامع میں جانے سے نماز جمعہ پڑھنا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مخالفین کو جلانے کے لئے نماز عید میں جانا بیان کیا گیا ہے اور مراد اس سے نماز عید کے موقع پر جانا ہے، چنانچہ تقلیات میاں عبدالرشید (قلمی) میں "مجلس مخالفان" کے الفاظ آئے ہیں۔

نیز فرمودند کہ روز عید و جمعہ در مجلس مخالفان باستعداد سلاح و جامۂ نو پوشیدہ با زینت باید رفت تا مخالفان سوختہ شوند (باب پنجم)	نیز فرمایا کہ عید اور جمعہ کے دن مخالفوں کی مجلس میں مسلح ہو کر اور نیا لباس پہن کر زینت کے ساتھ جانا چاہیئے تاکہ مخالفین جلیں۔

اس روایت کی بناء پر جمعہ و عید کے دن مخالفین کی مجلس میں جانا ثابت ہے، مجلس میں جانے سے نماز میں شریک ہونا کس طرح ثابت ہو جائے گا، ذیل میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

(۱) حاشیہ انصاف نامہ میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است بندگی میاں سید خوندمیرؒ در لباس درویشی بہ	نقل ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ درویشی کے لباس میں

موضع پٹن آمدند روز جمعہ ونزدیک منبر نشستند از حجت مہدیت، علمار میان خود گفتند سید خوندمیرؓ آمدہ است، چوں خطبہ شد ہمہ گریختند آرے پیش حق باطل نماند ۱۲

پٹن میں آئے جمعہ کے دن حجت مہدیت کے لئے منبر کے قریب بیٹھ گئے علمار نے آپس میں کہا کہ سید خوندمیرؓ آگئے ہیں جب خطبہ ختم ہوگیا تو سب بھاگ گئے ہاں حق کے سامنے باطل نہیں ٹھیرتا۔

یہاں جمعہ کے دن مخالفین کی مجلس میں اثبات مہدیت کے لئے جانا اور منبر کے قریب بیٹھنا ثابت ہے لیکن نماز میں شریک ہونا ثابت نہیں۔

شاہ برہان نے دفتر اول میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ چون بادشاہ گجرات را علمائے لصوص الدین وفقہائے قطاع الطریق المبین مانع شدند با اصحاب حضرت مہدی ملاقات کردن ندادند ویاران خلیفۃ الرحمٰن بجائے خود انتقال کردند بندگی میاں در پیراں پٹن قدوم سعادت فرمودند در روز جمعہ با ملا شہمیر کہ استاد علمائے گجرات بود ملاقات کردند آوردہ اند کہ ملائے مذکور بعد از فراغ نماز جمعہ با مجمع انبوہ بجہت درس نشستہ بود

(رکن پنجم باب سوم)

نقل ہے کہ جب بادشاہ گجرات کو علمائے لصوص الدین اور قطاع طریق مبین نے منع کیا اور حضرت مہدیؑ کے اصحاب سے ملاقات کرنے نہیں دیا اور خلیفۃ الرحمٰن کے اصحاب اپنی اپنی جگہ چلے گئے، تو بندگی میاںؓ پیراں پٹن میں قدم سعادت رکھا اور جمعہ کے دن ملا شہمیر سے ملاقات کی جو علمائے گجرات کا استاد تھا، بیان کیا گیا ہے کہ ملائے مذکور نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک بڑی جماعت کے ساتھ درس کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔

اس روایت سے بھی جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد ہی مخالفین کی مجلس میں جانا ثابت ہے، نماز میں شریک ہونا نہیں۔

اس سے قطع نظر صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

بندگی میراں سید محمودؓ ومیاں سید خوندمیرؓ ومیاں نعمتؓ ومیاں دلاورؓ بلکہ اکثر مہاجرین مہدی را ندیدیم کہ برائے وعظ شنیدن در مسجد وبرائے خواندن علم پیش مخالفان رفتہ بودند علم خواندن ووعظ شنیدن نشان دوستی وستی است با ایشان (باب چہارم)

بندگی میراں سید محمودؓ، میاں سید خوندمیرؓ میاں نعمتؓ اور میاں دلاورؓ بلکہ اکثر مہاجرین مہدی کو ہم نے نہیں دیکھا کہ وعظ سننے اور علم پڑھنے کے لئے مخالفین کی مجلس میں گئے ہوں علم پڑھنا اور وعظ سننا ان کے ساتھ دوستی اور ملائمت کرنے کی نشانی ہے۔

ظاہر ہے کہ جس کا وعظ تک سننا گوارا نہ تھا نماز میں اس کی اقتدا کس طرح گوارا ہوسکتی تھی۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ مخالفین کی مسجد میں نہ خود وعظ سننے کے لئے تشریف لے گئے اور نہ اپنے دائرہ سے کسی کو مخالفین کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ ملا معین الدین کو تو آپ نے اس طرح جواب دیا ہے۔

پیش شما احدے ہم از دائرہ ما برائے خواندن علم نخواہد آمد صلح کنید یا نہ کنید پس تکذیب کنندگان حق را اطاعت نباید کرد (باب چہارم)

ہمارے دائرہ سے ایک بھی علم حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس نہیں آئے گا، صلح کرو یا نہ کرو پس حق کو جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے۔

ایسی صورت میں حق کو جھٹلانے والوں کی کس طرح اقتدا کی جاسکتی تھی۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ فرمودند ہمارا کوئی منکر کون دیکھے پیچھے تین جاگا تیڑا ہووے اگر اتنا بھی کرنہ دکھلایا تو اس نے مہدیؑ کی تصدیق کیا کیا (ص ۱۱)

بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے فرمایا جو ہمارا ہے منکر کو دیکھکر تین جگہ سے ٹیڑھا ہوگا اگر اتنا بھی نہیں کیا تو اس نے مہدی علیہ السلام کی تصدیق کیا کی۔

حدیث البغض فی اللہ

شاہ خوندمیرؓ کا مذکورہ قول رسول اللہ صلعم کے ارشاد البغض فی اللہ کی توضیح ہے جو اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب ہے۔

عن ابی ذر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اتدرون ای الاعمال احب الی اللہ تعالیٰ قال قائل الصلوٰۃ والزکوٰۃ قال قائل الجهاد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ [1]

ابوذرؓ سے مروی ہے کہ آئے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ کون سے اعمال اللہ کے پاس زیادہ محبوب ہیں، ایک صحابی نے کہا نماز اور زکوٰۃ ایک دوسرے صحابی نے کہا جہاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق کہ محبوب ترین اعمال اللہ کے پاس اللہ ہی کے لئے دوستی رکھنا ہے اور اللہ ہی کے لئے دشمنی رکھنا ہے

روایت کی ہے اس کی احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے۔

شاہ خوندمیرؓ تو فرمارہے ہیں کہ منکر مہدی کو دیکھو تو تین جگہ سے ٹیڑھے ہو جاؤ ایسی صورت میں آپؓ منکر مہدی کی اقتدا میں رکوع وسجود کیا کرتے! پس یہ امر ثابت ہو گیا کہ جہاں شاہ خوندمیرؓ کا مخالفین کی مسجد جامع یا مخالفین کی نماز میں جانا مذکور ہے تو اس سے ان کی مجلس میں جانا مراد ہے جیسا کہ اس سے قبل صراحت کردی گئی ہے۔

حاصل یہ کہ حق کی تکذیب کرنے والوں کی اقتدا سے احتراز کرنا بدخلقی نہیں بلکہ عین خلق ہے۔

(۱۴) حج کے لئے زادوراحلہ ضروری ہے

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

نقل است بندگی میاں سید خوندمیر با دائرہ ہمہ روان شدند برائے حج فرمان آمد اے سید خوندمیرؓ مرومان کہ برابر تواند ایشاں را باز بگرداں بندگی میاں باز بگردانید نہ سہ مردماں راہ ہمراہ خود گرفتہ رفتند چونکہ بہ کعبۃ اللہ رسیدند برائے خرچہ چیزے کالائے بود بہ بہائے اینجا میفروختند برادراں عرض کردند اینجا بسیار گراں است و قیمت زیادہ می آید میاں فرمودند برائے اللہ بہ حج آمدم نہ برائے

نقل ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ تمام اہل دائرہ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے، فرمان آیا کہ اے سید خوندمیرؓ جو لوگ تیرے ساتھ ہیں انہیں واپس کردے تو بندگی میاں نے انہیں واپس کردیا تین آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب کعبۃ اللہ پہنچے تو خرچ کے لئے کچھ سامان تھا وہ یہاں کی قیمت سے بیچتے تھے، بھائیوں نے عرض کی یہاں بہت مہنگا ہے اور قیمت زیادہ آتی ہے، میاںؓ نے فرمایا میں اللہ کے واسطے حج کو آیا ہوں

[1] اشعۃ اللمعات۔

سوداگری آمدم (ص ۱۹) | سوداگری کے لئے نہیں آیا۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے سفر حج کیا ہے تو آپ کے ساتھ کچھ سامان بھی تھا ایک معاند کا یہ ادعا ہے کہ سفر حج میں اپنے ساتھ کچھ سامان رکھنا ترک اولیٰ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران رکوع ۱۲) | اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس گھر یعنے کعبہ کا حج کرنا ہے، جو کوئی طاقت رکھے وہاں تک کے سبیل کی۔

صاحب مدارک نے استطاع الیہ سبیلا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فسرھا النبی علیہ السلام بالزاد والراحلۃ[1] | اس کی تفسیر کی نبی علیہ السلام نے توشہ اور سواری سے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ مایوجب الحج قال الزاد والراحلۃ رواہ الترمذی وابن ماجہ | ابن عمر سے مروی ہے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس کہا یارسول اللہ کیا چیز واجب کرتی ہے حج کو تو آپ نے فرمایا کہ توشہ اور سواری روایت کی ہے اس کی ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

توشہ آں قدر کہ در رفتن و آمدن او را و عیال او را کافی باشد و راحلہ کہ برآں سوار رود و آید[2] | توشہ اس قدر کہ جانے اور آنے میں اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو اور راحلہ کہ جس پر سوار ہو کر جائے اور آئے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے سفر حج میں اگر "کچھ سامان" اپنے ساتھ رکھا تو وہ "زاد راہ" کے تحت تھا آپ کا یہ عمل قرآن وحدیث کے مطابق ہوا، اس کو ترک اولیٰ کہنا قرآن وحدیث سے بے خبر رہنے اور منکر خدا و رسول ہونے کی دلیل ہے!

(۱۵) اذاں واقامت میں تاخیر کرنا حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

نقل است میاں سید خوندمیر طعام خوردن نشستے پیش از آں موذن را خبر کنانیدے کہ قلیلے تاخیر کنید (ص ۶۰) | نقل ہے میاں سید خوندمیر کھانے کے لئے بیٹھتے تو کھانے سے پہلے موذن کو اطلاع کروا دیتے کہ تھوڑی دیر توقف کرو۔

ایک معاند کا یہ اعتراض ہے کہ بندگی میاں کا مذکورہ عمل ترک اولیٰ ہے۔

واضح ہو کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ صاحب دائرہ تھے، اور آپ کے دائرہ میں سویت کا عمل جاری تھا یعنے جو کچھ فی سبیل اللہ آتا وہ سب علی السویہ تقسیم کر دیا جاتا۔

اہل دائرہ عموماً فاقوں میں بسر کرتے تھے، نذر و فتوح جو کچھ آجاتی وہ سب پر تقسیم کر دی جاتی۔

ان حالات کے تحت، کھانے کے وقت اگر بندگی میاںؒ نے موذن کو اذان دینے میں ذرا توقف کرنے کیلئے کہلوایا تو اہل دائرہ کی سہولت کے لئے تھا۔

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول ص ۱۲۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۳۰۸

حدیث شریف میں تو یہ آیا ہے کہ کھانے والے اور پینے والے کی سہولت کے لئے اقامت کہنے میں توقف کیا جائے ترمذی نے جابر سے یہ روایت کی ہے۔

اجعل بین اذانک واقامتک قدر مایفرغ الآکل من اکلہ والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ [1]	تیری اذاں اور تیری اقامت کے درمیان اتنا توقف کر کہ فارغ ہو جائے کھانے والا اپنے کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور ضرورت مند جب کہ داخل ہو اپنی قضائے حاجت کے لئے

کھانے پینے سے فارغ ہونے کے لئے اقامت کہنے میں توقف کیا جا سکتا ہے تو اذان دینے میں توقف کرنا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا اور اس کو کس طرح ترک اولیٰ کہیں گے؟

ظاہر ہے کہ مذکورہ تاخیر قلیل مصلیوں کے اجتماع کے لئے تھی اور یہ مستحب ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے۔

بقصد تکثیر جماعت تاخیر از اول وقت جائز بلکہ مستحب است [2]	جماعت کی کثرت کے ارادے سے اول وقت سے تاخیر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

مستحب کو ترک اولیٰ کس طرح کہا جائے گا؟

اب رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

فصلوا الصلوٰۃ لوقتھا [3]	پس ادا کرو نماز اس کے وقت پر

اذان میں تاخیر قلیل ہونے سے نماز کا وقت گزر جانا ثابت نہیں ہوتا۔

خصوصاً جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وقت کے نصف اول میں نماز ادا کرنا کافی ہے چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

گزاردن در نصف اول کفایت میکند در آن [4]	ادا کرنا نماز کا وقت کے نصف اول میں اس کے لئے کافی ہے۔

بہر حال نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا ثابت ہے۔

مذکورہ بالا نقل کے یہ معنے تو نہیں ہیں کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ ہمیشہ اذان سے پہلے کھانے پر بیٹھتے تھے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ آپ نے اذان دینے میں اسی وقت تاخیر قلیل کروائی ہے جب کہ آپ کھانے پر ہوتے۔

انصاف نامہ کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک امر اتفاقی تھا، روایت یہ ہے۔

میاں سید خوندمیرؓ طعام خوردن نشستہ بودند پیش موذن خبر کنانیدند کہ قلیلے تاخیر کنید (باب ۱۱)	میاں سید خوندمیرؓ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے موذن کو اطلاع کروائی کہ تھوڑی تاخیر کرو۔

جماعت کی تکثیر کے لئے اقامت کہنے میں تاخیر کی جا سکتی ہے ایسی صورت میں اہل دائرہ کی سہولت کے لئے اذان میں تاخیر قلیل کرنے کو قابل اعتراض ٹھیرانا جہل و عناد پر مبنی ہے؟

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۰۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۰۰ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۹۶ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۹۶

(۱۶) امامؑ کے بعد شاہ خوندمیرؒ کا مسلمان ہونا۔ حاشیہ شریف میں بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ سے یہ مروی ہے۔

نقل است میاں سید خوندمیر فرمودند پس از حضرت میرانؑ ما مسلمان شدیم (ص ۲۱۵)

نقل ہے بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے فرمایا کہ ہم حضرت مہدیؑ کے بعد مسلمان ہوئے۔

ایک معاند نے بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے اس قول کو محل اعتراض قرار دیا ہے، حالانکہ اس کی توضیح حاشیہ شریف کی دوسری نقل سے ہو جاتی ہے نقل کے الفاظ یہ ہیں۔

میاں خوندمیرؒ فرمودند .... اکنوں بصدقہ مہدی علیہ السلام مسلمان شدیم یعنے بہ مقابلۂ آفتاب ستارگان محو شدندے و پس آں زماں روشن شدندے (ص ۲۱۴)

میاں سید خوندمیرؒ نے فرمایا اب ہم مہدیؑ کے صدقہ سے مسلمان ہوئے یعنے آفتاب کے مقابلہ میں ستارے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور آفتاب غروب ہونے کے بعد روشن ہوتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کا وجود آفتاب کے مانند تھا اور آپ کے اصحاب کا وجود ستاروں کے مانند تھا جب تک آفتاب روشن رہتا ہے ستارے نظر نہیں آتے اور جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں۔

مطلب یہ کہ امام علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کے اصحاب کے کمالات نمایاں ہوئے اور خلق خدا ان کے فیضان سے مستفید ہوئی۔

(۱۷) شاہ خوندمیرؒ اور امامؑ کے دعوی موکد کی تصدیق

امام علیہ السلام نے بڑلی میں مہدیت کا دعویٰ موکد فرمایا، سب سے پہلے بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے آمنا صدقنا کہا اور صدیق اکبر کا شرف پایا۔

ایک معاند نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ آقا کے تہدیدی حکم کی تعمیل اگر کوئی ملازم کرے تو یہ وجہ فضیلت نہیں ہے۔

معاند کے ادعا کی بنا پر خود امام علیہ السلام کی ذات گرامی پر بھی اعتراض وارد ہوگا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے تہدیدی حکم کی تعمیل کی ہے۔

نقل است کہ بزبان ہندوستانی فرمودند کہ فرمان حق تعالیٰ می شود کہ اے سید محمد دعوی مہدیت کا کہلاتا ہوی تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کروں گا (شواہد الولایت باب ۷)

نقل ہے کہ ہندوستانی زبان میں آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے سید محمد دعوی مہدیت کا کہلاتا ہوئی تو کہلا نہیں تو ظالمان میں کا کروں گا۔

مطلع الولایت میں یہ مروی ہے

"کہلاتا ہے تو کہلا نہیں تو ظالموں میں کا کروں گا" ص ۶۰

اس سے بڑھکر کیا تہدیدی حکم ہو سکتا ہے؟ کیا بزعم معاند اس حکم کی تعمیل میں امام علیہ السلام کی منقصت ہے؟

اس کے علاوہ خود رسول اللہ صلعم نے تین سال تک پوشیدہ طور پر دین کی تبلیغ فرمائی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ تہدیدی حکم نازل ہوا۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (سورۃ الحجر ع ۶)

پس ظاہر کر اس کو جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے روگردانی کر۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

آشکارا کن دعوت را و بگرداں روے خود را از مشرکان[1] | اپنی دعوت کو آشکارا کر اور مشرکین سے روگردانی کر۔

مذکورہ آیت میں دعوت کو آشکارا کرنے کا تہدیدی حکم دیا گیا ہے۔

معاند کے نزدیک اس تہدیدی حکم کی تعمیل میں کیا رسول اللہ صلعم کی بھی منقصت ہے؟

بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے عناد میں معاند نے مہدیؑ اور رسول اللہ صلعم پر بھی اعتراض کر دیا!

امام علیہ السلام کے دعوی موکد پر امامؑ کی تصدیق کرنے کا شرف اس لئے ہے کہ آپ نے اپنے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ دعوی موکد سے قبل اگر کسی نے آپ کے دعوی کو قبول نہیں کیا تو اس پر کافر کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔

اس لحاظ سے دعوی موکد سے قبل کی تصدیق کو دعوی موکد کے بعد کی تصدیق کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا!

غرض بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے دعوی موکد پر سب سے پہلے آمنا و صدقنا فرمایا اور اس طرح صدیق اکبر قرار پائے۔

(۱۸) شاہ خوندمیرؒ کے سر مبارک کا سجدہ کرنا

اس سے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی شہادت حدیث ارطاۃ اور حدیث نسائی کے مطابق ہے، اس کے مقابلہ میں مولف ہدیہ[2] نے متاخرین قوم مہدویہ کی ایک انتہا درجہ غیر معتبر کتاب کا سہارا لیا ہے، ایسی کتاب جس کو خود مہدوی اپنے گھر میں رکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔ مولف ہدیہ کا ایسی موضوع روایتوں سے شاہ خوندمیرؒ کے سر مبارک کی توہین کرنے کی سعی کرنا فن مناظرہ سے نابلد ہونے پر دلالت کرتا ہے خصوصاً جب کہ متقدمین کے پاس سرے سے ایسی روایت ہی موجود نہیں ہے، معترض کی پیش کردہ کتاب سے مقدم اور متقدم تذکرۃ الصالحین ہے۔ اس میں یہ روایت آئی ہے۔

بانگ نماز ظہر جابجا در شہر خواندہ شد بنا بر آں ہر پنج سر ہا از سجدہ بر زمین فرود آمدہ مقابل قبلہ صف کشیدہ سر بندگی میاں پیش ہمہ سر ہا شدہ نماز ظہر با جماعت بر پیشانی ہا ساجد گشتہ ادا کردند (باب اول)	شہر میں جابجا نماز ظہر کی اذاں دی گئی، اس بنا پر پانچوں سر ٹوکرے میں سے زمین پر آ گئے اور قبلہ کے مقابل صف باندھ لی، بندگی میاں کا سر سب سروں سے آگے ہو گیا، نماز ظہر جماعت کے ساتھ پیشانیوں پر سجدہ کر کے ادا کی۔

تذکرۃ الصالحین سے مقدم اور متقدم حاشیہ شریف ہے، اس میں یہ مروی ہے۔

سر بندگی میاں سید خوندمیر و سر برادراں در سبد داشتہ بہ شہر پٹن بردند آنجا وقت بانگ نماز شد سر ہا از سبد بیرون شدند سر بندگی میاں پیش شدہ و سر ہائے برادراں پس شدہ ساجد شدند (ص ۱۷۹)	بندگی میاں کا سر اور برادروں کے سر ٹوکرے میں رکھکر شہر پٹن لے گئے وہاں نماز کا وقت ہوا تو تمام سر ٹوکرے سے باہر ہو گئے، بندگی میاں کا سر آگے ہو گیا اور برادروں کے سروں نے پیچھے ہو کر نماز ادا کی۔

معترض کے پیش کردہ مجمع موضوعات سے، مذکورہ بالا کتابیں مقدم بھی ہیں اور متقدم بھی، ان کی متفق علیہ روایت سے صرف یہی ثابت ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے سر مبارک نے سجدہ کیا ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۷ و ص ۳۸ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) ص ۳۱۔

اب رہا کسی معاند کا یہ کہنا کہ سر کس طرح سجدہ کر سکتا ہے تو یہ اس کے عین جہل اور تعصب پر مبنی ہے۔

اس معاند کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام حسینؓ کے سر مبارک نے بھی کلام کیا ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز نے ابن عساکر کی روایت سے بیان کیا ہے۔

فانطق الله الراس بلسان ذرب فقال اعجب من اصحاب الكهف قتلی وحملی (سر الشہادتین طبع بمبئی ص۶۰)

پس گویا کر دیا اللہ نے امام حسینؓ کے سر مبارک کو بزبان فصیح پس کہا سر مبارک نے اصحاب کہف کے قصہ سے میرا قتل کیا جانا اور مجھ کو اٹھائے پھرنا عجب تر ہے۔

اسی طرح یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک نے بھی بادشاہ سے خطاب کیا ہے۔

"آخر اس بادشاہ مردود نے یحییٰؑ کو مار ڈالا، جب سر مبارک تن سے جدا کیا پھر (سر مبارک نے) کہا اے بادشاہ اپنی جورو کی بیٹی سے نکاح درست نہیں۔" (قصص الانبیاء طبع لاہور ص۳۶۵)

جب امام حسینؓ کے سر مبارک کا کلام کرنا اور یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کا بادشاہ سے تخاطب کرنا قابل اعتراض نہیں تو شاہ خوندمیرؒ کے سر مبارک کا تکبیر کہنا اور نماز ادا کرنا کس طرح محل اعتراض ہو جائے گا؟

شاہ خوندمیرؒ اور آیہ لاتلقوا بایدیکم

ایک معاند نے شاہ خوندمیرؒ پر یہ بھی افترا کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لاتلقوا بایدیکم کی پروا نہیں کی اس لئے پوری آیت درج کر کے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة واحسنوا ان الله یحب المحسنین (البقرۃ ع۲۴)

اور خرچ کرو مال اللہ کی راہ میں اور مت ڈالو خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں اور بھلائی کرو تحقیق کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

صاحب تفسیر مدارک نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

والمعنی النهی عن ترك الانفاق فی سبیل الله لانه سبب الهلاك[1]

اور اس کے معنے ہیں انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر دینے سے روکنا اس لئے کہ ترک انفاق ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا وہ خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالدیتا ہے۔

مذکورہ آیت میں بخل سے منع کیا گیا ہے چنانچہ مواہب علیہ میں لاتلقوا کے ذیل میں یہ لکھا گیا ہے۔

ومیفگنید خود را بدست ہائے خود بورطۂ ہلاکت یعنے بخل مکنید کہ مودی بہ ہلاک است[2]

اور مت ڈالو خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت کے بھنور میں یعنی بخل نہ کرو کہ ہلاکت کو پہنچانے والا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے ترک کرنے اور بخل کو اختیار کرنے کا انجام ہلاکت ہے چنانچہ مواہب علیہ میں مذکورہ آیت کے

---

[1] تفسیر مدارک الجزء الاول ص۷۸۔ [2] مواہب علیہ (طبع کانپور) جلد اول ص۳۰۔

ذیل میں یہ روایت درج کی گئی ہے۔

البخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ قریب الی النار[1]	بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے جنت سے اور قریب ہے، نار دوزخ سے۔

ترمذی نے بھی ابوہریرہ سے یہ روایت کی ہے۔

والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید الناس قریب من النار[2]	اور بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے اور قریب ہے آتش دوزخ سے

غرض قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا اس کا انجام ہی ہلاکت ہے۔

معاند کا یہ کہنا کہ شاہ خوندمیرؒ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لاتلقوا کی پروا نہیں کی، سراسر افترا ہے۔ اس لئے کہ کسی روایت سے یہ ثابت ہی نہیں ہے کہ شاہ خوندمیرؒ نے انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا تھا بلکہ متن شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ شاہ خوندمیرؒ نے گھر میں جو کچھ تھا اللہ کی راہ میں دے دیا اور صرف ایک کمبل اوڑھ لیا، متن شریف کی عبارت یہ ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ گلیم پوشیدہ انچہ در خانہ بود ہمہ دادند چنانچہ ابوبکر صدیقؓ گلیم پوشیدہ بود ہمچنیں صدیق مہدی کردند (باب پانزدہم)	بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے کمبل اوڑھ لیا، جو کچھ گھر میں تھا سب دے دیا جیسا کہ ابوبکر صدیقؓ نے کمبل اوڑھ لیا تھا، اسی طرح صدیق مہدیؑ نے بھی کیا۔

شاہ خوندمیرؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح انفاق فی سبیل اللہ کیا ہے، آپ سے متعلق کسی معاند کا یہ کہنا کہ آپ نے لاتلقوا بایدیکم کی پروا نہیں کی، خود اس معاند کے نار دوزخ سے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے!

---

[1] مواہب علیہ (طبع کانپور) جلد اول صفحہ ۳۰۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۴۱۔

باب سوم

بندگی میاں شاہ نعمتؓ

مہاجرین کا ترکہ مہاجرین میں تقسیم ہوتا تھا

(۱) صاحب انصاف نامہ نے باب ہشتم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ میاں علی دہولخیہ (دولقیہ) در شہر ناگور در دائرہ بندگی میاں نعمتؓ نقل شد و پنجاہ فیروزی ترکہ گزاشتہ میاں نعمتؓ سویت کردہ تمام دائرہ را دادند و پسر و دختر میاں علی در دہولخہ بودند ایشاں را نفرستادند کہ حق از آن فقیران دائرہ ہست۔

نقل ہے کہ میاں علی نے جو دولقہ کے رہنے والے تھے شہر ناگور میں بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے دائرہ میں وفات پائی پچاس فیروزی ترکہ ہیں چھوڑے میاں نعمتؓ نے سویت کر کے تمام اہل دائرہ کو دیدیا میاں علی کے بیٹے اور بیٹی کو جو دولقہ میں تھے نہیں بھیجا اس لئے کہ یہ اہل دائرہ کا حق تھا۔

مولف ہدیہ نے (باب سوم کے تتمہ میں) مذکورہ روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مہاجر کا ترکہ مہاجر کے ورثاء کو نہیں دیا گیا، معترض کا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا عمل کلام اللہ کے مطابق تھا۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

والذین اٰمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا (الانفال ع۱)

اور وہ لوگ جو ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں، جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

(۱) محمد ابن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن عبد الاعلی قال ثنا محمد بن ثور عن معمر عن قتادہ ما لکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا قال کان المسلمون یتوارثون بالھجرۃ وآخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھم وکانوا یتوارثون بالاسلام والھجرۃ وکان الرجل یسلم ولا یھاجر لا یرث اخاہ[1]

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبد الاعلیٰ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ثور نے معمر سے اور انہوں نے قتادہ سے، تمہارا کوئی تعلق نہیں ان کی میراث سے جب تک کہ ہجرت نہ کریں، کہا کہ مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے ہجرت کی بنا پر اور نبی صلعم نے ان میں مواخات قائم کی پس ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اسلام اور ہجرت کی وجہ سے وہ شخص جو اسلام لاتا اور ہجرت نہ کرتا تو اپنے بھائی کا وارث نہ ہوتا۔

[1] جامع البیان (طبع مصر) الجزء العاشر ص۳۴

(ب) صاحب کشاف نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

وکان المهاجرون والانصار یتوارثون بالهجرة والنصرة دون ذوی القرابات [1]

مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے ہجرت اور نصرت کی بنا پر، قرابت دار نہیں۔

(ج) امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

فقال الواحدی عن ابن عباس والمفسرین کلهم ان المراد هو الولایة فی المیراث وقالوا جعل الله تعالیٰ سبب الارث الهجرة والنصرة دون القرابة وکان القریب الذی آمن ولم یهاجر لم یرث من اجل انه لم یهاجر ولم ینصر [2]

پس کہا واحدی نے ابن عباس کی روایت سے اور تمام مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد ولایت فی المیراث ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور نصرت کو میراث کا سبب بنایا قرابت کو نہیں اور وہ قرابت دار جو ایمان لاتا اور ہجرت نہ کرتا وہ کسی کا وارث نہ ہوتا اس لئے کہ اس نے ہجرت نہیں کی اور نصرت نہیں دی۔

(د) صاحب معالم التنزیل نے اس آیت کے ذیل میں ابن عباس سے یہ روایت کی ہے۔

وقال ابن عباس فی المیراث وکانوا یتوارثون بالهجرة فکان المهاجرون والانصار یتوارثون دون ذوی الارحام وکان من آمن ولم یهاجر لا یرث من قریبه المهاجر [3]

اور ابن عباس نے میراث کے باب میں کہا، اور ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے ہجرت کی بنا پر، پس مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، قرابتدار نہیں اور جو شخص ایمان لاتا اور ہجرت نہ کرتا تو وہ وارث نہ ہوتا اپنے مہاجر قرابتدار کا۔

مذکورۂ بالا آیت اور روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ ہجرت کے وقوع میں آجانے کے بعد مہاجر اور غیر مہاجر میں کوئی حق ولایت باقی نہیں رہتا اگرچہ وہ ایک دوسرے کے جائز ورثاء ہی کیوں نہ ہوں مہاجر کا ترکہ اس کے اس رشتہ دار کو نہیں دیا جائے گا جو ایمان تو لا چکا لیکن ہجرت نہیں کی۔

انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ میاں علی دولقیہ کے فرزند دولقہ میں تھے اور میاں علی نے دولقہ سے ہجرت کر کے ناگور میں وفات پائی۔ میاں علی دولقیہ کے فرزند تارک ہجرت تھے اس لئے میاں علی دولقیہ کا ترکہ برادرانِ دائرہ میں علی السویہ تقسیم کر دیا گیا کہ یہ سب مہاجر تھے۔

یہ عمل تو قرآن و حدیث کے مطابق ہوا، اس پر اعتراض کرنا قرآن اور حدیث سے روگرداں ہونا ہے آیت زیر بحث سے متعلق دو امور غور طلب رہ جاتے ہیں۔

امر اول ہجرت ہے اس سے قبل اثبات فرائض کے ذیل میں ہجرت کی فرضیت کا اثبات ہو چکا۔ اب صرف وہ عبارت درج کی جاتی ہے جو امام فخر رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھی ہے۔

قال الحسن الهجرة غیر منقطعة ابدا و | حسن نے کہا ہے کہ ہجرت ہمیشہ کے لئے غیر منقطع ہے اب رہا

---

[1] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) جلد اول ص ۵۲۵ [2] تفسیر کبیر (طبع استنبول) الجزء الرابع ص ۵۷۷ [3] معالم التنزیل (طبع بمبئی) الجلد الثانی ص ۲۵

امّا قولہ علیہ السلام لا ھجرۃ بعد الفتح فاطراد الھجرۃ المخصوصۃ فانھا انقطعت بالفتح[1]

رسول اللہ صلعم کا قول کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے تو اس سے ہجرت مخصوصہ مراد ہے اس لئے کہ وہ ہجرت فتح مکہ پر منقطع ہوگئی۔

امر دوم مالکم من ولایتھم کا حکم

واضح ہو کہ کلام اللہ کا ہر حکم ہمیشہ کے لئے ہے زمان و مکان سے مقید نہیں، جیسے جہاد کا حکم، جب کبھی جہاں بھی حالات پیدا ہو جائیں تو جہاد فرض ہو جاتا ہے، یہی حالت ہجرت کی بھی ہے، جب حالات پیدا ہو جائیں تو ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔

کلام اللہ کا کوئی حکم منسوخ نہ ہونے کے باب میں اس سے قبل مکمل بحث ہو چکی ہے۔

مولف ہدیہ کا آیت زیر بحث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جس آیت کو ناسخ قرار دیا جا رہا ہے وہ آیت زیر بحث کی تشریح ہے، ذیل میں دونوں آیتیں درج کر کے توضیح کی جاتی ہے۔

والذین آمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شئ حتیٰ یھاجروا (الانفال ع۱)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تو تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ (الانفال ع۱)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے بعد اور ہجرت کی اور تمہاری معیت میں جہاد کیا وہ تم میں ہی سے ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔

پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ ایمان لا کر ہجرت نہ کرنے سے حق ولایت ساقط ہو جاتا ہے اور دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ ایمان لا کر ہجرت کرنے والے میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس ان دونوں آیتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ ہجرت کرنا واجب ہے اور جس کسی نے ہجرت ترک کر دی تو اس کا حق ولایت ساقط ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔

پہلی آیت کو اسی صورت میں منسوخ قرار دے سکتے تھے جب کہ دوسری آیت اس مضمون کی ہوتی کہ ہجرت نہ کرنے سے حق ولایت ساقط نہیں ہو سکتا۔

خود معترض نے (باب سوم دلیل ہفدہم میں) اپنی بد خلقی پنجم کے تحت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ سے ایسی پانچ آیتیں درج کی ہیں جن کو بزعم معترض منسوخ مانے بغیر چارہ نہیں، لیکن ان پانچ آیتوں میں بھی آیت زیر بحث نہیں ہے پس ماننا پڑیگا کہ آیہ مالکم من ولایتھم کا منسوخ نہ ہونا خود معترض کا مسلمہ ہے، ایسی صورت میں آیت کے حکم پر عمل نہ کرنا عین گمراہی ہے۔

حاصل یہ کہ بندگی میاں شاہ نعمت رح نے مہاجر کا ترکہ جو مہاجرین میں تقسیم فرما دیا وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

اس سے قطع نظر میاں علی دولقیہ کے تعلقات ان کی زندگی ہی میں اپنے اقرباء سے منقطع ہو چکے تھے انہوں نے اپنا مال بطور صدقہ ترک کر دیا تھا اور صدقہ ان کی اولاد کو نہیں دیا جا سکتا تھا۔

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع استانبول) الجزء الرابع ص۵۸۰۔

اب رہا معترض کا پچاس سکہ فیروزی رکھنے پر اعتراض کرنا' کلام اللہ پر اعتراض ہے' اس لئے کہ جب حج کے لئے استطاعت سبیل مشروط ہے جس میں زادراہ کا ہونا بھی ضروری ہے تو بحالت ہجرت اسی پر قیاس کر کے میاں علی دولقیہ نے اگر کچھ رقم اپنے ساتھ رکھ لی تھی تو اس میں خلاف توکل کیا بات ہوئی ؟

حضرت جعفر طیار اور دوسرے اصحاب جو رسول اللہ صلعم کے حکم سے حبشہ ہجرت کر گئے' کیا وہ متوکل علی اللہ نہ تھے ؟ اور کیا باوجود توکل کے زادراہ کے لئے ان کے ساتھ دینار نہ تھے ؟ طبری نے یہ روایت کی ہے۔

خرج الذین ھاجروا الھجرۃ الاولی متسللین سرا وکانوا احد عشر رجلا واربع نسوۃ حتی انتھوا الی الشعیبۃ منھم الراکب والماشی ووفق اللہ للمسلمین ساعۃ جاووا سفینتین للتجار حملوھم فیھا الی ارض الحبشۃ بنصف دینار وکان مخرجھم فی رجب فی السنۃ الخامسۃ من حین بنی رسول اللہ صلعم[1]

جن لوگوں نے پہلے ہجرت کی وہ چپ چاپ مخفی طور پر نکل گئے اور ان میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں یہاں تک کہ وہ شعیبہ (ایک وادی کا نام ہے) تک پہنچ گئے ان میں سے بعض سوار تھے اور بعض پیدل اللہ کی توفیق سے مسلمانوں کو دو کشتیاں مل گئیں جو تجارت کے لئے جارہی تھیں۔ ان لوگوں نے مہاجرین کو کشتیوں میں سوار کر دیا اور نصف دینار پر حبشہ کو لے گئے۔ یہ بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مکہ سے نکلے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ ہجرت میں اصحاب رسول کے ساتھ دینار تھے اور انہی دینار میں سے ہر ایک صحابی نے نصف دینار کشتی کا کرایہ ادا کیا ہے۔

اب اگر میاں علی دولقیہ نے ہجرت میں اپنے ساتھ فیروزیاں رکھیں تو قابل اعتراض کیا ہے ؟

(۲) مولف ہدیہ نے (صفحہ ۲۳۸ پر) شاہ نعمت رضؓ سے متعلق یہ نقل بھی پیش کی ہے۔

"نقل ہے کہ ایک دن شاہ نعمتؓ نے فرمایا کہ میں ادنیٰ بندہ ہوں' کبھی میں خدا ہوتا ہوں اور کبھی بندہ اور کبھی عین حق ہو جاتا ہوں اور عین حق کو دیکھتا ہوں اور کبھی حق تعالیٰ کہتا ہے مجھ سے تو ہے اور تجھ سے میں ہوں اور قیامت کے دن تو میرا یہ حال ہوگا۔

روز قیامت شود پدید بہ میزان نہند | خلق بہ جنت رود من بروم سوے دوست

قیامت کا دن قائم ہوگا اور پلڑا میزان میں رکھیں گے | خلق تو جنت کی طرف جائیگی اور میں اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) کی طرف جاؤں گا۔

اس نقل سے ظاہر ہے کہ بندگی شاہ نعمتؓ فانی فی اللہ اور باقی باللہ تھے' اس کے معنے یہ تو نہیں ہو سکتے کہ یہ خود کو خدا سمجھتے تھے ورنہ آپ کی زبان پر یہ الفاظ نہ آتے کہ "حق تعالیٰ کہتا ہے کہ تو مجھ سے ہے"۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اللہ کا ایک حقیر بندہ ہوں۔

اب رہے نقل کے الفاظ "مجھ سے تو ہے" تو یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ مخلوق ہی سے خالق کا قیاس کر سکتے ہیں' مخلوق

---

[1] تاریخ طبری (طبع لیدن) الجزء الثالث ص۱۱۸۱ و ص۱۱۸۲

نہ ہو تو اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو!

اس سے قطع نظر جہاں یہ کہا جاتا ہے کہ میں تجھ سے ہوں یا تو مجھ سے ہے تو اس سے صرف یگانگت اور اتحاد مراد ہے اور بس۔

عمران بن حصین سے یہ مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن رواہ الترمذی[1]	تحقیق کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے اور وہ سب مومنوں کے دوست ہیں۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

روایت کردہ است کہ آنحضرتؐ گفت کہ علی از من است ومن از علی کنایت است از کمال اتحاد و اتصال و اخلاص و یگانگی[2]	مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں یہ کنایہ ہے کمال اتحاد اخلاص اور یگانگت سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حضرت ابوبکر سے تعلق بھی فرمایا ہے۔

ابوبکر منی وانا منہ[3]	ابوبکر مجھ سے ہے اور میں ابوبکر سے ہوں۔

ان روایتوں سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلعم میں اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور رسول اللہ میں اتحاد و یگانگت ہے اس کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ بھی رسول اللہ صلعم کی طرح خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح مولف ہدیہ کی پیش کردہ نقل میں آیا ہے، میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے، تو اس سے بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا فنا فی اللہ ہونا مراد ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا ہاتھ، پاؤں، عقل، زبان، سماعت، اور بینائی ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کا اس سے قبل حوالہ دیا جا چکا ہے۔

مولف ہدیہ نے جہاں یہ نقل پیش کر کے اعتراض کیا ہے، دیانت سے کام نہیں لیا۔ اس نے نقل کے آخری الفاظ اور مذکورۂ بالا شعر کا ترجمہ چھوڑ دیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندگی شاہ نعمتؓ قیامت کے دن خلق خدا کی طرح جنت کی طرف نہیں جائینگے بلکہ جنت کو چھوڑ کر اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ شاہ نعمتؓ طالب جنت نہیں تھے بلکہ ذات اللہ کے طالب تھے۔

اس سے بڑھ کر آپ کی فضیلت کیا ہوگی؟

امر حق کا اظہار شاق گزرتا ہے

(۳) صاحب انصاف نامہ نے باب ہفتم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است از بندگی میاں نعمتؓ کہ یکی از بزرگان پیشین گفتہ بود کہ در زمانہ ما حکایت دین کردن آنچناں شدہ است کہ کسی گوشت گاؤ بر چارپائی نہادہ بر سر کردہ در گورستان باواز بلند گوید کہ گوشت گاؤ بگیرید پس خلق او را بکشند	نقل ہے بندگی میاں نعمتؓ سے اگلے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا تھا کہ ہمارے زمانہ میں دین کی حکایت کرنا ایسا ہو گیا ہے کہ کوئی گائے کا گوشت چارپائی پر رکھ کر سر پر لے اور گورستان میں بلند آواز سے کہے کہ گائے کا گوشت لو پس خلق اس کو

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۶۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۶۵ [3] کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۲۷

یانہ یعنے بکشند و ستگسار کنند این زمانہ حکایت مہدیؑ و یاران وی ہمچناں شدہ است۔ | مار ڈالے گی یا نہیں یعنے مار ڈالیگی اور سنگسار کریگی اس زمانہ میں مہدی و اصحاب مہدی کی حکایت ایسی ہی ہوگئی ہے۔

اس سے صرف یہی مراد ہے کہ اس زمانہ میں امر حق کا اظہار لوگوں کو شاق گزرتا ہے اور یہ مورد اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم سے جو کچھ میں نے سنا ہے اگر وہ بیان کردوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔ اس حدیث کا حوالہ اس سے قبل دے چکے ہیں کیا اس سے یہ استدلال کیا جائیگا کہ حضرت ابو ہریرہ نے جو کچھ رسول اللہ صلعم سے سنا تھا۔ وہ غیر حق پر مشتمل تھا؟

شاہ نعمتؓ اور امامؑ کی امانت

(۴) صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب دوم میں بیان کیا ہے کہ جب شاہ نعمتؓ اور شاہ خوندمیرؓ امامؑ کے حکم کی بناء پر کاہہ علاقہ سندھ سے گجرات آئے تو راجی سول اور مرادی سول سلطان محمود بیگڑہ کی بہنوں نے بہت سی فتوح امامؑ کے نام سے شاہ نعمتؓ کے حوالہ کی جب شاہ نعمتؓ گجرات سے واپس ہوتے ہوئے رادھن پور پہنچے تو بندگی میراں سید محمودؓ نے خرچ کے لئے آپ سے کچھ طلب کیا تو آپ نے کہا کہ امانت میں خیانت نہیں کرتا' بعد کو چند طالبان خدا آئے اور کہا کہ ہم امامؑ کے حضور میں حاضر ہونا چاہتے ہیں ہماری کچھ مدد کرو تو آپ نے ان کی مدد فرمائی فراہ پہنچنے کے بعد بندگی میراں سید محمود نے یہ معاملہ امامؑ کے حضور میں پیش کیا تو امام علیہ السلام شاہ نعمتؓ کے طریق کار سے معترض ہوئے الی آخرہ۔

مولف ہدیہ نے باب دوم (ص ۲۹) میں یہی واقعہ قطع و برید کرکے لکھا ہے اس لئے ذیل میں اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔

امر اول شاہ نعمتؓ کا یہ کہنا کہ یہ مال امانت ہے' اس میں خیانت کرنا جائز نہیں' اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اس فتوح کو جو امام علیہ السلام کی خدمت میں گزرانے کے لئے دی گئی تھی امامؑ کی خدمت ہی میں گزرانا چاہتے تھے اس لئے آپ کے فرزند کو دینا پسند نہیں کیا۔

یہ امر قابل اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپ نے اولیٰ پر عمل کرنے کی سعی کی ہے۔

امر دوم۔ بندگی میراں سید محمودؓ کا رنجیدہ ہوکر باہر نہ آنا۔

یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ مال کو عزیز رکھتے تھے' آپ نے تو سلطان محمود بیگڑہ کی عطا کردہ جاگیر" بیرم گانو اور ساپچوری" ترک کرکے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر اختیار فرمایا تھا۔ آپ کو رنج اس لئے تھا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔

مولف ہدیہ نے تذکرۃ الصالحین کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے فتوح سامنے رکھدی تو بندگی میراں سید محمودؓ نماز کے لئے باہر آئے حالانکہ تذکرۃ الصالحین میں یہ صراحت ہے کہ باہر نماز کے باب میں گفتگو ہوئی تو اس کو سنکر فوراً نماز کے لئے باہر آگئے۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا فتوح پیش کرنا نماز عصر و مغرب پڑھ لینے کے بعد کا واقعہ ہے اس سے قبل کا نہیں' تذکرۃ الصالحین کی عبارت یہ ہے۔

بندگی میاں سید محمود ایں سخن شنیدہ زود بیروں آمد | بندگی میاں سید محمودؓ یہ بات سن کر جلد باہر آگئے۔

ملاقاتی شدہ نماز عصر و مغرب ادا کردند بعدہ بندگی میاں | ملاقات کر کے نماز عصر و مغرب ادا کی اس کے بعد بندگی میاں رضؓ نے
انچہ بنام حضرت میراں پانزدہ اسپ و مبلغ و نیز ہر چہ | جو کچھ حضرت میراں کے نام سے تھا' پندرہ گھوڑے اور مبلغ نیز جو کچھ فتوح
فتوح کہ نزد خود داشتہ ہمہ آں را پیش میراں سید محمود نمودہ۔ | اپنے پاس رکھتے تھے سب میراں سید محمود رضؓ کے سامنے رکھدی۔

سیرت میں سب سے قدیم ماخذ میاں عبدالرحمٰن کا مولود ہے' اس میں یہی مروی ہے۔

پس از ادائی نماز شام' امتعہ مذکور کہ بود پیش میراں | نماز شام ادا کرنے کے بعد مذکورہ متاع میراں سید محمود کے
بداشتند (ص ۱۱۵) | سامنے رکھدی۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ متاع لینے کا واقعہ نماز پڑھنے سے پہلے کا ہے تو وہ بھی قابل اعتراض نہیں اس لئے کہ آپ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بے چین تھے' حظ نفس کے لئے زر اندوزی مقصود نہیں تھی چنانچہ آپ نے وہ تمام رقم اور جو کچھ اپنے پاس باقی رہ گیا تھا بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے حوالہ کر دیا تاکہ دوران سفر میں ضرورت کے مطابق خرچ کریں جیسا کہ تذکرۃ الصالحین میں روایت کی گئی ہے۔

بعدہ میراں سید محمود بسیار خوش حال شدہ چیزے مبلغ | اس کے بعد بندگی میراں سید محمود رضؓ نے بہت خوش ہو کر کچھ مبلغ
کہ باقی ماندہ بود آوردہ ہمہ یک جا کردہ بہ بندگی میاں پیش | جو ان کے پاس رہ گیا تھا لا کر ایک جگہ کر کے بندگی میاں رضؓ کے
فرمودند کہ اے میاں سید خوندمیر ایں ہمہ از آں شماست | حوالہ کر کے فرمایا' اے سید خوندمیر رضؓ یہ سب آپ کا
بقدر ضرورت خرچ کنید۔ | ہے بقدر ضرورت خرچ کرو۔

امر سوم۔ امام علیہ السلام کا شاہ نعمت رضؓ کو یہ فرمانا کہ تمہیں گجرات کی مثل بھی یاد نہ تھی کہ باپ کا بیٹا وارث ہوتا ہے یہ بھی قابل اعتراض نہیں۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کے معارض نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کے بعد نبی کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا' نبی کی زندگی میں نبی کے مال سے فرزند نبی مستفید ہو تو اس کو مانع نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فراہ میں اپنی رحلت سے قبل جب یہ حدیث پڑھی کہ ہم انبیاء کے گروہ سے ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے' تو خود بندگی میراں سید محمود رضؓ نے امام علیہ السلام کا لباس اور آپ کی تلواریں آپ کے اصحاب میں تقسیم کر دیں' اپنے لئے کچھ نہیں رکھا' یہ عمل بھی حدیث رسول اللہ کے مطابق تھا۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ | ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے
صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ | فرمایا کہ ہم سے میراث نہیں پائی جاتی جو کچھ کہ ہم نے چھوڑا ہے
(متفق علیہ) | وہ صدقہ ہے۔

امام علیہ السلام کا شاہ نعمت رضؓ کے عمل سے تعرض فرمانا عالیت پر دلالت کرتا ہے یعنے حالات کے تحت یہی اولیٰ تھا کہ آپ کی امانت آپ کے فرزند کو راہ عمن پور ہی میں دے دیجاتی تاکہ یہ سفر کا سلسلہ آسانی سے جاری رکھتے۔

لہ صحیح بخاری (طبع مطبع مصطفائی) المجلد الثانی ص ۵۷۵

شاہ نعمتؓ کا عمل نفس مسئلہ کی حد تک تھا اور امام علیہ السلام کا ارشاد حالات متعلقہ پر مبنی تھا۔

امر چہارم۔ شاہ نعمتؓ کا امانت میں سے کچھ رقم ان طالبان خدا کو دینا جو امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے

اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے امانت کی رقم اپنی ذات کے لئے صرف نہیں کی۔ امام علیہ السلام کی نسبت کی خاطر اس کو صرف کیا ہے ان طالبان خدا پر جو محتاج تھے اور زاد سفر نہیں رکھتے تھے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے مشتاق تھے۔

اگر آپ نے کچھ رقم اس امید پر دے دی کہ امام علیہ السلام اس کو منظور فرمائینگے تو اس سے آپ کی بدخلقی کس طرح ثابت ہوگی؟

دوسرے یہ کہ جس وقت آپ نے ان طالبان خدا کو رقم دی ہے بندگی میاں سید محمودؓ محتاج نہیں تھے' بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے آپ کے لئے زاد راہ فراہم کر دی تھی۔

اب رہا یہ شبہ کہ بندگی میاں سید محمودؓ کو نہ دے کر دوسرے طالبان خدا کو دینا کیا معنے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آپ نے بندگی میاں سید محمودؓ کو رقم دینے سے انکار فرمایا ہے آپ کے پیش نظر عالیت تھی یعنے امانت امام علیہ السلام کی خدمت میں گزرانا ہی بہتر ہے دوسرے یہ کہ بندگی میاں سید محمودؓ جیسی صاحب اثر ہستی کا بالکلیہ محتاج رہ جانا اس طرح کہ آپ کا سفر خراسان ہی ملتوی ہو جائے شاہ نعمتؓ کے نزدیک یقینی نہیں تھا' وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ کے لئے کوئی نہ کوئی سامان ضرور فراہم ہو جائیگا' چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے اپنی رقم اور امانت کی رقم سب آپ کے سامنے پیش کر دی۔

شواہد الولایت میں تو یہ بھی مذکور ہے کہ شاہ نعمتؓ کے یہاں خرچ کے لئے روپیہ کم رہ گیا تھا۔

شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

الیشاں جواب دادند کہ خرچ بندہ ہم اندک ماندہ است' در فتوح میرانجی بندہ خیانت چگونہ می کند (باب ۲۵)	انہوں نے جواب دیا کہ بندہ کا خرچ بھی تھوڑا رہ گیا ہے' میرانجی کی فتوح میں بندہ کس طرح خیانت کرے گا۔

تذکرۃ الصالحین کی دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے آنے اور فتوح گزرانے سے قبل بندگی میراں سید محمودؓ کے یہاں بھی کچھ مبلغ تھا' "چیزے مبلغ کہ باقی ماندہ بود" (کچھ رقم جو باقی رہ گئی تھی) کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

حاصل یہ کہ ان طالبان خدا کی طرح جنھوں نے شاہ نعمت سے کچھ رقم مانگی تھی بندگی میراں سید محمودؓ بالکلیہ محتاج نہ تھے اور بندگی میراں سید محمود کی طرح ان کا سامان سفر مہیا ہو جانے کی کوئی توقع نہیں تھی ہو یا بھی تو امام علیہ السلام کی نسبت کی خاطر یعنے طالبان خدا' امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ شاہ نعمتؓ نے معطی کے منشاء کے خلاف کچھ رقم طالبان خدا کو دی تب بھی یہ امر قابل اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سب کچھ للہ اور فی اللہ تھا مثلاً رسول اللہ صلعم نے مرض الموت میں کاغذ و دوات قلم لانے فرمایا تاکہ کچھ لکھا دیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔

بخاری اور مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما حضر	ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کی وفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ فقال عمر قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ الی آخرہ[1]

قریب ہوئی اور آپ کے گھر میں چند لوگ تھے ان میں عمر بن الخطاب بھی تھے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھتا ہوں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے پس عمر نے کہا کہ آپ پر درد غالب ہوگیا ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے، بس ہے تمہارے لئے کتاب اللہ۔

رسول اللہ صلعم کے منشاء کے خلاف حضرت عمر کا یہ فرمانا قابل اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپ کے پیش نظر یہی امر تھا کہ شدت مرض میں رسول اللہ صلعم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

اسی طرح شاہ نعمت رضؓ نے اگر معطی کے منشاء کے خلاف کچھ رقم طالبان خدا کو دی تو وہ بھی مورد اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سب فی اللہ وللہ تھا۔

امر نجیم بشاہ نعمت رضؓ کا رنجیدہ ہوکر روانہ ہونا۔ یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ صلعم ایک روز مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے آپ کے اصحاب نے قافلہ کی گھنٹی کی آواز سنی تو خطبہ سننا چھوڑ دیا اور غلہ حاصل کرنے کے لئے مسجد نبوی سے نکل پڑے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

سیوطی نے الدر المنثور میں فاذا قضیت الصلوٰۃ کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

اخرج عبد بن حمید عن الحسن قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قدمت غیر المدینۃ فانفضوا الیھا وترکوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یبق معہ الا رھط منھم ابوبکر وعمر فنزلت ھذہ الآیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تتابعتم حتی لا یبقی معی احد منکم لسال بکم الوادی نارا[2]

عبد بن حمید نے حسن سے تخریج کی ہے کہ اس حالت میں رسول اللہ صلعم خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ مدینہ کا قافلہ آیا اور اصحاب اس کی طرف بڑھے اور نبی علیہ السلام کو چھوڑ دیا بجز تھوڑے سے آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا ان میں ابوبکر اور عمر تھے پس یہ آیت نازل ہوئی، پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم پے در پے چلے جاتے یہاں تک کہ میرے ساتھ تم میں سے کوئی نہیں رہتا تو تم پر اس وادی میں سیلاب آتش آجاتا۔

صحابہ کا یہ عمل قابل اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ ان دنوں مدینہ منورہ میں غلہ کی کمی تھی اور اصحاب رسولؐ کا مذکورہ فعل بر بنائے بشریت تھا۔

شاہ عبدالعزیز نے اس واقعہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بشریت ہمیں امور را تقاضا می کند[3]

بشریت انہی امور کی متقاضی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کا خطبۂ رسولؐ سننا چھوڑ کر مسجد سے نکل جانا بر بنائے بشریت تھا، اسی طرح شاہ نعمت رضؓ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۶۰۹ [2] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء السادس ص۲۱۱ [3] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) ص۵۳۸

بھی جذبۂ بشری کے تحت روانہ ہوئے۔

امر ششم۔ شاہ نعمتؓ کی جماعت کا طالبان خدا سے ہونا۔

تذکرۃ الصالحین کی عبارت سمجھنے میں مولف ہدیہ کو دھوکا ہوا ہے، اسی بنا پر اس نے یہ واقعہ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ گویا امامؑ نے شاہ نعمتؓ کی جماعت کے طالب خدا ہونے سے انکار فرما دیا ہے۔

تذکرۃ الصالحین کی عبارت یہ ہے۔

الغرض بعدہ حضرت میراں فتوح خود را نزد یک میاں شاہ نعمتؓ طلب فرمودند شاہ مذکور جواب دادند کہ ایں طالبان خدا کہ آمدہ اند درمیان ایشاں خرج شد حضرت میرانؑ فرمودند کہ غائبانگاں را طالبان خدا کہ کرد۔	الغرض حضرت میرانؑ نے اپنی فتوح شاہ نعمتؓ سے طلب فرمائی شاہ نعمتؓ نے جواب دیا کہ یہ طالبان خدا جو آئے ہیں ان پر خرچ ہوگئی حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جو غائب تھے طالب خدا کس نے کیا۔

"لفظ غائبانگاں" انصاف نامہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

فرمودند فلاں غائبانگاں را از کجا آوردی (باب نہم)	فرمایا فلاں غائب لوگوں کو کہاں سے لایا

مذکورہ لفظ دو لفظوں سے بنا ہے، ایک "غائبانہ" دوسرے "گاں" علامت جمع

"غائبانہ" کو "غائباں" پڑھنا اور "گاں" کو "نگاہ" پڑھنا، وہی سعدی کے کلام میں "خفتہ" کو "خفیہ" پڑھنے کے مترادف ہے !!!

اس عبارت میں تین امور بیان کئے گئے ہیں۔

ایک میراں علیہ السلام کا شاہ نعمتؓ سے فتوح طلب کرنا، دوسرے شاہ نعمتؓ کا جواب دینا کہ فتوح ان طالبان خدا پر خرچ ہوگئی، تیسرے امامؑ کا فرمانا کہ ان لوگوں جو امامؑ کی خدمت میں ابھی حاضر نہیں ہوئے تھے طالب خدا کس نے کیا!

امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ان لوگوں کو طالب خدا کس نے کیا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ خود امامؑ ہی نے ان لوگوں کو طالب خدا فرمایا ہے وہ اس طرح کہ آپ کی تبلیغ مہدیت کی بناء پر وہ لوگ مہدوی ہوئے، اور انہوں نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے احمد آباد سے تا علاقہ خراسان کا سفر کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، آپ نے شاہ نعمتؓ کو آگاہ فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کی تو رعایت کی جو طالب خدا تھے لیکن ہدایت کے اس منبع اور اس ہستی کی رعایت نہ کی جس کی تبلیغ مہدیت کی وجہ سے یہ طالب خدا ہوئے یعنے شاہ نعمتؓ نے امامؑ کی خدمت میں پوری امانت پیش نہیں کی یا یہ کہ آپ کے فرزند کی رعایت نہیں کی۔

"طالبان خدا کہ کرد" استفہام اقراری ہے انکاری نہیں، استفہام اقراری ہونے کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تذکرۃ الصالحین کے ایک نسخہ میں جو ۱۲۶۶ھ کا مکتوبہ ہے اور اس کے کاتب سید عیسیٰ بن سید ابراہیم ہیں لفظ "غائبانگاں" کے ساتھ "رحمۃ اللہی" بھی موجود ہے۔

اس کے علاوہ یہ جماعت امام علیہ السلام کی مبشر بھی ہے، امام علیہ السلام نے جب شاہ نعمتؓ کو علاقہ ٹھٹھہ سے گجرات روانہ کیا ہے تو یہ فرمایا ہے

بروید و آیندگاں را بیارید[1] | جاؤ اور آنے والوں کو لاؤ

پھر یہ کیسے متصور ہو سکے گا کہ آپ نے آنے والی جماعت کے طالب خدا ہونے سے انکار فرمایا، آنے والوں سے متعلق تو امام علیہ السلام نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ رحمت حق کے لائق ہیں جیسا کہ میاں عبدالرحمنؒ کے مولود میں روایت کی گئی ہے۔

میاں نعمتؓ کسانیکہ برحمت حق لائق بودند آوردند[2] | میاں نعمتؓ ان لوگوں کو لائے جو رحمت حق کے لائق تھے۔

اسی بنا پر اس گروہ کو "رحمۃ اللّٰہی گروہ" کہا جاتا ہے جیسا کہ شاہ برہانؒ نے بیان فرمایا ہے۔

آوردہ اند چوں بندگی میاں نعمتؓ از احمد آباد بہ جانب حضرت امام علیہ السلام متوجہ گشتند چند صد کساں از مقلدان امام آخر الزماں دنیا ترک دادہ برائے صحبت خلیفۃ الرحمن ایماں بندگی میاں مشار الیہ می شدند کہ ایشاں را در اصطلاح گروہ حضرت مہدیؑ رحمۃ اللّٰہی می گفتند (دفتر اول رکن دوم باب پنجم)

بیان کیا ہے کہ جب بندگی میاں نعمتؓ احمد آباد سے حضرت امامؑ کی طرف متوجہ ہوئے تو چند سو افراد امام آخر الزماں کے مقلدین میں سے ترک دنیا کر کے خلیفۃ الرحمن کی صحبت میں رہنے کے لئے بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے ہمراہ جا رہے تھے جنہیں گروہ حضرت مہدی علیہ السلام کی اصطلاح میں رحمۃ اللّٰہی کہتے تھے۔

بندگی شاہ برہانؒ نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

ادا کردن امانت بندگی میاں نعمتؓ در پیش حضرت خاتم الولایت و حساب دادن آنچہ خرج رحمۃ اللّٰہی کہ ترک دنیا کردہ آمدہ بودند مشہور است (دفتر اول رکن دوم باب پنجم)

بندگی میاں نعمتؓ کا حضرت خاتم الولایت کی خدمت میں امانت ادا کرنا اور رحمۃ اللّٰہی گروہ جو ترک دنیا کر کے آیا تھا اس کے خرچ کا حساب دینا مشہور ہے

حاصل یہ کہ شاہ نعمتؓ کے ساتھ جو جماعت احمد آباد سے خراسان گئی ہے رحمۃ اللّٰہی کہلاتی ہے پس مولف ہدیہ اور اس کے متبعین کا اس جماعت کے طالب خدا ہونے سے انکار کرنا یا اس کو منافق قرار دینا باطل ہے۔

تذکرۃ الصالحین میں شاہ نعمتؓ کی طرح اس جماعت کا بھی نقل جانا مذکور ہے لیکن اس سے قبل کی کتابوں میں نہیں ہے، تذکرۃ الصالحین کی روایت کے اس حصہ کو مان بھی لیں تو اس جماعت کا شاہ نعمتؓ کے ساتھ واپس ہو جانا مستفاد ہوتا ہے ورنہ اس گروہ امام علیہ السلام میں رحمۃ اللّٰہی کا لقب نہ دیا جاتا۔

امر ہفتم: امام علیہ السلام کا تسلی دینے کے لئے شاہ نعمتؓ کے ہاں آنا، یہ بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؓ ایک دفعہ حضرت فاطمہ سے ناراض ہو کر مسجد نبوی میں جا کر سو گئے تو رسول اللہ صلعم خود وہاں تشریف فرما ہوئے اور آپ کے جسم سے خاک صاف کرتے ہوئے فرمایا اٹھ یا ابو تراب۔

صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔

عن سہل بن سعد قال دخل علی علی فاطمۃ ثم خرج فاضطجع فی المسجد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم این ابن عمک قالت فی المسجد

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور کسی بات پر خفا ہو کر مسجد نبوی میں جا کر لیٹ گئے رسول کریمؐ تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے پوچھا تمہارے ابن عم کہاں ہیں عرض کیا مسجد

---

[1] مولود میاں عبدالرحمن صفحہ ۱۱۰ [2] مولود میاں عبدالرحمن صفحہ ۱۱۶

فخرج اليه فوجد راءه قد سقط عن ظهره وخلص التراب الى ظهره فجعل يمسح عن ظهره فيقول اجلس يا ابا تراب مرتين[1]

مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

میں ہیں آپ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی پیٹھ سے چادر مٹی ہوئی ہے اور پیٹھ خاک سے بھری ہوئی ہے آپ حضرت علی کی پیٹھ سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے اے ابوتراب اٹھو بیٹھو دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔

بخاری و مسلم از سہل بن سعد ساعدی آوردہ کہ گفت درآمد علی بر فاطمہ رضی اللہ عنہا پس بیرون رفت و خسپید در مسجد چوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در بیت فاطمہؓ آمد علی را ندید پرسید کجا است ابن عم تو یعنے علی و این عادت زبان عرب است کہ گویند و نخواست کہ زوج و مانند آن گوید، فاطمہؓ گفت میان من و وے چیزے واقعہ شدہ پس غضب کرد بیرون رفت و قیلولہ نزد من نہ کرد پس آنحضرتؐ کسے را فرمود کہ ببیند کجا است پس آں کس آمد وگفت یا رسول اللہ ہست در مسجد خواب می کند پس آنحضرت علیہ السلام در مسجد بر سر وے آمد و دید کہ بر پہلوے خفتہ و ردائش از پہلو افتادہ و بدن شریفش خاک آلودہ گشت پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود قم ابا تراب از آں روز کنیت وے ابوتراب آمد[2]

بخاری و مسلم نے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ علی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پھر باہر گئے اور مسجد میں سو گئے جب رسول اللہ صلعم فاطمہؓ کے گھر میں آئے تو آپ نے علیؓ کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا کہ تمہارے ابن عم کہاں ہیں یعنے علیؓ یہ زبان عرب کا طریقہ ہے جو کہتے ہیں اور یہ نہیں چاہا کہ شوہر یا اس کے مانند کوئی لفظ کہیں، فاطمہؓ نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ واقع ہو گیا ہے پس وہ غضبناک ہو گئے اور باہر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا پس آنحضرتؐ نے کسی سے فرمایا دیکھو کہاں ہیں پس وہ شخص آیا اور کہا یا رسول اللہؐ وہ مسجد میں سو رہے ہیں پس آنحضرت علیہ السلام مسجد میں آپ کے سرہانے آئے اور دیکھا کہ آپ ایک پہلو پر سوئے ہوئے ہیں اور آپ کی ردا پہلو پر سے گر گئی ہے اور آپ کا جسم مبارک خاک آلود ہو گیا ہے پس آنحضرت صلعم نے فرمایا اٹھو یا ابوتراب اس دن سے آپ کی کنیت ابوتراب ہو گئی۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا شاہ نعمتؒ کے پاس آنا اور رسول اللہ صلعم کا حضرت علیؓ کے پاس آنا بر بنائے شفقت تھا۔ یہ عین خلق ہے اس کو بد خلقی قرار دینا عین بے دینی اور بد خلقی ہے۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم مسجد میں حضرت علیؓ کے پاس آئے ہیں۔ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں بھی یہی مذکور ہے کہ امام علیہ السلام شاہ نعمتؒ سے مسجد میں ملے ہیں، مولود کی عبارت یہ ہے۔

بندگی میاں نعمت بداں واسطہ دلگیر گشتہ بمسجدے کہ در صحرا بود رفتند حضرتؐ رفتہ دست میاں نعمتؒ گرفتہ آوردند و در آں محل ایں سخن فرمودند تو ں مجھ موڑ نلوڑ ہوں تجھ لوڑ نہار (ص ۱۱۷)

بندگی میاں نعمتؒ اس وجہ سے رنجیدہ ہو کر ایک مسجد میں جو جنگل میں تھی چلا گئے حضرت میرانؒ تشریف لیجا کر میاں نعمتؒ کا ہاتھ پکڑ کر لائے اس موقع پر یہ بات فرمائی "تم مجھے چاہو یا نہ چاہو میں تمہیں چاہتا ہوں"۔

ان تمام امور سے قطع نظر شواہد الولایت کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ بندگی میاں شاہ نعمتؒ نے امام کی اہانت

---

[1] صحیح بخاری (طبع مجتبائی) جلد اول ص ۵۲۹ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۹

اور اس میں سے جو کچھ طالبان خدا پر صرف ہوا تھا، سب کا حساب پیش فرما دیا،

شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

الغرض قصۂ ادا کردن امانت بندگی میاں شاہ نعمتؓ در پیش حضرت خاتم الولایت وحساب دادن خرچ راہ بر طالبان مالہ کہ ترک دنیا کردہ آمدہ بودند مشہور است (باب بیست وپنجم)	بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا حضرت خاتم الولایت کی خدمت میں امانت ادا کرنا اور طالبان خدا جو ترک دنیا کر کے آئے تھے ان کے خرچ راہ کا حساب پیش کرنا مشہور ہے

جب امانت سے متعلق حساب ہی پیش کر دیا گیا تو کوئی امر قابل اعتراض نہیں رہتا اگر شاہ نعمت رحمۃ اللہی گروہ کی مالی امداد نہ فرماتے تو اس جماعت کے احمد آباد سے خراسان تک سفر کرنے کی کوئی سبیل نہیں تھی اور نہ "آیند گاں را بیارید" (آنے والوں کو لاؤ) کی تکمیل ہوتی۔

حاصل یہ کہ مذکورۂ بالا واقعہ سے بھی شاہ نعمتؓ کے خلق کے خلاف حجت نہیں لائی جا سکتی۔

شاہ نعمتؓ کی شہادت (۵) مولف ہدیہ نے باب دوم میں آپ سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے۔

"شاہ نعمت کہ اس روز اس پیرزادے کو اپنا فدیہ دے کر بچ گئے تھے الی آخرہ۔"

یہاں پیرزادے سے مراد امام علیہ السلام کے فرزند بندگی میاں سید علیؓ ہیں، شاہ نعمتؓ نے آپ کو اپنا فدیہ نہیں بنایا بندگی میاں سید علی نے از خود شاہ نعمتؓ کو جو اجلۂ اصحاب امام سے تھے مخالفین کے ہاتھوں سے چھڑایا ہے جیسا کہ صاحب تذکرۃ الصالحین نے روایت کی ہے۔

نقل است روزے بندگی میاں شاہ نعمتؓ را منکران مہدیؑ در گردوں نشاندہ می بردند ناگاہ میاں سید علیؓ در اثنائے راہ ملاقاتی شدہ فرمود کہ ایشاں را کجا می برید منکراں گفتند بحضور بادشاہ میاں فرمودند برائے چہ کار باز گفتند برائے نام مہدی فرمودند اگر فرزند مہدی بدست آید ایشاں را خواہید گزاشت گفتند آرے میاں سید علی فرمودند کہ من فرزند ذات مہدی ہستم مرا ببرید ایشاں را بگزارید (باب دوم)	منقول ہے کہ ایک روز منکرین مہدیؑ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو گاڑی میں بٹھا کر لے جا رہے تھے یکایک میاں سید علیؓ نے راستہ میں مل کر فرمایا کہ انہیں کہاں لیجاتے ہو، منکرین نے کہا کہ بادشاہ کے حضور میں، میاں نے فرمایا کس کام کے لئے پھر کہا کہ نام مہدی کے لئے فرمایا، اگر فرزند مہدی مل جائے تو کیا ان کو چھوڑ دو گے کہا کہ ہاں، میاں سید علی نے فرمایا کہ میں فرزند مہدی ہوں مجھے لے چلو اور انھیں چھوڑ دو۔

صاحب خاتم سلیمانی نے یہ لکھا ہے۔

بندگی میاں سید علی بن مہدی موعود شاہ نعمتؓ را خلاص کنانیدہ خود در حبس شدند (گلشن ہشتم چمن اول)	بندگی میاں سید علیؓ بن مہدی موعودؑ شاہ نعمتؓ کو چھڑا کر خود قید ہو گئے۔

"خلاص کنانیدہ" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ بندگی میاں سید علیؓ نے شاہ نعمتؓ کو چھڑایا ہے لہٰذا مولف ہدیہ کا یہ دعویٰ غلط نکلا کہ شاہ نعمتؓ نے بندگی میاں سید علیؓ کو اپنا فدیہ بنایا۔

مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہے کہ بندگی میاں سید علیؓ فرزند امامؑ کی نظروں میں بندگی شاہ نعمتؓ کی کیا قدر و منزلت تھی؟

اس سے شاہ نعمتؓ کے خلق کے خلاف کس طرح حجت کی جاسکے گی؟

(۶۱) اب رہا شاہ نعمتؓ کا لشکر شاہی سے مقابلہ تو تاریخ سے ثابت نہیں ہے، خاتم سلیمانی میں یہ روایت کی گئی ہے۔

نقل است کہ از بلدۂ دولت آباد نظام شاہ بادشاہ از خوف افواج مغل ہراساں شدہ حرایم را بسمت قلعہ لوہ گڈہ کہ جائے محفوظ و متمکن و مکان محروس و مامن است روانہ کردہ بود کہ در قلعہ چند روز بگذرانند و حوالہ کار حفظ و ضبط بیگمات خواجہ سرا خوار ہر دو سرا بود و تخم عناد و حسد مہدویاں در ارض دل خبث منزل کاشتہ بود قضا را گذر فوج قبائل شاہ بر دائرہ حضرت نعمت اللہی واقع شد گویند آنحضرت بعد عصر یا بعد مغرب یا گروہ فقیراں بر صفوف در بحر مشاہدہ و مشکافہ غرق بودند ناظر مذکور سواری رسید اہتمام دور شوید دور شوید آغاز کرد شاہ و فقیراں در امر مرجوعہ خبرے نداشتند بر نخاستند ناظر خبث منظر حکم قتل کرد و در اندک زمانے شاہ رضی اللہ عنہ با بیست و کسان فقراء شہید شدند۔ (گلشن ہشتم چمن اول)

منقول ہے کہ بلدۂ دولت آباد سے نظام شاہ بادشاہ نے افواج مغل سے ڈر کر اپنے حرم کو قلعہ لوہ گڈہ کی جانب جو ایک محفوظ مضبوط اور امن کی جگہ تھی روانہ کیا تھا۔ کہ قلعہ میں چند روز گزاریں، اور بیگمات کا انتظام اور ان کی حفاظت خواجہ سرا کے حوالے تھی جو دونوں جہاں میں ذلیل تھا، اس نے مہدویوں کے عناد و حسد کا تخم اپنے خبث بھرے دل کی زمین میں بویا تھا اتفاقاً قبائل شاہ کی فوج کا گذر نعمتہ اللہی دائرہ پر ہوا، کہتے ہیں کہ حضرت عصر و مغرب کے بعد گروہ فقراء کے ساتھ صف بزم مشاہدہ اور مکاشفہ میں غرق تھے، ناظر مذکور کی سواری پہونچی، دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ کا اہتمام شروع کیا، شاہ نعمتؓ اور آپکے فقراء کو جو مشاہدہ اور مکاشفہ میں غرق تھے اس کی خبر نہ تھی، وہ نہیں اٹھے، ناظر خبث منظر نے قتل کا حکم دیا اور تھوڑی دیر میں شاہ نعمتؓ اٹھارہ فقراء کے ساتھ شہید ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نظام شاہ کے ناظر نے فقراء کی جماعت کو اس وقت شہید کرایا ہے جب کہ وہ عبادت میں مشغول تھے۔

شاہ نعمتؓ کی تصدیق سے قبل کی زندگی

مولف ہدیہ نے شاہ نعمتؓ کے خلق کے خلاف آپ کی سابقہ زندگی سے استدلال کیا ہے یعنے آپ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل قتل و خون کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اگر اس معیار پر اصحاب رسول کو جانچا جائے تو اکابر اصحاب رسولؐ شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا نظر آتے ہیں؛ کیا اس بناء پر اکابر اصحاب رسولؐ کے خلق کے خلاف استدلال کیا جائے گا کہ اسلام سے مشرف ہونے سے قبل شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا تھے؟

امر واقعی یہ ہے کہ شاہ نعمتؓ نے تائب ہو کر امام علیہ السلام کے حضور میں اپنے گناہوں کا اظہار کیا ہے جیسا کہ

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں مروی ہے۔

ہماں ساعت تارک دنیا و طالب مولیٰ شدہ تائب گشتند جریدۂ خود را من وعن فرانمودند کہ از من ثقیل تر گنہگار دیگر کس نباشد چنیں گناہاں را چگونہ عفو نوائم کرد (ص۷۵)

شاہ نعمت اس وقت تارک دنیا طالب خدا ہو کر تائب ہو گئے اور اپنی تمام خطاؤں کو ظاہر کیا اور کہا کہ مجھ سے بڑھکر گنہگار کوئی نہیں۔ میں اپنے ایسے گناہوں کو کس طرح معاف کرا سکتا ہوں۔

اس پر امام علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔

فرمودند کہ خدائے تعالیٰ غفور رحیم است گناہ او باو بخشائید وگناہ خلق پیش خلق بخشائید (ص۷۵)

فرمایا کہ خدائے تعالیٰ غفور رحیم ہے، خدا کے گناہ جو کئے ہو خدا سے معاف کراؤ مخلوق کے گناہوں کو مخلوق سے معاف کراؤ۔

امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق شاہ نعمت اپنے دعوے داروں کے پاس گئے، وہ آپؓ کی دگرگوں حالت دیکھکر اپنے دعوے سے باز آ گئے۔ میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مروی ہے۔

بہ خانہ ہائے ہر یک دعویٰ داران خود رفتند وگفتند کہ قصاص خود بگیرید چوں درمیان ایشاں حالت دیگر دیدند از دعوی ہائے خود درگذشتند (ص۷۵)

شاہ نعمتؓ اپنے ہر دعوی دار کے گھر پر گئے اور کہا کہ مجھ سے اپنا بدلہ لے لو جب ان لوگوں نے آپ کی حالت دگرگوں دیکھی تو اپنے دعووں سے باز آ گئے۔

ایسی صورت میں شاہ نعمتؓ کی سابقہ زندگی سے شاہ نعمتؓ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا اصحاب رسول اللہ ﷺ کے خلاف استدلال کرنا ہے!

(❁)

باب چہارم

بندگی شاہ نظام رضؓ

طریق تلقین مولف ہدیہ نے شاہ نظامؓ کے خلاف ہدیہ کے صـ۱۹۹ پر ایک موضوع نقل سے استدلال کیا ہے کہ حضرت نے ایک شخص سے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں مقبول لکھوا دیا حالانکہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں اس سے متعلق مردود لکھا ہوا تھا۔

قوم مہدویہ کی کسی معتبر کتاب میں یہ مروی نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کے صحابہ نے یا بندگی شاہ نظامؓ نے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں کوئی تبدیلی کروائی ہے۔ حاشیہ شریف میں مہاجرین مہدیؑ کا طریق تلقین اس طرح مروی ہے۔

نقل است تلقین کردن مہاجران ایں چنیں بود کہ یکی مرد بندگی میاں شاہ نظامؓ را عرض کرد فرزند مرا تلقین کنید میاں تاخیر کردند بعدہ کوشش بسیار کرد بعدہ میاں نظر در لوح محفوظ کردند ابتداء و انتہائے او معلوم کردند کہ خیریت است آنگہ تلقین کردند

(حاشیہ شریف صـ۲۸۳)

نقل ہے کہ مہاجرین کا تلقین کرنا اس طرح تھا، ایک شخص نے بندگی میاں شاہ نظامؓ سے عرض کی میرے فرزند کو تلقین کرو میاںؓ نے تاخیر کی اس کے بعد اس نے بہت کوشش کی اس کے بعد میاںؓ نے لوح محفوظ پر نظر ڈالی اور ابتداء و انتہاء معلوم کی کہ خیریت ہے اس وقت تلقین کی۔

مذکورہ نقل میں اصحاب مہدی اور خصوصاً شاہ نظام کا طریق تلقین بیان کیا گیا ہے۔ اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ اصحاب مہدیؑ پہلے لوح محفوظ پر نظر ڈالتے، ابتداء و انتہا معلوم کرتے اور پھر تلقین فرماتے۔ ظاہر ہے کہ تلقین اسی کو مفید ہوتی ہے جس کا اہل ایمان سے ہونا ازل میں مقرر کیا گیا ہو۔

یہاں نہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کا ذکر ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں کوئی تبدیلی مذکور ہے جیسا کہ معترض کی پیش کردہ موضوع نقل میں بیان کیا گیا ہے۔

اس لحاظ سے معترض کا ایک بے بنیاد نقل سے شاہ نظامؓ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل اور اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔

شاہ نظام اور کوہ قاف کی سیاحت معترض نے ہدیہ مہدویہ کے صـ۱۹۹ پر ایک موضوع نقل کا سہارا لے کر بندگی شاہ نظامؓ پر یہ افتراء کیا ہے کہ آپ نے اس امر کی تصدیق فرمائی کہ سکندر ذوالقرنین نے ایک درخت کے پھل سے جماع کیا ہے اور یہ بھی افتراء کیا ہے کہ بندگی شاہ نظامؓ نے بہشت شداد کی تفصیل دی ہے۔

متقدمین کی روایت سے تو صرف اس قدر ثابت ہے،

وقتے کہ بندگی میاں شاہ نظام در سفر بودند بکوہ قاف رسیدند آنجا درختاں اند آن را پھل ہمچو ماہ اند آنجا بندگانِ خدا سیری می کنند آن پھل را می آرند در پس خوردہ اند کے می ریزند ہر کسے را کہ می دہند آں را کشف می شود بندگی میاں شاہ نظام فرمودند بندہ دو بار رفتہ بودم بعد ازاں نہ رفتم (حاشیہ شریف ص۱۷۳)

جس وقت بندگی میاں شاہ نظامؓ سفر میں تھے کوہ قاف میں پہنچے، اس جگہ درخت ہیں، ان کے پھل چاند کے جیسے ہیں، اس جگہ بندگان خدا سیر کرتے ہیں، وہ پھل لاتے ہیں اور پسخوردہ میں کچھ ڈالتے ہیں، جس شخص کو دیں اس کو کشف ہوتا ہے، بندگی میاں نظامؓ نے فرمایا بندہ دو مرتبہ گیا تھا، اس کے بعد نہیں گیا۔

یہی روایت تقلیات میاں سید عالم میں بھی آئی ہے۔

میاں نظام فرمودند کہ در کوہ قاف درختانند آں را میوہ بمثل ماہ می شود بندگان خدا آنجا سیری می کنند آں ثمر می آرند و بخورند ذرہ پس خوردہ ہر کس را بدہند او مکشوف می شود بندگی میاں فرمودند بندہ دو بار آنجا رفتہ بود

(تقلیات میاں سید عالم ص۲۹)

میاں نظامؓ نے فرمایا کہ کوہ قاف میں ایسے درخت ہیں کہ ان کا پھل چاند کے جیسا ہوتا ہے، بندگان خدا وہاں سیر کرتے ہیں اور وہ پھل لاتے ہیں ذرہ پس خوردہ کسی کو دیں تو اس کو کشف ہو جاتا ہے، بندگی میاں نظامؓ نے فرمایا کہ بندہ دو مرتبہ وہاں گیا تھا۔

مذکورہ قدیم روایتوں میں نہ تو درخت کے پھل سے جماع کرنا مذکور ہے اور نہ بہشت شداد کی تفصیل دیگئی ہے بلکہ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندگی شاہ نظامؓ نے کوہ قاف کی سیر کی ہے اور وہاں ایسے پر تاثیر پھلوں کو دیکھا ہے جو چاند کے جیسے ہوتے ہیں۔

ایسی صورت میں معترض کا جماع والی موضوع نقل سے بندگی میاں شاہ نظامؓ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا عین جہالت اور عین بدخلقی ہے۔

کوہ قاف، کوہ قفقاز کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ فرہنگ نظام میں بیان کیا گیا ہے[1] اور قفقاز وہ علاقہ ہے جو بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے درمیان ہے۔

شاہ نظامؓ کا یہاں تک جانا ناممکن نہیں اس لئے کہ صاحب تذکرۃ الصالحین نے آپ کے متعلق یہ لکھا ہے۔

در ملک روم و شام و عراق گشتہ واز دیار ہندوستان ہم گزشتہ (باب یازدہم)

روم و شام اور عراق کی سیاحت کی ہے اور ہندوستان کے شہروں سے بھی گزرے ہیں۔

حاشیہ انصاف نامہ اور تقلیات میاں سید عالم کی روایات سے تو صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ بندگی شاہ نظامؓ نے یہ فرمایا ہے کہ کوہ قاف میں چند درختوں کے پھل چاند کے جیسے ہوتے ہیں اور وہ پھل پر تاثیر بھی ہوتے ہیں۔ چاند سے جو تشبیہ دیگئی ہے وہ گول ہونے میں ہو سکتی ہے یا تابناک ہونے میں۔

---

[1] فرہنگ نظام جلد چہارم ص۹۶

بہرحال ایسے گول اور پُرتاثیر پھلوں کا ہونا ممکن ہے، اور دنیا میں اس کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔

مراتب اصحاب مہدیؑ معترض نے ہدیہ کے صـ۲۳۵ پر یہ نقل درج کی ہے کہ ایک دن میاں عبدالرحمنؒ ایک حدیث بروایت ابوذر غفاری پڑھ رہے تھے اس میں اس مقام پر پہونچے کہ فرمایا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی میرے کہ وہ برابر میرے مرتبہ کے ہیں۔ شاہ نظامؒ نے سن کر کہا کہ یہ صفت عوام اصحاب مہدیؑ کی ہے اور بڑے اصحاب کا مرتبہ اس سے بھی دور اور آگے ہے۔

"اخوانی ھم بمنزلتی" کا ترجمہ معترض نے یہ کیا ہے کہ "بھائی میرے کہ وہ برابر میرے مرتبہ کے ہیں"۔

معترض کو محدثین کے مذہب کی خبر نہیں کہ جہاں کہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "کان معی فی الجنۃ" تو اس سے مساوات مراد نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی مساوات مراد نہیں ہے۔

من احبنی کان فی درجتی	جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ میرے درجہ میں ہوگا۔

کیا اس حدیث کی بناء پر یہ کہا جائے گا کہ جو شخص رسول اللہ صلعم سے محبت رکھے گا وہ درجہ اور منزلت میں آپ کے برابر ہوگا؟

مولف مدارج النبوۃ نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

در حدیث انس رضی اللہ عنہ آمدہ کہ فرمودہ آنحضرت من احبنی کان معی فی الجنۃ۔ پوشیدہ نماند کہ مراد بہ معیت مساوات در درجہ نخواہد بود اگرچہ در بعضے احادیث کان فی درجتی نیز واقع شدہ است[1]	انس رضؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ میرے ساتھ ہوگا جنت میں۔ مخفی نہ رہے کہ معیت سے مراد درجہ میں مساوات نہیں ہے۔ اگرچہ بعض احادیث میں کان فی درجتی (میرے درجہ میں ہوگا) بھی آیا ہے۔

ان روایتوں سے ثابت ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلعم سے محبت رکھے گا اس کا یہ مرتبہ ہے کہ وہ آپؐ کے درجہ میں ہوگا۔ یہ مرتبہ بیشک عام اصحاب مہدیؑ کا ہے، اور خاص اصحاب مہدیؑ کا مرتبہ اس سے بڑھکر ہے اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ شدت سے محبت رکھتے تھے اور اس حدیث کا مصداق تھے۔

من اشد امتی لی حبا ناس یکون بعدی[2]	میری امت میں مجھ سے شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ مطلق محبت رکھنے والے کے مقابلہ میں شدت سے محبت رکھنے والے کا مرتبہ بلند تر ہی ہوگا۔

صاحب زبدۃ الحقائق نے تمہید اصل ثالث میں اخوانی کی روایت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اگر منزلت و مقام مصطفیٰ تواں دانستن و داشتن انگہ ممکن بود کہ منزلت ایں طائفہ دریابی[3]	اگر مصطفیٰ صلعم کا مقام اور منزلت جان سکتا ہے اور رکھ سکتا ہے تو اس وقت اس جماعت کی منزلت کو پانا ممکن ہوگا۔

صاحب شواہد الولایت نے بھی اخوانی ھم بمنزلتی کی روایتیں شرح منازل السائرین اور مفتاح النجات کے حوالے سے

---

[1] ہوگا میرے ساتھ جنت میں۔ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۲۹۶۔ [3] اشعۃ اللمعات جدید رابع صـ۷۵۲۔
[3] زبدۃ الحقائق طبع شیراز صـ۱۲۔

درج کی ہیں لیکن مولف ہدیہ مہدویہ نے ان کتابوں کے نام حذف کر دیئے۔

صاحب شواہد الولایت نے ہم بمنزلتی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اول مقام و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باید شناخت تا مقام و منزلت ایشاں علیہم الرضوان معلوم شود [1]	پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور منزلت پہچاننا چاہیئے تاکہ ان کا مقام اور منزلت معلوم ہووے۔

یہ وہی مفہوم ہے جو صاحب حدیقۃ الحقایق نے ادا کیا ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی منزلت میں ہونے والی جماعت خود رسول اللہ صلعم سے افضل ہوگی؟

حاصل یہ کہ کان فی درجتی (میرے درجہ میں ہوگا) سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ مساوات ثابت نہیں ہو سکتی تو بمنزلتی (میرے درجہ میں) سے کس طرح مساوات پر استدلال کیا جائے گا؟

بمنزلتی کی جو روایت ہے اس کی تصحیح نقل اور اس کی تفصیل اس سے قبل بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی روایت کے ذیل میں دی جا چکی ہے۔

اسرار قابل اظہار نہیں معترض نے جوہر نامہ جیسے غیر معروف رسالہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔

اور شاہ نظام رضؓ نے کہا کہ "اگر جو کچھ میراں سے میں نے سنا ہے بیان کروں برادران دینی بندے کو سنگسار کریں"۔

یہ بھی حضرت ابوہریرہ کے قول کے جیسا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا وہ کہدوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔ اس حدیث کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندے سے پوچھنا معترض نے ہدیہ کے صـ ۲۳۵ پر شاہ نظام رضؓ سے متعلق یہ نقل درج کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ کر بندوں کو سرافراز فرماتا ہے کہ اگر تو کہے تو یہ درجہ اس کو دوں گر نہ ہرگز نہ دوں پس میں سفارش کر کے دلوا دیتا ہوں۔

لفظ "سفارش" زیر بحث نقل میں نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ہیں۔

پس توجہ کردہ بالتماس عرض کنم	پس توجہ کر کے التماساً عرض کرتا ہوں

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو فیض سے سرافراز فرماتا ہے تو یہ بات بندگی میاں شاہ نظام رضؓ کے علم میں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ شاہ نظام رضؓ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وسلاما علی ابراہیم کے ذیل میں تفسیر بیضاوی میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

فقال له جبريل هل لك حاجة فقال اما اليك لا فقال فسل ربك فقال حسبي عن سوالي علمه بحالي [2]	پس جبرئیل نے ابراہیمؑ سے کہا کیا تم کوئی ضرورت رکھتے ہو پس ابراہیمؑ نے کہا میں حاجت رکھتا ہوں لیکن تم سے نہیں پس جبرئیل نے کہا پس چاہو اپنے رب سے پس ابراہیمؑ نے کہا مجھے چاہنے کی ضرورت نہیں وہ (یعنے میرا رب) میرا حال جانتا ہے۔

کیا اس سے یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے نمرود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار کر دینے سے قبل جبرئیل کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے استفسار کیا تھا ظاہر ہے کہ استفسار کرنے سے عطا ہونے والی نعمت کو آپ کے علم میں لانا تھا۔

---

[1] شواہد الولایت باب (۲۱) [2] تفسیر بیضاوی (طبع مصر) الجزء الرابع صـ ۴۳۔

اسی طرح زیر بحث نقل میں جہاں شاہ نظام سے پوچھنا مذکور ہے وہاں بھی آپ کے علم میں لانا مذکور ہے۔
اس سے قطع نظر حدیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا تھا کہ آپ نبی اور بندہ رہنا چاہتے ہیں یا نبی اور بادشاہ۔

شرح السنۃ میں بروایت حضرت عائشہ یہ آیا ہے۔

فقال ان ربك يقرأ عليك السلام ويقول ان شئت نبيا عبدا او ان شئت نبيا ملكا . . . . فقلت نبيا عبدا [1]

پس فرشتہ نے کہا کہ آپ کا رب آپ پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے آپ پیغمبر اور بندہ رہنا چاہتے ہیں یا پیغمبر اور بادشاہ رہنا۔ پس میں (یعنے رسول اللہ) نے کہا کہ پیغمبر اور بندہ رہنا چاہتا ہوں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کا منشاء دریافت فرمایا کہ وہ بادشاہ رہنا چاہتا ہے کہ نہیں۔

نسائی نے یہ روایت کی ہے۔

عن ابی طلحة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ذات يوم والبشر في وجهه فقال انه جاءني جبرئيل فقال جبرئيل ان ربك يقول اما يرضيك ان لا يصلي عليك احد من امتك الا صليت عليه عشرا [2]

ابی طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ مبارک سے خوشحالی اور تازگی ظاہر تھی، پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے تحقیق کہ آئے میرے پاس جبرئیل پس کہا جبرئیل نے کہ آپ کا رب یہ کہتا ہے، کیا آپ کو یہ بات راضی نہیں کرتی کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر صلوٰۃ بھیجے تو میں اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجوں۔

مذکورہ حدیث میں "اما یرضیک" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مرضی پوچھ رہا ہے۔

ان حقائق کے باوجود مولف ہدیہ کا مذکورۂ صدر روایت کو مورد اعتراض ٹھیرانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ احادیث نبوی سے بے خبر ہے!

بندگی ملک الہداد کے مراتب تذکرۃ الصالحین کے باب اول میں یہ روایت آئی ہے۔

بعده بندگی شاه نظام بندگی ملک را رخصت داده بوقت وداع دست خود بر پشت ملک نهاده فرمودند که الهداد الهداد انچه داد و انچه داد پیش کسی را نداده است نه پس کسی را خواهد داد۔

اس کے بعد بندگی شاہ نظامؒ نے بندگی ملک کو اجازت دی، وداع کے وقت اپنا ہاتھ بندگی ملک کی پشت پر رکھ کر فرمایا کہ الہداد الہداد جو کچھ دیا، جو کچھ دیا، اس سے قبل کسی کو نہیں دیا ہے اور نہ بعد کسی کو دے گا۔

بندگی شاہ نظامؒ نے بندگی ملک الہداد کو یہ بشارت دی ہے کہ جو فیض آپ کو ملا، نہ اس سے قبل کسی کو ملا اور نہ بعد کسی کو مل سکتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۰۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۰۸

اس کی توجیہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان اصحاب میں جو بندگی شاہ نظام رضؓ کی معیت میں رہ چکے ہیں، کسی کو بھی بندگی ملک الہداد کی طرح فیض نہیں ملا۔

تذکرۃ الصالحین میں یہ روایت بھی آئی ہے۔

نقل است بندگی شاہ دلاور رضؓ فرمودند کہ انچہ اصحاب کرام را دادہ شد ملک الہداد را دادند (باب اول)

نقل ہے کہ بندگی شاہ دلاور رضؓ نے فرمایا کہ جو کچھ اصحاب کرام کو دیا گیا ملک الہداد کو دیا۔

اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ بندگی شاہ نظام رضؓ کی صحبت میں جو اصحاب تھے ان میں سب سے زیادہ فیض بندگی ملک الہداد کو ملا ہے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال آخر من یدخل الجنۃ رجل فھو یمشی مرۃ ویکبو مرۃ وتسفعہ النار مرۃ فاذا جاوزھا التفت الیھا فقال تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئا ما اعطاہ احدا من الاولین والآخرین[1]

ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سب سے آخر میں بہشت میں داخل ہونے والا ایک شخص ہوگا، ایک مرتبہ چلے گا اور ایک بار منہ کے بل گرے گا اور آگ ایک مرتبہ اس کو جلا کر اس کا رنگ متغیر کر دے گی، جب وہ شخص آگ سے گزر جائیگا تو آگ کی طرف متوجہ ہوگا اور کہے گا، بزرگ ہے وہ خدا جس نے مجھکو تجھ سے نجات دی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز عطا کی ہے جو اولین و آخرین میں کسی کو عطا نہیں کی۔

مذکورہ حدیث میں اولین و آخرین سے زیادہ عطا ہونا جو بیان کیا گیا ہے اس سے صرف کثرت عطا مراد ہے اولین و آخرین پر فضیلت دینا مقصود نہیں چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ایں کلامی است صادر از غایت فرح وسرور وحقیقت آن مراد نیست ومراد مبالغہ در تکثیر عطا است[2]

یہ کلام انتہائی فرحت اور سرور سے صادر ہوا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں ہے اور اس سے مراد کثرت عطا میں مبالغہ ہے۔

اس لحاظ سے بندگی شاہ نظام رضؓ کے الفاظ میں بھی مجازی معنی متصور ہوں گے اور اس کو صرف کثرت عطا پر محمول کرنا ہوگا۔

بندگی شاہ نظام رضؓ نے بندگی ملک الہداد رحؒ سے متعلق جو بشارت دی ہے اس کی تائید ملا عبدالقادر بدایونی کی نجات الرشید سے ہو جاتی ہے، نجات الرشید میں شیخ برہان کالپی کے حالات میں بندگی ملک الہداد کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

الشیخ الفانی والباقی بہ برہان الدین مشہور ساکن کالپی سہ روزہ در صحبت شیخ الہداد ساکن قصبۂ باری رسیدہ از مقربان درگاہ کبریا گشتہ[3]

فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ برہان الدین جو مشہور ہیں ساکن کالپی تھے، تین دن شیخ الہداد ساکن قصبۂ باری کی صحبت میں رہ کر مقرب بارگاہ الٰہی ہو گئے۔

اس عبارت میں شیخ الہداد ساکن قصبۂ باری سے بندگی ملک الہداد رحؒ باڑی وال ہیں، جو بشارت بندگی شاہ نظام رضؓ نے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۹۷ [2] " " " " [3] نجات الرشید قلمی ص ۸۵ (تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴) ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری۔

دی تھی اس کی ایک جھلکی ملا عبدالقادر بدایونی کی عبارت میں نظر آرہی ہے۔

مقام محمود اور مہدیؑ مولف ہدیہ نے صفحہ ۲۸۰ پر ایک موضوع نقل سے بندگی شاہ نظامؒ کے خلق کے خلاف بحث کی ہے اس نقل موضوع کے تین حصے ہیں۔

پہلے حصہ میں شاہ نظامؒ سے یہ استفسار کیا گیا ہے کہ وہ روایت کیسی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن بی بی مریم اور بی بی آسیہ کا رسول اللہ صلعم سے نکاح ہوگا۔

دوسرے حصہ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت مہدیؑ اور رسول اللہ صلعم قیامت کے دن ایک ہاتھی جیسے مرکب نوری پر گشت کرینگے جس کا نام محمودہ ہوگا۔

تیسرے حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہر گشت کے بعد ذوالجلال کے آگے نکاح اور جلوہ ہوگا۔

اس موضوع نقل سے تو ظاہر ہے کہ بی بی مریم اور بی بی آسیہ کا نکاح رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوگا لیکن مولف ہدیہ مہدیہ نے اپنی طرف سے یہ تقسیم کی ہے کہ مہدی کا نکاح بی بی آسیہ کے ساتھ ہوگا اور بی بی مریم کا نکاح رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوگا۔ حالانکہ یہ تقسیم زیر بحث موضوع نقل میں نہیں ہے۔

زیر بحث موضوع نقل میں بی بی مریم اور بی بی آسیہ کا نکاح رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہونا مذکور ہے۔ اور یہ امر مولف ہدیہ کا مسلمہ ہے چنانچہ اس نے یہ لکھا ہے۔

" دیلمی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ تزویج کردے گا میرے ساتھ بہشت میں مریم بیٹی عمران اور کلثوم خواہر موسیٰ اور آسیہ عورت فرعون کو اور طبرانی نے بھی کبیر میں حضرت مریم اور آسیہ کا زوجہ آنحضرت ہونا روایت کیا جیسا کہ سیرت محمدیہ میں موجود ہے۔" (صفحہ ۲۸۱)

محمودہ نامی نوری مرکب مہدویہ کے کتب معتبرہ میں مذکور ہی نہیں ہے، البتہ یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح حضرت مہدیؑ کو بھی مقام محمود حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا (بنی اسرائیل ع۹) | قریب ہے کہ بھیجے آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں۔

مقام محمود سے مراد ولایت اللہ ہے جیسا کہ حاشیہ شریف میں مروی ہے۔

حضرت میراں فرمودند مقام محمود ولایت اللہ است (صفحہ ۱۱۴) | حضرت میراںؒ نے فرمایا کہ مقام محمود ولایت اللہ ہے۔

مقام محمود سے مراد مقام ولایت ہونا اصحاب مہدی کا مسلمہ ہے چنانچہ مولف تسویت خاتمین نے یہ لکھا ہے۔

وہمچناں فی حق المہدی علیہ السلام باتفاق قومہ قولہ تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک | اور صحابہ مہدی کے اتفاق سے مہدی کی شان بھی ایسی ہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ پہنچادے

مقاما محمودا ای مقام الولایت فھو المھدی (تسویت خاتمین ص۲)	تجھ کو اے پیغمبر تیرا پروردگار مقام محمود کو یعنے مقام ولایت کو پس وہ مہدی ہے۔

صاحب جواہر التصدیق نے مقاما محمودا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وھو مقام ختم الولایۃ بظھور المھدی (ص۶)	اور وہ مقام ظہور مہدی کے ساتھ ختم ولایت کا مقام ہے۔

صاحب تفسیر تاویلات القرآن نے مقاما محمودا کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

ای فی مقام یجب علی الکل حمدہ وھو مقام ختم الولایۃ بظھور المھدی علیہ السلام[1]	یعنے ایک ایسے مقام میں جس کی حمد سب پر واجب ہے اور وہ مقام ختم الولایت ہے، مہدی علیہ السلام کے ظہور سے۔

حاصل یہ کہ مہدویہ کے معتبر کتب نقلیات میں مہدی کا مقام محمود میں ہونا مذکور ہے فیل نما نوری مرکب والی موضوع اور بے بنیاد روایت کا کتب معتبرہ میں وجود ہی نہیں۔ ایسی موضوع اور بے بنیاد روایت کی بنا پر بندگی شاہ نظام رحمہ کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے جب کہ اس موضوع اور بے بنیاد نقل کی نسبت بندگی شاہ نظام رحمہ کی طرف ثابت ہی نہیں ہے۔

---

[1] تفسیر تاویلات القرآن، تفسیر محی الدین ابن عربی کے نام سے حاشیہ عرائس البیان پر شائع ہوگئی ہے (الجزء الاول ص۶۰۲)

باب پنجم

بندگی شاہ دلاورؓ

یلدو یولد کی توضیح مولف ہدیہ مہدویہ نے صـ۲۳۷ پر ایک نقل بندگی شاہ دلاورؓ کے خُلق کے خلاف پیش کی ہے۔ زیر بحث نقل تذکرۃ الصالحین میں یوں مروی ہے۔

نقل است روزے در بیان سورۂ اخلاص میاں یوسف سامع بودند چوں بہ لفظ لم یلد ولم یولد رسیدند بندگی میاں شاہ دلاور یلد و یولد بتر ک لم خواندند میاں یوسف باثبات لم خواندند باز شاہ مذکور بترک لم خواندند میاں یوسف عرض نمودند کہ ایں محکمات بے تاویل است میاں عبدالملک گفتند میاں یوسف خاموش باشید میانجی شرف ولایت بیان می کنند (باب ہفتم)

نقل ہے کہ ایک دن میاں ..... یوسف سورۂ اخلاص کے بیان میں سامع تھے، جب لم یلد ولم یولد پر پہنچے تو بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے لم چھوڑ کر یلد و یولد پڑھا میاں یوسف نے لم کے ساتھ لم یلد ولم یولد پڑھا، پھر شاہ مذکور نے لم چھوڑ کر پڑھا، میاں یوسفؓ نے عرض کی کہ یہ محکمات بے تاویل ہیں میاں عبدالملک نے کہا، میاں یوسفؓ خاموش رہو، میاں جی ولایت کا شرف بیان کرتے ہیں۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ میاں عبدالملک سجاونڈیؒ نے کہا ہے کہ بندگی شاہ دلاور شرف ولایت بیان فرما رہے ہیں۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے الفاظ "یلد و یولد" بیان تفسیری ہیں اس کے یہ معنی تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ تنزیل میں لم یلد ولم یولد کی قرأت صحیح نہیں ہے، یلد و یولد صحیح ہے۔

بندگی شاہ دلاورؓ کے قول تفسیری کو تحریف قرار دے کر امام علیہ السلام کے خُلق کے خلاف حجت لانا بھی بے معنی ہے، اگر یہ قول تفسیری مورد اعتراض قرار دیا جائے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود پر بھی وہی اعتراض وارد ہوگا اور معترض کے ادعا کے مطابق تو رسول اللہ صلعم پر بھی اعتراض وارد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان ابراہیم کان امۃ کی جگہ ان معاذ اکان امۃ پڑھا تھا (اس کا حوالہ اس سے قبل دیا گیا ہے۔)

ابن مسعود کے اس عمل سے مولف ہدیہ کے ضابطہ کے مطابق کیا رسول اللہ صلعم پر بھی نعوذ باللہ تحریف اور بدخلقی کا الزام عاید کیا جائے گا!

کتب مہدویہ میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس میں کسی آیت میں بندگی میراں سید محمودؓ یا بندگی میاں سید خوندمیرؓ

کا نام داخل کر کے پڑھنا مذکور ہوتا تو نہیں معلوم مولف ہدیہ مہدویہ اور اس کے متبعین کیا کہتے!

بندگی شاہ ولی اللہؒ کے قول تفسیری کے یہ معنے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں ہے لیکن اس کا فیض جاری وساری ہے، اس امر میں اللہ تعالیٰ کے فیض کو ایک شخص سے تشبیہ دی گئی ہے، ایسی تشبیہ نہ تو کوئی نئی بات ہے اور نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے یہ مروی ہے۔

الانبیاء اخوۃ من علات وامھاتھم شتّٰی[1] | انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں مختلف ہیں۔

صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

عیسیٰ می گوید کہ انبیاء ہمہ برادران علاتی اند کہ پدر ایشاں یکی است و مادر ایشاں متعدد[2] | عیسیٰ کہتے ہیں کہ انبیاء سب علاتی بھائی ہیں کہ ان کا باپ ایک ہے اور مائیں متعدد ہیں۔

ظاہر ہے کہ سب انبیاء بھائی ہیں ایک ہی باپ سے اور ان کی مائیں جدا جدا ہیں۔

محدثین نے بیان کیا ہے کہ امہات سے مراد انبیاء کی شریعتیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

تشبیہ کرد ... شرائع ایشاں را کہ مختلف ومتعدد اند بمادراں کذا قالوا[2] | تشبیہ دی ان کی شریعتوں کو جو مختلف اور متعدد ہیں ماؤں سے اس طرح کہا ہے (علمائے حدیث نے)

جب انبیاء علاتی بھائی ٹھہرے اور شریعت ان کی ماں تو ان کا باپ فیضان الٰہی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے!

رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہونے سے یہ فیض منقطع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کلام اللہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ ہوگا اور وہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات ہے۔

بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے قول "شرف ولایت" سے وہی امام مہدی خلیفۃ اللہ کا شرف مراد ہے۔

یلد سے یہ مراد ہے کہ علاتی بھائیوں کی طرح مہدی کو بھی راست اللہ تعالیٰ سے فیضان ملے گا۔ اور یولد سے یہ مراد ہے کہ فیضان الٰہی مہدی کو وراثۃً بھی ملے گا اس لئے کہ یہ اہل بیت رسول سے ہیں اور فیضان کا وراثۃً ملنا بھی ازروے کلام اللہ ثابت ہے۔

فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب (سورہ مریم ع۱) | پس بخش مجھے اپنے پاس سے ایک فرزند جو وارث ہو میرا اور آل یعقوب کا۔

حاصل یہ کہ یلد و یولد سے فیضان الٰہی کا جاری رہنا ثابت ہوتا ہے!

یہ تفسیر کلام اللہ ہے تحریف قرآنی نہیں۔

آتشی اور عذاب زمہریر کی حقیقت — مولف ہدیہ مہدویہ (صـ۱۹۸) نے مجمع موضوعات کی ایک موضوع نقل کا سہارا

---

[1] اشعۃ اللمعات الجزء الرابع صـ۴۵۸ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۲۶۹۔

کر بندگی شاہ دلاورؒ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ اس بات کے قائل تھے کہ جو آتشی ہوتا ہے اس کو زمہریر کا عذاب ہوتا ہے آگ کا نہیں۔

متقدمین کی روایت میں نہ آتشی ہونا مذکور ہے اور نہ عذاب زمہریر کا ذکر ہے۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

نقل است از میاں عبدالکریم کہ میاں دلاورؒ یک روز در خاطر آوردند کہ ..... خلقت عظیم بودند و بسیار ریاضت ہا کشیدند حال اوشاں چوں باشد ملائکاں را فرمان خدائے تعالیٰ شد کہ بندۂ ما آنہا را یاد کردہ است پیش آن بہ برید ملائکان ..... باغلال و سلاسل بستہ بہ پیش میاں شاہ دلاورؒ آوردند ہاتف شد کہ نگران شوید میاں دیدند کہ خلقت عظیم استادہ شدہ اند میاں پرسیدند حال شما چوں است اوشاں گفتند درمیان ما مقصود خدا نہ بود، ہمہ ریاضت از روے دنیا کردیم ہمہ مرداں مارا پرستش کردند مارا خوش آمد، از آں سبب ایں عذاب ابدی روزی شد باز ملائکاں بدوزخ بردند ص ۲۱۳

نقل ہے میاں عبدالکریم سے ایک روز میاں دلاورؒ کے دل میں خیال آیا کہ ..... بڑی مخلوق تھے اور بہت ریاضتیں کیں، ان کا حال کیا ہوگا فرشتوں کو خدائے تعالیٰ کا فرمان ہوا، ہمارے بندہ نے ان کو یاد کیا ہے، اس کے سامنے لیجاؤ، فرشتے ..... طوق و سلاسل میں ڈال کر میاں شاہ دلاورؒ کے حضور میں لائے غیب سے آواز آئی کہ ان کو دیکھو میاںؒ نے دیکھا بڑی مخلوق کھڑی ہوئی ہے میاں نے پوچھا تمہارا حال کیا ہے، انہوں نے کہا ہمارے درمیان مقصود خدا نہ تھا ہم نے تمام ریاضتیں دنیا کے لئے کیں اور تمام لوگوں نے ہماری پرستش کی تو ہم کو اچھا معلوم ہوا اسی سبب سے یہ ہمیشہ کا عذاب ہم کو روزی ہوا، پھر فرشتے ان کو دوزخ میں لے گئے۔

یہاں نہ آتشی کا ذکر ہے اور نہ عذاب زمہریر کا۔

مذکورہ روایت نقلیات میاں سید عالم میں بھی آئی ہے لیکن اس میں بھی نہ آتشی کا ذکر ہے اور نہ عذاب زمہریر کا۔

اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا ایک موضوع نقل کا سہارا لے کر بندگی شاہ دلاورؒ کے خلق کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ ادعا بھی صحیح نہیں کہ جن کو صرف آگ کا عذاب ہوتا ہے زمہریر کا نہیں۔

اس نے اپنے دعوے کی تائید میں یہ آیت مع ترجمہ پیش کی ہے۔

قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار (اعراف ع ۴)

فرمایا داخل ہو تم ساتھ اور امتوں کے کہ گذر چکی ہیں تم سے پیشتر قسم جن و انس سے دوزخ میں۔

واضح ہو کہ زمہریر کا اثبات، کلام اللہ سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت کی توصیف میں یہ فرمایا ہے۔

لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا (الدہر ع)

نہ دیکھیں گے اس میں دھوپ اور نہ جاڑا[1]

صاحب نہایہ نے زمہریر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

الزمہریر شدۃ البرد وھو الذی اعدہ اللہ عذابا للکفار فی الدار الآخرۃ[1]

زمہریر کے معنے ہیں سردی کی شدت یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب دینے کے لئے دار آخرت میں تیار رکھا ہے۔

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (مطبوعہ) الجزء الثانی ص ۱۳۲

کفار میں جن بھی ہیں اور انس بھی، یہ کس بناء پر کہا جائے گا کہ وہ جن جو کافر ہیں ان میں سے کوئی بھی عذاب زمہریر میں مبتلا نہ ہوگا۔

احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ طبقۂ زمہریر بھی دوزخ میں ہے۔

بخاری میں یہ مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ وفی روایۃ للبخاری عن ابی سعید بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم واشتکت النار الی ربھا فقالت رب اکل بعضی بعضا فاذن لھا بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف فاشد ما تجدون من الحر واشد ما تجدون من الزمھریر متفق علیہ وفی روایۃ للبخاری فاشد ما تجدون من الحر فمن سمومھا واشد ما تجدون من البرد فمن زمھریرھا[1]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو جائے پس نماز ظہر تاخیر سے ادا کرو یہاں تک کہ حرارت کی سختی کم ہو جائے اور ٹھنڈک آجائے اور بخاری کی ایک روایت میں جو ابی سعید سے مروی ہے (صلوٰۃ کی جگہ) لفظ ظہر آیا ہے گرمی کی شدت جہنم کی لپٹ سے ہے اور آگ نے اپنے رب سے شکایت کی، اس نے کہا اے میرے رب میرے بعض اجزاء نے بعض اجزاء کو کھا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس کی اجازت دی ایک سانس وہ ہے جس میں تم سب سے سخت گرمی پاتے ہو اور ایک سانس وہ ہے جس میں تم سب سے سخت سردی پاتے ہو یہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے اور بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے سب سے سخت گرمی جو تم پاتے ہو وہ آگ کے سموم سے ہے اور سب سے سخت سردی جو تم پاتے ہو اس کے زمہریر سے ہے۔

حدیث میں زمہریر کو آتش دوزخ کی سانس قرار دیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں آتش دوزخ ہے اس کے ساتھ زمہریر بھی ہے، اس لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

مراد بنار کہ در حدیث واقع شدہ محل اوست کہ دوزخ است و در دوزخ طبقۂ زمہریر ہم ہست[2]

لفظ نار (آگ) جو حدیث میں آیا ہے اس سے اس کی جگہ یعنے دوزخ مراد ہے اور دوزخ میں زمہریر کا طبقہ بھی ہے۔

اسی طرح کلام اللہ کی مذکورۂ بالا آیت میں جو لفظ نار ہے اس میں بھی نار کے ساتھ زمہریر کا ہونا متضمن ہوگا۔

پس مولف ہدیہ کا یہ دعویٰ باطل ثابت ہوا کہ جن کے لئے آگ کا عذاب ہے زمہریر کا نہیں۔

دوزخ میں آگ بھی ہے اور زمہریر بھی اور جن و انس کو دوزخ کا عذاب ہے، اس لحاظ سے جن و انس کے لئے آگ کا عذاب بھی ثابت ہے اور زمہریر کا بھی۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ کی پیش کردہ موضوع نقل میں آتشی کے لئے عذاب زمہریر ہونا جو بیان کیا گیا ہے اس کا ذکر حاشیہ شریف وغیرہ قدیم کتب مہدویہ میں ہے ہی نہیں۔

یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

ان الذین آمنوا والذین ھادوا والصابئین | اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۲۹۲ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۲۹۲۔

والنصاری والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ (الحج ع ۲)	نصاری اور مجوس اور وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ کردے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں، یہودیوں، صابئین، نصاریٰ اور مجوس کے سوا باقی سب لوگ والذین اشرکوا کے تحت آجاتے ہیں۔

بزرگی شاہ دلاورؒ اور میاں عبدالملک سجاوندیؒ مولف ہدیہ نے باب سوم کے تتمہ میں یہ لکھا ہے کہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے شاہ دلاورؒ سے مستفیض ہونے کے بعد سراج الابصار لکھی ہے اس کے باوجود اس میں اسقام موجود ہیں۔

ہدیہ کی عبارت یہ ہے۔

"بندہ کہتا ہے کہ یہ دعویٰ میاں دلاور کا سراسر غلط نکلا اس واسطے کہ اس کتاب میں علم کلام و حدیث و اصول و مناظرہ وغیرھا علوم کے اغلاط موجود ہیں چنانچہ اس رسالہ میں بمواضع متفرقہ بعضے اغلاط اس کے منقول ہیں۔" (ص ۲۰۶)

مولف ہدیہ مہدویہ نے سراج الابصار میں علم کلام، حدیث، اصول، اور مناظرہ وغیرہ کی کوئی غلطی نہیں نکالی کسی فن کی غلطی بتانے کے لئے اس فن میں دسترس رکھنا ضروری ہے ہدیہ مہدویہ سے تو ظاہر ہے کہ معترض، حدیث اصول مناظرہ وغیرھا فنون سے بے بہرہ ہے!

مولف ختم الہدیٰ نے سراج الابصار اور مولف ہدیہ کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

"الغرض مسود نے جہاں کہیں کہ سراج الابصار میں بعد دریافت برس چار ایک تک مطالعہ کرکے اپنی جائے پر بہت ثابت اور استوار اعتراضات اوپر لکھا ہے، سو اس کے ردات جو گذرے اس سے کذب اور تعصب اور جہل خوب معلوم ہوچکا اگر اور کچھ اعتراضات ہوتے کیوں چھوڑتا، یہ فقط منہ زوری ہے" (ص ۲۲۵)

سراج الابصار تقریباً چار سال معترض کے پیش نظر رہی ہے، مشہور تو یہی ہے کہ ہدیہ مہدویہ کی تالیف میں اس دور کے مخالف علماء کی ایک جماعت شریک تھی، خواہ یہ تالیف ایک شخص کی ہو یا ایک جماعت کی چار برس کے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد سراج الابصار پر کل تین اعتراضات کئے ہیں۔

(۱) باب سوم دلیل چہارم، پنجم اور پانزدہم میں سراج الابصار کی پیش کردہ احادیث پر اعتراض کیا ہے کہ وہ امامؑ کے حسب حال نہیں ہیں۔

ہم نے گذشتہ اوراق میں ان روایتوں کو امام علیہ السلام کے حسب حال ثابت کردیا ہے۔

(۲) دلیل پنجم کے ذیل میں تنبیہ التحریر وغیرہ سے متعلق تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کا جواب حصہ چہارم کے باب سوم میں آئے گا۔

(۳) تیسرا اعتراض باب سوم کے تتمہ میں کیا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے شیخ کے رسالۃ الرد کی زبان پر دس جگہ تبصرہ فرمایا ہے، معترض نے تو تبصروں سے چشم پوشی کرکے ایک تبصرہ کے صرف ایک جزو سے تعرض کیا ہے۔ اور وہ بھی صحیح نہیں اس کا ثبوت حصہ چہارم باب دوم میں آئے گا۔

اب اہل علم خود تصفیہ کر سکتے ہیں کہ مندرجۂ بالا اعتراضوں کو علم کلام اصول مناظرہ وغیرہ سے کیا تعلق ہے ؟
شاہ دلاورؓ کی فضیلت کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ میاں عبد الملک سجاوندیؒ جیسے علامہ نے آپ کے ہاتھ پر امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے۔
اب رہی سراج الابصار کی تصنیف تو بندگی شاہ دلاورؓ کی رحلت کے کئی سال بعد عمل میں آئی ہے اس کی تفصیل حصہ چہارم باب اول میں آئے گی۔
مولف ہدیہ کو تو چاہیئے تھا کہ علمی طریقہ پر سراج الابصار کا جواب لکھتا اور شیخ علی کے رسالۃ الرد کی تائید کرتا لیکن یہ بات اس کے بس کی نہیں تھی۔ اس لئے اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنے کتب سیرت اور نقلیات سے روایتیں لے کر سراج الابصار کی دلیل اخلاق کو رد کرنا چاہا سو یہ بھی ممکن نہ ہو سکا جیسا کہ ہم نے جا بجا ثابت کر دکھایا ہے۔

شاہ دلاورؓ کے خادم کی فضیلت مولف ہدیہ مہدویہ نے (صـ۲۱۱ پر) ایک نقل پیش کی ہے کہ شاہ دلاورؓ نے بی بی خوندبوا پر اپنے خادم میاں یوسف کی فضیلت مکشوف فرمائی وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلعم اور مہدیؑ ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور میاں یوسف ان کے پاس کھڑے ہوئے ہیں اور بی بی خوندبوا کے دادا محبوب عالم صف نعال کے پاس ہیں۔
یہ تفصیل متقدمین کے پاس نہیں ہے۔ حاشیہ شریف میں تو صرف یہ مروی ہے۔

نقل است در اہل شاہ عالم بندگی شاہ دلاورؓ نکاح کردہ بودند ہر بار گفتندے شاہ عالم میاں فرمودند۔ بی بی چندیں شاہ عالم در دائرۂ ما افتادہ اند شما چند شاہ عالم گوئید (صـ۱۳۴)

نقل ہے کہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے شاہ عالم کے خاندان میں نکاح کیا تھا بی بی ہر بار شاہ عالم کہتی، میاں نے فرمایا کہ کئی شاہ عالم ہمارے دائرہ میں پڑے ہوئے ہیں، تم کتنے شاہ عالم کہتے ہو۔

یہاں نہ خاتمین کا تخت پر تشریف فرما نا مذکور ہے اور نہ محبوب عالم کا صف نعال کے پاس کھڑے رہنا مندرج ہے۔ صرف یہی بیان کیا گیا ہے کہ محبوب عالم کے پوتے شاہ عالم کی طرح بہت سے لوگ بندگی شاہ دلاورؓ کے دائرہ میں پڑے ہوئے ہیں۔
آخر اس میں قابل اعتراض کیا ہے خصوصاً جب کہ میاں عبد الملک سجاوندی جیسے علامۂ روزگار بھی شاہ دلاورؓ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔
صاحب تذکرۃ الصالحین نے یہ روایت کی ہے۔

روزے بی بی منور گفتند کہ میانجی یوسف کجا رفتہ است کہ او را نمی بینم بعدہٗ شاہ دلاورؓ ناخوش شدہ فرمودند کہ ہشیار باشید نام میاں یوسف با ادب و تعظیم بگوئید کہ روز ایشاں را سلام خدامی آید گفتند کہ میانجی ما ہم نبیرۂ شاہ عالم ہستیم فرمودند شاہ عالم کجا و میاں یوسف کجا باز بی بی بے

ایک روز بی بی منور نے کہا کہ میانجی یوسف کہاں گیا ہے اس لیے کہ میں اس کو نہیں دیکھ رہی ہوں اس کے بعد شاہ دلاورؓ نے ناخوش ہو کر فرمایا ہشیار رہو میاں یوسف کا نام ادب و تعظیم سے لو اس لئے کہ ہر روز ان کو اللہ کا سلام آتا ہے کہا کہ میانجی ہم بھی شاہ عالم کی نواسی ہیں، فرمایا کہ شاہ عالم کہاں ہیں اور میاں یوسف کہاں ہیں

عرض کردند کہ چہ ایشاں از قطب عالم بزرگ اند فرمودند کہ چندیں قطب در دائرۂ ما افتادہ اند (باب ہفتم) | پھر بی بی نے عرض کی کیا وہ قطب عالم سے بھی بڑے ہیں، فرمایا کہ کئی قطب ہمارے دائرہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

یہاں بھی نہ تو خاتمین کا تخت پر تشریف فرما ہونا مذکور ہے اور نہ شاہ عالم یا قطب عالم کا صف نعال کے پاس کھڑے رہنا مندرج ہے۔

حاشیہ شریف اور تذکرۃ الصالحین کی روایت سے تو صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ قطب عالم کے جیسے کئی لوگ بندگی شاہ دلاورؒ کے دائرہ میں ہیں۔

مراتب اور درجات کا عطا ہونا خدائی بخشش ہے کسی شخص کا شاہ عالم یا قطب عالم کا درجہ پانا ناممکن نہیں۔ حدیث میں یہ آیا ہے۔

کاوت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا[1] | قریب ہے کہ یہ امت ساری کی ساری انبیاء ہو جائے۔

جب امت کا مراتب انبیاء حاصل کرنا ممتنع نہیں تو کسی فرد امت کا شاہ عالم، قطب عالم کے برابر یا ان سے بڑھ کر مرتبہ پانا ناممکن کیسے ہو سکتا ہے؟

زائدہ، حضرت عمر بن الخطابؓ کی کنیز تھی اس سے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو بشارت دی تھی صاحب شواہد النبوۃ نے اس کی اس طرح روایت کی ہے۔

خدائے تعالیٰ زنی را از امت من بدرجۂ مریم رسانید[2] | خدائے تعالیٰ نے میری امت سے ایک عورت کو مریم کے درجہ پر پہونچا دیا

جب حضرت عمرؓ کی کنیز کا بی بی مریم کے درجہ کو پہنچنا قابل اعتراض نہیں تو شاہ دلاورؒ کے خادم کا محبوب عالم وغیرہ سے افضل ہونا کس طرح قابل اعتراض ہو جائے گا؟

معترض کی لائی ہوئی نقل میں خاتمین کا تخت پر تشریف فرما ہونا مذکور ہے، اس کا حاشیہ شریف میں اور تذکرۃ الصالحین میں ذکر تک نہیں،

بر سبیل تنزل اس کو مان بھی لیں تو مورد اعتراض نہیں ہے، جب رسول اللہ صلعم نظر آئے تو معاملہ صحیح ہوگا اس لئے کہ شیطان، رسول اللہ صلعم سے متمثل نہیں ہو سکتا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے ایسی صورت میں شاہ دلاورؒ کے خلاف کوئی حجت نہیں لائی جا سکتی۔

شاہ دلاورؒ کا غریق کو بشارت دینا مولف ہدیہ مہدویہ (ص ۲۱۱) نے ایک نقل پیش کی ہے اور اس میں تین امور مذکور ہیں

(ا) میاں ابو الفتحؓ کے دائرہ کے ایک برادر کا ککڑی لینے کی کوشش میں ندی میں گر جانا اور وفات پانا۔

(ب) میاں ابو الفتحؓ کا یہ کہنا کہ وہ حرام موت مرا۔

(ج) شاہ دلاورؒ کا فرمانا کہ اس کو مقام بایزید دیا جا رہا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے امر اول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پرائی بیل کے پھل بہتے ہوئے دیکھ کر حرص ناعاقبت

---

[1] مسند ابو داؤد طیالسی (طبع حیدرآباد) ص ۳۵۴۔ [2] شواہد النبوۃ (طبع بمبئی) ص ۲۶۴۔

سے ندی میں کود پڑے الی آخرہ ۔

نقل سے ظاہر ہے کہ برادران دائرہ سیلاب دیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے کسی کا مال ومتاع لینے کی نیت سے نہیں، نقل کے الفاظ یہ ہیں ۔

بعد مدتے مہیکری بہ سیلاب آمد برادران دائرہ ہا برائے تماشا ایستادہ بودند ۔

ایک مدت کے بعد دریائے مہیکری میں سیلاب آیا تھا اور دائروں کے بھائی دیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے ۔

قریب سے ککڑی کو بہتے ہوئے پانی میں دیکھ کر لینے کی کوشش کرنا اقتضائے بشریت ہے چنانچہ ایک برادر دائرہ نے ککڑی لینی چاہی اور وہ اس کوشش میں ندی میں گر پڑے اور بیل ان کے جسم سے لپٹ گئی ۔

معترض نے لکھا ہے کہ ندی میں کود پڑے حالانکہ زیر بحث نقل میں "در آں افتاد" (اس میں گر پڑے) کے الفاظ موجود ہیں ۔

ککڑی لینے کے لئے ندی میں کود پڑنا اور ہے اور لینے کی کوشش میں گر پڑنا اور ہے ۔

برادر دائرہ نے ککڑی لینی چاہی اس کوشش میں وہ ندی میں گر پڑے ۔ مولف ہدیہ نے اس کو مورد اعتراض قرار دیا ہے، حالانکہ لقطہ (یعنے زمین پر پڑے ہوئے مال) کا اٹھا لینا جائز ہے ۔

کنز العمال میں یہ روایت آئی ہے ۔

عن سعد قال کنت امشی مع رسول اللہ صلعم فوجد مقرومة فیها تمرتان فاخذ تمرة واعطانی تمرة [1]

سعد سے مروی ہے کہا کہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ چل رہا تھا پس آپ کو ایک کپڑے کا ٹکڑا ملا جس میں دو کھجوریں تھیں، آپ نے ایک کھجور لی اور دوسری مجھے دی ۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے راستہ میں پڑی ہوئی چیز اپنے لیئے اٹھا لی، اگر یہ جائز نہ ہوتا تو آپ ہرگز نہ اٹھاتے ۔

ابو داؤد نے یہ روایت کی ہے ۔

عن ابی سعید الخدری ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وجد دینارا فاتی بہ فاطمة فسال عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا رزق اللہ فاکل منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکل علی وفاطمة فلما کان بعد ذلک اتت امرأة تنشد الدینار فقال رسول اللہ

ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ علی ابن ابی طالب نے ایک دینار پایا، پس اس کو فاطمہؓ کے پاس لائے پس رسول اللہ صلعم کی جناب میں پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کی دی ہوئی روزی ہے پس وہ دینار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ اور فاطمہؓ کے کھانے میں آیا اس کے ہو جانے کے بعد ایک عورت دینار ڈھونڈتے ہوئے آئی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] کنز العمال الجزء السابع ص ۳۲۸ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ادا الدینار[1] | نے فرمایا اے علی دینار ادا کردو۔

روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے راستہ میں ایک دینار پایا تھا' اس کو فاطمہؓ کے ہاں لائے اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا' آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا رزق ہے یعنے یہ رزق اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

ظاہرش دلالت دارد بر آنکہ تعریف نکرد' ایں مذہب بعضے علماء است کہ تعریف واجب نیست در قلیل و دینار از جنس قلیل است[2]

اس حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے تعریف نہیں کی' اور یہ بعض علماء کا مذہب ہے کہ قلیل میں تعریف واجب نہیں ہے اور دینار جنس قلیل سے ہے۔

تعریف کا طریقہ یہ ہے کہ بلند آواز سے کہے کہ وہ شخص جس کی چیز گم ہوگئی اور ضائع ہوگئی ہے آئے اور اس کی صفت بیان کرے۔

جب دینار پر جنس قلیل کا اطلاق ہوتا ہے تو ایک ککڑی پر جنس قلیل کا اطلاق کس طرح نہ ہوگا؟

اس لحاظ سے ککڑی جو ندی میں بہہ رہی تھی اس پر بھی رزق اللہ کا اطلاق ہوگا! جیسا کہ راستہ میں پڑے ہوئے دینار کا بہ فحوائے حدیث رزق اللہ ہونا ثابت ہے!

معترض کے نزدیک ایک ککڑی لینا حرص ہو تو نہیں معلوم ایک دینار کے لئے یہ کیا کچھ نہ کہے گا! دینار کے مالک کا تو آسانی سے پتہ چل سکتا تھا' لیکن ککڑی کے باب میں یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ کس کی کھیتی سے متعلق تھی خصوصاً جبکہ سیلاب آیا ہوا اور دور دور کی کھیتیوں کے پھل بہے جا رہے ہوں۔

حاصل یہ کہ مولف ہدیہ کا اس ککڑی پر "پرائی بیل کے پھل" کا اطلاق کرکے اس کے لینے کو ناجائز قرار دینا حدیث و فقہ سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے۔

فتاوی عالمگیری میں یہ آیا ہے۔

وکذلک التفاح والکمثری اذا وجد فی نهر جار لا باس باخذه والانتفاع به وان کثر

(الجزء الثانی طبع مصر (ص ۲۵۶)

اور اسی طرح سیب اور جام جب پایا گیا نہر جاری میں تو اس کے لینے میں اور اس سے استفادہ کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے اور اگرچہ زیادہ ہو۔

ککڑی پر بھی یہی قیاس کیا جائے گا۔

اب رہا میاں ابوالفتح کا برادر دائرہ کو حرام موت قرار دینا تو اس بناء پر تھا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ نوجوان ککڑی لینے کے لئے ندی میں قصداً کود پڑا حالانکہ اس نے قصداً نہیں کودا بلکہ ککڑی کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش میں ندی میں گر پڑا' نقل کے الفاظ "در آب افتاد" (پانی میں گر پڑا) اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

بندگی شاہ دلاورؒ نے اگر اس غریق کے باب میں یہ بشارت دی کہ اس کو مقام بایزید دیا جا رہا ہے اور وہ قبول نہیں کر رہا ہے تو قابل اعتراض کیا ہے؟

---

[1] کنز العمال جلد دوم ص ۲۸۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۸۸

"قبول نمی کند" کے الفاظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ مراتب عالیہ کے حصول کے لئے دعا کر رہا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اس امر کی بشارت دی ہے کہ تمام امت کو مراتب انبیاء دیئے جائینگے تو ایک فرد امت کا مقام بایزید سے بڑھ کر مراتب انبیاء کے لئے دعا کرنا اور اس سے سرافراز ہونا کس طرح ناممکن ہوسکتا ہے خصوصاً جب کہ یہ فحوائے الغریق شہید[1] اس نوجوان پر شہید کا بھی اطلاق ہوتا ہو۔

یہ نوجوان تو امام علیہ السلام کے تابعین سے تھے تبع تابعین سے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں یہ لکھا ہے۔

اگر مجملے از آں ہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیاء دیگر باید نوشت[2]	اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیاء لکھنا چاہیئے۔

کیا اولیاء میں بایزید وغیرہ شامل نہیں ہیں؟ کیا تبع تابعی سے تابعی کا درجہ بلند نہیں ہے؟

"قبول نمی کند" کے الفاظ پر مولف ہدیہ نے یہ اعتراض کیا ہے۔

"جانتا تھا کہ خدائے عالم نے اس کے مرتبہ کو برابر نہ پہچانا باوجود پہچاننے کے جتنا برابر نہ دی۔"

یہی اعتراض نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم پر بھی وارد ہوگا کہ معراج کی رات روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں تو آپ نے حضرت موسیٰ ؑ کے مشورہ سے بار بار جناب باری میں عرض کر کے گھٹا گھٹا کر پانچ نمازیں فرض کرالیں[3] گویا بزعم معترض اللہ تعالیٰ کو امت رسول ﷺ کی طاقت عبادت کا اندازہ ہی نہیں تھا!!! یہ معلوم نہ ہوسکا کہ معترض نے زیر بحث نقل کے ذیل میں مندرجہ ذیل آیتیں کس لئے پیش کی ہیں۔

(ا) انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر و انثیٰ | تحقیق میں نہیں ضائع کرتا ہوں تم میں سے کسی کا عمل مرد ہو یا عورت۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا تو کیا عمل کرنے کے بعد سکوت اور خاموشی اختیار کی جائے گی اور کیا علو مرتبہ کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا نہیں کی جائے گی؟

(ب) معترض کی پیش کردہ دوسری آیت یہ ہے۔

عن جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا | جو نیکی کرے اس کا بدلہ اس سے بہتر دیا جائے گا۔

اگر کسی نے نیک عمل کیا تو کیا اس کے لئے مراتب عالیہ کے واسطے دعا کرنا ممنوع ہے؟

جب خداوند تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا اور اگر کسی نے نیکی کی تو اس سے بہتر اس کو بدلہ دیتا ہے تو کیا بزعم معترض دعا کرنے کی ضرورت نہیں؟ اور اگر ہمارا عمل ہی ہمارے لئے کافی ہے؟ تو پھر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟

اس سے قطع نظر غریق شہید کا یہ کہنا کہ میں امام علیہ السلام کے گروہ میں ہوں میرے لئے مقام بایزید کیا ہے صاف بتا رہا ہے کہ اس کا مقصد امام علیہ السلام کی جماعت سے اپنی وابستگی ظاہر کرنا ہے۔

---

[1] کنز العمال جلد دوم ص ۲۸۲ و اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۳۱ [2] نجات الرشید قلمی ص ۹۰ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۵۳۳۔

ظاہر ہے کہ اس کے پیش نظر وہی مراتب تھے جو امام مہدی آخر الزماں کے تابعین کے ہیں۔

نجات الرشید کی مذکورۂ صدر عبارت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کے تبع تابعین کا درجہ بایزید وغیرہ کا درجہ ہے تو تابعین مہدی کا درجہ بایزید سے بالضرور بالاتر ہوگا۔

مقام مرسلان کی توضیح مولف ہدیہ نے صـ۲۳۵ پر بندگی شاہ دلاورؒ سے متعلق دو نقلیں درج کی ہیں، ایک میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اپنے تابعین کو "مقام مرسلین" اور اس سے بالاتر مقام کی بشارت دی ہے اور دوسری میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اپنے تابعین کو "ہم بمنزلتی" اور اس سے بالاتر مقام کی بشارت دی ہے۔

واضح ہو کہ مقام نبی و منزلت نبی ایک اصطلاح ہے، اس سے قبل زبدۃ الحقایق کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی گئی ہے۔

اگر منزلت و مقام مصطفیٰ توان داشتن و داشتن انگہ ممکن بود کہ منزلت این طائفہ دریابی (تمہید اصل ثالث)	اگر مصطفیٰ کی منزلت اور مقام جان سکتا ہے اور رکھ سکتا ہے تو اس وقت اس جماعت کی منزلت کو پانا ممکن ہوگا۔

"منزلت و مقام" سے مراتب میں برابر ہونا مراد نہیں ہے بلکہ تبعاً نبی کے کمالات سے متصف ہونا ہے اس کو اصطلاح میں سیر نبی بھی کہتے ہیں۔

مولف ہدیہ نے بمنزلتی کا ترجمہ "برابر" کیا ہے اور یہ غلط ہے اس سے تو صرف مقام اصطلاحی مراد ہے۔

اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کے حق میں یہ دعا دی ہے۔

اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ[1]	یا اللہ ابوبکرؓ کو میرے ساتھ میرے درجہ میں کردے قیامت کے دن۔

کیا اس سے بھی رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کا مراتب میں برابر ہونا ثابت ہو رہا ہے؟ بمنزلتی کی تفصیل اس سے قبل دی جا چکی ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ "بمنزلتی" سے بڑھکر کون سا مقام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

من احبنی کان فی درجتی	جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے درجہ میں ہوگا۔

یہ تو مطلق محبت کے مدارج ہیں، ظاہر ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلعم سے شدت کے ساتھ محبت رکھے گا اس کے مدارج اس سے بھی سوا ہوں گے۔

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ شدت سے محبت کرنے والے آپ کے بعد ہوں گے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی۔	میری امت میں مجھ سے شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ مطلق محبت رکھنے والے کے مقابلہ میں شدت سے محبت رکھنے والے کا مرتبہ بلند ہی ہوگا۔

---

[1] کنز العمال الجزء السادس صـ۱۴۱۔

اس سے قطع نظر ان لوگوں کا "مقام" جن پر انبیاء بھی رشک کریں گے ظاہر ہے کہ اس سے سوا ہوگا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں یہ آیا ہے۔

یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیامة بمکانهم من الله[1]

رشک کرینگے ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن ان کے مرتبہ کی وجہ سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا۔

اسی "مقام" کو "مقام مرسلین" سے بالاتر کہا گیا ہے:

یہ بھی واضح رہے کہ اصطلاح میں جو مفہوم "مقام" "منزلت" اور "سیر" سے ادا کیا جاتا ہے وہی مفہوم احادیث میں تشبیہ کے ذریعہ ادا کیا گیا ہے۔

تحفۂ اثنا عشریہ میں یہ مذکور ہے۔

در احادیث صحیحۂ اہل سنت تشبیہ ابوبکرؓ با براہیمؑ و عیسیٰؑ و تشبیہ عمرؓ بنوحؑ و موسیٰؑ و تشبیہ ابوذرؓ بعیسیٰؑ مروی شدہ[2]

اہل سنت کے احادیث صحیحہ میں ابوبکرؓ کی تشبیہ ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ سے اور عمرؓ کی تشبیہ نوحؑ اور موسیٰؑ سے اور ابوذرؓ کی تشبیہ عیسیٰؑ سے مروی ہے۔

اسی کو اصطلاح میں مقام نبی و سیر نبی کہتے ہیں۔

اسرار قابل اظہار نہیں صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است از میاں راجی محمد بن بینا کہ از زبان بندگی میاں دلاور چند کرات شنیدیم کہ فرمودند آنچہ از حضرت میراں شنیدیم اگر پیش بعضے مہاجران بگوئیم ایشاں مرا سنگسار کنند (باب)

نقل ہے میاں راجی محمد بن بینا سے کہ بندگی میاں دلاورؒ کی زبان سے ہم نے کئی مرتبہ سنا کہ فرمایا جو کچھ میں نے حضرت میرانؒ سے سنا ہے اگر بعض کے سامنے کہوں تو وہ مجھے سنگسار کریں گے۔

یہ روایت کس طرح مورد اعتراض ہو سکتی ہے جب کہ تقریباً اسی مضمون کی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔

قال حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم وعائین فاما احدهما فبثثته واما الآخر لو بثثته لقطع هذا البلعوم[3]

ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بقدر دو ظرفوں کے رسول اللہ صلعم کے ارشادات یاد کئے ان میں سے ایک کو تو میں نے ظاہر کر دیا ہے اور دوسرے کو اگر میں ظاہر کروں تو یہ گلا کاٹ جائے گا۔

فرق صرف اتنا ہے کہ انصاف نامہ کی روایت میں سنگسار کیا جانا مذکور ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں "گلے کا کٹ جانا" بیان کیا گیا ہے۔

خواہ رجم و سنگساری ہو یا تقطع گلو دونوں سے انتہائے مخالفت مراد ہے تعزیر شرعی نہیں!

انصاف نامہ اور صحیح بخاری کی مذکورہ روایتوں کا مدعائے مشترک یہی ہے کہ بعض امور عامۃ الناس

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۳۵ [2] تحفۂ اثنا عشریہ ص ۳۳۸ [3] صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم۔

کے سامنے قابل اظہار نہیں ہیں۔

شاہ دلاورؒ کا قبر پر کھڑا ہونا مولف ہدیہ ہدویہ نے (صفحہ ۲۰۹ پر) یہ لکھا ہے کہ شاہ دلاورؒ نے ایک قبر کہنہ کو پامال کیا ہے حالانکہ لفظ پامال کسی نقل میں نہیں ہے۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

نقل است بندگی میاں شاہ دلاورؒ یک روز در صحرا رفتند آنجا یک قبر بود در میان راہ فرمان خدا شد تو اینجا آمدہ برایں قبر سوار شو، خاک کفش تو بر او افتد او را از عذاب نجات دہم میاں او را ہمچنیں کردند خدائے تعالیٰ او را از عذاب خلاص کرد (صفحہ ۲۱۲)

نقل ہے بندگی میاں شاہ دلاورؒ ایک روز جنگل میں گئے وہاں راستہ کے درمیان ایک قبر تھی، فرمان خدا ہوا کہ تو یہاں آکر اس قبر پر کھڑا رہ تاکہ تیری جوتیوں کی خاک اس قبر پر پڑے اور میں اس کو عذاب سے نجات دوں میاںؒ نے ویسا ہی کیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو عذاب سے نجات دی۔

تعلیقات میاں سید عالم میں یہ آیا ہے۔

نقل است کہ بندگی میاں دلاور یک روز بہ صحرا می رفتند در آنجا یک قبر دیدند حکم از خدائے تعالیٰ شد برایں سوار شو گرد کفش تو برایں اقتد از عذاب من نجات یابد صفحہ ۲۱

نقل ہے کہ بندگی میاں دلاورؒ ایک دفعہ صحرا میں جا رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر دیکھی خدائے تعالیٰ کا حکم ہوا اس قبر پر کھڑے رہو تیری جوتیوں کی گرد اس پر پڑے تو میرے عذاب سے نجات پائے۔

ان دونوں روایتوں میں قبر کو "پامال" کرنا مذکور نہیں ہے بلکہ قبر پر سوار ہونا مذکور ہے۔

قبر پر سوار ہونے سے قبر کے نزدیک کھڑے رہ کر دعائے مغفرت کرنا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے:

ولا تقم علی قبرہ (التوبۃ ع ۱۱) اور مت کھڑا ہو اس کی قبر پر

صاحب مدارج النبوۃ نے رسول اللہ صلعم کا عمل اس طرح بیان کیا ہے۔

باصحابہ بالائے قبر او ایستادی و او را دعا کردے (جلد اول صفحہ ۱۴۷)

صحابہ کے ساتھ اس کی قبر کے اوپر کھڑے ہو جاتے اور اس کے لئے دعا کرتے۔

کیا اس سے یہی استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی قبر کے اوپر کھڑے رہتے تھے؟ مذکورہ روایتوں کا اس کے سوا اور کیا ماحصل ہو سکتا ہے کہ بندگی شاہ دلاورؒ کو حکم دیا گیا کہ وہ گنہ گار کی قبر تک قدم رنجہ فرمائیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے اور آپ کے قدموں کی برکت سے اس کو بخشدے۔ اور یہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

باب ششم

بندگی میاں الہداد حمیدؓ وغیرہ

بندگی میاں الہداد حمیدؓ اور مراتب مہدیؑ

مولف مطلع الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است از میاں الہداد حمید بعرس دہم روز از مرثیہ دل سوز وجگر دوز در الم وماتم وپشیمانی مشتمل تعریف خاتم الولایت مع تاریخ وسال وماہ وروز وساعت ساختہ وپرداختہ در مجمع جمیع صحابہ پیش قبر منور آنحضرت خواندند (صـ ۱۱۴)

میاں الہداد حمید سے منقول ہے کہ امام علیہ السلام کے واصل بحق ہونے کے دسویں روز ایک دل سوز اور جگر دوز مرثیہ امام علیہ السلام کے الم وماتم وافسوس میں جو خاتم ولایت کی تعریف پر مشتمل تھا مرتب کیا اس میں سال، تاریخ، ماہ دن اور ساعت رحلت بھی مذکور تھی تمام صحابہ کے مجمع میں حضرت امامؑ کے مرقد منور کے سامنے پڑھا۔

مطلع الولایت میں اس کے بعد مرثیہ کے چند بند بھی درج ہیں ایک بند میں یہ شعر ہے۔

فضلش کہ بر جمیع پیمبر شد از خدا — بادا بروز حشر شفاعت گر از احد (صـ ۱۱۴)

وہ جس کا فضل خدا کی طرف سے تمام پیغمبروں پر ہے — خدا کے حکم سے حشر کے روز شفاعت کرنے والا ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ کو اس شعر پر اعتراض ہے کہ اس سے امام علیہ السلام کا رسول اللہ صلعم سے برتر ہونا مہدویہ کا معتقد علیہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ مہدویوں کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اشعار سے یہ مستفاد ہوتا ہے۔

جس مرثیہ سے مولف ہدیہ نے مذکورہ شعر نقل کیا ہے اس کے ایک بند میں یہ اشعار بھی موجود ہیں۔

کو آنکہ بود دعوی او چوں رسول حق — ہم در اصول حق خدا ہم وصول حق

وہ کہاں ہیں جن کا دعویٰ رسول حق کے دعوے کے جیسا تھا — حق اللہ کے اصول کے باب میں اور وصول الی اللہ کے باب میں

بے طالع طلیعۂ انوار طلعتش — وہر آنچناں است تیرہ کہ بعد رسول حق

طلایۂ انوار طلعت کے طلوع بغیر — دنیا اس طرح تاریک ہوگئی ہے جیسا کہ رسول اللہؐ کے بعد ہوئی تھی

(شواہد الولایت باب ۲۸)

بندگی میاں الہداد حمید اگر امام علیہ السلام کو رسول اللہ صلعم سے برتر مانتے تو مذکورہ اشعار میں امام علیہ السلام کے

دعوے کو رسول اللہ صلعم کے دعوے کے جیسا نہ کہتے

مولف ہدیہ نے شواہد الولایت کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اس میں مذکورۂ بالا اشعار بھی موجود ہیں لیکن معترض ان سے انجان ہو گیا اور مطلع الولایت کے حوالے سے صرف پہلے بند کا مذکورۂ صدر شعر پیش کر دیا۔

مرثیہ کے دونوں بند پڑھ لینے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ بندگی میاں الہداد حمید، امام علیہ السلام کو رسول اللہ صلعم سے افضل نہیں مانتے تھے۔

دوسرے بند میں مذکورہ اشعار نہ بھی ہوتے تو معترض کے پیش کردہ شعر سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا تھا کہ امام علیہ السلام کا رسول اللہ صلعم سے افضل ہونا میاں الہداد حمید کا معتقد علیہ تھا۔

ترمذی عبداللہ بن عمرو سے یہ روایت کی ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء باصدق من ابی ذر[1]

کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سایہ نہ کیا آسمان سبز نے کسی پر اور نہ اٹھایا زمین گرد آلود نے کسی ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

کیا اس حدیث کی بناء پر یہ استدلال کیا جائے گا کہ حضرت ابوذر تمام انبیاء اور رسول اللہ صلعم سے بھی افضل ہیں!

مذکورہ حدیث کے ذیل میں مولف اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

وگفتہ اند کہ ایں قول از آنحضرت بر سبیل مبالغہ است۔ اور کہا ہے کہ آنحضرت کا یہ قول بر سبیل مبالغہ ہے۔

اگر یہی توجیہ بندگی میاں الہداد حمید کے شعر میں کریں اور رسول اللہ صلعم کی ذات کو مستثنیٰ قرار دیں تو قابل اعتراض کیا ہے؟

ترمذی نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال کان عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طیر فقال اللھم آتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاءہ علی فاکل معہ[2]

کہا کہ رسول اللہ صلعم کے پاس ایک پرندہ تھا (بھونا ہوا) آپ نے کہا خداوندا! لا میرے پاس ایسے شخص کو جو تیرے پاس تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو، کہ کھائے میرے ساتھ یہ پرندہ، پس آئے علیؓ آپ کے پاس، پس علی نے وہ پرندہ آپ کے ساتھ کھایا۔

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

ایں حدیث دلالت دارد بر آنکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ احب خلق خدا بود نزد خدا۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علی مرتضیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس تمام مخلوق سے زیادہ محبوب تھے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب تھے، جس طرح مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلعم ساری مخلوق سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح میاں الہداد حمید کے شعر میں "جمیع پیمبر" سے بھی مستثنیٰ ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۷۲۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۶۶۵۔

بہر حال ان اشعار سے جو امام علیہ السلام کے وصال کے چند روز بعد ہی تمام اصحاب کی موجودگی میں پڑھے گئے ہیں ان مخالفین مہدویہ کا رد ہو جاتا ہے جو عصبیت کی بناء پر کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے مراتب کے باب میں قدمائے مہدویہ کا وہ عقیدہ نہیں تھا جو بعد والوں کا ہے !!!

یہ بھی واضح رہے کہ بندگی میاں الہداد حمید نے اپنا غیر منقوطہ دیوان موسوم بہ "کلام الہداد" سنہ ۹۱۱ھ میں ترتیب دیا ہے، اس میں امام علیہ السلام کی نعت میں یہ کہا ہے

اعلام داد ہمسر احمد رہ صلاح	آگاہ کرد ہمدم آدم رہ ملام[1]

ظاہر ہے کہ میاں الہداد حمیدؒ دوسرے اصحاب مہدی کی طرح امام علیہ السلام کو "ہمدم آدم" اور "ہمسر احمد" مانتے تھے۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ عقیدۂ تسویت خاتمین اصحاب مہدیؑ کا مسلمہ اور اجماعی تھا۔
اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مذکورۂ صدر شعر میں "جمیع پیمبر" سے رسول اللہ صلعم کی ذات مستثنیٰ ہے۔

بندگی ملک الہداد خلیفۂ گروہ کا دائرہ میاں عبد الملک سجاوندی نے سراج الابصار (ص ۱۷۴) میں اپنے معاصرین یعنی تابعین اصحاب امامؑ کے زہد و تقویٰ اور ان کی عبادت کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب مہدیؑ کے خلق کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولف ہدیہ نے سراج الابصار کی دلیل اخلاق کو رد کرنے کے لئے خود میاں عبد الملک پر تحریف وغیرہ کا افتراء کیا ہے، اس کا تفصیلی جواب حصہ چہارم باب دوم میں آئے گا۔

اس کے علاوہ اس نے بندگی ملک الہداد کے دائرہ کا ذکر اعتراض کے پیرایہ میں کیا ہے اور ہدیہ کے ص ۳۲ پر لکھا ہے کہ بندگی ملک الہداد کے دائرہ میں کسی نے ایک برادر دائرہ سے حالت نزع میں اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ روٹی۔

مولف ہدیہ نے یہ نقل تذکرۃ الصالحین کے حوالہ سے لکھی ہے، یہی نقل نقلیات۔ میاں سید عالم اور حاشیہ شریف میں بھی آئی ہے۔

حاشیہ شریف کی نقل کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

دائرہ بندگی ملک الہدادؒ در موضع باکھر بود بسیار فقیران جہت فقر متوفی شدند یکی برادر دائرہ را کسی پرسید او را از اشارت دست نمود ند چیزے نان، او شاں بہ ہمیں حال رحلت شدید (ص ۱۵۱)	بندگی ملک الہدادؒ کا دائرہ موضع باکھر میں تھا بہت سے فقیروں نے فقر کی وجہ سے وفات پائی ایک برادر دائرہ سے کسی نے پوچھا انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کچھ روٹی، ان کی اسی حالت میں رحلت واقع ہوئی۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اہل دائرہ سے متعلق ایک شخص سے پوچھا گیا تو جواب میں یہ کہا کہ روٹی یعنے روٹی نہ ہونے کی وجہ سے اہل دائرہ فاقوں سے جان دے رہے ہیں، اس کے تو یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ وہ روٹی مانگ رہا ہے۔ نزع کی حالت میں روٹی کھانے کا شوق کس کو ہو سکتا ہے اور بالفرض روٹی مل بھی جائے تو وہ حالت نزع میں کس طرح کھا سکتا ہے؟

---

[1] کلام الہداد مطبوعہ سنہ ۱۳۱۹ھ ص ۵

نقلیات میاں سید عالم میں بھی نقل ان الفاظ میں آئی ہے۔

در دائرہ بندگی ملک الہداد بسیار فقیران بجہت فقر متوفی شدند یکی برادر دائرہ را کسے پرسید چہ حال است جواب دست طرف دہن کردہ گفت نان نیست ازیں سبب رحلت شدند۔

بندگی ملک الہداد کے دائرہ میں بہت سے فقراء فقر کی وجہ سے مر گئے، کسی نے ایک برادر دائرہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے ہاتھ منہ کی طرف کرکے کہا کہ روٹی نہیں ہے اسی سبب سے ان کی رحلت ہوئی ہے۔

اس عبارت میں صاف مذکور ہے کہ کسی نے ایک برادر دائرہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے، جواب دیا کہ روٹی نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ مر رہے ہیں، اس میں یہ تو مذکور نہیں کہ وہ برادر دائرہ روٹی مانگ رہا ہے۔

تذکرۃ الصالحین میں یہ آیا ہے۔

یکی را از ایشاں بوقت نزع پرسیدند کہ چہ حالت دارید او بہ سوئے نان اشارت نمودہ گفت کہ روٹی (باب اول)

ان میں سے ایک سے بوقت نزع پوچھا کہ کیا حال ہے۔ تو انہوں نے نان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ روٹی۔

اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ روٹی نہ ہونے کی وجہ سے اہل دائرہ وفات پا رہے ہیں۔

حالت نزع میں "روٹی" کہنے سے اگر بھوک کا اظہار بھی مراد لیا جائے تو وہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خاص اصحاب نے بھی اپنی بھوک کا اظہار فرمایا ہے جیسا کہ حدیث صحاح میں آیا ہے۔

قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوما او لیلۃ فاذا ھو بابی بکر و عمر فقال ما اخرجکما من بیوتکما ھذہ الساعۃ قالا الجوع قال وانا والذی نفسی بیدہ لاخرجنی الذی اخرجکما الی آخرہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۱۳)

کہا کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دن یا کسی رات پس یکایک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے آپ کی ملاقات ہوگئی پس آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا اس وقت کونسی چیز تم کو تمہارے گھروں سے باہر لائی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کہا کہ بھوک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق کہ باہر لائی مجھکو وہی چیز جو تمہیں باہر لائی یعنے بھوک۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم اور آپ کے برگزیدہ اصحاب نے بھی فقر کی حالت میں اپنی بھوک کا اظہار فرمایا ہے اور یہ اقتضائے بشریت ہے۔

بندگی ملک الہداد کے دائرہ کے ایک برادر نے روٹی کے نہ ہونے کو موت کی علت قرار دیا ہو یا بھوک کا اظہار کیا ہو تو وہ بھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ بھی مذکورہ حدیث کی روشنی میں اقتضائے بشریت متصور ہوگا ورنہ معترض کا یہی اعتراض حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور رسول اللہ صلعم پر وارد ہو جائے گا!

میاں سید محمودؒ بن بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا مکاشفہ وغیرہ

میاں سید محمودؒ کو بندگی شہاب الحقؒ کی خلافت حاصل ہے، چنانچہ شاہ برہانؒ نے یہ روایت کی ہے۔

بندگی میاں سید محمود را نزدیک خود طلبیدہ وصیت رحلت وعطائے خلافت فرمودہ[1]

(بندگی شہاب الحق نے بندگی میاں سید محمودؒ کو اپنے نزدیک بلایا وقت رحلت نصیحت کی اور خلافت عطا فرمائی۔

صاحب تذکرۃ الصالحین نے بھی یہ روایت کی ہے کہ بندگی سید محمودؒ کو بندگی شہاب الحقؒ کی خلافت حاصل ہے۔

بعد از خوندکار خلافت بر کیست؟ فرمودند کہ بر سید نجی (باب اول)

خوندکار کے بعد خلافت کس پر ہے تو بندگی شہاب الحق نے فرمایا کہ سید نجی پر۔

صاحب انصاف نامہ نے میاں سید محمودؒ بن بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا معاملہ بیان کیا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ قیامت برپا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حساب لینے کا حکم دیا، اس سلسلہ میں یہ بھی مروی ہے۔

اول فرمان رسول اللہ را می شود و بعد از آن رسول اللہ سوئے میراں می فرمایند و میرانؒ بندگی میاں سید خوندمیرؒ را می فرمایند کہ شما حساب عالم بگیرید بعدہ حساب تمام عالم بندگی میاں سید خوندمیرؒ می کنند و ظہور حق چناں شدہ است کہ در بیان نیاید (باب ۱۷)

پہلے رسول اللہ کو فرمان باری ہوتا ہے، اس کے بعد رسول اللہ میرانؒ کو فرماتے ہیں اور میرانؒ بندگی میاں سید خوندمیرؒ کو فرماتے ہیں کہ تمام عالم کا حساب لو، اس کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؒ تمام عالم کا حساب لیتے ہیں اور ظہور حق ایسا ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔

مولف ہدیہ نے (صـ۲۰۷پر) مذکورہ معاملہ کے مشتملات کو محل اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ ایسی روایتوں میں جزئیات کے معنے ملحوظ نہیں ہوتے بلکہ خلاصۂ روایت مقصود ہوتا ہے جیسا کہ اس روایت میں رسول اللہ صلعم سے مروی ہے۔

رایت ربی فی المنام فی صورۃ شاب موفر فی الخضر علیہ نعلان من ذھب وعلی وجھہ فراش من ذھب[2]

دیکھا میں نے اپنے رب کو خواب میں، نوجوان کی صورت میں جس کا سبزۂ خط انبوہ تھا، جو سونے کے نعلین پہنے تھا اور اس کے چہرہ پر سونے کی بوندیں تھیں۔

یہاں بھی جزئیات کے معنی ملحوظ نہیں ہیں بلکہ خلاصۂ روایت مقصود ہے یعنے عظمت الٰہی۔

اللہ کی کبریائی اس حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے۔

ینزل اللہ تعالیٰ علی کرسیہ فیاط کما یاط الرحل الجدید من تضائقہ وھو کسعۃ ما بین السماء والارض[3]

اللہ تعالیٰ اترے گا اپنی کرسی (تخت) پر اور کرسی آواز کرے گی جیسا کہ نئی زین آواز کرتی ہے اس کی تنگی کی وجہ سے اور کرسی کی چوڑائی اتنی ہے جتنی کہ زمین و آسمان کے درمیان مسافت ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر اترے گا اور کرسی نئی زین کی طرح چرچر آواز کرے گی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

خلاصۂ معنی وزبدۂ آں بیان عظمت الٰہی و کبریائی اوست و معنی مفردات کلام در اینجا ملحوظ نیست[4]

اس کے معنے کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی بیان کرنا ہے، اس جگہ کلام کے اجزاء کے معنی کا لحاظ نہیں ہے۔

---

[1] دفتر دوم رکن دوم باب اول [2] کنز العمال الجزء الاول صـ۵۸۳ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۸۱ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۳۸۱

اسی طرح انصاف نامہ کی مذکورۂ صدر روایت میں معنی مفردات کلام ملحوظ نہیں ہے بلکہ اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حساب عالم کو بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے علم میں لائے گا اور بندگی میاں سید خوندمیر حساب سے پاک ہیں۔

خاتمین علیہما السلام بھی محاسبہ سے پاک ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کی حجت ہیں مخلوق پر۔ (سراج الابصار ص۱۶۴)

بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا محاسبہ سے پاک ہونا اس حدیث کے مطابق ہے۔

فیدخلون الجنة بغیر حساب[1] | پس داخل ہوتے ہیں جنت میں بغیر محاسبہ کے۔

اس کی تائید شاہ دلاورؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جو نقلیات میاں سید عالم میں مروی ہے۔

میاں دلاورؓ فرمودند کہ کلمۂ محمد و تصدیق مہدی و محبت میاں سید خوندمیرؓ بر در بہشت نوشتہ دیدم (ص۱۰۹) | میاں دلاورؓ نے فرمایا کہ محمدؐ کا کلمہ مہدیؑ کی تصدیق اور میاں سید خوندمیرؓ کی محبت میں نے بہشت کے دروازہ پر لکھی دیکھی۔

مطلب یہ کہ جس کو بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ سے محبت ہے وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(۲) صاحب انصاف نامہ نے باب ہفدہم میں یہ روایت بھی کی ہے۔

نیز معلوم باد کہ در کھانبیل میاں سید محمود معاملہ دیدند کہ ازیں عالم عروج کردند تا عرش و کرسی آنجا چہ بینند کہ پیش حضرت حق تعالیٰ بعضے اصحاب مہدی موی ہائے خود را وا کردہ رقص می کنند و دستک ہا میزنند و درآں حال میاں بھائی جہاجرؓ را دیدم۔ | نیز معلوم ہو کہ میاں سید محمودؒ نے کھانبیل میں معاملہ دیکھا کہ آپ نے اس عالم سے عرش و کرسی تک عروج کیا وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بعض اصحاب مہدیؑ سر کے بال کھولے ہوئے رقص کرتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں، اس حال میں میں نے وہاں بھائی جہاجرؓ کو دیکھا۔

اس معاملہ کے مشتملات پر بھی مولف ہدیہ نے (ص۲۰۷ پر) اعتراض کیا ہے حالانکہ خلاصہ معنی اس روایت کا صرف یہ ہے کہ اصحاب مہدیؑ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے اور اس پر وہ شاداں اور فرحاں ہیں اس لئے کہ رقص کا وقوع فرحت ہی کی صورت میں ہوتا ہے چنانچہ حضرت جعفر نے خوشی سے ایک پانوں پر رسول اللہ صلعم کے اطراف چکر لگایا ہے اور حضرت زید نے ایک پانوں پر رقص کیا ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں روایت کی گئی ہے۔

پس جعفر بایں عنایات آنحضرت کہ در باب وے واقع شد بسیار خوش حال گشت و در روایتی آمد کہ بر خاست گرد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیک پای بگشت حضرت پرسید از وے کہ ایں چیست جواب داد کہ در حبشہ دیدم کہ بابا دشاہان خود چنیں می کنند و نجاشی نیز چوں کسے را از خود خوشنود ساختی آں کس بر خاستی و گرد او بیک پای بگشتی و نیز آوردہ اند کہ چوں باز زید گفت انت اخونا و | پس جعفرؓ آنحضرت کے ان عنایات سے جو آپ کے باب میں واقع ہوئے بہت خوشحال ہوئے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اٹھے اور رسول اللہ صلعم کے اطراف ایک پانوں پر گھومے آنحضرت صلعم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں اور نجاشی بھی جب کسی کو اپنے سے خوش کرتا تو وہ شخص اٹھتا اور اس کے اطراف ایک پانوں پر گھومتا نیز بیان کیا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے زید سے کہا کہ ہمارے بھائی ہو اور ہمارے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۰۳۔

مولانا زید حجل کرد یعنے رقص کرد از فرح و سرور[1] | مولا ہو تو زید نے حجل یعنے رقص کیا فرحت و سرور سے۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی رقص کیا ہے جیسا کہ صاحب کیمیائے سعادت نے بیان کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با علی رضی اللہ عنہ گفت کہ تو از منی و من از تو علی از شادی ایں رقص کرد و چند بار پائے بر زمین زد[2] | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے کہا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے، علی نے خوشی سے رقص کیا اور چند بار پانوں زمین پر مارے۔

روایت زیر بحث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اصحاب مہدیؑ اپنے سر کے بال کھولے ہوئے تھے، اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے سر کے بال چھوڑ رکھے تھے اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عامل سنت نبوی تھے اس لئے کہ بال چھوڑنا سنت ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں بیان کیا گیا ہے۔

گذاشتن موئے سر سنت است و ہمچنیں است عادت در عرب قدیم[3] | سر کے بال چھوڑنا سنت ہے اور ایسی ہی ہے عربوں کی عادت قدیم زمانے میں۔

صاحب زبدۃ الحقایق نے تمہید اصل عاشر میں ایک روایت درج کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کی امت کے ستر ہزار نفوس حظیرۃ القدس میں رکھے ہیں، اس جماعت کے مختصات میں یہ بھی مذکور ہے۔

علی روسھم شعر کشعر النساء فقاموا متواجدین والھین مذ خلقھم اللہ تعالیٰ[4] | ان کے سر پر بال ہیں عورتوں کے بال کے مانند پس وہ کھڑے ہوئے ہیں حالت وجد و بیخودی میں جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔

جماعت حظیرۃ القدس کی خصوصیات اصحاب مہدیؑ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت سید نجی نے جو معاملہ دیکھا ہے اس سے تین امور ثابت ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اصحاب مہدیؑ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، دوسرے یہ کہ وہ اس قرب کے حصول پر شاداں و فرحاں ہیں۔

ان کا سر کے بال چھوڑنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ سنت نبوی پر عامل ہیں۔

غرض روایت زیر بحث پر اعتراض کرنا نہ صرف اصحاب رسول اللہ صلعم پر معترض ہونا ہے بلکہ سنت نبوی کی بھی توہین کرنا ہے۔

(۳) مولف ہدیہ نے باب اول کے اختتام پر میاں سید محمودؓ بن بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی رحلت سے متعلق یہ لکھا ہے۔

تذکرۃ الصالحین میں مذکور ہے کہ ایک روز یہ بزرگ بعد نماز تہجد کے جائے نماز پر بیٹھے تھے کہ روح یزید کی بصورت کتے کے داخل ہوئی، میاں مذکور نے ہاتھ سے اس کو ہانکا، اس نے ان کے ہاتھ کو زخمی کیا اس کے درد سے بعد تینتالیس روز کے پندرھویں محرم کو انتقال کیا۔

تذکرۃ الصالحین کی اصل روایت یہ ہے۔

آخر الامر در موضع جالور در ماہ ذی الحجہ بتاریخ سوم بعد ادائے نماز تہجد بندگی میاں سید نجی بر جائے نماز نشستہ بودند ناگاہ | آخر کار موضع جالور میں بتاریخ سوم ماہ ذی الحجہ نماز تہجد پڑھنے کے بعد بندگی میاں سید نجیؒ جانماز پر بیٹھے ہوئے تھے

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۶۵ [2] کیمیائے سعادت (طبع نولکشور ۱۲۹۱ھ) ص ۱۲ [3] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۲ [4] زبدۃ الحقائق (طبع شیراز) ص ۴۶

روح یزید لعنت مزید بصورت سگ یا خوک در حجرہ آمد میاں بدست مبارک خود او را براند ند یزید لعین ابلیس قرین در دست بندگی میاں برچھی بزد در آں حال فرمود پھٹ پلید پھٹ پلید (باب اول)

یکایک یزید کی روح (اس پر مزید لعنت ہو) کتے یا خنزیر کی صورت میں حجرہ میں آئی، یزید لعین ابلیس قرین نے بندگی میاں سید نجیؒ کے ہاتھ پر برچھی ماری، اس حالت میں فرمایا پھٹ پلید پھٹ پلید۔

ظاہر ہے کہ کتا یا خنزیر برچھی سے وار نہیں کر سکتا، کسی دشمن نے آپ پر نیزہ کا وار کیا اس دشمن کو باعتبار ظاہر خنزیر یا سگ کہا گیا۔
زخم کی تفصیل بعد کی عبارت میں دیگئی ہے، اس سے بھی ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے، تذکرۃ الصالحین کی عبارت یہ ہے۔

بندگی میاں سید نور محمدؒ ... ناگاہ آواز پھٹ پلید شنیدہ شتاب آمدند دیدند کہ چراغ گل شدہ است زود چراغ روشن کردہ دیدند کہ زخم سہ رویہ در دست میاں از یں جانب بآں جانب گشت و تمام مصلیٰ در خون تر شدہ است (تذکرۃ الصالحین باب اول)

بندگی میاں سید نور محمدؒ یکایک پھٹ پلید کی آواز سنکر جلد آگئے دیکھا کہ چراغ خاموش ہوگیا ہے جلد چراغ روشن کر کے دیکھا کہ سہ رویہ زخم میاںؒ کے دست مبارک میں اس جانب سے اس جانب ہوگیا ہے اور تمام مصلیٰ خون میں تر ہوگیا ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پر ایک ہی زخم آیا تھا اور وہ زخم سہ پہلو تھا اور اتنا گہرا تھا کہ وار پار ہوگیا تھا یہ نیزے کے زخم کی تفصیل ہے اس لئے کہ نیزہ کا پھل عموماً سہ پہلو ہوتا ہے۔
اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا یہ ادعا کہ کسی کتے نے کاٹا اور یہ اس کے زخم سے مرگئے" باطل ہے۔
خاتم سلیمانی میں بھی برچھی سے ہاتھ میں سوراخ ہوجانا مذکور ہے۔

یزید لعین در دست مبارک برچھی زد چنانچہ در دست مبارک سوراخ شد (گلشن ششم چمن سوم)

یزید لعین نے دست مبارک میں برچھی ماری چنانچہ دست مبارک میں سوراخ ہوگیا۔

مولف ہدیہ نے تذکرۃ الصالحین کا حوالہ دیا، تذکرۃ الصالحین کے تین نسخے ہمارے پیش نظر ہیں، تینوں میں "برچھی بزد" (برچھی ماری) کے الفاظ آئے ہیں۔
معترض نے محض اعتراض کی خاطر "برچھی زد" کے الفاظ چھوڑ کر زخم کو کتے سے متعلق کر دیا۔
اس سے قطع نظر حدیث میں قاتل اہل بیت کی کتے سے تعبیر کی گئی ہے۔ ابن عساکر نے حسینؓ ابن علیؓ سے یہ روایت کی ہے۔

کانی انظر الی کلب ابقع ولغ فی دماء اھل بیتی۔ (کنز العمال الجزء السادس ص ۲۲۳)

گویا میں ایک چتکبرے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالے ہوئے ہے۔

مذکورہ حدیث میں کتے سے انسان مراد ہے، اسی طرح تذکرۃ الصالحین کی روایت میں کتے سے انسان ہی مراد ہے، خصوصاً جب کہ اس روایت میں "برچھی بزد" (برچھی ماری) کے الفاظ موجود ہیں۔
ظاہر ہے کہ برچھی انسان مار سکتا ہے کتا نہیں مار سکتا۔
یہ جواب تو تذکرۃ الصالحین کی روایت کی حد تک تھا ورنہ بندگی شاہ برہانؒ کے دفتر میں جو تذکرۃ الصالحین سے متقدم بھی ہے اور مقدم بھی، یزید کی روح کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔

دفتر شاہ برہان کی عبارت یہ ہے

در سیروھی با دائرہ خود کلھم اجمعین اقامت فرمودہ بود، در شبی از شب ہائے تاریک در خلوت خانہ خود با حق مشغول بودند کہ ناگاہ بے آگاہ اثر پائے جنبندہ خواہ آدمی خواہ غیر وے واللہ اعلم در آنجا ظاہر شد و آنحضرت دست مبارک ہیبت کردہ جنباندہ اند کہ چوں دراز کردہ اند در میان کف دست راست برابر یک عباسی زخم کردہ رسید بہر دو رخ و خون بسیار جاری شد و آنحضرت کہ ہیبت کردہ بودند آواز مبارک بیرون خلوت رسیدہ بود برادرہا کہ برائے نوبت نشستہ بودند و غیر ایشان ہمہ در آنجا رسیدند و چراغ آوردند و تفحص کردند اثر ہیچ کس نیافتہ اند و زخم دست مبارک درحال بستہ اند (دفتر دوم رکن دوازدہم باب دہم)

سیروھی میں تمام اہل دائرہ کے ساتھ آپ نے اقامت فرمائی تھی اور ایک اندھیری رات کو اپنے خلوت خانہ میں مشغول حق تھے کہ یکایک بغیر کسی آگاہی کے، انسان یا غیر انسان (واللہ اعلم) کے پاؤں کی آہٹ ظاہر ہوئی اور حضرت نے گھبرا کر دست مبارک کو جنبش دی جب آپ نے ہاتھ دراز کیا تو سیدھے ہاتھ کی ہتیلی میں ایک عباسی کے برابر زخم ہوگیا اور زخم دار پار ہوگیا تھا، اور بہت سا خون جاری ہوا، حضرت چونکہ گھبرائے ہوئے تھے آواز مبارک خلوت کے باہر پہنچ گئی تھی، برادران جو نوبت کے لئے بیٹھے ہوئے تھے وہ اور ان کے سوا دوسرے سب اسی جگہ پہنچ گئے اور چراغ لائے اور انہوں نے جستجو کی، کسی شخص کا نشان نہیں پایا، اور دست مبارک کا زخم اسی وقت باندھ دیا۔

برابر یک عباسی سے ظاہر ہے کہ ایک عباسی کے برابر زخم آگیا تھا۔

صاحب فرہنگ نظام نے عباسی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

در عصر صفوی سکہ بودہ بنام شاہ عباس و تا این زماں چہار شاہی را یک عباسی می گویند[1]

صفوی دور میں ایک سکہ تھا شاہ عباس کے نام کا اور آج تک چار شاہی کو ایک عباسی کہتے ہیں۔

بندگی میاں شاہ برہان کا دفتر موسوم بہ حدیقۃ الحقائق قراہ مبارک علاقہ خراسان میں لکھا گیا ہے، اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۰ھ ہے یہ شاہ عباسی ثانی المتوفی ۱۰۷۷ھ کا زمانہ ہے جس کا سن جلوس ۱۰۵۲ھ ہے شاہ برہان کا دفتر صفوی دور میں لکھا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ بندگی شاہ برہانؒ کی عبارت میں عباسی سے سکہ مراد ہے، اس عبارت سے ثابت ہے کہ حضرت سید نجیؒ کی ہتیلی میں عباسی سکہ کے برابر زخم آگیا تھا اور تذکرۃ الصالحین کی روایت سے ظاہر ہے کہ زخم برچھی کا تھا اور سہ رویہ تھا۔ دفتر کی عبارت میں یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ زخم کس نے لگایا اور نہ یہ مذکور ہے کہ یزید کی روح کتے کی صورت میں آئی تھی۔ اس لحاظ سے اس قدیم روایت پر کسی قسم کا اعتراض وارد ہی نہیں ہوسکتا۔

غرض ہدیہ مہدویہ کے باب دوم سے لے کر باب ششم تک جتنے شبہات امامؑ کے اصحاب اور تابعین کے خلق کے باب میں پیدا کئے گئے ہیں، ان سب کی تحقیق و تردید کردی گئی۔

---

[1] فرہنگ نظام جلد سوم صـ ۶۶۱

حصۂ چہارم

باب اول

مخالفین مہدویہ کے ماخذ

رسالۃ الرد شیخ علی متقی شاگرد ابن حجر الہیتمی نے مہدویوں کے خلاف رسالۃ الرد جو لکھا ہے اس کا ماخذ اسی کے استاد کا وہ فتویٰ ہے جو اس نے مہدوی مذہب کے خلاف دیا ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ابن حجر کے فتوے کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

وسئلت عن طائفة يعتقدون فی رجل مات من منذ اربعين سنة انه المهدی الموعود بظهوره آخر الزمان، وان من انكر كونه المهدی المذكور فقد كفر[1]

تو نے سوال کیا ایک جماعت سے متعلق جو ایسے شخص کی مہدیت کے معتقد ہے جس نے تقریباً چالیس سال پہلے وفات پائی ہے کہ وہی مہدی موعود ہے کیونکہ آخر زمانہ میں اس کا ظہور ہوا ہے اور جس نے ان کے مہدی ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فتویٰ ۹۵۰ھ میں دیا گیا تھا۔

شیخ علی متقی کے رسالۃ الرد کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

ثم طائفة فی بلاد الهند يعتقدون فی شخص مات وله نحو خمسين سنة انه هو المهدی الموعود

لیکن ہندوستان میں ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی موعود وہی تھے جن کی وفات کو تقریباً پچاس سال کی مدت گزر چکی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسالۃ الرد ابن حجر کے فتوے کے دس سال بعد یعنے ۹۶۰ھ میں لکھا گیا ہے۔

امام اور احادیث مہدی ابن حجر اس بات کا مدعی ہے کہ احادیث صریحہ امام علیہ السلام کے خلاف ہیں اسکی عبارت یہ ہے۔

اما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التی كادت تتواتر بخلافه كما

اب رہا پہلا سبب تو ان صریح حدیثوں کی مخالفت کرنا ہے جو قریب قریب حد تواتر کو پہونچ رہی ہیں مگر ان کے مخالف

---

[1] الفتاوی الحدیثیہ (طبع مصر) ص ۲۷

ستملی علیك (ص۲۷) | جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔

شیخ علی متقی کا ادعا بھی یہی ہے رسالۃ الرد کے الفاظ یہ ہیں

والاحادیث الصرائح تخالفه | اور صریح حدیثیں ان کے مخالف ہیں۔

یہاں شاگرد اور استاد کے الفاظ بھی ملتے جلتے ہیں۔

انکار مہدیت ابن حجر نے امام علیہ السلام کی مہدیت کا انکار ان الفاظ میں کیا ہے۔

هذا المیت لیس المهدی المذکور ص۲۷ | یہ وفات یافتہ شخص وہ مہدی نہیں ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

شیخ علی متقی کی عبارت یہ ہے۔

فعلم ان السید المیت لیس بمهدی | پس معلوم ہوا کہ سید مرحوم مہدی نہیں ہے۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۱۶)

ابن حجر مکی نے امام علیہ السلام کی سیادت کا اخفاء کیا ہے لیکن شیخ علی نے اس کا اظہار کر دیا۔

ابن حجر کے مہدی کا انکار ابن حجر مکی نے مہدویوں کو کافر قرار دیا ہے کیونکہ مہدویوں کا حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعود ماننا اس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جو ابن حجر کے خیال میں مہدی ہوگا۔ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں۔

وهؤلاء منکرون للمهدی الموعود به آخر الزمان وقد ورد فی حدیث عند ابی بکر الاسکافی انه صلی الله علیه وسلم قال من کذب بالدجال فقد کفر ومن کذب بالمهدی فقد کفر وهؤلاء مکذبون به صریحا فیخشی علیهم الکفر (ص۲۷)

یہ لوگ اس مہدی موعود کے منکر ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے تحقیق کہ ایک حدیث میں جو ابی بکر الاسکاف سے مروی ہے، یہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے دجال کو جھٹلایا وہ کافر ہو گیا اور جس نے مہدی کو جھٹلایا وہ کافر ہو گیا، یہ لوگ صریحاً اس کی تکذیب کر رہے ہیں ان کے کافر ہونے کا خوف ہے۔

شیخ علی متقی نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس مہدی کو ماننا اس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جو شیخ کے خیال میں مہدی ہوگا، شیخ کی عبارت یہ ہے۔

فعلی هذا یلزم کفرهم لاعتقادهم مهدویة هذا الشخص المستلزم لانکار مهدویة المهدی الذی سیوجد فیه هذه العلامات (سراج الابصار مع مقدمہ ص۱۴۸)

پس اس کا انکار واجب ہے کیونکہ اس شخص کا معتقد مہدیت ہونا ضروری ہے جس میں یہ علامتیں پائی جائینگی اور اس بنا پر ان کا کفر لازم ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ اس شخص کی مہدیت کے معتقد ہیں جو اس مہدی کی مہدیت کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ نشانیاں پائی جائینگی۔

مہدویوں کے قتل کا فتویٰ ابن حجر مکی نے مہدویوں کے باب میں یہ فتوی دیا ہے۔

وقد قال الغزالی رحمة الله تعالیٰ فی نحو هؤلاء الفرقة ان قتل الواحد منهم افضل من

تحقیق کہ غزالی نے ایسے ہی فرقہ کے باب میں کہا ہے کہ ان میں سے ایک کو قتل کرنا، ایک سو کافروں کو قتل

قتل مائة كافر (ص۲۷)	کرنے سے افضل ہے

شیخ علی متقی نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

والجهاد مع المبتدعة افضل من الجهاد مع الكفار (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول)	اہل بدعت سے جہاد کرنا کافروں سے جہاد کرنے سے افضل ہے

دائرۂ مہدویہ ابن حجر بھی مہدویوں کا زہد و تقویٰ ماننے پر مجبور ہے اور یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ان کا زہد و تقویٰ ہی ان کی تبلیغ کا موثر ذریعہ ہے فتوے کی عبارت یہ ہے۔

واما هؤلاء فيظهرون للناس بزى الفقراء والصالحين مع الطوائهم على العقائد الفاسدة ..... فيغترون بظواهرهم ويعتقدون بسببها فيهم الخير فيقبلون ما يسمعون منهم من البدع والكفر الخفى ونحوهما ص۲۷ و ص۲۸	لیکن یہ لوگ اپنے آپ کو فقرا اور صالحین کے بھیس میں لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں اگرچہ اس کے ساتھ فاسد عقیدے رکھتے ہیں، لوگ ان کے ظاہر سے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کی نیکی کے معتقد ہو جاتے ہیں ان سے جو سنتے ہیں مان لیتے ہیں چاہے وہ بدعت اور کفر خفی ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ علی متقی نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

والعوام يعتقدون لهذه الطائفة المبتدعة لانهم يرون اعمالهم الظاهرة من الصلوٰة والصوم والانزواء من الخلق ..... والعامى لا يعرف هذه المسئلة ويغتر بظاهر عملهم فيقع فى شبكتهم (سراج الابصار مع مقدمہ ص۲۲)	عوام ان لوگوں کے ظاہری اعمال نماز روزہ اور دنیا سے علحدگی کو دیکھ کر اس بدعتی گروہ کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اور عامی اس بات کو نہیں سمجھتا اور ان کے ظاہر عمل سے دھوکا کھا کر ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

شیخ علی متقی بھی اپنے استاد ابن حجر کی طرح مہدویوں کا زہد و تقویٰ ماننے پر مجبور ہے۔ اس نے بالکل اسی کی ترجمانی کی ہے یہاں تک کہ بعض الفاظ بھی ملتے جلتے ہیں مثلاً ابن حجر نے کہا ہے "فيغترون بظواهرهم" اور شیخ نے یہ لکھا ہے "يغتر بظاهر عملهم"۔

ابن حجر کا یہ کہنا کہ مہدوی، فقرا اور صالحین کے لباس میں ہوتے ہیں اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مہدویوں کا زہد و تقویٰ دیار عرب میں بھی متعارف اور مسلم تھا اور شیخ علی متقی کا یہ بیان کہ لوگ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں دو امور پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ مہدویوں کا زہد و تقویٰ ان کے مخالفین کے ہاں بھی اس قدر مسلم تھا کہ علمائے مخالف کی مخالفانہ سرگرمیاں لوگوں کی خاطر میں نہیں آتی تھیں، دوسرے یہ کہ مہدویوں کی تبلیغ بہت موثر تھی۔

شیخ علی کا یہ حصر کر دینا کہ صرف عامی مذہب مہدویہ اختیار کرتے ہیں صحیح نہیں اس کی تفصیل اصحاب ابام

اور مہدوی مذہب کی تبلیغ کے ذیل میں دی جاچکی ہے۔

اس سے قطع نظر خود شیخ کے ایک قرابت دار بھی مہدوی ہوگئے تھے وہ صاحب علم بھی تھے اور صاحب حال بھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زاد المتقین (مقصد اول، باب سوم) میں اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقی (المتوفی ۱۰۰۸ھ) سے یہ روایت کی ہے۔

می فرمودند یک بارے از قرابتان ایشاں، کہ در مذہب مہدویہ درآمدہ بہ مکہ آمد ایشاں چوں خبر آمدن او را شنیدند خواستند کہ او را ضیافتے کنند یک ابراہیمی[1] بدست فقیر دادند و گفتند کہ این را پیش آن شخص ببرید و بدہید و بگوئید کہ این را بر سبیل ضیافت پیش شما فرستادہ ایم بگوئید کہ این ضیافت بجہت قرابت بطنی نہ نسبت دینی و بگوئید کہ آمدن شما در این دیار خوب شدہ است اگر شبہ داشتہ باشید در اینجا رفع آں بکنید و بہ صحبت ما در آئید و تحقیق این مسئلہ کہ شما را در آنجا اشتباہ شدہ است رفع بکنید و تائب شوید مسیفرمودند نزد آں مرد رفتیم از خلوت برآمد گریہ کنان و آہ زنان مبلغ را بہ دے رسانیدیم و این حرف کہ شیخ فرمودہ بودند نیز گفتیم خاموش ماند[2]

(شیخ عبدالوہاب) کہتے تھے کہ شیخ علی کے ایک قرابت دار جنھوں نے مہدوی مذہب اختیار کیا تھا مکہ معظمہ آئے تھے جب شیخ کو ان کے آنے کی خبر ملی تو ان کی ضیافت کرنی چاہی ایک ابراہیمی (نام سکہ) فقیر (یعنے عبدالوہاب) کو دی اور کہا کہ اس شخص کے ہاں لے جاؤ اور دو اور کہو کہ ہم نے یہ ضیافت کے طور پر بھیجا ہے اور کہنا کہ ضیافت قرابت بطنی کی وجہ سے ہے نسبت دینی کی وجہ نہیں اور یہ بھی کہو کہ تمہارا اس شہر میں آنا اچھا ہی ہوا اگر کوئی شبہ ہو تو یہاں رفع کرلو۔ ہماری صحبت میں آؤ اور اس مسئلہ میں جو تمہیں وہاں اشتباہ ہوگیا ہے تحقیق کرو اور تائب ہوجاؤ۔ عبدالوہاب متقی کا بیان ہے، کہ وہ اس مہدوی کے ہاں گئے وہ خلوت سے نکلے روتے ہوئے اور آہ کرتے ہوئے ہم نے وہ رقم ان کو پہنچادی اور شیخ نے جو بات کہی تھی وہ بھی کہہ دی سن کر خاموش ہوگئے۔

عبدالوہاب متقی نے واپس ہوکر اپنے استاد شیخ علی سے یہ کہا۔

این گریہ و حالت خود امرے مرغوب و مطلوب است ایشاں را اگر دردے و ذوقے می باشد فرمودند عجائب گریہ سردے ناموثر بود کہ اصلا نشان ذوق و بوے صدق نداشت گریہ را اعتبارے نیست اعتقاد خوب می باید

یہ گریہ اور حالت ہی تو امر مرغوب و مطلوب ہے شاید وہ صاحب درد و ذوق ہیں شیخ علی نے کہا، گریہ عجب سرد اور ناموثر تھا جس میں ذوق کا نشان اور صدق کی بو ہرگز نہیں تھی، رونے کا کچھ اعتبار نہیں اعتقاد اچھا چاہیئے۔

مذکورۂ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) شیخ علی کے ایک قرابت دار بھی مہدوی ہوگئے تھے، شیخ نے ان کو مہدوی مذہب سے پلٹانے کی کوشش کی لیکن وہ کوشش کارگر نہیں ہوئی۔

(۲) یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس زمانہ کے مہدویوں کی زندگی اس طرح روحانیت سے رنگین تھی کہ سخت

---

[1] ابراہیمی: دنے کا ایک سکہ ہوتا تھا جو سلطان ابراہیم شرقی (وفات ۸۴۴ھ) بادشاہ جونپور سے منسوب ہے زر خالص ہونے کے باعث عرب اور عجم ہر جگہ اس کا رواج تھا۔ [2] زاد المتقین (قلمی)، ورق ۲۴ تصوف فارسی نمبر ۱۵۲۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

سے سخت مخالف بھی اس سے متاثر ہو جاتا تھا جیسا کہ شیخ عبدالوہاب کی مثال سے ظاہر ہے اور جس کی شیخ نے از روئے تعصب نفی کی ہے۔

(۳) شیخ عبدالوہاب کا یہ کہنا کہ یہ گریہ وحالت ہی تو امر مرغوب ومطلوب ہے اس امر کا افشا کر رہا ہے کہ شیخ علی کی صحبت میں انہیں یہ بات نصیب نہیں ہوئی تھی۔

(۴) شیخ کا یہ کہنا " اگر شبہ داشتہ باشید در اینجا رفع آں بکنید" (اگر کوئی شبہ ہو تو یہاں رفع کرلو) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ کے مہدوی قرابت دار عالم اور فاضل تھے۔

شیخ کے مہدوی قرابتدار کے حالات سے بھی دائرہ مہدویہ کا رنگ ظاہر ہے اس کی نظیر نہ عرب میں تھی اور نہ عجم میں۔

وجود مہدی اور احادیث مہدی معلوم ہوتا ہے کہ محدثین میں سب سے پہلے ابن حجر مکی (المتوفی ۹۷۱ھ) نے یہ غلط نظریہ پھیلا دیا کہ امام مہدی میں وہ تمام علامتیں پائی جائیں جو احادیث میں مذکور ہیں اور اس امر کا مطلق خیال نہیں کیا کہ کتب صحاح میں مہدی کی علامتیں کیا ہیں اور کتب غیر صحاح میں کیا ہیں۔ اس سے قبل محدثین نے کسی مسئلہ میں احادیث کو اس طرح خلط ملط نہیں کیا تھا یعنے اس بات کی کوئی نظیر نہیں ملے گی کہ محدثین نے کسی مسئلہ کی نسبت یہ فیصلہ کیا ہو کہ اس باب میں جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان تمام پر عمل کیا جائے۔

محدثین کے طریقہ پر احادیث مہدی کی جانچ کر کے علامات مہدی کی تعیین میں مخالفین مہدویہ کو کامیابی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے انہوں نے یہ شرط لگادی کہ ہر وہ حدیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہے اس کا امام مہدی میں پایا جانا ضروری ہے۔ امام مہدی سے متعلق صحاح کی روایتیں کمتر اور غیر صحاح کی روایتیں اکثر و بیشتر درج کرنے کے بعد ابن حجر مکی نے یہ لکھا ہے۔

فهذه الجملة من الاحاديث تكذب اولئك المذكورين في السوال (صـ۳۰)	یہ تمام حدیثیں ان لوگوں کی تکذیب کرتی ہیں جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

شیخ علی متقی نے بھی اسی خیال کا اعادہ کیا ہے۔

فالحاصل ان المهدى لا يتحقق الا وان يوجد فيه جميع ما ورد في شانه من الاحاديث (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۵۶)	پس حاصل یہ ہے کہ مہدی کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس میں وہ تمام چیزیں پائی جائیں جو احادیث سے ان کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔

علامات مہدیت کی حد تک شیخ علی متقی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ بھی ابن حجر مکی کا فتوی ہے صرف فرق یہ ہے کہ ابن حجر نے بہت تفصیل دی ہے اور شیخ علی متقی نے مختصراً بیان کیا ہے مثلاً شیخ علی متقی نے مطلق خروج سفیانی کو امام مہدی کے ظہور کی معتبر علامت قرار دی ہے اور ابن حجر نے اس کی تفصیل دی ہے جس کا ایک جزو یہ ہے۔

فيذبح السفياني تحت الشجرة التي اغصانها الى بحيرة طبرية۔ (الفتاوی الحدیثیہ صـ۶۸)	پس مہدی سفیانی کو ذبح کرینگے اس درخت کے نیچے جس کی ڈالیاں بحیرۂ طبریہ کی طرف جھکی ہوئی ہوں گی۔

کتب صحاح میں تو لفظ سفیانی کا ذکر تک نہیں ہے چہ جائیکہ بحیرۂ طبریہ کے قریب درخت کے نیچے

اس کا مہدی کے ہاتھوں قتل کیا جانا مذکور ہو!

حاصل یہ کہ رسالۃ الرد کا ماخذ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے، اس لحاظ سے سراج الابصار[1] صرف شیخ علی متقی ہی کا جواب نہیں ہے بلکہ اس کے استاد ابن حجر الھیتمی کا بھی جواب ہے۔

رسالۃ الرد اور علمائے مخالف سراج الابصار میں جس رسالہ کا جواب دیا گیا ہے اس کا ذکر علمائے مخالف نے بھی کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے استاد عبدالوہاب متقی (المتوفی ۱۰۰۱ھ) کے حوالہ سے شیخ علی متقی کے متعلق یہ لکھا ہے۔

بعد از وقوع ایں واقعہ رسائل در رد مہدویہ و افساد ایں فرقہ ضالہ نوشتند[2]	اس واقعہ کے بعد مہدوی مذہب کے رد میں اور اس گمراہ فرقہ کی برائی میں رسالے لکھے۔

اس میں رسالہ البرہان اور رسالۃ الرد کی طرف اشارہ ہے یہ رسالے مہدویوں کے خلاف لکھے جانے کی وجہ سے اس زمانہ میں عرب اور عجم میں مشہور تھے، اس لئے ان کا صرف ذکر کیا گیا، نام نہیں لیا گیا کیوں کہ یہی کافی تھا۔

(۲) عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے اس واقعہ کا بلا تعرض ذکر کیا ہے لہٰذا یہ بھی اس کے مسلمات سے ہوگا۔

(۳) اسعد مکی (المتوفی ۱۱۶۲ھ خود اہل زبان تھا اور بقول میر غلام علی آزاد بلگرامی، تاج الدین وغیرہ علمائے حرم سے حدیث پڑھی تھی[3]۔ اس نے شیخ علی متقی کے رسالۂ الرد کی تائید میں اور سراج الابصار کے بعض مباحث کے خلاف رسالہ شہب محرقہ

---

[1] واضح ہو کہ سراج الابصار بندگی سید شہاب الدین شہاب الحق کے مشورہ سے لکھی گئی ہے جیسا کہ میاں سید فضل اللہ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں لکھا ہے۔

چونکہ رسالہ رد در سید بندگی میاں عبدالملک از اشارۂ بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق در رائے ایشاں سراج الابصار نوشتند۔	جب شیخ علی کا رسالہ پہنچا تو بندگی میاں عبدالملک نے بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق کے اشارہ اور ان کی رائے سے سراج الابصار لکھی۔

بندگی شہاب الحق کا سنہ رحلت ۹۷۲ھ ہے اس سے معلوم ہوا کہ سراج الابصار ۹۷۲ھ سے قبل لکھی گئی ہے۔

صاحب سراج الابصار نے سلطان محمود شاہ گجراتی کے قتل کی طرف اشارہ کیا ہے (سراج الابصار مع مقدمہ صـ ۲۳۴) یہ ۹۶۱ھ کا واقعہ ہے، اس سے ظاہر ہے کہ سراج الابصار اسی سال یعنے ۹۶۱ھ یا اس کے بعد لکھی گئی ہے، صاحب سراج الابصار نے کتاب کے آخر میں بلاد مغرب میں ابو عبداللہ المہدی کے مارے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ ذی الحجہ ۹۶۴ھ کا واقعہ ہے[4]

پس یہ امر متعین ہو گیا کہ سراج الابصار ۹۶۴ھ اور ۹۷۲ھ کے درمیان یعنے بندگی شہاب الحق کی زندگی ہی میں لکھی گئی ہے۔ میاں عبدالملک کو بندگی شہاب الحق سے خاص ارادت تھی، چنانچہ بندگی شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

بندگی میاں عبدالملک فرمودند کہ بندہ را دو کس شناختند یکی مرشدی بندگی میاں شاہ دلاورؒ دوم میاں سید شہاب الدین[5]	بندگی میاں عبدالملک نے فرمایا کہ بندہ کو دو اشخاص نے پہچانا ایک میرے مرشد بندگی میاں شاہ دلاورؒ اور دوسرے میاں سید شہاب الدین

حاصل یہ کہ سراج الابصار، بندگی شاہ دلاور کی رحلت ۹۷۴ھ کے تقریباً بیس سال بعد بندگی شہاب الحق کے مشورہ سے لکھی گئی ہے۔

---

[2] زاد المتقین (قلمی) مقصد اول باب چہارم۔ حاشیہ [3] الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصیٰ (طبع مصر ۱۳۱۲ھ) الجزء الثالث صـ ۱۶
[4] سرو آزاد (مطبوعہ) صـ ۱۹۰۔ [5] حدیقۃ الحقائق دفتر دوم رکن دہم باب اول۔

لکھا ہے اس نے بھی رسالۃ الرد کو شیخ علی متقی کی تصنیف مانا ہے، شہاب محرقہ کی عبارت یہ ہے۔

وله فی ذلک رسالة سماها بالرد علی من حکم وقضی بان المهدی قد جاء ومضیٰ	شیخ علی متقی کا اس باب میں ایک رسالہ ہے، اس کا نام اس نے الرد رکھا ہے، یہ ان لوگوں کا رد ہے جنھوں نے یہ حکم لگایا ہے کہ مہدی موعود آئے بھی اور گزر گئے۔

سراج الابصار میں شیخ علی کی عبارت پر جو تبصرے کئے گئے ہیں، اسعد مکی نے ان میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا ہے حالانکہ وہ خود اہل زبان تھا اور مکہ معظمہ کا رہنے والا تھا۔

(۴) مولف ہدیہ مہدویہ (سنہ تالیف ۱۲۸۷ھ) نے اور اس جماعت نے بھی جو تالیف میں اس کے ساتھ شریک تھی رسالۃ الرد کو شیخ علی متقی کی تصنیف مانا ہے، ان کے نزدیک تو رسالۃ الرد کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ جیسا فاضل بھی، بزعم معترضین، اس کو سمجھنے سے قاصر ہے، ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"اس کتاب میں سجاوندی نے بعض مقامات میں تراکیب نحویہ کے سمجھنے میں خطا پائی ہے چنانچہ بہ طور نمونہ ایک مقام اس کا نقل کیا جاتا ہے۔ عبارت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کے رد مہدویہ میں یہ ہے الیٰ آخرہ"[1]

واضح ہو کہ علامہ سجاوندیؒ نے رسالۃ الرد کی زبان پر دس مقامات پر تبصرہ فرمایا ہے اور معترض نے سب سے انجان ہو کر صرف اسی تبصرہ سے تعرض کیا ہے جہاں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اس طرح کہنا تو اولیٰ ہوتا، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۵) صاحب نزھۃ الخواطر نے شیخ علی متقی کے حالات میں شیخ کے رسالۃ الرد کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وله رسالة فی ابطال دعوی السید محمد الجونپوری (نزھۃ الخواطر الجزء الرابع ص۲۴۴)	اس کا ایک رسالہ ہے سید محمد جونپوری کے دعوے کے ابطال میں۔

(۶) مولوی ابوالکلام آزاد نے بھی اپنے تذکرہ (سنہ تصنیف ۱۳۳۵ھ) میں شیخ علی متقی کے رسالۃ الرد کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے۔

"شیخ علی متقی نے اگرچہ مہدویہ کے غلو و محدثات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسان اولیٰ ہے (تذکرہ طبع کلکتہ ص۴۰)

خط کشیدہ الفاظ شیخ کی اس عبارت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

فالمقصود من هذا ان بدعة هذه طائفة المقرین بمهدویة ذلک السید المرحوم لا تقتضی ان یکون هو مبتدعا لا یظن به هذا والله اعلم (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۳۶)	مقصود اس سے یہ ہے کہ اس گروہ کی بدعت جو سید مرحوم کی مہدیت کے مقر ہیں اس امر کو مقتضی نہیں ہے کہ سید مرحوم بھی بدعتی ہوں، ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم۔

حاصل یہ کہ شیخ علی متقی کے بلا واسطہ شاگرد شیخ عبدالوہاب متقی سے لیکر مولوی ابوالکلام آزاد تک علماء نے مخالف کی جماعت نے رسالۃ الرد کو شیخ علی متقی کی ہی تصنیف مانا ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص۲۰۶۔

لفظ منسوب کا استعمال ان حقایق کی روشنی میں ظاہر ہے کہ میاں عبدالملک نے جہاں لفظ منسوب استعمال کیا ہے اس سے نسبت حقیقی ہی مراد ہے۔

آپ نے اپنی کتاب کی ابتدا میں یہ لکھا ہے۔

لما رایت رسالۃ جاءت من مکۃ المشرفۃ منسوبۃ الی الشیخ المشتھر بعلی المتقی الی آخرہ۔

جب میں نے مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک رسالہ شیخ علی متقی کا (مصنفہ) موسوم بہ الرد دیکھا الی آخرہ۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۵)

(۱) مذکورہ عبارت میں لفظ "منسوب" الی کے ساتھ آیا ہے، عربی زبان میں لفظ "منسوب" نسبت حقیقی پر دلالت کرتا ہے جب تک کہ کوئی ایسا قرینہ صارفہ نہ ہو جس کی وجہ سے لفظ منسوب کو اس کے مجازی معنی پر محمول کرنا پڑے۔

(۲) مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

قال ما ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس ابن متی ونسبہ الی ابیہ[1]

فرمایا کہ کسی شخص کو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ میں یونس ابن متی سے بہتر ہوں آپ نے منسوب کیا یونس کو ان کے باپ کی طرف (یعنے یونس نہیں کہا بلکہ یونس ابن متی کہا)

یہاں لفظ "نسب" الی کے ساتھ آیا ہے، اس سے نسبت حقیقی ہی مراد ہے۔

(۳) اسی طرح امام بخاری نے ایک باب اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے۔

باب نسبۃ الیمن الی اسمٰعیل علیہ السلام[2]

قبائل یمن کے اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب ہونے کے باب میں۔

یہاں بھی نسبت حقیقی ہی مراد ہے۔

(۴) ابن خلکان نے ابوبکر رازی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

فقال لہ المنصور ما اعتقدت ان حکیما یرضی بتخلید الکذب فی کتب ینسبھا الی الحکمۃ[3]

پس امیر منصور سامانی نے اس سے کہا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی حکیم اس بات پر خوش ہو کہ دروغ دوام رہے اس کی ایسی کتابوں میں جنھیں وہ حکمت سے منسوب کرتا ہے۔

یہاں "ینسب" الی کے ساتھ آیا ہے، یہاں بھی نسبت حقیقی ہے کیوں کہ کتابوں کو حکمت کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور مراد اس سے حکمت کی کتابیں ہیں۔

(۵) التوضیح والتلویح میں یہ مرقوم ہے۔

المراد بالسجود المنسوب الی الانسان ھو وضع الجبھۃ علی الارض[4]

سجود جو انسان کی طرف منسوب ہے اس سے مراد پیشانی رکھنا ہے زمین پر۔

یہاں بھی المنسوب سے نسبت حقیقی مراد ہے۔

---

[1] صحیح مسلم (طبع کلکتہ ۱۲۶۵ھ) نصف ثانی ص۴۴۹ ۔ [2] صحیح بخاری (طبع مصطفائی ۱۳۰۹ھ) المجلد الاول ص۴۹۷ [3] وفیات الاعیان (طبع مصر) الجزء الثانی ص۷۹ [4] التوضیح والتلویح (طبع لکھنؤ ۱۲۹۲ھ) ص۶۹۔

(۶) خود میاں عبدالملک سجاوندی نے یہ بھی لکھا ہے۔

قال علی الشیخ مصنف هذه الرسالة فی الرسالة الطویلة علی هذه الرسالة ص۸

اس رسالہ کے مصنف شیخ علی نے اپنے ایک طویل رسالہ میں لکھا ہے جو اس سے پہلے لکھا گیا ہے۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول)

یہاں "علی الشیخ" کو اس رسالہ کا یعنے رسالۃ الرد کا مصنف تسلیم کیا گیا ہے، علی سے مراد علی بن حسام الدین مولف کنز العمال ہے، اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ "منسوبۃ الی الشیخ" میں لفظ منسوب حقیقی معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) میاں عبدالملک سجاوندی نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

طبع الله علی قلب الشیخ فاصمه واعمی بصیرة قد صحبهم مرة ولم یظهر له شئ مما منحوا

شیخ کے قلب پر اللہ نے مہر لگادی چنانچہ اسے بہرا اور اندھا کر دیا ہے کہ باوجود ایک بار ان کے ساتھ رہنے کے جو انہیں عطا کیا گیا تھا اس میں سے کچھ بھی اس پر ظاہر نہ ہوا۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۰)

قد صحبهم مرة (ایک بار اصحاب مہدی کے ساتھ رہا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس رسالہ کا مصنف علی بن حسام الدین ایک بار اصحاب مہدی کی صحبت میں رہا ہے۔

(۸) میاں عبدالملک سجاوندی نے تکفیر منکر کی بحث میں یہ بیان کیا ہے۔

ثم العجب من الشیخ کیف تجاهل عن فتوی مفتی مکة الذی جاء به منهم.

تعجب ہے کہ شیخ مفتیان مکہ کے اس فتوے سے کیسے انجان بن گیا جسے اس نے خود ان سے حاصل کیا ہے۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۴)

یہ ان فتووں کی طرف اشارہ ہے جو رسالہ البرہان فی علامات مہدی آخر الزماں کے آخر میں درج ہیں۔ علمائے مخالف اور قدمائے مہدویہ نے تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی شیخ علی متقی کی تصنیف ہے، رسالۃ الرد میں شیخ علی متقی نے کہا ہے کہ انکار مہدی کفر نہیں ہے، اس کے جواب میں میاں عبدالملک نے فرمایا ہے تعجب ہے خود شیخ نے اپنی دوسری تصنیف میں انکار مہدی کو کفر تسلیم کیا ہے۔

(۹) حاصل یہ کہ میاں عبدالملک سجاوندی نے لفظ "منسوب" کو قدمائے عرب کے اتباع میں نسبت حقیقی کے لئے ہی استعمال فرمایا ہے۔

(۱۰) میاں عبدالملک سجاوندی نے سراج الابصار کے آخر میں شیخ علی متقی کی ان تمام سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے جو مہدویوں کے خلاف ہیں، سراج الابصار کی عبارت یہ ہے۔

بالغ الشیخ فی عداوة اصحابنا حتی جاء من مکة الی کجرات بنفسه واتعبها فی انکارهم مریدا اطفاء نور الله بفیه ویابی الله الا ان یتم نوره فانماع کیده کما یتماع الملح

شیخ نے ہمارے اصحاب کی عداوت میں اتنا مبالغہ کیا کہ خود مکہ معظمہ سے گجرات تک آیا اور ان کے انکار کی خاطر اپنے نفس کو اتنے تعب میں ڈالا یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونک) سے بجھا دے حالانکہ باری تعالیٰ تو اسے کامل ہی

فی الماء فلم یحصل مقصودہ ثم ذھب الی مکۃ ثانیا ثم بعد مدۃ مدیدۃ کتب الی سلطان گجرات لیقتل اخواننا فامتثل امرہ فقتل احد عشر رجلا من اخواننا صابرین فاخذ اللہ ثارا اخواننا فی مدۃ اربعۃ اشھر الی آخرہ۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۲۳۴)

کرکے رہیگا اس کا مکر اس طرح پگھل کر رہ گیا جس طرح کہ پانی میں نمک پگھل جایا کرتا ہے، چنانچہ اس کا مقصد حاصل نہ ہوا اور وہ پھر دوبارہ مکہ معظمہ کی طرف چلا گیا، لیکن پھر ایک مدت مدیدہ کے بعد سلطان گجرات کو ہمارے بھائیوں کے قتل کے بارہ میں لکھا، سلطان گجرات اس کے حکم کو بجالایا اور ہمارے صابر اخوان دین میں سے گیارہ شخصوں کو اس نے قتل کر دیا لیکن چار ماہ کے اندر ہی اندر باری تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کا بدلہ اس سے لے لیا۔

حاصل یہ کہ میاں عبد الملک سجاوندی کی عبارت میں لفظ منسوب اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے اس کا لفظی ترجمہ حرف اضافت کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے یعنے شیخ علی متقی کا رسالہ "کا رسالہ" تصنیف و تالیف دونوں کو شامل ہے۔

(۱۱) بندگی میاں ملک جی مہری (سنہ شہادت ۹۳۰ھ) نے امام علیہ السلام کے فرزند بندگی میاں سید محمودؒ کی منقبت میں یہ شعر کہا ہے۔

بود چوں مسلوک و مجذوب آن | سیر نبی زاں شدہ منسوب آن[1]

یہاں بھی لفظ منسوب حقیقی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

مندرجۂ بالا بحث سے قطع نظر اہل انصاف کے لئے تو صرف ذیل کی نظیر کافی ہے۔

محمد یعقوب ابی یوسف البنیانی نے تہذیب کی شرح تہذیب الکلام میں یہ لکھا ہے۔

عثرت علی نخبۃ منتخباتہ ..... اعنی الکتاب الموسوم بالتھذیب المنسوب الی اعظم نحاریر الانام ..... سعد الملۃ والدین التفتازانی[2]

علم کلام کی منتخب کتابوں میں میں نے ایک کتاب پائی جو تہذیب کے نام سے موسوم ہے اور منسوب ہے بزرگترین علماء کے سرگروہ سعد الملۃ والدین التفتازانی کی طرف۔

مذکورہ عبارت میں "المنسوب الی التفتازانی" کے الفاظ آئے ہیں کیا اس بنا پر یہ شبہ کیا جائے گا کہ شارح اور علمائے متکلمین کے نزدیک تہذیب، تفتازانی کی تصنیف نہیں ہے!

اب میاں عبد الملک سجاوندی کی یہ عبارت پڑھیئے۔

رایت رسالۃ جاءت من مکۃ المشرفۃ المنسوبۃ الی الشیخ المشتھر بعلی المتقی۔

(سراج الابصار ص ۴)

میں مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک رسالہ دیکھا جو شیخ علی متقی کی طرف منسوب ہے۔

یہاں بھی منسوب سے نسبت حقیقی ہی مراد ہے اور یہ امر ثابت ہے، کہ رسالۃ الرد شیخ علی متقی کی ہی تصنیف ہے۔

---

[1] دیوان مہری (طبع قومی پریس حیدرآباد دکن) جلد اول ص ۱۱ [2] تہذیب الکلام (کلام عربی قلمی نمبر ۳۸۳ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری)

ہدیہ مہدویہ مخالفین مہدویہ کا دوسرا ماخذ' ہدیہ مہدویہ ہے۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مولف اور اس کے اسباب تالیف سے متعلق کچھ بیان کیا جائے:

مولف ہدیہ مہدویہ کا نام محمد زماں خاں اور ابورجا کنیت ہے مقام پیدائش شاہجہاں پور اور سنہ ولادت ۱۲۴۲ھ ہے خود ابورجا نے اپنے سفرنامہ موسوم بہ "داستان جہاں" میں یہ لکھا ہے۔

سفر اول کہ از مولد شاہجہاں پور در عمر بست سالگی برائے طلب علم بخدمت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب مرحوم بطرف کانپور ۱۲۶۲ھ واقع شد و از آنجا بعد سہ سال فرخ آباد و دھولپور و گوالیار و جھانسی و وتیا ویٹری و ساگر و بھوپال و ہوشنگ آباد و امراوتی و ناندیڑ گذر کناں بہ حیدرآباد رسیدم و توطن ورزیدم[1]

پہلا سفر اپنے مولد شاہجہاں پور سے بیس[20] سال کی عمر میں طلب علم کے لئے مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کی خدمت میں کانپور کی طرف ۱۲۶۲ھ میں واقع ہوا اور وہاں سے تین سال کے بعد فرخ آباد' بریلی' رام پور' کوئل اکبرآباد دھولپور' گوالیار' جھانسی' وتیا ٹیری' ساگر' بھوپال' ہوشنگ آباد' امراوتی اور ناندیڑ سے ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچا اور توطن اختیار کیا۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ ابورجا نے ۱۲۶۲ھ میں اپنے وطن سے بیس سال کی عمر میں کانپور کا سفر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سن ولادت ۱۲۴۲ھ ہے کانپور میں تین سال مولوی سلامت اللہ کے ہاں تعلیم پانے کے بعد حیدرآباد دکن کا سفر کیا ہے۔

مظفر حسین خاں سلیمانی نے حیات مسیح میں ابورجا کے بھی حالات لکھے ہیں اس میں یہ بیان کیا ہے کہ "۱۲۶۲ھ میں حیدرآباد دکن پہونچے اور وہاں توطن اختیار کیا"[2]

یہ زمانہ نواب ناصر الدولہ (المتوفی ۱۲۷۳ھ) کا تھا' یہیں ابورجا نے مولوی کرامت علی دہلوی سے حدیث پڑھی ہے جیسا کہ مولف "حیات مسیح" نے لکھا ہے۔

اس کے بعد ابورجا نے غلام محی الدین خاں جمعدار اور حکیم الحکماء محی الدین احمد یار خاں کے توسط سے نواب ناصر الدولہ کے پاس پیش ہو کر ساٹھ روپے کا منصب حاصل کیا۔

مولف "حیات مسیح" نے یہ بھی لکھا ہے کہ نواب افضل الدولہ نے ابورجا سے فارسی میں گلستان وغیرہ پڑھی ہے[3]۔

نواب مختار الملک نے ۱۲۷۳ھ میں ابورجا کا تقرر دار العلوم کی صدارت پر کیا جیسا کہ حیات مسیح میں مذکور ہے "دار العلوم کی تقرری تاریخ غرہ رجب ۱۲۷۳ھ اور مستعفی ہونے کی تاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ خود اپنے قلم سے لکھی ہے۔" (ص ۲۰۹)

تاریخ خورشید جاہی میں مذکور ہے کہ نواب ناصر الدولہ کی تاریخ وفات ۲۳ رمضان ۱۲۷۳ھ ہے[4] اس سے معلوم ہوا کہ ابورجا کا دار العلوم کی صدارت پر مامور ہونا نواب ناصر الدولہ کے عہد کا واقعہ ہے' اس کے چار سال بعد ابورجا نے استعفا دے دیا۔

دار العلوم کی پرنسپلی کے زمانہ میں ابورجا محمد زماں خاں شاہجہانپوری اور نواب مختار الملک میں کشمکش کا آغاز ہوا ہے' وجہ اس کی یہ تھی کہ نواب مختار الملک کے پیش نظر دار العلوم میں شیعہ طلباء کے لئے علحدہ نصاب مقرر کرنا تھا' ابورجا نے

---

[1] داستان جہاں (طبع مطبع نظامی واقع بدایوں ص ۹۲) [2] و [3] حیات مسیح (طبع نولکشور پریس ۱۳۳۹ھ ص ۲۰۶)

[4] تاریخ خورشید جاہی بر حاشیہ رشید الدین خانی ص ۴۷۷

کی سخت مخالفت کی بالآخر نواب مختار الملک کو اپنی تجویز واپس لینی پڑی، حیات مسیح کی عبارت یہ ہے۔

"ایسا ہی نواب مختار الملک سے دار العلوم کی پرنسپلی کے زمانہ میں طلبائے اہل تشیع اور اہل تسنن کے نصاب کے متعلق ایک معاملہ پیش آیا تو صاف صاف جوابات دیئے آخر مختار الملک بہادر نے اونہیں کی مرضی کو منظور کیا۔" ص ۲۰۹

نواب مختار الملک کو ابورجا کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے کے دو اسباب تھے ایک یہ کہ نواب افضل الدولہ کو ابورجا سے نسبت تلمذ تھی دوسرے یہ کہ نواب شمس الامراء بھی ابورجا کے موئدین میں سے تھے۔

اس کے علاوہ ابورجا کا طریق ملاقات بھی نواب مختار الملک کو پسند نہیں تھا، نواب سرور الملک نے کارنامۂ سرروری میں یہ لکھا ہے۔

"..... محمد زماں خاں ..... وزارت پناہ اور نواب امیر کبیر سے درویشانہ آزادی سے ملتے تھے۔" (ص ۱۲۹)

شیعہ طلبہ کا علٰحدہ نصاب مقرر کرنے کے باب میں ابورجا کے مقابلہ میں نواب مختار الملک کو شکست ہوئی تھی، اسی کا ردعمل تھا کہ جب نواب میر محبوب علی خاں آصف سادس کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہوا تو نواب مختار الملک نے مولوی نصر اللہ خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے نام پیش کر دیئے تاکہ ان میں سے کوئی ایک استاد مقرر ہو جائے۔

لیکن نواب رفیع الدین خاں شمس الامراء ثانی نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور ابورجا کی مامور عمل میں آئی، حیات مسیح کی عبارت یہ ہے۔

"مگر نواب رفیع الدین خاں شمس الامرائے ثانی نے اس رائے کو ناپسند کیا اور بلحاظ استحقاق سابق وغیرہ کے مولوی صاحب کو اعلحضرت کی استادی پر ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا اور ان کے مددگار حافظ محمد انور صاحب قرار پائے۔" (ص ۲۳۳)

حاصل یہ کہ نواب مختار الملک اور ابورجا میں مخالفت تھی اور غالباً مختار الملک کو یہ پسند نہیں تھا کہ ایسا شخص بادشاہ کی تعلیم پر مامور ہو جو دار العلوم میں شیعہ طلبہ کے لئے علٰحدہ نصاب گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

الغرض ۱۲۷۷ھ میں دار العلوم کی پرنسپلی سے مستعفی ہونے کے بعد ابورجا نے مدرسہ محبوبیہ قائم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اس کے تقریباً پانچ سال بعد ابورجا نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت کی ہے، خود ابورجا نے اپنے سفرنامہ موسوم بہ "داستان جہاں" میں یہ لکھا ہے۔

القصہ بہ ہمیں طریق بغرۂ شعبان سنہ یک ہزار و دو صد و ہشتاد و سہ مع الخیر فائز شدم والحمد للہ علی ذلک جملہ مدت سفر یازدہ ماہ بست و یک ہزار و دو صد ہشتاد و دو از خانہ بر آمدہ بودم (ص ۹۰)	القصہ اسی راستہ سے غرۂ شعبان ۱۲۸۳ھ مع الخیر پہونچا الحمد للہ علی ذلک، سفر کی جملہ مدت گیارہ ماہ اکیس روز ہوئی اس لئے کہ شعبان کی دسویں تاریخ ۱۲۸۲ھ کو گھر سے نکلا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ غرۂ شعبان ۱۲۸۳ھ کو ابورجا کی واپسی عمل میں آئی اور اس کے بعد حضرت عالم میاں صاحبؒ کی ملاقات ابورجا سے ہوئی ہے۔ جو کتابیں اور رسائل ابورجا کو ہدیہ کی تالیف سے قبل دیئے گئے تھے اس میں رسالہ شبہات الفتاوی بھی شامل ہے جو ۱۲۸۳ھ میں بنگلور سے شائع ہوا ہے۔

ابورجا سے ملنے سے قبل عالم میاں صاحب نے حیدرآباد میں مولوی عبدالحلیم لکھنوی، مولوی نیاز محمد بدخشانی، مولوی مؤیدالدین خاں دہلوی، مولوی حیدر علی وغیرھم سے بھی ملاقات کی ہے۔

مولوی عبدالحلیم لکھنوی، مولوی عبدالحی فرنگی محلی کے والد ہیں، مولوی مؤیدالدین خاں، رشیدالدین خاں دہلوی کے بیٹے ہیں، رشیدالدین خاں دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خاص شاگردوں میں تھے، شیعی علماء نے شاہ عبدالعزیز کے تحفۂ اثنا عشریہ پر جو خاص خاص اعتراضات کئے ہیں ان کو انہوں نے دفع کیا ہے۔

عالم میاں صاحب نے مولوی حیدر علی (المتوفی ۱۲۹۹ھ) کے نام کے ساتھ دہلوی لکھا ہے، یہ اصل میں فیض آبادی ہیں نواب مختار الملک نے "عدالت دیوانی بزرگ" کے نام سے ایک محکمہ قائم کیا تھا، اس کے ناظم مولوی عبدالحلیم لکھنوی تھے اور مولوی حیدر علی فیض آبادی صدر مجلس مرافعہ ثانیہ کے رکن تھے۔

حیدر علی فیض آبادی بھی شاہ عبدالعزیز کے خاص شاگردوں میں ہیں شیعوں کے رد میں متعدد کتابیں لکھی ہیں ازالۃ الغین، منتہی الکلام وغیرہ۔

حضرت عالم میاں صاحب، قاضی ارتضا علی خاں گوپاموی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) کے تلامذہ سے تھے،

آپ ۱۲۷۰ھ سے قبل ہی قاضی گوپاموی کے پاس فارغ التحصیل ہو چکے تھے اس لحاظ سے انہیں ۱۲۸۷ھ کے بعد کسی کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں دوسروں کی مدد کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا علماء نے عالم میاں صاحب سے اثبات مہدیت میں مناظرہ کرنے سے پہلو تہی کیا کیونکہ یہ عالم تھے اور جانتے تھے کہ میاں عبدالملک سجاوندی کے استدلال کے مقابلہ میں شیخ علی متقی کے استدلال کو سنبھالنا دشوار تھا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے جہاں عالم میاں صاحب سے ابتدائی گفت و شنید کا ذکر کیا ہے وہاں سراج الابصار کا نام تک نہیں لیا، صرف "رسائل" کا لفظ مطلق استعمال کر دیا، ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"قاضی صاحب موصوف نے رقعہ جو مسائل مع مصنفہ مذکور کے اس محرر اوراق کے پاس روانہ کئے۔" (ص ۲۹)

اصل بحث سراج الابصار سے متعلق تھی حضرت عالم میاں صاحب نے قدمائے مہدویہ کی تصانیف سے سراج الابصار پیش کی اور اس کی تائید میں کنز الدلائل اور شبہات الفتاوی وغیرہ کو بھی پیش کیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ابورجا کو ہدیہ مہدویہ کی تالیف میں نواب مختار الملک کی تائید حاصل تھی۔

مذہب مہدویہ کی کتابیں حاصل کرنے کے بعد ابورجا نے حسب قرارداد شبہات کی تحقیق نہیں کی بلکہ نواب وزیر کی مدد سے شہر سے ان کا اخراج کروایا تاکہ بالخاصہ تحقیق کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

خود مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ لکھا ہے۔

"یہ کیفیت مفصلاً زبانی سید حبیب مختار جمعدار عرب کے پیشگاہ نواب مختار الملک بہادر میں ..... معروض ہوئی نواب صاحب ممدوح نے فوراً حکم اخراج مہدوی مزبور کا صادر فرمایا چنانچہ بموجب حکم نافذ کے مصنف کا اخراج ہوا اور کتابیں مستعار تمام تر نزدیک اس محرر اوراق کے رہ گئیں۔" (ہدیہ مہدویہ طبع کانپور ص ۱۰)

اب نواب مختار الملک کو دار العلوم کی کارروائی کا انتقام لینے کا موقع ہاتھ آگیا ابو رجا کے کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے اس کے منشاء کے مطابق عالم میاں صاحب کے اخراج کا حکم دیدیا۔

حضرت عالم میاں صاحبؒ نے اپنی کتابیں واپس لینے کے لئے نواب مختار الملک کے پاس بھی کوشش کی تھی لیکن یہ کوشش کارگر نہ ہوسکی، خود عالم میاں صاحب نے یہ بیان کیا ہے۔

"دیوان نے مجھکو کہے بالفعل تم چلے جاؤ بعد ازاں وہ کتابیں جن جن کے ہیں دریافت کرکے ان کو پہونچا دوں گا۔ پس یہ فقیر اخراج پاکر انگریزی علاقہ موضع پنڈیال کو چلے گیا، بعد ازاں میری غیبت میں جی میں آیا سر پکا ہمارے مذہب کے رد کا رسالہ لکھے اور نام اس کا ہدیہ مہدویہ رکھکے پراگندہ کئے۔"[1]

دیوان سے مراد مختار الملک ہے اور جواب سے مختار الملک کا منشا ظاہر ہے کہ عالم میاں صاحب کی کتابیں ابو رجا کے پاس رہ جائیں تاکہ وہ مہدویوں کے رد میں کتاب لکھے اور پریشانیوں میں الجھ جائے۔

عالم میاں صاحبؒ کا اخراج عمل میں آگیا، آپ پنڈیال علاقہ انگریزی چلے گئے، آپ کی کتابیں ابو رجا کے پاس رہ گئیں اور اس نے کتاب ہدیہ مہدویہ تیار کرلی۔

عالم میاں صاحبؒ نے پنڈیال علاقہ انگریزی سے حیدرآباد آکر مختار الملک کے خلاف دار العدالت میں درخواست دیدی کہ بلاوجہ اور ناحق حیدرآباد سے میرا اخراج کردیا گیا ہے، عدالت نے عالم میاں صاحب کی درخواست مختار الملک کے پاس بھیجدی، مختار الملک نے عالم میاں صاحبؒ کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اس مضمون کا تحریری اقرارنامہ دیدو کہ میں آئندہ ابو رجا سے گفتگو نہیں کروں گا تو میں یہاں رہنے کی اجازت دے دیتا ہوں اس کی تفصیل خود عالم میاں صاحب نے اس طرح دی ہے۔

"بعد چند روز کے یہ فقیر شہر حیدرآباد کو واپس آیا اور دار العدالت میں دیوان پر فریاد کیا کہ بے دریافت و تقصیر مجھکو اخراج کئے ہیں عدالت والوں نے یہ فریادی رقعہ میرا دیوان کو پہنچا دیئے دیوان نے مجھ کو کہلا بھیجا ایسی حرکت نہیں کرنے کا اقرارنامہ باضمانت و شہادت معتبرہ لکھکر دیو یہ فقیر جواب دیا بلا ضمانت و شہادت پھر ان زماں خاں سے گفتگو نہیں کرنے کا ایسا اقرارنامہ اپنے دستخط سے لکھکر دیتا ہوں۔ پس دیوان نے اس بات کو قبول کرکے مجھ کو رہنے کی پروانگی دیدیئے اور ویسا ہی رقعہ اقراری مجھ سے لے لیئے۔"[2]

ادھر عالم میاں صاحب سے اقرارنامہ لے لیا گیا ادھر سے ہدیہ مہدویہ کی اشاعت عمل میں آئی۔ خود عالم میاں صاحب کا بیان ہے،

"ویسا ہی رقعہ اقراری مجھ سے لے لئے بعد چند روز کے زماں خاں نے وہ رسالہ ہدیہ مجھ کو بھجوائے میں اس رسالہ کو از اول تا آخر بغور دیکھا تو اس میں روگردانی حق سے غلطی پایا" (مجموعہ مراثی وغیرہ صـ۶۷)

جس طرح عالم میاں صاحبؒ سے اقرارنامہ لیا گیا کہ وہ ابو رجا سے گفتگو نہیں کرینگے، اسی طرح ابو رجا سے بھی یہ اقرارنامہ لیا جاتا کہ وہ عالم میاں صاحب اور ان کے مذہب کے خلاف کچھ نہ لکھے گا تو فتنہ کا باب ہی بند ہوجاتا۔ لیکن

---

[1] مجموعہ مراثی و استفتا وغیرہ مطبع جنگلور ۱۳۱۰ھ [2] مجموعہ مراثی و استفتا، مہدویت یا سید محمد جونپوری صـ۶

مختار الملک کے پیش نظر تو صرف یہ تھا کہ ابورجا مذہب مہدویہ کے خلاف لکھے اور پریشانیوں میں الجھ جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ابورجا نے کتاب ہدیہ مہدویہ مکمل کرلی تو اس کی تحریری اطلاع نواب مختار الملک کو دی' اس اطلاع میں یہ بھی مرقوم ہے۔

مصنف مذکور از بندہ ہم بکمال اصرار استدعائے تحریر جواب نمودہ ہمیں غرض کتب مذہب خود از جا با فراہم آوردہ حاضر ساخت ناچار بہ تحریر جواب پرداختم و مجلدے ضخیم در ایں باب مرتب ساختم (ہدیہ مہدویہ صـ ۴۴)

مصنف مذکور نے بندے سے بھی کمال اصرار سے جواب لکھنے کی استدعا کی اس غرض سے اپنے مذہب کی کتابیں متعدد جگہ سے فراہم کرکے حاضر کیں' ناچار تحریر جواب میں مشغول ہوا اور ایک ضخیم کتاب میں نے اس باب میں مرتب کی۔

بزعم معترض' عالم میاں صاحبؒ نے جواب دینے کے لئے اصرار کیا تھا' لیکن جب نواب مختار الملک نے شہر سے عالم میاں صاحب کا اخراج کروادیا تو ایسی صورت میں جواب لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا قوم مہدویہ کو بھی عالم میاں صاحب کی طرح اصرار تھا؟

عالم میاں صاحب سے جو کتابیں حاصل کی گئی تھیں وہ بھی نواب مختار الملک کے توسط سے نواب جنید خاں جمعدار کو دی گئیں تاکہ عالم میاں صاحب کے بھائی حافظ میاں کو پہونچائی جائیں' اس سلسلہ میں نواب مختار الملک نے ایک رقعہ ابورجا کے نام لکھا ہے' اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

رقعہ مرسلہ در باب صدور حکم بہ جنید خاں جمعدار در باب رسانیدن خط عالم میاں بنام آں مہربان جہت تفویض کتب امانتی تاکہ بہ جمعدار مذکور بعد از اخذ رسید مہری کتب مذکورہ دادہ شود موصول گردید الیٰ آخرہ

مرسلہ رقعہ جنید خاں جمعدار کے نام حکم صادر کرنے کے باب میں وصول ہوا تاکہ وہ عالم میاں کا خط اس مہربان کے نام کتب امانتی حوالہ کرنے کے لئے پہنچائے تاکہ مہری رسید لینے کے بعد مذکورہ کتابیں جمعدار مذکور کو دے دی جائیں۔

نواب مختار الملک کا یہ خط چھٹی ذیحجہ ۱۲۸۵ھ کا مکتوبہ ہے اور نواب افضل الدولہ کی وفات تیرہ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ کو ہوئی ہے جیسا کہ تاریخ محبوب السلاطین میں مذکور ہے (صـ ۴۵۲)

نواب افضل الدولہ کی وفات کے بائیس ۲۲ روز بعد ہی عالم میاں صاحبؒ کی کتابوں کے بارے میں ابورجا کو خط لکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مختار الملک کے نزدیک ہدیہ مہدویہ کی اشاعت دیگر امور سیاست کی طرح اہم تھی۔

مولانا حیات مسیح نے لکھا ہے کہ کتاب ہدیہ مہدویہ ۱۲۸۵ھ میں لکھی گئی حیات مسیح کی عبارت یہ ہے۔

"ہدیہ مہدویہ ۱۲۸۵ھ میں تصنیف ہوئی اور ۱۲۸۷ھ میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوئی" (صـ ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ مہدویہ کی طباعت اس زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ حیدرآباد کے سپید وسیاہ کا مالک نواب مختار الملک کے سوا اور کوئی نہ تھا' اس وزیر دانشمند نے عالم میاں صاحب کا اخراج تو کروادیا تھا لیکن ہدیہ مہدویہ کی تالیف کو روک کر فتنہ کا سدباب نہیں کیا۔

ابورجا اور علماء کی وہ جماعت جو ہدیہ مہدویہ کی تالیف میں شریک تھی' خوش تھی کہ انہیں مختار الملک کی تائید حاصل ہے۔ چنانچہ مولف ہدیہ مہدویہ نے جو خط نواب مختار الملک کے نام لکھا ہے اس کے آخر میں یہ دعائیہ الفاظ لکھے ہیں۔

عمر ودولت با توفیق حمایت دین وملت در تزاید باد۔ عمر ودولت دین وملت کی حمایت کی توفیق کے ساتھ زیادہ ہو۔

گویا دعا دینے والے کے نزدیک نواب مختار الملک سے دین حق کی تائید ہو رہی تھی حالانکہ ابورجا کو پھانسنے کے لئے دام بچھایا جارہا تھا۔

حاصل یہ کہ مختار الملک کی تائید کمال سیاست پر مبنی تھی، مقصود یہ کہ کتاب ہدیہ کی اشاعت کے بعد حیدرآباد میں کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ کم سے کم ابورجا کا حیدرآباد میں رہنا ہی دشوار ہو جائے۔ یہ سب اس لئے کیا گیا کہ ابورجا نے دارالعلوم میں شیعہ طلباء کے لئے علحدہ نصاب مقرر کرنے کی سخت مخالفت کی تھی اور نواب مختار الملک کو اس کے مقابلہ میں ہار ماننی پڑی تھی۔

ہدیہ مہدویہ کی اشاعت کے پانچ سال بعد ۱۲۹۲ھ میں ابورجا کے قتل کا واقعہ رونما ہوا تو عالم میاں صاحب کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا محض اس بنا پر کہ آپ نے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں یہ بیان کیا تھا کہ ابورجا مارا جائے گا۔

خود عالم میاں صاحبؒ نے یہ بیان کیا ہے۔

"باوجود کہ یہ فقیر اس قتل سے بالکل ناواقف تھا دیوان سالار جنگ چند عالموں کو دارالقضاء میں اپنے زعم میں موافق شرع شریف کے دریافت کرینگے ناحق نہیں حکم کریں گے سمجھ کے مقرر کئے اور اس فقیر کو یہ حادثہ قتل دریافت کرنے کے لئے شاید یہ فقیر اس لڑکے کو سکھایا ہے گمان سے دارالقضاء میں ان مولویوں کے پاس رجوع کروانے طلب کئے اور قوم سپاہان ہمارے میرے جانے کے لئے بالکل مزاحم ہوے میں نے ان سپاہیوں سے کہا کہ دیوان نے واسطے دریافت اس مقدمہ قتل کے شرع شریف سے طلب کئے ہیں اگر میں نہ جاؤں تو الزام شرعی مجھ پر ہوتا ہے، اگر میرے نہ جانے سے جنگ تمہارے لئے واقع ہوئے تو تم مردار موت لڑکے قتل ہو ویں گے یہ بات سنکے میری قوم مجھکو چھوڑ دی"۔ (مجموعہ مراثی استفتاء وغیرہ ص۱۰۶)

دارالقضاء میں علمائے مخالف سے عالم میاں صاحب سے کیا گفتگو ہوئی ہے خود عالم میاں صاحب کی زبانی سنئے۔

"پھر بعد ازاں دریافت کرنے اس مقدمہ کے دارالقضاء میں مجھکو رجوع کروائے پس دریافت دارے اس فقیر سے اظہار پوچھے یہ فقیر نے کہا کہ اس مقدمہ میں میرا مدعی کون ہے اور اس کا میرے تصحیح دعوی چاہئے وہ اہل دریافت بے تامل مجھ سے کہے کہ ہم خود تمہارے مدعی ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے ان الکافرین ھم الظالمون یہ ظلمی جواب ان اہل دریافت سے سنکر خاموش ہو گیا اور وہ اہل دریافت یہ فقیر جو اس رسالہ میں بحکم حدیث مذکور جو لکھدیا تھا ان کا قتل حق تعالیٰ سے ہو دیگا سو یہ بات اہل دریافت اس فقیر سے پوچھے کہ تم یہ کیا لکھے میں نے ان کا جواب دیا رسول اللہ کے فرمان کے موافق یہ قتل لکھدیا تھا سو یہ معجزہ ہمارے مہدی موعود کی ولایت پر ثابت وصادق گذرا پھر میرے تئیں صدر مجلس کے قید میں روانہ کر دیئے اور میری غیبت میں کچھ نہ دریافت کر کے فتوی میری دائم الحبسی اور اخراج وطنی کا لکھکر مجھ کو جگتیال کے قلعہ میں روانہ کروا دیئے (مجموعہ مراثی واستفتاء وغیرہ ص۱۱۰ و ۱۱۲)

اس سے ثابت ہے کہ علمائے دار القضاء کا فتویٰ خلاف شریعت تھا، عالم میاں صاحب کی جرأت اور آپ کا جوش ایمانی خود جواب سے ظاہر ہے۔

آپ ماہ رجب ۱۳۰۹ھ میں قید سے رہا ہوئے جیسا کہ معیار الصدق والکذب میں مذکور ہے[1] اور ۱۳۱۰ھ میں مجموعہ مراثی و استفتاء وغیرہ شائع کیا جس میں ایک مضمون ہدیہ مہدویہ کی تصنیف کے اسباب اور اس کی اشاعت کے نتائج سے متعلق ہے۔

اس مجموعہ کی اشاعت کے تقریباً ایک سال بعد ۱۳۱۱ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی۔

واضح ہو کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں ہدیہ مہدویہ کا بھی مکمل جواب دے دیا ہے۔

تنبیہ الغافلین

مخالفین مہدویہ کا ایک اور ماخذ ملا علی قاری کا رسالہ تنبیہ الغافلین ہے، سب سے پہلے نجم الغنی خاں رامپوری مولف مذاہب الاسلام نے اس کا حوالہ دیا ہے، اس کی نقل رسالہ نگار کے ایڈیٹر نے کی ہے اور اس طرح لکھا ہے کہ گویا تنبیہ الغافلین اس کے پیش نظر تھی، کتاب مذاہب الاسلام اور رسالہ نگار کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنا گیا کہ مہدویہ اپنے جھونپڑے برابر بناتے تھے اور ہر ایک جھونپڑے میں روزن ہوتا تھا کہ ہر ایک شخص دوسرے شخص کے افعال سے مطلع ہوتا رہے یہاں تک کہ اگر ایک مہدوی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا اسے دیکھتا رہتا اور اس تانک جھانک کو یہ لوگ برا نہیں جانتے ان کا قول یہ تھا کہ ہم سب مرد آپس میں بھائی ہیں اور ہماری عورتیں باہم بہنیں ہیں ہمارا آپس میں دیکھنا برا نہیں۔

(مذاہب الاسلام طبع نول کشور ۱۹۲۴ء صفحہ ۷۱۵)

تنبیہ الغافلین میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مہدوی جماعت کے لوگ اپنے جھونپڑے برابر بنایا کرتے تھے اور ہر جھونپڑے میں روزن ہوتا تھا کہ دوسرے جھونپڑے والے کے افعال سے آگاہ رہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک مہدوی اپنی عورت سے صحبت کرتا تو دوسرا مہدوی اسے دیکھتا رہتا اور یہ صرف اس لئے کہ تمام مہدوی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کیا اہل سنت کی شریعت میں اس حرکت کو کبھی روا رکھا گیا ہے۔

(رسالہ نگار جلد ۲، شمارہ ۴ بابتہ ماہ اپریل ۱۹۳۵ء)

(نواب بہادر یار جنگ سے چند استفسارات مہدویہ عقائد کے متعلق)

ایڈیٹر نگار کی عبارت مذاہب الاسلام کے مولف نجم الغنی خاں رامپوری کی عبارت سے بہت ملتی جلتی ہے، ــــ نجم الغنی خاں رامپوری نے "سنا گیا" کے الفاظ لکھے ہیں اور ایڈیٹر نگار نے اپنے افترا کو قوی کرنے کے لئے یہ الفاظ حذف کر دیئے۔

اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ نیاز فتحپوری نے مہدوی مذہب کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ کتاب مذاہب الاسلام ہے کتاب ہدیہ مہدویہ نہیں اس لئے کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے رسالہ تنبیہ الغافلین کا ذکر تک نہیں کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مضمون کی روایت مہدویوں کی کسی معتبر کتاب تو کیا کسی غیر معتبر کتاب میں بھی نہیں ہے۔

یہ بھی متحقق نہیں کہ تنبیہ الغافلین کس کی تالیف ہے، صرف مولف مذاہب الاسلام کا لکھ دینا کافی نہیں اس نے ملا علی قاری کے حوالہ سے "ادریس رومی" اور "مہدی مغربی" کے حالات لکھے ہیں، یہ شیخ علی کے رسالہ الرد کا ترجمہ ہے۔

---

[1] معیار الصدق والکذب (طبع بنگلور) صـ ۱۲۴۔

ذیل میں کتاب الاسلام کی عبارت درج کی جاتی ہے۔

(۱) مہدی مغربی۔ ملا علی قاری اپنے اس رسالہ میں جو مہدی کے باب میں ۹۶۵ھ میں تالیف کیا ہے کہتے ہیں کہ ایک شریف (سید) نے بلاد المغرب میں مہدیت کا دعویٰ کیا ہے اور اب تک موجود ہے اس کی شوکت بہت بڑھ گئی ہے، مغرب کے شہروں میں سے چار منزل تک اس کے قبضہ میں آگیا ہے۔" (مذاہب الاسلام صفحہ ۷۲۸)

مذکورہ عبارت شیخ علی کے رسالۃ الرد کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول (صفحہ ۲۳۱، ۲۳۳)

(۲) "ادریس رومی" ملا علی قاری نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے ۹۶۵ھ میں مہدی موعود وغیرہ کی بابت شہر مکہ میں لکھا ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جسے ادریس کہا کرتے تھے سلطان بایزید کے عہد میں مہدیت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے اسنثی خلیفہ تھے، ایک دن خلفاء کو بلا کر کہا کہ مجھ کو کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ میں مہدی ہوں تم بھی اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو اور جو کچھ تم پر ظاہر ہو مجھ سے بیان کرو، خلفاء ایک مدت تک متوجہ رہ کر اس کے پاس آئے اور کہا ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تم حق پر ہو۔ سلطان کے حضور میں یہ واقعہ عرض کیا گیا وہ بڑا دیندار تھا اس نے سن کر کہا بہتر ہے تم لوگ خروج کرو میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہاری ہر طرح مدد کروں گا، بعد چند روز کے جب باطن کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ الہام ربانی نہ تھا بلکہ خطرۂ شیطانی تھا۔" (مذاہب الاسلام صفحہ ۷۱۹)

یہ عبارت بھی شیخ علی کے رسالۃ الرد کا ترجمہ ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صفحہ ۲۳۱) فرق صرف اتنا ہے کہ نجم الغنی خاں مولف مذاہب الاسلام نے "اویس" کی جگہ "ادریس" لکھ دیا۔ ملا علی قاری نے بھی رسالۃ المہند[1] لکھا ہے لیکن اس میں بھی "مہدی مغربی" اور "ادریس رومی" کا ذکر نہیں۔

مولف مذاہب الاسلام کے بیان کے مطابق تنبیہ الغافلین اگر ملا علی قاری کی تصنیف ہے تو اس روایت کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک معاند مہدویہ کا مجرد قول ہے، ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی کے نصف اول میں اور مرقاۃ میں باب اشراط الساعۃ کے ذیل میں اپنے اس عناد کا اظہار کیا ہے اس کا بیان محض افترا ہے کیونکہ اس کے معاصرین نے بھی جو مذہباً مہدوی نہ تھے مہدویوں کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے۔

شیخ علی مولف کنز العمال نے مہدویوں کی صحبت میں رہنے کے بعد رسالہ البرہان میں یہ لکھا ہے۔

قد صحبت هذه الطائفة مدة مديدة (میں مہدویوں کی صحبت میں مدت مدید رہا)

اس نے بھی مہدویوں کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو سراج الابصار صفحہ ۴۳)

ملا عبد القادر بدایونی (المتوفی ۱۰۰۴ھ) بھی ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۶ھ[2]) کے معاصر ہیں۔

نجات الرشید میں مہدویوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشاں را در فقر و فنا بہ مرتبۂ عالی دیدہ بیان قرآن	اس سلسلہ یعنے سلسلہ مہدویہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں میں نے ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف

---

[1] اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سعیدیہ (حیدر آباد دکن) میں بھی ہے بعقائد کلام نمبر ۶۵۔ [2] بروایتی ۱۰۱۴ھ۔

واشارات آں و دقایق حقایق ولطائف معارف بے کسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجملے از آنہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت[1]

کو فقر وفنا میں مرتبۂ عالی پر پایا، اگرچہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اس کے اشارات حقایق کے باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات ان سے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیا لکھنا چاہیئے۔

اس عبارت سے ملا عبدالقادر بدایونی کے مہدوی معاصرین کا اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہونا ثابت ہے۔

ملا علی قاری کی عبارت میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ مہدویوں کے باب میں کس نے کہا اور کہاں کہا۔ ملا علی قاری کا ہندوستان آنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب اتحاف النبلاء نے اس کے حالات میں یہ لکھا ہے "در ہرات متولد شد بسوے مکہ رحلت آوردہ واز ..... احمد بن حجر الھیتمی اخذ نمودہ"[2] یعنے ملا علی قاری ہرات میں پیدا ہوا یہ مکہ معظمہ آیا اور ابن حجر ھیتمی سے علم حاصل کیا۔

خراسان میں مہدوی مذہب کی اشاعت روکنے کے لئے اس نے یہ تہمت تراشی ہے۔

ملا علی قاری کے مجرد بیان کو مہدوی مذہب کے خلاف پیش کرنے والوں کی خاطر تاریخ طبری سے ایک روایت درج کی جاتی ہے، طبری نے ۱۷ھ کے واقعات کے ذیل میں حضرت ابی بکرہؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے حالات میں لکھا ہے۔

كانا بالبصرة وكانا متجاورين بينهما طريق وكان في مشربتين متقابلتين لهما في داريهما في كل واحدة منهما كوة مقابلة الاخرى فاجتمع الى ابي بكرة نفر يتحدثون في مشربته ففتحت ريح ففتحت باب الكوة فقام ابو بكرة ليصفقه فبصر بالمغيرة وقد فتحت الريح باب كوة مشربته وهو بين رجلي امرأة فقال للنفر قوموا فانظروا فقاموا فنظروا ثم قال اشهدوا قالوا ومن هذه قال ام جميل ابنة الافقم وكانت ام جميل احدى بني عامر بن صعصعة وكانت غاشية للمغيرة و

حضرت ابی بکرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ بصرہ میں تھے دونوں ایک دوسرے کے ہمسایہ تھے، دونوں کے درمیان ایک راستہ تھا، دونوں پیش دالانوں میں بیٹھتے تھے جو ایک دوسرے کے مقابل تھے، ان دونوں گھروں میں برابر برابر سے دریچہ تھا جمع ہو گئے ابی بکرہ کے پاس کچھ لوگ، ان کے پیش دالان میں باتیں کرتے تھے، ہوا کا ایک جھونکا چلا، دریچہ کا پٹ کھل گیا، ابوبکرہ کھڑے ہوئے کہ اسے بند کر دیں ہوا نے پیش دالان کے دریچہ کو کھولدیا تھا، انہوں نے مغیرہ کو دیکھا کہ ایک عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان تھے، ابی بکرہ نے لوگوں سے کہا کہ اٹھ کے دیکھو، لوگ اٹھے اور انہوں نے دیکھا، ابی بکرہ نے کہا کہ گواہ رہو، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے کہا کہ یہ ام جمیل ہے افقم کی بیٹی، ام جمیل قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ سے تھی جو مغیرہ کے پاس اکثر آیا جایا کرتی

---

[1] نجات الرشید (قلمی) صفحہ ۹۰ (تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش۔

[2] اتحاف النبلاء (طبع کانپور ۱۲۸۵ھ) صفحہ ۳۲۵۔

تغشی الامراء والاشراف وکان بعض النساء یفعلن ذلک فی زمانھا فقالوا انما رأینا اعجازا ولا ندری ما الوجہ ثم انھم صمموا حین قامت فلما خرج المغیرۃ الی الصلاۃ حال ابوبکرۃ بینہ وبین الصلاۃ وقال لا تصل بنا فکتبوا الی عمر بذلک[1]

اور امرا و شرفاء کے پاس بھی جایا کرتی اس زمانہ میں بعض عورتوں کی یہی روش تھی، لوگوں نے کہا کہ ہم نے سُرین دیکھے، یہ نہیں جانتے کہ وجہ کیا ہے جب وہ اٹھی تو ان لوگوں نے مصمم ارادہ کر لیا، جب مغیرہ نماز کے لئے نکلے تو ابوبکرہ نے ان کو امامت سے روکا اور کہا کہ ہمیں نماز نہ پڑھاؤ، پھر لوگوں نے یہ واقعہ عمر بن الخطاب کو لکھ بھیجا۔

حضرت ابی بکرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کے اس واقعہ سے متعلق شیخ علی نے بھی کنز العمال[2] میں ایک روایت درج کی ہے جب اس روایت سے مذہب اسلام کے خلاف استدلال نہیں کیا جا سکتا تو ملا علی قاری معاند مہدویہ کے مجرد بیان سے مہدوی مذہب کے خلاف کس طرح استدلال کیا جائیگا حضرت ابی بکرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت جیسی کوئی روایت کتب مہدویہ میں ہوتی تو نہیں معلوم ملا علی قاری اور اس کے متبعین کیا ہنگامہ برپا کرتے!

ملا علی قاری کے متعلق صاحب عقد الجواہر والدرر نے سچ کہا ہے" تجد مولفاتہ لیس علیھا نور العلم[3] یعنے تم ملا علی قاری کی تالیفات کو دیکھو گے کہ ان میں نور علم نہیں ہے۔

اہل لکھنؤ وغیرہ اور بیاہ کے رسوم

تعجب ہے کہ رسالہ نگار کے ایڈیٹر نیاز فتحپوری نے ملا علی قاری کے اس افترا کو کہ مہدوی وقت بے وقت جھانکنے کے لئے اپنی جھونپڑیوں میں روزن رکھتے ہیں مہدویوں کے خلاف پیش کر دیا!

مرزا محمد حسن قتیل لکھنوی نے (المتوفی ۱۲۳۳ھ) ہفت تماشائے قتیل فارسی زبان میں لکھا ہے، تماشائے ششم کا عنوان یہ ہے۔

تماشائے ششم در گزارش شیوہ و آئین مختلف مسلمانان ہند[4]

چھٹا تماشا، اس شیوہ و آئین کے بیان میں جو مسلمانان ہند نے اختیار کئے ہیں

اس کے ذیل میں جہاں شادی بیاہ کے رسوم لکھے ہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے

بعضی کہ داماد عروس را بہ کنار گرفتہ بہ کشتی اولین پروازد، نیز زنان عقب پردہ استادہ شوند و چادر پردہ را شگافتہ حال ہر دو را بہ غور بینند[5]

جس رات کہ دولھا دلھن ..... عورتیں بھی پردہ کے پیچھے کھڑی ہو جاتی ہیں اور پردہ کی چادر پھاڑ کر دونوں کا حال غور سے دیکھتی ہیں۔

اس امر واقعی کے باوجود اسلام پر کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ اسلام کی تعلیم ہی نہیں ہے۔

ایسی صورت میں ملا علی قاری کے محض افترا کی بنا پر نیاز فتحپوری کا مہدویہ پر معترض ہونا کس طرح درست ہو جائے گا؟

---

[1] تاریخ طبری (طبع لیدن) جلد پنجم صفحہ ۲۵۳۰ و ۲۵۳۱۔ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد سوم صفحہ ۳۲۵۔ [3] اتحاف النبلاء ۳۰۲، صفحہ ۳۲۵۔ [4] ہفت تماشائے قتیل۔ [5] ہفت تماشائے قتیل

مذکورہ مخصوص عمل جملہ مسلمانان ہند کا ثابت ہو یا نہ ہو لیکن اہل فتحپور اور اہل لکھنؤ کا عمل ہونا تو متحقق ہے !!!

ہدیہ مہدویہ کے خوشہ چین

رحمٰن علی نے تذکرۃ العلماء میں، نجم الغنی خاں رامپوری نے کتاب مذاہب الاسلام میں، رفیق دلاوری نے ائمہ تلبیس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ ہدیہ مہدویہ ہے اور نیاز فتحپوری نے رسالہ نگار (بابتہ فروری ۱۹۳۵ء) میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ کتاب مذاہب الاسلام ہے ان میں سے ایک شخص نے بھی مہدوی مذہب کی کوئی کتاب بہ ذات خود نہیں دیکھی، اور نہ کسی مہدوی سے اس کی تحقیق کی۔

نزھتہ الخواطر

سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے موسوم بہ نزھتہ الخواطر اس کتاب کے حصہ چہارم میں دسویں صدی ہجری کے علماء کا حال لکھا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے حالات اور مہدوی مذہب کے عقائد بھی ہدیہ مہدویہ کے حوالے سے لکھے ہیں، ہندوستان کے قدیم مورخوں نے امام علیہ السلام کے باب میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا مثلاً طبقات اکبری، نجات الرشید، مآثر رحیمی، تحفۃ الکرام، جونپور نامہ اور تذکرۃ الواصلین اگر یہ کتابیں ان کی نظر سے نہیں گزریں تو تعجب ہے اور اگر یہ کتابیں ان کی نظر سے گزریں اور انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا تو کیا اس کو تعصب نہ سمجھا جائے گا؟

مارگولیت نے انگلستان میں بیٹھ کر مہدویوں کے حالات لکھے تو منتخب التواریخ کے حوالہ سے، نزھتہ الخواطر کے مصنف نے لکھنؤ میں بیٹھکر امامؑ کے حالات لکھے ہیں لیکن نجات الرشید کا حوالہ نہیں دیا۔

ہدیہ مہدویہ کے حوالہ سے مہدوی مذہب کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے پادری عماد الدین کی کتاب "ہدایت المسلمین" سے اسلامی تعلیم بیان کی جائے یا ڈاکٹر نسڈل کی کتاب SOURCES OF THE QURAN (قرآن کے ماخذ) کے حوالہ سے قرآنی حقائق پیش کئے جائیں !!!

دوسرے یہ کہ صاحب نزھتہ الخواطر نے امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام "یوسف الجونپوری" لکھدیا ہے، یہ نہ کتب مہدویہ میں ہے اور نہ کتب غیر مہدویہ میں، نہیں معلوم اس کو یہ کہاں سے مل گیا؟۔

دوسرے مصنفین

(ا) ہدیہ مہدویہ کے شائع ہونے کے بعد بھی بعض غیر مہدوی مصنفوں نے مخالفت کے باوجود مہدی علیہ السلام اور مہدویوں کے حالات ایک حد تک صحیح لکھے ہیں۔ ایک خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری ہیں جنھوں نے مشاہیر اسلام میں سید محمد جونپوری کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے دوسرے مولوی ابوالکلام آزاد جن کے تذکرہ میں امام علیہ السلام اور قدمائے مہدویہ کا حال مذکور ہے، تیسرے صاحب سہیالوی جنھوں نے پیسہ اخبار لاہور (۳۰ مئی ۱۹۴۰ء ۶ جون ۱۹۴۰ء) میں حضرت سید محمد جونپوری کے عنوان سے امام علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں۔

(ب) ان کتابوں کے شائع ہونے کے بعد بھی بعض متعصبین امام علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسے نذیر الحق مصنف کتاب الاسلام۔ اس نے اپنی کتاب میں چند علامتیں[1] درج کی ہیں اور یہ ادعا کیا ہے کہ

---

[1] کتاب الاسلام (طبع حمیدیہ پریس دہلی) ص ۵۰۱۔

آج تک کسی مدعی مہدیت میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں، حالانکہ یہ سب علامتیں امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں سوائے ایک علامت کے جس کو شرط مہدیت قرار دینا مضحکہ خیز ہے، وہ علامت یہ ہے۔

"مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی جب گفتگو میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے"

کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ امام مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی اور زانو پر ہاتھ ماریں گے بالفرض اگر حدیث صحیح سے ثابت بھی ہو جاتا تو اس کو یہ بطور شرط مہدیت کے پیش کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ نبوت کی طرح اخلاق حسنہ ہی شرط مہدیت ہیں۔ اب رہی دوسری علامتیں تو وہ امام علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا، اس امر کا ثبوت دیا جا چکا ہے کہ امام علیہ السلام امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔

(۲) ان کا نام محمد ان کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا جونپور نامہ کے حوالہ سے اس کا بھی اثبات ہو چکا۔

(۳) حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے جونپور نامہ کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حسنی تھیں، اس لحاظ سے آپ کا امام حسنؓ کی اولاد سے ہونا ظاہر ہے اس سے قطع نظر آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں جو امام باقر کی اولاد سے تھے اور امام باقر کی والدہ ماجدہ مسماۃ فاطمہ امام حسنؓ کی صاحبزادی تھیں، جیسا کہ جامی نے شواہد النبوت میں بیان کیا ہے کہ "کنیت وے ابوجعفر است ولقب وے باقر ..... مادر وے فاطمہ بود دختر الحسن بن علی رضی اللہ عنہما"[1]

(۴) پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی۔ احادیث نبوی اور وجود مہدی کے ذیل میں اس کا اثبات ہو چکا۔

(۵) دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ جہاں جہاں کے لوگوں نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے ان کا عدل وانصاف سے معمور ہونا ثابت ہے اب رہی ساری دنیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عدل سے معمور نہ ہو سکی تو امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کس طرح ہوگی؟

(۶) چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہونا۔ یہ بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ نے بامر الٰہی جونپور سے ہجرت فرمائی اور خلق خدا کو اتباع کلام اللہ واتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔

مولف کتاب الاسلام نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام مہدی قسطنطنیہ فتح کریں گے حالانکہ کسی صحیح حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں ہے، اس کی تفصیلی بحث باب چہارم میں کی جائے گی۔

مولف تاریخ شیراز ہند جون پور کی غلط بیانی "تاریخ شیراز ہند جونپور" ۱۹۶۳ء میں جونپور سے شائع ہوئی ہے، اس میں "حضرت مخدوم سید محمد جونپوری" کے عنوان سے امام علیہ السلام کے حالات لکھے گئے ہیں جو چھوٹی تقطیع کے چار صفحوں پر مشتمل ہیں۔

---

[1] شواہد النبوۃ (طبع حیدری بمبئی ۱۲۸۸ھ) ص ۲۲۵۔

اس کی غلط بیانیوں کی ذیل میں تردید کی جاتی ہے۔

ا۔ "تاریخ شیراز ہند جونپور" کے مولف نے امام علیہ السلام کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ "مخدوم" لکھدیا ہے حالانکہ آپ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "مخدوم" کسی نے بھی نہیں لکھا حتیٰ اینکہ صاحب جونپور نامہ خیر الدین محمد الہ آبادی نے امامؑ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "خواجہ" اور لفظ "میرانجیو" استعمال کیا ہے۔

ب۔ مولف تاریخ جونپور نے صـ۶۵۳ پر یہ ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے شیخ دانیال سے بیعت کی تھی حالانکہ امام علیہ السلام کا شیخ دانیال سے بیعت کرنا ثابت نہیں ہے۔

کتب مہدویہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ امام علیہ السلام نے ابتداء میں شیخ دانیال سے تعلیم پائی ہے بعد کو خود شیخ دانیال امام علیہ السلام سے مستفیض ہوئے ہیں جیسا کہ مولود میاں عبد الرحمٰن وغیرہ میں مروی ہے۔

اہل انکار کا یہ ادعا کہ امام علیہ السلام نے شیخ دانیال سے بیعت کی ہے، عیسائیوں کے اس افتراء کی طرح ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دعوئ نبوت سے قبل بحیرا نامی راہب سے اس وقت دینی استفادہ کیا ہے جب کہ آپ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے تجارت کے لئے شام کو گئے تھے!

ج۔ مذکورہ مولف نے (صـ۶۸۷ پر) دوسرا یہ ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے صرف مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے مہدی موعود ہونے کا نہیں۔

عقیدۂ شریفہ، تمام اصحاب مہدیؑ کا متفق علیہ ہے، یہ امام علیہ السلام کی رحلت ۹۱۰ھ کے بعد دس سال کے اندر مرتب ہوا ہے اس میں یہ مروی ہے۔

وآں کسانی کہ ایں حدیث را پیش حجت آوردند کہ یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یعنے ہمہ عالم مہدی را ایمان آرند وطاعت کنند جواب فرمودند کہ ہمہ مومنان ایمان آوردند واطاعت کردند (عقیدہ شریفہ صـ۳)	اور جن لوگوں نے اس حدیث سے حجت کی کہ مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی یعنی تمام عالم مہدیؑ پر ایمان لائیگا تو جواباً ارشاد فرمایا کہ تمام (ازلی) مومن ایمان لائے اور انہوں نے اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ حدیث یملاء الارض مہدی موعود سے متعلق ہے کسی اور سے نہیں:

اہل انکار کا اس حدیث کو پیش کرنا اور امام علیہ السلام کا اس طرح اس کی توضیح فرمانا یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپ کو مہدی موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے مورخین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے، اس کی تفصیل کے لئے صـ۶ پر عنوان "معاصرین کی شہادت" پڑھیئے۔

د۔ مذکورہ مولف نے (صـ۶۸۷ پر) شاہ ولی اللہ کے نام سے یہ لکھا ہے کہ اگر امام علیہ السلام کا دعویٰ مہدیت کرنا تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ سب مقام حیرت میں متصور ہوگا۔

مولف مذکور نے یہ نہیں بتایا کہ شاہ ولی اللہ نے اپنی کس کتاب میں یہ لکھا ہے، اس کی تصحیح نقل ہونے پر شاہ ولی اللہ کا

قول از قبیل "مقام حیرت" ہی سمجھا جائیگا، اس لئے کہ خود شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے امام علیہ السلام کے دعوی سے متعلق یہ لکھدیا ہے۔

میر سید محمد جونپوری در ہندوستان بیانگ بلند ادعائے مہدیت نمود۔	میر سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں بیانگ بلند دعوی مہدیت کیا۔

"بیانگ بلند" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام علیہ السلام کا دعویٰ "مقام حیرت" میں نہیں تھا!۔

ھ۔ مذکورہ مولف نے (صـ ۶۸۷ پر) یہ بھی ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے بوقت رحلت اپنے مہدی ہونے سے انکار کر دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ بہ روایت ملا عبدالقادر بدایونی، ایک مغل نے سرہند میں یہ کہا تھا جس زمانہ میں سید محمد جونپوری کا انتقال ہوا میں فرآہ میں موجود تھا، انہوں نے مہدیت کے دعوے سے انکار کیا تھا کہ میں مہدی موعود نہیں ہوں"۔

یہ بھی واضح رہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی (سنہ ولادت ۹۴۷ھ) کا سرہند جانا ۹۸۰ھ کا واقعہ ہے[1] امام علیہ السلام پر جو افتراء کیا گیا ہے، اس کی تردید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ آپ کے صحابی خاص بندگی میاں الہداد حمید رضؓ جو آپ کی رحلت کے وقت فرآہ میں موجود تھے روایت ابن سیرین کی تائید کرتے ہوئے اپنے غیر منقوطہ دیوان موسوم بہ "کلام الہداد" میں جو ۹۱۱ھ کا مرتبہ ہے امام علیہ السلام کے لئے "ہمسر احمد" کے الفاظ استعمال کئے ہیں، میاں الہداد حمید کا شعر یہ ہے۔

اعلام داد ہمسر احمد رہ صلاح	آگاہ کرد ہمدم آدم رہ ملام
ہمسر احمد نے راہ صلاح سے آگاہی بخشی	ہمدم آدم نے راہ ملامت سے آگاہ فرمایا۔

جب صحابی مہدی کی ۹۱۱ھ کی تحریری شہادت مذکورہ مولف کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تو ایک منکر مہدیؑ کا ۹۸۰ھ میں گواہی دینا کس طرح قابل قبول ہو جائے گا خصوصاً جب کہ اس امر کی صراحت ہی نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کی رحلت کے وقت یعنے ۹۱۰ھ میں مذکورہ گواہ منکر کون تھا؟ اس کی عمر کیا تھی؟ اس سے متعلق اے۔ بیس انصاری نے اشتیاق حسین کی تصنیف کے حوالہ سے یہ تسلیم کیا ہے۔

He, however, survived the ordeal and lived to ripe old age. at 94. He died thirty eight years later in 993.

دوسرے یہ کہ امامؑ کی رحلت کے وقت جو مہاجرین موجود تھے ان کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے کسی مہاجر سے امامؑ کا دعوئ مہدیت سے انکار کرنا مروی ہی نہیں ہے ظاہر ہے کہ مذکورہ مغل کا بیان سراسر جھوٹ ہے غرض ملا عبدالقادر بدایونی کی مخالف روایات، معتبر کس طرح ہو جائیں گی امامؑ کے منکر کی گواہی امامؑ کے دعوئ مہدیت کے خلاف پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کاتب وحی عبداللہ بن ابی سرح کا بیان رسول اللہ صلعم کے خلاف پیش کر دے۔

---

[1] دربار اکبری

مذکورہ کاتب وحی سے متعلق مدارج النبوۃ میں یہ روایت آئی ہے۔

عکرمہ از ابن عباس رضؓ روایت می کند کہ بود عبداللہ ابن ابی سرح کہ می نوشت برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی، پس گمراہ گردانید او را شیطان و گفت محمد نمی داند کہ چہ می گوید من ہر چہ می خواستم می نوشتم

عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن ابی سرح آنحضرت صلعم کے لئے وحی لکھتا تھا، پس شیطان نے اس کو گمراہ کر دیا اور اس نے کہا کہ محمد نہیں جانتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں، میں جو چاہتا تھا لکھتا تھا۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ مذکورہ مغل کی روایت کتب مہدویہ میں مذکور ہی نہیں ہے اور کاتب وحی کا شاخسانہ کتب سیرت میں منقول ہے!

مقدمہ انوار الباری کی غلط بیانی

سعید احمد رضا بجنوری نے مقدمۂ انوار الباری شرح البخاری دو حصوں میں شائع کیا ہے، پہلا حصہ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں بخاری سے قبل کے محدثین کا تذکرہ ہے، اس کے ساتھ فقہ حنفیہ اور امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کا اثبات کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بخاری سے لیکر اپنے دور تک علمائے حدیث کا حال لکھا ہے۔

دوسرے حصہ کے صفحہ ۶۶ پر "علی متقی برہان پوری" صفحہ ۱۶۹ پر "محمد بن طاہر گجراتی" اور صفحہ ۱۷۱ پر "شیخ عبداللہ نیازی سرہندی" کے حالات لکھے ہیں اور ضمناً مہدویہ سے متعلق بھی غلط بیانی کی ہے یوں تو "نسب" عنوان کے تحت بجنوری کے اعتراضات کی تردید صفحہ ۲۲ پر ہو چکی ہے۔ سرسری طور پر یہاں بھی چند باتیں لکھدی جاتی ہیں۔

ا: بجنوری نے حصہ دوم کے ص ۱۶۶ پر امام علیہ السلام کے والد کا نام "یوسف جونپوری" لکھدیا ہے اور یہ صریحاً غلط ہے، معلوم ہوتا ہے نزہتہ الخواطر کے مولف نے اس کی راہ ماری ہے!

ب۔ حصہ دوم کے ص ۱۷۲ پر نزہتہ الخواطر کے حوالہ سے اصول و عقائد مہدویہ اعتراض کے پیرایہ میں درج کئے ہیں۔ واضح ہو کہ نزہتہ الخواطر (حصہ چہارم) کے ص ۳۲۵ پر مذہب مہدویہ، ہدیہ مہدویہ کے حوالہ سے بھی پیش کیا گیا ہے اور تاریخ پالن پور کے حوالہ سے بھی۔

بجنوری کی دیانت ملاحظہ ہو کہ ایک منکر کا بیان تو پیش کیا ہے لیکن مقبل کا بیان حذف کر دیا! نزہتہ الخواطر کے اتباع میں بجنوری نے یہ بھی لکھا ہے۔

"قرآن و حدیث میں جو بات مہدی جونپوری کے قولی و فعلی کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں" (حصہ دوم ص ۱۷۲)

حالانکہ امام علیہ السلام کا ارشاد یہ ہے۔

مذہب من کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ ہست (انصاف نامہ باب پنجم)

میرا مذہب کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ہے۔

ج۔ معترض نے صاحب تذکرہ یعنے ابوالکلام آزاد پر کنایتہً اس طرح طنز کیا ہے۔

"دور حاضر کے ایک عالم کے قلم سے مہدی جونپوری کی تائید میں کافی لکھا گیا ہے۔" (حصہ دوم ص ۱۷۱)

اور بزعم خود اس کا یوں جواب دیا ہے۔

"اگر کچھ علماء نے اتباع کر لیا تھا تو بہت سے ائمہ مصر و اکابر محدثین زمانہ شیخ علی متقی وغیرہ نے اس کے بطلان کا بھی تو برملا اظہار کیا تھا، ان کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے"۔ بجنوری کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں تبلیغ فرمائی اس کے باوجود کچھ "ضعفائے قوم" نے قرآن کا کلام الٰہی ہونا تسلیم کر لیا لیکن بہت سے "اکابر فصحائے عرب" کو اس کے کلام الٰہی ہونے سے انکار تھا۔

کیا بجنوری "اکثر فصحائے عرب" کے انکار کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتا!

دوسرے یہ کہ امام علیہ السلام کے مصدقین کا علمی معیار آپ کے منکرین کے علمی معیار سے بہت بلند تھا جیسا کہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ کی سراج الابصار سے ظاہر ہے جو شیخ علی متقی کے رسالۃ الرد کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

د۔ بجنوری حصہ دوم صـ۱۷۱ پر ابوالکلام آزاد پر یہ اعتراض بھی کیا ہے۔

"صداقت کے ثبوت میں شیخ نیازی جیسے اکابر علماء کا اتباع پیش کیا گیا حالانکہ یہ حضرات آخر میں اس عقیدہ سے تائب ہو گئے تھے"۔

بجنوری نے "حضرات" بصیغۂ جمع استعمال کیا ہے، اس کو یہ بتانا ہوگا کہ ابوالکلام آزاد کے پیش کردہ اور کون اکابر علماء ہیں جو تائب ہو گئے تھے؟

جب خود کاتب وحیٔ اسلام سے تائب ہوا اور وہ اسلام کے باطل ہونے پر دلالت نہیں کر سکتا تو بقول معترض ایک شیخ نیازی کے تائب ہو جانے سے مذہب مہدویہ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟

بیانہ میں سلیم شاہ کے حکم سے میاں شیخ نیازیؒ کو تازیانے لگائے گئے، جب تک ہوش رہا ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے[1]

ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین	یارب ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم کو قوم کافرین پر نصرت دے۔

یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے لیکن عقیدۂ مہدویہ سے تائب نہیں ہوئے بھلا آخر عمر میں سرہند کے گوشۂ عزلت میں کیوں تائب ہوتے! بجنوری نے یہ تسلیم کیا ہے کہ شیخ نیازیؒ نے حرمین شریفین میں ائمہ مصر سے حدیث حاصل کرنے کے بعد گجرات یا دکن میں مذہب مہدویہ اختیار کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام جس طرح دائرہ مہدویہ میں پیش ہو رہا تھا اس کی نظیر عرب و عجم میں نہیں تھی!

ھ۔ احمد رضا بجنوری کی علمی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اس کے یہ الفاظ کافی ہیں جو بغوی کے تعلق سے لکھے ہیں۔

"مصابیح السنۃ" آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت ہے جس میں ۴۴۸۴ احادیث ہیں اس کی شرح مشکوٰۃ المصابیح ہمارے مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ (حصہ دوم صـ۱۰۸) مصابیح السنۃ بغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) کی تالیف ہے اور مشکوٰۃ المصابیح خطیب عمری (المتوفی ۷۴۲ھ) کی"۔

معلوم ہوتا ہے کہ بجنوری کو مصابیح السنۃ سے مشکوٰۃ المصابیح ملا کر دیکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا ورنہ وہ مشکوٰۃ کو

---

[1] دربار اکبری (مطبوعہ لاہور)

مصابیح کی شرح نہ ٹھہراتا!

مشکوٰۃ المصابیح، مصابیح السنۃ کی شرح نہیں ہے بلکہ اس کی تکمیل ہے چنانچہ صاحب ریحانۃ الادب نے بھی یہی لکھا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح... تکمیل کتاب مصابیح السنۃ بغوی است[1] | مشکوٰۃ المصابیح بغوی کی مصابیح السنۃ کی تکمیل ہے۔

تکمیل، تشریح کس طرح ہو جائے گی؟

اس علمی مبلغ پر بجنوری کی زبان درازی ملاحظہ ہو حصہ دوم کے صـ۱۶۹ پر محمد بن طاہر پٹنی کے احوال میں مذہب مہدویہ کو فتنہ قرار دیا ہے حالانکہ مذہب مہدویہ "اسلام دور نبوت" کا احیاء ہے۔

بجنوری جیسے "فتنہ گر" تو قرآن کو غیر مربوط ٹھہراتے ہیں، مذہب مہدویہ میں قرآن اسی طرح مربوط ہے جس طرح کہ عہد رسالت میں مربوط سمجھا جاتا تھا (تفصیل اور ثبوت کے لئے "حصہ دوم باب ششم" میں "امام علیہ السلام کا ارشاد اور قرآن کا مربوط ہونا" پڑھیئے) اس سے بڑھ کر احیائے اسلام اور کیا ہو سکتا ہے؟

رسالہ اسلامک اسٹیڈیز (کراچی) کی غلط بیانی مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامیہ واقع کراچی اسلامک اسٹیڈیز (ISLAMIC STUDIES)[2] کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ شائع کرتا ہے۔ مارچ ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں اے۔ یس انصاری کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس کا عنوان یہ ہے

"SAYYID MUHAMMAD JAWNPURI AND HIS MOVEMENTS."

(سید محمد جونپوری اور ان کی تحریک) اس میں اسلام، امام علیہ السلام اور مذہب مہدویہ سے متعلق بے سروپا باتیں لکھدی گئی ہیں اور اسی کو ریسرچ سمجھا گیا ہے، ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

۱۔ مضمون نگار نے مذکورہ رسالہ کے صـ۴۲ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ تفتازانی وغیرہ نے مہدی کا بالواسطہ بھی کہیں ذکر نہیں کیا۔ بیچارے مضمون نگار کو خبر ہی نہیں کہ تفتازانی نے شرح مقاصد کی فصل رابع میں جو امامت سے متعلق ہے یہ لکھا ہے۔

ظہور مہدی اور شرح مقاصد مما یلحق بباب الامامۃ بحث خروج المہدی[3] | منجملہ ان مباحث کے جن کا تعلق باب الامامت سے ہے ظہور مہدی کا بھی مبحث ہے۔

ظہور مہدی اور احادیث صحاح ۲۔ معترض نے رسالہ کے صـ۴۲ پر یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ "مہدیت کا عقیدہ شیعوں کا ہے" حالانکہ مہدی کی روایتیں ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہیں اور یہ اہل سنت والجماعت کے معتبر کتب حدیث ہیں، ایسی صورت میں عقیدۂ مہدیت کو شیعی عقاید پر مبنی کرنا اسلام سے بے خبری کی دلیل ہے!

اپنی دانست میں عقیدۂ مہدیت کی نفی کرتے ہوئے مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ دجال کو قتل کرنے والے مجدد دین کا عقیدہ اہل سنت کا مسلمہ ہے۔

---

[1] ریحانۃ الادب (طبع ایران) [2] JOURNAL OF THE CENTRAL INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH KARACHI. [3] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی)

یہاں یہ ریسرچ کیوں نہیں کیا گیا کہ ابتدائے اسلام میں جو عیسائی مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے عیسیٰ کی آمد کے نصرانی عقیدہ کو اسلام میں داخل کر دیا!

غرض آمد عیسیٰ کی طرح ظہور مہدی کی بھی احادیث صحاح میں خبر دی گئی ہے!

امام علیہ السلام کا یوم ولادت ۳۔ معترض نے ص ۴۲ پر یہ بھی ادعا کیا ہے کہ امام علیہ السلام کا یوم ولادت مہدویہ کی قدیم کتب میں مذکور نہیں ہے۔ بیچارے مضمون نگار کو خود اپنی ہی خبر نہیں، اس نے بے سروپا باتیں لکھ ماری ہیں اس کو دوسروں کی کیا خبر ہو سکتی ہے!

مضمون نگار کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام علیہ السلام کا یوم ولادت کتب مہدویہ میں مذکور ہے چنانچہ مولود میاں عبدالرحمٰن رح میں جو سیرت کی قدیم کتاب ہے، یہ عبارت موجود ہے۔

بعد از مدت معین در ایں عالم فی یوم الاثنین بعد از حضرت رسالت پناہ کہ ہشت صد و چہل و ہفت انصرام گشتند در بلدۂ جونپور ..... تولد مطہر اظہار یافت	مدت معین کے بعد پیر کے دن، حضرت رسالت پناہ کی ہجرت کے آٹھ سو سینتالیس سال بعد شہر جونپور میں ..... تولد مطہر کا ظہور اس عالم میں ہوا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کی ولادت پیر کے دن ہوئی ہے۔

۴۔ مضمون نگار کا طریق تحقیق ملاحظہ ہو کہ ابوالفضل کے بیان سے امام علیہ السلام کے والد ماجد کے نام کی نفی کرنا چاہتا ہے حالانکہ ابوالفضل کی ولادت تقریباً ۹۵۷ھ میں آگرہ میں ہوئی ہے[1] اور میاں عبدالرحمٰن کی روایت کو نہیں مانتا جن کی ولادت ۹۰۸ھ میں فراہ میں ہوئی ہے۔

میاں عبدالرحمٰن نے مولود کی ابتداء میں یہ روایت کی ہے۔

والدۂ حضرت میراں علیہ السلام عفیفہ عابدہ صالحہ زاکیہ زاہدہ مخلصہ رابعہ ساجدہ صائمہ حنیفہ کریمہ علیمہ عظیمہ اسمہا شریفہ بی بی آمنہ مدام شب خیز و صائم النہار و قائم اللیل بودند (ص ۴)	حضرت مہدی کی والدہ صاحب عفت، عبادت گزار نیک پاکیزہ فطرت پرہیزگار خالصاً مخلصاً اللہ کی عبادت کرنے والی اپنے وقت کی رابعہ ساجدہ، روزے رکھنے والی ٹیڑھے راستہ سے الگ ہو کر چلنے والی صاحب کرامت صاحب علم بڑے درجہ والی جن کا اسم گرامی بی بی آمنہ ہمیشہ راتوں میں عبادت کرنے والی دن کو روزے رکھنے والی اور شب بھر اللہ کے ذکر میں رہنے والی تھیں۔

اس روایت سے امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی آمنہ ہونا ثابت ہے۔

اسی طرح مولود کی روایت سے امام علیہ السلام کے والد ماجد کا اسم گرامی سید عبداللہ ہونا بھی ظاہر ہے۔

مولود میاں عبدالرحمٰن کی روایت یہ ہے۔

پس شخص مذکور در تفحص افتاد، از بعضے مردم خبر یافتند کہ	پس شیخ مذکور اس کھوج میں تھے بعض اشخاص سے آپ کو

---

[1] فیضی کا سن ولادت ۹۵۴ھ ہے اور ابوالفضل اس سے دو تین سال چھوٹا ہے (دربار اکبری)

میراں سید عبداللہ را خدائے تعالیٰ بفضل وکرم خویش پسرے بخشیدہ است (ص ۶)

خبر ملی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میراں سید عبداللہ کو لڑکا عطا کیا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام کے والد ماجد کا اسم گرامی سید عبداللہ ہے۔

مضمون نگار کا ایک منکر مہدی کے غلط بیان کی بناء پر امامؑ کے والد ماجد کے اسم گرامی کی نفی کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نصرانی کی تحریر کی بناء پر رسول اللہ صلعم کے والد کے اسم گرامی کی نفی کرنا اور سیرت کے کتب کے مندرجات کو نظر انداز کر دینا!

تحفۃ الکرام اور امام کی سیادت معترض کو ص ۴۵ پر تحفۃ الکرام کے حوالہ سے یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی کہ امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام "سید خاں" ہے حالانکہ تحفۃ الکرام سے ثابت ہے کہ وہ خطاب ہے تحفۃ الکرام کی عبارت یہ ہے "سید الاولیاء سید محمد الملقب بہ میراں مہدی بن میر عبداللہ المعروف بہ "سید خاں" کہ نسبتش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوندد"۔ [1]

تاریخ الیٹ اور میراں سید خاں کا آل رسول سے ہونا تاریخ سے ثابت ہے کہ سادات کو بھی "خان" کا خطاب دیا گیا ہے، ذکر اس کا بر سبیل اجمال یہ ہے کہ الیٹ (ELLIOT) نے اپنی تاریخ میں "تاریخ داؤدی" [2] کے بعض اقتباسات کا ترجمہ دیا ہے، اس میں سے اس عبارت کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو سلطان سکندر لودی کے احوال میں درج ہے۔

When this reached Sultan Hussain Sharki, he sent one of his chief nobles, Miran Sayyid Khan, as an ambassador to Sultan Sikander said to Miran Sayyid Khan, "You are children of the prophet (on whom be the mercy of God!) Why do you not teach him to be reasonable, since, he will afterwards have cause to repent?"

(History of India (by N.M. Elliot) Volume-IV)

یعنے جب یہ بات سلطان حسین شرقی کو پہونچی تو انہوں نے اپنے اکابر امراء میں سے میر سید خاں کو ایلچی بنا کر سلطان سکندر لودی کے پاس بھیجا ..... سلطان سکندر لودی نے میراں سید خاں سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں، آپ سلطان حسین شرقی کو معقول پسند ہونے کی تعلیم کیوں نہیں دیتے کیونکہ اس کو اس وجہ سے آگے چل کر پچھتانا پڑے گا۔

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ لفظ "خان" خطاب پر دلالت کر رہا ہے، اس سے سیادت کے

---

[1] تحفۃ الکرام (طبع مطبع ناصری) [2] تاریخ داؤدی، عہد جہانگیری میں لکھی گئی ہے، شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے یہ تاریخ بہ تصحیح شیخ عبدالرشید ۱۹۵۷ء میں شائع کر دی ہے۔ الیٹ نے جس فارسی عبارت کا انگریزی ترجمہ دیا ہے۔ وہ تاریخ داؤدی کے ص ۴۷ پر ہے [3] HISTORY OF INDIA (BY N.M. ELLIOT)

خلاف استدلال کرنا باطل ہے۔

۵۔ مضمون نگار نے صـ۵۳ـ پر یہ بھی غلط بیانی کی ہے کہ مخالفت کی بناء پر اہل فراہ نے امامؑ کو آپ کی رحلت کے بعد فراہ میں دفن ہونے نہیں دیا۔

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ روایت کی گئی ہے۔

درمیان اہل فراہ و رچ اختلاف برخواست اہل فراہ گفتند قلعۂ ما کلاں است بہ فراہ بریم و اہل رچ گفتند کہ برزمین ما و اصل حق شدند ہمیں جا بدہیم بعدہ میراں سید محمود بندگی میاں نظام را فرستادہ گویا نیند نباید کہ منازعت کنید، ایں نعمت ماست ہر جا کہ قابل ما آید آنجا خواہیم سپرد (صـ۱۳۹ـ)	پس اہل فراہ اور رچ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اہل فراہ نے کہا کہ ہمارا قلعہ بڑا ہے ہم فراہ کو لے جائیں گے اور اہل رچ نے کہا کہ ہماری زمین پر واصل حق ہوئے ہیں ہم اس جگہ رکھیں گے، اس کے بعد میراں سید محمودؒ نے بندگی میاں نظامؒ کو بھیج کر کہلایا کہ تم آپس میں جھگڑا مت کرو، یہ ہماری نعمت ہے جہاں ہم کو منظور ہو وہاں سونپیں گے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اہل فراہ اور اہل رچ ہر دو کو اس بات پر اصرار تھا کہ امام علیہ السلام انہی کی زمین پر سپرد خاک کئے جائیں۔

مذکورہ عبارت سے یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ اہل فراہ نے آپ کو اپنی سرزمین پر دفن ہونے نہیں دیا!

تعصب کی وجہ سے مضمون نگار تو معمولی فارسی عبارت سمجھنے سے بھی قاصر رہا۔

امام علیہ السلام کی عمر مبارک (۶) "بے نام و نشان" نقلیات بھی نقلیات میاں عبدالرشید کے نام سے شائع ہو گئے ہیں، اس کی نقل نمبر ۲۹۲ کے حوالہ سے مضمون نگار نے صـ۶۲ـ پر یہ لکھا ہے کہ خود امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ بندہ اپنی عمر نہیں جانتا۔ اصلی نقلیات میاں عبدالرشید" شائع ہو گئی ہے، اس کے کل آٹھ باب ہیں۔ اور یہ چونسٹھ صفحوں پر مشتمل ہے۔

مناسب تو یہ بتانا ہوگا کہ مذکورہ نقل " اصلی نقلیات میاں عبدالرشید" کے کس باب میں ہے۔

" بے نام و نشان " نقلیات کو نقلیات میاں عبدالرشید مان لینا اور اس کے مندرجات سے امام علیہ السلام کے خلاف استدلال کرنا " خاطر نیں " کا ریسرچ معلوم ہوتا ہے۔ جو سعدی اور نظامی کے کلام میں بزعم اصلاح تقصیر کیا کرتا تھا۔ مذکورہ واقعہ شواہد الولایت کے باب شانزدہم میں مروی ہے، ذکر اس کا بر سبیل اجمال یہ ہے کہ میاں یوسف سہیت ساکن پیران پٹن نے ایک مجذوب کے بیان پر مہدیؑ کے ظہور کی تاریخ لکھ رکھی تھی، وہ ان مندرجات کو امام علیہ السلام کے بیان سے ملا کر دیکھنا چاہتے تھے، انہوں نے امام علیہ السلام سے آپ کی عمر دریافت کی تو آپ نے میر جونپوری کو پیش کیا اور یہ بتا دیا کہ آپ کی عمر ڈھکی چھپی نہیں ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

بہ حضور معلی عرض کردند کہ میر اینجی عمر خدام چہ قدر است آنحضرت فرمود کہ میاں ابوبکر را بہ پرسید داماد آنحضرت	میاں یوسف سہیت نے عرض کی، میر اینجی عمر خدام کس قدر ہے حضرت نے فرمایا کہ میاں ابوبکر سے پوچھو، میاں ابوبکر حضرت سے

بودند او شاں مقدار عمر امام الابرار گفتند چونکہ یہ رقعہ مقابلہ کنند کہ، ہیچ تفاوت نیست۔

داماد تھے انہوں نے امام الابرار کی عمر بتلادی، جب میاں یوسف نے رقعہ سے مقابلہ کیا تو کوئی فرق نہیں پایا۔

یہاں یہ مذکور ہی نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں اپنی عمر نہیں جانتا۔ رسول اللہ صلعم نے حسان بن ثابت سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ انساب کی تفصیل ابوبکر سے دریافت کرو جیسا کہ مدارج النبوۃ میں روایت کی گئی ہے۔

فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیا ابوبکر را و رجوع کن بوے کہ وے اعلم است بانساب از تو بلہ

آنحضرتؐ نے (حسان بن ثابتؓ سے) فرمایا آؤ ابوبکر کے پاس اور ان سے رجوع کرو کہ وہ انساب تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

اس سے یہ استدلال کرنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلعم انساب نہیں جانتے تھے کیا بیچارہ مضمون نگار یہاں بھی یہی کہے گا کہ رسول اللہ صلعم انساب نہیں جانتے تھے؟

ہجرت اور سنت انبیاء ۷۔ معترض نے صـ۵۵ پر امام علیہ السلام کی ہجرت پر اعتراض کیا ہے حالانکہ ہجرت انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

پس آنحضرتؐ از مشاہدۂ ایں حال قصد ہجرت کرد کہ سنت انبیاء است سلام اللہ علیہم اجمعین لہ

پس آنحضرتؐ نے اس حال کا مشاہدہ کرکے ہجرت کا قصد کیا اس لئے کہ ہجرت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

مضمون نگار کا یہ کہنا بھی مضحکہ خیز ہے کہ ہجرت سے معاشرہ کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار اسلام ہی سے بے خبر ہے اس کو یہ تک معلوم نہیں کہ ہجرت اسی وقت فرض ہوتی ہے جب کہ اس کے اسباب پیدا ہوجائیں اور امر دین کی اقامت ناممکن ہوجائے۔

بندگی میراں سید محمودؒ کا دائرہ ۸۔ مضمون نگار نے صفحہ (۶۱) پر بندگی میراں سید محمودؒ پر اعتراض کیا ہے کہ آپ کے دائرہ میں مقدمات اس طرح فیصل ہوتے تھے جس طرح کہ پاکستانی قبائلی جرگوں میں۔

اس اعتراض نے تو یہ ثابت کردیا کہ مضمون نگار کو اسلام اور اسلامیات ہی سے آگاہی نہیں ہے!!!

حضرت عمرؓ اور مغیرہ بن شعبہ کا مقدمہ ۱۔ صاحب التوضیح نے یہ روایت کی ہے۔

روی ان عمر رضی اللہ عنہ ضرب امرأۃ لجنایۃ فاسقطت الجنین فشاور اصحاب رضی اللہ عنہم فقالوا لا غرم علیک انما انت مؤدب وما اردت الا الخیر و علی رضی اللہ عنہ ساکت فلما سالہ قال اری علیک الغرۃ ۳ہ

روایت کی گئی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو تازیانہ مارے کسی گناہ کی بنا پر پس اس کا حمل ساقط ہوگیا، پس حضرت عمر نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا پس انہوں نے کہا آپ پر کوئی تاوان لازم نہیں آتا اس لئے کہ آپ کی حیثیت مودب کی ہے اور آپ کی نیت خیر ہی پر تھی اور علیؓ خاموش تھے پس جب حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو دھوکا ہوگیا ہے۔

اب مدعیان ریسرچ سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا صحابہ سے مشورہ کرنا مشاورھم فی الامر مشورہ کرو

لہ مدارج النبوۃ ۲ہ مدارج النبوۃ ۳ہ التوضیح مع التلویح (طبع مصر)

ان سے کام میں) کا اتباع تھا یا پاکستانی قبائلی جرگوں کا طریق کار؟

ب مغیرہ بن شعبہ کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس پیش ہوا تو آپ نے ایک گواہ کے اختلاف کی بناء پر ان کو بری کر دیا' حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو مبنی بر شرع قرار دیتے ہوئے شاہ عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے۔

اگر در امور شرعی و اثبات حدود مواہنتی می رفت این قدر جمع کثیر کہ برائے ہمیں کار حاضر شدہ بود و شیوہ آنہا انکار و مجاہرہ بود در ہر امر ناحق' در ایں باب پاس کس نداشتہ چہ طور سکوت می کردند و حد ثابت شدہ را رائیگاں می گزاشتند یا اگر از عمر تلقین شاہد واقع می شد بروئے گرفت نمی کردند [1]

اگر امور شرعی میں اور حدود کے اثبات میں کوئی کوتاہی ہوتی تو اس قدر جماعت کثیر صحابہ کی جو اسی کام کے لئے آئی ہوئی تھی اور ان کا کام ہی ہر امر ناحق سے انکار اور اس کے خلاف مجاہرہ تھا اس باب میں کسی کا لحاظ کر کے کس طرح سکوت اختیار کر لیتے اور ثابت شدہ حد کو رائیگاں ٹھہراتے یا اگر حضرت عمرؓ گواہ کو کسی قسم کی تلقین کرتے تو صحابہ اس پر کس طرح معترض نہ ہوتے۔

ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کی حیثیت حاکم عدالت کی تھی' اب مدعیان ریسرچ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اصحاب رسولؐ جو اس مقدمہ کے لیے جمع ہوئے تھے' آخر ان کی قانونی حیثیت کیا تھی؟ خصوصاً جب کہ انہیں توثیق یا انکار کا حق حاصل تھا جیسا کہ شاہ عبدالعزیز نے مذکورہ عبارت میں تسلیم کر لیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار اس کو بھی "پاکستانی جرگہ" کا طریق کار مانتا ہے!!

دائرہ مہدویہ کا معاشرہ ۹۔ معترض نے صـ۵۹ پر دائرہ مہدویہ کو ہنود کے مشترکہ خاندان کا نمونہ قرار دیا ہے حالانکہ دائرہ کے معاشرہ کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔

عقد الدرر کے الباب السابع میں قوم مہدی سے متعلق یہ مروی ہے۔

فیجمع اللہ لہ قوما فرعا کفرع السحاب یولف بین قلوبہم۔

اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک ایسی قوم جمع کرے گا جو ابر کی طرح آنسو بہایا کریگی اور ان کے دلوں میں الفت ہوگی۔

اصحاب رسول کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے الفت کامل دی تھی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولکن اللہ الف بینہم (لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈالی ان کے درمیان) اس پر دلالت کرتا ہے۔

دائرہ مہدویہ میں وہی عمل ہو رہا تھا جس کی رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے۔ اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس کی روایت کی ہے' اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

یقسم المال صحاحا بالسویۃ بین الناس

مہدیؑ لوگوں کے درمیان مال برابر برابر تقسیم کرے گا۔

تفصیل کے لئے حصہ اول باب پنجم پڑھئے (صـ۲۰۸)۔

مہاجرین و انصار کی مواخات اس سے قطع نظر رسول اللہ صلعم نے مہاجرین و انصار میں جو مواخات قائم کی تھی اس سے متعلق صحیح بخاری میں یہ روایت آئی ہے۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند لکھنو) [2] الانفال ع۸

حدثنا اسماعیل بن عبد اللہ قال حدثنی ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن جدہ قال لما قدموا المدینۃ اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین عبد الرحمٰن وسعد ابن ربیع قال لعبد الرحمٰن انی اکثر الانصار مالا فاقسم مالی نصفین ولی امراتان فانظر اعجبھا الیک فسمھا لی اطلقھا فاذا انقضت عدتھا فتزوجھا قال بارک اللہ لک فی اھلک ومالک [1]

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا کہا مجھ سے ابراہیم بن سعدؓ نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے دادا سے انہوں نے کہا جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اُن میں اور انصار میں بھائی چارہ کرادیا) عبدالرحمٰن بن عوف کو (جو مہاجر تھے) سعد ابن ربیع (انصاری) کا بھائی بنایا، سعد عبدالرحمٰن سے کہنے لگے بھائی میں سب انصاری لوگوں میں زیادہ مالدار ہوں میں اپنے مال سے آدھوں آدھ دو حصے کرتا ہوں (ایک حصہ تم لے لو) اور میری دو بیبیاں ہیں تم دونوں کو دیکھو جو تم کو پسند آئے مجھ کو کہو میں اس کو طلاق دیدوں جب اسکی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کرلو عبدالرحمٰن نے کہا بھائی یہ کچھ ضرور نہیں) اللہ تمہاری بیبیوں اور مال میں برکت دے۔

لے۔ پس انصاری کو یہ بتلانا ہوگا کہ مذکورہ روایت میں خط کشیدہ الفاظ سے جو اخلاص ٹپک رہا ہے وہ کونسی زندگی کا نمونہ ہے، امامؑ کے دائرہ میں اگر یہی عمل ہوتا تو نہیں معلوم یہ مضمون نگار کیا کہتا!!

دور نبوت اور دور مہدیت کے منافقین ۱۰۔ مضمون نگار نے صـ۶۱ پر اپنی ناقص سمجھ سے یہ طنز کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آپ کے دائرہ میں مومن، کافر اور منافق سب ہی ہیں لیکن اس نے اس نقل کا وہ حصہ درج نہیں کیا جس میں امام علیہ السلام سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق اور کافر کو آپ کے دائرہ میں موت نہیں دے گا یعنے وہ دائرہ میں کافر اور منافق کی حیثیت سے نہیں مرے گا۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ در دائرہ مہدی ہر سہ گروہ باشند چنانکہ در دائرہ مصطفیٰ بودند مومن و کافر و منافق ولیکن منافقاں را و کافراں را خدائے تعالیٰ در دائرہ نمیراند صـ۲۲۱۔

حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ مہدیؑ کے دائرہ میں تینوں گروہ ہوں گے جیسا کہ مصطفیٰؐ کے دائرہ میں تھے، مومن، منافق، کافر لیکن منافقوں اور کافروں کو خدائے تعالیٰ دائرہ میں نہیں مارے گا۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہوکر یہ فرماتا ہے۔

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔

اے نبی جہاد کر کافروں سے اور منافقوں سے اور ان کے اوپر سختی کر۔

مدارج النبوۃ میں یہ روایت کی گئی ہے۔

رسید بہ وے خبر مسجد ضرار کہ منافقان در برابر مسجد قبا ساختہ بودند و حکم کرد بہ خراب کردن آں (جلد دوم صـ۳۵۲)

رسول اللہ صلعم کو مسجد ضرار کی خبر پہونچی جو کہ منافقین نے مسجد قبا کے مقابلہ میں بنائی تھی اور آپ نے اس کو منہدم کردینے کا حکم دے دیا۔

---

[1] صحیح بخاری (مطبع مطبع احمدی لاہور)

ایسی صورت میں امام علیہ السلام کے دائرہ میں منافقین کے وجود پر معترض ہونا بے جا ہے خصوصاً جب کہ یہ تصریح ہے کہ کوئی منافق، منافق کی حیثیت سے آپ کے دائرہ میں نہیں مرے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معترض کا مقصد کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کی تکذیب کرنا ہے۔

صاحب مدارج النبوۃ نے غزوۂ حنین کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مجموع اموال از نقود و اہل و غنم ہمہ بر اہل مکہ و غیرہم صرف کرد و راضی ساخت و بعضی کہ ایمان نیاوردہ بودند ایمان آوردند و بعضے کہ ایمان ایشاں ضعیف بود بہ سبب حصول رضا و خوشنودی قوتی پیدا کرد (جلد دوم صفحہ ۳۲۰)

تمام اموال از قبیل نقود و شتر و غنم سب رسول اللہ صلعم نے اہل مکہ اور دوسروں پر صرف کر دیئے اور ان کو راضی کر لیا، بعض جو ایمان نہیں لائے تھے وہ ایمان لائے اور بعض جن کا ایمان کمزور تھا، حصول رضا اور خوشنودی کی وجہ سے قوی ہو گیا۔

دور مہدیت میں دولت دنیا چھوڑ کر دائرہ مہدویہ میں آتے تھے !!!

میاں سید حمید رضؓ اور انگور کی روایت ۱۱۔ معترض نے صفحہ ۶۰ و صفحہ ۶۱ پر ایک نقل درج کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام کے ایک صحابی نے ایک انگور کا دانہ آپ کے فرزند میاں سید حمید کے منہ میں ڈالا تو امام علیہ السلام نے اس کو اگلوا دیا یہ کہتے ہوئے کہ یہ فقیروں کا حق ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے کم سن فرزند کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں کی تو معترض نے اس عمل کو مضحکہ خیز قرار دیا ہے حالانکہ اگلوانے کا ذکر تک حاشیہ شریف میں نہیں ہے۔

حاشیہ شریف کی روایت یہ ہے۔

نقل است حضرت میراں علیہ السلام را خدائے تعالیٰ انگور رسانیدہ بود، میاں سید سلام اللہ ایک خوشہ بدست میاں سید حمید دادند، میراں علیہ السلام فرمودند کہ حق فقیراں چرا دادی، برادران گفتند میرا انجیو معاف کنیم حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ پیش ہمہ فقیراں معاف کنید۔

نقل ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے انگور بھیجے تھے میاں سید سلام اللہ نے ایک خوشہ میاں سید حمید کے ہاتھ میں دیا، مہدی علیہ السلام نے فرمایا تم نے فقیروں کا حق کس لئے دیا، صحابہ نے کہا میرا انجیو ہم معاف کر دیتے ہیں حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ تمام فقیروں سے معاف کراؤ

یہی نقل انصاف نامہ کے باب نہم میں بھی آئی ہے اس میں "معاف کنید" کی جگہ "عفو کنانید" کے الفاظ آئے ہیں غرض انصاف نامہ اور حاشیہ انصاف نامہ میں معاف کرانا مذکور ہے، اگلوانا نہیں! صحیح بخاری صحیح مسلم میں یہ روایت کی گئی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اخذ حسن بن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلہا فی فیہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ یطرحہا ثم قال اما شعرت ان

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہا کہ حسنؓ بن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی پس اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا۔ پس نبی صلعم نے چھی چھی کہا تاکہ حسن وہ کھجور اپنے منہ سے نکال پھینکیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لانا کل الصدقة[1] | حسن سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

دیکھیں مضمون نگار رسول اللہ صلعم کے مذکورہ عمل سے متعلق کیا کہتا ہے!

غلام اور کنیز کا درجہ

۱۲۔ مضمون نگار نے صـ۵۴ پر اس نقل سے تعرض کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ جس کے گھر میں غلام یا کنیز ہو اس کو ایمان نہیں۔

حاشیہ شریف میں روایت اس طرح آئی ہے۔

یک روز در خانہ میاں سید سلام اللہؒ شور شد کنیزک را می زدند، میاں شاہ نعمتؒ منع کردند، میاں سید سلام اللہؒ و میاں نعمتؒ را گفتگو شد، آں قصہ را پیش حضرت میراںؒ عرض کردند، حضرت میراں فرمودند در خانہ کسی کہ کنیزک یا غلام باشد او را ایمان شدن محال است (صـ۲۰)

ایک روز میاں سید سلام اللہؒ کے گھر میں شور ہوا، باندی کو مارتے تھے، میاں شاہ نعمتؒ نے منع کیا، میاں سید سلام اللہؒ اور میاں نعمتؒ کی گفتگو ہوئی، یہ قصہ حضرت مہدیؑ کے حضور میں پیش کیا، حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں غلام یا کنیز ہو اس کے لئے ایمان ہونا محال ہے۔

غلام یا کنیز کو پیٹا جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دیا جائے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

ا۔ عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ضرب غلاما لہ حدا لم یاتہ او لطمہ فکفارتہ ان یعتقہ رواہ مسلم[2]

ابن عمر سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اپنے غلام کو مارے بغیر کسی گناہ کے یا اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دے، روایت کی ہے اس کی مسلم نے۔

ب۔ عن ابن مسعود الانصاری قال کنت اضرب غلاما لی فسمعت من خلفی صوتا اعلم ابا مسعود اللہ اقدر علیک منک علیہ فالتفت فاذا ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ھو حر لوجہ اللہ فقال اما لو لم تفعل للفحتک النار او لمستک النار رواہ مسلم[3]

ابن مسعود سے مروی ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا، پس میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی، جان لے ابو مسعود اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس پر ہو، پس میں نے پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ صلعم تھے پس میں نے کہا یا رسول اللہ یہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پس رسول اللہ نے فرمایا آگاہ رہو اگر تم اس کو آزاد نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو جلا ڈالتی یا فرمایا ضرور تم کو مس کرتی دوزخ کی آگ یعنی جلا دیتی، روایت کی ہے اس کی مسلم نے۔

حاشیہ شریف کی مذکورہ صدر نقل سے ظاہر ہے کہ کنیز کو پیٹنے کا قضیہ امام علیہ السلام کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہ فرمایا کہ جس گھر میں کنیز یا غلام ہو تو اس کے لئے ایمان ہونا محال ہے۔

مقصود یہ کہ اگر غلام یا کنیز کو پیٹا جائے تو اس کو آزاد کر دو، یہی اس کا کفارہ ہے ورنہ بہ فحوائے حدیث جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔

---

[1] و [2] و [3] اشعۃ اللمعات۔

اس سے قطع نظر حدیث میں یہ آیا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ | مسلمان وہی ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

ہر کہ نہ باین صفت باشد گویا مسلمان نیست [1] | جس کسی میں یہ صفت نہ ہوگی، گویا وہ مسلمان نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اسلام میں غلام یا کنیز کی وہ حیثیت نہیں ہے جو مخالفین اسلام نے مشہور کر رکھی ہے اسلام میں غلامی غلامی نہیں بلکہ برادری ہے چنانچہ حدیث میں یہ آیا ہے۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس متفق علیہ [2] | ابوذرؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا (تمہارے غلام) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا زیر دست کر دیا ہے۔ پس وہ شخص جس کے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اس کا زیر دست کر دیا ہے چاہیئے کہ اس کو کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اس کو پہنائے جو خود پہنتا ہے، یہ حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ غلامی غلامی نہیں بلکہ برادری اور ہمسری ہے۔ حدیث میں اس امر کی بھی تاکید ہے کہ غلاموں کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھو، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فاکرموھم ککرامۃ اولادکم واطعموھم مما تاکلون [3] | پس گرامی رکھو ان کو اپنی اولاد کی طرح اور ان کو کھلاؤ جو کچھ تم کھاتے ہو۔

ابن ماجہ نے ابوبکر صدیقؓ سے اس کی روایت کی ہے

اب امام علیہ السلام کے فرمان کے معنے اور بھی واضح ہو جاتے ہیں کہ جو شخص غلام یا کنیز گھر میں رکھے اور اس کو برادری اور اپنی اولاد کا درجہ دینے کے عوض مار پیٹ کرے تو گویا وہ مومن نہیں ہے۔

اس لحاظ سے بھی امام علیہ السلام کا فرمان رسول اللہ صلعم کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق ہوا، وہاں مسلمان ہونے کی نفی کی گئی ہے اور یہاں مومن ہونے کی!

۱۲۔ مضمون نگار نے صـ۵۴ پر یہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے جو دو کپڑے رکھتے ہوئے ایک کپڑا برہنہ کو نہ دے۔

حالانکہ روایت میں لفظ "کافر" مذکور ہی نہیں ہے جیسا کہ حاشیہ شریف میں آیا ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ کسی دو جامہ دارد یکی برادر برہنہ باشد اورا بدہد وگرنہ منافق است (صـ۷۹) | حضرت مہدی نے فرمایا کہ جو شخص دو کپڑے رکھتا ہے اور ایک برادر برہنہ ہے تو ایک کپڑا اس کو دے ورنہ وہ منافق ہے۔

یہاں لفظ منافق ہے "کافر" نہیں جیسا کہ مضمون نگار نے ادعا کیا ہے۔

---

[1] [2] [3] اشعۃ اللمعات

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں جھوٹ بولنے والے کو منافق کہا گیا ہے، حدیث یہ ہے

آیۃ المنافق ثلث ..... اذا احدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان[1]۔	منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور امانت میں خیانت کرے۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

صاحب ایں خصال بہ حقیقت منافق نیست بلکہ مراد آں است کہ ایں صفات لایق منافقان است[2]	یہ خصائل والا حقیقت میں منافق نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ صفات منافقوں کے لایق ہیں۔

ایک ہی دائرہ میں رہتے ہوئے دو کپڑے رکھکر ایک کپڑا برادر برہنہ کو نہ دینے والے پر بھی اسی طرح قیاس کیا جائیگا اس سے قطع نظر سیوطی نے عبداللہ ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے۔

لیس المومن الذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ[3]	وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوک سے اپنے دور والے (یا اجنبی) پڑوسی کا آرزومند ہو۔

یہاں بھوکے پڑوسی کو کھانا نہ دینے کی بناء پر مومن ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

اسی طرح برادر برہنہ کو کپڑا نہ دینے کی بناء پر منافق کہا گیا ہے۔

قابل اعتراض نہ وہ ہے اور نہ یہ!

ذکر اللہ کرنا بہتر ہے یا شیطان پر لعنت بھیجنا ۱۴۔ معترض نے صـ۵۴ پر یہ لکھدیا ہے کہ امام علیہ السلام شیطان پر لعنت بھیجنے کی تائید میں نہیں تھے، جو نص قرآنی کے خلاف ہے حالانکہ نقل شریف سے ذکر اللہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، شیطان کے ملعون ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

نقل شریف یہ ہے۔

حضرت میراں را کسی پرسید شیطان را لعنت کردن چنوں است، میراں فرمودند او را خدا و فرشتگان لعنت کنند از لعنت کردن شما او خوش می شود و یاد خدا فراموش کنانند (حاشیہ شریف، صـ۱۹۷)	حضرت مہدیؑ سے کسی نے پوچھا کہ شیطان پر لعنت کرنا کیسا ہے، مہدیؑ نے فرمایا کہ اس پر خدا اور فرشتے لعنت کرتے ہیں تمہارے لعنت کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے خدا کی یاد کو بھلا دیتا ہے۔

اگر مضمون نگار کو یہ معلوم ہوتا کہ اللہ اور فرشتوں کے لعنت کرنے کے کیا معنے ہیں اور لوگوں کے لعنت کرنے سے کیا مراد ہے تو امام علیہ السلام کے ارشاد پر معترض ہو کر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت نہ دیتا!

صاحب مواہب علیہ نے لعنۃ اللہ والملائکۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

لعنت خدای و آں دور لیست از رحمت او و لعنتِ	خدا کی لعنت اور وہ دوری ہے اس کی رحمت سے اور

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] اشعۃ اللمعات [3] الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر (عربی قلمی)

فرشتگان وآں بیزاری است ازایشاں ولعنت ہمہ مردماں وآں مذمت کردن است مرایشاں را[1] | فرشتوں کی لعنت اور وہ بیزاری ہے ان لوگوں سے اور تمام لوگوں کی لعنت اور وہ مذمت کرنا ہے ان لوگوں کی۔

اب امام علیہ السلام کے ارشاد کے معنے واضح ہو جاتے ہیں خدا شیطان پر لعنت کرتا ہے یعنے شیطان اللہ کی رحمت سے دور ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں یعنے وہ شیطان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اب لوگوں کا شیطان پر لعنت کرنا یہ ہے کہ شیطان کی مذمت کی جائے۔

امام علیہ السلام کا ارشاد یہ ہے کہ شیطان کی مذمت کرنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے اس کو ذکر اللہ میں صرف کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی حکم یہ ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (احزاب ع۲) | اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔

اس آیت میں ذکر اللہ کرنے کا حکم ہے، اس کے بعد مصدر لاکر اس کو موکد کیا گیا ہے اور کثیر کہہ کر اور بھی تاکید عظیم فرمادی۔

امام علیہ السلام کے مذکورہ صدر ارشاد سے ظاہر ہے کہ شیطان کو اللہ کی رحمت سے دور جانو اور ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرو آخر اس میں، قابل اعتراض کیا ہے؟

سوال نہ کرنے کی فضیلت ۱۵۔ معترض نے صـ۵۴ پر یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے لوگوں سے سوال کرنے سے جو منع فرمایا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ ابن کو انفرادی خودداری کے خلاف سمجھتے تھے۔

حالانکہ "خودداری" کا نقل میں ذکر تک نہیں ہے، نقل شریف کے یہ الفاظ ہیں۔

ہر چہ خواہی از خدا خواہ پیش مردم سوال مکن، اگر سوال کنی پیش خدائے تعالیٰ بکن (حاشیہ شریف صـ۶۴) | جو کچھ چاہتا ہے خدا سے چاہ، لوگوں سے سوال مت کر، اگر سوال کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ سے کر۔

امام علیہ السلام کا ارشاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یکفل لی ان لا یسأل الناس شیئا فاتکفل لہ بالجنۃ فقال ثوبان انا فکان لا یسأل احدا شیئا رواہ ابوداود والنسائی[2] | ثوبان سے روایت ہے، کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ کو اس امر کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریگا تو میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہو جاؤنگا، ثوبان نے کہا کہ میں اس کا عہد کرتا ہوں پس ثوبان کسی سے کوئی چیز کا سوال نہ کرتے تھے روایت کی ہے ابوداؤد اور نسائی نے

ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کا منع سوال کرنا باتباع رسول اللہ تھا! اس پر معترض ہونا گویا رسول اللہ پر معترض ہونا ہے۔

عشق نامہ کی توضیح ۱۶۔ مضمون نگار نے صـ۵۴ پر اس نقل شریف پر بھی اعتراض کیا ہے جس میں قرآن کو عشق نامہ کہا گیا ہے۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

---

[1] مواہب علیہ (طبع کانپور)

نقل است حضرت میراں فرمودند قرآن عشق نامہ است (ص۵۲)

نقل ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا قرآن عشق نامہ ہے۔

لفظ نامہ یہاں کتاب کے معنے میں ہے اور قرآن وہ کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ایسی ہی قوم کو چاہتا ہے جو اس سے محبت رکھے، چنانچہ یہ فرماتا ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (المائدہ ع۷)

پس اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے ساتھ آئے گا جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔

جو اللہ تعالےٰ سے محبت رکھے گا اس کی زندگی تو اس آیت کا مصداق ہوگی۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے جو پروردگار ہے عالموں کا۔

کیا یہ عاشق الٰہی کی تصویر نہیں ہے؟ کیا صرف مذکورہ آیت ہی کی بناء پر قرآن کو عشق نامہ نہیں کہا جائیگا! اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

والذین آمنوا اشد حبا للہ (البقرۃ ع۲۱)

وہ لوگ جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کیساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

غرض قرآن کو عشق نامہ کہنا روح قرآن کو پیش کرنا ہے۔

مومن ناقص اور مومن کامل ۱۷ مضمون نگار نے ص۵۴ پر یہ لکھدیا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے متبعین کو آتش دوزخ اور عذاب دوزخ سے نہ ڈرنے کی تعلیم دی ہے اور اس کے ذیل میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"طالب مولا مذکر۔ طالب دنیا مونث۔ طالب عقبیٰ مخنث۔"

عقبیٰ سے مراد عالم آخرت ہے عالم آخرت میں دوزخ بھی ہے، جنت بھی ہے۔

لفظ طالب بتا رہا ہے کہ عقبیٰ سے مراد جنت اور اس کے حور و قصور ہیں

طالب حور و قصور کو اس شخص کے مقابلہ میں ناقص قرار دیا گیا ہے جو اللہ کی ذات کا طالب ہے یہاں دوزخ سے نہ ڈرنے کی تعلیم کہاں دی جا رہی ہے؟

انصاف نامہ کے باب پنجم میں یہ مروی ہے۔

حضرت میراں بدیں عبارت بیان فرمودند الدنیا لکم ایھا الکافرون والعقبیٰ لکم یا ایھا المومنون الناقصون والمولیٰ لی ولمن اتبعنی (ص۳۱)

حضرت مہدیؑ نے اس عبارت میں بیان فرمایا کہ دنیا تمہارے لئے ہے اے کافرو اور آخرت تمہارے لئے ہے اے ناقص مومنو اور خدا میرے لئے ہے اور میری پیروی کرنے والوں کے لئے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ طالب عقبیٰ کو جو مخنث کہا گیا ہے تو اس سے مراد مومن ناقص ہے اور طالب ذات مولا کو جو مذکر کہا گیا ہے تو اس سے مراد مومن کامل ہے۔

اس سے قطع نظر صاحب کنز العمال نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے۔

الدنیا حرام علی اھل الآخرۃ والآخرۃ حرام علی اھل الدنیا والدنیا والآخرۃ حرام علی اھل اللہ[1]	دنیا حرام ہے اہل آخرت پر اور آخرت حرام ہے اہل دنیا پر دنیا و آخرت حرام ہیں اہل دنیا پر

کیا اس سے بھی یہی استدلال کیا جائے گا کہ دوزخ سے نہ ڈرنے کی تعلیم دی جارہی ہے؟

حاکم جالور کا تصدیق کرنا ۱۸۔ مضمون نگار نے ص۴۷ پر یہ لکھا ہے کہ عثمان خاں حاکم جالور کا تصدیق امام علیہ السلام کرنا ثابت نہیں ہے اور تاریخ پالن پور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کے جالور تشریف لانے سے قبل ہی عثمان خاں کی وفات ہوچکی تھی خاتم سلیمانی میں یہ روایت آئی ہے۔

در بلدۂ جالور چہار و نیم ماہ اقامت شدہ و ملک جبدل پٹھان لوہانی حاکم آنجا مع قبائل بہ تصدیق مشرف شدہ (گلشن چہارم چمن دوم)	امامؑ جالور میں ساڑھے چار ماہ مقیم رہے اور ملک جبدل لوہانی پٹھان جو وہاں کا حاکم تھا قبائل کے ساتھ تصدیق سے مشرف ہوا۔

ناموں کے اختلاف سے نفس مضمون کی نفی نہیں ہوسکتی، بہرصورت یہ امر ثابت ہے کہ حاکم جالور نے امامؑ کی تصدیق کی اور انہی کی اولاد میں سابق ریاست پالن پور کے فرمانروا ہندو المذہب رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔

فراہ میں امامؑ کی تصدیق کرنیوالے ۱۹۔ مضمون نگار نے ص۵۲ و ص۵۳ پر یہ ادعا کیا ہے کہ شہر فراہ کے علماء نے امام علیہ السلام کی تصدیق نہیں کی اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کی سخت مخالفت کی تھی۔

واضح ہو کہ امام علیہ السلام فراہ میں دو سال پانچ ماہ مقیم رہے ہیں۔

قاضی شہر کی مخالفت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ مذکورہ مدت میں دوسرے علماء نے آپ کی تصدیق نہیں کی؟

ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں یہ بیان کیا ہے کہ جب امام علیہ السلام فراہ تشریف لے گئے ہیں تو بے شمار مخلوق آپ کے ساتھ ہوگئی اور یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ہروی کے بھیجے ہوئے علماء نے امام علیہ السلام کو آیات الٰہی سے مان لیا اور آپ کے اصحاب میں داخل ہوگئے۔ (نجات الرشید کے اقتباس کے لئے دیکھئے ص۱۷۷)

رسول اللہ صلعم نے دعوئ نبوت کے تیرھویں سال مکہ معظمہ سے مدینہ ہجرت فرمائی ہے[2] اب مدعی ریسرچ سے پوچھا جائے کہ مذکورہ طویل مدت میں اہل مکہ میں سے کتنے فصحاء نے قرآن کو کلام الٰہی مان لیا تھا؟

امام علیہ السلام کا سلطان حسین شرقی کی معیت میں جنگ کرنا ۲۰۔ معترض نے ص۴۵ پر لکھا ہے کہ گوڑ کی جنگ فرضی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ تاریخ میں مذکور نہیں۔ تاریخ میں جملہ امور مذکور نہیں ہوتے، مذکور نہ ہونے سے امر واقعی کی نفی کس طرح ہوجائے گی؟ معترض کیا ان سب غزوات نبوی سے بھی انکار کردیگا جن کا اندراج اس زمانہ کے یہودیوں اور نصرانیوں کی تاریخ میں نہیں ہے۔؟

---

[1] کنز العمال (طبع اول) [2] مدارج النبوۃ

محمود مدنی ریسرچ نے صـ۶۴ پر جنگ کھانبیل، جنگ سدراسن کا ذکر کرکے یہ حصر کردیا ہے کہ صرف انہی دو مواقع پر مہدویوں کا راست حکومت سے تصادم ہوا ہے۔

کیا اس نام نہاد ریسرچ کی بنا پر جنگ چنچل گوڑہ کے وقوع سے انکار کردیا جائے گا؟

بخاری نے التاریخ الکبیر لکھی، اس میں بہت سے اکابر حنفیہ کا تذکرہ ہی نہیں چنانچہ مولف مقدمہ انوار الباری نے یہ تسلیم کیا ہے "امام موصوف اپنی خاص ناراضگی اور تعصب کی وجہ سے سینکڑوں اکابر حنفیہ کا ذکر ہی اپنی تاریخ میں نہیں کیا"[1] کیا اس بنا پر ان اکابر حنفیہ کے وجود ہی سے انکار کردیا جائیگا؟ گوڑ کی جنگ کتب غیر مہدویہ میں مذکور نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام علیہ السلام نے کسی جنگ میں شرکت ہی نہیں کی، اس لئے کہ سلطان حسین شرقی کا رائے اڑلیہ سے جنگ کرنا تاریخ میں مذکور ہے، فرشتہ کی عبارت یہ ہے۔

نخست سہ[3] لک سوار و ہزار و چہار صد زنجیر فیل جمع نمود متوجہ ولایت اڑلیہ گردید[2]	پہلے تین لاکھ سوار، ایک ہزار چار سو زنجیر فیل جمع کرکے اڑلیہ کے علاقہ کی طرف متوجہ ہوا۔

میاں عبدالرحمن کے مولود میں یہ مروی ہے۔

سلطان مذکور ہرگز بجز حضرت میراں گاہی جنگ نہ کردی (صـ۲۳)	مذکورہ سلطان (یعنے سلطان حسین شرقی) حضرت میراںؒ کے بغیر ہرگز، کبھی جنگ نہ کرتے۔

مطلع الولایت میں یہ روایت ہے۔

چناں معتقد ایں درگاہ بود کہ بہیچ مہمی بغیر آنحضرت نہ رفتے (صـ۱۳)	سلطان اس درگاہ کا ایسا معتقد تھا کہ کسی مہم میں امامؑ کے بغیر نہ جاتا۔

اس لحاظ سے اڑلیہ کی جنگ میں امام علیہ السلام کی شرکت ثابت ہے۔

اڑلیہ کا جغرافیائی موقف جو مغلوں سے قبل تھا اس کی توضیح ان الفاظ سے ہوجاتی ہے جو فرشتہ نے اکبر بادشاہ کے حالات میں لکھے ہیں:

ولایت اڑلیہ را کہ از اقصیٰ بلاد بنگالہ است از تصرف ایشاں برآوردہ[3]	علاقہ اڑلیہ کو جو اقصائے بلاد بنگالہ سے ہے ان کے قبضہ سے نکال لیا۔

اڑلیہ کی جنگ تقریباً ۸۷۱ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے، اس وقت امام علیہ السلام کی عمر چوبیس سال تھی اور یہ زمانہ آپؑ کے زمانۂ جذب سے قبل کا ہے۔ والئ جونپور کا اڑلیہ کے علاقہ میں جنگ کرنا ثابت ہے تو گوڑ کے علاقہ میں جنگ کرنا ناممکن کس طرح ہوجائے گا؟ "مخدوم زادگان فتحپور" کے مولف نے لکھا ہے۔

"اس زمانہ میں لکھنو سلطنت شرقی کا ایک جزو تھا، ضلع لکھنؤ کے سرکار انگریزی کے گزیٹیر میں قلعہ کاکورگڑھ کی فتح کے متعلق جو حکایت لکھی گئی ہے اور جو غالباً کاکوری کی قدیم تاریخوں اور وہاں کی خاندانی یادداشتوں وغیرہ سے

---

[1] مقدمہ انوار الباری [2] تاریخ فرشتہ جلد دوم [3] تاریخ فرشتہ جلد اول۔

لی گئی ہے یہ ہے ..... سلطان حسین شرقی کی حمیت اسلامی نے جوش مارا اور اس نے قوم "بہیس" کے استحصال کے لئے ایک فوج بھیجی جس نے آتے ہی قوم مذکور کا وہ قلعہ جو رائے بریلی میں تھا لے لیا۔ راجہ ساتھن بھاگ کر کاکو رگڈھ میں پناہ لی جونپور کی فوجیں اس کے تعاقب میں تھیں کہ راجہ کی خوش قسمتی سے صوبہ بنگالہ میں بغاوت ہوگئی اور سلطنت شرقی کو یہ مہم ادھوری چھوڑ کر ادھر متوجہ ہوجانا پڑا[1]

اس سے ثابت ہے کہ سلطان حسین شرقی نے بنگالہ میں بغاوت فرو کی ہے۔ بہرحال اس سے روایت مہدویہ کی تائید ہوگئی کہ سلطان حسین شرقی نے گوڑ علاقہ بنگالہ میں جنگ کی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ بعض قدیم کتب مہدویہ مثلاً حجۃ المنصفین اور جنت الولایت کی روایت میں لفظ گوڑ مذکور ہی نہیں ہے، حجۃ المنصفین (صہ ۵) میں صرف "بادشاہ کافراں" اور جنت الولایت صفحہ ۱۳۱ میں صرف "بادشاہ کافر" کے الفاظ آئے ہیں۔

روایتوں کا قدر مشترک یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے سلطان حسین شرقی کی معیت میں جنگ کی ہے۔

مدافعت بغاوت نہیں ہے ۲۰/ یہ بھی واضح رہے کہ شاہ خوندمیر رضؓ کے پیش نظر نہ قیام سلطنت تھا اور نہ حصول اقتدار ایسی صورت میں معترض کا جنگ کھانبیل اور جنگ سدراسن کو خروج یا بغاوت ٹھیرانا عین حماقت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (البقرۃ ع ۱۲)	اور قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کریں

ظاہر ہے کہ یہاں جس قتال کا حکم دیا گیا ہے وہ مدافعتی ہے۔

مہدویوں نے مجبوری کے تحت صرف اپنے بچاؤ کے لئے ہتھیار اٹھایا ہے، چنانچہ جنگ چنچل گوڑہ بھی اسی پر شاہد ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ ۲۹۳)

اسلامی فوج میں غیر مسلم بھی تھے ۲۱۔ معترض نے صہ ۴۵ و صہ ۴۶ پر یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کا سلطان حسین شرقی کی معیت میں جنگ کرنا جو کتب مہدویہ میں مذکور ہے اس پر جہاد کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور دلیل یہ پیش کی ہے "ان دنوں ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کے فوجی افسروں میں غیر مسلم بھی موجود تھے"۔ اگر اس معیار پر جانچا جائے تو مضمون نگار کا اعتراض رسول اللہ صلعم اور حضرت عمر رضؓ پر بھی وارد ہوگا اس لئے کہ جس طرح رسول اللہ صلعم کی رکاب میں غیر مسلموں کی فوج بھی رہی ہے اسی طرح حضرت عمر رضؓ کے دور خلافت میں اسلامی فوج میں غیر مسلم بھی شریک رہے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ فتح مکہ سے قبل مکہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر عباس بن عبدالمطلب نے اسلامی لشکر کے مختلف دستوں کی جو تفصیل ابوسفیان کو بتائی ہے اس میں یہ بھی مروی ہے۔

---

[1] مخدوم زادگان فتحپور۔

آنگاہ بنو کعب بن عمر کہ میان ایشاں پانصد سوار نامی بودند رسیدند و علم ایں فوج بشر بن سفیان داشت ابوسفیان تحقیق ایں فرقہ نمود عباس گفت کہ ایشاں حلفائے محمد اند[1]

اس وقت بنو کعب بن عمر پہنچے جن میں پانچسو نامی سوار تھے اور اس فوج کا علمدار بشیر بن سفیان تھا' ابوسفیان نے اس جماعت کی تحقیق کی عباس نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ غزوۂ مکہ میں رسول اللہ صلعم کی رکاب میں آپکے حلیف بھی تھے اور حلفاء سے مراد وہ کافر ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ عہد کیا تھا۔

۲۔ مدارج النبوۃ میں غزوۂ حنین کے ذیل میں یہ روایت کی گئی ہے۔

چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنید کہ ایں جماعہ قصد محاربہ دارند بیروں آمد از مکہ روز شنبہ شوال در دوازدہ ہزار مسلمانان از اہل مدینہ و دو ہزار از مکہ از طلقاء و حلفا ... وہشتاد کس در ایں میاں از مشرکان ہم بودند مثل صفوان ابن امیہ وغیرہ[2]

جب آنحضرتؐ نے سنا کہ یہ جماعت جنگ کا ارادہ رکھتی ہے تو آنحضرت صلعم ماہ شوال میں شنبہ کے دن اہل مدینہ سے بارہ ہزار مسلمانوں اور اہل مکہ سے دو ہزار طلقاء و حلفاء کے ساتھ مکہ سے برآمد ہوئے ان میں اسّی آدمی مشرکین سے بھی تھے مثل صفوان ابن امیہ وغیرہ۔

اس عبارت میں لفظ طلقا بھی آیا ہے' اس سے مراد وہ اہل مکہ اور سرداران قریش ہیں جن کی جان بخشی رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے دن فرمائی تھی جیسا کہ مدارج النبوۃ میں آیا ہے۔

در ابتداء سوال از جانب ایشاں شد کہ پرسید ند چہ می گوئی و چہ کار می کنی یا ما امروز پس گفت آنحضرت می گویم انچہ گفت برادر من یوسف علیہ السلام ..... و فرمود اذہبوا فانتم الطلقاء یعنی روید پس شما آزاد کردہ واز بند رستگار انید۔

ابتداء میں سوال ان کی جانب سے ہوا انہوں نے پوچھا آج آپ ہم کو کیا کہتے ہیں اور ہمارے ساتھ کیا کرتے ہیں پس رسول اللہؐ نے کہا کہ میں وہی کہتا ہوں جو کہ میرے بھائی یوسفؑ نے کہا اور فرمایا اذہبوا فانتم الطلقاء یعنے جاؤ پس تم آزاد کر دیئے گئے ہو اور قید سے چھوڑ دیئے گئے ہو۔

غرض مذکورۂ صدر عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے ثابت ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر نہ صرف کفار رسول اللہ صلعم کی رکاب میں تھے بلکہ مشرکین بھی۔

رسول اللہ صلعم کی رکاب میں جو مشرکین تھے ان کی تفصیل بھی آئی ہے مثلاً صفوان بن امیہ سے متعلق یہ روایت آئی ہے۔

صفوان ہنوز در اختیار اسلام متردد و متوقف بود باوجود شرک در غزوۂ حنین و طائف در رکاب ہمایوں بود[3]

ابھی صفوان کو اسلام قبول کرنے میں تردد و توقف تھا اور باوجود شرک کے غزوۂ حنین و طائف میں رسول اللہؐ کی رکاب ہمایوں میں تھا۔

---

[1] مدارج النبوۃ [2] مدارج النبوۃ [3] مدارج النبوۃ

اس مشرک سے رسول اللہ صلعم نے ایک سو زرہیں لی تھیں جیسا کہ مدارج النبوۃ میں غزوۂ حنین کے ذیل میں مروی ہے :

آنحضرت صد زرہ از صفوان بن امیہ طلب داشت صفوان گفت غصبا یا محمد یعنے ایں زرہ ہا را بہ غصب از ما می ستانی یا بہ عاریت فرمود بل عاریت [1]

آنحضرت نے صفوان بن امیہ سے سو زرہیں مانگیں صفوان نے کہا غصبا یا محمد یعنے ان زرہوں کو ہم سے غاصبانہ لیتے ہو یا عاریتاً تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بہ طور عاریت۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کی رکاب میں غیر مسلم فوج بھی رہی ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی فوج میں غیر مسلم بھی شامل تھے چنانچہ شبلی نعمانی نے یہ لکھا ہے۔

"حضرت عمرؓ نے صیغہ جنگ کو جو وسعت دی تھی اس کے لئے کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہ تھی یہانتک کہ مذہب و ملت کی بھی کچھ قید نہ تھی، والنٹیر فوج میں تو ہزاروں مجوسی شامل تھے جن کو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے، فوجی نظام میں بھی مجوسیوں کا پتہ چلتا ہے۔" [2]

مختصر یہ کہ مضمون نگار کا سلطان حسین شرقی کی فوج میں غیر مسلم افسروں کے وجود کو فرض کر کے امام علیہ السلام کے جہاد پر معترض ہونا، خود رسول اللہ پر معترض ہونا ہے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار اصل میں رسول اللہ صلعم پر اعتراض کرنا چاہتا ہے، عوام کو دھوکا دینے کے لئے امام علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے!!!

شیخ احمد سرہندی کا مذہب ۲۱۔(۱) مضمون نگار کا صفحہ ۶۸ پر یہ کہنا بھی مضحکہ خیز ہے کہ شیخ احمد سرہندی کا مذہب "وحدت الشہود" ہے [3]

صاحب غیاث اللغات نے "شہود" کی اس طرح توضیح کی ہے۔

شہود در اصطلاح سالکان رویت حق است کہ از مراتب کثرات موہومات صدری عبور نمودہ بہ مقام توحید عیانی رسیدہ در صور جمیع موجودات مشاہدۂ حق نماید وغیریت دور شدہ ہر چہ بیند حق بیند [4]

شہود سالکوں کی اصطلاح میں حق کو دیکھنا ہے جو مراتب کثرات اور موہومات صدری سے گزر کر توحید عیانی کے مقام کو پہنچکر تمام موجودات کے صور میں حق کا مشاہدہ کرے اور غیریت دور ہوکر جو کچھ دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے۔

صاحب نور اللغات نے شہود کے یہ معنے بیان کئے ہیں۔

"شہود ایک درجہ ہے جس میں سالک مراتب کثرت اور موہومات صدری سے گزر کر ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کو تمام موجودات میں جلوۂ حق بلکہ ہر شئی عین حق نظر آنے لگتی ہے [5]

سرہندی کی توحید شہودی خود شیخ احمد سرہندی نے "توحید شہودی" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ عبارت یہ ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ [2] الفاروق (طبع لکھنؤ) [3] معارف بابتہ ماہ جولائی و اسلامک اسٹڈیز (بابتہ ماہ اپریل ۱۹۶۳ء) صفحہ ۱۵۶
[4] غیاث اللغات طبع کانپور صفحہ ۳۰۱ [5] نور اللغات طبع لکھنؤ۔

"توحید شہودی یکی دیدن است یعنے مشہود سالک جز یکی نباشد"[1]

توحید شہودی ایک دیکھنا ہے یعنے سالک کا مشہود ایک کے سوا نہیں ہوتا۔

اس کی توضیح کے لئے اُس نے یہ مثال پیش کی ہے۔

وقتی کہ آفتاب را دید البتہ ستارہ ہا را نخواہد دید و شہود او جز آفتاب نخواہد بود و دراین زماں کہ ستارہ ہا را نمی بیند میداند کہ ستارہ ہا معدوم نیستند بلکہ میداند کہ ہستند اما مستور اند[2]

جب آفتاب کو دیکھا تو البتہ ستاروں کو نہ دیکھیگا اور اس کا شہود آفتاب کے سوا نہ ہوگا اور اس وقت جبکہ وہ ستاروں کو نہیں دیکھتا ہے، جانتا ہے کہ ستارے معدوم نہیں ہیں بلکہ موجود ہیں لیکن پوشیدہ ہیں۔

مذکورہ توحید شہودی یعنے ہر شئی کا عین حق نظر آنا اگر مدعیان ریسرچ کے پاس عین اسلام ہے تو انہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ رسول اللہ صلعم کو وہ تین سو ساٹھ[360] بت[3] کس طرح نظر آئے؟ جو مشرکین نے خانۂ کعبہ کے اطراف نصب کر رکھے تھے۔ معترض نے یہ ادعا کیا ہے کہ سرہندی تحریک نے مذہب جہدویہ کو گہن لگا دیا۔ ہم یہ سوال کرتے ہیں کیا توحید شہودی کی تعلیم دینا، اسلامی توحید کو گہن لگانا نہیں ہے؟

سرہندی اور شرط مسلمانی معترض نے صـ۶۸ پر امام علیہ السلام کی تعلیمات کو جو قرآن و حدیث پر مبنی ہے، غیر معتدل ٹھیرایا ہے اور شیخ احمد سرہندی کی تحریک کو اسلامی حیثیت سے تخلیقی قرار دیا ہے۔

اس تخلیقی تحریک کا ایک پہلو شرط مسلمانی بھی ہے چنانچہ شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوب میں شرف الدین یحیٰی منیری کی یہ "شرط مسلمانی" درج کی ہے۔

تا بہ مادر جفت نہ شود مسلمان نہ شود (ارشاد السالکین) | جب تک اپنی ماں سے جفت نہ ہووے مسلمان نہ ہووے۔

اور اس کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔

وجفت شدن مادر بایں معنے است کہ ایں تعین امکانی شخص بآں تعین وجوبی کہ حقیقت اوست متحد شود[4]

اور ماں کیساتھ جفت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ شخص کا یہ تعین امکانی اس تعین وجوبی کے ساتھ جو اس کی حقیقت ہے متحد ہو جاتا ہے[5]

اگر مذکورہ "شرط مسلمانی" کتب جہدویہ میں ہوتی تو نہیں معلوم مدعی ریسرچ کیا کہتا! ایسی مسلمانی تو مدعی ریسرچ کو مبارک!!!

مدعی ریسرچ کا شیخ احمد سرہندی کی تحریک کو اسلامی حیثیت سے تخلیقی قرار دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ اس پر عمل پیرا بھی ہے!!!

معترض کا جہدویہ پر افتراء ۲۳۔ مضمون نگار نے صـ۲۷ پر یہ بھی افتراء کیا ہے کہ جہدوی تقیہ کرتے تھے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ احمد نگر میں چند جہدوی علماء نے اورنگ زیب کے سامنے یہ کہا کہ ہم توحید، رسالت، خلافت راشدہ

---

[1] مکتوبات شیخ احمد سرہندی جلد اول (تصوف فارسی قلمی) ۔[2] مکتوبات شیخ احمد سرہندی جلد اول ورق ۲۰۰ (فارسی قلمی) ۔[3] مدارج النبوۃ۔
[4] مکتوبات شیخ احمد سرہندی جلد سوم مکتوب ۳۳ (فارسی قلمی) ۔[5] اردو ترجمہ مکاتیب مجدد الف ثانی (طبع لاہور) دفتر سوم صـ۹۱۔

اور چاروں مذاہب کو مانتے ہیں، نہیں معلوم مضمون نگار کو اس جواب میں کیا بات قابل اعتراض نظر آئی! اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مضمون نگار توحید، رسالت اور خلافت راشدہ کا منکر ہے!!

اب رہا چاروں مذاہب کو ماننا تو وہ اس طرح صحیح ہے کہ چاروں مذاہب میں جو مسئلہ عالیت پر ہوتا ہے وہی مہدویہ کا مسلمہ ہے اور اسی پر "فقہ مہدویہ" کا اطلاق ہوگا۔

مذکورۂ بالا طریقہ پر اعلان مذہب کرنا اگر تقیہ ہے تو پھر معترض کے اصول کے تحت "دار ارقم" میں پوشیدہ طور پر نماز پڑھنے پر کاہے کا اطلاق ہوگا اور بعثت رسول اللہ کے بعد تین سال تک پوشیدہ تبلیغ کرنے کو مضمون نگار کیا کہتا ہے؟!

صوفیہ کی تعلیم اور شریعت مصطفوی

۲۴۔ مضمون نگار نے صـ۵۹ پر یہ بھی لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کی تعلیم بغدادی صوفیوں کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عجمیت نے شریعت مصطفوی پر صدیوں جو پردہ ڈال رکھا تھا اس کو امام علیہ السلام نے چاک فرما دیا، ذیل کی روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

یک پیر و مریدے بہ مکہ می رفتند، پیر مصلی بہ آب گستر انیدہ سوار شد مریدرا گفت بیا سوار شو من خدا می گویم تو پیر بگو، مرید ہم خدا گفت غرق شد، باز پیر گفت پیر بگو، بار بیر گفت، بر آمد۔ ایں نقل برادراں پیش حضرت میراں عرض کردند، حضرت میراں علیہ السلام فرمودند خوب نکرد، چرا غرق شدن نداد، بنام خدائے تعالےٰ غرق شدے شہید شدے (حاشیہ شریف صـ۶۵)

ایک پیر اور ایک مرید مکہ معظمہ جا رہے تھے، پیر مصلیٰ پانی پر بچھا کر چلنے لگا، مرید سے کہا آ مصلے پر کھڑا ہو جا، میں خدا کہتا ہوں تو پیر کہہ، مرید نے بھی خدا کہا، ڈوب گیا، پھر پیر نے کہا کہ پیر کہہ تو پھر مرید نے پیر کہا، پانی کے اوپر آ گیا۔ یہ نقل صحابہ نے حضرت مہدیؑ کے حضور میں عرض کی، حضرت مہدیؑ نے فرمایا اچھا نہیں کیا کیوں ڈوبنے نہیں دیا خدائے تعالیٰ کے نام سے ڈوب جاتا تو شہید ہو جاتا۔

مذکورہ عبارت میں پیر و مرید کی جو گفتگو ہے وہ تعلیم صوفیہ کی آئینہ دار ہے اور امام علیہ السلام کا ارشاد شریعت مصطفوی کا ترجمان ہے!

مذہب مہدویہ میں قرآن مربوط ہے

۲۵۔ مضمون نگار نے مضمون کے پہلے[1] صفحہ پر ہی مذہب مہدویہ کے لئے لفظ HERESY (بدعت) استعمال کیا ہے حالانکہ مذہب مہدویہ کی بنیاد اتباع کلام اللہ و اتباع رسول اللہ پر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ مذہب مہدویہ میں قرآن شروع سے آخر تک مربوط ہے[2]۔ لیکن مضمون نگار کا مذہب نہ صرف قرآن کو غیر مربوط قرار دیتا ہے بلکہ قرآن کی آیتوں، جو سراسر نور ہیں، تورات و انجیل کی طرح منسوخ ٹھیراتا ہے کیا یہ سب سے بڑی (HERESY) بدعت نہیں ہے؟

تذکرہ علمائے ہند اور اے۔ یین انصاری

۲۶۔ تذکرۂ علمائے ہند جو پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے شائع کیا ہے، ترجمہ ہے اس تذکرۂ علمائے ہند کا جو رحمل علی نے فارسی میں لکھا ہے۔

---

[1] رسالہ کا یہ صفحہ ۱۱ ہے۔ [2] تفصیلی بحث حصہ دوم باب ششم میں پڑھیے۔

یہ تذکرہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۴ء میں مطبع نولکشور سے شائع ہوا ہے رحمٰن علی نے ص۱۹۷ سے ص۲۰۱ تک "محمد جونپوری" کے عنوان سے امام علیہ السلام کے حالات ہدیہ مہدویہ کے حوالہ سے لکھے ہیں اور ص۱۴۹ پر شیخ علائی "مہدوی بیانوی" کے حالات مندرج ہیں۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا حال ص۱۸۸ سے ص۱۹۰ تک درج ہے۔

مولف تذکرہ کے پیش نظر ہدیہ مہدویہ کا دوسرا ایڈیشن رہا ہے جو ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا ہے یوں تو امام علیہ السلام مذہب مہدویہ اور تاریخ مہدویہ سے متعلق رحمٰن علی نے جو غلط بیانی کی ہے اس کی تردید اس سے قبل کے مندرجات سے ہو جاتی ہے لیکن یہاں خاص طور پر اے۔ ایس انصاری کی ایک مضحکہ خیز تاریخی تحقیق کو منظر عام پر لانا ہے۔ ذکر اس کا بر سبیل اجمال یہ ہے کہ رحمٰن علی نے مولف ہدیہ مہدویہ کے قتل کے تعلق سے یہ لکھ دیا ہے۔

ہر چند تجسس نمودند سراغ قاتل نہ رسید[1] | ہر چند تلاش کی قاتل کا پتہ نہ ملا۔

ترجمہ "تذکرۂ علمائے ہند کے یہ الفاظ ہیں" ہر چند تفتیش و تلاش کی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا"[2] تذکرۂ علمائے ہند کے مندرجات کو بنیاد قرار دیکر اے۔ ایس انصاری نے بھی ابو رجا مولف ہدیہ مہدویہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں داد تحقیق دی ہے 'The murderer made good his escape' یعنے قاتل بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو حقیقت کے خلاف ہے!! ان مدعیان ریسرچ کو چاہیئے کہ مذہب مہدویہ یا تاریخ مہدویہ کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل مقدمہ سراج الابصار سبقاً سبقاً پڑھیں۔

امام علیہ السلام کے متعلق اے۔ ایس انصاری کی گواہی۔ ۲۷۔ اے۔ ایس انصاری کو بالآخر امام علیہ السلام کے تعلق سے یہ لکھنا ہی پڑا۔

"All non-Mahdavi sources are unanimous in saying that the character and teachings of Sayyid Muhammad were above reproach. His honesty of purpose, integrity, selflessness, contempt for worldly gains, resignation to the will of Allah and above all his own example fired the muslims of the day with a new zeal and fervour and many for-saking the comforts of a settled life, dedicated themselves to the service of religion and fellow-travellers on the path to Deliverance". (Pages 58-59)

یعنے جملہ غیر مہدویہ ماخذ بہ یک زبان یہ کہتے ہیں کہ سید محمد جونپوری کے اخلاق اور ان کی تعلیمات طعن و سرزنش سے

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند (طبع مطبع نولکشور) [2] ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند (مطبوعہ کراچی)

بالاتر ہیں۔ ان کا بے ریا مدعا ان کی ایمانداری، ان کی بے نفسی، مفاد دنیوی کی تحقیر، ان کی تسلیم و رضا اور سب سے بالاتر خود ان کی مثال نے اس زمانے کے مسلمانوں میں نئے جوش و سرگرمی کی ایک جرات پیدا کر دی جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے مطمئن زندگی کی آسایشیں ترک کر کے، اپنے آپ کو راہ نجات میں دین اور برادران دینی کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔"

اس کے باوجود اگر امام علیہ السلام کا دعویٰ مہدیت اے۔ بیس انصاری کے پاس قابل قبول نہیں ہے تو صحیح بخاری کی حدیث ہرقل میں نبوت کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں، ان سے رسول اللہ صلعم کا دعویٰ نبوت کس طرح ثابت کیا جا سکے گا؟

مدیر تجلی (دیوبند) کا غلط اعتراض

عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی (دیوبند[1]) نے نومبر ۱۹۶۴ء جنوری ۱۹۶۵ء اور اپریل ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں امام اور مذہب مہدویہ کے تعلق سے جو دشنام طرازی کی ہے اس کا جواب دسمبر ۱۹۶۴ء فروری ۱۹۶۵ء اور مئی ۱۹۶۵ء میں ضمیمہ مقدمہ سراج الابصار کا پہلا منظر، دوسرا منظر اور تیسرا منظر کے عنوان سے الگ الگ شائع کر دیا گیا ہے۔ اب اس کا خلاصہ مع اضافہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

معترض کا مذہب اور امکان کذب باری

محمد اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی میں یہ لکھا ہے۔

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند واورا جل شانہ بآں مدح می کنند برخلاف اخرس و جماد[2]	جھوٹ نہ بولنے کو حضرت حق سبحانہ کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور حق جل شانہ کی اس سے مدح کرتے ہیں برخلاف گونگے اور جماد کے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولف رسالہ یک روزی کے پاس اللہ تعالیٰ کا جھوٹ نہ بولنا وجہ فضیلت نہیں ہے بہ قول اس کے ایک گونگا بھی جھوٹ نہیں بول سکتا اور جماد (پتھر وغیرہ) بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ گونگا اور جماد، جھوٹ نہ بولنے کے اعتبار سے مولف رسالہ یک روزی کے پاس ایک ہی صف میں ٹھیرے۔ جھوٹ نہ بولنے کے اعتبار سے اگر اللہ تعالیٰ کی ذات قابل تعریف ہے تو بہ قول معترض گونگا اور جماد بھی قابل تعریف ٹھیریں گے!

مذکورہ بالا عبارت کے سلسلے میں مولف رسالہ یک روزی نے یہ بھی لکھا ہے

صفت کمال نہیں است کہ شخصے قدرت بر تکلم بہ کلام کاذب دارد و بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت بہ تنزہ از شوب کذب تکلم بہ کلام کاذب نہ نماید ص ۱۴۵	صفت کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹ بولنے پر قدرت رکھے اور رعایت مصلحت اور مقتضائے حکمت کی بنا پر جھوٹ کے شائبہ سے پاک رہنے کے لئے جھوٹ نہ بولے۔

مذکورہ بالا اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بول سکنا ہی مولف رسالہ یک روزی کے

---

[1] "دیوبند" ضلع میں "دیوی بن" ہے اس کے نواح میں ایک بن ہے جہاں پر ایک دیوی کا مندر ہے اسی بن میں دیوی کے پرستاروں کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے، دیوبند میں جو دارالعلوم ہے وہ شاخ ہے اس دارالعلوم کی جو امیری گیٹ دہلی میں واقع تھا (اپریل گزیٹیر، جلد یازدہم) دارالعلوم دیوبند کا قیام بتاریخ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ عمل میں آیا ہے (شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات) طبع کراچی ص ۵۶۔

[2] رسالہ یک روزی (طبع مطبع فاروقی دہلی ۱۳۰۵ھ) ص ۱۴۵۔

پاس صفت کمال ہے۔

مذکورہ رسالہ یک روزی کے حوالہ سے صاحب مذاہب الاسلام نے بھی یہی لکھا ہے

"خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔" (ص ۶۶۲)

"فتاویٰ بر عقائد وہابیہ و دیوبندیہ" اصل میں ایک مضمون ہے جو شاہ احمد حسین کانپوری نے بطور سوال وجواب لکھا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

الافادات الاحمدیہ والافاضات الحنفیہ۔

اس میں محمد اسماعیل دہلوی سے متعلق یہ مندرج ہے۔

"نوے برس سے کچھ کم ہوئے ۱۲۳۳ھ میں بہ سبب ضعف سلطنت کے ایک شخص نے کہ نام اس کا اسماعیل تھا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر تقلید کو شرک بتا کر مقلدوں کو مشرک بنایا اور اس مذہب غیر مقلدی کو رواج دیا۔"

یہ بھی واضح رہے کہ غیر مقلد بھی دو قسم کے ہیں، دوسری قسم میں مدیر تجلی بھی شامل ہے دوسری قسم سے متعلق فضل احمد مفتی شہر لودھیانہ نے یہ لکھا ہے۔

"مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم و ضرر رساں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو اصول و فروع میں واجب سمجھتے ہیں مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں۔"[۲]

شاہ احمد حسین کانپوری کی تالیف الافادات الاحمدیہ کے ص۶ پر یہ مذکور ہے۔

"منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کو کاذب بامکان سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو لازم آئے کہ مخلوق سے کم درجہ کا قادر ہو۔"

عبدالسمیع رامپوری نے انوار ساطعہ ۱۳۰۲ھ میں شائع کی تو خلیل احمد انبیٹھوی نے ۱۳۰۴ھ میں اس کا جواب براہین قاطعہ[۳] کے نام سے دیا۔

براہین قاطعہ کے جواب میں عبدالسمیع رامپوری نے انوار ساطعہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۷ھ میں شائع کیا۔ اور براہین قاطعہ کے حوالہ سے ص۱۱ پر یہ لکھا ہے۔

مثلاً یہ ص۳ براہین قاطعہ میں ہے "جو کوئی یوں کہے کہ خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اس پر طعن کرنا جہالت ہے۔"

مولف انوار ساطعہ نے براہین قاطعہ سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے۔

"مولف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیئے جس سے اکثر اہل علم متوحش و متنفر ہو گئے۔" (ص۱۱)

---

[۱] فتاویٰ بر عقائد وہابیہ و دیوبندیہ (مطبوعہ نعیمی پریس مراد آباد) ص۱۔ [۲] مذاہب الاسلام ص۱۔ یہ پہلی مرتبہ مطبع ہاشمی میرٹھ میں چھپی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولف براہین قاطعہ کو اسلام سے کتنا تعلق ہے! براہین قاطعہ پر رشید احمد گنگوہی کی تقریظ ہے اس لئے مولف انوار ساطعہ نے اس کو "گنگوہی براہین قاطعہ"[1] کہا ہے اور صاحب حسام الحرمین نے تو یہ لکھا ہے کہ براہین قاطعہ اصل میں رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے۔ اور نسبت اس کی خلیل احمد کی طرف ہے، حسام الحرمین کی عبارت یہ ہے۔

والبراهين القاطعة حقيقة له و نسبته لتلميذه خليل احمد الانبهتي[2]

اور براہین قاطعہ کہ درحقیقت اس گنگوہی کی ہے اور نام کے لئے اس کی نسبت اس کے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کی طرف ہے۔

خلیل احمد مولف براہین قاطعہ نے رسالۃ المہند میں بھی مذکورہ عقیدۂ امکان کذب باری بیان کیا ہے رسالۃ المہند کا حصہ اردو "عقاید علمائے دیوبند" کے نام سے شائع ہو گیا ہے، اس کے صفحہ ۲۳ پر یہ مندرج ہے۔

"اگر وعدہ وخبر وغیرہ کا خلاف تحت قدرت ماننے سے امکان کذب تسلیم کر لیا جائے تو وہ بھی بالذات محال نہیں۔"

خلیل احمد نے براہین قاطعہ میں دیوبندی عقیدۂ امکان کذب باری کو سنبھالنے کی اس طرح کوشش کی ہے۔

"امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں[3]۔"

حالانکہ خلف وعید کو امکان کذب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ومن اصدق من الله قيلا (النساء ع ۱۸) اب قول میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مواہب علیہ نے یہ لکھا ہے۔

کذب یا در سخن و وعدہ او راہ نیست کہ آں نقص است وخدائے از نقص مبرا است[4] جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کے قول اور وعدہ میں راہ نہیں ہے کیونکہ جھوٹ نقص ہے اور حق تعالیٰ نقص سے پاک ہے۔

ایسی صورت میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے سراسر گمراہی ہے خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے۔

قل ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون (یونس ع ۶) آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کبھی چھٹکارا نہیں پائیں گے۔

یہ بھی واضح رہے کہ وعدہ اور ہے، وعید (سزا کی خبر) اور ہے اللہ تعالیٰ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا چنانچہ یہ فرماتا ہے۔

ولن يخلف الله وعده (الحج ع ۷) اور ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا۔

اب رہا وعید تو اللہ تعالیٰ کسی شخص یا قوم کے رجوع کرنے پر اس سے درگزر کرتا ہے اور عذاب وعید کو ٹال دیتا ہے

---

[1] انوار ساطعہ (مطبع نعیمی مراد آباد) صفحہ ۷۴ [2] حسام الحرمین (طبع لاہور) صفحہ ۱۰۱ [3] براہین قاطعہ (طبع ہلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ) صفحہ ۲ [4] مواہب علیہ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لما آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعنٰھم الی حین (یونس ع۹)	جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ٹال دیا، ان پر سے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں اور فائدہ دیا ہم نے ان کو ایک مدت تک۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ اس عذاب کو ٹال دیتا ہے جس کی اس سے پہلے خبر دی گئی تھی حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اور وعید سے بہ حالت رجوع درگزر کرتا ہے۔

خلیل احمد انبیٹھوی کا براہین قاطعہ میں "خلف وعید" کو "امکان کذب" سے ملانا سراسر گمراہی ہے قرآن کلام عرب میں نازل ہوا ہے اور "خلف وعید" عربوں کے پاس کرم ہے "کذب" نہیں ہے چنانچہ صاحب اقرب الموارد نے یہ لکھا ہے۔

والخلف فی الوعد عند العرب کذب وفی الوعید کرم[1]	وعدہ کا خلاف عربوں کے پاس جھوٹ ہے اور وعید کا خلاف کرم ہے۔

صاحب البستان نے بھی یہی الفاظ لکھے ہیں[2]۔

صاحب تاج العروس نے "وعد" کے ذیل میں "تخلف الوعید" کے تعلق سے یہ لکھا ہے۔

ھو من العفو والکرم اللائق بہ سبحانہ[3]	وہ (یعنی خلف وعید) عفو اور کرم سے ہے اور یہ حق سبحانہ کے لائق ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص یا قوم کے رجوع لانے پر اپنا وعید ٹال دے تو یہ اس کا عین عفو وکرم ہے اس کو جھوٹ قرار دینا کلام اللہ کی تکذیب کرنا ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اور وعید میں بحالت رجوع درگزر کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وعدہ یا خبر کے خلاف کو امکان کذب سے ملانا عین گمراہی ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات "قدوس" ہے جیا کہ اس آیت میں آیا ہے۔

ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس (سورۃ الحشر ع۳)	وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا، کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے بہت پاک۔

لفظ "قدوس" کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

المنزہ عن القبائح	پاک برائیوں سے

مذکورہ آیت کے ذیل میں صاحب مواھب علیہ نے یہ لکھا ہے۔

پاک از شوائب مناقص و معائب	مناقص اور معائب کے شائبوں سے پاک۔

---

[1] براہین قاطعہ (طبع ہلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ ۱۹۰۲ء ص۲ [2] اقرب الموارد (طبع بیروت)
[2] البستان (طبع بیروت ۱۹۸۳ء) [3] تاج العروس (طبع مصر)۔

قدوس اسمائے الٰہی سے ہے اس کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے

بہ غایت پاک ومنزہ از سمات نقصان ولوازم حدوث وامکان [1]	انتہا درجہ پاک ومنزہ نقصان کے نشانات سے اور حدوث وامکان کے لوازم سے

حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات قدوس ہے اور جملہ عیوب ومناقص سے پاک ہے کذب یعنے جھوٹ کا عیوب ومناقص سے ہونا سب ہی کا مسلمہ ہے، ایسی صورت میں دیوبندی معترض کا خدائے قدوس کی طرف ایک نقص کا استناد برسبیل امکان ہی سہی سراسر گمراہی ہے!

مذکورۂ بالا فاسد عقیدہ کی بنا پر ہی حسام الحرمین میں کافر اور مرتد قرار دیا گیا ہے حسام الحرمین کی عبارت یہ ہے۔

کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام [2]	سب کے سب مرتد ہیں اسلام سے خارج ہیں۔

حسام الحرمین میں محمد قاسم نانوتوی وغیرہ سے متعلق یہ آیا ہے۔

والمارق الآخر المنقص لشان الالوھیۃ والرسالۃ قاسم النانوتوی ورشید احمد الکنکوھی وخلیل احمد الانبتھوی اشرفعلی التانوی ومن حذا وحذوھم [3]	اور دوسرا دین سے نکلنے والا شان الوہیت اور رسالت گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا۔

عقیدۂ امکان کذب کا منجملہ عقائد دیوبندیہ ہونا جو اس سے قبل بیان کیا گیا ہے وہ سب خوشہ چینی ہے اسماعیل دہلوی کی چنانچہ صاحب حسام الحرمین نے بھی یہی لکھا ہے۔

منھم الوھابیۃ الکذابیۃ اتباع رشید احمد الکنکوھی یقول اولا علی الحضر الصمدیۃ تبعا شیخ طایفتہ اسماعیل الدھلوی علیہ ماعلیہ بامکان الکذب [4]	منجملہ ان کے فرقۂ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسماعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے۔

معترض کا مذہب اور رسول اللہ ﷺ کی توہین۔ محمد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں یہ لکھا ہے۔

"ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" [5]

حالانکہ ترمذی اور دارمی نے بروایت ابن عباس رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد درج کیا ہے۔

ان حبیب اللہ [6]	میں اللہ کا حبیب ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہاں محبوبیت بہ درجۂ کمال ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے۔

ورفعنا لک ذکرک	اور ہم نے بلند کیا تیرے واسطے ذکر تیرا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] حسام الحرمین طبع لاہور صفحہ ۱۲۰۔ [3] حسام الحرمین طبع لاہور۔ صفحہ ۲۰۴ [4] حسام الحرمین طبع گلزار عالم پریس لاہور صفحہ ۱۰۹ [5] تقویت الایمان مطبوعہ کمال پرنٹنگ ورکس دہلی صفحہ ۱۵۔ [6] اشعۃ اللمعات۔

ایسی ہستی جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہو اور خود اللہ تعالیٰ نے اس کے ذکر کو بلند کیا ہو وہ اللہ کی نظروں میں چار سے زیادہ ذلیل کس طرح ہو جائے گی؟

مدیر تجلی (دیوبند) کے پاس رسول اللہ صلعم کا خیال نماز میں آنا اپنے بیل اور گدھے کا خیال آنے سے بھی بدتر ہے چنانچہ اس کے مقتدا، محمد اسماعیل دہلوی نے صراط المستقیم میں یہ لکھا ہے۔

به مقتضائے ظلمات بعضها فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است و صرف ہمت به سوے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال به سویدائے دل انسان می خسپند به خلاف گاؤ و خر الی آخرہ[1]

به مقتضا اس کے کہ بعض ظلمتیں بعض ظلمتوں سے بڑھکر ہوتی ہیں زنا کے خیال سے اپنی زوجہ کے ساتھ مجامعت کرنے کا خیال بہتر ہے الشیخ اور اس کے جیسے اکابر کی طرف توجہ کرنا خواہ جناب رسالت پناہ ہی کیوں نہ ہوں کئی وجوہ کی بناء پر اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بدتر ہے اس لئے کہ ان کا خیال تعظیم و اجلال کی وجہ سے دل انسانی کے سویدا سے چمٹا جاتا ہے لیکن بیل اور گدھے کا خیال اس طرح نہیں چمٹتا

صاحب الکوکبۃ الشہابیہ نے مذکورہ عبارت صراط المستقیم کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"مسلمانو خدارا ان ناپاک ملعون شیطان کلموں کو غور کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے، کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے"[2]

صاحب الطیب البیان نے مذکورۂ بالا فارسی عبارت صراط مستقیم مطبوعہ مطبع ضیائی میرٹھ کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس پر اس طرح تبصرہ کیا ہے۔

"ایمان دار کی زبان اور قلم سے ایسے گستاخانہ کلمے کس طرح نکل سکتے ہیں جنھیں سن کر دل کانپ جاتا ہے، نماز میں حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خیال لے جانے کو اس ناپاک نے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتایا ہے، اس بے دین کو یہ نہ سوجھا کہ خیال کیسے نہ آئے گا تشہد میں حضور پر سلام کی تعلیم ہے اور تشہد واجب، شریعت میں تو حضور پر سلام عرض کرنے سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے، عبادت اپنے کمال کو پہونچتی ہے، عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے تو بے دین نماز چھوڑے اور نماز کیا اس نے دین بھی ترک کر دیا"[3]

معترض تو رسول اللہ صلعم کو اپنا "بڑا بھائی" سمجھتا ہے چنانچہ اس کے مقتدا محمد اسماعیل دہلوی ــــ نے تقویت الایمان میں یہ لکھا ہے۔

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"[4]

صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

---

[1] صراط المستقیم (طبع مطبع شیخ ہدایت اللہ دار الامارۃ کلکتہ ۱۲۳۶ھ) صفحہ ۲۱ [2] الکوکبۃ الشہابیہ (طبع مطبع کلیمی کلکتہ) صفحہ ۳۰ [3] الطیب البیان رد تقویت الایمان (مطبوعہ مطبع نسیمی مراد آباد) صفحہ ۳۳ [4] تقویت الایمان (طبع مطبع فاروقی دہلی) صفحہ ۲۸۔

قال مجاهد كل نبي ابوا مته ولذلك صار المومنون اخوة لان النبي صلى الله عليه وسلم ابوهم في الدين [1]

مجاہد نے کہا کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے اس سے مومنین آپس میں بھائی ہوئے کیونکہ نبی صلعم ان کے باپ ہیں دین میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم مومنین کے باپ ہیں، "بڑے بھائی" نہیں۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

ازواجه امهاتهم (الاحزاب ع) | نبی صلعم کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں۔

رسول اللہ صلعم کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں تو خود رسول اللہ صلعم کا پدر مومنین ہونا ثابت ہے۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں تفسیر مدارک میں یہ مروی ہے کہ ابن مسعود کی قرأۃ میں "وهو اب لهم" بھی آیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلعم مومنین کے باپ ہیں "بڑے بھائی" نہیں، !!!۔

معترض اور احادیث مہدیؑ مدیر ماہنامہ تجلی نے ان احادیث کو جو مہدی کی بعثت سے متعلق ہیں مشکوک قرار دیا ہے۔

اگر یہ حدیثیں معتبر نہیں تو ان حدیثوں کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے جو معراج رسولؐ اور معجزات رسولؐ مثلاً شق القمر وغیرہ سے متعلق ہیں اور ان حدیثوں کو معترض کس بناء پر معتبر مانتا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اکثر دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہوتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ قرآن رسول اللہ صلعم پر نازل ہوتا تھا !!!

معترض کے متقدا حافظ ابن تیمیہ نے احادیث مہدیؑ کو یوں تسلیم کیا ہے۔

احاديث المهديؑ معروفة رواها الامام احمد وابو داود وترمذي الى آخره [2]

احادیث مہدی معروف ہیں، روایت کیا ہے انہیں امام احمد، ابو داود اور ترمذی نے۔

ابن تیمیہ کے الفاظ "احادیث المہدی معروفۃ" (احادیث مہدی معروف ہیں) سے ظاہر ہے کہ امر مہدیت ان کا معتقد علیہ ہے اور احادیث مہدی ان کے نزدیک قابل حجت۔ احادیث مہدیؑ کی صحت، حافظ ابن تیمیہ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں تسلیم کی ہے۔

فالجواب ان الاحاديث صحيح بها على خروج المهديؑ احاديث صحيحة رواها ابوداؤد والترمذي واحمد وغيرهم [3]

پس جواب یہ ہے کہ وہ حدیثیں جن سے مہدیؑ کے ظہور پر حجت لائی جاتی ہے صحیح ہیں، روایت کی ہے ان کی ابوداؤد، ترمذی احمد وغیرہم نے

معترض نے ماہنامہ تجلی (شمارہ اپریل ۱۹۶۵ء ص ۶۱) میں حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی کا وہ مضمون شائع کیا ہے جس میں مودودی پر یہ اعتراض بھی ہے کہ وہ احادیث مہدی کو نہیں مانتا حکیم گنگوہی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر مکی اور شیخ احمد سرہندی کے ذوق نے احادیث مہدی کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے تو اس کی دلیل بھی بیان کردی ہے۔

جب حافظ ابن تیمیہ نے احادیث مہدی کو صحیح مان لیا ہے تو ابن خلدون ہو یا مودودی کسی کا اعتراض

---

[1] تفسیر مدارک (طبع مصر) [2] منہاج السنۃ النبویۃ (طبع مصر) [3] منہاج السنۃ النبویۃ (طبع مصر)

کوئی وزن نہیں رکھتا!

یہ تو اصلاحی کے قول کا جواب تھا ورنہ مودودی نے عقیدۂ مہدی تسلیم کر لیا ہے البتہ مہدی کے منصب کی غلط توجیہ کی ہے، مودودی کی عبارت یہ ہے "عقیدہ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اس قسم کے ہیں مگر میں جو کچھ سمجھا ہوں اس سے مجھکو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانہ میں جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا یہ[1]

رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے خاتم دین ہے۔ مودودی کی دینداری ملاحظہ ہو کہ ایک جدید ترین طرز کے لیڈر کو خلیفۃ اللہ قرار دے رہا ہے حالانکہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ اقرار کیا ہے کہ آپ خلیفۂ رسول تو ہیں لیکن خلیفۃ اللہ نہیں ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے[2] حضرت ابوبکرؓ کو ریاست خلق بھی حاصل تھی اور خلافت رسول بھی اس کے باوجود آپ پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق نہ ہو سکا تو بھلا مودودی کے مزعومہ لیڈر پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق کس طرح ہو جائے گا؟

بعثت مہدیؑ کے تعلق سے تفصیلی بحث کی جا چکی ہے جس کا عنوان "احادیث مہدی اور ابن خلدون وغیرہ" ہے۔

ارہاصات مدیر تجلی نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے جس میں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے وقت ایک غیبی آواز کا سنا جانا مذکور ہے۔

اس اعتراض سے اصل مقصد اس کا صاحب مواہب لدنیہ کی اس روایت پر معترض ہونا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا "دو آدم کا خلق، شیث کی معرفت، نوح کی شجاعت، اور ابراہیم کی خلت وغیرہ ..... اور غوطہ دو اس کو اخلاق انبیاء کے دریا میں"

رسول اللہ صلعم کی ولادت سے متعلق اس روایت پر طنز کر کے اپنے خاطر کی تسکین کے لئے اس نے ماموریت من اللہ مہدیٔ خلیفۃ اللہ سے متعلق روایت پر اعتراض کیا ہے!

دونوں روایتیں ارہاصات سے متعلق ہیں، اگر وہ ایک کو صحیح مانتا ہے تو پھر دوسری روایت پر اس کا معترض ہونا بے ایمانی ہے!

کسی مامور من اللہ کے علامات ارہاصیہ سے متعلق یوں اعتراض کیا جائے تو پھر کسی بھی مامور من اللہ کی علامات ارہاصیہ بے بنیاد قرار پا جائیں گی!

کیا معترض رسول اللہ صلعم کی ان روایات کو جو علامات ارہاصیہ سے تعلق رکھتے ہیں، عجائبات میں شمار کرتا ہے؟ اور کیا اس کے عقاید ایسے عجائبات پر استوار نہیں ہیں؟

معترض اور امامؑ کا مامور من اللہ ہونا معترض کا اصلی عقیدہ تو ان الفاظ سے واضح ہو جاتا ہے جو اس کے مقتدا محمد قاسم نانوتوی نے "مباحثہ شاہجہاں پور" میں لکھے ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

---

[1] تجدید و احیائے دین، مطبوعہ ناظم برقی پریس رامپور (۱۹۵۴ء) صفحہ ۵۵ [2] اشعۃ اللمعات

"حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم ان کا منکر ہمارے نزدیک کافر علی ہذا القیاس سری رامچندر اور سری کرشن کو بھی ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔"[1]

ایک طرف تو معترض کا یہ "استوار عقیدہ" اور دوسری طرف امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق سے کہتا ہے کہ ولی کہو، قطب کہو مگر مامور من اللہ نہ کہو !!!

مدیر تجلی کا یہ مشورہ تو عیسائیوں کے اس مشورہ کے مانند ہے کہ "محمد" (آنحضرت صلعم) کو ایک مصلح مانو نبی نہ کہو کیونکہ نبی آخر الزماں کی علامتیں ان میں نہیں پائی جاتیں مثلاً "نبی آخر الزماں کو فاران کے قریب ظاہر ہونا چاہیئے جو علاقہ شام میں ہے، مکہ کے قریب نہیں !"

ایسے ہی اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے علمائے اسلام نے اثبات نبوت کے سلسلہ میں پیشین گوئی کی مطابقت سے زیادہ اخلاق نبی کو اہمیت دی ہے ! اور اسی بنیاد پر دعویٰ مہدیت کا بھی اثبات ہوگا !

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مامور من اللہ ہونے کی نفی کرنے کے لئے معترض کبھی تو یہ کہتا ہے کہ دعویٰ عالم جذب میں کیا گیا اور کبھی کہتا ہے کہ آپ کا دعویٰ خطائے اجتہادی ہے۔

معترض کی یہ دشنام طرازی تو مستشرقین کی دشنام طرازی کے مماثل ہے جو رسول اللہ صلعم کی جناب میں کی گئی ہے مثلاً عبدالعلیم احراری نے یہ لکھا ہے۔

"بعض کہتے ہیں صرع کی قسم کا ایک دماغی دورہ ہوتا تھا اور اس دورے کی حالت میں جو خیالات ان کے ذہن میں آتے تھے انہی کو منزل من اللہ سمجھ لیتے تھے۔"[2]

غرض معترض اپنے دل کو سکون دینے کے لئے طرح طرح کی افترا پردازی پر اتر آتا ہے، مگر اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس بنیاد پر مستشرقین کے مذکورہ ادعا کی تردید کی جاتی ہے اسی بنیاد پر منکرین مہدی کے افترا کی بھی نفی کی جاتی ہے۔ تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے حصہ اول باب سوم۔

مختصر یہ کہ معترض کے مقتدائے اعظم محمد اسماعیل دہلوی کے بڑے ابا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ میں یہ لکھدیا ہے۔

"میر سید محمد جونپوری در ہندوستان بیانگ بلند ادعائے مہدیت نمود"[3]	میر سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں بیانگ بلند دعویٰ مہدیت کیا۔

"بیانگ بلند" سے ظاہر ہے کہ دعوی عالم جذب میں نہیں تھا اور یہ کہ آخر وقت تک آپ اپنے دعوے پر قائم تھے

معترض نے امام علیہ السلام کا ولی اور قطب ہونا تو تسلیم کر لیا ہے اور ولی خطا پر اصرار نہیں کرتا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر تک اپنے دعوے پر قائم تھے پس آپ کے دعوے کا برحق ہونا یوں بھی متحقق ہوگیا !!

معترض اور ایک علامت مہدیت معترض کا صرف ایک روایت پیش کر کے دعوت مامور من اللہ کی نفی کے لئے

---

[1] مباحثہ شاہجہاں پور (منعقدہ ۱۲۹۵ھ) (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۴ء) صفحہ ۷۶۔ [2] سیرۃ نبوی اور مستشرقین (طبع مطبع معارف اعظم گڑھ) صفحہ ۲۷۵۔
[3] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع لکھنؤ) صفحہ ۲۷۵۔

نامحمود کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی عیسائی توریت یا انجیل کی کوئی ایک پیشین گوئی پیش کرکے اپنی دانست میں رسول اللہ صلعم کے مامور من اللہ ہونے کی نفی کردے!

ہمارا تو یہ کہنا ہے کہ جن دلائل سے رسول اللہ صلعم کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہے، ان ہی دلائل سے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہے (تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے صفحہ ۷۴) معترض کی پیش کردہ روایت کو گذشتہ اوراق میں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب حال ثابت کیا جا چکا ہے، یہاں صرف ان امور سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے جن کو معترض نے بزعم خود بڑی اہمیت دی ہے یعنے زلزلوں کا آنا، تخت و تاج بدلنا، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینا

(ا) تخت و تاج کا بدلنا۔

یہ تو زیر بحث روایت میں مذکور ہی نہیں ہے، ایسی صورت میں تخت و تاج بدلنے کو بہ طور شرط مہدیت پیش کرنا رسول اللہ صلعم پر افترا کرنا ہے۔

(ب) زلزلہ کا آنا۔

یہ تاریخ سے ثابت ہے چنانچہ جونپور نامہ میں مذکور ہے کہ ۹۰۵ھ اور ۹۰۷ھ کے درمیان جونپور کے علاقہ میں زلزلے آئے ہیں (تفصیل اس سے قبل لکھی جا چکی ہے۔

اب رہا روایت کا وہ جزو جس میں زمین کا عدل و انصاف سے بھرنا مذکور ہے تو اس کی ذیل میں تحقیق کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (اعراف ع۱۱)	مت فساد پھیلاؤ روئے زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مواھب علیہ نے یہ لکھا ہے۔

بعد از اصلاح آں زمین بہ بعثت انبیاء و انزال کتب (جلد اول)	اس زمین کی اصلاح کے بعد انبیاء کو مبعوث کرنے اور کتب آسمانی کو نازل کرنے سے۔

ظاہر ہے کہ یہاں زمین سے اہل زمین مراد ہیں اور اصلاح سے مراد اہل زمین کا ایمان سے بہرہ ور ہونا ہے پس یہ امر متعین ہو گیا کہ عدل و انصاف سے بھرنے سے مراد اہل زمین کو دین و ایمان کی تعلیم دینا ہے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ اطلاق اصلاح کے لئے آخر کتنے افراد کا نور ایمان سے منور ہو جانا ضروری ہے اس کا تعین رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے ہو جاتا ہے۔

مسلم نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

ان من الانبیاء نبیا ما صدقه من امته رجل واحد (اشعۃ اللمعات)	تحقیق کہ انبیاء میں سے ایک نبی ہے جس کی امت میں سے کسی نے تصدیق نہیں کی سوائے ایک شخص کے۔

مذکورۂ صدر آیت قرآنی اور مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ امت دعوت میں سے اگر ایک

شخص نے بھی کسی مامور من اللہ کی تصدیق کرلی تو از روئے قرآن اصلاح اہل ارض ہو چکی ۔ مدیر ماہنامہ تجلی نے یہ شرط لگائی ہے کہ جب تک اکثر اہل زمین مامور من اللہ کی دعوت قبول نہ کرلیں وہ مامور من اللہ ہی نہیں قرار پا سکتا ۔

ظاہر ہے کہ ایسی شرط لگانا قرآن وحدیث کو جھٹلانا ہے جو سراسر کفر ہے معترض کا یہ ادعا بھی باطل ہے کہ مذکورۂ صدر مامور من اللہ اپنے زمانہ میں تخت وتاج الٹ دیگا ۔ رسول اللہ صلعم سے متعلق سفر حبقوق میں یہ آیا ہے ۔

وقف وقاس العرض نظر فرجت الامم (اصحاح ۳ آیت ۳-۴)	وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا اس نے نگاہ کی اور قوموں میں زلزلہ ڈال دیا ۔

اب معترض سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلعم کی مکی یا مدنی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے ؟ اگر نہیں تو کیا وہ رسول اللہ صلعم ۔ کے مامور من اللہ ہونے سے انکار کر دیگا ؟

جب کسی روایت میں قوموں میں زلزلہ ڈال دینا رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والے مامور من اللہ سے متعلق ہی نہیں تو معترض کا یہ ادعا کہ (تیمور لنگ کی طرح) وہ اپنے زمانے میں تخت وتاج الٹ دیگا سراسر گمراہی ہے !

انجیل یوحنا میں رسول اللہ صلعم سے متعلق یہ پیشین گوئی ہے ۔

رئیس ھذا العالم یاتی (باب ۱۴ آیت ۳۰) اس جہاں کا سردار آتا ہے ۔

کیا معترض رسول اللہ صلعم کی نبوت سے یہ کہہ کر انکار کر دیگا کہ ساری دنیا پر آپ کی حکومت قائم نہ ہو سکی کیا وہ اس بنا پر آپ کو انجیل کی مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق نہیں مانے گا ؟

کتاب حبقوق میں رسول اللہ صلعم سے متعلق یہ آیا ہے ۔

والارض امتلاءت من تسبیحہ (باب ۳ آیت ۳) اور ساری زمین اس کی تسبیح سے پُر ہو جائے گی ۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے وصال پر تمام قبائل عرب مرتد ہو گئے تھے صرف اہل مکہ، اہل مدینہ اور عبدالقیس جو بحرین سے تھے مسلمان رہ گئے تھے، اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہے کیا معترض یہاں بھی آپ کے مامور من اللہ ہونے سے یہ کہکر انکار کر دے گا کہ سارے اہل زمین مسلمان نہیں ہوئے اور کیا یہ بھی کہے گا کہ آپ کے زمانے میں ساری زمین تسبیح سے پُر نہیں ہوئی، اس لئے آپ توریت کی مذکورہ پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہو سکتے ؟

زیر بحث حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ مامور من اللہ مہدی خلیفۃ اللہ کے زمانہ میں زمین عدل وانصاف سے بھر جائیگی ۔

جس معنے میں رسول اللہ صلعم کتاب حبقوق کی مذکورہ آیت کا مصداق ہیں اسی معنے میں رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والا مامور من اللہ بھی زیر بحث روایت کا مصداق ہوگا ۔

اس سے قبل عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی (دیوبند) نے ایک رکیک تشبیہ پیش کی تھی، اس پر ہم نے یہ لکھا تھا کہ یہ ذوق رکاکت اس کو اس کے مقتدا سے ورثہ ہی میں ملا ہے، جس نے نماز میں رسول اللہ صلعم کا خیال آنے کو بیل اور گدھے کے خیال سے بدتر قرار دیا ہے ۔

اس نے سنبھل کر اب ایک الگ مضمون پیش کیا ہے لیکن رکاکت ہاتھ سے نہ گئی اس کی عبارت یہ ہے " روئے زمین کے

ظلم وفساد پر اتنا بھی اثر نہیں پڑا جتنا کسی پہلوان کے پیچھے لٹک جانے سے ریل کی رفتار پر پڑسکتا ہے" (ماہنامہ تجلی دیوبند شمارہ جنوری ۱۹۶۵ء ص ۶۳)

اب مدیر تجلی سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ نبی جس کی نبوت کی تصدیق رسول اللہ صلعم نے فرمائی اور جس پر صرف ایک شخص ایمان لایا اس کا اثر مذکورہ پہلوان یا بچے کے اثر سے کم ہے یا زیادہ ؟ مذکورہ نبی کی نبوت معترض کے پاس ثابت ہے کہ نہیں ؟ کیا ازروئے قرآن مذکورہ نبی نے اصلاح الارض نہیں فرمائی ؟ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط (مائدہ ع ۶)	اور اگر حکم کریں آپ تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کیجئے۔

یہاں عدل کے موافق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے باوجود نہ ساری دنیا کا مومن ہونا ثابت ہے اور نہ رسولؐ کا حاکم روے زمین ہونا متحقق!

رسول اللہ صلعم نے تیئیس ۲۳ برس تبلیغ دین فرمائی' اس کے باوجود ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ نفوس آپؐ پر ایمان نہیں لائے' ان ایمان لانے والوں میں منافقین بھی تھے اور مولفۃ القلوب بھی یعنے وہ ضعیف الایمان جن کی رسول اللہ صلعم مالی امداد فرماتے تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو غزوۂ حنین کا مال غنیمت لینے کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن جب رسول اللہ صلعم کی رحلت ہوئی تو مکہ' مدینہ اور نجران کے مسلمانوں کے سوا سب قبائل عرب مرتد ہو گئے حالانکہ ان کی زبان' ان کی معاشرت ان کی قومیت اور ان کی وطنیت ایک تھی۔

صاحب مواہب علیہ نے من یرتد منکم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بعد از وفات حضرت رسالت پناہ تمام عرب مرتد شدند الا اہل مکہ و مدینہ و عبدالقیس از نجران (جلد اول ص ۱۳۵)	حضرت رسالت پناہ کے وصال کے بعد تمام عرب مرتد ہو گئے سوائے اہل مکہ' اہل مدینہ اور عبدالقیس کے جو نجران سے تھے۔

اب معترض کو بتانا ہوگا کہ رسول اللہ صلعم کے حلقۂ اثر اور مذکورہ مسلمانوں کی تعداد کو روے زمین اور روے زمین کی آبادی سے کیا نسبت تھی ؟ کیا پہلوان اور بچے کی مثال خود معترض کی گردن کا طوق نہیں بن گئی ؟ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ دین کے لئے جو ہجرت فرمائی ہے اس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ خلق خدا' وزارت' امارت' دولت و ثروت کو ٹھکرا کر دائرہ میں سکون ڈھونڈھتی تھی! سندھ اور خراسان کے کٹھن سفر کی سختیاں منظور تھیں لیکن مامور من اللہ کی جدائی منظور نہیں!

دوسری خصوصیت یہ کہ مختلف نسل' رنگ اور زبان کے لوگ ساتھ تھے اور ملک غیروں کا لیکن مامور من اللہ کی رحلت پر ایک بھی مرتد نہیں ہوا' اس سے بڑھکر تبلیغ کے موثر ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے ؟

کیا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ' رسول اللہ صلعم کا معجزہ نہیں ہے ؟ کیا امامؑ رسول اللہ صلعم کی فرمودہ احادیث مہدیؑ کا مصداق اتم نہیں ہیں ؟

آپ نے ہجرت میں ہزاروں میل کی مسافت طے فرمائی' مختلف مقامات پر خلائق نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی

اور آپ سے مستفیض ہوئی ہے اس کا ایک سرسری اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ صرف قراۃ مبارک میں جو لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں ان سے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں یہ لکھا ہے کہ "جس زمانہ میں قندھار کی حکومت ذوالنون بیگ سے متعلق تھی وہ یعنے میر سید محمد جونپوری زمین حجاز سے (براہ گجرات) قراۃ پہنچے' اس علاقہ میں ایک غلغلہ عظیم برپا ہوا اور بے شمار خلائق ان کے ساتھ ہوگئی" اس کا حوالہ ص۱۷۷ پر دیا گیا ہے۔

ازروئے قرآن وحدیث ایک شخص کا مامور من اللہ کو مان لینا اصلاح الارض کی دلیل ہوسکتا ہے تو صرف ایک مقام پر ہی بے شمار خلائق کا مامور من اللہ کو مان لینا کس طرح دلیل نہ ہوگا؟

بخاری ومسلم نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

انا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر	میں وہ مٹانے والا ہوں کہ مٹا دیتا ہے اللہ تعالےٰ
(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۴۸۲)	میرے وجود سے کفر کو۔

رسول اللہ صلعم کے زمانے میں اکثر اہل زمین سے کفر مٹ نہ سکا' اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کا ماحی کفر ہونا اور مامور من اللہ ہونا ثابت ہے۔

کیا معترض رسول اللہ صلعم کی تبلیغ کو بھی پہلوان اور بچے کی سعی عمل سے تشبیہ دے گا؟

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے۔

والذی انزل الیک من ربک الحق ولکن اکثر الناس لایومنون (الرعد ع)	وہ چیز جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے' آپ کے رب کی طرف سے سچ ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اکثر لوگوں کا قرآن پر ایمان نہ لانا خود قرآن سے ثابت ہے' ایسی صورت میں رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والے مامور من اللہ کے عہد میں اکثر لوگ قرآن پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

فقلیلا مایومنون (البقرۃ ع)	پس تھوڑے سے ایمان لاتے ہیں۔

پس کلام اللہ سے ثابت ہوا ہے کہ اہل ایمان قلیل ہی ہوں گے!!

اس کے باوجود معترض کا یہ کہنا کہ مامور من اللہ کے عہد میں اکثر اہل زمین کا ایمان لانا ضروری ہے' خود کلام اللہ کی تکذیب کرنا ہے جو سراسر کفر ہے۔

کلام اللہ میں رسول اللہ صلعم کے لئے "رحمۃ اللعالمین (سورۃ الانبیاء) کے الفاظ آئے ہیں' کیا معترض اہل مکہ' اہل مدینہ اور نجران کے عبدالقیس ہی کو عالمین سمجھتا ہے؟

کیا اس بنا، پر معترض رسول اللہ صلعم کے مامور من اللہ ہونے سے انکار کردے گا؟

کیا ابوجہل کی طرح صرف امین وصادق مان کر رسول اللہ صلعم کو بھی مذکورہ پہلوان اور بچے سے تشبیہ دیکر اپنے زودق رکاکت اور رکاکت ایمانی کا ثبوت دے گا؟

ظلم وفساد تو فطرت انسانی ہے' عالمین سے اس کا مٹنا تو ایک طرف رہا کرۂ ارض کے کسی خطہ میں بھی نہ اس کا

بالکلیہ انسداد ہوا ہے اور نہ ہوگا!

کیا رسول اللہ صلعم کے زمانے میں رجم[1] کی سزا نہیں دی گئی؟ کیا قطع ید[2] کی سزا نہیں دی گئی؟ کیا بیماری ناتوانی کا لحاظ کر کے شتو تازیانے کے عوض نرم ٹہنیوں[3] کا مٹھا لے کر ایک ضرب نہیں لگائی گئی؟ کیا رسول اللہ صلعم نے اپنی ہی ایک کنیز کو تازیانے لگانے کے لئے حضرت علیؓ سے نہیں کہا[4]؟

جب خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں روئے زمین تو کیا، مکہ و مدینہ سے بھی ظلم و فساد نہ مٹ سکا تو تمام روئے زمین سے ظلم و فساد مٹا دینے کو شرط مہدیت قرار دینا احمقوں کی دنیا میں رہنا نہیں تو پھر کیا ہے؟ غرض زیر بحث روایت میں زمین کو عدل و انصاف سے بھرنا جو مذکور ہے تو اس سے اہل زمین کو نور ایمان سے منور کر دینا ہے، ظلم و جور کا بالکلیہ انسداد نہیں!

بہ فحوائے حدیث اگر ایک شخص بھی دولت ایمان سے مشرف ہو گیا تو از روئے قرآن اصلاح الارض ہو گئی! یہاں تو لاکھوں کے سینے نور ایمان سے منور ہو چکے ہیں!!!

صاحب اثبات المہدی نے نوحؑ پر ایمان لانے والوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے۔

درحق مہدیؑ بایں کوتاہی عمر و دعوی پنج سالہ چندیں ہزار بلکہ چند لکھہ مومنان ایمان آوردند (ص ۳۶)	مہدی کے حق میں اس قدر مختصر عمر اور پنج سالہ دعوت (موکد) کے باوجود کئی ہزار بلکہ کئی لاکھہ مومنین ایمان لائے۔

رسول اللہ صلعم کے بعد مامور من اللہ کی بعثت

معترض نے (ماہنامہ تجلی شمارہ نومبر ۱۹۶۴ء) اس امر کا بھی ادعا کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی مامور من اللہ مبعوث نہیں ہو سکتا معترض کا اس طرح کہنا قرآن و حدیث کی تکذیب کرنا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے۔

قال اهبطا منها جميعا بعضكم لبعض عدو فاما ياتينكم منى هدى فمن اتبع هداى فلا يضل ولا يشقى۔ (طٰہٰ ع ۷)	اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا دونوں کے دونوں جنت سے اترو تم میں بعض بعض کے دشمن ہونگے پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کریگا تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔

اس آیت میں تخاطب آدم و حوا سے ہے اور پھر اولاد آدم سے کہ میری طرف سے ہدایت آئے تو اس کا اتباع کرو اور جو اتباع نہ کرے گا تو وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور آخرت کے عذاب میں گرفتار۔

مذکورہ آیت میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے اور نہ یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں آئے گی پس جس طرح رسول اللہ صلعم سے قبل اللہ کی طرف سے ہدایت کا آنا ثابت ہے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے بعد بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا آنا ثابت ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے ہدایت لانے والے کا انکار کرنا گمراہی اور شقاوت ہے، اور جو مامور من اللہ کے منکر کو گمراہ اور شقی نہ جانے وہ خود کافر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[1] و [2] [3] شرح السنۃ و ابن ماجہ میں نرم چھوٹی ڈالیوں والی ایک بڑی ڈالی سے ایک ضرب لگانا مروی ہے (اشعۃ اللمعات) [4] اشعۃ اللمعات۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون | جو کوئی حکم نہ کرے اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق سو ایسے لوگ کافر ہیں۔

غرض کلام اللہ میں کوئی حکم مطلق آتا ہے تو اس کا تعین حدیث شریف سے ہو جاتا ہے مثلاً کلام اللہ میں اقیموا الصلوٰۃ (بقرۃ) کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ دن رات چوبیس گھنٹے نماز پڑھتے رہیں۔

مذکورہ صدر آیت کے یہ معنے تو نہیں کہ آدم وحوا کے اترنے سے لیکر قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اس طرح آیا کرے گی جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ہدایت آئی ہے۔

جس طرح رسول اللہ صلعم نے اقیموا الصلوٰۃ میں اوقات کا تعین فرمادیا اسی طرح رسول اللہ صلعم نے یہ تعین فرمادیا ہے کہ آپ کے بعد ایک مامور من اللہ (خلیفۃ اللہ المہدی) کے ذریعہ ہدایت آئے گی، پس جس طرح رسول اللہ صلعم کو جھٹلانا کفر ہے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والے مامور من اللہ کو جھٹلانا بھی کفر ہے۔ اگر مہدی کا انکار کفر نہ ہو تو آدم سے لے کر رسول اللہ صلعم تک جتنے بھی مامور من اللہ ہیں ان میں سے کسی کا بھی انکار کفر نہ ہوگا۔

معترض نے ماہنامہ تجلی (شمارہ اپریل ۱۹۶۵ء صـ۶) میں یہ بھی لکھا ہے "وہ کوئی ایسی کتاب پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہے جس میں امام کا مہدی موعود ہونا ثابت کیا گیا ہے" لیکن وہ اپنے مقتدا محمد قاسم نانوتوی کا "مباحثہ شاہجہانپوری" کی "تلاوت" ضرور کرتا ہے جس میں "سری رام چندر" اور "سری کرشن" کو بھی رسول اللہ صلعم کی طرح مامور من اللہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے!

رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والے مامور من اللہ سے انکار

رسول اللہ صلعم کے بعد آنے والے مامور من اللہ کے انکار کو کفر کہنا معترض کے پاس احمقانہ ظلم ہے معترض کے مذہب میں خدائے قدوس پر افترا کیا جائے کہ وہ جھوٹ بولنے کے غیب سے پاک نہیں تو وہ احمقانہ ظلم نہیں!

رسول اللہ صلعم کو اپنا "بڑا بھائی" قرار دیا گیا تو وہ احمقانہ ظلم نہیں تو پھر ایک مامور من اللہ کے جھٹلانے کو کفر کہنا کس طرح احمقانہ ظلم ہو جائے گا؟ معترض محض تعداد کی بنیاد پر حق و باطل کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے، حالانکہ کلام اللہ میں یہ آیا ہے۔

وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا۔ (النساء ع ۱۸) | اور کہا شیطان نے میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لوں گا۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

لی من کل الف تسعمائۃ و تسعۃ و تسعون وواحد للہ (تفسیر مدارک طبع مصر) | ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے میرے لئے اور ایک اللہ کے لئے۔ 999

ظاہر ہے کہ شیطان کا اتباع کرنے والے نو سو ننانوے ہوں تو اللہ والا صرف ایک ہوگا ایسی صورت میں مہدی خلیفۃ اللہ کے زمانہ میں تمام دنیا کا عدل سے پُر ہو جانا کس طرح متحقق ہو جائے گا؟ اس سے قبل ہم نے حدیث شریف

کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر کسی مامور من اللہ کی تصدیق کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی مامور من اللہ کے برحق ہونے میں شبہ کرنے والا کافر ہے۔

ہم نے قرآن سے بھی اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ ہمیشہ اقلیت ہی ایمان سے بہرہ ور ہوتی ہے اس کے علاوہ معترض کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں غیر مسلموں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے' ان غیر مسلموں میں کروڑوں عیسائی بھی شامل ہیں۔

عیسائی خدا کے قائل ہیں تمام انبیاء پر جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں ایمان رکھتے ہیں دوزخ وجنت اور حشر کے قائل ہیں ملائکہ کے وجود کو مانتے ہیں اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارقلیط کا ظہور زمانہ آئندہ میں ہوگا' ان کو صرف رسول اللہ صلعم کے فارقلیط ہونے میں ان کے اپنے دلائل کی روشنی میں انکار ہے صرف اسی بنا، پر ان کو کافر قرار دیا گیا ہے

اس کے باوجود اسلام میں مومن کا نکاح کتابیہ عورت سے جائز ہے' اس کے بطن سے جو اولاد ہو وہ حلال ہے لیکن صرف رسول اللہ صلعم کو نہ ماننے کی بناء پر مسلمان اولاد کی ماں کو یعنے ایک مسلمان کی شریک زندگی کو کافر ہی کہتے ہیں کیا معترض اس کو بھی احمقانہ ظلم کہے گا؟

اگر صرف کافر کہہ دینا ہی معترض کے پاس احمقانہ ظلم ہے تو پھر آدم سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء کو ماننے والی کتابیہ کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنا اور پھر اس کو کافر جاننا' اس کے پاس سب سے بڑا احمقانہ ظلم قرار پائے گا خصوصاً جب کہ مسلمان اولاد اس کافرہ کی آغوش میں نشوونما اور تربیت پا رہی ہو!

ظاہر ہے کہ صرف رسول اللہ صلعم کو نہ ماننے کی بناء پر شوہر اپنی شریک زندگی کو اور اولاد اپنی ماں کو کافر قرار دے سکتی ہے تو پھر قرآن اور رسول اللہ صلعم نے جس مامور من اللہ کے آنے کی خبر دی ہے اس کے جھٹلانے کو کفر کہنا معترض کے پاس احمقانہ ظلم کیسے ہو گیا؟

مامور من اللہ کا انکار کرنے والے کو صرف اس بناء پر کافر نہیں کہا جاتا کہ وہ مامور من اللہ کا منکر ہے بلکہ اس بناء پر بھی اس کے انکار کو کفر کہتے ہیں کہ وہ قرآن اور رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی کو جھٹلاتا ہے اور جو ایسی پیشین گوئی کو جھٹلائے وہ یقیناً کافر ہے اگر کافر کہنا احمقانہ ظلم ہوتا تو صاحب خلق عظیم پر نازل شدہ قرآن میں لفظ "الکافرین" کثرت سے استعمال نہ ہوتا! بقول معترض اگر کافر کہنا سب سے بڑی گالی ہے تو کیا اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ کتابیہ کے ساتھ نکاح کریں، اولاد کی پرورش اس کے ذمہ کریں اور پھر کافر کہہ کر سب سے بڑی گالی بھی دیں؟ کیا معترض کے پاس یہی تعلیم اسلام ہے؟

اسلام میں کافر کہنے کو سب سے بڑی گالی سمجھا جاتا جیسا کہ معترض سمجھ رہا ہے تو قرآن میں یہ لفظ کثرت سے استعمال نہ کیا جاتا' نہ اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال سمجھا جاتا اور نہ ایک مومن کو کافرہ (کتابیہ) کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جاتی!

اہل کتاب کا کافر ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔

قل یآ اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ | کہہ کہ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی نشانیوں کے ساتھ

واللہ شہید علی ما تعملون (آل عمران ع۱۰) | اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

اس کے باوجود اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور مومنین کو کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم (المائدہ ع۱)

آج حلال کی گئیں تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں اور کھانا (ذبیحہ) ان لوگوں کا جو کتاب دیئے گئے ہیں حلال ہے تمہارے واسطے اور تمہارا کھانا (ذبیحہ) حلال ہے ان کے واسطے اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔

کیا معترض کے پاس یہی تعلیم اسلام ہے کہ مسلمان اولاد کتابیہ کی آغوش میں نشوونما بھی پائے، تربیت بھی پائے اور پلٹ کر اپنی ہی ماں کو کافرہ کہہ کر سب سے بڑی گالی بھی دے !!!

یہ بھی واضح رہے کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کی طرح لفظ کافر بھی ظہور اسلام کے بعد خاص معنے میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

معترض ماہنامہ تجلی (شمارہ اپریل ۱۹۶۵ء ص۷) میں یہ کہتا ہے کہ منکر مہدی کو کافر کہنے کے ذکر ہی سے اس کے ذوق سلیم کو استفراغ ہوتا ہے تو ہم یہ پوچھتے ہیں کیا معترض کے ذوق سلیم کو اس آیت قرآنی کے ذکر سے بھی استفراغ ہوتا ہے جس میں کافر کتابی کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا گیا ہے اور مرد مومن کو کافرہ کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟

معترض کی عجیبیت ملاحظہ ہو کہ کافر کہنے کو بھی گالی قرار دیتا ہے اور کبھی سبب استفراغ ٹھیراتا ہے، اگر کافر کہنا واقعی دشنام یا سبب استفراغ ہوتا تو قرآن میں یہ لفظ کثرت سے استعمال نہ ہوتا !! اور دور نبوت میں ایک مرد مومن اور کافرہ ایک ہی گھر میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہوئے ازدواجی زندگی بسر نہ کرتے !!!

مدیر تجلی کا عقیدہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی مامور من اللہ کا مبعوث ہونا معترض کے نزدیک آیۂ خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہو سکتا چنانچہ عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی (دیوبند) کے مقتدا محمد قاسم نانوتوی نے رسالہ تحذیر الناس میں یہ لکھ دیا ہے "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"[1]

آیہ یاتینکم منی ھدی (طٰہٰ ع۱) اور احادیث صحاح کی بناء پر رسول اللہ صلعم کے بعد ایک مامور من اللہ کے ماننے پر معترض اس قدر چراغ پا ہو رہا ہے حالانکہ اس کے عقیدہ میں تو رسول اللہ صلعم کے جیسے کروڑوں پیدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ اس کے مقتدا محمد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھ دیا ہے[2]۔

مدیر تجلی کا شائع کردہ جعلی مکتوب اس سے قبل ہم نے مدیر تجلی سے کہہ دیا تھا کہ مہدیت کے تعلق سے کوئی اعتراض کرنے سے قبل اچھی طرح غور کر لے کہ کہیں آنحضرت صلعم یا کسی دوسرے مامور من اللہ

---

[1] تحذیر الناس (طبع مطبع مجتبائی دہلی) ص۲۸۔ [2] تقویۃ الایمان (طبع خواجہ برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء) ص۴۶۔

پر وہی اعتراض تو وارد نہیں ہو رہا ہے اور قرآن و حدیث کی پیشین گوئی تو اس کے زد میں نہیں آ رہی ہے۔ اس نے اس دفعہ بہ طور خود تو کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ ماہ جون ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں مبنیہ مرتد کے نام سے ایک جعلی خط شائع کیا ہے کہ امام علیہ السلام کی سیادت ثابت نہیں ہے اور آپ کے والدین کا نام حدیث کے مطابق نہیں ہے۔

مبنیہ مرتد ہم نے اس لئے کہا ہے کہ "نعمت اللہ" نامی پاکستان کا کوئی باشندہ چنچلگوڑہ میں مقیم نہیں ہے۔ واضح ہو کہ جنوبی ہند سے زیادہ شمالی ہند کے مسلمان آئے دن اسلام سے تو یہ کر کے عیسائی مذہب قبول کرتے رہتے ہیں۔ کیا اس سے اسلام کا باطل ہونا ثابت ہو جائے گا؟

اگر کوئی مرتد قبول مسیحیت سے متعلق عامر عثمانی کے پاس کوئی خط بھیجے تو کیا وہ اس کو اسی طرح شائع کر دیگا؟

پادری عماد الدین نے اسلام سے انحراف کر کے کتاب ہدایت المسلمین لکھی ہے۔ کیا عامر عثمانی نئی پود کی معلومات کے لئے اس کی تفصیل بھی مہیا کرے گا؟

معترض کا یہ غلط ادعا ہے کہ احادیث مہدیؑ امام علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہیں، حالانکہ صحاح کی حدیثیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے سب کی سب امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں، جیسا کہ توریت اور انجیل کی پیشین گوئیاں رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہیں حصہ اول، باب سوم میں، "اثبات مہدیت" کے تحت تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔

امام علیہ السلام کے والد کا نام اور خطاب ۱۔ ماہنامہ تجلی (شمارہ جون ۱۹۶۹ء) کے صفحہ ۱۳ پر مطلع الولایت کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ "جونپور میں سید خاں نامی رہتے تھے۔" حالانکہ مطلع الولایت میں لفظ "سید خاں" مذکور ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ معترض کیسا کذاب ہے!! مکتوب کے آخر میں اس کو یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی کہ وہ کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا ایسی دروغ بیانی ایک "نومسلمان" کا شیوہ ہو سکتا ہے یا "نامسلمان" کا خود ناظرین تصفیہ کر سکتے ہیں!

مطلع الولایت کے صفحہ ۷ پر امام علیہ السلام کا کرسی نامہ دیا گیا ہے، اس میں "سید عبداللہ بن سید عثمان" کے الفاظ موجود ہیں۔

۲۔ معترض نے مطلع الولایت کے حوالہ سے امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام صرف "آغا ملک" لکھ دیا ہے حالانکہ مطلع الولایت کے صفحہ ۹ پر اس کے ساتھ ہی "بی بی آمنہ" کے الفاظ موجود ہیں اس کے علاوہ مطلع الولایت کے صفحہ ۸ پر بھی یہ الفاظ ہیں۔

"والدہ آنحضرت بی بی آمنہ نیز سیدئ صالحہ عابدہ شب خیز بودند۔"

۳۔ امام علیہ السلام کے نسب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم کے شجرہ میں سید نعمت نام کا کوئی لڑکا نہیں ہے (صفحہ ۱۳) یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہے، یہ وہی اعتراض ہے جو معترض کے مقتداء ابو رجا شاہجہاں پوری نے کیا ہے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ کنز الانساب طبع بمبئی کے صفحہ ۶۱ پر اسماعیل بن موسیٰ کاظم کے آٹھ فرزندوں کے نام دیئے گئے ہیں، ان میں ایک فرزند "نعمت" بھی ہیں۔

امام علیہ السلام کا سلسلہ نسب جو حدیقۃ الحقائق، معارج الولایت، خاتم سلیمانی، اور مذاہب الاسلام (مطبوعہ) میں دیا گیا ہے اس کے مطابق ہے۔

بعض کتب جہدویہ میں نعمت اللہ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم کی جگہ "نعمت اللہ بن موسیٰ کاظم" جو آیا ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے "انا ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب" کی جگہ صرف "انا ابن عبدالمطلب" فرما دیا ہے۔

۴۔ معترض نے انصاف نامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا "کیا خداوند تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں ہے کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی کر دے"

یہ بھی کوئی نیا اعتراض نہیں ہے، یہ وہی اعتراض ہے جو ابو رجا شاہجہاں پوری نے کیا ہے، امامؑ نے علمائے مخالف کو ملزم گردانتے کے لئے ان کا قول بر سبیل تنزل مان کر جواب دیا ہے ورنہ آپ کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ ہے اور سید خاں خطاب ہے، امامؑ کے نسب سے متعلق حصہ اول باب اول میں مدلل ثبوت دیا جا چکا ہے (صفحہ ۲۲ تا ۳۲)

ایڈیٹر ماہنامہ تجلی کے عقیدہ کے لحاظ سے خداوند تعالیٰ اس بات پر تو قادر ہے کہ جھوٹ بھی بول سکے کیا اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ "سید خاں" کے بیٹے کو مہدی بنا دے خصوصاً جب کہ احادیث میں اس امر کی صراحت ہی نہیں ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔

۵۔ معترض کی تحقیق ملاحظہ ہو کہ "سید خاں میں لفظ "سید" موجود ہونے پر بھی امام علیہ السلام کے والد ماجد کو پٹھان قرار دے رہا ہے اگر وہ لفظ "خان" سے پٹھان ہونے پر استدلال کر رہا ہے تو لفظ "سید" سے کس پر استدلال کرے گا!

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سلسلہ نسب میں عدنان اور اسماعیل کے درمیان بعض نے چودہ پشتیں بیان کی ہیں اور بعض نے چالیس پشتیں بیان کی ہیں[۲]

اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم کے نسب میں چھبیس[۲۶] پشتوں کا فرق ہے اور امام علیہ السلام کے نسب میں ایک پشت کا بھی فرق نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ چھبیس[۲۶] پشتوں کے اختلاف کے باوجود معترض رسول اللہؐ کے قول کی بنا پر رسول اللہؐ کو اولاد اسماعیلؑ سے تسلیم کرتا ہے یا اپنی تحقیق کو کام میں لا کر عیسائیوں سے جا ملتا ہے۔

امام علیہ السلام کی سیرت کا سب سے قدیم ماخذ "مولود" میاں عبدالرحمان ہے، آپ کی ولادت امام علیہ السلام کی رحلت سے دو[۲] سال قبل یعنے ۹۰۸ھ میں ہوئی ہے۔

سیرۃ الرسول سے متعلق ہمیں ایسا کوئی قدیم ماخذ نہیں ملتا!

غرض مولود میاں عبدالرحمان میں یہ مروی ہے کہ امام علیہ السلام کے والد ماجد کا اسم گرامی میراں سید عبداللہ ہے (صـ۶) اور آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی آمنہ ہے (صـ۶) لفظ میراں تعظیمی ہے جیسے بندگی، حضرت وغیرہ۔

مذکورہ روایت بہ حیثیت روایت تسلیم نہ کی جائے تو ان کتب حدیث کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے جن کے مولفین کی ولادت ہی رسول اللہ صلعم کی رحلت کے تقریباً دو سو[۲۰۰] سال بعد ہوئی ہے!!!

---

[۱] اشعۃ اللمعات [۲] روضۃ الاحباب (طبع لکھنو)

معترض نے مطلع الولایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کی والدہ کا نام "آغا ملک" ہے حالانکہ مطلع الولایت مولود میاں عبدالرحمان کے برسوں بعد لکھی گئی ہے اس سے قطع نظر خود مطلع الولایت میں بھی امام علیہ السلام کی والدہ کا نام "بی بی آمنہ" ہونا مذکور ہے (ص۹) جیسا کہ اس سے قبل بھی تصریح کردی گئی خیر الدین محمد الہ آبادی صاحب جونپور نامہ نے "خواجہ سید محمد" کے عنوان سے جو عبارت لکھی ہے اس سے "بی بی آمنہ" اور "آغا ملک" کی توضیح ہوجاتی ہے۔

پدرش خواجہ عبداللہ از جانب سلطنت سید خاں خطاب داشت و مادرش آمنہ خاتون کہ خواہر قوام الملک باشد بہ آغا ملک مخاطب بود، ہر دو پدر و مادر از اجلہ سادات بنی فاطمہ بودند (جونپور نامہ باب پنجم)

ان کے والد سید عبداللہ سلطنت کی طرف سے "سید خاں" کا خطاب دیا گیا تھا" آپ کی والدہ آمنہ خاتون قوام الملک کی بہن تھیں اور "آغا ملک" سے مخاطب کی جاتیں، ماں اور باپ دونوں اکابر سادات بنی فاطمہ سے تھے۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ ہے اور "سید خاں" خطاب ہے "آغا" ترکی زبان کا لفظ ہے اور فارسی میں عورتوں کے نام کے آگے بھی احتراماً لایا جاتا ہے غرض مذکورہ عبارت سے یہ بھی ثابت ہے کہ امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام "بی بی آمنہ" ہے اور "آغا ملک" سے بھی مخاطب کی جاتی تھیں۔

مطلع الولایت کے بعد شواہد الولایت لکھی گئی ہے، اس میں امام علیہ السلام کی والدہ کا نام بی بی آمنہ ہونا تو مذکور ہے لیکن "آغا ملک" کا ذکر تک نہیں۔

"آغا ملک" کا ذکر نہ کرنے پر ابورجا نے صاحب شواہد الولایت پر اعتراض کیا ہے اور یہ اعتراض بے معنی ہے اس لئے کہ شواہد الولایت کی روایت مولود میاں عبدالرحمان کے مطابق ہے اور مولود میاں عبدالرحمان مطلع الولایت سے قبل لکھا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل تصریح کردی گئی۔ اس سے قطع نظر صاحب جونپور نامہ کو جو معلومات جونپور کی تاریخ اور وہاں کی روایات سے متعلق حاصل تھے، اس سے شاہجہانپوری اور دیوبندی دونوں بے خبر ہیں!

والدین امام علیہ السلام کے اسماء سے متعلق جونپور نامہ اور کتب مہدویہ ہر دو متفق ہیں بہرحال امام علیہ السلام کی سیادت غیر مہدویہ کی بھی مسلمہ ہے چنانچہ صاحب تحفۃ الکرام نے بھی لکھا ہے کہ امامؑ کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ ہے اور "خاں" خطاب ہے۔

جونپور نامہ، جونپور میں لکھا گیا اور تحفۃ الکرام علاقہ سندھ میں لکھی گئی، اس کے باوجود امامؑ کے والد کے اسم گرامی اور آپ کے خطاب سے متعلق دونوں متفق البیان ہیں (تفصیل حصہ اول باب اول میں ہے)

اس سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام کی سیادت اس زمانے میں کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔

رسول اللہ صلعم کا پیدائشی نام اب یہاں ایک اصولی بات بیان کرنا بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی کسی پیشین کا مصداق ہو اور اس کے نام ایک سے زائد ہوں تو اسی نام سے حجت لی جائیگی جو پیشین گوئی کے مطابق ہو عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کی بعثت سے متعلق جو خبر دی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (الصف ع) | اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

رسول اللہ صلعم کا اسم مبارک تو محمد ہے اور یہ نام آپ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا ہے[1] قرآن میں سورہ "محمد" موجود ہے اور محمدؐ ہی کا رسول ہونا مذکور ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

محمد رسول اللہ | محمد اللہ کے رسول ہیں

معترض غالباً اسلام سے بھی توبہ کرے گا یہ کہہ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی میں "احمد" مذکور ہے "محمد" نہیں! معترض کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم چالیس برس کی عمر تک "محمد" ہی کے نام سے اپنی قوم میں مشہور و معروف رہے لیکن نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ "احمد" بھی آپ کا نام ہے۔

مسلم نے ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

انا محمد و احمد والمقفی[2] | میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور پیچھے آنے والا ہوں۔

غرض قرآن سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی کا نام احمد ہوگا اور قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کا اسم گرامی محمد ہے لیکن حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "احمد" بھی رسول اللہ صلعم کا نام ہے۔

اس نام کی بنا پر آپؐ عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کا مصداق اتم ہیں، کیا معترض یہاں بھی یہی کہے گا کہ رسول اللہ صلعم کو عیسیٰؑ کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دینے کے لئے مذکورہ بالا روایت وضع کر لی گئی ہے؟

امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ "بی بی آمنہ" بھی کہلاتی تھیں اور "آغا ملک" بھی، "بی بی آمنہ" کی روایت حدیث کے مطابق ہے، اس لحاظ سے حدیث کا یہ جزو امام علیہ السلام کے حسب حال ہے امام علیہ السلام کے والد ماجد "میراں سید عبداللہ" بھی کہلاتے تھے اور "سید خاں" بھی "سید عبداللہ" "بی بی آمنہ" کی روایت حدیث کے مطابق ہے، پس یہ جزو بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہے۔

مشرکین عرب کا رسول اللہ کو ابن ابی کبشہ کہنا

مشرکین عرب رسول اللہ صلعم کو "ابن ابی کبشہ" کہتے تھے چنانچہ صاحب منتہی الارب نے یہ لکھا ہے۔

مشرکین آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کبشہ خواندندی[3] | مشرکین آنحضرت صلعم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔

ابن مسعود سے جو حدیث مروی ہے اس میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں۔

گفتند کفار بہ تحقیق سحر کرد شما را ابن ابی کبشہ[4] | کفار نے کہا تحقیق کہ جادو کر دیا تم پر ابن ابی کبشہ نے

صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث آئی ہے اس میں ہرقل اور ابوسفیان کے سوالات اور جوابات درج ہیں، ہرقل کے دربار سے نکل آنے کے بعد ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے جو کہا وہ اس طرح مروی ہے۔

فقلت لاصحابی حین خرجنا لقد امر امر ابن | پس کہا میں نے اپنے ساتھیوں سے جب ہم باہر آئے تحقیق کہ ابن ابی کبشہ

---

[1] مدارج النبوۃ [2] صحیح مسلم [3] منتہی الارب (طبع مطبع سرکاری لاہور) [4] اشعۃ اللمعات۔

ابی کبشہ انہ لیخافہ ملک بنی الاصفر[1] | کا کام بن گیا کیونکہ بنی اصفر (روم) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کو ابن ابی کبشہ بھی کہتے تھے کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کے والد کا نام عبداللہ نہیں ہے؟ کیا اس سے یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد نہیں ہے؟

اس سے قطع نظر قرآن کی مسلمہ پیشین گوئی کے خلاف خود رسول اللہ صلعم کا پیدائشی نام احمد کی جگہ محمد ہونا آپ کے دعوی نبوت کو باطل نہ کر سکا تو امام علیہ السلام کے والدین کے اسمائے گرامی بزعم مدعی بالفرض خلاف حدیث ہوتے تو بھی امام علیہ السلام کا دعوی کس طرح باطل ہو سکتا تھا؟ خصوصاً جب کہ کتب صحاح میں یہ صراحت ہی نہیں ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا!

تاریخ داؤدی اور میراں سید خاں کا آلِ رسول سے ہونا

اب رہا مبینہ مرتد کا یہ شبہ کہ "سید خاں" سیادت کی نفی کر رہا ہے تو یہ تاریخ سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے تاریخ داؤدی عہد جہانگیری (۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ) میں لکھی گئی ہے اور اس کا مولف عبداللہ ہے شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے یہ تاریخ بہ تصحیح صدر شعبۂ تاریخ، شیخ عبدالرشید ۱۹۵۷ء میں شائع کر دی ہے اس میں سلطان سکندر لودی کے حالات میں یہ لکھا ہے۔

سلطان حسین شرقی بعد از اطلاع بہم رساند میر سید خاں (را) کہ از مرایان کلاں سلطان حسین بود بہ ایلچی گری فرستاد .....

سلطان سکندر بہ "میراں سید خاں" گفت شما فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہستید چرا اورا معقول نمی سازید کہ باز پشیمان خواہد شد (ص ۴۷)

سلطان حسین شرقی نے اس بات سے مطلع ہونے کے بعد میر سید خاں کو جو اس کے اکابر امراء میں سے تھے ایلچی بنا کر سلطان سکندر لودی کے پاس بھیجا .....

سلطان سکندر لودی نے "میراں سید خاں" سے کہا آپ رسول اللہ صلعم کے فرزند ہیں آپ سلطان حسین شرقی کو معقول پسند ہونے کی تعلیم کیوں نہیں دیتے، اس لئے کہ اس کو پھر پچتانا پڑیگا۔

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ لفظ "خاں" خطاب پر دلالت کر رہا ہے، اس سے سیادت کے خلاف استدلال کرنا تاریخ اور خصوصاً تاریخ جونپور سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے!

معترض کا مرتد ہونا یوں بھی ثابت ہے کہ اس نے ص ۱۴ پر مکتوب کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ وہ "کلمہ توحید[2]" پڑھ کر مسلمان ہوا "لا الہ الا اللہ" کلمہ توحید ہے، پس معلوم ہوا کہ "محمد رسول اللہ" اس کے ایمان کا جزو نہیں ہے!

امام علیہ السلام کی کنیت

جس طرح امام علیہ السلام کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے اسماء گرامی حدیث کے مطابق ہیں اسی طرح امام علیہ السلام کا اسم مبارک اور آپ کی کنیت بھی حدیث کے مطابق ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

صاحب جنت الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

بعد از چند مدت یک روز شیخ الاسلام سید عبداللہ را | کچھ مدت کے بعد شیخ نے سید عبداللہ سے پوچھا کہ

---

[1] صحیح بخاری [2] اشعۃ اللمعات۔

پرسیدند کہ سید محمد خوش حال است گفتند آرے، شیخ باز پرسیدند کہ تمام کنیت وی چیزے ہست یا نہ گفتند جد ما ابو القاسم بود بنا بر آں گاہی ابو القاسم می گوئیم (باب چہارم)

سید محمد خوش حال ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر شیخ نے پوچھا ان کی کنیت بھی کوئی رکھی گئی ہے یا نہیں، انہوں نے کہا ہمارے جد اعلیٰ کی کنیت ابو القاسم تھی اسی بنا پر ہم اس بچہ کو کبھی کبھی ابو القاسم کہا کرتے ہیں۔

شواہد الولایت میں یہ روایت آئی ہے۔

بعد از مدتے پرسیدند کہ آں پسر را بہ چہ کنیت می نامید، جواب دادند کہ نام جد ما سید قاسم بود بنا بر اں گاہ گاہ ابو القاسم می خوانیم (باب چہارم)

ایک مدت کے بعد پوچھا کہ اس لڑکے کی کیا کنیت رکھے ہو، جواب دیا کہ ہمارے جد کا نام سید قاسم تھا، اسی بناء پر کبھی کبھی اس کو ابو القاسم کہتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ "سید عبد اللہ" کا اپنے فرزند "سید محمد" کی کنیت ابو القاسم رکھنا از روئے حدیث ناروا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر متفق علیہ نہیں ہے چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

اقوال علماء در ایں باب مختلف است و احادیث نیز مختلف آمدہ[1]

علماء کے اقوال اس باب میں مختلف ہیں اور حدیثیں بھی مختلف آئی ہیں۔

امام مالک نے محمد نام اور ابو القاسم کنیت کے جمع کرنے کو روا رکھا ہے جیسا کہ صاحب سفر السعادت نے بیان کیا ہے۔

جمع میان کنیت و اسم روا است و ایں قول از امام مالک رحمہ اللہ منقول است[2]۔

جمع کرنا ابو القاسم کنیت اور محمد نام کا روا ہے، اور یہ قول امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ بھی لکھا ہے۔

جمع نیز درست است و ایں قول را با امام مالک نسبت می کنند و ایشاں می گویند کہ احادیث منع منسوخ اند[3]

محمد نام اور ابو القاسم کنیت کا جمع کرنا بھی درست ہے، اور اس قول کو امام مالک سے نسبت دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں جو محمد نام اور ابو القاسم کنیت کے جمع کرنے کو منع کرتی ہیں منسوخ ہیں۔

اس کی تائید سفر السعادت اور شرح سفر السعادت کی مندرجۂ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

ایں طائفہ کہ تجویز جمع میان اسم و کنیت میکنند می گویند احادیث دالہ بر منع جمع میان اسم و کنیت منسوخ است و آں جمع جائز است ہم در حیات و ہم بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[4]

یہ جماعت جو نام اور کنیت کے جمع کرنے کو جائز قرار دیتی ہے یہ کہتی ہے کہ وہ حدیثیں جو محمد نام اور ابو القاسم کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں منسوخ ہیں اور وہ (یعنی نام اور کنیت کا) جمع کرنا جائز ہے رسول اللہ کے حین حیات بھی اور آپ کی رحلت کے بعد بھی۔

امام مالک کی ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

نیز دلیل مالک بر جواز جمع میان نام و کنیت حدیث عائشہ رض

نیز امام مالک کی دلیل نام اور کنیت کو جمع کرنے کے جواز پر عائشہ رض

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] سفر السعادت [3] اشعۃ اللمعات [4] شرح سفر السعادت۔

است کہ ابو داؤد آوردہ (شرح سفر السعادت صـ۳۹)

کی حدیث ہے جو ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

مذکورہ حدیث یہ ہے۔

عن عائشة ان امرأة قالت يارسول الله انى ولدت غلاما فسميته محمدا و كنيته ابا القاسم فذكر لى انك تكره ذلك فقال ما الذى اصل اسمى و حرم كنيتى او ما الذى حرم كنيتى و اصل اسمى رواه ابو داؤد [1]

عائشہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ میرے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پس میں نے اس کا نام محمد رکھا اور کنیت ابو القاسم رکھی، پس مجھ سے کہا گیا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں، پس رسول اللہ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے جس نے میرے نام کو حلال گردانا اور میری کنیت کو حرام گردانا یا (یہ فرمایا کہ) وہ کیا چیز ہے جس نے میری کنیت کو حرام قرار دیا اور میرے نام کو حلال قرار دیا روایت کی ہے اس کی ابو داؤد نے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اسم مبارک پر نام رکھنا اور اس کے ساتھ آپ کی کنیت پر کنیت رکھنا روا ہے۔

ظاہر ہے کہ میرا ں سید عبد اللہ کا اپنے فرزند "سید محمد" کی کنیت ابو القاسم رکھنا مذکورہ حدیث کی روشنی میں مورد اعتراض نہیں ہو سکتا!

دوسرے یہ کہ خود رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ مہدی کا نام محمد اور ان کی کنیت ابو القاسم ہوگی۔

ا۔ صاحب حجج الکرامہ نے یہ لکھا ہے۔

قاضی عیاض در شفا گفتہ است ابو القاسم است و بہر حال وی جامع باشد میان نام و کنیت وی صلعم [2]

قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ مہدی کی کنیت ابو القاسم ہے، بہر حال مہدی رسول اللہ کے نام اور کنیت کے جامع ہوں گے۔

ب صاحب عقد الدرر نے الباب الثانی میں یہ روایت کی ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخرج فى آخر الزمان رجل من ولدى اسمه اسمى وكنيته كنيتى يملاء الارض عدلا كما ملئت جورا [3]

عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری اولاد سے ایک شخص آخر زمانہ میں نکلے گا اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی، زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح کہ ظلم سے بھر دی گئی۔

غرض نام اور کنیت کی علامت بھی امام علیہ السلام میں پائی گئی۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے نام اور کنیت کو جمع کرنے کے تعلق سے کوئی "گفتگو" ہی نہیں کی، البتہ شواہد الولایت کی مذکورہ صدر روایت پر یہ اعتراض کیا ہے "کوئی بیٹا قاسم نہ تھا تو دادے کے نام پر اسم بے مسمیٰ ابو القاسم مقرر کر دیا" (ہدیہ مہدویہ طبع اول صـ۲۰۱)

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] حجج الکرامہ (طبع مطبع شاہجہانی بھوپال) [3] عقد الدرر (عربی قلمی)

مولف ہدیہ کا یہ اعتراض اس کے حدیث میں بے مایہ ہونے پر دلالت کرتا ہے' ابوالقاسم کنیت رکھنے کے لئے قاسم نامی کوئی بیٹا ہونا ضروری نہیں ہے چنانچہ شارح سفر السعادت نے یہ لکھا ہے۔

کنیت گاہے با ضافۂ ولدی باشد خصوصاً باکبر اولاد گاہے بے آں کہ او را ولدے باشد اضافہ بوے کنند تفاولاً [1]

کنیت کبھی اولاد کی نسبت سے ہوتی ہے خصوصاً اس کی نسبت سے جو اولاد میں سب سے بڑا ہو اور کبھی کوئی اولاد نہ بھی ہو تو بہ طور تفاول اس سے نسبت کرتے ہیں۔

ابوداؤد کی لائی ہوئی مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ خود رسول اللہ صلعم کے حین حیات ہی ایک بچہ کی کنیت ابوالقاسم رکھی گئی تھی۔

مدیر تجلی کا دوسرا جعلی مکتوب

اب[2] اس جعلی مکتوب کا جواب دیا جاتا ہے جو عامر عثمانی نے "مہدیت کی جھلکیاں" کے عنوان سے رسالہ تجلی کے شمارہ ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔

یہ جعلی مکتوب شائع کرنے سے بھی عامر عثمانی کا کام نہیں بن سکتا اس لئے کہ اس جعلی مکتوب سے بھی "اس کے اپنے مذہب" کی حنفانیت ثابت نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بھی بول سکتا ہے!

مہدیؑ اور خلافت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے بیعت کرنے کی فضیلت اس طرح بیان کی ہے۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (الفتح ع۱) | جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے ہیں خود رسول اللہ نے مہدیؑ سے بیعت کرنے کی اس طرح تاکید فرمائی ہے۔

فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدیؑ | پس اس سے بیعت کرو اگرچہ کہ تمہیں برف پر رینگنا ہو پس تحقیق کہ وہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے۔

واضح ہو کہ ائمہ حدیث نے احادیث مہدی کی صحاح میں تصحیح کی ہے اور ناقدین حدیث مثلاً ابن تیمیہ وغیرہ نے احادیث مہدی کو صحیح مان لیا ہے۔

اس کے علاوہ محدثین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ احادیث مہدی حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں (تفصیل حصہ اول باب ہفتم میں پڑھیئے)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے۔

قل انی ھدانی ربی (الانعام غ۲۰) | کہہ تحقیق ہدایت کی مجھ کو میرے رب نے۔

جب آنحضرتؐ کو ہدایت کرنے والا حق تعالیٰ ہے تو آپ کی ذات بھی مہدی ٹھیری' اس بنا پر رسول اللہ صلعم کے اسمائے شریفہ میں "المہدی" بھی ہے۔

ھذا صحیح علی شرط الشیخین۔ | یہ حدیث شیخین (یعنی بخاری و مسلم) کے شروط پر صحیح ہے۔

ذہبی کے پاس بھی مذکورہ حدیث شیخین کے شروط پر صحیح ہے (تفصیل حصہ اول باب ہفتم میں ہے)۔

---

[1] شرح سفر السعادت [2] یہ مکتوب فرضی نام سے شائع کیا گیا ہے [3] مدارج النبوۃ۔

احمد ابن حنبل نے ثوبان سے جو روایت کی ہے اس میں بجائے "خلیفۃ اللہ المہدی" کے الفاظ آئے ہیں "عہدی جس طرح خلیفۃ اللہ ہے اسی طرح ہر نبی خلیفۃ اللہ ہے چنانچہ صاحب مدارک نے انی جاعل فی الارض خلیفۃ (البقرۃ ع۴) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

لان آدم کان خلیفۃ اللہ فی ارضہ وکذلک کل نبی[1]	اس لئے کہ آدم خلیفہ اللہ تھے اس کی زمین میں، اور اسی طرح تمام انبیاء

صاحب روح المعانی نے یہ بیان کیا ہے

ومعنی کونہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی ارضہ وکذلک کل نبی استخلفہم[2]	اس کے خلیفہ ہونے کے معنے یہ ہیں تحقیق کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اس کی زمین میں اور اسی طرح تمام انبیاء، ان کو اپنا خلیفہ بنایا اللہ تعالیٰ نے

آدم علیہ السلام کی طرح رسول اللہ صلعم کو بھی خلافت حق حاصل تھی چنانچہ مواہب علیہ نے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

خلافت حق مر آنحضرتؐ را ثابت بودہ[3]	خلافت حق آنحضرت صلعم کے لئے ثابت تھی۔

مہدی سے بیعت کرنے کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی ذات اقدس کی طرح مہدی خلیفۃ اللہ کو بھی دافع ہلاکت امت قرار دیا ہے جیسا کہ رزین نے روایت کی ہے۔

کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا۔	وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتداء میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کے سلسلے سند کو "سلسلۃ الذہب" (سونے کی زنجیر) مانا ہے (تفصیل حصہ دوم باب سوم میں ہے)

ظاہر ہے کہ رسول و مسیح کی طرح مہدی، خلیفۃ اللہ بھی ہے، دافع ہلاکت امت بھی ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفۃ اللہ، نبی کی طرح معصوم ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بعث اللہ من نبی ولا استخلف من خلیفۃ الا کانت لہ بطانتان بطانۃ تامرہ بالمعروف وتحضہ علیہ وبطانۃ تامرہ بالشر وتحضہ علیہ والمعصوم من عصمہ اللہ رواہ البخاری[4]	ابو سعید سے مروی ہے، کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اور نہ بنایا کسی کو اپنا خلیفہ مگر یہ کہ اس کے دو اندرونی دوست ہوتے ہیں، ایک اس کو حکم دیتا ہے معروف کا اور اس کو اسی پر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اس کو حکم دیتا ہے شر کا اور اسی کو اس پر برانگیختہ کرتا ہے اور معصوم وہی ہے جس کو اللہ بچائے (گناہ سے) روایت کی اس کی بخاری نے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] تفسیر مدارک (طبع مصر) [3] روح المعانی (طبع مطبع المیریۃ بلاق) [4] مواہب علیہ (طبع کانپور) [5] اشعۃ اللمعات۔

مذکورہ حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ بھی اسی معنی میں معصوم ہے جس معنی میں نبی معصوم ہوتا ہے۔
اس حدیث میں خلیفہ سے مراد وہ خلیفہ ہے جس کو رسول اللہ کی طرح خلافت حق حاصل ہے، اس سے وہ خلفاء مراد نہیں ہو سکتے جنھیں صرف ریاست خلق حاصل تھی۔

مراتب مہدیؑ آیۂ فاما یاتینکم منی ھدی (طٰہٰ ع) (پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے) اور مذکورہ احادیث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلعم اور دوسرے انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہیں، اسی طرح مہدی خلیفۃ اللہ بھی ہدایت ہے، اب مہدی سے متعلق چند اور روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ صاحب عقد الدرر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

اسمہ اسمی وخلقہ خلقی (الباب ثانی) | اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کا خُلق میرا خُلق ہوگا۔

یہاں خلق مطلق ہے، لہٰذا خلق کے تمام جہات متصور ہوں گے، اس لحاظ سے مہدی کا رسول اللہ کی طرح "خُلق عظیم" پر ہونا ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے عنوان "اخلاق مہدی" پڑھیے (ص ۱۳۲)

ب۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا یختم اللہ بہ الدین کما افتتحہ بنا (عقد الدرر الباب السابع) | رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مہدی ہمیں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دین کو ختم فرمادیگا، جس طرح کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے۔

اس سے مہدیؑ کا خاتم دین ہونا ظاہر ہے۔

ج۔ عن محمد ابن سیرین قال قیل لہ المھدی خیر ام ابوبکر و عمر قال ھو خیر منھما و یعدل بالنبی[1] | محمد ابن سیرین سے روایت ہے، کہا کہ ان سے کہا گیا کہ مہدی بہتر ہیں یا ابوبکر و عمر تو انہوں نے کہا کہ مہدی ان دونوں سے بہتر ہیں اور نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

ابو عبداللہ نعیم بن حماد[2] نے کتاب الفتن میں اس کی تخریج کی ہے اور صاحب عقد الدرر نے الباب سابع میں اس کی روایت کی ہے اس روایت میں مہدیؑ کا ابوبکر و عمر سے افضل ہونا اور رسول اللہ صلعم کے برابر ہونا مذکور ہے۔
یہ اس لئے کہ مہدیؑ اور رسول اللہ ہر دو خلیفۃ اللہ ہیں اور ابوبکر خلیفۃ اللہ نہیں ہیں جیسا کہ خود انہوں نے اقرار کیا ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے یہ روایت کی ہے۔

حدثنا وکیع عن نافع بن عمر عن ابن ابی ملیکۃ قال قال رجل لابی بکر خلیفۃ اللہ قال لست بخلیفۃ اللہ ولکنی خلیفۃ رسول اللہ و انا راضی بذالک[3] | حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے نافع بن عمر سے اور اس نے ابن ابی ملیکہ سے کہا کہ ایک شخص نے ابوبکرؓ سے کہا "اے خلیفۃ اللہ" ابوبکرؓ نے کہا میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں، میں خلیفہ رسول اللہ ہوں اور اسی سے میں راضی ہوں۔

جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق مراتب ہے خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول میں بھی فرق مراتب ہے،

---

[1] کتاب الفتن (عربی قلمی) [2] ابو عبداللہ نعیم بن حماد نے ۲۲۸ھ میں وفات پائی ہے [3] مصنف ابن ابی شیبہ (عربی قلمی)

اسی بناء پر ابن سیرین نے کہا ہے کہ مہدیٔ خلیفۃ اللہ، ابوبکر سے بہتر ہیں اور نبی علیہ السلام کے برابر ہیں ابن سیرین کی روایت سے عامر عثمانی تو کوئی تعرض ہی نہیں کر سکتا اس لئے کہ خود اس کے مذہب میں کروڑوں رسول اللہ کے برابر ہو سکتے ہیں چنانچہ اس کے مقتداء اسماعیل دہلوی نے یہ لکھ دیا ہے۔

"چاہے تو کروڑوں، نبی اور ولی اور جن، فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے"[1]

جب عامر عثمانی کے مقتداء محمد قاسم نانوتوی نے "مباحثہ شاہجہاں پور"[2] میں "سری رامچندر جی اور سری کرشن جی" کو بھی مامور من اللہ ہونے میں رسول اللہ صلعم کے برابر مان لیا ہے تو بھلا ابن سیرین کی روایت میں مہدیٔ خلیفۃ اللہ کا رسول اللہ کے برابر ہونا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا؟

فاما یاتینکم منی ھدیً (طٰہٰ ع) سے ظاہر ہے کہ آدم و حوا کے اترنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ میری طرف سے ہدایت آئے تو اس کا اتباع کیا جائے، اس سے انکار کرنا گمراہی اور شقاوت ہے،

امام مہدیؑ اور مرسلین اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت لے کر آئینگے، قیامت کے دن ان سے سوال بھی کیا جائیگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین (الاعراف ع ۱)	پس البتہ سوال کرینگے ہم ان لوگوں سے جن کی طرف بھیجا گیا ہے، اور البتہ سوال کرینگے ہم ان سے جو بھیجے گئے ہیں۔

اس آیت میں لفظ "المرسلین" آیا ہے، یہ جمع ہے مرسل کی لیکن اس کے معنے وہ نہیں ہیں جو عجمیوں نے مقرر کر لیئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتعلمون ان صالحًا مرسل من ربہ (الاعراف ع ۱۰)	کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

کیا خلیفۃ اللہ، حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں بھیجا جاتا؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن کا ہدایت کے ساتھ آنا بیان کیا گیا ہے انہی کے لئے "المرسلین" بھی آیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں "المرسلین" سے اگر صرف "رسل" مراد لی جائے تو پھر یہ سوال ہو سکتا ہے کیا انبیاء سے قیامت کے دن کوئی سوال ہی نہیں کیا جائے گا؟

مہدی خلیفۃ اللہ ہے، دافع ہلاکت امت ہے، خاتم دین ہے، اگر یہ "المرسلین" میں داخل نہیں ہے تو اکثر انبیاء بھی داخل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ بزعم منکرین ہر نبی پر رسول کا اطلاق نہیں ہو سکتا!

حاصل یہ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر مہدی علیہ السلام تک، حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت لے کر آنے والوں پر "المرسلین" کا اطلاق ثابت ہے، ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مہدی معصوم نہیں، اس کا منکر کافر نہیں، قرآن حدیث کی تکذیب کرنا ہے، احمد رضا خاں بریلوی کے پیرو، محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متبعین کی نماز میں

---

[1] تقویۃ الایمان (طبع فاروقی دہلی) ص ۳۵ [2] مباحثہ شاہجہاں پور (طبع مطبع مجتبائی دہلی) سنہ ۱۹۱۴ء ص ۷۶

اقتداء نہیں کرتے تو بھلا جو ہستی "المرسلین" میں داخل ہو، اس کے منکر کے پیچھے کس طرح نماز ادا کی جائے گی؟

قاسم نانوتوی اور مراتب رسول

عامر عثمانی کا یہاں ختم نبوت کا ذکر کرنا بے محل ہے جب کہ یہ اس کے معتقدات کا مسلمہ ہی نہیں ہے چنانچہ صاحب حسام الحرمین نے قاسم نانوتوی کے رسالہ "تحذیر الناس" کے حوالہ سے یہ عقیدہ لکھا ہے۔

القاسمیۃ المنسوبۃ الی قاسم النانوتی صاحب تحذیر الناس و ھو القائل فیہ "ولو فرض فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذلک بخاتمیۃ و انما تخییل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین بمعنی آخر النبین مع انہ لا فضل فیہ عند اھل الفھم[1]

قاسمیہ قاسم نانوتی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں یہ کہا ہے "بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا یہ دستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

قاسم نانوتوی کے مذکورہ بیان سے دو باتیں ظاہر ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو بھی رسول اللہ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آسکتا! دوسرے یہ کہ رسول اللہ کا آخری نبی ہونا بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے!

جب رسول اللہ صلعم کے بعد کسی جدید نبی کا آنا بھی خاتمیت محمدی کے خلاف نہیں ہو سکتا تو مہدی علیہ السلام جو رسول اللہ کے مبشر ہیں ان کا "المرسلین" میں داخل ہونا کس طرح خاتمیت محمدی کے خلاف ہو جائے گا؟ خصوصاً جب کہ وہ خلیفۃ اللہ بھی ہیں، دافع ہلاکت امت بھی ہیں، اور خاتم دین بھی ہیں۔

مدار نبوت اور مدار مہدیت کی توضیح

اب رہی یہ بحث کہ آخر مدار مہدیت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہی مدار مہدیت ہے جو مدار نبوت ہے یعنے اخلاق حمیدہ اس کی تفصیل یہ ہے۔

آیۂ "سانزل مثل ما انزل اللہ" (نازل کروں گا میں بھی مانند اس چیز کے کہ نازل کی ہے اللہ نے) کے ذیل میں یہ مروی ہے کہ کاتب وحی آیۂ "لقد خلق الانسان من سلالۃ" لکھ رہا تھا، جب وہ "ثم انشاناہ خلقا آخر" تک پہنچا تو اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے فتبارک اللہ احسن الخالقین (المومنون ع۱)

۱۔ صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کی ہے۔

فلما نزلت لقد خلق الانسان من سلالۃ من طین املاھا رسول اللہ فعجب عبد اللہ من تفصیل خلق الانسان

جب نازل ہوئی آیت "تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو مٹی کے خلاصہ (یعنے غذا) سے لکھوایا اس کو رسول اللہ صلعم نے پس پسند آئی عبداللہ کو انسان کو پیدا کرنے کی تفصیل

---

[1] حسام الحرمین (طبع لاہور) ص ۱۰۸، ۱۰۹

فقال فتبارك الله احسن الخالقين فقال النبي اكتبها فهكذا نزلت فشك عبد الله وقال لئن كان محمد صادقا لقد اوحي الي كما اوحي اليه فارتد عن الاسلام ولحق بالمشركين الي آخره[1]

پس کہا عبداللہ نے "پس بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام پیدا کرنے والوں سے بہتر ہے" پس نبی صلعم نے کہا اسی کو لکھ لو اسی طرح نازل ہوئی ہے پس عبداللہ نے شک کیا اور کہا اگر محمد سچے ہیں تو تحقیق میری طرف بھی وحی کی گئی ہے جس طرح کہ ان کی طرف وحی کی گئی ہے پس وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور مشرکین سے جا ملا۔

ب۔ تفسیر کشاف میں یہ مروی ہے۔

فلما نزلت ولقد خلق الانسان من سلالة من طين الي آخر الآية عجب عبد الله من تفصيل خلق الانسان فقال "فتبارك الله احسن الخالقين" فقال عليه السلام اكتبها فكذلك نزلت فشك عبد الله وقال لئن كان محمد صادقا لقد اوحي الي كما اوحي اليه ولئن كان كاذبا لقد قلت كما قال فارتد عن الاسلام[2]

جب نازل ہوئی آیت "تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو مٹی کے خلاصہ (یعنے غذا) سے" پسند آئی عبداللہ کو تخلیق انسان کی تفصیل پس کہا عبداللہ نے "سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے" پس نبی علیہ السلام نے کہا اس کو لکھ لو اسی طرح آیت نازل ہوئی ہے پس عبداللہ کو شک ہو گیا اور کہا اگر محمد سچے ہیں تو تحقیق کہ میری طرف وحی کی گئی ہے جیسا کہ محمد کی طرف وحی کی گئی ہے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو میں نے کہا جیسا کہ انہوں نے کہا، پس وہ اسلام سے مرتد ہو گیا۔

ج۔ صاحب تفسیر مدارک نے آیہ سا نزل کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

هو عبد الله بن سعد بن ابي سرح كاتب الوحي وقد أملى النبي عليه السلام عليه ولقد خلق الانسان الي خلقا آخر فجرى على لسانه فتبارك الله احسن الخالقين فقال عليه السلام اكتبها فكذلك نزلت فشك وقال ان كان محمد صادقا فقد اوحي كما اوحي اليه وان كان كاذبا فقد قلت كما قال ولحق بمكة[3]

وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب الوحی ہے تحقیق کہ نبی علیہ السلام نے اس کو آیت "ولقد خلق الانسان" خلقاً آخر" تک لکھوائی۔ پس اس کی زبان پر "فتبارک اللہ احسن الخالقین" کے الفاظ جاری ہو گئے، پس رسول اللہ نے اس سے کہا یہ آیت لکھ لو اسی طرح نازل ہوئی ہے پس عبداللہ کو شک ہو گیا اور کہا اگر محمد سچے ہیں تحقیق کہ میری طرف وحی کی گئی ہے جیسا کہ ان کی طرف وحی کی گئی۔ اور اگر وہ جھوٹے ہیں تحقیق کہ میں نے کہا جیسا کہ انہوں نے کہا اور مشرکین مکہ سے جا ملا۔

د۔ تفسیر مدارک میں یہ بھی مروی ہے۔

قيل ان عبد الله بن سعد بن ابي سرح كان

کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نبی علیہ السلام

---

[1] معالم التنزیل۔ [2] تفسیر کشاف [3] تفسیر مدارک۔

یکتب للنبی علیہ السلام فنطق بذلک قبل املائہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتب ھکذا نزلت فقال عبد اللہ ان کان محمد نبیا یوحی الیہ فانا نبی یوحی الی فارتد[1]

کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، رسول اللہ صلعم کے لکھوانے سے قبل ہی اس نے دو الفاظ کہہ دیئے پس رسول اللہ صلعم نے اس سے کہا لکھ لے، اسی طرح آیت نازل ہوئی ہے، پس عبداللہ نے کہا اگر محمد نبی ہیں اور ان کی طرف وحی کی جاتی ہے، پس میں بھی نبی ہوں میری طرف بھی وحی کی جاتی ہے پس وہ مرتد ہوگیا۔

اسباب النزول میں جو روایت آئی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فعجب عبد اللہ من تفصیل خلق الانسان فقال تبارک اللہ احسن الخالقین فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھکذا انزلت علی[2]

پس پسند آئی عبداللہ کو انسان کو پیدا کرنے کی تفصیل، پس کہا عبداللہ نے "سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھکر ہے" پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اس طرح مجھ پر آیت نازل کی گئی۔

مذکورہ روایتوں سے ثابت ہے کہ پہلے کاتب وحی کی زبان سے "فتبارک اللہ احسن الخالقین" کے الفاظ نکلے، بعد کو جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلعم کے قلب پر جو الفاظ نازل کئے وہ بھی یہی تھے۔ صاحب تواریخ حبیب الہ نے مذکورہ واقعہ کی اس طرح توجیہ کی ہے۔

"علمی امور میں تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ شاگرد اور سامعین کے دل پر استاد یا عالم کے افاضے کا اکثر عکس پڑتا ہے کہ قبل بتانے کے ایک بات جو استاد یا عالم کو بتانی منظور ہوتی ہے، شاگرد یا سامع کے دل آجاتی ہے، سو یہ معاملہ ابن سعد کا کہ بعضے کلمات اس کی زبان پر جاری ہوگئے اسی طرح کا تھا مگر شیطان نے اسے گمراہ کیا کہ وہ مرتد ہوگیا"[3]

ہمارا دین اور ایمان تو یہی ہے کہ قرآن جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا ہے اور یہ رسول اللہ صلعم کے قول سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلعم صادق القول ہیں اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ بعثت سے قبل آپؐ امین مشہور تھے چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

آنحضرت را تمام قریش پیش از ظہور نبوت محمد امین می خواندند[4]

آنحضرت صلعم کو تمام قریش نبوت کے ظہور سے پہلے محمد امین (امانت دار) کہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ ظہور نبوت سے قبل آپ کبھی جھوٹ سے متہم نہیں ہوئے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے۔

وسالتک ھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال فزعمت

(ہرقل نے ابوسفیان سے کہا) اور میں نے تم سے متعلق پوچھا کیا تم اس کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے قبل اس کے کہ کہے جو

---

[1] تفسیر مدارک طبع مصر [2] اسباب النزول القرآن (عربی قلمی) [3] تاریخ حبیب الہ (طبع مطبع مجیدی کانپور) [4] مدارج النبوۃ۔

ان لی فعرفت انه لم یکن لیدع الکذب علی الناس ثم یذهب فیکذب علی الله۔

اس نے کہا (یعنی دعوے نبوت سے پہلے) پس تو نے کہا کہ نہیں، پس میں نے جان لیا کہ یہ متصور نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر جھوٹ بولنا تو چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولنے لگے۔

رسول اللہ صلعم کے قیام مکہ سے متعلق یہ مروی ہے۔

مدت اقامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مکہ سیزدہ سال بود چنانکہ مشہور و مختار است و بروایتی دہ و پانزدہ نیز آمدہ[1]

آنحضرت صلعم کی مدت اقامت مکہ میں تیرہ[13] سال تھی جیسا کہ مشہور ہے اور اس کو اختیار کیا گیا ہے اور ایک روایت کی بنا، پر دس سال اور پندرہ سال بھی آیا ہے۔

اس طویل مدت میں بہت کم فصحائے عرب نے قرآن کو کلام الٰہی مانا لیکن سب کے سب رسولؐ کے اخلاق حمیدہ کے قائل تھے، غرض یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اخلاق حمیدہ دلیل ہیں آپ کے دعوئ نبوت کی، اسی طرح اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ قرآن جبرئیلؑ کے ذریعہ آپ پر نازل ہوا تھا!

حاصل یہ کہ اخلاق حمیدہ مدار نبوت ہیں، عامر عثمانی کے مقتدا محمد قاسم نانوتوی نے صرف تین امور کو مدار نبوت قرار دیا ہے۔

محبت خداوند۔ اخلاق حمیدہ۔ کمال عقل و فہم۔

اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"اہل عقل کو لازم ہے کہ اول فہم و اخلاق و اعمال کو میزان عقل میں تولیں اور پھر بولیں کہ کون نبی ہے اور کون نبی نہیں[2]"

جو مدار نبوت ہے وہی مدار مہدیت بھی ہے، اب رہی علامتیں تو بعض موافق ہوں گی اور بعض مخالف جو دعویٰ دلیل اخلاق سے ثابت ہو، کسی ظنی روایت سے اس کی نفی نہیں ہو سکتی!

اب رہا یہ سوال کیا حضرت سید محمد جونپوری ہی وہ مہدی ہیں جن کے آنے کا رسول اللہ صلعم نے وعدہ فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح بعثت سے قبل رسول اللہ صلعمؐ "امین" مشہور تھے اور جھوٹ سے کبھی متہم نہیں ہوئے اسی طرح حضرت سید محمد جونپوری دعوی مہدیت سے قبل "سید الاولیاء" مشہور تھے اور آپ کے اخلاق حمیدہ رسول اللہؐ کے اخلاق حمیدہ کی طرح سب کے مسلمہ تھے ایسی برگزیدہ ہستی نے اپنا وطن چھوڑا، ہزاروں میل کی مسافت اس زمانہ میں طے کی جب کہ سفریں بڑی بڑی دشواریاں تھیں، اور خلق خدا کے سامنے اسلام کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کیا اور تئیس[23] برس ہندوستان، عرب اور خراسان میں یہ دعوی کیا کہ آپ ہی مہدی موعود ہیں۔

نفسیاتی طریقہ پر نزول وحی کی توجیہہ نہ کر کے جس طرح رسول اللہ صلعم کے اخلاق حمیدہ کی بناء پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ قرآن جبرئیل ہی کے ذریعہ آپؐ پر نازل ہوتا تھا اسی طرح امام علیہ السلام کے اخلاق حمیدہ کی بناء پر آپ کے دعوئ مہدیت کو تسلیم کرنا ہوگا!!!

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] حجۃ الاسلام (طبع وسیم پریس) ص ۳۰

اب رہیں مہدیؑ کی علامتیں تو جس طرح صحف انبیاء کی پیشین گوئیاں رسول اللہ صلعم کے حسب حال ہیں اسی طرح صحاح کی وہ تمام روایتیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے، امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے۔

عامر عثمانی نے امام علیہ السلام کو ولی قطب وغیرہ مان کر بحث کو ہمارے لئے مختصر کر دیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے۔

"حضرت موصوف کو بزرگ مانو، ولی اور قطب سمجھو، اللہ کا برگزیدہ بندہ قرار دو سب روا"

(ماہنامہ تجلی شمارہ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۶۳)

رسول اللہ صلعم کا محاورۂ عرب سے قرآن کا ثبوت دینا

عامر عثمانی نے امام علیہ السلام کو کم سے کم ولی مان کر آپ کا محفوظ عن الخطا ہونا تسلیم کر لیا، اور اب یہ کہہ رہا ہے کہ "آپ معصوم نہیں ہو سکتے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ آپ نے شیخ دانیال سے تعلیم پائی ہے اور جو معصوم ہو وہ کسی غیر معصوم سے تعلیم نہیں پاتا" حالانکہ کتب سیر میں اس امر کی تصریح ہے کہ بعد کو خود شیخ دانیال نے امام علیہ السلام سے تعلیم پائی ہے۔ امر اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کو منصب مہدیت پر فائز کرنے سے قبل ہی علم ظاہر سے بھی آراستہ فرما دیا تھا تاکہ آپ علمائے ظاہر کو بھی ملزم گردانیں چنانچہ رسول اللہ صلعم نے بھی اپنے علم ظاہر یعنے محاورۂ عرب سے منکر قرآن یعنے ابن الزبعری کو جو مشاہیر شعرائے قریش سے تھا، ملزم گردانا تھا جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

چوں نازل شد آیۂ کریمہ "انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" ایں ابن زبعری گفت از ایں آیت معلوم می شود کہ عیسیٰ پرستیدن اور انصاریٰ او نیز در جہنم باشد چوں او در جہنم باشد گو معبودان ما نیز باشند آنحضرت فرمود "ایلک ما اجھلک بلسان قومک" اشارت کرد بآنکہ کلمۂ ما برائے غیر عقلا است۔ چنانچہ در کتب نحو مقرر شدہ است (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۰۳)

جب نازل ہوئی آیت کریمہ "بلاشبہ تم اے مشرکین اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے" اسی ابن زبعری نے کہا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بھی جہنم میں ہوں گے چونکہ نصاریٰ ان کی پرستش کرتے ہیں اگر ہمارے معبود دوزخ میں جائیں تو کیا! آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ افسوس تو اپنی قوم کی زبان سے کیا ہی بے خبر ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا اس امر کی طرف کہ کلمۂ ما غیر ذوی العقول کے لئے ہے جیسا کہ کتب نحو میں مقرر ہو گیا ہے۔

اشعۃ اللمعات میں مذکورہ واقعہ کے ذیل میں یہ مروی ہے۔

آوردہ اند کہ ابن زبعرا کہ یکے از مشرکان بود ایں بحث کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را گفت وائے بر تو چہ خوش جاہل بودۂ تو بزبان قوم خود (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۴۵)

بیان کیا ہے کہ ابن زبعریٰ نے جو ایک مشرک تھا یہ بحث کی آنحضرت صلعم نے اس سے کہا، تجھ پر افسوس! کیا ہی جاہل ہے تو اپنی قوم کی زبان سے۔

صاحب مدارک نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

لان ما لمن لا یعقل (الجزء الثالث صفحہ ۲۹)

اس لئے کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے ہے۔

کلام اللہ کی مذکورہ آیت میں یہ آیا ہے کہ مشرکین بھی دوزخ میں جائینگے اور ان کے معبود بھی دوزخ میں جائینگے۔ ابن زبعریٰ نے کلام کی آیت پر یہ اعتراض کیا کہ نصاریٰ عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں اس لحاظ سے تو عیسیٰ بھی

دوزخ میں جائینگے رسول اللہ صلعم نے محاورۂ عرب سے اس کا یہ جواب دیا کہ کلمۂ ما کا اطلاق عیسیٰ پر نہیں ہوسکتا!

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ صلعم نے ابن زبعریٰ کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس کو مان لے آپ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں اہل زبان ہوں میرا قول تسلیم کرے بلکہ آپ نے محاورۂ عرب پیش فرما دیا کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

قرآن صاف اور فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وھذا لسان عربی مبین۔ (النحل ع ۱۴) | اور یہ صاف اور فصیح عربی زبان ہے۔

نزول قرآن سے برسوں قبل رسول اللہ صلعم فصیح محاورۂ عرب سیکھ چکے تھے اس لئے کہ آپ قریشی تھے اور آپ کا نشو ونما بھی قریش میں ہوا تھا چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

ناشی شدم من در بنی سعد بن بکر کہ قوم مرضعۂ وی صلی اللہ علیہ وسلم حلیمۂ سعدیہ اند والیشاں افصح عرب بودند (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۰) | میرا صغر سن میری رضائی ماں حلیمۂ سعدیہ کی قوم یعنے بنی سعد بن بکر میں گذارا اور وہ عرب میں سب سے زیادہ فصیح تھے۔

امام علیہ السلام کا علم ظاہر سے قرآن کو مربوط ثابت کرنا

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے غیر معصوموں سے محاورۂ عرب سیکھا اور اسی سے کلام اللہ کا لسانی ثبوت دیا اور یہ محل اعتراض نہیں تو بھلا امام علیہ السلام کا منصب مہدیت پر فائز ہونے سے قبل کسی غیر معصوم سے عربی زبان حاصل کرنا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا؟ خصوصاً جب کہ آپ نے بھی اس علم ظاہر سے رسول اللہ صلعم کی طرح قرآن کا ثبوت دیا ہے مثلاً رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کلام اللہ میں جملۂ مستانفہ، استثناء، منقطع اور حذف کی کوئی اصطلاح رائج نہیں تھی، کلام اللہ مربوط سمجھا جاتا تھا دور نبوت سے جس طرح بُعد بڑھتا گیا، کلام اللہ کو غیر مربوط سمجھا جانے لگا مفسرین نے قرآن میں جملۂ مستانفہ، استثناء، منقطع، حذف تکرار آیات، حروف زائدہ اور آیات منسوخہ تسلیم کرکے قرآن کو شروع سے آخر تک غیر مربوط ٹھیرایا چنانچہ خود جونپور میں امام علیہ السلام کی ولادت سے قبل قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے تفسیر بحر مواج چار جلدوں میں لکھی، اس میں شروع سے آخر تک آیتوں کی ترکیب نحوی کی گئی ہے اور از ابتدا، تا انتہا رجملۂ مستانفہ، جملہ معترضہ اور استثناء منقطع وغیرہ تسلیم کرکے قرآن کو بالکلیہ غیر مربوط ٹھیرایا ہے۔

ابن زبعریٰ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے علم ظاہر کو یعنے محاورۂ عرب کو کام میں لاکر لسان قرآنی کا ثبوت دیا ہے اور امام علیہ السلام نے اپنے علم ظاہر کو کام میں لاکر قرآن میں منسوخ اور جملۂ مستانفہ وغیرہ کی نفی کردی اور قرآن کو اس طرح مربوط ثابت فرمادیا جس طرح کہ رسول اللہ صلعم کے عہد میں مربوط سمجھا جاتا تھا تفصیل "حصہ دوم باب ششم" میں پڑھیئے۔

رسول اللہ صلعم کی عبادت بعثت سے قبل

امر دوم یہ کہ مدارج النبوۃ میں رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کی زندگی سے متعلق یہ روایت کی گئی ہے۔

عمل می کرد بہ شریعت ابراہیم علیہ السلام یا ہر چہ ثابت می شد نزد وی یعنی از شرائع انبیاء او یا بہ استحسان عقل (جلد دوم صفحہ ۳۰) | عمل کرتے تھے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر یا جو کچھ ثابت ہوتا آپ کے نزدیک یعنی انبیاء کے شرائع سے یا استحسان عقل سے۔

بعثت سے قبل رسول اللہ صلعم حج بھی کرتے تھے اور عمرہ بھی چنانچہ مدارج النبوۃ میں یہ مروی ہے۔

پیش از بعثت، توحیدی کرد از خدا، دشمن می داشت اوشاں وعبادت آں را و حج وعمرہ می کرد و ہرگز شراب نہ خوردہ (جلد اول صـ۹۳)

بعثت سے پہلے خدا کو ایک جانتے تھے بتوں اور ان کی عبادت کو دشمن سمجھتے تھے، حج اور عمرہ کرتے تھے اور ہرگز شراب نہیں پی۔

منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد جبرئیل علیہ السلام آپ کو تعلیم دیتے جیسا کہ مدارج النبوہ میں یہ مروی ہے۔

جبرئیل گفت کہ وضو کردن و نماز گزاردن ہمچنیں است (جلد دوم صـ۳۱)

جبرئیل نے کہا وضو کرنا اور نماز ادا کرنا ایسا ہی ہے۔

نزول وحی کی توضیح اور ورقہ ابن نوفل

بعد بعثت نماز و وضو کی تعلیم تو جبرئیل علیہ السلام نے دی، اب عام عثمانی کو بتانا ہوگا کہ بعثت سے قبل رسول اللہ صلعم پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تو آپ گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور یہ فرمایا۔

لقد خشیت علی نفسی

تحقیق کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اخلاق حمیدہ بیان کر کے آپ کو ان الفاظ میں تسلی دی۔

لا یخزیک اللہ ابدا

نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ آپ کو، ہمیشہ۔

لا یخزیک کی جگہ لا یحزنک بھی مروی ہے یعنے محزون نہ کرے گا آپ کو حق تعالیٰ۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلعم کو اپنے برادر عم زاد ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں، جو عیسائی ہو چکے تھے اور انجیل کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہو کر کہا۔

یا ابن اخی ما ذا تری

اے میرے بھتیجے تو کیا چیز دیکھتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے جو کچھ دیکھا تھا، وہ بیان کیا، اس پر ورقہ ابن نوفل نے یہ کہا۔

ھذا الناموس الذی انزل اللہ علیٰ موسیٰ [1]

یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔

مذکورہ حدیث بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، اس سے ثابت ہے کہ نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلعم کو ایک غیر معصوم سے سکون ملا اور دوسرے غیر معصوم سے اس بات کا علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کس فرشتہ کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ یہ سب کچھ منافیٔ نبوت نہیں تو بھلا منصب مہدیت پر فائز ہونے سے قبل امام علیہ السلام کو کسی غیر معصوم سے علم ظاہر حاصل ہو تو وہ کس طرح منافیٔ مہدیت ہو جائے گا؟

رسول اللہ صلعم کا تورات و انجیل کی قرأت سماعت فرمانا

امر چہارم یہ کہ رسول اللہ صلعم نے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد توریت و انجیل کی قرأت بھی سماعت فرمائی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات۔

ا۔ صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کی ہے۔

"قال عبد اللہ بن مسلم الحضرمی کان لنا عبدان من اھل عین التمر یقال لاحدھما یسار یکنی ابا فکیھۃ و یقال الآخر جبر و کان یصنعان السیوف بمکۃ وکانا یقرآن التوریۃ فیقف و یستمع"[1]

عبداللہ بن مسلم الحضرمی نے کہا ہمارے دو غلام تھے اہل عین التمر سے، ایک کو یسار کہتے تھے اور اس کی کنیت ابا فکیھۃ اور دوسرے کو جبر کہا جاتا تھا۔ دونوں مکہ میں تلواریں بناتے تھے اور توریت پڑھتے تھے پس رسول اللہ صلعم ٹھیرتے تھے اور سماعت فرماتے تھے۔

ب۔ تفسیر کشاف میں یہ مروی ہے۔

وقیل عبدان جبر و یسار کانا یصنعان السیوف بمکۃ ویقرآن التورات والانجیل فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مر وقف علیھما یسمع ما یقرآن[2]

اور کہا گیا ہے کہ جبر و یسار نامی دو غلام تھے، مکہ میں تلواریں بناتے تھے اور تورات و انجیل پڑھتے تھے پس رسول اللہ صلعم جب وہاں سے گزرتے تو جو وہ پڑھتے تھے اس کو سننے کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔

ج۔ صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

او ھو جبر غلام رومی لعامر بن الحضرمی او عبدان جبر و یسار کان یقرآن التوراۃ والانجیل فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع ما یقرآن[3]

یا وہ عامر بن الحضرمی کا جبر نامی رومی غلام ہے یا جبر و یسار نامی دو غلام ہیں، وہ تورات اور انجیل پڑھتے تھے پس رسول اللہ صلعم سنتے تھے وہ جو پڑھتے تھے۔

د۔ صاحب معالم التنزیل نے یہ بھی لکھا ہے

وکان النبی اذا اذاہ الکفار یقعد الیھما و یستریح بکلامھما[4]

جب کفار نبی علیہ السلام کو اذیت پہنچاتے تھے تو آپ ان کے پاس بیٹھتے تھے اور ان باتوں سے سکون پاتے تھے۔

نزول وحی کے بعد جب کہ کفار اذیت دیتے تھے، رسول اللہ صلعم تورات اور انجیل کی قرأت سماعت فرماتے تھے اور قرأت کی سماعت بھی قرأت میں داخل ہے۔

اگر امام علیہ السلام دعوی مہدیت سے اٹھائیس سال قبل یعنے بارہ سال کی عمر میں قرآن اور علوم قرآن پڑھیں تو قابل اعتراض کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے جن کے پاس ابتداء میں تعلیم پائی ہے وہی بعد کو امام علیہ السلام سے استفادہ کرنے لگے اور رسول اللہ صلعم جس کے پاس تورات و انجیل کی قرأت سماعت فرماتے تھے وہی رات کو آکر آپ کے پاس

---

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی) [2] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ) [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) [4] معالم التنزیل (طبع بمبئی)

قرآن کی تعلیم حاصل کرتا چنانچہ مواہب علیہ میں یہ مروی ہے۔

اصح آن است کہ اورا ابو فکیھہ گفتندی شب ہا پیش حضرت پیغمبر آمدی و قرآن تعلیم گرفتی [1]

زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو ابو فکیھہ کہتے تھے، راتوں کو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور قرآن کی تعلیم پاتا

رسول اللہ صلعم کا ابن صوریا کو حکم مقرر کرنا

امر مترجم یہ کہ یہودی کہتے تھے کہ تورات میں زانی محض کے لئے تازیانہ کی سزا ہے، رجم کی نہیں تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ملزم گردانے کے لئے ایک یہودی کو جو عالم تورات تھا اپنے اور یہودیوں کے درمیان حَکَم قرار دیا تھا، جیسا کہ صاحب معالم التنزیل نے آیۂ لم یا توک (المائدہ ع ۶) کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

فقال له جبرئيل اجعل بينك وبينهم ابن صوريا وصفه له فقال رسول الله هل تعرفون شابا امرد ابيض اعور يسكن فدك يقال له ابن صوريا قالوا نعم قال فاى رجل هو فيكم قالوا هو اعلم يهودى بقى على وجه الارض بما انزل الله تعالىٰ على موسىٰ فى التورية قالؐ فارسلوا اليه ففعلوا فاتاهم فقال له النبى انت ابن صوريا قال نعم قال وانت اعلم اليهود قال كذلك يزعمون قال اتجعلونه بينى وبينكم قالوا نعم [2]

پس جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے کہا ابن صوریا کو اپنے اور ان کے درمیان حَکَم بناؤ اور اس کا وصف آپ کے لئے بیان کیا پس رسول اللہؐ نے کہا کیا پہچانتے ہو ایک نوجوان گورے اور کانے امرد کو جو فدک میں رہتا ہے اور ابن صوریا کہلاتا ہے، یہودیوں نے کہا ہاں، رسول اللہؐ نے فرمایا وہ تم میں کون شخص ہے روئے زمین کے رہنے والے یہودیوں میں زیادہ جاننے والا اس کا جو کہ نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر توریت میں رسول اللہؐ نے فرمایا اس کو بلا بھیجو پس انہوں نے اس کو بلا بھیجا، پس ابن صوریا یہودیوں کے پاس آیا، پس نبی علیہ السلام نے کہا کیا تو ابن صوریا ہے؟ کہا کہ ہاں، آپؐ نے کہا کیا تو یہود میں سب سے بڑا عالم ہے کہا کہ وہ اسی طرح سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے یہودیوں سے کہا کیا تم اس کو میرا اور تمہارے درمیان حَکَم بناتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔

صاحب کشاف نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

فقال له جبرئيل عليهما السلام اجعل بينك وبينهما ابن صوريا الى اخره۔

(تفسیر کشاف طبع کلکتہ النصف الاول ص ۳۵۹)

پس کہا رسول اللہ سے جبرئیل علیہما السلام نے بناؤ ابن صوریا کو حَکَم تمہارے اور ان کے درمیان۔

مواہب علیہ میں یہ مروی ہے۔

حضرتؐ فرمود درمیان مردم شما در فدک جوانی است سادہ او سفید پوست یک چشم کہ اورا ابن صوریا گویند، گفتند آری داناتر ہمہ اہل زمین است بہ توریت،

آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگوں میں فدک میں ایک نوجوان ہے، سادہ رو گورا اور کانا جس کو ابن صوریا کہتے ہیں انہوں نے کہا ہاں، تمام دنیا کے لوگوں میں توریت کو بہتر جاننے والا یہی ہے،

---

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی) [2] مواہب علیہ۔

حضرتؐ فرمود کہ درمیان ما و شما در حکم توریت او حکم باشد گفتند آرے بہ حکم او راضی باشیم حضرت بہ حضور او امر فرمود و بعد از چند روز او را حاضر کردند حضرت رسالت پناہ گفت میانِ من و اینہا تو حکم باش کہ داناتر یہودی، ابن صوریا قبول کرد۔ [1]

آنحضرتؐ نے فرمایا توریت کے حکم کے متعلق ہمارے اور تمہارے درمیان یہی حکم رہے، انہوں نے کہا ہاں ہم اس کے حکم سے راضی ہیں آنحضرتؐ نے اس کو حاضر کرنے کیلئے فرمایا اور چند روز کے بعد انہوں نے اس کو حاضر کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تو ابن صوریا ہے؟ اس نے کہا ہاں حضرت رسالت پناہؐ نے فرمایا کہ میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو حکم رہ اس لئے کہ تو زیادہ جاننے والا یہودی ہے، ابن صوریا نے حکم بننا قبول کر لیا۔

رسول اللہ صلعم نے نبوت پر فائز ہونے کے بعد خصم کو ملزم گردانتے کے لئے ایک غیر معصوم کو اپنا حکم مان لیا ہے رسول اللہ صلعم کا یہ عمل مورد اعتراض نہیں ہو سکتا وہ تو اللہ تعالےٰ کے مندرجۂ ذیل ارشاد کے تحت آجاتا ہے۔

فسئل الذین یقرءون الکتاب قبلک۔ (یونس ع۱)

پس آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں (یعنے تورات و انجیل) کو پڑھتے ہیں۔

ایسی صورت میں امام علیہ السلام کا مہدیت پر فائز ہونے سے قبل کسی غیر معصوم سے علم ظاہر حاصل کرنا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا خصوصاً جب کہ آپؑ نے اس علم ظاہر سے اپنے منکرین کو ملزم گردانا ہے!

رسولؐ و مہدیؑ کا امی محض ہونا؟ امر ششم یہ کہ مہدی سے متعلق کسی روایت میں یہ مذکور ہی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ کی طرح اُمّی ہوں گے دوسرے یہ کہ خود رسول اللہ صلعم کا امی محض ہونا بھی متفق علیہ نہیں ہے چنانچہ صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

عن مجاہد والشعبی ما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب و قراء [2]

مجاہد اور شعبی سے مروی ہے کہ نہیں وفات پائی نبی صلعم نے مگر یہ کہ آپ نے لکھا اور پڑھا۔

صاحب مدارک نے جو روایت کی ہے اس کی تفصیل صاحب فتح الباری نے اس طرح دی ہے۔

ذکر ابن دحیۃ ان جماعۃ من العلماء و افقوا الباجی فی ذلک منہم شیخہ ابوذر الہروی و ابوالفتح النیشابوری و آخرون من علماء افریقیۃ وغیرہا و احتج بعضہم لذلک بما أخرجہ ابن ابی شیبہ و عمر بن شبۃ من طریق مجاہد عن عون بن عبد اللہ قال ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب و قرأ قال مجاہد فذکرتہ الشعبی فقال صدق قد سمعت من یذکر ذلک [3]

بیان کیا ہے ابن دحیہ نے کہ علماء کی ایک جماعت نے اس باب میں (ابوالولید) باجی کی موافقت کی، ان میں اس کے شیخ ابوذر ہروی، ابوالفتح نیشاپوری اور دوسرے علماء ہیں افریقیہ وغیرہ کے ان میں سے بعض نے اس پر حجت لی ہے اس روایت سے جس کی تخریج ابن ابی شیبہ اور عمر بن شیبہ نے کی ہے مجاہد سے اور مجاہد نے عون بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہا کہ نہیں وفات پائی رسول اللہ صلعم نے مگر یہ کہ لکھا اور پڑھا، مجاہد نے کہا کہ میں نے اس کا شعبی سے ذکر کیا انہوں نے کہا سچ کہا راوی نے، تحقیق کہ میں نے سنا ہے ان کو جنہوں نے اس کی روایت کی ہے۔

---

[1] مواہب علیہ [2] تفسیر مدارک (طبع مصر) [3] فتح الباری (طبع مصر ۱۳۰۱ھ)۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

ترفت آنحضرتؐ از عالم مگر آں کہ خواند و نوشت[1]

نہیں رحلت فرمائی آنحضرت صلعم نے اس عالم سے مگر یہ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا۔

صاحب مواہب علیہ نے ما کنت تتلوا (العنکبوت ع ۵) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ابن ابی شیبہ[2] در مصنف خود از طریق عون بن عبداللہ نقل می کند کہ مامات رسول اللہ حتی اکتب وقرا۔ وایں صورت منافی قرآن نیست زیرا کہ در آیت نفی کتابت را و تلاوت را مقرر ساختہ بہ زبان قبل از نزول قرآن[3]

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں بہ طریق عون بن عبداللہ روایت کرتا ہے کہ نہیں وفات پائی رسول اللہؐ نے مگر یہ کہ آپ نے لکھا اور پڑھا اور یہ صورت قرآن کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ آیت میں کتابت و تلاوت کی جو نفی کی گئی ہے وہ نزول قرآن سے قبل کے زمانہ سے متعلق ہے۔

جب رسول اللہ صلعم کا بعد بعثت پڑھنا اور لکھنا قابل اعتراض نہیں تو امام علیہ السلام کا قبل بعثت پڑھنا اور لکھنا کس طرح قابل اعتراض ہو جائے گا؟

رسول اللہؐ کی مصروفیت بعثت سے قبل

امر ہفتم یہ کہ بعثت سے قبل رسول اللہ صلعم کا اجرت پر بکریاں چرانا اور تجارت میں اس درجہ اشتغال رکھنا کہ آپ کو پچیس[25] مرتبہ شام کو جانا پڑے[4] آپ کے مامور من اللہ ہونے کو مانع نہ ہو سکا تو بھلا امام علیہ السلام کا دعوئ مہدیت سے اٹھائیس سال قبل ہی قرآن و حدیث میں تو غل رکھنا مہدیت کو کس طرح مانع ہو سکتا تھا؟

عرض مصلحتی کی توضیح

عامر عثمانی کو اس بات کی بھی تمیز نہیں کہ حکم ٹالنا کیا ہے اور عرض مصلحتی کیا ہے۔ اس کی بھی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جو حکم دیا ہے وہ قرآن میں اس طرح مذکور ہے۔

واذ نادیٰ ربک موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون الا یتقون (الشعراء ع ۲)

آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا (اور حکم دیا) تم ان ظالم لوگوں کے یعنے قوم فرعون کے پاس جاؤ (اور دیکھو) کیا یہ لوگ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا۔

قال رب انی اخاف ان یکذبون ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الیٰ ھٰرون (الشعراء ع ۲)

کہا اے میرے رب تحقیق میں ڈرتا ہوں اس سے کہ جھٹلاویں مجھکو اور تنگی کرتا ہے میرا سینہ اور نہیں چلتی ہے میری زبان پس وحی بھیج ہارون کے پاس بھی۔

مذکورہ آیتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو اس کے جواب میں موسیٰؑ نے یہ کہا کہ اے پروردگار تو جبرئیل کو ہارون کے پاس بھیج۔

یہ عرض مصلحتی ہے، عدول حکمی نہیں ہے!

ب۔ معراج کی حدیث میں جو مسلم نے روایت کی ہے، یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پر پچاس نمازیں فرض

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۴ المتوفی ۱۰۳۵ھ (تذکرۃ الحفاظ) [2] مواہب علیہ (طبع مطبع احمدیہ کانپور) [3] مدارج النبوۃ

کردیں، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ففرض علی خمسین صلوٰۃ فی کل یوم ولیلۃ	پس فرض کردیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں ہر دن اور رات میں۔

موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلعم کو مشورہ دیا کہ آپ کی امت یہ بار اٹھا نہیں سکتی، آپ اللہ تعالیٰ سے نمازیں کم کرنے کے لئے عرض کیجئے، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے یہی کیا۔

قال فرجعت الی ربی وقلت یا رب خفف علی امتی۔	کہا رسول اللہ صلعم نے، پس میں لوٹا اپنے رب کی طرف اور کہا اے میرے پروردگار، کم کردے میری امت پر۔

اس طرح بار بار عرض کرکے رسول اللہ صلعم نے پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں فرض کرالیں، اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

ازیں حدیث معلوم شد پنج پنج نماز کم کرد پس مراجعت نمود بار شد[1]	اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ پانچ نمازیں کم کیں، پس نو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس رجوع ہوئے۔

حاصل یہ کہ پچاس کی بجائے پانچ نمازیں فرض کرائی گئیں یہ بھی عرض مصلحتی ہے عدول حکمی نہیں ہے!

رسول اللہ صلعم کا پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنا ج۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ وحی بھیجی کہ جن وانس پر تبلیغ کیجئے، جیسا کہ مدارج النبوۃ میں مروی ہے۔

چوں آمد او را فرشتہ بوحی گفت مژدہ باد ترا اے محمد کہ من جبرئیلم و خدا مرا بہ تو فرستادہ است و تو رسول خدائی بریں امت، بر جن وانس دعوت کن بہ قول لا الہ الا اللہ[2]۔	جب فرشتہ آیا رسول اللہ کے پاس وحی لے کر کہا خوشخبری ہو تم کو اے محمد کہ میں جبرئیل ہوں اور خدا نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور آپ اس امت پر اللہ کے رسول ہیں، جن وانس کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دیجئے۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلعم ابتداء میں پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے رہے چنانچہ مدارج النبوۃ میں یہ آیا ہے۔

پس آنحضرت خفیہ دعوت می کرد[3]۔	پس آنحضرتؐ پوشیدہ طور پر دعوت دین کرتے تھے۔

مواھب علیہ میں یہ روایت کی گئی ہے۔

حضرت رسالت پناہ بعد از بعثت مردم را بہ خفیہ دعوت می فرمود تا سہ سال بہ گذشت[4]	حضرت رسالت پناہ بعثت کے بعد، لوگوں کو پوشیدہ طور پر دین کی طرف بلاتے تھے، یہاں تک کہ تین سال گزر گئے۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (الحجر ۶)	جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو آشکارا کرو اور مشرکین سے منہ پھیر لو۔

غرض بعثت کے چوتھے سال رسول اللہ صلعم نے یہ حکم سنا دیا کہ بت اور ان کے پوجنے والے دوزخ میں ہوں گے۔ مدارج النبوۃ میں یہ روایت کی گئی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات۔ [2] و [3] مدارج النبوۃ۔ [4] مواھب علیہ۔

آنحضرت معترض شد آلہیۂ ایشاں را وحکم کرد کہ بتاں و عبادت کنندگان در نار خواہند بود[1]

آنحضرت صلعم قریش کے معبودوں سے معترض ہوئے اور حکم لگا دیا کہ بت اور ان کے پوجنے والے دوزخ میں ہوں گے۔

نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلعم کا تین[۳] سال تک علانیہ تبلیغ نہ کرنا مصلحت ہے، عدول حکمی نہیں! رسول اللہؐ نے تین سال تک پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنے کے بعد مشرکین کو وعید سنائی اور امام علیہ السلام نے اٹھارہ[۱۸] سال علانیہ تبلیغ مہدیت کرنے کے بعد اپنے منکرین کو وعید سنائی!

عدول حکمی نہ وہ ہے اور نہ یہ!

امام علیہ السلام کا مختلف مقامات پر دعوئ مہدیت کرنا

عامر عثمانی کا یہ کہنا ہے کہ امامؑ نے بیس[۲۰] برس امر الٰہی کو ٹالا ہے۔ حالانکہ امام علیہ السلام نے پہلا دعویٰ ۸۸۷ھ میں جونپور میں کیا اور دعوئ موکد ۹۰۵ھ میں بہ مقام بڑلی (علاقہ گجرات) کیا ہے، اس لحاظ سے مدت اٹھارہ[۱۸] سال ہوئی، بیس[۲۰] سال نہیں۔ مذکورہ سنین کے درمیان بھی آپ کا دعوئ مہدیت کرنا ثابت ہے چنانچہ حاشیہ شریف میں جو مطلع الولایت سے متقدم ہے یہ مروی ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام را فرمان شد تو مہدی موعود ہستی اول در خانہ دست بیعت میراں سید محمودؓ کردند، بیرون آمدند میاں دلاورؓ دست بیعت کردند حضرت میراں علیہ السلام بہ کعبۃ اللہ رفتہ بودند بالائے منبر نشستہ دعوت کردند من اتبعنی فھو مومن آنجا میاں نظامؓ دست بیعت کردند، در بڑلی فرمان عتاب رسید میاں سید خوندمیرؓ دست بیعت کردند۔ الی آخرہ ص ۲۲۴۔

نقل ہے کہ حضرت مہدیؑ کو فرمان خدا ہوا کہ تو مہدی موعود ہے اول گھر میں دست بیعت میراں سید محمودؓ نے کی، حضرت باہر آئے میاں دلاورؓ نے دست بیعت کی، حضرت مہدی علیہ السلام کعبۃ اللہ گئے تھے منبر پر بیٹھ کر دعوت کی جس نے میرا اتباع کیا وہ مومن ہے، وہاں میاں نظامؓ نے دست بیعت کی بڑلی میں حضرت مہدیؑ کو عتاب کے ساتھ فرمان خدا ہوا۔ وہاں میاں سید خوندمیرؓ نے دست بیعت کی۔

مختلف مقامات پر آپؑ نے جو دعوئ مہدیت کیا ہے، اس کی تفصیل بندگی شاہ برہانؒ نے شواہد المہدی میں اس طرح دی ہے:

چوں عمر آں ذات پیغمبر صفات بہ چہل رسیدہ بود کہ سنہ ہشت صد ہشتاد و ہفت سال بود بہ فرمان رب العزت دعوی مہدیت اظہار فرمودہ اندو ایں دعوئ اول در جونپور بودہ است کہ بعد ازیں دعوی بست و سہ سال حیات بود دوم بار دعوی مہدیت درمیان حجر الاسود و المقام اظہار کردہ اند کہ سنہ نہصد و یک سال بود بعد ازیں دعوئ نہ سال حیات شدہ سوم بار دعوی مہدیت با جملہ اخلاق نبوت بامر کردگار در مسجد تاج خاں سالار در شہر احمد آباد کردہ اند

جب کہ اس ذات پیغمبر صفات کی عمر چالیس سال ہوگئی تھی اور سنہ ۸۸۷ تھا، رب العزت کے فرمان پر دعوئ مہدیت کا اظہار فرمایا ہے، اور یہ پہلا دعویٰ جو نپور میں ہوا ہے، اس کے بعد آپ تینتیس سال زندہ رہے، دوسری مرتبہ سنہ ۹۰۱ھ میں حجر اسود اور مقام کے درمیان دعوئ مہدیت کا اظہار فرمایا ہے تیسری مرتبہ جملہ اخلاق نبوت کے ساتھ بامر کردگار احمد آباد میں تاج خاں سالار کی مسجد میں دعوئ مہدیت کیا ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ۔

کہ سنۂ نہصد و سہ سال بود، پس ازیں دعویٰ ہفت سال حیات شد چہارم بار دعویٰ مہدیت در بڑلی عنقریب پیراں پٹن است سنہ نہصد و پنج سال بودہ است بعد ازیں دعویٰ محبوب ذوالجلال پنج سال حیات شد۔

اور سنہ ۹۰۳ھ تھا۔ اس کے بعد آپ سات سال بقید حیات رہے چوتھی مرتبہ مہدیت کا دعویٰ بڑلی میں ہوا ہے جو پیراں پٹن کے قریب ہے اور یہ سنہ ۹۰۵ھ تھا' اس دعوی کے بعد محبوب ذوالجلال کی حیات پانچ سال ہوئی ہے۔

امام علیہ السلام کی رحلت سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے اور شواہد المہدیؑ جس کا اقتباس اوپر دیا گیا ہے تقریباً سنہ ۹۲۲ھ میں فراہ علاقہ خراسان میں لکھی گئی ہے۔

یہی نہیں بلکہ اغیار کی تحریر سے بھی ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے سنہ ۹۰۵ھ سے قبل بھی دعویٰ مہدیت کیا ہے۔ ذکر اس کا بر سبیل اجمال یہ ہے کہ کتاب معدن الجواہر ابو الفتح شاہ محمد ملتانی (المتوفی سنہ ۹۳۵ھ) المعروف بہ ملتانی پاشاہ کے احوال میں لکھی گئی ہے' اس میں ملتانی پاشاہ کے بیٹے شیخ بدرالدین وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری نے بیدر میں اظہار مہدیت فرمایا ہے' یہ تقریباً سنہ ۹۰۰ھ کا واقعہ ہے (تفصیل حصہ اول باب دوم میں دی جا چکی ہے۔

یہ اور بات ہے کہ ملتانی پاشاہ نے امام علیہ السلام کے دعوے کی غلط توجیہ کی ہے لیکن دعویٰ کرنا تو بہرحال ثابت ہے۔

اس سے بھی عامر عثمانی کے اس افترا کی تردید ہو جاتی ہے کہ امام علیہ السلام نے بیس سال امر الٰہی کو ٹالا ہے۔

دعویٰ غیر موکد اور دعویٰ موکد ــــــ عامر عثمانی کو چاہیئے کہ پہلے مذہب مہدویہ سے واقف ہو جائے اور پھر اعتراض کرے' اس کو اس کا علم ہی نہیں کہ دعویٰ موکد اور غیر موکد سے آخر کیا مراد ہے امام علیہ السلام کا دعویٰ تئیس ۲۳ سال رہا ہے' اٹھارہ سال غیر موکد اور پانچ سال موکد جیسا کہ شواہد الولایت میں امام علیہ السلام سے مروی ہے۔

بندہ را ہژدہ سال امر غیر موکد بود کہ تو مہدی موعود ہستی دعویٰ بکن و اظہار کن بندہ ہضم کردیم' پنج سال است کہ امر موکد شدہ است و عتاب می شود کہ اے سید محمد تو مہدی موعود ہستی اظہار بکن (باب ۲۸)

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اٹھارہ سال بندہ کو حکم غیر موکد تھا کہ تو مہدی موعود ہے' دعویٰ کر اور اظہار کر' بندہ نے اس کو ہضم کیا' پانچ سال ہوتے ہیں کہ امر موکد ہوتا ہے اور عتاب ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدی موعود ہے اظہار کر۔

"بندہ ہضم کردیم" سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے مہدی موعود ہونے کا اظہار بہ طریق تاکید نہیں فرمایا یعنے دعویٰ غیر موکد فرمایا۔

دعوے کو غیر موکد اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے منکر کے لئے من کذب بالمہدی فقد کفر کا کوئی حکم نہیں سنایا تھا۔ جب آپ نے اپنے منکر کو من کذب بالمہدی فقد کفر کا حکم سنایا تو آپ کے دعوے کو موکد کہا گیا۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم نے نزول وحی کے بعد تین سال تک پوشیدہ طور پر تبلیغ فرمائی ہے اور چوتھے سال آیۂ "واعرض عن المشرکین (منہ پھیر لے مشرکین سے) نازل ہونے پر مشرکین کو وعید سنائی۔

امام علیہ السلام نے اٹھارہ سال علانیہ مہدیت کی تبلیغ فرمائی ہے' اس کے بعد اپنے منکرین کو وعید سنائی ہے۔

لہ یہ بندگی شاہ برہان کی آخری تصنیف ہے جیسا کہ خاتم سلیمانی کے گلشن ششم چمن دوم میں مذکور ہے۔

بیچارے مدیر تجلّی کو معلوم ہونا چاہیئے عدول حکمی کا اطلاق نہ وہاں ہوگا اور نہ یہاں !!!

نقلیات اب رہیں وہ نقلیں جو عامر عثمانی نے پیش کی ہیں۔

ا۔ ایک روز عبدالرحمٰن ایک حدیث پڑھ رہے تھے اس میں اس مقام پر پہنچے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی میرے کہ وہ برابر میرے مرتبہ کے ہیں، شاہ نظامؒ نے سن کر کہا کہ یہ صفت عوام اصحاب مہدیؑ کی ہے اور پورے اصحاب کا مرتبہ اس سے بھی دور ہے[1]

مذکورہ نقل ہدیہ مہدویہ (طبع اول) کے صفحہ ۲۳۵ پر مندرج ہے، اس میں لفظ حدیث کے بعد "یہ روایت بوذر غفاری" کے الفاظ موجود ہیں۔ عامر عثمانی نے یہ الفاظ حذف کر دیئے اس لئے کہ راوی کا نام آجانے سے ناقل پر روایت کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

ہم بہ منزلتی کی توضیح اصل روایت میں "اخوانی ھم بمنزلتی" کے الفاظ آئے ہیں، مولف ہدیہ مہدویہ نے اس کا غلط ترجمہ کیا ہے یعنے یہ لکھدیا کہ "بھائی میرے کہ وہ برابر میرے مرتبہ کے ہیں"

"بہ منزلتی" کے معنے مرتبہ میں برابر ہونا ہے تو مندرجۂ ذیل حدیث میں "فی درجتی" کے کیا معنے ہوں گے؟

من احبنی کان فی درجتی [2]	جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ میرے درجہ میں ہوگا۔

اگر اس حدیث میں "فی درجتی" کے معنے مساوات مرتبہ نہیں ہے تو مذکورۂ بالا نقل میں "بہ منزلتی" سے مساوات مرتبہ کے معنے لینا فن حدیث میں "فاخر مکیں" ہونا نہیں تو پھر کیا ہے؟

اب رہی یہ بحث کہ "بہ منزلتی" سے بڑھکر کونسا مقام ہے تو اس کا جواب یہ حدیث ہے۔

من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی [3]	میری امت میں مجھ سے شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ شدت سے محبت رکھنے والے کا مرتبہ دوسروں کے مقابلہ میں بلند تر ہی ہوگا۔ تفصیلی بحث ہو چکی ہے

ب۔ دوسری نقل جو عامر عثمانی نے پیش کی ہے "ھم اخوانی بہ منزلتی" کے ساتھ "مقام مرسلین" کا بھی ذکر آیا ہے۔

مقام نبی کی توضیح "بہ منزلتی" کی توضیح تو ہو چکی اب رہا "مقام مرسلین" تو اس کی توضیح یہ ہے کہ "مقام نبی" اور "منزلت نبی" ایک اصطلاح ہے چنانچہ صاحب زبدۃ الحقایق نے یہ لکھا ہے۔

اگر منزلت و مقام مصطفےٰ تواں داشتن و داشتن رنگ ممکن بود کہ منزلت ایں طائفہ دریابی (تمہید اصل ثالث)	اگر مصطفےٰ کی منزلت اور مقام جان سکتا ہے اور رکھ سکتا ہے تو اس وقت اس جماعت کی منزلت کو پاتا ممکن ہوگا۔

منزلت و مقام سے مراتب میں برابر ہونا مراد نہیں ہے بلکہ تبعاً نبی کے کمالات سے متصف ہونا ہے اسی کو اصطلاح میں "سیر نبی" بھی کہتے ہیں اور حدیث میں نبی کے قلب پر ہوتے سے تعبیر کی گئی ہے[4]۔ اس سے قطع نظر ان لوگوں کا "مقام" جن پر انبیاء بھی رشک کرینگے، ظاہر ہے کہ اس سے سوا ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

---

[1] ماہنامہ تجلی (شمارہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۶۵ء) صـ ۴۱ [2] مدارج النبوۃ [3] اشعۃ اللمعات [4] کنز العمال۔

یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیامة بمکانهم من الله[1]	رشک کرینگے ان پر انبیاء اور شہداء قیامت کے دن ان کے مرتبہ کی وجہ سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا۔

اسی مقام کو "مقام مرسلین" سے بالاتر کہا گیا ہے (تفصیل کے لئے حصہ سوم باب پنجم پڑھیئے)

احکام قرآنی یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کلام اللہ میں کوئی امر یعنے حکم ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر کلام اللہ میں کوئی نہی (یعنی نہ کرنے کا حکم) ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔

کلام اللہ میں یہ صیغۂ امر جو احکام دیئے گئے ہیں، دیوبندی (یعنے مدیر تجلی) اور شاہ جہاں پوری (یعنے مولف ہدیہ مہدویہ) کے پاس اس کی سولہ[16] قسمیں ہیں، ان میں صرف ایک قسم امر وجوبی کی ہے، اس لحاظ سے ان کے پاس احکام کلام اللہ کا ۱/۱۶ حصہ فرض ہے، اگر ان کے پاس "فرض علیک القرآن" کے بہ موجب پورا قرآن فرض ہوتا تو ترک دنیا، ہجرت وغیرہ سے متعلق اعتراض کرکے اپنی نامسلمانی کا ثبوت نہ دیتے!!!

ہجرت، ترک دنیا وغیرہ سے متعلق تفصیلی بحث حصہ اول باب ہشتم میں ہو چکی ہے۔ یہاں سرسری طور پر چند باتیں لکھدی جاتی ہیں۔

۱۔ ترک دنیا اللہ تعالیٰ نے مرید حیاتِ دنیا کی سزاء دوزخ قرار دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

من کان یرید الحیوٰة الدنیا وزینتها نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون اولئك الذین لیس لهم فی الآخرة الا النار (ھود ع ۱)	جو کوئی حیات دنیا وزینت دنیا کا ارادہ کرتا ہے، ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔

اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

اترکوا الدنیا لاهلها[2]	دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو

عامر عثمانی نے اس کو رہبانیت قرار دیا ہے، اس کو یہ تک نہیں معلوم کہ حدیث نبوی میں لفظ رہبانیت جو آیا ہے آخر اس کا مفہوم کیا ہے، صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

لا رہبانیت فی الاسلام ومراد بہ رہبانیت ترک نکاح است۔	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اور رہبانیت سے مراد ترک نکاح ہے۔

مہدویہ کے پاس ترک دنیا سے مراد زہد فی الدنیا ہے، ترک نکاح نہیں ہے! (تفصیل کیلئے حصہ اول باب ہشتم پڑھیئے)

۲۔ طلب دیدار حق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادة ربه احدا (الکہف ع ۱۳)	پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کا آرزومند ہے اس کو عمل صالح کرنا چاہیئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] کنز العمال۔

انسان تو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات ع ۳) | نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر عبادت کرنے کے لئے۔

اور عبادت کس طرح ہونی چاہیئے رسول اللہ صلعم نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ (اشعۃ اللمعات) | اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ انسان دیدار حق ہی کے لئے پیدا ہوا ہے، ایسی صورت میں طلب دیدار حق کس طرح فرض نہ ہوگی۔

عامر عثمانی نے یہ افترا کیا ہے کہ مہدویہ کے پاس "جو خدا کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے"[1] عقیدۂ شریفہ میں جو اصحاب مہدیؑ کا متفق علیہ ہے یہ الفاظ آئے ہیں۔

نیز حکم کردہ است کہ بر ہر یکی مرد و زن طلب دیدار خدا فرض است۔ | نیز حکم دیا ہے کہ ہر مرد و عورت پر خدا کے دیدار کا طلب فرض ہے۔

طلب دیدار خدا فرض ہونے کے معنے عامر عثمانی نے یہ لئے ہیں کہ جو خدا کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے[1] کیا یہ عامر عثمانی کا حد درجہ تعصب اور جہالت نہیں ہے؟ (تفصیل کے لئے حصہ اول باب ہشتم پڑھیئے۔

۳۔ ہجرت تارکین ہجرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعید نازل کی ہے۔

قالوا الم تکن ارض اللہ فاسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماوٰھم جھنم۔ (النسا، ع ۱۴) | (فرشتے) کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہیئے تھا، سو ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ترک ہجرت کی سزا دوزخ ہے، ایسی صورت میں ترک ہجرت کو ترک کر دینا یعنے ہجرت کرنا فرض ہوا اور ہجرت اس صورت میں فرض ہوتی ہے جب کہ اسباب ہجرت پیدا ہو جائیں۔ صرف دارالکفر سے دارالاسلام کو منتقل ہونے کا نام ہجرت نہیں ہے بلکہ دارالخوف سے دارالامان کو منتقل ہونے پر بھی ہجرت کا اطلاق ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے حصہ اول باب ہشتم)

۴۔ عشر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (البقرۃ ع ۳۷) | اے مومنو اپنی کمائی کی پاک چیزوں میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

اس آیت میں انسان کی کمائی ہوئی چیزوں میں سے اور زمین سے اگنے والی چیزوں میں سے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حدیث میں اس امر کی صراحت ہے کہ کس قدر دیا جائے چنانچہ صاحب کنز العمال نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ "میرے پاس ۲۰ اوقیہ تھے، میں نے اس میں سے دس اوقیہ صدقہ میں دیئے" دوسرے نے کہا یا رسول اللہ میرے یہاں ۲۰ دینار تھے، میں نے اس میں سے دس دینار صدقہ میں دیئے۔ ایک اور شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس دس دینار تھے، میں نے اس میں سے ایک دینار صدقہ میں دیا، اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

---

[1] ماہنامہ تجلی شمارہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۶۵ء ص ۴۲

کلکم قد احسن انتم فی الاجر سواء تصدق کل رجل منکم بعشر مالہ[1]

تم سب نے اچھا کیا اور تم سب اجر میں برابر ہیں اس لئے کہ تم سب نے اپنے مال کا عشر یعنے دسواں حصہ صدقہ میں دیا۔

مال میں عشر دینے کو رسول اللہ صلعم نے احسن قرار دیا ہے اس کو شریعت کے مغائر کہنا خود رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرنا ہے، یہ بھی واضح رہے کہ مہدویہ کے پاس عشر زکوٰۃ کے سوا ہے، زکوٰۃ کا بدل نہیں ہے، حدیث میں یہ آیا ہے۔

ان فی المال حق سوی الزکوٰۃ[2]

تحقیق کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔

ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر[3]

جو زمین سے اُگے اس میں عشر لیا جائے۔

غرض قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جس طرح زمین سے اگنے والی چیزوں میں سے عشر دیا جاتا ہے اسی طرح انسان کی کمائی ہوئی چیزوں میں سے بھی عشر دیا جائے اور عشر انفاق کے تحت آجاتا ہے۔ (اس سے قبل تفصیلی بحث کی جا چکی ہے)

۵۔ دوگانہ شب قدر شب قدر کی فضیلت سے متعلق حق تعالیٰ نے سورۃ القدر نازل فرمائی ہے، اگر اس رات کی عبادت فرض نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا اس کی اس قدر فضیلت بیان کرنا عبث قرار پائے گا۔ نماز کے اطلاق کے لئے کم سے کم دو رکعتوں کا ہونا ضروری ہے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے پہلی دفعہ نماز پڑھی ہے تو دو رکعتوں پر ہی مشتمل تھی[4]۔ (تفصیلی بحث حصہ چہارم باب دوم میں پڑھئے۔)

ائمہ مجتہدین کا اختلاف عامر عثمانی کا یہ ادعا ہے کہ ترک دنیا، طلب دیدار خدا، ہجرت وغیرہ کو فرض ماننا شریعت اسلامی کے مغائر ہے، معترض کو خبر ہی نہیں کہ ان کی فرضیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اگر ائمہ مجتہدین کو اس سے اختلاف ہے تو کیا خود ائمہ مجتہدین میں کوئی اختلاف نہیں ہے؟

شارح سفر السعادت نے یہ لکھا ہے؟

یکصد و بست و پنج مسئلہ از اصول مسائل نوشتہ اند کہ احمد با ابو حنیفہ موافق است در آں و با شافعی مخالف[5]

اصول مسائل میں ایک سو پچیس[125] مسئلے لکھے ہیں جن میں احمد ابن حنبل، ابو حنیفہ کے موافق ہیں اور شافعی کے خلاف۔

اختلاف کی مثالیں ۱۔ شافعی کے پاس نماز میں مقتدی پر سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے، ابو حنیفہ کے پاس نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے۔

اذا قری القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون (الاعراف ع ۲۲)

جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اس کو اور خاموش ہو جاؤ امید کہ تم پر رحمت کی جائے۔

جوان انصاری در عقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز می گزارد و ہر چہ آنحضرت قرأت می فرمود او نیز می خواند

ایک انصاری نوجوان رسول اللہ صلعم کی اقتدا میں نماز پڑھتا تھا۔ آنحضرت صلعم جو کچھ قرأت فرماتے تھے وہ

---

[1] کنز العمال [2] و [3] اشعۃ اللمعات [4] مدارج النبوۃ [5] شرح سفر السعادت۔

آیت آمد[1] | بھی پڑھتا تھا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مذکورہ آیت سے قرأت قرآن کے وقت دو امور ثابت ہیں' ایک کان لگا کر سننا اور دوسرے چپکے رہنا۔
صاحب مدارک نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات وقت قرأۃ القرآن فی الصلاۃ وغیرھا[2] | اس کے ظاہر سے نماز وغیرہ میں قرأۃ قرآن کے وقت سننے اور چپکے رہنے کا وجوب ثابت ہے۔

صاحب مدارک نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے۔

وجمھور الصحابۃ رضی اللہ عنھم علی انہ فی استماع المؤتم[3] | جمہور صحابہ اسی پر ہے کہ یہ مقتدی کے سننے کے بارے میں ہے۔

احادیث صحاح سے بھی مذکورہ آیت کے مفہوم کی توضیح ہو جاتی ہے' چنانچہ ابوہریرہ سے یہ مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجہ[4] | کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہیں بنایا جاتا امام مگر اس لئے اس کی اقتدار کی جائے پس جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپکے رہو' روایت کی ہے اس کی ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے۔

مسلم کی ایک روایت میں جو ابوہریرہ اور قتادہ سے مروی ہے "واذا قرأ فانصتوا" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔
یہ رسول اللہ صلعم کا قول ہے جس پر تین آئمہ حدیث کا اتفاق ہے' اس کی نفی آپ کے کسی فعل سے نہیں ہو سکتی۔ غرض نماز میں قرأت کے وقت مقتدی کا سننا اور چپکے رہنا قرآن اور حدیث صحاح سے ثابت ہے۔
مذکورہ صدر آیت قرآنی اور حدیث صحاح مندرجہ ذیل حدیث کی تائید کر رہے ہیں۔

من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ[5] | جو کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے' پس امام کی قرأۃ ہی اسکی قرأۃ ہے

اس حدیث کے ذیل میں صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

ایں حدیث صحیح است وجز بخاری ومسلم ہمہ اورا روایت کردہ اند ودر ہدایہ گفتہ است کہ وعلیہ اجماع الصحابۃ | یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری ومسلم کے سوا سب نے اس کی روایت کی ہے اور ہدایہ میں کہا ہے کہ اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔

لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب[6] | جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھا اس کی نماز نماز نہیں۔

تو اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔
اول یہ کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (المزمل ع ۲) | پس پڑھ لیا کرو جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے۔

ما تیسر کا اطلاق سورۂ اخلاص' سورۂ العصر' وغیرہ پر بھی ہو سکتا ہے سورۂ فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے!!

---

[1] مواہب علیہ [2] و [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) [4] و [5] اشعۃ اللمعات۔ [6] اشعۃ اللمعات۔

اور تم رسول اللہ صلعم کا یہ قول ہے۔

فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضو ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن [1]

پس فرمایا رسول اللہ نے جب تو نماز کے لئے کھڑے رہنا چاہے تو وضو پورا کر پس قبلہ رو ہو جا، پھر تکبیر کہہ، پھر پڑھ جو کچھ تو آسانی سے پڑھ سکے قرآن میں سے۔

یہ حدیث بھی ابوہریرہ سے مروی ہے، اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے اس میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تخصیص نہیں ہے

سوم یہ کہ حدیث لاصلوٰۃ سے قرأۃ سننے والا مقتدی مستثنیٰ ہے اس لئے کہ دوسری حدیث صحاح میں اس امر کی صراحت ہے کہ امام جب قرأۃ کر چکے تو چپکے رہو ایسا استثناء قرآن سے بھی ثابت ہے، مثلاً حق تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

والملائکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض (الشوریٰ ع)

اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں اہل زمین سے مشرکین مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم اور مومنین کو اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے بھی مغفرت مانگنے سے اس طرح منع فرمایا ہے۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ (التوبہ ع ۱۴)

نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

جس طرح "من فی الارض" سے "مشرکین" مستثنیٰ ہیں اسی طرح حدیث "لاصلوٰت" سے مستثنیٰ کرنے والا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد ہے۔

"اذا قرأ فانصتوا"

اور اگر امام قرأۃ کرے تو تم چپکے رہو۔

چہارم یہ کہ حدیث لاصلوٰۃ اور حدیث من کان لہ امام میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ قرأت کو غور سے سننا بھی قرأۃ میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ترٰی اعینھم تفیض من الدمع (المائدہ ع)

اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو نازل کیا گیا رسول کی طرف تو تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتا ہے۔

یہاں آیت قرآنی سن کر آنسو بہانا مذکور ہے، کیا قرآن پڑھ کر آنسو بہانے سے اس کا ثواب کم ہو جائے گا؟

پنجم یہ کہ مقتدی کے تعلق سے ابوہریرہ کا یہ قول آیا ہے۔

اقراء بھا فی نفسک [2]

پڑھو سورۂ فاتحہ اپنے جی میں

تو اس کا جواب رسول اللہ صلعم کا وہ قول ہے جو خود ابوہریرہ سے مروی ہے یعنے جب امام قرأۃ کرے تو تم چپکے رہو اس سے قطع نظر کیا غور سے سننا جی میں پڑھنا نہیں ہے؟

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] اشعۃ اللمعات

ششم یہ کہ اذا قری القرآن میں حکم عام ہے، اس کو صرف خارج صلوٰۃ پر محمول کرنا باطل ہے، اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ نماز میں تو سنو نہیں، نماز سے خارج پڑھا جائے تو سنا کرو!!

ہفتم یہ کہ قرأت سے استماع افضل ہے اور رسول اللہ صلعم قرأت سے استماع کو ہی زیادہ عزیز رکھتے تھے چنانچہ شرح سفر السعادت میں یہ مروی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست داشتی و نشنیدن آن را از دیگرے بشنود چنانچہ بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد آوردہ اند کہ عبداللہ بن مسعود را فرمود قرآن بخواں بر من او گفت یا رسول اللہ آیا من خوانم و حال آنکہ فرستادہ شدہ است بر تو فرمود درست میدارم من کہ بشنوم قرآن را از غیر خود (ص ۲۴۳)

آنحضرت صلعم عزیز رکھتے تھے کہ قرآن کو دوسروں سے سنیں چنانچہ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ آپ نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ، انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں سناؤں! حال آنکہ قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں عزیز رکھتا ہوں کہ قرآن کو دوسروں سے سنوں۔

اس لحاظ سے مقتدی کا جہری نماز میں سورہ فاتحہ کا استماع ہی افضل ہے۔

ہشتم یہ کہ نماز میں متابعت امام کے تحت، اس کی قرأت سننا اور خاموش رہنا تکمیل اقتدا کے لئے ضروری ہے غرض مقتدی کا جہری نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو۔

زیر بحث آیت میں سننا مقدم ہے اور خاموش رہنا موخر، سری نماز میں جب سننا ہی نہیں ہے تو پھر خاموش رہنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "سورۂ فاتحہ کے بغیر مقتدی کی نماز درست نہیں ہے یا جائز نہیں ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین جمہور یہ کے پاس ایسی کوئی روایت ہی نہیں ہے، بر سبیل تنزل یہ تسلیم کر لیا جائے تو آیۂ اذا قری القرآن کی روشنی میں اس کا تعلق نماز سری سے ہوگا نماز جہری سے نہیں!!!۔

جب آیت قرآن کے خلاف شافعی کا مقتدی کے لئے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دینا شریعت کے مغائر نہیں تو مذہب جمہور یہ میں ذکر اللہ اور صحبت صادقین کا فرض ہونا کس طرح شریعت کے مغائر سمجھا جائے گا؟

(ب) برخلاف دیگر اماموں کے شافعی اور احمد بن حنبل نے منی کو پاک قرار دیا ہے، چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ بیان کیا ہے۔

نزد شافعی و مشہور از مذہب احمد منی طاہر است، و دلیل ایشاں آں است کہ منی اصل مادۂ پیدائش دودمان خدا است پس چگونہ گوئیم کہ نجس است و دار قطنی و طبرانی از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت آوردہ اند کہ گفت پرسیدند

شافعی کے نزدیک اور احمد بن حنبل کے مذہب سے مشہور ہے کہ منی پاک ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ منی دودمان خدا کی پیدائش کا مادہ ہے اور اصل ہے پس ہم کس طرح کہیں کہ وہ نجس ہے۔ دار قطنی اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم از منی کہ می رسد جامہ را پس فرمود کہ آں بہ مثابہ آب بینی است و آب حلق است کفایت می کند کہ بمال آں را بخرقہ یا بہ خشتی [1]

رسول اللہ صلعم سے منی کے متعلق پوچھا گیا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے، پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ رینٹ اور تھوک کے مانند ہے اس کو کپڑے کے ٹکڑے یا کسی کھردری چیز سے گرا دینا بھی کافی ہے۔

مسلمانان عالم کے پاس منی نجس ہے، صرف امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا منی کو پاک قرار دینا شریعت کے مغائر نہیں تو بھلا ہجرت اور نماز لیلۃ القدر کا مذہب مہدویہ میں فرض ہونا کس طرح شریعت کے مغائر ہو جائے گا؟

حاصل یہ کہ مذہب مہدویہ قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔

بانی دار العلوم دیوبند اور خدا کا خانہ زاد ہونا

اب عامر عثمانی کو بتانا ہوگا کہ اس کے خانہ زاد عقیدہ کی بنیاد کیا ہے جس کا اظہار محمد قاسم نانوتوی نے رسالہ حجۃ الاسلام میں اس طرح کیا ہے

"خدا وہ ہے جس کا وجود خانہ زاد ہو" [2]

اب ناظرین کو تصفیہ کرنا ہوگا کہ عامر عثمانی کا مذہب کفر و زندقہ کے کس درجہ میں ہے!!

مہتمم دار العلوم دیوبند اور حدیث کی غلط توضیح

اب رہا طیب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند کا یہ دعویٰ کہ کلمۂ دین سے کوئی بشر خالی نہ رہے گا" [3] تو یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران ع ۶)

اور ان لوگوں کو جو تمہارے متبعین ہیں، قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کافر ہوئے (یعنی تمہارے منکر ہیں)

یہاں عیسیٰؑ کے متبعین کا عیسیٰ کے منکرین یعنے یہودیوں پر قیامت کے دن تک غالب رہنا بیان کیا گیا ہے۔ خود اس سے ثابت ہے کہ کافر قیامت کے دن تک رہیں گے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ (المائدہ ع ۳)

پس لگا دیا ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت کے دن تک

بینھم میں ھم سے مراد نصاریٰ کے فرقے ہوں یا خود نصاریٰ و یہود، ہر دو صورت میں کافروں کا قیامت کے دن تک رہنا ثابت ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ (المائدہ ع ۹)

اور ڈال دیا ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت کے دن تک۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۵۲۔ [2] رسالہ حجۃ الاسلام (طبع وسیم پریس ص ۱۳)۔ [3] بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ، ۱۲ جولائی ۱۹۶۵ء۔ "جلسہ رحمۃ اللعالمین" حیدرآباد میں منعقد ہوا تھا، اس جلسہ میں طیب قاسمی نے مذکورہ غلط دعویٰ کیا ہے (ملاحظہ ہو روزنامہ رہنمائے دکن مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ)۔

یہاں ظلم سے مراد یہودیوں کی جماعتیں ہیں جیسے قریظہ ونضیر۔
اس آیت سے بھی یہی ثابت ہے کہ کفار بھی قیامت کے دن تک رہیں گے۔

(د) اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔

لو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اٰتٰکم (المائدہ ع ۶)	اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت کر دیتا مگر اس نے تم کو دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔

اس سے تو ثابت ہے کہ جملہ اہل عالم کا ایک ہی امت ہو جانا منشائے الٰہی کے خلاف ہے اور اگر تمام اہل دنیا کا ایک ہی امت ہو جانا فرض کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا مقصود آزمائش ہی پورا نہ ہو سکے گا!

(ھ) لو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین ۝ الا من رحم ربک ولذٰلک خلقھم (ھود ع ۱۲)	اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے۔

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے"۔ اس امر کی تصریح ہے کہ اہل حق اور اہل باطل کے اختلاف سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں طیب قاسمی کا یہ دعوی کہ ساری دنیا مسلمان ہو جائیگی مذکورۂ بالا آیات کی تکذیب کرنا ہے آیات الٰہی کی تکذیب کرنے والے کا مقام؟؟

لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم خالفھم حتی یاتی امر اللہ (اشعۃ اللمعات)	میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت اور اعلائے دین پر غالب رہے گی، نہیں ضرر پہونچائے گا ان کو جو ان کا مخالف ہے، یہاں تک کہ امر خدا یعنے قیامت آجائے۔

مسلم نے نواس بن سمعان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

فتقبض روح کل مومن وکل مسلم ویبقی شرار الناس یتھارجون فیھا تھارج الحمر فعلیھم تقوم الساعۃ (اشعۃ اللمعات)	پس (خوشبودار ہوا) قبض کرے گی ہر مومن اور ہر مسلم کی روح کو اور باقی رہ جائیں گے بدترین لوگ، اختلاط کریں گے زمین پر گدھوں کے مانند، پس انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

ظاہر ہے کہ قیام قیامت تک مومنوں کے وجود کے ساتھ اشرار الناس کا وجود بھی ثابت ہے۔
غرض قرآن وحدیث سے اہل باطل کا بھی قیام قیامت تک رہنا ثابت ہے، پس طیب قاسمی کا یہ دعوی کہ ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی، باطل ٹھیرا!
اب اس حدیث کی تحقیق کی جاتی ہے جو طیب قاسمی نے ناتمام نقل کر کے غلط معنے بیان کئے ہیں، پوری حدیث یہ ہے۔

عن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یبقی علی ظھر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ[1] کلمۃ الاسلام بعز عزیز و	مقداد سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نہیں باقی رہیگا روئے زمین پر کوئی گھر مٹی کا اور نہ اونٹ کے پشم کا (یعنی خیمہ) مگر یہ کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں کلمۂ اسلام کو عزت والے کی عزت

[1] بعض نسخوں میں "ادخلہ اللہ جل جلالہ" بھی آیا ہے (اشعۃ اللمعات)

ذل ذليل اما يعزهم الله فيجعلهم من اهلها او يذلهم فيكونون لها قلت فيكون الدين كله لله رواه احمد[1]

سے یا مرد ذلیل کی ذلت سے یا اللہ تعالیٰ ان کو عزت دے گا اور ان کو اہل کلمہ سے بنا دے گا یا ان کو ذلیل کرے گا' پس وہ کلمہ کے مطیع ہو جائینگے' مقداد کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہوگا سب دین اللہ کے لئے۔

امر اول یہ کہ مذکورہ حدیث میں مہدی کا ذکر ہی نہیں ہے اور نہ کسی محدث نے اس حدیث کو باب المہدی میں درج کیا ہے!

امر دوم یہ کہ صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث کتاب الایمان میں درج کی ہے' یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ زیر بحث حدیث کو مہدیؑ یا مہدیؑ کے زمانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امر سوم یہ کہ صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نے ظہر الارض کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ای وجهها من جزيرة العرب وما قرب منها[2]

یعنے جزیرۃ العرب کی سرزمین اور وہ جو اس سرزمین سے نزدیک ہے۔

اس طرح صاحب مظاہر حق نے ظہر الارض کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"مراد زمین سے زمین جزیرہ عرب کی ہے اور اس کے گرد و نواح کی"[3]

جزیرۃ العرب اور اس کے آس پاس کی زمین سے تمام روئے زمین کا چپہ چپہ مراد لینا سراسر غلط ہے۔

امر چہارم یہ کہ مذکورہ حدیث میں "الارض" سے ساری دنیا مراد نہیں ہے' قرینہ اس کا یہ ہے کہ اونٹ کے پشم کے گھر کا ذکر کیا گیا ہے یعنے اونٹ کے پشم سے بنی ہوئی چادر کا خیمہ' یہ خاص عربوں کی زندگی پیش کر رہا ہے۔ چنانچہ ابن حبان نے بھی آیہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے ذیل میں زیر بحث حدیث سے متعلق یہ لکھا ہے۔

قيل مخصوص بجزيرة العرب وقد حصل ذلك[4]

کہا گیا ہے کہ جزیرۃ العرب سے مختص ہے اور تحقیق کہ وہ چیز حاصل ہو گئی۔

یعنے جزیرۃ العرب میں دین اسلام کی اشاعت ہو گئی۔

امر پنجم یہ کہ مذکورہ حدیث کے مشتملات کو "آخر الزماں" سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ آخری زمانہ میں سنگ و گچ یا سمنٹ اور آہن کی کوئی عمارت نہ ہوگی' اور اگر کوئی ایسی عمارت ہو گئی تو بہ فحوائے حدیث اس میں کلمۃ الاسلام داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مٹی کے گھروں میں یا اونٹ کے پشم کی چادروں سے بنے ہوئے خیموں میں کلمۃ الاسلام داخل ہوگا الفاظ حدیث میں۔ جو حصر کیا گیا ہے اس سے پختہ عمارتیں مستثنیٰ ہیں بر سبیل تنزل یہ مان بھی لیا جائے کہ حدیث زیر بحث میں "الارض" سے ساری دنیا مراد ہے تو بھی جملہ اہل عالم کا مسلمان ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔

امر ششم یہ کہ گھر' مٹی کا بنا ہوا ہو یا اونٹ کے پشم کا' اس میں رہنے والوں میں سے اگر ایک نے بھی اسلام قبول کر لیا تو کلمۂ اسلام کا گھر میں داخل ہونا متحقق ہو گیا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] مرقاۃ و شرح مشکوٰۃ (عربی قلمی) [3] مظاہر حق (طبع مطبع نولکشور) [4] البحر المحیط (طبع مصر)

اس لحاظ سے بھی بہ فحوائے حدیث جملہ اہل عالم کا مسلمان ہوجانا ضروری نہیں !!

واضح ہو کہ مذکورہ حدیث میں کلمۂ اسلام داخل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں، ایک عزت کی اور ایک ذلت کی، عزت کی یہ صورت ہے کہ مٹی کے گھروں میں اور اونٹ کے پشم کی چادر کے خیموں میں رہنے والے کلمۂ اسلام قبول کریں گے اس پیشین گوئی کا ظہور ہوچکا۔

ذلت کی یہ صورت ہے کہ "مٹی" یا "پشم شتر" کے گھروں میں رہنے والے کلمۂ اسلام کے مطیع ہوجائینگے یعنے وہ ذمی بن کر جزیہ دیں گے چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات نے "فیدینون لھا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

پس مطیع و منقاد می شوند مر آں کلمہ را بہ قبول ذمہ و جزیہ | مطیع اور منقاد ہوجائینگے کلمۂ اسلام کے ذمی ہونے اور جزیہ دینے کو قبول کرکے۔

اس پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوچکا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث کا صرف وہ حصہ طبیب قائمی کی نظر سے گزرا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ کوئی مٹی کا گھر یا پشم شتر کا گھر (یعنے خیمہ) ایسا نہ ہوگا جس میں کلمۂ اسلام داخل نہ ہوا ہوگا۔

اس حدیث کا دوسرا حصہ ہی نہیں دیکھا جس میں قبول جزیہ کو بھی کلمۂ اسلام کا گھر میں داخل ہونا قرار دیا گیا ہے۔

جب قبول جزیہ بھی کلمۂ اسلام کا گھر میں داخل ہونا ہے تو اسلام سے متعلق لٹریچر اگر کسی غیر مسلم کے گھر میں داخل ہوجائے تو قبول جزیہ کے مقابلہ میں بدرجۂ اولیٰ اسلام کا گھر میں داخل ہونا متحقق ہوگا۔

غرض کلمۂ اسلام میں داخل ہونے کے اطلاق کے لئے اسلام قبول کرلینا ضروری نہیں! حاصل یہ کہ مذکورہ حدیث کو مہدیؑ یا زمانۂ مہدیؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے، دوسرے یہ کہ زیر بحث حدیث سے جملہ اہل عالم کا مسلمان ہوجانا بھی ثابت نہیں!

اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے۔

ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً (البقرۃ ع ۳۵) | پھر رکھ دو ہر ایک پہاڑ پر ان میں ایک ایک حصہ۔

مذکورہ آیت میں "کل جبل" سے روئے زمین کے جملہ پہاڑ مراد نہیں ہوسکتے تو زیر بحث حدیث میں "الارض" سے روئے زمین کا ہر ایک چپہ کس طرح مراد ہوگا!

اب رہے روایت کے الفاظ کہ سب دین اللہ کے لئے ہوجائیگا تو یہ رسول اللہ صلعم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ راوی کا قول ہے اور مراد اس سے دین اسلام کا غلبہ ہے چنانچہ صاحب مدارک نے ظھرہ علی الدین کلہ (الفتح ع ۲) (تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ھو اظھارہ بالحجج والآیات [1] | وہ دین کو غالب کر دکھانا ہے حجتوں اور نشانیوں سے۔

ظاہر ہے کہ اصل غلبہ حجت اور نشانی کا ہے، محض تعداد کا بڑھ جانا نہیں!

غرض روئے زمین کے جملہ افراد کا مسلمان ہوجانا روایت زیر بحث کے آخری الفاظ سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا!!!

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ کافر قیامت کے دن تک رہیں گے!! ایسی صورت میں روئے زمین کے جملہ افراد کے مسلمان ہوجانے کا دعویٰ کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان تراشی اور آیات قرآنی کی تکذیب کرنا ہے!!!

---

[1] تفسیر مدارک۔

باب دوم

سراج الابصار پر چند اعتراضات اور ان کی تحقیق

حذف وغیرہ کا الزام میاں عالم باللہؒ نے بعض جگہ حدیث کے فقرے مضمون کی مناسبت سے پیش کئے ہیں، مولف ہدیہ[1] نے اس کو حذف، تحریف اور سرقہ سب کچھ کہا ہے حالانکہ امام بخاری ایک ہی حدیث کے مختلف فقرے مضمون کی مناسبت سے مختلف ابواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں کیا اس پر بھی حذف تحریف اور سرقہ کا اطلاق ہوگا؟

میاں عالم باللہ نے دلیل اخلاق کے اختتام پر منجملہ دوسری روایات کے یہ روایت بھی پیش کی ہے۔

(۱) ومنها ما قال علی رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ امنا المهدی ام من غیرنا قال رسول اللہ بل منا یختم اللہ به الدین (سراج الابصار ص۲۰۶)

مذکورہ روایت پر یہ اعتراض ہے کہ صاحب سراج الابصار نے ..... حدیث کے نصف اول کو نقل کیا اور نصف ثانی کو حذف کیا ..... تمام حدیث بروایت نعیم بن حماد اور ابونعیم کے یہ ہے۔

عن علی قال قلت یارسول اللہ امنا آل محمد المهدی ام من غیرنا فقال لا بل منا یختم اللہ به الدین کما فتح بنا ینقذون من الفتنة کما انقذوا من الشرك وبنا یولف اللہ بین قلوبهم بعد عداوة الفتنة کما الف بین قلوبهم بعد عداوة الشرك وبنا یصبحون بعد عداوة الفتنه اخوانا کما اصبحوا بعد عداوة الشرك اخوانا فی دینهم[2]

واضح ہو کہ میاں عالم باللہ نے روایات درج کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وجمیع هذه المنقولات من عقد الدرر (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) یعنے یہ تمام روایتیں عقد الدرر سے لی گئی ہیں۔

میاں عالم باللہ کی پیش کردہ روایت عقد الدرر کے باب اول میں موجود ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

"الباب الاول فی بیان انه من ذریة سیدنا رسول اللہ صلعم وعترته" یعنے باب اول اس بیان میں کہ مہدیؑ رسول اللہ صلعم کی ذریت اور عترت میں سے ہیں۔

معترض نے جو حدیث پیش کی ہے وہ عقد الدرر کے ساتویں باب میں ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۰۱۔ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۳۸۔

"الباب السابع فی شرفہ وعلو منزلتہ" یعنے ساتواں باب مہدی کے شرف اور علو منزلت میں، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں عقد الدرر کا ایک قدیم نسخہ ہے جس کا سنہ کتابت ۱۰۹۲ھ ہے اور مقام کتابت شہر دمشق، اس کے بھی پہلے باب[1] میں روایت اسی قدر ہے جتنی کہ صاحب سراج الابصار نے پیش کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقد الدرر کے تمام نسخوں میں جو ہندوستان اور دیار عرب میں متداول تھے ایسا ہی مرقوم تھا۔ اس سے قطع نظر اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں ابن یوسف المقدسی الحنبلی کا ایک رسالہ ہے موسوم بہ "فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر" اس کا سنہ کتابت ۸۶ھ ہے اس کے پہلے باب کا عنوان یہ ہے "حقیقۃ ظہور المہدی" اس میں بھی روایت[2] زیر بحث اسی قدر مرقوم ہے جتنی کہ صاحب عقد الدرر اور صاحب سراج الابصار نے پیش کی ہے۔

خود صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں یہی حدیث حافظ ابوبکر البیہقی کے حوالے اس قدر روایت کی ہے۔

"عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منا یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا اخرجہ الحافظ ابوبکر البیہقی۔"

(عقد الدرر الباب السابع ص ۲۲۴ حدیث عربی (قلمی) نمبر ۴۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

ایسی صورت میں معترض کا یہ کہنا کہ صاحب سراج الابصار نے حدیث کے نصف اول کو درج کیا اور نصف ثانی کو حذف کر دیا صحیح نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ صاحب عقد الدرر پر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مولف نے بھی ابواب کے عنوان کی مناسبت سے حدیث کا ایک حصہ درج کیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے ایک ہی حدیث کے مختلف ابواب کے ذیل میں درج کئے ہیں۔ قطع نظر اس کے خود میاں عالم باللہ نے قرآن و ذکر مہدی کی بحث میں یہی حدیث اس طرح نقل کی ہے۔

فمنہا قولہ علیہ السلام عن علی رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ امنا المہدی ام من غیرنا فقال رسول اللہ صلعم بل منا یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا الی آخر الحدیث۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۱۰۰)

"الی آخر الحدیث" پر سراج الابصار کے تمام نسخوں کا اتفاق ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ پوری حدیث میاں عالم باللہ کے پیش نظر تھی اور حدیث کا حصہ بقدر ضرورت پیش کیا ہے۔ اب رہا حدیث کے نصف ثانی کا مضمون، تو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ساری خلق خدا شرک سے نجات نہ پا سکی تو امام مہدیؑ کے زمانہ میں ساری دنیا گمراہی کے فتنوں سے کیسے نجات پا سکتی ہے اب رہا لوگوں کا بھائی بھائی کی طرح رہنا تو اس کی بہترین مثال دائرہ مہدویہ تھی جہاں امیر غریب، جاہل، سپاہی، سر لشکر سب دولت دنیا چھوڑ کر بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ معترض یہ بھی کہتا ہے کہ "جو لوگ شرک سے چھٹائے گئے ہیں وہی لوگ فتنہ سے چھڑائے جاویں گے"[3]

---

[1] عقد الدرر صفحہ ۲۹، ۳۰ (حدیث عربی (قلمی) نمبر ۴۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [2] فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر (قلمی) (حدیث عربی نمبر ۲۷۳) صفحہ ۶ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۰

یہ تخصیص و انحصار صحیح نہیں اس لئے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ امام مہدیؑ بھی رسول اللہ صلعم کے عہد میں طبقۂ صحابہ پر ہی مبعوث ہوں۔

(ب) میاں عالم باللہ نے ایک اور روایت پیش کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۲۱۲)

مذکورہ روایت پر یہ اعتراض ہے کہ "القصہ فقرہ کہ آخر حدیث ابونعیم سے حذف کر دیا وہ یہ ہے" ویملاء الدنیا عدلا کما ملئت جوراً" یعنے بھر دینگے، امام مہدی دنیا کو عدل سے کہ بھری گئی ہوگی ظلم سے[1]

میاں عالم باللہ نے سراج الابصار کی ابتداء میں حدیث یملاء الارض کو تسلیم کرتے ہوئے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۶-۲۵) یہ گمان کرنا کہ کتاب کے آخر میں آپ نے "یملاء الدنیا" الی آخرہ کو حذف کر دیا صحیح نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ "کما قمت بہ فی اول الزمان" کے ذیل میں دو ہی سطروں کے بعد میاں عالم باللہ نے یہ لکھا ہے۔

و ھذا معنی یملاء الارض قسطا و عدلا۔

عالم باللہ نے حدیث یملاء الارض کو مانتے ہوئے اس کی توضیح کی ہے۔" "یملاء الارض" کے الفاظ ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ یملاء الدنیا کے الفاظ آپ نے تاویل کی خاطر حذف کر دیئے غلط ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت سراج الابصار کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں نہیں، ضیاء القلوب کے دو نسخے ہمارے پیش نظر ہیں دونوں کے متن میں یہ عبارت موجود ہے۔ ہم نے اس کو سراج الابصار مع مقدمہ کے صفحہ ۲۱۲ کے حاشیہ پر درج کیا ہے۔

اس کے علاوہ میاں سید فضل اللہ نے حاشیہ ضیاء القلوب میں یہ لکھا ہے" در بعضے نسخہ جات ویملاء الدنیا عدلا کما ملئت جوراً مسطور متن نیست"۔ یعنے سراج الابصار کے بعض نسخوں میں یملاء الدنیا الی آخرہ جزو متن نہیں ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ بعض نسخوں میں موجود ہے۔

اس لحاظ سے میاں عالم باللہ پر جو اعتراض ہوا وہ بیجا نکلا جو نسخہ معترض کے پیش نظر تھا اگر اس میں یملاء الدنیا کے الفاظ نہیں تھے تو یہ کیسے فرض کر لیا کہ مصنفؒ نے اس کو حذف کر دیا در آنحالیکہ دو ہی سطروں کے بعد حضرتؒ نے یملاء الارض کے الفاظ بطور توضیح پیش کئے ہیں۔

(ج) میاں عالم باللہ نے "یفتح حصون الضلالۃ وقلوبا غلفا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

نا نظر ایھا المنصف الی قولہ علیہ السلام وقلوبا غلفا وھو عطف تفسیر لقولہ حصون الضلالۃ فعلم ان المھدی	ایک صاحب انصاف کو آنحضرتؐ کے ارشاد قلوبا غلفا پر دے پڑے ہوئے دل کو دیکھنا چاہیے کہ وہ آپ کے قول حصون الضلالۃ (گمراہی کے قلعے) کے لئے عطف تفسیری ہے پس یہ معلوم ہوا کہ

[1] ہدیہ مہدویہ طبع مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ صفحہ ۱۴۴۔
[2] " " " " " صفحہ ۱۴۰

یفتح القلوب الغلف بفیضه فیملاءها بعدله وهذا معنی یملاء الارض فسطا وعدلاً کما ملئت جورا کما ذکر الامام احمد بن حنبل فی مسنده و یملاء الله قلوب امة محمد غنا و یسعهم عدله۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صفحہ (۲۱۲)

مہدی موعود اپنے فیض سے پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول کر اپنے عدل سے ان کو بھر دیں گے اور یہی ہے یملاء الارض الی آخرہ (بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی) کے معنے چنانچہ امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ "اللہ امت محمدی کے دلوں کو غنا سے بھر دے گا اور ان میں اس کے عدل کی گنجائش پیدا ہو جائے گی"

مذکورہ عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ روایت امام احمد کا ماقبل و مابعد کہ اس تاویل کی تخریب اور ان کے مہدی کی صراحتاً تکذیب کرتا تھا حذف کر دیا[1]

واضح ہو کہ حضرت عالم باللہ نے سراج الابصار میں حدیثوں کے فقرے مضمون کے لحاظ سے متعدد مقامات پر نقل کئے ہیں، نمونہ کے طور پر چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حدیث یملاء الارض کی بحث میں ایک حدیث کا فقرہ جو دجال سے متعلق ہے اس طرح ذکر کیا ہے۔

فعاث یمینا وعاث شمالا یا عباد الله فاثبتوا (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۸)

(۲) قوم مہدی کی بحث کے ذیل میں نواس بن سمعان کی روایت کی ہوئی حدیث کا یہ فقرہ درج کیا ہے۔

ثم یاتی عیسیٰ ابن مریم قوم قد عصمهم الله من فتنة الدجال فیمسح عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم الحدیث (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۹)

(۳) تاویل مباح و تفسیر حرام کی بحث کے ذیل میں جہاں امام مہدی کا مرتبہ بیان کیا ہے ایک حدیث کا یہ فقرہ درج کیا ہے وجبریل مقدمته ومیکائیل ساقته (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۷۸)

ایسی صورت میں یہ کہنا کہ صاحب سراج الابصار نے امام احمد کی روایت کا ماقبل و مابعد اس لئے حذف کر دیا کہ وہ امام مہدیؑ کی تکذیب کرتا تھا صحیح نہیں۔ اگر یہ عبارت بزعم مدعی امام مہدی کے خلاف ہونے کی وجہ سے حذف کرتے تو "جبریل مقدمته ومیکائیل ساقته" کی روایت پیش نہ کرتے کیونکہ منکرین کے لئے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا دشوار ہے۔

میاں عالم باللہ نے قلوبا غلفا کی توضیح کی ہے اور اس کی تائید میں امام احمد کی روایت کا وہ حصہ پیش کیا ہے جس کو عبارت زیر بحث سے راست تعلق ہے، بقیہ امور جو حدیث میں مذکور ہیں ان کو مضمون زیر بحث سے ربط نہیں۔ امام احمد کی روایت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابشری لکم بالمهدی رجل من قریش من عترتی

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صـ۱۴۴

یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل فیملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً و یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض ویقسم المال صحاحا بالسویۃ بین الناس ویملاء قلوب امۃ محمد غنی ویسعھم عدلہ حتی انہ یامر منادیا فینادی من لہ حاجۃ الی فما یاتیہ احد الا رجل واحد یاتیہ لیسئلہ فیقول ایت السادن حتی یعطیک فیاتیہ انا رسول المھدی الیک لتعطینی مالا فیقول امث فیحثی ولا یستطیع ان یحملہ فیلقی حتی یکون قدر ما یستطیع ان یحملہ فیخرج بہ فیندم فیقول انا کنت اجشع امۃ محمد نفسا کلھم دعی الی ھذا المال فترکہ غیری فیردہ علیہ فیقول انا لا نقبل شیئا اعطیناہ فیلبث فی ذلک ستا او سبعا او ثمانیا او تسع سنین ولا خیر فی الحیوۃ بعدہ۔

اس حدیث میں آٹھ امور مذکور ہیں۔

(۱) مہدی کا عترت رسول سے ہونا (۲) اختلاف اور زلزلوں کا ظاہر ہونا (۳) عدل سے زمین کا بھر جانا (۴) اہل سما اور اہل زمین کا امام مہدی سے راضی ہونا (۵) مال کا علی السویہ تقسیم کرنا اور امت محمدؐ کے قلوب کا غنا سے بھر جانا (۶) منادی کا ندا کرنا (۷) ایک ہی شخص کا مال طلب کرنا اور پھر اس کو رد کرنا اور اس کا قبول نہ ہونا (۸) امام مہدی کا چھ سات آٹھ یا نو سال رہنا۔

ظاہر ہے کہ "یفتح قلوبا غلفاً" کی توضیح کے لئے مذکورہ حدیث میں سے یملاء قلوب امۃ محمد الی آخرہ کے سوا کوئی دوسرا فقرہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا، اب رہا معترض کا یہ کہنا کہ بقیہ امور امام علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں صحیح نہیں۔

(۱) امام علیہ السلام کا عترت رسول سے ہونا شیخ علی کے بیان سے ظاہر ہے۔ آپ کی مہدیت کی مخالفت کرنے کے باوجود اس نے آپ کو اولاد فاطمہؑ سے تسلیم کیا ہے، شیخ کی عبارت یہ ہے بمجرد علمھم انہ من اولاد الرسول واسمہ محمد الی آخرہ (سراج الابصار مع مقدمہ صـ۱۶۶) یعنے صرف یہ جان کر کہ وہ اولاد رسول سے ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔

خود شیخ کے باپ کا مولد جونپور ہے، میر غلام علی آزاد کے بیان سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ مآثر الکرام میں "شیخ علی متقی" کے احوال میں یہ بیان کیا ہے "جونپوری الاصل برہان پوری المولد است [1]"

امام علیہ السلام کی سیادت سے متعلق شیخ کی گواہی کیا اس کے خاندانی معلومات پر مبنی نہیں ہے؟ اس سے قطع نظر صاحب جونپور نامہ اور صاحب تحفۃ الکرام کے بیان سے بھی آپ کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا ثابت ہے۔

(۲) ا۔ اختلاف حدیث میں مطلق آیا ہے یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ امام مہدیؑ کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ امت محمدیہ میں بیسیوں فرقے قائم ہو چکے تھے اگر اختلاف مسئلہ مہدیت سے متعلق کر دیا جائے تو بھی صحیح ہے اس لئے کہ امام علیہ السلام کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ امت محمدیہ میں مہدی کے باب میں اختلاف ہو چکا تھا جیسا کہ بیہقی نے

---

[1] مآثر الکرام (طبع آگرہ ۱۳۲۸ھ) صـ۱۹۲۔

بیان کیا ہے" اختلف الناس فی امر المھدی "۔

(ب) اب رہے زلزلے تو یہ بھی امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد قریبی زمانے میں زلزلے آئے ہیں۔

(ج) صاحب جونپور نامہ نے باب اول میں سلاطین شرقیہ کے احوال میں بیان کیا ہے کہ سلطان سکندر لودھی نے ۹۰۵ھ میں جونپور پر حملہ کیا اور سلطان حسین کے حرکات کی پاداش میں یہ حکم دیا کہ سلاطین شرقیہ کی حویلیاں اور مقبرے منہدم کر دیئے جائیں۔ جونپور نامہ کی عبارت یہ ہے۔

" پس در سال نہصد و پنج بہ صوب جونپور مراجعت کرد در پاداش حرکات سلطان حسین فرمان داد تا اماکن و مقابر سلاطین شرقیہ از پا در آرند "۔

اس کے بعد یہ لکھا ہے۔

و قصر ہائی ملوکانہ کہ با یوان کیوان پہلو می زد اکثری پامال سم ستوران شد و در عرصہ دو سال نامے نشانے از آن نماند ..... طرفہ تر آنکہ در آن عرصہ زلزلہ عظیم پدید آمد، عمارات اہالی شہر از ہزار ہا متجاوز بر زمین ریخت

شاہانہ قصر جو کیوان کی برابری کرتے تھے گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہو گئے اور دو سال کی مدت میں ان کا نام و نشان نہ رہا ..... طرفہ یہ کہ اس مدت میں بہت بڑا زلزلہ آیا، اہل شہر کی عمارتیں ہزاروں سے زیادہ زمین کے برابر ہو گئیں۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ ۹۰۵ھ اور ۹۰۷ھ کے درمیان زلزلے آئے اور امام مہدی علیہ السلام نے ۹۰۵ھ میں دعوی موکد فرمایا ہے۔

صاحب شذرات الذہب نے بھی ۹۰۸ھ کے واقعات میں یہ لکھا ہے کہ فیھا حصل بمدینۃ عدن زلازل عظیمہ تواترت لیلا و نھارا[1] یعنے ۹۰۸ھ میں شہر عدن میں بڑے زلزلے رات دن متواتر آئے۔

(د) جس سال آپ کی رحلت ہوئی ہے بیرون ہند میں بھی زلزلے آئے ہیں۔ عبدالقادر العیدروس نے ۹۱۰ھ کے واقعات میں یہ لکھا ہے۔ وفیھا حصل بمدینۃ زبید زلزلۃ عظیمہ[2] یعنے ۹۱۰ھ میں زبید نامی شہر میں بہت بڑا زلزلہ آیا۔ اس کے بعد زیلع نامی شہر میں بہت بڑے زلزلے کی وجہ سے گھروں کا گر جانا اور لوگوں کا ساحل کی طرف بھاگنا مذکور ہے۔ صاحب شذرات الذہب نے بھی اسی سال کے واقعات میں یہی لکھا ہے" فیھا حصل بمدینۃ زبید و مدینۃ زیلع زلزلۃ عظیمۃ شدیدۃ ھائلۃ وقع منھا دور و خرج اھل زیلع الی الصحراء خوفا "[3] زبید یمن میں ہے اور زیلع نوبہ اور حبشہ کے درمیان واقع ہے۔

(ا) آپ کی رحلت کے بعد ۹۱۱ھ میں ہندوستان میں بہت بڑا زلزلہ آیا فرشتہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے " و در سنہ احدی عشرہ و تسعمایۃ روز یکشنبہ سیم ماہ صفر در آگرہ زلزلہ عظیم شد ..... ہم در آن روز در اکثر بلاد

---

[1] شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (طبع مصر ۱۳۵۱ھ) الجزء الثامن صفحہ ۳۶۔ [2] النور السافر عن اخبار القرآن العاشر (قلمی) جلد اول ورق تراجم عربی نمبر ۱۲۰۵ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [3] شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (طبع مصر) الجزء الثامن صفحہ ۴۴۔

ہندوستان زلزلہ شدہ بود[1]" یعنے ۹۱۱ھ میں اتوار کے دن ماہ صفر کی تیسری تاریخ کو آگرہ میں بڑا زلزلہ آیا ..... اور اسی دن ہندوستان کے اکثر شہروں میں بھی زلزلہ آیا تھا۔

زلزلہ اور سرزمین ہند ہندوستان میں جو زلزلہ آیا ہے اس سے متعلق صاحب تاریخ داؤدی نے یہ بیان کیا ہے۔

از زمان آدم تا زمان سکندر لودی زلزلۂ در ہند بہ وقع نیامدہ و ہیچ کس یاد نہ دارد[2]	آدم علیہ السلام کے زمانے سے سلطان سکندر لودی کے زمانے تک ہندوستان میں ایسا زلزلہ نہیں آیا اور کسی شخص کو یاد نہیں۔

حاصل یہ کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے زمانے میں زلزلوں کا آنا ثابت ہے یہ مہدی کے ظہور کی علامت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے قبل بھی زلزلہ آیا تھا اور ایوان کسریٰ کے کنگرے گر پڑے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہدی زلزلوں کو روکیں گے جیسا کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے بیان کیا ہے[3]۔

(۲) ساری زمین کا عدل وانصاف سے بھر جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس کی تفصیلی بحث خود میاں عالم باللہ نے حدیث یملاء الارض کے ذیل میں کی ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۱۶-۲۶) دوسرے یہ کہ امت محمدی کے قلوب کا غنا سے بھر جانا مذکور ہے، یہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ الارض سے ساری دنیا مراد نہیں ہے کیونکہ دنیا میں دوسری امتیں بھی ہیں۔

نووی نے حدیث انا الماحی الذی یمحی بی الکفر (میں وہ مٹانے والا ہوں جس کی بدولت کفر مٹ جائے گا) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وجاء فی حدیث آخر تفسیر الماحی بانہ الذی تمحیت بہ سیئات من اتبعہ فیکون المراد بمحو الکفر ھذا[4]	دوسری حدیث میں لفظ ماحی (مٹنے والا) کے معنے بیان کئے ہیں کہ ماحی وہ ہے جس کے طفیل میں اس کے اتباع کرنیوالوں کی برائیاں مٹ جائیں تحقیق کہ کفر کے مٹ جانے سے بھی یہی مراد ہے۔

اسی طرح ان ہی لوگوں کا عدل سے بھر جانا ثابت ہوگا جو امام علیہ السلام کا اتباع کریں گے۔

(۴) اہل سما اور اہل زمین کا راضی ہونا۔

تمام اہل سما کے راضی ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تمام اہل زمین بھی راضی ہوں۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدا قال لجبریل ان احب فلانا فاحبہ قال فیقول جبریل لاھل السماء ان ربکم یحب فلانا فاحبوہ قال فیحبہ اھل السماء قال ویوضع لہ القبول فی الارض[5]	کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو کہا کہ پھر جبرئیل اہل سماء سے کہتے ہیں کہ تمہارا رب فلاں بندے کو دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو پس اہل سماء اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں بھی ہو جاتی ہے۔

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۸۳ (طبع نولکشور ۱۳۰۱ھ) [2] تاریخ داؤدی (شائع کردہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ص ۱۴۷
[4] منہاج شرح مسلم بر حاشیہ ارشاد الساری (طبع مصر ۱۳۰۷ھ) الجزء التاسع صفحہ ۲۱۴ [5] مسند احمد بن حنبل (طبع مصر) الجزء الثانی صفحہ ۲۶۷۔

تمام انبیاء و اولیا محبوب اہل سماء ہیں لیکن روئے زمین کے تمام افراد نے کسی نبی یا ولی کو محبوب نہیں رکھا۔ مخالفین نے بھی امام مہدی علیہ السلام کو اولیائے کبار سے تسلیم کیا ہے اس لحاظ سے بھی بہ فحوائے حدیث اہل سماء کا آپ سے راضی ہونا ثابت ہے۔

کلام اللہ میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ (حٰمٓ السجدة ع۴)

نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی آپ نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کے سب دشمن دوست نہ ہو سکے۔

(۵) مال کا علی السویہ تقسیم کرنا مہدویوں سے مختص ہو گیا یہاں تک کہ سویت ان کے ہاں اصطلاح ہو گئی ہے۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات کے ضمن میں مہدویوں کے باب میں لکھا ہے کہ "ہر گاہ چیزے از غیب میرسید قسمت بر روس افراد بطریق سویت و عدالت میکردند" یعنے جب کبھی غیب سے کچھ پہنچ جاتا تو علی السویہ (برابر برابر) سب پر تقسیم کرتے تھے۔

اسی طرح صاحب جونپور نامہ نے باب پنجم میں خواجہ سید محمدؒ کے ذیل میں لکھا ہے "ہر چہ دست داد باہمہ علی السویہ قسمت کردند و ذخیرہ برائے فردا نگاہ نداشتند" یعنے جو کچھ ملتا سب پر علی السویہ تقسیم کرتے اور دوسرے دن کیلئے کچھ نہ رکھتے۔

مولف ہدیہ نے سویت سے متعلق دو شبہات پیش کئے ہیں، ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"مصاحبین بعضوں کی سفارش کر کے کئی سویت دلا دیتے تھے چنانچہ زوجہ خاص وغیرہ کو تین تین سویہ ملا کرتے تھے جیسا کہ ولی یوسف نے لکھا ہے[1]"

ذیل میں اصل روایتیں درج کر کے تحقیق کی جاتی ہے۔

صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ میاں نعمتؓ را برادران دائرہ می گفتند، پس روی میراں چرا نمی کنید، میراں بی بی ملکان را سہ سویت میدادند، شما در خانہ چرا نمی دہید میاں نعمتؓ فرمودند ہمہ یاران مہدی اتفاق کردہ دہ باشند از جہت آنکہ مہمان بسیار می آمدند برادراں میاں نعمتؓ را گفتند ما ہم راضی ہستیم پس روی میراں بکنید، میاں فرمودند میراں مرشد بودند و ما طالب ہستیم، میراں بندہ را یک سویت

منقول ہے کہ میاں نعمتؓ سے برادران دائرہ کہتے تھے کہ میراںؑ کا اتباع پورا ہے میراںؑ کا ایک اور اتباع کیوں نہیں کرتے، میراںؑ بی بی ملکانؓ کو تین سویت دیتے تھے آپ گھر میں کیوں نہیں دیتے میاں نعمتؓ نے فرمایا کہ تمام اصحاب مہدیؑ نے اتفاق کر کے دلایا تھا اس لئے کہ مہمان بہت آتے تھے برادران دائرہ میاں نعمتؓ سے کہتے تھے ہم سب راضی ہیں میراںؑ کا اتباع کرو، میاں نعمتؓ نے فرمایا کہ میراںؑ مرشد تھے اور ہم طالب میراںؑ نے بندہ کو ایک

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۸۷ھ) صفحہ ۹۰ و صفحہ ۹۱۔

دادہ بودند ہمیں یک بسندہ است۔ | سویت دی تھی یہی ایک بس ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ سویت وہیں زیادہ دیگئی ہے جہاں مہمانوں کی کثرت تھی، اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ جو مہمان دائرہ میں آتے تھے وہ بھی شریک سویت ہوتے تھے، دوسرے یہ کہ بی بی ملکان رضؓ کے ہاں مہمان کثرت سے آتے تھے آپ کو بھی دوسروں کے برابر ایک ہی سویت دی جاتی تو وہ آپ کے حق میں عدل کے خلاف ہوتا۔

اس سے قطع نظر امام علیہ السلام نے اپنی خواہش سے سویت میں اضافہ نہیں فرمایا، آپ کے اصحاب نے بالاتفاق آپ سے عرض کر کے بی بی ملکان رضؓ کی سویت میں اضافہ فرمایا ہے، اس لحاظ سے سویت کے دو چند یا سہ چند ہونے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو عدل کے خلاف قرار دے سکتے ہیں خصوصاً جب کہ آپ کے تمام اصحاب اس سے راضی ہوں اور ان ہی کی خواہش پر بی بی ملکان کو تین سویت دیئے گئے ہوں۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بی بی ملکان کی مہمانی کا قصداً ذکر نہیں کیا کیوں کہ اس سے نفس مسئلہ کی توضیح ہو جاتی تھی۔ اب رہی وہ موضوع روایت کہ میراں سید محمودؓ اور آپ کے زن فرزند کو تین تین سویت دیئے جاتے تھے تو قدماء کے ہاں یہ تفصیل نہیں ہے، انصاف نامہ کی روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ میراں سید محمودؓ کو دس سویت دیئے گئے تھے، انصاف ظہر کی روایت یہ ہے۔

نقل است کہ بی بی کدبانوؓ با میاں دلاورؓ فرمودند کہ میراں سید محمودؓ را بگوئید کہ چند سویت ما را زیادت بدہید از جہت مہمانی کہ خرج بسیار می شود، میاں دلاور عرض کردند میراں سید محمود چشم ہا پر آب کردند و فرمودند کہ شما از خود نمی گوئید گویا ندیدہ کسے میگوئید، بی بی کدبانو پیش این بندہ نصیب دنیاوی طلبیدند بگوئید کہ حضرت میراں ایں بندہ را دہ سویت دادہ بودند ہماں بس، بعد از چند فرزند تولد شدن میاں سید محمود زیادت نہ گرفتند (باب ہفتم)

منقول ہے کہ بی بی کدبانوؓ نے میاں دلاورؓ سے فرمایا کہ میراں سید محمودؓ سے کہو کہ چند سویت ہم کو زیادہ دو کیونکہ مہمانی کی وجہ سے خرچ زیادہ ہوتا ہے، میاں دلاورؓ نے عرض کی تو میراں سید محمود آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ تم از خود نہیں کہہ رہے ہو کسی کے کہلانے پر کہہ رہے ہو، بی بی کدبانوؓ نے بندہ سے بہرۂ دنیاوی مانگا ہے کہو کہ حضرت میراںؒ نے بندہ کو دس سویت دیئے تھے وہی بس ہے، چند فرزند پیدا ہونے کے بعد بھی میراں سید محمودؓ نے زیادہ نہیں لیا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ بی بی کدبانو نے مہمانوں کی کثرت کی بنا پر سویت میں اضافہ چاہا تھا، بندگی میراں سید محمودؓ کا یہ فرمانا کہ میرانؒ نے مجھے دس سویت دیئے تھے وہی کافی ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں دس سویت ہی دیئے تھے، بی بی کدبانو نے مہمانوں کی کثرت کی بنا پر اضافہ چاہا آپ نے اضافہ دینے سے انکار کر دیا۔

واضح ہو کہ دس سویت میں بندگی میاں سید محمود آپ کی حرم محترم آپ کے فرزند آپ کی خادمہ اور آپ کے جملہ مہمان بھی شامل ہیں اگر اس میں مہمانوں کا خرچ بھی نہ ہوتا تو میراں سید محمودؓ سویت میں ضرور اضافہ فرما دیتے۔

حاصل یہ کہ بندگی میاں سید محمود کی سویت میں مہمانوں کی سویت بھی شامل ہے اور بی بی کدبانو کا یہ ارشاد کہ

خرج بسیار شود (خرچ بہت ہوتا ہے) یہ ثابت کر رہا ہے کہ مہمان کثیر تعداد میں تھے۔

اب رہی وہ روایت کہ امامؑ نے میراں سید محمودؓ اور آپ کے زن و فرزند کو تین تین سویت دیئے ہیں تو یہ تفصیل قدماء کے ہاں ثابت نہیں ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا۔

بندگی شاہ برہان نے دفتر دوم کے رکن ششم باب سوم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت امام علیہ السلام آل خود را برابر برادران دائرہ یک یک سویت دادہ اند ہیچ فرق نہ کردہ اند۔

منقول ہے کہ حضرت امامؑ نے اپنی آل کو برادران دائرہ کے برابر ایک ایک سویت دی ہے کچھ بھی فرق نہیں کیا ہے۔

یہ ہے تقسیم المال صحاحا بالسویۃ (مال کو برابر تقسیم کرے گا) کی عملی توضیح۔ اس سے معلوم ہوا کہ امامؑ نے بندگی میراں سید محمودؓ کو بھی دوسرے برادران دائرہ کے برابر ایک ہی سویت دی ہے اور ایک سویت سے زیادہ جو کچھ دیا گیا وہ آپ کے زن و فرزند وغیرہ کے لئے تھا اور آپ کے ان مہمانوں کے لئے جو کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔

حاصل یہ کہ دائرہ ہمدویہ میں مہمان بھی شریک سویت ہوتے تھے اگر کسی کی سویت میں اضافہ ہوا ہے تو مہمانوں کی خاطر، بی بی ملکانؓ کی روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ امامؑ کے عمل سے آپ کے تمام اصحاب راضی تھے اسی طرح میراں سید محمودؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ آپ نے مہمانوں کی کثرت کی بناء پر سویت کا اضافہ نہیں فرمایا اس لئے کہ اس سے قبل جو سویت امامؑ نے مقرر کی تھی خود اس میں مہمانوں کی کثرت ملحوظ تھی۔

امامؑ کا یہ عمل مورد اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ رعایت ضرورت کے تحت کی گئی ہے اسی طرح آپ کا بی بی ملکانؓ کی سویت میں اضافہ کرنا مہمانوں کی خاطر تھا وہ بھی آپ کے اصحاب کی رضامندی سے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے بھی اپنے اصحاب کی رضامندی سے اپنے داماد ابو العاص یعنے (حضرت زینبؓ کے شوہر) کو جو غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ قید ہو گئے تھے، فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے۔

اخرجنا محمد بن عمر حدثنی المنذر بن سعد مولی لبنی اسد بن عبد العزی عن عیسیٰ بن معمر عن عیاد بن عبد اللہ بن الزبیر عن عائشۃ ان ابا العاص بن الربیع کان فیمن شھد بدرا مع المشرکین فاسرہ عبد اللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری فلما بعث اھل مکۃ فی فداء اسارا ھم قدم فی فداء ابی العاص أخوہ عمرو بن الربیع وبعثت معہ زینب بنت رسول اللہ وھی یومئذ بمکۃ بقلادۃ لھا کانت

محمد بن عمر نے ہم کو خبر دی ہے کہ منذر بن سعد جو بنی اسد بن عبد العزی کا غلام تھا اس نے عیسیٰ بن عمر سے اور عیسیٰ بن معمر نے عیاد بن عبد اللہ ابن زبیر سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ ابو العاص بن ربیع ان لوگوں میں تھے جو مشرکین کے ساتھ جنگ بدر میں آئے تھے، ان کو عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے گرفتار کیا تھا، جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو ابو العاص کا بھائی عمرو بن ربیع فدیہ لے کر آیا اور زینب بنت رسول اللہ نے جو اس وقت مکہ میں تھیں

لخديجة بنت خويلد من جزع ظفار و ظفار جبل من اليمن وكانت خديجة بنت خويلد من جزع ظفار و ظفار جبل من اليمن وكانت خديجة بنت خويلد أدخلتها بتلك القلادة على ابي العاص بن الربيع حين بنى بها فبعثت بها في فداء زوجها ابي العاص فلما رأى رسول الله صلعم القلادة عرفها ورقّ لها وذكر خديجة وترحم عليها وقال ان رايتم ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا اليها متاعها فعلتم قالوا نعم يا رسول الله فاطلقوا ابا العاص بن الربيع وردوا على زينب قلادتها واخذ النبي صلعم على ابي العاص ان يخلي سبيلها اليه فوعده ذلك ففعل[1]

اس کے ساتھ ایک ہار بھیجا جو خدیجہ بنت خویلد کا تھا اور وہ ہار یمن کے ظفار نامی پہاڑ کے منگوں کا تھا' اس ہار کو خدیجہ بنت خویلد نے زینب کو پہنایا تھا جب کہ آپ کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا پس زینب نے یہ ہار ابو العاص کے فدیہ کے باب میں بھیجا تھا جب رسول اللہ صلعم نے اس کو دیکھا تو آپ نے اسے پہچان لیا اور آپ پر اس ہار کی وجہ سے رقت طاری ہوئی اور آپ نے خدیجہ کو یاد کیا اور ان پر رحمت بھیجی اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے شوہر کو چھوڑ دو اور ان کا مال ان کو واپس کر دو صحابہ نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور انہوں نے ابو العاص کو چھوڑ دیا اور زینب کو ان کا ہار واپس کر دیا پھر آنحضرت نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ زینب کو آپ کے پاس بھیجدے اور ابو العاص نے وعدہ کیا اور اس پر عمل کیا۔

ابو داؤد اور احمد ابن حنبل نے بھی حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فلما رأها رسول الله صلعم رق لها رقة شديدة فقال ان رايتم ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا عليها الذي لها قالوا نعم[2]

پس جب رسول اللہ صلعم نے اس ہار کو دیکھا تو اس کی وجہ سے آپ پر بہت رقت طاری ہو گئی پس فرمایا اگر تمہاری رائے قرار پائے تو چھوڑ دو زینب کے لئے اس کے قیدی کو اور واپس کر دو زینب کو جو اس نے فدیہ میں بھیجا تھا صحابہ نے کہا کہ ہاں۔

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اصحاب کی رضامندی سے اپنے داماد ابو العاص کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیا' اور انصاف نامہ کی روایت سے ثابت ہے کہ اصحاب مہدی نے مہمانوں کی خاطر بی بی ملکان رضؓ کی سوہیت میں اضافہ دلایا تھا' فرق اتنا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خواہش پر آپ کے اصحاب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور یہاں اصحاب مہدیؑ کی خواہش پر امام علیہ السلام نے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی!

حاصل یہ کہ ضرورت کے تحت رعایت کرنا عین عدل ہے اس لحاظ سے مہمانوں کی کثرت کی بنا، پر اگر بی بی ملکان رضؓ یا میراں سید محمود رضؓ کی سوہیت میں اضافہ کیا گیا تو قابل اعتراض کیا ہے؟

---

[1] طبقات ابن سعد (طبع لیدن ۱۳۲۱ھ) الجزء الثامن ص ۲۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۴۰۵۔

معمولی حالات میں تو آپنے برادران داخرہ اور اپنی آل میں کوئی فرق نہیں فرمایا ہے اور سب کو ایک ایک ہی سوئیٹ دی ہے۔

(۶) اب رہا امت محمدی کے قلوب کا غنا سے بھر جانا۔ یہاں امت محمدیہ سے مراد امت اجابت ہے یعنے امت محمدی کے وہ افراد جو امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کریں گے ان کے دلوں کا غنا سے بھر جانا مال کی تقسیم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حدیث نبوی اس مضمون کے خلاف ہے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے۔

قال لوکان لابن آدم وادیان من مال لابتغی وادیا ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب[1]

رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر انسان کو دو وادی بھر مال دیا جائے تو تیسری وادی طلب کرے گا اور آدمی کے شکم کو خاک کے سوا کوئی پُر نہیں کر سکتا۔

بر سبیل تنزل امت کے ہر فرد کو دو دو وادی بھر مال دیا جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو امت کے قلوب کا غنا سے بھر جانا بہ فحوائے حدیث ثابت نہیں۔ عزیزی نے شرح جامع الصغیر میں حدیث (ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال[2] (ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کے لئے فتنہ مال ہے) کے ذیل میں مال کی یہ صفت بیان کی ہے "یشغل البال عن القیام بالطاعة وینسی الآخرة" یعنے مال دل کو عبادت سے پھیر دیتا ہے اور آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

اس سے قطع نظر جو اطاعت مال کے لئے ہوگی خالص اللہ کے لئے کیسے ہوگی، صاحب کشاف نے جعلنا بعضکم لبعض فتنة (بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

فانما بعثناک فقیرا لیکون طاعة من یطیعک خالصة لوجه الله من غیر طمع دنیوی[3]۔

تحقیق ہم نے بھیجا آپ کو اے نبی فقیر بنا کر تاکہ آپ کی اطاعت کرنے والوں کی اطاعت خالص اللہ کے لئے ہو دنیوی طمع کے لئے نہیں۔

عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں "حتی لا یقبله احد" (یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کرے گا) کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

مردم را چوں رغبت در مال نہ ماند از آں اعراض نمایند و در بذل مال فضیلتے و محبتے نماند، پس نماند ذوق و محبت جز در نماز[4]

لوگوں کے دلوں میں جب مال کی رغبت نہ ہو تو اس سے کنارہ کش ہو جائینگے اور مال کی بخشش میں بزرگی اور محبت نظر نہیں آئیگی پس نماز ہی کی محبت اور ذوق باقی رہیگا۔

عزیزی نے بیان کیا ہے کہ مال دل کو عبادت سے پھیر دیتا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان سے ثابت ہے کہ دل میں جب نماز کی محبت ہو تو مال کی محبت باقی نہیں رہتی۔ صاحب شواہد الولایت کی روایت سے بھی

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۲۲۴ [2] کتاب التیسیر (طبع مصر) جلد اول ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰۔
[3] تفسیر کشاف (طبع کلکتہ ۱۲۷۶ھ) النصف الثانی ص ۹۷۱ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع (طبع نولکشور ۱۳۰۵ھ) ص ۳۵۲۔

یہی مستفاد ہوتا ہے۔

فرمودند ہر کہ طالب مال باشد بخدای تعالیٰ نرسد و ہر کہ طالب خدای تعالیٰ باشد مال نخواہد (باب ۳۳)

فرمایا کہ جو طالب مال ہوتا ہے وہ خدا تک نہیں پہنچتا اور جو طالب خدا ہوتا ہے وہ مال نہیں چاہتا۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو طالب خدا ہوتا ہے اس کا دل غنا سے بھر جاتا ہے۔ غنائے قلوب کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خلق خدا دولت، امارت اور منصب چھوڑ کر دائرہ مہدویہ میں سکون ڈھونڈھتی تھی۔

اس سے قطع نظر امتہ محمدؐ کے قلوب کا غنا سے بھر نا مذکور ہے لیکن اس سے امت کے تمام افراد مراد نہیں ہیں۔ اس کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے، ابو ہریرہؓ سے یہ مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتیٰ تاخذ امتی ما خذ القرون قبلھا شبرا بشبر وذراعا بذراع قالوا یا رسول اللہ کفار فارس والروم قال و من الناس الا اولئک[1]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ میری امت اپنے سے قبل کے قرون کے کاموں کو اختیار نہ کرے گی بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع کہا (صحابہ نے) یا رسول اللہ کیا آپ کفار فارس و روم کو فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ ان کے سوا اور کون لوگ ہیں۔

لفظ امتی سے بلا استثناء امت محمدی کے ہر فرد کا کفار فارس اور کفار روم کے طریقے اختیار کرنا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسری صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ امت محمدی کی ایک جماعت قیامت تک حق کے لئے کارزار کرتے رہیگی مسلم نے جابرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ[2]

کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ قتال کرتا رہے گا حق کے لئے روز قیامت تک اس حالت میں کہ وہ غالب رہیگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورۂ صدر حدیث میں امتی سے امت کا ہر فرد مراد نہیں ہے۔

اسی طرح زیر بحث حدیث میں امت محمدؐ سے ہر فرد امت مراد نہیں ہے، امت محمدی کے انہی افراد کے قلوب غنا سے بھر جائینگے جو امام مہدی کی تصدیق کرینگے۔

اب رہا غنا کا مفہوم تو خود رسول اللہ صلعم نے اس کی توضیح فرمادی ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس[3]

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ غنا مال و متاع کی کثرت سے نہیں ہے لیکن حقیقی غنا (توانگری) نفس کی غنا ہے۔

یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں کی متفق علیہ ہے اس سے ظاہر ہے کہ حقیقی توانگری نفس کی بے نیازی ہے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ (طبع ثمر ہند لکھنو) ص ۵۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۵۲ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۱۸۹

(ب) رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس۔ (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۱۹۹ و ص۱۹۰)

اللہ نے تیری قسمت میں جو رکھا ہے اس پر راضی ہو جا، تو سب سے زیادہ غنی ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا ہے۔

ووجدک عائلا فاغنی (الضحیٰ)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقیر پایا پس غنی بنا دیا۔

اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو غنی بنا دیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلعم کی یہ حالت تھی کہ آپ نے پے در پے تین دن تک سیر ہو کر نان گندم نہیں کھائی۔ مدارج النبوۃ میں یہ روایت آئی ہے۔

از عائشہؓ آمدہ است کہ گفت سیر نشد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ روز پیاپے از نان گندم تا گوشت ازیں عالم[1]

عائشہؓ سے مروی ہے کہا کہ سیر نہوئے رسول اللہ صلعم تین دن پے در پے گیہوں کی روٹی سے یہاں تک کہ آپ گزر گئے اس عالم سے۔

دائرہ مہدویہ میں بھی غنا اسی معنے میں تھی جس معنے میں کہ رسول اللہ صلعم غنی تھے اور جس طرح غنا کی آپ نے توضیح فرمائی ہے۔

(۶) منادی کا ندا کرنا۔ یہ بھی ثابت ہے اس لئے کہ دائرہ مہدویہ میں سویت کے لئے منادی کی جاتی تھی، صاحب انصاف علامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے "آواز در دائرہ بلند کردند کہ ہر کس مضطر باشد بگیرد" یعنے دائرہ میں منادی کی گئی کہ جو شخص مضطر ہو وہ لے۔ صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۳ میں یہ روایت کی ہے۔

چنانچہ از زبان مبارک آنحضرت صادر گشتہ بود بجمیع مردان وزنان گفتند کہ حضرت میران فرمودند ہر کرا مال درکار باشد برود و بگیرید ہمہ کسان مردان وزنان بیک بار گفتند کہ ما را بجز از ذات باری تعالیٰ ہیچ درکار نیست۔

جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا تھا۔ میاں سید سلام اللہ نے سب مردوں اور عورتوں سے کہا کہ حضرت میرانؑ نے فرمایا ہے جس کسی کو مال کی ضرورت ہو جائے اور لے لے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کو خدا کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ مہدیؑ کے سر پر فرشتہ یا منادی کرنے والا ہوگا اور وہ ندا کرے گا کہ یہ مہدی ہے روایتیں یہ ہیں۔

(ا) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یخرج المہدی علی راسہ غمامۃ فیہا منادی ینادی ھذا المہدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مہدی نکلیں گے اور ان کے سر پر ایک ابر ہوگا، اس میں منادی ہوگا وہ ندا کریگا کہ یہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں پس تم ان کا اتباع کرو۔

ابو نعیم نے اس حدیث کی مناقب مہدی میں روایت کی ہے۔

(ب) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یخرج المہدی وعلی راسہ ملک ینادی ان ھذا المہدی فاتبعوہ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نکلیں گے مہدی اور ان کے سر پر ایک فرشتہ ہوگا وہ ندا کرے گا کہ یہ مہدی ہیں تم ان کا اتباع کرو۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول ص۵۸۔

ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے۔

ابن حجر نے بھی پہلی حدیث ابونعیم کے حوالہ سے اور دوسری حدیث ابونعیم اور خطیب کے حوالہ سے پیش کی ہے۔

پہلی حدیث میں کسی قدر اختلاف ہے یعنے "فیھا" کی جگہ "ومعہ" آیا ہے[1]

کتب صحاح میں اس مضمون کی کوئی روایت امام مہدیؑ کے باب میں مروی نہیں ہے، اس لئے اس مضمون کا مدعی مہدیت میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

ان دونوں روایتوں کو دیکھیں تو تین امور قابل لحاظ نظر آتے ہیں۔

ایک فرشتہ کا ہونا۔

لیکن روایت میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ فرشتہ نظر آتا رہے گا، اس سے قطع نظر فرشتہ اگر کسی خاص صورت میں نظر آئے تو منکر پر حجت قائم نہیں ہوسکتی اور اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں نظر آئے تو اس کو دیکھنے کی کون تاب لائے گا؟

یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کے بعد بیہوش ہوگئے تھے صاحب تفسیر حسینی نے وھو بالافق الاعلیٰ کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

وہیچ کس جبرئیل را در صورت ملکی ندید غیر از حضرت مصطفیٰؐ و اورا دو نوبت دیدہ در نوبت اول کہ اورا بر صورت اصلی خود بدید بیہوش شد، چون بہوش آمد جبرئیل را یافت نزدیک خود نشستہ الی آخرہ[2]

کسی شخص نے جبرئیلؑ کو فرشتہ کی صورت میں نہیں دیکھا سوائے حضرت مصطفیٰؐ کے اور آپ نے دو مرتبہ دیکھا پہلی مرتبہ جب آپ نے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا تو بیہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو آپ نے جبرئیل کو پایا اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم جبرئیل کو اصلی صورت میں دیکھنے کے بعد بیہوش ہوگئے تھے پھر یہ کیسے متصور ہوسکے گا کہ مہدی کے سر پر جو فرشتہ ہوگا اس کو سب کے سب اس کی اصلی صورت میں دیکھ سکیں گے۔

رسول اللہ صلعم کی طرح حضرت حمزہ بھی جبرئیل کو دیکھکر بیہوش ہوگئے تھے، صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

نمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحمزہ جبرئیل را در کعبہ پس بیہوش افتاد حمزہ[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں حمزہ کو جبرئیل کی صورت دکھائی پس حمزہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

حاصل یہ کہ امام مہدی کے سر پر فرشتہ ہو تو اس کا سب کو نظر آنا ضروری نہیں ہے، اگر وہ کسی خاص صورت میں نظر آئے تو منکر پر حجت قائم نہیں ہوسکتی اور اگر وہ اپنی اصلی صورت میں نظر آئے تو کوئی اسے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا۔

امر دوم ندا کا سنائی دینا۔

حدیث میں اس امر کی بھی صراحت نہیں ہے کہ ہر شخص اس ندا کو سن سکے گا، وہی یہ ندا سن سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ گوش حق نیوش عطا کرے۔

---

[1] الفتاویٰ الحدیثیہ (طبع مصر) ص ۲۷ [2] تفسیر حسینی جلد ثانی ص ۷۶ [3] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۲۱۶۔

امر سوم ندا کا مفہوم کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے اس کا اتباع کرو۔

امام مہدی کے ساتھ فرشتہ نظر آئے یا نہ آئے فرشتہ یا منادی کی ندا سنائی دے یا نہ دے بہرحال ان روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں ان کا اتباع واجب ہے۔

فرشتہ کی ندا کی توضیح ذیل کی روایت سے ہو جاتی ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما طلعت الشمس الا بجنبتیها ملکان ینادیان یسمعان الخلائق غیر الثقلین یا ایها الناس هلموا الی ربکم ما قل وکفی خیر مما کثر والهی [1]

ابی درداء سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آفتاب طلوع نہیں ہوتا مگر اس کے دونوں پہلوؤں پر دو فرشتے ندا کرتے ہیں مخلوقات کو سناتے ہیں سوائے جن وانس کے اے لوگو آؤ اپنے پروردگار کی طرف جو (رزق) کم ہو اور کفایت کرے بہتر ہے اس (رزق) سے جو بہت ہو اور روکے اللہ کی عبادت سے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آفتاب طلوع ہوتے وقت اس کے دونوں پہلوؤں پر دو فرشتے ہوتے ہیں وہ ندا کرتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت فرشتے نظر آئیں اور ان کی ندا سنائی دے لیکن حاصل ندا واجب العمل ہے یعنے اپنے پروردگار کی طرف آنا۔

اسی طرح امام مہدی کے ساتھ فرشتہ کا نظر آنا یا فرشتہ کی ندا سنائی دینا ضروری نہیں لیکن حاصل ندا اہم ہے یعنے مہدی کو خلیفۃ اللہ ماننا اور اس کا اتباع کرنا واجب ہے۔

اس سے قطع نظر روایات سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام کے سر مبارک پر ابر کا سایہ ہوتا تھا؛

معجزۂ ہشتاد و چہارم آں کہ بر سر مبارک میراں ہمیشہ ابر سایہ کردے (افضل معجزات المہدی)

معجزہ ہشتاد و چہارم یہ کہ میراںؑ کے سر مبارک پر ابر ہمیشہ سایہ کرتا۔

رسول اللہ صلعم کے سر مبارک پر بھی ابر کا سایہ ہونا ثابت ہے جیسا کہ صاحب مدارج نے بیان کیا ہے۔

پس آنحضرتؐ را نیز طلبیدند و آں ابر پارہ ہمراہ آنحضرتؐ بر سر مبارک وے سایہ کردہ نیز آمدہ [2]

پس آنحضرتؐ کو بھی بلایا اور وہ ابر کا ٹکڑا بھی آنحضرتؐ کے ساتھ آپؐ کے سر مبارک پر سایہ کر کے آیا۔

روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرشتوں نے رسول اللہ صلعم کے سر مبارک پر سایہ کیا ہے صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

خدیجہ در بالاخانہ با جمعے از زنان نشستہ بودید کہ دو مرغ بر سرش سایہ کردہ و در روضۃ الاحباب ہمچنیں گفتہ و در مواہب گفتہ کہ خدیجہ دید کہ دو فرشتہ بر سر آں سرور سایہ کردہ اند و خود ظاہر است کہ فرشتہ ہا بودند

خدیجہ بالاخانہ میں عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں دیکھا کہ دو پرندوں نے آپ کے سر پر سایہ کیا ہے اور روضۃ الاحباب میں اسی طرح کہا ہے اور مواہب میں کہا ہے کہ خدیجہ نے دیکھا دو فرشتوں نے آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ کیا ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ۲۰۴ ۔ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۲۶۔

متمثل بہ صورت مرغان والا چہ جائے سایہ کردن مرغان است [1]

اور خود ظاہر ہے کہ فرشتے تھے جو پرندوں کی صورت میں تھے ورنہ پرندوں کے سایہ کرنے کا کیا محل ہے۔

اسی طرح امامؑ سے متعلق فرشتہ کا ندا کرنا ثابت ہے روایت یہ ہے۔

معجزہ ہشتاد و پنجم آں کہ فرشتہ ہمیشہ ندا میکرد کہ ہذا مہدی موعود ہذا خلیفۃ اللہ (افضل المعجزات المہدی)

معجزہ ہشتاد و پنجم یہ کہ فرشتہ ہمیشہ ندا کرتا تھا کہ یہ مہدی موعود ہیں یہ خلیفۃ اللہ ہیں۔

اسی طرح صاحب شواہد الولایت نے باب سی و یکم میں امامؑ کی خصوصیت بست و یکم کے تحت یہ روایت کی ہے کہ فرشتہ یہ منادی کرتا تھا کہ یہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں، اسی کے ذیل میں صاحب شواہد الولایت نے یہ لکھا ہے۔

تد صح ذلك بحكم المشاهدة والمعاينة عند المومنين۔

تحقیق کہ صحیح ہوا وہ مشاہدہ اور معاینہ کے حکم کی بناء پر مومنین کے پاس۔

حاصل یہ کہ امام احمد بن حنبل کی مذکورہ صدر روایت میں منادی کا ندا کرنا مذکور ہے لیکن فرشتہ کی تخصیص نہیں ہے۔

روایت سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام جدھر تشریف فرما ہوتے ادھر شجر حجر سے یہ ندا آتی کہ یہ مہدی ہے۔

صاحب شواہد الولایت نے باب سی و دوم میں معجزہ بستم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ہر طرف کہ روان شدے تمام حجر و شجر منادی می کردے کہ ہذا مہدی ہذا مہدی و آں را کہ گوش دل حاصل بودے شنیدے۔

جس طرف کہ رواں ہوتے تمام شجر حجر منادی کرتے کہ یہ مہدی ہے یہ مہدی جس کو گوش دل حاصل ہوتا وہ اس ندا کو سنتا تھا۔

(۷) اب رہا ایک شخص کا مال لینا اور پھر اس کو رد کرنا اور اس کا قبول نہ ہونا یہ طور تمثیل ہے، وقوع ضروری نہیں مقصود کمال غنائے قلوب ہے قطع نظر اس کے مال لینے والا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے ایک حریص شخص ہوگا جیسا کہ خود اس کے الفاظ "كنت اجشع امة محمد نفسا (میرا نفس امت محمدیہ میں سب سے زیادہ حریص ہے) سے ظاہر ہے اس مرد حریص کی کونسی عظمت ثابت ہے جس کی وجہ سے اس کا ذکر حدیث میں کیا جائے۔

محدث دہلوی نے کتاب اشعیا کی یہ پیشین گوئی رسول اللہ صلعم سے متعلق درج کی ہے۔

وہمچنیں ذکر کردہ حرم را کہ گرگ و نیز یک جا بچرند [2]

اسی طرح حرم کا ذکر کیا ہے کہ بھیڑیئے اور بکرے ایک جگہ چریں گے۔

اگر حرم میں بھیڑیئے اور بکرے ایک جگہ چرنے کے بجائے ہنگامۂ ابن الزبیر اور فتنۂ حجاج برپا ہو تو کیا رسول اللہ صلعم اس پیشین گوئی کا مصداق نہ ٹھیریں گے؟ یہ روایت بھی بہ طور تمثیل کے ہے جس کا وقوع ضروری نہیں مقصود صرف یہ ہے کہ حرم میں قوی کا کمزور پر دراز دستی کرنا حرام ہے زیر بحث حدیث میں بھی صرف ایک شخص کا آنا مال لینا پھر واپس کر دینا وغیرہ بہ طور تمثیل کے ہے اس کا وقوع ضروری نہیں جس طرح کہ حرم میں بھیڑیئے اور بکرے کا ایک جگہ چرنا ضروری نہیں ہے۔

(۸) امام مہدی علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء میں رکن و مقام کے درمیان دعوئ مہدیت فرمایا، اس لحاظ سے دعوے کے

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۷۔ [2] مدارج النبوۃ (طبع نولکشور ۱۹۱۴ء) جلد اول ص ۱۰۵۔

بعد نو برس زندہ رہنا ثابت ہے اور جب نو سال ثابت ہو جائیں تو ۲ یا ۷ یا ۸ سال ضمناً ثابت ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ کہ حضرت عالم باللہ نے امام احمد کی روایت کی ہوئی حدیث کا جو حصہ بیان کیا ہے وہ مضمون کی مناسبت سے تھا یعنے "یفتح قلوبا غلفا" کی توضیح کے لئے حدیث مذکورہ سے یملاء اللہ قلوب امۃ محمد الی آخرہ کے سوا کوئی اور عبارت پیش نہیں کی جا سکتی تھی۔

صاحب عقد الدرر نے بھی حدیث زیر بحث کا صرف ایک حصہ ساتویں باب میں درج کیا ہے اور وہ "ساکن الارض" پر ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی باب کے عنوان کی مناسبت سے ہے، کیا اس پر بھی تحریف اور سرقہ کا اطلاق ہوگا؟[1]

لغات کے معنے (الف) حضرت عالم باللہ نے حدیث ان اللہ یبعث علی راس کل مایۃ سنۃ کی شرح میں تنبیہ التحریر اور نووی کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ وقال (قالوا) ان المجدد فی المایۃ العاشرۃ ھو المھدی (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) اس عبارت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ "راس صدی سے انتہائے صدی مراد ہے اور ان کے پیر نو سو پانچ پر ہوئے پس دسویں صدی کے راس پر کس طرح مجدد ہوئے"۔[2]

واضح ہو کہ راس کے معنے عربی میں ابتدا و انتہا دونوں ہیں مثلاً واعد کلا ملک من راس ازسر گوی (منتہی الارب) یہاں ابتدا مراد ہے اسی طرح راس آیۃ، آخر آں۔ یہاں انتہا مراد ہے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ حدیث ابوداؤد میں 'راس' کے کیا معنے ہو سکتے ہیں صاحب سراج منیر شرح جامع الصغیر نے الذی یبعث علی راس کل مایۃ سنۃ کے تحت یہ لکھا ہے کہ "علی راس ای اول"[3] صاحب کوکب منیر شرح جامع الصغیر نے یہ معنے لکھے ہیں کہ "قولہ علی راس کل مایۃ ای اولھا من الھجرۃ النبویۃ"[4] اور صاحب کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر نے اس طرح توضیح کی ہے علی راس ای اول او علی[5]

مولف ہدیہ مہدویہ کے برخلاف شارحین حدیث نے 'راس' کے معنے "ابتدار" بیان کئے ہیں حضرت عالم باللہ نے ابتدا یا انتہا کی صراحت نہیں کی بلکہ صرف شارح حدیث کے الفاظ فی المایۃ العاشرۃ (دسویں صدی میں) نقل کئے ہیں "فی" عام ہے ابتدا، وسط اور انتہا سب اس سے مراد لے سکتے ہیں۔ اس لئے صاحب کوکب منیر نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

ولذا قال شیخنا المراد من راس کل مایۃ ما یورخ بھا فی مدۃ المایۃ[6]۔	اس لئے ہمارے شیخ نے کہا کہ "راس کل مایۃ سے مراد وہ تمام تاریخ ہے جو سو سال کی مدت میں لکھی جائے۔

مذکورہ عبارت سے تو تمام صدی مراد ہے۔

ایسی صورت میں علی راس کل مایۃ کا ترجمہ ہوگا ہر صدی میں یا ہر سو سال میں۔

---

[1] عقد الدرر الباب السابع صفحہ ۲۴۳ حدیث عربی نمبر ۴۶۷۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صفحہ ۵۲۔

[3] سراج منیر شرح جامع صغیر (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۴ [4] کوکب منیر جلد اول صفحہ ۶۴۴ حدیث عربی قلمی نمبر ۲۱۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

[5] کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر (طبع مصر) جلد اول صفحہ ۳۶ [6] کوکب منیر جلد اول صفحہ ۶۴۴ حدیث عربی قلمی نمبر ۲۱۳۔

(ب) صاحب سراج الابصار نے جو حدیثیں امام مہدیؑ کی شان میں وارد کی ہیں ان میں تین حدیثیں ایسی ہیں جن میں امام مہدیؑ کا شاب (جوان) اور غلام (لڑکا) ہونا مذکور ہے ایک میں غلاما شابا حدثا (سراج الابصار ص۲۰۸) کے الفاظ ہیں دوسری میں "ھو شاب مرفوع من الوجہ" (سراج الابصار صفحہ ۲۱۰) مذکور ہے اور تیسری میں "یرجع الیھم شابا موفقا" (سراج الابصار ص۲۱۰) آیا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے ان روایتوں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "یہی روایات مذکورہ مسلمہ ان کے مہدی کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان تینوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود جوان عالم شباب میں ہوں گے اور ان کے مہدی نے جس وقت انسٹھواں سال ان کی عمر کا شروع ہوا تب مہدیت کا دعویٰ کامل کیا اور ترسٹھ برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ پس روایات ان کے حال کے منافی ہیں"[1]

مذکورہ حدیثوں میں لفظ شاب کے معنے جوان لئے جائیں تو بھی امام مہدی علیہ السلام ان حدیثوں کے مصداق ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلعم حدیث ذیل میں لفظ غلام (لڑکا) کا مصداق قرار پاتے ہیں۔

معراج کی حدیث میں جو مسلم نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی ہے یہ مذکور ہے۔

قیل ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنۃ من امتہ اکثر ممن یدخلھا من امتی[2]	موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے تو انہوں نے کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک لڑکا میرے بعد بھیجا گیا اور اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم لڑکپن میں صاحب امت نہیں تھے آپ چالیس سال کے سن میں مبعوث ہوئے۔ مہدی علیہ السلام بھی لفظ شاب (جوان) اور (غلام) کا مصداق ہوں گے، خواہ آپ کسی سن میں ہوں۔

عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کے مذکورہ فقرہ کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

گاہے غلام می گویند و مراد قوی طرب و شاب دارند اگرچہ در سن کہولت باشد لہٰذا اہل مدینہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم شاب می گفتند و ابوبکر صدیق را باوجود آنکہ صغیر سن بود از آنحضرت پیر می گفتند۔	کبھی لفظ غلام (لڑکا) کہتے ہیں اور اس سے مراد "قوی طرب و شاب" لیتے ہیں اگرچہ سن کہولت میں ہو اس لئے اہل مدینہ رسول اللہ صلعم کو جوان کہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو آنحضرتؐ سے چھوٹے تھے پیر کہتے تھے۔

قطع نظر اس کے دوسری حدیث میں آیا ہے۔

ما بعث اللہ نبیا الا شابا[3]	نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مگر جوان۔

صاحب قاموس نے لفظ کھل کے ذیل میں یہ لکھا ہے "الکھل من وخطہ الشیب رایت لہ بجالۃ او من جاوز الثلاثین او اربعۃ وثلاثین الی احدی وخمسین" کھل وہ ہے جس کی عمر تجاوز کر گئی ہو تیس[30] برس سے یا چونتیس سے اکاون[51] تک۔ صاحب منتہی الارب نے بھی لفظ کھل کے

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) ص۷۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۵۳۱ (طبع نولکشور ۱۳۰۵ھ) [3] کنز العمال طبع حیدرآباد دکن جلد ۶ ص۱۱۹۔

ذیل میں شباب کا زمانہ ۱۶ سے ۳۲ سال تک بتایا ہے، حاصل یہ کہ بتیس ۳۲ یا چونتیس ۳۴ سال کے بعد شباب کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ کھل کا آغاز ہوجاتا ہے اور رسول اللہ صلعم کا چالیس سال کی عمر میں نبوت پر فائز ہونا اظہر من الشمس ہے اس کے باوجود آپ لفظ شاب کا مصداق ہوسکتے ہیں تو امام مہدی علیہ السلام اس کا مصداق کیوں نہ ہوں خصوصاً جب آپ نے چالیس سال کی عمر میں بامر الٰہی دعوت الی اللہ کے لئے جونپور سے ہجرت فرمائی ہے۔

روایات کی توضیح سراج الابصار کے آخر میں جو روایتیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے چند پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ امام مہدی علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہیں ذیل میں وہ روایتیں درج کرکے تحقیق کیجاتی ہے۔

(۱) صاحب سراج الابصار نے یہ روایت کی ہے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابوجعفر محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اُن سے کہا کہ آپ مجھ سے یہ پانچ سو درہم لے لیجئے کہ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے ابوجعفر نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم ہی لیکر اپنے پڑوسی مسلمانوں اور اپنے مسکین مسلمان بھائیوں کو دیدو جب ہمارے مہدی موعود کا ظہور ہوگا جو اہل بیت سے ہوں گے تو وہ سویت کے ساتھ (برابر برابر) تقسیم کرینگے اور رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آئیں گے۔ (سراج الابصار ص۲۰۸ (مع مقدمہ طبع اول)

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ شبہ غلط ہے کہ اس روایت میں امام مہدی کے صاحب سلطنت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مال کے برابر تقسیم کرنے کے لئے صاحب سلطنت ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

مولف العقد الفرید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

ونحن واللہ اعطی الآخرۃ منکم للدنیا واعطی فی الحق منکم فی الباطل واعطی علی التقوی منکم علی الھوی والقسم بالسویۃ والعدل فی الرعیۃ الی آخرہ[1]
اور ہم خدا کی قسم جتنا تم دنیا کے لئے دیتے ہو اس سے زیادہ ہم آخرت کے لئے دیتے ہیں اور جتنا تم باطل میں دیتے ہو اس سے زیادہ ہم حق میں دیتے ہیں اور تم خواہش نفسانی میں جتنا خرچ کرتے ہو اس سے بہت زیادہ ہم تقویٰ میں خرچ کرتے ہیں اور برابر برابر کی تقسیم کرتے ہیں اور رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہیں

حضرت ابن عباس کے بیان سے ظاہر ہے کہ بنی ہاشم اور ابن عباس صاحب سلطنت نہ ہونے کے باوجود مال کی برابر برابر تقسیم بھی کرتے تھے اور رعیت کے ساتھ عدل بھی کرتے تھے۔

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں یہی عمل دائرہ مہدویہ میں تھا، یہاں تک کہ سویت ان کے ہاں اصطلاح ہوگئی، اس کا ثبوت اس سے قبل طبقات اکبری، منتخب التواریخ اور جونپور نامہ کے حوالہ سے دیا جاچکا ہے۔

زیر بحث روایت میں مطلق تقسیم بالسویۃ (برابر برابر کی تقسیم) کی خبر دی گئی ہے اس امر کی تو صراحت نہیں ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگ امام علیہ السلام کا اتباع کرینگے اور ان میں سویت کا طریقہ جاری کردیا جائے گا۔

حضرت ابوجعفر کا زکوٰۃ کی رقم لینا اور یہ کہہ کر اس کو واپس کردینا کہ مہدی برابر برابر کی تقسیم کریں گے اس امر

---

[1] العقد الفرید (طبع مصر ۱۲۹۳ھ) الجزء الثانی ص۱۰۸۔

پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص جو رقم لایا تھا شاید یہ چاہتا تھا کہ آپ زکوٰۃ کی رقم لیں اور اس کو علی السویہ تقسیم کر دیں۔
آپ نے جواب میں کہا کہ برابر برابر کی تقسیم تو امام مہدی کا طرۂ امتیاز ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے انہی کے متعلق خاص طور سے تقسیم المال صحاحا کی خبر دی ہے۔
اب وہ شخص صاحب زکوٰۃ کی حیثیت سے مستحقین کو دے سکتا تھا لیکن علی السویہ تقسیم کرنا اس پر واجب نہیں تھا۔
یہاں صرف امام مہدی کی خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ برابر برابر کی تقسیم کرینگے اس امر کا تو فیصلہ نہیں کیا گیا کہ صاحب سلطنت ہی زکوٰۃ لے سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔
اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ (توبہ ع ۱۳) | لے ان کے مال سے خیرات

اس آیت میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ ۲ھ میں واجب ہوئی ہے۔
مولف مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

اصح آن است کہ وجوب زکوٰۃ بعد از ہجرت است در سنہ ثانیہ پیش از وجوب رمضان یا بعد از وے[1] | زیادہ صحیح یہی ہے کہ زکوٰۃ کا وجوب ہجرت کے بعد ہے سنہ ثانیہ میں، وجوب رمضان سے پہلے ہے یا اس کے بعد۔

کیا رسول اللہ صلعم ۲ھ میں صاحب سلطنت ہو گئے تھے؟
حاصل یہ کہ مال لے کر برابر برابر کی تقسیم کرنے کے لئے بادشاہ ہونا کوئی ضروری امر نہیں ہے۔
(۲) صاحب سراج الابصار نے یہ روایت بھی کی ہے۔

منھا ما روی عن طاوس قال علامۃ المھدی ان یکون شدید اعلی العمال رحیما بالمساکین (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۲۱۴) | اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو طاوس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مہدی کی پہچان یہ ہے کہ وہ عاملوں کے ساتھ سخت اور مسکینوں کے ساتھ مہربان ہوگا۔

یہ روایت عقد الدرر کے الباب الثامن میں ہے یہی روایت مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل چہار دہم میں اس طرح نقل کی ہے۔

عن طاؤس قال اذکان المھدی یبذل المال ویشتد علی العمال ویرحم المساکین۔ | طاوس سے مروی ہے کہ کہا جب مہدی ہوگا تو مال کو بخشے گا عمال پر سختی کرے گا اور مسکینوں پر رحم کرے گا۔

اس کے ذیل میں اس امر کا ادعا کیا ہے کہ اس روایت سے بھی مہدی کا صاحب سلطنت اور بادشاہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔
واضح ہو کہ لفظ "عمال" مساکین کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے لہٰذا اس سے اغنیا ہی مراد ہوں گے یوں بھی اگر عمال سے کارکن مراد لی جائے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔
یہاں صرف یہ خبر دی گئی ہے کہ مہدی عامل اور کارکن کے ساتھ سختی کرینگے، اس امر کی تو صراحت نہیں ہے کہ مہدی بادشاہ ہوں گے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۴۲۴ و ص ۴۲۵

رسول اللہ صلعم نے صدقات لینے کے لئے عمال مقرر کئے تھے جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

عمال آنحضرتؐ بر اخذ صدقات قبائل چند نفر بودند (جلد دوم صـ۵۷۴)

آنحضرت کے عمال جو قبائل کے صدقات لینے کے لئے مامور تھے چند آدمی تھے۔

یہاں صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے۔ رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ لینے کے لئے عمال مقرر کئے تھے اس کے باوجود آپ پر بادشاہ اور صاحب سلطنت کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس لئے کہ خود آپ نے بادشاہ ہونے سے انکار فرما دیا ہے جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے روایت کی ہے۔

پس آن مرد میزان از دست بنداخت و برخاست تا بوسہ زند دست مبارک آنحضرتؐ را پس آنحضرتؐ دست بکشید فرمود ایں کار اعاجم است کہ با ملوک و روساء خود می کنند و من ملک نیستم مردے ام یکے از شما الی آخرہ[1]

پس اس شخص نے ترازو اپنے ہاتھ سے ڈالدی، اور وہ اٹھا تاکہ آنحضرتؐ کے دست مبارک کو بوسہ دے آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا، فرمایا کہ یہ عجمیوں کا کام ہے جو اپنے بادشاہوں اور رئیسوں کے ساتھ کرتے ہیں اور میں بادشاہ نہیں ہوں، تم میں سے میں بھی ایک آدمی ہوں۔

دوسری روایت سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

در آمد بر آنحضرت مردے پس لرزیدن گرفت از ہیبت وے صلی اللہ علیہ وسلم فرمود آسان کن بر خود کار و ملرز من بادشاہ نیم من پسر زنے ام از قریش کہ می خورد قدید[2]

آیا آنحضرت کے پاس ایک شخص پس وہ رسول اللہ صلعم کی ہیبت سے کانپنے لگا فرمایا کہ اپنے کام کو آسان کر اور مت کانپ میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے عمال مقرر کئے تھے اس کے باوجود آپ بادشاہ نہیں تھے، مہدی سے متعلق تو صرف یہ خبر دیگئی ہے کہ وہ عمال کے ساتھ سخت ہوگا، اس سے مہدی کے بادشاہ ہونے پر کس طرح استدلال کیا جائے گا؟

مولف ہدیہ مہدویہ نے جو روایت پیش کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ مہدی مال بخشے گا اور عمال پر سختی کرے گا یعنی مال بخشنے میں عمال پر سختی کی جائے گی کہ تقسیم میں وہ عدل و انصاف سے کام لیں۔

واضح ہو کہ دائرۂ مہدویہ میں جو شخص سویت (برابر برابر کی تقسیم) پر کارگذار ہوتا ہے اس کو عامل کہتے ہیں۔

صاحب انصاف نامہ نے باب نہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در قصبۂ بڑلی میاں نظام با چند صد طالبان بودند خداوند تعالیٰ گندم رسانیدہ بود ملک الہداد عامل بر سویت بودند میاں نظام بر سویت نشستند الی آخرہ۔

نقل ہے کہ قصبۂ بڑلی میں میاں نظام کئی سو طالبان خدا کے ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ نے گیہوں پہنچائے تھے ملک الہداد سویت پر عامل تھے اور میاں نظام سویت پر بیٹھے۔

امام علیہ السلام ان عمال پر کس طرح سختی فرماتے تھے ذیل کی روایت سے واضح ہو جاتا ہے۔

---

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۴۳ [2] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۴۳۔

نقل است از ہمہ مہاجران کہ حضرت میراں سویت بہ حضور خود می کنانیدند روزے سید علاء الدین مہاجر بہ طرف روئے سویت گیرندہ دیدند پرسیدند کہ شما را چند سویت ہست حضرت میراںؒ منع کردند کہ میاں طرف روئے کسے مبینید، چشم فرو کردہ بہ پرسید کہ چند سویت شما را ہست چرا کہ مردم چوں بروئے کسی مبینید بضرورت رعایت او می شود (انصاف نامہ باب ۹)

تمام مہاجرین سے منقول ہے کہ حضرت میرانؒ اپنے حضور میں سویت کراتے تھے، ایک دن سید علاء الدین مہاجر نے سویت لینے والے کی صورت کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے لئے کتنی سویت ہے، حضرت میرانؒ نے منع فرمایا کہ میاں علاء الدین کسی کی صورت کی طرف مت دیکھو آنکھیں نیچی کرکے پوچھو کہ تمہارے لئے کتنی سویت ہے اس لئے کہ آدمی جب کسی کی صورت دیکھتا ہے تو ضرور اس کی رعایت ہو جاتی ہے۔

مذکور الصدر حدیث میں آیا ہے کہ مہدی مال بخشے گا اور عمال پر سختی کرے گا۔

سویت کرنے والے عمال پر امام علیہ السلام جو سختی فرماتے تھے اس کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انھیں نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی اس لئے کہ مال تقسیم کرتے وقت آدمی کسی کی صورت دیکھے تو چشم مروت حائل ہو ہی جاتی ہے۔

اس طرح عمال پر سختی کرنا، فقراء اور مساکین پر رحم کرنا ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ اجزاء امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے عمال مقرر کئے اس کے باوجود آپ بادشاہ نہیں تھے تو امام علیہ السلام عمال پر سختی کرنے کی بناء پر کس طرح بادشاہ ہو جائیں گے۔

(۳) صاحب سراج الابصار نے یہ روایت بھی پیش فرمائی ہے۔

کعب احبار سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مہدی موعود کا ذکر پا یقین انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں لکھا ہوا پاتا ہوں، مہدی موعود کے حکم میں کوئی ظلم اور عیب نہ ہوگا۔ تخریج کی ہے اس کی ابو عبداللہ نعیم بن حماد نے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حماد کی اس روایت کا تحقق خود مہدی علیہ السلام سے ہو گیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ان کا ذکر اللہ کی کتاب اور انبیاء کی کتابوں میں موجود ہے۔ (سراج الابصار مع مقدمہ صفحہ ۲۱)

مذکورہ روایت عقد الدرر کے الباب السابع میں بھی منقول ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس روایت کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کلام کعب احبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسفار انبیائے سابقین میں تو مہدی کا ذکر ہے لیکن قرآن میں نہیں۔

کعب احبار نے تو صرف یہ کہا ہے کہ میں نے مہدی کا ذکر اسفار انبیاء میں پایا ہے، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے مہدی کا ذکر کلام اللہ میں نہیں پایا، اس روایت سے رسول اللہ صلعم کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص آپ کی آل میں دافع ہلاکت امت ہوگا اس کا ذکر بھی کتب انبیاء میں موجود ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ رسول اللہ صلعم کی فضیلت کے باب میں ضعیف روایت بھی قابل قبول ہے۔

کعب احبار نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلعم کا ذکر کتاب تورات میں دیکھا ہے۔ کیا اس سے یہ استدلال

کیا جائے گا کہ آپ کا ذکر کتاب انجیل میں نہیں تھا! کعب احبار کی روایت یہ ہے۔

عن کعب یحکی عن التوراۃ قال نجد مکتوبا محمد رسول اللہ عبدی المختار الی آخرہ[1]	مروی ہے کعب احبار سے وہ نقل کرتے ہیں تورات سے کہا کہ ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور میرے (یعنے اللہ کے) برگزیدہ بندے ہیں۔

بیہقی نے بروایت انسؓ بیان کیا ہے کہ ایک یہودی لڑکے نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح مخاطب کیا۔

یارسول اللہ انا نجد لک فی التوراۃ نعتک وصفتک[2]	یارسول اللہ تحقیق کہ ہم پاتے ہیں تورات میں آپ کی نعت اور آپ کی صفت۔

کیا ان روایات کی بناء پر استدلال کیا جائے گا کہ یہاں صرف تورات کا ذکر ہے، لہذا رسول اللہ صلعم کا ذکر انجیل میں نہ ہونا قطعی ہے۔

اسی طرح اسفار انبیاء میں مہدی کا ذکر ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے!

قرینہ قوی یہ ہے کہ جس نبی کا تورات میں ذکر ہو اس کا ذکر بدرجہ اولیٰ انجیل میں ہوگا اور واقعہ بھی یہی ہے، اسی طرح جب کعب احبار کی روایت سے مہدی کا ذکر اسفار انبیاء میں ہو تو بدرجہ اولیٰ امام مہدی کا ذکر کلام اللہ میں ہوگا۔

اب رہا امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ آپ کا یعنے امام مہدی کا ذکر اسفار انبیاء میں ہے تو حدیث کے مطابق ہوا معترض کا اس کو مصادرہ علی المطلوب قرار دینا عین حماقت ہے اس لئے کہ امام علیہ السلام نے اس روایت کو اپنی مہدیت کے اثبات میں پیش نہیں فرمایا بلکہ صرف مہدیت کے مراتب اور علو شان کو بیان فرمایا ہے۔ اثبات مہدیت میں تو آپ نے یہ فرمایا ہے۔

اگر کسی خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ از کلام خدا و از اتباع رسول اللہ در احوال و اعمال ما بجوید وفہم کند (عقیدہ شریفہ)	اگر کوئی شخص ہماری سچائی معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ سے اور اتباع رسول اللہ صلعم سے ہمارے احوال اور اعمال میں جستجو کرے اور سمجھے۔

معترض کا یہ کہنا کہ اسفار انبیاء میں مہدی کا ذکر ہو تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آپ ہی مہدی موعود ہیں تو یہی اعتراض کیا کعب احبار کی اس روایت پر بھی ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کا نام تورات میں لکھا ہوا دیکھا؟

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم کے اخلاق اور ان آیات الٰہی سے جو آپ سے ظاہر ہوئے ہیں آپ کی نبوت ثابت ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ بالکل ان ہی دلائل سے امام علیہ السلام کی مہدیت بھی ثابت ہے اور اس کا ثبوت حصہ اول باب سوم میں دیا جا چکا ہے۔

امام علیہ السلام کے حکم میں ظلم و عیب کا نہ ہونا خود معترض کے مقتداء شیخ علی متقی کا مسلمہ ہے چنانچہ اس نے رسالہ برہان کے مقدمہ میں آپ کے لئے "الشریف العظیم" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور رسالۃ الرد کے آخر میں آپ سے متعلق یہ لکھا ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۸ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۹۲

لایظن بہ ہذا (ان کے باب میں یہ بدگمانی نہیں ہوسکتی) اب رہا یہ شبہ کہ امام علیہ السلام سے کعب احبار کی روایت کی تحقیق کیسے ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ہم نے علمی طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ کلام اللہ سے وجود مہدی ثابت ہے اور جب کلام اللہ سے وجود مہدی ثابت ہو جائے تو خود بخود اسفار انبیاء میں مہدی کا ذکر ہونا ثابت ہو جاتا ہے خصوصاً جب کہ کلام اللہ مصدقا لما معکم (النساء ع) (تصدیق کرنے والا ہے اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے) کا مدعی ہے۔ اور کعب احبار کی روایت میں اس امر کی صراحت ہے کہ انہوں نے ذکر مہدی کو اسفار انبیاء میں پایا ہے،

وجود مہدی اور کلام اللہ کی تفصیلی بحث باب پنجم میں صاحب بینہ کے مراتب کے ذیل میں کی جائے گی۔

سکینہ و وقار کا مفہوم

(ب) امام مہدیؑ کے باب میں یہ بھی وارد ہے یا ی شی یعرف الامام المھدی قال بالسکینۃ والوقار الی آخرہ (سراج الابصار صفحہ ۲۱۰) یعنے مہدی کس چیز سے پہچانے جائیں گے تو کہا سکینہ و وقار سے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے اس سلسلہ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ علامت امام مہدیؑ کے حسب حال نہیں ہے۔ اس کے بعد سندھ کے واقعات کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "میرانؒ نے سر مجلس قاضی غریب کی پگڑی اس کے سر سے اتار کر اپنے زانو پر رکھ لی کہ پگڑی چھیننا اس کو کہتے ہیں"۔

صاحب مطلع الولایت نے باب ششم میں لکھا ہے کہ جب قاضی نے کہا کہ یہاں کے فرمانروا کا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تو امام علیہ السلام نے یہ جواب دیا۔

ملک سند از آن بادشاہ سند است و قطعہ گجرات از آن حاکم گجرات بوم ملک خراسان را (از آن) حاکم و ضابط خراسان ہر ملکے را و ہر شہرے را بزخم خود ہر کسے حکم و راثت دارد پس اندکے زمین خدا بنما کہ خالص خدای را باشد کہ تا آنجا بندگان خدا محض خدائے را عبادت کنند حیران شدہ گفت آیا دستار کسے بزور خواہید گرفت (مطلع الولایت باب ششم)	ملک سند بادشاہ سند کا اور قطعہ گجرات حاکم گجرات کا اور سرزمین خراسان حاکم خراسان کی، ہر ملک اور ہر شہر کا ایک نہ ایک شخص اپنے خیال میں وارث ہے پس خدا کی تھوڑی زمین بتاؤ جو خالص خدا کے لئے ہو تاکہ بندگان خدا خالص اللہ کے لئے عبادت کریں قاضی نے حیران ہو کر کہا کیا کسی کی دستار زبردستی چھین لوگے۔

اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ "میرانؒ نے سر مجلس قاضی غریب کی پگڑی اس کے سر سے اتار کر اپنے زانو پر رکھ لی"۔ قدیم ترین کتب سیرت یعنی میاں عبدالرحمن کے مولود میں تتہ (ٹھٹہ) کے واقعات کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے "بعدہ قاضی گفت کہ دستار کسے گرفتن میخواہید حضرت میرانؒ دستار قاضی گرفتہ بر زانوی خویش نہادہ فرمودند اے قاضی دستار کسے گرفتن ایں نوع باشد ہمچنیں دستار از کجا گرفتیم"۔ یعنے اس کے بعد قاضی نے کہا کیا کسی کی دستار لینا چاہتے ہو تو حضرت میرانؒ نے قاضی کی دستار لے کر اپنے زانو پر رکھ کر فرمایا اے قاضی کسی کی دستار لینا ایسا ہوتا ہے اس طرح ہم نے کس کی دستار لی ہے۔

مذکورہ عبارت میں "دستار قاضی گرفتہ" کے الفاظ ہیں یہ صراحت نہیں کہ دستار سر سے لی گئی امر واقعی یہ ہوتا تو

صاحب مولودیوں لکھتے " دستار از سر قاضی کشیدہ " قرینہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی ابو اب سے عاجز ہونے کے بعد اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر امام علیہ السلام سے کہا ہوگا کیا کسی کی پگڑی چھین لوگے اور یہ مستبعد نہیں۔ اس سے قبل مہدوی مبلغین کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے میاں شیخ مصطفےٰ پٹنی گجراتی کی تبلیغ سے عاجز آکر اپنے سر سے پگڑی اتار پھینک دی تھی۔

حاصل یہ کہ میاں عبدالرحمٰن کی روایت میں قاضی کے سر سے پگڑی اتارنے کی صراحت نہیں ہے بر سبیل تنزل تسلیم بھی کرلیں تو یہ امر منافی منصب مہدیت نہیں ہے۔

مواھب لدنیہ میں رسول اللہ صلعم کے اخلاق کے ذیل میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

بل کان رحیما بالمومنین رفیقا بھم شدیدا علی الکفار غلیظاً علیھم [1]	رسول اللہ صلعم مومنین کے حق میں رحیم تھے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے کفار پر سخت اور شدید تھے۔

آپ نے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون بدر فرمادیا تھا یعنے جہاں پاؤ انہیں قتل کردو۔

صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے کہ

از میان مردان چہار کس مقتول شدہ و ہفت مامون ماندند و در مواھب لدنیہ از زنان چہار زن بقتل رسیدند و در یکی اختلاف است و دو مامون شدند [2]	مردوں میں سے چار آدمی قتل ہوئے اور سات کو امن دیا گیا، مواھب لدنیہ میں مذکور ہے کہ چار عورتیں قتل کی گئیں، ایک کے بارے میں اختلاف ہے اور دو کو امن دیا گیا۔

کفار پر شدید ہونا سکینہ و وقار کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ قاضی کے سر سے پگڑی اتارنا بھی شدید علی الکفار کا مصداق ہوگا۔

اگر یہ واقعہ قابل اعتراض سمجھا جائے اور اس کو منصب مہدیت کے منافی قرار دیا جائے تو اس سے سنگین اعتراض حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوتا ہے جنھوں نے ہارون علیہ السلام کو ان کے سر کے بال اور ان کی داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ آیہ " لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی (طٰہٰ ع) (مت پکڑ میری ڈاڑھی کو اور میرے سر کو) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی کی طرف متوجہ ہوکر انتہائی غضب سے ان کی پیشانی کے بال ایک ہاتھ میں اور ان کی ڈاڑھی ایک ہاتھ میں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

جب ایک نبی کا دوسرے نبی کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچنا سکینہ و وقار کے خلاف نہیں ہوسکتا تو بھلا امام علیہ السلام کا ایک دنیا پرست قاضی کی تفہیم کے لئے اس کی پگڑی اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے زانو پر رکھ لینا کس طرح سکینہ و وقار کے خلاف ہوگا؟

اس سے قطع نظر یہ رکانہ نے رسول اللہ صلعم سے دلیل نبوت طلب کی تو آپ نے اس کو دو دفعہ پچھاڑا۔ سیرۃ ابن ہشام میں ابن اسحٰق سے یہ مروی ہے۔

قال ابن اسحٰق: وحدثنی ابی اسحٰق بن	ابن اسحٰق نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے اسحاق بن یسار نے

---

[1] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزء اول صفحہ ۲۸۸ ۔ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۹۶

یسار قال کان رکانۃ ابن عبد یزید بن ھاشم بن المطلب بن عبد مناف اشد قریش، فخلا یوما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض شعاب مکۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رکانہ الا تتقی اللہ وتقبل ما ادعوک الیہ، قال انی لو اعلم ان الذی تقول حق لاتبعتک قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افرایت ان صرعتک اتعلم ان ما اقول حق، قال نعم قال فقم حتی اصارعک قال فقام رکانۃ الیہ فصارعہ فلما بطش بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اضجعہ وھو لا یملک من نفسہ شیئا ثم قال عد یا محمد فعاد فصرعہ ثم قال یا محمد واللہ ان ھذا للعجب[1]

کہا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف نہایت سخت زور آور آدمی تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلعم سے مکہ کی ایک گھاٹی میں تنہا ملا رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے رکانہ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور میں جس چیز کی تجھے دعوت دیتا ہوں اس کو قبول نہیں کرتا۔ اس نے کہا اگر میں یہ جان لوں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں سچ ہے تو میں ضرور آپ کی پیروی کروں گا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر میں تجھ کو پچھاڑ دوں تو کیا یہ جان لے گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حق ہے اس باب میں تیری کیا رائے ہے، اس نے کہا ہاں (آپ کو برحق مان لوں گا) رسول اللہ صلعم نے فرمایا اٹھو کہ میں تم سے کشتی لڑوں کہا کہ رکانہ اٹھ کر حضرتؐ کے پاس آیا پس، آپ اس سے کشتی لڑے پس جب رسول اللہ نے زور کیا اس کو پچھاڑ دیا اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا پھر رکانہ نے کہا اے محمد پھر کشتی لڑو آپ نے اس سے کشتی لڑ کر پھر پچھاڑا اس نے کہا کہ قسم بخدا یہ تعجب کی بات ہے۔

کشتی میں آدمی اپنے حریف سے مقابلہ کرتے وقت ہیجان میں آجاتا ہے کیا اس بناء پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم غضبناک ہو گئے تھے، ہرگز نہیں، اسی طرح امام علیہ السلام نے قاضی کی پگڑی اتار کر غضب کے مفہوم کی توضیح کی کیونکہ وہ اپنی غلط بیانی سے اہل مجلس کو فریب دے رہا تھا۔ یہ سب تکمیل حجت کے لئے تھا اس کو غصہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سے قبل اخلاق مہدیؑ کے ذیل میں ہم نے امام علیہ السلام کے حلم کا ثبوت دے دیا ہے۔ اس سے قطع نظر طلب دلیل نبوت کے جواب میں رسول اللہ صلعم کا رکانہ سے دو دفعہ کشتی لڑنا کیا سکینہ و وقار کے خلاف سمجھا جائے گا؟

حلال و حرام کی پہچان مذکورہ بالا روایت کے بقیہ دو امور پر بھی مولف ہدیہ کو اعتراض ہے کہ وہ امام علیہ السلام کے حسب حال نہیں، روایت کے باقی الفاظ یہ ہیں۔

"اور کس چیز سے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حلال و حرام کو پہچاننے سے اور اس سے کہ لوگ ان کے محتاج ہوں گے اور وہ یعنی مہدی کسی کے محتاج نہ ہوں گے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۱۴)

(۱) حلال و حرام کی پہچان کے ذیل میں معترض نے یہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نماز میں اپنے منکر کی اقتدا کرتے تھے درآنحالیکہ اس کو کافر جانتے تھے معترض کا بیان صحیح نہیں ہے۔ بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے مکتوب میں جو محضرہ کے نام سے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ) الجزء الاول صفحہ ۴۱۸۔

مشہور ہے اور جس پر امام علیہ السلام کے اکابر صحابہ کا اتفاق ہے اور جو ۹۱۹ھ سے پہلے مرتب ہوا ہے یہ مرقوم ہے۔

میراں از وقتیکہ ظہور مہدیت کردہ اند بد نبال ہیچ مخالف نماز نگزاردہ اند۔

میراں علیہ السلام نے جس وقت سے کہ مہدیت کا اظہار کیا ہے کسی مخالف کے پیچھے نماز ادا نہیں کی ہے۔

اسی طرح میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں شیخ مبارک ناگوری کے ساتویں سوال کے جواب میں بیان فرمایا ہے

ما نقل احد من اصحابہ علیہ السلام انہ صلی خلف امام ظہر انکارہ۔

امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ روایت نہیں کی کہ آپ نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی ہو جس کی نسبت ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ آپ کا منکر ہے۔

(ب) مولف ہدیہ مہدویہ نے "لا یحتاج الی احد" کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ امام علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہے حالانکہ عبداللہ محمد بن عمر مکی کا قول اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے کہ سلطان محمود بیگڑہ نے متعدد مرتبہ اس بات کا ارادہ کیا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو لیکن اس کے درباریوں نے اس کو امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے نہیں دیا۔

اب خود ناظرین تصفیہ کر سکتے ہیں کہ امام علیہ السلام سلطان محمود بیگڑہ کے محتاج تھے یا سلطان محمود بیگڑہ آپ کا محتاج تھا؟

ملا عبدالقادر بدایونی کا قول اس سے قبل نقل کیا جا چکا کہ سلطان محمود بیگڑہ، امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلاطین زماں بھی آپ کے محتاج تھے اور آپ کا سلاطین زماں کے ساتھ ترفع (بے نیازی) اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ "لا یحتاج" کے مصداق اتم تھے۔

رسول اللہ صلعم کے اخلاق کے تعلق سے الترفع عن الاغنیا (مالداروں سے استغنا) (سراج الابصار ص ۱۷۲) کے الفاظ آئے ہیں، اغنیا سے بے نیازی کرنا لا یحتاج کی بہترین مثال ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ کو اس روایت کے الفاظ "بحاجۃ الناس الیہ ولا یحتاج الی احد" کے معنے سمجھنے میں دھوکا ہوا ہے حالانکہ ان الفاظ کا ماسبق اس کی توضیح کر دیتا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وبای شئ قال بمعرفۃ الحلال والحرام وبحاجۃ الناس الیہ ولا یحتاج الی احد۔

اور کس چیز سے امام مہدی پہچانے جائینگے کہا حلال و حرام کی پہچان سے اور لوگ ان کے محتاج ہوں گے اور وہ کسی کے محتاج نہ ہونگے۔

ظاہر ہے کہ حلال و حرام کا علم مہدی کو منجانب اللہ حاصل ہوگا ایسی صورت میں وہ لوگوں کا کس طرح محتاج ہو سکتا، لوگ ہی اس کے محتاج ہوں گے۔

لفظ احتیاج کی توضیح کے لئے ایک روایت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع[1]

علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اچھا شخص وہ ہے جو دین میں فقیہ ہو اگر اس کے پاس حاجت لائی جائے تو نفع پہونچائے۔

یہاں "احتیج" سے احتیاج امر دینی میں مراد ہے یہ تو فقیہ فی الدین کا حال ہے۔ امام مہدی تو رسول اللہ صلعم

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۷۔

کے نقش قدم پر چلیں گے، خلق میں آپ کے مشابہ ہوں گے، امت کو ہلاکت سے بچائیں گے ان کے باب میں رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ لوگ ان کی طرف حاجت لائینگے تو احتیاج امر دینی کے سوا اور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔

حدیث میں حلال و حرام کی پہچان مہدی سے متعلق کی گئی ہے کیونکہ یہی رسول اللہ صلعم کی خصوصیت ہے جیسا کہ کلام اللہ شاہد ہے۔

یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبٰئث (الاعراف ع۵) | حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے ان کے اوپر ناپاک چیزیں۔

ظاہر ہے کہ مہدی ہم خلق رسول اللہ ہیں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔

لفظ حاجت کی توضیح اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلعم نے نماز کو طویل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فان فیھم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ[1] | تحقیق کہ ان میں کمزور بوڑھے اور ضروری کام والے ہوتے ہیں۔

حدیث زیر بحث میں یہ مذکور ہے کہ لوگ مہدی کی طرف اپنی حاجت یعنے ضروری کام لے جائیں گے تو اس سے امر دینی کے سوا اور کیا مراد ہو سکتا ہے؟

خود مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بیان کیا ہے؟

شیخ تاج العارفین ابو وفا کے پاس حضرت شیخ عبدالقادرؒ وقت جوانی کے جب آتے تو وہ بہ کمال تعظیم پیش آتے ان کے لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ "اس جوان کو ایک وقت آنے والا ہے کہ خاص و عام اسکی طرف محتاج ہوں گے"[2]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ خاص و عام حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی طرف محتاج ہوں گے، کیا خاص و عام کے محتاج ہو جانے سے شیخ جیلانی کا بادشاہ ہونا مولف ہدیہ مہدویہ کے مسلمات سے ہے؟

اب رہی وہ روایت جو صاحب انصاف نامہ نے باب سیزدہم میں درج کی ہے۔

نقل است از میاں عبدالرشید کہ روزے حضرت مہدی علیہ السلام میاں لاڈ مہاجر را فرمودند کہ ہر چہ در صورت نماز سنت باشد و بجا آوری نمی شود بندہ را اعلام کنید بعد از چند روز میاں لاڈ فرمود کہ از کتب فقہ تحقیق شدہ است کہ رسول علیہ السلام سنت ظہر پیش از فریضہ و بعد از فریضہ بیرون آمدہ گزاردند بعدہ میراں فرمودند کہ اکنوں بندہ ہم بیرون خواہم گزارد۔

منقول ہے میاں عبدالرشید سے کہ ایک دن حضرت مہدی علیہ السلام نے میاں لاڈ مہاجر سے فرمایا جو کچھ نماز کی شکل میں از قبیل سنت ہو اور وہ بجا نہ لائی جائے تو بندہ کو اس کی خبر کرد و چند روز کے بعد میاں لاڈ نے فرمایا کہ کتب فقہ سے متحقق ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتیں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد باہر آکر پڑھی ہیں، میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ اب بندہ بھی باہر آکر پڑھے گا۔

یہ روایت میاں عبدالرشید سے مروی ہے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میاں عبدالرشید کون بزرگ ہیں بہرحال عبدالرشید جامع تقلیات تو میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی کے والد ماجد ہیں ان کی جمع کردہ نقلیات میں مذکورہ نقل نہیں ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ بالا نقل پر ان الفاظ میں اعتراض کیا ہے۔

"لوگوں سے کہے کہ نماز کی سنتیں مجھکو بتلا دیا کرو یا جماعت نماز کے شرائط نہ پہچانے جیسا کہ روایت چہارم میں مذکور ہو چکا"[3]

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص۴۸۵ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص۲۱۳ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) ص۱۳۲

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ نماز میں جو سنت بجا نہ لائی جائے اس سے بندہ کو آگاہ کرو رسول اللہ صلعم کے ارشاد فاذا نسیت فذکرونی (جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلاؤ) کے مطابق تھا۔ اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر خمسا فقیل لہ ازید فی الصلوٰۃ فقال وما ذاک قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم وفی روایۃ قال انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی الی آخرہ[1]

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں پس رسول اللہ سے کہا گیا کیا نماز میں اضافہ ہوا ہے فرمایا وہ کیا ہے صحابہ نے عرض کی آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں پس رسول اللہ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں بھی تمہارے ہی جیسا بشر ہوں بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلاؤ۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم سے عبادت میں کوئی سہو ہوا ہے تو آپ کے اصحاب نے آپ کو اس سے آگاہ کر دیا، کیا اس بناء پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ امور دینی میں آپ اپنے اصحاب کے محتاج تھے؟

صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے باب دوم کید پنجم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

سہو در افعال از خواص بشریہ است و انبیاء در امور بشریہ شریک سائر ناس اند ..... سہو در امور تبلیغیہ جائز نیست کہ بجائے امر نہی نمایند و بجائے نہی امر بعضے محققین اہل سنت نوشتہ اند کہ سہو انبیاء از راہ کمال استغراق در حضور و مشاہدہ می باشد[2]

افعال میں سہو ہونا خواص بشریہ سے ہے اور انبیاء امور بشریہ میں سب لوگوں کے شریک ہیں، امور تبلیغی میں سہو جائز نہیں ہے کہ امر کی جگہ نہی اور نہی کی جگہ امر ہو جائے۔ بعض محققین اہل سنت نے لکھا ہے کہ انبیاء کا سہو حضور و مشاہدہ میں کمال استغراق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے رسول اللہ صلعم کے سہو و نسیان کے باب میں یہ لکھا ہے۔

باید فہمید کہ وقوع سہو و نسیان از آنحضرتؐ از کدام مقام است لابد از مرتبۂ اشتغال و استغراق در مقامے خواہد بود کہ دست عقول از دامن ادراک آں قاصر است[3]

سمجھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ سے سہو و نسیان کا وقوع کس مقام سے ہے بالضرور ایسی مشغولیت اور ایسے استغراق کے عالم میں ہوگا کہ عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

انصاف نامہ کی روایت کا یہ تو مفہوم نہیں ہو سکتا کہ امام علیہ السلام جنھیں علمائے شہر جونپور نے اعلان مہدیت سے برسوں قبل اسد العلماء کا خطاب دیا تھا، امور دینی میں ان اصحاب کے محتاج تھے جنھوں نے آپ کو امام آخر الزماں تسلیم کیا تھا؟ بلکہ اس سے صرف دعوت مہدیت کی توضیح کرنا ہے کہ کس طرح امر معروف و نہی منکر کی تاکید کی جاتی تھی۔

انصاف نامہ کے جس باب میں روایت زیر بحث درج ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

"باب سیزدہم در ذکر امر معروف و نہی منکر"

تیرھواں باب امر معروف اور نہی منکر کے بیان میں۔

امام علیہ السلام کے ارشاد کا یہ منشاء ہے کہ آپ کے ہر متبع پر امر معروف و نہی منکر کی بجا آوری فرض ہے یہانتک کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۴۱ [2] تحفہ اثنا عشریہ طبع لکھنؤ) ص ۴۹ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۳۹۔

اگر استغراق میں آپ سے بھی کوئی امر یا لفرض چھوٹ جائے تو آپ کے اصحاب پر واجب ہے کہ آپ کو اس سے آگاہ کردیں جیسا کہ اصحاب رسول ؐ نے رسول اللہ صلعم کو سہو سے آگاہ فرمادیا تھا اس کا مطلب اصحاب سے تعلیم پانا نہیں ہے بلکہ ان کو تعلیم دینا ہے۔

مولف ہدیہ جہدویہ نے انصاف نامہ کی روایت کا ترجمہ غلط کیا ہے ذیل میں اصل عبارت اور اس کا ترجمہ جو مولف ہدیہ جہدویہ نے کیا ہے درج کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر پیش از فریضہ و بعد از فریضہ بیرون آمدہ گزاردند۔ (انصاف نامہ)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر کی قبل فریضہ اور بعد فریضہ باہر آکر ادا فرماتے تھے[1] (ہدیہ جہدویہ)

انصاف نامہ کی عبارت میں گزاردند ماضی مطلق ہے می گزاردند نہیں ہے، معترض نے اس کو ماضی استمراری قرار دیکر یہ ترجمہ کردیا کہ "ادا فرماتے تھے" تاکہ ناواقف کو یہ دھوکا ہوجائے کہ امام علیہ السلام کا عمل سنت مستمرہ کے خلاف تھا۔

امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اب میں سنت ظہر باہر آکر پڑھوں گا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ سنت ظہر گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا۔

عن عبد اللہ بن شفیق قال سالت عائشۃ عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین الی آخرہ[2]۔	عبد اللہ ابن شفیق سے مروی ہے کہا میں عائشہ سے رسول اللہ صلعم کے نفل کے باب میں پوچھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں فریضۂ ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر باہر نکلتے تھے اور جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے پھر گھر کے اندر آکر اور دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فریضۂ ظہر سے قبل چار رکعتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے پھر باہر آکر فرض نماز پڑھتے تھے، پھر گھر میں داخل ہوکر دو رکعتیں پڑھتے۔

حدیث کے الفاظ کان یصلی فی بیتی (میرے گھر میں پڑھا کرتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا۔ اب یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے باب میں آپ کا حکم کیا ہے اس کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے۔

وفی روایۃ الترمذی والنسائی قام ناس یتنفلون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بھذہ الصلوٰۃ فی البیوت[3]	اور ترمذی اور نسائی کی روایت میں آیا ہے کچھ لوگ نفل پڑھنے کے لئے اٹھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم پر لازم ہے کہ یہ نماز گھر میں پڑھو۔

صحیحین میں یہ روایت ابن عمر سے مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری

---

[1] ہدیہ جہدویہ (طبع کانپور) صـ۱۳۲ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۴۹۸۔ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۵۰۳۔

اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم و لاتتخذوھا قبورا[1]	نمازوں میں سے کچھ نمازیں گھروں میں پڑھو اور گھروں کو قبور نہ بناؤ۔

یہاں بھی گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس نماز سے نماز نفل مراد ہے۔

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ایھا الناس صلوا فی بیوتکم فان افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ[2]	اے لوگو نماز پڑھو اپنے گھروں میں اس لئے کہ مرد کی سب سے افضل نماز اس کے گھر میں ہے سوائے فرض نماز کے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ نماز نفل گھر میں پڑھیں مذکورہ بالا حدیث میں بھی سنت ظہر کے لئے تطوع (نماز نفل) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس لحاظ سے یہ لازم ہے کہ ظہر کی سنتیں جو فرض سے پہلے اور فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں گھر ہی میں پڑھی جائیں۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے علیکم بھذہ الصلوٰۃ کے ذیل میں لکھا ہے۔

افضل آن است کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگذارند وہم چنیں بود عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر بہ سببے یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگذارند[3]	افضل یہی ہے کہ نماز نفل جو غیر فرض ہے گھر میں پڑھیں اور ایسا ہی رسول اللہ صلعم کا بھی عمل تھا مگر کسی سبب یا عذر کی بنا پر خصوصاً سنت مغرب تو آپ نے مسجد میں کبھی نہیں پڑھی۔

اس سے ظاہر ہے کہ نماز نفل جو غیر فرض ہے اس کا گھر میں پڑھنا افضل ہے اور رسول اللہ صلعم کا بھی یہی عمل تھا، البتہ خاص خاص صورتوں میں کسی سبب یا عذر کی بناء پر آپ نے نماز غیر فرض مسجد میں بھی پڑھی ہے اور سنت ظہر سے متعلق تو حضرت عائشہ رضؓ کے الفاظ کان یصلی فی بیتی (میرے گھر میں پڑھا کرتے تھے) اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمیشہ یہی تھا، کسی سبب یا عذر کی بناء پر گھر میں نہ پڑھ سکیں تو وہ امر اتفاقی ہوگا۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ظہر کی سنتیں باہر پڑھوں گا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ظہر کی سنتیں بالالتزام گھر ہی پر پڑھا کرتے تھے۔

انصاف نامہ میں مذکورہ نقل کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

ومیاں لاڈ فرمودند کہ بندگی میراں را پیش از آن معتاد بود ایں نماز درون خانہ بود و ایں نقل را پیش بندگی میاں نعمتؓ ہم شنیدہ بودیم[4]	اور میاں لاڈ نے فرمایا کہ بندگی میراں کی عادت یہی تھی کہ یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے اور یہ نقل ہم نے بندگی میاں شاہ نعمتؓ سے بھی سنی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امامؑ ظہر کی سنتیں گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے، یہی رسول اللہ صلعم کا عمل تھا اور یہی افضل ہے۔

امام علیہ السلام نے سنت ظہر باہر نہیں پڑھی تو ظاہر ہے کہ کوئی سبب یا عذر ایسا پیش نہیں آیا تھا جس کی بنا پر آپ اس امر پر مجبور ہو جاتے کہ ظہر کی سنتیں گھر میں ادا نہ فرما کر باہر آکر ادا فرماتے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۳۰ [2] شرح سفر السعادت ص ۱۲۴ [3] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۰۳ [4] انصاف نامہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

جب میاں لاڈ مہاجر نے آپ سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے سنت ظہر باہر پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی باہر پڑھونگا یعنے اسی صورت میں جب کہ سنت ظہر گھر میں پڑھنے کے لئے کوئی سبب یا عذر مانع ہو جیسا کہ رسول اللہ صلعم کا عمل تھا حاصل یہ کہ انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام ظہر کی سنتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے، یہی رسول اللہ صلعم کا عمل تھا اور یہی افضل ہے۔

اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام امور دینی میں اپنے اصحاب کے محتاج تھے۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کا عمل "افضل" پر تھا اور میاں لاڈ مہاجر نے جو صورت پیش کی ہے وہ غیر افضل کی ہے اور امام علیہ السلام کے جواب سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حالات کے تحت مجبوری کی وجہ سے نماز غیر فرض مسجد میں بھی پڑھی ہے۔

حصون الضلالة

صاحب سراج الابصار نے ایک اور روایت پیش کی ہے جس میں مہدی کے باب میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

یفتح حصون الضلالة قلوبا غلفا۔	مہدی گمراہی کے قلعوں اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھولیں گے۔

اس کی توضیح میں میاں عالم باللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ قلوبا غلفا عطف تفسیری ہے "حصون الضلالة" کے لئے مولف ہدیہ نے اس توضیح پر یہ اعتراض کیا ہے۔

"صاحب سراج الابصار نے اس حدیث کو اپنے مہدی پر منطبق کرنے کے واسطے حصون الضلالة بمعنے قلوب غلف کے لیا اور عطف تفسیری مقرر کیا تاکہ مطلب یہ ٹھیرے قلعوں حقیقی کو فتح نہ کریں گے بلکہ فقط دلوں کو گمراہیوں کے اپنے فیض سے فتح کر کے اپنے عدل سے بھر دیں گے۔"[1]

حقیقت یہ ہے کہ امام مہدی کے باب میں ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے جس میں لفظ الضلالة استعمال ہوا ہے اس حدیث سے زیر بحث لفظ کے معنے واضح ہو جاتے ہیں، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ومنکم المهدی وبه ینتشر الهدیٰ وبه تطفی نیران الضلالة[2]	تمہیں سے مہدی ہوں گے اور انہی سے خدا ہدایت پھیلائیگا اور انہی سے گمراہی کی آگ بجھائی جائے گی۔

نیران الضلالة میں ضلالت یعنے گمراہی کو نار یعنے آگ سے تشبیہ دی گئی ہے اور حصون الضلالة میں ضلالت کو قلعوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت زیر بحث میں حصون کی مناسبت سے یفتح لایا گیا ہے اور اس روایت میں نیران کی مناسبت سے تطفی استعمال کیا گیا ہے۔

اس سے قطع نظر صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

از وہب بن منبہ آمدہ کہ گفت وحی فرستاد خدائے تعالیٰ بسوئے شعیا پیغمبر کہ وحی می فرستم نبی امی را کہ می کشایم بروے گوشہائے کر و چشم ہائے کور را و دل ہائے پوشیدہ در پردہ را۔[3]	وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ کہا وحی بھیجی خدا تعالیٰ نے شعیا پیغمبر کی طرف کہ میں بھیجتا ہوں نبی امی کو کہ کھولتا ہوں میں اس کے ذریعہ بہرے کانوں کو اور اندھی آنکھوں کو اور پردے سے ڈھکے ہوئے دلوں کو۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۲ھ) صفحہ ۱۴۴ [2] کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۷۹ [3] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۴۶۔

بہرے کانوں، اندھی آنکھوں اور پردے پڑے ہوئے دلوں کا کھولنا نبی امی سے متعلق کیا گیا ہے اسی طرح نبی امی نے مہدی سے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ پردے پڑے ہوئے دلوں اور گمراہی کے قلعوں کو کھول دیگا۔

یستانف الاسلام صاحب سراج الابصار نے عقد الدرر کے حوالہ سے ایک اور روایت مہدی کے باب میں پیش کی ہے۔

اذا خرج المهدی بای سیرة یسیر قال یهدم ما قبله کما صنع رسول الله صلی الله علیه وسلم ویستانف الاسلام جدیدا۔
(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۱۴)

جب مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ کس سیرت پر چلیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلے کی ناسزا باتوں بنیادوں کو ڈھا دیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے کیا تھا اور اسلام کو از سر نو قائم فرمائیں گے۔

اس روایت پر مولف ہدیہ مہدویہ کو یہ اعتراض ہے کہ یہ امام علیہ السلام کے حسب حال نہیں ہے اس نے اس امر کا ادعاء کیا ہے کہ امام مہدی کے زمانے میں سارے عالم میں اسلام از سر نو قائم ہو جائے حالانکہ حدیث میں یہ مذکور ہے کہ امام مہدی اپنے سے قبل کی ناسزا باتوں کو ڈھا دیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے کیا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ساری دنیا کے لوگ آپ کے انوار سے مستفید نہ ہو سکے تو امام مہدی کے زمانے میں بلا استثناء تمام روئے زمین کے افراد کس طرح حقیقی اسلام سے بہرہ مند ہو جائیں گے؟

رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

انا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر[1]

میں مٹانے والا ہوں جس کے وجود سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ بیان کیا ہے۔

واگر محو کفر از سینۂ مومنان و آنکہ گروید ند بوی و در ربقۂ اطاعت و انقیاد در آمدند مراد دارند در اطلاق این اسم کافی است و موافق است بہ این معنے آنچہ قاضی عیاض تفسیر این را در حدیث نقل کردہ کہ ماحی آن کہ محو کردہ شد بوی سیئات کسے کہ اتباع کرد او را[2]

اگر مومنوں اور ایمان لانے والوں اور اطاعت و انقیاد کے حلقہ میں آنے والوں کی سینہ سے کفر کا محو کرنا مراد لیں تو اس اسم یعنے ماحی (مٹانے والا) کے اطلاق کے لئے کافی ہے اور اسی معنے کے موافق ہے جو کچھ قاضی عیاض نے اس کی تفسیر حدیث میں نقل کی ہے کہ ماحی وہ ہے جس کی وجہ سے اس کا اتباع کرنے والے کی برائیاں مٹائی جائیں۔

امامؑ کے دائرہ میں نماز شب قدر صاحب انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

بندگی سید السادات منبع الکائنات واصل الحق سید الشہداء بندگی میاں سید خوندمیر رض کرات و مرات فرمودند کہ حضرت میراں سید محمد مہدی در شب قدر بعد از ادائے فرض و سنت متصل دوگانہ خود امامت کردہ گزاردند و تمام برادران دائرہ

بندگی سید السادات منبع الکائنات واصل الحق سید الشہداء بندگی میاں سید خوندمیر رض نے بارہا فرمایا کہ حضرت میراں سید محمد مہدی نے شب قدر میں فرض و سنت کی ادائی کے بعد ہی دو رکعتیں "دوگانہ" کی خود امامت کر کے ادا فرمائیں اور تمام برادران دائرہ نے آپ کی

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۴۸۲ [2] مدارج النبوۃ جلد اول ص۲۵۵۔

اقتداء کردند و بعد از فارغ شدن از نماز دوگانہ حضرت میراں دعا خواندند و آں دعا این است۔ اللّٰھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین بفضلک و بکرمک یا ارحم الراحمین۔

نیز معلوم باد کہ این بندہ فقیر حقیر بندہ ولی یوسف دہ سال در زیر پائے بندگی میاںؓ اتباع بندگی میراںؑ کردند در شب قدر بعد از فرض و سنت عشاء متصل خود جماعت کردند و برادران نماز دوگانہ گزرانیدند و دعا ہمیں نوع شنیدیم کہ بالا نوشتیم[1]

اقتداء کی اور نماز "دوگانہ" سے فارغ ہونے کے بعد حضرت میراںؑ نے دعاء پڑھی اور وہ دعا یہ ہے "اے اللہ تو مجھ کو مسکین جلا اور مجھ کو مسکین مار اور حشر کر میرا مسکینوں کے زمرہ میں، تیرے فضل سے اور تیرے کرم سے اور تیرے رحم سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان"۔

نیز معلوم ہو کہ یہ بندہ فقیر حقیر بندہ ولی یوسف دس سال بندگی میاں سید خوندمیر کے قدموں کے پاس رہا اور بندگی میاںؓ نے بندگی میراںؑ کا اتباع کیا۔ شب قدر میں فرض و سنت کی ادائی کے بعد ہی آپ نے جماعت کی اور برادران دائرہ نے نماز دوگانہ ادا کی، اور ہم نے دعا اسی طرح سنی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ "تمام برادران دائرہ" نے امام علیہ السلام کی اقتداء میں "دوگانہ" ادا کیا ہے۔

اسی طرح انہی لوگوں کا بدعتوں سے پاک ہونا مراد ہے جو امام علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوں گے۔ اب رہا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ وہ کونسے اعمال اور عقائد ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کی خطاؤں کی تصحیح کی گئی ہے تو یہ بحث بخوف طول یہاں نہیں کی جاسکتی، ناظرین کی توجہ صرف باب اثبات فرائض کی طرف منعطف کی جاتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد تاکیدی فاذکروا اللہ ذکرا کثیرا میں ائمہ مجتہدین نے امر وجوبی کو امر استحبابی قرار دے دیا!

(ج) صاحب سراج الابصار نے دلیل اخلاق کے اختتام پر یہ روایت بھی پیش کی ہے "لا یترک بدعۃ الا ازالھا ولا سنۃ الا اقامھا" (سراج الابصار صفحہ ۲۱۶) یعنے مہدی موعود کسی بدعت کو بغیر مٹائے اور کسی سنت کو بغیر قائم کئے ہوئے نہ چھوڑیں گے۔ اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ آپ عمل کرینگے اور دوسروں کو اس کا حکم دیں گے۔

نماز لیلۃ القدر مولف ہدیہ مہدویہ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث مدعی مہدیت کے حسب حال نہیں ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ "پانچ نماز کے سوا ایک چھٹی نماز فرض ٹھیرائی اور زکوٰۃ کے سوا ایک عشر نیا ایجاد کیا"[2]

عشر کا اثبات تو اس سے قبل ہو چکا اب یہاں "چھٹی نماز" یعنے دوگانہ لیلۃ القدر سے بحث کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد انا انزلناہ فی لیلۃ القدر بیشک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے) میں انزلنا کا جو مفعول ہے باتفاق مفسرین قرآن مجید ہے، اس کے یہ معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا، خود کلام اللہ سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان سے متعلق ہے کسی دوسرے مہینے سے نہیں۔ آیہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (البقرۃ ع ۲۳) (ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے) اس پر شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا فضل و شرف اس طرح بیان کیا ہے۔

---

[1] انصاف نامہ باب بستم (کلام فارسی قلمی اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) اس نسخہ میں بھی شہدائے کھانبیل و سدراسن کے اسمائے گرامی درج ہیں [2] ہدیہ مہدویہ (طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ) ص ۱۴۸۔

لیلة القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکة والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔

شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں، ہر کام کی سلامتی ہے وہ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو۔

محمد بن جریر طبری نے جامع البیان میں اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

حدثنا ابن حمید قال ثنا حکام بن سلم عن المثنی بن الصباح عن مجاھد قال کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم اللیل حتیٰ یصبح ثم یجاھد اللہ و بالنھار حتی یمسی ففعل ذلک الف شھر فانزل اللہ ھذہ الآیة لیلة القدر خیر من الف شھر. قیام تلک اللیلة خیر من عمل ذلک الرجل[1]

حدیث بیان کی ہم سے ابن حمید نے کہا کہ روایت کی حکام بن سلم نے مثنی بن الصباح سے اور انہوں نے مجاہد سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو تمام رات عبادت کرتا اور دن تمام (اللہ کے دشمن سے) جہاد کرتا تھا، ہزار مہینے تک اس کا یہی عمل رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس رات کو عبادت کرنا اس شخص کے ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے۔

امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے۔

قال مجاھد کان فی بنی اسرائیل رجل یقوم اللیل حتی یصبح ثم یجاھد حتیٰ یمسی ففعل ذلک الف شھر فتعجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون من ذلک فانزل اللہ ھذہ الآیة ای لیلة القدر لامتک خیر من الف شھر لذلک الاسرائیلی الذی حمل السلاح الف شھر[2]

مجاہد نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات تمام عبادت کرتا تھا اور دن تمام جہاد کرتا تھا، اس نے یہ عمل ہزار مہینے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس سے متعجب ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنے اے رسول لیلۃ القدر آپ کی امت کے لئے بہتر ہے اس اسرائیلی کے ہزار مہینوں سے جس نے ہزار مہینے جہاد کیا۔

محمد بن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے۔

واشبہ الاقوال فی ذلک بظاھر التنزیل قول من قال عمل فی لیلة القدر خیر من عمل الف شھر لیس فیھا لیلة القدر واما الاقوال الاخر فدعاوی معان باطلة لا دلالة علیھا من خبر ولا عقل ولا ھی موجودة فی التنزیل[3]

آیت قرآن کے ظاہر سے زیادہ مشابہ اس شخص کا قول ہے جو یہ کہتا ہے کہ لیلۃ القدر میں عمل کرنا ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ اب رہے دوسرے اقوال تو وہ معانی باطلہ کے دعوے ہیں، ان پر نہ حدیث دلالت کرتی ہے اور نہ عقل اور نہ یہ آیت میں موجود ہیں۔

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن (طبع مصر) الجزء الثلاثون صـ ۱۴۳ [2] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ) الجزء الثامن صـ ۶۳۰۔
[3] جا " " " "

ان روایتوں سے واضح ہے کہ لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینے عبادت کرنے اور جہاد کرنے سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس طرح لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرنا متضمن امر ہے جو اس جانب نہایت واضح اشارہ کر رہا ہے کہ تمام امت پر فرض ہے کہ اس رات کی عبادت ترک نہ کرے۔ اگر یہ عبادت قابل ترک سمجھی جائے تو اللہ تعالیٰ کا اس قدر اس کی فضیلت بیان کرنا نعوذ باللہ لایعنی سمجھا جائے گا۔ اگر لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرنا متضمن امر نہ ہو تو کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں جنت کی توصیف فرمائی ہے اس "فوز عظیم" کے حصول کی سعی بھی فرض نہیں سمجھی جائیگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جن امور کی مذمت کرتا ہے ان سے بچنا بھی فرض نہ ہوگا۔

اب رہی لیلۃ القدر کی تاریخ تو حضرت ابن عباسؓ کے ہاں ستائیسویں رمضان ہے امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت درج کی ہے۔

عن ابن عباس انه قال لیلة القدر تسعة احرف وهو مذکور ثلاث مرة فتکون السابعة والعشرین[1]	ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے کہا لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور یہ تین دفعہ مذکور ہے، پس ستائیسویں ہوتی ہے۔

ابو داؤد نے حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ سے یہی روایت کی ہے۔

حدثنا عبد الله بن معاذ ثنا ابی اخبرنا شعبة عن قتادة انه سمع مطرفا عن معاویة بن ابی سفیان عن النبی صلی الله علیه وسلم فی لیلة القدر قال لیلة سبع وعشرین[2]	حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن معاذ نے، حدیث بیان کی میرے والد نے کہ خبر دی ہمیں شعبہ نے قتادہ سے کہ انہوں نے مطرف سے سنا اور انہوں نے معاویہ بن ابو سفیان سے اور انہوں نے نبی علیہ السلام سے لیلۃ القدر کے باب میں کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔

حنفیہ نے بھی اسی تاریخ کو اختیار کیا ہے۔ صاحب تفسیر حسینی نے لیلۃ القدر کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

اصحاب امام شافعی لبست ویکم ولبست وسوم اختیار کنند وحنفیہ شب لبست وہفتم را[3]	اصحاب امام شافعیؒ اکیسویں اور تئیسویں شب کو اختیار کرتے ہیں اور حنفیہ ستائیسویں شب کو۔

رسول اللہ صلعم کے عمل سے متعلق صاحب مشکوٰۃ نے حضرت ابو ذرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

قال صمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کانت السادسة لم یقم بنا فلما کانت	حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ روزہ رکھا ہمارے ساتھ ماہ رمضان میں قیام لیل نہیں فرمایا یہانتک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں پس ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہانتک کہ رات کا ایک ثلث گزر گیا پس چھ راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہانتک کہ آدھی رات گزر گئی (ابو ذرؓ

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۸ھ) الجزء الثامن ص ۶۳۰ [2] سنن ابو داؤد (طبع مصر ۱۲۹۰ھ) الجزء الاول ص ۱۳۹

[3] تفسیر حسینی (طبع مطبع احمدی کانپور ۱۳۱۳ھ) ص ۸۰۴۔

الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا قيام هذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا حتى بقي ثلث الليل فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر رواه ابو داود والترمذي والنسائي وروى ابن ماجه نحوه الا ان الترمذي لم يذكر ثم لم يقم بنا بقية الشهر[1]

کہتے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آج کی رات آپ ہمیں زیادہ نماز پڑھاتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام بعد ختم نماز واپس ہو جائے اس تمام رات کی عبادت شمار ہوگی جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی یہانتک کہ رات کا ایک ثلث باقی رہ گیا جب تین راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ستائیسویں شب) رسول اللہؐ نے اپنے اہل بیت کو، عورتوں کو اور لوگوں کو جمع کیا پس ہمارے ساتھ نماز پڑھی یہانتک کہ ہمیں فلاح کے فوت ہونے کا خوف ہو گیا (راوی کہتے ہیں) میں نے ابوذرؓ سے کہا فلاح کیا ہے کہا کہ سحری پس رمضان کی باقی راتوں میں رسول اللہؐ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی روایت کی ہے اس کی ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے مگر یہ کہ ترمذی کی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہؐ نے رمضان کی باقی راتوں میں ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بامر اللہ ستائیسویں رمضان کو کاہنہ علاقہ تتہ (ٹھٹھہ) میں نماز لیلۃ القدر ادا کی۔ انتخاب الموالید میں باب پنجم کے آخر میں یہ روایت کی گئی ہے۔

پس حضرت ہمان زمان از فرمان حق تعالیٰ بیرون آمده بانگ نماز گویانیده همه مردمان وزنان راجمع کرده خود امام شده دو رکعت نماز "دوگانه لیلة القدر" قرأت بآواز بلند خوانده ادا کردند (الی آخره)

پس امام علیہ السلام نے اس وقت بامر اللہ باہر آکر اذان دلوائی سب مردوں اور عورتوں کو جمع کر کے "دوگانہ لیلۃ القدر" کی دونوں رکعتیں باآواز بلند قرارت سے ادا کیں۔

نماز لیلۃ القدر کے لئے دو رکعتوں کا تعین بھی کسی طرح مورد اعتراض نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ نماز پڑھی تو دو رکعتوں پر ہی مشتمل تھی جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

اول چیزے کہ واجب شد از عبادات بعد از ایمان و توحید دو رکعت نماز بود[2]

پہلی چیز جو واجب ہوئی عبادات سے ایمان و توحید کے بعد دو رکعت نماز تھی۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہوئی حدیث جو اوپر درج کی گئی ہے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیسویں شب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد نماز نہیں پڑھی، دوسرے یہ کہ آپ نے اہل بیت، عورتوں اور لوگوں کو جمع کر کے نماز ادا کی۔ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی نماز پنجگانہ کے لئے ایسا اہتمام کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام کی تقلید

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نول کشور) جلد اول صفحہ ۵۴۵۔ [2] مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۷

عالم اسلامی میں نظر نہیں آئے گی آجکل تو کیا سنین ماضیہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہاں قوم مہدویہ میں اب بھی وہی اہتمام باقی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کا نماز لیلۃ القدر پڑھنا بہ ارشاد کلام اللہ و باتباع رسول اللہ تھا اس کو بدعت کہنا عین بے دینی ہے۔

جملہ عبادتیں شکرانہ ہیں یہ بھی واضح رہے کہ تمام عبادتیں نعم الٰہی کا شکرانہ ہیں چنانچہ صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

اما بجملہ عبادات ہمہ از برائے شکرانہ نعم است | حاصل یہ کہ تمام عبادتیں نعمتوں کے شکرانہ کے لئے ہیں۔

ترکیب نحوی شیخ علی کے رسالۃ الرد کی عبارت یہ ہے۔

"فان قیل حدیث من کذب بالمھدی صریح فی ان انکارہ کفر فالجواب علی التنزل من ان الحدیث آحاد ضعیف وعلی تقدیر صحتہ فلا یفید الا الظن فلا یجزم بکفر جاحدہ بھذا الحدیث ان الحدیث انما یدل علی وجوب اعتقاد مھدی ما لا المھدی المعین" (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۱۳۸، ص ۱۴۲)

مذکورہ عبارت پر صاحب سراج الابصار نے یہ تبصرہ کیا ہے۔

والاولیٰ ان یقول لان الحدیث باللام الجارۃ لیکون علۃ لقولہ فلا یجزم بکفر جاحدہ او مع ان الحدیث (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صفحہ ۱۴۴)

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ تبصرہ پر اعتراض کرتے ہوئے شیخ کی عبارت کی ترکیب نحوی اس طرح کی ہے۔

"فالجواب مبتدا ہے اور ان الحدیث اس کی خبر ہے فلا یجزم کی علت نہیں اور من ان الحدیث متعلق ہے تنزل مصدر سے وہ مبتدائے مذکور کی خبر نہیں واقع ہوا ہے ورنہ تنزل منہ کون ہے اور حرف من اس پر کیوں ہے۔" (ہدیہ مہدویہ طبع کانپور ۱۲۹۳ھ ص ۲۱۸)

معترض کی مذکورہ ترکیب صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جواب علی التنزل کے مبتدا ہونے کو معترض نے بھی تسلیم کیا ہے اور جواب علی التنزل اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ مجیب خصم کے دعوے کو تسلیم کرتے ہوئے پھر اس کے دعوے پر اعتراض کرے اور یہ اعتراض من ان الحدیث سے شروع ہو کر بھذا الحدیث پر ختم ہو جاتا ہے۔

اب اس کے بعد مجیب اپنے مقولہ پر کوئی تعلیل پیش کر سکتا ہے یا تائید اس طرح سے "ان الحدیث انما یدل" میں کان الحدیث یا مع الحدیث ہوتا تو اولیٰ ہوتا جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت عالم باللہ نے شیخ علی متقی کی زبان پر گیارہ مقامات پر تبصرہ کیا ہے۔ سب کو چھوڑ کر مولف ہدیہ مہدویہ نے صرف اسی تبصرہ سے تعرض کیا جس میں میاں عالم باللہ نے اولیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اولیٰ کا لفظ بتا رہا ہے کہ شیخ کی عبارت بھی معنے دے سکتی ہے لیکن بہ تکلف۔ امر اول یہ کہ ان الحدیث انما یدل "فان قیل" کا جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ "مھدی ما" کا تحقق آخر کسی نہ کسی مہدی معین میں ہوگا۔ یعنے کسی نہ کسی مہدی کے اعتقاد کا واجب ہونا اس امر کو تو مقتضی ہے کہ آدمی اس مہدی موعود کا معتقد ہو جس کا مہدی ہونا نفس الامر میں ثابت ہے۔ اس سے قطع نظر حدیث میں المھدی الف لام کے ساتھ آیا ہے اس کے باوجود اس کی توضیح "مھدی ما" (کوئی مہدی)

سے کرنا تکلف سے خالی نہیں. امر دوم یہ کہ فالجواب مبتدا اور ان الحدیث اس کی خبر (جیسا کہ معترض نے اس کو قرار دیا ہے) کے درمیان تین جملے آجانے کی وجہ سے تعقید پیدا ہو رہی ہے اور یہ تعقید دلیل عجمیت ہے۔

صاحب سراج الابصار نے شیخ کی عبارت میں دو طریقے پر اصلاح فرمائی تھی یعنے لآن لایا جائے یا مع ان مولف ہدیہ مہدویہ لآن سے تعرض کر کے مع ان سے انجان ہو گیا۔

سراج الابصار کی زبان

سراج الابصار کے مباحث کی تائید اور توضیح گزشتہ ابواب میں ہو گئی اب اس کی زبان کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

شیخ علی کا رسالہ الرد پندرہ سطری تقریباً گیارہ صفحوں پر مشتمل ہے اس میں تقریباً تین صفحے دوسری کتابوں کی عبارت ہے اس لحاظ سے شیخ کی عبارت کے صرف آٹھ صفحے رہ جاتے ہیں، میاں عالم باللہ نے اس میں زبان کی گیارہ خامیاں بتائی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی اصلاح بھی کر دی ہے حضرت عالم باللہ کے قول "قد اغمضنا عما سبق من عبارته" (سراج الابصار ص ۶۴) سے ظاہر ہے کہ شیخ کے رسالہ میں زبان کی خامیاں اور بھی تھیں لیکن آپ نے چشم پوشی سے کام لیا۔

اسعد مکی نے اپنے رسالہ شہب محرقہ میں مہدویوں کو بہت سخت سست کہا ہے، مہدوی مذہب سے اس قدر غناد رکھنے اور خود صاحب زبان ہونے کے باوجود مذکور گیارہ تبصروں میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا، البتہ میاں عالم باللہ کی وہ عبارت درج کرنے کے بعد جو "لقد رایت" سے شروع ہو کر "عد ترجیح بعضها علی بعض" پر ختم ہو جاتی ہے (سراج الابصار ص ۶) یہ لکھا ہے "لا یخفی علی اللبیب مرضه من جهه العربیة" یعنے دانشمند پر انکی عربی کی کمزوری نہیں چھپ سکتی۔" واضح ہو کہ عربی زبان میں لسانی ضعف ظاہر کرنے کے لئے "سقم" استعمال کرتے ہیں "مرض" نہیں. صاحب اقرب الموارد نے یہ لکھا ہے (کلام سقیم) خلاف صحیح وکذا فهم سقیم[2] حاصل یہ کہ اسعد مکی کا قول دعوائے بے دلیل ہے، اسی لئے مولف کنز الدلائل نے لکھا ہے کہ اسعد مکی کا یہ کہنا محض اس کے عناد کی وجہ سے ہے، عبارت میں کوئی خامی تھی تو اس کی تصریح کیوں نہیں کی کنز الدلائل کی عبارت یہ ہے۔

وآنکه گفته "لا یخفی مرضه من جهة العربیة" وایں از غایت عناد نحو الدین است که در کلام فصیحان اہل بلاغت بلاجهت بجهالت جبلت ایما به نقص عبارت نماید تا عوام را در دام ریب انداز د اگر فی الواقع قصور در عبارت بر خلاف قاعدهٔ عربیت می بود پس چرا بیان نکرد[3]	اور یہ جو کہا کہ ان کی عربی کی کمزوری نہیں چھپتی یہ نحو الدین کے انتہائی عناد کی وجہ سے ہے کہ فصحاء اور اہل بلاغت کے کلام میں اپنی جہالت سے بغیر کسی وجہ کے نقص کی طرف ایما کرتا ہے تاکہ عوام کو شک کے دام میں ڈالدے فی الواقع عبارت میں عربی کے قواعد کے لحاظ سے کوئی کوتاہی تھی کیوں بیان نہیں کی۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی سراج الابصار کی زبان سے تعرض نہیں کیا اگرچہ علماء کی ایک جماعت اس کی تالیف میں شریک تھی جیسا کہ مشہور ہے. میاں عالم باللہ کے گیارہ تبصروں میں سے صرف ایک تبصرے کے ایک جزء کا جواب دیا ہے اور وہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] کنز الدلائل ورق ۹۵ [2] اقرب الموارد (طبع بیروت) جلد اول ص ۵۲۶ [3] کنز الدلائل ورق ۹۶۔

میاں عالم باللہ گوسجاوندی تھے جیسا کہ صاحب تذکرۃ الصالحین نے باب ہفتم میں بیان کیا ہے۔ لیکن ان کا دل اُن کا دماغ اور ان کی زبان عربی تھی، میاں شیخ مبارک ناگوری نے فارسی میں استفسار کیا تو منہاج التقویم میں آپ نے عربی میں جواب دیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا عرب بول رہا ہے۔

(۱) شیخ نے رسالۃ الآرد میں یہ بیان کیا ہے کہ لوگ مہدویوں کے اعمال از قبیل صوم وصلوٰۃ دیکھکر ان کے معتقد ہوجاتے ہیں، اس کے جواب میں میاں عالم باللہ نے عرب کا یہ محاورہ استعمال کیا ہے "ان الکذاب قد یصدق" (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۴۳) یعنے جھوٹا کبھی سچ بول لیتا ہے۔

(۲) شیخ نے ایک جگہ یہ بے ربط عبارت لکھی ہے ثم من قبایحھم تفسیرھم القرآن بالرأے فورد من قال فی القرآن فاصاب فقد اخطا" اس پر حضرت نے تبصرہ فرمایا ہے کہ "کلام الشیخ ملحق باصوات البھائم" (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۶۴) یعنے شیخ کا کلام اصوات بہائم سے ملتا جلتا ہے، اس کے بعد بیان کیا ہے کہ فورد کی فا کو اس کے ماقبل سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ایک بے ربط بات کو عرب اپنے اردگرد کے جانوروں کی صورت کے سوا اور کس سے تشبیہ دے سکتا ہے؟

(۳) حضرت عالم باللہؒ نے اصحاب مہدیؑ کے خشیۃ اللہ سے لرزنے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ من مرتعد ترتعد فرائصہ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۷۲) فریصہ شانہ کے گوشت کو کہتے ہیں عرب اگر یہ بیان کرنا چاہے کہ فلاں شخص کانپ رہا ہے تو کانپنے کو شانہ کے گوشت سے منسوب کرتا ہے اور مراد شخص ہوتا ہے۔

(۴) روایت کے مشہور ہونے کو اس طرح ادا کیا ہے کہ ھذہ الروایۃ فیہ ظاھرۃ ظھور الشمس فی الظھیرۃ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۲۶) یعنے اس روایت کا اس میں موجود ہونا اتنا ہی ظاہر ہے جتنا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت سورج کا ظہور۔ دوپہر کے وقت سورج کے ظہور کا اندازہ وہی شخص زیادہ کرسکتا ہے جو عرب جیسے گرم ملک میں دوپہر کی گرمی محسوس کرے۔

(۵) شیخ نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ مہدیؑ کا انکار کفر نہیں ہے پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ مہدویوں کا کافر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ان کا اس مہدوی کو ماننا اس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ علامتیں پائی جائیں گی۔

شیخ کے اس تناقض قول کو بیان کرنے کے لئے عرب اس سے بہتر کیا مثال پیش کرسکتا ہے۔ ینقض کلامہ الاول بکلامہ الآخر من غیر فصل بعید کریطۃ الحمقا نقضت غزلھا الی آخرہ۔ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۶) یعنے شیخ کی پہلی بات دوسری بات سے ٹوٹ رہی ہے اس ریطہ نامی بیوقوف عرب عورت کے سوت کی طرح جسے وہ مضبوط کات کر پھر ٹکڑے ٹکڑے کردیا کرتی تھی۔ واضح ہو کہ عرب میں ریطہ نامی ایک بے وقوف عورت تھی، صبح سے لے کر دوپہر تک خود بھی کاتتی تھی اور اپنی کنیزوں کو کاتنے کا حکم دیتی تھی اور دوپہر کے بعد پھر حکم دیتی تھی کہ کاتے ہوئے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ ایک روایت میں اس کے نام کا رأیطہ ہونا مذکور ہے[1] قطع نظر

---

[1] اخبار الحمقی والمغفلین (طبع دمشق ۱۳۴۵ھ) ص۴۰

اس کے اس عبارت میں کلام اللہ کی طرف تلمیح ہے۔

(۶) شیخ کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے لیکن باتیں ایسی کرتا ہے جو فن حدیث سے بیگانہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۵۰)

میاں عالم باللہ نے اس کے قول کو ہبنق کے کلام سے تشبیہ دی ہے کیونکہ عربوں میں اس کا حمق مشہور ہے۔ میاں عالم باللہ کے الفاظ یہ ہیں "وعد نفسه من المهرة مع تكلمه بكلام مشابه بكلام هبنق (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۵۲) اور اپنے آپ کو ماہرین سے شمار کرتا ہے حالانکہ خود ایسی گفتگو کرتا ہے جو ہبنق کے کلام کے مشابہ ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ ہبنق نے سنکھ، ہڈیوں اور خزف کا ایک ہار اپنے گلے میں ڈال رکھا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اپنے آپ کو گم کر دینے کا اندیشہ ہے اس لئے خود کو پہچاننے کے لئے میں نے یہ ہار پہنا ہے۔ ایک رات کو اس نے یہ ہار اپنے بھائی کے گلے میں ڈال دیا اور صبح ہوئی تو اس سے مخاطب ہو کر یہ کہا یا اخی انا انت فمن انا[1] اے میرے بھائی میں تو ہوں اب بتا کہ میں کون ہوں۔

(۷) میاں عالم باللہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس کا اعتقادی دار و مدار شیخ جیسے لوگوں پر ہو اس کے لئے آپ نے خالص عربوں کا محاورہ استعمال کیا ہے فكيف يفلح قوم تتدود رحاهم على مثل هذا الشيخ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۶۰) یعنی وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جس کی چکی شیخ جیسوں پر گردش کرتی ہو۔

(۸) کہنا یہ چاہتے ہیں کہ شیخ کی فکر بھٹکتی رہتی ہے یہ مفہوم ادا کرنے کے لئے ایک عرب اپنے ارد گرد ہی کی چیز پیش کریگا۔ يخبط فكره في الامور خبط عشواء (سراج الابصار مع مقدمہ صـ۱۶۶) یعنے اس کی فکر تمام امور میں اس طرح بھٹکتی پھرتی ہے جس طرح کہ کم نظر اونٹنی۔

(۹) عرب "سب" کا مفہوم ادا کرنا چاہتا ہے اس کے پیش نظر چھوٹے سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی لہٰذا اپنا مفہوم انہی کے ذریعہ ادا کرتا ہے۔ لشخص متصف بها قضها وقضيضها (مقدمہ سراج الابصار طبع اول صـ۱۷۰) یعنے ایسے شخص کے لئے جو تمام صفات سے متصف ہے، قضّ[2] چھوٹے سنگریزے کو کہتے ہیں اور قضیض بڑے سنگریزے کو مقصود یہ کہ سب کے سب۔

(۱۰) کہنا یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے قلوب عدل سے بھر جاتے ہیں حقیقت میں وہی اہل الارض ہیں بقیہ جانور ہیں ایک عرب کے پیش نظر اونٹ رہتے ہیں اس لئے میاں عالم باللہ نے یہ کہا کہ فهولاء اهل الارض وغيرهم كبعيرهم (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول، صـ۱۷۰) یعنے اہل ارض تو حقیقت میں یہی لوگ ہیں ان کے سوا جو لوگ ہیں وہ ان کے اونٹوں کی طرح ہیں۔

(۱۱) مطابقت کا مفہوم میاں عالم باللہ نے اس طرح ادا کیا ہے مطابقة النعل بالنعل والقذة بالقذة (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۹۲) جیسے نعل (جوتی) نعل کے اور تیر کا پر تیر کے پر کے مطابق ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں عربوں کی زندگی سے مختص ہیں۔ جوتی کی تشبیہ ان کی سادہ زندگی بتاتی ہے اور تیر کا پر ان کی سپہ گری اور مردانہ زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

---

[1] اخبار الحمقی والمغفلین (طبع دمشق ۱۳۴۵ھ) صـ۲۲ [2] منتہی الارب فی لغات العرب۔

حاصل یہ کہ حضرت عالم باللہؒ کے خیالات اور ان کی زبان خالص عربوں کی ہے۔

صلوٰۃ وسلام کا استعمال اسی طرح حضرت عالم باللہؒ نے ایک جگہ امام مہدی علیہ السلام کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے کہ سیاق کا مقتضیٰ یہی تھا اور "رضی اللہ عنہ" کے لئے محاورۂ عرب میں کوئی تخصیص نہ تھی میاں عالم باللہ کی عبارت یہ ہے۔

فان لم یحصل لك القین ایها المنصف بهذه الاخلاق فی تصدیق المهدی علیه السلام فکیف حصل بها فی النبی علیه السلام لبصراء زمانه لازال حاله رضی الله عنه فی الدعوة الی الله بلسان ذلق الیه میل کل نفس بنعت الشوق والجذبات وما کان الا سکران التجلیات والمشاهدات (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۸۶)

واضح ہو کہ مذکورہ عبارت میں پہلے امام علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد نبی کا لفظ آیا ہے زمانہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع لفظ نبی ہے لفظ "زمانہ" کے بعد بلا فصل "لازال حاله" آیا ہے "لازال حاله" کے بعد بھی علیہ السلام لاتے تو حالہ میں جو ضمیر ہے اس کے مرجع میں نبی کا اشتباہ ہوتا اس لئے بلاغت کا اقتضا یہی تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ذکر کے بعد کوئی ایسا لفظ آجائے جو سامع کے ذہن کو اس امر کی طرف منتقل کردے کہ رسول اللہؐ کا ذکر ختم ہو چکا ہے اس لئے میاں عالم باللہؒ نے "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور جہاں ضرورت نہ تھی ضمیر کے ساتھ "علیہ السلام" کے الفاظ لائے ہیں۔ منہاج التقویم میں شیخ مبارک ناگوری کے چوتھے سوال کے جواب میں یہ بیان کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی قمیص اہل المہدی کے ہاں آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، منہاج التقویم کی عبارت یہ ہے۔

وقمیص المهدی علیه السلام (فی) زماننا هذا موجود عند اهله علیه السلام وقد رأی المولف بعینه۔

مذکورہ بلاغت بیان کی ایک اور مثال دی جاتی ہے۔ فوائد الاخبار کے حوالہ سے میاں عالم باللہؒ نے یہ حدیث درج کی ہے۔ من انکر خروج المهدی فقد کفر بما انزل علی محمد (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱۳۸) اس کے ذیل میں عالم باللہ نے یہ لکھا ہے۔

فاعلم ایها المنصف ان المفهوم بمنطوق الحدیث ان خروجه فیما انزل الیه علیه السلام۔

حدیث مذکور میں "انزل" کے ساتھ "علی" کا صلہ آیا ہے لیکن میاں عالم باللہؒ نے اس حدیث کی شرح میں "انزل الیه" لکھا ہے یہ اس لئے کہ انہیں علیہ السلام لانا تھا اگر وہ "انزل علیه علیه السلام" لکھتے تو خلاف فصاحت و بلاغت تھا۔ اسی طرح مذکورۂ صدر عبارت میں "لازال حاله کے بعد علیہ السلام" کے الفاظ لائے جاتے تو حالہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع لفظ نبی قرار پاتا اور یہ مخل بلاغت تھا۔

دوسری جگہ میاں عالم باللہؒ نے امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں کے لئے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اذ بعض احکام الشریعۃ الاجتھادیۃ یرفعہ المھدی وعیسیٰ علیھما السلام۔

کتاب سراج الابصار کی ابتدا میں تو حضرت عالم باللہ نے رسول اللہ صلعم آپ کی آل آپ کے ازواج آپ کے اصحاب اور خاص طور پر امام مہدیؑ پر صلوٰۃ بھیجی ہے عالم باللہ کی عبارت یہ ہے۔

اصلی علی نبیہ محمد ..... خصوصاً علی الامام الکامل الی آخرہ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۱)

یہ استعمال بھی محاورۂ عرب کے موافق ہے اس کی توضیح آگے آئے گی۔

قطع نظر اس کے عالم باللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے کہ اللہ کی خلافت آپ کے لئے منصوص ہے۔

المھدی محفوظ عن الخطا قطعا منصوص بالخلافۃ عن اللہ (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۸۰)۔

مہدی قطعی طور پر غطا سے محفوظ ہیں اور اللہ کی خلافت ان کے واسطے منصوص ہے۔

ایسی صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میاں عالم باللہ کا لفظ مہدی کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا من حیث اللسان تھا من حیث الاصطلاح نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" رسول اللہ کے لئے اور "علیہ السلام" دوسرے انبیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے لئے اور "رحمہ اللہ" دیگر بزرگان دین کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو جواب میں کہا جائیگا کہ یہ سب عجمیوں کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اس لئے کہ قرون اولیٰ میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی (احزاب ع۶) | تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ (احزاب ع۶) | وہی تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

پہلی آیت میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا نبی علیہ السلام پر صلوٰۃ بھیجنا مذکور ہے۔ دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے مومنین پر بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اس لحاظ سے صلوٰۃ کو نبی یا خلیفۃ اللہ سے مختص کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم (التوبہ ع۱۳) | ان کے اموال سے صدقہ لو انہیں پاک کرو اور انھیں پاکیزہ کرو اس سے اور ان پر صلوٰۃ بھیجو۔

اس آیت میں "صدقہ" دینے والوں پر صلوٰۃ بھیجنے کے لئے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا گیا ہے اس سے بھی صلوٰۃ کی تخصیص ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح "سلام" بھی انبیاء اور اللہ کے خلفاء سے مختص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی (طٰہٰ ع۲) | اور سلام ہے اس پر جو پیروی کرے ہدایت کی۔

احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلعم پر صلوٰۃ بھیجے خداوند تعالیٰ بھی اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی واحدة صلی الله علیه عشرا رواه مسلم[1]۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے تو خداوند تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجے گا مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر مرد مسلمان جو رسول اللہ پر صلوٰۃ بھیجے" وہ صلی اللہ علیہ" کا مصداق ہے۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے۔

فقال ان جبرئیل علیه السلام قال الا ابشرك ان الله عزوجل یقول لك من صلی علیك صلوٰة صلیت علیه ومن سلم علیك سلمت علیه رواه احمد[2]۔

پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کو بشارت دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کہتا ہے کہ جو آپ پر صلوٰۃ بھیجے اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

امام بخاری نے ایک باب ہی قائم کر دیا ہے" باب هل یصلی علی غیر النبی صلی الله علیه وسلم" (باب اس بارے میں کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں پر بھی صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے)

اس باب میں یہ حدیث درج کی ہے۔

حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبه عن عمرو بن مرة عن ابن ابی اوفی کان اذا اتی رجل النبی صلی الله علیه وسلم بصدقته قال اللهم صل علیه واتاه ابی بصدقته فقال اللهم صل علی آل ابی اوفی[3]۔

روایت کی ہم سے سلیمان بن حرب نے انہوں نے کہا روایت کی ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے ابن ابی اوفی سے کہ جب کبھی کوئی شخص صدقہ لے کر رسول اللہ کی جناب میں آتا تو آپ فرماتے یا اللہ اس پر صلوٰۃ بھیج اور حاضر ہوتے آپ کی جناب میں میرے باپ صدقہ لیکر پس آپ نے فرمایا یا اللہ ابی اوفی کی آل پر صلوٰۃ بھیج۔

اسی طرح عمرو بن عاص پر بھی رسول اللہ صلعم نے صلوٰۃ بھیجی ہے اللهم صل علی عمرو بن عاص[4] (سنن ابوداؤد (کتاب الصلوٰۃ علی غیر النبی صلعم) میں یہ روایت آئی ہے۔

ان امراءة قالت للنبی صلی الله علیه وسلم صل علی وعلی زوجی فقال النبی صلی الله علیه وسلم صلی الله علیك وعلی زوجك[5]۔

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجے۔

مذکورۂ بالا آیتوں اور حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر صلوٰۃ وسلام بھیج سکتے ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ قرون اولیٰ میں رسول اللہ صلعم دیگر انبیاء اور ان کے نام کے ساتھ کیا لکھا جاتا تھا اور کیا بولا جاتا تھا۔ تو اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور) جلد اول صفحہ ۴۰۶۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۱۲۔ [3] صحیح بخاری (طبع مطبع مصطفائی ۱۳۰۵ھ) جلد دوم صفحہ ۹۴۱۔ [4] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۱۔ [5] سنن ابوداؤد (طبع مطبع محمدی دہلی) المجلد الاول ص ۲۱۵۔

عربی کی قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ رسول اللہ سے مختص نہیں تھے ابن سعد نے طبقات میں دوسرے پیغمبروں کے نام کے ساتھ بھی صلعم کے الفاظ استعمال کئے ہیں (۱) ذکر ادریس النبی صلعم (۲) ذکر نوح النبی صلعم (۳) ذکر ابراہیم خلیل الرحمن صلعم [1]۔

امام مالک کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اصحاب رسول پر بھی صلوٰۃ بھیجتے تھے۔

عبدالحق محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے۔

در حدیث ابن عمر آمدہ است کہ وی صلوٰۃ میفرستاد بر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بر ابی بکر و عمر ذکر کردہ است ایں را مالک در موطا (مدارج النبوۃ جلد اول صـ۳۳۱)	ابن عمر کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوٰۃ بھیجتے تھے ذکر کیا ہے اس کا امام مالک نے موطا میں۔

"صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ رسول اللہ سے مختص نہیں تھے 'علیہ السلام' بھی استعمال ہوتا تھا۔ ابن سعد نے طبقات کے جزو اول (من القسم الاول) میں یہ لکھا ہے۔

(۱) ذکر القرون والسنن التی بین آدم و محمد علیہما السلام (صفحہ ۲۶)

(۲) ذکر امہات رسول اللہ علیہ السلام (صفحہ ۳۰)

(۳) ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ علیہ السلام قبل ان یوحی الیہ (صفحہ ۹۶)

(۴) ذکر اول ما انزل علیہ من القرآن و ما قیل لہ علیہ السلام (صفحہ ۱۲۰)

(۵) ذکر سبب رجوع اصحاب النبی علیہ السلام من ارض الحبشۃ (صفحہ ۱۲۷)[2]

مذکورہ حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم کے نام کے ساتھ 'علیہ السلام' بھی استعمال ہوتا تھا۔

جس طرح علیہ السلام کے الفاظ آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء کے لئے استعمال ہوتے تھے اسی طرح اصحاب رسول کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے

(۱) ذکر لباس علی علیہ السلام[3] (۲) ابوبکر صدیق علیہ السلام[4]

ابن سعد نے حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ "صلوات اللہ علیہ" بھی استعمال کیا ہے۔

فقال علی صلوات اللہ علیہ وبرکاتہ[5]

عبدالحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے کہ قدیم کتابوں میں اہل بیت کے ساتھ جن میں ازواج مطہرہ بھی شامل ہیں "علیہ السلام" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ محدث دہلوی کی عبارت یہ ہے "در کتب قدیم نسبت بہ اہل بیت بمعنی کہ شامل ازواج مطہرہ نیز باشد علیہ السلام دیدہ می شود واللہ اعلم[6]

---

[1] طبقات ابن سعد (مطبوعہ لیدن) الجزء الاول من القسم الاول صفحہ ۱۶، ۲۱ [2] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الاول۔

[3] طبقات ابن سعد الجزء الثالث من القسم الاول صفحہ ۱۷ [4] طبقات ابن سعد الجزء الثالث من القسم الاول صفحہ ۱۱۹۔

[5] طبقات ابن سعد الجزء الثانی من القسم الاول صـ۸۱۔ [6] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۲۔

خود رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے۔

علیک وعلی ابیک السلام[1]	تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام

'علیک' کی جگہ 'علیہ' لائیں تو صرف ضمیر کے بدل جانے سے حدیث نبوی کا خلاف کس طرح لازم آئیگا متاخرین عجم کا یہ کہنا کہ 'رحمہ اللہ' عام بزرگان دین کے لئے استعمال ہونا چاہیئے صحیح نہیں۔ یہ الفاظ اصحاب رسول کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

طبقات ابن سعد (الجزء الاول) میں مذکور ہے۔

(۱) عثمان رحمہ اللہ (صفحہ ۳۶) (۲) ذکر اسلام ابی بکر رحمہ اللہ (صفحہ ۱۲۱) (۳) اسلام عمر رحمہ اللہ (صفحہ ۱۹)[2]

صاحب اصول الشاشی نے اپنی کتاب کی ابتداء میں یہ لکھا ہے۔

والصلوٰۃ علی النبی واصحابہ والسلام علی ابی حنیفہ واحبابہ[3]	اور صلوٰۃ ہو نبی اور آپ کے اصحاب پر اور سلام ہو ابوحنیفہ اور آپ کے احباب پر۔

اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہے کہ صلوٰۃ وسلام انبیاء کے لئے خاص نہیں ہے میاں ولی یوسف طبقہ تابعین سے ہیں، آپ نے انصاف نامہ میں امام علیہ السلام کے صحابی سید الشہداء بندگی میاں شاہ خوندمیر رضؓ کے متعلق یہ لکھا ہے۔

مراتب بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ چہ بیان کنم کہ در تحریر نیاید چہ وصفت کند ایں ولی ناتمام. علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام (باب ۱۷)	بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے مراتب کیا بیان کروں کہ تحریر میں نہیں آسکتے یہ ناقص ولی آپ کا وصف کیا بیان کرے آپ پر صلوٰۃ ہو اور آپ پر سلام ہو۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ "صلوٰۃ وسلام" انبیاء کے لئے مختص نہیں ہے۔

رضی اللہ عنہ کا استعمال خود شیخ عبدالحق نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دیار عرب میں "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" سب مشائخ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ محدث دہلوی کی عبارت یہ ہے۔

در مردم متاخرین بعضے اصطلاحاتے دیگر پیدا شدا ما در دیار عرب رضی اللہ عنہ ورحمۃ اللہ علیہ می گویند جملہ مشائخ را وصاحب ہدایہ برائے خود می گوید قال رضی اللہ عنہ،	متاخرین میں بعض اصطلاحیں پیدا ہوگئی ہیں لیکن دیار عرب میں "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" عام مشائخ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور صاحب ہدایہ اپنے لئے کہتے ہیں قال رضی اللہ عنہ،

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۱۱ [2] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الاول [3] اصول الشاشی (طبع مطبع مجیدی کانپور)
[4] مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۳۲۔

اس عبارت میں متاخرین سے متاخرین عجم مراد ہے اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں محدث دہلوی نے دیارِ عرب کا ذکر کیا ہے۔
جس طرح صاحب ہدایہ اپنے لئے "رضی اللہ عنہ" استعمال کرتے ہیں اسی طرح ابو محمد علی بن احمد بن حزم قرطبی اپنے لئے "رضی اللہ عنہ" استعمال کرتے ہیں مثلاً

(۱) قال ابو محمد رضی اللہ عنہ فجمعنا کتابنا ھذا الیٰ آخرہ۔
(۲) قال ابو محمد رضی اللہ عنہ ھذا باب قد احکمناہ فی کتابنا الیٰ آخرہ[1]

واضح ہو کہ صاحب ہدایہ کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے اور وطن ترکستان اور ابن حزم کا وطن قرطبہ اور اس کا زمانہ پانچویں صدی ہجری ہے۔ امام فخر الدین رازی نے سورہ کہف کی تفسیر کے آخر میں یہ لکھا ہے "قال المصنف رضی اللہ عنہ تم التفسیر ھذہ السورۃ یوم الثلاثا السابع عشر من شھر صفر سنۃ اثنتین وستمایہ"[2]
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بلاد اسلامی میں "رضی اللہ عنہ" اصحاب رسول کے لئے مختص نہیں تھا۔
شیخ عبدالوہاب شعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ) نے کتاب طبقات کبریٰ میں اپنے معاصرین کا بھی ذکر کیا ہے اور ہر ایک کے نام کے ساتھ 'رضی اللہ عنہ' کے الفاظ استعمال کئے ہیں[3]
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ "اما در دیارِ عرب رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ می گویند جملہ مشائخ را" (لیکن دیارِ عرب میں سب مشائخ کے لئے رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں) سے ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی (یعنے گیارھویں صدی ہجری میں) یہی طریقہ تھا۔
مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "صلی اللہ علیہ وسلم" رسول اللہؐ سے مختص نہیں ہے۔ اس تخصیص کے لئے نہ تو کوئی صحیح حدیث ہے اور نہ امت کا اس پر اجماع تھا۔
اس سے قطع نظر عقیدۂ شریفہ، سراج الابصار کی تالیف سے کم سے کم چالیس سال قبل مرتب ہوا ہے اور یہ اصحاب مہدیؑ کا متفقہ ہے، اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

قال الامام المھدی صلی اللہ علیہ وسلم

خط کشیدہ الفاظ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ میاں عالم باللہ نے سراج الابصار میں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ جو استعمال کئے ہیں وہ محاورۂ عرب ہے، متاخرین عجم کا استعمال نہیں ہے!
دوسرے یہ کہ "علیہ السلام" انبیاء کے لئے مختص نہیں ہے، اصحاب اور اہل بیت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور کلام اللہ میں ہر اس شخص پر سلام بھیجا گیا ہے جو ہدایت پر ہو۔ تیسرے یہ کہ "رضی اللہ عنہ" کا استعمال عام تھا آج کل کی طرح اصحاب رسولؐ سے مختص نہیں تھا۔
رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو اصحاب رسول کے زمانہ میں خود آنحضرت صلعم کے لئے استعمال ہوئے حضرت بنت عبدالمطلب نے

---

[1] الفصل فی الملل والاھواء والنحل مطبوعہ مصر الجزء الاول صفحہ ۱۔ [2] تفسیر کبیر طبع استنبول الجزء الخامس ص ۷۶۲۔
[3] طبقات کبریٰ (مطبوعہ مصر) الجزء الثانی صفحہ ۱۸۶۔

آنحضرتؐ کی وفات پر ایک مرثیہ میں یہ کہا ہے۔

فلقد کان بالعباد رؤوفا	ولهم رحمة وخير رشيد
بے شبہ حقیقت میں آپ مہربان تھے لوگوں پر	اور ان سب کے لئے رحمت اور بہترین رہنما تھے
رضی اللہ عنہ حیا ومیتا	وجزاه الجنان يوم الخلود[1]
راضی رہے اللہ ان سے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی	اور آپ کو اس ہمیشگی کے دن باغ جنت جزا میں عنایت فرمائے

جس طرح دوسرے شعر میں "رضی اللہ عنہ" رسول اللہ صلعم کے لئے استعمال کیا گیا ہے اسی طرح میاں عالم باللہ نے بھی امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ محاورۂ عرب ہے متاخرین عجم کا استعمال نہیں ہے۔

قاضی علامہ منتجب الدین نے مخزن الدلائل میں "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو کے لئے استعمال کئے ہیں مخزن الدلائل کے آخر میں یہ کہتے ہیں۔

ذلك من فيض المهدى المتبوع لهم	وہ حضرت مہدی علیہ السلام کا فیض ہے جن کے یہ تبع ہیں
رضي الله عنه كما رضي الله عن نبينا	راضی ہوا ان سے اللہ تعالیٰ جیسا کہ راضی ہوا ہمارے
عليه السلام۔	نبی سے سلام ہو ان پر۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ من رضی عن اللہ رضی اللہ عنہ[2]۔ یعنے جو شخص اللہ سے راضی ہوتا ہے اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

اس سے بھی رضی اللہ عنہ کا کسی سے مختص ہونا ثابت نہیں ہے!

---

[1] طبقات ابن سعد الجزء الاول من القسم الثانی صفحہ ۹۶۔ [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن) جلد دوم صـ ۳۴۔

باب سوم

تصحیح نقل کا مطالبہ اور اس کا جواب

احادیث سراج الابصار میں جو حدیثیں پیش کی گئی ہیں مولف ہدیہ مہدویہ نے انہیں من حیث الروایہ صحیح مانا ہے۔ البتہ سراج الابصار کی بعض حدیثوں کے معنے سے تعرض کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "روایات کہ معتبر تھیں ان کا جواب بفضلہ تعالیٰ بخوبی ہو چکا"[1] مولف ہدیہ کا یہ جواب کیسا بے بنیاد ہے ہم نے باب دوم میں "روایات کی توضیح" کے ذیل میں واضح کر دیا ہے۔

روایات بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے مکتوب ملتانی میں شعب الایمان کی یہ روایت پیش کی ہے۔

اختلف الناس فی امر المهدی فتوقف جماعة واحالوا العلم الی عالمه واعتقدوا انه واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخلقه الله متی شاء ویبعثه نصرة لدینه	امام مہدی کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے اس لئے ایک گروہ نے (کوئی رائے ظاہر کرنے سے) توقف کیا اور اس کے علم کو اس کے حوالے کر دیا اور اپنا عقیدہ یہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہ سے ایک شخص ہو گا جسے اللہ جب چاہے گا پیدا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے مذکورہ روایت کی صحت نقل میں شبہ ظاہر کیا ہے درآنحالیکہ شعب الایمان کا ایک ناقص نسخہ اس کے پیش نظر تھا۔ ہدیہ مہدویہ کی عبارت یہ ہے۔

"اور نسخہ شعب الایمان کا کہ اس شہر میں اس وقت ناقص دستیاب ہوا اس میں یہ عبارت نہیں ہے اور نیز اس کتاب کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تتمہ میں یہ عبارت ہوئے کیونکہ اس میں سوائے احادیث کے کچھ اپنی طرف سے اضافہ کرنا عادت مصنف کی نہیں معلوم ہوتی ہے"[2]

صاحب سراج الابصار نے بھی شعب الایمان کے حوالہ سے یہی روایت نقل کی ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۶) اس لئے اس کی تصحیح نقل ضروری ہے۔

شعب الایمان کی روایت (۱) مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ صاحب شعب الایمان حدیثیں درج کرنے کے بعد اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرتے صحیح نہیں ہے صاحب مشکوٰۃ نے کتاب النکاح

---

[1] و [2] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۴۸ و ۱۶۰

باب الولیمہ الفصل الثالث کے آخر میں تین حدیثیں درج کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔

روی الاحادیث الثلثة البیهقی فی شعب الایمان، قال هذا ان صح فلان الظاهر ان المسلم لا یطعمه ولا یسقیه الا ما هو حلال عنده[1]

یہ تین حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہیں اور یہ کہا ہے کہ یہ آخیر حدیث اگر صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ مسلمان نہیں کہلائے گا اس کو اور نہیں پلائے گا اس کو مگر جو کہ اس کے پاس حلال ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اگر احادیث میں اختلاف ہو تو بیہقی اپنی طرف سے کچھ کہتے ہیں اور کوئی شبہ ہو تو اس کو صاف کر دیتے ہیں۔

شہاب محرقہ کا ایک نسخہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد..... میں کتاب کنز الدلائل[2] کے ساتھ موجود ہے۔

صاحب شہاب محرقہ نے شیعوں کے امام محمد بن الحسن العسکری کا ذکر کرتے ہوئے بیہقی کی روایت یوں تسلیم کی ہے۔

وهولاء هم الشیعة خصوصا الامامیة منهم وقفهم[3] علیه جماعة من اهل الکشف فاشار البیهقی الی توقف جماعة من الناس عما اقدم علیه الشیعة بلا دلیل یدل علی تعیین وقت ولادته وعلی کونه محمد بن الحسن العسکری لان المهدی ثبت وجوده وظهوره بالاحادیث النبویة ولیس فیها انه ابن الحسن العسکری وانه یولد عام کذا وکذا[4]۔

وہ لوگ شیعہ ہیں خصوصاً وہ جو امامیہ کہلاتے ہیں اور اہل کشف کی ایک جماعت نے اس باب میں توقف کیا ہے پس بیہقی نے اہل کشف کے شیعی عقیدہ کے بارے میں توقف کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں محمد بن الحسن العسکری کو مہدی تسلیم کیا گیا ہے اگرچہ ان کے وقت ولادت اور ان کے مہدی ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ مہدی کا وجود اور ظہور احادیث نبوی سے ثابت ہے لیکن ان حدیثوں میں یہ نہیں ہے کہ محمد بن الحسن العسکری ہی مہدی ہیں۔ اور فلاں فلاں سال پیدا ہوں گے۔

اسعد مکی نے بیہقی کی روایت کو بعد کی عبارت میں اس طرح تسلیم کیا ہے۔

وها انا اشرح لك قول البیهقی مختصرا لتکون علی بصیرة من خلط جهول الدین فیقول البیهقی اختلف الناس فی امر المهدی ای الموعود به فی خبر رسول الله صلی الله علیه وسلم هل تقدم علی القول بانه محمد بن الحسن العسکری الذی ولد عام کذا وکذا انج ویجزم به فاقدم الشیعة علیه وجزمت

اب میں تمہارے لئے بیہقی کے قول کی مختصر طور پر شرح کرتا ہوں تاکہ جہول الدین نے جو خلط ملط کر دیا ہے اس سے تمہیں آگاہی ہو جائے بیہقی کہتے ہیں کہ لوگوں نے مہدی کے باب میں اختلاف کیا یعنے وہی مہدی جن کا حدیث نبوی میں وعدہ کیا گیا ہے کیا پہلے ایسی کوئی روایت آچکی ہے کہ وہ مہدی حسن عسکری کے فرزند ہوں گے جو فلاں سال پیدا ہوئے ہیں اور اس کو قطعی مان لیا جائے پس شیعوں نے انہیں مہدی مانا اور اس پر

---

[1] اشعۃ اللمعات (طبع نولکشور ۱۳۵۵ھ) جلد سوم ص ۱۴۳ [2] کنز الدلائل (قلمی) کلام فارسی نمبر ۸، ۱۱، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد. [3] وقف علیہ۔
[4] کنز الدلائل (قلمی)، ورق ۱۱۶۔

به وتوقف جماعة عن الاقتدا م علیه والجزم به[1]	یقین کیا اور ایک جماعت نے ان کے مہدی ماننے اور اس پر یقین کرنے سے توقف کیا۔

اسعد مکی کے الفاظ "فاشار البیهقی الی توقف جماعة" (پس بیہقی نے ایک جماعت کے توقف کی طرف اشارہ کیا) اور "اشرح لك قول البیهقی مختصرا" (تمہارے لئے بیہقی کے قول کی مختصر طور پر شرح کرتا ہوں) سے ظاہر ہے کہ شعب الایمان کا کامل نسخہ جنوبی ہند یا حجاز میں متداول تھا اور مذکورہ روایت اس قدر متعارف تھی کہ اسعد مکی اس سے انکار نہ کر سکا، مجبوراً اس نے بیہقی کی روایت کی غلط توجیہ کی یعنے یہ بیان کیا کہ المہدی سے محمد بن الحسن العسکری کی ذات مراد ہے (جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ سامرہ کے سرداب میں پوشیدہ ہیں اور جن کی ولادت کی تاریخ میں شیعوں کو اختلاف ہے) اور "توقف جماعة" سے اہل سنت والجماعت ہیں جنھوں نے محمد بن الحسن العسکری کی مہدیت کے باب میں توقف کیا ہے۔ توقف کرنے والی جماعت کا عقیدہ اسعد مکی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

واعتقدوا اما اعتقد جمهور اهل السنة والجماعة الذین منهم جهابذة الحدیث المعول علیهم فی الدین من ان المهدی الموعود فی اخبار الصحیحة واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم	توقف کرنے والوں نے جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھا جس میں جلیل القدر علمائے حدیث ہیں جن پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود وہی ہے جو اولاد فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم سے ہے اور جس کا احادیث صحیحہ میں وعدہ کیا گیا ہے۔

اس سے قبل اسعد مکی نے توقف کرنے والوں کے لئے "اهل الکشف" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے بھی توقف کرنے والوں کا اہل سنت والجماعت سے ہونا ظاہر ہے کیونکہ شیعہ اور امامیہ کا اہل الکشف سے ہونا اسعد مکی کے نزدیک متحقق نہیں ہو سکتا۔

اسعد مکی کا یہ کہنا کہ محمد بن الحسن العسکری کی مہدیت کے باب میں اہل سنت والجماعت نے توقف کیا ہے صحیح نہیں اس لئے کہ محمد بن الحسن العسکری کا مہدی موعود ہونا علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے اور ان علماء کے باب میں یہ کہنا کہ انہوں نے اس کے متعلق توقف سے کام لیا اور اظہار حق نہیں کیا قابل تسلیم نہیں، اس سے قطع نظر وہی شخص توقف کریگا جو تشیع کی جانب مائل ہو صاحب شرح مقاصد نے امامت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

زعمت الامامیة من الشیعة انه محمد بن الحسن العسکری اختفی عن الناس خوفا من الاعداء ولا استحالة فی طول عمره کنوح و لقمان والخضر علیهم السلام وانکر ذلك سائر الفرق[2]	شیعوں میں سے فرقہ امامیہ نے یہ خیال کیا کہ محمد بن حسن العسکری مہدی ہیں جو دشمنوں کے خوف سے لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے ان کی عمر کے طول میں کوئی استحالہ نہیں ہے جیسے نوح، لقمان اور خضر علیہم السلام اور باقی فرقوں نے اس سے انکار کیا ہے۔

شارح مقاصد کے الفاظ "انکر ذلك سائر الفرق" (باقی تمام فرقوں نے اس سے انکار کیا ہے) سے ظاہر ہے کہ

---

[1] کنز الدلائل (قلمی)، ورق ۱۲۰ (کلام فارسی نمبر ۱۷۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد [2] شرح مقاصد طبع مطبع بوسنوی ۱۳۰۵ھ المجلد الثانی صفحہ ۲۰۷۔

امامیہ کے سوا تمام فرقوں نے محمد بن الحسن العسکری کے مہدی ہونے سے انکار کیا ہے۔

صاحب کنز الدلائل نے علاء الدین سمنانی کے رسالۂ مجالسات کے حوالہ سے (جن میں رسالہ عروہ کا حوالہ دیا گیا) محمد بن الحسن العسکری کے باب میں یہ عبارت پیش کی ہے۔

وخدائے می داند او مردہ است و او را در مدینہ رسول دفن کردہ اند و شبہ دراین نیست [1]

خدا جانتا ہے کہ وہ یعنے محمد بن الحسن العسکری نے وفات پائی ہے اور انہیں مدینہ میں دفن کیا گیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔

ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی میں شیخ علاء الدین سمنانی کے حوالہ سے محمد بن الحسن العسکری کے باب میں یہ لکھا ہے۔

صار من الابدال وغاب من اعین الناس ثم صار قطبا ومات تلک الحال [2]

یہ ابدال سے ہو گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے پھر یہ قطب بن گئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔

حاصل یہ کہ اہل سنت والجماعت نے محمد بن الحسن العسکری کی مہدویت اور ان کے طول حیات کے باب میں بقول اسعد مکی توقف سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے صاف انکار کیا ہے۔

اس سے قطع نظر بیہقی کی روایت کا سیاق بھی اسعد مکی کی توجیہ کو باطل قرار دیتا ہے، بزعم اسعد مکی مذکورہ روایت میں المہدی سے محمد بن الحسن العسکری مراد ہے اور آنہ واحد سے وہ مہدی مراد ہے جو اہل سنت والجماعت کے خیال کے مطابق ظاہر ہوگا تو ایسی صورت میں ضمیر سے ایک ذات مراد لینا اور اسی کے مرجع سے دوسری ذات مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

شعب الایمان کی روایت کی تائید شرح مقاصد سے ہو جاتی ہے۔ تفتازانی نے علماء کا مذہب اس طرح بیان کیا ہے۔

فذهب العلماء الى انه امام عادل من ولد فاطمة رضى الله عنها يخلقه الله تعالىٰ متى شاء ويبعثه نصرة لدينه [3]

علماء کا مذہب یہ ہے کہ مہدی امام عادل ہیں اولاد فاطمہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے گا انہیں پیدا کریگا اور نصرت دین کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

حاصل یہ کہ شعب الایمان کی روایت جو سراج الابصار میں مذکور ہے اس کی تصحیح نقل اسعد مکی کے بیان سے ہو گئی اور اس روایت کو شیعوں کے مہدی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

شعب الایمان کی تائید بغوی کی روایت سے ہوتی ہے جو شرح السنۃ کے باب اشراط الساعۃ میں آئی ہے۔

اختلفت الناس فى امر المهدى فتوقف جماعة واحالوا العلم الى عالمه واعتقدوا انه احد من اولاد فاطمة عليها السلام يخرج فى آخر الزمان [4]

اختلاف کیا لوگوں نے مہدی کے بارے میں پس توقف کیا ایک جماعت نے اور اس کے علم کو اس کے عالم کے حوالے کر دیا اور اپنا یہ عقیدہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہؓ سے ایک شخص ہوگا جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

حضرت عالم باللہ نے کتاب سراج الابصار کے آخر میں تنبیہ التحرز، نووی، ملفوظات حضرت گیسو دراز کے حوالہ سے

---

[1] کنز الدلائل (قلمی)، ورق ۱۲۰ [2] المہدی، ص ۱۴، ۱۵ عقائد وکلام نمبر ۶۵، کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد [3] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی المجلد الثانی فی صفحہ ۳۰۷ [4] شرح السنۃ (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۰۰۹) ثلث ثانی ورق ۵۸ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

لکھا ہے کہ امام مہدیؑ کا ظہور ۹۰۵ھ کے قریب ہوگا (ملاحظہ ہو سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صفحہ ۲۱۶) مؤلف ہدیہ مہدویہ نے ان الفاظ میں تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے "جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں اپنے مضامین منقولہ کو دکھا دیویں کہ طبری نے کیا لکھا ہے۔ اور نووی نے کس جا اور خواجہ گیسو دراز نے کس ملفوظ میں فرمایا ہے[1]۔"

سراج الابصار ۹۶۴ھ اور ۹۷۲ھ کے درمیان کسی سنہ میں مکمل ہوئی ہے، کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ مخالف معاصرین نے تصحیح نقل کا مطالبہ کیا ہے حالانکہ یہ ثابت ہے کہ سلطنت مغلیہ کے قیام سے پہلے گجرات علوم عربیہ کا معدن سمجھا جاتا تھا اور بڑے بڑے علماء اس دور میں موجود تھے خود شیخ کے شاگرد عبد الوہاب متقی نے شیخ کی وفات کے بعد گجرات کا سفر کیا ہے[2]۔ اور یہ قرین قیاس نہیں کہ گجرات آکر اس نے اپنے استاد کے رسالہ کا جواب نہ پڑھا ہو قطع نظر اس کے تاریخ سلیمانی کی روایت کے مطابق سراج الابصار کا مکہ معظمہ بھیجا جانا ثابت ہے۔

حاصل یہ کہ معاصرین مخالف کے نزدیک مذکورہ روایتیں مسلم تھیں۔ اس سے قبل "مہدوی مذہب اور عالمگیر بادشاہ" کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ عالمگیر نے احمد نگر کے قیام کے زمانہ میں (۱۰۹۲ھ و ۱۰۹۴ھ) قاضی ابو سعید کو حکم دیا تھا کہ عقائد مہدویہ کی تحقیق کی جائے قاضی ابو سعید اور علمائے مہدویہ کا مباحثہ موسوم بہ "مباحثہ عالمگیری" شائع ہو گیا ہے[3]۔

تنبیہ التحرز اس مباحثہ میں تنبیہ التحرز، ملفوظات گیسو دراز وغیرہ کا حوالہ دیا گیا تو قاضی ابو سعید نے تصحیح نقل کا مطالبہ نہیں کیا لیکن جب شعب الایمان کی روایت پیش کی گئی تو قاضی نے یہ کہا "ایں کتاب در کتاب خانۂ ما نیست" یعنے یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ اس کے جواب میں میاں شیخ ابراہیم نے یہ کہا ہے کہ "از کتب خانۂ بادشاہ بہ طلبیدہ بہ بینید اگر ایں قول در کتب باشد مرا راست دارید یعنے شاہی کتب خانہ سے طلب کرو اور دیکھو، اگر یہ قول اس کتاب میں ہو تو مجھ کو سچ جانو۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں کتاب شعب الایمان شاہی کتب خانہ میں موجود تھی اس کے بعد شیخ الہٰ قاسم نے یہ لکھا ہے "قاضی بدل دانست کہ راست میگویند پس از آن اغماض کردہ گفت کہ اکنوں شام شدہ است" یعنے قاضی سمجھ گیا کہ ہم سچ کہتے ہیں پس اس نے اس سے چشم پوشی کی اور کہا کہ اب شام ہو گئی ہے۔

حاصل یہ کہ ۱۰۹۴ھ تک تنبیہ التحرز وغیرہ کی روایتوں پر کسی نے اعتراض نہیں کیا، حافظ محمد اسعد مکی نے ۱۱۶۳ھ میں رسالہ شہب محرقہ لکھا ہے، سراج الابصار کی زیر بحث روایتیں درج کر کے یہ لکھا ہے وانت خبیر بان مثل هذه النقول بعد صحة نسبتها الى قائلها والله اعلم بذالك لا تسمن ولا تغنی من جوع[4]۔ (اور تم جانتے ہو کہ ایسے اقوال ان کی صحت نقل کے بعد بھی (اور یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے) نہ فربہی لاتے ہیں اور نہ ان سے بھوک جاتی ہے)

اسعد مکی کے بیان سے ظاہر ہے کہ مذکورہ روایتیں ان کی تصحیح نقل ہو جانے کے بعد بھی اس کے ہاں قابل تسلیم

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۸، [2] مرآت احمدی (طبع بمبئی) جلد دوم صفحہ ۵۷ [3] مباحثہ عالمگیری (طبع قومی پریس حیدر آباد دکن ۱۳۱۱ف) [4] کنز الدلائل (قلمی) صفحہ ۱۶۱ فن کلام فارسی نمبر ۱۷۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد دکن۔

نہیں ہیں لیکن تصحیح نقل کے باب میں اس نے واللہ اعلم بذلک کہدیا یعنے ان روایتوں کی نسبت کا غلط ہونا اس کے نزدیک قطعی نہیں ہے۔

شہب محرقہ کی تالیف کے سوا سو سال بعد مولف ہدیہ مہدویہ نے تصحیح نقل کا شدت سے مطالبہ کیا ہے۔

واضح ہو کہ تنبیہ التحرز کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا اور صاحب سراج الابصار کے بیان سے ظاہر ہے کہ تنبیہ التحرز میں حدیث مجددین کا ذکر ہے۔ البتہ سیوطی نے مرقاۃ الصعود[1] میں کتاب الملاحم کے ذیل میں جہاں حدیث مجددین کی شرح کی ہے اپنے رسالہ تنبیہ کا اس طرح ذکر کیا ہے" قد افردت فی شرح ھذا الحدیث تالیفا مستقلا سمیتہ التنبیہ بمن یبعث اللہ علی راس کل مایۃ وانا الخص فوائدہ ھھنا۔ یعنے اس حدیث کی شرح میں میں نے ایک مستقل رسالہ موسوم بہ "التنبیہ ممن یبعث اللہ علی راس کل مایۃ" تالیف کیا ہے اور اس کے فوائد کی یہاں تلخیص کرتا ہوں۔

ممکن ہے صاحب سراج الابصار نے اپنے دستخطی نسخے میں التنبیہ والتحریز لکھا ہو اور بعد کو کسی ناقل نے التحرز کر دیا ہو۔ اس کے علاوہ التنبیہ کے نام سے شیخ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ بھی ہے جس میں مجددین کی روایت موجود ہے۔ عجب نہیں کہ صاحب سراج الابصار نے التنبیہ ہی قلمبند فرمایا ہو اور کاتبوں نے اس کے ساتھ تحریر یا تحرز بڑھا دیا ہو۔

نووی سراج الابصار میں نووی کا بھی ذکر ہے اور جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ (جلد ۶ صفحہ ۲۵۳) میں مذکور ہے نووی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بہرحال اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں نووی سے نووی کی شرح مسلم تو مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ صاحب سراج الابصار نے حضرت اسامہؓ پر قصاص یا دیت واجب نہ ہونے کی بحث میں نووی کے حوالے سے یہ عبارت درج کی ہے۔

اما کونہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یوجب علی اسامہ قصاصا ولا دیۃ الخ آخرہ

(سراج الابصار صفحہ ۹۴) مذکورہ عبارت باب "تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ" کے ذیل میں موجود ہے[2]۔ اگر مہدی کے ظہور کی روایت بھی شرح مسلم سے متعلق ہوتی تو اس کی تصریح کر دیتے۔

رسول اللہ صلعم کا ایک ہزار برس تک نہ ٹھہرنا بہرحال سیوطی کی کتاب الذیل (یعنے ذیل جامع صغیر) سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نووی نے بھی اس حدیث سے بحث کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک ہزار برس پورے ہونے سے پہلے رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں گے، کتاب الذیل کی عبارت یہ ہے۔

فی الذیل ما یقول العوام انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبقی بعد وفاتہ القیامۃ الف سنۃ" قال النووی لا اصل لہ[3]	کتاب الذیل میں آیا ہے کہ یہ جو عوام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم اپنی وفات کے بعد قیامت کے لئے ایک ہزار برس نہیں ٹھیریں گے، نووی نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] مرقاۃ الصعود، کتاب الملاحم، فن حدیث نمبر ۱ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد [2] منہاج شرح مسلم، حاشیہ ارشاد الساری (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۴۶۸ [3] تذکرۃ الموضوعات (ادارۃ الطباعۃ المنیرۃ مصر)

نووی نے ظاہر حدیث کو دیکھکر اس کو بے اصل قرار دیا ہے اور معنی حدیث کا مطلق خیال نہیں کیا کہ ایسے خلیفۃ اللہ کا آنا جو صورت و سیرت میں رسولؐ کے مانند ہو، خود رسول اللہ صلعم کا آنا ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ مراد ہے کہ دسویں صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے امام مہدیؑ کا ظہور ہو جائیگا۔ نووی کا سنہ وفات ۶۷۶ھ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل ہی مذکورہ حدیث عامۃ الناس کی زبان پر تھی۔ صاحب سراج الابصار نے نووی کے حوالہ سے جس روایت کا ذکر کیا ہے اس کی تصحیح نقل ہو چکی

حاصل یہ کہ بعض کتابوں کے متداول نہ ہونے سے ان کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے اور نہ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ مذکورہ کتابیں صاحب سراج الابصار کے پیش نظر نہیں تھیں اور عقل سلیم بھی اس بات کو باور نہیں کرتی کہ مصنف نے ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں شیخ علی کے ماننے والوں کی ایک جماعت موجود ہو تصحیح نقل کے مطالبہ کا خیال کئے بغیر شیخ کے رسالۃ الرد کا جواب لکھا ہوگا۔

قدما کی بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو آجکل دستیاب نہیں ہوتیں لیکن ان کے نام اور حوالے ملتے ہیں کیا اس سے ان کتابوں کے وجود ہی سے انکار کر دیا جائے گا؟ دور کا ہے کو جائیں خود ہندوستان ہی میں قریبی زمانہ کی ایک مثال ملتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز (وفات ۱۲۳۹ھ) نے تحفۂ اثنا عشریہ میں منہاج السالکین کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے۔

منہاج السالکین کی مثال

ان ابابکر لما رای ان فاطمۃ انقضبت عنہ وھجرتہ ولم تکلمہ بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاء لھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا ابنۃ رسول اللہ فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن سبیل بعد ان یوتی منھا قوتکم والصانعین بھا فقالت افعل فیھا کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیھا فقال ذلک اللہ علی ان افعل فیھا ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن فقالت اللھم اشھد فرضیت بذلک واخذت العھد علیہ وکان ابوبکر یعطیھم منھا قوتھم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین

تحقیق کہ جب ابوبکرؓ نے دیکھا کہ فاطمہؓ ان سے رنجیدہ ہو گئیں اور ترک کلام کر دیا اور اس کے بعد فدک کے باب میں کوئی بات نہیں کہی تو یہ ابوبکرؓ کو گراں گزرا پس فاطمہ کی رضا جوئی چاہی پس ان کے ہاں آئے پس ان سے کہا سچ ہوا اے دختر رسولؐ جس میں کہ آپ نے دعویٰ کیا لیکن میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ اس میں سے تمہاری قوت اور وہاں کام کرنے والوں کی قوت دینے کے بعد بانٹتے تھے اور دیتے تھے فقراء و مساکین اور مسافروں کو پس فاطمہؓ نے کہا اسی طرح عمل کرو جس طرح کہ میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باب میں عمل کرتے تھے پس کہا کہ یہ اللہ کی شان ہے۔ مجھے قسم ہے کہ میں اس میں اسی طرح عمل کرونگا جس طرح آپ کے باپ عمل کرتے تھے پس فاطمہؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہے تمہیں کرنا ہوگا پس ابوبکر نے کہا کہ قسم بخدا میں ایسا ہی عمل کروں گا پس فاطمہؓ نے کہا اے خدا تو گواہ ہے پس فاطمہؓ اس سے راضی ہو گئیں اور ابوبکرؓ سے عہد لے لیا۔ ابوبکر اس میں سے ان کی قوت دیتے تھے اور باقی

وابن السبیل[1]

فقراء اور مسافروں میں بانٹتے تھے۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے۔

این است عبارت مروی در کتاب مجاج السالکین و دیگر کتب معتبرۂ امامیہ

یہ روایت مجاج السالکین اور مذہب امامیہ کی دوسری معتبر کتابوں میں ہے۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب میں جتنی کتابیں شیعوں کی طرف سے لکھی گئی ہیں سب میں کتاب مجاج السالکین کے وجود سے انکار کیا گیا ہے۔ سید محمد صاحب طعن الرماح نے یہ لکھا ہے "تا حال نام کتاب مجاج السالکین بگوش کسے از شیعیان نرسیدہ ..... چہ مستبعد است کہ نام کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد[2] یعنے مجاج السالکین کا نام آج تک کسی شیعہ نے سنا ہی نہیں، کچھ بعید نہیں کہ کتاب کے نام کا خود جعل کیا ہو۔

واضح ہو کہ کتاب طعن الرماح جیسا کہ اس کے آخر میں درج ہے ۱۲۳۸ھ یعنے شاہ عبدالعزیز کی زندگی ہی میں تالیف کی گئی ہے۔ اسی طرح سید محمد قلی کنتوری نے اپنی کتاب تشیید المطاعن (جواب باب دہم تحفہ اثنا عشریہ) میں یہ بیان کیا ہے "پس جوابش آنست کہ ما مجاج السالکین و صاحبش را نمی دانیم و نمی شناسیم الی آخرہ[3]۔" یعنے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مجاج السالکین اور اس کے مصنف کو نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے۔

تحفۂ اثنا عشریہ کی تائید میں جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کسی میں بھی مجاج السالکین کی نقل کی تصحیح نہیں کیگئی بلکہ اسی مضمون کی روایت دوسری کتاب سے پیش کی گئی ہے۔

خلیل احمد سہارنپوری مصنف ہدایت الرشید الی افہام العنید نے یہ لکھا ہے۔

"بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کے ہی ذمہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرینۂ قطعیہ قائم ہے کہ اہل سنت کو اس وضع و افتراء کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بہ طور خود گھڑ لیں کیونکہ عبارت تحفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ مجاج السالکین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی معتبر کتابوں میں مروی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جب کہ یہ روایت اور بھی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کرتی ہے کہ باوجود پائے جانے روایت کے معتبر کتابوں میں ان کو ترک کر دیں اور فرضی نام کتاب کا تراش کر روایت کو اس کی طرف منسوب کریں۔ یہ روایت فاضل متبحر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغہ مسمی بہ مصباح السالکین میں ..... نقل کی ہے[4]۔"

اس جواب سے یہ ظاہر ہے کہ اگر اصل کتاب کی تصحیح نقل نہ ہو سکے تو ہم معنے روایت دوسری کتاب سے پیش کیجا سکتی ہے، بہر حال شاہ عبدالعزیز کے متعلق تو یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے کتاب زیر بحث کا مراجعہ کئے بغیر حوالہ دیا ہوگا، خود ان کے ہاں کتب خانہ تھا اور شاہان دہلی کا کتب خانہ بھی پیش نظر تھا، اس بحث سے یہ بات بھی ثابت ہے، کہ ایک عالم کے پیش نظر ایک کتاب ہو اور اس کتاب کے نسخے متداول نہ ہوں۔

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند واقع لکھنؤ) ص ۲۴۳ و ص ۲۴۴ [2] طعن الرماح (طبع سلطان المطابع) ص ۵۲ [3] تشیید المطاعن جلد اول ص ۲۷۸ [4] ہدایت الرشید (طبع مطبع قدوسی واقع دہلی) ۱۳۰۹ھ ص ۸۵۷ ص ۸۵۸۔

یہی حال تنبیہ التحرز اور نووی کی کتاب کا ہے۔ آج کل یہ کتابیں دستیاب نہ ہوں تو یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ صاحب سراج الابصار کے پیش نظر بھی یہ کتابیں نہیں تھیں۔ اس سے قطع نظر مخالف معاصرین کی جانب سے تصحیح نقل کا مطالبہ بھی ثابت نہیں ہے۔

طبری کی روایت

اب رہی تاریخ طبری کی روایت تو اس کا جواب یہ ہے کہ طبری کے موجودہ نسخہ میں مہدی کے ظہور کی روایت موجود نہ ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ روایت طبری کے اس نسخہ میں بھی موجود نہیں تھی جو صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا۔ اس زمانہ میں تاریخ طبری یا اس کے اجزاء کا گجرات میں ہونا بعید نہیں اس لئے کہ جب اکبر نے گجرات فتح کیا تو مال غنیمت میں نفیس نفیس کتابیں اس کے ہاتھ آئیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے یہ بیان کیا ہے۔

کتاب ہائے نفیس بسیار از اعتماد خاں گجراتی کہ در فتح گجرات داخل خزانہ عامرہ شدہ بود بر علماء و فضلاء بہ نفس خود تقسیم می نمودند از جملہ چند کتاب کہ بہ فقیر دادند یکی انوار المشکوٰۃ بود بزیادہ یک فصل از مشکوٰۃ الانوار[1]

اعتماد خاں گجراتی کی بہت سی نفیس کتابیں جو فتح گجرات کے وقت خزانہ عامرہ میں داخل ہوئی تھیں بنفس نفیس علماء اور فضلاء میں تقسیم کرتے تھے، منجملہ چند کتابوں کے جو فقیر کو دیں ایک انوار المشکوٰۃ تھی جس میں مشکوٰۃ الانوار سے ایک فصل زیادہ تھی۔

امراء کے کتب خانہ سے سلاطین اور علماء کے کتب خانوں کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

صاحب سراج الابصار نے ہدایہ کی شرح حمیدی کی عبارت نقل کی ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۲۳) حمیدی سمرقندی ہیں انہوں نے یہ شرح سلطان محمد خاں فاتح کے لئے لکھی ہے اس کا نام "نکات الحقائق" ہے جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے بیان کیا ہے[2]۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب قسطنطنیہ میں لکھی گئی اور اس کے نسخے علانیہ گجرات میں پہنچ گئے۔ تاریخ طبری اس سے پانچ صدی قبل بغداد میں لکھی گئی اس کا یا اس کے اجزاء کا ہندوستان میں پہنچ جانا بعید نہیں۔ جس طرح دوسرے اسلامی ممالک کی کتابیں ہندوستان آتی تھیں اسی طرح ہندوستان کی کتابیں بھی وہاں جاتی تھیں مثلاً مشارق الانوار جو ہندوستان میں لکھی گئی دیار عرب میں شریک نصاب ہوئی اور وہاں اس کے شروح لکھے گئے۔

مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ کہنا کہ "اصل تاریخ (طبری) ان کو کہاں سے نصیب ہوئی" اسلامی ممالک کے علمی ارتباط سے بے خبر رہنے کی دلیل ہے۔ اصل تاریخ طبری کے اجزاء کلکتہ اور حیدرآباد (دکن) میں موجود ہیں۔ مطبوعہ تاریخ طبری کے مقدمہ میں یہ مرقوم ہے۔

"The library of the Asiatic Society of Bengal at calcutta possesses a valuable fragment of the first volume which was lent to us with the greatest liberality", Page: 32

---

[1] منتخب التواریخ (طبع کلکتہ) جلد دوم صفحہ ۲۰۲ [2] کشف الظنون (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثانی صفحہ ۶۵۲

" یعنے ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ واقع کلکتہ میں طبری کی جلد اول کا ایک قیمتی حصہ ہے جو نہایت فراخدلی سے ہمیں مستعار دیا گیا۔ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن میں بھی اصل تاریخ طبری کا ایک جزء ہے (فن تاریخ نمبر ۱۶) اس میں سنہ ۱۴ھ سے سنہ ۲۱ھ تک کے واقعات درج ہیں اس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت درج ہے " الجزء السابع من تاریخ الشیخ محمد بن جریر طبری "۔

خود سراج الابصار چار سو برس پیشتر لکھی گئی ہے نہیں معلوم کس سنہ کا مکتوبہ نسخہ مصنف کے پیش نظر تھا۔ تاریخ طبری جو یورپ سے شائع ہوئی ہے اس کو اصل نسخہ سمجھ لینا قطعی نہیں اس کی حیثیت محض ایک نسخہ کی ہے اس کے مختلف حصے مختلف ممالک سے حاصل کئے گئے جو ایک دوسرے سے مختلف بھی تھے جس میں کلکتہ کے کتب خانہ کا ایک حصہ بھی شامل ہے اور مصریوں نے جو تاریخ طبری شائع کی ہے وہ یورپ کے مطبوعہ نسخہ کی نقل ہے۔

قلمی کتابوں میں تو ایسا اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی کتاب کے ایک نسخہ میں ایک روایت ہوتی ہے اور دوسرے نسخہ میں نہیں پائی جاتی۔

تاریخ ابوالفرج کی مثال مولوی شبلی نعمانی نے اپنے رسالہ کتب خانہ اسکندریہ میں بیان کیا ہے کہ تاریخ مختصر الدول مصنفہ ابوالفرج سب سے پہلی کتاب ہے جس میں کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر ہے اس کے ضمن میں شبلی نے تاریخ مختصر الدول مصنفہ ابوالفرج مطبوعہ لندن ۱۶۶۳ء صفحہ ۱۸۰ اور ۱۸۱ کے حوالے سے ابوالفرج کی عبارت کا لفظی ترجمہ دیا ہے اس کے آخر میں یہ عبارت ہے۔

" ..... عمرو بن عاص نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کرانا اور ان کو جلوانا شروع کیا پس وہ چھ مہینے کی مدت میں جلکر تمام ہوئیں سو جو کچھ ہوا سنو اور تعجب کرو "[1]

شبلی کے مذکورہ رسالہ کا خلاصہ جرجی زیدان نے الہلال میں شائع کیا تھا اس کے بعد اس موضوع پر علمائے مصر نے بھی قلم اٹھایا۔ علی باشا مبارک نے اپنی تصنیف " الخطط التوفیقیہ " میں کتب خانہ اسکندریہ کے باب میں یہ لکھا ہے۔

لم ینسب حرقها الی عمرو بن العاص لکن لم یعلم وجه انتساب ذلک الیه فان هذه الحادثة لم یتکلم علیها احد من المورخین فی عصره من النصاری وغیرهم ولم یظهر ذلک الا فی القرن الثالث عشر من المیلاد عن کتاب ینسب الی ابی الفرج بطریق حلب مع انه لم یذکرها فی تاریخه العام[2]

کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا عمرو بن العاص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس کے انتساب کی وجہ معلوم نہیں عمرو بن العاص کے ہم عصر نصرانی وغیرہ نصرانی مورخوں میں سے کسی نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا اور یہ روایت صرف تیرھویں صدی میلادی سے ابوالفرج بطریق حلب کی کتاب کے حوالہ سے کیجاتی ہے آخر لیکہ اس نے اپنی عام تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہی نہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابوالفرج کی تاریخ میں کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا مذکور نہیں ہے حالانکہ

---

[1] کتب خانہ اسکندریہ (طبع آگرہ ۱۸۹۸ء) صفحہ ۱۱، ۱۲ [2] الخطط التوفیقیہ۔

مولوی شبلی نے جس نسخہ کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ واقعہ مرقوم ہے۔

علی باشا مبارک کی مذکورہ بالا عبارت پر رفیق بک العظم نے یہ حاشیہ لکھا ہے۔

قوله لم يذكرها في تاريخه العام لعله يريد به تاريخ مختصر الدول المطبوع بسطبعة الآباء اليسوعيين بيروت سنه ۱۸۹۰م وهذا المطبوع حقيقة لم نرفيه ذكر المكتبة الاسكندرية مع ان شبلي افندي النعماني قد ذكران الجملة انما جاءت في تاريخ مختصر الدول هذا[1]

علی باشا مبارک کا یہ کہنا کہ ابوالفرج نے اپنی تاریخ عام میں کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اس سے مراد تاریخ مختصر الدول ہے جو ۱۸۹۰ء میں آباے لیسوعیین کے مطبع واقع بیروت میں طبع کی گئی اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کتب خانہ اسکندریہ کا بیان نہیں دیکھا حالانکہ شبلی نعمانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سب کچھ تاریخ مختصر الدول میں ہے۔

اب یہ بات واضح ہوئی کہ تاریخ مختصر الدول کے اس نسخہ میں جس کا مولوی شبلی نے حوالہ دیا ہے اور جو لندن میں ۱۶۶۳ء میں طبع ہوا کتب خانۂ اسکندریہ کے جلائے جانے کی روایت موجود ہے لیکن اس کتاب کا دوسرا نسخہ جو بیروت سے ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا اس میں مذکورہ روایت نہیں ہے جیسا کہ رفیق بک العظم نے لکھا ہے۔

علی باشا مبارک کے پیش نظر تاریخ مختصر الدول کا کوئی قلمی نسخہ ہو لیکن رفیق بک العظم نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ یہ اس تاریخ کی طرف اشارہ ہے جو بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

یہ اس تاریخ کے نسخوں کا اختلاف ہے جو تاریخ طبری کے کئی سو سال بعد لکھی گئی ہے اگر تاریخ طبری کے نسخوں میں اختلاف ہو تو کونسا محال لازم آتا ہے۔

قطع نظر اس کے ابوعلی محمد البلعمی وزیر سامانی نے ۳۵۳ھ میں (یعنے تاریخ طبری کی تصنیف کے تقریباً پچاس سال بعد) منصور سامانی کے حکم کی بناء پر طبری کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا یہ ترجمہ متداول ہے اصل اور ترجمہ میں بہت فرق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں طبری کے نسخوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔

سنن نسائی کی مثال صاحب عقد الدرر نے سنن نسائی کے حوالہ سے بھی مہدی سے متعلق حدیثیں درج کی ہیں۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) میں عقد الدرر کا ایک قدیم قلمی نسخہ ہے[2]۔ اس کا سنہ کتابت ۱۰۹۲ھ ہے مقام کتابت دمشق اور کاتب یوسف بن یحییٰ بن علی۔ اس نسخہ سے چند روایتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) عن ام سلمه رضي الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المهدي من عترتي من ولد فاطمة رضي الله عنها اخرجه الامام ابو داؤد سليمان بن الاشعث السجستاني في سننه والامام عبد الرحمن النسائي في سننه والحافظ ابوبكر البيهقي والامام ابوعمر والداني رضي الله عنهم (الباب الاول ص۱۸)

---

[1] اشہر مشاہیر اسلام (طبع مصر) جلد ثالث ص۵۹۹۔ [2] حدیث عربی قلمی نمبر ۴۶۷

(۲) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لن تهلك امة انا اولها ومهدیها (المهدی) اوسطها والمسیح ابن مریم آخرها اخرجه الامام ابوعبد الرحمٰن النسائی فی سننه (الباب السابع ص۲۲۹)

(۳) عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المهدی منی وذکر حلیته وعدله ثم قال یملك سبع سنین اخرجه الامام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی فی سننه والامام ابوعبد الرحمٰن النسائی فی سننه (الباب الحادی عشر ص۳۵۸)

صاحب عقد الدرر کے مذکورہ حوالوں سے ثابت ہے کہ مذکورہ روایتیں سنن نسائی میں موجود تھیں لیکن سنن نسائی کے مطبوعہ نسخوں میں یہ روایتیں موجود نہیں ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ امام نسائی نے پہلے سنن کبیر تالیف کی تھی اور بعد کو مجتبیٰ المتون کے نام سے اس کا اختصار کیا اور وہ حدیثیں ساقط کر دیں جن کی اسناد میں کلام تھا لیکن جب محدثین کہتے ہیں کہ نسائی نے فلاں روایت کی تخریج کی ہے تو مراد اس سے یہی مختصر ہوتا ہے سنن کبیر نہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں نسائی کے احوال میں لکھا ہے "وچوں محدثان گویند رواہ نسائی مراد ایشاں مجتبیٰ باشد ایں کتاب مختصر نہ آں کتاب کبیر"[1]۔ یعنے جب محدثین کہتے ہیں کہ نسائی نے روایت کی ہے تو ان کی مراد یہی کتاب مختصر ہوتی ہے جس کا نام مجتبیٰ ہے کتاب کبیر نہیں۔

حاصل یہ کہ صاحب عقد الدرر کے الفاظ "رواہ النسائی" سے بھی وہی کتاب مختصر ہوگی جو آجکل سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مہدی کی مذکورہ روایتیں موجود نہ ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سنن نسائی کے اس نسخہ میں بھی یہ روایتیں موجود نہیں تھیں جو صاحب عقد الدرر کے پیش نظر تھا۔

جلال الدین سیوطی اور تاریخ طبری جلال الدین سیوطی نے بھی تاریخ طبری کے حوالہ سے ایک روایت کی ہے لیکن وہ روایت تاریخ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

میر غلام علی آزاد نے رسالہ "شمامۃ العنبر فی ما ورد فی الہند من الاثر" میں وہ تمام روایتیں درج کی ہیں جو ارض الہند کے باب میں مروی ہیں، اس رسالہ کو انہوں نے اپنی کتاب سبحۃ المرجان میں بھی شامل کر دیا ہے رسالہ شمامۃ العنبر کتاب سبحۃ المرجان کی گویا فصل اول ہے اسی فصل اول میں یہ روایت آئی ہے۔

قال الطبری فی تاریخه عند هبوط آدم علیه السلام الی جبل بسراندیب فبکی علی راس ذالك الجبل ثلثمائة سنة لزلته فنبت من دموعه من جوانب	طبری نے اپنی تاریخ میں جہاں آدم علیہ السلام کا سراندیب کے پہاڑ پر اترنا مرقوم ہے یہ بیان کیا ہے کہ آدم علیہ السلام اس پہاڑ کی چوٹی پر اپنی لغزش کی وجہ سے تین سو برس روئے۔ پس ان کے آنسوؤں سے اس پہاڑ کے اطراف دائیں

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۹۔

الجبل ادویۃ تحمل الی جمیع الآفاق من الھند[1] | اگیں جو ہندوستان سے ساری دنیا میں لے جاتے ہیں۔

میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان کی فصل اول کے بعد یہ لکھا ہے واعلم اننی کلما ذکرت فیھا قال السیوطی مطلقا فھو من تفسیرہ الدر المنثور[2]" یعنے جاننا چاہیئے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب کی فصل اول یعنے رسالہ شمامۃ العنبر میں لکھا ہے سیوطی نے اس کو اپنی تفسیر الدر المنثور میں بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قال الطبری (یعنے طبری نے کہا) جلال الدین سیوطی کے الفاظ ہیں میر غلام علی آزاد کے نہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ تاریخ طبری کا وہ نسخہ جو سیوطی کے پیش نظر تھا اس میں یہ روایت موجود تھی۔ تاریخ طبری (طبع لیدن) کے جزء اول میں صفحہ ۱۱۹ سے صفحہ ۱۲۵ تک وہ تمام روایتیں درج کی گئی ہیں جو آدم علیہ السلام کے کوہ سراندیپ پر اترنے سے متعلق ہیں لیکن سیوطی کی پیش کردہ روایت نہیں ہے جس میں آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے کوہ سراندیپ کے اطراف دواؤں کا اگنا مذکور ہے۔

تاریخ طبری کا وہ نسخہ جو سیوطی کے پیش نظر تھا اس میں ادویہ ہند والی روایت موجود تھی لیکن لیدن کے مطبوعہ نسخہ میں وہ روایت نہیں ہے۔ اسی طرح ظہور مہدی کی روایت بھی طبری کے اس نسخہ میں ہوگی جو صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا۔ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت موجود نہ ہو تو صاحب سراج الابصار پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات حضرت گیسو دراز رح صاحب سراج الابصار نے ملفوظات حضرت گیسو دراز کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن اس کی صراحت نہیں ہے کہ کون "ملفوظات" مراد ہے، ملفوظات کا ایک مجموعہ جوامع الکلم کے نام سے مشہور ہے اس کو سید محمد اکبر حسینی نے مرتب کیا ہے دوسرا مجموعہ قاضی علیم الدین بروچی کا مرتبہ ہے[3]۔ صاحب سراج الابصار نے احمد آباد اور بوڈھاسن (واقع بڑودہ) میں اپنا دائرہ قائم فرمایا تھا۔ اس لئے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ علیم الدین بروچی کے ملفوظات کی طرف اشارہ ہو، لیکن یہاں اس وقت وہی نسخہ متداول ہے جو جوامع الکلم کے نام سے مشہور ہے۔

محمد حامد صدیقی نے مطبوعہ جوامع الکلم کے مقدمہ سے پہلے عرض حال لکھی ہے اس میں یہ بیان کیا ہے۔

"مطالعہ سے معلوم ہوا کہ تمام نسخے بے شمار اور بے تعداد غلطیوں سے لبریز ہیں اور بعض مقامات پر مضامین الحاقی بھی معلوم ہوئے تھے جن کی حقیقت تمام نسخوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے نقاب ہوئی"۔

قلمی نسخوں میں تو اختلاف ہوا کرتا ہے، اختلافی عبارت کو الحاقی کہنے کے لئے دلیل چاہیئے اس سے قطع نظر عرض حال لکھنے والے نے کسی الحاقی عبارت کی مثال پیش نہیں کی، ممکن ہے ایک شخص ایک عبارت کو الحاقی سمجھے اور دوسرا اس کو متن کا جزء اصلی قرار دے۔

ملفوظات کا اختلاف ذیل کی عبارت سے واضح کیا جاتا ہے۔

جوامع الکلم کا ایک قدیم نسخہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (حیدرآباد) میں موجود ہے[4] (سنہ کتابت ۱۰۳۴ھ) ورق نمبر ۱۸۱ پر یہ عبارت ہے،

معاویہ بہ اہل بیت او چہ کرد، حسن را کشانید حسین را کشانید | معاویہ نے ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا، حسن کو قتل کرایا

---

[1] سبحۃ المرجان (طبع بمبئی ۱۳۰۳ھ) ص ۷ (شمامۃ العنبر کا ایک نسخہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں بھی ہے حدیث عربی ۷۵۳، اس نسخہ کے ص ۴۶ پر مذکورہ روایت درج ہے [2] سبحۃ المرجان ص ۲۳ [3] مقدمہ جوامع الکلم (طبع انتظامی پریس کانپور) ص ۸ [4] جوامع الکلم (قلمی) تصوف فارسی نمبر ۱۵۹۵۔

علی را کشانید، عائشہ کہ محبوب ترین زنان او بود کہ در باب اوست سیدۃ نساء اہل الجنۃ فضل عائشہ رض علی سائر النساء کفضل الثرید علی سائر الاطعمۃ ادرا کشانید قصہ او این است کہ عورتے را سی ہزار درم داد کہ عائشہ را بنوعے بکش، او در خانہ عائشہ درآمد کرد چند روزے ملازم شد تا یکی از کسان خانہ شد در خانہ خویش چاہے کاوانید و آن را پر بچونہ آب نارسیدہ کرد و خس پوش کرد عائشہ را روزے در خانہ خویش مہمان خواند، عائشہ فقیہہ امت اجابت کرد ہم برچاہ خس پوش بساط فراز کردہ بود و آنجا نشست و فرود رفت و از بالا آن عورت بدبخت آب ریخت تا آنکہ ہم درمیان بمرد و گور عائشہ است، ہیچ مسافرے زیارت عائشہ نکردہ و گور او را ندیدہ

حسین رض کو قتل کرایا، علی رض کو قتل کرایا اور عائشہ رض کو مروا ڈالا جو رسول اللہ کی محبوب ترین بیوی تھیں اور جن کے باب میں یہ حدیثیں آئی ہیں "اہل جنت کی عورتوں کی سردار" "عائشہ کا فضل سب عورتوں پر ایسا ہی ہے جیسے ثرید کا فضل تمام غذاؤں پر" اور اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رض نے حضرت عائشہ رض کو مروا ڈالنے کیلئے ایک عورت کو تیس ہزار درم دیئے اس عورت نے حضرت عائشہ رض کے گھر میں آمد و رفت شروع کی یہاں تک کہ گھر والوں کے جیسا رہنے لگی اپنے گھر میں ایک کنواں کھدوایا اور اس کنویں کو کلی کے چونے سے بھر دیا اور کنویں کے دہانہ کو خس سے ڈھانک دیا ایک روز حضرت عائشہ رض کو دعوت دی حضرت عائشہ رض فقیہہ امت نے دعوت قبول کی کنویں کے دہانہ پر فرش کیا گیا تھا اس پر بیٹھ گئیں اور اندر اتر گئیں، اس عورت نے اوپر سے پانی ڈالدیا یہانتک کہ وہ کنویں میں مر گئیں حضرت عائشہ رض کی قبر غائب ہے اور کسی مسافر نے ان کی قبر نہ دیکھی اور نہ زیارت کی۔

مذکورہ روایت، ایک قدیم نسخہ میں موجود ہے قطع نظر اس کے حضرت عائشہ کی فضیلت میں دو حدیثیں بھی درج ہیں اس کے باوجود یہ روایت مطبوعہ جوامع الکلم میں حذف کر دی گئی ہے اور حامد علی نے عرض حال میں جن الحاقی مضامین کا ذکر کیا ہے غالباً اسی روایت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر نفس واقعہ سے اختلاف تھا تو اصولاً چاہیئے تو تھا کہ یہ روایت درج کی جاتی اور حاشیہ میں اس کا ابطال کیا جاتا۔

برہان المآثر کی مثال اسی طرح سید علی طباطبا کی تالیف برہان المآثر (تاریخ احمد نگر) مجلس مخطوطات فارسیہ (حیدرآباد دکن) کی طرف سے شائع کی گئی تو اس کے بعض حصے حذف کر دیئے گئے۔ دیباچہ میں معتمد مجلس نے یہ لکھا ہے۔

"دو موقعوں پر اس کے طویل و غیر متعلق مضامین کے بھی صرف نمونے درج کرنے پر اکتفا کرنا پڑا جس کا کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے۔"

حذف شدہ مضامین کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ غیر متعلق ہیں۔ اگر غیر متعلق ہوتے تو مصنف لکھتا ہی کیوں؟ متعلق ہوں یا غیر متعلق بہرحال ان کا جزو متن ہونا ثابت ہے۔

سید علی طباطبا نے مرتضیٰ نظام شاہ والیٔ احمد نگر کے سوالات اور درباری علماء کے جوابات بھی لکھے ہیں لیکن معتمد مجلس مخطوطات فارسیہ نے انہیں حذف کر دیا اور عذر یہ پیش کیا" چونکہ اس کے آگے مصنف نے بادشاہ کے سوالات اور علماء کے جوابات درج کئے ہیں جو تاریخ سے تعلق نہ رکھنے کے علاوہ بادشاہ کے توازن دماغی قائم نہ

رہنے کا پتہ دیتے ہیں اس لئے اس حصہ کو حذف کر دیا گیا[1]۔

مشہور ہے کہ ان سوالات کا تعلق مذہب سے ہے۔ بہتر صورت تو یہ تھی کہ مضمون بعینہٖ رکھا جاتا اور حاشیہ میں بقدر ضرورت اس کی تردید کی جاتی۔

التلویح اور صحیح بخاری کی روایت التلویح مولفہ تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ) میں صحیح بخاری کے حوالہ سے عرض الحدیث علی القرآن والی روایت پیش کی گئی ہے تلویح کی عبارت یہ ہے۔

واستدل علی ذلک بقوله علیه السلام سیکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافق فاقبلوه وما خالفه فردوه واجیب بانه خبر واحد وقد خص منه البعض اعنی المتواتر والمشهور فلا یکون قطعیا (التلویح علی التوضیح الجزء الثانی طبع مصر ص۹)

اور استدلال کیا گیا ہے اس پر رسول اللہ صلعم کے قول سے "حدیثیں تمہارے لئے بہت بیان کی جائینگی میرے بعد جب روایت کی جائے کوئی حدیث تمہارے لئے میری جانب سے تو تم اس کو کلام اللہ پر پیش کرو اگر وہ اس کے موافق ہو تو اس کو قبول کرو اور اگر اس کے مخالف ہو تو اس کو رد کرو" اور میں جواب دیتا ہوں کہ وہ خبر واحد ہے اور اس سے بعض کی تخصیص کیگئی ہے یعنی متواتر و مشہور پس وہ قطعی نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ صاحب تلویح یعنے تفتازانی نے حدیث یکثر لکم الاحادیث کو خبر واحد تسلیم کر لیا ہے، مذکورہ حدیث سے متعلق صاحب تلویح نے یہ بھی لکھا ہے۔

قد طعن فیه المحدثون بان فی رواته یزید بن ربیعة وهو مجهول وترک فی اسناده واسطة بین الاشعث وثوبان فیکون منقطعا وذکر یحیی بن معین انه حدیث وضعته الزنادقة وایراد البخاری ایاه فی صحیحه لا ینافی الانقطاع او کون احد رواته غیر معروف بالروایة (التلویح علی التوضیح طبع مصر الجزء الثانی ص۹)

تحقیق کہ محدثین نے اس کو مطعون قرار دیا ہے اس وجہ سے کہ اس کے راویوں میں یزید بن ربیعہ ہے اور وہ غیر معروف ہے، اس کے اسناد میں اشعث اور ثوبان کے درمیان ایک واسطہ متروک ہے، پس وہ منقطع ہو جائے گی اور یحیی ابن معین نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے، اور امام بخاری کا اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں لانا اس روایت کے منقطع ہونے یا اس کے ایک راوی کے روایت میں غیر معروف ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

خط کشیدہ الفاظ سے مذکورہ حدیث کا صحیح بخاری میں موجود ہونا ظاہر ہے، تفتازانی کا سن وفات ۷۹۲ھ ہے، پس ثابت ہو گیا کہ ۷۹۲ھ میں یا اس سے قبل صحیح بخاری کے نسخوں میں مذکورہ حدیث موجود تھی لیکن آجکل صحیح بخاری کے مطبوعہ نسخے جو متداول ہیں ان میں مذکورہ صدر حدیث نہیں ہے، حالانکہ تفتازانی نے ۷۹۲ھ سے قبل ہی اس امر کی تحریری شہادت دی ہے کہ عرض الحدیث علی القرآن والی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

---

[1] برہان المآثر طبع دہلی ۱۳۵۵ھ صفحہ ۵۰۶

تاریخ ابن خلدون اور سانحۂ کربلا

اسی طرح تاریخ ابن خلدون سے وہ عبارت حذف کردی گئی جو سانحۂ کربلا سے متعلق تھی، تاریخ ابن خلدون (طبع مصر ۱۲۸۴ھ) جلد سوم کے ص۲۱ پر یہ عنوان درج ہے۔

مسیر الحسین الی الکوفۃ ومقتلہ

اس کے ذیل میں جو عبارت ہے اس میں امام حسینؑ کا کوفہ کو جانا اور کربلا میں شہید ہونا مذکور ہی نہیں ہے، مذکورہ عنوان کے تحت جو عبارت ہے، وہ ص۲۳ پر ختم ہوجاتی ہے اور اس صفحہ کا آخری حصہ معرا ہے لیکن حاشیہ پر یہ عبارت دی گئی ہے۔

بیض لہ بالاصل نحو ثلاث ورقات۔ یعنے اصل میں تین ورق اس کے لئے خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ سانحۂ کربلا سے متعلق ابن خلدون نے جو چھ صفحے لکھے تھے وہ حذف کر دیئے گئے۔

روضۃ الاحباب اور اس کے نسخے

میر جمال الدین محدث شیرازی نے کتاب روضۃ الاحباب ۸۸۸ھ میں شہر ہرات میں تالیف کی ہے یہ تین مقاصد پر مشتمل ہے۔

مقصد اول سیرت رسولؐ سے متعلق ہے، مقصد دوم میں آل رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کا ذکر ہے۔ مقصد سوم کے مشتملات یہ ہیں۔

مقصد سوم در بیان احوال تابعین و تبع تابعین و مشاہیر ائمۂ حدیث و در ین مقصد سہ باب است [1]	تیسرا مقصد، تابعین، تبع تابعین اور مشاہیر ائمۂ حدیث کے احوال میں، اس مقصد میں تین باب ہیں۔

روضۃ الاحباب کے قلمی نسخوں کی طرح اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی تیسرا مقصد نہیں ہے مثلاً روضۃ الاحباب کے اس نسخہ میں جو ۱۲۹۷ھ میں مطبع منشی تیغ بہادر (امین آباد) سے شائع ہوا ہے وہ مقصد ہی نہیں ہے جو تابعین، تبع تابعین اور مشاہیر ائمہ حدیث سے متعلق ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسماعیل صفوی (سن جلوس ۹۰۶ھ) [2] کے دور ہی میں جب کہ تشیع کو عروج ہوا روضۃ الاحباب میں الحاق کے ساتھ تحریف بھی کی گئی تاکہ صاحب روضۃ الاحباب کو شیعی عالم کی حیثیت سے پیش کیا جاسکے۔

ریحانۃ الادب کا مولف ایرانی ہے، اس نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ روضۃ الاحباب تین جلدوں میں لکھی گئی ہے [3]۔

سوال یہ ہے کہ روضۃ الاحباب کی وہ جلد کہاں ہے جس میں تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ حدیث کا حال مرقوم ہے !!!

شرح عقائد النسفی اور حدیث الائمۃ من قریش

سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ میں شرح عقائد النسفی قسطنطنیہ سے شائع ہوئی تو اس کی وہ عبارت حذف کردی گئی جس میں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور۔ ہے مولوی شبلی نے اس کی شہادت اپنے سفرنامہ میں اس طرح دی ہے۔

"میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد النسفی چھپ رہی تھی، معارف (نام سررشتہ) نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلمزد کردی جس میں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے۔ مطبع والوں نے مجبوراً اس قلمزد نسخہ کو چھاپا، میں نے اصل نسخہ جس پر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت میں رنج و غصہ کی وجہ بے اختیار ہوگیا تھا" [4]

---

[1] روضۃ الاحباب (فارسی قلمی) [2] سفرنامہ مصر و روم و شام (مطبوعہ قومی پریس دہلی ص۷۷) [3] ریحانۃ الادب

مولوی شبلی نے مذکورہ عبارت میں "میرے سامنے" لکھا ہے اس سے مراد ۱۳۰۹ھ کا زمانہ ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ملفوظات کے اس نسخہ میں جو چار سو برس پیشتر صاحب سراج الابصار کے پیش نظر تھا مہدی کے ظہور کی روایت موجود ہو اور بعد والوں نے اس کو حذف کر دیا ہو۔

اس جدید دور میں روایتیں حذف کر کے کتابیں طبع کرانے اور شائع کرنے میں تامل نہیں کیا گیا تو بھلا اپنی جگہ مہدی کی روایت حذف کرنے میں کونسی رکاوٹ تھی۔

حاصل یہ کہ میاں عالم باللہ صاحب سراج الابصار نے جو کچھ لکھا ہے وہ مفہوم کے اعتبار سے صحیح ہے اس لئے کہ ان حوالوں کی تائید دوسری کتابوں سے بھی ہوتی ہے، نیز میاں عالم باللہ کا کہنا "تنبیہ التحرز وغیرہ من الکتب" اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ "تنبیہ التحرز" کے سوا اور بھی کتابیں ہیں جن میں اس مفہوم کی روایتیں پائی جاتی ہیں۔

سراج الابصار میں دیئے ہوئے حوالوں کے ہم معنے روایتیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ہم معنے روایتیں

ابن الاھدل کی روایت بعض کتابوں کے دستیاب نہ ہونے اور بعض کتابوں کے نسخوں میں کثیر اختلاف ہونے کی وجہ سے تصحیح نقل نہ ہو سکے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ نفس مضمون ہی غلط ہے۔ سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں اپنے رسالہ تنبیہ کے حوالے سے حدیث ان اللہ یبعث الی آخرہ کے ذیل میں ابن الاھدل کا یہ قول پیش کیا ہے۔

ویکون المھدی او عیسیٰ بن مریم فی المایۃ العاشرۃ عند تمام الدور والعدد العربی انتھی کلام ابن الاھدل[1]	مہدی یا عیسیٰ دسویں صدی میں ہوں گے جب کہ دور اور عدد عربی ختم ہونے کے قریب ہو۔

یکون المھدی او عیسیٰ (مہدی ہوں گے یا عیسیٰ) سے ظاہر ہے کہ امام ابن الاھدل اجتماع مہدی و عیسیٰ کے معتقد نہیں تھے اگر دسویں صدی میں عیسیٰ کا نزول نہ ہو تو ابن الاھدل کے عقیدہ کے مطابق مہدی کا ظہور ضروری ٹھیرا۔

واضح ہو کہ امام ابن الاھدل نے تین باتیں بیان کی ہیں، ایک دسویں صدی میں ہونا، یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں دعویٰ موکد فرمایا اور پانچ سال مہدیت کی تبلیغ فرمانے کے بعد ۹۱۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ دسویں صدی کے اطلاق کے لئے ۹۰۰ھ پر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو کافی ہے۔ شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کو جو مجدد الف ثانی کہا گیا ہے تو الف ثانی کی ابتداء ملحوظ ہے انتہا نہیں۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ دور ختم ہونے کو ہو۔

یہاں دور سے مراد دور قمر ہے جس کی ابتداء میں آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے اور دور کی کل مدت سات ہزار سال ہے۔ سات ہزار سال کے دور کا ماخذ غالباً یہ حدیث ہے۔ الدنیا سبعۃ آلاف سنۃ وانا فی آخرھا الفا اس حدیث

---

[1] مرقاۃ الصعود ورق ۱۸۹، فن حدیث نمبر ۱ کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد۔

کے ذیل میں مولف ہدیہ مہدویہ نے باب سوم دلیل پنجم میں رفیع الدین دہلوی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔

"عمر کسی چیز کی بیان کرتے وقت گذشتہ کا بیان کیا کرتے ہیں، پیدائش سے موت تک کا حساب نہیں کرتے ہیں اور اس جواب میں دو استعمال ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کو چھٹا سال تمام کرکے ساتویں میں داخل ہوا کبھی اس کو شش سالہ بولتے ہیں باعتبار استکمال کے اور کبھی ہفت سالہ بولتے ہیں باعتبار دخول کے، پس مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ حضرت آدم سے اس دم تک چھ ہزار پورے ہوکر ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں، پس موافق استعمال دوم کے دنیا ہفت ہزار سالہ ہے، اور ساتویں ہزار کے ختم سے پہلے مہدی کا ظہور ہے جیسا کہ تاویلات القرآن میں آیا ہے۔

ویتم الظهور بخروج المهدیؑ تتمه سبیعة ایام ولهذا قالوا مدة الدنیا سبعة آلاف سنة[1]

اور پورا ہوتا ہے ظہور مہدی علیہ السلام کے خروج سے سات دن کے تتمہ میں، اور اسی لئے کہا کہ دنیا کی مدت سات ہزار برس ہے۔

صاحب غیاث اللغات نے دور قمر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مولف گوید کہ چوں از آئین اکبری دریافت می شود کہ تا امسال کہ سنہ یک ہزار و دو صد و چہل و دو ہجریت آدم علیہ السلام را ہفت ہزار و یک صد و ہفتاد سال شمسی گذشتہ ازیں معلوم می شود کہ بالفعل دور قمر نیست بلکہ دور زحل باشد و از آن تا حال یک صد و ہفتاد سال شمسی گذشتہ اند

مولف کہتا ہے کہ آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یعنے ۱۲۴۲ھ تک آدم علیہ السلام کو ۷۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب دور قمر نہیں ہے بلکہ دور زحل ہے اور اس کو شروع ہوکر ۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دور قمر کی ابتداء سنہ ۱۲۴۲ھ تک ۷۱۷۰ سال شمسی ہوئے اور ان شمسی سالوں کے تقریباً ۷۳۹۰ قمری سال ہوتے ہیں پس ۱۲۴۲ھ سے ۳۹۰ سال پہلے یعنے تقریباً ۸۵۲ھ میں دور قمر ختم ہوا اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی پس دور قمر کے ختم کے قریب حضرت مہدی علیہ السلام کا وجود ثابت ہے۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اس وقت ہوں گے جب کہ عدد عربی قریب ختم ہو۔

واضح ہو کہ عربی زبان میں عدد الف یعنے ہزار پر ختم ہو جاتا ہے اس سے بڑھکر کوئی عدد بیان کرنا ہو تو کوئی خاص لفظ نہیں ہے بلکہ الف وغیرہ دیگر اعداد کی ترکیب سے یہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے، ملیوں کا لفظ جو عربی میں مستعمل ہے انگریزی زبان سے آیا ہے اور ابن الاھدل کے زمانہ میں مروج نہ تھا۔

امام مہدی علیہ السلام سنہ ۹۱۰ھ میں واصل بحق ہوئے اور یہ ختم الف (ہزار) کے قریب ہے۔

سیوطی کے رسالہ کشف کی حدیث سیوطی نے اپنے رسالہ الکشف میں حدیث ان النبی لا یمکث فی قبرہ الف سنة (تحقیق کہ نبی علیہ السلام ایک ہزار برس اپنی قبر میں نہیں ٹھہریں گے) ذیل کی عبارت کے ساتھ درج کی ہے۔

---

[1] تفسیر تاویلات القرآن تفسیر محی الدین ابن عربی کے نام سے تفسیر عرائس البیان کے حاشیہ پر نولکشور سے ۱۳۰۲ھ میں شائع کی گئی ہے (الجزء الاول صفحہ ۳۸۴)

"فقد کثر السوال عن الحدیث المشتهر علی السنة الناس ان النبی لا یمکث الی آخره وانا اجیب بانه باطل لا اصل له ثم جاء نی رجل فی شهر ربیع من هذه السنة ثمان و ثمانین و ثمان مایة ومعه ورقة بخطه و ذکر انه نقلها من فتیا افتی بها بعض اکابر العلماء ممن ادرکته بالسن فیها انه اعتمد مقتضی هذا الحدیث .....
فاستبعدت صدور هذا الکلام من هذا العالم وکرهت اصرح بردہ تادبا معه۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث النبی لا یمکث الی آخرہ کے باب میں جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کثرت سے پوچھا جا رہا ہے اور میں جواب دیتا ہوں کہ یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ماہ ربیع ۸۹۸ھ میں ایک شخص میرے ہاں اپنی تحریر لے کے آیا اور بیان کیا کہ یہ ایک عالم کے فتوے کی نقل ہے جو اکابر علماء سے ہے جس نے اس حدیث پر اعتماد کیا ..... سیوطی کہتے ہیں کہ ایسے عالم سے ایسے کلام کا صادر ہونا مستبعد ہے اس کا رد کرنا از روئے ادب مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے۔

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث کہ رسول اللہ صلعم ایک ہزار برس سے زیادہ قبر شریف میں نہیں ٹھیریں گے اس زمانے میں مشہور اور لوگوں کی زبان پر تھی۔

(۲) ایک ایسے عالم نے اس حدیث پر اعتماد کیا تھا جس کا رد کرنا سیوطی خلاف ادب سمجھتے ہیں۔

(۳) فتوے کا زمانہ ۸۹۸ھ ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی روایت

سیوطی کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم نے مذکورہ بالا حدیث پر اعتماد کیا لیکن ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ نجات الرشید میں مہدوی مذہب کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

بعضے از مردمان چوں از علمائے حرمین شریفین استفتاء درست کردہ اند دراین باب کہ حضرت رسالت فرمودہ کہ من بیشتر از ہزار سال در مرقد منور و مطہر قرار نمی گیرم و پیش از انقراض ہزار سال علامات کبریٰ کہ خروج مہدی موعود از آن جملہ است می باید کہ البتہ ظاہر شود و اکثرے از محدثین آں اماکن شریفہ بر طبق مستفتی جواب نوشتہ بر صحت حال حدیث امضا فرمودہ وچوں بہ شیخ جلال الدین سیوطی رسیدہ کہ خود را مجدد مایہ عاشرہ می گفت اول از روئے مروت در باب

بعض لوگوں نے حرمین شریفین کے علماء سے فتویٰ طلب کیا اس باب میں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "میں ہزار برس سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھیروں گا" اور ہزار برس ختم ہونے سے پہلے علامات کبریٰ جن میں امام مہدیؑ کا خروج بھی شامل ہے ضرور ظاہر ہو جانا ہے۔ ان اماکن شریفہ کے اکثر محدثین نے مستفتی کے مطابق جواب لکھا اور اس حدیث کی صحت پر دستخط کیے اور جب یہ شیخ جلال الدین سیوطی کے پاس آیا جو خود کو دسویں صدی کا مجدد کہتا تھا تو اس نے پہلے از روئے مروت اس پر

۱؎ بالسند ۲؎ الکشف فی مجاوزۃ ہذہ الامۃ عن الالف (قلمی) حدیث عربی ۳۲ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

امضائے آں مدافعہ نمودہ بعد از مبالغہ بسیار بہ خلاف آں جماعت در تضعیف آں حدیث رسالہ نوشتہ مسمی بہ کشف فی تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف [1]

دستخط کرنے میں تامل کیا اور جب مبالغہ سے کام لیا گیا تو سیوطی نے اس حدیث کے رد میں ایک رسالہ لکھا مسمی بہ کشف فی تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف۔

مذکورہ بیان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین اس حدیث کی صحت کے قائل تھے اور اس حدیث کے مقتضیٰ کے موافق مہدی کے ظہور کو بھی دسویں صدی کے تمام ہونے سے پہلے ضروری سمجھتے تھے، دوسرے یہ کہ ایک جماعت کے فیصلہ کو تنہا سیوطی نے مسترد کر دیا۔

اب رہے حدیث کے معنے تو اس کے حقیقی معنے یہ ہوں گے کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے پہلے رسول اللہ صلعم قبر سے اٹھیں گے دوسرے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے قبل کوئی ایسا شخص مبعوث ہو جس کا آنا رسول اللہ صلعم کے آنے کے جیسا ہو۔

حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کے ظہور کا زمانہ متعین ہوتا ہے سیوطی کے معاصر علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق یہ خیال کیا کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا خروج بھی ہونا چاہیئے۔ اس لئے انہوں نے یہ امور بھی فتوے میں شامل کر دیئے اور سیوطی حیران تھے کہ ہزار قریب الختم ہیں اس قلیل مدت میں یہ سب باتیں کیسے ظاہر ہو سکتی ہیں، غالباً اس وقت سیوطی کے پیش نظر مشکوٰۃ کی رزین سے روایت کی ہوئی وہ حدیث نہیں تھی جس میں امت رسول کے وسط میں مہدیؑ امت کے آخر میں عیسیٰ اور ان کے درمیان غیر مستقیم لوگوں کا ہونا مذکور ہے۔ اسی لئے صاحب مشکوٰۃ نے مہدی کی حدیث "علامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال" (قیامت کے قریب کی علامتیں اور ذکر دجال) کے ذیل میں درج نہیں کیں جہاں علامات کبریٰ مثلاً خروج دجال کے ساتھ نزول عیسیٰؑ کا بھی ذکر ہے بلکہ "اشراط الساعۃ" کے ذیل میں درج کی ہیں اور علماء نے توضیح کی ہے کہ اشراط الساعہ سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گی مثلاً کثرت جہل و زنا و شرب خمر و قلت رجال و کثرت نساء وغیرہ۔

قطع نظر اس کے صحاح میں جس قدر حدیثیں مہدی کے باب میں وارد ہوئی ہیں کسی ایک میں بھی اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں گے یا امام مہدیؑ کے زمانہ میں دجال خروج کرے گا۔

حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کا ظہور ثابت ہوتا ہے اور علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق نزول عیسیٰؑ و خروج دجال کا بھی ذکر کر دیا۔

حظائر القدس کی روایت حضرت سید محمد گیسو دراز کی ایک تصنیف ملفوظات کے نام سے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (حیدرآباد دکن) میں موجود ہے (تصوف فارسی نمبر ۴۰۹) فہرست میں تو ملفوظات کے نام سے ہے لیکن کتاب پر حظائر القدس لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۶۸ھ ہے اور مہر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانہ میں رہ چکی ہے اس کتاب کے آخر میں صفحہ ۳۷۹ - ۳۸۶ تک انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نوحؑ نے جو نجات پائی وہ محمدؐ کے طفیل سے موسیٰؑ کو جو تجلی ہوئی وہ بھی محمدؐ کی وجہ سے عیسیٰؑ نے جو احیاء کیا وہ بھی محمدؐ کا فیض ہے،

---

[1] نجات الرشید (قلمی) ص ۹۶ تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن۔

چنانچہ عیسیٰؑ کے بیان میں ولی صادق نے لکھا ہے۔

"محمدؐ را می بینی کہ عیسیٰ نام کردہ است کسی را میرانند یا زندہ کسی را می میرانند" (صفحہ ۳۸۳) یعنے رسول اللہ صلعم کو دیکھتے ہو کہ اپنا نام عیسیٰؑ رکھا ہے، کسی کو زندہ کرتے ہیں اور کسی کو مارتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم کے بعد دین کی "غریب الوطنی" کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

ہاں قمر محمدؐ غروب کرد و نور احمدی فرو رفت برآمدن را جا نماند شنیدہ بدأ الاسلام غریبا ہاں اکنوں آں مہ برمی آید تا ایام دولت او طلوع شد ہر روز ہر روز روشن تر برآمدہ (صفحہ ۳۸۴)	رسول اللہ کا قمر غروب ہوا اور نور احمدی ڈوبا۔ اس کے ظاہر ہونے کی جگہ نہ رہی تو نے سنا ہے کہ جس طرح اسلام ابتدا میں "غریبا" تھا اسی طرح پھر "غریب" ہو جائیگا ہاں اب وہ چاند نکلتا ہے جب سے اس کی دولت کا زمانہ طلوع ہوا ہے ہر روز روشن تر نظر آتا ہے۔

اکنوں آں مہ برمی آید (یعنے اب وہ چاند نکلتا ہے) مہدی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اس عبارت کے بور حضرت نے نزول عیسیٰ و نفخ صور کا علٰحدہ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارت کے بعد کتاب کا سنہ تصنیف بھی درج ہے "امشب دوشنبہ پانزدہم جادی الآخر سنہ ثلاث و ثمان مایۃ" (صفحہ ۳۸۸) ۸۰۳ھ میں حضرت نے فرمایا کہ اب وہ چاند نکلتا ہے یعنے مہدی کا ظہور قریب ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی۔

قرامانی کی روایت صاحب کشف الظنون نے یہ لکھا ہے۔

قال الشیخ اویس (بن علی) القرمانی ان المہدی سیظہر عن قریب او علی راس المائۃ البتۃ[1]	شیخ اویس بن علی قرامانی نے کہا کہ مہدیؑ نو سو کے قریب یا نو سو کی انتہا پر یقیناً ظاہر ہوں گے۔

قرامان علاقہ روم میں ہے یہاں القرمانی لکھا ہے لیکن شقائق نعمانیہ میں روم کے بعض علماء کے نام کے ساتھ القرامانی آیا ہے۔

ہندوستان کے علماء کی روایت اکبری دور کے علماء بھی دسویں صدی میں ایک صاحب فرمان کے ظہور کے منتظر تھے اور وہ مہدیؑ کی ذات ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے اکبر کو صاحب فرمان قرار دینے کے لئے مہدیؑ کی صراحت نہیں کی۔ محمد حسین آزاد نے جشن نوروزی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"اس بے علم بادشاہ کو علمائے زر پرست نے ذہن نشین کروایا تھا کہ سنہ ہزار میں ملک و ملت بدل جائے گا اور اور اس کے صاحب فرمان آپ ہی ہوں گے"[2]

دسویں صدی کی روایتوں کا ماخذ امام مہدیؑ کے ظہور کو جن علماء نے دسویں صدی سے متعلق کیا ہے یہ ان کی ذاتی تخمین نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ حدیثیں ہیں۔

(۱) عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے مبحث شصت و پنجم میں شیخ تقی الدین (المتوفی ۹۷۲ھ) کے عقیدہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

---

[1] کشف الظنون (طبع یورپ) جلد چہارم صفحہ ۲۰۰ [2] دربار اکبری (طبع لاہور ۱۸۹۸ء) صفحہ ۱۵۰۔

ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم[1]۔ یعنے اگر میری امت صلاح پائے تو اس کے لئے ایک یوم اور اگر فساد ہو تو نصف یوم۔

(ب) ابو داؤد نے یہ روایت کی ہے۔

عن سعد ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لارجوان لا تعجز امتی عند ربها ان یوخرهم نصف یوم قیل لسعد وکم نصف یوم قال خمسمایة سنة[2]

سعد ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ میں ضرور امید رکھتا ہوں کہ عاجز نہ ہوگی میری امت اپنے پروردگار کے پاس اگر انہیں مہلت دی جائے نصف یوم کی، سعد سے کہا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے تو کہا کہ پانچ سو سال۔

(ج) صاحب کوکب منیر نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں سہیلی کے حوالہ سے یہ روایت درج کی ہے۔

ان احسنت امتی فبقاءها یوم من ایام الآخرة وذلك الف سنة وان اساءت فنصف یوم[3]۔

اگر میری امت نکو کار رہی پس اس کی بقا ایام آخرت کے ایک یوم کے اتنی ہوگی اور وہ ہزار برس ہے اور اگر بدی کی تو اس کی بقا نصف یوم ہے۔

(د) صاحب اشعۃ اللمعات نے حدیث انی لارجوالی آخرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

معنے حدیث آن است کہ ایں امت را ایں مقدار قدرت و مکنت وقرب و مکانت نزد پروردگار تعالیٰ ہست کہ پانصد سال ایشاں را نگاہ دارد و ہلاک نہ کند۔

حدیث کے یہ معنے ہیں کہ اس امت کو اس قدر قدرت و مکنت اور قرب و منزلت خداوند تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہے کہ پانسو سال تک اس کو محفوظ رکھے گا اور ہلاک نہیں کرے گا۔

جہاں امت کی بقا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار برس بیان کی گئی ہے اس سے بھی ہلاکت سے محفوظ رہنا مراد ہے۔

(ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔

کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها ولکن بین ذلك فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منهم[4]۔

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں، مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر میں، لیکن اس کے درمیان غیر مستقیم لوگ ہوں گے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایک ہزار برس کے اندر امت کو ہلاکت سے بچانے والا مہدیؑ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

(و) صاحب عقد الدرر نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے۔

اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنفیه قال کنا عند علی فساله رجل عن المهدی فقال هیهات ثم عقد بیده تسعا فقال

نعیم بن حماد نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے مہدیؑ کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا ابھی بہت دور کی بات ہے پھر اپنے ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اور کہا کہ

---

[1] الیواقیت والجواہر (طبع مصر) ۱۲۷۷ھ الجزء الثانی ص۱۷۷۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۳۵۶۔ [3] کوکب منیر شرح جامع صغیر جلد اول ص۸۸۶۔ (حدیث عربی نمبر ۲۱۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۵۴۔

ذلك يخرج فى آخر الزمان اذا قيل للرجل الله الله قال فجمع الله له قوما قزعا كقزع السحاب يولف بين قلوبهم لا يستوحشون على احد خرج منهم ولا يفرحون باحد دخل فيهم على عدة اصحاب بدر لم يسبقهم الاولون ولا يدركهم آخرون وعلى عدة اصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر۔

وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا جب کہ آدمی سے کہا جائیگا کہ اللہ سے ڈرو اور جب وہ ظاہر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک ہی جماعت جمع کرے گا جو ابر کی طرح آنسو بہایا کرے گی اور ان کے دلوں میں الفت ہوگی اور وہ نہ کسی کے جانے پر وحشت کریں گے اور نہ کسی کے آنے پر خوش ہوں گے اور ان کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کے برابر ہوگی۔ نہ پہلے لوگ ان سے سبقت لے گئے ہوں گے اور نہ آخرین ان کے مرتبہ کو پہنچیں گے اور وہ اصحاب طالوت کے برابر ہونگے جو ان کے ہمراہ نہر سے پار اترے تھے۔

مذکورہ روایت مولف ہدیہ نے (ص ۱۱۴ پر) درج کی ہے اذا قیل للرجل اللہ اللہ اسی کی پیش کردہ روایت کے الفاظ ہیں، حالانکہ عقد الدرر کے باب چہارم میں جو روایت آئی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

اذا قال الرجل اللہ اللہ قتل

جب آدمی کہے گا اللہ اللہ تو وہ قتل کر دیا جائے گا۔

غرض مولف ہدیہ کا یہ معنی "گرتا کہ" خدا کے واسطے دیگر دُر بتا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے"۔ مضحکہ خیز ہے۔

واضح ہو کہ حضرت علیؓ کا جواب یخرج فی آخر الزمان (مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل نے زمانہ ظہور سے متعلق سوال کیا تھا۔

حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے تو کی صورت بنائی۔ تو درجہ احاد و عشرات میں ہوگا یا مئات و الوف میں۔ الف سے بڑھ کر عربی میں عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے، لاکھ دو لاکھ کہنا ہو تو دو عدد و لاکھ کہتے ہیں مثلاً مائۃ الف یا مائتا الف۔ ملیون کا لفظ جو آجکل مستعمل ہے اس زمانہ میں مستعمل نہیں تھا۔

احاد و عشرات تو مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت علیؓ نے لفظ ہیہات کہہ کر بُعد زمانہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الوف مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ دین کی قوت پانسو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال تو ارد دی گئی ہے۔ لہٰذا تو سے تو سو مراد ہوں گے۔

اگر تو سال سے مدت دعوت مراد لیں تو یہ بھی امامؑ کے حسب حال ہے اس لئے کہ آپ نے ۹۰ھ میں بھی دعوئ مہدیت فرمایا ہے۔

اب رہی دوسری روایت جو مولف ہدیہ نے محمد بن الحنفیہ کے حوالے سے پیش کی ہے کہ قیامت کی نشانیاں دو سو سال کے بعد ہوں گی تو صاحب سفر السعادت نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔

سفر السعادت کی عبارت یہ ہے۔

درباب ظہور آیات بعد از دو صد سال چیزے ثابت نشدہ (ص ۵۷۱)

دو سو سال کے بعد نشانیاں ظاہر ہونے کے باب میں کوئی چیز ثابت نہ ہوئی۔

اس سے یہ کس طرح ثابت ہو جائے گا کہ مہدی کا ظہور دو سو سال کے بعد ہوگا؟

اس سے تو وہی لوگ استدلال کرتے ہیں جو شیعوں کے بارھویں امام کو موعود مانتے ہیں، جن کی ولادت ۲۵۸ھ اور بروایتے ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے[1]

اس حدیث کے بقیہ امور بھی امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں۔

(۱) ایک قوم گریاں کا جمع ہونا۔

تابعین اصحاب مہدیؑ کی کثرت عبادت اور ان کے رونے سے متعلق خود صاحب سراج الابصار نے صفحہ ۱۷۵ پر تفصیل سے لکھا ہے اس سے اصحاب مہدی کی کثرت عبادت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مولف زاد المتقین نے شیخ کے مہدوی قرابت دار کے متعلق عبدالوہاب متقی کا یہ قول پیش کیا ہے کہ "این گریہ و حالت امرے مرغوب ومطلوب است مگر در دے وذوقے می باشد" اس سے قبل ہم نے صاحب جونپور نامہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مہدویوں کی ایک جماعت کو دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ پایا۔

(۲) لوگوں کا باہم الفت سے رہنا کسی کے آنے یا جانے کی پروانہ کرنا

اس کی بہترین مثال دائرہ مہدویہ تھی، جہاں ہر قوم اور طبقہ کے افراد دولت دنیا چھوڑ کر بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے، اصحاب مہدی کا باہم الفت سے رہنا اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اصحاب رسول کی بھی یہی حالت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولکن اللہ الف بینھم[2] (لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈالی ان کے درمیان) اسی پر دلالت کرتا ہے اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ زبدۃ الملک حاکم جالور بیان قرآن کے وقت آئے کسی نے ان کی تعظیم نہیں کی حتیٰ کہ ان کے ملازمین نے بھی۔

(۳) اصحاب مہدی کا بدر و اصحاب طالوت کے برابر ہونا۔

اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی، حدیث میں آیا ہے۔

اصحاب بدر یوم بدر لعدۃ اصحاب طالوت ثلثمائۃ وثلثۃ عشر[3] (اصحاب بدر، بدر کے دن اصحاب طالوت کے شمار کے مانند تین سو تیرہ تھے)

نقلیات میاں سید عالم میں یہ روایت آئی ہے۔

ہماں وقت فرمان حق تعالیٰ شد کہ اے سید محمد از ایشاں بیعت کن کہ ایشاں مقبول حضرت ما اند حضرت میراں بیعت کردند در آں سہ صد سیزدہ مرداں بودند ص ۴۷

اسی وقت فرمان حق تعالیٰ ہوا کہ اے سید محمد ان سے بیعت لو کیوں کہ وہ ہماری بارگاہ کے مقبول ہیں حضرت میراں نے ان سے بیعت لی ان میں تین سو تیرہ[313] تھے۔

امام علیہ السلام کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے ان کی تعداد بھی یہی تھی۔ صاحب انتخاب الموالید نے باب ہفتم کے آخر میں یہ روایت کی ہے۔

اما آنانکہ بوقت وصال حبیب ذوالجلال حاضر بودند ہمہ بخشیدہ شدند و ہمہ ایشاں مہاجراں نام شدہ بروایتے

لیکن وہ لوگ جو حبیب ذوالجلال کے واصل بحق ہونے کے وقت حاضر تھے سب بخش دیئے گئے اور سب کا نام مہاجرین قرار پایا ایک

---

[1] شواہد النبوۃ (طبع بمبئی) ۱ ص ۲۴۷ [2] الانفال ع ۸ [3] ترمذی (طبع نولکشور) جلد اول ص ۲۰۶۔

جملہ ایشاں سہ صد وسیزدہ بودند۔ | روایت میں ان کی جملہ تعداد تین سو تیرہ تھی۔

(۴) اولین وآخرین کا اصحاب مہدی کے درجہ کو نہ پانا۔

اس سے قبل ہم نے نجات الرشید سے ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان نقل کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں جو مہدوی تھے اگر ان کا تذکرہ لکھا جاتا تو اور ایک تذکرۃ الاولیاء مرتب ہوتا۔ یہ تابعین تبع تابعین کا حال ہے۔ اس سے اصحاب مہدیؑ کے مرتبہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

صحبت صادقین کے ذیل میں ابن عبدالبر کا مذہب بیان کیا جا چکا ہے کہ اصحاب کرام کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو فضیلت میں ان کے برابر ہوں گے یا ان سے بھی بڑھ کر۔

اس کی تائید کتاب الفتن کی روایت سے ہوتی ہے۔

حدثنا ابو ایوب عن ارطاۃ عن عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدرکن المسیح ابن مریم رجال من امتی ھم مثلکم او خیر ھم مثلکم او خیر[1] | حدیث بیان کی ہم سے ابو ایوب نے ارطاۃ سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ضرور پائینگے مسیح ابن مریم کو میری امت کے لوگ وہ تمہارے جیسے ہونگے یا ان میں کے بہتر تمہارے جیسے ہوں گے یا تم سے بہتر۔

دوسری روایتوں سے بھی امام مہدیؑ کا ظہور نویں صدی قرار پاتا ہے اس لحاظ سے حضرت علیؓ کی روایت میں نو سے نو سو مراد لیں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

سیوطی کی روایت سے ثابت ہے کہ مصر میں حدیث ان السنی لا یمکث الی آخرہ لوگوں کی زبان پر تھی۔

نجات الرشید کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ حرمین شریفین (علاقہ حجاز) کے علماء نے بھی مہدیؑ کے ظہور کو دسویں صدی سے متعلق کر دیا تھا۔

خطائر القدس کی روایت سے ظاہر ہے کہ نویں صدی ہجری میں (ہندوستان میں) حضرت سید محمد گیسو درازؒ نے امام مہدیؑ کے قریبی زمانہ میں ظاہر ہونے کی خبر دی ہے۔

امام ابن الاصدل کے بیان سے بھی امام مہدیؑ کا دسویں صدی میں ظاہر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قرانانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روم میں بھی لوگ اس امر کے منتظر تھے کہ سنہ نو سو کی انتہا پر مہدیؑ کا ظہور ہوگا۔ امام علیہ السلام کا ظہور نویں صدی میں ہوا اور رحلت دسویں صدی میں ہوئی اس لحاظ سے نویں صدی اور دسویں صدی دونوں کی روایتیں آپ کے حسب حال ہیں۔

جس طرح رمضان کا مہینہ قریب الختم ہو تو لوگ ہلال عید کا انتظار کرتے ہیں اسی طرح عالم اسلامی میں دسویں صدی سے قبل۔ دسویں صدی میں امام مہدیؑ کے ظہور کا عام انتظار تھا جیسا کہ رسول اللہؐ کی بعثت سے قبل نبی آخر الزماں کے ظہور کا عام طور پر انتظار کیا جاتا تھا، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

رسول اللہؐ کی بعثت کی روایتیں (۱) صاحب اسد الغابہ نے معرفۃ الصحابہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ یمن گئے تھے، وہاں ایک شیخ ازدی سے ملاقات کی

---

[1] کتاب الفتن الجزء الخامس (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۳۷۴) اسکیٹ جنرل لائبریری حیدرآباد۔

اس نے نبی آخر الزماں اور آپ کے خلفاء سے متعلق اس طرح خبر دی۔

اجد فی العلم الصحیح الصادق ان نبیا یبعث فی الحرم یعاون علی امرہ فتی وکھل فاما الفتی فخواض غمرات ودفاع معضلات واما الکھل فابیض نحیف علی بطنہ شامۃ وعلی فخذہ الیسری علامۃ۔

میں پاتا ہوں سچے اور درست علم میں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوں گے مدد دیں گے ان کے معاملے میں ایک جوان اور ایک میانہ سال جوان تو گہرائیوں میں غوطہ زن اور مشکلات کے دفع کرنے والے ہونگے اور میانہ سال گورے رنگ کے لاغر جسم کے ہوں گے ان کے شکم پر ایک لچھن ہوگا اور ان کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔

اس کے بعد شیخ ازدی نے مبعوث ہونے والے نبی کی تعریف میں اشعار کہہ کر دیئے حضرت ابوبکرؓ یمن سے واپس آئے تو رسول اللہ صلعم نے اعلان نبوت فرمایا تھا۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے گھر گئے رسول اللہ صلعم سے ملے اور آپ پر ایمان لائے صاحب اسد الغابہ نے یہ روایت کی ہے۔

قال یا ابابکر انی رسول اللہ الیک والی الناس کلھم فامن باللہ فقلت ما دلیلک علی ذلک قال الشیخ الذی لقیتہ بالیمن قلت وکم من شیخ لقیت بالیمن قال الشیخ الذی افادک الابیات قلت ومن اخبرک بھذا یا حبیبی قال الملک العظیم الذی یاتی الانبیاء قبلی قلت مدید یدک فانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ[2]

رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری جانب بھی اور تمام انسانوں کی جانب بھی ایمان لاؤ اللہ پر میں نے کہا اس پر آپ کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ پیر مرد جس سے تم یمن میں ملے تھے میں نے کہا کتنے پیر مردوں اور ضعیف العمروں سے یمن میں ملا آپ نے فرمایا کہ وہی پیر مرد جنہوں نے تمہیں اپنے اشعار سے فائدہ پہنچایا تھا میں نے کہا میرے دوست آپ کو کس نے اس کی خبر دی فرمایا اس بڑے فرشتے نے جو مجھ سے پہلے پیغمبروں کے پاس آیا کرتا تھا میں نے عرض کی آپ ہاتھ بڑھایئے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے رسول ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ یمن کے لوگ نبی آخر الزمان کے ظہور کے منتظر تھے۔

(ب) صاحب شواہد النبوت نے حضرت ابوبکرؓ کے حالات میں ابو مسعود انصاری سے اس طرح روایت کی ہے۔

در بعض تجارت بدیر بحورا کہ مسکن بحیرا راہب بود رسیدم و تعبیر خواب خود را از و پرسیدم گفت تو چہ کسی گفتم من مردے ام از قریش گفت خدائے تعالیٰ درمیان شما پیغمبرے برخواہد انگیخت و تو در ایام حیات وے وزیر وے خواہی بود و بعد از وفات وے خلیفہ وی پس چوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے را دلیلے بودہ است

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تجارت کے سلسلے میں دیر بحورا پہنچا جو بحیرا نامی راہب کا مسکن تھا اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی اس نے کہا تم کون ہو میں نے کہا قبیلہ قریش کا ایک فرد ہوں کہا کہ تم لوگوں میں خدای تعالیٰ ایک پیغمبر مبعوث کریگا اور تم اس کی زندگی میں اس کے وزیر اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کی نبوت کی ایک دلیل ہوتی ہے۔

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر ۱۲۸۶ھ) الجزء الثالث صفحہ ۲۰۷ [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (طبع مصر ۱۲۸۶ھ) الجزء الثالث صفحہ ۲۰۸

بر نبوت وی دلیل تو چیست گفت دلیل نبوت آں خوابے کہ دیدی و آں خبر در جواب تو گفت کہ آں را اعتبارے نیست و بحیر ا گفت کہ تعبیر آں چنیں است و چنیں من گفتم ترا بایں کہ خبر کرد گفت جبرئیل گفتم من از تو ہیچ دلیل و برہان نمی طلبم زیادت ازیں اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد انک عبدہ ورسولہ۔

آپ کی دلیل کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا اور اس حبر نے جواب میں کہا کہ اس کا کچھ اعتبار نہیں اور بحیرا نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے میں نے عرض کی آپ کو کس نے اس کی خبر دی فرمایا جبرئیل نے میں نے کہا اس سے زیادہ آپ سے کوئی دلیل اور برہان نہیں مانگتا گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کا شریک اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے عبد اور رسول ہیں۔

(ج) صاحب مدارج النبوت نے یہ روایت کی ہے۔

ابو عامر راہب شخصے بود از اوس ہیچ کس از اوس و خزرج و صاف تر ازوے مر آنحضرت را نبود و الفت و مصاحبت می نمود با یہود مدینہ وی پرسید ایشاں را ازوے خبر میداد ند ایشاں او را باوصفات رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و می گفتند کہ ایں دار ہجرت اوست پس از آں نزد یہود تیما رفت ایشاں نیز خبر دادند بمثل آں پس از آں بہ شام رفت و سوال کرد نصاری را ایشاں نیز خبر دادند بصفت آنحضرت پس بیرون آمد ابو عامر و ترہب نمود و پلاس پوشید و می گفت من ملت حنیف و دین ابراہیم دارم و منتظر خروج پیغمبر آخر الزمانم[2]۔

ابو عامر راہب قبیلہ اوس کا ایک شخص تھا قبیلہ اوس و خزرج میں کوئی شخص اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ کا مداح نہ تھا۔ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ رسم و راہ تھی اور ان کے ساتھ بیٹھتا تھا ابو عامر نے ان سے رسول اللہ ﷺ سے متعلق پوچھا یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کی خبر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ان کا دار الہجرت ہے، اس کے بعد تیما کے یہودیوں کے ہاں گیا، انہوں نے بھی اسی طرح خبر دی، اس کے بعد شام کو گیا اور نصرانیوں سے پوچھا انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم کے اوصاف بیان کئے ابو عامر چلے آیا اور راہب بن گیا اور پلاس کا لباس پہن لیا اور کہتا تھا کہ میں ملت حنیف اور دین ابراہیم پر ہوں اور پیغمبر آخر الزماں کا منتظر۔

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ اہل یمن کی طرح مدینہ تیما اور شام کے لوگ بھی نبی آخر الزماں کے ظہور کے منتظر تھے جیسا کہ امام علیہ السلام کی بعثت سے قبل تمام عالم اسلامی میں ہندوستان سے حجاز اور مصر تک دسویں صدی میں ظہور مہدی کا عام انتظار تھا۔

یہ امر کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل کاہن اور راہب نبی آخر الزماں کے ظہور کی خبر دیتے تھے قدماء بھی مسلم مانتے تھے چنانچہ ابن ہشام (المتوفی ۲۱۸ھ) نے ابن اسحٰق (المتوفی ۱۵۱ھ)۔ سے یہ روایت کی ہے۔

کانت الاحبار من یہود والرہبان من النصاری والکہان من العرب قد تحدثوا بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علمائے یہود اور عیسائیوں کے راہب اور عرب کے کاہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تذکرہ کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ آپ مبعوث ہوں

---

[1] شواہد النبوت (طبع بمبئی مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۸ھ) ص ۱۸۱ [2] مدارج النبوۃ (طبع نول کشور ۱۹۱۲ء جلد اول ص ۹۷۔

قبل مبعثه لما تقارب من زمانه [1] | یہ اس وقت کی بات ہے کہ آپ کا زمانہ بعثت قریب آگیا تھا۔

راہبوں اور علمائے یہود و نصاریٰ کی روایت رسول اللہ صلعم کے زمانۂ بعثت سے متعلق قابل قبول ہے تو اولیاء اور علمائے امت رسول کی روایت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ بعثت سے متعلق کس طرح قابل قبول نہ ہوگی ؟

کتب صحاح کی وہ تمام روایتیں جن میں لفظ مہدی مذکور ہے امام علیہ السلام کے حسب حال ہیں اس لئے ضعیف سے ضعیف روایت بھی جو آپ کے حسب حال ہوگی بمنزلۂ قوی محسوب ہوگی۔

حاصل یہ کہ صاحب سراج الابصار کا تنبیہ التحرز وغیرہ کے حوالہ سے یہ بیان کرنا کہ امام مہدی علیہ السلام دسویں صدی میں دین کی تجدید فرمائیں گے صحیح ہے۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مصر ۱۲۹۵ھ) الجزء الاول ص ۶۹

باب چہارم

مولف رسالۃ الرّد کا عقیدہ

اور

دیگر علامات مہدی

انکار مہدی شیخ کا استدلال اضطراب سے خالی نہیں، ایک جگہ ایک بات سے انکار ہے پھر اسی کے خلاف دوسری جگہ اقرار ہے۔ رسالۃ الرّد میں ایک جگہ بیان کیا ہے کہ مہدیؑ کا انکار کفر نہیں ہے شیخ کی عبارت یہ ہے —

"انکار المهدی لم یقل احد بکفرہ" (الرد) (سراج الابصار مع مقدمہ صـ۱۳۴) یعنے مہدیؑ کے انکار کو کفر کسی نے بھی نہیں کہا۔

جب مہدویوں کو کافر کہنا منظور ہو تو شیخ کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس مہدی کا ماننا فرض ہے جس میں یہ تمام علامتیں پائی جائینگی، شیخ کے الفاظ یہ ہیں" فعلی هذا یلزم کفرهم لاعتقادهم مهدویة هذا الشخص المستلزم انکار مهدویة المهدی الذی سیوجد فیه هذه العلامات (الرد) (سراج الابصار مع مقدمہ صـ۱۴۸) یعنے اس بناء پر ان کا کفر لازم ہو جاتا ہے چونکہ وہ اس شخص کی مہدیت کے معتقد ہیں جو اس مہدی کی مہدیت کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ نشانیاں پائی جائینگی۔

شیخ کی اس عبارت سے شیخ کے خیال میں جو مہدی ہوگا اس کا انکار کفر قرار پاتا ہے۔

شیخ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ شیخ کے خیال میں جو مہدی ہے نہ تو وہ پیدا ہوا اور نہ اس نے مہدیت کا اعلان کیا، اس موہوم مہدی کے ظہور سے پہلے اس کا انکار کس طرح کفر کو مستلزم ہوگا؟ اب رہا مسئلہ مہدیت جو ارشادات رسولؐ کی بناء پر جزو دین قرار پاتا ہے تو عالم اسلامی میں مہدویوں سے بڑھکر اس کا کوئی معتقد نہیں۔

تعجب اس پر ہے کہ شیخ نے جو فتوے علمائے مکہ معظمہ سے ۹۵۲ھ میں مہدویوں کے خلاف حاصل کئے تھے اس میں یحیٰی بن محمد حنبلی کا بھی فتویٰ ہے اس فتوے میں یہ عبارت ہے۔" وانما محل من کذب بالمهدی فقد اخبر النبی علیه السلام بکفرہ"۔ یعنی مہدی علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے کا مرتبہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس کے کفر کی اطلاع دی ہے۔

یہ فتوے شیخ کے رسالۃ البرہان کے باب سیزدہم میں مندرج ہیں۔

اب شیخ یہ کہتا ہے کہ مہدی کے انکار کو کفر کسی نے بھی نہیں کہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیخ کے استدلال میں اضطراب ہے اس لئے کہ انکار مہدی کو اس نے ایک جگہ کفر تسلیم کیا اور دوسری جگہ اس سے انکار کر دیا۔

مہدی اور کتب عقائد شیخ کا یہ ادعا ہے کہ کتب عقائد میں مہدی موعود کا ذکر نہیں ہے شیخ کی عبارت یہ ہے۔

"بل لم یذکر فی کتب الاعتقادیات مسئلة المهدی مع ذکرهم المسائل التی لم یکفر جاحدها کاثبات عذاب القبر وکیفیة الصراط وغیر ذلک الی آخرہ" (الرد) سراج الابصار مع مقدمہ ص ۱۳۶

بلکہ کتب عقائد میں مہدی موعود کا ذکر نہیں باوجودیکہ ان میں عذاب قبر کیفیت پل صراط جیسے مسائل کا ذکر ہے جن کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

حالانکہ شرح مقاصد میں مہدی موعود کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا گیا "اما خروج المهدی فعن ابن عباس رضی اللہ عنہ[1]"

تعجب یہ ہے کہ خود شیخ نے شرح مقاصد کے حوالہ سے امامت کے شرائط اس طرح بیان کئے ہیں "والثالث القهر والغلبة کذا فی شرح المقاصد" (الرد) سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۲۱۸)

شیخ نے امامت عامہ کے جو شرائط بیان کئے ہیں وہ شرح عقائد میں الفصل الرابع فی الامامۃ[2] میں مذکور ہیں اور اسی فصل کے آخر میں ظہور مہدی کا بیان ہے، خود صاحب شرح مقاصد نے یہ لکھا ہے۔

"مما یلحق بباب الامامة بحث خروج المهدی الی آخرہ[3]"

منجملہ ان مباحث کے جن کا تعلق باب الامامت سے ہے ظہور مہدی کا مبحث بھی ہے۔

ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ شیخ نے کتاب شرح مقاصد آخر تک نہیں پڑھی، اس کے سوا اور کیا توجیہ ہو سکتی ہے کہ مسئلہ مہدیت کی اہمیت گھٹانے اور عامۃ الناس کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا گیا۔

مہدی اور امامت شیخ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک مہدیت بھی منجملہ امامت عامہ ہے۔ چنانچہ اس نے امامت عامہ کے انعقاد کے تین شرائط شرح مقاصد کے حوالے سے پیش کئے ہیں اور ان کو شرط مہدیت گردانا ہے۔

ارباب حل وعقد کی بیعت۔ قہر وغلبہ۔ جانشین کا مقرر کرنا (الرد) (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص ۲۱۸)

ان شرائط کے مطابق ہر مسلمان بادشاہ امام ہو سکتا ہے، یہی نہیں بلکہ ان شرائط کے تحت ایک فاسق اور فاجر بھی امام قرار پا سکتا ہے۔ شیخ کے پیش کردہ شرائط جب شرط نبوت نہیں ہیں تو شرط مہدیت کس طرح ہوں گے؟ ارباب حل وعقد کی شیخ نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ جن کی لوگ اطاعت کریں۔ ہرقل کی حدیث میں جس کو صاحب مشکوٰۃ نے علامات نبوت کے ذیل میں درج کیا ہے یہ مذکور ہے کہ "ضعفائے قوم" کا تصدیق کرنا رسول اللہ صلعم کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے

---

[1] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی ۱۳۰۵ھ) المجلد الثانی ص ۳۰۷۔ [2] و [3] شرح مقاصد (طبع مطبع بوسنوی) المجلد الثانی ص ۲۷۲ و ص ۳۰۷۔

بلکہ اس میں مذکور ہے کہ یہی لوگ انبیاء علیہم السلام کے پیرو ہوا کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

سالتک اشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاؤھم اتبعوہ وھم اتباع الرسل (سراج الابصار مع مقدمہ ص۱۹)

امام علیہ السلام کی تصدیق کرنے والوں میں سلاطین، وزراء، امراء علمائے ظاہر علمائے باطن، سپاہی سرلشکر، غرض ہر طبقہ اور ہر ذہنیت کے لوگ تھے جن میں ارباب حل وعقد بھی تھے غیر حل وعقد بھی، اشراف الناس بھی تھے "ضعفائے قوم" بھی۔ اس کے باوجود شیخ کا یہ ادعا کہ ارباب حل وعقد نے امام علیہ السلام کی بیعت نہیں کی صریحاً غلط ہے اور عوام الناس کو دلائل سے عاجز ہو کر دھوکا دینا ہے!

دوسرے یہ کہ قہر وغلبہ کو شرط گردانا بھی صحیح نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلعم نے مبعوث ہونے کے بعد مکہ معظمہ میں ایک مدت بسر کی لیکن آپ کو قہر وغلبہ حاصل نہیں ہوا اس کے باوجود آپ نبی تھے ہاں غلبہ دلیل وحجت کے لحاظ سے تو مسلم ہے۔ یہی غلبہ امام علیہ السلام کو بھی حاصل تھا۔

اس سے قبل صاحب ظفر الوالہ کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ سلطان محمود بیکرہ کے امراء نے بارہا اس سے التماس کی کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام سے نہ ملے، انہیں اندیشہ تھا کہ آپ سے ملنے کے بعد سلطان محمود آپ ہی کا ہو جائے گا۔ امام علیہ السلام کے سامنے جب سلاطین کا یہ حال تھا تو عوام الناس کا ذکر ہی کیا، غلبہ اس کو کہتے ہیں!

اسی طرح صاحب تحفۃ الکرام کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے کہ ملا صدرالدین جنھوں نے ہزار شاگردوں کو مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا تھا تتہ (ٹھٹہ) میں آپ کے آنے پر مخالفت کی لیکن جب آپ کو دیکھا تو مرید راسخ ہو گئے، یہ ہے غلبہ!!

تیسرے یہ کہ اگر رسول اللہ صلعم اپنا جانشین مقرر فرما دیتے تو آپ کی رحلت کے بعد انصار مدینہ یہ تجویز پیش نہ کرتے کہ انصار سے ایک خلیفہ ہو اور مہاجرین سے ایک۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو یہ کہا تھا۔

"منا امیر ومنکم امیر"[1]

ظاہر ہے کہ جانشین کا مقرر کرنا یا نہ کرنا جب شرط نبوت ہی نہیں ہے تو شرط مہدیت کیسے ہوگا؟

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا (الانبیاء ع۵) | اور بنایا ہم نے ان کو امام، ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم کی بناء پر۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کو امام کہا گیا ہے اور شرط امامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بناء پر لوگوں کی ہدایت کریں۔

مہدی کے لئے حدیث نبوی میں خلیفۃ اللہ کے الفاظ آئے ہیں، پس یہ بھی اسی معنے میں امام ہیں جس معنے میں کہ انبیاء علیہم السلام امام ہیں۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے خصائص مہدی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

انہ امام مخاص یدعو الخلق بامر اللہ | مہدی امام خاص ہے بلاتا ہے مخلوق کو اللہ کے حکم سے،

---

[1] الفصل فی الملل والنحل (طبع مصر) الجزء الرابع ص۸۸۔

بلا واسطة (ص۵) | بغیر کسی واسطہ کے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدی، انبیاء کی طرح امام ہیں۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے مہدی کے خصائص میں یہ بھی بیان کیا ہے۔

المهدی یکون ماموراً من الله بدعوة الخلق الیه کما کان رسول الله ماموراً بها (ص۵) | مہدی اللہ کی طرف سے مامور تھے تاکہ مخلوق کو اللہ کی طرف بلائیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے مامور تھے۔

پس یہ امر متحقق ہوگیا کہ مہدی کی امامت، نبوت کی طرح خلافت حق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بندگی میاں شاہ خوندمیر رح نے بعض الآیات میں یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد صرف مہدی اور عیسیٰ کو امامت حاصل ہے، بعض الآیات کی عبارت یہ ہے۔

والامامة لایمکن بعد النبی الا لاثنین وهما المهدی وعیسیٰ لان الامامة لاتصح الا لمن یکون سبب النجاة لامته وینجی امته باقتدائه کما قال النبی صلی الله علیه وسلم کیف تهلك امة انا فی اولها عیسیٰ فی آخرها والمهدی من اهل بیتی فی وسطها (بعض الآیات ص۲ و ص۳)

اور امامت نبی صلعم کے بعد صرف دو ہی شخصوں کے لئے ممکن ہے اور وہ مہدی و عیسیٰ ہیں، اس لئے کہ امامت اسی شخص کے لئے درست ہے جو اپنی امت کی نجات کا سبب ہو اور اس کی امت اس کی اقتدا سے نجات پائے جیسا کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں عیسیٰ اس کے آخر میں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد امامت صرف مہدی و عیسیٰ کو حاصل ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے بھی حدیث کیف تہلک امتہ کے ذیل میں یہی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد امامت صرف مہدی کو حاصل ہے آپ کی عبارت یہ ہے۔

فی هذا الحدیث ظهران رسول الله نص الامامة بعده فی حق المهدی وعیسیٰ و ما نص رسول الله صلعم فی حق غیرهما (خصائص المهدی ص۱)

اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے بعد مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے حق میں امامت کو ثابت کیا ہے اور نص رسول اللہ امامت کے بارے میں ان دونوں کے سوا کسی اور کے حق میں نہیں ہے۔

شاہ برہان نے بھی امام علیہ السلام کے خصائص کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

ظهران النبی علیه السلام نص الامامة بعده فی حق المهدی وعیسیٰ علیه السلام وما نص الرسول فی غیرهما (شواہد الولایت باب ۳۱)

ظاہر ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے بعد منصوص کیا ہے امامت کو مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں، اور نہیں منصوص کیا ان دو کے سوا کسی دوسرے کے حق میں۔

غرض حدیث کیف تہلک امہ سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد صرف دو کو یعنی مہدیؑ

عیسیٰ کو امامت کا درجہ حاصل ہے اور امام وہی ہے جو دافع ہلاکت امت ہو اور وہی شخص دافع ہلاکت امت ہو سکتا ہے جو مامور من اللہ ہو۔

حدیث نبوی میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اما ما مقسطاً[1] (امام عادل) کے الفاظ آئے ہیں پس معلوم ہوا کہ مہدی علیہ السلام بھی اس معنے میں امام ہیں جس معنے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم امام ہیں۔

حاصل یہ کہ مہدی خلیفۃ اللہ کی امامت، خلافت حق ہے، ریاست خلق نہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مہدی کی امامت خلافت حق ہے تو جانشین مقرر کرنے کو اس کی شرط قرار دینا سراسر باطل ہے۔

آیۂ جعلنا ھم ائمۃ سے تو صرف اس قدر ثابت ہے کہ امام، بامر الٰہی خلق خدا کو ہدایت کرتا ہے اور امام علیہ السلام نے بھی مامور من اللہ کی حیثیت سے خلق خدا کو ۲۳ برس ہدایت کی ہے۔

امام مہدی اور روئے زمین کی بادشاہی

شیخ کا دعویٰ ہے کہ "ان المھدی الموعود یملاء الارض" میں ارض سے ساری دنیا مراد ہے اور اس کے ذیل میں ایک غلط تاویل جہدویوں سے منسوب کی ہے کہ اگر ایک انسان بھی مدعی مہدیت کی تصدیق کرے تو کافی ہے اس لئے کہ انسان عالم کبیر ہے اور میاں عالم باللہ نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ یہ تاویل میں نے کسی سے نہیں سنی، اپنے قول کی تائید میں کہ ارض سے مراد ساری دنیا ہے شیخ نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

ملوك الارض اربعة مومنان وكافران فالمومنان ذو القرنين وسليمان والكافران نمرود وبخت نصر وسيملكها خامس من اهل بيتي (الرد، سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول ص۲۶)	روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوں گے دو مومن اور دو کافر مومنین میں سے ذو القرنین اور سلیمان ہیں اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص تمام زمین کا مالک بن جائیگا جو ان چار کے بعد پانچواں ہوگا۔

اسعد مکی نے بھی شہب محرقہ میں یہی روایت درج کی ہے اس کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں "وللحدیث طرق اخر عند جماعة" یعنے ایک جماعت کے ہاں یہ حدیث اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ مذکورہ عبارت کے بعد اسعد مکی نے پانچ ایسی حدیثیں درج کی ہیں جن میں یملاء الارض کے الفاظ آئے ہیں، ان حدیثوں میں ابوداؤد کی یہ حدیث بھی درج کی ہے۔

المھدی منی اجلی الجبھة واقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا الی آخرہ[2]

اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے۔

لو تتبعنا الحديث لوجدناه عند جماعة آخرين من الصحابة وغيرهم[3]	اگر ہم اس حدیث کا تتبع کریں تو اس کو صحابہ وغیرہ کی دوسری جماعت کے ہاں بھی پائیں گے۔

گویا شیخ کی روایت کردہ بے بنیاد حدیث اور ابوداؤد کی روایت کی ہوئی صحیح حدیث دونوں اسعد مکی کے نزدیک ایک ہیں لیکن طرق جدا ہیں۔ حالانکہ ناقدین حدیث نے اس نام نہاد حدیث کی کسی طریقہ سے بھی روایت نہیں کی اور جو روایت

---

[1] صحیح مسلم (طبع مصر) الجزء الاول ص۵۴ [2] و [3] کنز الدلائل (قلمی) ورق ۵۵ و ۵۸ (کلام فارسی نمبر ۱۷۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

شیخ نے پیش کی ہے اس کا بھی موضوعات میں شمار کرتے ہیں۔

اب شیخ علی اور اس کے پیرو اسعد یمنی کی حدیث دانی ملاحظہ ہو۔ امر اول یہ کہ حدیث میں اہل بیت سے ایک شخص کا ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے اہل بیت سے کوئی شخص مالک زمین ہو اور وہ مہدی نہ ہو امر دوم یہ کہ عربوں کے ہاں ملک کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عجمیوں کے ہاں شاہ کا ہے امر سوم یہ کہ حدیث میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک نے بھی ساری دنیا پر حکومت نہیں کی۔ حجاز اور تہامہ پر ان کی حکومت کا نہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ یہ خبر کبھی مخبر صادق کی نہیں ہو سکتی۔

میاں عالم باللہ نے اس حدیث کی بحث کے ذیل میں یہ کہا ہے "فلا یحتج بمثل هذه الاحادیث والاقوال الا مثل الشیخ العاری عن العلوم والفنون الی آخرہ۔ (سراج الابصار ص۳۰) یعنے ایسے احادیث واقوال سے بجز اس شیخ کے جو علوم وفنون سے عاری ہے اور کوئی استدلال نہیں کر سکتا۔

خود شیخ نے کنز العمال میں "خروج المہدی" اور "المہدی علیہ السلام" کے عنوان کے ذیل میں متعدد حدیثیں درج کی ہیں جو مہدی کے باب میں آئی ہیں لیکن اس مضمون کی کوئی روایت نہیں ہے کہ سلیمان اور ذوالقرنین کی طرح امام مہدی بھی روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے۔

اس کے علاوہ حاکم کی روایت میں روئے زمین کے چار بادشاہوں کا تو ذکر ہے لیکن مہدی کا ذکر ہی نہیں، روایت یہ ہے۔

عن عمرو بن عبد الله الوادعی قال سمعت معاویة یقول ملك الارض اربعة سلیمان بن داود وذوالقرنین ورجل من اهل حلوان ورجل آخر فقیل له الخضر فقال لا[3]

عمرو بن عبداللہ الوادعی سے روایت ہے کہا کہ میں نے معاویہ کو کہتے ہوئے سنا روئے زمین کے بادشاہ چار ہیں سلیمان بن داؤد اور ذوالقرنین اور اہل حلوان میں سے ایک شخص اور ایک اور شخص پس ان سے کہا گیا خضر تو کہا کہ نہیں۔

حاصل یہ کہ شیخ کی لائی ہوئی حدیث کی تردید اس روایت سے ہو جاتی ہے جس کی حاکم نے تخریج کی ہے۔

شیخ نے جب ایک بے اصل حدیث سے استدلال کیا ہے تو مشکوٰۃ کی اس حدیث سے کیوں نہ استدلال کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔

قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عائشة لو شئت لسارت معی جبال الذهب جاءنی ملك وان حجزته تساوی الكعبة فقال ان ربك یقرأ علیك السلام ویقول ان شئت نبیا عبدا وان شئت نبیا ملكا فنظرت الی جبرئیل فاشار الی ان ضع نفسك وفی روایت ابن عباس فالتفت رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے، میرے ہاں ایک فرشتہ آیا جس کی کمر گاہ بلندی میں کعبہ کے برابر تھی آپ پیغمبر اور بندہ رہنا چاہتے ہیں یا پیغمبر اور بادشاہ ہونا، میں نے جبرئیل کی طرف دیکھا انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ فروتنی کرو اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کی طرف دیکھا گویا کہ ان سے مشورہ لے رہے ہیں، جبرئیل

---

[1] و [2] کنز العمال (طبع حیدرآباد دکن جلد ہفتم ص۱۸۶ و ص۲۵۹ ۔ [3] المستدرک جلد دوم ص۵۸۹ ۔

الی جبرئیل کالمشیرله فاشار جبرئیل بیده ان تواضع فقلت نبیا عبدا الی آخره[1]

نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ فروتنی کرو پس میں نے کہا کہ پیغمبر اور بندہ رہنا چاہتا ہوں۔

صاحب مواہب لدنیہ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

خیر ربه بین ان یکون نبیا ملکا او نبیا عبدا فاختار الثانی[2]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اختیار دیا کہ پیغمبر اور بادشاہ ہونا چاہتے ہیں یا پیغمبر اور بندہ ہونا تو آپ نے دوسری شق پسند فرمائی۔

امام مہدیؑ جو رسول اللہ صلعم کے ہم خلق ہوں گے کس طرح بادشاہ ہونے کو بندہ ہونے پر ترجیح دیں گے؟

سفیانی کا خروج شیخ کی حدیث دانی اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ شیخ نے امام مہدی کی صحیح اور معتبر علامت یہ قرار دی ہے کہ سفیانی ان کے زمانہ میں خروج کرے گا اور خود امام مہدی قتل دجال کے لئے حضرت عیسیٰ کے ساتھ فلسطین میں ظاہر ہونگے شیخ کی عبارت یہ ہے۔

فهذا الشخص لم یوجد فیه اکثر العلامات المعتبرة المخصوصة بالمهدی الصحیحة المصرحة بالاحادیث المستفیضة کوجود سفیانی فی زمنه وخروجه مع عیسیٰ علیه السلام لقتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وغیر ذلک (الرد) (سراج الابصار ص۱۴۲)

اس شخص میں تو وہ اکثر اور معتبر اور صحیح علامتیں موجود نہیں ہیں جو مہدی کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی احادیث مشہورہ میں تصریح کی گئی ہے مثلاً سفیانی کا اس کے زمانہ میں پایا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا قتل دجال کے لئے فلسطین میں باب لُد کے قریب ظاہر ہونا وغیرہ۔

پہلے سفیانی کے خروج سے بحث کی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام مہدیؑ کی صحیح اور معتبر علامت وہی ہوسکتی ہے جو حدیث کی صحیح اور معتبر کتابوں میں مذکور ہو۔ صحاح ستہ میں سفیانی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ البتہ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں سفیانی کا ذکر ہے لیکن مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے صرف یخرج رجل من اهل بیتی[3] (میرے اہل بیت سے ایک شخص ظاہر ہوگا) کے الفاظ آئے ہیں۔

سفیانی کی روایت کا ماخذ موضوعات شیعہ ہے۔ کلینی نے فروع کافی میں عمر بن حنظلہ کی یہ روایت بیان کی ہے۔

قال سمعت اباعبد الله علیه السلام یقول خمس علامات قبل قیام القائم علیه السلام الصیحة والسفیانی والخسفة وقتل النفس الزکیه والیمانی فقلت جعلت فداک ان خرج واحد من اهل بیتک قبل هذه

عمر بن حنظلہ کا بیان ہے کہ اس نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام قائم الزماں کے ظہور سے پہلے پانچ علامتیں ظاہر ہونگی چیخ، سفیانی، خسف، نفس زکیہ کا قتل یمانی۔ عمر بن حنظلہ نے ابوعبداللہ سے کہا اگر ان علامات سے پہلے آپ کے اہل بیت سے کوئی شخص خروج کرے تو کیا ہم اس کیساتھ

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۵۰۴ [2] مواہب لدنیہ (طبع مصر) جزء اول ص۲۹۳ [3] المستدرک (طبع حیدرآباد دکن) ص۵۲۰۔

العلامات انخرج معه قال لا الی آخرہ[1]۔ ہو جائیں ابو عبد اللہ نے کہا نہیں الی آخرہ۔

مذکورہ روایت کی توضیح ملا باقر مجلسی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے۔

قال اذا ..... خرج السفیانی من الشام والیمانی من الیمن وخسف بالبیداء وقتل غلام من آل محمد بین الرکن والمقام اسمه محمد بن النفس الزکیه وجاءت صیحة من السماء بان الحق فیه وفی شیعته فعند ذلک خروج قائمنا الی آخرہ[2]

ابو جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب شام سے سفیانی خروج کرے گا اور یمانی یمن سے اور بیابان میں خسف ہوگا اور آل محمدؐ سے ایک لڑکا جس کا نام محمد بن النفس الزکیہ ہوگا رکن و مقام کے درمیان قتل کیا جائے گا اور آسمان سے ایک آواز آئے گی کہ حق اس کے اور اس کی جماعت کے ساتھ ہے تو اس وقت ہمارے امام قائم کا خروج ہوگا۔

سفیانی کون ہوگا اس کی توضیح ملا باقر مجلسی کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جو اس نے شارح نہج البلاغہ کے حوالہ سے درج کی ہے۔

وانه اسمه کاسم رسول الله وانه یظهر بعد ان یستولی علی کثیر من الاسلام ملک من اعقاب بنی امیه وهو السفیانی الموعود به فی الصحیح من ولد ابی سفیان بن حرب بن امیه وان الامام الفاطمی یقتله و اشیاعه من بنی امیه وغیرهم وحینئذ ینزل المسیح من السماء الی آخرہ[3]

امام قائم کا نام رسول اللہ کے نام کے جیسا ہوگا اور وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب بنی امیہ کی اولاد میں سے ایک بادشاہ اکثر مسلمانوں پر غالب ہو جائیگا اور سفیانی وہی ہے جس کا حدیث صحیح میں وعدہ کیا گیا ہے اور وہ ابو سفیان بن حرب بن امیہ کی اولاد سے ہوگا اور امام فاطمی اس کو اور اس کے شیعوں کو قتل کرینگے جو بنی امیہ سے ہوں گے پس اس وقت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے الی آخرہ۔

ان روایتوں سے شیعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام مہدی بھی شیعہ ہوں گے دوسرے یہ کہ حضرت ابو سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص سفیانی خروج کرے گا اور امام فاطمی اس کو قتل کرینگے۔ اس کا مقصد صرف حضرت ابو سفیان کی اولاد کو حضرت علیؓ کی اولاد سے قتل ہوتے ہوئے پیش کرنا ہے۔

حاکم کی روایت کا ماخذ موضوعات شیعہ ہے۔ خود حاکم شیعی مشہور تھے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق یہ لکھا ہے "ثم هو شیعی مشهور"[4]

اس کے بعد یہ روایت درج کی ہے۔

قال ابن طاهر سالت ابا اسمٰعیل عبد الله الانصاری عن الحاکم ابی عبد الله فقال امام

ابن طاہر نے کہا کہ اس نے ابو اسمٰعیل عبد اللہ انصاری سے ابو عبد اللہ حاکم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیث

---

[1] فروع کافی (طبع نول کشور جلد سوم کتاب الروضۃ ص ۱۴۵، ص ۱۴۶ [2] بحار الانوار (طبع ایران) جلد ۱۳ ص ۱۴۲۔
[3] بحار الانوار (طبع ایران) جلد ۱۳۔ ص ۳۰۔ [4] میزان الاعتدال (طبع مصر) جلد سوم ص ۸۵۔

فی الحدیث رافضی خبیث قلت اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی فقط الی آخرہ[1]

میں امام ہے اور خبیث رافضی ہے ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے کہا خداوند تعالیٰ انصاف کو عزیز رکھتا ہے وہ شخص یعنے حاکم رافضی نہیں ہے بلکہ صرف شیعی ہے۔

حاصل یہ کہ حاکم شیعی تھے اور سفیانی کی روایت جو انہوں نے پیش کی ہے وہ شیعوں کی روایت ہے اس لئے کہ مسلمات اہل سنت والجماعت میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ صحاح ستہ میں سفیانی کا ذکر ہی نہیں ہے برسبیل تنزل اگر حاکم کی روایت تسلیم بھی کرلی جائے تو اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ سفیانی کے زمانہ میں اہل بیت سے ایک شخص ہوگا یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ امام مہدی ہوں۔

اب رہی دوسری روایتیں جن میں امام مہدی اور سفیانی کا ذکر کیا گیا ہے تو ائمہ حدیث کو ان روایتوں میں کلام ہے ایسی صورت میں یہ کہنا کہ امام مہدی کی معتبر اور صحیح علامت ایک یہ بھی ہے کہ ان کے زمانہ میں سفیانی خروج کریگا صحیح نہیں ہوسکتا۔

ابن حزم اور خروج سفیانی ابن حزم نے تو سفیانی کے خروج کو منجملہ امور باطلہ قرار دیا ہے ابن حزم کی عبارت یہ ہے۔

کانتظار مجوس الفرس بهرام هماوند راکب البقرة وانتظار الروافض للمهدی وانتظار النصاری الذین ینتظرون فی السحاب وانتظار الصابئین ایضًا لقصة اخری وانتظار غیرهم للسفیانی[2]

جیسے مجوس فرس کا بہرام ھماوند کے لئے انتظار کرنا جو گاؤ سوار تھا اور رافضیوں کا مہدی کے لئے انتظار کرنا اور نصاریٰ کا انتظار جو ابر کی طرف دیکھتے ہیں اور صابئین کا انتظار کرنا دوسری باتوں کے لئے اور ان کے سوا دوسروں کا سفیانی کے لئے انتظار کرنا۔

مولف ہدیہ نے شیخ کی تائید کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ سفیانی کی روایت بہ حد تواتر پہنچ گئی ہے (ص ۲۶۹) حالانکہ ابن حزم نے سفیانی کی روایت کو سرے سے باطل قرار دیا ہے۔ ابن حزم کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جس طرح بہرام گاؤ سوار کا انتظار باطل ہے اسی طرح سفیانی کے ظہور کا انتظار بھی باطل ہے۔

خسف لشکر اب رہا خسف لشکر تو یہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوا مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

عن عبد اللہ بن القبطیه قال دخل الحارث بن ابی ربیعه وعبد اللہ بن صفوان وانا معهما علی ام سلمه ام المومنین فسالاها عن الجیش الذی یخسف به وکان ذلک فی ایام ابن زبیر فقالت قال رسول اللہ یعوذ عائذ بالبیت فیبعث الیه بعث فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم فقلت یا رسول اللہ

عبداللہ بن قبطیہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہ ام المومنین کے پاس آئے اور میں ان دونوں کے ساتھ تھا ان دونوں نے ام سلمہ سے سوال کیا اس لشکر کے بارے میں جو خسف میں مبتلا کیا جائیگا اور یہ واقعہ ابن زبیر کے زمانہ میں پیش آیا پس ام سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ایک پناہ گیرندہ بیت اللہ میں پناہ لیگا اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا اور جب وہ زمین کے ایک بیابان میں ہوگا تو خسف میں مبتلا کیا جائیگا میں نے کہا یا رسول اللہ

---

[1] میزان الاعتدال (طبع مصر) جلد سوم ص ۸۵ [2] الفصل فی الملل والاھواء والنحل (طبع مصر) الجزء الاول ص ۱۳۹۔

فقیل بمن کان کارھا قال یخسف به معھم ولکنه یبعث یوم القیامة علی نیته قال ابوجعفر ھی بیداء المدینة۔

(کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کراہت سے اس لشکر میں ہوگا فرمایا کہ وہ بھی ان کے ساتھ خسف میں ڈالا جائیگا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائیگا ابوجعفر نے کہا کہ اس حدیث میں بیداء سے مراد وہ بیابان ہے جو شہر سے متصل ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ خسف لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوا تھا۔ خسف کے ایک معنی ہیں دھنسنا لیکن یہ لفظی معنے یہاں صحیح نہیں ہو سکتے اس لئے کہ عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں کسی لشکر کا زمین میں دھنس جانا ثابت نہیں ہے، خسف کے دوسرے معنے نقصان اور ذلت کے ہیں۔ صاحب نہایہ نے لفظ خسف کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

(وفی حدیث علی) من ترک الجھاد البسه الله الذلة وسیم الخسف، الخسف النقصان والھوان واصله ان تجس الدابة علی غیر علف ثم استعیر فوضع موضع الھوان وسیم کلف والزم۔[2]

حضرت علیؓ سے روایت کی ہوئی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے جہاد کو چھوڑا اللہ اس کو ذلت کی پوشاک پہنائیگا اور خسف میں ڈالا جائیگا خسف کے معنے نقصان اور ذلت کے، اس کی اصل یہ ہے کہ چارپایہ بغیر گھاس کے مقید رکھا جائے پھر اس کے بعد استعارہ میں ذلت اور توہین کی جگہ استعمال کرنے لگے سیم کے معنے ہیں مکلف بنایا گیا اور لازم قرار دیا گیا۔

مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج بجائے اس کے کہ اصنام و بیت الاصنام پر حملہ آور ہوتی اور جہاد فی سبیل اللہ کرتی وہ خود بیت اللہ پر حملہ آور ہوئی ظاہر ہے کہ یہ جہاد نہیں ترک جہاد ہے۔ پھر اس کا نتیجہ زمانہ نے دیکھ لیا کہ خود مسلم اچانک مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب یہ فوج ملک شام کو ناکام واپس ہوئی تو وہاں کی خانہ جنگیوں میں تباہ ہو کے رہ گئی اور جو بچے ان کو ذلت کی زندگی بسر کرنی پڑی اس سے بڑھ کر "سیمائے خسف" اور کیا ہو سکتا ہے۔

مسلم بن عقبہ جو مسرف کے لقب سے مشہور ہے جب مدینہ منورہ میں یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا تو قبیلہ قریش کا ایک شخص نے کہا کہ میں نے بھی بیعت کی لیکن اطاعت میں نہیں معصیت میں۔ مسلم نے اس کی بیعت قبول نہیں کی اور اس کے قتل کے لئے حکم دے دیا، اس مقتول کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس کو قدرت حاصل ہو تو مسلم بن عقبہ کو زندہ یا مردہ جلا دیگی بالآخر اس نے مسرف کی لاش جلا دی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں یہ روایت کی ہے۔

واقدی میگوید کہ پیش ما چنیں بہ ثبوت رسیدہ کہ آن زن ام یزید بن عبداللہ بن زمعہ بود بعد از توجہ مسرف بمکہ معظمہ دے بہ مسافت دو سہ روزہ راہ از لشکر با قوم خود می گشت چوں خبر مردن مسرف شنید بیامد و او را از قبر برآورد و بر دار کشید ضحاک میگوید کہ کسانے کہ او را بر دار کشیدہ دیدہ بودند

واقدی کہتا ہے کہ ہمارے ہاں یہ بات ثابت ہے کہ وہ عورت یزید بن عبداللہ بن زمعہ تھی مسرف کے مکہ معظمہ جانے کے بعد وہ لشکر سے دو تین دن کی مسافت سفر کے فاصلہ پر اپنی قوم کے ساتھ پھرتی تھی جب اس نے مسرف کے مرنے کی خبر سنی آئی اور اس کو قبر سے نکالا اور دار پر کھینچا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کو دار پر دیکھا تو

---

[1] صحیح مسلم جلد ثانی (طبع سطبع کریمی کلکتہ ۱۳۶۵ھ) صفحہ ۶۰۱ [2] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۲۹۴۔

بما حکایت کردند کہ مردم ہمہ بردار او را سنگسار کردند و ذکر سوختن در ایں روایت نیامدہ احتمال دارد کہ سوختن او بعد از دو سہ روز کہ بردار کشیدہ بودند باشد پس آنکس کہ سوختن را روایت نکرد در حالت اول دیدہ باشد کہ ہنوز از دار فرود نیاوردہ بودند[1]

ہم سے بیان کیا کہ لوگوں نے اس کو دار پر سنگسار کیا اور جلانے کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے' اس بات کا احتمال ہے کہ اس کو جلا ڈالنے کا واقعہ دار پر کھینچنے کے دو تین دن بعد کا ہو' پس جس شخص نے کہ جلانے کی روایت نہیں کی پہلی حالت میں دیکھا ہوگا کہ ابھی دار سے نہیں اتارے ہوں گے۔

مسرف کی قبر میں اژدہا اس کی گردن سے اور اس کے پاؤں سے لپٹا ہوا تھا' جذب القلوب میں یہ مذکور ہے۔

چوں قبر بکشاد اژدہائے دید کہ بگردن مسرف پیچیدہ است و استخوان بینی او را گرفتہ می مکد ہمہ از معائنہ ایں حال ترسیدند ..... گفت او را از جانب قدم ہائے او برآرید در آن جانب نیز دیدند کہ اژدہا بہ ہماں طریقہ پیچیدہ است[2]

جب اس کی قبر کو کھولا تو ایک اژدھا کو دیکھا کہ مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی پکڑ کے چوس رہا ہے سب یہ حال دیکھ کر ڈر گئے۔ اس عورت نے کہا کہ پاؤں کی جانب سے نکالو' وہاں بھی دیکھا کہ اژدھا اسی طرح لپٹا ہوا ہے۔

اس کے بعد یہ مذکور ہے کہ اس عورت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار میرا غضب مسرف بن عقبہ پر تری خوشنودی کے لئے ہے مجھے مہلت اور قدرت عطا کر کہ قبر سے نکالوں اور جلا دوں! اس کے بعد اس عورت نے ایک لکڑی سے سانپ کی دم پر مارا' سانپ چلا گیا مسرف کی لاش نکال کر جلا دی گئی اور جلانے سے پہلے اس کو دار پر چڑھا کر سنگسار کیا گیا۔

سردار لشکر کی رسوائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟

اب رہی لشکر کی رسوائی تو اس کے بارے میں صاحب جذب القلوب نے یہ بیان کیا ہے۔

در اثنائے ایں حال خبر مرگ یزید پلید رسید کہ بعلت ذات الجنب رخت حیات بدار البوار کشید' پریشانی در اہل شام و بنو امیہ در افتاد ہمہ خوار و نزار و رسوا برگشتند و روئے ہزیمت بفرار نہادند[3]

اس اثناء میں یزید پلید کی موت کی خبر پہنچی کہ ذات الجنب کے مرض سے رخت حیات دار البوار (یعنی دوزخ) کی طرف لے گیا' اہل شام اور بنو امیہ میں پریشانی پھیل گئی سب ذلیل' تباہ اور رسوا ہو کر لوٹے اور ہزیمت پا کر بھاگ نکلے۔

حاصل یہ کہ لشکر اور سر لشکر دونوں کی ذلت و رسوائی ثابت ہے۔

خسف لشکر سے متعلق صحیح مسلم میں ایک اور روایت آئی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقال العجب ان قاسا من امتی یؤمون البیت برجل من قریش قد لجاء بالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بہم (صحیح مسلم کتاب الفتن)[4]

فرمایا رسول اللہ نے عجب ہے کہ میری امت کے لوگ قصد کریں گے بیت اللہ کا قریش کے ایک مرد کے لئے جو بیت اللہ میں پناہ لیا ہوگا حتی کہ جب لوگ بیداء میں ہونگے تو ان کو خسف میں ڈالا جائے گا۔

---

[1] [2] جذب القلوب الی دیار المحبوب (طبع نولکشور ۱۳۱۲ھ) صفحہ ۴۲ و ۴۳ [4] صحیح مسلم مع شرح اکمال (طبع مصر ۱۳۲۳ھ) الجزء السابع صفحہ ۱۳۹۔

یہاں خسف امت محمدی کے افراد سے متعلق ہے اور بہ تعلق امت خسف کے معنے زمین میں دھنسانے کے ہو ہی نہیں سکتے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

سہ دعا کردم من مرامت خود را یکی آنکہ کہ فرو نہ برد ایشاں را در زمین، دیگر آنکہ ہلاک نہ کنند ایشاں را بہ قحط سوم قتال نہ کنند میان یکدیگر پس اجابت کرد دو دعائے اول را و منع کرد از ثالث (مدارج النبوۃ جلد اول ص۴۳۷)

میں نے تین دعائیں کیں اپنی امت کے لئے ایک یہ کہ ان کو زمین میں نہ دھنسائے دوسرے یہ کہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرے تیسرے یہ کہ آپس میں قتال نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے پہلی دو دعائیں قبول فرمائیں اور تیسری سے منع فرمایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ زمین میں دھنسنا امت محمدی سے متعلق ہو نہیں سکتا اس لحاظ سے خسف کے معنے جو مسلم بن عقبہ کے تعلق سے بیان کئے گئے ہیں وہی صحیح ہیں۔

خسف کی روایت اور عبداللہ بن زبیر

ابوداؤد نے بھی ام سلمہ سے روایت کی ہے[1] اس میں نہ تو لفظ مہدی مذکور ہے اور نہ اہل بیت رسول کا ذکر ہے، اس روایت کے مندرجہ اکثر امور کا تعلق عہد ابن زبیر اور "واقعہ خسف" سے ہے، مہدی سے نہیں! اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱۔ خلیفہ کے مرنے کے وقت اختلاف ہوگا۔

یہ اختلاف حضرت امیر معاویہ کی وفات کے وقت ہوا اس لئے کہ یزید کی خلافت سے ناراضگی پھیل گئی تھی۔

۲۔ اہل مدینہ سے ایک شخص بھاگ کر مکہ کی طرف نکلے گا۔

یہ عبداللہ ابن زبیر ہیں، تاریخ الخلفاء میں ان سے متعلق یہ آیا ہے:

وکان ممن ابی البیعۃ لیزید بن معاویۃ وفر الی مکۃ[2]

ابن زبیر ان لوگوں میں تھے جنہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تھا اور مکہ کی طرف بھاگ نکلے۔

۳۔ اہل مکہ اس سے بیعت کرینگے۔

یہ بھی ابن زبیر کے حسب حال ہے، چنانچہ تاریخ الخلفاء میں آپ سے متعلق یہ آیا ہے:

اطاعہ اھل الحجاز والیمن والعراق وخراسان ص۱۴۴

اطاعت کی ان کی حجاز، یمن، عراق اور خراسان والوں نے۔

اہل حجاز کی اطاعت سے اہل حجاز کا بیعت کرنا ثابت ہے، ابن زبیر مدینہ سے بھاگ کر مکہ آئے تھے، ظاہر ہے کہ بھاگ کر آنے والا کرا ہتہً بیعت لے گا۔

ابن زبیر نے پہلے بیت اللہ ہی میں پناہ لی تھی، قرینہ یہی ہے کہ بیت اللہ میں ہی ان سے بیعت کی گئی ہوگی۔

۴۔ شام کے لوگ، مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والے پر لشکر کشی کرینگے اور مقام بیداء میں "خسف لشکر" ہوگا۔ یہ مسلم بن عقبہ کے لشکر کی تباہی اور رسوائی ہے، اس کی تفصیل اس سے قبل دے دی گئی ہے۔

۵۔ اہل عراق کی جماعتیں اور شام کے ابدال اس سے بیعت کرینگے۔

---

[1] ابوداؤد [2] تاریخ الخلفاء

یہ بھی عبداللہ ابن زبیر کے حسب حال ہے چنانچہ صاحب التہذیب نے آپ سے متعلق یہ لکھا ہے۔

بویع له بالخلافة عقیب موت یزید بن معاویة (۶۴) وقیل سنة (۶۵) وغلب علی الحجاز والعراقین والیمن ومصر واکثر الشام۔	بیعت کی گئی عبداللہ ابن زبیر کی خلافت پر یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں اور غلبہ حاصل کیا ابن زبیر نے حجاز عراقین (عراق عرب وعراق عجم) یمن، مصر اور شام کے اکثر علاقہ پر۔

لفظ ابدال سے متعلق صاحب اشعۃ اللمعات نے یہ لکھا ہے۔

ابدال قومے اند کہ بر پا میدارد خدائے تعالیٰ زمین را بہ برکت ایشاں والیشاں ہفتاد تن اند چہل تن در شام وسی در غیر آں اگر یکی از ایشاں بمیرد در بدل وے دیگرے را از سائر الناس بجائے وی بنشانند و ذکر ایشاں در احادیث آمدہ	ابدال ایک قوم ہے جس کی برکت سے خدائے تعالیٰ زمین کو قائم رکھتا ہے، وہ لوگ تعداد میں ستر ہیں، چالیس شام میں اور تیس دوسرے علاقوں میں، اگر ان میں سے کوئی ایک مرجاتا ہے تو اس کے بدل میں دوسروں میں سے ایک کو اس کی جگہ بٹھا دیتے ہیں ان کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔

جب اکثر اہل شام کا ابن زبیر سے بیعت کرنا ثابت ہے تو ابدال شام کا بھی ان سے بیعت کرنا متحقق ہے۔

۶۔ ایک قریشی جس کا ننہیال بنی کلب ہوگا اس شخص پر حملہ کرے گا جو مکہ میں ہوگا، گروہ عراق ابدال وغیرہ اس قریشی پر غالب آئیں گے۔

یزید قریشی ہے اور مجدل کلبی کا نواسہ ہے، اس سے متعلق تاریخ الخلفاء میں یہ آیا ہے۔

وامہ میسون بنت مجدل الکلبیة (ص۱۳۹)	اور یزید کی ماں میسون، بیٹی ہے مجدل کلبی کی۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا کہ مسلم بن عقبہ جو یزید کی طرف سے شام کی فوج لے کر آیا تھا، یکایک مر گیا اور یزید کے مرجانے کے بعد یزیدی فوج مکہ سے شام واپس ہو کر خانہ جنگیوں میں تباہ ہوگئی۔

۷۔ مدینہ سے مکہ آنے والے سے متعلق زیر بحث حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ عامل سنت ہوگا اور دین کو قرار دیگا۔

یہ بھی عبداللہ ابن زبیر کے حسب حال ہے۔

ایک یہ کہ آپ صحابی رسول ہیں چنانچہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں آپ سے متعلق یہ لکھا ہے:

صحابی بن صحابی ابوہ احد العشرة المشهود بالجنة۔	صحابی ہیں اور فرزند ہیں صحابی کے، آپ کے والد ان دس اصحاب رسول میں ہیں جن کے جنتی ہونے کی شہادت دیگئی ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ کے مناقب کثرت سے ہیں چنانچہ صاحب تہذیب التہذیب نے یہ لکھا ہے۔

ومناقب عبداللہ واخبارہ کثیرة جدا (الجزء الخامس ص۲۱۴)	عبداللہ ابن زبیر کے مناقب واخبار بہت کثرت سے ہیں۔

یہاں صرف ایک منقبت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قال عمرو بن دینار ما رایت مصلیا احسن صلوٰة من ابن زبیر وکان یصلی فی الحجر والمنجنیق	کہا عمرو دینار نے کہ میں نے کسی نمازی کو ابن زبیر سے بہتر نماز پڑھتے نہیں دیکھا، آپ نماز پڑھتے تھے منجنیق کی

یصیبہ طرف ثوبہ فما یلتفت الیہ ۔
(تاریخ الخلفاء ص۱۴۴)

سنگ ساری میں، تیر آپ کے کپڑے کے کنارے سے لگ کر جارہے تھے لیکن آپ ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

تیسرے یہ کہ آپ کی خلافت مسلمہ ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں یہ روایت کی ہے۔

وخلافتہ صحیحۃ خرج علیہ مروان بعد ان بویع لہ فی الآفاق کلھا الا بعض قری الشام (الجزء الخامس ص۲۱۴)

اور آپ کی خلافت صحیح ہے، شام کے چند قریوں کے سوا تمام آفاق میں آپ سے بیعت ہو جانے کے بعد مروان نے آپ کے خلاف خروج کیا۔

۸۔ مکہ میں جس کے ہاتھ پر بیعت ہوگی، اس سے متعلق یہ آیا ہے کہ وہ سات سال رہیگا اور ایک روایت میں نو سال آیا ہے۔
صاحب جامع التواریخ نے عبداللہ ابن زبیر سے متعلق یہ لکھا ہے۔

حکومتش ہفت سال بود (جامع التواریخ ص۱۵۸) | ان کی حکومت سات سال تھی۔

حاصل یہ کہ "خسف لشکر" عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ سے متعلق ہے، ظہور مہدی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل بھی ثابت کر دیا گیا۔

نزول عیسیٰؑ و خروج دجال اس سے قبل شیخ کی عبارت درج کی جا چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ امام مہدیؑ کی ایک معتبر اور صحیح علامت یہ بھی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قتل دجال کے لئے فلسطین میں باب لد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ صحیح و معتبر علامت وہی ہو سکتی ہے جو حدیث کی معتبر اور صحیح کتابوں میں مذکور ہو ظاہر ہے کہ صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس میں اس امر کی صراحت ہو کہ امام مہدیؑ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونگے البتہ مسلم میں چند روایتیں ایسی ہیں جن میں جیش امیر اور امام کے الفاظ آئے ہیں۔ یہاں بعض لوگوں نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ جیش سے لشکر مہدی اور امیر سے امام مہدی مراد ہے اور یہ شبہ صحیح نہیں، اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

(۱) مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تنزل الروم بالاعماق او بدابق فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلھم فیقول المسلمون لا واللہ لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونھم فینھزم ثلث

ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک رومی موضع اعماق یا موضع دابق میں نہ اتریں گے پس مدینہ سے ان کی طرف ان لوگوں کا ایک لشکر نکلے گا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوگا پس یہ جب لڑائی کے لئے صف آرا ہوں گے تو رومی کہیں گے ان لوگوں[1] کو ہمارے حوالے کر دو جنھوں نے ہماری ایک جماعت قید کر لی ہے، تاکہ ہم ان سے قتال کریں پھر مسلمان کہیں گے قسم بخدا ہم تم کو ہمارے مسلمان بھائیوں کے پاس نہیں جانے دیں گے پس وہ رومیوں سے مقابلہ کرینگے اور مسلمانوں کی جماعت سے ایک ثلث ہزیمت پانے کے بعد راہ فرار اختیار کریگا

[1] ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہماری ایک جماعت اسیر کر لی ہے۔

لا یتوب اللہ علیہم ابدا و تقتل ثلثہم افضل[1] الشہدا عند اللہ ویفتح الثلث لا یفتنون ابدا فیفتحون قسطنطنیہ فبینا ہم یقسمون الغنائم قد علقوا سیوفہم بالزیتون اذ صاح فیہم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اہلیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبینا ہم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ بن مریم فیؤمہم فاذا راہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یہلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریہم دمہ فی حربتہ[2]

(خداوند تعالیٰ ہمیشہ کے لئے انہیں توبہ کی توفیق عطا نہ کریگا اور ایک ثلث قتل کیا جائیگا اور یہ لوگ اللہ کے پاس افضل الشہدا ہونگے اور ایک ثلث فتح پائیگا اور وہ آزمائش و امتحان میں کبھی مبتلا نہ ہوگا پس وہ قسطنطنیہ فتح کرے گا اور فاتحین اپنی تلواریں زیتون کے درخت سے آویزاں کرکے مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہوں گے اور شیطان بآواز بلند کہیگا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے اہل و عیال میں آگیا ہے پس لوگ باہر نکلیں گے اور وہ آواز باطل (جھوٹ) ہوگی یعنے دجال موجود نہ ہوگا۔ پس جب لوگ ملک شام میں آئینگے تو دجال ظاہر ہوگا پس جب لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے صفیں برابر کر رہے ہونگے کہ اتنے میں نماز قائم کی جائیگی اور عیسیٰ ابن مریم اتریں گے اور ان کی امامت کرینگے اور جب خدا کا دشمن یعنے دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائیگا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جایا کرتا ہے اگر عیسیٰ اسے چھوڑ بھی دیں تو پگھل پگھل کر ہلاک ہو جائیگا لیکن خداوند تعالیٰ دجال کو حضرت عیسیٰ سے قتل کرائیگا پس عیسیٰ اس کا خون لوگوں کو اپنے نیزہ پر دکھلائینگے۔)

(۲) مسلم نے دوسری حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فیقول امیرہم تعالی صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ہذہ الامۃ

حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ قیامت تک مقاتلہ کرتا رہیگا اور وہ غالب رہے گا کہا پس عیسیٰ اتریں گے اس جماعت کا امیر عیسیٰ سے کہے گا کہ آپ تشریف لائیے اور ہم کو نماز پڑھائیے پس عیسیٰ کہیں گے نہیں، بیشک تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اعزاز عطا کیا ہے۔

(۳) مسلم نے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم وفی روایۃ فامکم منکم۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارے امام ہوں گے۔ تم میں سے ایک روایت میں (امامکم منکم کی جگہ) فامکم منکم ہے۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

---

[1] ہم افضل الشہدا [2] لذاب

مراد بہ امام عیسیٰ است و مراد بہ بودن او از شما حکم کردن او است باحکام شریعت نہ بہ احکام انجیل و در روایت دیگر آمدہ است فیومکم بکتاب ربکم و سنۃ نبیکم پس امامت میکند شما را بہ کتاب پروردگار شما و سنت پیغمبر شما، پس معنی چنیں باشد کہ امامت میکند شما را عیسیٰ در حال بودن او از دین شما و ملت شما و حاکم بہ کتاب و سنت شما[1]

امام سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ان کے تم میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ تمہاری شریعت کے مطابق حکم دیں گے انجیل کے مطابق نہیں۔ دوسری روایت میں "فیومکم بکتاب ربکم و سنۃ نبیکم" آیا ہے یعنے وہ امامت کرینگے تمہاری، تمہارے پروردگار کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق۔ پس معنی یہ ہونگے کہ عیسیٰ تمہاری امامت کرینگے اور وہ اس حال میں ہونگے کہ وہ تمہارے دین و ملت سے ہونگے اور تمہاری کتاب و سنت سے حکم دیں گے۔

امام بخاری نے "امامکم منکم" کی روایت صحیح میں درج کی ہے۔ ظاہر ہے کہ امامکم منکم کے معنے بخاری کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام تھے اگر امامکم منکم سے بخاری مہدی مراد لیتے تو باب المہدی قائم کرکے یہی حدیث اس کے ذیل میں درج کردیتے اس لئے کہ امام بخاری کا یہ طریقہ ہے کہ جب ایک حدیث میں دو مختلف امور مذکور ہوں تو دو مختلف بابوں میں اس حدیث کو درج کرتے ہیں۔

امامکم منکم سے امام مہدی مراد نہ ہونے کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جس روایت غیر صحاح میں امامکم المہدی منکم آیا ہے علمائے دین نے یہاں "لفظ مہدی" کا موضوعات میں شمار کیا ہے۔ صاحب مخزن الدلائل نے امامکم منکم کی بحث کے ذیل میں علامہ شیخ عبداللہ محمد بن عبدالحق بن عبدالرحمٰن الازوی کی کتاب الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

اما ما ذکروا لفظا موضوعا فی ھذا الحدیث وھو قولھم امامکم المھدی منکم لیثبتوا الامامۃ للمھدی فی صلوۃ عیسیٰ فقد ظھر وضعہ ونشر کذبہ بمقابلۃ الصحیحین اعنی البخاری ومسلم فانہ لم یذکر فیھما ولا فی منتخباتھما کالمشارق ولمصابیح والمشکوٰۃ ھذا اللفظ۔

لیکن موضوع لفظ جو اس حدیث میں ذکر کیا ہے وہ ان کا یہ قول ہے "امامکم المھدی منکم" تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کی نماز میں امام مہدی کی امامت ثابت کریں، پس ظاہر ہو گیا اس کا موضوع ہونا اور اس کا جھوٹ ہونا شائع ہو گیا صحیحین یعنے بخاری و مسلم کے مقابلہ میں اس لئے کہ یہ لفظ (یعنے لفظ مہدی) نہیں ذکر کیا گیا ان دونوں کتابوں میں اور نہ ان کے منتخبات مشارق مصابیح اور مشکوٰۃ میں۔

حاصل یہ کہ امامکم منکم سے عیسیٰؑ مراد ہیں مہدی مراد نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلی حدیث میں لفظ جیش جو استعمال ہوا ہے اس سے امام مہدیؑ کا لشکر مراد ہے دوسری حدیث میں لفظ امیر سے اور تیسری حدیث میں لفظ امام سے امام مہدیؑ مراد ہیں اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ان کا قول بروجہ احتمال و شبہ ہوگا یا بروجہ تشبیہ چنانچہ مقدسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "فیقول امیرھم صل لنا" کے ذیل میں اس کی اس طرح صراحت کی ہے "امیر ھذہ الامۃ یشبہ ان یکون المھدی وھو رجل زعم الناس انہ یخرج من المغرب۔" یعنے اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ اس امت کے امیر مہدی ہوں اور یہ وہ شخص ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات طبع نول کشور جلد (۴) صـ ۳۵۳۔

جس کے متعلق لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ مغرب سے نکلیگا۔

پس ایسا کلام ظن اور شکوک پر دلالت کرتا ہے اور بعض جگہ علماء نے یہ کہا ہے کہ شاید مہدی دو مرتبہ قسطنطنیہ فتح کرینگے ایک مرتبہ تکبیر سے اور دوسری مرتبہ قتال و جنگ سے جیسا کہ قرطبی میں مذکور ہے۔

قد قال بعض علمائنا ان حدیث ابی هریرة رض اول الباب یدل علی انها تفتح بالقتال و حدیث ابن ماجه یدل علی خلاف ذلك مع حدیث ابی هریرة رض والله اعلم قال الشیخ المولف رحمه الله لعل فتح المهدی یکون لها مرتین مرة بالقتال ومرة بالتکبیر[1]

"یعنے ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی حدیث جو اس باب کے اول میں درج کی گئی ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قسطنطنیہ قتال اور جنگ سے فتح ہوگا اور ابن ماجہ کی حدیث اس کے خلاف دلالت کرتی ہے ابوہریرہ رضؓ کی حدیث کے باوجود واللہ اعلم شیخ مولف (یعنی قرطبی) کہتے ہیں کہ شاید مہدی قسطنطنیہ دو مرتبہ فتح کرینگے ایک مرتبہ قتال سے ایک مرتبہ تکبیر سے"

مذکورۂ بالا عبارت سے پہلے قرطبی نے ابن ماجہ کی وہ حدیث بھی درج کی ہے جس میں قسطنطنیہ کا تسبیح و تکبیر سے فتح ہونا مذکور ہے حدیث کی عبارت یہ ہے فیفتحون قسطنطنیة بالتسبیح والتکبیر لیکن اس حدیث میں بھی امام مہدی کا ذکر نہیں ہے۔

یہ بات جاننا چاہیئے کہ قرطبی نے جو لفظ لعل (شاید) استعمال کیا ہے یہ اعتقاد صادق میں شک ڈالنے والا ہے پس یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علمائے سلف نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ ان کا کلام قطعی اور یقینی نہیں ہے بلکہ محتمل ہے اور ان کا یہ کہنا ان کی انتہائی دیانت کا سبب ہے، خدا ان کے حال پر رحم فرمائے اسی بناء پر محققوں نے یہ جواب دیا ہے کہ دونوں حدیثوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت یا اہل مدینہ کا ایک لشکر حق کی تائید میں جنگ کرے گا اور اہل بطلان پر غلبہ پائے گا اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد یوم القیامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک جماعت فنا ہو جائے گی تو دوسری جماعت قیامت تک اس کی قائم مقام ہوگی بر سبیل تجدد۔ پس ان میں سے ایک جماعت قسطنطنیہ فتح کرے گی اور وہ شخص قسطنطنیہ فتح کریگا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ نماز پڑھے گا اور ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ جیش (لشکر) سے مراد امام مہدیؑ کا لشکر ہے اور امیر و امام سے امام مہدی کی ذات مراد ہے۔ لفظ امیر اور امام جو احادیث مذکورہ میں استعمال ہوا ہے اس کو امام مہدیؑ سے مختص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے اور رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا "لا یزال طائفة من امتی" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مقاتلہ کرنے والی جماعت رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے قیامت کے دن تک رہے گی بر سبیل تجدد، جب ایک جماعت فنا ہوگی تو دوسری جماعت اس کی جگہ لے گی اور امام مہدیؑ کی جماعت اس طرح نہیں ہے بلکہ مہدیؑ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی وقت مبعوث ہوں گے۔ پس وہ لوگ باقی رہیں گے جو حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے تک امام مہدی کی پیروی کرتے رہیں گے۔ پس یہ معلوم ہوا کہ لفظ جیش والی حدیث میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ مطلق مومنین کی ایک جماعت ہے بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ وہ بنی اسحاق سے ایک جماعت ہوگی جس کی تفصیل آئندہ دی جائے گی۔ اس جماعت کا مہدیؑ کے ذکر سے کوئی تعلق نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام

---

[1] تذکرہ قرطبی قلمی جلد دوم باب ما جاء فی فتح قسطنطنیہ ص ۱۵۶ حدیث عربی نمبر ۳۴۸ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

کے ساتھ نماز پڑھنے والا مطلق اس جماعت کا امیر ہوگا۔

مطلق سے یہ مراد ہے کہ وہ شارع کے حکم سے مقرر و مخصوص نہ ہوا ہو جس طرح کہ انبیائے سابقین کا ہونا' امام مہدیؑ کا آنا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال اور دابۃ الارض کا ظہور بحکم شارع مقرر و مخصوص ہے۔ بعض باتیں تو مخصوص ہوتی ہیں جیسے مہدیؑ وغیرہ اور بعض مطلق ہوتی ہیں جیسے امام، جیش، امیر اور مہدی کے ساتھ ان کی تقیید جائز نہیں اس لئے کہ مطلق تو اپنے مطلق ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے اور اس کی تقیید نسخ ہے اور جس کسی نے اس مطلق سے مہدی کے باب میں استدلال کیا اس کا یہ وہم فاسد ہے اور اس کی یہ بات مختل ہے اور جو بات مختل ہوتی ہے وہ خبر غیب میں از روئے یقین و جزم اثر نہیں کرتی اس لئے کہ مہدی کا ذکر بھی ایک خبر مغیب ہے جو بطور معجزہ کے رسول اللہؐ سے وارد ہوئی ہے اس لئے کہ وہ خبر خارق عادت ہے اور احتمال دست کے خارق میں قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا اور وہ دلیل یقینی نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کے خلاف کوئی حدیث پیش کی جائے تو وہ ضعیف ہے اور علمائے سلف نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا اور تفتازانی نے شرح مقاصد میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

ثم لم یرد فی حاله ای عیسیٰ مع امام الزمان حدیث سوی ما روی انه قال علیه السلام لا یزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق الحدیث فما یقال ان عیسیٰ علیه السلام یقتدی بالمهدی او بالعکس شبی لا مستند له فلا ینبغی ان یعول علیه[1]۔

امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے کے باب میں کوئی حدیث صحیح روایت نہیں کی گئی سوائے اس حدیث کے جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے لا یزال طائفة من امتی الیٰ آخرہ۔" اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ امام مہدیؑ کی اقتداء کریں گے یا امام مہدیؑ عیسیٰؑ کی اقتداء کریں گے یہ ایک ایسی بے اصل بات ہے جس پر بھروسہ نہیں کیا جانا چاہیئے۔

پس زیر بحث روایت سے یہ معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ کا نزول امیر لشکر کے ساتھ ہوگا امام مہدیؑ کے ساتھ نہیں اور مہدیؑ امام ہیں امیر نہیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ دونوں ایک زمانہ میں نہ ہوں گے۔

ان باتوں کو جاننے کے بعد جس کسی نے عیسیٰ و مہدی کے ایک زمانہ میں ہونے پر اصرار کیا تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے معارضہ ہے اس پر جس سے عیسیٰ و مہدی کے ایک زمانہ میں ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے' اب رہا معارضہ جو نقل صحیح کے ذریعہ کیا جائے تو وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ جاننا چاہیئے کہ لوگوں نے ظنی اور گمانی دلائل سے استدلال کیا ہے احادیث صحاح و حسان سے ان کے مذکورہ اقوال پر چند در چند معارضے وارد ہوتے ہیں اور ان معارضوں سے ان کے استدلال کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے۔

مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل | حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا

---

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ البسنوی ۱۳۰۵ھ) جلد ثانی ص ۳۰۸۔

سمعتم بمدينة جانب منها في البر و جانب منها في البحر قالوا نعم قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون الفا من بني اسحاق فاذا جاؤها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم قالوا لا اله الا الله والله اكبر فيسقط احد جانبها قال ثورا لا اعلمه الا قال الذي في البحر ثم يقولون الثانية لا اله الا الله والله اكبر فيسقط جانبها قال ثورا الآخر ثم يقولون الثالثة لا اله الا الله والله اكبر فيفرج لهم فيدخلونها فيغنمون فبينا هم يقسمون الغنائم اذ جاءهم الصريخ فقال ان الدجال قد خرج فيتركون كل شئ ويرجعون[1]

تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں پس صحابہ نے کہا کہ ہاں ہم نے سنا ہے پس رسول اللہ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک بنی اسحاق سے ایک ستر ہزار کا لشکر اس شہر (یعنی اہل شہر) سے جنگ نہ کرے گا پس جب بنی اسحٰق آئیں گے اور وہاں اتریں گے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ کوئی تیر چلائیں گے پس وہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو شہر کی وہ جانب گر جائیگی (ثور کہتے ہیں کہ راوی نے کہا وہی جانب) جو سمندر میں ہوگی، کلمہ مذکور دوسری مرتبہ کہیں گے تو شہر کی دوسری جانب گر جائے گی اور تیسری مرتبہ کہنے پر ان کے لئے راستہ کھل جائے گا پس وہ شہر میں داخل ہوں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے اور جب مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہونگے تو ناگاہ ایک آواز سنائی دیگی کہ دجال نکل پڑا پس وہ سب چیزیں چھوڑ دیں گے اور (دجال کی طرف) پلٹ جائینگے۔

پس یہ جاننا چاہیئے کہ حدیث اول یعنے لا تقوم الساعة حتى تنزل الروم بالاعماق الى آخرہ (قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ اہل روم اعماق میں نہ اتریں گے الی آخرہ) اس حدیث کے مفہوم کے مطابق ہے حاصل مضمون کے اعتبار سے نیز بعض الفاظ کے لحاظ سے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ حدیث اول میں مدینہ سے جیش یعنے لشکر کے نکلنے کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے اور یہاں اس کی بنی اسحٰق سے تفسیر کی گئی ہے نیز اس حدیث میں قسطنطنیہ کے فتح ہونے کا ذکر ہے اور یہاں اس شہر کا فتح ہونا بیان کیا گیا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہوگی اور دوسری جانب سمندر میں بعض محدثین نے اس کی قسطنطنیہ سے تعبیر کی ہے اور حاشیہ مشارق وغیرہ دوسری کتابوں میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

نووی شارح مسلم نے ھل سمعتم بمدينة کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

وهذه المدينة هي القسطنطنية[2] اور بعض نے انطاکیہ مراد لی ہے۔ دونوں شہروں کی فتح کا وقت ایک ہی ہے بغیر کسی وقفہ و تاخیر کے پس یہ سب ایک ہی حکم میں ہے۔

یہ شہر (جس کی رسول اللہ نے خبر دی ہے) قسطنطنیہ ہے

حضرت معاذ ابن جبل رضؓ سے مروی ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الملحمة العظمى وفتح قسطنطنيه و

معاذ ابن جبل نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واقعہ عظیم، فتح قسطنطنیہ، خروج، یہ سب سات مہینوں

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ ۳۰۳ [2] ارشاد الساری طبع مصر جلد دہم صـ ۳۷۶۔

خروج الدجال فی سبعة اشهر رواه الترمذی ابوداؤد[1]

میں ہوگا. ترمذی اور ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے.

معاذ ابن جبلؓ سے یہ بھی مروی ہے.

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطنیه خروج الدجال رواه ابوداؤد و کذا فی المشکوٰة[2]

معاذ ابن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب یعنے مدینہ کی بربادی ہے اور مدینہ کی بربادی ایک واقعہ عظیم کا ظہور ہے اور واقعہ عظیم کا ظہور قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا دجال کا خروج ہے ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے اور مشکوٰۃ میں بھی اسی طرح ہے.

ان دونوں حدیثوں میں خروج دجال اور فتح قسطنطنیہ کا ذکر ہے لیکن امام مہدیؑ کا ذکر نہیں.

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد "کیا تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے الی آخرہ" کے جواب میں صحابہ کا نعم یعنے ہاں کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہر مذکور مذکورہ صفت ہی سے متصف و مشہور تھا.[3]

پس ان کی کتابوں اور مشاہیر کے اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ وہ قسطنطنیہ یا انطاکیہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ قسطنطنیہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بنی اسحاق کا لشکر قسطنطنیہ فتح کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنی اسحاق کا امیر ہوگا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے امام مہدیؑ مراد ہیں اس لئے کہ امام مہدیؑ فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے بنی اسمٰعیل سے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "المهدی من عترتی من اولاد فاطمة رواه ام سلمةؓ" یعنے مہدیؑ میری عترت سے ہوں گے اور فاطمہؓ کی اولاد سے. یہ ام سلمہؓ سے مروی ہے.

پس اگر امام مہدیؑ بنی اسحاق کے امیر ہوتے تو رسول اللہ کی طرف منسوب نہ ہوتے.

اور اگر مہدیؑ جو اہل بیت رسول سے ہیں حبیش یعنے لشکر کے سردار ہوتے تو صاحب حبیش کے نام کی صراحت کئے بغیر حبیش کا ذکر نہیں کیا جاتا جب کہ امام مہدیؑ میں دو نمایاں خصوصیتیں ہیں ایک یہ کہ آپ کا نسب مختلف ہے یعنے آپ بنی اسحاق سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسمٰعیل سے ہیں دوسرے یہ کہ امام مہدیؑ کے شرف کا ظہور رسول اللہ صلعم کے شرف کا ظہور ہے.

خلاصہ یہ کہ امام مہدیؑ مع ان خصوصیات کے اگر لشکر کے سردار ہوتے تو ان کا نام ہرگز چھپایا نہ جاتا. اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم نے امیر حبیش (لشکر) کا نام پوشیدہ رکھکر اپنی نسبت کی جو نفی فرمائی اس کی وجہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جو شخص صاحب اخلاق حمیدہ ہوتا ہے وہ اپنے محاسن چھپاتا ہے اور اپنے رفیق کے محاسن کا اظہار کرتا ہے تو جواب میں یہ کہا جائیگا کہ حدیث جو مہدیؑ کے باب میں وارد ہوئی ہے وہ معجزہ ہے (اس لئے کہ وہ خبر غیب ہے) اور کتمان سے کام

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۳۰۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صد ۳۰۴ [3] قسطنطنیہ کا جنوبی حصہ بحیرۂ مرمر (مارمورا) سے ملا ہوا ہے اور شمالی حصہ خشکی سے. اس لحاظ سے اس کی ایک جانب سمندر کی طرف ہے اور دوسری جانب خشکی کی طرف ہے اور یہ مضمون حدیث کے بالکل مطابق ہے.

لینے کی وجہ سے معجزہ میں خلاف ظاہر ہوتا ہے اور معجزہ میں خلاف کا ظاہر ہونا امت کی بداعتقادی کا سبب بن جاتا ہے بلکہ یہ بداعتقادی کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے کہ لوگ یہ خیال کرینگے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بنی اسحاق قسطنطنیہ فتح کریں گے اور بنی اسماعیل سے اس کی فتح عمل میں آئی (یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ امام مہدی اس لشکر کے سردار ہونگے) اور یہ امت کی بداعتقادی کا سبب بن جاتا ہے۔ پس یہ ظاہر ہوگیا کہ بنی اسحاق کا لشکر فاتح قسطنطنیہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنی اسحاق کا سردار ہوگا۔ یہاں مہدی کا ذکر نہیں ہے پس مہدیؑ و عیسیٰؑ ایک زمانہ میں نہ ہوں گے۔

شیخ نجیب الدین ابو محمد واعظ دہلوی نے اپنی کتاب مدارالفضلا میں "لایزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق الی آخرہ" کے ذیل میں مقدسی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

امیر هذه الامة یشبه ان یکون المهدی

اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ اس جماعت کے امیر مہدی ہوں۔

اس کے بعد واعظ دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

هذا قول لا نفاذ له من وجه فما بال المقدسی اشتبه علیه الامر حتی قال یشبه ان یکون المهدی فان فی هذا المعنی حدیثین صحیحین واقوال العلما المشاهیر بل الثابت انه امیر من بنی اسحاق والمهدی انه من بنی اسماعیل فکیف المشابهة حتی یشتبه۔

مقدسی کا یہ قول کسی حیثیت سے صحیح نہیں، مقدسی کو کیا ہوگیا کہ یہ امر اس پر مشتبہ ہوگیا یہاں تک کہ بول اٹھا یہ شبہ ہوتا ہے کہ امیر سے مہدی مراد ہوں اس لئے کہ اس معنی کی نفی میں دو صحیح حدیثیں اور مشاہیر علماء کے اقوال ہیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ وہ امیر بنی اسحاق سے ہے اور مہدیؑ بنی اسمٰعیل سے ایسی صورت میں اشتباہ کیسے ہوسکتا ہے۔

مسلم کی روایت کی ہوئی یہ حدیث کہ "کیا تم نے اس شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور دوسری جانب سمندر میں تو سب نے کہا کہ ہاں پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بنی اسحاق سے ستر ہزار کا لشکر ان اہل شہر سے مقاتلہ نہ کرے گا۔"

اس میں نزول عیسیٰ اور قتال دجال کا ذکر ہی نہیں ہے اور صحیح تر روایت کے مطابق یہاں مدینہ سے مراد قسطنطنیہ ہے۔

مسلم کی روایت کی ہوئی دوسری حدیث کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک رومی اعماق یا دابق میں نہ اتریں گے، پس رومیوں کی طرف مدینہ سے ان لوگوں کا ایک لشکر نکلے گا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہونگے الی آخرہ

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم مطابقی یہ ہے کہ بنی اسحاق سے ایک جماعت تکبیر کہہ کر اہل قسطنطنیہ سے جنگ کریگی اور اسے فتح حاصل ہوگی، پس جب وہ مال غنیمت تقسیم کرنے لگیں گے تو شیطان یہ آواز بلند کرے گا کہ دجال نکل آیا پس وہ مال غنیمت چھوڑ کر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے۔ مقدسی نے کہا کہ بین فتح قسطنطنیه وخروج الدجال سبع سنین (فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال کے درمیان سات سال ہوں گے) شاید مقدسی کے بیان سے فتح اول مراد ہو جو تکبیر کے ذریعہ حاصل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الملحمة وفتح المدینة ست سنین و یخرج الدجال فی السابعة رواہ ابوداؤد وقال ھذا اصح کذا فی المشکوٰۃ[1]

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واقعہ عظیم اور مدینہ مذکور کی فتح کے درمیان چھ سال ہوں گے اور ساتویں سال دجال خروج کریگا۔ ابو داؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے نیز یہ کہا ہے کہ یہ زیادہ صحیح ہے اور مشکوٰۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

پس رومی اس سال جنگ کے لئے تیاریاں کرینگے اور موضع اعماق یا دابق میں اتریں گے جیسا کہ پہلی حدیث میں مذکور ہے پس ان کی طرف اس جماعت کا لشکر نکلے گا جس کے متعلق یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ تکبیر سے شہر فتح کرکے رومیوں کو قید کریگی اور اس کی تائید رومیوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے "ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہماری ایک جماعت اسیر کرلی ہے"۔

پس جنگ کرکے دوسری مرتبہ قسطنطنیہ فتح کریں گے پس شیطان یہ آواز بلند کرے گا کہ دجال نکل آیا پس وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے اور جب وہ شام کی جانب آئینگے تو دجال نکل آئیگا پس وہ لڑائی کی تیاریاں کرینگے اور نماز کے لئے صفیں برابر کرینگے اور جب نماز ہونے لگے گی تو عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان کی امامت کرینگے۔

مذکورہ ترتیب پر دلالت کرنے والے یہ امور ہیں۔

پہلا یہ کہ اس باب میں کوئی شک نہیں کہ تکبیر کے ذریعہ شہر مذکور فتح کرنا بنی اسحاق سے متعلق ہے اور یہ بالفاظ حدیث ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ پہلی حدیث میں رسول اللہ صلعم کا ارشاد من خیار اھل الارض یومئذ" (وہ لوگ اس زمانہ کے بہترین اہل زمین سے ہوں گے) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا امیر اور ان کے اکثر لوگ عترت رسول سے نہ ہونگے اس لئے کہ عترت رسول ہمیشہ کے لئے بہترین اہل زمین سے ہے اور وہ لوگ اس زمانہ بہترین باشندگان روئے زمین ہونگے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ عترت رسول سے نہیں ہیں بلکہ بنی اسحاق سے ہیں، پہلی حدیث کی دلیل پر۔

تیسرے رومیوں کا یہ کہنا کہ ہم کو ان لوگوں کے پاس جانے دو جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قید کرلیا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے پہلے ان کے اور ان کے درمیان معرکہ آرائی ہوچکی تھی اور اسیری عمل میں آئی تھی اور یہ بنی اسحاق ہی سے متعلق ہے۔

حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا اور عیسیٰ کا اس قوم کی امامت کرنا بھی مذکور ہے۔

پس یہ ثابت ہوا کہ نماز میں عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرنے والا بنی اسحاق سے ایک امیر ہوگا اور یہ امیر وہی ہوگا جو تکبیر کے ذریعہ رومیوں کی ایک جماعت کو اسیر کرے گا۔ جیسا کہ علامہ منتجب الدین نے کتاب مخزن الدلائل میں بحث کی ہے۔ یہ کتاب تقریباً چار سو برس پیشتر لکھی گئی ہے۔ مصنف نے حدیث یملاء الارض کے ذیل میں اپنے زمانہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے "الی زماننا ھذا قریب الف سنة من الھجرة"۔

تعجب ہے کہ شیخ نے خروج دجال کو امام مہدی کی صحیح علامت قرار دی ہے حالانکہ مذکورہ صحیح حدیثوں سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ دجال اس وقت ظاہر ہوگا جب کہ بنی اسحاق قسطنطنیہ فتح کرینگے۔

نیز صحاح ستہ کی کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام مہدی حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں ہوں گے ایسی صورت میں

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۰۵۔

شیخ کا یہ کہنا کہ "امام مہدیؑ کی صحیح اور معتبر علامت یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوں گے" پایۂ صحت سے گرا ہوا ہے۔

اوائل میں مہدی کے ظہور کے ساتھ نزول عیسیٰؑ کا تصور ہی نہیں تھا، چنانچہ مختار نے جب محمد بن الحنفیہ کے مہدی ہونے کا اعلان کیا تو کسی نے یہ کہکر مخالفت نہیں کی کہ عیسیٰؑ نازل نہیں ہوئے۔ ۷۳۷ھ میں مشکوٰۃ المصابیح مرتب ہوئی تو مہدی کی حدیثیں باب اشراط الساعۃ میں درج کی گئیں اس باب میں نہ تو خروج دجال مذکور ہے اور نہ نزول عیسیٰؑ "ذکر دجال" اور "نزول عیسیٰ" کا باب الگ الگ قائم کیا گیا ہے۔

عالم اسلام میں جب حدیث دانی کو زوال آگیا تو ظہور مہدی کے ساتھ نزول عیسیٰؑ کو بھی بہ طور شرط پیش کیا جانے لگا جو صحیح نہیں ہے۔

احادیث صحاح میں قیامت سے قبل ظاہر ہونے والی "عشر آیات"[1] یعنے دس نشانیوں کا ذکر ہے اس میں نزول عیسیٰ بن مریم تو مذکور ہے لیکن مہدی کا ظہور نہیں۔

اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم کا نزول ضروری نہیں۔

امام احمد ابن حنبل اور کتاب الملاحم اس سے قطع نظر جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشہورہ کے خاتمہ میں یہ روایت کی ہے۔

قال احمد ثلاث کتب لیس لها اصول الملاحم والمغازی والتفسیر[2]

امام احمد بن حنبل نے کہا ہے تین مضامین ایسے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، ملاحم، مغازی اور تفسیر۔

اس لحاظ سے وہ روایتیں جن میں قسطنطنیہ وغیرہ فتح ہونا مذکور ہے کیا بے بنیاد ثابت نہ ہوں گی؟ صاحب مشکوٰۃ نے بھی فتح قسطنطنیہ کی روایتیں باب الملاحم کے ذیل میں درج کی ہیں۔

امام مہدیؑ اور وسط امت اب رہی وہ روایتیں جو دوسری کتابوں میں مذکور ہیں تو ان میں سے کوئی روایت اسناد کے اعتبار سے رزین کی روایت کو نہیں پہنچتی۔ رزین کی روایت یہ ہے۔

کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها ولکن بین ذلك فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منهم رواه رزین[3]

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتدا میں میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں لیکن اس کے درمیان غیر مستقیم لوگ ہوں گے جو نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے (عن جعفر) ای الصادق (عن ابیه) ای محمد باقر (عن جده) ای زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (رضی الله عنهم ویسمی مثل هذا السند سلسلة الذهب[4]۔ یعنے اس حدیث کی جیسی سند کو سلسلۃ الذہب (سونے کی زنجیر) کہا جاتا ہے۔

تصحیح نقل کے ذیل میں ہم نے عقد الدرر کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں یہی حدیث سنن نسائی کے حوالہ سے درج ہے،

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۳ [2] حاشیہ الفتاوی الحدیثیہ تالیف ابن حجر الہیتمی طبع مصر ص ۲۴۶۔
[3] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۷۵۴ [4] مرقاۃ (طبع مصر) الجزء الخامس ص ۶۵۸۔

اس لحاظ سے بھی اس کا احادیث صحیحہ میں شمار ہوگا۔

اس حدیث میں امت کے تین حصے بیان کئے گئے ہیں ایک اوّل جس میں رسول اللہ صلعم تھے، وسط جس میں امام مہدیؑ کا ظہور ہے اور آخر جس میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے ذیل میں "ولکن بین ذلک" کا صرف یہ ترجمہ کیا ہے "ولیکن درمیان آن جماعہ باشند کج" یعنے اس کے درمیان ٹیڑھے لوگ ہوں گے۔

ملا علی قاری نے رسالۃ المہدی اور مرقاۃ باب اشراط الساعۃ میں مہدوی مذہب کے باب میں معاندانہ طریق بیان اختیار کیا ہے، جب دیکھا کہ اس حدیث سے امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مختلف قرار پا رہا ہے تو اس نے وسط کے معنے ہی میں تصرف کر دیا یعنے یہ لکھدیا کہ وہ وسط جو آخر سے ملا ہوا ہو۔

ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں "ووسطها المتصل بآخرها" حالانکہ حدیث کے الفاظ میں یہ معنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلعم کے الفاظ لکن بین ذلک جس طرح رسول اللہ صلعم اور امام مہدیؑ کے درمیانی زمانہ پر دلالت کرتے ہیں بالکل اسی طرح امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ پر بھی دلالت کرینگے جو زمانہ رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے درمیان ہوگا اس میں غیر مستقیم لوگ ہوں گے یعنے دین کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہوں گے، اسی طرح امام علیہ السلام اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان جو زمانہ ہوگا اس میں بھی غیر مستقیم لوگ ہوں گے انہی کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے۔

دین میں غیر مستقیم ہونے کے لئے مامور من اللہ کے زمانہ سے دور ہونا ضروری ہے جس طرح رسول اللہ صلعم کی بعثت اور امام مہدیؑ کے ظہور کے درمیان ایک زمانہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حضرت مہدیؑ کے ظہور اور حضرت عیسیٰ کے نزول کے درمیان ایک مدت کا ہونا لازمی ہے تاکہ لوگوں پر دین میں غیر مستقیم ہونے کی وجہ سے "فیج اعوج" کا اطلاق ہو سکے۔

حاصل یہ کہ وسط آخر اور آخر، وسط نہیں ہو سکتا، بہ فحوائے حدیث امام مہدیؑ وسط امت میں ہونگے آخر امت میں نہیں۔

صحاح کی کسی روایت میں امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ہم زمانہ ہونا مذکور نہیں ہے اگر کسی روایت غیر صحاح میں عیسیٰؑ و مہدیؑ کا ایک زمانہ میں ہونا مذکور ہو تو وہ قابل قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ و امام مہدیؑ کے اجتماع کا عقیدہ قائم ہو سکے گا۔ اسی لئے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں یہ لکھا ہے۔

فما یقال ان عیسیٰ یقتدی بالمهدی او بالعکس شئ لا مستند له فلا ینبغی ان یعول علیه[1]۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ امام مہدیؑ کی اقتدا کرینگے یا امام مہدیؑ عیسیٰؑ کی اقتدا کرینگے یہ ایک ایسی بے اصل بات ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جانا چاہیئے۔

فلسطین اور ظہور مہدی

شیخ علی نے رسالۃ الرد میں اس امر کا ادعا کیا ہے کہ امام مہدیؑ کا عیسیٰؑ کے ساتھ فلسطین میں باب لد کے قریب دجال کو قتل کرنے کے لئے ظاہر ہونا منجملہ ان صحیح اور معتبر علامتوں کے ہے جن کی احادیث مشہورہ میں تصریح کی گئی ہے۔ شیخ کی عبارت خروج سفیانی کے ذیل میں درج کر دی گئی ہے۔

---

[1] شرح مقاصد (طبع مطبعۃ النبوی ۱۳۰۵ھ) الجلد الثانی صـ ۳۰۸۔

سفیانی کے خروج' امام مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کے عدم اجتماع پر اس سے قبل بحث ہو چکی۔ واضح ہو کہ کتب صحاح میں امام مہدیؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق اجتماع کی تصریح نہیں ہے چہ جائیکہ فلسطین میں باب لُد کے قریب دونوں کے اجتماع کی صراحت ہو۔ شیخ علی نے کنز العمال میں (کتاب القیامۃ من قسم الاقوال) "خروج المهدیؑ"[1] کے ذیل میں اور کتاب القیامۃ من قسم الافعال میں "المهدی علیہ السلام"[2] کے ذیل میں متعدد حدیثیں درج کی ہیں لیکن ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہو کہ امام مہدیؑ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قتل دجال کے لئے باب لُد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ اسی طرح کنز العمال میں (کتاب القیامۃ من قسم الاقوال) نزول عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام[3] کے ذیل میں اور کتاب القیامۃ من قسم الافعال میں "نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام"[4] کے ذیل میں کئی حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ایک حدیث میں بھی یہ امر مذکور نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ امام مہدی بھی باب لُد کے قریب ظاہر ہوں گے۔ البتہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو باب لُد کے قریب پانا اور اس کو قتل کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے مسلم نے نواس بن سمعان سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے منارہ بیضا پر اتریں گے اس کے بعد یہ مذکور ہے

فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله[5]	پس جستجو کرینگے عیسیٰؑ دجال کی یہاں تک کہ اس کو باب لد کے قریب پائینگے پس اس کو قتل کر دیں گے۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو قتل کرنا مذکور ہے لیکن یہ مذکور نہیں کہ امام مہدیؑ بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔

شیخ علی نے کتاب کنز العمال ۹۵۷ھ میں مکمل کی اس وقت باب لد کے قریب عیسیٰؑ کے ساتھ مہدی کے ظاہر ہونے کی روایت نہ صحیح و معتبر تھی اور نہ مشہور۔ لیکن جب رسالۃ الرد تقریباً ۹۶۰ھ میں لکھا گیا تو وہی روایت صحیح' معتبر اور مشہور قرار دی گئی۔ کیا شیخ اصول محدثین سے اتنا بے خبر ہے؟ ایسی بے خبری کے ہوتے ہوئے صرف کنز العمال کی تالیف کی بناء پر کیا وہ محدث کہلانے کا مستحق ہے؟ ان حالات کے تحت کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ مہدوی مذہب کی تبلیغ کو روکنے کے لئے اس نے ایسی باتیں لکھ دیں تاکہ ناواقف اس مذہب کے قبول کرنے میں تامل کرے حالانکہ صحاح کی روایتوں سے امام مہدیؑ کے زمانہ میں نہ تو نزول عیسیٰؑ ثابت ہوتا ہے اور نہ سفیانی و دجال کا خروج!۔

مہدیؑ کے باب لد کے قریب ظاہر ہونے کو شیخ نے خبر مشہور قرار دیا ہے حالانکہ خبر مشہور اس صحیح روایت کو کہتے ہیں جس کے راوی دو سے زیادہ ہوں' اس روایت کا صحیح ہونا ہی دشوار ہے تو اس خبر کو مشہور کس طرح کہا جائیگا؟

قرآن اور وجود مہدی

شیخ نے بیان کیا ہے کہ مہدی کے باب میں تین سو سے زیادہ احادیث اور آثار وارد ہیں (سراج الابصار ص۴۔)

کلام اللہ میں جب قطع ید سے لے کر معراج تک جملہ اعمال و عقائد دین کی اصل موجود ہے تو ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ مہدیت جیسے اہم مسئلہ کا ماخذ کلام اللہ نہ ہوگا۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ مہدی موعود کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

---

[1] و [2] و [3] و [4] کنز العمال (طبع حیدرآباد (دکن) الجزء السابع ص۱۸۶ و ص۲۵۹ و ص۳۰۲ و ص۲۶۷ [5] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۳۲۰۔

انہیں کے اتباع میں ابوالاعلیٰ مودودی ترجمان القرآن کے ایڈیٹر نے آیۂ افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مہدویوں کا اس آیت سے وجود مہدی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

مہدویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کلام اللہ سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صاحب بینہ ہوگا' اس سلسلہ میں آیۂ افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ مودودی کو بھی اس عقیدہ سے اتفاق ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ متعدد صاحبان بینہ کا قائل ہے' دوسرے یہ کہ بینہ کے معنے اس نے اصطلاح قرآن کے خلاف لئے ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولٰئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وبٰطل ما کانوا یعملون افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ کتٰب موسیٰ اماما ورحمۃ اولٰئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یؤمنون (ھود رکوع ۲)

جو کوئی دنیا کی زندگانی اور اس کی آرائش کا ارادہ کرتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو دنیا ہی میں بھگتاتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی' یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے دنیا میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں اور جو انہوں نے اس دنیا میں کیا وہ سب حبط ہوگیا' پس وہ شخص جو بینہ پر ہو اپنے رب کی طرف سے اور پیچھے آئے اس کے گواہ اس کے رب کی طرف سے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ جو امام و رحمت ہے وہ لوگ ایمان لائینگے اس پر اور جو کوئی اس کا انکار کریگا فرقوں میں سے پس دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے پس مت ہو اے محمد شک میں اس سے وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

پہلے مرید حیات دنیا کا حال بیان کیا گیا ہے پھر صاحب بینہ کا مقصود یہ کہ مرید دنیا اور صاحب بینہ یکساں نہیں ہوسکتے۔ اس آیت میں فلا تک فی مریۃ (پس مت ہو اے محمد شک میں) کے الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے' پس ماننا پڑیگا کہ افمن کان سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد نہیں ہوسکتی۔

مودودی کو بھی بعض مفسرین کی طرح مہدویہ کے اس استدلال سے بھی اتفاق ہے کہ افمن کان سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد نہیں ہے چنانچہ اس نے مذکورہ آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

"کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے ایک بصیرت رکھتے ہوں اور اس کے بعد ان کے سامنے ایک شاہد آئے خدا کی جانب سے اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب امام اور رحمت بن کر آچکی ہے وہی لوگ اس پر ایمان لائینگے الی آخرہ"[1]

مودودی نے "افمن کان" کا ترجمہ "کیا وہ لوگ" کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک افمن کان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں۔

صاحب بینہ اور قرآن برسوں ترجمان القرآن کی ایڈیٹری کرنے کے بعد بھی یہ بات مودودی کی سمجھ میں نہ آسکی کہ کلام اللہ

---

[1] ترجمان القرآن (بابتہ ماہ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) صـ ۹۳۔

میں جہاں جہاں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا مذکور ہے وہاں نبی کی ذات مراد ہے اور اس سے عام افراد مراد لینا "قرآنیت" کے خلاف ہے۔ ذیل میں کلام اللہ سے شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

(ا) قال یٰقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی واٰتٰنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم انلزمکموھا وانتم لھا کٰرھون۔ (ھود رکوع ۳)

کہا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھ کو رحمت عطا کی ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھدیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔

اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا ہے' اس میں آپ کا اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا مذکور ہے۔

(ب) قال یٰقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی واٰتٰنی منہ رحمۃ فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہ فما تزیدوننی غیر تخسیر (ھود رکوع ۶)

کہا اے میری قوم کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے پروردگار سے بینہ کے اوپر رہوں اور اس نے اپنی طرف سے مجھ کو رحمت دی' پس کون مجھ کو خدا (کے عذاب) سے بچائیگا اگر میں نے اس کی نافرمانی کی' پس تم سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو۔

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہیں' یہاں بھی آپکا اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا مذکور ہے۔

(ج) قال یٰقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی ورزقنی منہ رزقا حسنا وما ارید ان اخالفکم الیٰ ما انھٰکم عنہ (ھود رکوع ۸)

کہا کہ اے میری قوم کیا تم نے دیکھا اگر ہوں میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر اور مجھ کو اپنی طرف سے نیک رزق دیا ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جس سے تم کو منع کرتا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کیا ہے یہاں بھی آپکا اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ جہاں جہاں "علی بینۃ من ربی" (اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا) مذکور ہے وہاں انبیاء ہی مراد ہیں۔ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے نبی کو اتمام حجت کے لئے عطا کرتا ہے۔

مودودی نے بھی مذکورۂ بالا تین آیتیں درج کی ہیں لیکن بینہ کے معنے بیان کرنے میں بڑی بددیانتی کی ہے پہلی آیت کے ذیل میں بینہ کی اس طرح توضیح کی ہے۔

"اس آیت میں بینہ سے مراد وہ فطری بصیرت ہے جو نبی میں بعثت سے پہلے موجود ہوتی ہے[1] دوسری اور تیسری آیت میں بھی بینہ کی توضیح فطرت اور فطری بصیرت سے کی ہے"

تعجب یہ ہے کہ یہی بصیرت مودودی کے ہاں کفار میں بھی ایمان لانے سے پہلے پائی جاتی ہے' آیہ افمن کان علی بینۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"اگر اس محذوف کو ظاہر کر دیا جائے تو پوری عبارت یوں ہوگی' کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے بصیرت رکھتے ہیں

[1] ترجمان القرآن ربیع ثانی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ ص ۹۲

اور وہ لوگ جو بصیرت سے محروم ہیں یکساں ہوں گے؟ دونوں اس قرآن کے باب میں یکساں نہیں ہو سکتے' اس پر ایمان حضرت پہلا گروہ لائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر اولاً تو خدا کی بخشی ہوئی بصیرت موجود ہے جس سے وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کا خالق ایک ہے وہ وحدہ لاشریک ہے الی آخرہ[1]"

اس سے ظاہر ہے کہ مودودی کے نزدیک نبی کی بعثت سے قبل جو بصیرت نبی میں ہوتی ہے وہی بصیرت ایمان لانے والے کافر میں بھی ایمان لانے سے پہلے ہوتی ہے گویا نبی اور کافر دونوں اس کے نزدیک اس اعتبار سے ایک ہیں!

جب بعثت سے قبل نبی کا ماننا ہی ضروری نہیں ہے تو اس فطری بصیرت کا ماننا کیسے لازم ہو جائے گا جو بعثت سے قبل نبی میں موجود ہوتی ہے ایسی صورت میں حضرت نوحؑ حضرت صالحؑ اور حضرت شعیب علیہ السلام ہر ایک کا اپنی قوم سے یہ کہنا کہ میں اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوں کس طرح حجت قائم کرے گا۔

یہ تو انبیائے سابقین تھے' اب دیکھئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو کیا حکم دے رہا ہے۔

قل انی علی بینۃ من ربی وکذبتم بہ۔ (الانعام رکوع)

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوں اور تم نے اس کو جھٹلایا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا مذکور ہے اگر بینہ کے وہی معنے لئے جائیں جو مودودی نے بیان کئے ہیں یعنے وہ فطری بصیرت جو نبی میں بعثت سے پہلے موجود ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بامر اللہ کفار سے یہ کہنا کہ میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں کس طرح حجت قائم کرے گا اور بعثت سے قبل کی بصیرت کا جھٹلانا کس طرح موجب کفر ہوگا؟

تمام کلام اللہ اس پر شاہد ہے کہ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے اور اس بینہ کا انکار کفر ہے ذیل میں چند شواہد درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) واتینا عیسیٰ ابن مریم البینات (البقرۃ ع) اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے۔

(۲) ولقد جاءکم موسیٰ بالبینات (البقرۃ ع) اور موسیٰ تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے۔

(۳) قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینات (آل عمران ۱۹) آپ فرما دیجئے کہ بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت دلائل لے کر آئے۔

(۴) لقد جاءتھم رسلنا بالبینات (المائدہ ۵ ع) اور بنی اسرائیل کے پاس بھی ہمارے بہت سے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے۔

(۵) لقد جاءتھم رسلھم بالبینات (الاعراف ۱۳ ع) اور تحقیق ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلوں کے ساتھ آئے تھے۔

(۶) لقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات (المومن ۴ ع) اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس

---

[1] ترجمان القرآن ربابت ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ صـ ۹۳

یوسف دلائل لے کر آچکے ہیں۔

(۷) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات (الحدید ع ۳) ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا ہے۔

(۸) قد جئتکم ببینۃ من ربکم (الاعراف ع ۱۳) تحقیق میں آیا ہوں تمہارے پاس بینہ کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوگیا کہ بینہ وہ روشن دلیل ہے جو پروردگار اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے عام لوگوں کو نہیں۔

ایمان چھپانے والا مومن صاحب بینہ نہیں

اب رہا ایک اور معترض کا یہ کہنا کہ موسیٰ پر ایمان لاکر اپنا ایمان چھپانے والے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے صاحب بینہ بنایا اور اس کو بینات بھی دیئے سراسر گمراہی ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا تھا، چنانچہ قرآن میں یہ آیا ہے۔

وقال فرعون ذروني اقتل موسیٰ ولیدع ربه انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظهر فی الارض الفساد (المومن ع ۳)	اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہیئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے، مجھکو اندیشہ ہے وہ کہیں تمہارا (نہ) بدل ڈالے اور ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے۔

یہ سنکر موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا اس کے متعلق قرآن یہ کہہ رہا ہے۔

وقال موسیٰ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب (المومن ع ۳)	اور کہا موسیٰ نے تحقیق میں پناہ لیتا ہوں اپنے اور تمہارے پروردگار کی، ہر متکبر (کے شر) سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا۔

فرعون کی مجلس مشاورت میں فرعون کے خاندان سے ایک ایسا شخص تھا جو موسیٰ پر ایمان تو لایا تھا لیکن اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے کہا کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں لے کر آیا ہے، چنانچہ قرآن اس کی شہادت دیتا ہے۔

وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم وان یك کاذبا فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم (المومن ع ۴)	ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان سے تھا اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا، کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے تحقیق وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لیکر آیا ہے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑیگا اور اگر سچا ہے تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا۔

مذکورہ آیت میں اللہ کی طرف سے بینات لے کر آنے والے سے مراد وہ شخص نہیں ہے جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا۔ بلکہ اس سے حضرت موسیٰ کی ذات مراد ہے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ابن عمر سے آئی ہے، چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

در صحیح بخاری از ابن عمر می آرد کہ گفت در اثنائے آنکہ	صحیح بخاری میں ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اس اثناء میں کہ

ایستادہ ایم ما با رسول خدا در صحن کعبہ ناگاہ روے آورد عقبہ بن ابی معیط لعنۃ اللہ علیہ پس پیچیدہ جامۂ خود را در گردن مبارک آنحضرت وکشید وخفہ کرد آں را خفا کردن سخت پس آمد ابوبکر وگرفت ورشس آں مدہوش را ودفع کرد اورا از آنحضرت وگفت اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

ہم رسول خدا کے ساتھ صحن کعبہ میں کھڑے ہوئے تھے عقبہ بن ابی معیط لعنۃ اللہ علیہ یکایک آنکلا، پس اس نے اپنا کپڑا آنحضرت کی گردن مبارک میں ڈالا اور کھینچا اور بری طرح سے آنحضرتؐ کا گلہ گھونٹ دیا، پس ابوبکرؓ آئے اور آپنے اس مدہوش کے کندھے کو پکڑا اور آنحضرتؐ سے اس کو ہٹا دیا اور کہا کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔

جس طرح ایمان چھپانے والے مومن نے حضرت موسیٰؑ کی حمایت میں فرعون اور فرعونیوں سے کہا اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کی حمایت میں کفار مکہ سے فرمایا۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس معنے میں موسیٰ علیہ السلام مامور من اللہ ہیں اسی معنے میں آنحضرت صلعم بھی مامور من اللہ ہیں۔

اس کے علاوہ جو استدلال مذکورہ صدر ایمان چھپانے والے مومن کا ہے وہی استدلال حضرت ابوبکر کا بھی ہے مقصود یہ کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ اس کا پروردگار ہے اور وہ بینات کے ساتھ آئے تو اس کے دعوے کو مان لینا ضروری ہے بالفرض وہ اپنے دعوے میں جھوٹا بھی ہو تو وہ جھوٹ اس پر رہے گا۔

حاصل یہ کہ مذکورہ آیت میں بینات کے ساتھ آنا ایمان چھپانے والے مومن سے متعلق نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰؑ سے متعلق ہے چنانچہ قد جاءکم بالبینات من ربکم کے ذیل میں صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

ایں قول مومن آل فرعون است کہ می گفت فرعونیاں مراد حق موسیٰ علیہ السلام۔

یہ قول ہے مومن آل فرعون کا جو فرعونیوں کو کہتا تھا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں۔

ظاہر ہے کہ ایمان چھپانے والا مومن اپنے متعلق نہیں کہہ رہا تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہہ رہا تھا کہ وہ رب کی طرف سے بینات یعنے روشن دلیلیں لے کر آئے ہیں۔

(ا) صاحب مواہب علیہ نے قد جاءکم بالبینات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وحال آنکہ آوردہ است بہ شما معجزات روشن و استدلالات ہویدا۔

حالانکہ وہ تمہارے پاس روشن معجزات اور واضح استدلالات لایا ہے۔

ظاہر ہے کہ روشن معجزات لانے والا وہ مومن نہیں ہے جس نے اپنا ایمان چھپایا تھا بلکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی ذات ہے۔

(ب) تفسیر جلالین میں قد جاءکم بالبینات کے ذیل میں "بالمعجزات الظاہرات" کے الفاظ آئے ہیں۔

معجزات ظاہرہ پیش کرنے والا مامور من اللہ ہے، اپنا ایمان چھپانے والا مومن نہیں! اور مامور من اللہ سے مراد حضرت موسیٰؑ علیہ السلام ہیں۔

(ج) صاحب روح المعانی نے قد جاءکم بالبینات کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

الشاهدة على صدقه من المعجزات والاستدلالات الكثيرة | اس کے صدق پر گواہی دینے والے معجزات اور کثیر استدلالات۔

(د) فخر رازی نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

اشارة الى تقرير النبوة باظهار المعجزة۔ | اشارہ ہے اثبات نبوت کی طرف معجزے کے اظہار سے۔

(ھ) سواطع الالہام میں اتقتلون رجلا کی تفسیر میں یہ لکھا ہے

مرغوٌ لا اصل له اراد الرسول | (کیا قتل کرتے ہو) ایسے شخص کو جس کا کوئی گناہ نہیں مراد رسول ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہوگیا کہ بینات کے ساتھ آنے والے سے مراد اپنا ایمان چھپانے والا مومن نہیں ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

موسیٰؑ کی طرح امامؑ بھی صاحب بینہ ہیں

اس سے قطع نظر امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے بھی یہی ثابت ہے کہ مذکورہ صدر آیت میں بینات کے ساتھ آنے والا مامور من اللہ ہے اپنا ایمان چھپانے والا مومن نہیں

صاحب شواہد الولایت نے باب ہژدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ روزے در قصبۂ بڑلی بعض علماء آمدند و چند سوال کردند باز علماء سوال کردند ما را در مہدیت شما شک می آید کہ راست است یا دروغ ما چگونہ قبول کنیم حضرت امام اولوالالباب در جواب ایشاں ایں آیت از کتاب ملک الوہاب خواندند وان یك كاذبا فعليه كذبه وان يك صادقا يصبكم بعض الذى يعدكم

منقول ہے کہ ایک دن قصبہ بڑلی میں بعض علماء آئے اور انہوں نے چند سوالات کئے پھر علماء نے سوال کیا ہم کو آپ کی مہدیت میں شک معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ ہم کس طرح قبول کریں حضرت امام اولوالالباب نے ان کے جواب میں کتاب الوہاب سے یہ آیت پڑھی اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو بعض وہ چیز تم کو پہنچے گی جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے۔

خط کشیدہ لفظ فعلیہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع وہی شخص ہے جس کے متعلق اس سے قبل کی آیت میں یہ مذکور ہے کہ وہ بینات کے ساتھ آیا ہے۔

صاحب تفسیر بحر مواج نے فعلیہ کذبہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

او اگر در دعوی رسالت کاذب بود بروے جزائے کذب او باشد[1]

وہ اگر رسالت کے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس کے جھوٹ کا بدل اسی پر ہوگا۔

امام علیہ السلام نے مذکورہ آیت پیش کر کے یہ ثابت فرمادیا کہ جس معنے میں موسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم مامور من اللہ ہیں اسی معنے میں آپ بھی مامور من اللہ ہیں۔

جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم بینات (روشن معجزات اور واضح دلائل) کے ساتھ آئے ہیں آپ بھی اسی طرح بینات کے ساتھ آئے ہیں۔

---

[1] تفسیر بحر مواج (فارسی قلمی)

جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم بینہ پر ہیں اسی طرح امام علیہ السلام بھی بینہ پر ہیں حاصل یہ کہ مذکورہ صدر آیت میں بینات کے ساتھ آنا حضرت موسیٰؑ سے متعلق ہے اپنا ایمان چھپانے والے مومن سے نہیں!

غرض مودودی اور مذکورہ معترض میں زیادہ فرق نہیں ہے، مودودی کا یہ ادعائے باطل ہے کہ ایمان لانے والا کافر ایمان لانے سے پہلے بینہ پر ہوتا ہے۔ مودودی کو معلوم نہیں کہ صرف مامور من اللہ ہی بینہ پر ہوتا ہے۔

مذکورہ معترض کا ادعا ہے کہ زیر بحث آیت میں بینات یعنی روشن معجزات کے ساتھ آنا اپنا ایمان چھپانے والے مومن سے متعلق ہے اور یہ سراسر باطل ہے اس لئے کہ وہ حضرت موسیٰؑ ہی سے متعلق ہے جیسا کہ آیت قرآنی، حدیث رسول اللہ، فرمان امامؑ اور مفسرین کے بیان سے ثابت ہے۔

یہ چند مثالیں انبیائے سابقین سے متعلق ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بینات عطا کئے ہیں۔

قل انی نهیت ان اعبد الذین تدعون من دون الله لما جاءنی البینٰت من ربی وامرت ان اسلم لرب العٰلمین (المومن ع)

آپ کہہ دیجئے تحقیق کہ میں منع کیا گیا ہوں کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو، جب کہ میرے پاس میرے رب کے بینات آچکے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں رب العالمین کے سامنے گردن جھکا لوں۔

ان شواہد سے واضح ہو گیا کہ اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہونا یا اللہ کا کسی نبی کو بینات کا عطا کرنا یا نبی و رسول کا بینات کے ساتھ آنا یا خود بینات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے پاس آنا یا اللہ تعالیٰ کا بینات کے ساتھ کسی پیغمبر کو بھیجنا سب ایک ہے، یہ دلیل واضح انہی سے مختص ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث ہوئے ہوں! اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قالوا یٰھود ما جئتنا ببینه۔ (ھود رکوع ۵)

کہا انہوں نے اے ھود نہیں لائے ہمارے پاس کوئی بینہ۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ہاں بھی یہ امر مسلم تھا کہ مبعوث من اللہ کے سوا کوئی صاحب بینہ نہیں ہو سکتا اور مودودی کا یہ ادعا ہے کہ کافر بھی صاحب بینہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد آیہ افمن کان علی بینة من ربه پڑھئے کیا مبعوث من اللہ کے سوا کوئی اور بھی اللہ کی طرف سے بینہ پر ہو سکتا یہ ہے تفسیر القرآن بالقرآن!! اس سے ثابت ہوا کہ مودودی کا افمن کان سے مبعوث من اللہ کے عوض ارباب بصیرت مراد لینا باطل ہے اور "قرآنیت" کے خلاف ہے، مودودی نے افمن کان بصیغہ جمع لیا ہے اس سے تو یہ ثابت ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبعوثین من اللہ کی ایک جماعت ہوگی۔ مذکورہ بالا بحث سے مودودی کی قرآن فہمی ظاہر ہو گئی!!

آیہ افمن کان میں من کی توضیح

اب اس کی نحو کی معلومات ملاحظہ ہو، یہ کہتا ہے کہ افمن کان سے کوئی خاص شخص مراد لینا "عربیت" کے خلاف ہے۔ اس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"من سے مراد یہاں کوئی خاص شخص نہیں ہے اولاً تو من سے کسی خاص شخص کو مراد لینا عربیت کے خلاف ہے۔ اولاً یہ نکرہ کے لئے آتا ہے ثانیاً یہاں اس بات کی تصریح ہو گئی ہے کہ من سے مراد یہاں جماعت ہے کیونکہ اولئک کا اشارہ من کی طرف ہے، اور اولئک جمع کے لئے ہے نہ کہ واحد کے لئے چنانچہ فعل بھی یؤمنون۔ جمع استعمال ہوا ہے"[1]

---

[1] ترجمان القرآن (بابت ماہ ذی القعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ) صـ۹۵

مودودی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ من صرف نکرہ کے لئے آتا ہے اور اس سے کوئی خاص مراد نہیں لے سکتے کلام اللہ اس پر شاہد ہے کہ من سے خاص بھی مراد لے سکتے ہیں

افمن یخلق کمن لا یخلق (النحل رکوع ۲) کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس کے جیسا ہے جو پیدا نہیں کرتا

یہاں من یخلق سے عام نہیں خاص مراد ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی ذات، کیونکہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی خلق کر سکتا ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ من کو اولئک کا مشارالیہ قرار دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد "من ربہ" کے الفاظ آئے ہیں ربہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع من ہے اس سے من کی تخصیص ہوگئی وہ واحد ہے جمع نہیں ہو سکتا، شاید مودودی کو اس سے قبل کی آیت سے دھوکا ہوا ہے۔ "من کان یرید الحیوۃ الدنیا" کے بعد الیھم اعمالھم" کے ذریعہ ضمیر جمع لائی گئی ہے اس لئے من کان سے جماعت مراد ہوگی۔ برخلاف اس کے افمن کان کے بعد ربہ اور یتلوہ میں ضمیر واحد استعمال کی گئی ہے ایسی صورت میں من کو اولئک کا مشارالیہ قرار دینا صحیح نہیں۔

حاصل یہ کہ مودودی کی طرح افمن کان کو جمع تسلیم کریں تو از روئے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد صاحبان بینہ کا ہونا ثابت ہوگا اور یہ غلط ہے صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا ہے کہ افمن کان میں من واحد ہے اس لحاظ سے رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد مہدی خلیفۃ اللہ اور عیسیٰ نبی اللہ امت کو ہلاکت سے بچائیں گے۔ اگر یہ اپنے رب کی جانب سے بینہ پر نہ ہوں تو امت ان کے ذریعہ کس طرح ہلاکت سے بچ سکتی ہے۔ اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ افمن کان علی بینۃ کا اطلاق حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوگا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کے بعد صاحب بینہ کے مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے قبل مبعوث ہو چکے ہیں ایسی صورت میں وہ افمن کان کا کس طرح مصداق ہوں گے؟ دوسرے یہ کہ امام علیہ السلام کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہے اس لحاظ سے بھی پہلے آپ اس کا مصداق ہیں۔

صاحب بینہ اور اس کا شاہد اس سے قطع نظر اس آیت میں "یتلوہ شاھد منہ" آیا ہے یعنے اس صاحب بینہ کے پیچھے ایک گواہ آئے گا اس کے رب کی طرف سے۔

یتلو کے معنے ہیں یتبع، اتباع سے مراد اگر پیچھے آنا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام شاہد قرار پاتے ہیں۔

جیسا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

فرمود کہ عیسیٰ پس ما خواہد آمد (تقلیات مبین سید عالم صفحہ ۱۰۶)	فرمایا امام علیہ السلام نے کہ عیسیٰ ہمارے پیچھے آئیں گے۔

خاتم سلیمانی میں یہ روایت آئی ہے۔

میراں علیہ السلام فرمودند عیسیٰ پس ما خواہد آمد (گلشن پنجم چمن چہارم)	میراں علیہ السلام نے فرمایا عیسیٰ ہمارے پیچھے آئیں گے۔

مولف رسالہ محکمات نے یہ لکھا ہے۔

زمانہ مہتر پیش ایں شدہ است اکنوں می پندار برائے	حضرت عیسیٰ کا زمانہ اس کے آگے ہے اب سمجھ کہ عیسیٰ ہر دو خاتمین

گواہی دادن ہر دو خاتمین می آئیند۔ | کی گواہی دینے کے لئے آتے ہیں۔

حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک مبعوث من اللہ دوسرے مبعوث من اللہ کی گواہی دیتا ہے ابن قتیبہ نے رسول اللہ صلعم سے متعلق حضرت عیسیٰ کی یہ شہادت پیش کی ہے۔

وے گواہی میدہد برائے من چنانکہ گواہی میدہم برائے او۔ | وہ یعنے نبی آخرالزماں گواہی دیتا ہے میرے لئے جیسا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کے لئے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۲۷)

اس لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ السلام کے شاہد قرار پائینگے۔

اگر اتباع سے مراد موافقت لی جائے جیسا کہ مواہب علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

کتاب موسیٰ یعنے توریت چہ او نیز در تصدیق نبی امی بشارت بوجود او تابع است یعنی موافق است مر قرآن را۔ | کتاب موسیٰ یعنے توریت اس لئے کہ وہ بھی نبی امی کی تصدیق میں اور اس کے وجود کی بشارت میں تابع یعنی موافق ہے قرآن کے۔

(مواہب علیہ جلد اول ص۲۷۷)

تو شاہد سے مراد قرآن ہوگا جیسا کہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے بیان فرمایا ہے۔

یتبع ھذہ البینۃ القرآن (بعض الآیات ص۶) | اتباع کرتا ہے اس بینہ کا قرآن۔

یعنی قرآن اس بینہ کی موافقت کرتا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت عیسیٰؑ صاحب شریعت جدید نہیں ہیں، وہ بھی از روئے قرآن شہادت دیں گے اس لحاظ سے عیسیٰؑ کو شاہد قرار دینا بھی قرآن ہی کو شاہد قرار دینا ہے۔

یتلوہ میں جو ضمیر ہے مودودی نے اس کو بینہ کی طرف پھیرا ہے اور یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں صاحب بینہ کا ذکر ہو رہا ہے بینہ کا نہیں۔ جو شاہد ہوگا وہ صاحب بینہ کے برحق ہونے کی گواہی دے گا نہ کہ بینہ کی کیونکہ بینہ خود صاحب بینہ کا ایک شاہد ہے۔

دوسرے یہ کہ یہاں یتلوہ (اس کے پیچھے آئیگا) من قبلہ (اس کے آگے) کے جواب میں آیا ہے اس لئے اس کے معنی اتباع کے ہوں گے تلاوت کرنے کے نہیں جیسا کہ مودودی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے۔

تیسرے یہ کہ منہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع من نہیں ہے بلکہ رب ہے کیونکہ یہی قریب تر ہے اور جو شخص اپنے رب کی جانب سے بینہ پر ہوگا اس کا گواہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ اس کے رب کی طرف سے ہوگا اور گواہ اللہ کی طرف سے ہو اس کے متعلق کون شبہ کر سکتا ہے۔

صاحب بینہ اور تورات قبلہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع اسم قریب یعنے شاہد ہے، مفہوم یہ کہ شاہد سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہاں موسیٰ کی کتاب کا ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی صاحب بینہ یعنے امام مہدی کی گواہی دے گی یعنے تورات میں صاحب بینہ کی پیشین گوئی ہوگی چنانچہ کعب الاحبار سے مروی ہے انی لاجد المھدی مکتوبا فی اسفار الانبیاء" یعنے میں مہدی موعود کا ذکر انبیاء

علیہم السلام کی کتابوں میں پاتا ہوں۔ سالم امثل سے بھی مروی ہے کہ امام مہدی کا ذکر تورات میں ہے۔

یہ روایتیں ضعیف ہی سہی لیکن جب ضعیف کو کلام اللہ قوی کر رہا ہو اس میں ضعف کہاں رہا۔ جہاں فارقلیط کی خبر دی گئی ہے اس سے بھی مہدی علیہ السلام مراد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے۔

نحن ناتیکم بالتنزیل واما التاویل فسیاتی بہ الفارقلیط فی آخرالزمان (سراج الابصار مع مقدمہ ص ۱۰۴)	ہم تنزیل لے کر آئے ہیں اور تاویل آخر زمانہ میں فارقلیط لے کر آئے گا۔

نحن ناتیکم بالتنزیل (ہم تنزیل لے کر آئے ہیں) سے وہ تمام انبیاء مراد ہیں جن پر کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث (ہماری انبیاء کی جماعت نہ خود کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے) میں تمام انبیاء مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم صاحب تنزیل (کتاب) ہیں اور فارقلیط جن کے متعلق صاحب تاویل (بیان) ہونا بیان کیا گیا ہے وہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے رسول اللہ صلعم نہیں۔

اولئک یومنون بہ

اولئک یومنون بہ کے ذیل میں مودودی نے یہ لکھا ہے کہ بہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع قرآن ہے۔ حالانکہ اس آیت میں صاحب بینہ کا ذکر ہو رہا ہے قرآن کا نہیں! اس لحاظ سے بہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع من ہوگا جو افمن کان میں ہے اور یہی صاحب بینہ ہے۔ اب رہا اولئک تو یہ اسم اشارہ ہے لیکن اس آیت میں کوئی مشار الیہ بصیغہ جمع مذکور نہیں ہے اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ مشار الیہ معہود ہے اور مشار الیہ کو معہود قرار دینا، کلام اللہ کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے، ذیل میں ایک مثال دی جاتی ہے۔

ام لھم ملک السموات والارض وما بینھما فلیرتقوا فی الاسباب جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب (ص ع)	کیا ان کے واسطے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پس چاہیئے کہ وہ رسیوں سے (آسمان پر) چڑھ جائیں احزاب میں سے کوئی لشکر اس جگہ منہزم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ "اس جگہ" پر ایک لشکر کو ہزیمت ہوگی لیکن کونسی جگہ ہے اس کی صراحت نہیں ھنالک (اس جگہ) اسم اشارہ ہے لیکن اس کا مشار الیہ آیت میں مذکور نہیں ہے یہ معہود ہے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس کا مشار الیہ غزوہ بدر کا میدان ہے۔

(۱) محمد بن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

ھنالک یعنی ببدر مھزوم[1]۔ اس جگہ یعنے بدر میں ہزیمت ہوگی۔

(۲) امام فخر رازی نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

قال قتادہ ھنالک اشارۃ الی یوم بدر فاخبر اللہ تعالیٰ بمکۃ انہ سیھزم جند المشرکین	قتادہ نے کہا ہے کہ ھنالک اشارہ ہے غزوہ بدر کی طرف اللہ تعالیٰ نے مکہ میں یہ خبر دی کہ وہ مشرکین کے لشکر کو شکست دیگا

[1] تفسیر طبری (طبع مصر) الجزء الثالث والعشرون ص ۷۲۔

فجاء تاویلها یوم بدر و قیل یوم الخندق والاصوب عندی حمله علی یوم فتح مکه الی آخره[1]

پس اس کی تاویل یوم بدر ہوئی اور کہا گیا کہ یوم خندق ہے اور (فخر رازی کہتے ہیں) کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو فتح مکہ پر محمول کیا جائے۔

امر واقعی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے بعد مشرکین نے پہلی دفعہ غزوہ بدر میں شکست پائی اس لئے هنالك کا مشار الیہ بدر کا میدان ہی قرار پائیگا۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ پیشین گوئی کے ظاہر ہونے کے بعد غزوۂ بدر کو چھوڑ کر غزوہ خندق اور فتح مکہ کی طرف رجوع کریں جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلی فتح کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے "ولقد نصرکم الله ببدر وانتم اذلة (آل عمران رکوع ۱۳) تحقیق کہ اللہ نے تمہیں بدر میں نصرت دی حالانکہ تم بے سروسامان تھے۔

(۳) صاحب تفسیر حسینی نے هنالك کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

آنجا اشارت است بمصارع ایشاں در بدر[2]۔

هنالك یعنی اس جگہ اشارہ ہے ان کے پچھڑنے کی جگہ کی طرف بدر کے غزوہ میں۔

مذکورۂ بالا آیت جس میں لفظ هنالك آیا ہے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور سورۃ آل عمران جس میں غزوہ بدر کا ذکر ہے مدینہ منورہ میں۔ حاصل یہ کہ اسم اشارہ مکی آیت میں ہے اور اس کا مشار الیہ مدنی آیت میں۔

آیۂ افمن کان علی بینة من ربه میں رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا مبعوث ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اولئك کا مشار الیہ بھی وہی قوم قرار پائیگی جس کی رسول اللہ صلعم کے بعد آنے کی خبر دی گئی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول سے مخاطب ہو کر یہ خبر دی ہے۔

یا یها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه (المائدہ ع)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پس اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے ساتھ آئے گا جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اللہ سے ان کو محبت ہوگی۔

محمد ابن جریر طبری نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

وکان هذا الوعید من الله لمن سبق فی علمه انه سیرتد بعد وفاة نبیه محمد صلی الله علیه وسلم[3]۔

یہ وعید ہے اللہ کی جانب سے ان لوگوں کے لئے جن کی نسبت پہلے سے اللہ کے علم میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد یہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ لوگوں کا مرتد ہو جانا نبی علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہے

صاحب سراج الابصار نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

قال الحسن البصری علم الله ان قوما یرجعون عن الاسلام بعد موت النبی علیه السلام فاخبر انه سیاتی بقوم یحبهم ویحبونه کذا فی معالم التنزیل تحت هذه الآیة[4]

حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام سے پلٹ جائینگے پھر اس امر کی خبر دی کہ وہ ایسی قوم کے ساتھ آئیگا جو اسے محبوب ہوگی اور وہ اسے محبوب رکھیگی بمعالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں اسی طرح ہے۔

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ) الجزء السابع ص ۱۷۸۔ [2] تفسیر حسینی (طبع نولکشور جلد ثانی ص ۶۰۱)۔ [3] تفسیر ابن جریر طبری (طبع مصر) الجزء السادس ص ۱۶۲۔

رسول اللہ کی رحلت اور من یرتد منکم کا ظہور

میاں عالم باللہ کے استدلال سے بھی یہی ثابت ہے کہ آیۂ من یرتد منکم میں جس ارتداد کا ذکر کیا گیا ہے وہ وہی ہے جس کا وقوع رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد ہوا ہے اور یہ قبائل عرب کا ارتداد ہے میاں عبدالغفور سجاوندی نے بھی مذکورہ آیت کے ذیل میں یہی لکھا ہے۔

اخبر اللہ تعالے قل للمومنین الحاضرین من یرتد منکم عن دینہ فلیرتد واللہ غنی عن ایمانہ فسوف یاتی اللہ بقوم یعنی اللہ یاتی بقوم فی الاستقبال لیس فیھم شعبۃ الارتداد[1]	اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم کو خبر دی کہ کہہ دے ان مومنین سے جو حاضر ہیں جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پلٹتا ہے تو پلٹ جائے اس کے ایمان سے بے نیاز ہے، پس ایک قوم کو لائیگا یعنے اللہ زمانۂ مستقبل میں ایک قوم لائیگا جس میں مرتدوں کی شاخ نہ ہوگی۔

مذکورہ عبارت میں لفظ "الحاضرین" سے یہ ثابت ہے کہ مذکورہ آیت میں انہی لوگوں میں سے مرتد ہونے کی خبر دی گئی ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے، دوسروں کے ارتداد کی نہیں! اور وقوع بھی اسی طرح ہوا یعنے سوائے اہل مکہ، اہل مدینہ اور عبدالقیس کے جو بحرین سے تھے تمام عرب قبائل رسول اللہ صلعم کی رحلت کے بعد مرتد ہو گئے تھے[2]

یاتی اللہ بقوم کی خصوصیت

"لیس فیھم شعبۃ الارتداد" سے ظاہر ہے کہ جس قوم کے لانے کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں شاخ ارتداد نہ ہوگی پیشین گوئی کا یہ جزو بھی پورا ہو گیا یعنے امام علیہ السلام کی رحلت پر فتنۂ ارتداد رونما نہ ہوا۔

یہ بھی واضح رہے کہ مومنین کا مرتد ہو جانا اور قوم موعود کا لایا جانا بطور شرط و جزا کے آیا ہے اور شرط و جزا کے درمیان ایک مدت کا گزر جانا مورد اعتراض نہیں ہو سکتا مثلاً صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے یہ مروی ہے۔

اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ[3]	جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا منتظر رہ۔

امانت کے ضائع کئے جانے اور قیام قیامت کے درمیان نہیں معلوم کتنی مدت گزر جائے گی!!!

امام فخر رازی نے بھی اس آیت کے ذیل میں یہی روایت اس طرح درج کی ہے۔

قال الحسن رحمہ اللہ علم اللہ ان قوما یرجعون عن الاسلام بعد موت نبیھم فاخبرھم انہ سیاتی بقوم یحبھم ویحبونہ[4]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قوم کے آنے کا انتظار کیا گیا ہے۔ پس اس سے انصار یا حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم یا حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کی قوم مراد نہیں ہو سکتی جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس سے قطع نظر سوف مستقبل بعید کے لئے آتا ہے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بحر مواج میں اس آیت کے ذیل میں یہی لکھا ہے۔

لیکن آیہ مذکور متضمن وعدہ آوردن قوم مسطور در زمان مستقبل است روایت و ارد او در شان ابوبکر و انصار و سلمان رضی اللہ عنہم	لیکن مذکورہ آیت قوم مسطور کے زمانہ مستقبل میں لانے کے وعدہ کو متضمن ہے ابوبکرؓ و انصار اور سلمانؓ کی شان

---

[1] رسالہ شہردہ آیات [2] مواہب علیہ [3] اشعۃ اللمعات [4] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثالث صـ ۲۱۳۔

کہ در وقت ورود آیت حاضر بودند مشکل است مگر آنکہ مراد از فسوف یاتی اللہ بقوم آوردن در استقبال بود[1]

ہیں اس آیت کے وارد ہونے کی روایت درآں حالیکہ وہ نزول آیت کے وقت موجود تھے مشکل ہے۔ مگر یہ کہ فسوف یاتی اللہ بقوم سے قوم کا زمانہ مستقبل میں لانا مراد ہو۔

صاحب غرائب القرآن (المعروف بہ تفسیر نیشاپوری) نے اس آیت کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ بقوم سے قوم مہدی مراد ہے۔

لعل المراد بخروج المهدی هو ذلک[2]۔ امید کہ اس سے مہدی کا ظہور مراد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا آنا بطور پیشین گوئی مذکور ہے وہاں مبعوث من اللہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ سفر التثنیہ سے ثابت ہوتا ہے۔

جاء الرب من سینا واشرق لهم من سعیر وتلاء من جبل فاران[3] (اصحاح ۳۳۔ آیت ۲)

پروردگار سینا سے آیا اور ان کے لئے سعیر سے روشن ہوا اور کوہ فاران سے چمکا۔

کوہ سینا سے پروردگار کے آنے سے حضرت موسیٰؑ کا مبعوث ہونا اور کوہ سعیر سے اللہ کے روشن ہونے سے حضرت عیسیٰؑ کا ظہور اور کوہ فاران پر اللہ کے چمکنے سے رسول اللہ صلعم کا مبعوث ہونا مراد ہے۔

اسی طرح آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم میں قوم کے ساتھ اللہ کے آنے سے مبعوث من اللہ کا ظہور مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے قبل مبعوث ہو چکے ہیں اس لئے رسول اللہ صلعم کے بعد جس کے منجانب اللہ مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے امام مہدی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟۔

بقوم میں جس قوم کی خبر دی گئی ہے وہ امام مہدیؑ کی قوم ہے، یہ وہی قوم ہے جس کی طرف آیت زیر بحث میں اولئک کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے جس طرح کہ هنالک کے ذریعہ میدان بدر کی طرف اشارہ کیا گیا۔

کلام اللہ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف مشار الیہ معہود ہوتا ہے بلکہ ضمیر کا مرجع بھی معہود ہوتا ہے، آیہ انا انزلناہ اس پر شاہد ہے انزلناہ میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع یعنے قرآن اس آیت میں مذکور نہیں معہود ہے۔

بر سبیل تنزل اگر معترض کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے کہ انا میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع قرآن ہے تو جب بھی رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہے اس لئے کہ اولئک کا مشار الیہ صاحب بینہ اور ان کے مصدقین ہوں گے۔ ہماری یہ توضیح کلام اللہ کے اسلوب بیان کے بالکل مطابق ہے ذیل میں ایک مثال دی جاتی ہے۔

قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الٰه الا هو فهل انتم مسلمون[4] (ھود ع ۲)

کہہ کہ پس لے آؤ اس کی مانند دس سورتیں بنائی اور پکارو جس کو تم پکار سکو سوائے اللہ کے اگر تم سچے ہو پس اگر (یہ کفار) تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں پس تم جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے پس آیا ہو تم فرمانبرداری کرنے والے۔

---

[1] بحر مواج (سنٹرل لائبریری حیدر آباد) جزء اول ورق ۲۲۷۔ [2] غرائب القرآن ورغائب الفرقان (برحاشیہ تفسیر ابن جریر طبع مصر) الجزء السادس ص ۱۳۴ وغرائب القرآن (طبع ایران) جلد ثانی ص ۲۸۔

یہاں لفظ قل (کہہ) کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے' اس کے بعد لکم میں ضمیر جمع مخاطب لائی گئی ہے چونکہ قل میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے اس قرینہ کی بناء پر مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ لکم میں جو ضمیر ہے اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور آپ کے اصحاب بھی۔

صاحب کشاف نے فان لم یستجیبوا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

معناہ فان لم یستجیبوا لک وللمومنین لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمومنین کانوا یتحدونھم[1]	اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر آپ کا اور مومنین کا کہنا نہ کر سکیں' اس لئے کہ رسول اللہ صلعم اور مومنین کفار پر تحدی کرتے تھے۔

امام فخر رازی نے فان لم یستجیبوا کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

ھذا خطاب للرسول صلی اللہ علیہ وسلم وللمومنین والمراد ان الکفار ان لم یستجیبوا لکم فی الاتیان بالمعارضۃ فاعلموا انما انزل بعلم اللہ	یہ رسول اللہ صلعم سے خطاب ہے اور مومنین سے بھی اور اس سے یہ مراد ہے کہ کفار اگر تمہارا کہنا نہ کر سکیں قرآن کا معارضہ لانے میں پس جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔

اسی طرح آیہ افمن کان علی بینۃ صاحب بینہ کا ذکر بصیغہ واحد غائب کیا گیا ہے اس کے بعد اولئک اسم اشارہ آیا ہے چونکہ اس آیت میں پہلے صاحب بینہ کا ذکر کیا گیا ہے اس قرینہ کی بناء پر اولئک کا مشار الیہ صاحب بینہ اور ان کے مصدقین ہوں گے جس طرح کہ لکم کے مخاطب رسول اللہ صلعم اور آپ کے اصحاب قرار پائے ہیں اس بنا پر کہ اس سے قبل رسول اللہ صلعم سے خطاب کیا گیا ہے۔ اولئک میں صاحب بینہ اور ان کی جماعت سب شامل ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ صاحب بینہ قرآن پر ایمان لائیں گے یعنی اس کی تصدیق کریں گے جیسا کہ انبیائے سابقین نے لتومنن بہ ولتنصرنہ[2] (ضرور ان پر ایمان لانا یعنے اس کی تصدیق کرنا' اور ان کی مدد کرنا) کی بناء پر رسول اللہ صلعم کی تصدیق کی اور آپ کے اوصاف بیان کر کے اپنی اپنی امت کو تاکید کی کہ نبی آخر الزماں پر ایمان لا کر ان کو نصرت دیں۔ اسی طرح صاحب بینہ بھی قرآن کی تصدیق کریں گے اور آپ کی جماعت اس پر ایمان لائے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ مہدیؑ تو امت رسول کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور امت رسول قرآن پر ایمان رکھتی ہے تو اولئک یومنون بہ میں قوم مہدیؑ کی تخصیص کیسے یعنے وہ پہلے سے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں تو دوبارہ ایمان لانے کے کیا معنے' ہم اس جہل کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتے البتہ اہل نظر کو کلام اللہ کی جانب دعوت دیتے ہیں یہی مہدویت کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر (طبع قسطنطنیہ) الجزالخامس ص ۶۴ [2] سورہ آل عمران رکوع ۹

یا یھا الذین اٰمنوآ اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ (النساء ۲۰)

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔

کلام اللہ میں جہاں کہیں یا یھا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا ہے اس سے مسلمان ہی مراد ہیں۔ مشرکین، اہل کتاب اور منافقین نہیں۔ منافقین کے لئے "منافقین" اور "منافقات" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مشرکین اور اہل کتاب کو "مشرکین" اور "اہل الکتاب" کے الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ یا یھا الذین آمنوا میں مسلمان مخاطب ہیں اور آمنوا باللہ میں ایمان کے استحکام اور تکمیل کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اولئک یومنون بہ میں صاحب بینہ کی قوم کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ بدرجہ اتم قرآن پر ایمان لائے گی۔ اس اتمام ایمان کا ایک جلوہ مہدویت میں ہمیشہ روشن نظر آیا کیونکہ تمام مواعظ تفسیر کلام اللہ ہی کے دائرہ میں رہتے تھے اور اسی لئے تقریر تفسیر کو "بیان" کہتے تھے یعنے بیان القرآن۔

خلاصہ یہ کہ "بہ" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع صاحب بینہ ہے، بزعم مدعی اگر قرآن کو اس ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے تو بھی رسول اللہ صلعم کے بعد ایک صاحب بینہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ امام مہدی علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا!!۔

باب پنجم

صاحب بینہ کے مراتب

شیخ علی نے رسالۃ الرد میں یہ ادعا کیا ہے کہ مہدی کو معصوم ماننا صحیح نہیں ہے اور مولف ہدیہ نے یہ افترا کیا ہے کہ مہدوی، امام علیہ السلام کو رسول اللہ صلعم سے افضل مانتے ہیں[1] اس لئے یہ باب قائم کر کے امام مہدیؑ صاحب بینہ کے مراتب کی توضیح کیگئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے سے متعلق مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ بیان کیا ہے کہ "احادیث صحیحہ نص صریح ہیں فضیلت خاتم المرسلین میں"[2]

رسول اللہؐ نے اپنے مراتب سے متعلق مامور من اللہ کی حیثیت سے خبر دی ہے، موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے آپؐ کی بعثت سے متعلق جو خبر دی ہے صرف وہی مدار مراتب نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے بامر اللہ اپنے مراتب سے متعلق خبر دی ہے رسول اللہؐ نے آپ کی بعثت سے متعلق جو خبر دی ہے صرف وہی آپ کے لئے مدار مراتب نہیں ہو سکتا۔

رسول اللہ صلعم کو نبی آخر الزماں مان لینے کے بعد آپ کے ارشاد کی بنا پر آپ کو افضل الانبیاء مان لینا جس طرح ضروری ہے، اسی طرح امامؑ کو مہدی آخر الزماں مان لینے کے بعد آپ کے ارشادات کے مطابق آپ کے مراتب تسلیم کر لینا لازمی ہے۔

امام علیہ السلام کے ارشادات سے آپ کا جو مرتبہ ثابت ہو جائے اس سے کوئی مہدوی انکار نہیں کر سکتا جس طرح رسول اللہ صلعم کے ارشادات سے رسول اللہ صلعم کا جو مرتبہ ثابت ہو جائے کوئی مسلمان کسی طرح انکار نہیں کر سکتا!

یوں بھی ہر وہ امر دینی جو امامؑ کے ارشاد سے ثابت ہو جائے وہ بھی شریعت ہے، البتہ آپ کے منکر کا اعتراض دفع کرنے کے لئے آپ کے ارشاد کی توضیح قرآن و حدیث سے ذیل میں کی جاتی ہے۔

خصائص رسول اور امام مہدی

مخالفین مہدویہ کو یہ شبہ ہے کہ مہدویوں کا عقیدہ امام علیہ السلام کے مراتب کے باب میں کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہٹا ہوا ہے، مولف ہدیہ نے تو یہ افترا کیا ہے کہ مہدی امام علیہ السلام کے عام اصحاب کو بھی رسول اللہ صلعم کے برابر مانتے ہیں[3]

پہلے ہم رسول اللہ صلعم کی خصوصیات کا ذکر کرینگے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صـ ۲۰ [2] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) صـ ۲۷ [3] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صـ ۳۲

آپ صاحب بینہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد "قل انی علیٰ بینۃ من ربی" الانعام ع۷ (کہدو کہ میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں) اسی پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن حکیم کے اس حکم کے لحاظ سے رسول اللہ صلعم اور تمام انبیاء برابر ہیں۔

آپ ص خلق عظیم سے متصف ہیں آیۃ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ (تحقیق کہ آپ خلق عظیم پر ہیں)

اسی پر دلالت کرتا ہے۔

آپ ص سے قبل کسی کو خلق عظیم کی بشارت نہیں دی گئی۔

آپ ص کے خلق عظیم کی تفصیل یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء کے اخلاقی مختصات سے متصف تھے۔

صاحب مواھب لدنیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت باسعادت کے وقت آپ ص کی والدہ حضرت آمنہ رض نے منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا۔

اعطوہ خلق آدم ومعرفۃ شیث وشجاعۃ نوح وخلۃ ابراھیم ولسان اسماعیل ورضا اسحٰق وفصاحۃ صالح وحکمۃ لوط وبشریٰ یعقوب وشدۃ موسیٰ وصبر ایوب وطاعۃ یونس وجھاد یوشع وصوت داؤد وحب دانیال ووقار الیاس وعصمۃ یحییٰ وزھد عیسیٰ واغمسوہ فی اخلاق النبیین[1]

دو، اس کو آدم کا خلق، شیث کی معرفت، نوح کی شجاعت، ابراہیم کی خلت، اسماعیل کی لسان، اسحاق کی رضا، صالح کی فصاحت، لوط کی حکمت، یعقوب کا بشریٰ موسیٰ کی شدت، ایوب کا صبر یونس کی طاعت، یوشع کا جہاد، داؤد کی صورت، دانیال کی محبت، الیاس کا وقار، یحییٰ کی عصمت، عیسیٰ کا زہد، اور غوطہ دو اس کو اخلاق انبیاء کے دریا میں۔

اس سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام اخلاقی خوبیاں رسول اللہ صلعم میں جمع ہوگئی تھیں تمام انبیاء کا ہمتا یعنی شیطان مسلمان نہیں تھا اور رسول اللہ صلعم کا شیطان مسلمان ہوچکا تھا (اس کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہوچکی ہے)۔ یہی آپ کے خلق عظیم کی علت تھی۔

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے دفع ہلاکت امت کو عیسیٰ و مہدی اور اپنی ذات مبارک سے مختص فرمایا ہے۔

از روئے قرآن ثابت ہے کہ آپ ص اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہیں پس مہدی و عیسیٰ کا بھی اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہونا ثابت ہوا، اس لئے کہ جو صاحب بینہ نہ ہو وہ ہلاکت امت کا دافع نہیں ہوسکتا۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ امام مہدی، اخلاق میں رسول اللہ صلعم کے مشابہ ہوں گے اور امام مہدی کا خلق رسول اللہ ص کا خلق ہوگا، رسول اللہ صلعم کے ارشادات یشبہ فی لخلق[2] اور خلقہ خلقی[3] اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام مہدی بھی خلق عظیم سے متصف ہوں گے کیونکہ حدیث نبوی میں مہدی کے خلق کو رسول اللہ ص کا خلق قرار دیا گیا ہے اور خلق عظیم کا انحصار، ہمتا یعنے شیطان کے مسلمان ہوجانے پر ہے، اسی لئے امام مہدی کا ہمتا بھی مسلمان ہوگا،

---

[1] شرح زرقانی (طبع مصر) جلد اول ص ۱۳۶ تا ص ۱۳۸ ۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۳۲۱ ۔ [3] عقد الدرر الباب الثانی۔

اس کی بحث اس سے قبل ہو چکی۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام صاحب بینہ، خلیفۃ اللہ اور صاحب خلق عظیم ہیں رسول اللہ ؐ کے شیطان کی طرح آپ کا شیطان بھی مسلمان ہو گیا تھا، اسی بناء پر آپ کا ایمان بھی رسول اللہ صلعم کا ایمان تھا۔

رسول و مہدی کا ایمان مولف ہدیہ نے یہ لکھا ہے کہ مہدی کا ایمان ابوبکر کے ایمان سے کم ہوگا اور امام ؑ کے اس ارشاد پر اعتراض کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ مہدی کا ایمان اور رسول اللہ صلعم کا ایمان ایک ہے۔

واضح ہو کہ احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ کمال ایمان، خلق حسن پر موقوف ہے، طبرانی نے عمرو ابن عنبسہ سے روایت کی ہے۔

افضل الایمان خلق حسن[1]	افضل الایمان خلق حسن ہے۔

حاکم نے مستدرک میں یہ روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا ھذا حدیث صحیح لم یخرج فی الصحیحین[2]	ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مومنین میں انہی کا ایمان زیادہ کامل ہے جو خلق میں سب سے اچھے ہوں (حاکم کہتے ہیں کہ) یہ حدیث صحیح ہے لیکن صحیحین میں اس کی تخریج نہیں ہے۔

ابوداؤد اور دارمی نے بھی یہی روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا[3]	ابوہریرہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ایمان میں کامل ترین مومنین وہی ہیں جو از روئے اخلاق ان میں بہترین ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایمان کی افضلیت اور تکمیل، خلق حسن پر موقوف ہے رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کے خلق عظیم کی علت آپ کے ہمزاد یعنے شیطان کا مسلمان ہو جانا ہے لہذا رسول اللہ صلعم اور امام علیہ السلام کا ایمان کامل تھا اسب شواہد الولایت کی اس روایت کے معنے واضح ہو جاتے ہیں۔

پس آنحضرت فرمودند کہ ایمان ما ایمان محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (باب بست وسوم)	پس حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ ہمارا ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان ہے۔

حاشیہ شریف میں یہ مروی ہے۔

فرمودند ایمان نبی و مہدی کسے را روا نیست (صفحہ ۲۴۸)	امامؑ نے فرمایا کہ نبی اور مہدی کا ایمان کسی کو روا نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے اس لئے کہ نبی و مہدی کے سوا نہ کوئی خلق عظیم سے متصف ہے اور نہ کسی کا شیطان مسلمان، اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا اعتراض[4] باطل ٹھہرا۔

رسول اللہ صلعم کی نظیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر (الشوریٰ ع ۱)	کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

---

[1] کنز العمال (طبع اول) جلد اول صفحہ ۱۰ [2] المستدرک (طبع حیدرآباد دکن) جلد اول صفحہ ۳ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۱۲ [4] ہدیہ مہدویہ (طبع کانپور) صفحہ ۳۰۲

اس آیت سے ثابت ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے اور صرف اللہ ہی کی مثل ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لم یکن له کفوا احد (الاخلاص) | اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اس کے ذیل میں صاحب التیسیر نے یہ لکھا ہے۔

ای نظیرا و شبیها[1] | یعنے نظیر اور مانند۔

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظیر نہیں ہوسکتی لیکن احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر نبی کی نظیر ممکن ہے۔

ابن عباس کی روایت سے ظاہر ہے کہ ہر نبی کی ایک نظیر ہوتی ہے جلال الدین سیوطی صاحب الدر المنثور نے اللہ الذی خلق سبع سمٰوات کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححه والبیهقی فی الشعب وفی الاسماء والصفات عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قوله ومن الارض مثلهن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسیٰ کعیسی قال البیهقی اسناده صحیح ولکنه شاذ لابی الضحی علیه متابعا[2]

تخریج کی ہے ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے، ان کے علاوہ بیہقی نے شعب الایمان میں اور کتاب الاسماء والصفات میں اسکی تخریج کی ہے کہ ابو الضحی نے ابن عباس سے یہ آیہ ومن الارض مثلھن کے ذیل میں یہ روایت کی ہے کہ ابن عباس نے کہا سات زمین ہیں، ہر زمین میں تمہارے نبی کے جیسا نبی ہے آدم کے جیسا آدم اور نوح جیسے نوح اور ابراہیم جیسے ابراہیم اور عیسیٰ کے جیسے عیسیٰ، بیہقی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ شاذ ہے مجھے اس کا علم نہیں کہ اس روایت میں ابو الضحی کا اور بھی کوئی متابع ہے۔

شہاب الدین قسطلانی نے بھی ارشاد الساری میں یہی حدیث حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے روایت کی ہے[3]

مولوی عبد الحی فرنگی محلی نے اس حدیث کے اثبات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے موسوم بہ "زجر الناس علی انکار حدیث ابن عباس"، یہ رسالہ بڑی تقطیع کے اکتیس سطری بارہ صفحوں پر مشتمل ہے، اس میں یہ لکھا ہے۔

فانظر کلام هؤلاء الاجلة یظهر لک منه ان للاثر المذکور قوة فانه روی مختصرا ومطولا واحدهما یشهد الآخر ولویدة تائیدا اما المختصر فقال الحاکم فیه هذا الحدیث علی شرط البخاری ومسلم ووافقه الذهبی

پس ان اکابر کے کلام کو دیکھ کر تجھ پر ظاہر ہو جائے گا کہ اس روایت میں قوت ہے، اس لئے کہ یہ مختصر بھی روایت کی گئی ہے اور مطول بھی، ایک دوسرے کی تثبیت اور موید ہے، روایت مختصر کے باب میں حاکم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اس

---

[1] التیسیر فی التفسیر (تفسیر عربی قلمی نمبر ۶۳۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد ورق ۲۲۳ [2] الدر المنثور (طبع مصر) الجزء السادس ص ۲۳۸۔
[3] ارشاد الساری (طبع مصر) الجزء الخامس، ص ۲۴۳۔

وحکم علی اسنادہ بالصحۃ العسقلانی وسکت علیہ الشبلی[1] والزرقانی واما المطول فحکم الحاکم علی اسنادہ بالصحۃ ووافقہ البیہقی الا انہ اعلہ بالشذوذ وستعرف انہ ھھنا لیس بعلۃ قادحۃ وسکت علی ذلک السیوطی وحکم علیہ الذھبی بالحسن وسکت علیہ الشبلی وکذا السیوطی فی کتابہ لقط المرجان فی اخبار الجان ومما یشھد بکونہ قابلا للاحتجاج ان العسقلانی والشبلی والسیوطی ذکروہ فی معرض الاحتجاج فلیعلم ذلک[3]۔

باب میں حاکم کی موافقت کی ہے اور ابن حجر عسقلانی نے یہ فیصلہ کردیا کہ اس کی سند صحیح ہے شبلی اور زرقانی نے اس باب میں سکوت کیا ہے، اب رہی مطول روایت تو حاکم نے اس کی سند کو صحیح مانا ہے اور بیہقی نے اس کی موافقت کی ہے بجز اس کے کہ بیہقی نے اس میں شاذ کی علت قائم کی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ اس مقام پر شاذ ہونا کوئی علت مانعہ نہیں ہے اور سیوطی نے اس کے باب میں سکوت کیا ہے اسی طرح سیوطی نے بھی اپنی کتاب "لقط المرجان فی اخبار الجان" میں جو بات کہ اس روایت کی حجت اور سند ہونے کی قابلیت ظاہر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عسقلانی اور شبلی اور سیوطی نے محل بحث و احتجاج[2] میں اس کا ذکر کیا ہے یہ بات جان لینے کی ہے۔

اس کے بعد مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے اس امر سے بحث کی ہے کہ بیہقی کا اس روایت کو شاذ کہنا اس کی صحت کی منافی نہیں ہے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے۔

فنقول لیس الشذوذ فی ما نحن فیہ الا لمجرد تفرد ابی الضحی مسلم بن صبیح بروایۃ وھو ثقۃ فی نفسہ لا لکون روایتہ مخالفۃ لروایۃ من ھو اوثق منہ فلیس الشذوذ ھھنا شذوذا مردودا منافیا للصحۃ بل ھو مقبول ومن ثم حسنہ الذھبی وصححہ الحاکم والبیہقی کیف ولو کان فیہ شذوذ مناف للصحۃ لکان بین حکم البیہقی بالصحۃ وبین الحکم بالشذوذ منافاۃ واضحۃ وبالجملۃ فلا ریب فی کونہ سند الاثر المذکور صحیحا او حسنا وان کان شاذا فمن شک علیہ فقد جھل ما نص علیہ الائمۃ وخالف ما مشی علیہ الاجلۃ[4]

ہم کہتے ہیں کہ جس روایت کے متعلق ہم بحث کر رہے ہیں اس کے شاذ ہونے کی ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح کے اپنی روایت میں منفرد ہونے کے علاوہ اور کوئی علت نہیں ہے وہ فی نفسہ ثقہ ہیں، اس بناء پر نہیں کہ ان کی روایت اُن سے زیادہ ثقہ کی روایت کے مخالف ہے پس یہ علت شاذہ مردودہ نہیں ہے بلکہ مقبول ہے صحت کے منافی نہیں ہے اسی بناء پر ذھبی نے اس کو حسن مانا ہے، حاکم اور بیہقی نے اس کو صحیح تسلیم کیا ہے، اگر اس میں علت شاذہ منافی صحت ہوتی تو بیہقی کے اس کو صحیح ماننے اور شاذ ماننے میں پوری پوری منافات ہوتی، حاصل یہ کہ روایت مذکور کے صحیح یا حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اگرچہ یہ شاذ ہے جس نے اس میں شک کیا اس نے منصوصات ائمہ کو نہ مانا اور اکابر کے مذہب کا خلاف کیا۔

مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے اپنی دوسری تصنیف دافع الوسواس عن اثر ابن عباس میں یہ لکھا ہے "جاننا چاہیئے کہ اثر

---

[1] قاضی بدرالدین شبلی الحنفی تلمیذ الذھبی [2] بحث کے پیرایہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ [3] و [4] مجموعۃ الرسائل (مطبع مصطفائی ۱۳۰۳ھ)

اثر ابن عباس صحیح السند ہے روایت اس کی معتمد ہے وقف اس کا صوری ہے حقیقت میں وہ مرفوع حکمی ہے، شذوذ و اختلاط و اجمال وغیرہ اس کی صحت میں قادح نہیں، مضمون اس کا معارض مخالف قرآن وحدیث و اجماع نہیں[1]"

حاصل یہ کہ ابن عباس کی روایت صحیح ہے اس سے قبل حدیث لیشبہ فی الخلق کے ذیل میں اس امر کا اثبات ہو چکا کہ امام مہدی صورت اور سیرت میں رسول اللہ صلعم کے پورے پورے مشابہ ہونگے، اس حدیث سے اور روایت زیر بحث سے یہ ثابت ہے کہ امام مہدی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ہیں

اب رہا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلعم کی نظیر عقلاً ممکن نہیں ہے تو یہ بحث ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی فضل حق خیرآبادی (المتوفی ۱۲۷۸ھ) نے شاہ اسماعیل المتوفی ۱۲۴۶ھ (نبیرۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے مقابلہ میں اٹھائی تھی فضل حق خیرآبادی نے ۱۲۴۱ھ میں اس بات میں تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی[2] لکھا، اس کا جواب مولوی حیدر علی رامپوری متوطن ٹونک (المتوفی ۱۲۷۳ھ) نے دیا، مولوی فضل حق خیرآبادی نے بطور جواب الجواب کتاب امتناع النظیر لکھی۔

فضل حق خیرآبادی نے اپنی کتاب کا نام ہی امتناع النظیر رکھا حالانکہ ابن عباس کی روایت سے جس کے اثبات میں مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے دو رسالے لکھے ہیں، ہر نبی کی نظیر ہونا ممکن ہے۔

مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے اپنے رسالہ کا نام "زجر الناس علی انکار حدیث ابن عباس" رکھا، یہاں الناس سے مراد غالباً مولوی فضل حق اور ان کی جماعت ہے، کیونکہ انہی لوگوں کو اس حدیث کے مفہوم سے شدید انکار تھا۔

امتناع النظیر[3] کا وہ نسخہ جو مصنف کے بالواسطہ شاگرد سید شاہ سلیمان اشرف (سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) نے شائع کیا ہے ہمارے پیش نظر ہے، مصنف نے ابن عباس کی روایت فی کل ارض نبی کنبکم کا نہ تو ذکر کیا اور نہ اس سے تعرض کیا، کوئی ایسی کتاب جس کا موضوع امکان نظیر ہو یا امتناع نظیر، اس میں حدیث ابن عباس سے بحث نہ کی جائے تو وہ محدثین اور متکلمین کے نزدیک قالب بے جان ہی متصور ہوگی۔

مولوی فضل حق کے بیٹے مولوی عبدالحق خیرآبادی (المتوفی ۱۳۱۷ھ) حیدرآباد دکن آئے تو یہاں بھی یہ مسئلہ چھڑ گیا۔ کتاب اخبار الصنادید اور مقدمہ الثورۃ الہندیہ میں مولوی عبدالحق خیرآبادی کا حیدرآباد دکن آنا اور ان کے نام منصب جاری ہونا بیان کیا گیا ہے۔

صاحب اخبار الصنادید نے یہ لکھا ہے۔

"جب تک مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی زندہ رہے تو وہ نواب صدیق حسن کے کلام پر اعتراض کرتے رہے نواب صاحب ان کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ یہ چاہتے رہے کہ مولوی عبدالحق صاحب بھوپال آجائیں۔ نواب سید کلب علی خاں کے انتقال کے بعد یہاں کا سلسلہ روزگار جاتا رہا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ مولوی عبدالحی صاحب انتقال کر چکے تھے یہ بامید قدردانی بھوپال ہوتے ہوئے حیدرآباد آگئے تو منصب داروں میں دو سو روپے ماہوار مقرر ہو گئے"[4]

مقدمہ الثورۃ الہندیہ میں بھی یہی مذکور ہے کہ نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد عبدالحق خیرآباد چلے گئے اور کچھ

---

[1] دافع الوسواس (طبع مطبع علوی لکھنؤ ص ۲۲) [2] یہ رسالہ الابطال الطغوی فی تحقیق الفتوی کے نام سے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے (فتاوی عزیزی قلمی ص ۲۲)
[3] امتناع النظیر (طبع ۱۹۰۸ء جاوید پریس جونپور) [4] اخبار الصنادید یعنی تاریخ رامپور (طبع نول کشور ۱۹۱۷ء ص ۹۸۸ و ۹۸۹)

دونوں بعد حیدرآباد دکن کا سفر کیا۔

نواب کلب علی خاں اور مولوی عبدالحی فرنگی محلی کا سنہ وفات ۱۳۰۴ھ ہے جیسا کہ اخبار الصنادید اور تذکرہ علمائے ہند میں مذکور ہے اس لحاظ سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولوی عبدالحق خیرآبادی نے ۱۳۰۴ھ کے بعد حیدرآباد دکن کا سفر کیا ہے، حیدرآباد دکن میں یہ مولوی محمود ناظم نظم جمعیت (المتوفی ۱۳۱۳ھ) کے مہمان تھے یہ ۱۳۰۶ھ کا واقعہ ہے۔

قرینہ اس کا یہ ہے کہ بتاریخ ۱۴ محرم ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۸۹ء آسمانجاہ نے میر محبوب علی خاں نظام دکن کے نام ایک مکتوب مولوی عبدالحق خیرآبادی سے متعلق لکھا ہے اس مکتوب کی ابتدا میں یہ مندرج ہے۔

"مولوی عبدالحق صاحب جن کو سرکار انگریزی سے شمس العلماء کا خطاب اور تمغہ ملا ہے حیدرآباد آئے ہوئے ہیں وہ بھی بڑے عالم اور صاحب تصانیف ہیں ..... لہٰذا خانہ زاد کے نزدیک دو سو روپیہ ماہوار کلداران کے واسطے حین حیات کر دینا مناسب ہے الی آخرہ" (نقوش مکاتیب نمبر مطبوعہ لاہور ص ۷۹۴)

مولوی محمود کو مولوی عبدالصمد قندھاری سے ارادت مندی تھی، مولوی عبدالحق کے قیام کے زمانہ میں فاضل قندھاری ایک روز مولوی محمود کے ہاں آئے نظیر مصطفیٰ کے ممکن ہونے کے باب میں مولوی عبدالحق خیرآبادی کو جو آبائی شجاعت تھے مولوی محمود نے فاضل قندھاری سے بیان کئے۔

خصم کے استدلال کی بنیاد رسول اللہ صلعم کا خاتمیت سے متصف ہونا تھا، فاضل قندھاری نے جواب دیا کہ اس کے باوجود رسول اللہ کا وجود تین حال سے خالی نہیں واجب ہوگا یا ممتنع لذاتہ ہوگا یا ممکن، واجب تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کا وجود واجب تسلیم کر لیا جائے تو تعدد باری لازم آئیگا۔ ممتنع لذاتہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ممتنع لذاتہ اس کو کہتے ہیں جو معدوم محض ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم کا وجود ظہور میں آچکا، اب صرف تیسری صورت رہ جاتی ہے یعنے رسول اللہ صلعم کا وجود ممکن ہے۔ جب ایک شئی ممکن ہو تو اس کی نظیر کس طرح غیر ممکن ہوگی حاصل یہ کہ نظیر ممکن، ممکن ہے۔

فاضل قندھاری نے دلیل نقلی کے طور پر حدیث فی کل ارض نبی کنبکم پیش کی۔ مولوی عبدالصمد قندھاری نے وہ تقریر جس کا خلاصہ اوپر درج کیا گیا ہے، مولوی عبدالحق خیرآبادی کی موجودگی میں کی لیکن فاضل خیرآبادی نے اس استدلال سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ (فاضل قندھاری کے اسی استدلال کو بعض نے بلا حوالہ نقل کر دیا ہے)

مولوی حیدر علی رامپوری نے یہ بحث کی ہے کہ خاتم الانبیاء کے ہم مرتبہ ہونے کے لئے خاتم الانبیاء ہونا ضروری نہیں ہے، اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد تساوی و برابری در شرف و عزت باشد گو وجوہ و اسباب آن در متساوین مختلف باشند چنانکہ زید کہ مہتمم ملک است و عمر کہ مہتمم عسکر است ہر دو بادشاہ ہر دو شرف و عزت برابر میدارند پس می توان گفت کہ ہر دو نزد بادشاہ متساوی اند[1]	مراد تسویت اور برابری ہے شرف عزت میں گو اس کے وجوہ اور اسباب دو متساوی میں مختلف ہوں جیسا کہ زید مہتمم ملک ہے اور عمر مہتمم لشکر ہے اور بادشاہ کے نزدیک دونوں شرف اور عزت برابر رکھتے ہیں، پس کہہ سکتے ہیں کہ دونوں بادشاہ کے نزدیک متساوی یعنے برابر ہیں۔

[1] امتناع النظیر (طبع جادو پریس بلدہ جونپور ۱۹۰۸ء) ص ۱۸۲ و ص ۱۸۳۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم کی نظیر کا ممکن ہونا عقلاً اور نقلاً درست ہے اور وہ امام مہدی صاحب بینہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا خصوصاً جب کہ امام علیہ السلام کا شیطان بھی رسول اللہ صلعم کے شیطان کی طرح مسلمان ہوچکا ہو اور امامؑ کا ایمان رسول اللہ صلعم کے ایمان کی طرح کامل ہو!

ختمیت کی مماثلت مولوی حیدر علی رامپوری نے یہ بحث کی ہے کہ خاتم الانبیاء کا ہم مرتبہ ہونے کے لئے خاتم الانبیا ہونا ضروری نہیں ہے، احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ بھی ختمیت سے متصف ہیں یعنی خاتم دین ہیں، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(ا) صاحب عقد الدرر نے الباب الثانی میں یہ روایت کی ہے۔

عن امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ امنا المھدی او من غیرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل منا یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا وذکر باقی الحدیث اخرجہ جماعۃ من الحفاظ فی کتبھم منھم ابو القاسم الطبرانی وابو نعیم الاصفھانی وعبد الرحمن ابن حاتم وابو عبد اللہ نعیم بن حماد وغیرھم[1]۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مہدی ہم میں سے ہوں گے یا اوروں میں سے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ وہ ہمیں میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہی پر دین کو ختم فرمائے گا جیسا کہ شروع میں کیا ہے اس کو ہم سے اور ذکر کیا باقی حدیث کا، تخریج کی ہے حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں ان میں سے ابو القاسم طبرانی ابو نعیم اصفہانی عبد الرحمن ابن حاتم اور ابو عبد اللہ نعیم بن حماد وغیرہم ہیں۔

(ب) صاحب عقد الدرر نے الباب السابع میں یہ روایت کی ہے۔

عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا اخرجہ الحافظ ابو بکر البیھقی[2]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے مہدی ہمیں میں سے ہے ختم فرمائیگا اللہ تعالیٰ اس پر دین کو جس طرح کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے تخریج کی ہے اس کی حافظ ابو بکر بیہقی نے۔

ان روایتوں سے ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ امام مہدی پر دین کو ختم فرماوے گا پس امام مہدی بھی ختمیت سے متصف ہیں یعنی خاتم دین ہیں۔

مہدی کا معصوم ہونا میاں عبد الملک سجاوندی نے مہدی کے معصوم ہونے کے باب میں یہ لکھا ہے۔

یفھم من الاحادیث الآثار والاقوال انہ معصوم (منہاج التقویم ص۱۰۸)

احادیث، آثار اور اقوال سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مہدی معصوم ہیں۔

اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ابن ماجہ نے ثوبان کی روایت سے جو حدیث باب المہدی میں، درج کی ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

---

[1] عقد الدرر الباب الثانی (حدیث عربی قلمی انٹیٹیوٹ نیشنل لائبریری نمبر ۴۶۷ ص ۲۹ و ۳۰ [2] عقد الدرر الباب السابع (حدیث عربی قلمی ص ۲۲۴

فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی۔

پس اس سے بیعت کرو اگر چہ تمہیں برف پر رینگنا ہو، پس تحقیق کہ وہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے۔

خلیفۃ اللہ بھی نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث سے ظاہر ہے۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بعث اللہ من نبی ولا استخلف من خلیفۃ الا کانت لہ بطانتان بطانۃ تامرہ بالمعروف وتحضہ علیہ وبطانۃ تامرہ بالشر وتحضہ علیہ والمعصوم من عصمہ اللہ رواہ البخاری [1]

ابی سعید سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اور نہ بنایا کسی کو اپنا خلیفہ مگر یہ کہ اس کے لئے دو اندرونی دوست ہوتے ہیں ایک اس کو حکم دیتا ہے نیکی کا اور اس کو اسی پر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اس کو حکم دیتا ہے شر کا اور اس کو اسی پر برانگیختہ کرتا ہے اور معصوم وہی ہے جس کو اللہ بچائے (گناہ سے) روایت کی ہے اس کی بخاری نے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خلیفہ بھی اسی معنے میں معصوم ہے جس معنے میں کہ نبی معصوم ہوتا ہے، پس مذکورہ حدیث میں خلیفہ سے مراد وہ خلیفہ ہے جس کو خلافت حق حاصل ہے یعنے خلیفۃ اللہ، اس سے وہ خلفاء مراد نہیں ہو سکتے جنھیں صرف ریاست خلق حاصل تھی۔

کلام اللہ میں نبی کے لئے بھی لفظ خلیفہ آیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

یٰداود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ص ع ۲)۔

اے داود تحقیق ہم نے تجھکو زمین پر خلیفہ بنایا۔

یہ اس لئے کہ خلیفۃ اللہ بھی نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بھی مہدی خلیفۃ اللہ کو انبیاء کی طرح دافع ہلاکت امت قرار دیا ہے جیسا کہ زرین کی مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا [2]

کیونکر ہلاک ہوگی وہ امت جس کے اول میں میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں ہوگا۔

اس حدیث کے ذیل میں میاں عبدالملک سجاوندی نے یہ لکھا ہے۔

ذکر النبی علیہ السلام بین النبیین وجعلہ سببا لنجاۃ الامۃ عن عذاب الاستیصال کما جعل نفسہ وعیسیٰ سبب نجاتھا فنفی الھلاک بوجود ھولاء الثلاثۃ فلو لم یکن معصوما لکان فردا من افرادھا فکیف یکون سببا لنجاتھا [3]

نبی علیہ السلام نے مہدی کا ذکر دو نبیوں کے درمیان کیا اور عذاب استیصال (بیخ کنی) سے امت کی نجات کا سبب آپ کو بنایا جیسا کہ اپنی ذات کو اور عیسیٰ کو امت کی نجات کا سبب بنایا، پس ان تینوں کے وجود سے ہلاکت کی نفی کی گئی پس اگر مہدی معصوم نہ ہوتے تو افراد امت میں سے ایک فرد ہوتے پس کس طرح امت کی نجات کا سبب ہوتے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث صـ ۳۰۹ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ ۷۵۴ [3] منہاج التقویم مطبوعہ صـ ۱۰۸۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح مہدی کا دافع ہلاکت امت اور امت کی نجات کا سبب ہونا ہی مہدی کے معصوم ہونے کی دلیل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں مہدی کے باب میں یہ بھی آیا ہے۔

یصلحه الله فی لیلة	اللہ تعالیٰ مہدی میں، ایک ہی رات میں صلاحیت پیدا کر دیگا۔

بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے الختم ختمان والی تحریر میں اور میاں عبدالملک سجاوندی نے سراج الابصار میں اس سے استدلال فرمایا ہے، سراج الابصار کی عبارت یہ ہے۔

فی لیلة واحدة ای فی بعضها وهذه القصه لاتدخل تحت الرقم ولایذکر لطولها ولقد صدق الراوی عن امیرالمومنین علی کرم الله وجهه (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۲۱۴)	ایک ہی رات میں یعنے رات کے کچھ حصہ میں، یہ قصہ نہ لکھا جا سکتا ہے اور نہ اپنے طول کی وجہ سے بیان کیا جا سکتا ہے اور فی الواقع راوی نے امیرالمومنین سے سچی روایت کی ہے۔

اس حدیث کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہے کہ مہدی کو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض حاصل ہوگا اور جس کو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیضان مل جائے وہی امت کی نجات کا سبب ہے، وہی دافع ہلاکت امت ہے اور وہی معصوم ہے، رسول اللہ صلعم نے مہدی سے متعلق خُلقہ خُلقی[1] (اس کا خُلق میرا خُلق ہوگا) بھی فرمایا ہے۔

اگر مہدی، رسول اللہ کی طرح معصوم نہ ہوں تو آپ کا خُلق، رسول اللہ ؐ کا خلق کس طرح ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ سے متعلق یہ بھی خبر دی ہے۔

یختم الله به الدین کما فتحه بنا[2]	اللہ تعالیٰ اس پر دین کو ختم فرمائے گا جس طرح کہ اس کو ہم سے شروع کیا ہے۔

جب دین کا آغاز نبی معصوم سے ہوا ہے تو اس کی ختمیت ایک غیر معصوم پر کس طرح قرار پائے گی؟ یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مہدی معصوم ہوگا۔

رسول اللہ صلعم نے مہدی سے متعلق یہ بھی فرمایا ہے۔

یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان[3]	وہ آخر زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کر دے گا جس طرح کہ اول زمانہ میں، میں نے اس کو قائم کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح جو معصوم نہ ہو وہ رسول اللہ صلعم کی طرح قائم بالدین نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث بھی مہدی کے معصوم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے۔

---

[1] عقد الدرر الباب الثانی [2] عقد الدرر الباب الاول [3] عقد الدرر الباب السابع

فعرفنا انه متبع لا مشرع وانه معصوم من الخطا[1] | پس ہم نے جان لیا کہ مہدی متبع ہیں، نئی شریعت والے نہیں، اور مہدی معصوم عن الخطا ہیں۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے خصائص مہدی میں، مہدی کا قطعی طور پر معصوم ہونا بھی بیان کیا ہے آپ کی عبارت یہ ہے

والمهدی علم عصمته من الخطا بالقطع بقول النبی[2] | مہدی کا قطعی طور پر معصوم عن الخطا ہونا فرمان نبی سے معلوم ہو چکا ہے

قطعی طور پر وہی معصوم ہوتا ہے جو نبی ہو یا جس میں صفت نبوت ہو۔

ظاہر ہے کہ اولاد آدم میں جو نبی یا خلیفۃ اللہ نہ ہو وہ قطعی طور پر معصوم نہیں ہو سکتا اور یہ امر مسلم ہے کہ عصمت شرط نبوت ہے اور مہدی بھی عصمت سے متصف ہیں اور عصمت مہدی کے خصائص سے ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؒ نے حدیث کیف تهلك امة سے استدلال کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا ہے۔

والامامة لا يمكن بعد النبی الا لاثنين وهما المهدی وعيسیٰ لان الامامة لا تصح الا لمن يكون سبب النجاة لامته ويتجه امة باقتدائه[3] | نبی علیہ السلام کے بعد امامت ممکن نہیں ہے مگر دو ہی شخصوں کے لئے اور وہ مہدی و عیسیٰ ہیں، اس لئے کہ امامت اسی شخص کے لئے درست ہے جو اپنی امت کی نجات کا سبب ہو اور اس کی پیروی کی وجہ سے اس کی امت نجات پا سکے۔

اس عبارت سے تین امور ثابت ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد امامت صرف دو کو حاصل ہے یعنی مہدی و عیسیٰ کو، دوسرے یہ کہ رسول اللہ کی اور مہدی کی امامت معصوم کی امامت ہے، تیسرے یہ کہ مہدی کی اقتداء سے مہدی کی امت نجات پائے گی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مہدی صاحب امت ہوں گے اور صاحب امت معصوم ہوتا ہے۔

اس سے قطع نظر خود مولف ہدیہ نے مہدی کا بالاتفاق معصوم ہونا اس طرح تسلیم کر لیا ہے۔ "لا یخطی بالاتفاق مہدی کی شان ہے"[4]

مہدیؑ اور اولی الامر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولی الامر منكم۔ (النساء ع ۸) | اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں سے ہیں۔

صاحب مخزن الدلائل نے لکھا ہے کہ مہدی بھی منجملہ اولی الامر ہیں مخزن الدلائل کی عبارت یہ ہے۔

لانه من اولی الامر لقوله تعالیٰ اطيعوا الله واطيعوا الرسول و اولی الامر منكم۔ | اس لئے کہ وہ یعنی مہدی اولی الامر سے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان سے کہ اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تم میں کے صاحبان امر کی۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کی اطاعت فرض ہے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کی اطاعت فرض نہیں ہے سوائے مہدیؑ اور عیسیٰؑ کے، اس لئے کہ ہر دو خلیفۃ اللہ ہیں اور معصوم ہیں۔

اس لحاظ سے "اولی الامر" سے مراد مہدیؑ اور عیسیٰؑ ہوں گے کیونکہ یہی رسول اللہ صلعم کے بعد ما مور من اللہ ہیں

---

[1] خصائص امام مہدی موعود صـ۶ [2] خصائص امام مہدی موعود صـ [3] بعض الآیات صـ۳ [4] ہدیہ مہدویہ طبع اول صـ۹۹۔

اور انہی کی اطاعت فرض ہے۔

اب رہا یہ شبہ کہ "اولی الامر" بہ صیغہ جمع ہے، اس کا دو یعنے مہدی اور عیسیٰ پر کس طرح اطلاق ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نبوی میں دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوا ہے اس لئے کہ دو اقل جمع ہے۔

عن عقبہ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوٰۃ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی و البیھقی فی الدعوات الکبیر[1]

روایت ہے کہ عقبہ بن عامر سے کہا، حکم کیا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ پڑھوں میں معوذات پیچھے ہر نماز کے، روایت کی اس کی احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے اور بیہقی نے دعوت الکبیر میں۔

اس حدیث میں "معوذات" سے وہ سورتیں مراد ہیں جن کے سرے پر لفظ "اعوذ" آیا ہے یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے

معوذات بکسر واو وتشدید آں سورتہائے کہ در اول آں استعاذہ است، می گویند آں خود دو سورہ بیش نیست قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وجواب می گویند کہ گاہی لفظ جمع را بر دو نیز اطلاق میکنند

معوذات بکسر واو وتشدید واو، وہ سورتیں ہیں جن کی ابتداء میں استعاذہ ہے، کہتے ہیں کہ وہ خود دو سورتوں سے زیادہ نہیں ہیں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور جواب دیتے ہیں کہ کبھی دو پر بھی جمع کا اطلاق کرتے ہیں۔

صاحب مظاہر حق نے مذکورہ حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے "اور لفظ معوذات کا جمع اس لئے لائے کہ اقل جمع دو ہیں"۔

اگر یہ کہا جائے کہ اولی الامر سے مراد خلفائے راشدین ہیں تو جواباً کہا جائیگا کہ خلیفۃ الرسول پر صاحب الامر کا اطلاق ہوسکتا ہے تو جو خلیفۃ اللہ ہے اس پر بدرجۂ اولیٰ اس کا اطلاق ہوگا!

حاصل یہ کہ جس طرح رسول اللہ صلعم اور عیسیٰ علیہ السلام صاحب الامر ہیں اسی طرح امام علیہ السلام بھی صاحب الامر ہیں اگر یہ صاحب الامر نہ ہوں تو دافع ہلاکت امت کس طرح ہوں گے؟

مہدی اور امر اللہ بندگی میاں سید خوندمیر نے یہ فرمایا ہے۔

فاعلم ان المھدی یکون تابعا لہ فی الدعوۃ الی اللہ وھو المامور بالدعوۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامورا لان المھدی یکون کاملا فی اتباعہ فان قیل ما المعنی کاملا فی اتباعہ ای یتبعہ فی احکام الشریعۃ بالوحی[2]۔

پس جان کر مہدی تابع ہوگے رسول اللہ صلعم کے دعوت الی اللہ میں اور آپ دعوت پر مامور ہیں جیسا کہ رسول اللہ دعوت پر مامور تھے اس لئے کہ مہدی، رسول اللہ صلعم کے اتباع میں کامل ہونگے اور اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم کے اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے یعنے مہدی رسول اللہ کا اتباع کرینگے شریعت کے احکام میں وحی کی بنا پر۔

اس عبارت میں بالوحی (جار ومجرور) متعلق ہے یتبعہ سے، پس معنے یہی ہوں گے کہ اتباع کرینگے مہدی رسول اللہ

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] بعض آیات مطبوعہ صـ۔

کا احکام شریعت میں، وحی کی بناء پر۔

بندگی میاں سید خوندمیر رض نے حدیث کیف تھلک امتہ کے ذیل میں یہ بیان فرمایا ہے۔

اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الحدیث ان لا تخرج امتہ من الھلاک الا بواسطۃ اقتدائھما واتباعھما لانھما علیھما السلام یدعون الی اللہ بالوحی وبالحجۃ القاطعۃ (بعض الآیات مطبوعہ ص۳۰)

خبر دی نبی صلعم نے اس حدیث میں کہ نہیں نکلے گی آپ کی امت ہلاکت سے مگر ان دونوں (مہدی وعیسیٰ) کی اقتداء اور اتباع سے اس لئے کہ وہ دعوت دیتے ہیں اللہ کی طرف وحی سے اور حجۃ قاطعہ سے۔

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود صاحب وحی ہوں گے۔

صاحب[1] انصاف نامہ نے یہ روایت کی ہے۔

نیز فرمودند ثم ان علینا بیانہ ای بلسان المھدی مبین القرآن باعلام وحی ربانی (باب۱۲)

نیز فرمایا کہ پھر تحقیق اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے یعنے مہدی کی زبان سے جو مبین قرآن ہے وحی ربانی کی اطلاع سے۔

میاں عبدالغفور سجاوندی رح نے بھی یہ بیان کیا ہے۔

ای اوحی اللہ الی المھدی معنی القرآن بلا واسطۃ[2]

یعنے وحی کی اللہ تعالیٰ نے معنے قرآن مہدی کی طرف بلا کسی واسطے کے

پس یہ امر ثابت ہے کہ مہدی موعود وحی کی بناء پر شریعت کا اتباع کریں گے، وحی کی بناء پر دعوت الی اللہ دینگے اور وحی کی بناء پر بیان قرآن فرمائیں گے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ امام علیہ السلام سے متعلق وحی کا جو ذکر کیا گیا ہے آخر اس سے کیا مراد ہے؟

حاشیہ انصاف نامہ کی روایت سے اس کی توضیح ہو جاتی ہے۔

نقل است یک مرد پیش حضرت میراں علیہ السلام آمدہ نیت کردہ بود اگر مہدی موعود حق است مارا خربوزہ خواند چوں حضرت دیدند فرمودند مارا خدائے تعالیٰ خربوزہ خوانید نفرستادہ است ما بامر اللہ ہستیم ہر چہ امر می شود می کنیم و می گوئیم چرا کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی فرمود۔

(حاشیہ شریف مطبوعہ ص۴۸)

منقول ہے کہ ایک شخص امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے یہ نیت کی تھی اگر مہدی موعود حق ہیں تو ہمیں خربوزہ کھلائینگے جب حضرتؑ نے دیکھا تو فرمایا خدا تعالیٰ ہم کو خربوزہ کھلانے کے لئے نہیں بھیجا ہے ہم امر الٰہی پر ہیں جو کچھ حکم ہوتا ہے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیونکہ "میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے" فرمایا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام امر اللہ پر ہیں اور امر اللہ کی توضیح میں آپنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا کہ نہیں اتباع کرتا ہوں مگر اس چیز کی جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔

---

[1] انصاف نامہ مع حاشیہ کے مولف میاں ولی ابن یوسف اصحاب امامؑ کے جلیل القدر تابعین سے ہیں آپ چھیالیس (۴۶) سال اصحاب مہدی کی صحبت میں رہے ہیں اور اصحاب مہدی سے آپنے جو کچھ سنا اس کو قلمبند فرمایا [2] رسالہ ہژدہ آیات ص۲۳۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے وحی کی توضیح 'امر اللہ' سے فرمائی ہے اور یہ امر علماء کے نزدیک مسلمہ ہے'
مولف اشعۃ اللمعات نے باب بدء الوحی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

و بہ معنی امر نیز آید[1]	لفظ وحی امر کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اسی بنا پر رسول اللہ صلعم کے لئے "عبدا مامورا" کے الفاظ بھی آئے ہیں' ترمذی اور نسائی نے یہ روایت کی ہے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدا مامورا[2]	ابن عباس سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم بندہ مامور تھے۔

عبدا مامورا (بندہ مامور) کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپکا ہر فعل و قول امر الٰہی پر مبنی تھا۔ امامؑ کا ارشاد ما بہ امر اللہ ہستیم یعنے ہم امر اللہ پر ہیں اسی مفہوم کو ادا کر رہا ہے۔
بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے یہ فرمایا ہے۔

ھو المامور بالدعوۃ کما کان رسول اللہ ما مورا (بعض الآیات ص۴)	وہ یعنے مہدی مامور بالدعوۃ تھے جس طرح رسول اللہ مامور تھے۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی طرح مہدی علیہ السلام بھی مفترض الطاعۃ ہیں۔
حدیث کیف تہلک امۃ سے ثابت ہے کہ مہدی دافع ہلاکت ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ امر الٰہی کے بغیر انبیاء کی طرح کوئی دافع ہلاکت امت نہیں ہو سکتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول اللہ صلعم انبیاء کے ساتھ مہدی کا ذکر نہ فرماتے۔
صاحب مدارج النبوۃ نے وحی کے آٹھ مراتب بیان کئے ہیں[3] ان کا ذیل میں اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔
(۱) رویائے صالحہ (۲) جبرئیل کا پیغمبر کے قلب پر القاء کرنا (۳) جبرئیل کا کسی خاص شخص کی صورت اختیار کرنا۔
(۴) مثل صلصلۃ الجرس (مثل گھنٹی کی آواز) (۵) فرشتہ کا اپنی اصلی صورت میں نمایاں ہونا (۶) اللہ تعالیٰ کا فوق سموات وحی کرنا (۷) اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا فرشتہ کی وساطت کے بغیر (۸) کلام کرنا حق تعالیٰ کا آشکارا اور بے حجاب۔
صاحب مدارج النبوۃ نے وحی کی ساتویں صورت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

کلام کردن حضرت رب العزت جل جلالہ بے وساطت ملک[4]	کلام کرنا حضرت رب العزت جل جلالہ کا فرشتہ کی وساطت کے بغیر

اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کی وساطت کے بغیر سات مرتبہ رسول اللہ صلعم سے خطاب کیا ہے جیسا کہ مولف اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

گاہے کلام می کرد باو۔ پروردگار بیواسطہ جبرئیل چنانکہ بہ موسیٰ کرد' ایں ہفت مرتبہ شد[5]	کبھی کلام کرتا تھا پروردگار رسول اللہ صلعم کے ساتھ جبرئیل کے واسطہ کے بغیر جیسا کہ موسیٰ کے ساتھ کیا' یہ سات مرتبہ ہوا۔

حاصل یہ کہ بعض الآیات' انصاف نامہ' حاشیہ انصاف نامہ اور رسالہ ہژدہ آیات میں امام علیہ السلام کو وحی ہونا مروی ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۵۰۴ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۳۶۹ و [3] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۳۵ و ص۳۶
[4] مدارج النبوۃ جلد دوم ص۳۶ [5] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۶۳۷۔

اور یہاں لفظ وحی سے امر اللہ مراد ہے جیسا کہ امام علیہ السلام نے اس کی توضیح فرمائی ہے۔ اس طرح جبرئیلؑ کے واسطہ کے بغیر رسول اللہ صلعم کو بھی امر الٰہی ہونا حدیث سے ثابت ہے۔

(۱) صاحب اجوبہ اسولہ نے یہ لکھا ہے۔

الغرض بعد از چند سال آں ذات مبارک دعوئ مہدیت کرد و فرمود کہ ایں سخن بالہام و رویا و واقعہ نمی گویم بلکہ بامر حق تعالیٰ می گویم۔

الغرض چند سال کے بعد اس ذات مبارک نے دعوی مہدیت کیا اور فرمایا کہ یہ بات الہام خواب اور مکاشفہ سے نہیں کہتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہوں۔

(۲) شواہد الولایت میں یہ مروی ہے۔

نقل است کہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ ایں سخن بالہام و رویا و واقعہ نمی گویم بامر حق تعالیٰ می گویم (باب ۱۷)

نقل ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بات الہام رویا اور واقعہ کی بنا پر نہیں کہتا ہوں بلکہ حق تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کہتا ہوں

یہی روایت شاہ برہان کے دفتر اول رکن دوم باب چہارم میں بھی آئی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام کو بلا واسطہ امر الٰہی ہوتا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلعم کو جبرئیلؑ کی معیت کے باوجود بلا واسطہ سات مرتبہ امر الٰہی ہوا ہے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ افتراء کیا ہے کہ امام علیہ السلام پر عربی، ہندی اور گجراتی زبان میں وحی نازل ہوتی تھی۔

اس سے قبل ثابت کر دیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام نے وحی کی توضیح امر اللہ سے کی ہے اور حق تعالیٰ جو حکم بھی آپ کو دیتا تھا آپ اس کے مفہوم کو مخاطب کے لحاظ سے مختلف زبانوں میں ادا فرماتے تھے۔

کتب سیر سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے پورب، دکن، دیار عرب، گجرات، سندھ، قندھار اور خراسان میں وہیں کی زبان کو ذریعہ تبلیغ بنایا تھا چنانچہ صاحب شواہد الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

در ہر شہرے کہ رفتی و در ہر ولایت کہ قدم سعادت فرمودی بزبان آں ولایت بیان قرآن کردے۔

جس شہر میں تشریف لیجاتے اور جس ملک میں قدم سعادت رکھتے اس ملک کی زبان میں بیان قرآن کرتے۔

مولف ہدیہ مہدویہ نے جن الفاظ کو وحی قرار دیا ہے یہ ہیں۔

"دعوی مہدیت کا کہلاتا ہوی تو کہلا نہیں تو ظالماں میں کا کروں گا"۔

تقریباً یہی عبارت صاحب[1] شواہد الولایت نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کی ہے۔

نقل است کہ بزبان ہندوستانی فرمودند کہ فرمان حق تعالیٰ میشود کہ اے سید محمد دعوی مہدویت کا کہلاتا ہوی تو کہلا نہیں تو ظالماں میں کا کروں گا (باب ۱۷)

نقل ہے کہ ہندوستانی زبان میں آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے سید محمد دعوی مہدیت کا کہلاتا ہوی تو کہلا نہیں تو ظالماں میں کا کروں گا۔

---

[1] بندگی شاہ برہان صاحب تصانیف کثیرہ ہیں آپ کی مشہور قوم حدیقۃ الحقایق موسوم بہ دفتر اول و دفتر دوم کی تالیف بھی امام علیہ السلام کے روضۂ انور واقع قراہ مبارک (علاقہ افغانستان) کے سایہ میں محل میں آئی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا اور آپ نے اس فرمان کا مفہوم ہندوستانی زبان میں ادا کیا۔

صاحب شواہد الولایت نے یہ تو نہیں لکھا کہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی تھی اس کے الفاظ من وعن یہی ہیں معنے کے اعتبار سے تو مذکورہ عبارت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح بھی مخاطب فرمایا ہے۔

ولا تکونن من الذین کذبوا بآیٰت اللہ فتکون من الخسرین (یونس ع۱۰)	اور مت ہو ان لوگوں سے جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں پس تو ہو جائے گا خاسرین (ٹوٹا پانے والوں) میں سے۔

معنی کے اعتبار سے تو روایت زیر بحث عین مفہوم کلام اللہ کے مطابق ہے۔

الفاظ کے لحاظ سے بھی زیر بحث عبارت پر غیر فصیح ہونے کا اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تقریباً پانچ سو سال پہلے کی زبان ہے آج کل کی اردو سے اس کا مقابلہ کرکے اس کی فصاحت کا درجہ متعین کرنا نادانی ہے کیونکہ اس زمانہ میں یہی عبارت فصیح سمجھی جاتی تھی۔ اس سے قطع نظر مخاطب کی تفہیم کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ورنہ امام علیہ السلام کے ارشادات اکثر و بیشتر فارسی زبان میں ہیں۔

تفہیم یا اتمام حجت کے لئے طرف مقابل کے مسلمات کو اس طرح پیش کرنا از روے کلام اللہ جائز ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کو مخاطب کرکے ان کے بتوں کے باب میں یہ کہا تھا۔

فانھم عدو لی الا رب العالمین (الشعراء ع۵)	پس تحقیق کہ وہ معبود میرے دشمن ہیں مگر میرا دوست رب العالمین ہے۔

بُت تو کسی کے دوست ہوسکتے ہیں اور نہ دشمن، البتہ بتوں کا دوست یا دشمن ہونا کفار کے یہاں متعارف تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی تفہیم کے لئے انہی کے مسلمات بیان فرمائے کہ وہ بت میرے دشمن ہیں حالانکہ بُت کسی نبی کے نہ تو دوست ہوسکتے ہیں اور نہ دشمن۔

کیا معترض یہاں بھی یہی کہے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حقیقت میں بتوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے؟

کلام اللہ سے جب یہ ثابت ہے کہ طرف مقابل کی تفہیم کے لئے امر اعتقادی بھی پیش کرسکتے ہیں اگرچہ وہ اپنا مسلمہ نہ ہو تو طرف مقابل کی تفہیم کے لئے اس کی زبان استعمال کی جائے تو قابل اعتراض کیا ہے؟

اس سے قطع نظر بعض ہندی الفاظ بھی جزو کلام اللہ ہیں جیسا کہ میر غلام آزاد نے بیان کیا ہے۔

بعضے الفاظ ہندی جزو قرآن عظیم است وجواہر سلک کلام قدیم (سرو آزاد مطبوعہ ص۲۰۰)	بعض ہندی الفاظ قرآن عظیم کا جزو ہیں سلک کلام قدیم کے جواہر ہیں۔

جلال الدین سیوطی نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد طوبیٰ لھم وحسن مآب (ان کے لئے خوشی اور نیک انجامی ہے) کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

(۱) اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبیٰ اسم الجنۃ بالھندیۃ[1]	تخریج کی ابن جریر اور ابو الشیخ نے سعید بن مسجوح سے کہا کہ طوبیٰ جنت کا نام ہے ہندی میں۔

[1] الدر المنثور طبع مصر جلد ۴ ص۵۹۔

(ب) اخرج ابن المنذر عن سعید بن جبیر قال طوبیٰ اسم الجنة بالهندیة[1]۔

تخریج کی ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے کہا کہ طوبیٰ جنت کا نام ہے ہندی میں۔

جب کلام اللہ میں ہندی الفاظ کا ہونا قابل اعتراض نہیں تو امام علیہ السلام کا ہندوستانی زبان میں تکلم فرمانا کس طرح قابل اعتراض ہو جائے گا!!

اس کے علاوہ رسول اللہ صلعم نے فارسی میں بھی تکلم فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں باب من تکلم بالفارسیة کے تحت یہ روایت کی گئی ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان الحسین بن علی اخذ تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فیه فقال له النبی صلی الله علیه وسلم بالفارسیة کخ کخ اما تعرف ان لا ناکل الصدقة[2]

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حسن بن علی نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی پس اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا، پس نبی علیہ السلام نے ان سے فارسی میں "کخ کخ" فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم کا فارسی میں تکلم فرمانا منافی نبوت نہیں تو امامؑ کا اس زمانے کی اردو میں تکلم فرمانا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا خصوصاً جب کہ عربی میں فارسی اور اردو دونوں پر لسان عجمی کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام کے ساتھ جبرئیل کا ہونا بھی ثابت ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ترمذی کی روایت یہ ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ما من نبی الا وله وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیری من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر[3]

ابی سعید الخدری سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کوئی نبی نہیں ہے مگر اس کے لئے دو وزیر ہوں گے اہل آسمان سے اور دو وزیر ہوں گے اہل زمین سے میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبرئیل اور میکائیل ہیں اور میرے دو وزیر اہل زمین سے ابوبکر اور عمر ہیں۔

ترمذی کی اس روایت سے ثابت ہے کہ ہر نبی کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل رہتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہر نبی کے اصحاب میں دو صحابی برگزیدہ ہوتے ہیں۔

حدیث کیف تہلک امتہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امام مہدی کا ذکر دو انبیاء کے درمیان فرمایا، اس فرمان سے مہدی کا زمرۂ انبیاء سے ہونا ظاہر ہے، ضمناً یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل بھی امام مہدی کے ساتھ ہوں گے۔

اس سے قطع نظر خود حدیث سے ثابت ہے کہ امام مہدی کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل ہوں گے جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے بیان کیا ہے۔

---

[1] الدر المنثور (تفسیر عربی قلمی نمبر ۷۴) صفحہ ۲۷۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [2] ارشاد الساری شرح بخاری (طبع مصر) الجزء الخامس صفحہ ۱۷۴ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۵۴

المهدی الذی وقع فی حقه فی بعض الاحادیث وجبرئیل مقدمته ومیکائیل ساقته (ص۷۵)

مہدی جن کے بارے میں بعض احادیث میں یہ ثابت ہے، کہ جبرئیل ان کے آگے ہوں گے اور میکائیل ان کے پیچھے ہوں گے۔

یہ روایت صاحب عقد الدرر نے الباب السابع[1] میں بیان کی ہے۔

یہی روایت صاحب شواہد الولایت نے باب ۲۱ خصوصیت بست و دوم[2] کے تحت درج کی ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے:

هذا الحدیث قد صحح علی حقه بالحکم القاطع عند المصدقین.

یہ حدیث تحقیق کہ اس کی کماحقہ تصحیح ہوگئی حکم قطعی کی بنا پر مصدقین کے نزدیک۔

امام علیہ السلام کے ارشاد سے بھی یہ حدیث ثابت ہے، اسی بنا پر صاحب شواہد الولایت نے لکھا ہے کہ مصدقین یعنے مہدویوں کے نزدیک حکم قطعی کی بنا پر اس کی صحت ثابت ہوگئی۔

بندگی شاہ برہان نے شواہد الولایت میں جس نقل شریف کا ذکر کیا ہے، اس کو مولف تسویت خاتمین نے بھی پیش کیا ہے، تسویت خاتمین کی عبارت یہ ہے۔

حضرت میرانؑ فرمودہ اند ..... ایں جا ہم جبرئیل است اما دعوئے جبرئیل نیست۔

حضرت میرانؑ نے فرمایا ہے ..... یہاں بھی جبرئیل ہیں لیکن جبرئیل کا دعویٰ نہیں ہے۔

جو روایت صاحب سراج الابصار نے پیش کی ہے اس طرح بھی مروی ہے۔

وعن یمینه جبرئیل وعن شماله میکائیل علیهما السلام[2]

مہدی کے دائیں جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل علیہ السلام ہوں گے۔

شیخ علی متقی نے بھی رسالۂ البرہان کے الباب السادس[3] میں یہ روایت درج کی ہے۔

حدیث میں مذکور ہے کہ جبرئیل اور میکائیل امام مہدی کے ساتھ ہوں گے اور امام علیہ السلام کے ارشاد سے جبرئیل کا آپ کے ساتھ ہونا ثابت ہے، ضمناً اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ میکائیل بھی آپ کے ساتھ تھے، اگرچہ آپ کے اس ارشاد میں اس کی تصریح نہیں ہے کیونکہ ظاہری طور پر تصریح کا نہ ہونا میکائیل کی معیت کی نفی نہیں کرسکتا خصوصاً جب کہ حدیث کے ایک جزو کی صراحت ہے کہ جبرئیل آپ کے ساتھ ہیں۔

بندگی شاہ برہان نے رسالۂ حل المشکلات میں اشکال ششم کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

چنانچہ نزول حضرت جبرئیل و میکائیل بر رسول بود کسے اوشاں را ندید ہمچناں حق سبحانہ تعالیٰ در زمانہ حضرت مہدی موعود ظاہر گردانید۔

جیسا کہ حضرت جبرئیل اور میکائیل کا نزول رسول اللہؐ پر تھا، کسی نے انہیں نہیں دیکھا اسی طرح حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت مہدیؑ موعود کے زمانے میں ظاہر فرمایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کے ساتھ جبرئیل بھی تھے اور میکائیل بھی۔

ترمذی کی مذکورۂ بالا روایت سے ثابت ہے کہ ہر نبی کے دو صحابی برگزیدہ ہوتے ہیں۔

---

[1] عقد الدرر (حدیث عربی قلمی نمبر ۴۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) الباب السابع ص۳۳۴۔ [2] عقد الدرر الباب السابع۔ [3] البرہان (حدیث عربی قلمی نمبر ۹۶۸) ص۱۵۵

امام[ع] نے بھی زمرۂ انبیاء میں ہونے کے اعتبار سے اپنے خاص اصحاب بندگی میراں سید محمودؓ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے بارے میں بشارت دی ہے جیسا کہ شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

نیز فرمودہ است چنانچہ درمیان فرشتگان جبرئیل میکائیل علیہما السلام تخصیص ہستند ہمچناں در جملہ یاران بندہ برادرم سید محمودؓ و برادرم سید خوندمیرؓ مخصوص اند[1]

نیز فرمایا ہے جیسا کہ فرشتوں میں جبرئیل اور میکائیل کی تخصیص ہے اسی طرح بندہ کے تمام اصحاب میں برادرم سید محمودؓ اور برادرم سید خوندمیرؓ مخصوص ہیں۔

اب رہا امام علیہ السلام کا ارشاد کہ یہاں جبرئیل ہیں لیکن جبرئیل کا دعویٰ نہیں ہے تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جبرئیل کے ذریعہ آپ پر کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوئی آپ اسی شریعت پر ہیں جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی ہے۔

دعوی جبرئیل کی نقل

معترض اگر یہ کہتا ہے کہ نبی کی باطنی قوت ہی کو جبرئیل کہتے ہیں جیسا کہ شیخ محب اللہ الہ آبادی (المتوفی ۱۱۱۹ھ) نے اپنے رسالہ تسویہ میں یہ لکھا ہے۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی در رسالۂ تسویہ کہ بہ عبارت عربی نوشتہ است تصریح نمودہ است کہ جبرئیل محمد در ذات محمد بود صلی اللہ علیہ وسلم وہمچنیں جبرئیل باہر پیغمبرے در ذات وے بودہ وآں قوت باطنی ایشاں بود۔

شیخ محب اللہ الہ آبادی نے رسالہ تسویہ میں جو عربی زبان میں لکھا ہے یہ تصریح کردی ہے کہ محمدؐ کے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تھے اسی طرح جبرئیل ہر پیغمبر کے ساتھ اس کی ذات میں تھے اور وہ ان کی باطنی قوت تھی۔

اس لحاظ سے فرمان امام "اینجا ہم جبرئیل است" (یہاں بھی جبرئیل ہیں) کے یہ معنے ہوں گے کہ جو باطنی قوت جملہ انبیاءؑ کو حاصل تھی وہی قوت امامؑ کو بھی حاصل ہے لیکن اس سے امام علیہ السلام کا صاحب شرع جدید ہونا تو ثابت نہیں ہوسکتا۔

غرض "جبرئیل" کے معنے بہ طریق محدثین کئے جائیں یا بہ طریق صوفیہ، امامؑ کے ارشاد "اما دعوئ جبرئیل نیست" (لیکن جبرئیل کا دعویٰ نہیں ہے) سے ثابت ہے کہ آپؑ نے اپنے صاحب شرع جدید ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

"دعوئ جبرئیل" اسی صورت میں ہوتا جب کہ جبرئیل کے ذریعہ امام علیہ السلام پر کوئی نئی شریعت نازل ہوتی آپکا دعوی جبرئیل کی نفی کرنا خود شرع جدید کی نفی کرنا ہے۔

دعوی جبرئیل کی نفی سے اگر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام باطن میں نبی تھے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جبرئیل بھی باطن میں تھے اور شیخ محب اللہ وغیرہ صوفیہ کے مذہب کے مطابق ہوا، شریعت کے مطابق نہیں !!!

امامؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ زمرۂ انبیاء سے ہیں مولود میاں عبدالرحمن میں آپ سے یہ مروی ہے:

حضرت قرار گرفتہ فرمودند نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث (ص ۱۳۸)

حضرت نے آرام لے کر فرمایا کہ ہم انبیاء کے زمرہ سے ہیں ہم کسی کے وارث ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث شریف اور نقل شریف سے امام علیہ السلام کے ساتھ جبرئیل کا ہونا اور امام مہدیؑ کا زمرۂ انبیاء سے ہونا ثابت ہے۔

---

[1] دفتر اول رکن اول باب سوم:

رسول و مہدی کی شریعت صاحب انصاف نامہ نے باب دوازدہم میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است از بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ و اکثر مہاجران شنیدیم کہ میران تابع محمد رسول اللہ است در شریعت و متبوع در معنے۔

منقول ہے بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ اور اکثر مہاجرین سے ہم نے سنا کہ میرانؒ محمد رسول اللہ صلعم کے تابع ہیں شریعت میں اور متبوع ہیں معنی میں۔

حاشیہ انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ آپ تابع تام ہیں آپ کا ارشاد یہ ہے۔

بندہ تابع تام شریعت است (صـ ۲۲۹)

بندہ تابع تام شریعت ہے۔

انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام شریعت میں رسول اللہ صلعم کے تابع ہیں اور حاشیہ انصاف نامہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ آپ شریعت کے تابع تام ہیں۔

تابع رسول اللہؐ ہونا بھی تابع شریعت ہونا ہے۔ اس لئے کہ خود رسول اللہؐ تابع ہیں اس شریعت کے جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔

تابع تام وہی ہو سکتا ہے جو مامور من اللہ کی حیثیت سے اتباع کرے چنانچہ بندگی میاں شاہ خوندمیر نے یہ فرمایا ہے۔

فان قیل ما المعنی کامل فی اتباعہ ای یتبعہ فی احکام الشریعۃ بالوحی۔ (بعض الآیات صـ ۴)

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم کے اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مہدی رسول اللہ کا اتباع کرینگے احکام شریعت میں وحی کی بنا پر۔

مہدی کا وحی یعنے امر الٰہی کی بنا پر تابع شریعت مصطفی ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ محمد مصطفی صلعم تابع دین ابراہیمؑ ہیں تابع شریعت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی شریعت رسول اللہ صلعم ہی کی شریعت ہے آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔

اتباع کے معنے ہیں متبوع کے راستہ پر چلنا' اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (نحل، ع ۱۶)

پھر ہم نے تجھے وحی بھیجی کہ اتباع کرو دین ابراہیم کا جو کجی سے پاک ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کو دین ابراہیم کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے' صاحب مواہب علیہ نے اس آیت کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے۔

صاحب تیسیر آوردہ کہ اتباع سلوک سبیل متبوع است پس اتباع آنحضرت مر ابراہیم را بہ سبب آں بود کہ بعد ازاو مبعوث شدہ اند نہ بجہت آنکہ دون او بودہ [1]

صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع متبوع کے راستہ پر چلنا ہے پس آنحضرت کا اتباع ابراہیم کرنا اس سبب سے تھا کہ آپ ابراہیمؑ کے بعد مبعوث ہوئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ آپ ابراہیمؑ سے کم ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مامور من اللہ کی حیثیت سے اتباع کرنا مراتب میں کم ہونے کو مقتضی نہیں ہے ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلعم تابع دین ابراہیمؑ ہونے کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مراتب میں کم ہیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص نہیں دوسرے انبیاء کے دین کا اتباع کرنے کا بھی رسول اللہ صلعم کو حکم دیا گیا ہے۔

---

[1] مواہب علیہ (طبع کانپور) جلد اول صـ ۳۵۲۔

اولئك الذی هدی الله فبهدٰهم اقتده (انعام ع ۱۰) | یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی، پس ان کی ہدایت کی اقتدا کرو۔

ھدی اللہ کے ذیل میں صاحب مواہب علیہ نے یہ لکھا ہے۔

راہ نمود خدا ایشاں را بدیں خود کہ اسلام است[1] | راہ نمائی کی ان کی اللہ نے اپنے دین کی طرف جو اسلام ہے

اس لحاظ سے فبهدٰهم اقتده کے معنی ہوں گے کہ ان کے دین کی اقتدا کرو۔

مذکورہ آیت میں مجملاً آیا ہے اس کی تفصیل ذیل کی آیت میں دی گئی ہے

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه (الشوریٰ ع ۲) | اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم کرنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کا دین وہی ہے جو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام کا تھا۔

رسول اللہ صلعم سے بھی یہی مروی ہے۔

الانبیاء اخوة من علات وامهاتهم شتی ودینهم واحد[2] | انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔

رسول اللہ صلعم بھی منجملۂ انبیاء ہیں لہٰذا آپ کا دین بھی وہی ٹھہرا جو انبیائے سابقین کا تھا اور یہی دین اسلام ہے جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے۔

ان الدین عند الله الاسلام (آل عمران ع ۲) | تحقیق کہ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہے البتہ شریعت الگ ہے۔

اعلم ان اصل الدین واحد اتفق علیه الانبیاء علیهم السلام وانما الاختلاف فی الشرائع[3] | جان کہ اصل دین ایک ہے یہ انبیاء علیہم السلام کا متفق علیہ ہے اور تحقیق کہ اختلاف شرائع میں ہے۔

جہاں رسول اللہ صلعم کو حضرت ابراہیم کے دین کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا دوسرے انبیاء کے دین کی اقتدا کرنے کے لئے کہا گیا ہے تو اس کا مطلب نہیں ہے کہ تابع و متبوع یا مقتدی و مقتدا کے لحاظ سے رسول اللہ صلعم اور دوسرے انبیاء کے مراتب کا تعین کیا جائے بلکہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ کا دین کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ وہی دین ہے جس کا حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو حکم دیا گیا تھا۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کو ملۃ ابراہیم کا تابع کیا گیا ہے، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ سے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نوح علیہ السلام کا اتباع کرنے والوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

---

[1] مواہب علیہ جلد اول ص ۱۶۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵۸ [3] حجۃ اللہ البالغہ (طبع بریلی) ص ۸۹۔

وان من شیعته لابراهیم (الصّٰفّٰت ع ۳) | اور تحقیق کہ نوح کے تابعوں سے البتہ ابراہیم تھے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام کا اتباع کرنے والوں میں سے ہیں اس کے باوجود رسول اللہ صلعم نے حضرت ابراہیمؑ سے متعلق خیر البریّہ[1] (بہترین خلائق) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، پس یہ ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام کے تابعون میں ہونے کے باوجود مراتب میں نوح علیہ السلام سے برتر ہیں۔

اب رہا یہ ضابطہ کہ تابع اپنے متبوع کے برابر نہیں ہوسکتا تو یہ عجمیوں کا اختراع ہے اس لئے کہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ محاورۂ عرب اس کی تائید کرتا ہے، اس عجمی اختراع کو مان لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلعم دین میں تابع ابراہیم ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ سے اور حضرت ابراہیمؑ نوح کے متبعین میں ہونے کی وجہ سے حضرت نوحؑ سے مراتب میں کم ہیں!!!۔

مذکورہ ضابطہ سے رسول اللہ صلعم کا مرتبہ نوح علیہ السلام سے بھی کم ہوا! کیا معترض کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم کا دین وہی ہے جو انبیائے سابقین کا تھا، اس لحاظ سے بعض مخالفین مہدویہ کا یہ ادعا کہ رسول اللہ صلعم "ناسخ ادیان کل انبیاءؑ ہیں، کلام اللہ اور حدیث رسول اللہؐ سے بے خبر رہنے پر دلالت کرتا ہے اور دین سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے!

البتہ اہل کتاب کی شریعت کا منسوخ ہونا ثابت ہے اور مہدویوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندی کا یہ کہنا کہ "نسخت شریعتهم[2]" (ان کی شریعت منسوخ ہوچکی ہے) اسی پر دلالت کرتا ہے۔

غرض امامؑ کا شریعت میں تابع رسول اللہؐ ہونے سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ کی بھی وہی شریعت ہے جو رسول اللہؐ کی شریعت ہے اگر معترض یہ کہتا ہے کہ شریعت میں تابع ہونا شریعت میں کم ہونے پر دلالت کرتا ہے تو معترض کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلعم دین میں تمام انبیاء کے تابع ہونے کی وجہ سے دین میں تمام انبیاء سے کم ہیں!

میاں عبدالملک سجاوندی نے ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی[3] کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

فالقرینة فی تخصیص من فی قوله تعالیٰ انا ومن اتبعنی عطفه علی المستکن فی ادعوا والمعنی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ویدعوا ایضا من اتبعنی الی الله علی بصیرة فهذا العطف یقتضی ان یکون الدعوة علی التابع والمتبوع بمرتبة واحدة والا لزم التفرقة بین الدعوتین والمناسبة فی عطف الجملة مرعی من محسنات الوصل ..... قوله تعالیٰ

پس ارشاد باری تعالیٰ انا ومن اتبعنی (میں اور میرا متبع) میں لفظ من کی تخصیص کا قرینہ اس کا عطف ہے، اس ضمیر پر جو "ادعوا" کے اندر پوشیدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف علی وجہ بصیرت اور جو میرا تابع ہوگا وہ بھی بربنائے بصیرت ہی داعی الی اللہ ہوگا، پس یہ عطف اس امر کو مقتضی ہے کہ تابع اور متبوع کی دعوت ایک درجہ کی ہو ورنہ دونوں دعوتوں میں تفرقہ لازم آئیگا اور عطف جملہ میں رعایت مناسب وصل کلام کی خوبیوں

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۳ [2] منہاج التقویم ص ۹۷ [3] سورہ یوسف ع ۱۲

من اتبعنی مطلق فینصرف الی الفرد الکامل فی الاتباع والفرد الکامل فیہ ھوالمھدی
(سراج الابصار مع مقدمہ ص۸۲ و ص۸۳)

میں سے ہے ..... ارشاد باری من اتبعنی مطلق ہے (کوئی قید اس میں نہیں ہے) تو وہ اسی فرد کی طرف پھرے گا جو اتباع میں کامل ہو اور کامل فی الاتباع مہدی ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ کی دعوت اور مہدی کی دعوت کا مرتبہ ایک ہے میاں عبدالغفور سجاوندی نے بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں رسالہ شہردہ آیات میں یہی لکھا ہے[1] اور یہ امر ظاہر ہے کہ مہدیؑ، رسول اللہ صلعم کے تابع ہیں بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے مکتوب ملتانی میں امام علیہ السلام کے لئے "تابع تام خاتم الرسل" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اسی طرح مجمع الآیات اور انوار العیون میں انا ومن اتبعنی کے ذیل میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

کسے کہ تابع تام من است
وہ جو میرا تابع تام ہے

امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں رسول اللہ صلعم کے تابع ہیں اور تابع شریعت ہیں، پس یہ ثابت ہوگیا کہ شریعت میں جو مرتبہ رسول اللہ صلعم کی دعوت کا ہے وہی مرتبہ شریعت میں مہدیؑ کی دعوت کا بھی ہے خصوصاً اس بناء پر کہ مہدیؑ، رسول اللہ صلعم کی طرح معصوم ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ حقیقت کو شریعت کے خلاف کہنا اپنے آپ کو کفر سے قریب کر دینا ہے چنانچہ ابن جوزی نے بحوالہ امام غزالی یہ لکھا ہے۔

قد بین الامام ابو حامد الغزالی فی بعض کتب الاحیا فقال من قال ان الحقیقۃ تخالف الشریعۃ او الباطن یخالف الظاھر فھو الی الکفر اقرب منہ الی الایمان[2]

امام ابو حامد الغزالی نے احیاء العلوم کی بعض کتابوں میں اس کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص یوں کہے کہ حقیقت خلاف شریعت ہے یا باطن خلاف ظاہر ہے تو وہ بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہے۔

امام علیہ السلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہماری شریعت عین حقیقت[3] چنانچہ بندگی شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

از امام البر والبحر نقل مشہور الاشہر آوردہ شدہ است کہ فرمودند شریعت ما عین حقیقت است (شواہد الولایت باب ۳۳)

امام البر والبحر سے نقل مشہور الاشہر روایت کی گئی ہے کہ فرمایا ہماری شریعت عین حقیقت ہے۔

شریعت اور حقیقت دفتر شاہ برہان میں یہ روایت آئی ہے۔

محبوب رب العالمین نظیر خاتم المرسلین کرات مرات بعبارت ہمیں میفرمود وایں دعوی از روئے حق از حق اظہار نمودہ کہ شریعت ما عین حقیقت است
(دفتر دوم رکن چہارم باب اول)

محبوب رب العالمین نظیر خاتم المرسلین بارہا صاف عبارت میں فرماتے تھے اور آپ نے اس دعوے کو از روئے حق، حق سے ظاہر فرمایا کہ ہماری شریعت عین حقیقت ہے۔

ایسی صورت میں حقیقت کو شریعت کے خلاف قرار دینا عین گمراہی ہے۔

---

[1] رسالہ شہردہ آیات ص۳۷ [2] تلبیس ابلیس مترجم (طبع مطبع فاروقی دہلی) ص۴۵۵ و ص۴۵۶۔

مذکورہ بالا آیت میں رسول اللہ صلعم کے تابع کا داعی الی اللہ ہونا مذکور ہے اور یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ بھی مبعوث من اللہ ہوگا اس لئے کہ قرآن میں داعی الی اللہ ہونا خصائص رسول سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا ۔ داعيا الى الله باذنه (احزاب ع ۶)	تحقیق کہ بھیجا ہم نے تجھکو (بنا کر) گواہ اور بشارت دینے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے۔

جب فرمان مہدی سے بھی یہ ثابت ہے کہ مذکورہ آیت میں منّ سے آپ ہی کی ذات مراد ہے تو آپ کا رسول اللہ کی طرح داعی الی اللہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

شواہد الولایت میں انا ومن اتبعنی کے ذیل میں یہ مروی ہے۔

كما كان رسول الله داعيا الى الله باذنه كذلك المهدى (باب ۲۹)	جس طرح رسول اللہ صلعم اللہ کے حکم سے داعی الی اللہ تھے اسی طرح مہدی بھی داعی الی اللہ ہیں۔

صاحب تفسیر مدارک نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بالله ومن اتبعه على حجة وبرهان[1]	تحقیق کہ وہ اور اس کا متبع حجت اور برہان پر ہے۔

حاصل یہ کہ مہدیؑ اور رسول اللہؐ کی دعوت کا مرتبہ شریعت میں ایک ہے کیونکہ دونوں شریعت میں معصوم ہیں اور جو شریعت رسول اللہؐ کی ہے وہی مہدی علیہ السلام کی شریعت ہے۔

رسول ومہدی کا اتباع شریعت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها (الجاثیہ ع ۲)	ہم نے آپ کو قائم کیا شریعت پر جو امر دین سے ہے پس اس شریعت کا اتباع کرو۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم اسی شریعت کے تابع ہیں جس پر آپ قائم کئے گئے ہیں لیکن دین میں آپ انبیائے سابقین کے تابع تھے۔

جس طرح رسول اللہ صلعم کو دین میں تابع انبیاء ہونے کی بنا پر انبیاء سے مراتب میں کم قرار دینا باطل ہے اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کو تابع شریعت رسول اللہ صلعم ہونے کی بنا پر مراتب میں رسول اللہؐ سے کم قرار دینا باطل ہے!

خود مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امام مہدی کے باب میں یہ خبر دی ہے

يقفو اثرى ولا يخطى[2]	مہدی میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کرینگے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اسی شریعت کے تابع ہوں گے جس کا اتباع کرنے کا حکم رسول اللہ صلعم کو "فاتبعها" کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

اسی لئے امام علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ ہم شریعت میں رسول اللہ صلعم کے تابع ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بندہ تابع تام شریعت ہے، اور آپ کا یہ اتباع بامر الٰہی ہے جیسا کہ اس سے قبل مہدی اور امر الٰہی کے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے۔

---

[1] تفسیر مدارک الجزء الثانی صـ ۱۸۴۔ [2] ہدیہ مہدویہ طبع کانپور صـ ۹۹

حاصل یہ کہ آپؑ کی شریعت بھی وہی ہے جو رسول اللہ صلعم کی شریعت ہے، چنانچہ آپؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بندہ شریعت محمد بیان می کند[1] | بندہ محمد صلعم کی شریعت بیان کرتا ہے۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ آپؑ کوئی نئی شریعت نہیں لائے شواہد الولایت کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

ما شریعت نو نیاوردیم | ہم نئی شریعت نہیں لائے۔

امامؑ کا نئی شریعت نہ لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کوئی نیا دین نہیں لائے صاحب شواہد الولایت نے امام علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

بندہ تابع شریعت است | بندہ تابع شریعت ہے۔

امام علیہ السلام تابع شریعت ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ آپ صاحب شرع جدید نہیں ہیں چنانچہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ نے مکتوب ملتانی میں یہ عبارت استدلالاً پیش فرمائی ہے۔

فعرفنا انہ متبع لا مشرع (ص۲۰) | پس ہمیں معلوم ہوا کہ مہدیؑ تابع ہیں نئی شریعت لانے والے نہیں ہیں

یہی عبارت صاحب انصاف نامہ نے باب اول میں پیش کی ہے۔

پس یہ امر ثابت ہوگیا کہ طبقۂ صحابہ و تابعین میں مہدی کے تابع رسول ہونے کے یہی معنی تھے کہ مہدیؑ صاحب شرع جدید نہ ہوں گے اس کے برخلاف تابع کے معنی کم درمراتب لینا نہ صرف جہالت اور بیدینی ہے بلکہ رسول اللہ صلعم اور مہدی علیہ السلام کی جناب میں بدترین گستاخی ہے خصوصاً جب کہ تابع مامور من اللہ کی حیثیت سے اتباع کر رہا ہو جس طرح کی رسول اللہ صلعم بہ حیثیت مامور من اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دین کے تابع ہیں!

میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں ساتویں سوال کے جواب میں یہ بیان کیا ہے۔

المهدی تابع الشریعة لا ناسخها (منہاج التقویم) | مہدی شریعت کے تابع ہیں، شریعت کے ناسخ نہیں۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں تابع الشریعۃ کی توضیح یوں فرمائی کہ مہدی ناسخ شریعت نہیں ہیں، مقصود یہ کہ مہدی کی بھی وہی شریعت ہے جو رسول اللہ صلعم کی شریعت ہے۔

اسی بنا پر میاں عبدالرحمٰن نے امامؑ کے تابع تام ہونے کو ہمسر و ہم مرتبۂ رسول اللہ صلعم ہونے کی علت قرار دیا ہے، چنانچہ آپ نے مولود میں یہ بیان کیا ہے۔

خطابش مہدی موعود ہمسر و ہم مرتبۂ محمد محمود زیرا چہ او تابع تام است و بعثت او بر خاص و عام است (ص۱۳) | آپ کا خطاب مہدی موعود ہے، ہمسر و ہم مرتبۂ محمد محمود ہیں کیونکہ آپ آنحضرت صلعم کے تابع تام ہیں اور آپ کی بعثت خاص و عام پر ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدیؑ تابع تام ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے "ہمسر و ہم مرتبہ" ہیں۔

حاصل یہ کہ ایک مامور من اللہ کا دوسرے مامور من اللہ کا تابع ہونا مراتب میں کم ہونے کو مقتضی نہیں ہوتا جیسا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کر دیا گیا ہے۔

---

[1] انصاف نامہ باب دوازدہم۔

انصاف نامہ کی روایت "میراں تابع محمد رسول اللہ است در شریعت" (میرانؒ محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں شریعت میں) میں اتباع کا ذکر آیا ہے، اس کے بھی یہی معنے ہیں کہ امام مہدی خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ کی حیثیت سے رسول اللہ صلعم کی شریعت پر چلیں گے جس طرح رسول اللہ صلعم مامور من اللہ کی حیثیت سے دین ابراہیمؑ پر چلے۔

امام علیہ السلام نے ملا صدر الدین کو مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے۔

درمیان ما و شما با تباع شریعت ہیچ فرقے نیست ..... مگر مرا فرمان حق تعالیٰ می شود کہ تو مہدی موعود ہستی (شواہد الولایت باب ۲۰)	ہم میں اور تم میں با تباع شریعت کوئی فرق نہیں ہے مگر یہ کہ حق تعالیٰ کا مجھ کو فرمان ہوتا ہے کہ تو مہدی موعود ہے۔

امام علیہ السلام نے مہدی موعود اور مامور من اللہ کی حیثیت سے شریعت کا اتباع کیا ہے۔

امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ شریعت کے اتباع میں تم میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے عین اسلوب قرآن کے مطابق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ (الکہف ع ۱۲)	کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں تمہارے مانند، وحی کی جاتی ہے میری طرف

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم اور دوسروں میں بہ حیثیت بشر کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے اسی طرح امام علیہ السلام کے فرمان سے ظاہر ہے کہ آپ اور دوسرے بہ حیثیت اتباع ایک ہیں مگر یہ کہ بفرمان الٰہی آپ مہدی موعود ہیں۔

جس طرح مذکورہ آیت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے اسی طرح امامؑ کے مذکورہ فرمان کی بنا پر تسویت خاتمین کے خلاف استدلال کرنا بھی باطل ہے۔

شواہد الولایت میں اتباع کی تفصیل مروی ہے، شواہد الولایت کی عبارت یہ ہے۔

حضرت مہدی کرات و مرات فرمودند کہ بندہ قدم بہ قدم رسول اللہ ہستیم و نیز فرمودند آنچہ اتباع رسول اللہ است حق تعالےٰ بے اختیار بندہ از دست بندہ می کناند (باب ۳۱)	حضرت مہدی نے کرات و مرات فرمایا کہ بندہ رسول اللہ کے قدم بہ قدم ہے نیز فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ کا اتباع ہے حق تعالیٰ بندہ کے اختیار کے بغیر بندہ کے ہاتھ سے کرواتا ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام اتباع میں امر الٰہی کے تابع تھے، آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کوئی نیا دین نہیں لائے آپ نے شریعت رسول کا اسی طرح اتباع کیا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیائے سابقین کے دین کی اقتداء کی اور جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نوح علیہ السلام کا اتباع کیا "فبھداھم اقتدہ" اور "اتبع ملۃ ابراھیم" کے ذیل میں عبد الحق محدث دہلوی نے بیان کیا ہے کہ یہاں اقتداء اور اتباع سے موافقت مراد ہے محدث دہلوی کی عبارت یہ ہے۔

مراد باقتداء اینجا موافقت است و چوں انبیاء پیش از آنحضرت بودند اطلاق کردہ شد لفظ اقتدا ہم چنین است سخن در امر کردن آنحضرت اتباع ملت ابراہیم[1]	یہاں اقتدا سے مراد موافقت ہے، چونکہ انبیاء آنحضرتؐ سے قبل تھے لفظ اقتدا کا اطلاق کیا گیا اور یہی بات ہے آنحضرت کو اتباع ملت ابراہیم کا حکم دینے میں۔

[1] مدارج النبوۃ جلد اول صـ۷۸

اس سے ثابت ہے کہ مامورمن اللہ کی اقتدا و اتباع سے مراد موافقت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جب تک موافقت نہ ہو اس پر نہ تو اتباع کا اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ اقتدا کا۔ محدث دہلوی کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی ثابت ہے، کہ آنحضرت پر اقتدا اور اتباع کا اطلاق کرنے کی علت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام آپ سے قبل مبعوث ہوئے ہیں۔

اس سے قبل صاحب تیسیر کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت کا اتباع ابراہیمؑ کرنا اس سبب سے تھا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام سے مراتب میں کم ہیں۔

امام علیہ السلام بھی تابع رسول اللہ ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلعم آپ سے قبل مبعوث ہوئے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اتباع کرنے والا مامور من اللہ ہو تو اتباع سے موافقت ہی مراد ہوتی ہے چنانچہ صاحب مواہب علیہ نے دمن قبلہ کتاب موسیٰ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

کتاب موسیٰ یعنے توریت چہ او نیز در تصدیق نبی امی و بشارت بوجود او تابع است یعنے موافق است مر قرآن را[1]	کتاب موسیٰ یعنے توریت اس لئے کہ وہ بھی نبی امی کی تصدیق کرنے میں اور اس کے وجود کی بشارت دینے میں تابع یعنی موافق ہے قرآن کے۔

یہاں توریت کا تابع قرآن ہونے سے موافق قرآن ہونا مراد ہے۔

اسی طرح جب ایک نبی کو دوسرے نبی کا تابع کہا جاتا ہے تو اس کے اتباع سے بھی موافقت مراد ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ کو اقتدائے انبیائے سابقین اور اتباع ملت ابراہیم کا حکم دیا گیا ہے تو اس سے بھی موافقت ہی مراد لی گئی ہے جیسا کہ اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے۔

مولف اشعۃ اللمعات نے وہذا النبی والذین آمنوا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

و ایں پیغمبر اشارت است بذات شریف آنحضرت کہ مامور است بمتابعت و موافقت ابراہیم در دین[2]۔	اور یہ پیغمبر اشارہ ہے آنحضرت کی ذات شریف کی طرف جو مامور ہیں دین میں ابراہیمؑ کی متابعت اور موافقت پر۔

اس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اتباع جو بامر الٰہی ہوتا ہے اس سے مراد موافقت ہی ہے

اسی طرح امام مہدی خلیفۃ اللہ نے بھی بامر اللہ رسول اللہ کا اتباع کیا ہے اور اس اتباع سے مراد موافقت ہی ہے چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عقیدۂ شریفہ میں بیان فرمایا ہے کہ امام علیہ السلام نے موافقت رسول سے بھی حجت فرمائی ہے، عقیدہ شریفہ کی عبارت یہ ہے۔

بر ثبوت مہدیت حجت از خدا و از کلام خدا و بہ موافقت رسول بیاورد۔	ثبوت مہدیت میں خدا سے اور کلام خدا سے اور موافقت رسول اللہ صلعم سے حجت فرمائی۔

لفظ موافقت سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کے فرمان میں جہاں تابع رسول ہونا مذکور ہے وہاں بھی موافقت رسول ہی مراد ہے اس لئے کہ ایک مامور من اللہ دوسرے مامور من اللہ کا اتباع کرتا ہے تو وہ مراتب میں کم ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

---

[1] مواہب علیہ جلد اول صفحہ ۲۷۷ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۲۷۸

ورنہ اتباع کی بنا پر رسول اللہ صلعم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام سے مراتب میں کم ماننا پڑے گا جو صریح گمراہی ہے۔

حاصل یہ کہ امام علیہ السلام مامور من اللہ کی حیثیت سے اسی شریعت کا اتباع کریں گے جس کا اتباع کرنے کا حکم رسول اللہؐ کو "فاتبعھا" کے ذریعہ دیا گیا ہے اس طرح خاتمین علیھما السلام ایک ہی شریعت کے تابع ہیں۔

مہدی علیہ السلام مبلغ بالذات ہیں اس لئے کہ آپ معصوم ہیں اور عصمت مبلغ بالذات کے خصائص سے ہے۔

شاہ عبدالعزیز نے یہ بیان کیا ہے۔

عصمت از خواص مبلغ بالذات است[1] | عصمت مبلغ بالذات کے خصائص سے ہے۔

مہدی بھی معصوم ہیں اور اس بنا پر مبلغ بالذات ہیں جس طرح رسول اللہ صلعم دین ابراہیم کے تابع ہو کر بھی مبلغ بالذات ہیں۔

قرآن اور مہدی رسول اللہؐ کے خلیفہ ہیں احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کتاب اللہ اور آپ کی عترت سے تمسک کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ذیل میں دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

(ا) ترمذی نے جابر سے یہ روایت کی ہے۔

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حجۃ یوم عرفہ وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتہ بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی واھل بیتی[2]

کہا کہ میں نے رسول اللہؐ کو حج میں روز عرفہ آپ کے قصواء نامی ناقہ پر دیکھا، لوگوں کو مخاطب فرما رہے تھے، میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے لوگو میں تم میں ایسی چیز چھوڑ جا رہا ہوں کہ جس سے تم اگر تمسک کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور میری عترت اور اہل بیت ہے۔

(ب) مسلم نے بھی زید بن ارقم سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد الا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی

کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے خم نامی قصبہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، پس اللہ کی حمد و ثنا کی اور وعظ و تذکیر فرمائی پھر کہا اما بعد اے لوگو میں بھی تمہارے جیسا ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور اس کو میں لبیک کہوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس سے تمسک کرو پس کتاب اللہ سے تمسک کرنے پر آمادہ کیا اور اس کی ترغیب دلائی، پھر فرمایا اور میرے اہل بیت، میں اللہ کو تمہیں یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے باب میں

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ (طبع مطبع ثمر ہند لکھنؤ) صفحہ ۵۵۶۔ [2] اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۶۹۰۔

اذکرکم اللہ فی اھل بیتی [1] | اللہ کو تمہیں یاد دلاتا ہوں، میرے اہل بیت کے بارے میں۔

مذکورہ حدیث اور حدیث الثقلین کا قدر مشترک یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، گمراہی سے بچنے کے لئے جس طرح کلام اللہ سے تمسک کیا جاتا ہے، عترت اور اہل بیت سے بھی تمسک کیا جائے، یہ اس لئے کہ احادیث میں کتاب اللہ اور عترت کا ذکر معطوف اور معطوف علیہ کے طور پر آیا ہے، ظاہر ہے کہ دونوں میں وجہ جامع کا ہونا ضروری ہے اور وجہ جامع استمساک ہے اور یہ بالفاظ حدیث ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ یہاں اہل بیت مطلق ہے اور مطلق، فرد کامل کی طرف لوٹتا ہے اور اہل بیت میں فرد کامل امام مہدی کی ذات ہے، پس ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن سے تمسک کرنا فرض ہے اسی طرح امام مہدی سے تمسک کرنا بھی فرض ہے۔

ان احادیث میں مطلق اہل بیت اور عترت کی خبر دی گئی ہے اور دوسری احادیث میں امام مہدی کی خصوصیت کے ساتھ خبر دیگئی ہے کہ یہ بنی فاطمہ سے ہیں، دافع ہلاکت امت ہیں، دین ان پر ختم ہوگا، رسول اللہ ص کے ہم خلق ہوں گے، رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کرینگے۔

اس لحاظ سے اہل بیت کے اسی فرد سے تمسک کرنا فرض ہے جس کی رسول اللہ صلعم نے تخصیص اور تاکید فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلعم کا کتاب اللہ کے ساتھ عترت کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو فرد کامل عترت سے ہوگا وہی کماحقہ بیان قرآن کرے گا۔

بندگی میاں شاہ خوندمیر نے بھی رسالہ المعیار (ص ۱۴۱) میں حدیث الثقلین پیش فرمائی ہے اور بعض الآیات میں اذکرکم اللہ فی اھل بیتی کے ذیل میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

وھوالمھدی | اور وہ مہدی ہے۔

دوسری حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن اور مہدی کو اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں دیجاتی ہے۔

(ا) امام احمد ابن حنبل نے زید بن ثابت سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود مابین السماء وادمابین السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض [2]

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق کہ میں تم میں دو خلیفہ چھوڑ رہا ہوں، کتاب اللہ ایک رسی ہے جو آسمان اور زمین اور زمین یا آسمان سے زمین تک کھچی ہوئی ہے اور میری عترت اہل بیت، تحقیق کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر وارد ہو جائیں میرے پاس

(ب) ابن جریر نے یہ روایت کی ہے۔

عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال قد ترکت فیکم خلیفتین

زید بن ثابت سے مروی ہے اور انہوں نے رسول اللہ ص سے روایت کی ہے تحقیق کہ آپ نے فرمایا، میں نے تم میں دو خلیفے چھوڑے ہیں،

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۸۵ و ص ۶۸۲۔ [2] مسند احمد ابن حنبل (طبع مصر) الجزء الخامس ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲۔

کتاب اللہ واھل بیتی یردن علی الحوض جمیعا[1] | کتاب اللہ اور میرے اہل بیت دونوں حوض کوثر پر میرے ساتھ وارد ہونگے۔

(ج) طبرانی نے بھی اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ سیوطی نے بیان کیا ہے۔

اخرج احمد والطبرانی عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود بین السماء والارض وعترتی اھل بیتی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض[2] | تخریج کی ہے احمد اور طبرانی نے زید بن ثابت سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا بحقیق کہ میں تم میں دو خلیفے چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ، ایک رسی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان کھچی ہوئی ہے اور میری عترت، اہل بیت نہیں جدا ہونگے ایک دوسرے سے یہانتک کہ دونوں وارد ہوجائیں حوض کوثر پر میرے ساتھ

امام احمد ابن حنبل، ابن جریر اور طبرانی کی روایتیں جو اوپر درج کی گئی ہیں ان میں لفظ خلیفتین (دو خلیفے) آیا ہے، ایک خلیفہ تو قرآن ہے اور دوسرا خلیفہ عترت ہے، یہ بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عترت کا ایک ہی فرد مراد ہے، اگر عترت کے متعدد افراد مراد ہوتے تو متعدد خلیفوں کا ذکر کیا جاتا۔

رسول اللہ کے خلفاء ابن ابی شیبہ نے زید بن ثابت سے یہ روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وصلعم انی تارک فیکم الخلیفتین من بعد کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی تردا علی الحوض۔ | کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے تحقیق کہ میں چھوڑ رہا ہوں تم میں دو خلیفے میرے بعد، کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت، وارد ہوں گے دونوں حوض کوثر پر میرے ساتھ۔

جس طرح حدیث الثقلین میں اہل بیت سے اہل بیت کا فرد کامل یعنے مہدی کی ذات مراد ہے اسی طرح حدیث خلیفتین میں بھی اہل بیت سے اہل بیت کا فرد کامل یعنے امام مہدی کی ذات مراد ہے۔

میاں منصور خاں برہان پوری نے حدیث الثقلین کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بداں اے عزیز کہ رسول علیہ السلام دراین حدیث مرتبۂ قرآن و مہدی برابر نمودہ است۔ (جنت الولایت صـ۹۳) | جان اے عزیز کہ رسول علیہ السلام نے اس حدیث میں قرآن و مہدی کا مرتبہ برابر بتلایا ہے۔

مولف رسالہ الحجۃ نے بھی مذکورہ حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

تحقیق شد کہ قرآن و مہدی علیہ السلام برابر اند (صـ۳۲) | یہ بات متحقق ہوگئی کہ قرآن و مہدی برابر ہیں

غرض یہ امر ثابت ہے کہ مہدی بھی قرآن کی طرح رسول اللہ صلعم کے خلیفہ ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ تسبیح کی بنا بندگی میاں امین محمد مہاجر مہدی کا معاملہ ہے جیسا کہ اذاں کی بنا عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کا خواب ہے (اس کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے)

امام علیہ السلام نے بندگی میاں امین محمدؑ کے معاملہ کی بنا پر تسبیح کی اجازت اسی طرح دی ہے جس طرح کہ رسول اللہ صلعم نے عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کے خواب کی بنا پر اذاں کی اجازت دی تھی۔

---

[1] کنز العمال (طبع اول) جلد اول صـ۹۸ [2] احیاء المیت بفضائل اہل البیت (طبع بھوپال صـ۱۶۰)

امامؑ نے تسبیح کی جو اجازت دی ہے اس کی روایت شاہ برہان نے بھی شواہد الولایت کے باب ۳۳ میں کی ہے اس تسبیح میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

القرآن والمهدی امامنا آمنا وصدقنا | قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے انکی تصدیق کی

اس سے ثابت ہے کہ مہدی بھی قرآن کی طرح امام ہیں اور یہ مفہوم مذکورہ احادیث کے مطابق ہے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیر رضؓ اور میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے امام مہدی خلیفۃ اللہ کو جو خلیفۃ الرسول بھی کہا ہے تو انہی احادیث کی طرف اشارہ ہے کہ آپؑ رسول اللہؐ کے اسی معنے میں خلیفہ ہیں جس معنے میں کہ قرآن رسول اللہ صلعم کا خلیفہ ہے یعنے رسول اللہ صلعم کے بعد جس طرح قرآن سے تمسک کرنا فرض ہے اسی طرح امام مہدیؑ کی ذات سے بھی تمسک کرنا فرض ہے۔

مہدی اور امامت کلام اللہ میں یہ آیا ہے۔

قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی (البقرۃ ع۱۵) | (کہا حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو) تحقیق کہ میں تجھکو لوگوں کے واسطے امام بنانے والا ہوں (ابراہیمؑ نے) کہا اور میری اولاد سے (بنا)

صاحب مدارک نے ومن ذریتی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اجعل من ذریتی اماما یقتدی بہ[1] | بنا میری اولاد سے امام جس کی اقتدا کی جائے۔

رسالۂ ہژدہ آیات میں مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ آیا ہے

اجعلنی اماما ومن ذریتی (اماما ص۲) | مجھے امام بنا اور میری ذریت سے ایک امام بنا۔

مذکورہ آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ آپ کی اولاد سے ایک امام بنائے حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا بھی کی ہے۔

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتك ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم (البقرۃ ع۱۵) | اے ہمارے رب اور بھیج ان میں پیغمبر انہی میں سے جو تلاوت کرے ان کے لئے تیری آیتیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔

یہ دعا قبول ہوئی اور ایک رسول مبعوث کیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (الجمعۃ ع۱) | وہی ہے جس نے مبعوث کیا امیین میں پیغمبر انہی میں سے تلاوت کرتا ہے ان کے لئے اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب وحکمت کی۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم | جب مبعوث کیا ان میں ایک رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان کے اوپر اللہ کی نشانیاں اور پاک کرتا ہے ان کو اور

---

[1] تفسیر مدارک جلد اول ص۵۷

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (آل عمران ع ۱۷) | سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت۔

غرض حضرت ابراہیمؑ کی دو دعائیں ہیں ایک رسول کی بعثت کے لئے اور ایک امام کی بعثت کے لئے دونوں دعاؤں کو ایک ہی شخصیت سے متعلق کرنے کے لئے کوئی قرینۂ شرعیہ نہیں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے آیۂ ابعث فیھم میں ایک رسول کے مبعوث کرنے کے لئے جو دعا کی ہے، اس میں مبعوث ہونے والے رسول کے خصائص بھی بیان فرما دیئے ہیں یعنے تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمۃ اور تزکیہ اور امیین میں مبعوث ہونے والے رسول کے بھی یہی خصائص بیان کئے گئے ہیں، یہ اس امر کی قوی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے رسول امیین ہی کی بعثت سے متعلق دعا کی ہے۔

حاصل یہ کہ "ابعث فیھم رسولاً" کی طرح "بعث فی الامیین رسولاً" اور بعث فیھم رسولاً بھی رسول اللہ صلعم کی بعثت پر دلالت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ آپ دعائے ابراہیمؑ ہیں تو یہی دعا مراد ہے چنانچہ سیوطی نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

اخرج ابن سعد فی طبقاتہ وابن عساکر من جویبر عن الضحاک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا دعوۃ ربی ابراھیم قال وھو یرفع القواعد من البیت ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم الی آخرہ[1]

تخریج کی ہے ابن سعد نے طبقات میں اور ابن عساکر نے بطریق جویبر، ضحاک سے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، کہا ابراہیم نے جب کہ وہ بیت اللہ کی بنیاد بنا رہے تھے، اے ہمارے رب مبعوث کر ان میں ایک رسول انہی میں سے۔

خود رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے ثابت ہے کہ آپ ابعث فیھم رسولاً کا مصداق ہیں۔

آیت من ذریتی میں امام کی بعثت کے لئے جو دعا کی گئی ہے وہ رسول اللہ صلعم سے متعلق نہیں ہے۔

چنانچہ صاحب مواہب علیہ نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

واز فرزندان وذبیرگان من نیز اماماں پیدا کن (جلد اول ص ۱۵) | اور میرے فرزندوں اور نبیروں میں سے بھی ائمہ پیدا کر۔

مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب مواہب علیہ کے نزدیک اس آیت میں من ذریتی کے بعد لفظ اماما جو مقدر ہے اس کا مصداق رسول اللہ صلعم کی ذات نہیں ہے۔

صاحب عقد الدرر نے یہ روایت کی ہے۔

قال سالم الامثل قال سمعت اباجعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول نظر موسیٰ علیہ السلام فی السفر الاول الی

سالم امثل کا یہ قول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو رات کے سفر اول کے ان چیزوں کے بیان تک مطالعہ فرمایا جو قائم

---

[1] الدر المنثور تفسیر عربی قلمی نمبر ۲۳۲ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) ص ۲۰۱۔

ما یعطی قائم آل محمد فقال اللّٰھم اجعلنی قائم آل محمد فقیل لہ ان ذلک من ذریۃ احمد فنظر فی السفر الثانی فوجد مثل ذلک فقال مثل ذلک فقیل لہ مثل ذلک ثم نظر فی السفر الثالث فرای مثلہ فقال مثلہ فقیل مثل ذالک

آل محمد کو عطا کی جائینگی تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو قائم آل محمد بنا دے اس کا جواب آپ کو یہ دیا گیا کہ وہ احمد مجتبیٰ کی اولاد سے ہوں گے اس کے بعد آپ نے سفر دوم کا مطالعہ فرمایا تو وہاں بھی ایسا ہی لکھا ہوا پایا آپ نے پھر پہلی جیسی درخواست کی اور پھر ویسا ہی جواب ملا بعد ازاں سفر ثالث میں بھی یہی مضمون نظر آیا اور آپ نے ویسی ہی درخواست کی لیکن جواب وہی دیا گیا۔

یہ روایت عقد الدرر کے باب اول اور باب ہفتم میں مروی ہے اور میاں عبد الملک سجاوندی نے سراج الابصار میں اس روایت سے استدلال فرمایا ہے (سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۰۲)

صاحب سراج الابصار نے یہ روایت کی ہے:

روی عن کعب الاحبار انہ قال انی لاجد المھدی مکتوبا فی اسفار الانبیاء ما فی حکمہ ظلم ولا عیب اخرجہ الامام ابو عبد اللہ نعیم بن حماد (سراج الابصار مع مقدمہ صـ۲۱ و صـ۲۱۱)

کعب احبار سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مہدی موعود کا ذکر بالیقین انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں لکھا ہوا پاتا ہوں مہدی موعود کے حکم میں کوئی ظلم و عیب نہ ہوگا تخریج کی ہے اس کی امام ابو عبد اللہ نعیم بن حماد نے۔

یہ روایت عقد الدرر کے الباب الثالث اور الباب السابع میں آئی ہے اور کتاب الفتن کے الجزء الخامس میں مروی ہے[1]۔

جس امام کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی ہے وہی امام ہونے کی تمنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی ہے اور وہ قائم آل محمد یعنے امام مہدی کی ذات ہے اور انہی کا ذکر کتب انبیاء میں آیا ہے جیسا کہ کعب احبار سے مروی ہے حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی بامر اللہ فرمایا ہے کہ آیۂ من ذریتی میں امام سے مراد مہدی کی ذات ہے چنانچہ میاں عبد الملک سجاوندی نے یہ روایت کی ہے۔

قال اجعلنی اماما ومن ذریتی اماما والامام من ذریۃ ابراھیمؑ ھو المھدی نقلہ قاضی علاء الدین العالم النحریر الدکنی عن المھدیؑ

(ابراہیمؑ نے کہا مجھے امام بنا اور میری اولاد میں سے امام بنا اور اولاد ابراہیمؑ سے جو امام ہے وہ مہدی ہے روایت کی ہے اس کی حضرت مہدی سے قاضی علاء الدین عالم دانشمند دکھنی نے۔

اس سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام بھی اسی معنے میں امام ہیں جس معنے میں کہ حضرت ابراہیمؑ امام تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی امامت خلافت الٰہی سے جدا نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ مہدی کی امامت خلافت حق ہے ریاست خلق نہیں اس سے قبل ہم نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

میاں عبد الغفور سجاوندی نے آیۂ من ذریتی کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

روی عن المھدی الموعود علیہ السلام انہ

مہدی موعود سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا

---

[1] عقد الدرر (حدیث عربی قلمی نمبر ۴۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد صـ۳۱ و صـ۲۴۹ ۔ [2] کتاب الفتن اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد حدیث عربی قلمی نمبر (۱۳۷۴) الجزء الخامس نمبر حدیث ۱۰۰۲ ۔ [3] منہاج التقویم (مطبوعہ) صـ۵۷۔

قال ان اللہ تعالیٰ امرلی ان الامام المسلم الذی دعی ابراھیم من ذریتہ ھو ذاتک فقط لاغیر[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم دیا وہ امام مسلم جس کے لئے ابراہیمؑ نے دعا کی وہ انہی کی اولاد سے ہو، وہ فقط تیری ذات ہے نہ کہ کوئی اور۔

مولف انوار العیون نے ومن ذریتی کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

روی عن المھدی علیہ السلام انہ قال ان اللہ امرلی ان الامام المسلم الذی دعا ابراھیم من ذریتہ ھو ذاتک فقط لاغیرک[2]

حضرت مہدی سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنی ذریت میں امام بنانے کی جو دعا کی ہے اس امام سے مراد فقط تیری ذات ہے، کوئی اور نہیں۔

رسالہ مجمع الآیات میں ومن ذریتی کے ذیل میں یہ مندرج ہے۔

یعنے گفت ابراہیم علیہ السلام اجعل من ذریتی اماما کما جعلتنی اماما، آں امام امام مہدی است (ص ۱۲)

یعنے ابراہیمؑ نے کہا کہ بنا میری اولاد سے امام جیسا کہ تونے مجھے بنایا وہ امام، امام مہدی ہے۔

مولف مجمع الآیات نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام دراین محل بہ تعلیم اللہ فرمود کہ مراد ازیں امام امامت من است (ص ۱۶)

نقل ہے کہ حضرت امام مہدی نے اس محل پر اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے فرمایا کہ اس امام سے مراد میری امامت ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام اسی معنے میں امام ہیں جس معنے میں کہ حضرت ابراہیمؑ امام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت، نبوت، رسالت اور خلافت الٰہی سے جدا نہیں ہے حضرت مہدی کا ابراہیم علیہ السلام کی طرح امام ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مہدی صاحب امت ہوں گے۔

چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے فرمایا ہے۔

والامامۃ لایمکن بعد النبیؐ الا لاثنین وھما المھدی وعیسیٰ لان الامامۃ لاتصح الا لمن یکون سبب النجاۃ لامتہ و ینجی امتہ باقتدائہ (بعض الآیات ص ۲)

اور امامت نبی صلعم کے بعد صرف دو[2] کے لئے ممکن ہے اور وہ مہدی و عیسیٰ ہیں، اس لئے کہ امامت اسی شخص کے لئے درست ہے جو اپنی امت کی نجات کا سبب ہو اور اس کی اقتدا کی وجہ سے اس کی امت نجات پا سکے۔

اس سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اسی معنے میں امام ہیں جس معنے میں کہ رسول اللہ صلعم، عیسیٰ نبی اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام امام ہیں۔ دوسرے یہ کہ مہدی صاحب امت ہیں اور آپ کی امت آپ کی اقتداء سے نجات پائے گی۔

مہدی کا قول و فعل حجت ہے

امام مہدی صاحب بیینہ و خلیفۃ اللہ مفترض الطاعت ہیں آپ کا ہر قول و فعل حجت ہے، حجت پر حجت نہیں لائی جا سکتی جیسا کہ صاحب سراج الابصار نے بیان کیا ہے۔

لانہ حجۃ اللہ علی الخلق کالانبیاء علیھم

اس لئے کہ وہ یعنے مہدی انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ کی

---

[1] رسالہ مژدہ آیات ص ۴ [2] انوار العیون ص ۲۶۔

السلام والحجة لا یحتج علیها و لا یحتاج الی الحجة (سراج الابصار ص۱۶۲)

حجت ہے مخلوق پر اور حجت پر حجت نہیں لائی جایا کرتی اور نہ اسے حجت کی احتیاج ہوتی ہے۔

بالفرض یہ کاہ کو شاہ یا سنگ کو گوہر بھی کہہ دیں تو اس پر ایمان لانا فرض ہے صاحب انصاف نامہ نے باب ہفدہم میں جس میں اصحاب امامؑ سے متعلق بشارتیں درج کی گئی ہیں یہ روایت کی ہے۔

نیز اجماع کھانبیل ایں است شبے بود در آں شب بعد از عشاء میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و میاں دلاورؓ و میاں نظامؓ و اکثر مہاجران حاضر بودند چیزے حدیث گفت و گو در فضل بود، بندگی میاں سید خوندمیرؓ فرمودند کہ ایں سنگ است کہ سید محمد مہدی ایں را گوہر فرمودند شما چہ میفرمائید بعدہ میاں سید سلام اللہ یک خاشاک از صف جماعت خانہ گرفتند و فرمودند کہ ایں گیاہ است و سید محمد ایں را شاہ فرمودند شما چہ میفرمائید بعدہ میاں نظام فرمود کہ آں سنگ گوہر است و ایں گیاہ شاہ است۔

نیز کھانبیل کا اجماع یہ ہے، ایک رات عشاء کے بعد میاں سید خوندمیرؓ و میاں نعمتؓ و میاں دلاورؓ و میاں نظامؓ اور اکثر مہاجرین حاضر تھے فضیلت کے باب میں کچھ گفتگو ہو رہی تھی، بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے کہا کہ یہ سنگ ہے، اسے سید محمد مہدیؑ نے گوہر فرمایا ہے تم کیا کہتے ہو، اس کے بعد میاں سید سلام اللہ نے تنکا جماعت خانہ کی صف سے اٹھا کر کہا کہ یہ کاہ ہے سید محمدؑ نے اس کو شاہ فرمایا تم کیا فرماتے ہو اس کے بعد میاں نظامؓ نے فرمایا کہ وہ پتھر گوہر ہے اور یہ کاہ شاہ ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اصحاب مہدی کی فضیلت کے باب میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کاہ اور سنگ ریزہ کا بیان یہ طور تمثیل کے واقع ہوا ہے یعنی امام علیہ السلام بالفرض کاہ کو شاہ بھی کہہ دیں تو بلا طلب دلیل اس کو مان لینا چاہیئے اس کے یہ معنے تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ امام علیہ السلام نے حقیقت میں کاہ کو شاہ فرمایا ہے بادیہ نشینان عرب، اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ان میں سے بعض کو مثیل عیسیٰ اور بعض کو مثیل ابراہیمؑ فرمایا۔ ایمان کا اقتضا تو یہ ہے کہ اس کو تسلیم کر لیا جائے!

اسی طرح امام علیہ السلام نے جن جن اصحاب کو بشارت دی ہے اس کا قبول کرنا واجب ہے اس کا مطلق خیال نہ کیا جائے کہ وہ تصدیق سے مشرف ہونے سے قبل کیا تھے، بندگی میاں شاہ دلاورؓ رائے دلپت کے بھانجے ہیں امام علیہ السلام کے فیض سے وہ درجہ حاصل کیا کہ میاں عبد الملک سجاوندیؒ جیسے عالم نے آپ کے ہاتھ پر دین مہدیؑ کی تصدیق کی ہے یہ پہلے کاہ کا مصداق تھے بعد کو شاہ ہو گئے یہ پہلے سنگ تھے، بعد کو گوہر ہو گئے۔

یومنون بالغیب متقین کی صفت ہے غیب پر ایمان لانا کیا کاہ کو شاہ کہنے کے برابر نہیں ہے؟ جس امر میں استبعاد عقلی ہو اس کا مان لینا قوت ایمان کی دلیل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ امر صاحب بینہ کا بیان کردہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام سے کوئی ایسا قول مروی نہیں ہے جس میں استبعاد عقلی ہو آیات الٰہی جس طرح دوسرے صاحبان بینہ سے ظاہر ہوئے ہیں آپ سے بھی ظاہر ہوئے ہیں۔

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے بیان سے صرف یہ مستفاد ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا قول وفعل حجت ہے، حجت پہ حجت طلب نہیں کی جاسکتی جیسا کہ ابوشکور سالمی نے بیان کیا ہے۔

والانبیاء خلقوا معصومین مقدسین عن ذلک لانهم حجج الله علی العباد وحجة الله لایحتج علیها ولایحتاج الی الحجة (سراج الابصار مع مقدمہ طبع الاول صـ۱۶۴)

اور انبیاء علیہم السلام ان چیزوں سے معصوم اور مقدس پیدا کئے گئے ہیں کیوں کہ بندگان خدا پر خدائی حجت ہیں اور حجۃ اللہ پر کوئی دلیل نہیں لائی جایا کرتی اور نہ وہ کسی حجت کی محتاج ہوا کرتی ہے۔

مہدی بھی زمرۂ انبیاء سے ہیں لہٰذا یہ بھی حجۃ اللہ ہوں گے مخلوق پر

اس سے قطع نظر ابن عمر سے یہ مروی ہے۔

قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الرکن والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنة طمس الله نورهما ولولم یطمس نورهما لاضاء ما بین المشرق والمغرب[1]

کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے ہوئے سنا کہ رکن (یعنی حجر اسود) اور مقام (مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر ابراہیمؑ کے قدموں کا نقش ہے) جنت کے یاقوتوں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے دونوں کے نور کو محو کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ دونوں کے نور کو محو نہ کرتا تو ضرور روشن ہو جاتا جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے (یعنی تمام دنیا)

اس سے ثابت ہے کہ حجر اسود جنت کا یاقوت ہے جس کے نور کو اللہ تعالیٰ نے محو کر دیا ہے، اس حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ لکھا ہے۔

گویا حکمت در طمس نور آں است تا ایمان بہ غیب باشد امتحان ایمان دراین صورت است۔[2]

گویا اس کا نور محو کرنے میں حکمت ہے تاکہ غیب پر ایمان ہو اس صورت میں ایمان کا امتحان ہے۔

اگر امام علیہ السلام سے بھی کوئی روایت مروی ہوتی کہ آپ نے کسی خاص کاہ کو کاہ فرمایا ہے تو بھی یہی توجیہ کی جاتی کہ اس میں امتحان ایمان ہے اور بس۔

امام علیہ السلام نے نہیں بلکہ آپ کے اصحاب نے بہ طور تمثیل کے بیان کیا ہے کہ امامؑ اگر کاہ کو کوشاہ اور سنگ کو گوہر بھی کہدیں تو اس کا قبول کرنا لازم ہے، یہ معترض کی نظروں میں کھٹک رہا ہے حالانکہ تمثیل کبھی مورد اعتراض نہیں ہو سکتی۔ تمثیل بیان کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ امام علیہ السلام کا قول وفعل بلاطلب دلیل تسلیم کر لیا جائے کیونکہ آپ خلیفۃ اللہ بھی ہیں اور صاحب بینہ بھی!

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حجر اسود کو جنت کا یاقوت قبول کر لینا لازم ہے چونکہ اس میں امتحان ایمان ہے!!

نقل مہدی اور تاویل مولف ہدیہ مہدویہ نے باب اول عقیدہ نہم میں یہ بیان کیا ہے کہ مہدی تاویل نہیں کرتے اور اس کا ادعا کیا ہے کہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تاویل جائز ہے۔ معترض کا یہ ادعا خود کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کے خلاف ہے اس لئے کہ جو آیتیں محکمات سے ہیں ان میں تاویل کی گنجائش کہاں؟ اور جو متشابہات

---

[1] اشعۃ اللمعات جزء الثانی صـ۳۳۵ [2] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صـ۳۳۵۔

سے ہیں تو ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے چنانچہ کلام اللہ میں یہ آیا ہے۔

آمنا بہ کل من عند ربنا (آل عمران ع) | ایمان لائے ہم متشابہ پر، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

"کل" میں محکمات بھی داخل ہیں اور متشابہات بھی۔

حدیث نبوی میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ متشابہ پر ایمان لاؤ۔ بیہقی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔

اعملوا بالمحکم و آمنوا بالمتشابہ[1] | عمل کرو محکم پر اور ایمان لاؤ متشابہ پر

صاحب معالم التنزیل نے ثم استوی علی العرش کی تفسیر کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

مروی عن سفیان الثوری والاوزاعی واللیث بن سعید وسفیان بن عینیہ وعبد اللہ بن المبارک وغیرہم من علماء السنۃ فی ھذہ الایات التی جاءت فی الصفات المتشابھات آمنوا بھا کما جاءت بلا کیف۔

مروی ہے سفیان الثوری، اوزاعی لیث بن سعید سفیان ابن عیینہ اور عبداللہ بن المبارک وغیرہم علمائے اہل سنت سے ان آیات کے بارے میں جو صفات متشابہات کے بارے میں آئی ہیں کہ ایمان لاؤ ان پر جیسا کہ آئی ہیں بغیر کسی کیفیت کے۔

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ متشابہات پر ایمان لانا اور ان کی کنہ کاوی میں نہ پڑنا علمائے اہل سنت کا مذہب ہے۔

مذکورۂ بالا آیت کے ذیل میں صاحب معالم التنزیل نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

اولت المعتزلۃ الاستواء بالاستیلاء فاما اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ اللہ تعالیٰ بلا کیف یجب علی الرجال الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللہ عزوجل۔

تاویل کی معتزلہ نے استواء کی غلبہ سے لیکن اہل سنت کہتے ہیں استواء علی العرش صفت ہے اللہ تعالیٰ کی بلا کیفیت لوگوں پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے علم کو خدائے عزوجل کے حوالہ کیا جائے۔

یہی مذہب، امام ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہ کا بھی ہے، صاحب تفسیر مدارک نے ثم استوی علی العرش (پھر اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا) کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

والمنقول عن الصادق والحسن وابی حنیفہ و مالک رضی اللہ عنھم ان الاستواء معلوم و التکییف فیہ مجھول والایمان بہ واجب والجحود لہ کفر والسوال عنہ بدعۃ[2]

اور صادق حسن ابوحنیفہ اور مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس سے انکار کرنا کفر ہے اور اس کے بارے میں پوچھنا بدعت ہے۔

مذہب مہدویہ بھی یہی ہے چنانچہ امام علیہ السلام سے یہ مروی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۴۶ [2] تفسیر مدارک الجزء الثانی صفحہ ۴۳

نقل است حضرت میراں علیہ السلام ایں آیت را بخواندید اللہ فوق ایدیہم معنے بدیں وجہ فرمودند دست خدائے تعالےٰ بر دست ایشاں مفسران ایں چنیں گفتند قبضۂ دستِ قدرت، میراں فرمودند ایشان را چہ فہم شد و است خدائے تعالیٰ فرمودہ است لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر خدائے را دست ہست فاما بہ مثل کسی نیست۔

(حاشیہ انصاف نامہ صـ ۹۴)

نقل ہے کہ حضرت مہدیؑ نے یہ آیت پڑھی ید اللہ فوق ایدیہم اس کا معنے اس طرح فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر، مفسروں نے اس آیت کا معنیٰ "قدرت کے ہاتھ کا قبضہ" بیان کیا ہے حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ مفسروں نے کیا سمجھ لیا ہے، خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جیسی کوئی چیز نہیں اور اللہ سننے والا بینا ہے خدا کے لئے ہاتھ ہے لیکن کسی شخص کے ہاتھ کے جیسا نہیں۔

متشابہات کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس کے معنے کلام عرب کی روش کے مطابق کرنا چاہیئے جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

روش کلام عرب ایں است کہ چوں یکی را خواہند وصف کنند بجود و کرم گویند دست وے فراخ و کشادہ است یا آنکہ تواند او را دست نبود و دست ہائے وے بریدہ شدہ باشد یا از اول خلقت بے دست آفریدہ یا کسے را بہ سلطنت و ملک رانی وصف کنند گویند فلاں بر تخت نشست اگرچہ او را تختے نبود و نشستے نہ داں مسلکے سدید است در فہم متشابہات قرآن و حدیث کہ بے آنکہ تاویل کنند و بگویند مراد بدست ایں و تخت ایں[1]۔

کلام عرب کی روش یہ ہے کہ جب کسی کے جود و کرم کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو فراخ دست اور دست کشادہ کہتے ہیں اگرچہ ممکن ہے اس کے ہاتھ ہی نہ ہوں اور اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں یا پیدائش ہی سے بغیر ہاتھ کے پیدا ہوا ہو یا کسی کی سلطنت اور ملک رانی کا وصف بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں فلاں تخت پر بیٹھا اگرچہ اس کا تخت ہی نہ ہو اور بیٹھنے کے لئے نشست نہ ہو اور یہ مسلک درست و استوار ہے قرآن و حدیث کے متشابہات سمجھنے میں بغیر اس کے تاویل کریں اور کہیں کہ ہاتھ سے مراد یہ ہے اور تخت سے مراد یہ ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کے متشابہات میں تاویل نہ کی جائے بلکہ کلام عرب کی روش کے مطابق اس کے معنی کئے جائیں، امامؑ کے ارشادات فارسی زبان میں منقول ہیں اس لئے کلام عجم کی روش کے مطابق معنے کرنا ہوگا۔

متشابہات سے متعلق متقدمین مہدویہ کا وہی مذہب ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے چنانچہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے یہ بیان فرمایا ہے۔

مذھبنا فی المتشابہ مذھب السلف نؤمن بہ ولا نشتغل بکیفیتہ[2]

ہمارا مذہب متشابہ کے بارے میں سلف کا مذہب ہے، اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔

بندگی شاہ برہانؒ نے بھی اس عقیدہ کو حدیقۃ الحقایق میں اس طرح بیان کیا ہے۔

فالاستوی معلوم والکیفیۃ غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ[3]

پس استوی معلوم ہے اور اس کی کیفیت میں پڑنا غیر معقول اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے بارے میں پوچھنا بدعت ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ ۳۶۲ [2] سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ [3] دفتر دوم رکن پنجم باب اول

غرض متقدمین مہدویہ کے پاس کلام اللہ میں تاویل جائز نہیں ہے۔

اب رہے، احادیث تو ان میں یا حکم ہوگا یا خبر ہوگی، رسول اللہ صلعم نے اگر کوئی حکم دیا تو اس میں تاویل کی گنجائش کہاں ؟ اور اگر آپ نے کوئی خبر دی ہے تو اقتضائے ایمان یہی ہے کہ ہم اس کے ظاہر پر ایمان لائیں مثلاً ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بنى آدم رواه احمد والترمذى[1]	حجر اسود جنت سے اترا ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، پس اولاد آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا روایت کی ہے اس کی احمد و ترمذی نے۔

مومن وہی ہے جو بغیر کسی تاویل کے اس بات پر ایمان لائے کہ حجر اسود جنت سے اترا ہے، وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن اولاد آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے اس حدیث کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اگر کامل الایمان است قبول می کند آں را بے تردد و بے تاویل	اگر کامل الایمان ہے، تو قبول کرتا ہے اس کو بغیر تردد اور بغیر تاویل کے

اور یہی راہ راست ہے جیسا کہ صاحب اشعۃ اللمعات نے بیان کیا ہے۔

ہمہ تردد و شک و تاویل از ظلمت باطنی و حیلہ نفس است راہ راست آن است کہ بہ ظاہر آں ایمان آرند۔	یہ سب تردد شک اور تاویل ظلمت باطنی اور حیلہ نفس کی وجہ سے ہے اور راہ راست یہی ہے، کہ اس کے ظاہر پر ایمان لائیں۔

امام مہدی بھی ہم خلق رسول اللہ، دافع ہلاکت امت اور صاحب بینہ ہیں آپ کے ارشادات پر بھی یہی قیاس کیا جائیگا!

یہی وجہ ہے کہ متقدمین مہدویہ نے نقل مہدیؑ میں تاویل نہیں کی ہے، صاحب انصاف نامہ نے باب ہفدہم میں یہ روایت کی ہے کہ اصحاب مہدیؑ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ امام علیہ السلام سنگ کو گوہر فرمادیں تو وہ گوہر ہے اور اگر کاہ کو شاہ فرمادیں تو وہ شاہ ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ اصحاب مہدیؑ نے فرمان مہدی میں کوئی تاویل نہیں کی۔

اس کی تائید اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو بندگی ولی یوسفؒ نے انصاف نامہ[2] کے باب شانزدہم میں درج فرمائی ہے۔

چہل و شش سال شدہ است کہ بندہ ولی یوسف نقل ہائے مہدیؑ از میراں سید محمودؓ و از یاران مہدیؑ شنیدیم و از ایشاں تاویلے و تحویلے نہ شنیدیم۔	چھیالیس ۴۶ سال ہوئے ہیں کہ بندہ ولی یوسف نے مہدیؑ کی نقلیں میراں سید محمودؓ اور اصحاب مہدی سے سنیں اور ان سے کوئی تاویل یا تحویل نہیں سنی۔

بندگی ملک مہری، صحابی مہدیؑ کے بیان سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اصحاب مہدیؑ تاویل نہیں کرتے تھے حضرت مہری کا شعر یہ ہے۔

پاک ز تاویل معرا ز شک	جملہ بہ کیفیت مہدی چو یک

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۲۳۴ ۔ [2] اس سے مراد قلمی نسخہ ہے جو اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

اس شعر سے بھی ثابت ہے کہ اصحاب مہدیؑ تاویل سے پاک تھے یعنے تاویل نہیں کرتے تھے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیر رحمہ نے بھی یہ فرمایا ہے۔

وقتی کہ کسی سخن مہدی را تاویلے و تحویلے می کند حلم بندہ نمی ماند (انصاف نامہ باب چہارم)

جس وقت کوئی شخص فرمان مہدیؑ میں تاویل و تحویل کرتا ہے تو بندہ کا حلم نہیں رہتا۔

حاصل یہ کہ تاویل کرنا ظلمت باطنی اور حیلۂ نفس کی وجہ سے ہے اسی بنا پر ہمارے پاس تاویل جائز نہیں ہے۔

صحت احادیث کا معیار امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔

در احادیث اختلاف بسیار است و صحیح شدن آن مشکل، ہر حدیثے کہ موافق کتاب اللہ و حال این بندہ باشد آں صحیح است (عقیدہ شریفہ)

احادیث میں بہت اختلاف ہے اور اس کا صحیح ہونا مشکل ہے، ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ اور اس بندہ کے حال کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔

اس فرمان میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ حدیث، کتاب اللہ کے موافق ہو، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ حدیث آپ کے حال کے موافق ہو۔

امام علیہ السلام کے حال کی تو یہ کیفیت تھی۔

اگر کسی خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ از کلام خدا و از اتباع رسول اللہ در احوال و اعمال ما بجوید و فہم کند (عقیدہ شریفہ)

اگر کوئی شخص ہماری سچائی معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ سے اور اتباع رسول اللہ سے ہمارے اقوال اور اعمال میں جستجو کرے اور سمجھے۔

امام علیہ السلام کے احوال اور اعمال کلام اللہ اور حدیث رسول اللہؐ کے عین مطابق تھے اس لئے کوئی حدیث صحیح آپ کے احوال اور اعمال کے مخالف و منافی ہو سکتی ہی نہیں، بالفرض وہ مخالف ہو تو وہ صحیح نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ۔ (البقرۃ ع ۱۳)

پس تحقیق کہ جبرئیل نے اتارا ہے قرآن کو آپ کے قلب پر اللہ کے حکم سے در آں حالے کہ وہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی (سماوی) کتابوں کی۔

ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ صحیح وہی ہے جو کلام اللہ میں ہے

امام بخاری نے اپنے بنائے ہوئے اصول کو احادیث کی صحت کا معیار قرار دیکر بہت سی حدیثیں رد کر دیں تو محدثین کے نزدیک یہ امر قابل قبول ہے اگر امام علیہ السلام کے حال کو آپ کے خلق حسن کی بنا پر احادیث کی صحت کا معیار قرار دیا جائے تو کون اعتراض وارد ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ آپ صاحب بینہ بھی ہیں۔

اس سے قطع نظر خود معترض کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ اخلاق حسنہ، حدیث کا معیار ہو سکتے ہیں، معترض کی عبارت یہ ہے۔

"ابھی اخلاق بہ مطابقت ان احادیث کے پایۂ اعتبار کو کہاں پہنچے کہ محک صحت احادیث کا ٹھیرائے جائیں[1]۔"

مذکورہ عبارت میں خود معترض تسلیم کر رہا ہے کہ معتبر اخلاق، صحت احادیث کا معیار ہو سکتے ہیں اور مقدمہ کی ابتداء میں امام علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کا اثبات ہو چکا ہے ایسی صورت میں معترض کا اعتراض خود اس کے مسلمات سے بھی باطل قرار پاتا ہے۔

مہدی کا خرق عادت اور لفظ معجزہ کا استعمال

لفظ معجزہ صرف انبیاء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ نے بیان کیا ہے۔

انچہ از مدعی رسالت واقع شود آں را معجزہ گویند[2] — جو خرق عادت مدعی رسالت سے واقع ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

متقدمین مہدویہ نے امام علیہ السلام کے خرق عادت کے لئے لفظ معجزہ استعمال کیا ہے۔

صاحب رسالہ اثبات المہدی نے کتاب معجزات المہدی کا حوالہ دیا ہے جس میں امام علیہ السلام کے سو سے زیادہ معجزے مندرج ہیں، اثبات المہدی کی عبارت یہ ہے۔

اگر خواہی کہ از احوال حضرت مہدی کہ متبوع ایشاں است معلوم کنی از کتاب معجزات المہدی کہ در او زیادہ از صد معجزات است چوں معجزۂ انبیاء علیہم السلام از کتاب معلوم کنی تا ترا یقین حاصل آید بہ صدق او[3]

اگر تو چاہے کہ حضرت مہدیؑ جو ان کے متبوع ہیں ان کے احوال معلوم کرے تو کتاب معجزات المہدی سے جس میں انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کی طرح سو سے زیادہ معجزے ہیں، معلوم کرے تاکہ تجھے یقین حاصل ہو ان کی سچائی پر۔

بندگی شاہ برہانؒ نے بھی شواہد الولایت کے باب سی و دوم میں امام علیہ السلام کے پچاس معجزے درج کئے ہیں، معجزۂ چہلم کے ذیل میں جو بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت سے متعلق ہے یہ بیان کیا ہے۔

دریں یک معجزہ چندیں معجزہ ہا بر ثبوت مہدیت آنحضرت صادر شد۔

اس ایک معجزے میں کئی معجزے آنحضرت کی مہدیت کے ثبوت میں صادر ہوئے۔

لفظ معجزہ مدعی نبوت و رسالت کے لئے مختص ہے۔

امام علیہ السلام بھی صفت نبوت و صفت رسالت سے متصف ہیں اسی بنا پر شاہ برہان اور دیگر متقدمین مہدویہ نے امامؑ کے خرق عادت کے لئے معجزہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اس سے قبل مندرجۂ ذیل عنوانوں کے تحت حضرت مہدی علیہ السلام کے مراتب کا اثبات کیا گیا ہے۔

(۱) امر الٰہی (۲) عصمت (۳) خلافت الٰہی (۴) دافع ہلاکت امت (۵) خلق عظیم (۶) جبرئیل کی معیت (۷) بینہ (۸) شیطان کا مسلمان ہو جانا (۹) دین کی ختمیت (۱۰) امامت۔

انہی امور کو پیش نظر رکھکر بندگی شاہ برہان نے مہدی موعود اور رسول اللہ صلعم میں فرق مراتب نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ خاتمین سے متعلق یہ لکھا ہے۔

---

[1] ہدیہ مہدویہ (طبع اول) ص ۵۴ [2] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۷۳ [3] مولف اثبات المہدی کا سن شہادت ۹۸۴ھ ہے پس معلوم ہوا کہ کتاب معجزات المہدی جس کا حوالہ دیا گیا ہے ۹۸۴ھ سے قبل لکھی گئی ہے۔

یک درجہ و یک مرتبہ در آشکار و نہاں ہستند درمیان ایشاں فرق مراتب نیست[1]

ظاہر و باطن میں یک درجہ اور یک مرتبہ ہیں اور ان کے درمیان فرق مراتب نہیں ہے۔

جب خاتمین میں فرق مراتب نہیں ہے تو تسویت بدرجۂ اتم ثابت ہے۔

جس طرح انبیاء کے خرق عادت کے لئے لفظ معجزہ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح مہدی موعود کے خرق عادت کے لئے لفظ معجزہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام علیہ السلام کے خرق عادت کے لئے لفظ معجزہ استعمال کرنے والے امام علیہ السلام کو نہ صرف معصومیت سے متصف مانتے ہیں بلکہ صفت نبوت و صفت رسالت سے بھی!

عصمت خاصۂ انبیاء ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز نے بیان کیا ہے۔

ومعصومیت نزد ایشان خاصۂ انبیاء است[2]

اور معصوم ہونا ان کے نزدیک یعنی اہل سنت کے نزدیک انبیاء کے خصائص سے ہے۔

حاصل یہ کہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ مہدی سے صرف خدا افضل ہے امامؑ کے ایک خاص صحابی نے اجماع صحابہ میں مہدی کا ہمسر احمدؐ ہونا بیان فرمایا ہے اور ایک جلیل القدر تابعی نے یہ لکھدیا ہے کہ مہدی بعض انبیاء سے افضل اور نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

غرض خاتمین میں تسویت در فضیلت ثابت ہے اور یہی مذہب مہدویہ ہے۔

رسول و مہدی کی فضیلت

رسول اللہ صلعم کی فضیلت کے باب میں جو آیتیں اور حدیثیں مولف ہدیہ نے باب ہشتم میں درج کی ہیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن ان حدیثوں سے کس طرح چشم پوشی کی جا سکتی ہے جن میں رسول اللہ صلعم نے دوسرے انبیاء کی فضیلت بیان فرمائی ہے مثلاً بخاری اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

لا تخیروا بین انبیاء اللہ فان الناس یصعقون یوم القیمۃ فاصعق معھم فاکون اول من یفیق فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری کان فیمن صعق فافاق قبلی او کان فیمن استثنی اللہ[3]۔

مجھے موسیٰؑ پر فضیلت مت دو اس لیے کہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہونگے پس میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہوں گا پس میں پہلا شخص ہوں گا جو ہوش میں آئیگا پس میں یکایک دیکھتا ہوں کہ موسیٰؑ عرش کی جانب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ وہ ان لوگوں میں تھے جو بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا ان لوگوں میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیہوش ہو جانے سے مستثنیٰ فرما دیا تھا۔

مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

عن انس قال جاء الرجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا خیر البریہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاک ابراھیم[4]

انس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس آیا پس کہا اے بہترین خلائق، پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ وہ ابراہیمؑ ہیں۔

رسول اللہ صلعم کی فضیلت کی ایک علت آپ کا خلق عظیم سے متصف ہونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے اور جس کی کسی اور نبی کو بشارت نہیں دی گئی ہے۔

---

[1] دفتر دوم رکن ہفتم باب پنجم [2] تحفۂ اثنا عشریہ (طبع مطبع قمر ہند) ص ۵۵ [3] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۵ [4] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۹۳

دوسری علت آپؐ کے شیطان کا مسلمان ہوجانا ہے جو احادیث صحاح سے ثابت ہے، صاحب بینہ، امام اور معصوم ہونے کے اعتبار سے تو تمام اللہ کے خلیفے اور انبیاء برابر ہیں۔

اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی فضیلت کی علت، امام مہدی خلیفۃ اللہ صاحب بینہ کی ذات میں بھی پائی جاتی ہے جن کا شیطان بھی رسول اللہ صلعم کے شیطان کی طرح مسلمان ہوگیا تھا۔

تخصیص آیات قرآنی امامؑ نے بعض آیات قرآنی میں بامر اللہ جو تخصیص فرمائی ہے اس پر بھی مولف ہدیہ نے باب سوم دلیل یازدہم کے ذیل میں اعتراض کیا ہے اس لئے اس کی بھی تحقیق کی جاتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ذلک فضل الله یؤتیه من یشآء والله ذو الفضل العظیم۔ (سورۃ الجمعۃ ع ۱)	وہی ہے جس نے امیین میں ایک رسول مبعوث کیا انہی میں سے جو ان کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے اور مبعوث کیا آخرین میں جو انہی میں سے ہوں گے اور ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ امیین اور آخرین کے درمیان فصل زمانی ہے۔ لما یلحقوا بهم (ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے) کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

جب امیین سے آخرین کا ملنا ہی ثابت نہیں تو رسول اللہ صلعم سے آخرین کا ملنا کس طرح ثابت ہوگا؟

اب بحث یہ ہے کہ آخرین کا عطف کس پر ہے اس کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آخرین کا عطف امیین پر ہے جیسا کہ فخر رازیؒ نے بیان کیا ہے۔

وآخرین عطف علی الامیین یعنی بعث فی آخرین منهم[1]۔	آخرین کا عطف امیین پر ہے یعنے مبعوث کیا آخرین میں جو ان ہی میں سے ہوں گے۔

صاحب مدارک نے وآخرین منهم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وفی آخرین[2]	اور مبعوث کیا آخرین میں۔

اسی عطف کو ترجیح دی گئی ہے۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آخرین کا معطوف علیہ ضمیر ھم کو قرار دیا جائے جو یعلمھم میں آئی ہے جیسا کہ صاحب کشاف نے لکھا ہے۔

---

[1] تفسیر فخر رازی (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثامن صـ ۲۰۴ [2] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الرابع صـ ۱۹۲۔

ویجوزان ینتصب عطفا علی المنصوب فی ویعلمھم[1]

جائز ہے کہ یہ منصوب ہو اور اس کا عطف اس ضمیر منصوب پر ہو جو ویعلمھم میں آئی ہے۔

بیضاوی نے وآخرین منھم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

عطف علی الامیین او المنصوب فی یعلمھم[2]

عطف ہے امیین پر یا منصوب پر جو یعلمھم میں ہے۔

صاحب مدارک نے وآخرین کے ذیل میں یہ لکھا ہے:۔

ای یعلمھم ویعلم آخرین[3]

یعنے تعلیم دیتا ہے ان کو اور آخرین کو

آخرین کا معطوف علیہ خواہ امیین ہو خواہ ضمیر ھم جو یعلمھم میں آئی ہے رسول اللہ صلعم کا آخرین میں بلاواسطہ تبلیغ فرمانا ثابت نہیں۔

جہاں کہیں کسی قوم میں نبی مبعوث ہوتے ہیں اس قوم کے افراد کا خواہ وہ کتنے ہی کم ہوں اس نبی کی معیت میں رہنا ضرور ہے، آخرین نے امیین کے زمانہ کو پایا ہی نہیں، ایسی صورت میں آخرین کے افراد کو رسول اللہ صلعم کی معیت کس طرح حاصل ہوگی؟ اور اگر انہیں آپ کی معیت کا شرف حاصل نہ ہوا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بظاہر مبعوث فی الآخرین کا اطلاق ہوگا؟

کلام اللہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب وحکمت، انبیاء کے مختصات سے ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آخرین کا عطف ضمیر ھم پر ہے جو یعلمھم میں آئی ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح آپ نے امیین کے لئے آیتیں تلاوت فرمائیں، امیین کا تزکیہ نفس فرمایا، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی، اسی طرح آپ نے آخرین کے لئے نہ تو آیتیں تلاوت فرمائیں نہ تو بلاواسطہ ان کا تزکیہ نفس فرمایا اور نہ راست انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا جب کہ آخرین نے آپ کے زمانہ کو پایا ہی نہیں۔

دوسرے یہ کہ آخرین کے مراتب وہی ہیں جو امیین کے تھے یعنے اصحاب رسول کے۔ امام فخر رازی نے ذلک فضل اللہ کے ذیل میں ابن عباس سے یہ روایت کی ہے۔

قال ابن عباس عزیز حیث الحق العجم و ابناءھم بقریش یعنی اذا آمنوا الحقوا فی درجۃ الفضل بمن شاھد الرسول علیہ السلام وشارکھم فی ذلک[4]

ابن عباس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ غالب ہے کہ عجمی اور ان کی اولاد کو قریش کے ساتھ ملایا ہے یعنے جب وہ ایمان لائے تو فضیلت میں انہیں سے ملحق ہو گئے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کیا تھا اور اس میں ان کا شریک کر دیا۔

ابن عباس کی روایت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ آخرین سے مراد عجم ہیں، دوسرے یہ کہ آخرین فضیلت میں ان لوگوں کے برابر ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کا مشاہدہ کیا تھا اور آپ کی معیت کا شرف حاصل کیا تھا ظاہر ہے کہ جب تک آخرین میں رسول اللہ صلعم کی طرح کوئی مبعوث من اللہ نہ ہوگا، ان کے مراتب ایمانی اصحاب

---

[1] کشاف (طبع کلکتہ) الجزء الثانی صفحہ ۱۴۸۱ [2] بیضاوی (طبع یورپ) الجزء الثانی صفحہ ۲۳۲۔ [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الاول صفحہ ۱۹۲ [4] تفسیر کبیر (طبع قسطنطنیہ) الجزء الثامن صفحہ ۲۰۴۔

رسول اللہؐ کے برابر نہیں ہو سکتے اور جب تک کہ آخرین میں ایسے مبعوث من اللہ کا ظہور تسلیم نہ کیا جائے کلام اللہ کی پیشین گوئی پوری نہیں ہو سکتی۔

احادیث سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ آخرین سے مراد عجم ہیں۔ صاحب الدر المنثور نے اس آیت کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاهد فی قوله هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم قال العرب وآخرین منهم لما یلحقوا بهم قال العجم واخرج سعید بن منصور والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویه وابو نعیم والبیهقی معاً فی الدلائل عن ابی هریرة قال کنا جلوساً عند النبی صلی الله علیه وسلم حین انزلت سورة الجمعة فتلاها فلما بلغ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم قال له رجل یا رسول الله من هؤلاء الذین لم یلحقوا بنا فوضع یده علی سلمان الفارسی وقال والذی نفسی بیده لو کان الایمان بالثریا لنالته رجال من هؤلاء[1]

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن حاتم نے مجاہد سے بعث فی الامیین رسولاً منھم کے ذیل میں یہ روایت کی ہے کہ امیین سے مراد عرب ہیں اور آخرین منھم سے مراد عجم ہیں۔ سعید بن منصور، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن مردویہ نے نیز ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے ابوہریرہ نے کہا کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر تھے۔ جب سورہ جمعہ نازل ہوا آنحضرتؐ نے اس کی تلاوت فرمائی جب وآخرین منھم پر پہونچے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ کون ہیں جو ہم سے نہیں ملے رسول اللہ نے اپنا دست مبارک سلمان فارسی کے سر پر رکھا اور کہا قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایمان اگر ثریا پر بھی ہوتا ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو پا لیتے۔

حاصل یہ کہ آخرین سے مراد عجم یعنے غیر عرب ہیں جن میں اہل ہند بھی شامل ہیں اور ان کے ایمان کی خاص طور پر بشارت دی گئی ہے، یہ وہی عجمی ہیں جن کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ملا ہوا نہ ہوگا اور نہ ان کے افراد کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوگا۔

آخرین کا شرف کلام اللہ کی دوسری آیتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱) ثلة من الاولین وقلیل من الآخرین (سورۂ واقعہ ع ۲) — ایک گروہ اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے۔

(۲) ثلة من الاولین وثلة من الآخرین (سورۂ واقعہ ع ۲) — ایک گروہ اگلے لوگوں میں سے، ایک گروہ پچھلے لوگوں میں سے۔

---

[1] الدر المنثور (طبع مصر) ۱۳۱۴ھ الجزء السادس ص ۲۱۵۔

ان آیتوں میں ثلۃ من الاولین اور ثلۃ من الآخرین سے وہ جماعتیں مراد ہیں جو امت رسول میں ہونگے صاحب معالم التنزیل نے اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وذهب جماعة الى ان الثلتين جميعا من هذه الامة وهو قول ابى العالية ومجاهد من الاولين سابقى هذه الامة وقليل من الآخرين من هذه الامة فى آخر الزمان وعطا ابن الرياح والضحاك قالوا[1]

ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ثلتین (دونوں جماعتیں) اسی امت سے ہیں اور یہ ابوالعالیہ مجاہد عطا ابن الریاح اور ضحاک کا قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ اولین سے اس امت کے سابقین مراد ہیں اور قلیل من الآخرین سے اس امت کے وہ لوگ مراد ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے۔

صاحب معالم التنزیل نے اپنے اسناد سے بطریق ابن عباس یہ روایت بھی کی ہے۔

عن ابن عباس فى هذه الآية ثلة من الاولين وثلة من الآخرين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هما جميعا من امتى[2]

ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ثلۃ من الاولین اور ثلۃ من الآخرین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں جماعتیں میری امت سے ہیں۔

صاحب مدارک نے یہ روایت کی ہے۔

وعن النبى عليه السلام الثلتان جميعا من امتى[3]

نبی علیہ السلام سے مروی ہے دونوں جماعتیں میری امت سے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ ثلۃ من الاولین سے امیین مراد ہیں جن میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تھے اور ثلۃ من الآخرین سے امت کے وہ افراد مراد ہیں جو عجم سے ہوں گے اور آخری زمانہ میں ہوں گے ان کی فضیلت ان امیین کے جیسی ہوگی جنہیں رسول اللہ صلعم کی معیت کا شرف حاصل تھا۔ آیت زیر بحث میں بھی آخرین منھم سے وہی لوگ مراد ہیں جن کا ثلۃ من الآخرین میں ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے نہ تو رسول اللہ صلعم کی معیت کا شرف حاصل کیا اور نہ رسول اللہ صلعم سے آیتیں سنیں اور نہ آپ سے کتاب وحکمت کی تعلیم پائی۔

رسول اللہ صلعم کے مبعوث فی الآخرین یا علم الآخرین ہونے کو معترض محل نظر قرار دے سکتے ہیں اس لئے کہ آپ نے بلا واسطہ ان میں تبلیغ نہیں فرمائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلعم کا دین جب اہل علم کے ذریعہ آخرین تک پہنچ گیا تو کلام اللہ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی جیسا کہ صاحب کشاف نے بیان کیا ہے۔

لان التعليم اذا تناسق الى آخر الزمان كان كله مستندا الى اوله فكانه هو الذى تولى كل ما وجد منه[4]

اس لئے کہ تعلیم جب نوبت بہ نوبت آخری زمانہ تک پہونچتی رہی گی تو سب کا اسناد اول ہی کی جانب ہوگا اب گویا آنحضرت صلعم ہی اس تمام تعلیم کے کاربرداز ہوئے جو (اول سے آخر تک) عالم وجود میں آئی۔

تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ کلام اللہ نے آخرین میں ایک فرد کے مبعوث ہونے کی خبر دی ہے ایک جماعت کی نہیں۔

---

[1] و [2] معالم التنزیل (طبع میمنی) الجلد الرابع ص ۱۲۵ و ص ۱۲۶ [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الرابع ص ۱۶۳ [4] کشاف (طبع کلکتہ) الجزء الثانی ص ۱۴۸۱

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کی بعثت فی الآخرین سے اہل علم مراد لے سکتے ہیں تو بدرجہ اولیٰ اس سے وہ ہستی مراد لینی ہوگی جن کے باب میں رسول اللہ صلعم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہوں گے، دین کو قائم کریں گے جیسا کہ آپ نے قائم کیا ہے اور امت کو ہلاکت سے بچائیں گے، آپ کے مشابہ ہوں گے اخلاق میں اور انہی پر دین ختم ہوگا۔

اب دو صورتیں رہ جاتی ہیں، یا تو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ رسول اللہ صلعم نے آخرین میں بھی بلا واسطہ تبلیغ فرمائی ہے اور آخرین کے افراد نے آپ کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اور آپ سے کتاب و حکمت کی تعلیم پائی ہے یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ امام مہدی کا آخرین میں مبعوث ہونا خود رسول اللہ صلعم کا مبعوث ہونا ہے جس کی کلام اللہ میں خبر دی گئی ہے اس لحاظ سے بھی کہ امام مہدی رسول اللہ صلعم کی آل میں ہیں۔

اس سے قطع نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے۔

اجعل لی لسان صدق فی الآخرین (الشعراء ع ۲۱)	پیدا کر میرے لئے ایک مرد صادق آخرین میں۔

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

صادقا من ذریتی یجدد اصل دینی ویدعو الناس الی ما کنت ادعوھم الیہ وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم[1]	پیدا کر ایک مرد صادق میری نسل سے جو میرے دین کی اصل کی تجدید کرے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے جس کی دعوت میں دیا کرتا تھا اور وہ رسول اللہ صلعم کی ذات ہے

بیضاوی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی ہے کہ آخرین میں میری نسل سے ایک مرد صادق پیدا کردے جو میرے اصل دین کی تجدید کرے اس سے رسول اللہ صلعم کی ذات مراد ہے۔

جب کلام اللہ کی آیتوں میں آخرین کی فضیلت خاص طور پر بیان کردی گئی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں الآخرین سے ثلۃ من الآخرین کے سوا مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ امیین کی جماعت میں رسول اللہ صلعم کی بعثت ہوئی ہے اور اس جماعت کی ثلۃ من الاولین سے تعبیر کی گئی ہے آخرین سے نہیں۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا رسول اللہ صلعم سے متعلق ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (البقرۃ ع ۱۴)	اے ہمارے رب اور مبعوث کر ان میں ایک رسول ان ہی میں سے جو سنائے ان کو تیری آیتیں اور سکھلادے ان کو کتاب و حکمت اور پاک کرے ان کو، تحقیق تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اس آیت میں مبعوث ہونے والے رسول کی جو خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آیہ بعث فی الامیین کے ضمن میں بیان فرمائی ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ دعا رسول اللہ صلعم کی بعثت سے متعلق ہے۔ اس میں آخرین کی کوئی قید نہیں ہے۔ فیھم میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع ذریتہ یا امۃ مسلمۃ ہے جن کا ذکر اس سے قبل کی آیت میں کیا گیا ہے۔

اس سے قطع نظر جماعتیں دو ہیں، ایک جماعت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر رسول اللہ صلعم پر ختم ہو جاتی ہے

---

[1] تفسیر بیضاوی (طبع یورپ) الجزء الثانی ص ۵۴۔

دوسری جماعت رسول اللہ صلعم سے شروع ہوکر یوم قیامت تک جاری رہتی ہے جیسا کہ صاحب معالم التنزیل نے اپنے اسناد سے یہ روایت کی ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آدم الینا ثلة ومنی الی یوم القیامة ثلة[1]	پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدم سے لے کر ہم تک ایک ثلہ (جماعت) ہے، اور مجھ سے تا بروز قیامت ایک ثلہ (جماعت) ہے

پہلی جماعت آدم السلام سے رسول اللہ صلعم تک ہے، اس میں حضرت ابراہیمؑ بھی داخل ہیں۔

پس حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں مرد آخرین سے وہی مراد ہیں جو رسول اللہ صلعم کے بعد ہونگے اور جن کی کلام اللہ میں خبر دی گئی ہے۔

امام مہدی کے سوا اس سے اور کون مراد ہوسکتا ہے؟ آپ آل رسولؐ سے ہونے کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم سے آخرین میں بلاواسطہ تبلیغ عمل میں نہیں آئی، اس پیشین گوئی کی تکمیل آپ کی نظیر، امام مہدی کے ظہور سے ہوئی جن کی بعثت کے باب میں آپنے متعدد خبریں دی ہیں۔

اس لحاظ سے آخرین میں مبعوث ہونے والے رسول سے مہدی خلیفۃ اللہ کی ذات مراد ہے۔

آخرین میں مبعوث ہونے والے عیسیٰؑ نہیں ہیں ظاہر ہے کہ آخرین میں مبعوث ہونے والے رسول سے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ عیسیٰؑ کی بعثت تو رسول امیین کی بعثت سے قبل ہوچکی۔

یہ بھی واضح رہے کہ امام علیہ السلام دعوی موکد کے بعد صرف پانچ سال بقید حیات رہے، اس مدت میں آپنے دو سال چار ماہ، خاص عجم یعنی اہل خراسان میں کتاب وحکمت کی تعلیم دی ہے۔

(ب) اب رہی آیت ثم ان علینا بیانہ (القیامہ ع) (پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے) تو اس میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ یہ بیان قرآن کس کے ذریعہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیان قرآن کی ذمہ داری خود لی ہے۔

بیان قرآن جو رسول اللہ صلعم سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (النحل ع)	اور نہیں نازل کی ہم نے تجھ پر کتاب مگر یہ کہ تو بیان کرے ان کے واسطے وہ چیز جس کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔
(۲) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل ع)	اور نازل کیا ہم نے تیری طرف قرآن تاکہ تو بیان کرے۔

ان آیتوں سے ثابت ہے کہ بیان قرآن رسول اللہ صلعم کی ذات سے متعلق ہے، ظاہر ہے کہ آپنے امیین کے لئے بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ثم ان علینا بیانہ کے ذریعہ علٰحدہ وعدہ فرمایا ہے تو اس سے بیان للآخرین کے سوا اور کیا مراد لے سکتے ہیں خصوصاً جب کہ ثم تراخی بعیدہ کے لئے بھی آتا ہے اور حضرت عیسیٰ نے اس امر کی خبر دی ہے کہ آخری زمانہ میں، ایک صاحب تاویل (بیان) ہوگا، صاحب تنزیل نہیں۔

---

[1] معالم التنزیل (طبع بمبئی) الجلد الرابع صـ۱۲۵۔

حضرت عیسیٰؑ کا ارشاد یہ ہے۔

نحن ناتیکم بالتنزیل واما التاویل فسیاتی به الفارقلیط فی آخر الزمان

ہم تنزیل لے کر آئے ہیں اور تاویل آخری زمانہ میں فارقلیط لے کر آئے گا۔

(سراج الابصار مع مقدمہ طبع اول صـ۱۰۴)

نحن ناتیکم بالتنزیل (ہم تنزیل لے کر آئے ہیں) سے وہ تمام انبیاء مراد ہیں جن پر کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے' یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد نحن معاشر الانبیاء لانورث ولا نورث (ہماری انبیاء کی جماعت نہ تو خود کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی اور ان کا وارث ہوتا ہے) میں تمام انبیاء مراد ہیں۔

رسول اللہ صلعم صاحب تنزیل (کتاب) ہیں اور تنزیل ہی پر آپ نے قتال کیا ہے جیسا کہ آپ کے اس ارشاد سے ثابت ہے۔

قاتلت المشرکین علی تنزیله[1] | قتال کیا میں نے مشرکین کے ساتھ تنزیل قرآن پر

لیکن فارقلیط سے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ صاحب تاویل (بیان) ہوں گے۔

لہٰذا یہ دونوں جداگانہ نفوس ہوئے دونوں کو ایک ماننے کے لئے کوئی قرینۂ شرعیہ نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ اعتراض کہ ابن عباس نے ان علینا بیانہ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ "اس کو تیری زبان سے بیان کر دینا ہمارے ذمہ ہے"۔ اس کے مفید مطلب نہیں۔ یہ تو ابن عباس کا قول ہے' خود رسول اللہ صلعم نے امام مہدی کے باب میں یہ فرمایا ہے یختم الله به الدین[2] (ان پر یعنے مہدی پر اللہ تعالیٰ دین کو ختم فرمادے گا)

بیان دین' بیان قرآن سے جدا نہیں ہے' پس آیہ مذکور سے یہ مستفاد ہوگا کہ امام مہدی کے ذریعہ بیان قرآن کو ختم کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

ہاں فرق یہ ہے کہ امیین کے لئے ایمان و اسلام کی تاکید تھی اور آخرین کے لئے ایمان و اسلام کی تجدید کے ساتھ تعلیم احسان کی تاکید رہے یہاں تک کہ لفظ "بیان" دائرہ مہدویہ میں تفسیر معانی قرآن کے لئے مختص ہوگیا!

مذکورۂ بالا قرآنی پیشین گوئی کے ظہور کا ایک پرتو یہ بھی ہے کہ امامؑ نے قرآن میں حذف اور حرف زائدہ وغیرہ کا نہ ہونا بیان کر کے قرآن کا اسی طرح مربوط ہونا ثابت فرمادیا جیسا کہ عصر اول میں مربوط سمجھا جاتا تھا اس کی تفصیل حصہ دوم کے باب ششم میں دی جاچکی۔

معترض کا یہ کہنا کہ آیات زیر بحث کی تخصیص چاہیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحف انبیاء کی جن پیشین گوئیوں سے رسول اللہ صلعم کی بعثت پر استدلال کیا جاتا ہے ان کے مقابلہ میں مذکورۂ بالا پیشین گوئیاں زیادہ صاف زیادہ واضح اور صریح مخصصات کی حامل ہیں!!!

(صحف انبیاء کی پیشین گوئیوں کے لئے ملاحظہ ہو حصہ اول باب سوم)

آیات قرآنی سے متعلق امام علیہ السلام کا دعویٰ امام علیہ السلام نے بعض آیات قرآنی سے متعلق یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ وہ آپ کے اور

---

[1] کنز العمال جلد ششم صـ۳۹۱ [2] عقد الدرر الباب الاول صـ۲۹ (حدیث عربی قلمی نمبر ۴۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔

آپ کی قوم کے حق میں ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے تیسرے سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے۔

ثم اعلم یا اخی ان المھدی ادعیٰ فی حقہ و حق قومہ آیات کثیرۃ[1]

پھر جان اے بھائی کہ مہدی نے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بہت سی آیتوں کا دعویٰ فرمایا ہے۔

ب۔ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے سوال یازدہم کے جواب میں یہ بیان کیا ہے

ادعی فی حق نفسہ آیات کما ذکرنا قبل[2]

دعویٰ کیا مہدیؑ نے آیتوں کا اپنے حق میں جیسا کہ ذکر کیا ہم نے اس سے پہلے۔

ج۔ امام علیہ السلام نے بعض آیات قرآنی سے متعلق جو دعویٰ فرمایا ہے، اس کے متعلق بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے سوال ہفتم کے جواب میں یہ لکھا ہے۔

فاعلم ایھا الاخ الصالح عن الحق ان المھدیؑ ادعیٰ فی حق نفسہ آیات بالامر الالٰھی واحتج بھا علی المنکرین[3]

پس جان اے حق کے متلاشی بھائی کہ مہدیؑ نے اپنی ذات کے حق میں خدا کے حکم سے چند آیتوں کے ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور ان آیتوں سے منکرین کے مقابلہ میں حجت فرمائی ہے۔

د۔ امام علیہ السلام نے جن آیات قرآنی سے اپنی مہدیت پر حجت فرمائی ہے اس سے متعلق سب سے قدیم ماخذ عقیدہ شریفہ ہے جو بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے مرتب فرمایا ہے اور یہ اصحاب مہدیؑ کا اجماعی ہے، عقیدہ شریفہ کی عبارت یہ ہے۔

بر ثبوت مہدیت حجت از خدا و از کلام خدا و بہ موافقت رسول بیاورد کقولہ تعالیٰ افمن کان علی بینۃ من ربہ ..... ومثل ایں آیت دیگر آیات ہا بسیار مشہور اند (صفحہ ۳)

اپنی مہدیت کے ثبوت میں، خدا، کلام خدا اور موافقت رسولؐ سے حجت فرمائی، مانند قول حق تعالیٰ "کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہو ..... اور اس آیت کے مانند دوسری بہت سی آیتیں مشہور ہیں۔

اس عبارت میں پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام نے کلام خدا سے اپنی مہدیت پر حجت فرمائی۔ پھر مثال کے طور پر افمن کان پیش کی گئی جس کو امام علیہ السلام نے بہ طور حجت مہدیت پیش فرمایا ہے اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے اس آیت کے مانند دوسری آیتیں بہت مشہور ہیں خود بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ نے مکتوب ملتانی میں بھی یہ تحریر فرمایا ہے

واز آیات دیگر ہم حجت فرمودہ است

اور دوسری آیتوں سے بھی امامؑ نے حجت فرمائی ہے۔

اس کے ذیل میں آیۂ افمن کان کے ساتھ اور دوسری آیتیں بھی پیش فرمائی ہیں جن میں آیۂ وآخرین منھم بھی ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ امام علیہ السلام کا آیۂ وآخرین منھم سے اپنی مہدیت پر حجت فرمانا اصحاب مہدیؑ کا اجماعی ہے۔

---

[1]، [2] اور [3] منہاج التقویم۔

ھ ۔ تعداد کی تصریح کے ساتھ سب سے قدیم ماخذ بندگی ملک جی مہری (سن شہادت ۹۳۰ھ) صحابی مہدیؑ کا وہ قول ہے جو آپ نے امام علیہ السلام کی نعت میں کہا ہے۔

چوں نص افمن کان علی بینہ اصدق | ہژدہ دگر اشہادوی وقوم وی از حق[1]

یعنے نص افمن کان علی بینہ کی طرح حضرت مہدیؑ اور آپ کی قوم کے سب سے صادق اٹھارہ گواہ ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا مذکورہ آیت قرآنی سے متعلق دعوی فرمانا اصحاب مہدی کا اجماعی ہے۔

و ۔ بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی طبقۂ تابعین سے ہیں، آپ نے یہ بیان کیا ہے۔

انی اردت ان اوضح نقول صاحب الزمان خلیفۃ الرحمٰن وھو المھدی الموعود علیہ الرضوان ما ورد فی القرآن بنقل مشھور ھو ثمانی عشرۃ آیۃ بعضھا مختصۃ لذات المھدی الموعود و بعضھا متعینۃ لقومہ[2]

تحقیق کہ میں نے ارادہ کیا کہ توضیح کردں صاحب الزماں خلیفۃ الرحمٰن مہدی موعود علیہ الرضوان کے نقول کی، ایسے نقول مشہورہ جو قرآن سے متعلق ہیں اور وہ اٹھارہ آیتیں ہیں جن میں بعض مہدی موعود سے مختص ہیں اور بعض آپ کی قوم سے مختص ہیں۔

ز ۔ مولف مجمع الآیات نے بندگی ملک جی مہری کے مذکورہ صدر شعر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

فرمودہ اند کہ ایں آیت در حق من است و ایں آیت در حق قوم من است چنانچہ بندگی ملک جی رضی اللہ عنہ فرمودہ اند چوں نص افمن کان علی بینہ اصدق ہژدہ دگر اشہادوی وقوم وی از حق۔

حضرت مہدی موعود نے فرمایا ہے کہ یہ آیت میرے حق میں ہے اور یہ آیت میری قوم کے حق میں ہے چنانچہ حضرت بندگی ملک جی (صحابی مہدی) نے فرمایا ہے کہ افمن کان علی بینہ کے نص کے مانند اٹھارہ شہادتیں مہدی اور قوم مہدی پر صادق آتی ہیں۔

ح ۔ مولف انوار العیون نے یہ بیان کیا ہے۔

بداں کہ ہژدہ آیات قرآنی بامر اللہ تعالیٰ قرأۃ کردہ اند ص ۲۶۔

جان کہ قرآن شریف کی اٹھارہ آیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مہدی نے پڑھی ہیں۔

ط ۔ ہژدہ آیات قرآنی کی تخصیص جو امام علیہ السلام سے مروی ہے اس کے "بامر اللہ وبہ تعلیم اللہ" ہونے کی روایت شاہ برہان نے بھی شواہد الولایت کے باب ہفدہم میں کی ہے اور باب ہفدہم کا عنوان ہے "دعوت موکدہ در بڑلی"۔

ی ۔ شاہ برہان نے حدیقۃ الحقایق میں یہ بیان کیا ہے۔

ہر مجی مہدی موعود در کتاب آسمانی خصوصاً در ہژدہ عدد آیات قرآنی کہ اشہر المشہود در حق آنحضرت مسطور شدہ است

مہدی موعود کے آنے کی خبر کتاب آسمانی میں خصوصاً اٹھارہ قرآنی آیتوں میں جو اشہر المشہور ہیں۔

---

[1] رسالہ ہژدہ آیات۔

(دفتر دوم رکن سوم باب پنجم)

حضرت مہدیؑ کے حق میں لکھی ہوئی ہے۔

لہ۔ میاں سید راجو شہید (سن شہادت ۱۰۵۶ھ) نے عقیدۃ الصالحین[1] کی فصل دوم میں یہ لکھا ہے۔

ونیز در کشف الحقایق زیر ایں آیۂ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم خاطر او من رسول الآخر مھدیؑ۔

اور کشف الحقائق میں بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد "(اور بھیجا رسول) ان کے آخرین میں جن کے زمانۂ وجود کا امیین سے اتصال نہیں ہوا" کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ رسول آخر سے مراد مہدیؑ ہے۔

قرآن میں بعثت مہدیؑ کی پیشین گوئیاں ایسی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کی پیشین گوئیاں صحف انبیاء میں (تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ سراج الابصار طبع دوم)

جن آیات قرآنی سے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مہدیت پر حجت فرمائی ہے ان سے متعلق عقیدۂ شریفہ میں "بسیار مشہور" کے الفاظ لانا، بندگی ملک جی مہری صحابی مہدیؑ کا اٹھارہ آیتوں کی تخصیص کو قلمبند کرنا، صحابیؓ خاص بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا آیۂ وآخرین منھم وغیرھا سے بعثت مہدیؑ پر حجت فرمانا بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی کا جو طبقۂ تابعین سے ہیں "بنقل مشہور" کے الفاظ لانا، شاہ برہان کا "اشہر المشہور" کہنا، اور میاں سید راجو شہید کا یہ عقیدہ بیان کرنا کہ رسول آخرین سے مراد ذات مہدیؑ ہے، اس امر کا بہ بانگ بلند اعلان کر رہا ہے کہ امام علیہ السلام کا یہ دعویٰ کہ فلاں آیت میرے حق میں اور فلاں آیت میری قوم کے حق میں ہے، طبقۂ صحابہ اور تابعین کا اجماعی ہے۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام نے نہ صرف مذکورہ آیتوں سے متعلق دعویٰ فرمایا بلکہ ان آیتوں کو اپنے منکرین کے مقابلہ میں بہ طور حجت پیش بھی فرمایا جیسا کہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے اس کی تصریح کر دی ہے اور یہ آپ کے الفاظ "احتج بھا علی المنکرین (ان آیتوں سے منکرین کے مقابلہ میں حجت فرمائی ہے) سے ظاہر ہے۔

مذکورہ آیتوں میں آیۂ وآخرین منھم بھی ہے (الجمعہ ع)

منکرین مہدیؑ آیۂ وآخرین منھم سے رسول اللہ صلعم ہی کی بعثت پر استدلال کرتے ہیں، اس لئے بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے مکتوب ملتانی میں جو علمائے ملتان کے نام تبلیغاً لکھا ہے عقیدۂ مہدویہ کی تصریح کر دی ہے کہ امام علیہ السلام نے آیۂ وآخرین منھم سے اپنی بعثت پر حجت فرمائی ہے۔

فرشتہ کا مہدیؑ کو القا کرنا مہدویہ کا مسلمہ نہیں ہے

یہ بھی واضح رہے کہ شاہ خوندمیرؓ نے مکتوب ملتانی میں بعض روایتیں خصم کو ملزم گردانے کے لئے پیش کی ہیں، اس لئے ان کے مشتملات سے مہدویہ کے خلاف حجت نہیں لائی جا سکتی مثلاً مہدیؑ کی فضیلت سے متعلق آپ نے شیخ اکبر کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فی یحکم المھدی الا بما یلقی الیہ — پس حکم کرے گا مہدیؑ مگر اس سے جو القا کرے گا اس کو۔

---

[1] صاحب خاتم سلیمانی نے گلشن ششم چمن چہارم میں سید راجو شہید کی تصانیف میں عقیدۃ الصالحین وغیرہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے راقم کے پیش نظر عقیدۃ الصالحین کا وہ نسخہ ہے جو احمد بخش ولد الہ بخش نے سید مرتضیٰ عرف مٹھے میاں کے لئے قصبہ ہستیر سرحد علاقہ جے پور میں نقل کیا ہے اس کا سن کتابت ۱۲۳۳ھ ہے۔

الملک من اللہ الذی بعثہ یسددہ ۔[1] | ایک فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا اس کو راہ راست پر رکھے۔

منکرین مہدیؑ شیخ اکبر کی مذکورہ عبارت سے مہدویہ کے خلاف استدلال نہیں کر سکتے کہ فرشتہ مہدی کو القا کریگا اس لئے کہ خود شاہ خوندمیرؒ نے عقیدہ شریفہ میں امام علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم ہوتی ہے، عقیدہ شریفہ کی عبارت یہ ہے۔

قال الامام المھدی صلی اللہ علیہ وسلم علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم[1] | امام مہدی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہر روز تازہ تعلیم پاتا ہوں۔

حدیث یغبطھم الانبیاء — مکتوب ملتانی میں اصحاب مہدی کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے روایت یغبطھم الانبیاء (رشک کرینگے ان پر انبیاء) جو پیش کی گئی ہے اس میں یہ الفاظ بھی آگئے ہیں۔

انت خاتم النبین ولا نبی بعدک[2] | آپ خاتم النبین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

مذکورہ الفاظ روایت یغبطھم الانبیاء کا جزو نہیں ہیں اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ا۔ صاحب زبدۃ الحقایق نے مذکورہ حدیث اس طرح پیش کی ہے۔

مگر کہ ایں حدیث نہ شنیدہ کہ گفت انی لاعرف اقواما ھم بہ منزلتی عند اللہ ما ھم انبیاء والشھداء لاشھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء بمکانھم عند اللہ ھم المتحابون بروح اللہ[3] | مگر تو نے یہ حدیث نہیں سنی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ میں پہچانتا ہوں ایسی قوموں کو جو اللہ کے پاس میری منزلت میں ہیں، وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہیں ان پر انبیاء اور شہداء رشک کرینگے اس درجہ کی وجہ سے جو انہیں اللہ کے پاس حاصل ہے، وہ آپس میں محبت کرتے ہیں اللہ کی رحمت سے۔

اس حدیث میں یغبطھم الانبیاء تو ہے لیکن "انت خاتم النبین" اور "لا نبی بعدک" مذکور ہی نہیں ہے۔

ب۔ روایت یغبطھم الانبیاء صحاح میں بھی مروی ہے چنانچہ ابوداؤد نے حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصلعم ان من عباد اللہ لاناسا ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ[4] | عمر رضی اللہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق کہ بندگان خدا میں ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ان کا قرب دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔

یہاں بھی انبیاء کا رشک کرنا مذکور ہے لیکن رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہونا مذکور نہیں زیر بحث الفاظ نہ اس حدیث میں ہیں جو بہ طریق صوفیہ مروی ہے اور نہ اس حدیث میں ہیں جو بہ طریق محدثین روایت کی گئی ہے۔

ج۔ سیوطی نے الدر المنثور میں "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (یونس ع) کے ذیل میں مختلف محدثین اور مختلف رواۃ کے حوالہ سے چھ روایتیں درج کی ہیں تین روایتوں میں یغبطھم الانبیاء

---

[1] مکتوب ملتانی طبع اول صـ ۳۳ [2] مکتوب ملتانی طبع اول صـ ۲۱ [3] زبدۃ الحقایق تمہید اصل سوم [4] اشعۃ اللمعات جلد اربع صـ ۱۳۵

والشھداء" اور تین روایتوں میں" یغبطھم النبیون والشھداء" آیا ہے لیکن ایک میں بھی "انت خاتم النبین ولا نبی بعدک" کے الفاظ ہی نہیں ہیں۔

د۔ بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے بھی حدیث یغبطھم الانبیاء والشھداء بہ روایت عمر بن الخطاب، ابوہریرہ، ابی مالک الاشعری اور بہ اسناد بغوی سراج الابصار میں درج کی ہے۔ اس میں بھی زیر بحث الفاظ نہیں ہیں۔

ز۔ ابن ابی شیبہ نے بھی مصنف میں حدیث یغبطھم الانبیاء والشھداء روایت کی ہے، اس میں زیر بحث الفاظ نہیں ہیں۔

ھ۔ میاں عبدالملک سجاوندی نے منہاج التقویم میں بھی چار روایتیں پیش کی ہیں دو روایتوں میں یغبطھم النبیون والشھداء آیا ہے اور دو روایتوں میں یغبطھم الانبیاء والشھداء کے الفاظ آئے ہیں لیکن ایک روایت میں بھی زیر بحث الفاظ نہیں ہیں۔

و۔ صاحب انصاف نامہ نے بھی باب دوازدہم (ص۱۸۶ باب پانزدھم (ص۲۰۱) اور باب ہفدہم (ص۲۱۸) میں حدیث یغبطھم الانبیاء پیش کی ہے، اس میں بھی زیر بحث الفاظ نہیں ہیں۔

خلاف مقصود استدلال کرنا صحیح نہیں ایسی صورت میں ان الفاظ سے جو جزو روایت ہی نہیں ہیں، مہدویہ کے خلاف استدلال کرنا باطل ہے۔ روایت پیش کرنے سے صاحب مکتوب ملتانی کا مقصد اصحاب مہدی کی فضیلت ثابت کرنا ہے، آیۂ خاتم النبین کی تفسیر کرنا نہیں، مندرجہ الفاظ سے خلاف مقصود استدلال کرنا اصول مناظرہ کے خلاف ہے مثلاً۔

کعبۃ اللہ اور تین سو ساٹھ بت کی روایت فتح مکہ (۸ھ) سے قبل کعبۃ اللہ کے اطراف تین سو ساٹھ[۳۶۰] بت نصب کئے ہوئے تھے[۱] کیا اس سے یہ استدلال کیا جائیگا کہ مسلمان کعبۃ اللہ کے ساتھ بتوں کو بھی سجدہ کرتے تھے؟

قصیدہ "بانت سعاد" کا ایک شعر کعب ابن زبیر نے رسول اللہ صلعم کے حضور میں قصیدہ "بانت سعاد" سنایا اور رسول اللہ صلعم نے اپنی چادر مبارک کعب کو بطور صلہ عطا فرمائی، اس کی تشبیہ میں یہ شعر بھی ہے۔

ھیفاء مقبلۃ عجزاء مدبرۃ	لا یشتکی قصر منھا ولا طول[۲]
سامنے سے اسے دیکھو تو چھریری اور نازنین ہے	نہ اس کی کوتاہی قد کا گلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ درازی قد کا۔
اور پچھاڑے کو اس کے دیکھو تو بزرگ سرین ہے	(یعنے وہ میانہ قد اور متناسب الاعضاء ہے)

آپ کے پیش نظر تو نعتیہ اشعار تھے!

اسی طرح صاحب مکتوب ملتانی کے پیش نظر شیخ اکبر کے صرف وہ الفاظ تھے جو اصحاب مہدی کی فضیلت سے متعلق ہیں اور سیاق مبحث بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

لفظ خاتم کا استعمال اس سے قطع نظر مہدویہ کے پاس خاتم النبین "ت" کے زبر سے بہ معنی مہر انبیاء ہے، چنانچہ بندگی میاں الٰہداد حمید

---

[۱] مدارج النبوۃ [۲] شرح قصیدہ بانت سعاد (طبع مطبع میمنیہ مصر ۱۳۰۷ھ) و سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ)

امام علیہ السلام کے صحابی خاص نے امام علیہ السلام کے اتباع میں خاتم النبیین "ت" کے زبر سے پڑھا ہے آپ ۹۱۱ھ میں نعت رسول میں، یہ کہتے ہیں۔

محمد اول مہر امور کل رسل[1] | محمد اول تمام رسولوں کے امور کی مہر ہیں۔

لفظ مہر خاتم کا ترجمہ ہے اور "مہر امور" سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی "صدق المرسلین" ہے (الصافات ع) یعنے مہر کی طرح رسول اللہ صلعم نے جملہ انبیاء کی توثیق فرمائی[2]

شاہ خوندمیر رضؓ کے پاس بھی خاتم النبیین اسی معنے میں ہے چنانچہ آپ نے مکتوب ملتانی (طبع اول ص۶۵) میں اس امر کی صراحت فرمادی ہے کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیۂ وآخرین منھم سے اپنی ہی بعثت پر حجت فرمائی ہے (رسول اللہ صلعم کی بعثت پر نہیں)۔

شاہ خوندمیر رضؓ کے فرزند میاں سید محمودؒ "خاتم المرشدین"[3] کہا گیا ہے لیکن اس کے یہ معنے لینا کہ آپ کے بعد کوئی مرشد نہیں ہوسکتا، صحیح نہیں۔

غرض امام علیہ السلام کا رسول آخرین ہونا، خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے جس طرح کہ خاتم المرشدین کے بعد کسی مرشد کا ہونا "خاتم المرشدین" کے خلاف نہیں ہوسکتا! اب رہے "لا نبی بعدک" کے الفاظ تو یہاں نبی سے شاہ خوندمیر رضؓ کے پاس نبی صاحب شریعت مراد ہے، نبی متبع نہیں چنانچہ خود شاہ خوندمیر رضؓ نے مکتوب ملتانی (طبع اول ص۱۵) میں حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے۔

صحابی امام بندگی میاں شاہ خوندمیر رضؓ کی طرح تابعی امام بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی نے بھی یہ روایت کی ہے۔

روی عن المھدی الموعود انہ قال ان اللہ تعالیٰ امرلی ان المراد من قولہ آخرین منھم قومک فقط ومن الرسول منھم ذاتک[4]۔

مہدی موعود سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ اس کے قول آخرین منھم سے فقط تیری قوم مراد ہے اور آخرین میں مبعوث ہونے والے رسول سے مراد تیری ذات ہے۔

(۴) مولف انوار العیون نے یہ لکھا ہے۔

قال المھدی ان اللہ امرلی ان المراد وآخرین منھم قومک ومن الرسول منھم ذاتک

(انوار العیون مطبوعہ ص۲۹)

حضرت مہدیؑ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور ان میں کے آخرین سے مراد تیری قوم اور ان میں کے رسول سے مراد تیری ذات ہے۔

(۵) آیۂ وآخرین منھم میں امام علیہ السلام نے بامر اللہ جو تخصیص فرمائی ہے اس کی روایت امامؑ کے تابعی بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے بھی کی ہے۔

---

[1] کلام الہداد [2] اس کی تفصیل کے لئے گزشتہ اوراق پڑھیئے۔ [3] تاریخ سلیمانی گلشن ششم عین سوم [4] امامؑ کا آخرین کے رسول ہونا، انوار العیون، ماہیت التقلید، امالادلہ رسالہ میاں جنید اور عالم میاں صاحب کے رسالہ میں بھی مرقوم ہے (تفصیل کے لئے گزشتہ اوراق پڑھیئے۔

اعلم یا اخی المهدی ادعی فی حقه وحق قومه آیات کثیرة ..... منها قوله تعالیٰ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم۔

(منہاج التقویم مطبوعہ ص۵۷ و ص۵۸۔

پھر جان اے بھائی کہ مہدی نے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بہت سی آیتوں کا دعویٰ فرمایا ہے منجملہ ان آیتوں کے اللہ کا فرمان "بھیجا آخرین میں ان ہی میں سے جو نہیں ملے امیین سے"۔

(۶) سراج الابصار میں وآخرین منہم کی تخصیص اس طرح مذکور ہے۔

قد اخبر الله عن هذا القوم فی مواضع جمة من کتابه منها قوله تعالیٰ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم۔

(سراج الابصار مع مقدمہ ص۱۸۸ و ص۱۸۹

قوم مہدی کا ذکر باری تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اکثر مقامات پر کیا ہے منجملہ ان کے باری تعالیٰ کا ارشاد "اور بھیجا رسول کو) ان کے آخرین میں جن کے زمانہ وجود کا امیین سے اتصال نہیں ہوا۔

(۷) امام علیہ السلام کے صحابی بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بھی مکتوب ملتانی میں آپؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے آیۂ وآخرین منہم سے بھی حجت فرمائی ہے۔

واز آیات دیگر ہم حجت فرمودہ است کما قال سبحانه وتعالیٰ هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم ..... وآخرین منهم لما یلحقوا بهم (مکتوب ملتانی مطبوعہ ص۶۳ و ص۶۴

اور دوسری آیتوں سے بھی حجت فرمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وہی ہے جس نے بھیجا امیوں میں رسول انہی میں سے اور بھیجا آخرین میں انہی میں سے جو نہیں ملے امیین سے۔

(۸) میاں عبدالغفور سجاوندی نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

اقول الحق ما قال لان هذا المعنی ظاهر فی بیان الآیة لان قوله وآخرین منهم معطوف علی الامیین والمعنی هو الذی بعث فی الامیین رسولاً وهو محمد و فی الآخرین رسولاً وهو المهدی الموعود۔

(رسالہ ثمرہ آیات ص۴۶ و ص۴۷۔

میں یہ کہتا ہوں کہ حق وہی ہے جو مہدی موعود نے فرمایا کیوں کہ یہ معنے ظاہر ہیں آیت کے بیان میں اس لئے کہ اللہ کا قول وآخرین منہم عطف ہے امیین پر، معنے یہ ہیں کہ وہ خدا جس نے بھیجا رسول کو امیین میں اور وہ رسول محمد ہیں اور بھیجا آخرین میں رسول کو وہ رسول مہدی موعود ہیں۔

(۹) صاحب ماہیۃ التقلید نے یہ بیان کیا ہے۔

وقوله آخرین معطوف علی الامیین ای بعث الله رسولا فی الآخرین منهم فالمراد من الرسول فی الآخرین المهدی صلی الله علیه وسلم۔

(ماہیۃ التقلید مطبوعہ ص۱۵۰ و ص۱۵۱۔

اور اللہ کا قول آخرین معطوف ہے امیین پر یعنی بھیجا اللہ نے ایک رسول کو ان میں کے آخرین میں پس آخرین میں رسول سے مراد مہدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۱۰) مولف رسالہ ام الادلہ نے بھی مہدی کا رسول آخرین ہونا بیان کیا ہے۔

فی الامیین رسولاً وھو محمد صلعم و فی الآخرین رسولاً و ھو المھدی صلعم	امیین میں رسول محمد صلعم ہیں اور آخرین میں رسول مہدی صلعم ہیں۔

شواہد الولایت اور معارج الانبیاء جیسا کہ اس سے قبل تصریح کر دی گئی کہ شاہ برہان نے بیان کیا ہے کہ مہدی موعودؑ کے آنے کی خبر کتاب آسمانی میں خصوصاً اٹھارہ[۱۸] قرآنی آیتوں میں جو اشہر المشہور ہیں حضرت مہدیؑ کے حق میں لکھی ہوئی ہے (دفتر دوم)

ان اٹھارہ قرآنی آیتوں میں آیہ و آخرین منھم بھی ہے اور مذکورہ بیان سے ثابت ہے، کہ شاہ برہان کے پاس بھی آیہ و آخرین منھم حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت پر دلالت کرتی ہے، رسول اللہ صلعم کی بعثت پر نہیں!

پس آخرین کے رسول سے ذات مہدی مراد ہونا بھی شاہ برہان کے مسلمات سے ہوا!!۔ شاہ برہان نے شواہد الولایت کے باب[۲۸] میں یہ روایت کی ہے۔

نیز فرمودند کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔	نیز امامؑ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ ہیں، نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

شاہ برہانؒ نے شواہد الولایت کے باب[۲۸] کا یہ عنوان قائم کیا ہے۔

در بیان رحلت حضرت امام علیہ السلام در شہر فراہ۔	شہر فراہ میں امام علیہ السلام کی رحلت کے بیان میں۔

اور اس کے ذیل میں ایک ہی سطر کے بعد یہ آیت نقل کی ہے۔

وما محمد الا رسولٌ قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران ع[۱۵])	اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق کہ گزر گئے آپ سے قبل بہت سے رسول۔

شاہ برہان کا امام علیہ السلام کو گروہ انبیاء اور زمرۂ رسل سے ماننا بھی آپ کے اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے کہ رسول آخرین سے ذات مہدی مراد ہے۔

شواہد الولایت اور مولود میاں عبد الرحمٰن یہ بھی واضح رہے کہ روایت متقدمین کی نفی، بعد کی کسی تحریر سے نہیں ہو سکتی مثلاً امام علیہ السلام کی سیرت سے متعلق سب سے قدیم ماخذ میاں عبد الرحمٰن کا مولود ہے، شاہ برہان نے شواہد الولایت کی ابتداء میں جنت الولایت اور مطلع الولایت کا تو حوالہ دیا ہے لیکن مولود میاں عبد الرحمٰن کا ذکر تک نہیں! کیا اس سے یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ مولود میاں عبد الرحمٰن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے؟ اگر شاہ برہان بالفرض یہ بھی لکھ دیتے کہ رسول آخرین سے رسول اللہ صلعم ہی کی ذات مراد ہے تو بھی منکرین مہدیؑ اس سے مہدویہ کے خلاف استدلال نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ کسی غیر معصوم کے قول سے فرمان مہدی کی نفی نہیں ہو سکتی خصوصاً اس فرمان کی جو اصحاب مہدیؑ اور تابعین کا اجماعی بھی ہے!!!

(۱۱) میاں جنید نے بھی اپنے عربی رسالہ میں و آخرین منھم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وقوله آخرين معطوف على امين اى بعث الله رسولاً فى الآخرين منهم لما يلحقوا بهم فالمراد من الرسول الآخر المهدى[1]

اور اللہ تعالیٰ کا قول آخرین معطوف ہے امیین پر یعنی مبعوث کیا ایک رسول آخرین میں جو انہی میں سے ہیں اور ان سے نہیں ملے پس رسول آخر سے مراد مہدی ہے۔

آیات قرآنی سے متعلق امام علیہ السلام کے دعوے کا تواتر

بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ اکابر تابعین سے ہیں، آپ نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے آیۂ وآخرین منھم ..... آیۂ ان علینا بیانہ ..... وغیرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وهذه الآيات بلغت روايتها عن المهدى حد التواتر[2]

اور ان آیتوں کی روایت مہدی سے، مہدی کے حق میں ہونے کے متعلق حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے رسول آخرین ہونے کی روایت بھی حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔

امام علیہ السلام نے آیات قرآنی میں جو تخصیص فرمائی ہے اس کے متعلق بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے یہ بیان کیا ہے۔

فاذا تحقق ان المهدىؑ ادّعىٰ فى حق نفسه۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ مہدی نے اپنی ذات کے حق میں۔

آيات وكذلك فى حق قومه وجب علينا قبول قولهؑ وترك المعارضة نقول[3]

چند آیتوں کا دعویٰ فرمایا اور اسی طرح اپنی قوم کے حق میں دعویٰ فرمایا تو مہدیؑ کے فرمان کو تسلیم کر لینا ہم پر واجب ہو گیا اور آپ کے فرمان کی مخالفت کو چھوڑ دینا ہم پر فرض ہو گیا۔

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے ثابت ہے کہ آیات قرآنی سے متعلق امام علیہ السلام کے دعوے کو قبول کر لینا ہم پر فرض ہے ظاہر ہے کہ اس سے کوئی مہدوی انکار نہیں کر سکتا۔

یہ امر متحقق ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ دعویٰ فرمایا کہ آخرین سے آپ کی قوم اور آخرین میں مبعوث ہونے والے رسول سے آپ ہی کی ذات مراد ہے غرض مہدی علیہ السلام نے کسی آیت میں تخصیص فرما دی تو اس کو ماننا فرض ہے اس کا منکر، منکر مہدی ہے، جس طرح رسول اللہ صلعم کے دعوے کو قبول کر لینے کے بعد آپ نے جو بھی فرمایا مثلاً وجود خداوند تعالیٰ، جبرئیل کے ذریعہ قرآن کا نازل ہونا وغیرہ کو بلا حجت و دلیل مان لینا فرض ہے کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا!! ورنہ وہ کافر کہلائے گا!

رسول و نبی قرآن حکیم کی روشنی میں

میاں عبدالرحمٰنؒ کا مولود سیرت میں سب سے قدیم ماخذ ہے اس میں مروی ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل زمرۂ انبیاء میں ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے، مولود کی عبارت یہ ہے۔

آنحضرتؑ قرار گرفتہ فرمودند نحن معاشر الانبياء ولا نرث ولا نورث[4]

آنحضرتؑ نے آرام لے کر فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ ہیں، نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

---

[1] کتاب در حالات سید محمد جونپوری (م ۹۱۰ھ) سوانح عمری فارسی قلمی نمبر ۳۴، اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔ [2] منہاج التقویم ۳ھ [3] منہاج التقویم۔

ظاہر ہے کہ رسول آخر ہونے کے اعتبار سے حضرت مہدیؑ زمرۂ انبیاء سے ہیں اس لئے کہ کلام اللہ میں رسول ونبی میں کوئی اصولی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔

اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ا۔ کلام اللہ کی اکیسویں سورۃ سورۂ الانبیاء ہے کیا اس سے یہ استدلال کیا جائیگا کہ اس سورہ میں جن پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب کے سب نبی ہیں رسول نہیں؟۔

ب۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھدآء عند ربھم (الحدید ع ۲)

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔

یہاں رسولوں پر ایمان رکھنے والوں کے مراتب بیان کئے گئے ہیں کیا اس آیت کی بناء پر یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ انبیاء پر ایمان رکھنے والے اپنے رب کے نزدیک نہ صدیق ہوں گے اور نہ شہید!

ج۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین وصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (النساء ع ۹)

جو لوگ اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ (قیامت کے دن) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ جو جس کو عزیز رکھے گا قیامت کے دن اس کی معیت حاصل ہوگی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن مسعود سے یہ مروی ہے۔

قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بھم فقال المرء مع من احب[1]

کہا ابن مسعود نے کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس، پس اس نے کہا یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں آپ ایسے شخص کے بارے میں جو عزیز رکھتا ہے ایک قوم کو اور ان سے نہیں ملا ہے، پس رسول اللہ نے فرمایا ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے۔

صحیحین میں یہ بھی مروی ہے۔

عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ متی الساعۃ قال ویلک وما اعددت لھا قال وما اعددت لھا الا انی احب اللہ و

انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ قیامت کب آئیگی رسول اللہ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے (از قبیل عمل صالح) اس نے کہا کہ میں نے قیامت کے لئے کچھ تیار نہیں کیا مگر یہ میں محبوب رکھتا ہوں اللہ

[1] اشعۃ اللمعات۔

رسولہ قال انت مع من احبت[1] | اور اس کے رسول کو، رسول اللہ نے فرمایا تو اس کے ساتھ رہیگا جس کو تو محبوب رکھتا ہے۔

صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہے۔

پس حشر کردہ شدی باو می زیرا کہ فرمودہ است صلی اللہ علیہ وسلم المرء مع من احب[2] | پس تیرا حشر کیا جائیگا رسول اللہ صلعم کے ساتھ اس لئے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے

جس معنی میں لفظ مع مذکورہ حدیثوں میں آیا ہے، اسی معنی میں مذکورۂ صدر آیت میں بھی آیا ہے غرض مذکورۂ صدر آیت سے ثابت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا اتباع کرنے والے انبیاء کے ساتھ ہوں گے کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ وہ رسولوں کے ساتھ نہ ہوں گے؟

د۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی خبر دی ہے۔

واشرقت الارض بنور ربھا وضع الکتاب وجآئ بالنبیین والشھدآء وقضی بینھم بالحق (الزمر ع) | اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جاوے گی اور رکھے جائینگے اعمال نامے اور لایا جائے گا انبیاء کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان حق کے ساتھ۔

یہاں قیامت کے دن انبیاء کا لایا جانا مذکور ہے، کیا اس سے یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ رسولوں کو نہیں لایا جائیگا؟

ھ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین (آل عمران ع) | اور جب کہ عہد لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے۔

کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ انبیاء سے عہد لیا گیا، رسولوں سے نہیں؟

و۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الجنۃ اور ان کے قول کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھار وقالوا الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ لقد جآءت رسل ربنا بالحق (الاعراف ع) | وہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جس نے ہم کو اس کی طرف ہدایت کی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہم کو راہ نہ دکھاتا، تحقیق کہ آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔

کیا خط کشیدہ الفاظ سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ صرف رسولوں پر ایمان لانے والے جنت میں ہوں گے، انبیاء پر ایمان لانے والے نہیں؟

ز۔ حق تعالیٰ جنت کے تعلق سے یہ فرماتا ہے۔

سابقوآ الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السمآءِ والارض اعدت للذین | جلد چلو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے اور ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات [2] مدارج النبوۃ۔

آمنوا باللہ ورسلہ (الحدید ع ۳) | جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ جنت صرف رسولوں پر ایمان رکھنے والوں کے لئے ہے انبیاء پر ایمان رکھنے والوں کے لئے نہیں؟

ظاہر ہے کہ "جیئ بالنبیین" میں جنھیں نبی کہا گیا ہے انہیں "رسل ربنا" اور "آمنوا باللہ ورسلہ" بھی کہا گیا ہے پس انبیاء پر رسل کا اطلاق از روئے قرآن ثابت ہے۔

ح۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً (بنی اسرائیل ع ۲) | اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کہ کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

کیا اس سے یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ صرف رسول کو بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے، نبی کو بھیجنے کے بعد نہیں؟

ط۔ رسول اللہ صلعم سے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

بل جآء بالحق وصدق المرسلین (الصّٰفّٰت ع ۲) | بلکہ آئے حق کے ساتھ اور تصدیق کی مرسلین کی۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلعم نے صرف رسولوں کی تصدیق فرمائی انبیاء کی نہیں!

ی۔ حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران ع ۱۵) | نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق کہ گزر گئے رسل آپ سے پہلے۔

کیا اس سے یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ رسول اللہ صلعم رسول ہیں اور آپ سے پہلے "انبیاء" نہیں بلکہ صرف "رسل" گزر گئے پس معلوم ہوا کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول ہے۔

ك۔ نیز اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کے لئے یہ فرماتا ہے۔

وکان رسولاً نبیا۔ (سورہ مریم ع ۴) | اور وہ رسول اور نبی تھا۔

اس آیت میں "رسولاً" پہلے آیا ہے اور "نبیا" اس کے بعد۔ اس کی توجیہ صاحب مواہب علیہ نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ کی ہے۔

اول اورا فرستاد پس او خلق را خبر داد۔ | پہلے حق تعالیٰ نے اس کو بھیجا، پس اس نے مخلوق کو خبر دی (اللہ کی طرف سے)

رسول اللہ صلعم کے لئے بھی کلام اللہ میں "الرسول النبی" (اعراف ع ۱۹، اور "رسولہ النبی" آیا ہے یہاں بھی رسول مقدم ہے اور نبی موخر، اس کی بھی وہی توجیہ کرنی پڑے گی جو صاحب مواہب علیہ نے کی ہے پس رسول مقدم اور نبی موخر ہونے سے رسول پر بھی نبی کا اطلاق از روئے قرآن ثابت ہے، اور یہ امر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ میں رسول اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور نبی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے خلق کو خبر دینے والا ہے۔

پس ہر نبی پر رسول کا اطلاق اور ہر رسول پر نبی کا اطلاق درست ہے غرض قرآن حکیم کی روشنی میں امام علیہ السلام کے مذکورہ دعوؤں پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا امام علیہ السلام آخرین میں بھیجے گئے ہیں اس لئے آخرین کے رسول ہیں آپ اللہ کی طرف سے خبر دیتے ہیں اس لئے گروہ انبیاء سے ہیں۔

ل۔ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

۱۔ فاما یاتینکم منی ھدی (طٰہٰ ع)	پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے۔
۲۔ یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم (اعراف ع۴)	اے بنی آدم اگر آویں تمہارے پاس رسل تم میں سے۔

دونوں آیتوں میں تخاطب اولاد آدم سے ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے ہدایت کا آنا بھی، رسول کا آنا ہے مہدیؑ خلیفۃ اللہ بھی اللہ کی طرف سے ہدایت لے کر آئے ہیں، اس لحاظ سے آپ پر بھی آخرین کے رسول کا اطلاق درست ہے۔

م۔ ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام سے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

وان لوطا لمن المرسلین (الصّٰفّٰت ع)	اور تحقیق لوط البتہ مرسلین سے تھے۔

لوط علیہ السلام صاحب کتاب جدید نہیں تھے، اس کے باوجود ان کا مرسلین سے ہونا ثابت ہے، ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحب شرع جدید نہیں ہیں، ان کے لئے بھی کلام اللہ میں "رسولاً نبیاً" کے الفاظ آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاً (مریم ع۴)	اس کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدہ کے سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے اور وہ نبی بھی تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام ہیں یہ نہ جدید کتاب لائے اور نہ جدید شریعت، ان کو بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح رسول کہا گیا ہے۔

فاتیٰہ فقولآ انا رسولا ربک (طٰہٰ ع)	پس جاؤ اس کے پاس اور کہو ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں۔

منکرین مہدیؑ کا یہ ادعا کہ رسول صاحب کتاب جدید ہوتا ہے اور نبی صاحب شرع جدید، قرآن حکیم کی روشنی میں باطل ٹھہرا! غرض وہ مبعوث من اللہ جو صاحب کتاب جدید یا صاحب شرع جدید نہیں ہیں ان پر بھی رسول کا اطلاق ازروے کلام اللہ ثابت ہے۔

امام مہدی خلیفۃ اللہ پر رسول کے اطلاق کے لئے صاحب کتاب جدید یا صاحب شرع جدید ہونے کو بہ طور شرط پیش کرنا خود کلام اللہ کی تکذیب کرنا ہے!

ن۔ رسول اللہ صلعم کے لئے کلام اللہ میں خاتم النبیین (الاداب ع۵) کے الفاظ آئے ہیں اور امام علیہ السلام کے صحابی خاص بندگی میاں الہداد حمید نے ۹۱۱ھ میں آپ کی نعت میں یہ کہا ہے۔

محمد اول مُھرا مور کل رسل (کلام الہدادؒ)

یہاں محمد اول یعنے رسول اللہ صلعم کا جملہ رسولوں کے امور کی مہر ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس سے دو امور ثابت ہیں

ایک یہ کہ مہدویہ کے پاس خاتم بہ معنی مہر ہے، دوسرے یہ کہ "النبیین" کی توضیح "رسل" سے کی گئی ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امامؑ کے اتباع میں اصحاب مہدی کے پاس بھی نبی و رسول میں کوئی اصولی فرق نہیں تھا اور یہی از روئے قرآن ثابت ہے جیسا کہ اس سے قبل تصریح کر دی گئی۔

س۔ اس سے قطع نظر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل انني هداني ربي الى صراط مستقيم (الانعام ع ۲۰) | کہدو اے محمد تحقیق کہ ہدایت کی مجھ کو میرے رب نے صراط مستقیم کی طرف۔

"هداني ربي" سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی ہے حدیث صحاح میں "خليفة الله المهدي" آیا ہے اور مہدی کے معنے ہیں ہدایت پایا ہوا اور وہ اللہ کا خلیفہ ہے ظاہر ہے کہ مہدیؑ کو ہدایت کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

صحابی رسولؐ حضرت عمرو بن جموح نے رسول اللہ صلعم کے لئے "المهدي" جو استعمال کیا ہے اس سے "هداني ربي" (ہدایت کی مجھ کو میرے رب نے) کا مفہوم عیاں ہے۔

حضرت عمرو بن جموح کے الفاظ "احمد المهدي النبي"[1] کے پورے اقتباس کے لئے "عہد رسالت" (ص ۳۵۵) پڑھیئے۔ یہاں رسول اللہ صلعم کے لئے "المهدي" پہلے اور "النبي" بعد لایا گیا ہے اور کلام اللہ میں بھی آپؐ کے لئے "الرسول النبي" (اعراف ع ۱۹) میں رسول پہلے اور نبی بعد آیا ہے۔

پس مہدی علیہ السلام نے بامر اللہ اپنی ذات کو جو آخرین کا رسول فرمایا ہے اور رحلت سے قبل گروہ انبیاء سے ہونے کا جو دعویٰ فرمایا ہے اس پر از روئے قرآن و حدیث کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ تورات کے موافق حکم دینے والے انبیاء کے لئے کلام اللہ میں "الرسل" آیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے۔

ع۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو انبیاء آئے وہ صاحب کتاب جدید نہیں تھے بلکہ وہ تورات کے موافق حکم دیتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا انزلنا التورٰية فيها هدى و نور يحكم بها النبيون (المائدہ ع ۷) | تحقیق کہ ہم نے تورات نازل کی، اس میں ہدایت تھی روشنی تھی، انبیاء اس کے موافق حکم دیتے تھے۔

تورات کے موافق حکم دینے والے انبیاء کے لئے "الرسل" بھی آیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد اتينا موسى الكتاب و قفينا من بعده بالرسل (البقرہ ع ۱۱) | تحقیق کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات دی اور ان کے بعد پے در پے رسولوں کو بھیجا۔

موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے آنے والے انبیاء یوشع، الیاس، شموئیل وغیرہ ہیں، یہ سب تورات کے موافق حکم دیتے تھے، اس کے باوجود ان کے لئے بھی کلام اللہ میں "الرسل" آیا ہے۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (طبع مطبع حجازی قاہرہ)

پس یہ عجبی ضابطہ کہ جو صاحب کتاب جدید ہوتا ہے اس پر رسول کا اطلاق ہوگا' غلط قرار پایا !!! جس طرح ہر نبی پر رسول کا اطلاق درست ہے اسی طرح مہدی خلیفۃ اللہ پر بھی آخرین کے رسول کا اطلاق درست ہے خصوصاً حدیث میں یہ آیا ہے کہ مہدی کے کندھے پر نبی کی علامت ہوگی اور کلام اللہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کی طرف سے ہدایت کا آنا بھی رسول کا آنا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس طرح آیۂ بعث فی الامیین میں محمد مصطفیٰ صلعم کا اسم مبارک مذکور نہیں ہے اسی طرح آیۂ وآخرین منھم میں محمد مہدی صلعم کا اسم گرامی بھی مذکور نہیں ہے!

آیۂ وآخرین منھم میں امام علیہ السلام نے جو تخصیص فرمائی ہے وہ آپؑ کے اصحاب کی مسلمہ ہے اور آپؑ کے تابعی خاص نے اقوال الحق ما قال (میں کہتا ہوں کہ حق وہی ہے جو مہدی موعود نے فرمایا) کہہ کر اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

لفظ مراد کا استعمال غرض فرمان امامؑ میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد آخرین سے قوم مہدیؑ اور رسول آخرین سے مراد ذات مہدیؑ ہے۔

صاحب منتخب اللغات نے مراد کے معنے لکھے ہیں "ارادہ کردہ شدہ" یعنے وہ جس کا ارادہ کیا گیا ہو اور صاحب فرہنگ نظام نے مراد کے معنے "مقصود" لکھے ہیں یعنے وہ جس کا قصد کیا گیا ہو۔

فرمان امام کی روشنی میں آیت کے معنے واضح ہو جاتے ہیں کہ جس طرح رسول امیین سے باری تعالیٰ کا مقصود محمد مصطفیٰ صلعم کی ذات مبارک ہے اسی طرح رسول آخرین سے حق تعالیٰ کا مقصود محمد مہدی صلعم کی ذات گرامی ہے۔

پس جس طرح آیۂ بعث فی الامیین سے محمد مصطفیٰ صلعم کا رسول امیین ہونا ثابت ہے اسی طرح آیۂ وآخرین منھم سے محمد مہدی صلعم کا رسول آخرین ہونا بھی ثابت ہے۔

مدارک میں "اھدنا الصراط المستقیم" کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

المراد بہ طریق الحق وھو ملۃ الاسلام | اس سے مراد طریق حق ہے اور وہ دین اسلام ہے۔

صاحب مدارک نے من المسجد الحرام کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

المراد بالمسجد الحرام الحرم | مسجد الحرام سے مراد حرم (یعنے حرم کعبہ) ہے۔

صاحب مدارج النبوۃ نے ثم جاءکم رسول مصدق (پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول تصدیق کرنے والا) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

جمہور مفسران برآنند کہ مراد بایں رسول محمد است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ | جمہور مفسرین اس پر ہیں کہ اس رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

صاحب مدارک نے "وھذا النبی والذین آمنوا (آل عمران ع) کے ذیل میں النبی کی یہ تفسیر کی ہے۔

المراد محمد علیہ السلام | اور النبی سے مراد محمد علیہ السلام ہیں۔

مذکورہ مثالوں سے لفظ مراد کا استعمال واضح ہو جاتا ہے اور معنی ظاہر ہیں کہ دین اسلام ہی صراط المستقیم ہے

حرم کعبہ ہی مسجد الحرام ہے محمد مصطفیٰ صلعم ہی وہ رسول ہیں جن کی خبر آیۂ ثم جاء کم رسول میں دی گئی ہے اور محمد صلعم ہی وہ نبی ہیں جن کی طرف "ھذا النبی" میں اشارہ کیا گیا ہے امام علیہ السلام کے فرمان میں بھی آیا ہے کہ "آخرین کے رسول" سے مراد مہدیؑ کی ذات ہے۔

پس یہ امر ثابت ہے کہ امام مہدی ہی آخرین کے رسول ہیں اللہ کا خلیفہ اللہ کے حکم سے اللہ کی مراد بیان کر دے تو اس سے بڑھ کر قطعی کون سا امر ہو سکتا ہے! امام علیہ السلام نے بامر اللہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد آخرین کے رسول سے "بندہ" کی ذات ہے پس امام مہدی علیہ السلام کا رسول آخرین ہونا بھی قطعیات سے ٹھیرا!!!

صاحب انصاف نامہ طبقۂ تابعین سے ہیں، آپ نے یہ روایت کی ہے کہ آخرین کے رسول سے اللہ کی مراد ذات مہدی ہے دونوں روایتوں کو ملانے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مہدیؑ کو مراد اللہ کہنا بھی رسول آخرین کہنا ہے۔

غرض امامؑ کے ارشاد، صحابی امامؑ و تابعین وغیرھم کی روایات سے ثابت ہے کہ مہدی موعود ہی رسول آخرین ہیں۔

امام علیہ السلام کا ارشاد کہ رسول آخرین سے "بندہ" کی ذات مراد ہے آیہ خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے۔

اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

کلام اللہ سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے بعد جنات کسی کے مسخر نہ ہوں گے۔

کلام اللہ میں سلیمان علیہ السلام کی دعا یہ ہے۔

وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی (ص ع ۳) | اور مجھکو ایسی بادشاہی دے کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے ھب لی ملکا کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مراد بایں ملک تسخیر جن و شیاطین تصرف کردن ایشاں داشتہ اند (جلد اول ص ۴۳۲) | اس بادشاہی سے جن و شیاطین کی تسخیر اور ان میں تصرف کرنا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی مذکورہ دعا قبول فرمائی اور جنات کو بھی آپ کے تابع کر دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخآءً حیث اصاب والشیاطین کل بناءٍ وغواص۔ (ص ع ۳) | اور ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا وہ ان کے حکم سے جہاں (وہ) جانا چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے لئے مسخر کر دیا تعمیر بنانے والوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو بھی۔

کلام اللہ کی مذکورہ آیتوں سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے بعد جنات کسی کے مسخر نہ ہوں گے اس کے باوجود حدیث صحاح سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بھی جنات پر قدرت حاصل تھی۔

صحیح بخاری کی کتاب انبیاء میں یہ مروی ہے۔

حدثنا محمد بن بشار ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبہ عن محمد ابن زیاد عن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان عفریتا من الجن تفلت البارحۃ لیقطع علی صلاتی | حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے محمد بن زیاد کی روایت سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنات

فامکننی اللہ منہ فاخذتہ فاردت ان اربطہ علی سارية من سواری المسجد حتی تنظروا الیہ کلکم فذکرت دعوة اخی سلیمان رب اغفرلی وھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی فرددتہ خاسئا الی آخرہ[1]

میں سے ایک عفریت کا گزشتہ پچھلی رات میرے پاس گزر ہوا تاکہ میری نماز کو قطع کردے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کیا پس میں نے اس کو پکڑ لیا پھر میں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اسے باندھ دوں تاکہ تم سب اس کو دیکھیں پس میں نے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد کی اے میرے رب مجھکو بخش دے اور دے مجھکو بادشاہی جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو پس میں نے اس کو نکال دیا ذلت کے ساتھ۔

یہی روایت صحیح مسلم میں کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ کے ذیل میں اس طرح آئی ہے۔

حدثنا اسحٰق بن ابراھیم واسحٰق بن منصور قال انا النضر بن شمیل انا شعبة ثنا محمد وھو ابن زیاد قال سمعت ابا ھریرہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عفریتا من الجن جعل یفتک علی البارحة لیقطع علی الصلاة وان اللہ امکننی منہ فذعتہ فلقد ھممت ان اربطہ الی جنب سارية من سواری المسجد حتی تصبحوا تنظرون الیہ اجمعون او کلکم ثم ذکرت قول اخی سلیمان رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی فردہ اللہ خاسئا[2]

حدیث بیان کی ہم سے اسحٰق بن ابراہیم اور اسحٰق بن منصور نے دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو نضر بن شمیل نے انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو شعبہ نے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد نے اور وہ ابن زیاد ہیں کہا کہ میں ابوہریرہ کو سنا یہ کہتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن میں سے ایک عفریت پچھلی رات کو مجھے پکڑنے لگا میری نماز توڑنے کے لیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں کردیا، میں نے اس کا گلا دبایا اور میرا قصد یہ تھا کہ اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح کو تم سب اس کو دیکھیں لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی انہوں نے یہ دعا کی تھی اے میرے پروردگار مجھ کو بخشدے اور ایسی بادشاہی دے، جو میرے بعد پھر کسی کو نہ ملے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھگا دیا ذلت کے ساتھ۔

مذکورہ بالا روایتوں میں خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو جن پر بالفعل قدرت عطا کی تھی آیہ لا ینبغی لاحد من بعدی (میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو) کے تاکیدی الفاظ ہونے کے باوجود رسول اللہ صلعم کو جنات پر بالفعل قدرت حاصل ہونے سے جس طرح آیہ ھب لی ملکا کا خلاف لازم نہیں آتا اسی طرح امام علیہ السلام کو رسول آخرین ماننے سے آیہ خاتم النبیین کا خلاف لازم نہیں آسکتا۔

اس سے قطع نظر اللہ کا ارشاد یہ ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (الاحزاب ع ۵)

نہیں محمد باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری (طبع مصطفائی ۱۳۰۵ھ) نصف اول ص ۴۸۶ و ص ۴۸۷ [2] صحیح مسلم (طبع مصر) الجزء الاول ص ۱۵۲

کفار کا یہ اعتراض تھا کہ رسول اللہ صلعم نے زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا اور زید آپ کے بیٹے ہیں اس کا اس آیت میں یہ جواب دیا گیا کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، یعنے زید کے بھی باپ نہیں ہیں اس طرح رسول اللہ صلعم کی ابوت کی نفی کی گئی ہے۔

ابوت کی نفی کے ساتھ آنحضرت صلعم کی نبوت کا اثبات بھی کیا گیا ہے تاکہ کفار ابوت کی نفی کو "ابتر" یعنے بے نسل ہونے پر محمول نہ کر سکیں۔

ظاہر ہے کہ نبی کی حیثیت بہ تعلق امت، پدر روحانی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وازواجہ امہاتھم" (احزاب ع ۳) اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اسی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ صاحب مدارج النبوۃ نے وازواجہ امہاتھم کے ذیل میں یہ روایت کی ہے۔

ودر قرأۃ شاذہ آمدہ است کہ ھو اب لھم (جلد اول ص۸۱) | اور قرأۃ شاذہ میں آیا ہے کہ وہ یعنے رسول اللہ ان کے باپ ہیں

صاحب مدارک نے روایت کی ہے کہ یہ قرأت ابن مسعود کی ہے (الجزء الثالث ص۲۲۵)

۲۔ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

آلی کل مومن [1] | تمام اہل ایمان میری آل ہیں۔

۳۔ مدارک میں یہ آیا ہے۔

کل من یولد الی یوم القیامہ من المومنین فھو اولادک [2] | مومنین میں سے جو قیامت تک پیدا ہوں گے وہ سب تیری اولاد ہیں۔

۴۔ مدارج النبوۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

ہر کہ تا روز قیامت از مومنات بزاید ہمہ اولاد معنوی او اعقاب تو باشند (جلد اول ص۷۴) | قیامت کے دن تک جو بھی مومنین سے پیدا ہوں گے وہ سب آپ کی اولاد معنوی اور فرزند ہوں گے۔

۵۔ صاحب مدارک نے مجاہد سے یہ روایت کی ہے۔

قال مجاھد کل نبی ابو امتہ [3] | مجاہد نے کہا ہے ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے۔

نبی کی ابوت صاحب مدارک نے کان ابا مراھلہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

النبی ابو امتہ واھل بیتہ۔ | نبی اپنی امت کا اور اپنے اہل بیت کا باپ ہے۔

غرض کلام اللہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں لیکن بہ حیثیت رسول اللہ تمام مسلمانوں کے روحانی باپ ضرور ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

زمانۂ آئندہ میں نبی ہونے یا نہ ہونے پر اس آیت سے استدلال کرنا درست نہیں اس لئے کہ یہاں مردوں میں رسول اللہ صلعم کی حقیقی اولاد ہونے کی نفی کی گئی ہے اور معنوی اولاد کا اثبات کیا گیا ہے جس سے ختم نبوت کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

---

[1] اسعۃ اللمعات جلد اول ص۴۰۶ [2] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء رابع ص۲۸۳ [3] تفسیر مدارک (طبع مصر) الجزء الثالث ص۲۲۵۔

اب رہے خاتم النبیین کے الفاظ تو مواہب علیہ میں اس کا ترجمہ "مہر پیغمبران" کیا گیا ہے اور صاحب منتہی الارب نے لکھا ہے کہ خاتم (بفتح سوم) اور خاتم (بکسر سوم) دونوں مہر اور انگوٹھی کے معنے میں ہیں۔

ترمذی نے حضرت علی سے یہ روایت کی ہے۔

بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین[۲]	رسول اللہ صلعم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ مہر انبیاء تھے۔

ابن ابی شیبہ نے بھی یہی روایت کی ہے[۳]

ابن الانباری نے حضرت علیؓ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اپنے بچوں کے استاد سے فرمایا۔

اقربھما وخاتم النبیین بفتح التاء[۴]	پڑھاؤ دونوں (یعنے حضرت حسن حسین) کو خاتم النبیین "ت" کے زبر سے۔

مذکورہ روایتوں سے بھی ثابت ہے کہ خاتم النبیین بمعنے مہر انبیاء ہے۔

مہر نبوت نے رسول اللہ صلعم کے برحق ہونے کی گواہی دی ہے چنانچہ صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت نے رسول اللہ صلعم کی نعت میں یہ کہا ہے۔

اغر علیہ للنبوۃ خاتم سرور پاک سیرت، ان پر نبوت کی مہر ہے	من اللہ من نور یلوح ویشھد[۵] اللہ کی طرف سے نور کی، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے

اس سے ظاہر ہے کہ مہر نبوت نے رسول اللہ صلعم کی گواہی دی اور آپ کے نبی برحق ہونے کی تصدیق کی ہے جس طرح مہر نبوت نے رسول اللہ صلعم کے نبی برحق ہونے کی تصدیق کی اسی طرح رسول اللہ صلعم نے انبیاء و مرسلین کے برحق ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

بل جاء بالحق وصدق المرسلین (الصافات ع)	بلکہ لائے ہیں حق کو اور تصدیق کرتے ہیں پیغمبروں کی۔

رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین یعنے مہر انبیاء کہنے کے یہ معنے ہیں کہ آپ نے جملہ انبیاء و مرسلین کے برحق ہونے کی تصدیق فرمائی اس لئے کہ مہر کا کام توثیق کرنا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے سلاطین کے نام جب مکاتیب گرامی روانہ فرمائے ہیں تو ان پر آپ نے مہر ثبت فرمائی ہے اور مہر لگانے کا مقصد مکتوب گرامی کو معتبر اور موثق گردانتا ہے چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت کی ہے۔

چوں خواست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بایں ملوک زمان صادر گرداند گفتند مردم کہ ایشاں نامہ را کہ مہر ندارد اعتبار نمی نہند، پس برائے آنحضرت انگشتری ساختند ..... ونقش نگین محمد صلعم بود[۶]	جب آنحضرت صلعم نے بادشاہوں کے نام فرمان صادر کرنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ وہ ایسے مکتوب کو معتبر نہیں سمجھتے جس پر مہر نہ ہو، پس رسول اللہ کے لئے انگوٹھی بنائی اور اس کے نگین پر محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

۱؎ مواہب (طبع مطبع مجیدی کانپور) جلد ثانی صفحہ ۵۷۷ ۲؎ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۴۹ ۳؎ مصنف ابن ابی شیبہ ۴؎ الدر المنثور تفسیر غریب القرآن ۵؎ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد ۶؎ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۵۷ ۶؎ مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۱۸ و صفحہ ۲۱۹

مسلم نے یہ روایت کی ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارادان یکتب الی کسریٰ والنجاشی فقیل انھم لا یقبلون الا بخاتم فصاغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما حلقہ فضۃ نقش فیہ محمد رسول اللہ

انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے ارادہ کیا کہ کسریٰ اور نجاشی کو مکتوب لکھیں، پس کہا گیا کہ وہ قبول نہیں کرتے ہیں مکتوب کو سوائے مہر کے، پس رسول اللہ نے بنائی انگوٹھی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس (کے نگین) پر محمد رسول اللہ نقش کیا گیا۔

مذکورہ روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کا مکتوب پر مہر لگانا توثیق کے لئے تھا۔

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلعم کی مہر نبوت نے آپ کے مبعوث من اللہ ہونے کی توثیق کی اور رسول اللہ صلعم کی مہر نے آپ کے مکاتیب کی توثیق کی اسی طرح رسول اللہ صلعم نے انبیائے سابقین کی توثیق فرمائی۔

اس لئے خاتم النبیین سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی رسول یا مبعوث من اللہ نہیں ہوگا۔

اس سے قطع نظر خاتم النبیین کے یہ معنے لینا کہ آپ کے بعد کوئی رسول یا مبعوث من اللہ نہ ہوگا، کلام اللہ کے اسلوب بیان کے خلاف ہے۔

کلام اللہ میں بعثت رسول کی نفی کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا (المومن ع) | تم نے کہا، ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔

لیکن مذکورۂ صدر آیت میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین یعنے مہر انبیاء فرمایا ہے یعنے مہر کی طرح آپ نے انبیاء کے برحق ہونے کی تصدیق فرمائی اور اس کی تائید آیہ صدق المرسلین سے ہوتی ہے۔

اب رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ لا نبی بعدی یعنے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو جواباً کہا جائیگا کہ رسول اللہ صلعم نے مسلم کی روایت کی ہوئی حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ کے لئے خود رسول اللہ صلعم نے نبی اللہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

(۱) ویحصر نبی اللہ واصحابہ (مسلم) | اور محصور کئے جائینگے عیسیٰ نبی اللہ اور ان کے اصحاب۔

(۲) فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (مسلم) | پس رغبت کرینگے اور دعا کرینگے عیسیٰ نبی اللہ اور ان کے اصحاب

(۳) ثم یھبط نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الی الارض (مسلم) | پس اتریں گے نبی اللہ عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین کی طرف۔

عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف نبی اللہ کہا گیا بلکہ آپ کو وحی ہونا بھی بیان کیا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فبینما ھو کذلک اذ اوحی اللہ الی عیسیٰ[2] (مسلم) | اس اثنا میں کہ عیسیٰ اس طرح ہوں یکایک اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم سے متعلق یہ فرمایا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۵۶۰ [2] اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۳۰۔

لو عاش ابراھیم لکان نبیا[1] | اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے۔

مندرجہ صدر احادیث کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے چنانچہ ملا علی قاری نے بھی یہ لکھا ہے۔

رسول اللہ کے بعد کوئی ناسخ شریعت نہ ہوگا

لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ[2] | آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے

برزنجی نے الاشاعہ فی اشراط الساعہ میں یہ لکھا ہے۔

اما حدیث لا وحی بعدی فباطل لا اصل لہ نعم ورد لا نبی بعدی ومعناہ عند العلماء انہ لا یحدث بعدہ لا نبی بشرع ینسخ شرعہ

رہی یہ حدیث کہ میرے بعد وحی نہیں، باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے ہاں حدیث میں آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو بیان کرے ایسی شریعت سے جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے۔

مولف رسالہ اعتقادیات وعملیات نے بھی یہی لکھا ہے۔

"ہاں حدیث ثابت ہے کہ نہیں ہے میرے بعد نبی سو معنی اس کے علماء کے پاس یہ ہیں کہ نہ ہوگا نبی ایسا کہ صاحب شرع جدید ہو جو منسوخ کردیوے اس شرع شریف کو" (حاشیہ ختم الہدیٰ صفحہ ۲۸۹)

لا نبی بعدی کی بناء پر بعد نزول، حضرت عیسیٰ کی نبوت سے انکار صحیح نہیں خصوصاً جب کہ رسول اللہ نے حضرت عیسیٰ کے لئے نہ صرف "نبی اللہ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں بلکہ آپ پر وحی بھیجا جانا بھی بیان فرمایا ہے۔

اسی بناء پر جلال الدین سیوطی نے یہ لکھا ہے۔

وھو ان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علی حالہ[3]

وہ امت محمدیہ میں خلیفہ ہونے کے باوجود علی حالہ رسول اور نبی کریم ہوں گے۔

اور پھر یہ لکھا ہے۔

ومن قال بسلب نبوتہ کفر حقا (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱)

اور جو شخص یہ کہے کہ (بعد نزول) عیسیٰ کی نبوت سلب ہو جائیگی، حقا کہ وہ کافر ہے۔

حافظ ابن حجر نے بھی حضرت عیسیٰ کے نزول کے سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے۔

فانہ نبی قطعا وثبت انہ ینزل الی الارض فی آخر الزمان ویحکم بشریعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (دافع الوسواس صفحہ ۱۶)

پس تحقیق کہ عیسیٰ قطعی طور پر نبی ہیں اور ثابت ہے کہ نازل ہوں گے زمین کی طرف آخر زمانہ میں اور حکم دیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر۔

---

[1] دافع الوسواس عن اثر ابن عباس (طبع مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ صفحہ ۱۶۔ [2] حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بعد نزول قطعی طور پر نبی رہیں گے۔

سیوطی نے رسالہ اعلام فی حکم عیسیٰ علیہ السلام میں سبکی سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

یاتی عیسیٰ فی آخر الزمان علی شریعتہ وھو نبی کریم علی حالہ لا ینقص منہ شئ[1]	عیسیٰ آخر زمانہ میں رسول اللہ کی شریعت پر آئینگے اور وہ یعنی عیسیٰ علی حالہ نبی کریم رہیں گے اور ان میں سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام در آخر زماں بر شریعت وے بیاید حال آنکہ وے نبی کریم است و باقی است بر نبوت خود و نقصان نشدہ است ازوے چیزے (مدارج النبوۃ جلد اول ص۷۶)	عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر آئیں گے اس حال میں کہ وہ نبی کریم ہیں اور باقی ہیں اپنی نبوت پر اور کمی نہیں ہوئی ہے اس میں سے کسی چیز کی۔

نبی نبوت سے معزول نہیں ہوسکتا

یہ بھی واضح رہے کہ نبی کا نبوت سے معزول ہونا محالات سے ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے بھی بیان کیا ہے۔

عزل نبی از نبوت محال[2]	نبی کا نبوت سے معزول ہونا محال ہے۔

بہرحال حدیث صحاح اور محدثین کے بیان سے ثابت ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰؑ اپنی نبوت پر باقی رہیں گے۔

سیوطی نے یہ روایت کی ہے۔

اخرج ابن ابی شیبہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ (الدر المنثور طبع مصر جلد پنجم ص۲۰۴)	تخریج کی ابن شیبہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی کا ہونا آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کے خلاف نہیں ہے

جب حضرت عیسیٰ کا بعد نزول قطعی طور پر نبی رہنا اور صاحب وحی ہونا آیہ خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے تو حضرت مہدی کا رسول یعنے مبعوث فی الآخرین ہونا کس طرح خلاف ہو جائے گا خصوصاً جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے مہدیؑ کے لئے خلیفۃ اللہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

اب حدیث لا نبی بعدی کے معنے واضح ہو گئے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی ایسا شخص اپنے نبی یا رسول یا مبعوث فی الآخرین ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا جس کے متعلق رسول اللہ صلعم نے کوئی خبر ہی نہیں دی ہے۔

عیسیٰ نبی اللہ کی طرح مہدی خلیفۃ اللہ تو رسول اللہ صلعم کے مبشر ہیں۔

ابن ماجہ نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی۔	پس بیعت کرو اس سے اگرچہ کہ تمہیں برف پر رینگنا ہو پس تحقیق کہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

---

[1] دافع الوساس ص۲۸۔

اللہ کے خلیفہ کو رسل یا مبعوث فی الآخرین کہنا کس طرح قرآن و حدیث کے خلاف ہو جائے گا خصوصاً جب کہ خود رسول اللہ صلعم نے اس خلیفہ کو زمرۂ انبیاء میں شامل فرما دیا ہے۔

رزین نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا۔

کیف تھلک امتہ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا۔	وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتداء میں میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں اور مسیح اس کے آخر میں۔

رسول اللہ صلعم نے انبیاء کے ساتھ مہدی کا ذکر فرمایا ہے اس حدیث سے مہدی کا زمرۂ انبیاء سے ہونا ثابت ہے۔

بہ فحوائے حدیث جو زمرۂ انبیاء سے ہو اس کے رسول یا مبعوث فی الآخرین ہونے سے قرآن و حدیث کی مخالفت کس طرح ہو جائے گی؟

اس کے علاوہ مذکورہ حدیث میں دفع ہلاکت امت کو رسول اللہ صلعم نے اپنی ذات سے مہدیؑ سے اور مسیح سے مختص فرما دیا ہے جس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور رسول اللہ صلعم کی طرح مہدی بھی معصوم ہیں اور جو رسول و مسیح کی طرح معصوم ہو اس کا رسول آخرین ہونا کس طرح آیۂ خاتم النبیین کے خلاف ہو جائے گا؟

یہ بھی واضح رہے کہ غیر نبی خلیفۃ اللہ نہیں ہو سکتا چنانچہ صاحب مدارک نے انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

لان آدم کان خلیفۃ اللہ فی ارضہ وکذلک کل نبی (جلد اول صـ۳۲)	اس لئے کہ آدم خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین میں اور اسی طرح تمام انبیاء۔

تمام انبیاء خلیفۃ اللہ ہیں، آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں، مہدی بھی خلیفۃ اللہ ہیں اگر مہدی خلیفۃ اللہ کو نبی تبع یا رسول آخرین کہا گیا تو اس سے آیۂ خاتم النبیین کا خلاف کس طرح لازم آجائے گا؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یہ بیان کیا ہے۔

ختم بہ النبیون ای لا یوجد من یامر اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس[1]۔	آنحضرتؐ پر انبیاء ختم ہو گئے یعنے نہیں پایا جاتا ایسا شخص جس کو اللہ سبحانہ نئی شریعت دے کر لوگوں پر مبعوث کرے۔

پس آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہونے کے یہ معنے ہوئے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں آسکتا جس کو اللہ تعالیٰ کوئی نئی شریعت دے کر مبعوث کرے۔

مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے یہ لکھا ہے۔

"بعد آنحضرتؐ کے یا زمانے میں آنحضرتؐ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے"

(دافع الوسواس عن اثر ابن عباس صـ۱۶)

یہی وجہ ہے کہ مولف رسالہ اعتقادیات و عملیات نے مہدی کے صاحب شرع جدید ہونے کی اس طرح نفی کی ہے۔

---

[1] التفہیمات الالٰہیۃ (مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۵ھ) الجزء الثانی تفہیم نمبر ۵۵ صـ۷۲ و صـ۷۳۔

" بنا بر معنی مذکور کے نبی مشرع ہونا شرع شریف سے ممنوع ہے نہ نبی متبع ہاں حضرت متبع نہ مشرع" (ہدیہ مہدویہ صـ۲۸۸ بحوالہ رسالہ اعتقادیات وعملیات)

یہاں مہدی کا نبی متبع ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے اور نبی مشرع ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

اسی طرح مولف ختم الہدیٰ نے بھی لکھا ہے۔

(ا) اور مہدی موعود کا نبی ہونا باب اول عقیدہ شانزدہم کے جواب میں ثابت ہو چکا (ختم الہدیٰ) صـ۲۴

(ب) مہدی خطا سے معصوم ہیں اور نبی متبع ہیں (ختم الہدیٰ صـ۲۳)

(ج) مہدی موعود نبی متبع اور معصوم عن الخطا اور خلیفۃ اللہ اور مبعوث من اللہ اور سید امت ہیں (ختم الہدیٰ صـ۲۶۳)

جس طرح مہدی کا نبی متبع ہونا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے اسی طرح مہدی کا رسول آخرین ہونا بھی قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ حضرت مہدیؑ نے بامر اللہ یہ فرما دیا ہے کہ آخرین سے قوم مہدی اور رسول آخرین سے " بندہ " کی ذات مراد ہے۔

مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا، فرمان رسول سے ثابت ہے، اور یہ بھی آپ کے رسول آخرین ہونے کی بنیاد ہے۔

حاصل یہ کہ مہدی خلیفۃ اللہ کو رسول آخرین ماننے سے آیۂ خاتم النبیین کا خلاف لازم نہیں آتا جس طرح کہ رسول اللہ صلعم کو بالفعل جنات پر قدرت حاصل ہو جانے سے آیہ حسب لی ملکا کا خلاف لازم نہیں آسکتا۔

رسول آخرین کی کوئی نئی شریعت نہیں ہے آپ کی بھی وہی شریعت ہے جو رسول امیین کی ہے، اس حدیث سے جو مولف ہدیہ کی بھی مسلمہ ہے یہ ثابت ہے کہ مہدی رسول اللہ کے پیچھے آئیں گے اور خطا نہ کرینگے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

یقفو اثری ولا یخطی	مہدی پیچھے آئے گا میرے قدم پر اور خطا نہ کرے گا۔

مولف ہدیہ نے اس کو اس طرح تسلیم کیا ہے

(ا) " لا یخطی بالاتفاق مہدی کی شان ہے یعنے خطا نہ کرے گا" (ہدیہ مہدویہ طبع اول صـ۹۹)

(ب) مہدی کے حق میں یقفو اثری ولا یخطی (ہدیہ مہدویہ صـ۱۸۸)

(ج) یقفو اثری ولا یخطی اس کی شان ہے (ہدیہ مہدویہ صـ۲۱۹)

کیا اولاد آدم میں غیر نبی، لا یخطی کا مصداق ہو سکتا ہے؟

جس کا معصوم ہونا متفق علیہ ہو اس کا رسول یا مبعوث فی الآخرین ہونا کس طرح مورد اعتراض ہو جائے گا؟

مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

انا محمد واحمد والمقفی [1]	میں محمد ہوں اور احمد اور پیچھے آنے والا۔

مقفی کے معنے ہیں پیچھے آنے والا اور پیروی کرنے والا۔

جس طرح رسول اللہ صلعم دوسرے انبیاء کے پیچھے آئے ہیں اسی طرح رسول آخرین بھی رسول اللہ کے پیچھے آئے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۴۸۲۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثم قفینا علیٰ اٰثارھم برسلنا (الحدید ع۳) | پھر پیچھے لائے ہم ان کے قدموں پر اپنے رسول۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر کے پیچھے آتا ہے۔

مہدی خلیفۃ اللہ بھی رسول اللہ صلعم کے پیچھے آئے ہیں جس طرح کہ خود رسول اللہ صلعم دوسرے پیغمبروں کے پیچھے آئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح کے متبعین میں سے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان من شیعتہ لابراھیم (الصافات ع۳) | تحقیق نوح کے پیروؤں میں سے البتہ ابراہیم تھے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو ملت ابراہیم کی پیروی کرنے کے لئے اس طرح حکم دیا ہے۔

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (النحل ع۱۶) | پھر وحی بھیجی ہم نے تیری طرف کہ اتباع کرے دین ابراہیم حنیف کی۔

اور حضرت مہدیؑ نے بامر اللہ یہ بیان فرمایا ہے

انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ صلعم (عقیدہ شریفہ) | تحقیق کہ میں بندہ ہوں اللہ کا، اور محمد رسول اللہ کا اتباع کرتا ہوں۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے تابع تھے اور رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیمؑ کے تابع تھے اور حضرت مہدی رسول آخرین، رسول اللہ صلعم کے تابع تھے۔

جہاں اتباع کرنے والا مامور من اللہ ہو وہاں تابع کے معنے کم درمراتب لینا نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہے بلکہ لسان عرب کے بھی۔

تابع کے معنے "کم درمراتب" لیں تو پھر رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیمؑ سے اور حضرت ابراہیمؑ حضرت نوح علیہ السلام سے مراتب میں کم قرار پائینگے اور ایسا عقیدہ رکھنا باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰسین ع۲) | بیشک آپ ان میں سے ہیں جو صراط مستقیم پر بھیجے گئے ہیں۔

خلیفۃ اللہ اور دافع ہلاکت امت ہونے کے اعتبار سے امام مہدی بھی صراط مستقیم پر ہیں، اس لحاظ سے یہ بھی منجملہ مرسلین یعنے مبعوثین ہیں۔

غرض مہدی موعود کا رسول اللہ صلعم کے بعد عیسیٰ نبی اللہ کی طرح صراط مستقیم پر ہونا مہدی موعود کے رسول آخرین ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی نے اثبات المہدی میں یہ لکھا ہے۔

پس براین معنی متحقق گشت کہ مہدی کہ مہدی شود باارسال خداوند مہدی شود نہ بقبول خلق (اثبات المہدی، جواہر التصدیق ص۳۲) | پس اس معنے سے متحقق ہوگیا کہ مہدی جو مہدی ہوتا ہے تو اللہ کے رسول بنانے سے ہوتا ہے نہ کہ مخلوق کے قبول کرنے سے۔

اس عبارت میں "بارسال خداوند" کے الفاظ آئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ مہدی بھی منجملہ مرسلین ہیں۔

چنانچہ صاحب مطلع الولایت نے یہ لکھا ہے۔

رتبۂ مہدی موعود از جملۂ مرسلان است (ص ۸۸) | مہدی موعود کا رتبہ جملۂ مرسلین سے ہے۔

میاں عبدالغفور سجاوندی نے وآخرین منھم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

وآخرین معطوف علی الامیین ای بعث الله رسولاً فی آخرین منهم لما یلحقوا بهم فالمراد من الرسول فی الاخرین المهدی۔ (رسالہ ثمرہ آیات ص ۴۸) | اور آخرین معطوف ہے امیین پر یعنے بھیجا اللہ نے ایک رسول کو ان میں کے آخرین میں جو نہیں ملے امیین سے پس آخرین میں رسول سے مراد مہدی ہی کی ذات ہے۔

پس یہ امر ثابت ہے کہ رسول آخرین سے مہدی کی ذات مراد ہے۔

رسالہ ماہیتہ التقلید میں یہ لکھا گیا ہے۔

فی الامیین رسولاً هو محمد صلی الله علیه وسلم وفی الآخرین رسولاً و هو المهدی علیه السلام (ماہیتہ التقلید مطبوعہ ص ۱۴۵) | امیین میں رسول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخرین میں رسول، مہدی علیہ السلام ہیں۔

غرض قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ امام علیہ السلام کا اپنی ذات اقدس کو رسول آخرین فرمانا آیۂ خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے، اگر یہ بحث نہ بھی کی جاتی تو صرف امام علیہ السلام کا ارشاد کافی تھا کہ آپ ہی رسول آخرین ہیں، جس طرح کہ قرآنی آیت میں "اسمه احمد"[1] کا مصداق محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو ماننے کے لئے صرف آپ ﷺ ہی کا ارشاد "انا احمد" کافی ہے کسی اور دلیل وحجت کی ضرورت نہیں ہے۔

امام مہدی اور حدیث ابن سیرین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لم یکن له کفوا احد (سورۂ اخلاص) | نہیں ہے اس کے واسطے کوئی برابری کرنے والا۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جس کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا اور روایات سے ثابت ہے کہ مہدیؑ رسول اللہ ﷺ کے برابر ہوں گے۔

اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

(۱) اس سے قبل یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندگی میاں الہداد حمید نے امام علیہ السلام کی رحلت کے دس روز بعد تمام صحابہ کے سامنے فراہ مبارک میں امامؑ پر ایک مرثیہ پڑھا ہے، اس میں یہ شعر بھی ہے۔

فضلش کہ بر جمیع پیمبر شد از خدا | بادا بروز حشر شفاعت گر از احد
وہ جس کا فضل خدا کی طرف سے تمام پیغمبروں پر ہے | خدا کے حکم سے حشر کے روز شفاعت کرنے والا ہوگا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۸۱۔

یہ شعر اور اس کا مفہوم تمام اصحاب مہدی کا مسلمہ اور اجماعی ہے۔

اس سے قبل اس امر سے بحث کی جا چکی ہے کہ مذکورہ شعر میں جمیع پیمبر سے رسول اللہ صلعم مستثنیٰ ہیں جیسا کہ مندرجۂ ذیل حدیث میں۔

عن انس قال کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیر فقال اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاءہ علی فاکل معہ[1] (ترمذی)	انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس ایک (بھونا ہوا) پرندہ تھا پس آپ نے کہا اے پروردگار میرے پاس ایسے شخص کو لا جو تیرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے پس علیؓ آپ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ اس پرندہ کو کھایا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب تھے، جس طرح مذکورہ حدیث میں تمام انبیاء اور رسول اللہ صلعم اس سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح بندگی میاں الہٰداد حمید کے شعر میں "جمیع پیمبر" سے رسول اللہ صلعم مستثنیٰ ہیں۔

بندگی میاں الہٰداد بن حمید نے ۹۱۱ھ میں غیر منقوط دیوان مرتب فرمایا ہے۔

آپ نے امام علیہ السلام کی نعت میں یہ کہا ہے۔

اعلام داد ہمسر احمد رہ صلاح	آگاہ کرد ہمدم آدم رہ ملام[2]
ہمسر احمد نے راہ صلاح سے آگاہ نبی بخشی	ہمدم آدم نے راہ ملامت سے آگاہ فرمایا

"ہمدم آدم" سے امام علیہ السلام کا زمرۂ انبیاء سے ہونا ظاہر ہے اور "ہمسر احمد" سے آپ کی تسویت رسول اللہ صلعم کے ساتھ ثابت ہے۔

اس شعر سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورۂ صدر شعر میں "جمیع پیمبر" سے رسول اللہ صلعم کی ذات مبارک مستثنیٰ ہے۔

(۲) بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ (سن شہادت ۹۳۰) نے رسالہ بعض الآیات میں یہ بیان فرمایا ہے۔

لکل نبی نظیر فی امتہ ای مثلہ لا یکون مثلہ الا من کان لہ درجۃ عند اللہ مثل درجۃ النبی۔	ہر نبی کے لئے اس کی امت میں ایک نظیر ہوتی ہے یعنی اس کا مثل اور نبی کا مثل نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جس کا درجہ عند اللہ درجۂ نبی کے مثل ہو۔

لکل نظیر فی امتہ کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی ہے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیر رضؓ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدیؑ رسول اللہ کی نظیر ہیں، آپ کی عبارت یہ ہے۔

لخاتم النبی یکون نظیرا فی امتہ وھو المھدی علیہ السلام۔	خاتم النبی کی نظیر آپ کی امت میں ہوگی اور وہ مہدی علیہ السلام ہیں۔

غرض یہ امر ثابت ہے کہ امام علیہ السلام مثل نبی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لفظ مثل کی اس طرح توضیح کی ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۶۵۔ [2] کلام الہٰداد مطبوعہ ص ۵

مثل مساوی در جمیع صفات راگویند و در مثال مساوات در جمیع صفات شرط نیست (رسالہ تکمیل الایمان) | مثل اس کو کہتے ہیں جو جملہ صفات میں مساوی ہو اور مثال میں تمام صفات میں مساوی ہونا شرط نہیں ہے۔

اب رہا بعض آیات کی عبارت میں "عنداللہ" کا استعمال تو اس کی توضیح حدیث کے الفاظ سے ہو جاتی ہے۔

حدیث یہ ہے۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین[1] | رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تحقیق کہ میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں۔

رسول اللہ صلعم کے عنداللہ خاتم النبیین ہونے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ آپ شریعت میں خاتم النبیین نہیں ہیں؟

عنداللہ کا مفہوم۔ کلام اللہ میں حضرت موسیٰؑ سے متعلق یہ آیا ہے۔

وکان عند اللہ وجیھا (الاحزاب ع ۹) | اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے عنداللہ معزز ہونے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ آپ شریعت میں معزز نہیں ہیں!

(۳) میاں عبدالرحمٰن کا مولود سیرت امامؑ کا سب سے قدیم ماخذ ہے، اس میں امام علیہ السلام کے مراتب سے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے۔

خطابش مہدی موعود ہمسر و ہم رتبۂ محمد محمود زیرا چہ او تابع تام است و بعثت او بر خاص و عام است (ص ۱۳) | آپ کا خطاب مہدی موعود ہمسر و ہم رتبۂ محمد محمود اس لئے کہ آپ آنحضرتؐ کے تابع تام ہیں اور آپ کی بعثت خاص و عام پر ہے۔

مذکورہ عبارت میں ہمسر و ہم رتبہ سے تسویت در مراتب ثابت ہے۔

(۴) بندگی ملک الہداد (سن رحلت ۹۷۴) نے یہ روایت کی ہے۔

باز بندگی ملک فرمودند کہ بدیں حجت کہ گفتہ شد در میان محمدین فھما النبیؐ والمھدیؑ و در میان سیدین یعنے میراں سید محمودؑ و میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہما فرق نیست و فرق کنندۂ را زیاں است (شواہد الولایت باب ۲۶) | پھر بندگی ملک نے فرمایا کہ اس حجت سے جو بیان کی گئی دونوں محمد یعنے نبی و مھدی میں اور دونوں سید یعنے میراں سید محمود اور میراں سید خوندمیر میں فرق نہیں ہے اور فرق کرنے والے کے لئے زیاں ہے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ جس طرح سیدین میں کوئی فرق مراتب نہیں ہے اسی طرح خاتمین میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اور فرق کرنے والا زیاں کار ہے مذکورہ عبارت میں حجت سے آیہ وآخرین منھم کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے مہدیؑ علیہ السلام کا رسول آخرین، ہونا ثابت ہے۔

(۵) مولف القسطاس المستقیم (سن ولادت ۹۸۹) نے بندگی ملک بخن (رحلت ۹۵۷ھ) سے یہ روایت کی ہے۔

از نقل ملک بخن ہم تحقیق شد کہ از احکام و بیان میراں کہ امر اللہ مراد اللہ است چنداں برابری محمدین یافتیم کہ | بندگی ملک بخن کی نقل سے بھی تحقیق ہو گئی کہ میراںؑ کے احکام و بیان سے جو امر اللہ و مراد اللہ ہیں دونوں محمد یعنی محمد نبی و محمد مہدی میں اتنی برابری

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۴۷۴۔

دو کس را در دو چیز روا نیست (تسویت خاتمین) | پائی کہ کوئی اور دو شخصوں اور دو چیزوں میں روا نہیں۔

روایت سے ظاہر ہے کہ محمد نبی اور محمد مہدی میں اتنی برابری ہے کہ کسی اور میں نہیں ہے۔

بندگی ملک سخن نے امام علیہ السلام کے جن ارشادات کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں مندرجہ ذیل ارشادات بھی شامل ہیں

(ا) بندگی میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں امام علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے۔

نقل است حضرت میراں علیہ السلام فرمودہ اند کہ ہر چہ خدائے تعالیٰ بہ محمد داد بہ من داد و بہر چہ بہ من داد بہ محمد داد نہ قبل محمد کسی را دادہ بود نہ پس بندہ کسی را دادہ شود (صـ)

منقول ہے کہ حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے محمد کو دیا مجھے دیا اور جو کچھ مجھے دیا نہ محمدؐ سے قبل کسی کو دیا اور نہ بندہ کے بعد کسی کو دیا جائے گا۔

عطائے باری میں صفات بھی شامل ہیں اور مراتب بھی۔

(ب) صاحب انصاف نامہ نے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی روایت سے امامؑ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

لیکن ہمیں دو تن سر تا پا مسلمان شدند (باب ۱۴) | مگر یہی دو تن یعنے محمدؐ و مہدیؑ سر تا پا مسلمان ہوئے۔

اس سے بڑھکر تسویت در مراتب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

اس نقل کی تفصیل اس سے قبل دی گئی ہے۔

(ج) جنت الولایت میں یہ مروی ہے۔

میراںؑ تبسم کردہ فرمودند کہ از مہدی موعود خدا بزرگ است (صـ۳۰)

میراںؑ نے تبسم کرکے فرمایا کہ مہدی موعود سے خدا بڑا ہے۔

(د) مولف القسطاس المستقیم نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است حضرت میراں فرمودند کہ از مہدی کسے بزرگ نیست از مہدی خدائے بزرگ است۔

نقل ہے کہ حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ مہدی سے کوئی بڑا نہیں ہے، مہدی سے خدا بڑا ہے۔

(ھ) تسویت خاتمین میں یہ روایت کی گئی ہے۔

نقل است حضرت فرمودند کہ از مہدی کسے بزرگ نیست بجز خدائے تعالیٰ۔

نقل ہے حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی مہدی سے بزرگ نہیں ہے۔

(و) بندگی شاہ برہان نے یہ روایت کی ہے۔

یک روز میاں سید سلام اللہ بہ حضور خلیفۃ اللہ حکایت مردماں بطریق شکایت عرض کردند کہ میرانجی ہر جا کہ میرویم مردم خدام را می پرسند کہ مہدی موعود ہمیں ذات است آیا مردم کہ ذات خدام را مشابہت مہدی موعود

ایک روز میاں سید سلام اللہ نے مہدی خلیفۃ اللہ کے حضور میں لوگوں کا حال بطریق شکایت عرض کیا کہ میرانجی ہم جہاں کہیں جاتے ہیں لوگ حضرت سے متعلق یہ پوچھتے ہیں کیا یہی مہدی موعود ہیں لوگ حضور کو مہدی موعود سے

می دہند مگر ذات مہدی از ذات مبارک خدام فاضل باشد حضرت میراںؑ تبسم کردہ فرمودند از مہدی خدا فاضل است (شواہد الولایت باب ۱۲)

جو مشابہت دیتے ہیں کیا ذات مہدی حضور کی ذات مبارک سے افضل ہوگی! حضرت میرانؑ نے تبسم کر کے فرمایا کہ مہدی سے خدا ہی افضل ہے۔

اس سے بڑھکر امام علیہ السلام کی فضیلت کیا ہوگی!

سچ کہا ہے ابن سیرین نے کہ مہدی بعض انبیاء سے افضل ہوں گے اور نبی علیہ السلام کے برابر ہوں گے ظاہر ہے کہ برابری یعنے تسویت فضیلت میں ہی ہے۔

حضرت مہدیؑ نے بعض آیات کی جو تخصیص فرمائی ہے کہ وہ آپؑ ہی کے حق میں ہیں اس سے متعلق میاں عبد الملک سجاوندی نے یہ لکھا ہے۔

فکما ان علمه بذاته انه المهدی الموعود قطعی کذلک علمه بآیات کتاب الله انها فی حقه (

پس جس طرح اپنے مہدی موعود ہونے کے متعلق ان کا علم قطعی ہے اسی طرح قرآن کی آیتوں کے بارے میں ان کا یہ علم قطعی ہے کہ وہ ان کے بارہ میں ہیں۔

اس سے قبل ہم نے آیہ وآخرین منھم کے ذیل میں بفرمان امامؑ ثابت کر دیا ہے کہ رسول آخرین سے مراد مہدیؑ کی ذات ہے، اس لحاظ سے مہدی کا رسول آخرین ہونا بھی قطعیات سے ہے۔

(۱) منہاج التقویم میں یہ مروی ہے۔

الحجج القاطعة المنقولات الثابتة منه (منہاج التقویم ص۱۲۳)

دلائل قاطعہ وہ منقولات ہیں جو مہدی سے ثابت ہیں۔

منہاج التقویم میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

فجمیع منقولاته الثابتة منه حجج قطعیه (ص۱۱۱)

پس آپ کے وہ تمام ارشادات جو آپ سے ثابت ہو چکے ہوں قطعی حجتیں ہیں۔

یہ امر ثابت ہے کہ حضرت مہدیؑ نے فرمایا ہے کہ آپ ہی رسول آخرین ہیں، اس لحاظ سے بھی مہدیؑ کا رسول آخرین ہونا قطعیات سے ٹھیرا۔

(ب) جب مہدیؑ کا رسول آخرین ہونا ثابت ہے تو ہر وہ امر دینی جو مہدیؑ سے ثابت ہو جائے وہ شریعت ہے، چنانچہ مبشر صحابی مہدیؑ سے یہ روایت کی گئی ہے۔

بندگی میاں عبد المجید فرمودند کہ ہر چہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند شریعت ہمان است (ماہیۃ التقلید ص۵)

بندگی میاں عبد المجید نے فرمایا کہ حضرت مہدیؑ نے جو کچھ فرمایا وہی شریعت ہے۔

اور یہی تمام اصحاب مہدی کا عقیدہ ہے جیسا کہ ماہیۃ التقلید میں مذکور ہے۔

رسالہ اجوبۃ السوالات میں یہ مروی ہے۔

بندگی میاں عبدالمجید گفتہ اند کہ آنچہ حضرت میراں فرمودہ اند شریعت ہماں است وہمچناں عقیدۂ جمیع صحابہ رضوان اللہ علیہم شدہ است۔

بندگی میاں عبدالمجید نے کہا ہے کہ جو حضرت میراںؒ نے فرمایا ہے شریعت وہی ہے اور ایسا ہی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم کا عقیدہ رہا ہے۔

(۹) میاں عبدالملک سجاوندی نے بھی صحابہ کے اجماعی عقیدہ کے مطابق یہ لکھا ہے۔

الشرع الحقیقی ھوالذی یبینہ (سراج الابصار صـ۱۲۲) | حقیقی شریعت تو وہی ہے جو مہدی بیان کرتے ہیں۔

(۱۰) خود امامؑ نے یہ فرمایا ہے۔

بندہ شریعت محمد بیان کند حقائق دربیان نیاید (انصاف نامہ باب۱۲) | بندہ شریعت محمد بیان کرتا ہے حقایق بیان میں نہیں آتے۔

امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

ہرچہ دربیان آید آں ہمہ شریعت است (انصاف نامہ باب۱۲) | جو کچھ بیان میں آئے وہ سب شریعت ہے۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ امام علیہ السلام نے مذکورۂ صدر روایت میں اپنے مراتب جو بیان فرمائے ہیں وہ آیۂ آخرین منھم کی تفسیر ہے اور فضیلت رسول آخرین کی توضیح۔

غرض مہدی کا فضیلت میں رسول اللہ کے برابر ہونا بھی شریعت ہے۔

(۱۱) مولف میزان العقائد نے یہ بیان کیا ہے

دراصل جملہ مہدویاں برآنند کہ خاتم نبی وخاتم ولایت محمدی صلی اللہ علیہما وسلم یک ذات وبرابر اند۔

اصل میں تمام مہدویوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خاتم نبی و خاتم ولایت محمدی صلی اللہ علیہما وسلم یک ذات اور برابر ہیں۔

لفظ برابر کے معنے ہیں مساوی، اس لحاظ سے یہاں یک ذات کہنے کا مقصد بھی کمال تسویت ہے چنانچہ مولف میزان العقائد نے اپنی دوسری تالیف القسطاس المستقیم میں یہ لکھا ہے۔

آں یکتائی دلیل بہ کمال تسویت ایشاں باشد

وہ یکتائی ان کے کمال تسویت کی دلیل ہے۔

(۱۲) عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی نے میاں شیخ مبارک ناگوری کے جواب میں یہ لکھا ہے۔

لقد صدق ابن سیرین حیث قال قد کان یفضل علی بعض الانبیاء ویعدل نبینا۔ (منہاج التقویم صـ۱۲۷)

تحقیق کہ سچ کہا ابن سیرین نے کہ مہدی بعض انبیاء سے افضل اور ہمارے نبی علیہ السلام کے عدیل یعنی برابر ہوں گے۔

میاں عبدالملک سجاوندی نے، ابن سیرین کی جن روایتوں سے استدلال کیا ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) حدثنا یحییٰ عن السری بن یحییٰ عن ابن سیرین قیل لہ المھدی خیر او ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما قال ھو خیر منھما ویعدل بالنبی[1]

حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے السری بن یحییٰ سے اور انہوں نے ابن سیرین سے، اُن سے کہا گیا کہ مہدی بہتر ہیں یا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کہا کہ وہ دونوں سے بہتر ہیں اور نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

---

[1] کتاب الفتن (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۳۷۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) الجزء الخامس حدیث نمبر ۹۹۵۔

(ب) حدثنا خمرۃ عن شوذب عن محمد ابن سیرین انہ ذکر فتنۃ تکون فقال اذا کان ذلک فاحبسوا فی بیوتکم حتی تسمعوا علی الناس بخیر من ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما قیل اخیر من ابی بکر وعمر قال کان یفضل علی بعض الانبیاء[1]

حدیث بیان کی ہم سے خمرۃ نے ابن شوذب سے اور اس نے محمد ابن سیرین سے کہ انہوں نے ذکر کیا فتنہ کا جو ہوگا اور کہا کہ اس وقت تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو یہاں تک کہ تم لوگوں سے سن لو ایک ایسے شخص سے متعلق جو ابوبکر و عمر سے بہتر ہوگا کہا گیا کیا ابوبکر و عمر سے بہتر ہوگا کہا کہ بعض انبیاء پر بھی اس کو فضیلت دی جاتی تھی۔

مذکورہ روایتوں کی تخریج نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں کی ہے یہ روایتیں صاحب عقد الدرر نے بھی الباب السابع[2] میں درج کی ہیں ان روایتوں سے ثابت ہے کہ مہدی بعض انبیاء سے افضل اور ہمارے نبی[3] کے برابر ہوں گے۔

ابن سیرین کی مذکورہ روایت کی توثیق مندرجہ ذیل فرامین مہدی[4] سے ہوتی ہے۔

(ا) امام[5] نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو محمد کو دیا مجھے دیا نہ محمد سے پہلے کسی کو دیا اور نہ میرے بعد کسی کو دیگا، میاں عبدالرحمٰن نے مولود میں اس کی روایت کی ہے اس کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا۔

(ب) حضرت میراں[6] فرمودند ہر حدیثے کہ با ذات ایں بندہ موافق باشد آں صحیح است (اجوبۃ السوالات)

حضرت میراں نے فرمایا ہے جو حدیث اس بندہ کی ذات کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔

ابن سیرین جن کی ولادت ۲۱ھ میں اور جن کی رحلت ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے[7] کبار تابعین[8] سے ہیں۔

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے اس کی تفصیل مولوی عبدالحی لکھنوی نے اس طرح دی ہے۔

حدیث اصطلاح محدثین میں عام ہے قول رسول و قول صحابی و قول تابعی سے جیسا کہ سیوطی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں لکھتے ہیں۔

قال الطیبی الحدیث اعلم ان یکون قول الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام او الصحابی او التابعی و فعلہم و تقریرہم[9]۔

طیبی نے کہا کہ حدیث عام ہے قول رسول صلعم یا قول صحابی یا قول تابعی اور ان کے فعل اور ان کی تقریر سے۔

غرض حدیث ابن سیرین کی توثیق فرامین مہدی سے ہوتی ہے۔

حدیث ابن سیرین میں مہدی کا رسول اللہ کے برابر ہونا مذکور ہے تو آپ کا رسول اللہ صلعم کی طرح اولوالعزم انبیاء سے افضل ہونا بھی ثابت ہے چنانچہ میاں عبدالملک سجاوندی نے رسالہ خصائص مہدی کی ابتداء میں یہ بیان کیا ہے۔

قد کان یفضل علی الانبیاء علیہم السلام ویعدل النبی (خصائص مہدی ص۲)

تحقیق کہ مہدی کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی جاتی تھی اور نبی علیہ السلام کے برابر کہتے تھے۔

---

[1] کتاب الفتن (حدیث عربی قلمی نمبر ۱۳۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) الجزء الخامس حدیث نمبر ۱۰۰۴۔ [2] عقد الدرر حدیث عربی قلمی نمبر ۴۶۷ ص ۲۳۰ و ص ۲۳۱ [3] جامع التواریخ (طبع نولکشور) ص ۱۶۰ [4] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۷۸ [5] دافع الوسواس ص ۲۲

ظاہر ہے کہ مہدیؑ کا رسول اللہ صلعم کے برابر ہونا اور انبیائے سابقین سے افضل ہونا خصائص مہدی میں داخل ہے۔
ابن سیرین کی مذکورۂ بالا حدیثوں میں "یفضل" اور "یعدل" آیا ہے، یہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مہدیؑ کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ جو برابری ہے وہ فضیلت میں ہے، یہ وہی مفہوم ہے جو میاں الہٰداد حمید نے ۱۹۱۱ء میں "ہمسر احمد" کے الفاظ سے ادا فرمایا ہے اور یہی مذہب مہدویہ ہے۔

مذکورۂ صدر روایتیں اگر ضعیف بھی تھیں تو کلام اللہ احادیث صحیحہ اور ارشادات امامؑ کی روشنی میں ان کی صحت ثابت ہوگئی اسی لئے میاں عبدالملک سجاوندی جیسے جلیل القدر تابعی نے صدق ابن سیرین (سچ کہا ہے ابن سیرین نے) کہہ کر ان روایتوں سے استدلال کیا ہے۔

(۱۳) بندگی شاہ برہان (ولادت ۱۰۰۹ھ) نے بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام تمام مراتب میں رسول اللہ صلعم کے مساوی تھے، شاہ برہانؒ کی عبارت یہ ہے۔

درمراتب کلیہ ہمچو ذات نبی علیہ السلام بطریق متساوی یک منزل و یک مقام بود[1]۔	مہدیؑ تمام مراتب میں نبی علیہ السلام کی ذات کی طرح بہ طریق متساوی ایک منزل اور ایک مقام میں تھے۔

اس عبارت میں "مراتب کلیہ" اور "بطریق متساوی" کے الفاظ آئے ہیں، اس سے تسویت درمراتب ثابت ہے۔

بندگی شاہ برہان نے یہ بھی بیان کیا ہے۔

ذات ستودہ صفات امام کائنات اعنی محبوب الصمدی امام مہدی خاتم ولایت محمد نظیر ذات احمدی بود و متصف بجمیع اوصاف نبوت و مخصوص بجملۂ خصائص آنحضرت شدہ است[2]۔	امام کائنات یعنے محبوب صمدی، امام محمد مہدی خاتم ولایت محمد کی ذات ستودہ، ذات احمدی کی نظیر تھی اور متصف تھی تمام اوصاف نبوت سے اور آنحضرت صلعم کے تمام خصائص سے مختص ہوگئی ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ بندگی شاہ برہان، امام علیہ السلام کو نبوت کے تمام اوصاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے جملہ خصائص سے متصف مانتے تھے۔

(۱۴) اب رہا مولف اجوبہ اسولہ کا یہ کہنا کہ مہدی کو نبی و رسول نہیں کہنا چاہیئے تو اس سے مطلق نبی اور مطلق رسول کہنے کی نفی ہو رہی ہے "رسول آخرین" کی نہیں چنانچہ خود مولف اجوبہ اسولہ نے امام علیہ السلام کی ذات میں قابلیت نبوت اور گراں باری رسالت کا ہونا تسلیم کیا ہے۔

مہدی با قابلیت نبوت و گراں باری رسالت مبعوث سوے خلق است لنصرۃ الدین۔	مہدیؑ، نبوت کی قابلیت اور رسالت کی گراں باری کے ساتھ مبعوث ہے خلق کی طرف، دین کی نصرت کے لئے۔

یوں بھی کسی کے قول سے امام علیہ السلام کے ارشادات کی تردید نہیں ہو سکتی! امام علیہ السلام نے مامور من اللہ کی حیثیت سے فرمایا ہے کہ آخرین سے قوم مہدی اور رسول آخرین سے "بندہ" کی ذات مراد ہے۔

---

[1] دفتر اول رکن سوم باب پنجم [2] دفتر دوم رکن سوم باب ششم۔

بندگی شاہ برھان نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خاتمین برابر ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے چنانچہ تسویت سیدین کے ذیل میں تسویت خاتمین کی بھی اس طرح صراحت کردی ہے۔

ایں ہر دو ذات یک ذات و یک صفات و برابر ہستند درمیان ایشاں ہیچ فرق نیست چنانچہ درمیان محمد رسول و محمد مہدی صلی اللہ علیہما وسلم فرقے نیست (دفتر دوم رکن ششم باب ششم)	یہ دونوں ذات یک ذات یک صفات اور برابر ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ محمد رسول اور محمد مہدی صلی اللہ علیہما وسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہے کہ جس طرح سیدین برابر ہیں اسی طرح خاتمین بھی برابر ہیں، جس طرح سیدین میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح خاتمین میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

(۱۵) مولف میزان العقائد نے بھی یہ بیان کیا ہے۔

نبوت و ولایت ہر دو صفت مصطفیٰ است صلعم (صـ۱۳) نبوت و ولایت دونوں صفتیں ہیں مصطفیٰ صلعم کی۔

نبوت وصف ہے، ملا علی قاری نے بھی نبوت و رسالت کے لئے لفظ وصف استعمال کیا ہے۔

ای مع وصف النبوۃ والرسالۃ [1]	یعنے وصف نبوت اور وصف رسالت کے ساتھ

برزنجی نے بھی الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ میں نبوت کا وصف ہونا بیان کیا ہے۔

فمن قال بہ سلب نبوتہ کفر حقا کما صرح بہ الامام السیوطی فان النبی لا یذھب عنہ وصف النبوۃ ولا بعد موتہ	جو شخص یہ کہے کہ (بعد نزول) عیسیٰ کی نبوت سلب ہو جائیگی حقا کہ وہ کافر ہے جیسا کہ سیوطی نے اس کی تصریح کردی ہے اس لئے کہ نبی سے وصف نبوت نہیں جاتا اور نہ اس کے مرنے کے بعد۔

محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے نبوت کا وصف ہونا اس طرح تسلیم کیا ہے۔

"بالجملہ رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں" [2]

(ا) خود مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ نبوت، نبی کی صفت ہے چنانچہ یہ لکھا ہے۔

"عیسیٰ علیہ السلام صفت نبوت پر برقرار ہیں جو شخص ان کے سلب نبوت کا قائل ہووے وہ کافر ہے یقیناً جیسا کہ امام سبکی نے تصریح کی ہے اس واسطے کہ پیغمبروں سے وصف نبوت نہیں جاتی" [3]

(ب) ابوالحسنات مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے بھی نبوت کا وصف ہونا اس طرح بیان کیا ہے۔

(۱) توضیح اس کی یہ ہے کہ نبی کنبیکم سے دو امر ثابت ہیں، ایک یہ کہ ان طبقات میں ایک ایک شخص موصوف بہ نبوت ہے، دوسرے یہ کہ وہ شخص مشبہ ساتھ ہمارے نبی کے ہے" [4]

(۲) مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے یہ بھی لکھا ہے۔

"یہ لفظ دال ہے اس پر کہ ہر طبقہ میں یک یک ذات موصوف بالنبوۃ ہے" [5]

---

[1] مرقاۃ (عربی قلمی) [2] تحذیر الناس (طبع مطبع مجتبائی دہلی) [3] ہدیہ مہدویہ صـ۲۸۹ [4] و [5] دافع الوسواس عن اثر ابن عباس (طبع مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنو صـ۱۲ و صـ۲۴۔

مذکورہ عبارت میں "موصوف بہ نبوت" اور "موصوفہ بالنبوۃ" بھی آیا ہے اس سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ نبوت صفت ہے۔

(ج) خاتم سلیمانی میں یہ مروی ہے

مقام نبوت و ولایت ہر دو صفت مصطفیٰ صلعم است (گلشن چہارم چمن اول)	مقام نبوت و ولایت دونوں مصطفیٰ صلعم کی صفتیں ہیں۔

نبوت کو رسول اللہ صلعم کی صفت قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام کے مخلوق ہونے سے قبل آپ نبی بھی تھے۔ اور خاتم النبیین بھی۔

بندگی شاہ برہان کے الفاظ "فرقے واقع نیست" سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام میں بھی صفت نبوت تھی اور خاتمین علیہما السلام شریعت میں بھی یکدرجہ ہیں چنانچہ شاہ برہان نے یہ بیان کیا ہے۔

ذات محمدین الخاتمین صلی اللہ علیہما وسلم فی الشریعۃ والحقیقۃ یک وجود و یک ذات و یک صفات و یک درجات ہستند (دفتر دوم رکن دوم باب چہارم)	محمدین الخاتمین صلی اللہ علیہما وسلم ذات شریعت و حقیقت میں یک وجود یک ذات یک صفات اور یک درجات ہے۔

مذکورہ عبارت میں "یک درجات" مراتب پر ہی دلالت کر رہا ہے۔

(۱۶) حضرت مہدی موعودؑ اور رسول اللہ صلعم کی تسویت شاہ برہان نے اس طرح بیان کی ہے۔

تسویت با رسول مقبول دانستن بطریق تابع و متبوع و فرزند و پدر صاحب امر و مخبر صادق اعتقاد کردن و انکار کفر دانستن۔ (شواہد الولایت، باب ۳۳)	رسول مقبول کے ساتھ تسویت جاننا بطریق تابع و متبوع و فرزند و پدر، صاحب امر اور مخبر صادق ہونے کا عقیدہ رکھنا اور انکار کو کفر جاننا۔

تابع و متبوع، فرزند و پدر کی نسبت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان بھی ہے اور یہ نسبت حضرت ابراہیم سے رسول اللہ صلعم کے افضل ہونے کو مانع نہیں ہے۔

اسی طرح امام علیہ السلام اور رسول اللہ صلعم کے درمیان تابع و متبوع اور فرزند و پدر کی نسبت بھی مہدی و رسول کی تسویت در مراتب کو مانع نہیں ہو سکتی۔

اسی بنا پر شاہ برہان نے یہ لکھا ہے۔

ذات حضرت مہدی موعود در مرتبہ برابر رسول علیہ السلام بود (شواہد الولایت باب ۳۱)	مہدی موعود کی ذات مرتبہ میں رسول علیہ السلام کے برابر تھی۔

یہاں اس امر کی تصریح ہے کہ مہدیؑ مرتبہ میں رسول اللہؐ کے برابر ہیں۔

(۱۷) اس کے علاوہ حدیث میں مہدیؑ سے متعلق رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے۔

یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا[1]	اللہ دین کو مہدی پر ختم کرے گا جیسا کہ اس کو شروع کیا ہے ہم سے۔

[1] عقد الدرر الباب الثانی و کنز العمال جلد ہفتم ص ۲۶۳۔

جب دین نبی سے شروع ہوا ہے تو غیر نبی پر کس طرح ختم ہوگا؟ پس اس حدیث سے بھی یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مہدی بھی زمرۂ انبیاء سے ہوں گے اور انبیاء کی طرح معصوم ہوں گے اور جب مہدی معصوم ہیں جیسا کہ اس سے قبل ثابت کر دیا گیا ہے تو ان میں صفت نبوت کا ہونا بھی ثابت ہے۔

(۱۸) خود امام علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل زمرۂ انبیاء میں ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں جو سیرت کا سب سے قدیم ماخذ ہے یہ مروی ہے۔

(ا) آنحضرت قرار گرفتہ فرمودند نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث (ص ۱۳۸) | آنحضرت نے آرام لے کر فرمایا کہ ہم انبیاء کے گروہ ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

(ب) میاں منصور خاں برہان پوری نے بھی یہی واقعہ بیان کیا ہے اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

بنا بر آں میراں سید محمودؓ پسر کلاں میراںؑ آنچہ از جامہ و شمشیر میراںؑ بود بوارثاں ندادند جمیع فقیراں را قسمت نمودند (جنت الولایت باب پنجم) | اسی بناء پر میراں علیہ السلام کے بڑے فرزند میراں سید محمودؓ نے میراںؑ کا لباس اور تلواریں جو کچھ بھی تھا وارثوں کو نہیں دیا تمام فقراء میں بانٹ دیا۔

(ج) بندگی شاہ برہان نے بھی یہ روایت کی ہے۔

نیز فرمودند کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث بنا بر فرمودۂ آنحضرت بندگی میراں سید محمود بعد از رحلت آنحضرت جامۂ مبارک آں ذات پیغمبر صفات و چند شمشیر ہا کہ بدست اصحاب بطریق یادگیر بود ہمہ بہ فقراء بخشش کردند بہ وارثاں ندادند (شواہد الولایت باب ۲۸) | نیز امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے آنحضرت کے فرمانے کی بناء پر آنحضرت کی رحلت کے بعد بندگی میراں سید محمودؓ نے اس ذات پیغمبر صفات کا لباس مبارک اور چند تلواریں جو صحابہ کو بطور یادگیر دی گئی تھیں فقراء میں بانٹ دیں وارثوں کو نہیں دیا۔

(د) صاحب خانم سلیمانی نے یہ لکھا ہے۔

حضرت میراںؑ فرمودہ بودند کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پس میراں سید محمود ہمیں جزو را تمک نمودند (گلشن چہارم چمن دوم) | حضرت میراںؑ نے فرمایا تھا کہ ہم انبیاء کے گروہ ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے پس میراں سید محمودؓ نے اسی جزو سے تمک کیا۔

مذکورہ روایتوں سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل زمرۂ انبیاء میں ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

(ھ) بندگی شاہ برہان نے امام علیہ السلام کے دعوے سے متعلق یہ بیان کیا ہے۔

مہدی آں دعویٰ کردہ است کہ جز پیغمبر را نہ سزد و اولیاء لائق ایں دعویٰ نیستند۔ (شواہد الولایت باب ۱۷) | مہدی نے وہ دعویٰ کیا ہے کہ سوائے پیغمبر کے کسی کو سزاوار نہیں اور اولیاء اس دعوے کے لائق نہیں۔

بندگی میراں سید محمودؓ کا عمل حاصل یہ کہ بندگی میراں سید محمودؓ نے امام علیہ السلام کا جامۂ مبارک اور آپؑ کی تلواریں آپؑ کے وارثوں کو نہیں دیں بلکہ فقراء میں بانٹ دیں، آپؓ کا یہ عمل اس حدیث کے مطابق ہے جس کی تخریج احمد بن حنبل نے بہ روایت

ابوبکر کی ہے، حدیث یہ ہے۔

ان النبی لا یورث وانما میراثه فی فقراء المسلمین والمساکین هم عن ابی بکر[1]

تحقیق کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس کی میراث مسلمان فقراء اور مساکین میں تقسیم ہو جاتی ہے تخریج کی ہے اس کی احمد ابن حنبل نے ابوبکر سے

(۱۹) "لا نورث" کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو رسول اللہ صلعم کی میراث نہیں دی تھی، یہ امر احادیث صحاح سے ثابت ہے جیسا کہ مولف اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے۔

در جامع الاصول ایں حدیث را از بخاری و مسلم و ابی داؤد و نسائی از عائشہ آوردہ با تفاوت بعضے کلمات و آوردہ است در باب میراث النبی صلعم ترمذی را از ابوہریرہؓ گفت آمد فاطمہ نزد ابوبکر و گفت کہ وارث می شود ترا اگر پسری گفت اہل من و اولاد من گفت فاطمہ پس چہ شد مرا کہ وارث نہ شوم از پدر خود پس گفت ابوبکر شنیدہ ام من از پیغمبر صلعم کہ ما میراث نمی گزاریم۔

(اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص۴۵۲)

جامع الاصول میں یہ حدیث بخاری و مسلم و ابوداؤد اور نسائی سے بروایت عائشہ لایا ہے بعض کلمات کے فرق کے ساتھ اور ترمذی کے باب میراث النبی سے بروایت ابوہریرہ کہا کہ فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ اگر تم وفات پاؤ تو کون تمہارا وارث ہوگا ابوبکر نے کہا کہ میرے اہل اور میری اولاد، فاطمہ نے کہا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں پس ابوبکر نے کہا کہ میں نے پیغمبر صلعم سے سنا کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کے مذکورہ سوال اور حضرت ابوبکرؓ کے مذکورہ جواب میں نبی و غیر نبی کا فرق معلوم ہو جاتا ہے، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ "لا نورث" کس کے خصائص میں داخل ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ عطف اوپر کی آیت هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم پر ہے۔ رسول امیین کی صاحبزادی رسول امیین کی وارث نہ ہو سکیں تو رسول آخرین کے فرزند رسول آخرین کے وارث کس طرح ہو سکتے تھے!

اس سے قبل بحوالہ میزان العقائد یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبوت اور ولایت، رسول اللہ صلعم کی صفتیں ہیں۔ اگر امام علیہ السلام اپنی ذات کو صفت نبوت سے متصف نہ جانتے تو مذکورہ صدر حدیث زبان پر نہ لاتے اور اگر آپ کے فرزند بندگی میراں سید محمودؒ آپ کو صفت نبوت سے متصف نہ مانتے تو آپ کا متروکہ خود نہ لے کر فقراء میں تقسیم نہ کرتے!

امام علیہ السلام کا مذکورہ بالا ارشاد اور آپ کے فرزند کا یہ عمل، مہاجرین مہدیؑ کا مسلمہ ہے پس یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ مہاجرین، امام علیہ السلام کو صفت نبوت سے متصف مانتے تھے۔

(۲۰) اس کے علاوہ امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ و آخرین منهم میں آخرین کے رسول سے آپ ہی کی ذات مراد ہے، بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے یہ روایت کی ہے۔

روی عن المهدی الموعود انه قال ان الله تعالیٰ

مہدی موعود سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] ذیل جامع الصغیر (عربی قلمی)

امرلی ان المراد من قوله تعالیٰ وآخرین منهم قومك فقط ومن الرسول منهم ذاتك (رسالہ ہژدہ آیات صـ۴۶)

مجھ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وآخرین منہم سے مراد فقط تیری قوم ہے اور ان میں کے رسول سے مراد تیری ذات ہے۔

مولف انوار العیون نے بھی یہی لکھا ہے۔

قال المهدی ان الله امرلی ان المراد وآخرین منهم قومك ومن الرسول منهم ذاتك (انوار العیون صـ۲۵)

حضرت مہدیؑ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اور ان میں کے آخرین سے مراد تیری قوم اور ان میں کے رسول سے مراد تیری ذات ہے۔

حضرت عالم میاں صاحبؒ مولف استفتاء نے وآخرین منہم کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

"اب معنیٰ اس آیت کا یہ ظاہر ہوا، مبعوث کیا اور ایک رسول دوسروں سے اب یہ وعدہ مہدی موعود اور حضرت کی قوم کا ہے"[1]

ظاہر ہے کہ دوسروں سے مراد آخرین ہے اور ایک رسول سے مراد مہدی موعود کی ذات ہے، اگر امام صفت رسالت سے متصف نہ ہوں تو رسول آخرین سے آپ کی ذات کیسے مراد ہو سکتی ہے۔

(آخرین منہم کی تفصیلی بحث اس سے قبل ہو چکی)

(۲۱) مذکورۂ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے بامر اللہ اپنی ذات کو رسول آخرین فرمایا ہے اسی بناء پر آپ نے اپنے منکر کو کافر جاننا بھی اصول دین سے قرار دیا ہے۔

حاشیہ شریف میں مروی ہے۔

میراں اصول دین را بدیں عبارت فرمودند ..... ششم منکر مہدی را کافر داند ایں اصول دین است (صـ۲۶)

میرانؒ نے اصول دین کو اس عبارت میں فرمایا ..... ششم منکر مہدی کو کافر جانے، فرمایا یہ اصول دین ہے۔

جب منکر مہدی کو کافر جاننا اصول دین سے ہے تو خود اس سے امام علیہ السلام کا صفت نبوت، صفت رسالت اور عصمت سے متصف ہونا ثابت ہے، اس لئے کہ جو رسول اللہ صلعم کی طرح صفت نبوت و صفت رسالت سے متصف نہ ہو اس کے منکر کو کافر جاننا اصول دین سے نہیں ہو سکتا۔

انکار مہدی کا کفر ہونا اصول دین سے ہے جیسا کہ ثابت کر دیا گیا ہے تو خود اس سے تسویت خاتمین ثابت ہے۔

اگر اس امر کی تصریح نہ بھی ہوتی کہ منکر مہدی کو کافر جاننا اصول دین سے تو بھی منکر مہدی کو کافر جاننا متحقق تھا۔ اس لئے کہ امام علیہ السلام نے یہ فرما دیا ہے۔

فروع ما عین اصول (شواہد الولایت باب ۳۳) | ہمارے فروع عین اصول ہیں۔

---

[1] استفتاء ثبوت مہدویت حضرت سید محمد ساکن جونپور (طبع معسکر بنگلور ۱۳۱۰ھ) صـ۱۔

فروع و اصول دفتر شاہ برہان میں بھی یہ روایت آئی ہے۔

فروع ما عین اصول است | ہمارے فروع عین اصول ہیں۔

(دفتر دوم رکن چہارم باب اول ص۱۹)

(۲۲) کلام اللہ میں یہ آیا ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا للایمان ان آمنوا بربکم (آل عمران ع۲۰) | اے ہمارے رب ہم نے سنا منادی کو ندا کرتے ہوئے ایمان کے لئے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مدارک نے یہ لکھا ہے۔

والمنادی ھو الرسول علیہ السلام (الجزء الاول ص۱۵۷) | منادی سے مراد رسول السلام ہیں۔

بندگی میاں شاہ خوندمیر رض نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

مہدی نیز از جملۂ منادیاں است (المعیار ص۵۰) | مہدی بھی منادیوں کے منجملہ ایک منادی ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلعم اور انبیائے سابقین منادی تھے اسی طرح مہدی بھی منادی ہیں خود اس سے مہدی کا مرسلین سے ہونا ثابت ہے، اور امام علیہ السلام کے اس ارشاد کی توضیح ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ رسول آخرین سے آپ ہی کی ذات مراد ہے۔

(۲۳) اس کے علاوہ اس سے قبل ثابت کیا گیا ہے کہ مہدی معصوم ہیں، اولاد آدم میں صرف نبی معصوم ہوتا ہے یا وہ جس میں صفت نبوت موجود ہو، اس لحاظ سے بھی امام علیہ السلام کی ذات گرامی سے صفت نبوت کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح عصمت کے بغیر کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسی طرح صفت نبوت کے بغیر کوئی فرد بشر معصوم نہیں ہو سکتا یہ بھی واضح رہے کہ امام علیہ السلام نے گروہ انبیاء میں ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے، انبیاء اور اولیاء میں مابہ الامتیاز یہی عصمت ہے اور بس۔

(۲۴) امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

اینجا ہم جبرئیل است اما دعوی جبرئیل نیست (الاقتباس المستقیم) | یہاں بھی جبرئیل ہیں لیکن دعویٰ جبرئیل نہیں ہے۔

یہاں بھی جبرئیل ہیں کہہ کر امام علیہ السلام نے صفت نبوت کا اثبات فرمایا ہے اور دعویٰ جبرئیل نہیں ہے کہہ کر صاحب شرع جدید ہونے کی نفی فرما دی یعنے آپ کو اس امر کا دعویٰ نہیں ہے کہ جبرئیل کے ذریعہ آپ پر کوئی نئی شریعت نازل ہوئی ہے۔

(۲۵) صاحب مطلع الولایۃ نے یہ لکھا ہے۔

رتبۂ مہدی موعود از جملۂ مرسلان است (ص۸۸) | مہدی موعود کا رتبہ جملۂ مرسلین سے ہے۔

اس سے بھی امام علیہ السلام کا رسول آخرین ہونا ظاہر ہے۔

معطوف و معطوف علیہ اور وجہ جامع

(۲۶) ا۔ بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی نے فرمان امام علیہ السلام کے حوالہ سے آیۂ و آخرین منھم کی اس طرح تفسیر کی ہے۔

اقول الحق ما قال لان هذا المعنى ظاهر فى بيان الآيته لان قوله وآخرين منهم معطوف على الاميين والمعنى هوالذى بعث فى الاميين رسولاً وهو محمد وفى الآخرين رسولا وهو المهدى الموعود[1]

میں کہتا ہوں حق وہی ہے جو مہدی موعود نے فرمایا کیونکہ یہ معنے ظاہر ہیں آیت کے بیان میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول وآخرین عطف ہے امیین پر، معنے یہ ہیں کہ وہ خدا جس نے بھیجا رسول کو امیین میں اور وہ رسول محمد ہیں اور بھیجا آخرین میں رسول کو اور وہ رسول مہدی موعود ہیں۔

فرمان امامؑ سے ثابت ہے کہ آخرین کے رسول سے مراد "ذات مہدیؑ" ہے، اس کے باوجود "رسول آخرین" سے "ذات احمد" مراد لینا امام علیہ السلام کی تکذیب کرنا ہے جو سراسر کفر ہے!

ظاہر ہے کہ آخرین کا عطف امیین پر ہے یعنے امیین معطوف علیہ اور آخرین معطوف۔ رسالہ ماہیۃ التقلید، رسالہ میاں جنید اور عالم میاں صاحب کے رسالہ میں بھی آخرین کا عطف امیین پر ہونا بیان کیا گیا ہے[2]

معطوف اور معطوف علیہ میں "جہت جامعہ" اور "وجہ جامع" کا ہونا ضروری ہے چنانچہ صاحب مجموع الادب فی فنون العرب نے یہ لکھا ہے۔

وشرط العطف بها ان يكون بين الجملتين جهت جامعة.

اور جملہ کا عطف جملہ پر کرنے کی شرط یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان جہت جامع ہو۔

یہاں جہت جامعہ رسول مبعوث کرنا ہے۔

پس جس طرح امیین میں رسول کا ہونا ثابت ہے، اسی طرح آخرین میں بھی رسول کا مبعوث ہونا ثابت ہے، اور وہ امام مہدیؑ ہیں۔

امامؑ کی رحلت اور "وما محمد الا رسول" کا بیان

(ب) بندگی شاہ برہان نے شواہد الولایت کے باب نوزدہم میں جس میں امام علیہ السلام کا بڑلی سے خراسان کی طرف روانہ ہونا مذکور ہے، یہ روایت کی ہے۔

نیز حکم حضرت معبود شده بود زمین خراسان جائے موت تو که "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل"[3] نواهد شد۔

نیز حضرت معبود کا حکم ہو گیا تھا کہ آیت "اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق کہ گزر گئے ان سے قبل بہت سے رسول" کے بموجب زمین خراسان تیری وفات کی جگہ ہوگی۔

مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ وما محمد الا رسول کے ذریعہ امام علیہ السلام کو آپ کی رحلت کی خبر دی ہے اور امام علیہ السلام کا اسم گرامی بھی محمد ہے، پس یہ ثابت ہے کہ بڑلی ہی میں اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کا منجملہ "رسل" ہونا فرما دیا ہے۔

(ج) جب امام علیہ السلام کی رحلت حسب پیشین گوئی خراسان میں ہوئی تو بندگی میراں سید محمودؒ آیہ کل من علیها فان (جو کوئی زمین کے اوپر ہے فنا ہونے والا ہے) یا آیۂ کل نفس ذائقة الموت (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

---

[1] رسالۂ شذرہ آیات مطبوعہ ص۴۶ [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو گزشتہ صفحات [3] آل عمران ع۱۵

کا بیان نہیں فرمایا بلکہ وہی آیت بیان فرمائی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امام علیہ السلام کو آپ کی رحلت کی خبر دی تھی چنانچہ صاحب مطلع الولایت نے یہ روایت کی ہے۔

نقل است کہ در جمیع صحابہ بندگی میراں سید محمودؓ برائے تعزیت وما محمد الا رسول تا آخر بیان کردہ وداع کردند (مطلع الولایت صـ۱۱۳ و صـ۱۱۴)

نقل ہے کہ تمام صحابہ کے مجمع میں بندگی میاں سید محمودؓ نے تعزیت کے لئے وما محمد الا رسول (اور محمد تو ایک رسول ہیں) آخر تک بیان کر کے وداع فرمایا۔

نقلیات میاں سید عالمؒ میں یہ روایت آئی ہے۔

نقل است کہ نماز جنازہ و تعزیت و بیان ایں آیت وما محمد الا رسول تا آخر ..... میراں سید محمودؓ کردند۔ (نقلیات میاں سید عالم صـ۲۰)

نقل ہے کہ حضرت مہدیؑ کے جنازہ مبارک پر نماز (کی امامت) اور تعزیت اور آیت وما محمد الا رسول تا آخر کا بیان میراں سید محمودؓ نے کیا۔

امام علیہ السلام کا اسم مبارک بھی محمد ہے اور آپ کی رحلت پر بندگی میراں سید محمودؓ نے تمام اصحاب مہدیؑ کی موجودگی میں آیت "وما محمد الا رسول" بیان فرمائی ہے۔

یہی آیت حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کی رحلت کے موقع پر اپنے خطبہ میں پڑھی تھی۔ (مدارج النبوۃ)

مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہے کہ بندگی میراں سید محمود کی طرح جملہ اصحاب مہدیؑ، امام علیہ السلام کو اس معنی میں رسول مانتے تھے جس معنے میں کہ محمد مصطفیٰ صلعم رسول ہیں خصوصاً اس بنا پر کہ امام علیہ السلام نے بامر اللہ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ آخرین میں مبعوث ہونے والے رسول آپ ہی ہیں۔

رسول اللہ کی میراث اور اس کے وارث (۱) میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء ع ۲)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر۔

لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلعم کی میراث آپ کے وارثوں کو نہیں دی بلکہ اس حدیث سے استدلال کیا جس میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہیں، ہمارا متروکہ صدقہ ہے، حدیث یہ ہے۔

اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب قال بمحضر من الصحابۃ فیھم علی والعباس وعثمان و عبد الرحمٰن ابن عوف والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث

روایت ہے کہ بخاری نے مالک بن اوس بن الحدثان النصری سے کہ عمر بن الخطاب نے صحابہ کے ایک مجمع میں علی اور عباس اور عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام اور سعد ابن وقاص جو تھے یہ کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، ہماری کوئی میراث نہیں ہے جو کچھ ہم چھوڑیں صدقہ ہے، انہوں نے کہا

ما ترکناہ صدقۃ قالوا اللّٰھم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللّٰہ ھل تعلمان ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد قال ذلک قالا اللّٰھم نعم۔

بار خدایا ایسا ہی ہے، پس متوجہ ہوئے علی و عباس کی طرف پس کہا عمر بن الخطاب نے میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا بار خدایا ایسا ہی ہے۔

مذکورہ حدیث کے ذیل میں صاحب تحفہ نے یہ لکھا ہے۔

پس معلوم شد کہ ایں خبر ہم برابر آیت است در قطعیت زیرا کہ ایں جماعہ کہ نام اینہا مذکور شد خبر یکی از ایشاں مفید یقین است چہ جائے ایں جمع کثیر۔

پس معلوم ہوا کہ یہ خبر بھی قطعیت میں آیت کے برابر ہے اس لئے کہ یہ جماعت صحابہ کی جن کے نام ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی خبر مفید یقین ہے چہ جائے کہ یہ جماعت کثیر۔

مختصر یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے آیت میراث پر عمل نہیں کیا بلکہ مذکورہ حدیث سے تمسک کر کے رسول اللہ صلعم کے متروکہ کو میراث نہیں بلکہ صدقہ قرار دیا ہے۔

امام علیہ السلام کی میراث اور اس کے وارث

(ھ) اسی طرح بندگی میراں سید محمودؒ نے امام علیہ السلام کے اس دعوے سے تمسک کیا ہے جو آپ نے اپنی رحلت سے قبل فرمایا ہے۔

کسی روایت سے یہ ثابت ہی نہیں کہ امامؑ نے یہ فرمایا ہو کہ "آپ ظاہر میں ولی اور باطن میں نبی ہیں"۔ بلکہ بالفاظ حدیث آپکا یہ دعویٰ ثابت ہے، کہ آپ گروہ انبیاء سے ہیں اور آپ کا کوئی وارث نہیں ہے جیسا کہ مولود میاں عبدالرحمنؒ میں مروی ہے۔

برادران بہ کوچکی نشاندہ بخانہ بی بی ملکان آوردند تا حضرت قرار گرفتہ فرمودند "نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث" (صـ ۱۳۸)

صحابہ چارپائی پر بٹھا کر بی بی ملکان کے گھر لے گئے حضرت مہدیؑ نے آرام لے کر فرمایا "ہم انبیاء کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے"۔

اسی بناء پر صاحب ختم الہدیٰ نے لکھا ہے کہ مہدیؑ نبی متبع ہیں (ملاحظہ ہو ختم الہدیٰ طبع بنگلور صفحات نمبر ۱۲۹، ۲۳، ۲۵، ۲۴۸، ۲۶۳)

اشعۃ اللمعات میں حدیث اس طرح مروی ہے جیسا کہ مولود میاں عبدالرحمنؒ میں ہے مدارج النبوۃ میں حدیث اس طرح آئی ہے۔

انا معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ

تحقیق کہ ہم انبیاء کے گروہ ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے، جو ہمارا متروکہ ہے وہ صدقہ ہے۔

جس طرح صحیح بخاری کی روایت، اصحاب رسول کی ایک جماعت کثیر کی مسلمہ ہے، اسی طرح مہدی علیہ السلام کا مذکورہ صدر دعویٰ ان تمام مہاجرین کا مسلمہ ہے جو حضرت کی رحلت کے وقت موجود تھے۔

امام علیہ السلام کی رحلت کے وقت جو مہاجرین حاضر تھے، ان کی تعداد ایک روایت کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے

امام علیہ السلام نے مذکورہ صدر دعوی کہ آپ گروہ انبیاء سے ہیں اور آپ کا کوئی وارث نہیں، فراہ مبارک میں اپنی رحلت سے قبل فرمایا ہے، آپ کے اس دعوے کی نفی اس سے قبل کے آپؐ کے کسی قول سے یا کسی اور روایت سے نہیں ہو سکتی خواہ وہ کسی کتاب میں مندرج ہو، امام علیہ السلام کے مذکورہ دعوے سے جس کی روایت، صحیح بخاری کی مندرجہ صدر روایت سے قطعیت میں کسی طرح کم نہیں ہے، خاتم النبیین کا مفہوم واضح ہوگیا۔

آیۂ خاتم النبیین میں لفظ خاتم جو آیا ہے اس کی مزید توضیح اس امر سے بھی ہو جاتی ہے کہ میاں سید محمودؓ بن بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو "خاتم المرشدین" کہا گیا ہے لیکن اس کے یہ معنے تو نہیں کہ آپ کے بعد کوئی مرشد نہیں ہو سکتا! اب رہا منکرین مہدی کا یہ ادعا کہ امامؑ کا مذکورہ صدر دعوی حدیث لا نبی بعدی کے خلاف ہے، باطل ہے اس لئے کہ اس پیشینگوئی میں نبی سے مراد نبی مشرع ہے یعنے وہ نبی جو صاحب شرع ہو، جیسا کہ علماء حدیث نے اس حدیث کے تعلق سے بیان کیا ہے۔

امام علیہ السلام کے مذکورہ دعوے اور مذکورہ تعلیم ہی کی بنیاد پر بندگی میاں سید محمودؓ نے امام علیہ السلام کی میراث نہ امام علیہ السلام کے وارثوں کو دی اور نہ وارث کی حیثیت سے خود امام علیہ السلام کا ترکہ لیا!

جس طرح منکرین رسولؐ آیت میراث کی بناء پر حضرت ابوبکر پر اعتراض نہیں کر سکتے کہ آپ نے رسول اللہ صلعم کی میراث رسول اللہ صلعم کے وارثوں کو نہیں دی، اسی طرح منکرین مہدیؑ بندگی میاں سید محمودؓ پر بھی کوئی اعتراض وارد نہیں کر سکتے کہ آپ نے امامؑ کی میراث امامؑ کے وارثوں کو نہیں دی بلکہ اس کو صدقہ جان کر فقراء میں بانٹ دیا۔ اس کے تین وجوہ ہیں۔

ایک یہ کہ آیت میراث یوصیکم اللہ میں کم کے ذریعہ تخاطب امت سے ہے "سید امت" سے نہیں دوسرے یہ کہ امام علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل گروہ انبیاء میں ہونے کا دعوی فرمایا ہے، جو اصحاب مہدیؑ کی جماعت کثیر کا مسلمہ ہے۔ امام علیہ السلام کا گروہ انبیاء سے ہونا یوں بھی ثابت ہے کہ مہدیؑ کے حلیہ سے متعلق حضرت علی بن ابی طالب سے یہ مروی ہے۔

فی کتفہ علامۃ النبی	اس کے کندھے پر بھی نبی کی علامت ہوگی۔

ابو عبداللہ نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اس کی تخریج کی ہے اور صاحب عقد الدرر نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

حاصل یہ کہ آیۂ وآخرین منھم کی بناء پر امام علیہ السلام بھی مہاجرین مہدیؑ کے پاس اس معنی میں رسول ہیں جس معنی میں کہ محمد مصطفی صلعم رسول ہیں اور یہ بندگی میاں سید محمودؓ کے عمل سے بھی ثابت ہے جو جملہ مہاجرین مہدیؑ کا اجماعی ہے!

رسل اور مرسلین میں نبی وخلیفۃ اللہ بھی داخل ہیں

ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد (آل عمران ع ۲۰)	کلام اللہ میں اولی الالباب کی یہ دعا ہے۔ اے ہمارے پروردگار اور عطا کر ہم کو جو کہ تو نے تیرے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ کیا ہے، مت رسوا کر ہم کو قیامت کے دن، تحقیق تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کرنا درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف رسولوں کے ذریعہ وعدہ کیا ہے، انبیاء کے ذریعہ نہیں؟ اور اگر انبیاء بھی "رسلک" میں داخل ہیں تو مہدیؑ خلیفۃ اللہ کیوں نہیں؟

(ح) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (المجادلہ ع ۳)	اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھدی ہے بیشک میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔

کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ازلی صرف رسولوں سے متعلق ہے، انبیاء سے نہیں؟ کیا اس سے استدلال کرنا درست ہوگا کہ صرف رسولوں کو غلبہ حاصل ہوگا، انبیاءؑ کو نہیں! صاحب مواہب علیہ نے "رسلی" کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

فرستادگان من	میرے بھیجے ہوئے۔

"فرستادگان" میں رسول، نبی، مہدیؑ خلیفۃ اللہ سب شامل ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا، انہیں قیامت کے دن جمع کر کے سوال بھی کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم (المائدہ ع ۱۵)	جس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پس کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا۔

یہاں یوم سے کونسا دن مراد ہے اس کی توضیح اس آیت سے ہو جاتی ہے۔

واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت و واذا الرسل اقتت (المرسلات ع ۱)	اور جب کہ آسمان پھٹ جاویگا اور جب کہ پہاڑ اڑائے جاویں اور جس وقت کہ رسل وقت مقررہ پر جمع کئے جائیں۔

مذکورہ صدر آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال کریگا۔ کیا انبیاء سے سوال نہیں کیا جائے گا؟ اور اگر جملہ انبیاءؑ "الرسل" میں داخل ہیں تو پھر مہدیؑ کیوں نہیں یہ بھی تو انبیاء کی طرح خلیفۃ اللہ بھی ہیں دافع ہلاکت امت بھی ہیں۔

اگر منکرین مہدیؑ کا یہ ادعاء ہے کہ قیامت کے دن مہدیؑ "الرسل" کے زمرہ میں نہ ہوں گے اور ان سے کوئی سوال بھی نہیں کیا جائے گا تو پھر مہدیؑ کی بعثت اور ان کی تصدیق دونوں بے سود قرار پاتے ہیں۔

غرض مہدیؑ خلیفۃ اللہ کو منجملہ "الرسل" نہ ماننا قرآن وحدیث کی تکذیب کرنا ہے از روئے کلام اللہ رسول کے اطلاق کے لئے صاحب کتاب جدید یا صاحب شرع جدید ہونا ضروری نہیں ہے مثلاً اسماعیل علیہ السلام کے لئے کان رسولا نبیاً (مریم ع ۴) کے الفاظ آئے ہیں حالانکہ حضرت اسماعیل نہ جدید کتاب لائے اور نہ جدید شریعت اور لوطؑ کے لئے "لمن المرسلین" (الصّٰفّٰت ع ۴) آیا ہے حالانکہ حضرت لوطؑ نہ صاحب کتاب جدید ہیں اور نہ صاحب شرع جدید۔

اسی طرح موسیٰؑ کے بعد پے در پے آنے والے اور توریت کے موافق حکم دینے والے انبیاءؑ کو "وقفینا من بعدہٖ بالرسل" (البقرۃ ع ۱۲) میں رسول کہا گیا ہے، اس طرح اللہ کی طرف سے ہدایت آنے کو بھی "رسل" کا آنا کہا گیا ہے (طٰہٰ ع ۳ اعراف ع ۱۹)۔

حاصل یہ کہ منکرین مہدیؑ، مہدی خلیفۃ اللہ کے اس ارشاد پر کوئی اعتراض وارد نہیں کر سکتے جس میں آپ نے بامر اللہ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ آخرین کے رسول سے آپ ہی کی ذات مراد ہے اور آپ کا یہ دعویٰ آیۂ خاتم النبیین (احزاب ع۶) کے خلاف نہیں ہے ایک اس بنا پر کہ خاتم النبیین یعنے مہر انبیاء، کی تفسیر دوسری آیت صدق المرسلین (تصدیق کرتے ہیں مرسلین کی) سے ہو رہی ہے کیونکہ مہر کا کام توثیق کرنا ہے (الصّٰفّٰت ع۱)

دوسرے اس بنا پر کہ "یاتینکم منی ھدی" (طٰہٰ ع۱) سے رسول اللہ صلعم کے بعد رسول اللہ صلعم کی طرح صاحب ہدایت کا آنا ثابت ہے اور اس صاحب ہدایت کا انکار بھی کفر ہے جس طرح کہ دوسرے مبعوثین اور مرسلین کا انکار کفر ہے۔

ایک مرسل کا انکار سب مرسلین کا انکار (ك) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

انما انت منذر ولکل قوم ھاد (الرعد۱)	آپ (اے محمدؐ) صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے۔

لکل امۃ رسول (یونس ع۵)	ہر امت کے لئے ایک نہ ایک رسول ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (الفاطر ع۳)	کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہیں گزرا۔

مذکورہ آیات سے ظاہر ہے کہ ڈرانے والے اور ہدایت کرنے والے پر از روے قرآن رسول کا اطلاق ثابت ہے

"لکل امۃ رسول" "لکل قوم ھاد"	سے ظاہر ہے کہ از روے قرآن امت اور قوم ایک ہے، ہادی اور رسول ایک ہے۔ ایسی صورت میں مہدی خلیفۃ اللہ پر رسول کا اطلاق ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ ایک مرسل کا انکار جملہ مرسلین کا انکار ہے اور قرآن اس کی گواہی دے رہا ہے۔

(۱) نوح علیہ السلام کی قوم نے نوحؑ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس نے مرسلین کو جھٹلایا۔

کذبت قوم نوح المرسلین (الشعراء ع۶)	جھٹلایا قوم نوح نے مرسلین کو

(۲) قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہوں نے مرسلین کی تکذیب کی۔

کذبت عاد المرسلین (الشعراء ع۷)	تکذیب کی قوم عاد نے مرسلین کی

(۳) قوم لوط نے لوط علیہ السلام کے نبی ہونے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ قوم لوط نے مرسلین کو جھٹلایا۔

کذبت قوم لوط المرسلین (الشعراء ع۹)	تکذیب کی قوم لوط نے مرسلین کی

(۴) قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے مامور من اللہ ہونے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس نے مرسلین کو جھٹلایا۔

کذبت ثمود المرسلین (الشعراء ع۸)	قوم ثمود نے مرسلین کو جھٹلایا۔

(۵) بن کے رہنے والوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہوں نے مرسلین کی تکذیب کی۔

کذب اصحٰب لئیکۃ المرسلین (الشعراء ع۹)	اصحاب الایکہ نے (بھی) مرسلین کو جھٹلایا۔

صاحب مواہب علیہ نے لقد کذب الحجر المرسلین (حجر والوں نے یعنے ثمود نے مرسلین کو جھوٹا بتلایا) کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

تکذیب یکی از رسل تکذیب جمیع رسل است۔	کسی ایک رسول کی تکذیب جملہ رسولوں کی تکذیب ہے۔

صاحب مدارک نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔

ومن کذب واحدا منھم	پس جس نے ان میں سے ایک کو جھٹلایا پس گویا اس
فکانما کذب بھم جمیعا	نے سب کو جھٹلایا۔

مذکورۂ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ ایک مرسل کو جھٹلانا جملہ مرسلین کو جھٹلانا ہے۔

(۱) حق تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین (الصّٰفّٰت ع۵)	ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے ہمارے بندوں کے لئے جو بھیجے گئے ہیں۔

صاحب مواہب علیہ نے مذکورہ آیت کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

برائے بندگان فرستادہ شدہ	بھیجے ہوئے بندوں کے لئے۔

مذکورہ آیت میں اللہ کے فرستادہ بندوں کا ذکر آیا ہے، اگر ان سے صرف رسول مراد لیں تو پھر یہ سوال ہو سکتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کا وعدہ انبیاء کے لئے نہیں ہے؟

اگر انبیاء مرسلین میں داخل ہیں تو پھر مہدیؑ خلیفۃ اللہ کیوں نہیں؟

(۸) جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا، کلام اللہ میں یہ خبر دی گئی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ان سب سے سوال کرے گا جو ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین (اعراف ع۱)	پس البتہ سوال کرینگے ہم ان لوگوں سے جن کی طرف بھیجا گیا ہے اور البتہ سوال کرینگے ہم ان سے جو بھیجے گئے ہیں۔

مذکورہ آیت میں "المرسلین" سے اگر صرف "رسل" مراد لیں تو اکثر انبیاء، ان میں داخل نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ بزعم منکرین، ہر نبی پر رسول کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اگر انبیاء بھی "المرسلین" میں داخل ہیں تو مہدیؑ خلیفۃ اللہ کیوں نہیں اس لئے کہ یہ بھی تو رسول اللہ صلعم اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح دافع ہلاکت امت ہیں! اس سے قبل مصنف کے حوالے سے ابن ابی شیبہ کی یہ روایت پیش کر دی گئی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ میں خلیفۂ رسول ہوں، خلیفۃ اللہ نہیں ہوں!

ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس خلیفۃ اللہ کے مراتب کیا تھے!!!

ازروئے قرآن و حدیث مہدی خلیفۃ اللہ کے اس ارشاد پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جس میں آپ نے

بامراللہ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ آخرین کے "رسول" سے "بندہ" کی ذات مراد ہے۔

امر الٰہی ہونے سے قبل جس طرح رسول اللہ صلعم آئین مشہور تھے اس طرح امام علیہ الصلوٰۃ والسلام "السید الاولیا" مشہور تھے، مامور من اللہ ہو جانے کے بعد آپ بھی رسول اللہ صلعم کی طرح منجملہ مرسلین ہو گئے۔

مامور من اللہ کی خصوصی علامت

محدثین نے احادیث مہدی کی تخریج کی ہے لیکن کسی حدیث میں مہدی کے لئے ولی، خاتم الاولیا، خاتم الولی یا خاتم الولایت کے الفاظ نہیں آئے۔ حدیث صحاح میں مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہے، کتب حدیث میں مہدیؑ کی علامتوں میں مہدی کا حلیہ بھی دیا گیا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ مہدی خلیفۃ اللہ کی پشت پر "مہر ولایت" بھی ہوگی۔ حاکم نے وھب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے۔

لم یبعث اللہ نبیا الا وقد کانت علیہ شامۃ النبوۃ فی یدہ الیمنی الا انہ یکونہ نبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فان شامۃ النبوۃ کانت بین کتفیہ	نہیں مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مگر یہ کہ نبوت کی علامت اس کے سیدھے ہاتھ پر تھی سوائے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، پس تحقیق کہ نبوت کی علامت آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔

رسول اللہ صلعم کی علامت نبوت سے متعلق ایک روایت میں یہ آیا ہے۔

عند کتفہ الیمنی	آپ کے سیدھے کندھے سے نزدیک

میاں عبدالرحمٰن کے مولود میں یہ مذکور ہے کہ میاں شیخ مومن توکلی نے امام علیہ السلام کے کتف الیمن (ص ۵۳) یعنی سیدھے کندھے پر مہر دیکھی ہے، راوی نے اس کو "مہر ولایت" کہا ہے، از روئے حدیث یہ خلافت الٰہی کی مہر ہے۔ اس کو "علامۃ النبی" کہا گیا ہے۔

ابو عبداللہ نعیم بن حماد نے مہدی کے حلیہ سے متعلق یہ روایت کی ہے۔

فی کتفہ علامتی النبی	اس کے کندھے پر نبی کی علامت ہوگی۔

صاحب عقد الدرر نے بھی اسباب الثالث میں یہی الفاظ مہدی کے حلیہ سے متعلق نقل کئے ہیں۔ رسول اللہ صلعم اور دیگر انبیاء کی طرح مہدیؑ خلیفۃ اللہ کا حامل علامت ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ منجملہ مرسلین ہیں اس لئے کہ مرسل کے سوا کوئی اور اس مخصوص علامت کا حامل نہیں ہو سکتا!!!

علمائے غیر مہدویہ کے بیان سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ قدمائے مہدویہ کا عقیدہ امام علیہ السلام کے مراتب کے باب میں کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے نام ایک مکتوب لکھا ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے مہدویوں کا عقیدہ مہدویوں کی زبانی اس اس طرح سنا ہے۔

از زبان بعضے مہدویہ ..... شنیدہ است کہ در اعتقاد سید محمد جونپوری ..... می گفتند کہ ہر کمالے کہ محمد رسول اللہؐ داشت در سید محمد مہدی نیز بود	بعض مہدویوں کی زبانی سنا ہے کہ سید محمد جونپوری کے اعتقاد کے باب میں یہ رکھتے تھے کہ ہر وہ کمال جو رسول اللہ رکھتے تھے سید محمد مہدی میں بھی تھا، فرق یہ ہے کہ وہاں اصالتاً

فرق ہمیں است کہ آنجا باصالت بود و اینجا بہ تبعیت و بہ تبعیت رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شدہ و این بعینہ مقولۂ ایشان است[1]

تھا اور یہاں تبعاً اور رسول اللہؐ کے اتباع میں اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ مثل رسول اللہ صلعم ہو گئے تھے اور یہ بعینہ مہدویوں کا مقولہ ہے۔

شیخ عبدالحق نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ہر کمال کا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہونا متقدمین مہدویہ کا مسلمہ تھا' اس کے مفہوم کی تصحیح نقل بندگی میاں سید خوندمیرؓ (سن شہادت ۹۳۰) کی تصنیف بعض الآیات کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

المهدی یکون موصوفا بجمیع صفات رسول اللہ صورۃ ومعنا ویکون مظهر الاسماء الالهیۃ کلها کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مہدی متصف ہوں گے رسول اللہ صلعم کے تمام ظاہری اور باطنی صفات اور تمام اسمائے الٰہیہ کے مظہر ہونگے جیسا کہ رسول اللہ صلعم تھے۔

بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

النبوۃ هل ظاهر النبی والولایۃ هی باطنه (بعض الآیات)

نبوت' نبی کا ظاہر ہے اور ولایت نبی کا باطن ہے۔

مؤلف میزان العقائد نے یہ لکھا ہے

نبوت و ولایت ہر دو صفت مصطفیٰ است صلعم

نبوت اور ولایت دونوں صفتیں ہیں مصطفیٰ صلعم کی۔

بندگی شاہ برہان نے یہ بیان کیا ہے۔

فاعلم ایها المصدق مقام ولایت و نبوت ہر دو صفت حضرت محمد محمد است صلی اللہ علیہ وسلم۔

پس جان اے مصدق کہ مقام ولایت و نبوت دونوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں ہیں۔

(شواہد الولایت باب اول)

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت بھی رسول اللہ صلعم کی صفت ہے اور مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ نبوت نبی کی صفت ہے' ہدیہ کی عبارت یہ ہے۔

"پیغمبروں سے وصف نبوت نہیں جاتی ہے نہ حیات میں نہ بعد ممات"۔ (ص ۲۸۹)

اس سے قطع نظر آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں "وصف النبوۃ"[2] کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے تمام ظاہری اور باطنی صفات میں صفت نبوت بھی آجاتی ہے اور امام علیہ السلام بھی ان سب صفات سے متصف تھے جیسا کہ بندگی میاں شاہ خوندمیر کی مذکورۂ صدر عبارت سے ثابت ہے۔

اس کے علاوہ بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مہدی علیہ السلام رسول اللہ صلعم کی طرح تمام اسمائے الٰہیہ کا مظہر تھے۔

---

[1] مکتوبات شیخ عبدالحق (صوف فارسی قلمی نمبر ۱۶۳۴ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد) ورق ۲۰۴ [2] روح المعانی (طبع مصر ۱۳۰۱ھ) الجزء السابع ص ۶۰۔

حدیث صحاح سے ثابت ہے کہ اسمائے الٰہی "الہادی" (ہدایت کرنے والا) بھی ہے، پس یہ امر ثابت ہے، کہ جس معنی میں رسول اللہ صلعم "الہادی" کا مظہر ہیں اسی معنے میں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی "الہادی" کا مظہر ہیں۔

ماہیت التقلید میں اصحاب مہدی کا یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

هما سویان بالذات والصفات (ص۹) | وہ یعنے محمد و مہدی ذات وصفات میں برابر ہیں۔

ذات وصفات میں برابر ہونے سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم اور امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسویت اصحاب مہدئی کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔

عقیدۂ تسوت خاتمین اصحاب مہدی کا اجماعی ہونے کی وجہ سے ہی امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی خاص بندگی میاں الہداد حمید نے اپنا غیر منقوط دیوان موسوم بہ "کلام الہداد" ۹۱۱ھ میں مرتب کیا تو امامؑ کی نعت میں یہ کہا ہے۔

اعلام داد ہمسر احمد رہ صلاح[1] | آگاہ کرد ہمدم آدم رہ ملام[2]

ہمسر احمد نے راہ صلاح سے آگاہی بخشی | ہمدم آدم نے راہ ملامت سے آگاہی فرمایا۔

"ہمسر" کے معنے صاحب بہار عجم نے "برابر و عدیل" لکھے ہیں اور صاحب فرہنگ نظام نے "ہم رتبہ" لکھا ہے۔

میاں الہداد حمید نے مذکورہ شعر میں حدیث ابن سیرین کی بھی تائید فرمائی ہے۔

متقدمین مہدویہ کے مذکورہ عقیدہ کی ہی طرف محدث دہلوی نے اپنے مکتوب میں اشارہ کیا ہے۔

الحمد للہ مقدمہ سراج الابصار (طبع سوم بشمول ضمیمہ) اختتام کو پہنچا۔ اس میں ابن خلدون، مارگولیت، ابن حجر مکی، شیخ علی متقی، اسعد مکی، مولف ہدیہ، مدیر ماہنامہ تجلی، اے۔ ایس انصاری اور بجنوری وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہؐ کی روشنی میں دیئے گئے ہیں۔

یہ ایک مکمل سیرت بھی ہے اور سیرت پر کئے گئے اعتراضات کا جواب بھی!

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

(علامۃ العصر محقق مہدویہ میاں سید یعقوبؒ) بزمی تشریف اللہی

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص۲۲۱ [2] کلام الہداد (مطبوعہ) ص۵

کتابیات

مقدمۂ سراج الابصار معہ ضمیمہ

(طبع سوم)

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱	کشف الظنون	مصطفی ابن عبداللہ حلبی المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ
۲	مقدمہ ابن صلاح	تقی الدین معروف بہ ابن صلاح المتوفی سنہ ۶۴۳ھ
۳	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج المتوفی سنہ ۲۶۱ھ
۴	المعلم ترجمۂ صحیح مسلم	وحید الزماں
۵	منہاج شرح صحیح مسلم	یحییٰ ابن اشرف نووی المتوفی سنہ ۶۷۲ھ
۶	سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان ابن اشعث المتوفی سنہ ۲۷۵ھ
۷	کتاب الفخری فی الآداب السلطانیۃ الدول الاسلامیۃ	محمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن الطقطقی المتوفی سنہ ۷۰۲ھ
۸	تاریخ آداب اللغۃ العربیہ	جرجی زیدان المتوفی سنہ ۱۳۳۳ھ
۹	مقدمۂ ابن خلدون	عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون المتوفی سنہ ۸۰۸ھ
۱۰	مقدمہ فتح الباری	ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
۱۱	مقدمہ شاہنامہ (سن تالیف)	TURNER MECAN سنہ ۱۲۴۵ھ
۱۲	خدمہ جوامع الحکایات	محمد نظام الدین
۱۳	مقدمۂ ھدایہ	عبدالحی فرنگی محلی المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ
۱۴	ماینبغی ان یتقدم الفلسفۃ	معلم ثانی بونصر فارابی المتوفی سنہ ۳۳۹ھ
۱۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبدالحق محدث دہلوی المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۶	مقدمہ الثورۃ الھندیہ	عبدالشاہد خاں شروانی
۱۷	ANDROCLES & THE LION	BERNARD SHAW
۱۸	جوہپور نامہ (سن تالیف سنہ ۱۲۱۶ھ)	خیرالدین محمد الہ آبادی
۱۹	EDUCATION IN MUSLIM INDIA	ایس ایم جعفر سنہ ۱۰۵۲ھ
۲۰	اخبار الاخیار	عبدالحق محدث دہلوی المتوفی
۲۱	تحفۃ الکرام (سنہ تصنیف سنہ ۱۱۸۱ھ)	علی شیر قانع
۲۲	تاریخ سندھ لے	سید محمد معصوم بکری المتوفی سنہ ۱۰۱۹ھ
۲۳	فرہنگ آصفیہ	سید احمد دہلوی
۲۴	مذاھب الاسلام	نجم الغنی خاں رامپوری
۲۵	کنز الانساب	مترجمہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ
۲۶	ریحانۃ الادب فی تراجم المعروفین بالکنیۃ او اللقب	محمد علی تبریزی المتوفی سنہ ۱۳۷۳ھ (طبع ایران)
۲۷	عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب	جمال الدین المتوفی سنہ ۸۲۸ھ
۲۸	مدارج النبوۃ	عبدالحق محدث دہلوی
۲۹	روضۃ الاحباب	جمال الدین شیرازی المتوفی سنہ ۹۱۷ھ
۳۰	المواھب اللدنیہ	شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی المتوفی سنہ ۹۲۳ھ
۳۱		

لے یہ کتاب تاریخ معصومی کے نام سے مطبع قیمہ بمبئی سے شائع ہوگئی ہے۔

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۲	العقد الفرید	شہاب الدین احمد المعروف بابن عبدربہ المتوفی ۳۲۸ھ
۳۳	جامع التواریخ	قاضی فقیر محمد المتوفی ۱۲۶۰ھ
۳۴	کنز الانساب	سید عطا حسین
۳۵	تفسیر فخر رازی (تفسیر کبیر)	فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ
۳۶	البرھان فی علامات مہدی آخر الزماں	شیخ علی بن حسام الدین المتوفی ۹۷۵ھ
۳۷	کنز العمال	شیخ علی بن حسام الدین
۳۸	خزینۃ الاصفیا (سن تالیف ۱۲۸۱ھ)	غلام سرور
۳۹	طبقات اکبری	نظام الدین احمد بخشی المتوفی ۱۰۰۳ھ
۴۰	تاریخ فرشتہ (سن تصنیف ۱۰۱۵ھ)	محمد قاسم فرشتہ
۴۱	تاریخ حقی (ذکر الملوک)	عبدالحق محدث دہلوی
۴۲	مآثر الکرام	میر غلام علی آزاد المتوفی ۱۲۰۰ھ
۴۳	مرآۃ العالم	بختاور خاں
۴۴	حیات ولی (شاہ ولی اللہ)	محمد رحیم بخش
۴۵	تذکرہ الخطابہ	محمد عثمان عمادی
۴۶	IMPERIAL GYZETEER OF INDIA	
۴۷	PROMOTION OF LEARNING IN INDIA DURING MUHAMMADAN RULE.	نرندر ناتھ لا
۴۸	INDIAN EDUCATION IN ANCIENT AND LATER TIMES	F.A. KEAY

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۴۹	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی
۵۰	اصول ابراہیم شاہی	شہاب الدین دولت آبادی المتوفی ۸۴۹ھ
۵۱	مقدمہ تفسیر نظام القرآن	حمید الدین (سابق پرنسپل دارالعلوم حیدرآباد)
۵۲	ریاض السلاطین (سن تالیف ۱۲۰۲ھ)	غلام حسین زیدپوری
۵۳	مسند احمد ابن حنبل	احمد ابن حنبل شیبانی المتوفی ۲۴۱ھ
۵۴	اشعۃ اللمعات	عبدالحق محدث دہلوی
۵۵	شرح سفر السعادت	〃 〃 〃
۵۶	الاشارات	بوعلی سینا المتوفی ۴۲۷ھ
۵۷	شرح الاشارات	فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ
۵۸	شرح الاشارات	نصیر الدین طوسی المتوفی ۶۷۲ھ
۵۹	زبدۃ الحقایق	عین القضاۃ ہمدانی المتوفی ۵۲۳ھ
۶۰	الیواقیت والجواہر	عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ
۶۱	کتاب الفتن	نعیم بن حماد
۶۲	تاریخ سلاطین گجرات ومالوہ	حسن بن حسن گجراتی
۶۳	ہندستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں	ابوالحسنات ندوی
۶۴	اورینٹل کالج میگزین بابتہ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء	
۶۵	عقد الدرر فی علامات المہدی المنتظر سن تالیف ۹۵۸ھ	یوسف ابن احمد

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۶۶	لسان العرب	جمال الدین بن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ
۶۷	زاد المتقین (سن تالیف ۱۰۰۳ھ)	عبد الحق محدث دہلوی
۶۸	نجات الرشید	عبد القادر بدایونی المتوفی ۱۰۰۴ھ
۶۹	مواہب علیہ (طبع کانپور)	حسین ابن علی واعظ کاشفی المتوفی ۹۱۰ھ
۷۰	مخزن الکرامات ترجمہ معدن الجواہر	کریم الدین
۷۱	منتخب التواریخ	عبد القادر بدایونی
۷۲	آئین اکبری	ابو الفضل المتوفی ۱۰۱۱ھ
۷۳	مرآۃ سکندری سن تالیف ۱۰۲۰ھ	سکندر بن محمد عرف منجھو
۷۴	معدن الجواہر	عبد القادر بن شیخ احمد بن شیخ بدر الدین[1] بن ملتانی پاشاہ
۷۵	مرآۃ احمدی سن تالیف ۱۱۷۴ھ	مرزا محمد حسن
۷۶	ظفر الوالہ بمظفر و آلہ	عبد اللہ محمد بن عمر مکی (ولادت ۹۴۶ھ)
۷۷	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ
۷۸	نزھۃ الخواطر	عبد الحی بن فخر الدین الحسنی
۷۹	الکتاب المقدس (عربی)	
۸۰	کتاب مقدس (اردو)	
۸۱	HOLY BIBLE	
۸۲	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۸۳	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی المتوفی ۲۳۰ھ
۸۴	تفسیر زاہدی تالیف ۵۱۹ھ	امام زاہد ابو نصر احمد بن الحسن
۸۵	تاج العروس	سید مرتضیٰ زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ
۸۶	عسل مصفیٰ	مرزا خدا بخش
۸۷	جامع ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
۸۸	اقرب الموارد	سعید الخوری الشرتونی
۸۹	منتہی الارب	عبد الرحیم صفی پوری
۹۰	محیط المحیط	بطرس البستانی المتوفی ۱۳۰۵ھ
۹۱	نجوم المشکوۃ	صدیق بن محمد بن محمد بن ظفر مکی
۹۲	ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ
۹۳	النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ
۹۴	تفسیر مدارک	حافظ عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی المتوفی ۷۱۰ھ
۹۵	الخصائص الکبریٰ	جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
۹۶	العرف الوردی فی اخبار المہدی	جلال الدین سیوطی
۹۷	معجم البلدان	یاقوت حموی المتوفی ۶۲۶ھ
۹۸	THE LAND OF THE EASTERN CALIPHATE	G.L. STRANGE
۹۹	جغرافیہ خلافت شرقی	جمیل الرحمٰن
۱۰۰	لمعات شرح مشکوۃ	عبد الحق محدث دہلوی
۱۰۱	منہاج السنۃ النبوۃ	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ
۱۰۲	شواہد النبوۃ	عبد الرحمٰن جامی المتوفی ۸۹۸ھ
۱۰۳	شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ

[1] شیخ بدر الدین نے ۹۸۰ھ میں وفات پائی اور معدن الجواہر کے مولف عبد القادر کو انہی سے خلافت حاصل تھی۔ معدن الجواہر (صـ ۱۶۲)

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۴	الفوائد الجلیلیۃ علی الشمائل المحمدیۃ	محمد بن قاسم جبوس
۱۰۵	تاریخ اولیائے گجرات (ترجمہ مرآۃ احمدی سن تالیف ۸۸۶ھ)	سید ابوظفر ندوی
۱۰۶	الرحمۃ المہداۃ المعروف بہ تکملہ مشکوۃ	نصراللہ بن خلیل اللہ بن ھبۃ اللہ
۱۰۷	الکاشف شرح مشکوۃ	طیبی (حسین بن محمد بن عبداللہ ملقب بہ شرف الدین) المتوفی ۷۴۳ھ
۱۰۸	عمدۃ القاری شرح بخاری	بدر الدین العینی المتوفی سنہ ۸۸۵ھ
۱۰۹	فتاویٰ الحدیثیہ	ابن حجر الھیتمی المتوفی ۹۷۳ھ
۱۱۰	الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ	جلال الدین سیوطی
۱۱۱	کشاف اصطلاحات الفنون (سنہ تالیف سنہ ۱۱۵۸ھ)	محمد اعلی ابن علی تھانوی
۱۱۲	تذکرہ	ابوالکلام آزاد
۱۱۳	مشاہیر اسلام	خواجہ عباد اللہ اختر
۱۱۴	کیمیائے سعادت	محمد غزالی المتوفی سنہ ۵۰۵ھ
۱۱۵	الشفاء	قاضی عیاض المتوفی سنہ ۵۴۴ھ
۱۱۶	سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن النسائی المتوفی سنہ ۳۰۳ھ
۱۱۷	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح (طبع مصر)	ملا علی قاری المتوفی سنہ ۱۰۱۶ھ
۱۱۸	صحیح بخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل المتوفی سنہ ۲۵۶ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۹	تاریخ ہندوستان	محمد ذکاء اللہ
۱۲۰	الفصل فی الملل	ابن حزم المتوفی سنہ ۴۵۶ھ
۱۲۱	اعجاز القرآن	قاضی ابوبکر باقلانی المتوفی سنہ ۴۰۴ھ
۱۲۲	دربار اکبری	محمد حسین آزاد
۱۲۳	تنقید شعر العجم	محمود شیرانی
۱۲۴	منتخب اللباب سن تالیف سنہ ۱۱۴۲ھ	میر محمد ہاشم خافی خاں
۱۲۵	تاریخ طبری	محمد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۱۲۶	داستان غم سن تالیف سنہ ۱۲۵۱ھ	بدر الدولہ
۱۲۷	عقائد الاسلام	عبدالحق مولف تفسیر حقانی
۱۲۸	مآثر الامراء	شاہ نواز خاں صمصام الدولہ المتوفی سنہ ۱۱۷۱ھ
۱۲۹	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	مناظر احسن گیلانی
۱۳۰	توزک بابری (بابر نامہ فارسی)	مرزا عبدالرحیم خانخاں المتوفی سنہ ۱۰۳۶ھ
۱۳۱	توزک بابری (بابر نامہ ترکی)	بابر بادشاہ المتوفی سنہ ۹۳۷ھ
۱۳۲	روضۃ الصفا	میر خواند المتوفی سنہ ۹۰۳ھ
۱۳۳	مآثر رحیمی	عبدالباقی نہاوندی المتوفی سنہ ۱۰۴۲ھ
۱۳۴	انساب الاشراف	ابوجعفر احمد ابن محمد بن جابر بلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۱۳۵	قول حق	اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
۱۳۶	جامعہ جوبلی نمبر بابتہ نومبر، ڈسمبر سنہ ۱۹۴۱ء	

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۳۷	مخزن افغانی سن تالیف سنہ ۱۰۲۰ھ	خواجہ نعمت اللہ بن حبیب اللہ ہروی
۱۳۸	سہ دفتر	ابوالفضل المتوفی سنہ ۱۰۱۱ھ
۱۳۹	شعر العجم	شبلی نعمانی
۱۴۰	تہذیب الاخلاق	سرسید احمد خاں
۱۴۱	دیوان فیضی	ابوالفیض فیضی المتوفی سنہ ۱۰۰۴ھ
۱۴۲	النور السافر عن اخبار القرن العاشر	عبدالقادر العیدروس المتوفی سنہ ۱۰۳۸ھ
۱۴۳	پدماوت	ملک محمد جائسی
۱۴۴	ملک محمد جائسی	سید کلب مصطفیٰ
۱۴۵	رسالہ نگار بابتہ ڈسمبر سنہ ۱۹۶۱ء	
۱۴۶	رسالہ اردو بابتہ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء	
۱۴۷	بحر زخار[1]	وجیہ الدین اشرف
۱۴۸	تاریخ مہدویاں	
۱۴۹	ذکر وحدت	پیر بخش قبر شہادزئی
۱۵۰	ترجمہ تاریخ سرجان ملکم	مرزا حیرت
۱۵۱	خزانہ رسول خانی	محمد فیض اللہ منشی (فضل علی خاں آصف جاہی)
۱۵۲	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں
۱۵۳	جارج نامہ	ملا فیروز بن کاؤس المتوفی سنہ ۱۲۴۲ھ
۱۵۴	مرآۃ الاخبار	محمد فیض اللہ منشی
۱۵۵	عالمگیر نامہ	محمد کاظم بن محمد امین قزوینی المتوفی سنہ ۱۱۰۰ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۵۶	بساطین السلاطین سن تالیف سنہ ۱۲۴۰ھ	مرزا ابراہیم زبیری
۱۵۷	نشان حیدری سن تالیف سنہ ۱۲۱۷ھ	میر حسین علی ولد سید عبدالقادر کرمانی
۱۵۸	کارنامہ حیدری سن تالیف سنہ ۱۲۶۳ھ	عبدالرحیم
۱۵۹	حملات حیدری (ترجمہ کارنامہ حیدری)	شیخ احمد علی گوپاموی
۱۶۰	یادگار مکھن لعل	مکھن لعل
۱۶۱	گلزار آصفیہ سن تالیف سنہ ۱۲۶۰ھ	حکیم غلام حسین خاں
۱۶۲	محبوب السلاطین	محمد حسین
۱۶۳	صولت افغانی سن تالیف سنہ ۱۲۸۹ھ	حاجی زردار خاں رئیس کرولی
۱۶۴	تاریخ آصف جاہی	محمد قادر خاں منشی
۱۶۵	خزانہ گوہر شاہوار	" " "
۱۶۶	وقائع چنچل گوڑہ	
۱۶۷	تاریخ خورشید جاہی	
۱۶۸	HISTORY OF INDIA	ELLIOT
۱۶۹	حیات مسیح	مظفر حسین خاں سلیمانی شاہ آبادی
۱۷۰	صحاح ستہ کی حدیثوں کی پیشین گوئیاں	خواجہ حسن نظامی
۱۷۱	اورینٹل کالج میگزین بابتہ ماہ فروری سنہ ۱۹۴۱ء	
۱۷۲	ON MAHDIS AND MAHDIISM	D. S. MARGOLIOUTH

[1] کتاب ۱۲ تقریباً نصف حصہ سنہ ۱۲۰۳ھ میں ختم ہوا ہے۔ (تذکرہ فارسی نمبر ۲۳۸ صفحہ ۱۱۶۷ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد۔)

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۷۳	سیرۃ ابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام الحمیری المتوفی سنہ ۲۱۸ھ
۱۷۴	دیوان حسان	حضرت حسان بن ثابت المتوفی سنہ ۴۰ھ
۱۷۵	دیوان منسوب بحضرت علیؑ	حضرت علیؑ سنہ شہادت سنہ ۴۰ھ
۱۷۶	مروج الذہب	ابو الحسن علی حسین بن علی المسعودی المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۱۷۷	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب المتوفی سنہ ۲۸۴ھ
۱۷۸	شرح موطا	محمد بن عبد الباقی زرقانی المتوفی سنہ ۱۱۱۲ھ
۱۷۹	مصفیٰ شرح موطا	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۸۰	عارضۃ الاحوذی	ابو بکر محمد ابن العربی المالکی المتوفی سنہ ۵۴۲ھ
۱۸۱	شرح ترمذی	
۱۸۲	شروط الائمۃ الخمسۃ	حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحازمی المتوفی سنہ ۵۸۴ھ
۱۸۳	نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
۱۸۴	المستدرک	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم المتوفی سنہ ۴۰۵ھ
۱۸۵	ابراز الوہم المکنون	احمد بن محمد صدیق
۱۸۶	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۱۸۷	رسالۃ المہدی	ملا علی قاری المتوفی سنہ ۱۰۱۶ھ
۱۸۸	میزان الاعتدال	حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی سنہ ۷۴۸ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۱۸۹	تفسیر کشاف	ابو القاسم جار اللہ محمد بن عمر زمخشری المتوفی سنہ ۵۲۸ھ
۱۹۰	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی سنہ ۶۸۵ھ
۱۹۱	تفسیر تبصیر الرحمٰن	علی بن احمد المہائمی المتوفی سنہ ۸۳۵ھ
۱۹۲	تفسیر جامع البیان	محمد ابن جریر طبری
۱۹۳	احکام القرآن	امام جصاص المتوفی سنہ ۳۷۰ھ
۱۹۴	معالم التنزیل	محمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی سنہ ۵۱۶ھ
۱۹۵	تلخیص	ذہبی
۱۹۶	تفسیر روح المعانی	آلوسی المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ
۱۹۷	نور الانوار	ملا جیون المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ
۱۹۸	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد عبد الحلیم
۱۹۹	شرح مقاصد	سعد الدین تفتازانی
۲۰۰	اخلاق ناصری	نصیر الدین طوسی
۲۰۱	منہاج السنۃ النبویۃ	حافظ ابن تیمیہ المتوفی سنہ ۷۲۸ھ
۲۰۲	مناقب غوثیہ	محمد صادق شہابی
۲۰۳	سیرۃ النبی	شبلی نعمانی
۲۰۴	الدر المنثور	جلال الدین سیوطی
۲۰۵	تفسیر صافی	ملا محسن کاشانی المتوفی سنہ ۱۰۹۱ھ
۲۰۶	احسن الودیعہ فی تراجم علمائے الشیعہ	سید محمد مہدی خوانساری
۲۰۷	کلیات طالب	طالب آملی المتوفی سنہ ۱۰۳۵ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۲۰۸	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبد البر اندلسی المتوفی سنہ ۴۶۳ھ
۲۰۹	بحر المعانی	سید محمد ابن جعفر المکی
۲۱۰	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۱۱	حاشیہ شرح ملا جامی	ملا عصام الدین المتوفی سنہ ۹۴۳ھ
۲۱۲	مختصر المعانی	سعد الدین تفتازانی
۲۱۳	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری المتوفی سنہ ۶۳۸ھ
۲۱۴	الکامل	ابن اثیر جزری
۲۱۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبد الحق محدث دہلوی
۲۱۶	دیوان جریر	ابو حزرہ جریر ابن عطیہ المتوفی سنہ ۱۱۱ھ
۲۱۷	تذکرۃ الموضوعات	محمد بن طاہر الفتنی المتوفی سنہ ۹۸۶ھ
۲۱۸	ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ	عبد الحق محدث دہلوی
۲۱۹	الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم	ابن حجر الہیتمی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ
۲۲۰	حدائق البلاغہ	شمس الدین المتوفی سنہ ۱۱۸۳ھ
۲۲۱	فرہنگ نظام	سید محمد علی داعی الاسلام
۲۲۲	بہار عجم (سال تصنیف سنہ ۱۱۵۴ھ)	ٹیک چند بہار
۲۲۳	شیریں خسرو	نظامی گنجوی
۲۲۴	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی المتوفی سنہ ۶۳۲ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۲۲۵	نفحات الانس	ملا عبد الرحمٰن جامی
۲۲۶	زوارف شرح عوارف	شیخ علی بن احمد المہائمی، المتوفی سنہ ۸۲۵ھ
۲۲۷	مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ
۲۲۸	مسند ابو داود	ابو داود طیالسی
۲۲۹	صواعق محرقہ	ابن حجر ہیتمی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ
۲۳۰	تاریخ الخلفا	جلال الدین سیوطی
۲۳۱	دلائل النبوۃ	ابو نعیم اصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۴ھ
۲۳۲	منتخب اللغات	عبد الرشید تتوی
۲۳۳	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۳۴	سکندر نامہ	نظام گنجوی
۲۳۵	کتاب ابن سیرین	محمد ابن سیرین المتوفی سنہ ۱۱۱ھ
۲۳۶	کتاب الاشارات فی علم العبارات	خلیل ابن شاہین المتوفی (سنہ ۸۷۲ھ)
۲۳۷	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی
۲۳۸	موہبت عظمیٰ	سراج الدین علی خاں آرزو
۲۳۹	نہج الادب	نجم الغنی خاں رامپوری
۲۴۰	حاشیہ شرح ملا جامی	عبد الرحمٰن اسفرائینی
۲۴۱	البحر المحیط	اثیر الدین محمد ابو حیان غرناطی (المتوفی سنہ ۷۴۵ھ)
۲۴۲	الندوہ جلد ۲ نمبر ۱	
۲۴۳	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف	شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۲۴۴	تاریخ خورشید جاہی		۲۶۱	الکبریت الاحمر	عبدالوہاب شعرانی سنہ ۹۷۳ھ
۲۴۵	مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب	جمال الدین ابن ہشام المتوفی سنہ ۷۶۳ھ	۲۶۲	تکملہ ازالۃ الغین عن بشارت العین	حیدر علی فیض آبادی المتوفی سنہ ۱۲۹۹ھ
۲۴۶	شرح ملاجامی	ملا عبدالرحمٰن جامی	۲۶۳	الاشاعہ فی اشراط الساعہ	محمد بن عبدالرسول برزنجی (المتوفی سنہ ۱۱۰۳ھ)
۲۴۷	قاموس	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی سنہ ۸۱۷ھ	۲۶۴	حجج الکرامہ فی آثار القیامہ	نواب صدیق حسن خاں
۲۴۸	مکررات القرآن	شمس الدین محمد کرمانی المتوفی سنہ ۷۸۶ھ	۲۶۵	الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصیٰ	شیخ احمد بن خالد الناصری
۲۴۹	احیاالمیت بفضائل اہل البیت	جلال الدین سیوطی	۲۶۶	سرو آزاد	میر غلام علی آزاد
۲۵۰	مسالک الحنفا	〃 〃	۲۶۷	وفیات الاعیان	ابن خلکان المتوفی سنہ ۶۸۱ھ
۲۵۱	بشریٰ	عنایت رسول چریاکوٹی	۲۶۸	التلویح علی التوضیح	سعدالدین تفتازانی
۲۵۲	الفتوحات المکیہ	محی الدین ابن عربی المتوفی ۶۳۸ھ	۲۶۹	تہذیب الکلام	یعقوب ابویوسف البنیانی
۲۵۳	مجمع البحار	محمد بن طاہر پٹنی	۲۷۰	داستان جہاں	ابورجا محمد زماں خاں
۲۵۴	شرح نخبۃ الفکر	ملا علی قاری	۲۷۱	سفرنامہ مصر و روم و شام	شبلی نعمانی
۲۵۵	فتاوی عالمگیری	ملا نظام وغیرہ	۲۷۲	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون المتوفی سنہ ۸۰۸ھ
۲۵۶	تلبیس ابلیس	ابن جوزی	۲۷۳	صحیح مسلم معہ شرح اکمال	
۲۵۷	تکمیل الایمان و تقویت الایمان	عبدالحق محدث دہلوی	۲۷۴	شمامۃ العنبر فی ماورد فی الہند من الاثر	میر غلام علی آزاد
۲۵۸	فتح الباری	ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ	۲۷۵	اتحاف النبلاء	نواب صدیق حسن خاں المتوفی سنہ ۱۳۰۷ھ
۲۵۹	سرالشہادتین	شاہ عبدالعزیز دہلوی	۲۷۶	کتاب الاسلام	نذیر الحق
۲۶۰	تفسیر تاویلات القرآن	عبدالرزاق بن جمال کاشی سمرقندی المتوفی (سنہ ۸۸۷ھ)	۲۷۷	فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر	ابن یوسف المقدسی الحنبلی

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۲۷۸	شرح السنۃ	حسین بن مسعود البغوی المتوفی سنہ ۵۱۶ھ
۲۷۹	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب	ابو الفلاح عبد الحی الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۸۹ھ
۲۸۰	سراج منیر شرح جامع الصغیر	شیخ مصطفیٰ ابن احمد العزیزی (المتوفی سنہ ۱۰۴۵ھ)
۲۸۱	کتاب التیسیر بشرح الجامع الصغیر	شیخ عبد الرؤف المناوی المتوفی سنہ ۱۰۳۹ھ
۲۸۲	کوکب منیر شرح جامع الصغیر	محمد بن عبد الرحمٰن العلقمی المتوفی سنہ ۹۳۹ھ
۲۸۳	منتہی الآمال فی تواریخ النبی و الآل	شیخ عباس قمی
۲۸۴	سیرۃ ابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام الحمیری
۲۸۵	اصل الجل	
۲۸۶	اخبار الحمقی والمغفلین	ابن جوزی المتوفی سنہ ۵۹۷ھ
۲۸۷	طبقات کبریٰ	عبد الوہاب شعرانی المتوفی سنہ ۹۷۳ھ
۲۸۸	مرقاۃ الصعود	جلال الدین سیوطی
۲۸۹	طعن الرماح	سید محمد بن سید دلدار علی
۲۹۰	تشیید المطاعن	سید محمد قلی کنتوری المتوفی سنہ ۱۲۶۰ھ
۲۹۱	ہدایت الرشید	خلیل احمد سہارنپوری
۲۹۲	رسالہ جمل	
۲۹۳	کتب خانہ اسکندریہ	شبلی نعمانی
۲۹۴	اشہر مشاہیر الاسلام	رفیق بک العظم
۲۹۵	سبحۃ المرجان	میر غلام علی آزاد بلگرامی
۲۹۶	جوامع الکلم	خواجہ گیسو دراز المتوفی سنہ ۸۲۵ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۲۹۷	برہان المآثر (سال تصنیف ۱۰۰۴ھ)	سید علی طباطبا
۲۹۸	خطائر القدس	خواجہ گیسو دراز المتوفی سنہ ۸۲۵ھ
۲۹۹	الکشف فی مجاوزہ ہذہ الامت عن الالف	جلال الدین سیوطی
۳۰۰	تفسیر صدیقی	عبد القدیر حسرت صدیقی
۳۰۱	فروع کافی	ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی المتوفی سنہ ۳۲۹ھ
۳۰۲	بحار الانوار	ملا باقر مجلسی المتوفی سنہ ۱۱۱۱ھ
۳۰۳	تذکرہ قرطبی	شمس الدین محمد القرطبی المتوفی سنہ ۶۷۱ھ
۳۰۴	ترجمان القرآن	ابو الاعلیٰ مودودی
۳۰۵	تفسیر بحر مواج	شہاب الدین دولت آبادی
۳۰۶	غرائب القرآن و رغائب الفرقان	نظام الدین حسن نیشاپوری
۳۰۷	قصص الانبیاء	غلام نبی بن عنایت اللہ
۳۰۸	التیسیر فی التفسیر	ابو القاسم عبد الکریم قشیری المتوفی سنہ ۴۶۵ھ
۳۰۹	الفتاوی العزیزیہ	شاہ عبد العزیز دہلوی
۳۱۰	مجموعۃ الرسائل الخمس	عبد الحی فرنگی محلی
۳۱۱	زجر الناس علی النکاح	〃 〃 〃
۳۱۲	حدیث ابن عباس دافع الوسواس عن اثر ابن عباس	〃 〃 〃
۳۱۳	امتناع النظیر	فضل حق خیر آبادی المتوفی سنہ ۱۲۷۸ھ
۳۱۴	تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوی	〃 〃 〃

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۱۵	اخبار صنادید یعنی تاریخ رامپور	نجم الغنی خاں رامپوری
۳۱۶	نقوش مکاتیب نمبر	
۳۱۷	ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری	شہاب الدین قسطلانی المتوفی سنہ ۹۲۳ھ
۳۱۸	شہب محرقہ	اسعد کی المتوفی سنہ ۱۱۶۴ھ
۳۱۹	رسالہ نگار جلد ۴، شمارہ ۴	
۳۲۰	مقدمہ تاریخ طبری	M.J. DE GOEJE
۳۲۱	تطیب الاخوان	محمد ادریس نگرامی
۳۲۲	مجمع النفائس (تذکرۂ شعرائے فارسی، سالار جنگ میوزیم)	سراج الدین علی خاں آرزو
۳۲۳	DISTRICT GAZETEERS OF THE UNITED PROVINCES VOLUME XXVIII	NER
۳۲۴	لسان المسلمین فی رد المسیحیۃ والملحدین (طبع مطبع اتحاد اصفہان سنہ ۱۳۲۹ھ)	شیخ عبد الحسین نجفی
۳۲۵	فرہنگ نظام جلد سوم	داعی الاسلام آقا محمد علی
۳۲۶	مسند الجزء الثالث حدیث عربی قلمی	ابو یعلی موصلی المتوفی سنہ ۳۰۷ھ

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۲۷	انجیل متی	
۳۲۸	اردو ترجمہ القرآن (طبع مطبع کریمی لاہور)	محمد علی لاہوری
۳۲۹	THE TIMES GASETTEER OF THE WORLD	G. G. CHISHOLUM
۳۳۰	اقبال نامہ قلمی فارسی	
۳۳۱	عمل صالح موسوم بہ شاہ جہاں نامہ	شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال
۳۳۲	ISLAMIC STUDIES	
۳۳۳	تاریخ علی عادل شاہ	نور اللہ
۳۳۴	واقعات عبد الکریم (سنہ ۱۲۸۹ھ)	
۳۳۵	تاریخ داودی، شائع کردہ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ	عبد اللہ
۳۳۶	مقدمہ انوار الباری	سید احمد رضا بجنوری
۳۳۷	عجالہ نافعہ عربی قلمی	شاہ عبد العزیز دہلوی
۳۳۸	افادۃ الافہام	محمد انوار اللہ
۳۳۹	تیسیر القاری شرح بخاری	
۳۴۰	نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناسب الاخبار	
۳۴۱	الدین یسر	شائع کردہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۴۲	الکاشف (عربی قلمی) عن حقائق السنن	طیبی المتوفی سنہ ۷۴۳ھ
۳۴۳	مثنوی مولانا روم	
۳۴۴	ہفت تماشائے قتیل	مرزا محمد حسن قتیل
۳۴۵	JOURNAL OF THE CENTRAL INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH, KARACHI	
۳۴۶	التوضیح مع التلویح	طبع مصر
۳۴۷	الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر (عربی قلمی)	
۳۴۸	مخدوم زادگان فتح پور	
۳۴۹	معارف	بابتہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۶۳ء
۳۵۰	مکتوبات شیخ احمد سرہندی	(فارسی قلمی)
۳۵۱	اردو ترجمہ مکاتیب مجدد الف ثانی	طبع لاہور
۳۵۲	تذکرۂ علمائے ہند (طبع مطبع نولکشور)	رحمٰن علی
۳۵۳	ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند (مطبوعہ کراچی)	محمد ایوب قادری
۳۵۴	شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات (طبع کراچی)	

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۵۵	رسالہ یک روزی (طبع مطبوعہ فاروقی سنہ ۱۲۹۷ھ)	محمد اسمٰعیل دہلوی
۳۵۶	فتاویٰ بر عقائد وہابیہ و دیوبندیہ (مطبوعہ نعیمی پریس)	شاہ احمد حسین کانپوری
۳۵۷	انوار ساطعہ، مطبع نعیمی مراد آباد	عبد السمیع کانپوری
۳۵۸	حسام الحرمین (طبع لاہور)	خلیل احمد انبیٹھوی
۳۵۹	براہین قاطعہ (طبع ہلالی پریس ساڈھورہ الہ آباد)	〃
۳۶۰	اقرب الموارد، طبع بیروت	
۳۶۱	تاج العروس، طبع مصر	
۳۶۲	البستان (طبع بیروت)	عبد اللہ البستانی
۳۶۳	تقویت الایمان (مطبوعہ کمال پرنٹنگ ورکس)	محمد اسماعیل دہلوی
۳۶۴	صراط المستقیم (طبع مطبع ہدایت اللہ دار الاشاعت کلکتہ سنہ ۱۳۱۳ھ)	محمد اسماعیل دہلوی
۳۶۵	الکوکبۃ الشہابیہ	(طبع مطبع کلیمی)
۳۶۶	اطیب البیان رد تقویۃ الایمان	محمد نعیم الدین مراد آبادی
۳۶۷	منہاج السنۃ النبویۃ	(طبع مصر)
۳۶۸	مباحثۂ شاہ جہاں پور	محمد قاسم نانوتوی
۳۶۹	سیرۃ نبوی اور مستشرقین (طبع مطبع معارف اعظم گڑھ)	عبد العلیم احراری
۳۷۰	تحذیر الناس (طبع مطبع مجتبائی دہلی)	محمد قاسم نانوتوی

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۷۱	سفر السعادت	(طبع مطبع نولکشور)
۳۷۲	نجح الکرام فی آثار القیام	(طبع مطبع شاہ جہانی بھوپال)
۳۷۳	روح المعانی	(طبع مطبع ایریہ بلانی
۳۷۴	شرح سفر السعادت	
۳۷۵	کتاب الفتن (عربی قلمی)	نعیم بن حماد
۳۷۶	مصنف (عربی قلمی)	ابن ابی شیبہ
۳۷۷	اسباب النزول القرآن (عربی قلمی)	
۳۷۸	تاریخ حبیب الہ	(طبع مطبع مجیدی کانپور)
۳۷۹	حجۃ الاسلام	طبع وسیم پریس
۳۸۰	ماہنامہ تجلی (شمارہ ستمبر واکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء)	
۳۸۱	مظاہر حق	طبع مطبع نولکشور
۳۸۲	اصول الشاشی	نظام الدین شاشی
۳۸۳	تذکرۃ الموضوعات	(ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)
۳۸۴	روضۃ الاحباب	(فارسی قلمی)
۳۸۵	ترجمہ تاریخ سرجان ملکم	
۳۸۶	شرح قصیدہ بانت سعاد	علامہ ابو محمد جمال الدین
۳۸۷	ذیل جامع الصغیر (عربی قلمی)	جلال الدین سیوطی
۳۸۸	تاریخ شیراز ہند جونپور	
۳۸۹	ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION & ETHICS	JAMES HASTINGS
۳۹۰	وقائع شورش افغانان	لالہ برجناتھ دہلوی
۳۹۱	عجالۂ نافعہ	شاہ عبد العزیز دہلوی
۳۹۲	توزک جہانگیری (قلمی)	

شمارہ	نام کتاب	نام مصنف
۳۹۳	اقبالہ نامہ	
۳۹۴	ماہ نو کراچی	
۳۹۵	عمل صالح	محمد صالح کنبوہ
۳۹۶	تاریخ علی عادل شاہی	نور اللہ
۳۹۷	ماہنامہ قومی زبان کراچی	
۳۹۸	اسوۂ صحابہ	عبد السلام ندوی
۳۹۹	افادۃ الافہام	محمد انوار اللہ
۴۰۰	تاریخ داؤدی	عبد اللہ
۴۰۱	تجدید واحیائے دین	ابو الاعلیٰ مودودی
۴۰۲	کتاب احکام القرآن	قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی
۴۰۳	الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر	جلال الدین سیوطی
۴۰۴	لغات عالمگیری	محمد فاضل خاں
۴۰۵	سنن دار قطنی مع التعلیق المغنی	ابو الحسن بن علی بن عمر دار القطنی المتوفی سنہ ۳۸۵
۴۰۶	الفاروق	شبلی نعمانی
۴۰۷	غیاث اللغات	غیاث الدین رام پوری
۴۰۸	نور اللغات	نور الحسن نیر کاکوری
۴۰۹	رسالہ معارف	شمارہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۶۴ء
۴۱۰	ماہنامہ تجلی بابت	سنہ ۱۹۶۴ء و سنہ ۱۹۶۵ء
۴۱۱	تاریخ فرشتہ جلد دوم	محمد قاسم
۴۱۲	JOURNAL OF THE CENTRAL INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH KARACHI.	

نوٹ: مذکورہ کتب کے علاوہ قومی کتب بھی ہیں۔ جو فہرست میں شامل نہیں ہیں۔